بعون صانع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و آسمان
الحمد للہ والمنۃ کہ ربع چہارم فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام
یعنی
غایۃ الاوطار
ترجمہ اردو
در مختار
جلد چہارم
مترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بہ تکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی و تحفظ کاپی رائٹ
مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہوا

اطلاع۔ اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہے جسکی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہین قیمت بھی ارزان ہے اس کتاب کے ٹیل پیج کے تین صفحہ جو بہا دے ہین اُنمین بعض کتب فقہ و حدیث و تفاسیر اُردو و فارسی و عربی وغیرہ درج کرتے ہین تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدر دانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

کتب فقہ اردو

نام کتاب	قیمت
ہدایۃ الاسلام۔ مصنفہ مولوی امانت اللہ صاحب غازی پوری۔	۲ر۱۲
عین الہدایہ۔ ترجمہ کامل ہدایہ ہر چہار جلد حامل المتن مترجمہ مولوی امیر علی صاحب مترجم فتاوات عالمگیری وغیرہ کاغذ گندہ سفید۔	للعہ/ب
اور جلدین کاغذ حنائی پر متفرق بھی فروخت کے لیے موجود ہین۔	
جلد اول۔	معہ/ب
جلد دوم۔	ے/ب
جلد سوم۔ کاغذ سفید۔	للعہ/ب
ایضاً۔ کاغذ حنائی۔	للعہ/ب
جلد چہارم۔ کاغذ سفید۔	للعہ/ج
ایضاً۔ کاغذ حنائی۔	للعہ/ب
راہ نجات۔ ضروری مسائل نماز و روزہ وغیرہ	ے/ب
مفتاح الجنۃ۔ از مولوی کرامت علی جونپوری۔	ار
حقیقۃ الصلوۃ مع رسالہ بے نمازان	۱۳ر۴
ترجمہ فتاوی عالمگیری۔ کامل ہر چہار جلد مع مقدمہ یعنے جلد اول مترجمہ مولانا احتشام الدین و باقی ہر سہ جلد مع مقدمہ مترجمہ مولانا امیر علی صاحب کاغذ سفید و حنائی۔	۹ پائی
کشف الحاجات۔ ترجمہ اُردو مالابدمنہ از مولوی محمد نور الدین۔	عہ/ب
رسالہ خلاصۃ المسائل۔ نماز روزے کے مسائل اور زکوۃ اور نکاح و طلاق و عتاق کے احکام اور خرید و فروخت و وکالت و ضمانت وغیرہ کے جواز و عدم جواز کی صورتین۔ اُردو مین مفصل بیان کیا ہے مع حواشی مفیدہ از جناب مولوی امیر علی صاحب مترجم فتاوی عالمگیری و ہدایہ و مصنف تفسیر مواہب الرحمن۔	۳ر
نور الہدایہ ترجمہ شرح وقایہ اُردو۔ ہر چہار جلد یکجائی مطبوعہ نظامی کاغذ سفید	۵ر
ہزار مسئلہ۔ شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) عمدۃ المسلم (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالےٰ (۵) حلیہ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل مولفہ مولوی عبداللہ بن عبد السلام۔	۱۲ر/ب
شرح محمدی منظوم مسائل فقہیہ از محمد خان قندھاری۔	۲ر
	۳ر
تنبیہ الغافلین۔ مسائل دینیہ۔	۱ر
خیرۃ الفقہ۔ مسائل مشکلہ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔	۱ر
جواب السائلین۔ بطور استفتا۔	۱ر۶/۱
کنز الدقائق۔ اُردو ترجمہ از مولوی محمد سلطان خان۔	۱۲ر
چہل مسائل فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔	۳ پائی
اشرف المسائل۔ مصنفہ مولوی اشرف علی خان۔	۱۰
رسالہ تجہیز و تکفین میت۔ از محمد عمر	۱ر

کتب فقہ فارسی

نام کتاب	قیمت
ہدایہ۔ پیشانی پر اصل عربی اور تحت مین ترجمہ فارسی مع شرح از علماے کلکتہ جو مدت سے متداول ہے دو مجلد کامل کاغذ سفید و حنائی۔	عہ/ب
شرح سفر السعادت۔ از مولانا عبد الحق دہلوی معروف۔	ے/ب
ترجیح الحجج مسمیٰ بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ	۱۱ر
تذکرۃ الجمعہ۔ احکام جمعہ از مولوی عبد السلام	۹ پائی
بدائع منظوم۔ مسائل فقہ نظم فارسی از ملا ناظم علی رح۔	۲ر

فہرست جلد چہارم غایة الاوطار ترجمہ اردو در مختار

صفحہ	مضمون
۱	کتاب الاجارة
	یعنی ٹھیکہ اور نوکری اور مزدوری و کرایہ کے احکام
۱۰	جس محل مین نص نہو وہان عادت کا اعتبار ہی۔
۱۲	باب ما یجوز من الاجارة وما یکون خلافا فیہا
	یعنی جو اجارہ درست ہی اور جسمین اختلاف ہی۔
۲۸	باب الاجارة الفاسدة یعنی اجارہ فاسد کے احکام
۳۴	حرمت اجرت جفتی حیوانات مال مغنیان و نوحہ گران و
	مزامیر نوازان و جواز نوکری تعلیم قرآن و فقہ و امامت
	واذان
۳۹	باب ضمان الاجیر یعنی مزدور سے تاوان لینے کے احکام
۴۷	باب فسخ الاجارة یعنی اجارہ توڑنے کے احکام
۵۳	مسائل شتی یعنی اجارہ کے مسائل متفرقہ
۵۲	تحریر دستاویز پر قاضی کو اجرت لینی جتنی دوسرا کاتب لے درست ہی
۶۰	کتاب المکاتب
	یعنی اس غلام کے احکام جسکو مولی نے یہ کہا ہو کہ اتنا مال دے تو تو آزاد ہی
۶۴	باب ما یجوز للمکاتب یعنی غلام مکاتب کو کون سے افعال جائز ہین
۶۸	باب کتابة العبد المشترک یعنی غلام مشترک کے مکاتب کرنیکا بیان
۶۹	باب موت المکاتب و عجزه و موت المولیٰ
	یعنی مکاتب کے مرنے اور مال ادا کرنے سے اور آقا کے مرنے کے احکام
۷۴	کتاب الولاء
	یعنی آزاد غلام کا مال و متروکہ جب اسکے وارث نسبی نہو تو آقا کو ملتا ہی اسکا بیان
۷۸	فصل فی ولاء الموالاة یعنی دوستی کی جہت سے جو ترکہ ملتا ہی اسکے احکام
۸۰	کتاب الاکراه
	یعنی دوسرے پر زبردستی کرنے کے احکام۔
۹۱	کتاب الحجر

صفحہ	مضمون
۹۱	یعنی تصرف قولی سے ممانعت شرعی کون سے اشخاص کو کن سے حالات مین ہوتی ہی
۹۶	فصل فی البلوغ یعنی مرد و عورت کے بالغ ہونیکا ذکر
۹۷	کتاب الماذون
	یعنی غلام اور نابالغ کو اجازت تجارت وغیرہ دینے کے احکام
۱۰۰	کتاب الغصب
	یعنی چیز کے چھین لینے کے احکام۔
۱۱۹	فصل مین مغصوب چیز کے غائب کرنے کا بیان ہی۔
۱۲۶	کتاب الشفعة
	یعنی شفعہ کے احکام
۱۲۸	ترتیب شفیعان
۱۳۱	باب طلب الشفعة یعنی شفعہ طلب کرنے کے مسائل
۱۳۸	باب ما یثبت ہی فیہ ولا یثبت یعنی کونسی چیز مین
	شفعہ ثابت ہوتا ہی اور کونسی بات مین نہین۔
۱۴۰	باب ما یبطلها یعنی کونسی باتون سے شفعہ جاتا رہتا ہی
۱۴۸	کتاب القسمة
	یعنی مشترک چیز کا شریکون مین بانٹنا۔
۱۶۰	کتاب المزارعة
	یعنی بٹائی پر کھیت دینے کے احکام
۱۶۵	کتاب المساقاة
	یعنی درخت کو پرورش کے لیے دوسرے کو دینا اور اس کے پھل ٹھہرا لینے
۱۶۸	کتاب الذبائح
	یعنی ذبح کے اور مذبوح جانورون کے احکام
۱۸۱	کتاب الاضحیة
	یعنی قربانی کے احکام
۱۹۳	کتاب الحظر والاباحة

صفحہ	مضمون
۱۹۳	یعنی مکروہ و حرام و مباح چیزون کا بیان۔
	فصل فی اللبس یعنی لباس کونسا جائز ہی اور کونسا مکروہ
	فصل فی النظر واللمس یعنی دیکھنا اور چھونا دوسرے کے کونسے اعضا کا مکروہ ہی
۲۱۲	باب الاستبراء وغیرہ یعنی لونڈی کے خریدنے کے بعد حیض کا انتظار کرنا وغیرہ
۲۲۰	بوسہ کی پانچ قسمین ہین۔
ایضاً	فصل فی البیع یعنی کونسی چیزون کی بیع و شرا مکروہ ہی
۲۲۲	احکام مسجد۔
۲۳۰	پچھنے لگانا چیونٹی کی ہڈی کا استعمال عورت کے دودھ کی ناس لینا
۲۳۴	قصہ خوانی تین طرح پر ہی۔
ایضاً	چار چیزون کا دفن کرنا چاہیے۔
۲۳۶	اقسام علم۔
ایضاً	پانچ شخصون کی غیبت مباح ہی۔
۲۳۸	فضائل صلہ رحم۔
۲۴۰	خط کے سلام کو پڑھکر جواب دینا واجب ہی۔
۲۴۲	زیارت قبور۔
۲۴۵	وسمہ کا خضاب مکروہ نہین۔
۲۴۷	وصیت کا طریق۔
۲۵۰	اصول حلال کے دس ہین۔
ایضاً	کتاب احیاء الموات
	یعنی زمین غیر مزروع کو قابل زراعت کرنا۔
۲۵۴	فصل فی الشرب یعنی کھیت سینچنے اور جانورون
	کے پانی پلانے کے بارے کے احکام ہین۔
۱۶۰	کتاب الاشربة
	یعنی پینے کی چیزین کونسی حرام ہین اور کونسی جائز
۲۶۷	شراب کے برتن کے پاک کرنے کا طریق۔

صفحہ	مضمون
۲۶۹	کتاب الصید یعنی شکار کرنے کے مسائل
۲۷۵	گولی کا شکار حلال نہیں۔
۲۷۶	کتاب الرہن یعنی گرو رکھنے کے مسائل۔
۲۸۲	باب ما یجوز ارتہانہ وما لا یجوز یعنی جن چیزوں کا گرو رکھنا جائز ہے اور جنکا جائز نہیں
۲۹۵	باب الرہن یوضع علی ید عدل یعنی گرو چیز کو معتبر آدمی کے پاس رکھنا
۲۹۸	باب التصرف فی الرہن یعنی گرو چیز میں راہن کا تصرف کرنا
۳۰۱	فصل فی مسائل المتفرقہ یعنی متفرق مسئلوں کے ذکر میں
۳۱۲	کتاب الجنایات یعنی قصاص نفس اور اعضا کے مسائل کے ذکر میں
۳۱۶	فصل فیما یوجب القود وما لا یوجبہ یعنی اُن افعال کے ذکر میں جو قصاص کے موجب ہوتے ہیں یا نہیں ہوتے
۳۳۰	باب القود فیما دون النفس یعنی جان سے کمتر چیز مثلاً ہاتھ پاؤں وغیرہ کے عوض لینے میں
۳۳۸	فصل فی الفعلین یعنی دو قصور کرنے کے مسائل
۳۴۳	باب الشہادۃ فی القتل یعنی قتل کی گواہی دینے کے احکام
۳۴۷	کتاب الدیات یعنی جو مال کہ جان کے عوض دینا پڑے خواہ اعضا کے عوض اُسکے مسائل
۳۴۹	قاعدہ کلیہ دیت اعضا
۳۵۲	فصل فی الشجاج یعنی زخم سر اور چہرہ کے بیان میں
۳۵۷	فصل فی الجنین یعنی اگر ضرب سے پیٹ کا بچہ گر پڑے تو کیا سزا ہے
۳۶۱	باب ما یحدثہ الرجل فی الطریق وغیرہ یعنی آدمی جو راہ وغیرہ میں کوئی چیز ایسی بنا دے جس سے دوسرے کا عضو یا جان تلف ہو
۳۶۶	فصل فی الحائط المائل یعنی جھکی ہوئی دیوار کے مسائل
۳۶۹	باب جنایۃ البہیمۃ والجنایۃ علیہا یعنی چوپایہ کسی کو تلف کرے یا اُسکو کوئی تلف کرے۔

صفحہ	مضمون
۳۷۶	باب جنایۃ المملوک والجنایۃ علیہ یعنی مملوک کسی کا بگاڑ کرے یا اُسکا کوئی بگاڑ کرے
۳۷۹	فصل فی الجنایۃ علی العبد یعنی غلام میں کوئی نقصان کر دے تو اُسکی کیا سزا ہے
۳۸۱	فصل فی [illegible] وغیرہ یعنی غلام [illegible]
۳۸۴	باب القسامۃ یعنی قتیل جس محلہ میں پایا جائے اُس محلہ والوں سے قسم لینا [illegible]
۳۹۳	کتاب المعاقل یعنی دیتیں برادری کس طرح معتبر ہوئی۔
۳۹۷	کتاب الوصایا یعنی وصیتوں کے احکام
۴۰۲	تفسیر مرض موت یعنی جس بیماری میں تصرف بیمار کا حکم نافذ نہیں ہوتا وہ کون سی ہے۔
۴۱۰	باب الوصیۃ بثلث المال یعنی تہائی مال کی وصیت کے احکام
۴۱۸	باب العتق فی المرض یعنی مرض موت میں آزاد کرنا
۴۲۱	باب الوصیۃ للاقارب وغیرہم یعنی رشتہ داروں وغیرہم کے لیے وصیت کرنے کے احکام
۴۲۲	سید ہونا ان کی طرف سے معتبر نہیں
۴۲۶	فقیر اور مستفقہ میں کیا فرق ہے
۴۲۷	باب الوصیۃ بالخدمۃ والسکنیٰ والثمرۃ یعنی خدمت غلام اور سکونت مکان اور درختوں کے پھلوں کی وصیت کے احکام
۴۳۰	فصل فی وصایا الذمی یعنی ذمی وغیرہ کی وصیت کے احکام
۴۳۱	باب الوصی یعنی میت جسکو وصیت پورا کرنے کو بتا دے اُسکے احکام
۴۳۹	فصل فی شہادۃ الاوصیا وصیوں کی گواہی کا بیان میں
	کتاب الخنثیٰ یعنی جس شخص میں مرد و عورت دونوں کی علامت ہو اُسکے احکام

صفحہ	مضمون
۴۴۹	مسائل شتی یعنی متفرق مسائل سب کتاب کے
۴۵۳	احکام ارتداد
۴۶۴	ذکر اُنکا جو مجنون پیدا ہوئے۔
ایضاً	لڑکیوں کے کان چھیدنے درست ہیں۔
۴۶۹	قرآن کے احکام۔
۴۶۹	کتاب الفرائض یعنی ورثہ کے حصوں کا بیان
۴۸۱	فصل فی العصبات یعنی عصبوں کے بیان میں۔
۴۹۲	باب العول یعنی حصہ داروں کے سہام کا مخرج سے بڑھ جانا۔
۴۹۴	مسائل الرد یعنی باقی کو وارثوں پر رد کرنے کے مسائل۔
۴۹۰	باب توریث ذوی الارحام یعنی ذوی الارحام کو ترکہ دینے کے مسائل
۵۰۰	فصل فی الغرقی والحرقی والہدمی وغیرہم یعنی جو کئی ایک ساتھ ڈوب جائیں یا جل مریں یا دب کر مریں اُنکی وراثت کے احکام
۵۰۳	فصل فی المناسخات یعنی قبل تقسیم ترکہ اگر کوئی وارث مر جاوے تو کس طرح تقسیم ہوگی
۵۰۴	باب المخارج یعنی مخرجوں کے بیان میں
۵۰۵	تصحیح مسائل کے سات قاعدے
۵۱۲	اعداد کی نسبت کا بیان۔
۵۱۴	قرضخواہوں یا وارثوں کو ترکہ کی تقسیم کا طریقہ
۵۱۶	تخارج کا بیان یعنی اگر کوئی وارث کچھ لیکر علیحدہ ہو جاوے تو کیا کرنا چاہیے

بعون صانع بیمکان و فضل خلاق زمین و آسمان

الحمد للہ والمنۃ کہ ربع چہارم فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام فرنگی

یعنی

غایۃ الاوطار

ترجمہ اردو

در المختار

جلد چہارم

مترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بہ تکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی و تحفظ کاپی رائٹ

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر مطبوع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الاجارۃ

یہ کتاب ہی اجارہ کے احکام مین مترجم کہتا ہی اہل ہند اجارہ کو ٹھیکہ اور نوکری اور مزدوری اور کرایہ بولتے ہین قدم الہبۃ لکونہا تملیک عین وہذہ
تملیک منفعۃ مصنف نے ہبہ کو مقدم کیا اجارہ پر اسواسطے کہ ہبہ عبارت ہی تملیک عین سے اور اجارہ عبارت ہی تملیک منفعت سے بلا تملیک عین یعنے اور
اعیان وجود مین متقدم ہین منافع پر لہذا تملیک عین کی تقدیم تملیک منافع سے ذکر مین مناسب ہوئی ہی لغۃ اسم للاجرۃ وہی ما یستحق علی عمل الخیر
ولذا یدعی بہ یقال اعظم اللہ اجرک اجارہ لغت مین اسم ہی اجرت کا اور اجر وہ جو نیک کام پر مستحق ہو ولہذا لفظ اجر دعا کیجاتی ہی یون دعا دیتے ہین کہ خدا
تجکو اجر عظیم دے ہم اجرت لغت مین کرایہ ہی مزدوری کا اور اجر اور اجارہ کام کی جزا ہی خواہ کام نیک ہو یا بد (قال فی القاموس الاجر الجزاء علی العمل
کالاجارۃ والاجرۃ الکراء) طحطاوی نے کہا شارح کی عبارت مین خلل ہی چنانچہ عینی کی شرح کنز اسپر دلالت کرتی ہی انتہی یعنی عینی نے اجر کی تفسیر کی اور
اجیر اور اجر کی تفسیر (ما یستحق علی عمل الخیر) کی ہی وشرعا تملیک نفع مقصود من العین بعوض حتی لو استاجر ثیابا او اوانی لیتجمل بہا او دابۃ لیجنبہا بین یدیہ
او دارا لا یسکنہا او عبدا او دراہم او غیر ذلک لا یستعملہ بل لیظن الناس انہ لہ فالاجارۃ فاسدۃ فی الکل ولا اجر لہ لانہا منفعۃ غیر مقصودۃ من العین بزازیۃ وسیجی
اور اصطلاح شرع مین اجارہ عبارت ہی اُس منفعت کی تملیک بعوض سے جو مقصود ہو عین سے تو اگر کپڑے یا برتن کرایہ لے تاکہ اُنسے تجمل اور آرایش
حاصل کرے یا گھوڑا مثلاً کرایہ لے تاکہ اپنے آگے کوتل چلاوے یا گھر کرایہ لے اسواسطے کہ اُسمین سکونت کرے یا غلام یا دراہم یا سواے اس کے
اور چیز کرایہ لے اسواسطے کہ استعمال مین نہ لاوے بلکہ تاگمان کرین آدمی کہ وہ چیز اُسی کی مملوک ہی تو سب صورتون مین اجارہ فاسد ہی اور اشیاء
مذکورہ کے مالک کو اجر نہ ملیگا اسواسطے کہ تجمل اور گمان ملک منفعت غیر مقصود ہی عین سے کذا فی البزازیۃ اور اسکا ذکر آگے آویگا م نفع کی قید سے بیع
اور ہبہ خارج ہوگئی اور یہ تعریف اجارہ صحیحہ اور فاسدہ دونون کو شامل ہی اسواسطے کہ نفع اور عوض مین معلوم اور معین ہونے کی قید نہین لگائی اشیاء
مذکورہ کے اجارہ مین اجرت ثابت نہوگی اگرچہ تجمل وغیرہ نفع غیر مقصود مین استعمال کرے اور یہ جو فقہا کا قول ہی کہ اجارۂ فاسدہ مین انتفاع سے اجرت
واجب ہوتی ہی تو اس صورت پر محمول ہی جبکہ نفع مقصود مین استعمال ہوا ہو وکل ما صلح ثمنا ای بدلا فی البیع صلح اجرۃ لانہا ثمن المنفعۃ اور جو چیز
ثمن یعنے بیع مین بدل ہونے کی صلاحیت رکھتی ہی وہ اجرت اور مزدوری ہونے کی بھی صلاحیت رکھتی ہی اسواسطے کہ اجرت ثمن ہی منفعت کا ثمن
عین بھی ہوتا ہی اور عین بھی اسواسطے کہ بیع المقایضہ مین عین بدل واقع ہوتا ہی تو عین اجرت ہونے کی بھی صلاحیت رکھتا ہی ولا ینعکس

کلیا فلا یقال ما لایجوز ثمنا لایجوز اجرۃ بجواز اجارۃ المنفعۃ بالمنفعۃ اذا اختلفا کما سیجی اور قول مذکور منعکس بعکس کلی نہین ہوتا تو یون نہ بولین گے کہ جس کا
ثمن ہونا جائز نہین اسکا اجرت ہونا جائز نہین بسبب جائز ہونے اجارہ منفعت کے بعوض منفعت کے جبکہ دونون منفعتین مختلف الجنس ہون
چنانچہ اسکا ذکر آگے آویگا مع اختلاف جنس منفعت جیسے سکونت دار کا اجارہ زراعت ارض سے کہ یہ صحیح ہی اور بیع مین منفعت کا ثمن ہونا صحیح نہین
عکس کلی سے یہان عکس لغوی مراد ہی نہ عکس منطقی وتنعقد باعرتک ہذہ الدار شہرا بکذا لان العاریۃ بعوض اجارۃ بخلاف
العکس اور منعقد ہوتا ہی اجارہ اس قول سے کہ مین نے تجکو یہ گھر عاریت دیا مہینے بھر کو بعوض اتنے کے اسواسطے کہ عاریت بشرط عوض
کے اجارہ ہی برخلاف عکس یعنی عاریت بلفظ اجارہ منعقد نہین ہوتی تو اگر یون کہے کہ یہ گھر مین نے تجکو اجارہ دیا بلا عوض تو یہ اجارۂ فاسدہ ہوگا نہ عاریت
کذا فی الدرر او وہبتک او اجرتک منافعہا شہرا بکذا یا منعقد ہوتا ہی اجارہ اس قول سے کہ اس گھر کے منافع مین نے تجکو ہبہ کیے ایک مہینہ
بھر بعوض اتنے کے یا اس قول سے کہ اس گھر کے منافع مین نے تجکو اجارہ دیئے ایک مہینہ بھر بعوض اسقدر کے افاد ان رکنہا الایجاب والقبول
مصنف نے فائدہ ظاہر کیا کہ اجارہ کا رکن ایجاب وقبول ہی طحطاوی نے کہا شاید کہ یہ افادہ مصنف کے اس قول سے ہوتا ہی کہ (ہی تملیک نفع
بعوض) اسواسطے کہ یہ نہین ہوسکتا بدون ایجاب اور قبول کے انتہی مین کہتا ہون اور شاید کہ رکنیت ایجاب اور قبول کی تنعقد کے لفظ سے
نکلتی ہی اسواسطے کہ عقد حاصل ہوتا ہی ایجاب اور قبول کے ربط سے وشرطہا کون الاجرۃ والمنفعۃ معلومتین لان جہالتہما تفضی الی المنازعۃ اور اجارہ
کی شرط معلوم اور معین ہونا ہی اجرت کا اور منفعت کا اسواسطے کہ دونون کا غیر معلوم ہونا منازعت کی طرف پہونچاتا ہی وحکمہا وقوع الملک فی البدلین
ساعۃ فساعۃ اور حکم یعنے اثر مترتب اجارہ کا واقع ہونا ملک کا ہی دونون عوضون یعنی منفعت اور اجرت مین دمبدم اور گھڑی گھڑی ہم وجہ اسکی
یہ ہی کہ اجارہ عقد معاوضہ ہی اور احد العوضین منفعت ہی کہ اندک اندک دمبدم پیدا ہوتی جاتی ہی اور معاوضہ مقتضی ہی مساوات کا تو بالضرور
تراخی فی المنفعۃ موجب ہی تراخی فی البدل کا ہان اگر تعجیل اجرت عقد مین شرط ہوگئی ہو تو بدل کا دینا پہلے واجب ہوگا کذا فی الدرر و بل تنعقد بالتعاطی
ظاہر الخلاصۃ نعم ان علمت المدۃ وفی البزازیۃ ان قصرت نعم والا لا اور کیا اجارہ منعقد ہوتا ہی تعاطی سے بلا ایجاب وقبول لفظی ظاہر خلاصہ
استدلال کرتا ہی کہ ہان تعاطی سے اجارہ منعقد ہوتا ہی اگر مدت اجارہ کی معلوم ہو اور بزازیہ مین ہی کہ اگر مدت اجارہ کی کمتر ہو تو منعقد ہوتا ہی اور
اگر کمتر نہ ہو تو منعقد نہین ہوتا امام محمد نے اصل مین مذکور کیا کہ ایک مرد نے دوسرے شخص سے بلا تعیین دیگین اجارہ لین تو جائز نہین اسواسطے
کہ دیگین مختلف المقدار ہوتی ہین تو اگر وہ شخص دیگین لایا اور مستاجر نے قبول کرلین پہلے کرایہ پر تو جائز ہی اور یہ اجارہ جدید ہوگا تعاطی سے اور
یتیمہ مین ہی کہ مین نے ابو یوسف سے سوال کیا کہ کوئی مرد داخل ہوتا ہی ناؤ مین یا حجامت کرواتا ہی یا فصد لیتا ہی یا حمام مین جاتا ہی یا سقے سے
پانی پیتا ہی پھر اجرت اور پانی کا ثمن دیتا ہی ابو یوسف نے جواب دیا کہ یہ اجارہ جائز ہی بطور استحسان کے اور پہلے سے عقد کی کچھ حاجت نہین
کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریۃ عن التاتارخانیۃ وتعلم المنفعۃ ببیان المدۃ کالسکنی والزراعۃ مدۃ کذا ای مدۃ کانت وان طالت ولو مضافۃ کاجرتکہا
غدا وللموجر بیعہا وتبطل الاجارۃ بہ یفتی خانیہ اور منفعت معلوم ہوجاتی ہی مدت اجارہ کے بیان کرنے سے چنانچہ سکونت دار اور زراعت
ارض اسقدر مدت تک کوئی مدت ہو اگرچہ مدت معینہ دراز ہو گو مدت مضاف بزمان مستقبل ہو چنانچہ یون کہا کہ مین نے تجکو گھر اجارہ دیا کل کے
دن اور موجر کو اس دار مستاجرہ کا آج کے دن بیچ ڈالنا جائز ہی اور اس بیع سے اجارہ باطل ہو جائیگا اسی قول پر فتوے ہی کذا فی الخانیۃ
مع مدت طویلہ کا اجارہ جائز ہی اگرچہ موجر اور مستاجر اس مدت تک زندہ نہ رہین یہی قول خصاف کا مختار ہی اور بعضون نے کہا
کہ مدت طویلہ بمنزلہ تابید کے ہی اور تابید مبطل اجارہ ہی یہ قول ہی ابو عاصم عامری کا کذا فی الطحطاوی ولم تزد فی الاوقاف

ما ثلث بضمین فی الضیاع وعلی سنۃ فی غیرہا کما مر یعنی اور وقف کی چیزون مین تین برس کی مدت سے زیادہ جائز ہی اراضی مین اور ایک برس
سے زیادہ جائز نہین غیر اراضی مین جنانچہ گھر اور دوکان مین جسطرح باب الوقف مین اسکا بیان گذر گیا والحیلۃ ان یعقد عقودا مترادفۃ کل
عقد سنۃ بکذا فیلزم العقد الاول لانہ ناجز لا الباقی لانہ مضاف فللمتولی فسخہا خانیہ اور اگر متولی وقف اجارہ طویلہ کا محتاج ہو
تو اجارہ طویلہ کا یہ حیلہ ہی کہ اجارہ کے چند عقود مختلف منعقد کرے ہر عقد ایک برس کی ہو بعوض معین تو پہلا عقد لازم ہوگا اسواسطے کہ وقت حاضر کا
عقد ہی بلا اضافت اور باقی عقد لازم نہونگے کہ وہ مضاف بزبان مستقبل ہین تو متولی کو اسکا فسخ کر ڈالنا جائز ہی کذا فی الخانیۃ وفیہا لو شرط
الواقف ان لا یؤجرہا الا کذا الا اذا کانت اجارتہا انفع للفقراء فیؤجرہا القاضی لا المتولی لان ولایتہ عامۃ اور خانیہ مین ہی کہ اگر وقف کا کرنے والا اجارہ کو وقف کی مدت
شرط کرے تو اس شرط کی پیروی لازم ہی مگر جب کہ اسکے اجارہ مین نفع کثیر ہو تو قاضی اسکو اجارہ دے نہ متولی اسواسطے کہ قاضی کی ولایت عام
ہی یعنی قاضی کا حکم مستحقین وقف اور میت سب پر نافذ ہی قلت قدمنا فی الوقف ان الفتوی علی ابطال الاجارۃ الطویلۃ ولو بعقود وسیجی ثانیا
فلیراجع ولیحفظ مین کہتا ہون اور ہم مقدم بیان کر چکے ہین کتاب الوقف مین کہ ابطال اجارہ طویلہ پر فتوی ہی اگرچہ بعقود جداگانہ ہو اور اسکا ذکر ثانی
مین عنقریب آوے گا تو اسکی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اسکو یاد رکھنا چاہیے فلو آجرہا المتولی اکثر لم تصح الاجارۃ اور اگر
اوقاف کو متولی نے تین برس سے زیادہ اجارہ دیا تو وہ اجارہ صحیح نہ ہوگا وتفسخ فی کل المدۃ لان العقد اذا فسد فی بعضہ فسد فی کلہ وہذا سے
قاری الہدایۃ ورجحہ المصنف علی ما فی انفع الوسائل اور عقد اجارہ طویلہ فسخ ہوگا کل مدت مین یعنی نہ تین سال مین صحیح ہوگا نہ زیادہ مین اسواسطے کہ عقد
واحد جب بعض مین فاسد ہوا تو کل مین فاسد ہوگا کذا فی الطحطاوی قاری الہدایہ اور مصنف نے اپنی شرح مین فساد کلی کو ترجیح دی ہی
انفع الوسائل کے قول پر ہم انفع الوسائل مین مذکور ہی کہ اجارہ طویلہ اگر اراضی مین ہی تو تین برس مین صحیح ہوگا اور باقی مین غیر صحیح اور اگر
گھر یا دوکان مین ہی تو ایک برس مین صحیح ہوگا اور باقی مین باطل وافاد فساد ما یقع کثیرا من اخذ کرم الوقف او الیتیم مساقاۃ فیستاجر ارضہ الخالیۃ
من الاشجار بمبلغ کثیر ویساقی علی اشجارہ بسہم من الف سہم اور مصنف نے اپنی شرح مین اس امر کے فساد کا افادہ کیا ہی جو اکثر واقع ہوتا ہی انگور وغیرہ
وقف کے لینے سے یا یتیم کے باغ لینے سے بطور مساقات کے بغرض مساقی اجارہ لیتا ہی اس باغ کی زمین کو جو خالی ہی اشجار سے بعوض مبلغ کثیر اور معاملہ
مساقات کا کرتا ہی وقف یا یتیم کے اشجار پر بمقابلہ ایک سہم کے ہزار سہم سے ہم یعنی ایک سہم یتیم یا وقف کے واسطے مقرر کرتا ہی اور باقی اپنے
واسطے مساقی معین کرتا ہی کذا فی الطحطاوی فالظاہر فی الاجارۃ لا فی المساقاۃ توضیحا یعنی فساد کا سبب ظاہر ہی اجارہ مین
نہ مساقات مین یعنے فساد اجارہ کا طول مدت سے تو خود ظاہر ہی لیکن مساقات کا فساد ظاہر نہین اسواسطے کہ مساقات عبارت ہی درختون
کے سینچنے اور گوڑنے سے بعوض بعض ثمر معین خواہ بعض قلیل ہون یا کثیر فمفادہ فساد المساقاۃ بالاولی لان کلا منہما عقد جدید
تو مفاد اس کا یعنے منح الغفار مصنف کی شرح کا مستفاد بطریق اولی فساد ہی مساقاۃ کا اسواسطے کہ ہر ایک ان دونون مین سے
یعنے ہر ایک اجارہ اور مساقات سے عقد جدید یعنے عقد مستقل ہی ہم منح الغفار مین خانیہ سے مذکور ہی کہ جب وصی ارض یتیم کا یا متولی ارض
وقف کا اجارہ طویلہ کرے تین برس کا تو جائز نہین اسواسطے کہ اجارہ طویلہ کی رسم یہ ہی کہ پہلے برسون کے مقابلہ مین تھوڑا مال ہوتا ہی
اور پچھلے سال کے مقابلہ مین اکثر مال ہوتا ہی پھر جب سب پہلے برسون کا اجارہ اجرت مثل سے کمتر ہوا تو صحیح نہ ہوگا انتہی
وجہ اولویت کی یہ ہی کہ عقد مذکور یتیم اور وقف کے واسطے خیر اور شر دونون ہی اور باوجود اسکے فاسد ہی تو جو عقد سراسر ضرر ہی بالکل
شر ہو جیسے مساقات مذکورہ تو اسکا فاسد ہونا بطریق اولی ہی ضمیر مفادہ کی اسکی طرف راجع ہی جو اسکے کلام سے مستفاد نہین کذا فی الطحطاوی

قلت وقیّد اسرایة الفساد فی باب البیع الفاسد بالفساد القوی المجمع علیه فیسری کجمع بین حر وعبد بخلاف الضعیف المختلف فیه فیقتصر علی
محله ولا یتعداه کجمع بین عبد ومدبر فتدبر مین کہتا ہون اور بیع فاسد کے باب مین فقہا نے سرایت فساد کو مقید بفساد قوی متفق علیہ کیا ہی تو کل
عقد مین فساد پھیلیگا جیسے جمع کرنا آزاد اور غلام کا عقد واحد مین بخلاف فساد ضعیف مختلف فیہ کے کہ وہ تو اپنی جگہ پر ٹھہرا رہیگا اور وہانسے تجاوز نکریگا
جیسے جمع کرنا غلام اور مدبر کا عقد واحد مین تو اسکو تامل کر م یہ شارح نے انفع الوسائل کی تائید شروع کی اور امر بالتدبر سے اشارہ کیا کہ طول اجارہ
وقف مفسد ضعیف ہی تو زیادت پر ٹھہرا رہیگا اور اصل تک نہ پھیلیگا کذا فی الطحطاوی وجعلوه ایضا من الفساد الطاری فتنبه اور یہ بھی ہی کہ فقیہون نے
طول اجارہ کو فساد طاری قرار دیا ہی تو آگاہ رہ م یہ دوسری تائید ہی یعنی جبکہ یہ فساد طاری ہو تو کل عقد مین ساری نہوگا طحطاوی نے کہا کہ اسکے طاری
ہونیمین تامل ہی یعنی اسواسطے کہ مطلب عقد مین داخل ہی اور طاری وہ ہی جو بعد عقد کے لاحق ہو ومن حوادث الروم وصی زید باع ضیعة من ترکته لدین علی انها ملکه
ثم ظهران بعضها وقف مسجد هل یصح البیع فی الباقی اجاب فریق منهم وفریق بلا والف بعضهم رسالة ملخصها ترجیح الاول فتامل اور ملک روم کے حوادث سے
یہ مسئلہ ہی کہ زید کے وصی نے اُسکے متروکہ سے قطعہ زمین کا بیچا ادا سے دین کے واسطے اس شرط پر کہ وہ قطعہ زید کی ملک ہی پھر ظاہر ہوا کہ بعض
قطعہ مسجد پر وقف ہی کیا باقی زمین مین بیع صحیح ہوگی یا نہین علما کے ایک فریق نے جواب دیا کہ ہان باقی یعنی غیر موقوف مین بیع صحیح ہی اور دوسرے فریق نے
جواب دیا کہ نہین باقی مین بھی صحیح نہوگی اور بعضے علما نے اسمین رسالہ لکھا خلاصہ مضمون رسالہ جواب اول کی ترجیح ہی تو اسکو تامل کر م شارح نے امر بالتامل
سے انفع الوسائل کی تقویت کی طرف اشارہ کیا حموی نے کہا ایسا نہین ہوتا کہ عقد واحد مین بعض تو صحیح ہو اور بعض فاسد اور فتاوی عالمگیری اسپر دلالت
کرتا ہی کہ عقد جب ایک ہو تو فساد متعدی ہو جاتا ہی کذا فی الطحطاوی وفی جواهر الفتاوی اجر ضیعة وقفا ثلث سنین وکتب فی الصک اجر ثلثین عقدا
کل عقد عقیب الاخر لا تصح الاجارة وهو الصحیح وعلیه الفتوی صیانة للاوقاف ثم قال ولو قضی قاض بصحتها تجوز ویرتفع الخلاف انتهی اور جواہر الفتاوی
مین ہی کہ وقف کی زمین تین سال کو اجارہ دی اور دستاویز مین لکھا کہ اسنے تیس عقد کا اجارہ دیا ہر عقد دوسرے عقد کے بعد یعنی عقود مذکورہ
سے ہر عقد تین برس کی تو اجارہ مذکور صحیح نہوگا اور یہی قول صحیح ہی اور اسی پر فتوی ہی اوقاف کی حفاظت کے واسطے یعنی تاکہ اتنی مدت
کے تصرف سے مستاجر وقف کی ملکیت کا دعوی نہ کرے پھر جواہر الفتاوی کے مصنف نے کہا اور اگر قاضی اجارہ مذکورہ کی صحت کا حکم دے
تو جائز ہوگا اور خلاف دور ہو جائیگا انتہی م رفع خلاف اُسوقت ہوگا جبکہ قاضی حادثہ شرعیہ مین حکم کرے اسطرح پر کہ دو مدعی ہون ایک صحت کا مدعی
اور دوسرا البطلان کا مدعی تب قاضی صحت کا حکم کرے کذا فی الطحطاوی قلت وسیجی ان المتولی والوصی لو اجر بدون اجر المثل یلزم المستاجر تمام اجر المثل
وانه یعمل بالانفع للوقف مین کہتا ہون اور آگے آویگا کہ متولی اور وصی اگر اجارہ دین کمتر اجرت مثل سے تو مستاجر پر پورا اجر مثل لازم ہوگا اور یہ کہ اُسپر عمل ہوگا
جو زیادہ تر نافع ہی وقف کیواسطے وفی صلح الخانیة متی فسد العقد فی البعض بمفسد مقارن یفسد فی الکل اور صلح خانیہ مین ہی کہ جب عقد بعض مین فاسد
ہو بسبب اُس مفسد کے جو مقارن ہی عقد سے تو تمام عقد فاسد ہوگا م مصنف اپنی شرح مین اس قول کو لایا ہی قاری ہدایہ کے فتوے کی تقویت کے واسطے
ویعلم النفع ایضا ببیان العمل کالصباغة والصبغ والخیاطة مما یرفع الجهالة اور بیان عمل سے بھی نفع معلوم ہو جاتا ہی چنانچہ زرگری اور رنگسازی
اور دوختن اُسطرح کا بیان جو جہالت کو دور کرڈالے م عمل زرگری مین ایسا بیان مفصل چاہیے کہ دافع نزاع ہو اور رنگ مین کپڑے کا بیان اور جنس رنگ سرخ
یا زرد یا سبز اور یہ کہ ہلکا رنگ ہو یا گہرا ضرور ہی اور دوخت مین جنس خیاطت اور کپڑے کا بیان لازم ہی اور شوب مین کپڑے کا معین ہونا ضرور ہی و لہذا
محیط مین ہی کہ اگر بن دیکھے دس کپڑون کے شوب کا اجارہ کرے تو اجارہ فاسد ہی اگرچہ کپڑے کی جنس کا بیان ہو چکا ہو اسواسطے کہ کپڑا غلظت
اور رقت مین مختلف ہوتا ہی انتہی فیشترط فی استیجار الدابة للرکوب بیان الوقت او الموضع فلو خلا عنهما فهی فاسدة بزازیه تو سواری کے واسطے

جانور کے کرایہ لینے مین بیان وقت یا مکان رکوب شرط ہی تو اگر اجارہ دونون کے بیان سے خالی ہوگا تو فاسد ہوگا کذا فی البزازیہ یعنی اسواسطے کہ بیان مذکور رافع جہالت نہین **ویعلم ایضا بالاشارۃ کنقل ہذا الطعام الی کذا** اور اشارہ کرنے سے بھی نفع معلوم ہوجاتا ہی چنانچہ لیجانا اس طعام کا فلانے مکان تک ہم ہرچند منفعت مشار الیہ نہین ہی لیکن اشارہ کرنے سے معلوم ہوجاتا ہی کہ فعل مخصوص مراد ہی کذا فی الدرر **واعلم ان الاجر لایلزم بالعقد فلا یجب تسلیمہ بل بتعجیلہ او شرطہ فی الاجارۃ المنجزۃ** اور معلوم کر کہ اجر اور مزدوری لازم نہین عقد سے تو واجب نہین اس کی تسلیم یعنے اسکا ادا کرنا عقد سے بلکہ مستاجر کی تعجیل سے یا اجارہ حاضرہ مین تعجیل کے مشروط ہونے سے لازم التسلیم ہوتی ہی ہم اور جب کہ مستاجر نے اول مزدوری ادا کردی تو اب اسکو نہین پھیر لے سکتا کذا فی الطحطاوی عن العنایۃ **اما المضافۃ فلا تملک فیہا الاجرۃ بشرط التعجیل اجماعا** اور اجارۂ مضافہ یعنی وقت غیر موجود کے اجارہ مین اجرت مملوک نہین ہوتی تعجیل اجرت کی شرط کرنے سے بالاتفاق **وقیل تجعل عقودا فی کل الاحکام فیفتی بروایۃ تملکہا بشرط التعجیل للحاجۃ شرح وہبانیہ للشرنبلالی** اور بعضون نے کہا کہ اجارہ مضافہ جمیع احکام مین عقود ٹھہرایا جاے پھر اجرت کے مالک ہونے کا فتوی دیا جاے اشتراط تعجیل سے بسبب حاجت کے کذا فی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی ہم شارح سے یہان اختصار مخل واقع ہوا بلا تفصیل مطلب ظاہر نہ ہوگا اجارہ مذکورہ بخارا مین متعارف ہی صورت اسکی یہ ہی کہ گھر یا زمین کا اجارہ کرتے ہین متواتر تیس برس کا لیکن تین دن ہر سال سے نکال ڈالتے ہین اجارہ سے تا اتصال سنوات باقی نرہی اور سال کی اجرت قلیل مقرر کرتے ہین اور پچھلے سال کی اجرت کثیر معین کرتے ہین علما اسکے جواز اور عدم جواز مین مختلف ہین بعضے مجوزین اس اجارہ کو عقود مختلفہ قرار دیتے ہین اور بعضے ایک ہی عقد اعتبار کرتے ہین اسواسطے کہ اگر عقود اعتبار کیجیے تو سوائے عقد اول کے باقی عقود مضاف ٹھہرین اور اجارہ مضافہ مین اجرت مملوک نہین ہوتی نہ تعجیل سے نہ شرط تعجیل سے اور غرض اس اجارہ سے تملک اجرت ہی صدر الاسلام تو یہ کہتے ہین کہ میرے نزدیک صحیح یہ ہی کہ درحق سائر احکام عقود معتبر کیجیے اور درحق ملک اجرت تعجیل یا اشتراط تعجیل سے ایک ہی عقد اعتبار کیجیے انتہی تو موضوع کلام شارح کا یہ مسئلہ ہی اور اگر یون کہے کہ مین نے اپنا گھر تجکو اجارہ دیا کل اتنی اجرت پر تو مقدم مذکور ہوچکا کہ اسمین اشتراط تعجیل باطل ہی اور بالفعل اسپر اجرت لازم نہوگی چنانچہ زیلعی نے بیان کیا ہی ولہذا حلبی نے کہا کہ اس تحریر سے تجکو معلوم ہوگا کہ شارح کا کلام شرنبلالی کے مانند محرر اور منقح نہین ہی اور اگر شارح یون کہتا (قیل تجعل عقدا واحدا فیفتی بروایۃ تملکہا بشرط التعجیل ای علی ہذا القول) تو بہتر اور واضح تر ہوتا کذا فی الطحطاوی **او الاستیفاء للمنفعۃ** یا اجرت لازم ہوتی ہی منفعت کے حاصل کر چکنے سے **او تمکنہ منہ الا فی ثلث مذکورۃ فی الاشباہ** یا اجرت لازم ہوتی ہی استیفاء منفعت پر قادر ہونے سے مگر ان تین صورتون مین باوجود قدرت لازم نہین ہوتی جو اشباہ مین مذکور ہین ہم جب موجر مستاجر کو اجارہ کی چیز اپنے اسباب سے خالی کر کے دیگا اور اسکی طرف سے یا حاکم یا غاصب کیطرف سے کوئی مانع نہو تو مستاجر قادر ٹھہریگا اور اسوقت مین اگر مستاجر استیفاء منفعت کو ترک کریگا تو یہ تعطیل لزوم اجرت کی مانع نہوگی تو اگر موجر کیطرف سے تسلیم نہ واقع ہوئی یا وہ چیز اسکے اسباب سے فارغ نہین یا فارغ تسلیم کی مدت کے غیر مین یا مدت مین تسلیم کی لیکن اسکو غیر محل اجارہ مین حبس کر رکھا یا اسکو محل اجارہ مین رکھا اور اسمین کوئی عذر ہی مانع یا موجر کی طرف سے کوئی عذر نہین لیکن حاکم یا غاصب نے اسکو روک رکھا یا کہ اجارہ فاسدہ تھا تو اجرت ان صورتون مین لازم نہین کذا فی حموی اشباہ کی مستثنی صورتون مین سے پہلی صورت یہ ہی کہ قدرت علی الاستیفا اجارہ فاسدہ مین ہو دوسری صورت یہ کہ جب جانور خارج شہر کی سواری کے واسطے کرایہ لیا پھر اسکو اپنے پاس باندھ رکھا اور اسپر سوار نہوا تیسری صورت یہ کہ کپڑا کرایہ لیا ہر روز کی ایک دانگ اجرت معین کر کے پھر اسکو چند سال رکھ چھوڑا بدون پہننے کے تو اجرت لازم نہوگی اس مدت کے بعد کہ اگر اسکو پہنتا تو کپڑا پھٹ جاتا یعنی وہان تک اجرت مذکورہ ہر روز لازم ہوگی کہ اگر اسکو پہنے جاتا تو کپڑا نہ پھٹتا پھر اس مدت کے بعد اجرت نہ لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی **ثم فرع علیہ بقولہ فیجب الاجر لدار قبضت ولم تسکن لوجود التمکن من الانتفاع** پھر مصنف نے اسپر یعنی قدرت انتفاع پر اپنے اس قول سے تفریع کی تو اجرت واجب ہوگی اس گھر کی جو مقبوض ہوا اور ہنوز اسمین مستاجر نہین رہا واجب ہونا اجرت کا بسبب پائے جانے قدرت انتفاع کے ہی **وہذا اذا کانت**

الاجارة صحيحة وامافي الفاسدة فلا يجب الاجر الا بحقيقة الانتفاع كما بسطه في العمادية اور یہ یعنی وجوب اجرت بقدرت انتفاع اسوقت ہی
جبکہ صحیح اجارہ ہو اور اجارۂ فاسدہ مین تو اجرت واجب نہین ہوتی مگر حقیقت انتفاع سے نہ فقط قدرت سے چنانچہ اسکو عمادیہ مین مشرح بیان کیا ہی وظاہر مافي الاسعاف
اخراج الوقف فتجب اجرته في الفاسدة بالتمكن كذا في الاشباه اور ظاہر قول اسعاف کا نکال ڈالنا ہی وقف کا تو وقف کی اجرت فاسد اجارہ مین واجب
ہوگی قدرت انتفاع سے کذا في الاشباه هم خلاصہ عبارت اسعاف یہ ہی کہ وقف کے اجارہ فاسدہ مین اگر زراعت اور سکونت نہو تو اجرت لازم نہین
متقدمین کے قول پر انتہی تو صاحب اشباہ سمجھا کہ بقول متاخرین اجرت لازم ہی حالانکہ متاخرین کا خلاف اسمین نظر نہین آیا اور اجناس مین خوب
مصرح ہی کہ وقف کی اجرت اجارۂ فاسدہ مین لازم نہین ہوتی مگر حقیقت انتفاع سے انتہی اور یہ نص صریح ہی عدم وجوب مین پھر جب وقف کا حکم معلوم
ہوا تو مال یتیم وغیرہ کا بھی حکم معلوم ہوگیا جسمین شارح اپنا تردد بیان کریگا كذا في الطحطاوي ملخصا قلت وهل مال اليتيم والمعد للاستغلال والمستاجر في
بيع الوفاء على ما افتى به علماء الروم كذلك محل تردد فليراجع مین کہتا ہون اور کیا یتیم کا مال اور جو چیز کرایہ وغیرہ کے واسطے مہیا ہی اور بیع الوفا کے اجارہ
والی چیز بموجب فتواے علماے روم بھی اسیطرح وقف کے مانند ہی تردد کا مقام ہی تو مسائل مذکورہ کا حکم تلاش کرنا چاہیے ہم کہتے ہیں تردد کا مقام نہین
چنانچہ ہم مذکور کر چکے اسواسطے کہ اگر اجارہ صحیح ہی تو قدرت انتفاع اسمین کافی ہی اور اگر اجارہ فاسد ہی تو اسکے حکم مین کچھ تغیر نہین استیجار بیع الوفا کی یہ صورت
ہی کہ بیع الوفا کے بائع نے اجارہ لیا مشتری سے اُس چیز کا جو بطریق بیع الوفا کے بیچی اور یہ اجارہ بعد قبض مشتری کے واقع ہوا تو مدت اجارہ مین اجارہ
صحیح ہی پھر اگر مدت اجارہ گذر گئی اور وہ چیز اُسکے ہاتھ مین باقی رہی تو علماء روم نے لزوم اجرت مثل کا فتوی دیا اور اسکا نام بیع الاستغلال رکھا
اسمین یہ خلل ہی کہ بعد انقضاے مدت اجارہ اصلا اجارہ نہین كذا في الطحطاوي وبقوله يسقط الاجر بالغصب اي بالحيلولة بين المستاجر والعين لان حقيقة
الغصب لا تجري في العقار اور مصنف نے قدرت انتفاع پر اپنے اس قول سے تفریع کی اور ساقط ہوتی ہی اجرت غصب سے یعنی مستاجر اور اجارہ والی چیز کے درمیان
حائل ہونے سے اسواسطے کہ حقیقت غصب کی جاری نہین ہوتی زمین مین یعنی جب کوئی شخص حائل ہوا تو قدرت انتفاع نہ پائی گئی لہذا اجرت مستاجر سے ساقط ہوگئی
وهل تنفسخ بالغصب قال في الهداية نعم خلافا لقاضي خان اور کیا اجارہ فسخ ہو جاتا ہی غصب سے ہدایہ مین کہا کہ ہان فسخ ہو جاتا ہی برخلاف قاضی خان کے
ولو غصب في بعض المدة فبحسابه اور اگر غصب واقع ہوا بعض مدت اجارہ مین تو بحساب اُسکی اجرت ساقط ہوگی الا اذا امكن اخراج الغاصب
من الدار مثلا بشفاعة او حماية اشباه مگر جبکہ نکالنا غاصب کا مثلاً گھر سے ممکن ہو سفارش سے یا مددگارون کی حمایت اور زور سے تو اجرت ساقط نہ ہوگی
كذا في الاشباه هم اگر باوجود امکان اخراج مستاجر اسکو نہ خارج کریگا تو قصور مستاجر کا ہی اجرت اُسپر لازم ہوگی اور اگر بدون خرچ مال کے اُسکا اخراج ممکن نہو تو قنیہ
مین ہی کہ اجرت ساقط ہوگی ولو انكر ذلك اي الغصب الموجر وادعاه المستاجر ولا بينة له يحكم الحال كمسئلة الطاحونة اور اگر موجر یعنی اجارہ دینے والا اس
غصب کا منکر ہوا اور مستاجر یعنی اجارہ لینے والا اسکا مدعی ہو اور مستاجر کے گواہ نہ ہون تو ظاہر حال حکم کریگا پن چکی کے مسئلہ کے مانند هم یعنی اگر مستاجر
گھر مین رہتا ہو منازعت کے حال مین تو موجر کا قول مقبول ہی اور اگر اسمین غیر مستاجر رہتا ہو تو مستاجر کا قول مقبول ہے اور اُسپر کرایہ نہوگا كذا في البحر
اور اگر پن چکی کے مستاجر اور موجر مین اختلاف واقع ہو بعد انقضاے مدت اجارہ کے پانی کے جاری ہونے اور انقطاع مین تو ظاہر حال پر حکم ہوگا یعنی اگر پانی جاری ہی
جھگڑے کے وقت تو موجر کا قول مقبول ہوگا ورنہین تو مستاجر کا قول مقبول ہوگا كذا في الحلبي ولا يقبل قول الساكن لانه فرد ذخيرة اور گھر کے رہنے والیکا قول مقبول نہوگا
اسواسطے کہ وہ تنہا شخص ہی كذا في الذخيرة یعنی مسئلہ غصب مین ساکن اُسکا قول معتبر نہین اور اگر گھر مین کوئی ساکن نہین تو مستاجر پر اجرت لازم ہوگی كذا في العالمگیریہ
وبقوله ولا يعتق قريب الموجر لو كان اجرة لانه لم يملكه بالعقد اور عدم لزوم اجرت بالعقد پر مصنف نے اپنے اس قول سے تفریع کی اور آزاد
نہوگا قرابت دار موجر کا اگر قرابت دار اجرت مقرر ہوا ہو اجارہ مین اسواسطے کہ موجر اُسکا مالک نہین ہوگیا فقط عقد اجارہ سے هم صورت اسکی یہ ہی

کہ زید کا غلام خالد ہو محمود کا بھائی سو زید نے محمود کی زمین اجارہ لی اور خالد کو اسکی اجرت مقرر کی تو خالد بمجرد عقد کے آزاد نہوگا اسواسطے کہ مذکور ہوچکا
کہ فقط عقد سے اجرت لازم نہین ہوتی یعنی موجر کی مملوک نہین ہوجاتی والمراد من تمکنہ من الاستیفاء تسلیم المحل الی المستاجر بحیث لا مانع من الانتفاع
اور قدرت استیفاء منفعت سے مراد تسلیم محل کی ہے مستاجر کیطرف اسطرح پر کہ کوئی مانع نہو منفعت کے لینے سے فلو سلمہ العین الموجرۃ بعد مضی
بعض المدۃ الموجرۃ فلیس لاحدہما الامتناع من التسلیم والتسلم فی باقی المدۃ اذا لم یکن فی مدۃ الاجارۃ وقت یرغب فیہا لاجلہ
تو اگر موجر نے مستاجر کو اجارہ کی چیز بعد گذر جانے بعض مدت اجارہ کے تسلیم کی تو دونون مین سے کسی کو باقی مدت مین دینے اور لینے سے امتناع
جائز نہین بشرطیکہ اجارہ کی مدت مین ایسا کوئی وقت مخصوص نہو جسکے واسطے اجارہ لینے کی خواہش ہوتی ہو یعنی تمام مدت یکسان ہو تب امتناع دینے
اور لینے سے جائز نہین فان کان فیہا ای فی العین الموجرۃ وقت کذلک کبیوت مکۃ ومنی وحوانیتہا زمن الموسم فانہ لا یرغب فیہا بعد الموسم
فلو لم یسلم فی الوقت الذی یرغب لاجلہ خیر فی قبض الباقی کما فی البیع کذا فی البحر اور اگر اجارہ کی چیز مین ویسا وقت ہو جسکے واسطے اجارہ لینے
کی خواہش اور رغبت ہوتی ہو چنانچہ مکہ معظمہ اور منیٰ کے گھر اور دوکانین موسم حج کے زمانے مین اسواسطے کہ بعد موسم حج اُن کی خواہش
نہین رہتی تو اگر موجر مستاجر کو اُس وقت مین تسلیم نکرے جسکی خواہش ہوتی ہے تو مستاجر کو اختیار ہوگا باقی مدت کے قبض مین چاہے لے چاہے
نہ لے چنانچہ بیع مین کذا فی البحر یعنی اگر بیوت مکہ معظمہ خریدے قبل موسم حج کے سو تسلیم نہ واقع ہوئی مگر بعد گذر جانے موسم کے تو مشتری کو خرید اور عدم خرید
مین اختیار ہوگا ولو سلمہ المفتاح فلم یقدر علی الفتح لضیاعہ ان امکنہ الفتح بلا کلفۃ وجب الاجر والا لا اشباہ اور اگر موجر نے مستاجر کو مکان کی کنجی دی
سو مستاجر اُس کے کھولنے پر قادر نہ ہوا بسبب گم ہوجانے کنجی کے تو اگر اُس کو کھولنا بلا کلفت اور مشقت ممکن ہو تو کرایہ واجب ہوگا اور نہین
تو واجب نہین کذا فی الاشباہ اور اگر مالک نے کہا یہ مکان لے اور اسمین رہ مگر اُسنے دروازہ کھول نہین دیا اور مستاجر نے مدت کے بعد کہا
مین اُسمین نہین رہا تو اگر مستاجر بلا مؤنت کھولنے پر قادر تھا تو کرایہ لازم ہوگا اور نہین تو نہین اور موجر کو یون حجت کرنا جائز نہین کہ تو نے کیون نہ
قفل توڑ ڈالا اور کیون نہ اسمین داخل ہوا کذا فی العالمگیریہ قلت وکذا لو عجز المستاجر عن الفتح بہذا المفتاح لم یکن تسلیما لان التخلیۃ لم تصح مین کہتا ہون
اور اگر اسیطرح مستاجر عاجز ہو کھولنے سے بواسطہ اس کنجی یعنی موجر کی دی کنجی کے تو تسلیم نہ ہوگی اسواسطے کہ تخلیہ نہ صحیح ہوا کذا فی الغیاثیہ
ولو اختلفا یحکم الحال اور اگر دونون مین اختلاف پڑا تو ظاہر حال حکم کرے گا یعنی بعد مدت اجارہ اختلاف ہوا اور حالانکہ کنجی مستاجر کے پاس ہی
مستاجر کہتا ہے کہ مین قفل کھولنے پر قادر نہوا اور موجر کہتا ہے کہ تو قادر ہوا اور دونون کے گواہ نہین ہین تو ظاہر حال پر حکم ہوگا اور شاید کہ ظاہر حال
سے مراد یہ ہے کہ مستاجر سے کہا جائے کہ قفل کو کھول تو اگر کھول نہ سکے تو مستاجر کا قول مقبول ہے اور اگر کھول سکے تو موجر کا قول مقبول ہے کذا فی الطحطاوی
ولو برہنا فبینۃ الموجر ذخیرہ اور اگر دونون گواہ لاوین تو موجر کے گواہ مقبول ہونگے کذا فی الذخیرۃ وکذا البیع اور اسیطرح بیع کا حکم ہے یہ تشبیہ ہے عجز مستاجر
کی ساتھ منح الغفار مین کہا گھر خریدا اور کنجی اُسکی لی اور گھر کی طرف نہین گیا تو اگر کنجی ایسی ہے کہ بلا کلفت کھل سکے تو قابض ٹھہریگا اور نہین تو نہین
کذا فی المنح وقیل ان قال لہ اقبض المفتاح وافتح الباب فہو تسلیم والا لا کما بسطہ المصنف اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر موجر نے مستاجر سے کہا کہ کنجی لے اور
دروازہ کھول تو یہ تسلیم ہے اور اگر کنجی دی اور قول مذکور نہ کہا تو تسلیم نہ ہوگی چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح مین بیان کیا ہے وللموجر طلب الاجر
للدار والارض کل یوم وللدابۃ کل مرحلۃ اذا اطلقہ ولم یبین تعجیل او تاجیل اور موجر کو جائز ہے گھر اور زمین کا کرایہ مانگنا ہر روز اور جانور کا
کرایہ ہر منزل مین جبکہ کرایہ مطلق مقرر ہو بلا قید تعجیل یا تاخیر کے اور اگر تعجیل یا تاخیر کا بیان ہو گیا ہو تو وہی متعین ہوگا شرط
کے موافق وللخیاطۃ ونحوہا من الصنائع اذا فرغ وسلم فلو ہلک قبل تسلیمہ سقط الاجر اور سینے اور مانند اس کے اور پیشون

کی مزدوری مانگنا جائز ہی جب کہ اُس کام سے فراغت حاصل کرے اور مستاجر کو تسلیم کرے یعنی اس مین مزدوری کا مطالبہ ہر دن نہین بلکہ کام کر چکنے اور پہونچا دینے کے بعد ہی تو اُس چیز کا تلف ہو جانا قبل تسلیم کے مزدوری کو ساقط کر دیتا ہی ہم کپڑا سینے کو دیا سو درزی نے سیا اور اُسکی بلا تعدی جل گیا تو مزدوری ساقط ہو گئی بسبب عدم تسلیم کے اور درزی پر تاوان کپڑے کا لازم نہو گا کیونکہ وہ بلا تعدی بین ہی وکذا کل من لعملہ اثر اور اسیطرح ہر ایک اُس پیشہ ور کا حکم ہے جسکے عمل کا اثر موجود ہو جیسا کہ بڑھئی اور لوہار اور معمار اور جولاہہ اور سنار کہ انکے عمل کا اثر لکڑی اور لوہے اور مکان اور کپڑے اور زیور مین موجود رہتا ہی تو مزدوری مانگنا بعد فراغ اور تسلیم کے جائز ہو گا ومالا اثر لہ کحمال لہ الاجر لما فرغ وان لم یسلم بحر اور جسکے عمل کا اثر نہین ہوتا جیسا کہ حمال تو اُسکو مزدوری مانگنا بمجرد فراغت کے جائز ہی اگرچہ تسلیم نہ واقع ہو ہم تو بعد فراغت کے تلف ہو جانے سے مزدوری ساقط نہ ہو گی کذا فی البحر وان وصلیتہ عمل فی بیت المستاجر درخت وغیرہ کی مزدوری لازم نہین بدون فراغت اور تسلیم کے اگرچہ دوخت وغیرہ کا کام مستاجر کے گھر مین کیا ہو ہم مصنف کا یہ قول اس کو مقتضی ہی کہ مستاجر کے گھر مین عمل سے فارغ ہونا تسلیم نہین حالانکہ ایسا نہین ہی اسواسطے کہ زیلعی مین ہی کہ خیاطت وغیرہ مین مستاجر کے گھر مین تسلیم حاصل ہوتی ہی بمجرد فعل کے اسواسطے کہ وہ مستاجر کے گھر مین ہی اور گھر اُسکے قبضے مین ہی تو اُسمین تسلیم حقیقی کی حاجت نہین تو اجرت واجب ہو گی بمجرد عمل کے انتہی تو بموجب اسکے اگر کپڑا وغیرہ تلف ہو گا بعد فراغت عمل کے قبل تسلیم حقیقی کے تو اُجرت واجب ہو گی بسبب تسلیم حکمی کے اور صاحب ہدایہ نے اگرچہ یہ تعمیم مذکور کی ہی لیکن تسلیم بیان نہین کی ہدایہ مین یون ہی کہ دھوبی اور درزی کو مطالبہ اجرت کا نہین تاوقتیکہ عمل سے انفراغ نہ ہو اسواسطے کہ بعض عمل سے نفع حاصل نہین تو بعض عمل سے مستوجب اُجرت کا نہو گا اور اسیطرح اگر مستاجر کے گھر مین عمل کرے مستوجب اجرت نہو گا قبل فراغ کے کذا فی الطحطاوی اور صدر الشریعۃ مین ہی کہ جب مستاجر کے گھر مین بعض ثوب کی دوخت کرے پھر اُسکی چوری ہو جائے تو بقدر دوخت اسکی اجرت ثابت ہی تو یہ دلیل ہی کہ اجرت بقدر عمل واجب ہوتی ہی انتہی اور عین ہی کہ بموجب ہدایہ و تجرید کے مستاجر کے گھر مین عمل کرنا قبل از فراغ عمل مستحق اجرت نہین اور مبسوط اور فوائد ظہیریہ اور ذخیرہ اور شروح جامع صغیر مین مذکور ہی کہ جب بعض دوخت واقع ہو مستاجر کے گھر تو بقدر اُسکے حساب کے اُجرت واجب ہی تو اگر کپڑا چوری ہو جائے کچھ سینے کے بعد تو اُسکے حساب کے موافق استحقاق اجرت کا ہو گا انتہی نعم لو سرق بعد ما خاط بعضہ او انہدم بعد ما بناہ فلہ الاجر بحسابہ علی المذہب بحر وابن کمال ہان اگر کپڑا چوری ہو جائے بعد اسکے کہ درزی نے اُسکو کچھ سیا یا کچھ دیوار گر پڑی بعد بنا لینے کے تو اُسکا اجر ثابت ہو گا اُسکے حساب کے موافق بنا بر مذہب صحیح کے کذا فی البحر وابن کمال ہم پسند رکھا وجہی اسواسطے کہ اگر خیاطت مستاجر کے گھر مین ہی تو اجرت واجب ہی خواہ سب دوخت ہو لی ہو یا بعض بسبب وجود تسلیم اور اگر درزی کے گھر مین ہی تو کل یا بعض کچھ اجرت نہین بدون تسلیم کے اور دیوار اُٹھانا تو نہین ہوتا مگر مستاجر کے پاس بحر الرائق مین ہی کہ مسئلہ بنا خود اصل مین متعدی ہی کہ بعض عمل سے اُجرت اُسکی واجب ہوتی ہی بسبب تسلیم کے اور کرخی نے اسکو ہمارے اصحاب سے نقل کیا ہی اور اسی پر یقین کیا ہی غایۃ البیان مین ہدایہ پر رد کر کے تو یہی مذہب ٹھہرا اور لہذا مصنف یعنی صاحب کنز نے مستصفی مین اسکو پسند کیا ہی اگرچہ اُسکی عبارت کنز مین مطلق ہی کذا فی الطحطاوی ثوب خاطہ الخیاط باجر ففتقہ رجل قبل ان یقبضہ رب الثوب فلا اجر لہ بل لہ تضمین الفاتق کپڑا ہی جسکو درزی نے سیا مزدوری پر سو سیون اُدھیڑ ڈالی کسی شخص نے مالک کے قبضہ کرنے سے پہلے تو اُسکے واسطے مزدوری نہین بلکہ درزی کو سیون اُدھیڑنے والے سے تاوان لینے کا اختیار ہی ولا یجبر علی اعادۃ وان کان الخیاط ہو الفاتق فعلیہ الاعادۃ کانہ لم یعمل بخلاف فتق الاجنبی اور درزی پر اعادہ دوخت کا جبر نہ ہو گا اور اگر درزی ہی سیون کا اُدھیڑنے والا ہو تو اُسپر دوبارہ سینا واجب ہی گویا اُس نے نہ سیا تھا بخلاف اجنبی سے یعنی اجنبی شخص کے اُدھیڑنے سے درزی پر اعادہ دوخت لازم نہین وہل للخیاط اجر التفصیل بلا خیاطۃ الاصح لا اشباہ لکن فی حاشیتہا معزیا للمضمرات المفتی بہ نعم وقال المصنف ینبغی ان یحکم العرف انتہی ثم رأیت فی التاتارخانیۃ معزیا للکبری ان الفتوی علی الاول فتامل اور

کیا بخیاط کے واسطے کپڑا بیونت سے بدون دوخت کے مزدوری ہی یا نہین قول اصح یہ ہی کہ قطع کرنے سے بدون سینے کے مزدوری نہین کذا فی الاشباہ
لیکن اشباہ کے حاشیہ مضمرات سے منقول ہی کہ قول مفتی بہ یہ ہی کہ ہان اجرت ہی اور مصنف نے اپنی شرح مین کہا جواب لائق یہ ہی کہ رواج پر حکم ہو
انتہی پھر مین نے تاتارخانیہ مین فتاوے کبرے سے منقول دیکھا کہ قول اول پر فتوی ہی تو تامل کر م صورت مسئلہ یہ ہی کہ جبکہ کپڑا درزی کو سینے کے
واسطے دیا سو اسنے قطع کیا اور مر گیا بدون سینے کے اور اگر فقط کپڑا قطع کرنا مقصود ہو تو بلاشک اجرت واجب ہوگی اسواسطے کہ عمل مقصود ہی
تاتارخانیہ سے نقل کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ صاحب مضمرات اور صاحب کبری دونون نے ذکر کیا ہی کہ وجوب اجرت پر فتوی ہی اور شراح کی عبارات
سے نکلتا ہی کہ عدم لزوم پر فتوی ہی اور نہ الا کہ ایسا نہین ہی فتامل کذا فی الطحطاوی **و للخباز طلب الاجر للخبز فی بیت المستاجر بعد اخراجہ من التنور لان تمام**
بذلک و باخراج بعضہ بحسابہ جوہرہ اور روٹی پکانے والے کو روٹی کی مزدوری مانگنا جائز ہی مستاجر کے گھر مین تنور سے نکالنے کے بعد اسواسطے
کہ پختگی کی تمامی اسیطرح نکالنے کے بعد ہی اور بعض روٹیون کے نکالنے سے اُس کے حساب کے موافق اجرت لازم ہوگی کذا فی الجوہرہ **فان**
احترق بعدہ ای بعد اخراجہ بغیر فعلہ **فلہ الاجر** لتسلیمہ بالوضع فی بیتہ **و لا غرم** لعدم التعدی وقالا یغرم مثل دقیقہ ولا اجر و ان شاء ضمنہ
الخبز و اعطاہ الاجر سو اگر تنور سے نکالنے کے بعد بلا فعل طباخ روٹی جل جائے تو اسکا اجر ثابت ہی بسبب تسلیم کر دینے طباخ کے مستاجر
کے گھر مین رکھ دینے سے اور جلجانے سے طباخ پر تاوان نہین بسبب اسکی بے قصوری کے اور صاحبین نے کہا کہ طباخ تاوان دے اُس کے
آٹے کے برابر اور اُس کی مزدوری نہین اور اگر مستاجر چاہے تو طباخ سے پختہ روٹی کا تاوان لے اور اُس کو روٹی پکانے کی مزدوری دے **و لو**
احترق قبلہ لا اجر لہ و یغرم اتفاقا للتقصیر درر و بحر اور اگر روٹی جل گئی تنور کے نکالنے سے پہلے تو اُس کی مزدوری نہین اور وہ تاوان دے
روٹی کا باتفاق امام اور صاحبین کے بسبب اسکی تقصیر کے کذا فی الدرر و البحر **و ان لم یکن الخبز فیہ** ای فی بیت المستاجر سواء کان فی
بیت الخباز او لا **فاحترق** او سرق **فلا اجر لہ** لعدم التسلیم حقیقۃ **و لا ضمان لہ** لو سرق لانہ فی یدہ امانۃ خلافا لہما و ہی مسئلۃ الاجیر المشترک
جوہرہ اور اگر مستاجر کے گھر مین روٹی نہ ہو خواہ نان پز کے گھر مین ہو یا کہین اور پھر جل جائے یا چوری جائے تو اُس کے واسطے مزدوری نہین
بسبب نہ ہونے تسلیم کے فی الحقیقت اور اُسپر تاوان نہین اگر چوری جائے اسواسطے کہ اُسکے پاس امانت ہی برخلاف صاحبین کے کہ اُنکے
نزدیک تاوان ہی اور یہ مسئلہ ہی اجیر مشترک کا کذا فی جوہرہ ھم امام کے نزدیک اجیر مشترک کے پاس متاع امانت ہوتی ہی تو ضمان نہین بخلاف
صاحبین اور اجیر مشترک کی تعریف آگے معلوم ہوگی **و ان احترق الخبز** او سقط من یدہ **قبل الاخراج فعلیہ الضمان ثم المالک بالخیار**
فان ضمنہ قیمتہ مخبوزا فلہ الاجر و ان ضمنہ قیمتہ دقیقا فلا اجر لہ للہلاک **قبل التسلیم و لا یضمن الحطب و الملح** اور
اگر روٹی جل گئی یا اُسکے ہاتھ سے گر پڑی تنور کے نکالنے سے پہلے تو نان پز پر ضمان ہی پھر مالک کو اختیار ہی کہ اگر اُس سے پکی روٹی کا تاوان لے تو اُسکی
مزدوری ثابت ہی اور اگر آٹے کا تاوان لے تو مزدوری نہین بسبب ضائع ہو جانے کے قبل تسلیم کے اور اُسپر لکڑی اور نمک کا تاوان نہین
و للطباخ بعد الغرف الا اذا کان لاہل بیتہ جوہرہ و الاصل فی ذلک العرف اور دیگ اور ہانڈی پکانے کی مزدوری واجب ہوتی ہی نکالنے
کے بعد یعنی جب دیگ سے پیالون اور رکابیون مین باورچی نکال چکے تب مزدوری کا مستحق ہی مگر جبکہ پخت مستاجر کے گھر والونکے واسطے ہو نہ اہل
دعوت کے واسطے تو نکالنا لازم نہین کذا فی الجوہرہ اور قاعدہ کلیہ اسمین رواج ہی یعنی اگر یہ رواج ہو کہ نکالنا باورچی کے ذمہ پر ہوتا ہو تو نکالنے کے بعد مزدوری
لازم ہوگی اور نہین تو فقط پکا دینے کے بعد ھم زیلعی نے کہا کہ جس محل مین نص نہین وہان عادت کا اعتبار ہی **فان افسدہ** ای الطعام **الطباخ او**
احرقہ او لم ینضجہ فہو ضامن للطعام پس اگر باورچی نے کھانا بگاڑ دیا یا جلا ڈالا یا کچا رکھا خوب نہ پکایا تو وہ کھانے کا ضامن ہی یعنی طعام کی قیمت کا

اسپر تاوان لازم ہوگا ولو دخل بنارا لیخبز او لیطبخ بہا فوقعت منہ شرارۃ فاحترق البیت لم یضمن بلا اذن ولا یضمن صاحب الدار لو احترق شیء من السکان
لعدم التعدی جوہرہ اور اگر مستاجر کے گھر مین باورچی آگ لے گیا روٹی یا ہانڈی پکانے کے واسطے اور اُس مین سے ایک چنگاری گھر مین پڑی
اور گھر جلگیا تو اُسپر تاوان نہین بجہت اذن صاحب خانہ اور صاحب خانہ بھی تاوان نہ دیگا اگر کچھ جل جاے رہنے والون کا بواسطہ عدم تقصیر کے
م طحطاوی نے کہا یہ مسئلہ مخصوص باجیر طبخ نہین بلکہ کرایہ دار اور مستعیر اور مالک خانہ کو بھی شامل ہے **ویضرب اللبن بعد الاقامۃ وقالا بعد تشریجہ**
ای جعل بعضہ علی بعض وبقولہما یفتی ابن کمال معزیا للعیون اور کچی اینٹ پاتھنے کی مزدوری کا مطالبہ اینٹ کھڑی کر دینے کے بعد ہے اور صاحبین نے کہا
کہ تشریج کے بعد یعنی بعض کو بعض پر رکھنے اور ڈھیر لگا دینے کے بعد واجب ہوگی اور صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہے نقل کیا ہے ابن کمال نے عیون سے وہذا
اذا ضربہ فی بیت المستاجر فلو فی غیر ملکہ فلا اجر حتی یعدہ منصوبا عندہ ومشرجا عندہما زیلعی اور یہ اُسوقت ہے جبکہ مستاجر کے گھر مین اینٹ پاتھی ہو اور اگر
مستاجر کی غیر ملک مین اینٹ پاتھی ہو تو اجرت واجب نہین جبتک شمار نکر دے کھڑی کر کے امام کے نزدیک اور ڈھیر لگا کر کے صاحبین کے نزدیک کذا فی الزیلعی
م مستصفی مین تسلیم شرط کی ہے نہ شمار اور اشتراط التسلیم ہی بہتر ہے اسواسطے کہ اگر تسلیم ہے بدون شمار کے تو اجرت ثابت ہوگی کذا فی البحر **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے
والملبن علی اللبان فالتراب علی المستاجر وادخال الحمل المنزل علی الحمال لا صبہ فی الجوالق او صعودہ للغرفۃ الا بشرط اینٹ پاتھنے کا سانچا اینٹ پاتھنے والے کے
ذمہ ہے اور مٹی اینٹ بنانے والے مستاجر پر اور بوجھ کا مکان کے اندر رکھنا بوجھ اُٹھانیوالے پر نہ اسکا ڈالنا اور بھرنا بوریون مین یا اسکا چڑھا لیجانا چھت
پر مگر شرط کر لینے سے وایکاف دابۃ للحمل علی المکاری وکذا الحبال والجوالق اور بوجھ لادنے کے واسطے پالان جانور پر باندھنا مکاری یعنی کرایہ والے پر ہے اور
اسی طرح رسیان اور گونین مکاری پر ہین والحبر علی الکاتب واشتراط الورق علیہ یفسدہا ظہیریہ اور روشنائی لکھنے والے کے ذمہ پر ہے اور کاغذ
شرط کرنا کاتب پر اجارہ کتابت کا مفسد ہے کذا فی الظہیریہ **ومن کان لعملہ اثر فی العین** کالصباغ والقصار یحبسہا لاجل الاجر اور جس اجیر کے عمل اور کام
کا اثر موجود ہو چیز مین چنانچہ رنگریز اور دھوبی کا تو وہ اُس چیز کو روک رکھے اور مستاجر کو نہ دے اپنی مزدوری لینے کے واسطے م دھوبی سے وہ
دھوبی مراد ہے جو کپڑا دھوکے نشاستہ وغیرہ کا کلپ لگا کر نہ فقط غاسل ثوب وجہ حبس یہ ہے کہ مقصود علیہ وصف ہے جو محل مین ثابت ہے تو حق حبس بدلا لینے کے
واسطے ہے چنانچہ بیع مین کذا فی الدرر وہل المراد بالاثر عین مملوکۃ للعامل کالنشاء والغراء ام مجرد ما یعاین ویری فیہ قولان اصحہا الثانی فغاسل الثوب وکاسر
الفستق والحطب والطحان والخیاط والخفاف وحالق راس لعبد لہم حبس العین بلا اجر علی الاصح مجتبی اور آیا اثر سے کام کرنے والے کی کوئی
چیز مملوک مراد ہے چنانچہ نشاستہ اور صابون یا فقط وہ چیز اثر سے مراد ہے جو نظر پڑے اور دکھائی دے اسمین دو قول ہین یعنے ایک قول یہ ہے کہ
چیز مملوک عامل مراد ہے اور دوسرا قول یہ کہ جو نظر آوے خواہ عین مملوک ہو یا نہ ہو دونون قولون مین سے صحیح تر دوسرا قول ہے تو کپڑا دھونیوالا
اور پستہ توڑنے والا اور لکڑی چیرنے والا اور آٹا پیسنے والا اور درزی اور موزہ دوز اور غلام کا سر مونڈنے والا ان سکو روک رکھنا چیز کا اجرت
لینے کے واسطے جائز ہے بموجب قول اصح کذا فی المجتبی م بحر الرائق مین ہے کہ مستصفی مین ذخیرہ سے منقول ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ مجرد مایعاین (جو سوجھتی ہو) مین
حق حبس ہے مین تو تصحیح مختلف ٹھہری اور یہی قول لائق ترجیح کے ہے اور صاحب ہدایہ نے غسل ثوب کو حمل کے مانند ٹھہرایا ہے کذا فی الطحطاوی در بین
نہایہ عن قاضی خان مذکور ہے کہ جب دھوبی کے عمل کا اثر نہ ہو سواے میل چھڑا لینے کے اسمین اختلاف ہے صحیح تر قول یہ ہے کہ اُسکو حق حبس ثابت ہے ہر حال
مین اسواسطے کہ سفیدی مخفی تھی جو ظاہر ہو گئی دھوبی کے عمل سے تو گویا اُسنے سپیدی ایجاد کر دی ظاہر کر دینے سے وہذا **اذا کان حالا اما اذا کان** الاجر مؤجلا
فلا یملک حبسہ والعمل فی بیت المستاجر لتسلیمہ حکما اور یہ یعنے حق حبس اُسوقت ہے جبکہ اجرت کی میعاد نہ مقرر ہوئی ہو اور اگر اجرت کی مدت معین ہو گئی ہو تو اجیر اُسکے
حبس کر سکنے کا مالک نہین جیسے مستاجر کا گھر عمل کرنے مین جسکا اختیار نہین بسبب تسلیم حکمی کے ولا یضمن بالتعدی ولو فی بیت المستاجر غایۃ اور اجیر تاوان

لازم ہوگا تعدی سے اگرچہ تعدی مستاجر کے گھر مین واقع ہو کذا فی الغایۃ فان حبس فضاع فلا اجر ولا ضمان لعدم التعدی سو اگر اجیر نے چیز روک
رکھی اور وہ تلف ہوگئی تو اسکی مزدوری نہین اور نہ اسپر تاوان ہی بواسطہ عدم تعدی کے ومن لا اثر لعملہ کالحمال علی ظہرہ او دابتہ والملاح وغاسل
الثوب ای لتطہیرہ لا لتحسینہ مجتبی فلیس لہ ان یحبس العین للاجرۃ اور جس اجیر کے عمل کا اثر موجود نہو چیز مین چنانچہ اپنی پیٹھ پر یا جانور پر
بوجھ لادنیوالا اور ملاح اور کپڑا دھونے والا چیز کو نہ روک رکھے مزدوری لینے کے واسطے غاسل ثوب سے وہ کپڑا دھونے والا مراد ہے جو کپڑا دھوسے
اسکے طاہر کرنیکے واسطے نہ تحسین کیواسطے کذا فی المجتبی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم تحسین ثوب سے مراد سفید کرنا ہی اسواسطے کہ سفیدی مخفی تھی جو اسکے عمل سے
ظاہر ہوگئی تو گویا اسنے سفیدی کو ایجاد کیا تو محسن ثوب حبس کا مالک ہوگا نہ مطہر ثوب درر مین کہا اگر غلام گریختہ کے پکڑ لانیوالے کو حق حبس ثابت ہی اگرچہ اسکے
عمل کا اثر نہین فلو حابس ضمن ضمان الغصب ویجئ فی بابہ پس اگر اجیر مذکور حبس کرے تو غصب کا تاوان دے اور ضمان غصب آگے آویگا غصب کے
باب مین ہم یعنی اگر حبس مین وہ چیز تلف ہوجائے تو مثل کا تاوان دے اگر وہ چیز مثلی ہو اور قیمت کا تاوان دے اگر وہ قیمتی ہو وصاحبہا بالخیار
ان شاء ضمنہ قیمتہا ای بدلہا شرعا محمولۃ ولہ الاجر وان شاء غیر محمولۃ ولا اجر جوہرۃ اور محمول چیز کا مالک مختار ہی اگر چاہے حمال سے اسکو محمول ہونیکا
کرکے اسکی قیمت یعنی اسکے عوض شرعی کا تاوان لے اور حمال کی مزدوری دے اور اگر چاہے غیر محمول کا تاوان لے اور مزدوری نہ دے کذا فی الجوہرۃ واذا شرط عملہ بنفسہ
بان یقول لہ اعمل بنفسک او بیدک لا یستعمل غیرہ الا الظئر فلہا استعمال غیرہا بشرط وغیرہ خلاصۃ اور اگر مستاجر اجیر کا عمل ذاتی شرط کرے اسطرح کہ
اُس سے کہے کہ تو خود اپنی ذات سے یا اپنے ہاتھ سے کام کر تو اجیر اپنے سوا دوسرے شخص سے کام نہ لے مگر دایہ کہ اسکو غیر عورت سے دودھ پلوا دینا جائز ہی شرط اور
بلا شرط ہر طرح جیسے کذا فی الخلاصہ ہم خانیہ مین ہی کہ درزی سے کہا کہ تو خود کپڑا سی دے یا دھوبی سے کہا کہ تو خود دھو دے پھر اسنے اپنے غلام یا شاگرد سے کام
کرا دیا تو اجرت دینا واجب نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وان اطلق کان لہ ای للاجیر ان یستاجر غیرہ افاد بالاستیجار انہ لو دفع لاجنبی ضمن الاول لا الثانی وبہ
صرح فی الخلاصۃ اور اگر مطلق بلا قید عمل ذاتی اجارہ واقع ہوا تو اجیر کو جائز ہی کہ اپنے غیر سے مزدوری کرا دے مصنف نے استیجار کے لفظ سے اشارہ کر دیا اسکا کہ اگر
اجنبی کو اجیر نے دیا بلا استیجار تو اول شخص تاوان دیگا درصورت تلف ہونیکے نہ شخص ثانی اور خلاصہ مین اسکو صریح بیان کیا ہی وقید بشرط العمل لانہ لو شرط الیوم
او غدا الظہر فتوانی او علیہ مرارا فقعد حتی سرق لا یضمن واجاب شمس الائمۃ بالضمان کذا فی الخلاصۃ اور مصنف نے شرط عمل کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر مستاجر نے
آج یا کل کے دن کی شرط کی سو اسنے اسدن کام نکیا اور مستاجر نے اجیر سے چند بار مطالبہ کیا سو اسنے کوتاہی کی یہانتک کہ وہ چیز چوری ہوگئی تو تاوان اجیر پر
لازم نہ ہوگا اور شمس الائمہ نے وجوب ضمان کا جواب دیا ہی کذا فی الخلاصہ وقولہ علی ان تعمل اطلاق لا تقیید مستصفی فلہ ان یستاجر غیرہ اور مستاجر کا یون کہنا کہ
استیجار ہی تیرے عمل پر یہ اطلاق ہی نہ قید کا لگانا کذا فی المستصفی تو اجیر کو جائز ہی کہ غیر شخص سے مزدوری کرا لے واستاجرہ لیاتی بعیالہ فمات بعضہم فجاء
بمن بقی فلہ اجرہ بحسابہ لانہ اوفی بعض المعقود علیہ مستاجر نے ٹھیکہ کیا کہ اجیر اسکے اہل وعیال کو لے آوے سو انمین کوئی شخص مر گیا اور وہ باقی لوگون
کو لے آیا تو اسکی مزدوری ثابت ہوگی اسکے حساب کے موافق اسواسطے کہ اسنے بعض معقود علیہ کو پورا کیا یعنی عقد اجارہ تمام عیال کے لانے پر منعقد
ہوا تھا اور وہ سبکو نہ لایا تو پوری مزدوری کا مستحق نہ ہوگا پھر اگر جنکو لایا نصف عیال ہون تو نصف اجرت کا مستحق ہوگا اور اگر ثلث ہون تو ثلث
اجرت کا مستحق ہوگا وقید بقولہ لو کانوا ای عیالہ معلومین ای للعاقدین لیکون الاجر مقابلا بجملتہم اور مصنف نے اس قول سے قید لگائی کہ اگر اسکے اہل عیال
معلوم ہون یعنی عاقدین انکو جانتے ہون تب بقدر حساب بعض عیال بعض اجرت کا مستحق ہوگا تاکہ اجرت سبکے مقابلہ مین پڑے والا یکونوا معلومین فلہ
کل الاجر ونقل ابن الکمال ان کانت المؤنۃ تقل بنقصان عددہم فبحسابہ والا فکلہ اور اگر عیال غیر معلوم ہون تو اجیر کے واسطے تمام اجرت واجب ہوگی اور ابن
کمال نے نقل کیا یعنی امام ہندوانی سے کہ اگر لانے کی مشقت کم ہوجاتی ہو عدد عیال کے کم ہونیسے تو بقدر اسکے حساب کے اجرت لازم ہوگی اور اگر مشقت کم نہو جاتی ہو تو تمام اجرت لازم ہوگی

لا یصال خط ای کتاب او زاد الی زید ان ردہ ای المکتوب والزاد لموتہ ای زید او غیبتہ لا شئی لہ لانہ نقضہ بعودہ کالخیاط اذا خاط ثم فتق ٹھیکہ مقرر کیا ایک مرد سے خط یا توشہ پہونچا دینے کا مثلاً زید کے پاس اگر اجیر خط اور توشہ پھیر لایا زید کی موت یا غائب ہونے سے تو اُسکے واسطے کچھ مزدوری نہین اسواسطے کہ اُسنے معقود علیہ یعنی ایصال مکتوب یا زاد کو باطل کر دیا اُسکے پھیر لانے سے جسطرح درزی نے جبکہ سیا پھر اُسکو اُدھیڑ ڈالا مصنف کو لازم تھا کہ خط پہونچانا اور جواب لانا دونون کو ذکر کرتا اسواسطے کہ اگر جواب لانا مذکور نہوگا تو خط پھیر لانے سے تمام اجرت لازم ہوگی چنانچہ شرح مجمع مین مصرح ہی اور امام محمد کی جامع صغیر مین خط لیجانا اور جواب لانا دونون مذکور ہین کذا فی الطحطاوی مختصراً و فی الخانیۃ استاجلہ لیذہب الموضع کذا و یدعو فلانا باجر مسمی فذہب للموضع فلم یجد فلانا وجب الاجر اور خانیہ مین ہی کہ اجارہ کیا تا فلانے کی طرف جاوے اور فلانے شخص کو بلا لاوے معین مزدوری پر پس اجیر وہان گیا اور اُسنے اُس شخص کو نپایا تو مزدوری واجب ہوگی ھم خانیہ مین تبلیغ رسالت مذکور ہی نہ بلا لانا اور شارح نے رسالت اور بلا لانے کو یکسان قرار دیا کذا فی الطحطاوی فان دفع الخط الی ورثتہ فی صورۃ الموت او من یسلم الیہ اذا حضر فی صورۃ غیبتہ وجب الاجر بالذہاب (پہونچانا پیام کا ۱۲)

وہو نصف الاجر المسمی کذا فی الدرر والغرر وتبعہ المصنف ولکن تعقبہ المحشون وعولوا علی لزوم کل الاجر لکن فی القہستانی عن النہایۃ انہ ان شرط المجئ بالجواب فنصفہ والا فکلہ فامکن التوفیق پس مسئلہ ایصال مکتوب مین اگر اجیر نے خط دیا زید کے وارثون کو درصورت موت زید کے یا اُس شخص کو دیا جو زید کو پہنچا دے جب کہ وہ آوے درصورت غائب ہونے زید کے تو جانے کی مزدوری واجب ہوگی اور وہ نصف اجرت معینہ ہی کذا فی الدرر والغرر اور مصنف پیرو ہوا ہی صاحب درر کا ولیکن درر پر محشیون نے اعتراض کیا ہی اور تمام اجرت کے لازم ہونے پر اعتماد کیا ہی لیکن قہستانی مین نہایہ سے منقول ہی کہ اگر جواب لانا شرط کیا ہی تو نصف اجرت لازم ہی اور نہین تو تمام اجرت لازم ہی تو توفیق بین القولین ہوگئی یعنی صاحب درر اور مصنف کا کلام اشتراط جواب پر محمول ہی اور محشیون کا قول عدم اشتراط پر محمول ہی وان وجدہ ولم یوصلہ الیہ لم یجب لہ شئی لانتفاء المعقود علیہ وہو الایصال اور اگر اجیر نے زید کو پایا اور خط اور توشہ اُسکو نہ پہونچایا تو کچھ مزدوری اُسکی واجب نہوگی بسبب نہ ہونے معقود علیہ کے یعنی ایصال خط پر اجارہ ہوا تھا سو پایا نگیا واختلف فیما لو قرئہ اور اسمین اختلاف ہی اگر اجیر نے خط کو پڑھا دیا یعنی بعضون کے نزدیک اسمین مزدوری واجب ہی اور بعضون کے نزدیک واجب نہین متولی ارض الوقف اجرہا بغیر اجر المثل یلزم مستاجرہ بالمد مستاجر ارض الوقف لا المتولی کما غلط فیہ بعضہم تمام اجر المثل علی المفتی بہ کما فی البحر عن التلخیص وغیرہ متولی ارض وقف نے زمین وقف کو بغیر اجرت مثل یعنے کم تر از اجرت مثل پر اجارہ دیا تو مستاجر ارض وقف کو پوری اجرت مثل دینی لازم ہوگی بنابر قول مفتی بہ چنانچہ بحر الرائق مین ہی تلخیص وغیرہ سے اور متولی پر اجرت مثل لازم نہوگی چنانچہ بعض علما غلط سمجھے ہین وکذا حکم وصی واب کما فی مجمع الفتاوی اور اسیطرح کا حکم ہی وصی و باپ کا چنانچہ مجمع الفتاوی مین ہی یعنی اگر وصی یا باپ صغیر کی زمین کمتر از اجرت مثل پر اجارہ دے تو مستاجر پر پوری اجرت مثل لازم ہوگی نہ وصی اور باپ پر ویفتی بالضمان فی غصب عقار الوقف وغصب منافعہ وکذا یفتی بکل ما ہو انفع للوقف فیما اختلف فیہ العلماء حتی نقضوا الاجارۃ عند الزیادۃ الفاحشۃ نظرا للوقف وصیانۃ لحق اللہ تعالی حاوی القدسی فتوی دیا گیا ہی غاصب کے تاوان پر زمین یا مکان وقف کے غصب کرنے مین اور منافع زمین یا مکان وقف کے غصب کرنے مین اور اسی طرح ہر ایک اُس چیز کا فتوی ہی جو وقف کیواسطے نافع تر ہی جسمین عالمونکا اختلاف واقع ہوا ہو تو نقض اجارہ کا حکم کیا ہی فقہا نے زیادت فاحشہ کے نزدیک بلحاظ وقف کے اور حق اللہ کی محافظت کے واسطے کذا فی حاوی القدسی ھم زیادت فاحشہ سے مراد فی نفسہ اجر مثل کا زیادہ ہو جاتا ہی بلا تعنت چنانچہ عنقریب فروع مین مذکور ہوگا مات الآجر وعلیہ دیون حتی فسخ العقد بعد تعجیل البدل فالمستاجر لو العین فی یدہ ولو بعقد فاسد اشباہ احق بالمستاجر من غرمائہ حتی یستوفی الاجرۃ المعجلۃ مرگیا مالک اجارہ کا دینے والا اور اُسپر لوگون کے دین ہین تا اینکہ عقد اجارہ فسخ ہوگیا بدل اجارہ کی تعجیل کے بعد تو مستاجر زیادہ تر حقدار ہی اجارہ کی چیز کا اُسکے اور قرضخواہون سے تا اینکہ مستاجر پیشگی اجرت کو حاصل کرے بشرطیکہ اجارہ کی چیز مستاجر کے قبضہ مین ہو اگرچہ بعقد فاسد اُسکے تصرف مین ہو

کذا فی الاشباہ ھم یعنی جبکہ موجر مر گیا اور اسپر غیر مستاجر کے دیون ہین پھر اجارہ کی چیز بیچی گئی تو مستاجر احق بالثمن ہے باقی قرضخواہون سے کذا فی الطحطاوی یعنی پہلے
مستاجر اسکے ثمن سے اپنی پیشگی دی ہوئی اجرت لیگا بعد اسکے اگر کچھ ثمن باقی رہیگا تو اور قرضخواہ پاوینگے الا انہ لا یسقط الدین بہلاکہ ای بہلاک ہذا المستاجر
لانہ لیس برہن من کل وجہ مگر یہ کہ دین مستاجر کا ساقط نہوگا اس اجارہ کی چیز کے ہلاک ہو جانے سے اسواسطے کہ یہ چیز ہر وجہ سے رہن نہین جو مسقط دین ہے بخلاف
الرہن فانہ مضمون بالاقل من قیمتہ ومن الدین کما سیجیٔ فی بابہ مجمع الفتاوی بخلاف مرہون کے ہلاک ہو جانیکے اسواسطے کہ مرہون کی ہلاکی مین مرتہن پر تاوان
ہے کمتر کا مرہون کی قیمت سے اور دین سے چنانچہ باب الرہن مین آویگا کذا فی مجمع الفتاوی ھم قولہ بالاقل من قیمتہ ومن الدین ترکیب فاسد ہے اسواسطے کہ اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے
کہ جو چیز قیمت اور دین سے کمتر ہو وہ تاوان ہو حالانکہ یہ مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ قیمت اور دین دیکھا جاوے سو دونون مین سے جو اقل ہو وہ تاوان واقع ہو تو
ترکیب صواب یون ہے بالاقل من قیمتہ ومن الدین تو اس صورت مین من بیانیہ ہوگا نہ تفضیلیہ کذا فی الطحطاوی فرع مسائل ملحقہ شارح کے الزیادۃ فی الاجرۃ من
المستاجر تصح فی المدۃ وبعدہا زیادہ کر دینا اجرت کا مستاجر کی جانب سے صحیح ہے اجارہ کی مدت مین اور بعد مدت کے ھم طحطاوی نے کہا صحت زیادت بعد مدت اشباہ
اور منح الغفار کے مخالف ہے واما الزیادۃ علی المستاجر فان فی الملک ولو لیتیم لم تقبل کما لو رخصت اور مستاجر پر اجرت کا زیادہ ہو جانا اگر زیادتی آدمی کی ملک مین ہے
اگرچہ یتیم کی ملک ہو تو مقبول نہین چنانچہ اگر اجرت ارزان ہو جاوے تو معتبر نہین ھم یعنی بعد اجرت معین ہو چکنے کے اجرت کا نرخ گران ہو گیا یا ارزان تو غیر وقف مین اسکا
اعتبار نہین مستاجر پر فقط اجرت معینہ لازم ہوگی ہذا ان فی الوقف فان الاجارۃ فاسدۃ اجبر الناظر بالعرض علی الاول لکن الاصح صحتہا باجر المثل ولو ادعی رجل انہا
بغبن فاحش اور اگر زیادت مذکورہ وقف مین ہو تو اگر اجارہ فاسدہ ہو تو وقف کا ناظر اسکو دوسرے مستاجر کو اجارہ دیدے بدون پوچھنے مستاجر اول کے لیکن قول اصح
صحت اجارہ مذکورہ ہے بعوض اجرت مثل کے اگرچہ مرد دعوی کرے کہ اجارہ غبن فاحش کے ساتھ ہوا ھم اشباہ مین لکن الاصح کے مقام پر لکن الاصل فوجہا صحیحۃ
باجر المثل واقع ہے فان اخبر القاضی ذو خبرۃ انہا کذلک فسخہا پھر اگر قاضی کو ہوشیار واقف خبر کرے کہ اجارہ اسیطرح ہے جیسا دعاے مدعی غبن فاحش کے ساتھ تھا تو
قاضی اجارہ کو فسخ کر ڈالے ھم شارح کو یون کہنا خوب واضح تر تھا کہ اگر مرد دعوی کرے کہ اجارہ بغبن فاحش تھا تو صحت اجارہ باجر المثل ہے مگر جبکہ قاضی کو خبردار
شخص خبر کرے یعنی بعد دعوی مذکورہ عدم صحت کا قاضی حکم نکرے بلحاظ اصل مذکور بلکہ اہل بصیرت اور صاحب امانت کے قول کیطرف رجوع کرے وتقبل الزیادۃ وان ثبت انہا
وقت العقد انہا باجر المثل اور زیادت مقبول ہوگی اگرچہ گواہون نے گواہی دی ہو وقت عقد کے کہ اجارہ باجرت مثل ہے الا اذا کانت اضرارا وتعنتا لم تقبل اور
اگر قاضی کو خبردار شخص خبر نکرے کہ اجارہ بغبن فاحش ہوا تھا تو اگر زیادت مستاجر کی ضرر رسانی اور تذلیل کے واسطے ہو تو مقبول نہ ہوگی ھم اضرار اور تذلیل
کی زیادت وہ ہے جسکو قبول نکرے مگر ایک شخص یا دو شخص ینابیع مین ہے کہ کسی شخص نے اجارہ کی اجرت زیادہ کی تو اسکی طرف التفات نہوگا شاید کہ وہ شخص متعنت اور
ضرر رسان ہو کذا فی الطحطاوی وان کانت الزیادۃ اجر المثل فالمختار قبولہا فیفسخہا المتولی فان امتنع فالقاضی ثم یوجرہا ممن زاد اور اگر زیادت اجر مثل ہو تو اسکو
قبول کر لینا قول مختار ہے تو متولی اجارہ فسخ کر ڈالے سو اگر وہ فسخ نکرے تو قاضی فسخ کرے پھر اسکو اجارہ دے اس شخص سے جو زیادہ اجرت دے ھم زیادت اجر مثل سے
مراد اس سے یہ ہے کہ فی نفسہا اجرت زیادہ ہو جاوے سب شخصون کے نزدیک بسبب گران ہو جانے نرخ کے اور اگر اجرت زیادہ ہو جاوے لوگون کی رغبت کے
سبب سے کسی چیز کے اجارہ لینے مین تو ایسی زیادتی زیادتی اجرت مثل نہین کذا فی الطحطاوی عن شرح المجمع للعینی فان کانت دارا او حانوتا وارضا فارغۃ عرضہا
علی المستاجر فان قبلہا فہو احق بہا ولزمہ الزیادۃ من وقت قبولہا فقط پھر اگر اجارہ کی چیز گھر ہو یا دکان یا خالی زمین ہو تو اسکو مستاجر اول پر پیش کرے سو اگر
مستاجر زیادت مذکورہ کو قبول کرے تو وہی اسکا زیادہ ترحقدار ہے اور اسپر زیادت لازم ہوگی قبول کر لینے کے وقت سے فقط یعنی زمانہ قبول سے پہلے اجرت معینہ سابقہ لازم
ہوگی اور بعد قبول کے زیادت مذکورہ لازم ہوگی وان انکر زیادۃ اجر المثل وادعی انہا اضرار فلا بد من البرہان علیہ اور اگر مستاجر اجرت مثل کی زیادہ ہونیکا انکار کرے
اور دعوی کرے کہ زیادت ضرر رسانی ہے تو ضرور ہے اسپر گواہ قائم کرنا یعنی زیادت کا مدعی گواہ لاوے منکر پر وان لم یقبلہا اجرہا المتولی اور اگر مستاجر زیادت کو قبول نکرے تو متولی دوسرے

شخص کو اجارہ دے ہم طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ اس قول کو شارح انکار زیادت پر مقدم کرتا وان کانت مزروعۃ لم یصح اجارتہا لغیر صاحب الزرع لکن تنضم علیہ الزیادۃ
مین وقتہا اور اگر زمین وقف مزروع ہو تو اسکا اجارہ دینا سوائے کاشتکار کے جائز نہین لیکن اجرت سابقہ سے زیادہ ملائی جاوے مستاجر پر زیادہ ہونیکے وقت سے
وان کان بنی او غرس فیان کان استاجرہا مشاہرۃ فانہا توجر لغیرہ فی راس الشہر ان لم یقبلہا لانعقادہا عند راس کل شہر اور اگر مستاجر نے زمین مین عمارت بنائی ہو یا درخت
لگائے ہون تو اگر ماہواری اجارہ لیا ہو تو زمین غیر مستاجر کو اجارہ دیجائے جبکہ مہینہ ہو چکے اگر مستاجر زیادت کو قبول نکرے بسبب منعقد ہونے اجارہ ماہواری کے
ہر مہینے کے سرے پر ہم محیط مین ہی کہ غیر کو اس صورت مین اجارہ دیا جاے جبکہ رفع عمارات کے بعد اجرت زیادہ ہو جاے اور اگر بعد دور ہو جانے عمارت کے اجرت
سابقہ سے زیادتی نہ ہو تو اسی اجرت سابقہ کے ساتھ مستاجر کے پاس باقی رکھی جاے کذا فی الطحطاوی والبناء یتملکہ الناظر بقیمتہ مستحق القلع للوقف او عمارت کا ناظر
مالک ہوگا وقف کیواسطے عمارت مستحق القلع کی قیمت دیکر او یصبر حتی یتخلص بناؤہ یا مستاجر صبر کرے یہان تک کہ اسکی عمارت خلاصی پاوے یعنی انہدام کے
بعد اپنی اینٹ اور لکڑی پر تصرف کرے وان کانت المدۃ باقیۃ لم توجر لغیرہ وانما تنضم علیہ الزیادۃ کالزیادۃ وبہا زرع اور اگر اجارہ کی مدت باقی ہو تو غیر مستاجر کو زمین کا
اجارہ نہ دیا جاے اور اسکے سوا کچھ نہین کہ مستاجر پر اجرت مثل کی زیادت ملائی جاے جیسے زراعت والی زمین کی زیادتی مستاجر پر لاحق کیجاتی ہی واذا زاد اجر
المثل فی نفسہ من غیر ان یزید احد فللمتولی فسخہا وعلیہ الفتوی اور جبکہ اجر مثل فی نفسہ زیادہ ہو جاے بدون اسکے کہ کوئی شخص بڑھا دے تو متولی کو فسخ اجارہ کا
اختیار ہی اور اسی پر فتوی ہی وما لم یفسخ کان علی المستاجر المسمی اشباہ معزیا للصغری اور جب متولی اجارہ کو فسخ نکریگا تو مستاجر پر اجرت معینہ واجب ہوگی چنانچہ
اشباہ مین فتاوی صغری سے منقول ہی قلت وظاہر قولہ والبناء یتملکہ الناظر الخ انہ یتملکہ لجہۃ الوقف قہرا علی صاحبہ وہذا لو الارض تنقص بالقلع والا اشترط رضاہ لما فی
عامۃ الشروح منہا البحر والمنح فیعول علیہا لانہا الموضوعۃ لنقل المذہب بخلاف نقول الفتاوی مین کہتا ہون اور اسکا یہ قول والبناء یتملکہ الناظر الخ آخرہ اس پر دلالت
کرتا ہی کہ ناظر عمارت کا مالک ہو جاتا ہی جہت وقف کے صاحب عمارت پر جبر اور زبردستی کرکے اور یہ یعنی زبردستی سے مالک ہونا ناظر کا اس صورت مین ہی کہ زمین ناقص
ہو جاے عمارت کے کھود لینے سے اور اگر ناقص نہو تو قیمت دیکر مالک ہونے مین صاحب عمارت کی رضا مندی شرط ہی چنانچہ اکثر شروح مین مصرح ہی از انجملہ بحر الرائق اور
منح الغفار ہی تو شروح کی روایت پر اعتماد کیا جاے اسواسطے کہ نقل مذہب کے واسطے شروح ہی موضوع اور مقرر ہین برخلاف نقول فتاوی یعنی اگر فتاوی کی
نقول شروح کے مخالف ہون تو اعتماد کے لائق نہین ہم منجملہ فتاوی مذکورہ فتاوی مؤیدزادہ ہی جسکی عبارت شارح اسکے بعد ذکر کریگا اور تجنیس و خانیہ سے
انتھین منقول ہی کہ متولی عمارت کا زبردستی مالک نہو جایگا کذا فی الطحطاوی مختصرا وفی فتاوی مؤیدزادہ من الوقف معزیا للفصولین حانوت وقف بنی فیہ ساکنہ
بلا اذن متولیہ ان لم یضر رفعہ رفعہ وان ضر فہو المضیع مالہ فلیتربص الی ان یتخلص مالہ من تحت البناء ثم یاخذہ اور مؤیدزادہ کے فتاوی مین ہی کتاب الوقف سے منسوب
بفصولین کہ ایک دکان ہی وقف کی جسمین اسکے رہنے والے نے کچھ عمارت بنائی بلا اذن متولی وقف کے اگر عمارت کا کھودنا ضرر نکرے تو اسکو کھود ڈالے اور اگر ضرر
کرتا ہو تو بنانے والا خود ضایع کرنے والا ہی اپنے مال کا تو چاہیے کہ یہان تک انتظار کرے کہ اسکا مال تحت عمارت سے خلاص ہو پھر اسکو لے ولا یکون بناؤہ
مانعا من صحۃ الاجارۃ لغیرہ اذ لا ید لہ علی ذلک البناء حیث لا یملک رفعہ اور عمارت اس شخص کی غیر شخص کے اجارہ دینے کی مانع نہوگی اسواسطے کہ اسکا تصرف
اور قبضہ نہین اس عمارت پر اسواسطے کہ وہ اسکو منہدم نہین کرسکتا ولو اصطلحوا ان یجعلوا ذلک للوقف بثمن لا یجاوز اقل القیمتین منزوعا ومبنیا فیہ صح اور اگر
اتفاق کرین کہ اس عمارت کو وقف کے تحت مین کردین بعوض اس ثمن کے جو اقل القیمتین سے تجاوز نکرے یعنی منہدم عمارت کی قیمت اور طیار عمارت کی قیمت
مین سے جسکی قیمت کمتر ہو اس سے اسکا ثمن زیادہ نہ ہو تو یہ صحیح ہی ولو لحق الاجر دین رفع الامر الی القاضی لیفسخ العقد ولیس للاجر ان یفسخ بنفسہ وعلیہ الفتوی اور اگر
موجر کو دین لاحق ہو تو قاضی سے نالش کرے تاکہ قاضی عقد اجارہ کو فسخ کر ڈالے اور اجارہ دینے والے کو جائز نہین کہ خود اجارہ فسخ کرے اور اسی پر
فتوی ہی ہم یہ اس صورت مین ہی جبکہ ادائے دین کا طریقہ باقی نہ رہے تب قاضی سے فسخ اجارہ کرا کے اس چیز کو بیچکر دین ادا کرے دیکھو بحث مثل

الاجر او باکثر او باقل مما یتغابن فیہ الناس لا بما لا یتغابن فتکون فاسدۃ فیوجرہ اجارۃ صحیحۃ اما من الاول او من غیرہ باجر المثل او بزیادۃ بقدر ما یرضی بہ المستاجر
انتہی اور اجارہ جائز ہی اجرت مثل سے یا زیادہ تر اجرت مثل سے یا کمتر اجرت مثل سے اُسقدر اکثر یا اقل ہو جسقدر مین لوگون کو تغابن ہوتا ہو نہ اُسقدر
مین جسمین تغابن واقع نہین ہوتا تو اب اجارہ فاسد ہو جائیگا تو موجر اُسکا اجارہ صحیحہ منعقد کرے خواہ مستاجر اول سے یا اُسکے سوا اور شخص سے اجرت (نقصان)
مثل مقرر کرکے یا زیادہ اجرت مثل سے جسقدر سے کہ مستاجر راضی ہو انتہی مافی فتاوی مویدزادہ وفی فتاوی الحانوتی بینۃ الاثبات مقدمۃ وہی التی شہدت بان
الاجرۃ اولا اجرۃ المثل وقد اتصل بہا القضاء فلا تنقض قال وبہ اجاب بقیۃ اہل المذاہب فلیحفظ اور فتاوی حانوتی مین ہی کہ اثبات کے گواہ مقدم ہین اور
گواہ اثبات وہ ہین جو یہ گواہی دین کہ اجرت پہلی اجرت مثل ہی تھی اور گواہی سے قاضی کا حکم بھی متصل ہوگیا تو اجارہ منقوض نہوگا حانوتی نے کہا اور
یہی جواب دیا ہی بقیہ اہل مذاہب نے تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ھم حانوتی کی عبارت یہ ہی کہ نورالدین علی طرابلسی سے یہ سوال ہوا کہ حاکم نے صحت اجارہ
وقف کا اور اسکا کہ اجرت پہلی اجرت مثل تھی حکم کیا بعد اس گواہی کے کہ اجرت مثل تھی پھر اور گواہون نے گواہی دی کہ اجرت کمتر تھی اجرت مثل سے
تو عمل بطلان اجارہ پر ہوگا یا نہین جواب دیا کہ گواہی اثبات کی مقدم ہی اور حکم حاکم بھی اس سے متصل ہوگا تو اجارہ منقوض نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی

باب مایجوز من الاجارۃ و مایکون خلافا فیہا اے فی الاجارۃ

یہ باب ہی اُس اجارہ کا جو جائز ہی اور جس اجارہ مین اختلاف ہو ھم طحطاوی نے کہا یون کہنا واضح تر تھا باب مایجوز من الافعال فی الاجارۃ یہ باب ہی اُن افعال کا
جو اجارہ مین جائز ہین **تصح اجارۃ حانوت** ای دکان **و دار بلا بیان مایعمل فیہا** لصرفہ للتعارف صحیح ہی اجارہ حانوت یعنی دکان کا اور گھر کا بلا بیان
اُس فعل کے جو اُسمین کیا جائے بسبب پھیرنے فعل و عمل کے متعارف اور مروج کی طرف ھم بحر الرائق مین کہا اسواسطے کہ عمل متعارف اُسمین سکونت ہی تو وہی مراد
ہوگی اور سکونت متفاوت چیز نہین **و بلا بیان من یسکنہا** فلہ ان یسکنہا غیرہ باجارۃ وغیرہا کما سیجیء اور اجارہ صحیح ہی بدون اس بیان کے کہ گھر مین کون
شخص رہیگا تو مستاجر کو جائز ہی کہ غیر شخص کو رکھے باجارہ یا بغیر اجارہ چنانچہ آگے مذکور ہوگا ھم غیر کا رکھنا جائز ہی اگرچہ فقط مستاجر کا رہنا شرط ہوگیا ہو کذا فی الطحطاوی
ولان یعمل فیہما ای الحانوت والدار **کل ما اراد** فیتد ویربط دوابہ ویکسر حطبہ ویستنجی بجدارہ ویتخذ بالوعۃ ان لم تضر ویطحن برحی الید وان ضر بہ یفتی قنیۃ اور مستاجر کو جائز ہی
کہ دکان اور گھر مین جو چاہے سو کام کرے تو میخ گاڑے اور اپنے جانور اُسمین باندھے اور لکڑیان توڑے اور اُسکی دیوار سے استنجا کرے اور نجاست کا چہ بچہ بنائے
اگر مضر نہو اور ہاتھ کی چکی سے آٹا پیسے اگرچہ گھر کو مضر ہو اسی کا فتوی ہی کذا فی القنیہ ھم جانور باندھنا اُسوقت جائز ہی جبکہ جانورون کے واسطے کوئی مکان گھر مین مقرر ہو
اور اگر ایسا نہ ہو تو گھر کو اصطبل نہ بنا دے اور چکی کے مسئلہ مین شارح تابع ہوا مصنف کی شرح کا اور مصنف اپنے اُستاد صاحب بحر کا پیرو ہی حالانکہ بحر الرائق مین
خلاصہ کی نقل عبارت سے وہ لفظ ساقط ہوگیا ہی جس سے حکم نکلتا ہی یعنی منع کا و عبارۃ الخلاصۃ کما فی الرمز ولا یمنع من رحی الید وان کان یضر یمنع علیہ الفتوی یعنی ہاتھ کی چکی
منع نہین اور اگر ضرر ہوتا ہو تو منع ہی اور اسی پر فتوی ہی حموی نے کہا الحاصل کہ جو فعل کہ عمارت کو سست اور کمزور کر ڈالے وہ مطلق عقد سے مستحق نہین مگر یہ کہ اُسکی شرط
ہوگئی ہو یا مالک اُس فعل سے راضی ہو جائے اور جو فعل کمزور نہ کرے وہ مطلق عقد سے مستحق ہی کذا فی الطحطاوی **غیر انہ لا یسکن** بالبناء للفاعل او المفعول **حدادا** و **قصارا**
او طحانا من غیر رضی المالک او اشتراطہ ذلک فی عقد الاجارۃ لانہ یوہن البناء فیتوقف علی الرضا کرایہ دار کو ہر عمل گھر مین درست ہی سوائے اسکے کہ گھر مین لوہار یا دھوبی یا چکی پیسنے والے کو
رکھے بدون رضامندی مالک کے یا اُسکی شرط ہو جانے سے عقد اجارہ مین اسواسطے کہ لوہار وغیرہ کا رہنا عمارت کو کمزور کر ڈالتا ہی تو مالک خانہ کی رضامندی پر موقوف ہوگا شارح
لکھا یسکن معروف یا مجہول کا صیغہ ہی ھم شارح کو یون کہنا مناسب تھا کہ یسکن ثلاثی مجرد یا ثلاثی مزید فیہ کا صیغہ ہی چنانچہ منح الغفار مین ہی تو پہلی صورت مین حداد کا
منصوب ہونا باعتبار حال ہونے کے ہی اور دوسری صورت مین باعتبار مفعول ہونے کے **ولو اختلفا فی الاشتراط فالقول للموجر کما لو انکر اصل العقد** اور اگر مستاجر
اور موجر مشروط ہونے مین مختلف ہون تو موجر کا قول مقبول ہی چنانچہ اگر موجر اصل عقد اجارہ کا منکر ہو تو اُسی کا قول مقبول ہوگا **وان اتفقا**

البینۃ فالبینۃ بینۃ المستاجر لاثباتہا الزیادۃ خلاصۃ اور اگر دونوں گواہ لاویں تو مقبول گواہ مستاجر کے گواہ ہیں بواسطۂ اثبات زیادت کذا فی الخلاصۃ
وفیہا استاجر للقصارۃ فلہ الحدادۃ ان اتحد ضررہما اور خلاصہ مین ہی کہ گھر اجارہ لیا گازری کے واسطے تو اسکو اسمین آہنگری درست ہی اگر گازری اور
آہنگری کا ضرر یکسان ہو ولو فعل مالیس لہ لزمہ الاجر وان انہدم بہ البناء ضمنہ ولا اجر لانہما لایجتمعان اور اگر مستاجر وہ کام کرے جو اسکو درست
نہین ہی تو اسپر کرایہ دینا لازم ہوگا اور اگر اس کام سے عمارت منہدم ہو جاے تو اسکا تاوان دے اور اس صورت مین کرایہ نہین ہی اسواسطے
کہ تاوان اور کرایہ باہم جمع نہین ہوتے ولہ السکنی بنفسہ واسکان غیرہ باجارۃ وغیرہا وکذا کل مالایختلف بالمستعمل یبطل فیہ التقیید لانہ
غیر مفید اور مستاجر کو جائز ہی آپ رہنا اور غیر کو رکھنا کرایہ لیکر اور بدون کرایہ کے اور اسیطرح جو عمل کہ مختلف اور متفاوت نہین ہوتا استعمال
کرنے والے کے اختلاف سے اسمین استعمال کرنے والے کی قید لگانا باطل ہی اسواسطے کہ تقیید مذکور مفید نہین یعنی بسبب عدم تفاوت کے بخلاف
مایختلف بہ کما سیجیئ برخلاف اس عمل کے جو متفاوت ہو جاتا ہی استعمال کرنے والے کے اختلاف سے چنانچہ آگے مذکور ہوگا ہم چنانچہ رکوب اور کپڑا پہننا
کہ اسمین تفاوت ہوتا ہی باعتبار اختلاف مستعمل کے تو تاوان لازم ہوگا درصورت مخالفت شرط کے ولو آجر باکثر تصدق بالفضل اور اگر مستاجر دوسرے شخص کو
اجارہ دے اکثر اجرت مقرر کرکے تو زیادتی خیرات کرے ہم یعنی اگر چار روپیہ کو خود اجارہ لیا اور دوسرے شخص کو پانچ روپیہ پر کرایہ دیا تو ایک روپیہ خیرات کرے
اپنے صرف مین نہ لاوے الا فی مسئلتین اذا آجرہا بخلاف الجنس او اصلح فیہا شیئا مگر دو صورت مین مستاجر کو زیادہ کرایہ لینا درست ہی جبکہ گھر کو کرایہ دے مخالف
جنس پر یا گھر مین کچھ درستی کردی ہو ہم خلاف جنس یہ کہ روپیون کا کرایہ دیتا ہو اور اشرفی یا پیسون یا اناج کا کرایہ لیتا ہو اور اصلاح اور درستی
کی صورت یہ کہ مثلا گھر مین چونہ کاری کردے یا چھت پر پردے لگا دے حموی نے کہا جھاڑو دینا اصلاح مین داخل نہین ولو آجرہا المؤجر لا تنفسخ وتنفسخ الاجارۃ
فی الاصح مجتبی معزیا للجوہرۃ وصحح فی تصحیح خلافہ قنیۃ اور اگر مستاجر نے گھر کرایہ دیا خود مالک موجر کو تو اجارہ صحیح نہین اور اجارہ فسخ ہوگا قول اصح مین چنانچہ بحرالرائق
مین جوہرہ سے منقول ہی اور آگے اسکے مخالف قول کی تصحیح آویگی تو خبردار رہیو یعنی متفرقات اجارہ مین عدم فسخ کو شارح وہبانیہ وغیرہ سے نقل کرے گا

وتصح اجارۃ ارض للزراعۃ مع بیان مایزرع فیہا او قال علی ان ازرع فیہا ما اشاء کیلا تقع المنازعۃ والا فہی فاسدۃ للجہالۃ وتنقلب صحیحۃ
بزرعہا ویجب المسمی اور صحیح ہی اجارہ زمین کا زراعت کے واسطے اس بیان کے ساتھ کہ کون چیز اسمین بوئی جاویگی یا مستاجر یون کہے کہ اجارہ لیتا ہون
اس شرط پر کہ زمین مین زراعت کرونگا جو چیز کہ چاہونگا بیان مزروع یا عموم مزروع اسواسطے شرط ہوا تاکہ آئندہ جھگڑا نہو اور اگر بیان مزروع یا عموم
مزروع نہو تو اجارہ فاسد ہی اور اجارہ فاسدہ پلٹکر صحیح ہو جائیگا اس کی زراعت کرنے سے اور اجرت معینہ واجب ہوگی ہم چونکہ مزروع باعتبار نفع اور
ضرر کے متفاوت ہوتا ہی تو دفع نزاع کے واسطے بیان کرنا ضرور ہوا اور نزاع دفع ہو جاتا ہی مستاجر کو اختیار دینے سے اور درصورت عدم بیان زراعت
کرنے سے اسواسطے اجارہ صحیح ہو گیا کہ معقود علیہ استعمال سے معلوم ہو گیا اور فساد تھا بسبب نادانستگی مزروع کے تو جبکہ جہالت دفع ہو گئی زراعت
کرنے سے تو گویا جہالت اول ہی سے نہ تھی وللمستاجر الشرب والطریق اور زمین کے اجارہ مین پانی لینے کی باری اور راہ مستاجر کے واسطے ثابت
ہی ہم اجارہ مین پانی کی باری اور راہ بدون شرط کے بھی داخل ہی اور زمین کی خرید مین بلا ذکر حقوق وغیرہا داخل نہین اسواسطے کہ اجارہ ہوتا ہی انتفاع
کے واسطے اور بدون دونون چیزونکے زمین سے فائدہ لینا نہین ہو سکتا اور بیع سے مقصود ملک رقبہ ہی نہ انتفاع عین زمین سے اور اسی واسطے شور زمین کی بیع جائز
ہی اور اسکا اجارہ زراعت کے واسطے جائز نہین کذا فی الطحطاوی ویزرع زرعین ربیعیا وخریفیا اور مستاجر دو بار زراعت کرے ربیع اور خریف مین
ہم یہ اس صورت مین ہی جبکہ سال بھر کا اجارہ ہو کما ہو مصرح فی القنیۃ ولو لم یمکنہ الزراعۃ للحال لاحتیاجہا لسقی او کری ان امکنہ الزراعۃ فی مدۃ العقد
جاز والا لا وتمامہ فی القنیۃ اور اگر مستاجر کو فی الحال زراعت ممکن نہ ہو سینچنے کی حاجت سے یا نہر کے صاف کرنے سے تو اگر زراعت ممکن ہو

عقد اجارہ کی مدت مین تو اجارہ جائز ہی اور اگر اسقدر مدت مین ممکن نہو تو اجارہ جائز نہین ہی اور پورا اسکا بیان قنیہ مین ہی اجر ارضا ہی مشغولۃ بزرع
غیرہ ان کان الزرع بحق لایجوز الاجارۃ لکن لو حصدہ وسلمہا انقلبت جائزۃ زمین اجارہ دی ایک مستاجر کو اور حالانکہ وہ زمین غیر شخص کی زراعت
سے مشغول ہی تو اگر زراعت از راہ حق ہو یعنی مزارع نے بطریق اجارہ یا عاریت کے زراعت کی ہو تو اجارہ جائز نہین لیکن اگر کھیت کاٹ لے اور زمین
مستاجر کو تسلیم کرے تو اجارہ بدلکر جائز ہو جائیگا والمستحصد الزرع فتجوز ویؤمر بالحصاد والتسلیم بزازیہ یعنی بزازیہ زراعت والی زمین کا اجارہ جائز
نہین جبتک کھیت نہ کٹے تو اب جائز ہوگا اور کھیت کاٹنے اور تسلیم کا امر ہوگا اسی کا فتوی ہی کذا فی البزازیۃ الا ان یؤجرہا مضافۃ الی
المستقبل فتجوز مطلقا مگر جبکہ زراعت والی زمین کو زمان مستقبل کی طرف منسوب کرکے اجارہ دے تو مطلقا اجارہ جائز ہی خواہ زراعت واجبی ہو یا غیر
واجبی ہو بشرطیکہ زمین زراعت سے خالی ہو جاوے مدت مستقبلہ مذکورہ تک کذا فی الطحطاوی وان کان الزرع بغیر حق صحت لامکان التسلیم بجبرہ
علی قلعہ ادرک او لا فتاوی قاری الہدایہ اور اگر زراعت غیر واجبی ہو یعنی بطور غصب کے ہو تو زراعت والی زمین کا اجارہ صحیح ہی بسبب ممکن ہونے
تسلیم کی زبردستی کھیت اکھاڑکر خواہ زراعت پختہ ہو یا خام کذا فی فتاوی قاری الہدایۃ وفی الوہبانیۃ تصح اجارۃ الدار المشغولۃ یعنی ویؤمر بالتفریغ
وابتداء المدۃ من حین تسلیمہا اور وہبانیہ مین ہی کہ دار مشغولہ یعنی جس گھر مین موجر وغیرہ کا اسباب ہو تو اسکا اجارہ جائز ہی یعنی اور موجر کو حکم ہوگا اسکے
خالی کردینے کا اور ابتداے مدت اجارہ اس کی تسلیم کے وقت سے ہوگی وفی الاشباہ استاجر مشغولا وفارغا صح فی الفارغ فقط وسیجیء فی المتفرقات اور اشباہ
مین ہی کہ بھری اور خالی چیز کو اجارہ لیا تو فقط خالی چیز مین اجارہ صحیح ہوگا اور اسکا ذکر باب المتفرقات مین آگے آوے گا وتصح اجارۃ ارض للبناء
والغرس وسائر الانتفاعات کطبخ آجر وخزف ومقیلا ومراحا حتی تلزم الاجرۃ بالتسلیم امکن زرعہا ام لا بحر اور صحیح ہی اجارہ زمین کا مکان بنانے اور
درخت لگانے کے واسطے اور باقی فوائد کے واسطے چنانچہ پختہ اینٹ اور مٹی کے برتن وغیرہ کے پکانے کے واسطے اور جانورون کے رہنے کے واسطے
نصف روز اور رات کے وقت تو تسلیم سے اجرت لازم ہوگی خواہ اس زمین کی زراعت ممکن ہو یا نہ ہو کذا فی البحر ہم یہ اجارہ زراعت کے واسطے
نہین ہی تا عدم امکان زراعت سے اجارہ فسخ ہو کذا فی البحر فان مضت المدۃ قلعہما وسلمہا فارغۃ لعدم نہایتہما اسواسطے اگر اجارہ کی مدت
گذر جاوے تو مستاجر مکان اور درخت کو کھود دے اور زمین خالی موجر کو تسلیم کرے بسبب نہونے دونون کی نہایت کے ہم جوڑی لئے کہا
اور بعد کھودنے کے زمین کا برابر کردینا مستاجر کے ذمہ پر ہی اسواسطے کہ اسی نے زمین کو خراب کردیا الا ان یغرم لہ الموجر قیمتہ ای البناء والغرس
مقلوعا باو تقوم الارض بہا وبدونہا فیضمن ما بینہما اختیار مستاجر کو زمین خالی کردینا لازم ہی مگر جبکہ موجر مستاجر کو کہدے مکان یا درخت کی
قیمت کا تاوان دے اسطرح پر کہ زمین کی قیمت مکان اور درخت کے ساتھ اور بدون مکان اور درخت فقط خالی زمین کی قیمت ٹھہرائی جاوے تو موجر
تاوان دے مابین قیمتین کا کذا فی الاختیار وقیمتہ بالنصب عطف علی یغرم لان فیہ نظرا لہما اور قیمت دیکر موجر مکان و درخت کا مالک ہو اسواسطے کہ
اسمین مستاجر اور موجر دونون کے واسطے رعایت منظور ہی شارح نے کہا قیمتہ کا لفظ منصوب یغرم پر عطف ہی قال فی البحر وہذا الاستثناء من لزوم
القلع علی المستاجر فافاد انہ لا یلزمہ القلع لو رضی الموجر بدفع القیمۃ لکن ان کانت تنقص یتملکہا جبرا علی المستاجر والا برضاہ بحر الرائق مین کہا اور یہ
استثناء یعنی الا ان یغرم کا استثناء لزوم قلع سے المستاجر سے ہی تو مصنف نے فائدہ بتایا استثناء سے کہ مکان کا کھودنا مستاجر پر لازم نہین اگر
موجر قیمت مکان کی دے لیکن اگر زمین ناقص ہو جاتی ہو کھودنے سے تو مستاجر پر جبر کرکے زمین کا مالک ہو اور اگر ناقص نہ ہوتی ہو تو اسکی رضامندی
سے مالک ہو یعنی بعد ادائے قیمت او یرضی الموجر عطف علی یغرم بترکہ ای البناء والغرس فیکون البناء والغرس لہذا والارض لہذا
یا کہ موجر مکان یا درخت کے باقی رکھنے پر راضی ہو تو مکان اور درخت اسکا ہوگا یعنی مستاجر کا اور زمین اس کی یعنی

موجب کی شارح نے کہا یہ معنی علامت ہی بعض پر وہذا الترکہ ان یاجر فاجارۃ والا فاعارۃ فلہما ان یؤاجرہ بہا لثالث ویقتسما الاجرۃ علی قیمۃ الارض بلا بناء وعلی
قیمۃ البناء بلا ارض فیاخذ کل حصتہ مجتبی اور یہ ترک قلع یعنی مکان اور درخت کا نہ کھود لینے دینا موجر کا اگر بعوض اجرت کے ہو تو یہ اجارہ ہی
والا اگر بلا اجرت ہو تو عاریت ہی تو مستاجر اور موجر دونوں کا اجارہ دینا تیسرے شخص کو جائز ہی اور دونوں شخص اجرت کو زمین کی قیمت پر
بدون مکان کے اور مکان کی قیمت پر بدون زمین کی قسمت کریں پھر ہر شخص اپنا حصہ لے کذا فی المجتبی ہم مثلاً اگر زمین کی قیمت دو سو ہو
اور مکان کی قیمت ایک سو اور اجرت تین درم ہو تو دو درم موجر لے اور ایک درم مستاجر وفی وقف القنیۃ بنی فی الدار المسبلۃ بلا اذن القیم
ونزع البناء یضر بالوقف یجبر القیم علی دفع قیمتہ للبانی الخ اور قنیہ کی کتاب الوقف میں ہی کہ فی سبیل اللہ گھر میں کسی شخص نے کچھ مکان بنایا بدون
اجازت متولی کے اور حالانکہ اس مکان کا کھودنا وقف کو ضرر کرتا ہی تو متولی پر اسکی قیمت دلانے پر مکان بنانے والے کے واسطے زبردستی کی جاسے
الی آخر العبارۃ یعنی حاکم زبردستی قیمت دلادے بنظر اصلاح وقف ولو استاجر ارض وقف وغرس فیہا وبنی ثم مضت مدۃ الاجارۃ فللمستاجر
استبقاؤہا باجر المثل اذا لم یکن فی ذلک ضرر بالوقف ولو ابی الموقوف علیہم الا القلع لیس لہم ذلک کذا فی القنیۃ اور اگر وقف کی زمین
اجارہ لی اور اسمیں درخت لگائے اور مکان بنایا پھر اجارہ کی مدت گذر گئی تو مستاجر کو دونوں کا باقی رکھنا بعوض اجرت مثل کے جائز ہی جبکہ اس باقی
رکھنے میں وقف کو ضرر نہو اور جنپر زمین وقف ہی وہ نہ مانیں سوائے کھود لینے کے تو انکو اسکا اختیار نہیں کذا فی القنیۃ ہم ظاہر بیان مصنف اسپر دلالت
کرتا ہی کہ وہ جو سابق مذکور ہو چکا کہ مستاجر بعد انقضاء مدت درخت اور مکان کھود کر خالی زمین تسلیم کرے وہ زمین مملوک کا مسئلہ تھا اور یہ حکم وقف کا ہی
اور اسعاف اور عمادیہ میں قنیہ کے مخالف منصوص ہی کہ عمارت جب وقف کو ضرر نکرے تو اسکے کھود دینے پر بنانے والے پر زبردستی کیجائے انتہی
اور علائی نے ذکر کیا ہی کہ قنیہ کا قول لائق عمل کے نہیں تو کیونکر اسپر عمل ہوگا جو مشہور کتابوں کے مخالف ہو یا اسکو اختلاف مشایخ پر محمول کیجئے کذا فی
الطحطاوی مختصرا قال فی البحر وبہذا تعلم مسئلۃ الارض المحتکرۃ وہی منقولۃ ایضا فی اوقاف الخصاف بحر الرائق میں کہا اور قنیہ کے اس قول سے ارض محتکرہ کی صحت کا مسئلہ
معلوم ہوتا ہی اور وہ تو اوقاف خصاف میں بھی منقول ہی ہم یعنی اگر مستاجر مکان بنادے بشرط استبقاء عمارت تو بعد مدت اجارہ اجرت مثل دیکر جائز ہی اور
اسکو حق قرار ثابت ہوگا بشرطیکہ وقف کو ضرر نہو تو اب متولی اسکا مالک نہوگا وقف کے واسطے مگر اسکی رضامندی سے اور یہ مسئلہ ہی خلو کا جو اول کتاب البیع
میں مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی والرطبۃ لعدم نہایتہا کالشجر فتقلع بعد مضی المدۃ اور رطبہ درخت کے مانند ہی بسبب نہونے اسکی نہایت کے تو کھودا جاسے
مدت گذر جانے کے بعد ہم رطبہ مابین شجر اور گیاہ کے ہی فارسی میں اسکو سپست کہتے ہیں نیل کے مانند ایکبار بونے سے سالہا سال رہتا ہی لہذا وہ در حکم
شجر ہی نہ در حکم زراعت ثم المراد بالرطبۃ مایبقی اصلہ فی الارض ابدا وانما یقطف ورقہ وزہرہ دیباج پھر دریافت کرنا چاہیئے کہ رطبہ سے مراد وہ چیز ہی جسکی جڑ زمین
میں ہمیشہ باقی رہے اور اسکے پتے یا پھول توڑے جاویں اور بیع ہوں واما اذا کان لہا نہایۃ معلومۃ کما فی الفجل والجزر والباذنجان فینبغی ان یکون کالزرع فیترک
باجر المثل الی نہایتہ کذا حررہ المصنف فی حواشی الکنز وقواہ بما فی معاملۃ الخانیۃ فلیحفظ اور جبکہ اسکی نہایت معلوم ہو جیسے کہ مولی اور گاجر اور بینگن تو لائق
یہ ہی کہ اسکا حکم زراعت کے مانند ہو کہ اجرت مثل لیکر اسکی نہایت تک چھوڑی جاے اسی طرح کی تحریر کی ہی مصنف نے حواشی کنز میں اور اسکو
تقویت دی ہی خانیہ کے قول سے جو کتاب المساقات میں ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ہم مولی اور گاجر کی مثال درست نہیں اسواسطے کہ ایکبار
اکھاڑنے سے پھر باقی نہیں رہتی قلت بقی لو لہ نہایۃ معلومۃ لکنہا بعیدۃ طویلۃ کالقصب فیکون کالشجر کما فی فتاوی ابن الحلبی فلیحفظ تقییدہ میں کہتا ہوں
یہ احتمال باقی رہا کہ اگر ایک چیز کی نہایت معلوم ہو لیکن بعید اور طویل ہو جیسا نکہ کلک اور نے تو وہ چیز درخت کے مانند ہی کما فی فتاوی ابن الحلبی
تو یہ قید یاد رکھنی چاہیئے والزرع یترک باجر المثل لیدرک رعایۃ للجانبین لان لہ نہایۃ کما مر اور کھیت سے تعرض نکیا جاے اجرت مثل لیکر اسکے

برابر یا اُس سے کمتر کو داخل کرے تو جائز ہو اور اگر زیادہ ترک داخل کیے تو جائز نہیں وسنہ تحمیل وزن البر قفیزا الا الشعیر فی الاصح اور منجملہ غیر جائز کے یہ لادنا
بھی کا جو برابر گیہون کے وزن کے ہو لادنا جو کا قول اصح مین ہو یعنی اگر من بھر گیہون لادنے پر کرایہ ٹھہرا سو مستاجر نے من بھر روئی جانور پر لادی تو
جائز نہیں اسواسطے کہ روئی پیٹھ پر گیہون سے زیادہ پھیلتی ہی اور اسمین گرمی بھی زیادہ ہی تو اُسکا ضرر زیادہ ٹھہرا گیہون سے اور گیہون کی عوض
اگر جو اسیقدر لادے اور جانور مر گیا تو تاوان نہین بقول اصح اسواسطے کہ جب جو اور گیہون وزن مین برابر ہوئے تو جو کا ضرر جانور کی پیٹھ پر
کمتر ہوتا ہی بسبب پھیل جانے کے یہی فتوی ہی صدر شہید کا الحاصل اگر ایسی محمول ہو جو اُسنے اور چیز لادی اور وزن دونون کا برابر ہی مگر
محمول کمتر پھیلتا ہی جانور کی پیٹھ پر سمٹی سے تو در صورت ہلاکی تاوان لازم ہوگا بسبب مضرت کے چنانچہ گیہون کے وزن کے برابر پتھر یا لوہا لادا
اگر محمول زیادہ پھیلتا ہو لادنے کے مقام پر سمٹی سے تاوان نہین چنانچہ گیہون کے عوض جو لادنا اسواسطے کہ یہ آسان تر ہی تو خلاف کرنے سے
تاوان لازم نہ آویگا مگر جبکہ موضع حمل سے زیادہ تر متجاوز ہو چنانچہ روئی عوض گیہون کے کذا فی الطحاوی ہلاور دفا من بستمسک بنفسہ عطبت الدابۃ
یضمن النصف اور اگر مستاجر نے جانور پر اپنے پیچھے اُس شخص کو سوار کر لیا جو بذات خود بلا اعانت جانور پر بیٹھا رہے اور جانور ہلاک ہوا تو مستاجر نصف قیمت کا تاوان
دے ہم اور اگر مستاجر پیچھے بیٹھا ہو تو تمام قیمت کا تاوان مستاجر پر لازم ہوگا کذا فی الغایۃ ولا اعتبار للثقل لان الآدمی غیر موزون اور اعتبار نہین گرانی وزن کا اسواسطے
کہ آدمی غیر موزون ہی یعنی آدمی کے تولنے کی عادت نہین تو عدد راکب کا اعتبار ہوگا نہ گرانی کا اور دوسری وجہ یہ ہی کہ ثقیل سوار جو واقفکار ہو جانور کو
ضرر نہین ہوتا اور خفیف ناواقف سے ضرر ہوتا ہی وہذا اذا کانت الدابۃ تطیق حمل الاثنین والا فالکل بکل حال اور یہ یعنی نصف تاوان اُسوقت
ہی جبکہ جانور دو شخصونکا بوجھ اُٹھا سکتا ہو اور اگر اُٹھا نہ سکتا ہو تو تمام قیمت کا تاوان ہی مستاجر پر ہر حال مین یعنی خواہ بذات خود مستمسک ہو یا نہو کما لو
حملہ الراکب علی عاتقہ فانہ یضمن الکل وان کانت تطیق حملہما لکونہ فی مکان واحد چنانچہ اگر دوسرے شخص کو مستاجر راکب نے اپنے کندھے پر اُٹھایا تو
مستاجر پر تمام قیمت کا تاوان لازم ہوگا اگرچہ جانور دونون کے بوجھ اُٹھانیکی طاقت رکھتا ہو بسبب ہونے بوجھ کے ایک مقام پر یعنی جب دونون کا بوجھ بیٹھ کر
ایک جگہ پڑا تو جانور پر شاق ہو کر ہلاکی کا موجب ہوا وان کان الردیف صغیرا لا یستمسک یضمن بقدر ثقلہ اور اگر پچھلا سوار ایسا طفل صغیر ہو کہ بذاتہ
جانور پر نہ بیٹھ سکتا ہو تو مستاجر تاوان دے بقدر اُسکی گرانباری کے یعنی جسقدر بوجھ بھاری ہوگیا صغیر کے سوار کرنے سے اُتنا تاوان لازم ہوگا کما لو شیٔا
آخر لو من ملک صاحبہا کولد الناقۃ لعدم الاذن چنانچہ دوسری چیز کے اُٹھا لینے سے بقدر اُسکے ثقل کے تاوان لازم ہوتا ہی اگرچہ وہ چیز محمول جانور
کے مالک کی ملک ہو چنانچہ اونٹنی کی سواری پر اونٹنی کے بچے کو اُٹھانا تاوان لازم ہوگا بواسطہ عدم اجازت مالک کے ولیس المراد ان الرجل
یوزن بل ان یسال اہل الخبرۃ کم یزید اور تاوان بقدر زیادت ثقل سے یہ مراد نہین کہ مرد تولا جاے بلکہ مراد یہ ہی کہ اہل دانش سے پوچھا جاے کہ کتنا
بوجھ زیادہ ہوگیا حمل صغیر یا حمل شے آخر سے ولو رکب علی موضع الحمل ضمن الکل لما مر اور اگر بوجھ کی جگہ پر سوار ہوگیا تو ہلاک کی صورت مین کل کا ضمان
دیگا بموجب اُس بیان کے کہ اوپر گذرا یعنی سواری اور بوجھ کا ثقل ایک ہی جگہ ہوگیا وکذا لو لبس ثیابا کثیرۃ اور یہی حکم ہی اگر مستاجر بہت سے کپڑے پہنکر سوار ہو
یعنی درصورت ہلاک تاوان کل کا دیگا کہ ایک ہی جگہ بہت بوجھ کر دیا ولو لم یلبسہ الناس ضمن بقدر ما زاد مجتبی اور اگر اسقدر ہون جتنے لوگ پہنتے ہون تو بقدر
زیادتی کے تاوان دیگا کذا فی المجتبی واذا ہلکت بعد بلوغ المقصد وجب جمیع الاجر لکونہ بنفسہ مع التضمین ای لنصف القیمۃ لکونہ غیرہ اور پیچھے سوار
کر لینے کی صورت مین اگر جانور بعد منزل مقصود پر پہونچنے کے ہلاک ہووے تو ساری اجرت واجب ہی اسوجہ سے کہ مستاجر خود سوار ہوا اور تاوان بھی
نصف قیمت جانور کا دیوے اسلیے کہ دوسرے کو سوار کیا ثم ان ضمن الراکب لا یرجع وان ضمن الردیف یرجع لیستاجرا من المستاجر الا اجر اگر سوار یعنی
مستاجر راکب نے تاوان دیا تو ردیف سے نہ بھر لے اور اگر ردیف نے تاوان دیا تو مستاجر سے بھر لے اگر اُسنے مستاجر کو کرایہ دینا کیا ہو اور اگر ردیف بطریق عاریت

سوار نہ ہوا ہو بلکہ بطریق عاریت سوار ہوا ہو تو رجوع جائز نہیں کذا فی الطحطاوی قید بکونہا عطبت لانہا لو سلمت لزم المسمی فقط مصنف نے مسئلہ ردیف
مین جانور کے ہلاک ہونیکی قید لگائی اسواسطے کہ اگر جانور باوجود ارداف سلامت رہا تو فقط مقرری کرایہ لازم آویگا نہ تاوان یعنی جمیع صور مذکورہ
مین کذا اسمین الطحطاوی و بکونہ اردفہ لانہ لو اقعدہ فی السرج صار غاصبا فلا اجر علیہ بحر عن الغایۃ اور مصنف نے مسئلہ مذکورہ مین ارداف ردیف
کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر مستاجر اسکو زین پر بٹھائیگا اور آپ پیچھے بیٹھے گا تو غاصب ٹھہرے گا تو اسپر اجرت لازم نہوگی یعنی فقط تاوان اسپر لازم ہوگا نہ
کرایہ کذا فی البحر عن الغایۃ لکن فی السراج الوہاج عن المشکل ما یخالفہ فلیتامل عند الفتوی کیف وفی الاشباہ وغیرہا ان الاجر والضمان لا یجتمعان لیکن سراج
وہاج مین مشکل سے وہ قول مذکور ہے جو قول مصنف وجوب اجر مع التضمین کے مخالف ہے تو مفتی کو تامل کرنا چاہیے فتوی دینے کیوقت کیونکر نہ ہو اور
حالانکہ اشباہ وغیرہ مین یہ مذکور ہے کہ اجرت اور تاوان مجتمع نہیں ہوتے ہم سراج مین مشکل سے یون مذکور ہے کہ ارداف کی قید اتفاقی ہے تو خواہ مستاجر آگے
سوار ہو یا پیچھے دونون صورت مین حکم یکسان ہے شارح نے امر بالتامل سے اشارہ کیا کہ اس مسئلہ مین دو قول ہین طحطاوی نے کہا اشباہ کی عبارت کا
ذکر بلا وجہ ہے اسواسطے کہ اجرت بمقابلہ رکوب مستاجر ہے اور تاوان بمقابلہ رکوب ردیف ہے تو ایک راہ سے اجتماع اجرت اور تاوان کا نہوا اور اجتماع
تاوان کا اجرت کے ساتھ وہان ممتنع ہے جہان تاوان سے اجارہ کی چیز کا مستاجر مالک ہو جاوے اور یہان ایسا نہیں واذا استاجرہا لیحمل علیہا مقدار
فحمل علیہا اکثر منہ فعطبت ضمن ما زاد او الثقل اور جبکہ جانور کرایہ لیا تاکہ اسپر مقدار معین لادے اور اسپر اس سے زیادہ تر لادا اور وہ ہلاک ہوگیا
تو تاوان اسے بقدر زیادہ ہو جانے بوجھ کے ہے مثلا تین من لادنا مقرر ہوا سو اسنے چار من لادا تو جانور کی چوتھائی قیمت کا تاوان مستاجر پر لازم ہوگا
اسواسطے کہ ہلاکی ہوئی تمام بوجھ سے مگر تین من کا لادنا ماذون تھا سو اسکا حصہ ساقط ہوگیا اور ایک من غیر ماذون تھا اور وہ چہارم ہے لہذا چہارم
قیمت کا تاوان لازم ہوا وہذا اذا حملہا المستاجر فان حملہا صاحبہا بیدہ وحدہ فلا ضمان علی المستاجر لانہ ہو المباشر عمادیۃ اور یہ حکم اسوقت ہے جبکہ خود
مستاجر اسپر بوجھ لادے سو اگر جانور کا مالک اپنے ہاتھ سے تنہا اسپر لادے تو مستاجر پر تاوان نہیں اسواسطے کہ مالک ہی تو مباشر ہے کذا فی العمادیہ ہم خواہ مالک
زیادتی کو جانتا ہو یا نجانتا ہو مستاجر پر تاوان لازم نہوگا اور اگر مالک کہے کہ بوجھ زیادہ تھا تو اسکو جواب دیا جاوے کہ تو نے کیون نہ تول لیا تھا علامہ مقدسی
نے کہا اسمین تامل ہے اسمین اشارہ ہے تاوان مستاجر کا بسبب نہ معلوم ہونے مالک کے اور یہ بحث ہے مقدسی کی نہ روایت اور عمادیہ کے مانند
تتمۃ الفتاوی مین بھی مذکور ہے کذا فی الطحطاوی وان حملا الحمل معا ووضعاہ علیہا وجب النصف علی المستاجر لفعلہ وہدر فعل ربہا مجتبی اور اگر مستاجر اور
مالک جانور نے بوجھ ساتھ اٹھایا اور جانور پر دونون نے رکھا تو نصف قیمت کا تاوان مستاجر پر واجب ہوگا اسکے فعل کے سبب سے اور اسکے مالک کا
فعل باطل بلا عوض ہوگا کذا فی المجتبی ولو کان الحمل فی جوالقین فحمل کل واحد منہما جوالقا ای کعدل مثلا وحدہ ووضعاہ علیہا معا او متعاقبا
لا ضمان علی المستاجر ویجعل حمل المستاجر ما کان مستحقا بالعقد غایۃ اور اگر مثلا گیہون ہو دو گونین اور مستاجر اور مالک ہر واحد نے ایک ایک گون
تنہا اٹھائی اور دونون نے جانور پر ساتھ ہی یا آگے پیچھے رکھی تو مستاجر پر تاوان نہیں یعنی درصورت ہلاکت اور مستاجر کا اٹھانا اور لادنا مستحق بعقد
اجارہ ٹھہرایا جاویگا کذا فی الغایۃ شارح نے کہا جوالق یعنی ایک طرف ہی گٹھے کے مانند مثلا ومفادہ انہ لا ضمان علی المستاجر سواء تقدم او تاخر وہو الوجہ ومن
ثم عولنا علیہ علی خلاف ما فی الخلاصۃ کذا فی شرح المصنف اور غایۃ التحقیق کی تعلیل سے مستفاد ہوا کہ مستاجر پر تاوان نہیں خواہ وہ گون کو پہلے رکھے یا
پیچھے اور یہی وجہ قوی ہے اسی سبب سے ہمنے اسپر اعتماد کیا خلاصہ کے برخلاف ایسا مذکور ہے مصنف کی شرح مین قلت وما فی الخلاصۃ ہو ما یوجد فی
بعض نسخ المتن من قولہ کذا لا ضمان لو حمل المستاجر اولا ثم رب الدابۃ وان حملہا ربہا اولا ثم المستاجر ضمن نصف القیمۃ انتہی
قلت مین کہتا ہون اور جو خلاصہ مین ہے وہ اس متن کے بعض نسخون مین موجود ہے مصنف کا یہ قول اور اسیطرح تاوان نہیں اگر مستاجر نے پہلے گون لادی

پھر جانور کے مالک نے اور اگر اُسکے مالک نے اول لادی پھر مستاجر نے تو مستاجر نصف قیمت کا تاوان دے انتہی ما فی الخلاصۃ تو خبردار رہو اس قول
غیر مستحسن سے وہٰذا ای ما مر من الحکم اذا کانت الدابۃ المستاجرۃ تطیق مثلہ اور یہ یعنی مسئلہ اول مین جو حکم گذر گیا تاوان بقدر زیادت ثقل کے اُسوقت
ہے جبکہ کرایہ کا جانور ایسے بوجھ کی طاقت رکھتا ہو اما اذا کانت لا تطیق فجمیع القیمۃ لازم علی المستاجر زیلعی ویجب علیہ کل الاجر للحمل والضمان
للزیادۃ غایۃ اور جبکہ جانور اُتنے بوجھ اٹھانے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو جانور کی پوری قیمت لازم ہوگی مستاجر پر کذا فی الزیلعی اور مستاجر پر تمام اجرت
واجب ہوگی اجرت واجب ہوئی لادنیکے سبب سے اور تاوان لازم ہوا زیادہ لادنیکی جہت سے کذا فی غایۃ التحقیق ہم شارح نے یہ جواب دیا سوال
مقدر کا سوال یہ ہے کہ یہان اجرت اور ضمان کا کیونکر اجتماع ہوا حالانکہ اشباہ سے مذکور ہو چکا کہ دونون مجتمع نہین ہوتے خلاصہ جواب یہ ہے کہ
لزوم تاوان کی وجہ اور ہے اور وجوب اجر کی اور ہے اور منع وہ اجتماع ہے جو ایک ہی وجہ سے ہو وافاد بالزیادۃ انہا من جنس المسمی فلو من غیرہ
ضمن الکل کما لو حمل المسمے وحدہ ثم حمل علیہا الزیادۃ وحدہا بحر اور مصنف نے لفظ زیادت سے فائدہ ظاہر کر دیا کہ زیادت حمل معین کی جنس سے ہے
تو اگر زیادتی اسکے مغائر ہو تو کل قیمت کا تاوان مستاجر پہ لازم ہوگا چنانچہ اس صورت مین تمام تاوان لازم ہے کہ اگر فقط حمل معین بلا خلط زیادت
لادا پھر جانور پر فقط زیادت لادے کذا فی البحر قال ولم یتعرضوا للاجرۃ اذا سلمت لظہور وجوب المسمی فقط وان حملہا المستاجر لان منافع الغصب لا تضمن عندنا
صاحب بحر نے کہا اور مصنفین نے تعرض نکیا اجرت کے بیان کا جبکہ جانور سلامت رہا بسبب ظاہر ہونے اجرت معینہ کے وجوب کے اگرچہ زیادت کو فقط
مستاجر نے لادا ہو اسواسطے کہ زیادہ لادنا غصب ہے اور غصب کے منافع کا ہمارے نزدیک تاوان نہین ومنہ علم حکم المکاری فی طریق مکۃ اذ ظہور وجوب المسمی
سے معلوم ہو گیا مکہ معظمہ کی راہ مین کرایہ دار کا حکم یعنی جبکہ حمل معین پر کچھ بوجھ زیادہ لادا اور جانور سلامت پہونچا تو زیادہ لادنے سے کسی چیز کا استحقاق
ثابت نہ ہوگا فقط اجرت مقررہ لازم ہوگی لیکن زیادہ لادنا حلال نہین کذا فی الطحطاوی وضمن بضربہا وکبحہا بلجامہا التقیید للاذن بالسلامۃ اور مستاجر
تاوان دے درصورت ہلاکت جانور کے مارنیسے اور اسکی لگام کھینچنے سے بسبب مقید ہونے اذن کے سلامتی کے ساتھ یعنی ہرچند مارنا اور لگام کھینچنا کھڑا کرنیکے واسطے
مالک کے اذن سے ثابت ہے لیکن یہ اذن وہان تک ہے جب تک کہ جانور تلف نہو جاوے حتی لو ہلک الصغیر بضرب الاب والوصی للتادیب ضمن لو قوعہ بزجر و
تعریک تو اگر صغیر باپ یا وصی کے ادب دینے کی مار سے مرجاوے تو تاوان یعنی دیت لازم ہوگی بسبب واقع ہونے تادیب کے جھڑکنے اور کان مروڑنے سے
وقالا لا یضمنان بالمتعارف اور صاحبین نے کہا کہ باپ اور وصی پہ تاوان نہین ضرب متعارف اور مروج سے اور اسی طرح مستاجر پر تاوان نہین جانور کے
مارنے اور لگام کھینچنے سے بشرط ضرب متعارف کذا فی الطحطاوی وفی الغایۃ عن التتمۃ الاصح رجوع الامام لقولہما اور غایۃ التحقیق مین تتمہ سے مذکور ہے کہ امام کا رجوع کرنا صاحبین
کے قول کیطرف صحیح تر قول ہے لا یضمن بسوقہا اتفاقا مستاجر پہ تاوان نہین جانور کے ہانکنے سے باتفاق امام وصاحبین وظاہر الہدایۃ ان للمستاجر الضرب
للاذن العرفی اور ہدایہ کا ظاہر قول اسپر دلالت کرتا ہے کہ مستاجر کو جانور کا مارنا جائز ہے اذن عرفی کے سبب سے ہم شارح نے ہدایہ کا قول اسواسطے ذکر کیا کہ
اباحت ضرب معتاد معلوم ہو بشرط سلامت واما ضربہ لدابۃ نفسہ فقال فی القنیۃ عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالے لا یضربہا اصلا ویخاصم فیما زاد علی التادیب
اور مالک کا مارنا اپنے جانور کو پس قنیہ مین ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالے سے ہے کہ اُسکو اصلا نمارے اور اُس سے مواخذہ ہوگا اُس ضرب مین جو تادیب سے زیادہ ہو
ہم یعنی ہر شخص کو منع کرنا جائز ہے علے الخصوص جبکہ مالک جانور کے منھ پہ مارے وضمن بنزع السرج ووضع الاپکاف سواء یوکف بمثلہ ام لا اور تاوان دے
زین کے اُتار لینے اور پالان کے باندھنے سے خواہ ویسا پالان اُسپر باندھا جاتا ہو یا نہ باندھا جاتا ہو ہم طحطاوی نے کہا شاید کہ شارح پر ایکاف مشتبہ ہوا
اکاف کے ساتھ اسواسطے کہ ایکاف مصدر ہے بمعنی پالان نہادن اور اکاف بکسر اول بمعنی پالان ہے و لہذا لفظ وضع کو شارح نے زیادہ کیا حالانکہ اسکی حاجت
نہ تھی اسواسطے کہ ایکاف خود بمعنی وضع ایکاف ہے وبالاسراج بما لا یسرج بہٰذا الحمار بمثلہ جمیع قیمتہ اور اس طرح کے زین باندھنے سے کہ ویسا زین اس

گدھے پر نہین باندھا جاتا اُسکی تمام قیمت کا تاوان لازم ہوگا ھ صاحبین کے نزدیک پالان زین کے مانند ہی تو تاوان لازم نہین مگر درصورت زیادتی
وزن حقائق مین عیون سے منقول ہی صاحبین کے قول پر فتوی ہی کذا فی الطحطاوی ولو بمثلہ او اسرجہا مکان الایکاف لایضمن الا اذا زاد وزنا
فیضمن بحسابہ ابن کمال اور اگر ایسا زین باندھا جیسا زین اُسپر باندھا جاتا ہی یا بجاے پالان کے زین باندھا تو تاوان لازم نہوگا مگر جبکہ تول مین
زین پالان سے زیادہ ہو تو اُسکے حساب کے موافق تاوان لازم ہوگا کذا ذکرہ ابن کمال ھ یعنی گر پالان ہو دو سیر کا اور زین ہو چار سیر کا تو نصف
قیمت کا تاوان لازم اویگا کما یضمن لو استاجرہا بغیر لجام فالجمہا بلجام لایلجم بمثلہ چنانچہ مستاجر تاوان دیگا درصورت ہلاکت اگر جانور کرایہ لیا بدون
لگام کے پھر اُسکے منھ مین ایسی لگام لگائی کہ ویسی لگام اُسکے لگائی نہین جاتی ولذا لو ابدلہ لان الحمار لایختلف باللجام وغیرہ غایۃ اور اسیطرح تاوان لازم
ہوگا اگر مستاجر نے ایسی لگام بدلکر لگائی جیسی لگام اُسکے لگائی نہین جاتی اسواسطے کہ گدھا لگام وغیرہ سے بدل نہین جاتا کذا فی غایۃ التحقیق ھ
طحطاوی نے کہا تاوان کی یہ تعلیل مناسب تر تھی کہ لگام غیر مماثل سے مستاجر متعدی ٹھہرا او سلک طریقا غیر ما عینہ المالک وتفاوتا بعدا او
وعرا او خوفا بحیث لایسلکہ الناس ابن کمال یا مستاجر وہ راہ چلا جو مغائر تھی اُس راہ کے جسکو جانور کے مالک نے مقرر کردی تھی در دونون راہین
متفاوت تھین دوری یا سخت ہونے یا خوف مین اسطرح کہ لوگ اُس راہ مین نہ چلتے ہون کذا ذکرہ ابن کمال او حملہ فی البحر اذا قیدہ بالبر مطلقا سلکہ الناس
او لا لتحمل البحر فلو لم یقیدہ بالبر لا ضمان یا حمال مستاجر کا اسباب لادلیگیا دریا مین جبکہ مستاجر نے قید لگائی تھی خشکی مین لیجانیکی تو مطلقا تاوان لازم اویگا خواہ
لوگ دریا کی راہ چلتے ہون یا نہ چلتے ہون بسبب مخطور ہونے دریا کے تو اگر خشکی کی قید نہ لگائی ہو تو تاوان لازم نہوگا یعنی تلف ہو جانے سے وان بلغ
المنزل فلہ الاجر لحصول المقصود اور اگر حمال نے مستاجر کا اسباب منزل پر پہونچا دیا دریا کی راہ سے تو اُسکی اُجرت ثابت ہوگی بسبب حاصل ہونے
مطلب کے یعنی تو گویا اُس سے مخالفت متحقق نہوئی وضمن بزرع رطبۃ وقد امر بالبر ما نقص من الارض لان الرطبۃ اضر من البر رطبہ بونے سے حالانکہ
مالک نے گیہون بونے کا امر کیا تھا تاوان لازم ہوگا بقدر ناقص ہو جانے زمین کے اسواسطے کہ رطبہ زمین کے حق مین زیادہ تر مضر ہی گیہون سے یعنی اسواسطے
کہ رطبہ کی جڑین بکثرت ہوتی ہین اور دور تک پھیلتی ہین ولا اجر لانہ غاصب الا فیما استثنی کما سیجی اور صورت مذکورہ مین اجرت نہین اسواسطے کہ رطبہ
بونے والا غاصب ٹھہرا اور غاصب پر تاوان ہی اجرت نہین مگر چند مسائل مستثنے مین اجرت ہی چنانچہ آگے مذکور ہوگا قید بزرع الاضر لانہ بالاقل
ضررا لا یضمن ویجب الاجر مصنف نے تاوان مین مضر تر کے بونے کی قید لگائی اسواسطے کہ کم ضرر والی کے بونے سے تاوان لازم نہوگا اجرت واجب
ہوگی ھ اقل مضرت کی صورت یہ ہی کہ رطبہ بونے کے واسطے زمین اجارہ لی اور گیہون بویا وضمن بخیاطۃ قباء وقد امر بقمیص قیمۃ ثوبہ اور قبا کے
سینے سے اور حالانکہ درزی کو قمیص سینے کا مستاجر نے حکم کیا تھا اُسکے کپڑے کی قیمت کا تاوان لازم ہوگا ھ قبا اُسکو کہتے ہین جسکا آگا کھلا ہو اور
قمیص وہ ہی جسکا آگا اور پیچھا دونون سیا ہو وله ای لصاحب الثوب اخذ القباء ودفع اجر مثلہ لایجاوز بہ المسمی کما ہو حکم الاجارۃ الفاسدۃ اور اُسکو
یعنی کپڑے کے مالک کو جائز ہی قبا کا لینا اور قبا کی سلائی کی ایسی اجرت دینی جو قمیص کی اجرت معینہ سے زیادہ نہو چنانچہ اجارہ فاسدہ کا حکم ہی یعنی
اجارہ فاسدہ مین وہ اجرت مثل لازم ہوتی ہی جو مسمی سے زیادہ نہو وکذا لو خاطہ سراویل وقد امر بالقباء فان الحکم کذلک فی الاصح فتقیید
الدرر بالقباء اتفاقی اور اسی طرح جبکہ درزی نے پاجامہ سیا اور حالانکہ کپڑے والے نے قبا سینے کا امر کیا تھا تو اسی طرح کا حکم ہی اصح قول مین یعنی مستاجر
مختار ہی چاہے کپڑے کا تاوان لے چاہے پاجامہ لے اور اُسکی مزدوری دے تو درر مین قبا کی قید لگانا اتفاقی ہی ھ درر مین تخییر کا حکم درصورت قمیص اور قبا
کے مذکور ہی مصنف نے بلفظ سراویل اشارہ کیا کہ ذکر قبا اتفاقی ہی ہر مخالفت کا یہی حکم ہی وضمن بصبغہ اصفر وقد امر باحمر قیمۃ ثوب ابیض و
ان شاء المالک اخذہ واعطاہ ما زاد الصبغ فیہ ولا اجر لہ اور رنگریز سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان دے زرد رنگنے سے اور حالانکہ مالک نے

سرخ رنگنے کو کہا تھا اور اگر مالک چاہے تو زرد رنگین کو لے اور رنگریز کو اُتنا دے جتنی قیمت سفید کپڑے کی زردی سے زیادہ ہو گئی اور رنگریز کے واسطے
اجرت نہین یعنی سرخی کی ولو صبغ ردیا ان لم یکن الصبغ فاحشا لا یضمن الصباغ وان کان فاحشا عند اہل فنہ ضمن قیمتہ ثوب ابیض خلاصہ اور
اگر رنگریز نے ناقص رنگ رنگا تو اگر رنگ نہایت ناقص نہو تو رنگریز پر تاوان نہین اور اگر نہایت ناقص ہو رنگریزی کے پیشے والون کے نزدیک تو
سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان دے کذا فی الخلاصۃ فروع مسائل ملحقہ بشارح کے قال للخیاط اقطع لطولہ وعرضہ وکمہ کذا فجاء ناقصا ان قدر اصبع ونحوہ عفو وان
اکثر ضمنہ درزی سے کہا کہ قبا یا قمیص قطع کر جسکا طول و عرض اور آستین اسقدر ہو سو وہ کم ہوا مقدار معین سے سو اگر بقدر انگلی یا اُسکے مانند کم ہو تو
معاف ہی اور اگر زیادہ ہو تو اُسکا تاوان دے قال ان کفانی قمیصا فاقطعہ بدرہم وخطہ فقطعہ ثم قال لا یکفیک لا یضمن مالک نے درزی سے کہا کہ اگر یہ کپڑا میرے
قمیص کے واسطے کفایت کرتا ہو تو اُسکو قطع کر ایک درم کی مزدوری پر اور اُسکو سی درزی نے قطع کیا پھر بولا کہ یہ کپڑا تیرے قمیص کے واسطے کافی نہین تو اُسپر
تاوان لازم ہوگا یعنی اسواسطے کہ اُسنے دھوکا دیا ولو قال ایکفینی قمیصا فقال نعم فقال اقطعہ فقطعہ ثم قال لا یکفیک لا یضمن اور اگر مالک نے کہا درزی سے کہ یہ کپڑا
کیا میرے قمیص کو کافی ہی اور درزی نے کہا کہ ہان پھر مالک نے کہا اسکو قطع کر اور اُسنے قطع کیا پھر درزی بولا کہ تجھکو کفایت نہین کرتا تو اُسپر تاوان لازم
نہین ہم اسواسطے کہ مالک کے حکم سے قطع کیا اور کلام سابق اخبار ہی نہ حکم کذا فی الطحطاوی نزل الجمال فی مفازۃ ولم یرحل حتی فسد المال بالسرقۃ او ضمن ان
السرقۃ والمطر غالبا خلاصہ ساربان اُترا میدان مین اور وہان سے کوچ نہ کیا یہان تک کہ مال فاسد ہو گیا چوری یا بارش سے تو اگر چوری اور بارش
وہان اکثر ہوا کرتی ہو تو تاوان اُسپر لازم ہوگا یعنی سواسطے کہ غالب الوقوع بمنزلہ متحقق الوقوع کے ہی تو وہ متعدی ٹھہرا وہان کے چھوڑنے سے اور اگر
غالب الوقوع نہو تو تاوان نہین کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ استعان برجل فی السوق لیبیع متاعہ فطلب منہ اجرا فالعبرۃ لعادتہم اور اشباہ مین ہی
مددگاری چاہی ایک مرد سے بازار مین تاکہ اُسکا مال بیچدے سو اُسنے مزدوری مانگی تو اُنکی عادت کا اعتبار ہی یعنی بلا اقرار اجرت اُسنے مال بیچدیا پھر مزدوری
مانگی تو اہل بازار کی عادات کا اعتبار ہی کہ اگر اجرت لیکر بیچ دیتے ہون تو اجرت مثل واجب ہوگی اور اگر بلا اجرت کام کر دیتے ہون تو اجرت لازم نہین وکذا لو
ادخل رجلا فی حانوتہ لیعمل لہ اور اسیطرح کا حکم ہی اگر اپنی دکان مین کسی مرد کو داخل کیا اپنے کام کروانے کے واسطے یعنی عادت کا اعتبار ہوگا وجوب و عدم وجوب
اجرت مین وفی الدرر دفع غلامہ او ابنہ لحائک مدۃ کذا لیعلمہ النسج وشرط علیہ کل شہر کذا جاز ولو لم یشترط فبعد التعلیم طلب کل من المعلم والمولی اجرا من الآخر اعتبر
عرف البلدۃ فی ذالک العمل اور درر مین ہی کہ مولی نے اپنا غلام یا بیٹا جولاہے کو سپرد کیا مدت معینہ تک تاکہ وہ اُسکو کپڑا بننا سکھادے اور مولی نے استاد پر
ہر مہینے مین کچھ اجرت شرط کی تو یہ جائز ہی اور اگر اجرت شرط نہ کی اور تعلیم کے بعد ہر واحد معلم اور مولی سے اجرت طلب کرے دوسرے سے تو رواج شہر کا اس کام
مین معتبر ہوگا ہم یعنی اگر عرف شہر استاد کا شاہد ہو تو اس کام کی تعلیم کی اجرت مثل استاد کو دلائی جاے اور اگر عرف مولی کے واسطے شاہد ہو تو غلام کی اجرت
مثل استاد پر لازم ہوگی کذا فی الدرر عن قاضی خان وفیہا استاجر دابۃ الی موضع فجاوزہا الی آخر ثم عاد الی الاول نعطبت ضمن مطلقا فی الاصح کما فی العاریۃ وہو قولہما
والیہ رجع الامام کما فی مجمع الفتاوی اور درر مین ہی کہ جانور کرایہ لیا ایک مکان تک اور وہان سے بڑھا کر اور مکان تک لیگیا بعد اسکے اول مکان کیطرف پھر آیا اور جانور
ہلاک ہو گیا تو مستاجر پر مطلقا تاوان لازم ہوگا اصح قول مین جیسے کہ عاریت مین تاوان لازم آتا ہی مطلقاً اور صاحبین کا قول ہی اور اسی قول کی طرف
امام نے رجوع کیا کذا فی مجمع الفتاوی ہم مطلقاً یعنی خواہ آمد و رفت دونون کے واسطے کرایہ ہوا ہو خواہ فقط جانے کے واسطے بہرصورت تاوان لازم ہی اور یہی
حکم ہی عاریت لیجانیکا کہ تاوان لازم آویگا مطلقا مکان معہود کے تجاوز سے وفیہ خوفہ المکاری فرجع واعاد الحمل لمحلہ الاول لا اجر لہ ینبغی ان یجبر علی الاعادۃ لو کان
لہ مکاری یعنی جانور کے کرایہ دینے والے کو خوف دلایا سو وہ پھر آیا اور مکان اول کیطرف بوجھا پھیر لایا تو اُسکی مزدوری نہین اور لائق یہ ہی کہ اُسپر زبردستی
کیجاے دوبارہ لیجانے پر کذا فی مجمع الفتاوی وفیہ دفع ابریسما الی الصباغ لیصبغہ بکذا ثم قال لم تصبغہ ورددہ علی فلم یردہ ثم ہلک لا ضمان ومجمع الفتاوی مین ہی کہ ریشم دیا رنگریز کو

تا اسکو نہ لگے اسیقدر اجرت پھیر لے کیا بولا کہ اسکو مت رنگ اور مجھکو پھیر دے سو اُسنے نہ پھیر دیا پھر کپڑا تلف ہوگیا تو رنگریز پر تاوان نہیں و فیہ سئل ظہیر الدین

عمن استاجر رجلا للعمل لہ فی الضیعۃ فلما خرج نزل المطر و امتنع بسببہ ہل لہ الاجر قال لا اور مجمع الفتاوی مین ہی کہ ظہیر الدین سے اُس شخص کے حکم کا سوال ہوا جس نے ایک مرد کو مزدور کیا تاکہ اُسکا کام کرے زمین مین سو جبکہ مزدور کام کے واسطے نکلا مینہ برسنے لگا اور وہ کام سے باز رہا اُسکے سبب سے

کیا اُسکی اجرت لازم ہوگی ظہیر الدین نے جوابدیا کہ نہیں یعنی اسواسطے کہ معقود علیہ واقع نہوا ابلا منع مستاجر استاجر دابۃ لیحملہا کذا فمرضت فحملہا دونہا ہل

للمستکری الرجوع بحصتہ قال لا لانہ رضی بذلک جانور کرایہ لیا تا اُسپر اتنا بوجھ لادے سو جانور بیمار ہوگیا تو حمل معین سے کمتر لادا تو کیا مستاجر کو کمی کے حصہ کے

موافق کرایہ پھیر لینا جائز ہی ظہیر الدین نے جوابدیا کہ جائز نہیں اسواسطے کہ مستاجر اسیقدر بوجھ لادنے پر راضی ہوگیا استاجر رحی فمنعہ الجیران عن الطحن لتعدی ہن البناء

وحکم القاضی بمنعہ ہل تسقط حصتہ مدۃ المنع قال لا مالم یمنع ظاہرا من الطحن مستاجر نے چکی کرایہ لی سو اسکو پڑوسیون نے پیسنے سے منع کیا بسبب کمزور

ہوجانے مکانات کے اور قاضی نے بھی منع کا حکم کیا تو مدت منع کا حصہ کیا ساقط ہوگا ظہیر الدین نے جوابدیا کہ ساقط نہوگا جبتک ظاہر مین پیسنے سے

منع نکیا جائیگا ہم مرادیہ ہی واللہ اعلم کہ لوگ اُسکو چکی نہ پیسنے دین یا چکی کے گھمانے والے جانور کو کھول دین کذا فی الطحطاوی استاجر حماما سنۃ فغرق مدۃ

ہل یجب کل الاجر قال انما یجب بقدر ما کان منتفعا ایک برس کو حمام کرایہ لیا سو ایک مدت تک پانی مین ڈوبا رہا تو کیا تمام اجرت واجب ہوگی ظہیر الدین نے

جوابدیا کہ بقدر حصول منفعت اجرت واجب ہوگی و فی الوہبانیۃ ﴿ ویسقط فی وقت العمارۃ مثل ما ۔ لو انہدم بعض الدار فالہدم یحرر ﴾ اور وہبانیہ مین

ہی اور ساقط ہوتا ہی اجر عمارت کے وقت مین مانند اُس سقوط کے کہ گھر کا بعض مکان منہدم ہوجائے تو انہدام تخمین کیا جائے ہم یعنی مقدار انہدام

تخمین کرکے بقدر اُسکے اجرت ساقط کیجاوے اور یہ ظاہر الروایۃ کے مخالف ہی ظاہر الروایۃ یہ ہی کہ گھر کے بعض مکان کے گرجانے سے کرایہ ساقط نہین ہوتا

کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ لعبد البر ﴿ خالف فی قدر العمارۃ آمر ۔ یقدم فیہا قولہ لا المعمر ﴾ اور مخالفت کی مالک امر کرنے والے نے مستاجر کی عمارت

کی مقدار مین تو اسمین مالک کا قول مقدم ہوگا نہ مستاجر عمارت کے بنانے والے کا ہم صورت مسئلہ یہ ہی کہ مالک خانہ نے مستاجر کو امر کیا عمارت بنانے کا

اور کرایہ مین مجرا کر لینے کا تو عمارت مین دونون نے اتفاق کیا اور مقدار صرف مین اختلاف کیا تو صاحب خانہ کا قول مقبول ہوگا اور گواہ مستاجر کے

مسموع ہونگے کذا فی الطحطاوی عن خزانۃ الاکمل قلت ومفادہ رجوع المستاجر بما ثبت علی الموجر بمجرد الامر یعنی الاتی تنور و بالوعۃ فلا بد من شرط الرجوع علیہ

مین کہتا ہون اسکا مفاد قول سابق پھیر لینا ہی مستاجر کا اُس چیز کو جو موجر پر ثابت ہو مجرد امر کرنے سے یعنی مگر تنور اور نجاست کے چہ بچہ کے بنانے مین

رجوع بمجرد امر کے نہین تو ضرور ہی اشتراط رجوع سے موجر پر ہم طحطاوی نے کہا شارح کا یہ قول مسئلہ نظم سے مرتبط نہین بلکہ قنیہ کی عبارت سے مرتبط ہی جو

شرح وہبانیہ مین مذکور ہی اسطرح کہ نجم الائمہ بخاری نے کہا کہ جب مستاجر گھر مین عمارت بناوے مالک کے امر سے تو جسقدر اُسکا صرف ہو امر سے پھیر لے

اگرچہ رجوع صریحا شرط نہو پھر قاضی خان سے نقل کیا کہ تنور اور چہ بچہ مین رجوع بمجرد اذن بلا شرط صحیح نہین انتہی ما فی القنیۃ تو معلوم ہوا کہ جو شارح نے ذکر کیا وہ

قنیہ کا صحیح ہی نہ مفاد ولو خربت الدار سقط کل الاجر ولا تنفسخ بہ ما لم یفسخہا المستاجر بحضرۃ الموجر ہو الاصح اور اگر کرایہ کا گھر ویران ہوگیا تو تمام کرایہ ساقط ہوگا اور اجارہ

ویرانی سے فسخ نہین ہوجاتا جبتک اسکو موجر کے سامنے فسخ نہ کرے یہی قول صحیح ہی ہم اگر بعضا مکان گھر کا منہدم ہوگیا اور مالک خانہ غائب ہی یا بیمار ہی کہ حیلہ سے

قاضی کی مجلس مین حاضر نہین ہوتا تو اجارہ فسخ نہ ہوگا اور قاضی اُسکی طرف سے وکیل قائم کرے کہ وہ فسخ کرلے کذا فی الطحطاوی عن القنیۃ و اذا بنیت لا

خیار لہ اور جبکہ گھر بنا یا جاتا ہو بعد انہدام کے تو مستاجر کا اختیار نہین یعنی اسواسطے کہ انہدام قبل الفسخ سے انفساخ نہین ہوتا اور نہ سکنی عرصتہا لا یجب الاجر

قال ابن الشحنۃ قلت وفی نفیہ نظر ولعلہ ارید المسمی اما اجرۃ المثل وحصۃ العرصۃ فلا مانع من لزومہا فتامل و سیجئی فی فسخہا ما یفیدہ فتنبہ اور خانہ منہدم کے

پیش دروازے کے میدان کی سکونت مین اجرت واجب نہین یہ کہا ہی ابن شحنہ نے مین کہتا ہون کہ اُسکی نفی مین اعتراض ہی اور شاید کہ نفی سے مراد

اقتصار کیا ہی ارباب شروح اور متون نے ترجیح مذہب پر قلت فی البدائع لو اجر مشاعا یحتمل القسمۃ فقسم وسلم جاز لزوال المانع ولو ابطلہا الحاکم ثم قسم وسلم
لم یجز یعنی کتابوں اور بدائع مین ہی کہ اگر اس مشاع کو اجارہ دیا جو قابل قسمت کے ہی پھر اسکی قسمت کی اور تسلیم کی اجارہ جائز ہی بسبب دور ہو جانے
مانع کے یعنی شیوع کے اور اگر حاکم نے اجارہ مشاع کو باطل کر دیا پھر اسکی قسمت اور تسلیم واقع ہوئی تو جائز نہین ویفتی بجوازہ لو البناء لرجل والعرصۃ لآخر فصولین
من الفصل الحادی والعشرین یعنی الوسط منہ اور فتوی دیا یا ہے اجارہ کے جواز کا اگر عمارت ایک مرد کی ہو اور زمین اسکی دوسرے شخص کی چنانچہ فصولین
مین ہی اکیسوین فصل سے یعنی اس فصل کے درمیان مین یہ مسئلہ مذکور ہی یعنی اگر صاحب عمارت اسکو اجارہ دے صاحب زمین یا اسکے غیر کو تو جائز ہی
اور اس زمین کا اجارہ بلا عمارت بھی جائز ہی کذا فی الطحطاوی عن الجامع وتفسد بجہالۃ المسمی کلہ او بعضہ کتسمیۃ ثوب او دابۃ او مائۃ درہم علی ان یرمہا
المستاجر بصیرورۃ المرمۃ من الاجرۃ فیصیر الاجر مجہولا اور اجارہ فاسد ہوتا ہی اجر مسمی کی جہالت سے تمام اجر مجہول ہو یا بعض چنانچہ نام لینا کپڑے یا جانور کا
یا سو درم کا اس شرط پر کہ مستاجر گھر کی مرمت کرے بسبب ہو جانے مرمت کے اجرت مین سے یعنی خرچ مرمت کا اجرت مین داخل ہو گیا تو اجرت مجہول
ہو گئی اسواسطے کہ معلوم نہین کہ کتنا مرمت مین صرف ہوگا اور کپڑا اور جانور تمام اجر کے مجہول ہونیکی مثال ہی اسواسطے کہ معلوم نہین کہ کون کپڑا اور کون جانور
اور سو درم اور مرمت جہالت بعض کی مثال ہی وتفسد بعدم التسمیۃ اصلا او بتسمیۃ خمر او خنزیر اور اجارہ فاسد ہوتا ہی اجرت کے مطلق نام نہ لینے سے یا شراب یا سور
کے نام لینے سے عدم تسمیہ کی یہ صورت ہی کہ موجر نے مستاجر سے کہا کہ مین نے اپنا گھر ایک مہینہ یا ایک برس تک تجکو اجارہ دیا اور یہ نہ کہا کہ اتنے کرایہ پر کذا فی
المنح فان فسدت بالاخیرین لجہالۃ المسمی وعدم التسمیۃ وجب اجر المثل یعنی الوسط منہ لا ینقص عن المسمی سو اگر اجارہ فاسد ہو گیا پچھلے دو سبب سے یعنی مسمی
کی جہالت سے اور عدم تسمیہ سے تو اجرت مثل واجب ہوگی یعنی مجہول اجرت نہ اکثر نہ اقل اور اجرت کم نہوگی مسمی سے ہم شارح کے اس قول یعنی لا ینقص عن المسمی مین
خلل ہی اسواسطے کہ دونون صورتون مین تسمیہ نہین اسواسطے کہ عدم تسمیہ مین امر ظاہر ہی اور جہالت مسمی تو در حکم عدم ہی کذا فی الطحطاوی لا بالتمکین بل باستیفاء
المنفعۃ حقیقۃ کما مر بالغا ما بلغ لعدم ما یرجع الیہ اجارہ فاسدہ مین اجرت فقط تمکین یعنی موجر کے قادر کر دینے سے واجب نہوگی بلکہ فی الحقیقت منفعت کے حاصل
کرنے سے اجرت واجب ہوگی چنانچہ مذکور ہو چکا اجرت مثل واجب ہوگی کتنی ہی کیون نہو بسبب نہونے اس چیز کے جسکی طرف رجوع کیجاے ولا ینقص عن المسمی
اور اجرت مثل کم نہو مسمی سے ہم اس قول کا خلل مذکور ہو چکا علاوہ اسکے عدم مرجع علیہ اسکے مخالف ہی والا تفسد بہما بل بالشرط والشیوع مع العلم بالمسمی لم یزد
اجر المثل علی المسمی لرضاہما بہ اور اگر اجارہ امرین مذکورین سے فاسد نہو بلکہ شرط مخالف عقد یا شیوع اصلی سے فاسد ہو باوجود معلوم ہونے اجر مسمی کے تو
اجرت مثل مسمی سے زیادہ نہوگی بسبب راضی ہو جانے موجر اور مستاجر کے مسمی سے یعنی دونون اسقاط زائد عن المسمی پر راضی ہو گئے ہم جہالت مسمی اور عدم تسمیہ
مین اجرت مثل جسقدر کہ ہو اور انکے سوا مین عدم زیادت علی المسمی سو اسواسطے واجب ہوئی کہ ذات منافع کی قیمت ہمارے نزدیک نہین ہے بلکہ انکی قیمت عقد یا شبہ
عقد سے ٹھہرتی ہی پھر جبکہ منافع کی قیمت نہ ہوئی تو رجوع واجب ہوا عقد کی قیمت کی طرف اور زیادت علی المسمی ساقط ہو گئی اسواسطے کہ عاقدین اسکے اسقاط
پر راضی ہو گئے اور جبکہ اجر مسمی مجہول اور معدوم ہوا تو مرجع منتفی ہوا تو موجب اصلی واجب ہوا یعنی وجوب قیمت جسقدر کہ ہو تقریر اس کلام کی اسیطرح لائق
ہی اسواسطے کہ عبارات قوم اس مقام مین مضطرب ہین کذا فی الدرر وینقص عنہ لفساد التسمیۃ اور اجرت مثل مسمی سے کم ہو بسبب فاسد ہوجانے تسمیہ کے
واستثنی الزیلعی ما لو استاجر دارا علی ان لا یسکنہا فسدت ویجب ان سکنہا اجر المثل بالغا ما بلغ اور زیلعی نے قاعدہ مذکورہ سے یہ صورت مستثنی کی کہ ایک گھر اجارہ
لیا اس شرط پر کہ مستاجر اسمین سکونت نہ کرے یعنی باوجود تسمیہ تو اجارہ فاسد ہی اور اگر مستاجر اسمین سکونت کریگا تو اجرت مثل واجب ہوگی جسقدر کہ ہو ہم یہ فساد
اجارہ شرط مخالف عقد سے ہوا تو لازم تھا کہ اجرت مثل مسمی سے زیادہ نہ ہوتی پھر جب زیادہ ہوئی تو یہ صورت قاعدہ مذکورہ سے مستثنی ٹھہری وحملہ فی البحر علی ما اذا
جہل المسمی اور بحر الرائق مین اس صورت کو جہالت مسمی پر محمول کیا ہی یعنی مسئلہ مذکورہ مین اجرت مسمی مجہول ہی تو اجرت مثل واجب ہوگی تو در حقیقت

قاعدہ مذکورہ سے استثنا نہ ٹھہرا لکن ارجعہ قاضی خان فی شرح الجامع الی جہالۃ المسمی فافہم وعلی کل فلا استثناء فتنبہ لیکن قاضی خان نے مسئلہ مذکورہ کو جہالت
مسمی کیطرف پھیرا ہی تو اسکو سمجھ لے اور ہر تقدیر پر استثنا تو نہین ہی تو آگاہ رہو ہم طحطاوی نے کہا مطلب بحر الرائق در قاضی خان کا ایک ہی ہی تو استدراک
بلا وجہ ہی اور ہر تقدیر یہ کہنا بھی بلا وجہ ہی اسواسطے کہ جو بحر الرائق اور قاضی خان مین مذکور ہی وہ ایک ہی چیز ہی قلت ینبغی استثناء الوقف لان الواجب فیہ اجر
المثل بالغا ما بلغ فتامل مین کہتا ہون اور وقف کا استثنا کرنا قاعدہ مذکورہ سے لائق ہی اسواسطے کہ وقف مین باوجود تسمیہ اجرت مثل واجب ہی جسقدر کہ اجرت مثل
ہو سو غور کر فان اجر دارہ تفریع علی جہالۃ المسمی بعبد مجہول فسکن مدۃ ولم یدفعہ فعلیہ للمدۃ اجر المثل بالغا ما بلغ وتفسخ فی الباقی من المدۃ
سو اگر اپنا گھر کرایہ دیا بعوض مجہول غلام کے پھر مستاجر گھر مین ایک مدت تک رہا اور غلام اسکو نہ دیا تو مستاجر پر اسکی مدت کے واسطے اجرت مثل واجب ہوگا
جسقدر کہ ہو اور باقی مدت مین اجارہ فسخ ہوگا شارح نے کہا یہ مسئلہ جہالت مسمی پر متفرع ہی آجر حانوتا کل شہر بکذا صح فی واحد فقط وفسد فی الباقی
لجہالتہا دکان کرایہ دی ہر مہینہ کا کرایہ اتنا تو فقط ایک مہینہ مین اجارہ صحیح ہوگا اور باقی مدت مین فاسد ہوگا بسبب مجہول ہونے مدت کے یعنی معلوم نہین کہ پانچ مہینے
یا دس والاصل انہ متی دخل کل فیما لا یعرف منتہاہ تعین ادناہ فاذا تم الشہر فلکل فسخہا بشرط حضور الآخر لانتہاء العقد الصحیح اور قاعدہ کلیہ اسکا یہ ہی کہ جب کل کا لفظ
داخل ہو اسمین جسکی نہایت معلوم نہین چنانچہ ایام اور شہر تو اسکا کمتر معین ہوگا یعنی ایک دن یا ایک مہینہ پھر جب مہینہ تمام ہوگا تو موجر اور مستاجر ہر ایک کو اجارہ
فسخ کر دینا جائز ہوگا بشرط حاضر ہونے دوسرے شخص کے بسبب ہو چکنے عقد صحیح کے وفی کل شہر سکن فی اولہ ہو اللیلۃ الاولی ویومہا عرفا وبہ یفتی صح العقد
فیہ ایضا اور جن مہینہ کے اول مین مستاجر رہیگا دکان یا گھر مین تو اس مہینہ مین بھی اجارہ صحیح ہوگا اول ماہ سے مراد پہلی رات یعنی چاند رات اور اسکا دن ہی عرف
مین اور اسی کا فتوی ہی م یعنی بلا تعیین شہور ہر مہینہ کا اجارہ مذکور ہوا تو ایک ہی مہینہ کا اجارہ صحیح ہوگا لیکن اگر مستاجر دوسرے مہینہ کی پہلی رات اور
دن مین وہان سکونت کریگا تو دوسرے مہینہ مین بھی اجارہ صحیح ہو جائیگا یہ قول ہی بعض متاخرین کا اور ظاہر الروایۃ یہ ہی کہ اول ماہ ثانی مین دونون کو فسخ اجارہ
کا اختیار ہی ہر چند اول ماہ رویت ہلال سے ہی لیکن چونکہ اسکے اعتبار مین حرج تھا لہذا چاند رات اور اسکا دن معتبر ہوا کذا فی الدرر وشرح الوقایۃ ولیس للمؤجر اخراجہ حتی
ینقضی الا بعذر ولو عجل اجرۃ شہرین فاکثر لکونہ کالمسمی زیلعی اور بعد سکونت اول ماہ موجر کو مستاجر کے اخراج کا ماہ ثانی مین اختیار نہین جب تک کہ وہ مہینہ آخر
نہ ہو جاے مگر عذر سے اخراج جائز ہی چنانچہ اس صورت مین اخراج جائز نہین اگر مستاجر دو مہینہ یا زیادہ کی اجرت پیشگی دے اسواسطے کہ پیشگی دینا اجرت
کا مسمی کے مانند ہی کذا فی الزیلعی الا ان یسمی الکل ای جملۃ شہور معلومۃ فیصح لزوال المانع ہر مہینہ کے اجارہ مین فقط ایک مہینہ کا اجارہ صحیح ہی مگر یہ کہ تمام
یعنی سب شہور معلومہ کا نام لے تو اجارہ سب مین صحیح ہوگا زوال مانع کے سبب سے م یعنی موجر یون کہے کہ مین نے اپنا گھر چھ مہینہ کو اجارہ دیا ہر مہینہ کا کرایہ
اتنا کذا فی المنح واذا آجر سنۃ بکذا صح وان لم یسم اجر کل شہر وتقسم سویۃ اور جبکہ گھر اجارہ دیا ایک سال کو اتنے کرایہ پر تو عقد صحیح ہی اگرچہ ہر مہینہ کی اجرت
مذکور نہ کی ہو اور سال کا کرایہ ہر مہینہ پر برابر قسمت ہوگا واول المدۃ ما سمی ان سمی اور ابتداے مدت اجارہ وہ ہی جو مذکور ہوا گر نام لیا ہو یعنی یون مذکور
ہو کہ اس سال کے رجب یا رمضان سے اجارہ ہوا والا فوقت العقد ہو اولہا اور اگر ابتداء مدت مذکور نہوئی ہو تو وقت عقد اجارہ وہی اول مدت ہی
فان کان العقد حین یہل بضم ففتح ای یبصر الہلال والمراد الیوم الاول من الشہر اعتبر الاہلۃ سو اگر اجارہ منعقد ہوا ہو اسوقت جبکہ چاند دکھا گیا تو مہینون
کا شمار چاند دن کے دیکھنے سے معتبر ہوگا شارح نے کہا یہل بضم یا وفتح ہا بمعنے دیدہ شود ہلال اور مراد اس سے مہینہ کا پہلا دن ہی کذا فی الشمنی والا فبالایام
کل شہر ثلثون اور اگر اجارہ چاند دیکھنے کے وقت نہوا ہو تو مہینون کے شمار کے واسطے دن معتبر ہونگے ہر مہینہ تیس دن کا وقالا یتم الاول بالایام و
الباقی بالاہلۃ اور صاحبین نے کہا کہ پہلا مہینہ دنون سے پورا کیا جائیگا اور باقی مہینے چاند سے معتبر ہونگے م یعنی اگر ذیحجہ کی دسوین تاریخ سال بھر کا
اجارہ ہوا تو امام کے نزدیک سال پورا ہوگا دنون کے شمار سے ہر مہینہ تیس دن کا تو ایک سال تین سو ساٹھ دن کا ہوگا اور صاحبین کے نزدیک ذیحجہ تیس دن کا ہوا

تو سال تمام ہوگا دوسرے سال کی ذی حجہ کی دسوین تاریخ اور اگر ذیحجہ انتیس دن کا ہوگا تو سال تمام ہوگا ذیحجہ کی گیارہوین تاریخ کذا فی شرح الوقایہ استاجر
عبدا باجر معلوم وطعامہ لم یجز لجہالۃ بعض الاجر کما مر نوکر رکھا کسی کے غلام کو اجرت معین اور اسکی خوراک پر تو جائز نہین بسبب مجہول ہونے بعض
اجرت کے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم یعنی اگر مثلاً دس روپیہ اور خوراک پر نوکر رکھا تو بعض اجر یعنی خوراک مجہول ہی یعنی معلوم نہین کہ خوراک کسقدر ہوگی دو سیر یا ڈیڑھ سیر
اور جہالت بعض جہالت کل کی موجب ہی مبسوط مین ہی کہ جس اجارہ مین خوراک یا چارہ جانور کا شرط ہی وہ اجارہ فاسد ہی مگر دایہ کا اجارہ کہانے
اور کپڑے پر درست ہی انتہی فتاوی عالمگیری مین ظہیریہ سے منقول ہی کہ فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ جانور کے اجارہ مین چارہ کے ساتھ ہم متقدمین کے
قول پر عمل کرتے ہین یعنی عدم جواز پر اور ہمارے زمانہ مین تو غلام کہانا ہی مستاجر کے مال سے بنا بر رواج اور عادت کے کذا فی الطحطاوی و جاز اجارۃ الحمام
لانہ علیہ الصلوۃ والسلام دخل حمام الجحفۃ ولتعارف الناس اور حمام کے نہانے کا اجارہ جائز ہی اسواسطے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام جحفہ کے حمام مین تشریف
لے گئے تھے اور بسبب رواج لوگون کے ہم اتقانی نے کہا وجہ جواز یہ ہی کہ تمام شہرون مین لوگ حمام کی اجرت دیتے ہین اگرچہ استعمال کیے پانی کی اور بیان کے
ٹھہرنے کی مقدار مجہول غیر معین ہی تو مسلمین کا اجماع اسکے جائز ہونے پر دلالت کرتا ہی اگرچہ قیاس سے جواز ثابت نہین ہوتا مواہب لدنیہ مین ہی کہ دخول
حمام جحفہ کی حدیث موضوع ہی کذا فی الطحطاوی وقال علیہ الصلوۃ والسلام ما رآہ المومنون حسنا فہو عند اللہ حسن قلت والمعروف وقفہ علی ابن مسعود کما
ذکرہ ابن حجر اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جس چیز کو سب مسلمان نیک جانین تو وہ چیز خدا کے نزدیک نیک ہی مین کہتا ہون اہل الحدیث
کے نزدیک مشہور یہ ہی کہ یہ حدیث عبداللہ بن مسعود پر موقوف ہی یعنی یہ قول صحابی کا ہی نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چنانچہ ابن حجر نے اسکو بیان
کیا ہی ہم مقاصد حسنہ مین ہی کہ مسند احمد مین عن ابی وائل عن ابن مسعود مروی ہی کہ ابن مسعود نے کہا کہ اللہ تعالی نے بندون کے دل دیکھے سو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے اصحاب پسند کیے اور انکو اپنے دین کا مددگار ٹھہرایا اور اپنے نبی کا وزیر بنایا سو جسکو مسلمین نیک جانین وہ عند اللہ نیک ہی
اور جسکو مسلمین بد جانین وہ عند اللہ بد ہی اور یہ حدیث موقوف حسن ہی اور اسیطرح بزار اور طیالسی اور طبرانی نے ابن مسعود کے ترجمہ مین ذکر کیا ہی کذا فی الطحطاوی
یہ حدیث حجیت اجماع کی دلیل ہی و جاز بناؤہ للرجال والنساء ہو الصحیح لحاجتہن بل حاجتہن اکثر لکثرۃ اسباب اغتسالہن اور حمام کا بنانا مرد اور عورتون
کے نہانے کے واسطے جائز ہی یہی قول صحیح ہی بسبب حاجت اغتسال کے بلکہ عورتون کی حاجت حمام کی طرف زیادہ تر ہی اسواسطے کہ عورتون کے نہانے کے اسباب
بہت ہین وکراہۃ عثمان محمول علی ما فیہ کشف عورۃ زیلعی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مکروہ کہنا حمام کو محمول ہو اس حمام پر جسمین کشف عورت اور
بے پردگی ہو وکذا فی الزیلعی وفی حکامات الاشباہ ویکرہ للمراۃ دخول الحمام فی قول وقیل للمریضۃ او النفساء والمعتمد ان لا کراہۃ مطلقا قلت وفی زماننا لا شک فی الکراہۃ
لتحقق کشف العورۃ وقد مر فی النفقۃ اور اشباہ کے احکامات مین ہی اور مکروہ ہی عورت کے واسطے حمام مین جانا ایک قول مین اور قول ضعیف یہ ہی کہ عورت بیمار اور
نفاس والی کو جائز ہی اور قول معتمد یہ ہی کہ مطلقا کراہت نہین مین کہتا ہون اور ہمارے زمانے مین مکروہ ہونے مین کچھ شک نہین بے پردگی کے ثبوت سے اور
البتہ اسکا ذکر کتاب النفقہ مین مذکور ہو چکا ہی والحجام لانہ صلے اللہ علیہ وسلم احتجم واعطاہ اجرتہ وحدیث النہی عن کسبہ منسوخ اور حجام یعنی پچھنے لگانے والے کا اجارہ
جائز ہی اسواسطے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خون نکلوایا پچھنون سے اور اسکی مزدوری دی اور کسب حجام کی حدیث نہی منسوخ ہی والظئر بکسر
فہمزۃ المرضعۃ باجر معین لتعامل الناس بخلاف بقیۃ الحیوانات لعدم التعارف اور دایہ کا اجارہ اجر معین پر جائز ہی بسبب رواج لوگون کے بخلاف باقی حیوانات
کے یعنے شیر نوشی کیواسطے گاے بکری کو اجارہ لینا یا اجارہ دینا جائز نہین عدم رواج کے سبب سے شارح نے کہا ظئر بکسر ظا معجمہ وسکون ہمزہ دودھ پلانیوالی
عورت ہی وکذا بطعامہا وکسوتہا ولہا الوسط وہذا عند الامام لجریان العادۃ بالتوسعۃ علی الظئر شفقۃ علی الولد اور اسیطرح دایہ کو نوکر رکھنا اسکے کہانے اور کپڑے پر جائز ہی
اور اسکے واسطے متوسط خوراک اور پوشاک یعنی عمدہ تر نہ ناقص تر لازم ہوگی اور یہ جواز امام کے نزدیک ہی اسواسطے کہ دایہ پر خوراک اور پوشاک کی کشائش کی عادت جاری ہی

بچے کی محنت اور شفقت سے ہم فتاوی کبریٰ مین ہی کہ دایہ کے اجارہ مین توقیت یعنی دودھ پلانے کی مدت معین کرنا بالاجماع شرط ہی انتہی اور صاحبین
(وقت معین کرنا)
اور امام شافعی کے نزدیک خوراک اور پوشاک پر اجارہ جائز نہین اور یہی قیاس ہی اسواسطے کہ اجرت مجہول ہی امام کیطرف سے جواب یہ ہی کہ جب جہالت
نزاع کی موجب نہو تو صحت کی مانع نہین ہی وللزوج ان یطاہا خلافا لمالک اور دایہ کے شوہر کو دایہ سے قربت کرنا جائز ہی برخلاف امام مالک کے اُنکے
نزدیک جائز نہین لا فی بیت المستاجر لانہ ملکہ فلا یدخلہ الا باذنہ دایہ کا شوہر قربت نہ کرے اُس سے مستاجر کے گھر مین اسواسطے کہ گھر مستاجر کا مملوک ہی
تو اسمین داخل نہو مگر اسکے اذن سے وللزوج فی نکاح ظاہر ای معلوم بغیر الاقرار فسخہا مطلقا شانہ اجارتہا اولا فی الاصح اور شوہر کو ظاہر نکاح یعنی اُس
نکاح مین جو معلوم ہو بدون اقرار زوجین کے بھی فسخ اجارہ جائز ہی قول اصح مین ہر طرح خواہ اجارہ زوجہ سے اُسکو عیب لگتا ہو بواسطہ اُسکی تہمت کے
یا عیب نہ لگتا ہو ولو غیر ظاہر بان علم باقرارہما لا یفسخہا لان قولہما لا یقبل فی حق المستاجر اور اگر نکاح غیر ظاہر ہو اسطرح کہ نکاح معلوم ہوا ہو دونونکے
اقرار سے تو زوج اجارہ فسخ نکریگا اسواسطے کہ دونون کا قول مستاجر کے حق مین مقبول نہین وللمستاجر فسخہا بحبلہا ومرضہا وفجورہا فجورا بینا
ونحو ذلک من الاعذار اور مستاجر کو دایہ کا فسخ اجارہ جائز ہی دایہ کے حاملہ ہوجانے سے اور اُسکی بیماری اور اُسکی ظاہر زناکاری سے اور مانند اسکے
اور عذرات سے فسخ اجارہ جائز ہی منجملات عذرات مذکورہ یہ ہی کہ لڑکا اُسکے دودھ کو قے کر ڈالتا ہو یا دایہ سارقہ ہو یا لڑکا اُسکا دودھ نہ پیتا ہو
الحاصل جو امر صغیر کو مضر ہو تو اُسکا منع مستاجر کو پہونچتا ہی چنانچہ زمان طویل دایہ کا غائب رہنا اور جو مضر نہ ہو اُسکا منع جائز نہین واسقدر اجارہ سے مستثنیٰ
ہوگا نماز کے اوقات کے مانند کذا فی الطحطاوی ولا بکفرہا لانہ لا یضر بالصبی اور فسخ اجارہ جائز نہین دایہ کے کفر سے اسواسطے کہ کفر اُسکا صغیر کو ضرر نہین کرتا
ولو مات الصبی او الظئر انقضت الاجارۃ اور اگر لڑکا مرگیا یا دایہ تو اجارہ ٹوٹ گیا ولو مات ابوہ لا اور اگر صغیر کا باپ مرگیا تو اجارہ نہین ٹوٹتا
ہم اسواسطے کہ اجارہ صغیر کے واسطے ہی نہ اُسکے باپ کے واسطے خواہ صغیر کا مال ہو یا نہ ہو اور بعضون نے کہا بشرط مال صبی اجارہ باطل ہوگا وعلیہا
غسل الصبی وثیابہ واصلاح طعامہ ودہنہ بفتح الدال ای طلیہ بالدہن للعرف وہو معتبر فیما لا نص فیہ اور دایہ پر لازم ہی صغیر اور اُسکے کپڑونکا دھونا
اور اُسکا کھانا درست کرنا اور اُسکے بدن مین تیل لگانا بسبب رواج کے اور رواج کا اعتبار وہان ہی جہان نص شرع نہین شارح نے کہا دہن بفتح دال
عبارت ہی تیل لگانے سے ہم قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جب کسی کام پر اجارہ ہوا تو جو چیز اُس کام کی توابع سے ہی اور اجیر پر اُسکی شرط نہوئی ہو اجارہ مین تو اسمین
رواج کا اعتبار ہی کفایہ مین ہی کہ صحیح قول یہ ہی کہ صغیر کے کپڑے کا گوہ پیشاب سے دھونا دایہ پر ہی اور میلے کپڑونکا دھونا اُسپر نہین اور جواہر الفتاوی مین
اس قول کو صحیح تر کہا ہی اور اصلاح طعام سے مراد یہ ہی کہ دایہ طعام کو چبا کر صغیر کو دے اور ایسی چیز نہ کھائے جس سے دودھ فاسد ہوجاے اور صغیر کا
کھانا پکانا بھی لازم ہی کذا فی الطحطاوی لا ثمنہا ای ثمن شئی من ذلک وما ذکر محمد من ان الدہن والریحان علیہا فعادۃ اہل الکوفۃ اور دایہ پر لازم نہین
اُن چیزونکا ثمن یعنی تیل وغیرہ کا اور یہ جو محمد نے ذکر کیا ہی کہ تیل اور ریحان دایہ پر لازم ہی سو اہل کوفہ کی عادت تھی وہو ای ثمنہ واجرتہا علی
ابیہ ان لم یکن لہ ای للصغیر مال والا ففی مالہ لانہ کالنفقۃ اور وہ یعنی تیل وغیرہ کا ثمن اور اُسکے دودھ پلانے کی اجرت اُسکے باپ پر ہی اگر صغیر کا
مال نہو اور اگر اُسکا مال ہو میراث یا ہبہ سے تو اُسکا ثمن صغیر کے مال مین ہوگا اسواسطے کہ وہ نفقہ کے مانند ہی فان ارضعتہ بلبن شاۃ او غذتہ بطعام
ومضت المدۃ لا اجر لہا سو جبکہ دایہ نے لڑکے کو بکری کا دودھ پلایا یا اُسکو کھانے کی غذا دی اور مدت گذر گئی تو اُسکی اجرت نہین لان الصحیح ان
المعقود علیہ ہو الارضاع والتربیۃ لا اللبن والتغذیۃ عنایہ اسواسطے اجرت نہین کہ قول صحیح یہ ہی کہ جسپر عقد اجارہ واقع ہوا ہی وہ آدمی کا دودھ پلانا ہی
اور پرورش نہ مطلق دودھ اور غذا دینا کذا فی العنایہ بخلاف ما لو دفعتہ الی خادمتہا حتی ارضعتہ او استاجرت من ارضعتہ حیث تستحق الاجرۃ الا اذا
اشترط ارضاعہا لانہ الاصح تسہیلا عن الذخیرۃ برخلاف اس صورت کے کہ اگر دایہ نے صغیر کو دیا اپنی خادم لونڈی کو تو اُسنے اُسکو دودھ پلایا یا دایہ نے اُس عورت کو

پالا رکھا جسنے صغیر کو دودھ پلایا تو دایہ اپنی اجرت کی مستحق ہوگی مگر جبکہ خود دایہ کا دودھ پلانا شرط ہوا اجارہ مین تو غیر کے دودھ پلوا دینے سے مستحق اجرت کی نہوگی بقول اصح کذا فے الشرنبلالیہ عن الذخیرہ ھم فتاوی عالمگیری مین ذخیرہ سے قول صحیح مذکور ہی نہ اصح پھر فتاوی صغری سے منقول ہی کہ قول وجہ یہ ہی کہ مستحق اجرت ہوگی انتہی اجبکہ دایہ دوسری عورت کو نوکر رکھ کے دودھ پلوا دے تو دایہ پوری اجرت پاوے گی اور دوسری عورت کی اجرت دایہ پر لازم ہوگی کذا فے الطحطاوی ولو آجرت نفسھا لذلک القوم آخرین ولم یعلم الاولون فارضعتھا وفرغت اثمت ولھا الاجر کاملا علی الفریقین تشبیھا بالاجیر الخاص والمشترک وتمامہ فی العنایہ اور اگر دایہ نے اس واسطے یعنی دودھ پلانے کے واسطے اپنی ذات اجارہ دی دوسری قوم سے اور پہلے مستاجرون کو اجارہ ثانیہ معلوم نہین ہوا اُسنے دونون لڑکون کو دودھ پلایا اور فارغ ہوئی مدت اجارہ سے تو دایہ گنہگار رہیگی اور اسکی پوری اجرت لازم ہوگی دونون فریق پر بسبب مشابہ ہونے دایہ کے اجیر خاص و اجیر مشترک سے اور پورا اسکا بیان عنایہ مین ہی ھم اور اگر اول مستاجر کو دوسری جگہ کی نوکری معلوم ہو تو دایہ پر گناہ نہ ہوگا اجیر مشترک کے ساتھ تشابہ کی یہ وجہ ہی کہ دایہ کو ایفاء عمل دونون جگہ ممکن ہی خیاط کے مانند اور صحیح قول شرح اسبیجابی مین یون مذکور ہی کہ اگر دایہ کے گھر مین صغیر کو دیا دودھ پلانے کو تو دایہ اجیر مشترک ہی اور اگر دایہ کو مستاجر نے اپنے گھر مین رکھا تو وہ اجیر خاص ہی کذا فے الطحطاوی لاتصح الاجارۃ لعسب التیس وھو نزوہ علی الاناث صحیح نہین اجارہ بکری کی جفتی کا یعنی نر کے ڈالنے کا مادہ پر گابھن کرنے کے واسطے ھم یعنے لوگ پانچ یا دس روپیہ دیکر عمدہ گھوڑے کو گھوڑیون پر چھوڑتے مین بچہ لینے کے واسطے سو جائز نہین حدیث شریف مین اس اجرت کو اور قحبہ کی خرچی کو حرام فرمایا ہی اور اسواسطے کہ گابھن کرنے پر قدرت حاصل نہین تو اسپر اجرت لینا جائز نہوگا حاشیہ حلبی مین ہی اور اگر بطریق عاریت کے ہو تو مستحب ہی چنانچہ حدیث مین وارد ہی ولا لاجل المعاصی مثل الغناء والنوح والملاھی ولو اخذ بلا شرط یباح اور نہ اجارہ صحیح ہی گناہون کے واسطے چنانچہ راگ اور نوحہ گری اور باجون کے واسطے اور بلا شرط اجرت لے تو مباح ہی ھم نوحہ گری یہ کہ میت پر رودے اور اسکی خوبیان بیان کرے اور علامی نے مراد باجے ہین چنانچہ مزامیر اور طبل وغیرہا یعنی لہو ولعب کا طبل اور اگر غازیون کا طبل ہو یا شادی کا طبل تو جائز ہی اور اسی طرح طبل قافلہ درست ہی منتقی مین ہی کہ مال کسب کیا نوحہ گری اور طبل نوازی سے تو وہ اُسکے مالکون کو پھیر دے اگر وہ لوگ معلوم ہون اور نہین تو اُسکو خیرات کرے اور اگر بلا شرط ہو تو مال مباح ہی امام استاد نے کہا کہ بلا شرط بھی مال حلال نہین اسواسطے کہ معروف مشروط کے مانند ہی انتہی اور ہمارے زمانہ مین یہی قول بالیقین ماخوذ ہی اسواسطے کہ یہ خوب معلوم ہی کہ گانیوالے اور بجانیوالے بدون اجرت کے نہین جاتے کذا فی الطحطاوی ملخصا ولا لاجل الطاعات مثل الاذان والحج والامامۃ وتعلیم القرآن والفقہ ویفتی الیوم بصحتھا لتعلیم القرآن والفقہ والامامۃ والاذان ویجبر المستاجر علی دفع ما قبل فیجب المسمی بعقد واجر المثل اذا لم یذکر مدۃ شرح وھبانیہ من الشرکۃ ویحبس بہ یفتی اور نہ اجارہ صحیح ہی طاعات کے واسطے ماننداذان اور حج اور امامت اور تعلیم قرآن اور تعلیم فقہ کے اور آج یعنی اس زمانہ مین فتوی دیا گیا ہی صحت اجارہ کا تعلیم قرآن اور فقہ اور امامت اور اذان کیواسطے اور مستاجر پر زبردستی ہوگی اُس مال کے دینے پر جو اُس نے قبول کیا ہی تعلیم قرآن وغیرہ کیواسطے تو اجرت معین عقد اجارہ سے واجب ہوگی اور اجرت مثل واجب ہوگی جبکہ مدت اجارہ مذکور نہوئی ہو کذا فی شرح الوھبانیہ من کتاب الشرکۃ اور مستاجر اجرت مذکورہ کے نہ دینے سے قید کیا جاوے اسی قول کا فتوی ہی ھم اصل یہ ہی کہ عبادات پر اجارہ جائز نہین لیکن متاخرین مشائخ بلخ نے تعلیم قرآن اور فقہ اور امامت اور اذان پر نوکری کرنیکا فتوی دیا ہی اس دلیل سے کہ زمان سابق مین اہل علم کی معاش بیت المال سے مقرر تھی اور لوگ تعلیم علوم دینی کی واجب جانتے تھے اور خلق کو تحصیل علوم کا شوق بہت تھا اور اسوقت مین اسلام ضعیف ہو گیا امور مذکورہ سب بہم ہو گئے اور اہل علم تحصیل معاش مین مشغول ہوے اور وہ لوگ دیندار کم ہو گئے جو للہ تعلیم کرین تو اگر تعلیم بالاجر کی فتح باب نہو تو قرآن اور فقہ مفقود ہو جائین لہذا جواز اجارہ مذکورہ کا فتوی ہوا اور مشائخ مذکورین نے فرمایا ہی کہ احکام مختلف ہو جاتے ہین زمانہ کے اختلاف سے کذا

فی المنح وغیرہ تو زمانہ سابق میں اجارہ مذکورہ بدلیل مسطور جائز نہ تھا اور اس زمانے میں جائز ہے بوجہ ضرورت و انسداد علم اور تعلیم کتابت اور طب اور تعبیر
کی نوکری بالاتفاق جائز ہے ویجب علی المعلم دفع الحلوۃ المرسومۃ ہی مایہدی للمعلم علی رؤس بعض سور القرآن سمیت بہا لان العادۃ اہداء الحلاوی الی المعلم
قرآن کے نوکر رکھنے والے پر شیرینی مرسوم کے دینے پر زبردستی ہوگی شیرینی سے مراد وہ چیز ہے جو معلم کو دیجاتی ہے قرآن شریف کی بعض سورتوں کے شروع کرنے پر
چنانچہ سورہ تبارک اور فتح اور یٰس پر دینا اسی سے شیرینی اسواسطے ہوا کہ شیرینی ہدیہ دینے کی عادت ہے فہم الحاشیہ میں لکھا شاید کہ سابق میں یہ عادت تھی اور اب
متروک ہے یا بسبب نزاع ... ہو ولو دفع غزلا لآخر لینسجہ لہ بنصفہ ای بنصف الغزل او استاجر بغلا لیحمل طعامہ ببعضہ او ثورا لیطحن برہ ببعض دقیقہ فسدت فی
الکل لانہ استاجرہ بجزء من عملہ والاصل فی ذلک نہیہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قفیز الطحان وقدمناہ فی بیع الوفاء اگر ایک شخص نے دوسرے کو سوت دیا تاکہ اسکو
بن دے اسکی نصف پر یعنی بنے نصف سوت کی مزدوری پر یا خچر کرایہ کو لیا تاکہ اسکا اناج لادے بعض اناج مذکور کے کرایہ پر یا بیل کرایہ کو لیا تاکہ اسکے گیہوں
پیس دے کچھ اسکے آٹے کی مزدوری پر تو سب صورتوں میں اجارہ فاسد ہوگا اسواسطے کہ مزدوری ٹھہرائی اجیر کے بعض عمل سے یعنی بنا کپڑا اور طعام محمول
اور پیسا آٹا اجیر کے فعل سے حاصل ہوا اور اسی سے اسکی مزدوری ٹھہری البتہ یہ جائز نہیں اور اصل اس باب میں قفیز طحان کی حدیث نہی ہے اور اسکو ہم مقدم
ذکر کر چکے ہیں بیع الوفا کے باب میں ہم وجہ عدم جواز یہ ہے کہ شرط صحت اجارہ یہ ہے کہ مستاجر تسلیم اجرت پر قادر ہو اور ان صورتوں میں قادر نہیں بلکہ عاجز ہے یعنی
بعض منسوج یا محمول یا مطحون کی تسلیم سے عاجز ہے اسواسطے کہ معقود اسکا غیر کے فعل پر ہے اور آدمی دوسرے کی قدرت سے قادر نہیں شمار ہوتا ہدایہ میں
لکھا ہے کہ یہ اصل کبیر ہے یعنی قاعدہ کلیہ کثیر الفروع ہے جس سے اکثر اجارات کے فساد کا حکم معلوم ہوتا ہے چنانچہ من بھر تیل پیلنے کا اجارہ کیا اسیر بھر تیل کی مزدوری پر
یا زمین دی تا دوسرا شخص اسمیں درخت لگا دے اس شرط پر کہ زمین اور درخت موجر اور مستاجر میں نصفا نصف ہو تو اجارہ جائز نہیں درخت صاحب
زمین کا ہوگا اور اسپر قیمت درخت کی لازم ہوگی اور اجرت اسکی عمل کی اور اسیطرح روئی کا کتوانا کچھ سوت پر اور کپاس نکالنا کپاس کے کھیت سے نصف کپاس
یا کم وبیش پر اور جوار باجرے کا مانڈنا یعنی بالیوں سے دانہ جدا کرنا نصف دانہ پر اور گیہوں کا کھیت پختہ کاٹنا نصف پر اور یا مانند اسکے اور اجارات جائز نہیں ہیں کذا فی
الکفایہ عن الشعبی قفیز طحان کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے بیل اجارہ لے گیہوں کے پیسنے کے واسطے اس شرط پر کہ بیل کے مالک کی مزدوری ایک
قفیز آٹا ہے اسی گیہوں سے اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کا اونٹ اور پکھال اجارہ لی پانی لانیکے واسطے اس شرط پر کہ جسقدر اسمیں اللہ تعالیٰ روزی دیوے
دونوں میں نصفا نصف ہے تو اجارہ فاسد ہے پھر اگر پکھال میں پانی اونٹ پر لادا اور بیچا تو تمام ثمن عامل کا ہوگا اور عامل پر اونٹ اور پکھال کی اجرت
مثل لازم ہوگی اور اسیطرح اگر جال لیا شکار کرنیکے واسطے اس شرط پر کہ جسقدر شکار حاصل ہوگا وہ دونوں میں نصفا نصف ہے تو جسقدر شکار ملیگا وہ شکار کرنیوالے
کا ہے اور جال کی اجرت مثل اسپر واجب ہوگی اور اگر گائے یا مرغیاں دوسرے شخص کو چرانے کے واسطے دیں اس شرط پر کہ جسقدر دودھ اور انڈے ہوں وہ دونوں میں
نصفا نصف ہیں تو اجارہ فاسد ہے دودھ اور انڈے مالک کے ہیں اور چرانے والے کو چرائی کی اجرت مثل ملیگی اور اگر اسنے اپنا چارہ دیا تو اسکی قیمت پاویگا اور
نصفا نصف ہونیکا حیلہ یہ ہے کہ نصف گایوں اور مرغیوں کو اسکے ہاتھ بیچ ڈالے اور ثمن معاف کر دے تو اب جو پیدا ہوگا وہ دونوں میں نصفا نصف ہوگا ایک شخص کا
مدیون ہے دوسرے شہر میں سو اسنے مزدور سے کہا کہ اسکے پاس جا اور میرا مال حاصل کر پھر جب تو مال مذکور لاویگا تو تجکو دس درم دونگا اسی مال سے پھر وہ گیا اور
مال لایا تو مزدور کی اجرت مثل واجب ہوگی اور دس درم کا اشتراط مال مقبوض سے شرط فاسد ہے اسواسطے کہ معنی قفیز طحان ہے کذا فی العالمگیریہ ثم جمیع
مسائل مذکورہ قفیز طحان میں داخل ہیں والحیلۃ ان یفرز الاجر اولا او یسمی قفیزا بلا تعیین ثم یعطیہ قفیزا منہ فیجوز اور مسائل مذکورہ میں جواز کا حیلہ یہ ہے کہ اسکی اجرت
پہلے سے جدا کر دے یعنی جالک کو سوت اور حمال کو طعام قبل نسج وحمل دیدے یا قفیز طحان کی صورت میں ایک قفیز آٹا اجرت مقرر کرے بلا تعیین یعنی یوں نہ کہے
اس گیہوں کا آٹا پھر اسکو ایک قفیز آٹا اسکے پیسے آٹے سے دیدے اسواسطے کہ جب آٹا معین گیہوں کیطرف منسوب نہ ہوا تو مستاجر کے ذمہ پر دین واجب ہوا اور اجرت کا سپردہ

مشارالیہ ہونا جائز ہو اسی طرح اسکا دین فی الذمہ ہونا بھی جائز ہو پھر جبکہ یہ جائز ہوا تو مستاجر کو اختیار ہو کہ اسی گیہون کے آٹے سے اجرت مذکورہ دے
کذا فی العالمگیریہ عن المحیط ولو استاجرہ لیحمل لہ نصف ہذا الطعام بنصفہ الآخر لا اجر لہ اصلا لصیرورتہ شریکا اور ایک شخص سے اجارہ کیا اسکا کہ ملک کا نصف
غلہ لادے بعوض نصف ثانی کے تو اجیر کے واسطے اصلا اجرت نہین یعنی نہ اجر مسمی نہ اجر مثل بسبب ہوجانے اجیر کے شریک م صورت اسکی یہ ہو کہ مثلاً زید کا
من بھر یعنی چالیس سیر غلہ ہو اسنے خالد سے کہا کہ بیس سیر لادے تو بیس سیر باقی اپنی اجرت مین لے سو اسنے پورا من لادا تو اسکی کچھ مزدوری ثابت
نہوگی کیونکہ خالد زید کا شریک ہوگیا زیلعی نے کہا اور جو شخص اس غلہ کو لائے جو اسمین اور اسکے غیر مین مشترک ہو وہ مستحق اجرت نہین ہوتا اسواسطے کہ جو عمل اسنے
شریک کے واسطے کریگا تو بعض عمل اپنی ذات کیواسطے بھی واقع ہوگا لہذا مستحق اجرت کا نہوگا وما استشکلہ الزیلعی جاب عنہ المصنف اور جو زیلعی نے مسئلہ مذکورہ
مین اشکال بیان کیا ہو مصنف نے اسکا جواب دیا ہو یعنی اپنی شرح مین م زیلعی نے اس مسئلہ مین دو اشکال مذکور کیے ہین اشکال اول یہ کہ اجارہ تو فاسد ہو اور
حالانکہ اجارہ صحیحہ مین اجرت فقط عقد سے مملوک نہین ہوتی تو یہان بلا تسلیم اور بلا شرط تعجیل کیونکر اجیر مالک ہوگا یعنی جب اجیر مالک نہ ٹھہرا تو شریک بھی نہ
ہوگا اشکال ثانی یہ ہو کہ عدم استحقاق اجرت اور ملک مین منافات ہو پھر جب اجیر مستحق اجرت نہوا تو کون سبب سے مالک ہوگا مصنف نے اول اشکال کا جواب
یون دیا کہ صورت مسئلہ تعجیل اجرت مین مفروض ہو اور تعجیل اجرت سے فی الحال ملک ثابت ہوتی ہو جیسے اشتراط التعجیل سے ملک ثابت ہوتی ہو اور اشکال ثانی کا
یون جوابدیا کہ ملک فی الحال اور عدم استحقاق مین منافات نہین اسواسطے کہ ملک فی الحال کا مطلب یہ ہو کہ ابتدا مین اجیر اجرت کا مالک ٹھہرتا ہو بموجب عقد
اور تسلیم اجرت کے اور عدم استحقاق کا مطلب یہ کہ اجرت کا مستحق نہین ہو بطلان عقد کے سبب سے قبل از عمل باوجود مالک ہوجانے اجرت کے تسلیم سے کیونکہ وہ
شریک ہوگیا مالک کا غلہ مین قبل ایفار معقود علیہ کے تو دونون مطلبون مین تنافی نہ ہوئی بلکہ اول مودی ہو ثانی کی طرف انتہی لیکن اس جواب مین قباحت ہو
کہ یہ عقد فاسد ہو اور فاسد مین بدون عمل کے اجرت واجب نہین ہوتی اور حالانکہ ہنوز عمل واقع نہین ہوا اور یہ بھی ہو کہ تعجیل نہین ہوسکتی بدون جدا
کر دینے اجرت کے اور حالانکہ یہ واقع نہین لہذا بعض فضلا نے کہا کہ ملک فی الحال کا کلام علی سبیل الفرض والتقدیر واقع ہوا ہو تو تقدیر کلام یون ہو کہ اگر صورت مفروضہ مین اجرت
واجب ہوتی تو اجیر مالک ہوتا اجرت کا فی الحال تعجیل سے کذا فی الطحطاوی مختصرا وقال مرجوا بان بدلالۃ النص لا عموم لہا فلا تخصیص عنہا شئی بالعرف کما زعمہ مشائخ بلخ مصنف
نے اپنی شرح مین کہا اور علما نے تصریح کی ہو کہ دلالۃ النص مین عموم نہین تو دلالۃ النص سے کسی چیز کی تخصیص نہوگی جیسا کہ مشائخ بلخ نے گمان کیا ہو م زیلعی مین ہو کہ مشائخ
بلخ اور نسفی نے حمل طعام کو بعض محمول اور نسج ثوب کو بعض منسوج کی اجرت پر جائز رکھا ہو اپنے اہل بلاد کے تعامل اور رواج کے سبب سے اور جو اسکو جائز نہین جانتا وہ اسکو قفیز طحان پر
محمول کرتا ہو حالانکہ قیاس متروک ہوجاتا ہو تعارف سے اور اگر یون کہیے کہ عدم جواز بطریق قیاس کے نہین بلکہ قفیز طحان کی نص اسکو شامل ہو باعتبار دلالت کے تو نص مخصوص
ہوجاتی ہو تعامل وعرف سے کیا تو نہین جانتا ہو کہ استصناع مین قیاس متروک ہو اور قواعد شرعیہ سے اسکی تخصیص ہوگئی ہو تعامل کے سبب سے اور ہمارے مشائخ اس
تخصیص کو جائز نہین رکھتے اسواسطے کہ یہ ایک اہل شہر کا رواج ہو اور اس سے حدیث قفیز طحان کی مخصوص نہین ہوسکتی بخلاف استصناع کے کہ اسکا رواج جمیع بلاد مین ہوگیا
ہو اور ایسے رواج سے البتہ قیاس متروک ہوجاتا ہو اور حدیث اور اثر مخصوص ہوجاتا ہو انتہی اور عنایہ مین ہو اگر کوئی کہے کہ ہم قیاس کو ترک نہین کرتے بلکہ دلالۃ النص سے
بعض ان نے معنی قفیز الطحان کو تعارف اور رواج کے سبب سے مخصوص کرتے ہین چنانچہ مشائخ بلخ نے ثیاب مین تخصیص کی ہو اپنے شہر کے رواج سے مین کہتا ہون دلالۃ النص
مین عموم ہی نہین کہ اسکو مخصوص کیجیے کذا فی الطحطاوی ولو استاجر خبازا لیخبز لہ کذا کقفیز دقیق الیوم بدرہم فسدت عند الامام لجمعہ بین العمل والوقت ولا ترجیح لاحدہما
فیفضی الی المنازعۃ حتے لو قال فی الیوم او علی ان تفرغ منہ الیوم جازت اجماعا نان پز سے اجارہ کیا کہ اسکو اتنے آٹے مثلاً ایک قفیز بھر آٹے کی آج روٹی پکا دے ایک درم کی مزدوری
پر تو اجارہ فاسد ہو امام کے نزدیک بسبب ملا دینے مستاجر کے عمل اور وقت کو اور دونون مین ایک امر کو ترجیح نہین تو جھگڑا ہوگا تو اگر بجائے الیوم کے فی الیوم کہے یا اس شرط پر
اجارہ کرے کہ اجیر ان میں سے آج فراغت پالے تو اجارہ جائز ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے م جب عمل اور وقت مین اجتماع ہوا تو دونون اجارہ کی لیاقت رکھتے ہین

اور کوئی اُنمین سے اولی نہین تو جہالت باعث نزاع مفسد عقد ہی اور اگر فی الیوم کہیگا تو وہ ظرف ہوگا اور مظروف ظرف کا مستغرق نہین ہوتا تو گویا یون کہا کہ اگر
بعض یوم مین تو فراغت ہو تو یہ قول تعجیل کا مفید ہی تو نان پزی ہی معقود علیہ ٹھہری بخلاف لفظ الیوم کذا فی العنایہ مختصراً او ارضا بشرط ان یثنیہا ای یحرثہا
مرتین او یکری انہارہا العظام او یسرقنہا لبقاء اثر ہذہ الافعال لرب الارض فلو لم یبق لم تفسد یا زمین اجارہ لی اس شرط پر کہ مستاجر اُسکو دوبار جوتے یا
اس شرط پر کہ زمین کی بڑی نہرین کھود دے اور صاف کر دے یا زمین مین مستاجر پانس ڈالے تو فاسد ہو بسبب باقی رہنے ان کاموں کے اثر کے مالک زمین کے واسطے تو اگر
انکا کچھ اثر باقی نرہے تو اجارہ فاسد نہوگا ھم دوبار جوتنے سے مراد یہ ہی کہ ایکبار مستاجر اپنی زراعت کے واسطے جوتے اور دوسری بار مدت اجارہ کے بعد پھر جوت
دے اور انہار عظام کی قید اسواسطے لگائی کہ جداول یعنی نالیون کے کھودنے کی شرط زراعت مستاجر کے سینچنے کے واسطے مفسد اجارہ نہین اور اسکا قاعدہ کلیہ
یہ ہی کہ جو شرط اجارہ کی مناسب ہو وہ مفسد نہین اور اجارہ اراضی کا فقط مستاجر کی منفعت کے واسطے ہوتا ہی تو جس فعل سے فقط مستاجر منتفع ہو چنانچہ جوتنا
اور بونا اور سینچنا تو وہ مناسب عقد ہی اور جس فعل سے فقط موجر کو فائدہ ہو نہ مستاجر کو وہ شرط مخالف عقد ہی اور وہی مفسد اجارہ ہی چنانچہ نہر عظیم کا کھودنا اور بعد مدت اجارہ پانس (یا کھاد)
ڈالنا اور زمین کو جوت کر موجر کو دینا کذا فی الطحطاوی او بشرط ان یزرعہا بزراعۃ ارض اخری) لما یجئ ان الجنس بانفرادہ یحرم النساء یا اس شرط سے
اجارہ لیا کہ مستاجر زمین مین زراعت کرے دوسری زمین کی زراعت کی اجرت پر یعنی اجرت زراعت یہ مقرر ہو کہ موجر مستاجر کی زمین مین زراعت کرے تو
اجارہ فاسد ہی اسواسطے کہ آگے مذکور ہوگا کہ فقط اتحاد جنس یعنی بلا تحقیق مقدار تاخیر کو حرام کر دیتا ہی ھم مراد یہ ہی کہ ایک نوع کا اجارہ دوسرے ہمجنس نوع سے
چنانچہ اجارہ سکنے کا سکنے سے اور رکوب کا رکوب سے فاسد ہی اور شارح کی تعلیل مین اعتراض یہ ہی کہ حرمت تاخیر کی مقدرات مین ہی اور یہان مقدرات مین گفتگو
نہین تو بہتر تعلیل یہ ہی کہ اجارہ خلاف قیاس جائز ہوا ہی حاجت کے واسطے اور متحد الجنس والمنفعت کے اجارہ مین کچھ حاجت نہین تو اپنی اصل پر نا جائز باقی رہا بخلاف
مختلف الجنس اور اتحاد جنس مین اگر استیفاء منفعت ہوگا تو ظاہر الروایہ مین اجرت مثل واجب ہوگی کذا فی الزیلعی بتصرف وقولہ فسدت جواب الشرط وہو
قولہ ولو دفع الخ اور ماتن کا یہ قول یعنی فسدت کا لفظ جواب ہی اس شرط کا یعنے ولو دفع غزلا الخ کا یعنی شرط مذکور اور اُسکے تبیع معطوفات کا جواب ہی وصحت لو استاجرہا علی
ان یکربہا و یزرعہا او یسقیہا و یزرعہا لانہ شرط یقتضیہ العقد اور اجارہ صحیح ہی اگر زمین اس شرط پر اجارہ لی کہ مستاجر اُسکو جوتے اور بووے یا اُسکو سینچے اور بووے
اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہی ولو استاجرہ لحمل طعام مشترک بینہما فلا اجر لہ لانہ لا یعمل شیئا الا ویقع بعضہ لنفسہ ولا یستحق الاجر اور اگر ایک شریک نے
دوسرے شریک سے اجارہ کیا اس غلہ کے لادنے کا جو دونون مین مشترک ہی تو اُسکے واسطے کچھ اجرت نہین اسواسطے کہ شریک اجیر کوئی چیز عمل مین نہ لاویگا
مگر کہ بعض عمل خود اجیر کے واسطے واقع ہوگا تو اسواسطے اجرت کا مستحق نہ ہوگا ھم اور اگر شریک کی ناو یا خرجی طعام مشترک کیواسطے اجارہ لے تو صحیح ہی اور اگر اُسکے
غلام یا جانور کو اجارہ لے تو صحیح نہین کذا فی الولوالجیہ کراہن استاجر الرہن من المرتہن فانہ لا اجر لہ لنفعہ بلکہ جسطرح راہن اگر مرہون کو کرایہ لے مرتہن سے تو مرتہن
کے واسطے اجرت نہین بسبب فائدہ لینے راہن کے اپنی ملک سے ھم حقیقت اجارہ یہ ہی کہ تملیک منافع بعوض ہو اور مرتہن تو منافع مرہون کا مالک نہین جو
تملیک کا مالک ہو اور راہن ہر چند بسبب تعلق حق مرتہن کے مرہون مین تصرف نہین کر سکتا پھر جب حق مرتہن کا اجارہ دینے سے باطل ہو گیا تو وہ اپنی
ملک سے منتفع ہوا زوال مانع کے سبب سے وفی جواہر الفتاوی لو استاجر حماما فدخل الموجر مع بعض اصدقائہ الحمام لا اجر علیہ لانہ استرد بعض المعقود علیہ وہو منفعۃ
الحمام فی المدۃ ولا یسقط شئ من الاجر لانہ لیس بمعلوم اھ جواہر الفتاوی مین ہی اگر حمام اجارہ لیا سو موجر اپنے بعض احباب کے ساتھ حمام مین داخل ہوا یعنی نہانے
کیواسطے تو موجر پر اجرت ثابت نہوگی اسواسطے کہ بعض معقود علیہ یعنی حمام کی منفعت مدت کے اندر خود واپس لیگا اور کوئی چیز اجرت سے ساقط نہوگی اسواسطے
کہ بعض معقود علیہ معلوم نہین استاجر ارضا ولم یذکر انہ یزرعہا او ای شئ یزرعہا فسدت الا ان یعمم فیصح کالدار لو قدم فی السکنی کما مر زمین اجارہ لی
اور یہ بیان نکیا کہ اُسمین زراعت کریگا یا کون چیز کی زراعت کریگا تو اجارہ فاسد ہوگا مگر یہ کہ مستاجر تعمیم کرے اسطرح کہ جو چیز چاہونگا بوؤنگا تو فاسد

[illegible] مدت اجارہ ذراعت میں جہالت مفسد اجارہ نہیں بسبب واقع ہونے عقد کے سکنی پر اور سکنی مختلف چیز نہیں چنانچہ اول باب میں مذکور ہو چکا واذا

مضت فزرعہا فلہ المسمی الاجل یعنی المسمی استحسانا وکذا لو لم یمض الاجل لارتفاع الجہالۃ بالزراعۃ قبل تمام العقد قلت فلو حذف قولہ لمضی الاجل لکان احسن کما فی

فی شرح الجامع لکان اولی اور اجارہ مذکورہ جبکہ فاسد تھا پھر مستاجر نے کوئی چیز بودی سو مدت اجارہ منقضی ہو گئی تو اجارہ صحیح ہو گیا اور اسکے واسطے اجر مسمی

بطریق استحسان کے لازم ہوگا اور اسی طرح اگر مدت منقضی نہوگی تو بھی اجارہ صحیح ہو جائیگا بسبب دور ہو جانے جہالت کے زراعت کرنے سے قبل تمام ہونے

عقد یعنی قبل از مدت میں کہتا ہون تو اگر مصنف اپنا یہ قول یعنی لمضی الاجل کو حذف کرتا جسطرح قاضیخان نے شرح جامع میں حذف کیا ہی تو بہتر ہوتا

الطحاوی نے کہا کہ اگر شارح بجائے تمام العقد تمام المدۃ کہتا تو بہتر ہوتا وان استاجر حمارا الی بغداد ولم یسم ما یحملہ فحمل المعتاد فہلک الحمار لم یضمن للفساد والامانۃ فی

الاصل کما فی الصحیحۃ اور اگر گدھا بغداد تک کرایہ لیا اور بوجھا بیان نہ کیا کہ کتنا پھر اسپر حمل متعاد لادا سو گدھا مر گیا تو مستاجر پر ضمان نہیں بسبب فاسد ہونے

اجارہ کے تو عین یعنی اجارہ کی چیز امانت ہی جیسے اجارہ صحیحہ میں امانت ہی ہم بہتر تعلیل مسئلہ یہ ہی کہ حمل متعاد میں اسواسطے تاوان لازم آیا کہ مطلق اذن مستاجر

کیطرف منصرف ہی اور گدھا امانت اسواسطے ہوا کہ باذن مالک مقبوض ہوا اور اسکا خلاف امر نہ پایا گیا تو تاوان کی کیا وجہ ہی فان بلغ فلہ المسمی لما مر یعنی از رفع

پھر اگر گدھا کو بغداد میں پہونچا تو اجر مسمی ثابت ہوگا اس دلیل سے جو زراعت میں گذر گئی یعنی جہالت مرتفع ہو گئی قبل از تمام عقد فان تنازعا قبل الزرع

فی مسئلۃ الزراعۃ او الحمل فی مسئلتنا فسخت الاجارۃ دفعا للفساد لقیامہ بعد پھر اگر دونون میں نزاع واقع ہوا کھیت بونے سے پہلے زراعت کے مسئلہ

میں یا حمل میں نزاع واقع ہو ہمارے اسی مسئلہ میں تو اجارہ فسخ کر ڈالا جائے دفع فساد کے واسطے بسبب قائم ہونے عقد کے ہنوز استاجر دابۃ ثم جحد الاجارۃ فی

بعض الطریق وجب علیہ اجر ما رکب قبل الانکار ولا یجب لما بعدہ عند ابی یوسف لانہ بالجحود صار غاصبا والاجر والضمان لا یجتمعان وعند محمد

یجب المسمی درر وکانہ لا قول للامام جانور اجارہ لیا پھر اجارہ کا انکار کیا کچھ راہ چلکر تو مستاجر پر بقدر اس مسافت کے جسمین وہ سوار رہا قبل انکار کے اجرت

لازم ہوگی اور بعد اس مسافت کے اجرت واجب نہوگی ابو یوسف کے نزدیک اسواسطے کہ مستاجر انکار اجارہ سے غاصب ہو گیا تو اسپر تاوان لازم ہوا اور

اجرت اور تاوان مجتمع نہیں ہوتے اور محمد کے نزدیک تمام اجرت واجب ہی کذا فی الدرر اور شاید کہ اس مسئلہ میں امام کا کوئی قول نہیں ہی ہم الطحاوی نے کہا مراد انکار

کہ انکار اجارہ کے بعد گواہ قائم ہون چنانچہ کلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہی وفی الاشباہ قصر الثوب المجحود فان قبل فلہ الاجر والا لا وکذا الصباغ والنساج اور اشباہ

میں ہی کہ دھوبی نے دھونے سے انکار کیا پھر کپڑا دھلایا یعنی مقرر ہو کر تو اگر کپڑا اسنے دھویا انکار سے پہلے تو دھوبی کی اجرت ہی اور نہیں تو اجرت نہیں اور

یہی حکم ہی رنگریز اور جولاہے کا ہم یعنی اگر رنگریز نے کپڑا رنگا انکار سے پہلے تو اجرت ہی اور اگر بعد انکار کے رنگا تو صاحب ثوب مختار ہی چاہے کپڑا لے اور اسقدر

قیمت دے جسقدر رنگت نے کپڑے کی قیمت زیادہ کردی اور چاہے رنگین کپڑا نہ لے اور سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان رنگریز سے بھر لے اور جولاہے نے اگر قبل

انکار کپڑا بنا تو اسکی اجرت ہی اور اگر بعد انکار بنا تو اجرت نہیں تو کپڑا جولاہے کا ہی اور اسپر سوت کی قیمت ہی کذا فی الولوالجیۃ اور اس بیان سے اشباہ اور شارح کا اجمال

مفصل ہو گیا اجارۃ المنفعۃ بالمنفعۃ تجوز اذا اختلفا جنسا کاستیجار سکنی دار بزراعۃ ارض اجارہ ایک منفعت کا دوسری منفعت سے جائز ہی جبکہ دونون

منفعتین مختلف الجنس ہون جیسے اجارہ لینا گھر کی سکونت کا زمین کی زراعت کے عوض واذا اتحدا لا تجوز کاجارۃ السکنی بالسکنی واللبس باللبس والرکوب بالرکوب لتحریم

ذلک لما تقرر ان الجنس بانفرادہ یحرم النساء فیجب اجر المثل باستیفاء النفع کما مر لفساد العقد اور جبکہ دونون منفعتین متحد الجنس ہون جیسے اجارہ سکنی کا سکنی سے اور

لباس کا لباس سے اور سواری کا سواری سے اور مانند اسکے اسواسطے کہ متحقق ہو چکا ہی کہ جنس فقط بذات خود بلا تحقق مقدار ادھار کو حرام کر ڈالتی ہی تو استیفاء منفعت

سے اجرت مثل واجب ہوگی چنانچہ مذکور ہو چکا بسبب فاسد ہونے عقد کے استاجرہ لیصید لہ او یحتطب فان وقت لذلک وقتا جاز ذلک یعنی کا متر کیا

ایک شخص نے مستاجر کیو اسطے شکار کرے یا لکڑیاں اسکے واسطے لاوے تو اگر اسکے واسطے کوئی وقت مقرر کیا تو یہ ٹھیکا جائز ہی ہم چنانچہ صبح سے شام تک شکار کیواسطے مقرر کیا تو جائز ہی

کہ یہ منفعت پر اجارہ ہی اور وہ تسلیم نفس سے حاصل ہوتا ہی خواہ شکار کرے یا نکرے کیونکہ یہ اجیر خاص ہی اور اجیر خاص مین بیان وقت ضرور ہی والا لا لم یوقت
وعین الحطب فسد اور اگر شکار کیواسطے وقت معین نکیا تو اجارہ مذکورہ جائز نہین اور اگر وقت معین نہ کیا اور لکڑیان معین کردین تو اجارہ فاسد ہی الا
اذا عین الحطب وہو ای الحطب ملکہ فیصح لو مجہولا وینبغی تعیین الاجیر فیہ مگر جبکہ عدم تقرر وقت مین لکڑی معین کردی اور حالانکہ لکڑی مستاجر کی ملک ہی تو اجارہ جائز ہی
کذا فی المجتبی اسیکا فتوی دیا گیا ہی کذا فی النسیم فیہ یعنی اگر وزن کا ذکر ہوگا تو شکار اور لکڑی مستاجر کی ہوگی اور اجارہ صحیح ہوگا یعنی حاوی مین ذکر ہی اور صحیح فیہ
مین تو عدم جواز ہی اگرچہ یوم ذکر ہو چنانچہ منح الغفار کی عبارت سے معلوم ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے استاجر امراتہ لتخبز لہ خبزا للاکل لم یجز وللبیع جاز
صیر فیہ اپنی زوجہ سے کہا کہ ہمارے کھانے کے واسطے اجرت پر روٹی پکاوے تو جائز نہین اور بیچنے کے واسطے زوجہ سے روٹیان پکوائین تو اجارہ جائز ہی کذا فی النسیم فیہ عدم
جواز کی وجہ یہ ہی کہ بیچنے کے واسطے زوجہ پر روٹی پکانا واجب ہی باعتبار دیانت کے واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کام بانٹ دیے تھے علی مرتضی اور فاطمہ زہرا
علیہا السلام پر تو گھر کے کام حضرت زہرا پر مقرر فرمائے اور باہر کے کام حضرت مرتضی پر کذا فی الطحطاوی کی اجرت دار ا لزوجہا لیسکنا لا فلا اجر اشباہ و خانیہ قلت لکن
فی حاشیتہا لتنویر البصائر عن المضمرات معزیا للکبری قال قاضیخان ہنا الفتوی علی صحتہا لتبعیتہا فی السکنی فلیحفظ زوجہ نے اپنا گھر زوج کو اجارہ دیا پھر دونون
اس گھر مین رہنے تو کرایہ نہین کذا فی الاشباہ و الخانیہ یعنی اسواسطے کہ سکونت کی منفعت موجر اور مستاجر دونون کو حاصل ہی نہ فقط مستاجر کو مین کہتا ہون لیکن اشباہ
کے حاشیہ تنویر البصائر مین مضمرات سے نسبت بفتاوے کبرے یہ منقول ہی کہ قاضیخان نے کہا کہ یہان اجارہ مذکورہ کی صحت پر فتوی ہی اسواسطے کہ زوجہ
زوج کی تابع ہی سکونت مین تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیے صم طحطاوی نے کہا کہ خانیہ یعنی فتاوی قاضیخان مین تو عدم جواز مذکور ہی شاید کہ فتوی جواز کا شرح جامع صغیر
یا شرح زیادات مین قاضیخان نے ذکر کیا ہو انتہی اور یہ بھی احتمال ہی کہ عدم جواز کا قول ظاہر الروایہ ہو اور جواز کا قول مفتی بہ ہو واللہ اعلم وجاز اجارۃ الماشطۃ لتزیین
العروس ان ذکر العمل والمدۃ بزازیہ اور جائز ہی اجارہ مشاطہ کنگھی کرنے والی کا دلھن کے سنگار کرنے کے واسطے اگر عمل یا مدت مذکور ہو کذا فی البزازیہ ہم شرنبلالی
نے شرح وہبانیہ مین کہا العمل والمدۃ کا واو بمعنی او ہی وجاز اجارۃ القناۃ والنہر مع الماء بہ یفتی لعموم البلوی مضمرات اور جائز ہی اجارہ کاریز اور نہر کا پانی کے ساتھ
اسی قول کا فتوی ہی عموم حاجت کے سبب سے کذا فی المضمرات صم پانی کا اجارہ جائز نہین قیاس مین اسواسطے کہ استہلاک عین پر عقد وارد ہی اور حالانکہ
اجارہ ہوتا ہی منافع عین پر نہ استہلاک عین پر لیکن عموم حاجت کے سبب سے اجارہ مذکورہ پر فتوی ہوا ہی

باب ضمان الاجیر

یہ باب ہی مزدور کے تاوان کے احکام بین الاجیر علی ضربین مشترک و خاص مزدور دو قسم پر ہین ایک اجیر مشترک اور دوسرا اجیر خاص فالاول من یعمل لا لواحد کالخیاط ونحوہ تو اول یعنی اجیر مشترک وہ ہی جو سب کا کام کرے نہ فقط ایک شخص کا کام کرے چنانچہ درزی اور مانند اسکے چنانچہ رنگریز اور دھوبی کہ بہت شخصون کے
کپڑے دھوتا ہی نہ فقط ایک شخص کے او یعمل لہ عملا غیر موقت کان استاجرہ للخیاطۃ فی بیتہ غیر مقید بمدۃ کان اجیرا مشترکا وان لم یعمل لغیرہ یا اجیر مشترک وہ ہی جو
ایک شخص کا کام کرے بلا تعیین وقت چنانچہ مستاجر نے درزی کو سینے کے واسطے رکھا اپنے گھر مین بلا قید مدت تو اس صورت مین درزی اجیر مشترک ہوگا اگرچہ
درزی غیر مستاجر کا کام نہ کرے او موقتا بلا تخصیص کان استاجرہ لیرعی غنمہ شہرا بدرہم کان مشترکا الا ان یقول ولا ترعی غنم غیری وسیتضح یا اجیر مشترک وہ ہی
جو عمل موقت بلا تخصیص کرے چنانچہ ایک شخص کو اجارہ لیا اپنی بھیڑ بکریون کے چرانے کے واسطے ایک مہینہ درہم کی مزدوری پر تو عدم خصوصیت مستاجر سے وہ اجیر مشترک
ہو گیا مگر یہ کہ مستاجر اجیر سے یون کہے کہ نہ چرانیو میرے سوا اور شخص کی بکریون کو اور آگے یہ ظاہر ہوگا وفی جواہر الفتاوی استاجر حائکا لینسج ثوبا ثم استاجر الحائک لینسج لہ آخر النسج صح کلا
العقدین ان المعقود علیہ العمل لا المنفعۃ اور جواہر الفتاوی مین ہی کہ جولاہے کو اجارہ لیا تا کپڑا اپنے بنے پھر اس جولاہے نے اپنی ذات کا دوسرے شخص سے اجارہ کیا تو دونون عقد صحیح ہین اسواسطے
کہ معقود علیہ عمل ہی نہ منفعت ولا یستحق المشترک الاجر حتی یعمل کالقصار ونحوہ کقتال وحمال وملاح ودلال اور اجیر مشترک اجرت کا مستحق نہ ہوگا جبتک عمل نہ کرے چنانچہ دھوبی اور

مانند اسکے چنانچہ رسی بٹنے والا اور بوجھا لادنے والا اور دلال وفي خيار الرؤية نے كل عمل يختلف باختلاف المحل مجتبى اور اجیر مشترک کو دیکھنے کے بعد اختیار رہیگا ہر ایسے
عمل مین جو مختلف ہوجاتا ہو محل کے بدلنے سے كذا في المجتبى ہم مجتبی مین ہو کہ دھوبی سے ثوب مروی کے دھونیکی شرط کی ایک درم کی اجرت پر اور وہ راضی
ہوگیا پھر جب دھوبی نے کپڑا دیکھا تو بولا مین راضی نہین تو یہ اسکو جائز ہو اور اسیطرح درزی کا حکم ہو اور اصل یہ ہو کہ جو کام کہ مختلف ہوجاتا ہو محل کے
اختلاف سے اسمین خیار الرویت ہو محل کے دیکھنے کے بعد اور جو مختلف نہین اسمین اجیر کو اختیار نہین چنانچہ معین گیہون کا کیل کرنا یا ستاب کے غلام کی حجامت
كذا في المنح ولا يضمن ما هلك في يده وان شرط عليه الضمان لان شرط الضمان في الامانة باطل كالمودع وبه يفتي كما في عامة المعتبرات وبه جزم اصحاب المتون فكان هو المذهب
خلافا للاشباه اور اجیر مشترک پر تاوان لازم نہوگا اس چیز کا جو اسکے پاس تلف ہوجاے اگرچہ اسپر تاوان دینے کی شرط ہوگئی ہو اسواسطے کہ تاوان شرط
کرنا امانت مین باطل ہو جیسے محافظ ودیعت پر شرط تاوان باطل ہو اور اسی قول کا فتوی ہو چنانچہ اکثر کتب معتبرہ مین ہو اور اسی قول پر مصنفین متون نے یقین
کیا ہو تو یہی مذہب ٹھہرا برخلاف اشباہ ہم اشباہ مین ہو کہ اگر تاوان مشروط ہو تو اجیر مشترک پر بالاجماع تاوان ہو انتہی امام کا یہی مذہب ہو کہ اجیر مشترک پر ضمان
نہین خواہ ایسے سبب سے تلف ہوا ہو جس سے بچنا ممکن ہو چنانچہ سرقہ یا ممکن نہو چنانچہ آتش زنی اور غارتگری اور یہ قول مروی ہو فاروق رض اور مرتضی رض سے
اور صاحبین نے کہا کہ اسپر تاوان ہو مگر جس امر سے احتراز ممکن نہین وہان ضمان نہین اور یہ قول بھی مروی ہو فاروق رض اور مرتضی رض سے زیلعی مین ہو کہ صاحبین
کے قول پر فتوی ہو اسواسطے کہ پیشہ ور دغاباز ہوگئے ہین اور لزوم تاوان سے لوگون کے اموال محفوظ رہین گے اور خانیہ اور محیط اور تتمہ مین ہو کہ امام کے
قول پر فتوی ہو تو اس مسئلہ مین فتوی مختلف ٹھہرا كذا في الطحطاوي وافتى المتاخرون بالصلح على نصف القيمة اور متاخرین نے نصف قیمت پر صلح کر لینے کا
فتوی دیا ہو ہم ظہیریہ مین ہو کہ چونکہ ضمان اور عدم ضمان اجیر مشترک مین صحابہ مختلف ہین لہذا متاخرین نے نصف قیمت کی صلح پر فتوی دیا انتہی بزازی نے
کہا اور بعضون نے زبردستی صلح پر فتوی دیا ہو تا دونون قول پر عمل ہو یعنی جب دس درم کی قیمت والی چیز کی پانچ درم پر صلح ہوئی تو ہر نصف مین ایک
قول پر عمل ہوا اسواسطے کہ ایک نصف ساقط ہوا اور ایک واجب كذا في الطحطاوي وقيل ان الاجير مصلحا لا يضمن وان بخلافه يضمن وان مستور الحال يؤمر بالصلح
عمادیہ اور بعضون نے کہا کہ اگر اجیر مشترک دیندار نیکوکار ہو تو اسپر تاوان نہین اور اسکے برخلاف ہونے فاسق بیباک ہو تو تاوان اسپر ہو اور اگر اسکی نیکوکاری
اور بدکاری کا حال مخفی ہو تو صلح کا حکم ہو كذا في العمادية قلت وهل يجبر عليه حرر في تنوير البصائر نعم كمن تمت مدته في وسط البحر او البرية تبقى الاجارة بالجبر [illegible]
اور صلح پر کیا زبردستی کیجاے یا نہین تنویر البصائر مین تحریر کی ہو کہ ہان زبردستی ہوگی صلح پر مانند اس شخص کے کہ اسکی مدت اجارہ پوری ہوگئی سمندر کے درمیان
یا جنگل کے بیچ تو اجارہ باقی رکھا جاویگا زبردستی ہم طحطاوی نے کہا کہ منح الغفار مین مذکور ہو کہ زبردستی صلح کے قائل العتبی ظہیر الدین نے اپنے اس قول کو ترک کیا ہو اور
علماء سمرقند کا فتوی جواز صلح پر ہی بلا جبر ويضمن ما هلك بعمله كتخريق الثوب من دقه وزلق الحمال وغرق السفينة من مدها جاوز المعتاد ام لا بخلاف الحجام ونحوه
لما يأتي عمادیہ اور اجیر مشترک پر اسکا تاوان لازم ہوگا جو تلف ہوگیا اسکے عمل سے جیسے پھاڑنا کپڑے کا دھوبی وغیرہ کے کوٹنے سے اور پاؤن رپٹنا حمال کا
اور ڈوبنا ناؤ کا ملاح کے کھینچنے سے خواہ مکان معتاد سے بڑھا ہو برخلاف حجام وغیرہ کے چنانچہ آگے مذکور ہوگا كذا في العمادية م غرق کشتی مین کھینچنے کی قید اسواسطے لگائی
کہ اگر کشتی آندھی یا موج یا اسپر کوئی چیز گرنے یا پہاڑ کی ٹکر سے غرق ہوگی تو امام کے نزدیک تاوان نہ لازم ہوگا والفرق في الدرر وغيرها على خلاف ما بحثه صدر الشريعة فتامل
اور دھوبی وغیرہ اور حجام وغیرہ کا فرق درر وغیرہا مین صدر الشریعۃ کے برخلاف بحث کے مذکور ہو سو تامل کرو ہم حاصل تقریر درریہ ہو کہ کپڑے کی مضبوطی اور
باریکی سے دھوبی اپنی عقل سے دریافت کرسکتا ہو کہ کپڑا متحمل کوٹنے کا ہو یا نہین لہذا اسکے فعل مین سلامتی شرط ہوئی بخلاف فصد اور حجامت کے کہ وہ قوت
طبیعت اور ضعف پر مبنی ہو تو حجام اور فصاد اسکو دریافت نہین کرسکتا لہذا اسکے فعل مین سلامتی شرط نہین صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ مین کہا ہو جو فقہاء نے
کہا ہو کہ جو اجیر کے فعل سے تلف ہو تو اسپر تاوان ہو مین کہتا ہون لائق یہ ہو کہ اسکے فعل سے وہ فعل مراد ہو جسمین مقدار معتاد سے تجاوز واقع ہوگیا ہو چنانچہ حجام کے

محل میں عدم تاوان سے عدم تجاوز عن المعتاد مراد ہی لکن قوی القہستانی قول صدر الشریعۃ فتنبہ لیکن قہستانی نے صدر الشریعۃ کے قول کی تقویت کی ہی محیط وغیرہ کا قول نقل کرکے تو خبردار رہنا ہم شارح نے اس تنبیہ سے اشارہ کیا کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہی اور جو قہستانی میں محیط وغیرہ سے منقول ہی وہ آسان اور لائق تر بشریعت ہی کذا فی الطحطاوی وفی المنیۃ ہذہ اذا لم یکن رب المتاع او وکیلہ فی السفینۃ فان کان لا یضمن اذا لم یتجاوز المعتاد لان محل العمل غیر مسلم الیہ اور منیہ میں ہی کہ یہ یعنی کشتی کے غرق ہونے سے تاوان لازم ہونا اسوقت ہی جبکہ اسباب کا مالک یا اسکا وکیل کشتی میں موجود نہو اور اگر موجود ہو تو ملاح پر ضمان نہوگا جبکہ وہ حد معتاد سے متجاوز نہوگیا ہو اسواسطے کہ عمل کا محل ملاح کیطرف غیر مسلم ہی یعنی فقط اجیر ہی وہاں نہیں بلکہ صاحب متاع یا وکیل بھی وہاں ہی تو قصور فقط اسیکی طرف منسوب نہوگا وفیہا حمل رب المتاع متاعہ علی الدابۃ ورکبہا فساقہا المکاری فعثرت وفسد المتاع لا یضمن اجماعا اور منیہ میں ہی کہ اسباب کے مالک نے اپنا اسباب جانور پر رکھا اور اسپر سوار ہوا پھر اسکو کرایہ کرنے والے نے ہانکا اور وہ ٹھوکر کھاکر گر پڑا اور اسباب تباہ ہوگیا تو اسپر تاوان نہیں بالاتفاق یعنی اسواسطے کہ محل عمل اسی کیطرف مسلم نہیں قلت وقدمنا عن الاشباہ معزیا للزیلعی ان الودیعۃ باجر مضمونۃ فلیحفظ میں کہتا ہوں ہمنے اشباہ سے بنسبت بزیلعی مقدم مذکور کیا ہی کہ ودیعت بعوض اجرت کے لازم الضمان ہوجاتی ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا اس مسئلہ کی مناسبت اس مقام میں مجکو معلوم نہیں ہوتی ولا یضمن بہ بنی آدم ممن غرق فی السفینۃ او سقط عن الدابۃ وان کان بسوقہ او قودہ لان الآدمی لا یضمن بالعقد بل بالجنایۃ ولا جنایۃ لاذنہ فیہ جو آدمی ناؤ میں ڈوب گئے اسکا تاوان یعنی دیت لازم نہیں ہوتی ملاح پر ہرطرح خواہ آدمی صغیر ہو یا کبیر بقول صحیح کذا فی الزیلعی یا آدمی گر پڑا جانور سے تو تاوان نہیں اگرچہ مکاری کے جانور ہانکنے یا کھینچنے سے گر گیا ہو اسواسطے کہ آدمی کا خونبہا عقد سے لازم نہیں ہوتا بلکہ جنایت سے لازم ہوتا ہی اور یہاں جنایت نہیں اسواسطے کہ اسکا اذن ہی اسمیں یعنی کشتی چلانے اور جانور کے ہانکنے میں وان انکسر دن فی الطریق ان شاء المالک ضمن الحمال قیمتہ فی مکان حملہ ولا اجر او فی موضع الکسر واجرہ بحسابہ اور اگر مٹکا راہ میں ٹوٹ پھوٹ گیا اگر مالک چاہے حمال سے تاوان لے اس قیمت کا جو مٹکے کی قیمت ہی حمل کے مکان میں اور اسکو اجرت نہ دے یا ٹوٹنے کے مقام کی قیمت کا تاوان لے اور راہ کے حساب کے موافق اسکی اجرت دے یعنی اگر نصف راہ چلا گیا ہو تو نصف اجرت اور اگر ربع راہ چلا ہو تو ربع اجرت دے وہذا لو انکسر بصنعہ والا بان زاحمہ الناس فانکسر فلا ضمان خلافا لہما اور یہ تاوان اسصورت میں ہی اگر مٹکا اسکے فعل اور کرتب سے ٹوٹا اور اگر ایسا نہو یعنی لوگوں نے اسپر ہجوم کیا ہو پھر وہ ٹوٹ گیا ہو تو حمال پر تاوان نہیں بخلاف صاحبین ہم صاحبین نے کہا ٹوٹنے کے مقام کی قیمت کا تاوان واجب ہی اور اجرت اسکی لازم ہی اور مالک کو اختیار مذکور نہیں ہی کذا فی الطحطاوی ولا ضمان علی حجام وبزاغ ای بیطار وفصاد لم یجاوز الموضع المعتاد اور تاوان نہیں حجام پر یعنی پچھنے لگانیوالے پر اور سلوتری پر اور آدمیونکی فصد کھولنے والے پر جو مکان معتاد سے تجاوز نہیں کرگیا ہم یعنی جسنے موضع مقرری سے پچھنے لگائے اور نشتر زنی میں تجاوز نہیں کیا اور آدمی یا جانور تلف ہوگیا تو حجام یا جراح پر تاوان نہیں فان جاوز المعتاد ضمن الزیادۃ کلہا اذا لم یہلک المجنی علیہ پھر اگر جراح وغیرہ مکان معتاد سے بڑھ گیا یعنی بے موقع اپنے نشتر لگایا تو پوری زیادت کا اسپر تاوان لازم ہوگا جبکہ شخص زخمی ہلاک نہوگیا ہو ہم طحطاوی نے کہا تاوان زیادت کا طریقہ بیان نکیا اور شاید کہ سلوتری میں یہ مراد ہو کہ جانور کی قیمت مقرر کیجائے زخم ماذون کے ساتھ پھر اسکی قیمت لیجائے زخم زائد کے ساتھ اور اسیطرح غلام کی فصد اور حجامت میں دونوں طرح قیمت ٹھہرائی جائے اور اگر آزاد ہو تو وہ غلام ٹھہرایا جائے بکیفیت متقدمہ واللہ اعلم وان ہلک ضمن نصف دیۃ النفس لتلفہا بماذون فیہ وغیر ماذون فیہ فیتنصف اور اگر زخمی مرگیا تو جان کی نصف دیت کا تاوان اسپر لازم ہوگا اسواسطے کہ جان کی ہلاکی ہوئی دو فعل سے ایک ماذون دوسرا غیر ماذون تو تاوان نصفا نصف ہوگا یعنی مالک کا اذن یہ تھا کہ موضع معتاد میں مثلاً نشتر لگایا جاے پھر جب موضع معتاد سے زیادہ ہوگیا تو یہ غیر ماذون ہی پھر جب دونوں فعل سے ہلاکی ہوئی تو ماذون کا حصہ ساقط ہوگیا اور غیر ماذون کا تاوان لازم ہوا ثم فرع علیہ بقولہ فلو قطع الختان الحشفۃ وبرئ المقطوع تجب علیہ دیۃ کاملۃ لانہ لما برئ کان علیہ ضمان الحشفۃ وہی عضو کامل کاللسان

پھر مصنف نے قول سابق پر تفریع اپنے اس قول سے کی تو اگر ختنہ کرنیوالے نے سپاری کاٹ ڈالی اور شخص مقطوع چنگا ہوگیا تو جراح پر پوری دیت یعنے خونبہا
پورا واجب ہوا اسواسطے کہ جب وہ اچھا ہوگیا تو اسپر سپاری کا تاوان واجب ہوا اور سپاری عضو کامل ہے زبان کے مانند ہم عضو کامل ہے یعنی عضو مقصود
ہے جسکا ثانی نہین نفس مین تو اسکا بدل مقدر بدل نفس ہوگا چنانچہ قطع لسان مین ہے رازی نے کہا یہ عجیب مسئلہ ہے کہ حصول صحت مین تو اکثر واجب
ہوا اور ہلاکت مین اقل کذا فی الطحطاوی وان مات فالواجب علیہ نصفہا لحصول تلف النفس بفعلین احدہما ماذون فیہ وہو قطع الجلدۃ والآخر غیر ماذون
فیہ وہو قطع الحشفۃ فیضمن النصف اور اگر مختون مرگیا تو جراح پر نصف خونبہا واجب ہے بسبب حاصل ہونے ہلاکی جان کے دو فعلون سے ایک فعل تو
وہ ہے جسمین اذن تھا یعنی کھال ہی کا کاٹنا اور دوسرا فعل وہ ہے جسمین اذن نہین یعنی سپاری کاٹ ڈالنا تو جراح پر اس سبب سے نصف تاوان یعنے
نصف دیت لازم ہوگی ولو شرط علی الحجام او نحوہ العمل ای عمل لا یسری لا یصح لانہ لیس فی وسعہ الا اذا فعل غیر المعتاد فیضمن عمادیہ اور اگر حجام وغیرہ سے اس طرح
کا عمل مشروط ہوا جو تلف کی طرف نہ پہونچاوے تو یہ شرط صحیح نہین اسواسطے کہ یہ بات اسکے اختیار اور قابو مین نہین مگر جبکہ فعل غیر معتاد کریگا تو تاوان دیگا کذا
فی العمادیۃ وفیہا سئل صاحب المحیط عن فصاد قال لہ غلام او عبد افصدنی ففصدہ فصدا معتادا فمات بسببہ قال تجب دیۃ الحر وقیمۃ العبد علی عاقلۃ الفصاد لانہ خطاء
اور عمادیہ مین ہے کہ صاحب محیط سے اس فصاد کا حکم پوچھا گیا جس سے نابالغ آزاد یا غلام نے کہا کہ میری فصد کھول سو اسنے فصد معتاد کھولی پھر اسکے سبب سے
وہ مرگیا صاحب محیط نے جواب دیا کہ آزاد کا خونبہا اور غلام کی قیمت فصاد کی حمایت والی برادری پر واجب ہوگی اسواسطے کہ یہ قتل خطا کی راہ سے ہے یعنی اسواسطے
کہ اسنے قتل کا قصد نہین کیا بسبب عدم مجاوزت فعل معتاد کے وسئل عمن فصد نائما وترکہ حتی مات من السیلان قال یجب القصاص اور صاحب محیط سے اس
فصاد کے حکم کا سوال ہوا جسنے سوتے آدمی کی فصد کھولی اور اسکو چھوڑا بلا بندش زخم یہانتک کہ وہ مرگیا خون کے بہنے سے جواب دیا کہ فصاد پر قصاص واجب ہے
یعنے اسواسطے کہ پھاڑ نیوالی چیز سے اسکو قتل کیا والثانی وہو الاجیر الخاص ویسمی اجیر وحد اور مزدور کی دوسری قسم اجیر خاص ہے اور اسکو اجیر وحد بھی کہتے ہین
یعنی ایک شخص کا اجیر وہو من یعمل لواحد عملا موقتا بالتخصیص اور اجیر خاص وہ ہے جو ایک مستاجر کا عمل موقت کرے تخصیص کے ساتھ مقدسی نے کہا
کہ اگر چند شریکون نے اپنی مشترک مجموع بکریان چرانے کیواسطے ایک شخص کو بعقد واحد مقرر کیا اس شرط پر کہ ہمارے سوا اور کسی کی بکریان نہ چراوے تو وہ بھی
اجیر خاص ہے اور اسیطرح بزازیہ اور محیط مین ہے تو معلوم ہوا کہ مستاجر واحد عام ہے حقیقی ہو یا حکمی اور عمل موقت کی قید اسواسطے لگائی تا وہ اجیر نکلجاوے جو ایک
مستاجر کا کام کرے بلا توقیت چنانچہ خیاط جبکہ ایک شخص کا کپڑا سیوے اور سینے کی مدت مذکور نہو اور تخصیص کی قید سے وہ اجیر خارج ہوگیا جو ایک شخص کا کام کرے مدت
مقرر کرکے اور مستاجر نے اس سے یہ شرط نہ کی ہو کہ میرے سوا کسی اور کا کام نہ کرنا کذا فی الطحطاوی ویستحق الاجر بتسلیم نفسہ فی المدۃ جوہرہ وان لم یعمل کمن استوجر
شہرا للخدمۃ او شہرا لرعی الغنم المسمی باجر مسمی اور اجیر خاص اجرت کا مستحق ہوتا ہے اپنی ذات کی تسلیم سے یعنی مدت مین حاضر ہونے سے کذا فی الجوہرۃ اگرچہ بعد
حاضر ہونیکے کام نکرے مانند اس شخص کے جو ایک مہینہ نوکر ہوا خدمت کے واسطے یا ایک مہینہ معین بکریان چرانیکے واسطے معین درماہہ پر
ہم خدمت سے مراد مستاجر کی خدمت اور اسکی زوجہ اور اولاد کی خدمت ہے اور خدمت معتاد کا وظیفہ صبح سے ہے تا وقتیکہ لوگ سوئین عشا کے بعد کذا فی الطحطاوی
بخلاف ما لو اخرہ المدۃ بان استاجر للرعی شہرا حیث یکون مشترکا الا اذا شرط ان لا یخدم غیرہ ولا یرعی لغیرہ فیکون خاصا وتحقیقہ فی الدرر بخلاف اس صورت کے
کہ مستاجر عمل کو اول ذکر کرے اور مدت کو پیچھے ذکر کرے اسطرح کہ اجیر کرا جارہ لے چرانے کے واسطے ایک مہینہ تو اب وہ اجیر مشترک ہوگا مگر جبکہ مستاجر یہ شرط کرے
کہ اجیر کسی کی خدمت نکرے سوائے اسکے اور کسی کی بکریان نہ چراوے سوائے اسکے تو اس تخصیص سے باوجود تاخیر مدت اجیر خاص ٹھہریگا اور تحقیق اسکی درر مین
ہے ہم درر مین یون مذکور ہے کہ خدمت اور چرانے کا اجیر اسوقت اجیر خاص ہوتا ہے جبکہ عدم خدمت غیر مشروط ہو یا مدت اول مذکور ہو اور بعید اسکا یہ ہے کہ جب مدت پر
اول کلام واقع ہوا تو منافع اسکے مستاجر کے واسطے اس مدت مین مخصوص ہوگئے اور غیر کے واسطے منافع کا ہونا بھی ممتنع ہوگیا اور بعد اسکے ذکر خدمت یا چرانے کا

احتمال رکھتا ہی کہ عقد عمل کیواسطے ہو تو وہ اجیر مشترک ہو جاوے اور یہ بھی احتمال ہی کہ جو عمل اجیر خاص پہ واجب ہی اُسکا بیان نوع مدت خاص مین منظور ہو
اسواسطے کہ اجیر خاص کی مدت کا اجارہ بلا بیان نوع عمل صحیح نہین تو پہلا حکم یعنی مدت کا احتمال سے متغیر نہین ہو سکتا تو وہ اجیر خاص ہی باقی رہیگا
بیشک اُسکے خلاف کی تنصیص تعمیم عمل کی شرط سے نہ ہو تو اب تعمیم سے اجیر مشترک ٹھہریگا اور اگر مدت کو پیچھے ذکر کریگا تو اب اجیر مشترک ہوگا بدلیل مذکور انتہے
مختصرا ولیس للخاص ان یعمل لغیرہ ولو عمل نقص من اجرتہ بقدر ما عمل فتاوی النوازل اور اجیر خاص کو غیر کے واسطے عمل کرنا جائز نہین اور اگر غیر کا کام کریگا
تو اُسکی اجرت سے بقدر اُسکے عمل کے کم کر ڈالا جاے کذا فی فتاوی النوازل وان ہلک فی المدۃ نصف الغنم او اکثر من نصفہ فلہ الاجرۃ کاملۃ ما دام یرعی
منہا شیا لما مران المعقود علیہ تسلیم نفسہ جوہرۃ وظاہر التعلیل بقاء الاجرۃ لو ہلک کلہا وبہ صرح فی العمادیۃ اور مدت اجارہ مین آدھی یا زیادہ بھیڑ بکریان ہلاک
ہوگئین تو اجیر کی پوری مزدوری ثابت ہی جبتک کہ بعض کو اُنمین سے چراوے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ معقود علیہ تسلیم نفس اجیر خاص ہی نہ عمل کذا
فی الجوہرہ اور ظاہر تعلیل یہ ہی کہ اجرت پوری باقی ہی اگر سب بکریان ہلاک ہوجائین اور اسکی تصریح کی ہی عمادیہ مین م یعنی جب معقود علیہ تسلیم نفس ہوا نہ عمل
تو بعض یا کل کا ہلاک ہونا برابر ہی اور یہی قول متون اور زیلعی کے موافق ہی تو یہ قول جوہرہ کی تقیید ہلاک بعض پر مقدم ہی ولا یضمن ما ہلک فی
یدہ او بعملہ کتخریق الثوب من دقہ الا اذا تعمد الفساد فیضمن کالمودع اور اجیر خاص تاوان اسکا نہ دے جو اُسکے ہاتھ مین یا اُسکے عمل سے تلف ہو گیا
جیسے پھٹنا کپڑے کا اُسکے کوٹنے سے مگر جبکہ وہ قصدًا بگاڑے تو تاوان دے امانت دار کے مانند در صورت تعمد فساد م عدم تاوان اُسوقت ہی جبکہ عمل معتاد
ہو اور اگر بکری کو ایسا مارے کہ اُسکی کھوپری پھوٹ جاوے یا پانون ٹوٹ جاوے تو تاوان آویگا اسواسطے کہ ضرب چرانے کی عقد مین داخل نہین و چرانا تو للکارنے
اور ضرب خفیف سے بھی ہو سکتا ہی ثم فرع علی ہذا الاصل بقولہ فلا ضمان علی ظئر فی صبی ضاع فی یدہا او سرق ما علیہ من الحلی لکونہا اجیر وحد پھر مصنف
نے اس قاعدہ پر تفریع کی اپنے اس قول سے تو تاوان نہین دایہ پر اُس لڑکے مین جو اُسکے پاس ضائع ہو گیا یا جو زیور اُسپر تھا وہ چوری گیا اسواسطے کہ دایہ اجیر
خاص ہی م اجیر خاص اُسوقت ہی جبکہ مستاجر کے گھر رہتی ہو اور اگر اپنے گھر لڑکے کو لیگئی ہو تو اجیر مشترک ہی یہی قول صحیح ہی کذا فی الاتقانی وکذا لاضمان علی حارس السوق
وحافظ الخان اور اسیطرح تاوان نہین بازار کے چوکیدار اور مسافر خانہ کی محافظت کرنیوالے پر م چوکیدار اور محافظ فقیہ ابو جعفر کے نزدیک اجیر خاص ہی اور
صاحب محیط کے نزدیک اجیر مشترک ہی لیکن ذخیرہ مین ہی کہ اول قول پر فتوی ہی کذا فی الحموی عن البرجندی وصح تردید الاجر بالتردید فی العمل کان خاطہ
فارسیا فبدرہم او رومیا فبدرہمین اور اجرت کی تردید صحیح ہی عمل مین تردید کرنے سے چنانچہ مستاجر کا خیاط سے یون کہنا کہ اگر تو قبا کو مثلا بطور فارسیون کے
سیئے گا تو ایک درم اجرت ہی اور اگر تو رومیون کے طرز پر سیئے گا تو دو درم اجرت ہین م تردید اسواسطے صحیح ہوئی کہ مستاجر نے عمل کی دو معین قسمون کو ذکر کیا اور
ہر ایک کی اجرت علحدہ بیان کردی تو جہالت باقی نرہی وزمانہ فی الاول کذا بخط المصنف ملحقا ولم یشرحہ وسیتضح اور زمان عمل کی تردید صحیح ہی اول مین اسیطرح
ہی مصنف کے خط سے متن کے ساتھ ملحق اور مصنف نے اس قول کی منح الغفار مین شرح نہین کی اور تردید زمانی کا مطلب آگے واضح ہوگا یعنی قولہ الحل
کی شرح مین م یعنی قولہ وزمانہ فی الاول منح الغفار مین داخل نہین لیکن نسخہ متن مین داخل ہی بخط مصنف قال شیخنا الرملی ومعناہ یجوز فی الیوم الاول دون
الثانی کان خطہ الیوم فبدرہم او غدا فبنصفہ ہمارے اُستاد رملی نے کہا کہ وزمانہ فی الاول کا مطلب یہ ہی کہ تردید جائز ہی پہلے دن مین نہ دوسرے دن مین چنانچہ
مستاجر کا خیاط سے یون کہنا کہ اگر تو نے آج کے دن قبا سی تو ایک درم مزدوری ہی یا کل کے دن سی تو نصف درم مزدوری ہی ومکانہ کان سکنت ہذہ فبدرہم او ہذہ فبدرہمین
اور مکان عمل مین تردید صحیح ہی چنانچہ موجر کا مستاجر سے یون کہنا کہ اگر اس گھر مین تو رہیگا تو ایک درم کرایہ ہی یا اس دوسرے گھر مین رہیگا تو دو درم کرایہ ہی والعامل
کان سکنت عطارا فبدرہم او حدادا فبدرہمین اور تردید صحیح ہی عمل کرنیوالے مین چنانچہ موجر کا یون کہنا مستاجر سے کہ اگر تو اس گھر مین عطار کو رکھیگا تو ایکدرم کرایہ
ہی یا لوہار کو رکھیگا تو دو درم کرایہ ہی والمسافۃ کان ذہبت للکوفۃ فبدرہم او للبصرۃ فبدرہمین اور تردید صحیح ہی مسافت مین چنانچہ مستاجر کا یون کہنا اجیر سے کہ اگر تو

کوفہ تک گیا تو ایک درم اجرت ہے یا بصرہ تک گیا تو دو درم اجرت ہے و الحمل کان حملت شعیرا فبدرہم او برّا فبدرہمین اور یہ جیسا لادنے میں تردید صحیح ہے جیسا کہ
یون کہنا صحیح ہے کہ اگر تو جو لادیگا تو ایک درم اجرت ہے یا گیہوں لادیگا تو دو درم وکذا الخیرۃ بین ثلثۃ اشیاء اور اسی طرح تردید صحیح ہے حمل و زمان اور
مکان عمل و دعامل و مسافت اور حمل میں اگر اُسکو اختیار دے تین چیزون میں ولو بین اربعۃ لم یجز کمافی البیع اور اگر چار چیزین میں اختیار دے تردید سے
تو جائز نہیں جیسے بیع میں چار چیز کی تخییر صحیح نہیں ویجب اجر ما وجد الا فی تخییر الزمان فیجب بخیاطتہ فی الاول ما سمی وفی الغد اجر المثل لا یزاد علی درہم ولا ینقص
عن نصف درہم وفیہ خلافہما اور تردیدات مذکورہ میں سے جو چیز پائی جائیگی اُسکی اجرت واجب ہوگی سوائے تخییر زمانی کے سو پہلے دن کی درخت
مین اجر مسمی واجب ہوگا اور دوسرے دن کی درخت مین وہ اجرت مثل جو درم سے زیادہ نہ ہو واجب ہوگی اور اگر قبا کو پرسون سیئے گا تو اُسکی اجرت
مثل نصف درم سے زیادہ نہ ہوگی اور تخییر زمانی مین صاحبین کا خلاف ہے صاحبین کے نزدیک تخییر زمانی مین دونون شرطین صحیح ہین تو مثال مذکور مین اول کی دوخت
مین ایک درم اور دوسرے دن کی درخت مین نصف درم واجب ہوگا اور زفر کے نزدیک دونون شرطین صحیح نہیں اور اقوال ثلثہ کے دلائل زیلعی مین ہین

ومن بنی للمستاجر تنورا او دکانا عبارۃ الدرر او کانونا فی الدار المستاجرۃ واحترق بعض بیوت الجیران او الدار لا ضمان علیہ مطلقا سواء بنی باذن
رب الدار ام لا اجارہ کے گھر مین مستاجر نے تنور یا دکان بنائی اور ہمسایون کے بعضے مکانات یا پورا گھر جلگیا تو مستاجر پر ہر طرح تاوان نہیں خواہ اُسے صاحب خانہ
کے اذن سے تنور وغیرہ بنایا ہو یا بلا اذن شارح نے کہا درر کی عبارت مین کانون یعنی بھٹی بجائے دکان مذکور ہے کانون احتراق کے مناسب ہے بخلاف دکان
لیکن اگر دکان سے لہار یا شیشہ گر کی دکان مراد لیجیئے تو مناسبت ممکن ہے الا ان یجاوز ما یصنعہ الناس فی وضعہ او ایقادہ نارا لا یوقد مثلہا فی التنور والکانون
مستاجر مذکور پر تاوان نہیں مگر یہ کہ جسطرح لوگ تنور بناتے ہین اور رکھتے ہین اُسمین مستاجر زیادتی کرے اُسکی وضع مین اور آگ جلانے مین کہ ویسی آگ نہ جلائی
جاتی ہو تنور اور بھٹی مین تو اب تاوان لازم ہوگا استاجر حمارا فضل عن الطریق ان علم انہ لا یجدہ بعد الطلب لا یضمن کذا راع فر من قطیعۃ شاۃ فخاف
علی الباقی الہلاک ان تبعہا لانہ انما ترک الحفظ بعذر فلا یضمن کدفع الودیعۃ حال الغرق مثلاً گدھا کرایہ لیا سو وہ راہ سے گم ہوگیا اگر مستاجر جانے یعنی ظن غالب
کہ اُسکو نہ پا دیگا تلاش کرنے کے بعد تو اُسپر تاوان نہیں اسیطرح وہ چرانے والا جسکی ریوڑ سے مثلاً دنبہ نکل بھاگا سو چرانے والا ڈرا کہ اگر اُسکا پیچھا کریگا تو باقی
جانور تلف ہو جائینگے تو اُسپر تاوان نہیں اسواسطے کہ اُسنے تو محافظت عذر سے چھوڑی جیسے ودیعت کا دینا غیر شخص کو ڈوبنے کے وقت ہے یعنی ہر چند مودع پر حفاظت
ودیعت کی بذات خود لازم ہے لیکن بعذر غرق دوسرے کو دینا جائز ہے تو عذر سے ترک محافظت موجب ضمان نہیں وقالا ان کان الراعی مشترکا ضمن اور صاحبین
نے کہا کہ اگر چرانیوالا اجیر مشترک ہو تو تاوان دے ولو خلط الغنم ان امکنہ التمییز لا یضمن والقول لہ فی تعیین الدواب انہا لفلان اور اگر چرانے والے نے لوگون کی بھیڑ
بکریان ملا دالین اگر اُسکو جدا کر دینا اُسکا ممکن ہو تو اُسپر تاوان نہیں اور جانورون کے معین کر دینے مین اُسی کا قول مقبول ہے کہ یہ جانور فلانے شخص کا ہے
وان لم یمکنہ ضمن قیمتہا یوم الخلط والقول لہ فی قدر القیمۃ عمادیہ اور اگر اُسکو جدا کر دینا ممکن نہ ہو تو تاوان دے اُس قیمت کا جو ملانے کے دن مین اُس جانور کی قیمت
ہو اور مقدار قیمت مین چرانے والے کا قول مقبول ہوگا کذا فی العمادیہ ولیس للراعی ان ینزی علی شیء منہا بلا اذن ربہا فان فعل فعطبت ضمن وان نزی بلا فعلہ
فلا ضمان جوہرہ اور چرانے والے کو جائز نہیں چڑھانا نر کا مادہ پر بدون اذن مالک کے پھر اگر ایسا کریگا اور جانور تلف ہوگا تو اُسپر تاوان لازم ہوگا اور اگر نر خود چڑھا مادہ پر
بلا فعل راعی کے تو اُسپر ضمان نہیں کذا فی الجوہرہ یعنی اسواسطے کہ اسکی مراعات راعی کو ممکن نہیں کذا فی الحدادی ولا یسافر بعبد استاجرہ للخدمۃ لمشقتہ اور
مستاجر سفر مین نہ لیجائے اُس غلام کو جسکو اُسنے خدمت کے واسطے چاکر رکھا سفر کی مشقت کے سبب سے یعنی سفر کی خدمت زیادہ تر شاق ہے حضر کی خدمت سے
الا بشرط لان الشرط املک علیک ام لک مگر سفر مین لیجانے کی شرط سے البتہ ساتھ لیجانا درست ہے اسواسطے کہ شرط تیری مضرت یا منفعت کے واسطے زیادہ تر
مملوکیت یا مالکیت کا سبب ہے یعنی شرط مشروع کے پورا کرنے مین آدمی کو چارہ نہیں نفع ہو اُسمین یا نقصان وکذا لو عرف بالسفر لان المعروف کالمشروط اور اسیطرح اگر

مستاجر کا سفر میں جانا معلوم ہو تو غلام مذکور کا سفر میں لیجانا درست ہے اسواسطے کہ معروف مشروط کے مانند ہے ۔ معلوم ہونیکی صورت یہ ہے کہ اجارہ کے وقت وہ شخص سفر کا سامان کرتا ہو کذا فی الزیلعی بخلاف العبد الموصی بخدمتہ فان لہ ان یسافر بہ مطلقا لان مؤنتہ علیہ بخلاف اُس غلام کے جسکی خدمت کرنیکی مولی نے موصی لہ کے واسطے وصیت کی ہو تو اُسکو غلام کا سفر میں لیجانا درست ہے ہر طرح خواہ سفر مین لیجانے کی شرط ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو اسواسطے کہ اُسکا خرچ موصی لہ پر ہے نہ بخلاف غلام اجیر کہ اُسکا خرچ مولی پر ہے نہ مستاجر پر ولو سافر المستاجر بہ فہلک ضمن قیمتہ لانہ غاصب ولا اجر علیہ وان سلم لان الاجر والضمان لا یجتمعان وعند الشافعی لہ اجر المثل اور اگر مستاجر غلام کو سفر مین لے گیا پھر غلام مرگیا تو اُسکی قیمت کا تاوان اُسپر لازم ہوگا اسواسطے کہ مستاجر بلا شرط لیجانے سے غاصب ہوگیا اور اُسپر اجرت واجب نہ ہوگی باوجود تسلیم اسواسطے کہ اجرت اور تاوان مجتمع نہیں ہوتے اور امام شافعی کے نزدیک اُسکے واسطے اجرت مثل ہے ولا یسترد مستاجر من عبد او صبی محجور اجرا دفعہ الیہ لاجل عملہ لعودہا بعد الفراغ صحیحۃ استحسانا اور مستاجر غلام یا صغیر ممنوع التصرف سے وہ اجرت پھیر نہ لے جو اُسنے اُسکو دی اُسکے عمل کی جہت سے اسواسطے کہ اجارہ فراغ عمل کے بعد صحیح ہوگیا بطور استحسان کے م وہ غلام اور صغیر مراد ہے جسنے بلا اذن مولی اور ولی کے آپ نوکری کی اور اجرت سے اجرت مثل مراد ہے کذا فی الطحطاوی ولا یضمن غاصب عبد ما اکل الغاصب من اجرۃ الذی آجر العبد نفسہ بہ لعدم تقومہ عند ابی حنیفۃ اور تاوان نہ دے گا وہ غاصب غلام کا جسنے اُس غلام مغصوب کی اجرت کھائی جس نے اپنی ذات کا اجارہ کیا اجرت ٹھہرا کر بسبب نہ متقوم ہونے اجرت کے امام اعظم کے نزدیک ہم تاوان لازم آتا ہے مال محرز متقوم کے اتلاف سے اور یہ مال محرز نہیں اسواسطے کہ غاصب نہ مولی ہے غلام کا اور نہ اُس کا نائب اور غلام اپنے اختیار مین نہیں بلکہ وہ غاصب کے تصرف مین ہے تو وہ مال معصوم نہ ٹھہرا اور صاحبین کے نزدیک تاوان ہے اسواسطے کہ غاصب نے پرایا مال بلا اذن بلا تاویل تلف کیا کذا فی الزیلعی کما لا یضمن اتفاقا لو اجرہ الغاصب لان الاجر لہ لا للمالک چنانچہ غاصب پر تاوان نہیں باتفاق حنفیہ و ائمہ ثلثہ اگر غلام کو غاصب اجارہ دے اسواسطے کہ اب اجرت غاصب کی ہوگی نہ غلام کے مالک کی م اجر مسمی غاصب لیگا اور غاصب پر مالک کے واسطے اجرت مثل لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی وجاز للعبد قبضہا لو آجر نفسہ لا لو آجرہ المولی الا بوکالتہ لانہ العاقد عنایہ اور غلام کو اجرت کا قبض کرنا جائز ہے اگر اُسنے آپ اجارہ کیا ہو نہیں جائز ہے غلام کا قبض کرنا اگر مالک نے اُس کا اجارہ کیا ہو مگر مالک کی وکالت سے قبض جائز ہے اسواسطے کہ پہلی صورت مین عاقد غلام ہے اور دوسری مین عاقد مولی ہے کذا فی العنایہ فلو وجد ہا مولاہ قائمۃ فی یدہ اخذہا لبقاء ملکہ کمسروق بعد القطع پھر اگر غلام کا مالک غلام کی اجرت کو غاصب کے پاس موجود پاوے تو اُسکو لے بسبب باقی رہنے مالک کی ملک کے مال مسروق کے مانند قطع ید کے بعد م ہے جیسے وہ مال متقوم نہیں لیکن مالک کی ملک اسمین ہنوز باقی ہے لہذا اُسکو مالک لیگا کذا فی الزیلعی

استاجر عبدا شہرین شہرا باربعۃ وشہرا بخمسۃ صح علی الترتیب المذکور حتے لو عمل فی الاول فقط فلہ اربعۃ وبعکسہ خمسۃ دو مہینے کو اجارہ لیا غلام کا ایک مہینے کی اجرت چار درم اور دوسرے مہینے کی اجرت پانچ درم تو صحیح ہے ترتیب مذکور پر تو اگر اول مہینے مین فقط عمل کرے گا تو چار درم پاویگا اور دوسرے مہینے مین پانچ درم اختلفا الاجیر والمستاجر فی اباق العبد او مرضہ او جری ماء الرحی حکم الحال فیکون القول قول من شہد لہ الحال مع یمینہ موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا غلام کے بھاگنے یا اُسکی بیماری مین یا پن چکی کے پانی جاری ہونے مین تو حال حکم اور پنچ فیصلہ کرنیوالا ہوگا یعنی قول اُسی کا معتبر ہوگا جسکے قول کا شاہد ظاہر حال ہوگا اُسکی قسم کے ساتھ کما یحکم الحال لو باع شجرا فیہ ثمر واختلفا فی بیعہ ای الثمر معہا ای الشجر فالقول قول من فی یدہ الثمر جس طرح حال حکم ہوتا ہے اگر درخت بیچا جس مین پھل لگے ہین اور بائع اور مشتری پھل کی بیع مین مختلف ہین درخت کے ساتھ تو مقبول قول اُسکا قول ہے جسکے ہاتھ اور قبض مین پھل ہے والاصل ان القول لمن شہد لہ الظاہر اور اسکا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اُس شخص کا قول مقبول ہے جس کے واسطے ظاہر حال گواہی دے وفی الخلاصۃ انقطع ماء الرحی سقط من الاجر

بحساب رواج و عادت در مخاصمہ میں ہی کہ پن چکی کا پانی بند ہوگیا تو اسکے حساب کے موافق اجرت ساقط ہوگی اور اگر پانی پھر جاری ہوگا تو اجارہ پھر آدے گا

ولو اختلفا فی قدر الانقطاع فالقول للمستاجر وفی نفسہ حکم الحال اور اگر دونون نے اختلاف کیا پانی کی مقدار انقطاع مین تو مستاجر کا قول مقبول ہی

اور اگر خود پانی مین اختلاف ہوا تو ظاہر حال حکم کریگا والقول قول رب الثوب بیمینہ فی القمیص والقباء والحمرۃ والصفرۃ وکذا فی الاجر وعدمہ

اور کپڑے کے مالک کا قول مقبول ہی قسم کے ساتھ قمیص و قبا مین اور سرخی اور زردی مین اور اسی طرح اجرت اور عدم اجرت مین ہم یعنی مالک

کہتا ہو کہ مین نے قمیص سلایا تھا اور خیاط کہتا ہو کہ قبا سلائی تھی تو مالک ہی کا قول قسم کے ساتھ مسموع ہوگا یا مالک کہتا ہو کہ سرخ رنگ کو مین نے کہا تھا

اور رنگریز کہتا ہو کہ زرد کو کہا تھا تو مالک ہی کا قول مقبول ہوگا اور اسی طرح اجرت اور عدم اجرت مین مالک ہی کی بات مسموع ہی وقال ابو یوسف ان کان

المعاملۃ فلہ الاجر والا فلا اور ابو یوسف نے کہا کہ اگر کاریگر اور مالک ثوب سے اجرت کے ساتھ معاملہ ہوا کرتا ہو تو اسکی مزدوری ثابت ہوگی اور نہین نہین

یعنی مفت اسکو سی دیتا ہو تو اجرت نہین ہی قیل ای وقال محمد ان کان الصانع معروفا بہذہ الصنعۃ بالاجر وقیام حالہ بہا ای بہذہ الصنعۃ

کان القول قولہ بشہادۃ الظاہر والافلا وبہ یفتی زیلعی اور بعضون نے کہا یعنی محمد نے کہا کہ اگر کاریگر اس پیشہ کے ساتھ مشہور ہو اجرت لینے مین اور

اسکا قیام معاش اسی پیشہ سے ہو تو کاریگر کا قول مقبول ہوگا ظاہر حال کی شہادت کے سبب سے اور اگر ایسا نہ ہو تو اسکا قول مقبول نہ ہوگا بلکہ مالک کا

قول مسموع ہوگا اور اسی قول محمد پر فتوی ہی کذا فی الزیلعی وہذا بعد العمل اما قبلہ فیتحالفان اختیار اور یہ یعنی حکم مذکور اسوقت ہی جبکہ اختلاف ہوا عمل کے بعد یعنی

سینے اور رنگنے کے بعد مثلا اور اگر قبل عمل اختلاف ہوا ہو تو مالک و پیشہ ور دونون قسمین کھائین کذا فی الاختیار فرع مسائل متفرقہ شتی کے فعل الاجیر فی کل

الصنائع یضاف لاستاذہ فالا ضمان علیہ الاستاذ اختیار سب پیشون مین مزدور کا کام اسکے استاد کاریگر کیطرف منسوب ہوگا سو جس چیز کو مزدور تلف کرے گا

تو اسکا تاوان استاد و دوکاندار دیگا کذا فی الاختیار یعنی مالم یتعد فیضمنہ ہو عمادیہ یعنے استاد اسوقت تاوان دے جبتک مزدور کی طرف سے زیادتی

اور تقصیر نہ ہوا ہو اور در صورت تقصیر مزدور ہی تاوان دے گا کذا فی العمادیہ ہم استاد یعنی صاحب دکان خیاط یا رنگریز اجیر مشترک ہی لہذا اسپر

تاوان ہی اور مزدور اجیر خاص ہی دکاندار کا لہذا اسپر تاوان نہین مگر در صورت تقصیر و تعدی فی الاشباہ ادعی نازل الخان وداخل الحمام وساکن المستغل

الغصب لم یصدق والاجر واجب قلت وکذا قال الیتیم علی المفتی بہ قنیہ اور اشباہ مین ہی کہ سرائے کے اترنے والے اور حمام کے داخل ہونے والے اور جو مکان کہ

کرایہ کے واسطے بنا اسکے رہنے والے نے غصب کا دعوی کیا یعنی مین بلا اذن مالک بطور غصب کے رہا ہون مجھپر کرایہ واجب نہین بواسطہ عدم اجارہ

تو اسکے قول کی تصدیق نہ ہوگی اور کرایہ واجب ہی مین کہتا ہون اسی طرح مال یتیم کا حکم ہی یعنے دعوی غصب سے اسکی بھی اجرت ساقط نہین بقول

مفتی بہ قنیہ کذا در سیوی فیہا الاجرۃ لارض کالخراج علی المعتمد فاذا استاجرہا للزراعۃ فاصطلم الزرع آفۃ وجب ما قبل الاصطلام وسقط ما بعدہ قلت و

ہو المعتمد فی الولوالجیہ اور اشباہ مین ہی کہ زمین کی اجرت خراج کے مانند ہی بنابر قول معتمد کے پھر جبکہ زمین اجارہ لی زراعت کے واسطے پھر آفت

سماوی یا ارضی نے کھیت برباد کر دیا تو قبل از استیصال کی اجرت واجب ہوگی اور بعد استیصال کی اجرت ساقط ہوگی مین کہتا ہون اور اسی قول

کو معتمد کہا ہی ولوالجیہ مین ہم یہ قول ولوالجیہ کے مخالف ہی اسواسطے کہ اسمین خراج اور اجرت مین فرق بیان کیا ہی یعنی آفت رسیدگی سے خراج واجب

نہین ہوتا ہی یہی قول معتمد ہی انتہی اور یہ جو کہا کہ بعد استیصال کی اجرت ساقط ہوتی ہی سو قول مفتی بہ کے مخالف ہی اسواسطے کہ محیط مین ہی کہ فتوی

اسپر ہی کہ جب زراعت تلف ہو جانے کے بعد اتنی مدت باقی نہ رہے جسمین اعادہ زراعت ممکن ہو تو مستاجر پر اجرت واجب نہ ہوگی اور اگر دوبارہ زراعت

کرنا ممکن ہو مانند اول کے یا اس سے کمتر تو اجرت واجب ہوگی اور یہی حکم ہی منع غاصب کا کذا فی الطحطاوی لکن جزم فی الخانیۃ بروایۃ عدم سقوطہا حیث

قال اصاب الزرع آفۃ فہلک او غرق ولم ینبت لزم الاجر لانہ تمکن ولو غرقت قبل ان یزرع فلا اجر علیہ انتہی لیکن فتاوی قاضی خان مین

عدم سقوط اجرت کی روایت پر اعتماد کیا ہی چنانچہ کہا کہ زراعت پر آفت پڑی سو وہ تلف ہوگئی یا ڈوب گئی اور نہ جمی تو اجرت لازم ہی اسواسطے کہ مستاجر اُسکو بو چکا اور اگر زمین ڈوب گئی بونے سے پہلے تو مستاجر پر اجرت نہین انتہی م یہ قول محیط کے قول مفتی بہ کے مخالف ہی چنانچہ مذکور ہو چکا واللہ اعلم

باب فسخ الاجارۃ

یہ باب ہی فسخ اجارہ کے احکام مین تفسخ بالقضاء او الرضی بخیار شرط ورویۃ کالبیع خلافا للشافعی اجارہ فسخ کیا جاتا ہی حاکم کے حکم یا رضاے عاقدین سے بسبب خیار شرط اور خیار رویت کے بیع کے مانند برخلاف امام شافعی رم یعنی چونکہ اجارہ عبارت ہی شراء منافع سے لہذا اُسمین بیع کے مانند خیار شرط سے تین دن تک فسخ عقد مین اختیار ہی اور بے دیکھی چیز کا اجارہ اور بن دیکھنے کے اُسکے فسخ کر ڈالنے کا اختیار ہی لیکن امام شافعی کے نزدیک اجارہ مین خیار شرط صحیح نہین اور نہ بے دیکھی چیز کا اجارہ درست ہی وبخیار عیب حاصل قبل العقد او بعدہ بعد القبض او قبلہ اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہی اس عیب کے خیار العیب سے جو حاصل ہوا ہو عقد اجارہ سے پہلے یا عقد کے بعد قبض کے پیچھے یا قبض کے پہلے یفوت النفع بہ صفۃ عیب کخراب الدار وانقطاع ماء الرحی وانقطاع ماء الارض حصول اس عیب سے اجارہ فسخ کیا جاتا ہی جسکے سبب سے منفعت فوت ہو جاے چنانچہ گھر کا ویران ہو جانا اور پن چکی کا پانی منقطع ہونا اور زمین مزروعہ کا پانی منقطع ہونا شارح نے کہا یفوت النفع کا جملہ عیب کی صفت ہی وکذا لو کانت تسقی بماء السماء فانقطع المطر فلا اجر خانیہ ای وان لم تنفسخ علی الاصح کما مر اور اسیطرح اگر زمین سینچی جاتی ہو آسمان کے پانی سے سو مینہ منقطع ہو گیا تو اجرت نہین کذا فی الخانیۃ یعنی قطع بارش سے اجرت ساقط ہو جاتی ہی اگرچہ بنابر قول اصح اجارہ فسخ نہین ہو جاتا چنانچہ مذکور ہو چکا خلاصہ سے اس باب سے پہلے م خیار شرط اور خیار رویت اور خیار عیب سے اجارہ فسخ نہین ہو جاتا ہی لیکن حق فسخ اسنے ثابت ہوتا ہی اور یہی قول اصح ہی اور غیر اصح قدوری اور صاحب تحفہ کا کلام ہی ولہذا مصنف نے تفسخ کہا نہ تنفسخ وفی الجوہرۃ لو جاء من الماء ما یزرع بعضہا فالمستاجر بالخیار ان شاء فسخ الاجارۃ کلہا او ترک ودفع بحساب ما روی منہا اور جوہرہ مین ہی کہ اگر اتنا پانی آیا جس سے بعض زمین کی زراعت ہو سکتی ہی تو مستاجر کو اختیار ہی چاہے سب زمین کا اجارہ فسخ کر ڈالے یا چھوڑ دے وہ زمین جہان پانی نہین پہونچا اور جسقدر زمین سیراب ہوئی ہو اسکے حساب کے موافق اجرت دے وفی الولوالجیۃ لو استاجر ہا بغیر شربہا فانقطع ماء الزرع علی وجہ لا یرجی فلہ الخیار وان انقطع قلیلا قلیلا ویرجی منہ السقی فالاجر واجب اور ولوالجیہ مین ہی کہ زمین اجارہ لی بدون شرب یعنی اُس زمین کی آب پاشی کی نوبت اجارہ مین نہ داخل کی پھر کھیت کا پانی اسطرح پر منقطع ہو گیا کہ اُسکی امید باقی نہین رہی تو مستاجر کو فسخ اجارہ مین اختیار ہی اور اگر تھوڑا تھوڑا پانی قطع ہو گیا اور اُس قدر سے سینچنے کی امید ہی تو اجرت واجب ہی وفی لسان الحکام استاجر حماما فی قریۃ ففزعوا ورحلوا سقط الاجر عنہ وان نفر بعض الناس لا یسقط الاجر اور لسان الحکام مین ہی کہ حمام اجارہ لیا ایک گانون مین سو آدمی وہان کے رہنے سے ڈرے اور وہان سے کوچ کر گئے تو مستاجر پر سے اجرت ساقط ہو گئی اور اگر گانون کے بعضے آدمی کوچ کر گئے تو اجرت ساقط نہ ہو گی او یخل عطف علی یفوت بہ ای بالنفع بحیث ینتفع بہ فی الجملۃ کمرض العبد ودبر الدابۃ ای قرحہا وسقوط حائط دار اجارہ فسخ کیا جاتا ہی اُس عیب سے جو منفعت مین خلل ڈالتا ہی اس طرح پر کہ اُس عیب کے ساتھ کچھ منفعت حاصل ہو سکتی ہی چنانچہ غلام کا بیمار ہو جانا اور جانور کی پیٹھ لگ جاتی یعنی اُس مین زخم کا ہونا اور گھر کی ایک دیوار کا گر جانا وفی التبیین لو انقطع ماء الرحی والبیت مما ینتفع بہ لغیر الطحن فعلیہ من الاجر بحصتہ لبقاء بعض المعقود علیہ فاذا استوفاہ لزمہ حصتہ اور تبیین مین ہی اگر پن چکی کا پانی منقطع ہو گیا اور پن چکی کی کوٹھری ایسی ہی کہ آٹا پیسنے کے سوا اور نفع اُس سے حاصل ہو سکتا ہی تو مستاجر پر اجرت واجب ہی اُسکے حصہ کے موافق بسبب باقی رہنے بعض معقود علیہ کے پھر جب وہان کی بود و باش وغیرہ سے مستاجر نفع حاصل کرے گا تو اجرت بقدر اُسکے حصہ کے اُسپر لازم ہو گی فان لم یخل العیب بہ او ازالہ الموجر او انتفع بالمخل سقط خیارہ لزوال السبب پھر اگر عیب منفعت کا

خلل انداز نہ ہو یا موجر اُس عیب کو زائل کردے یا استاجر خلل والی چیز سے نفع حاصل کرے تو اُسکا اختیار فسخ ساقط ہوگا بسبب زائل ہوجانے سبب
فسخ کے ہم عیب غیر مخل چنانچہ غلام کا کانا ہوجانا یا اُس کے بال جھڑ جانے اور ازالہ عیب کی یہ صورت ہی کہ دار منہدمہ کو موجر جلد تیار کردے
وعمارۃ الدار المستاجرۃ وتطئینہا واصلاح المیزاب وما کان من البناء علی رب الدار وکذا کل ما یخل بالسکنی اور اجارہ کے
گھر کی مرمت اور اُسکو مٹی لیسنا اور پرنالہ درست کرنا اور جو چیزین قبیل تعمیر کے ہو گھر کے مالک پر ہی اور اسی طرح جو چیز سکونت مین خلل انداز
ہو وہ صاحب خانہ کے ذمہ پر ہی ہم تطئین سے مراد وہ مٹی لیسنا ہی جسکا ترک خلل انداز ہو اور بعضی کتابون مین چھت کی مٹی لیسنی مذکور ہی
کذا فی الطحطاوی فان ابی صاحبہا ان یفعل کان للمستاجر ان یخرج منہا الا ان یکون المستاجر استاجرہا وہی کذلک وقد رآہا
رضاہ بالعیب پھر اگر صاحب خانہ تعمیر وغیرہ سے انکار کرے نہ بنا وے تو مستاجر کو اُس گھر سے نکلنا درست ہی مگر یہ کہ مستاجر نے نادرست گھر دیکھکر
اجارہ لیا ہو تو اب نکلنا جائز نہین بسبب راضی ہوجانے مستاجر کے عیب پر واصلاح بئر الماء والبالوعۃ والمخرج علی صاحب الدار
لکن لاجبر علیہ لانہ لایجبر علی اصلاح ملکہ فان فعلہ المستاجر فہو متبرع ولہ ان یخرج ان ابی ربہا خانیہ ای الا اذا راہا کما مر اور کنوئین کے پانی
اور نجس پانی کے چہ بچہ اور بدرو کی اصلاح اور درستی گھر کی مالک کے ذمہ پر ہی لیکن اُسپر زبردستی نہین اسواسطے کہ مالک پر مملوک کے درست
کرنے کو زبردستی نہین کیجاتی پھر اگر مستاجر نے اشیاء مذکورہ کو بنالیا تو وہ محسن بلاعوض ہی اور مستاجر کو اُس گھر سے نکلنا جائز ہی اگر اُسکا مالک امور
مذکورہ کی درستی سے انکار کرے کذا فی الخانیہ یعنے مگر اُس صورت مین نکلنا درست نہین جبکہ اُسنے نادرست گھر دیکھکر اجارہ لیا ہو چنانچہ عنقریب
نکلسے ہو چکا وفی الجوہرۃ ولہ ان ینفرد بالفسخ بلا قضاء اور جوہرہ مین ہی کہ مستاجر مذکور کو جائز ہی کہ تنہا اجارہ کو فسخ کردے بلا حکم حاکم ولو استاجر
دارین فسقطت او تعیبت احداہما فلہ ترکہما لو عقد علیہما صفقۃ واحدۃ اور اگر دو گھر کو اجارہ لیا سو ایک گھر منہدم یا معیوب ہوگیا تو اُسکو دونون
کا چھوڑ دینا جائز ہی اگر دونون پر ساتھی یکبارگی عقد کیا ہو یعنے اگر جدا جدا عقد ہوا ہو تو ایک گھر کے سقوط سے دوسرا گھر نہین چھوڑ سکتا قلت
وفی حاشیۃ الاشباہ معزیا للبنایۃ ان العذر ظاہرا ینفرد وان مشتبہا لاینفرد وہو الاصح مین کہتا ہون اور حاشیہ اشباہ مین بنایہ سے منقول ہی
کہ اگر عذر ظاہر ہو تو مستاجر فسخ اجارہ تنہا بلا حکم حاکم کرسکتا ہی اور اگر عذر مشتبہ ہو تو بلا حکم حاکم فسخ نہین کرسکتا اور یہی قول اصح ہی ہم اگر عذر
سے فسخ اجارہ کی حاجت ہو تو صاحب عذر فسخ مین منفرد ہی یا قضا یا رضا کی حاجت ہی اسمین روایات مختلف ہین اور قول صحیح یہ ہی کہ اگر عذر
ظاہر ہو تو منفرد ہی اور اگر مشتبہ ہو تو منفرد نہین کذا فی فتاوی قاضیخان وبعذر عطف علی بخیار شرط لزوم ضرر لم یستحق بالعقد ان بقی العقد
کما فی سکون ضرس استوجر لقلعہ وموت عرس او اختلاعہا استوجر طباخ لطبخ ولیمتہا اور فسخ کیا جاتا ہی اجارہ لزوم ضرر غیر مستحق بالعقد
کے عذر سے اگر عقد باقی رہے یعنے اگر عقد اجارہ کو قائم رکھے تو مستاجر کو وہ ضرر لازم ہو جسکا استحقاق عقد سے ثابت نہین چنانچہ اُس ڈاڑھ کے
درد کا ساکن ہوجانا جسکے اُکھاڑنے کے واسطے اجیر معین کیا اور اُس زوجہ کا مرجانا یا اُسکا خلع کرنا جسکی شادی کے کھانا پکانے کے واسطے باورچی
کو اجیر کیا ہم یعنے جب درد ٹھہر گیا تو ڈاڑھ اُکھاڑنے مین صریحا مستاجر کا ضرر ہی اسی طرح زوجہ مردہ یا مختلعہ کے ولیمہ کرنے مین سراسر مال
کا ضائع کرنا ہی تو اس عذر سے فسخ اجارہ درست ہی شارح نے کہا قولہ وبعذر خیار شرط پر عطف ہی کنز مین مذکور ہی کہ عذر سے مراد عاجز ہوتا ہی
احد العاقدین کا اجارہ قائم رکھنے مین مگر بتحمل ضرر زائد جو عقد سے مستحق نہین وبعذر لزوم دین سواء کان ثابتا بعیان من الناس او بیان
اے بینۃ او اقرار والحال انہ لا مال لہ غیرہ اے غیر المستاجر لانہ یحبس بہ فیتضرر الا اذا کانت الاجرۃ المعجلۃ تستغرق قیمتہا اشباہ
اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہی لزوم دین کے عذر سے خواہ دین ثابت ہو لوگون کی دانست سے یا گواہون کے بیان سے یا موجر کے اقرار سے اور حالانکہ

اُسکا کچھ مال نہین ہی اجارہ والی چیز کے سوا اسواسطے کہ اگر وہ چیز اداے دین کے واسطے نہ بیچی جاے اجارہ کے سبب سے موجر محبوس ہوگا تو
اُسکو ضرر پہونچیگا مگر جبکہ پیشگی دی ہوئی اجرت اُس چیز کی قیمت کے برابر ہو تو اب دین کے عذر سے اجارہ فسخ نہ ہوگا کذا فی الاشباہ
م یعنی اگر قیمت گھر کی سو درم ہوا اور مستاجر نے اُسیقدر اجرت موجر کو پیشگی دی ہو تو انقضاے مدت اجارہ تک صاحب دین انتظار کرے
تو دین کے عذر سے اُسوقت اجارہ فسخ ہوگا جبکہ قیمت زیادہ ہو اجرت سے وبعذر افلاس مستاجر دکان لیتجر اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہی اُس
کرایہ دار کے مفلس ہوجانے سے جسنے دکان اجارہ لی سوداگری کے واسطے یعنی اسواسطے کہ افلاس مین تجارت ممکن نہین وبعذر
افلاس خیاط یعمل بمالہ لا بابرتہ استاجر عبدا یخیط فترک عملہ اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہی اُس خیاط کے افلاس سے جو اپنی سوئی اور مقراض سے کام
نہین کرتا بلکہ اپنا مال خرچ کرکے اسطرح کام کرتا ہی کہ غلام کو سینے کے واسطے مزدوری لگاتا ہی سو غلام نے اُس خیاط کا کام چھوڑ دیا اُسکے افلاس
کے سبب سے اور اگر خیاط فقط اپنی سوئی اور مقراض سے کام کرتا ہو تو اُسکا افلاس فسخ اجارہ مین عذر نہین ہی وبعذر بدو مکتری دابۃ من سفر
اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہی اس عذر سے کہ جانور کے کرایہ لینے والے کا دل ہٹ گیا سفر کرنے سے م اگر جانور کرایہ لیا بغداد تک پھر اُسکو سفر کرنا بہتر معلوم
نہوا یا حج کے واسطے اونٹ کرایہ کیا پھر اُس سال حج کا ارادہ موقوف رکھا یا وہ شخص بیمار ہوگیا یا سفر سے عاجز ہوگیا تو یہ عذر ہی فسخ اجارہ
کا کذا فی قاضیخان ولو فی نصف طریقہ فلہ نصف الاجران استویا صعوبۃ وسہولۃ والا فبقدرہ شرح وہبانیۃ وخانیہ اور اگر نصف راہ مین دل ہٹا سفر
سے تو جانور کے مالک کو نصف کرایہ ملیگا اگر راہ کے دونون نصف سختی اور آسانی مین برابر ہون اور اگر برابر نہون تو بقدر اُسکی زیادتی یا کمی کے ملے گا
کذا فی شرح الوہبانیہ والخانیۃ بخلاف بدو المکاری فانہ لیس بعذر اذ یمکنہ ارسال اجیرہ برخلاف دل ہٹ جانے مکاری کے کہ وہ فسخ اجارہ کا عذر
نہین ہی اسواسطے کہ مکاری یعنی جانور کے مالک کو اپنے مزدور کا بھیجنا جانور کے ساتھ ممکن ہی وفی الملتقی ولو مرض عذر فی روایۃ الکرخی دون روایۃ
الاصل قلت وبالاولی یفتی اور ملتقی مین ہی اور اگر مکاری بیمار ہوا تو وہ عذر ہی کرخی کی روایت مین نہ مبسوط کی روایت مین مین کہتا ہون اور
پہلی روایت یعنی کرخی کی روایت پر فتوے ہی ثم قال ولو استاجر دکانا للخیاطۃ فترکہ لیعمل اخر فعذر پھر صاحب ملتقی نے کہا اور اگر دکان کرایہ کی دوخت
کے عمل کے واسطے پھر اسنے دوخت کو چھوڑا دوسرے عمل کے سبب سے تو یہ فسخ اجارہ کا عذر ہی م یہ قول تفصیل فتاوی کبرے کے مخالف ہے
فتاوی عالمگیری مین کبری سے منقول ہی کہ اگر مستاجر دوسرے عمل کے واسطے دکان مین مستعد ہوا تو اُسکو نقض اجارہ درست نہین اور نہین تو
نقض جائز ہی انتہی اور اسی کو شارح ابن اسکے ولوالجیہ سے نقل کریگا وکذا لو استاجر عقارا ثم اراد السفر انتہی اور اسی طرح کا عذر ہی اگر زمین کو اجارہ لیا
پھر سفر کا ارادہ کیا انتہی ما فی الملتقی وفی القہستانی سفر مستاجر دار للسکنی عذر دون سفر موجرہا اور قہستانی مین ہی سفر کرنا اُس مستاجر کا جس نے
گھر اجارہ لیا رہنے کے واسطے عذر ہی نہ اُسکے موجر کا سفر یعنی صاحب خانہ کا سفر فسخ اجارہ کا عذر نہین ولو اختلفا فالقول للمستاجر فیحلف بانہ عزم علے
السفر اور اگر موجر اور مستاجر نے سفر اور عدم سفر مین اختلاف کیا تو مستاجر کا قول مقبول ہی تو وہ یون قسم کھائے کہ اُسنے سفر کا ارادہ کیا ہی وفی
الولوالجیۃ تحولہ عن صنعتہ الی غیرہا عذر ان لم یفلس حیث لم یمکنہ ان یتعاطاہا فیہ اور ولوالجیہ مین ہی پھرنا مستاجر کا اپنے پیشہ سے دوسرے
پیشہ کی طرف عذر ہی فسخ اجارہ دکان کا اگرچہ وہ مفلس نہوگیا ہو جبکہ اُسکو اُس پیشہ کا کرنا دکان مین ممکن نہ ہو پس اگر ممکن ہوگا تو عذر نہین وفی
الاشباہ لا یلزم للمکاری الذہاب معہا ولا ارسال غلام وانما یجب الاجرۃ بتخلیتہا اور اشباہ مین ہی کہ مکاری کو جانور کے ساتھ جانا لازم نہین اور نہ بھیجنا غلام
کا اور اجرت تو تخلیہ جانور سے واجب ہوتی ہی وبخلاف ترک خیاطۃ مستاجر عبدا یخیط لیعمل متعلق بترک فے الصرف لامکان الجمع بخلاف
اُس خیاط کے جسنے غلام کو مزدوری لگایا دوخت کے واسطے پھر دوخت ترک کی تاکہ غلام صرافی کرے تو یہ عذر نہین فسخ کا اسواسطے

لو جمع بین العملین ممکن ہے یعنے دونون کام ہوسکتے ہین اسطرح پر کہ دکان کی ایک طرف خیاطی کرے اور دوسری طرف صرافی ھم طحطاوی نے کہا
قولہ بخلاف ترک خیاطتہ الخ ترکیب رکیک المعنی ہے باوجود تتابع اضافات کے تو اگر یون کہتا و بخلاف خیاطۃ استاجر عبدا للخیاطۃ فترکہا لیعمل فے
الصرف) تو واضح تر ہوتا و بخلاف بیع ما آجرہ فانہ لیس بعذر بدون لحوق دین کما مر و یوقف بیعہ الے انقضاء مدتہا ہو المختار
لکن لو قضی بجوازہ نفذ تمامہ فے شرح الوہبانیۃ اور بر خلاف بیچ ڈالنے موجر کے اس چیز کو جسکو اس نے اجارہ دیا کہ وہ بھی عذر فسخ نہین
بدون لاحق ہونے دین کے چنانچہ گذر گیا اور بیع اس کی موقوف رہیگی مدت اجارہ کے منقضی ہونے تک اور یہی قول مختار ہے
لیکن اگر قاضی جواز بیع کا حکم دے گا تو نافذ ہوگا اور پورا اسکا بیان شرح وہبانیہ مین ہے وفیہ معزیا للخانیۃ لو باع الآجر المستاجر فاراد المستاجر
ان یفسخ بیعہ لا یملکہ ہو الصحیح ولو باع الراہن للمرتہن فسخہ اور شرح وہبانیہ مین ہے خانیہ سے کہ اگر موجر نے اجارہ کی چیز بیچی اور مستاجر نے چاہا
کہ اسکی بیع کو فسخ کرے تو وہ اسپر قادر نہین اور اگر راہن مرہون کو بیچے تو مرتہن کو اختیار ہے کہ اسکی بیع فسخ کرے ھم لیکن عمادیہ مین فتاوے
صغری سے ہے کہ بیع مرہون کی راہن اور مرتہن کے حق مین نافذ ہے راہن اور مرتہن اسکو فسخ نہین کرسکتے اجارہ والی چیز کی بیع کے مانند
کذا فی الطحطاوی و تنفسخ بلا حاجۃ الی الفسخ بموت احد العاقدین عندنا لا بجنونہ مطبقا عاقد لنفسہ بدون فسخ کرنے کے اجارہ فسخ ہوجاتا ہے
احد العاقدین کی موت سے ہمارے نزدیک نہ اسکو جنون مطبق ہوجانے سے موت سے وہ اجارہ فسخ ہوجاتا ہے جسکو اپنی خاص ذات کے واسطے
عقد کیا ہو الا لضرورۃ کموتہ فی طریق مکۃ ولا حاکم فی الطریق فتبقی الے مکۃ فیرجع الامر الے القاضی لیفعل الاصلح فیوجرہا لہ لو امینا او یبیعہا بالقیمۃ و یدفع لاجرۃ
الایاب ان برہن علے دفعہا وتقبل البینۃ ہنا بلا خصم لانہ یرید الاخذ من ثمن ما فی یدہ اشباہ احد العاقدین کی موت سے اجارہ فسخ ہوتا ہے لیکن ضرورت
کے سبب سے فسخ نہین ہوتا چنانچہ موجر کا مرجانا مکہ معظمہ کی راہ مین اور حالانکہ راہ مین کوئی حاکم نہین تو اس ضرورت سے تا بلوغ مکہ اجارہ باقی رکھا جائیگا
پھر یہ مقدمہ وہان کے قاضی کے سامنے پیش کیا جاوے تاکہ قاضی جو بہتر ہو سو کرے اس طرح پر کہ جانور اجارہ دے مستاجر کو اگر وہ
امانت دار ہو جانور کو بقیمت بیچ ڈالے اور مستاجر کو پھرنے کی اجرت دے اگر مستاجر آنے جانے کی اجرت دینے کو گواہون سے ثابت کردے
اور اس مقام مین بدون مدعا علیہ کے گواہ مقبول ہونگے اسواسطے کہ مدعی اس چیز کے ثمن سے لیا چاہتا ہے جو اسکے قبضے مین ہے کذا فے
الاشباہ و فے الخانیۃ استاجر دارا او حماما او ارضا شہرا فسکن شہرین ہل یلزمہ اجر الشہر الثانی ان معدا للاستغلال نعم والا لا یعنے اور خانیہ
مین ہے کہ گھر یا حمام یا زمین ایک مہینہ کو اجارہ لی پھر مستاجر نے اسمین دو مہینے سکونت کی اسپر دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی یا نہین اسکا
جواب یہ ہے کہ اگر وہ چیز فقط کرایہ کے واسطے مہیا کی ہو تو ہان دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی اور اگر کرایہ کے واسطے مہیا نہین ہے تو اجرت
لازم نہین اسی قول کا فتوی ہے قلت فکذا الوقف ومال الیتیم وکذا لو تقاضاہ المالک وطالبہ بالاجر فسکن یلزمہ الاجر بسکناہ بعدہ مین کہتا ہون
اسی طرح مکان وقف اور مال یتیم مین دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی اور اسی طرح اگر موجر نے مستاجر سے شہر ثانی مین تقاضا کیا اور اجرت
شہر ثانی کی مانگی پھر مستاجر ساکن رہا تو اسپر اجرت لازم ہوگی اسکی سکونت کرنے سے بعد اس تقاضے کے ولو سکن المستاجر بعد موت الموجر ہل
یلزمہ اجر ذلک قیل نعم لمضیہ علے الاجارۃ وقیل ہو کالمسئلۃ الاولی اور اگر مستاجر ساکن رہا بعد موت موجر کے کیا اسکو اسکی اجرت لازم ہوگی
یا نہین بعضون نے کہا ہان اجرت لازم ہوگی بسبب چلنے مستاجر کے اجارہ سابقہ پر اور بعضون نے کہا یہ مسئلہ پہلے یعنی سکونت شہرین کے
مانند ہے ھم یعنے اگر وہ مکان کرایہ کے واسطے بنا ہے یا موجر کے وارث نے شہر ثانی مین تقاضا اجرت کا کیا تو اجرت لازم ہے اور نہین تو
لازم نہین و ینبغی ان لا یظہر الانفساخ ہنا ما لم یطالبہ الوارث بالتفریغ او بالتزام اجر آخر ولو معدا للاستغلال لانہ فصل مجتہد فیہ ہل یلزم المسمے

او باجر المثل لظاہر القنیۃ الثانی وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ اور لائق بقواعد فقہ یہ ہی کہ یہان اجارہ فسخ ہوجانا ظاہر نہ ہو جب کہ وارث موجر کا مکان خالی
کردینے کا مطالبہ نہ کرے یا التزام اور اجرت کا نہ ہوا گرچہ وہ مکان کرایہ لینے کے واسطے بنا ہوا سواسطے کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہی اور کیا اجرت
معینہ لازم ہوگی یا اجرت مثل لازم ہوگی ظاہر قنیہ اجرت مثل پر دلالت کرتا ہی اور اسکا پورا بیان شرح وہبانیہ مین ہی وفی المنیۃ مات احد عاقدی الزرع
بقل یبقی العقد بالمسمی حتی یدرک وبعد المدۃ باجر المثل اور منیہ مین ہی کہ احد العاقدین مرگیا اور کھیت ساگ ہی یعنی ہنوز کھیت خام ہی تو عقد اجارہ
باقی رہیگا پختگی تک بعوض اجرت معینہ کے اور بعد انقضاے مدت کے اجرت مثل پر باقی رہیگا وفی جامع الفصولین لو رضی الوارث وہو کبیر
ببقاء الاجارۃ ورضی بہ المستاجر جاز انتہی ای فیجعل الرضی بالبقاء انشاء عقد ای لجوازہا بالتعاطی فتامل اور جامع الفصولین مین ہی اور اگر موجر کا وارث
بالغ بقاء اجارہ پر راضی ہوا اور مستاجر بھی اسپر راضی ہو تو جائز ہی انتہی ما فی الفصولین یعنی تو باقی رہنے کی رضامندی ایجاد عقد قرار دیجائیگی یعنے
جواز اجارہ کے واسطے رضامندی انشاء عقد ہوگی بواسطہ تعاطی کے اسکو تامل کرو وفی حاشیۃ الاشباہ المستاجر والمرتہن والمشتری احق بالعین من
سائر الغرماء لو العقد صحیحا ولو فاسدا فاسوۃ للغرماء فلیحفظ اور اشباہ کے حاشیہ مین ہی کہ مستاجر اور مرتہن اور مشتری زیادہ ترحقدار ہین عین کے باقی دینا
والون سے اگر عقد اجارہ اور رہن اور بیع صحیح ہو اور اگر عقد فاسد ہو تو مستاجر اور مرتہن اور مشتری برابر ہین اور دین والونکے اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم
یعنی اگر موجر مرگیا اور اسپر دیون ہین تو اور ون سے مستاجر زیادہ ترحقدار ہی اور اسی طرح مرتہن احق ہی اور اگر چیز خریدی اور ہنوز قبض مین نہین آئی
کہ بائع مرگیا اور اسپر دیون ہین تو مشتری احق ہی یعنی وہ مشتری اپنا حق لیگا پھر اگرچہ زیادہ باقی رہیگا تو وارباب دیون پاوینگے **فان عقدہا لغیرہ لا تنفسخ**
کوکیل ای بالاجارۃ پھر اگر عاقد نے اپنے غیر کے واسطے اجارہ منعقد کیا تو عاقد کی موت سے اجارہ فسخ نہ ہوگا چنانچہ اجارہ دینے کا وکیل یعنے
مثلاً زید نے خالد سے کہا کہ میری یہ حویلی کسی کو اجارہ دے اور اسنے محمود کو اجارہ دی تو خالد کے مرنے سے حویلی کا اجارہ فسخ نہوگا اسواسطے
کہ اجارہ عاقد کے واسطے نہ تھا واما الوکیل بالاستیجار فاذا مات تبطل الاجارۃ لان التوکیل بالاستیجار توکیل بشراء المنافع فصار کالتوکیل بشراء الاعیان
فیصیر مستاجرا لنفسہ ثم یصیر موجرا للموکل فہو معنی قولنا ان الوکیل بالاستیجار بمنزلۃ المالک کذا نقلہ المصنف عن الذخیرۃ قلت ومثلہ فی شرح المجمع
البزازیۃ والعمادیۃ اور اجارہ لینے کا وکیل اگر مرجائے گا تو اجارہ باطل ہوگا اسواسطے کہ اجارہ لینے کی توکیل خریداری منافع کی توکیل ہی تو یہ شراء
اعیان کی توکیل کے مانند ہی تو وکیل مستاجر ٹھہریگا اپنی ذات کے واسطے پھر موجر ٹھہرجائیگا اپنے موکل کے واسطے سو یہی مطلب ہی ہمارے
اس قول کا کہ اجارہ لینے کا وکیل بمنزلہ مالک کے ہی ایسا نقل کیا ہی مصنف نے ذخیرہ سے مین کہتا ہون اور اسی کے مانند شرح مجمع اور بزازیہ
اور عمادیہ مین ہی ثم قال المصنف قلت ہذا مستقیم علی ما ذکرہ الکرخی من ان الملک یثبت للوکیل ثم ینتقل الی الموکل واما علی ما قالہ ابو طاہر
من انہ یثبت للموکل ابتداء وبہ جزم فی الکنز وہو الاصح کما فی البحر فلا یستقیم واللہ اعلم انتہی پھر مصنف نے اپنی شرح مین کہتا ہون یہ یعنی مستاجر کے
وکیل کی موت سے اجارہ باطل ہونا مستقیم ہوتا ہی کرخی کے اس قول کے بموجب کہ ملک وکیل کے واسطے ثابت ہوتی ہی پھر موکل کی طرف منتقل
ہوتی ہی اور وہ جو ابو طاہر نے یہ کہا ہی کہ ملک موکل کے واسطے ابتدا سے ثابت ہوتی ہی اور اسی قول پر یقین کیا ہی کنز مین اور یہی صحیح تر قول ہی
چنانچہ بحر الرائق مین ہی تو بطلان اجارہ مستقیم نہین واللہ اعلم انتہی قول المصنف قلت وتعقبہ شیخنا بانہ غیر مستقیم علی ما ذکرہ الکرخی ایضا لاتفاقہم علی
عدم عتق قریب الوکیل لان ملکہ غیر مستقر والموجب للعتق والفساد الملک المستقر شارح نے کہا مین کہتا ہون اور مصنف کے قول پر ہمارے استاد
نے اعتراض کیا ہی اسطرح کہ بطلان اجارہ بموجب اس قول کے بھی جسکو کرخی نے ذکر کیا ہی غیر مستقیم ہی بسبب متفق ہونے فقہا کے قرابت دار
وکیل کی عدم آزادی پر اسواسطے کہ وکیل کی ملک مستقر اور دائم نہین اور عتق اور فساد کا موجب ملک مستقر ہی نہ غیر مستقر ہم فساد سے مراد فساد

ظاہر ہی جب کہ وکیل اپنی زوجہ یا لونڈی کو اسکے مالک سے خرید کرے اپنے موکل کے واسطے کذا فی الحلبی ثم قال والحاصل ان الاصح ان الاجارة لا تنفسخ بموت المستاجر والنقل به مستفیض انتہے واللہ اعلم پھر ہمارے استاد نے کہا اور حاصل کلام یہ ہی کہ صحیح تر قول یہ ہی کہ اجارہ فسخ نہیں ہوجاتا اجارہ لینے والے کی موت سے اور اس قول کی نقل فقہا مین مشہور اور معروف ہی انتہی قولہ واللہ اعلم و وصی واب وجد وقاض ومتولی الوقف لبقاء المستحق علیہ والمستحق حتے لو مات المعقود له بطلت در در اور چنانچہ وصی یتیم اور باپ اور دادا اور قاضی اور وقف کے متولی کی موت سے اجارہ فسخ نہیں ہوتا بسبب باقی رہنے مستحق علیہ اور مستحق کے تو اگر وہ شخص مرگیا جسکے واسطے اجارہ منعقد ہوا تو اجارہ باطل ہوگا اسکی موت سے کذا فی الدرر مستحق علیہ سے مراد موجر ہی اور مستحق سے مراد وہ ہی جسکے نفع کے واسطے اشخاص مذکورین سے نے اجارہ لیا چنانچہ موکل اور یتیم اور صغیر اور موقوف علیہم کذا فی الطحطاوی مع التوضیح الا اذا کان متولی وقف خاص به وجمیع غلته له کما فے وقف الاشباه معزیا للوہبانیة قال واطلاق المتون بخلافه قلت وباطلاق المتون افتے قاری الہدایة فکان ہو المذہب المعتمد کما قاله المصنف فی حاشیته علی الاشباه متولی وقف کی موت سے اجارہ فسخ نہین ہوتا مگر جب کہ ایسا متولی ہو کہ وقف اسی کی ذات کے واسطے خاص ہو اور سب غلہ وقف کا اسی کی ذات کے واسطے ہو تو اس متولی کی موت سے اجارہ فسخ ہوگا کذا فے وقف الاشباه عن الوہبانیة صاحب اشباہ نے کہا اور متون فقہ کا اطلاق اس استثنا کے مخالف ہی مین کہتا ہون اور اطلاق متون کا فتوی دیا ہی قاری ہدایہ نے تو وہی اطلاق مذہب معتمد ٹھہر گیا ایسا کچھ مصنف نے کہا ہی اپنے حاشیہ مین جو اشباہ پر ہی وکذا قال فی الاشباه بعد اربع اوراق لا تنفسخ الاجارة بموت موجر الوقف الا فی مسئلتین ما اذا آجره الواقف ثم ارتد ثم مات لبطلان الوقف بردته وفیما اذا آجر ارضه ثم وقفها علے معین ثم مات تنفسخ اور اسیواسطے اشباہ مین کہا ہی چار ورق کے بعد کہ اجارہ فسخ نہیں ہوجاتا موجر وقف کے مرجانے سے مگر دو مسئلون مین ایک مسئلہ یہ ہی جبکہ زمین کا اجارہ دیا وقف کے کرنے والے نے پھر وہ مرتد ہوگیا پھر مرگیا بسبب باطل ہوجانے وقف کے واقف کے ارتداد سے اور دوسرا مسئلہ یہ ہی جبکہ مالک نے اپنی زمین اجارہ دی پھر وہ زمین وقف کردی ایک شخص معین پر پھر واقف مرگیا تو اجارہ فسخ ہوگا یعنی اسواسطے کہ ابتداء عقد اپنی ذات کے واسطے تھی اور پہلی صورت مین وقف میراث ہوجائیگا وفی وقف فتاوی ابن نجیم سئل اذا آجر الناظر ثم مات فاجاب لا تنفسخ الاجارة فی الوقف بموت الموجر والمستاجر کذا رایته فے عدة نسخ لکنه مخالف لما فی اجارة فتاوی قاری الہدایة فتنبه اور فتاوی ابن نجیم کی کتاب الوقف مین مذکور ہی کہ ابن نجیم سے یہ سوال ہوا کہ جب ناظر وقف نے اجارہ دیا پھر وہ مرگیا تو جواب دیا کہ اجارہ وقف مین موجر اور مستاجر کی موت سے فسخ نہیں ہوجاتا اسی طرح مین نے دیکھا ہی فتاوی مذکور کے کئی نسخون مین لیکن وہ مخالف ہی فتاوی قاری ہدایہ کی کتاب الاجارہ کے تو آگاہ رہو جسم مخالف فقط یہی ہی کہ اُس مین لفظ مستاجر زیادہ ہی کذا فے الحلبی وفیہا ایضا لا تنفسخ بموت المتولی ولو الغلة له بمفرده فتنبه اور اُسی فتاوے مین یہ بھی ہی کہ متولی کی موت سے اجارہ فسخ نہین ہوجاتا اگرچہ وقف کا غلہ فقط متولی کے واسطے ہو خبردار رہو ہمام شارح نے خبرداری سے اشارہ کیا رد مذکور کی طرف یعنے وہبانیہ کا قول جو اشباہ مین مذکور ہی وہ اس قول سے بھی رد ہوگیا وفے الفیض الواقف لو آجر الوقف بنفسه ثم مات ففی الاستحسان لا یبطل لانه آجر لغیره انتہے ومثله فی البزازیة اور فیض مین ہی کہ وقف کرنے والا اگر وقف کا اجارہ دے بذات خود پھر مرجاے تو استحسان مین اجارہ باطل نہیں ہوتا اسواسطے کہ اسنے غیرون کے واسطے اجارہ دیا یعنی غلہ کے مصرف موقوف علیہم ہین نہ واقف اور اسی طرح بزازیہ مین ہی وفے السراجیة وحکم عزل القاضی والمتولے کالموت فلا تنفسخ اور سراجیہ مین ہی اور قاضی اور متولی کی معزولی کا حکم موت کے برابر ہی تو اُن کے عزل سے اجارہ فسخ نہ ہوگا **وتنفسخ ایضا بموت احد مستاجرین او موجرین فے حصته او حصة المیت لو عقدہا لنفسه**

و بقیت فی حصة الحی اور دو مستاجرون یا دو موجرون مین سے ایک مستاجر یا ایک موجر کے مرجانے سے بھی اجاره فسخ ہوجاتا ہی فقط اُس کے
حصہ مین یعنی میت کے حصہ مین فسخ ہوتا ہی اگر میت نے بذات خود اجاره منعقد کیا ہو اور باقی رہیگا اجاره زنده مستاجر یا موجر کے حصہ
مین فروع مسئلہ ملمنہ شارح کافی وقف الاشباه تخلیة البعید باطلة فلو استاجر قریة وهو بالمصر لم تصح تخلیتها علی الاصح ینبغی للمتولی ان یذهب للقرية
مع المستاجر او غیره فیخلی بینه وبینها او یرسل وکیله او رسوله احیاء لمال الوقف فلیحفظ قلت لکن نقل محشیها ابن المصنف فی زواهر الجواهر عن بیوع
فتاوی قارئ الهداية انه متى مضی مدة یتمکن من الذهاب الیها والدخول فیها کان قابضا والا فلا فتنبه انتہے اور اشباه کی کتاب الوقف مین مذکور ہی
کہ مکان بعید کا تخلیہ یعنی اجاره کی زمین کو مستاجر کے قبض وتصرف مین کر دینا باطل ہی تو اگر گانون اجاره لیا اور حالانکہ مستاجر شہر مین ہی تو اسکا تخلیہ
صحیح نہیں بنابر قول صحیح تر کے تو متولی وقف کو لائق ہی کہ گانون مین جاوے مستاجر کے ساتھ یعنی اُسکے وکیل کے ساتھ پھر تخلیہ کر دے درمیان
مستاجر اور درمیان گانون کے یعنی بلا مزاحمت احدے اُسکے تصرف مین کر دے یا متولی اپنے وکیل یا پیغام رسان کو اُس کے ساتھ بھیجے
مال وقف کے قائم رکھنے کے واسطے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے مین کہتا ہون لیکن اشباه کے محشی مصنف کے فرزند نے زواهر الجواهر مین فتاوی
قاری ہدایہ کی کتاب البیوع سے نقل کیا ہی کہ جب اتنی مدت عقد اجاره کے بعد گذر جاوے کہ جسمین مستاجر گانون کی طرف جانے اور اُس کے داخل
ہونے مین قادر ہو تو وه گانون کا قابض ٹھہریگا اور اگر اتنی مدت منقضی نہ ہو تو فقط مستاجر کے اعتراف سے قابض نہ ٹھہرے گا انتہی اور
زواهر الجواهر میں ذخیرة الناظر مین ہی کہ اگر گانون اجاره لیا اور وه شہر سے دور ہی اور مستاجر نے اُسکے قبض کا اقرار کیا تو تخلیہ باطل ہی اور اقرار
اسکا باطل ہی تاوقتیکہ اتنی مدت نہ گذرے جسمین وہان جاوے اور قبض کرے یا اسقدر مدت گذر جانے کے بعد اقرار کرے یا موجر اور مستاجر
اپنے وکیل یا رسول بھیجین کذا فی اللمحات مسائل شتے یہ چند مسائل متفرقات ہین احرق حصائد ای البقایا اصول قصب محصود فی ارض
مستاجرة او مستعارة جلائین باقی جڑین قصب مقطوع کی جو اجاره یا عاریت کی زمین کے اندر واقع ہین قصب یعنی بانس اور نرکل الحصائد
مثال کے ہی اسکی خصوصیت نہیں بلکہ گھاس اور ہر قسم کے کھیت کی ٹھونٹھیون کے جلانے کا یہی حکم ہی کذا فی شرح الحموی ومثله ارض بیت المال
المعدة لحط القوافل والاحمال ومرعی الدواب وشرح الحصائد قلت وحاصله ان لم یکن له حق الانتفاع فی الارض یضمن ما احرقه فی مکانه بنفس الوضع
لا ان قامت الریح علی ما علیه الفتوی قاله شیخنا اور اجاره اور عاریت کی زمین کے مانند بیت المال یعنی سرکاری زمین ہی جو قافلون اور بھاری اسباب
کے اتارنے کے واسطے اور جانورون کی چراگاه اور کھلیانون کے ڈالنے کے واسطے مقرر ہی مین کہتا ہون اور خلاصہ یہ ہی کہ اگر جلانے
والے شخص کے واسطے حق انتفاع نہ ہو زمین مین تو اسپر تاوان لازم ہوگا اُس چیز کا جسکو آگ نے جلا دیا اُسی مکان مین بمجرد رکھنے
آگ کے نہ اُس چیز کا تاوان جسکو ہوا نے جلایا آگ اُڑا کر بنابر قول مفتی بہ ایسا کچھ کہا ہی ہمارے اُستاد خیر الدین رملی نے فاحترق
شئی من ارض غیره لم یضمن لانه تسبب لا مباشرة اجاره یا عاریت کی زمین مین کھیت کی ٹھونٹھیان جلائین تو غیر شخص کی زمین سے کوئی
چیز جل گئی تو جلانے والے پر تاوان نہیں اسواسطے کہ احتراق مذکور تسبب ہی احتراق کا نہ مباشرت یعنی اور تاوان کی شرط مباشرت ہی نہ تسبب
ان لم یضطرب الریاح فلو کانت مضطربة ضمن لانه یعلم انها لا تستقر فی ارضه فیکون مباشرا عدم تاوان اس شرط پر ہی کہ ہوائین زور
سے نہ چلتی ہون اور اگر ہوا تیز ہوگی تو جلانے والا تاوان دیگا اسواسطے کہ وه جانتا ہی کہ ہوا کی تیزی سے آگ اُسکی زمین مین ٹھہری نہ رہیگی
تو وہی شخص احتراق کا مباشر یعنے جلانے والا ٹھہرا وکذا کل موضع کان المواضع حق الوضع فیه ای فی ذلک الموضع لا یضمن
علی کل حال اذا تلف بذلک الموضوع شئے سوا تلف به وهو فی مکانه او بعد ما زال عنه اور اسی طرح جس موضع مین کہ

رکھنے والے کو رکھنے کا حق ہو وہان تاوان نہین ہر حال بیع جب کہ اُس رکھی چیز سے کوئی اور چیز تلف ہو جاے خواہ چیز تلف ہو اس حال مین کہ شے موضوع اپنے مکان مین ٹھہری ہو یا تلف ہو اپنے مکان سے ہٹ جانے کے بعد بخلاف ما اذا لم یکن للواضع فیہ حق الوضع حیث یضمن الواضع اذا تلف بہ شیٔ وہو فی مکانہ وکذا بعد ما زال لا مزیل کوضع جرۃ فی الطریق ثم اخرٰی فتدحرجتا فانکسرتا ضمن کل جرۃ صاحبہا ان زال بمزیل کریح وسیل لا یضمن الواضع ہذا ہو الاصل فی ہذہ المسائل کما حققہ فی الخانیۃ برخلاف حکم سابق یہ صورت ہی جبکہ رکھنے والے کا اُس مکان مین رکھنے کا حق نہ ہو اسواسطے کہ رکھنے والا تاوان دیگا جب کہ کوئی چیز اُس رکھی چیز کے سبب سے تلف ہوگی اور حالانکہ شے موضوع اپنے مکان مین ہو اور اسی طرح تاوان لازم ہوگا شے موضوع کے خود ٹلجانے کے بعد بدون ٹالنے والے کے چنانچہ گھڑا رکھا راہ مین پھر دوسرے شخص نے دوسرا گھڑا وہین رکھا پھر دونون گھڑے ڈھلکے اور ٹکرکھا کر ٹوٹ گئے تو ہر شخص دوسرے شخص کے گھڑے کا تاوان دے اور اگر شے موضوع ٹل گئی کسی چیز کے ٹالنے سے چنانچہ ہوا سے یا سیلاب سے تو رکھنے والے پر تاوان نہین یہی قاعدہ کلیہ ہی ان مسئلون مین چنانچہ اس کی تحقیق خانیہ مین کی ہی ثم فرع علیہ بقولہ فلو وضع جمرۃ فی الطریق فاحترق بذلک شیٔ ضمن لتعدیتہ بالوضع پھر مصنف نے اپنے قول پر تفریع کی اس قول سے تو اگر چنگاری رکھی راہ مین سو اسکے سبب سے کوئی چیز جلگئی تو تاوان دے گا بسبب اپنی تقصیر کے آگ رکھنے سے اسواسطے کہ راہ مین چلنے کا حق ہی نہ آگ رکھنے کا وکذا یضمن فی کل موضع لیس فیہ حق المرور اور اسی طرح تاوان دیگا ہر ایک اُس موضع مین جہان چلنے کا حق ثابت نہین ہم حق مرور خانیہ مین مذکور نہین اُس مین حق وضع اور عدم حق وضع مذکور ہی اور مرور کے حق کو صاحب خلاصہ نے ذکر کیا ہی اور کہا ہی کہ اس قول پر فتوی ہی کذا فی الطحطاوی الا اذا ہبت بہ ای بالموضوع الریح فلا ضمان لنسخہا فعلہ وکذا لو دحرج السیل الحجر وبہ یفتی خانیۃ مگر جبکہ رکھی ہوئی چیز کو وہان سے ہوا اُڑا لیجاے تو اب تلف ہونے سے تاوان نہین اسواسطے کہ ہوا نے رکھنے والے کا فعل مٹا دیا یعنی اب احراق ہوا کی طرف منسوب ہوگا نہ رکھنے والے کی طرف اور اسی طرح اگر سیلاب نے پتھر ڈھلکایا اور کوئی چیز تلف ہوگئی تو رکھنے والے پر تاوان نہین اسی قول پر فتوی ہی کذا فی الخانیۃ ولو اخرج الحداد الحدید من الکیر فی دکانہ ثم ضربہ بمطرقۃ فخرج الشرار الی الطریق و احرق شیئا ضمن ولو لم یضربہ واخرجہ الریح لا زیلعی اور اگر لوہار نے لوہا نکالا بھٹی سے اپنی دکان مین پھر اُسپر ہتوڑا مارا سو راہ کی طرف چنگاری نکلگئی اور اُسنے کوئی چیز جلا دی تو لوہار تاوان دیگا اور اگر اُسپر ہتوڑا نہین مارا اور چنگاری ہوا نے نکال تو اب جلنے سے تاوان لوہار پر نہین کذا فی الزیلعی سقی ارضہ سقیا لا تحتملہ فتعدی الماء الی ارض جارہ فافسدہا ضمن لانہ مباشر لا متسبب ایک شخص نے اپنی زمین اس قدر بکثرت سینچی کہ زمین اُسکو نہ تمام سکی سو پانی آبلکر اُسکے ہمسایہ کی زمین کی طرف بہا اور اُسکو خراب کر دیا تو سینچنے والے پر تاوان لازم ہوگا اسواسطے کہ وہ مباشر ہی فساد کا نہ سبب انگیز اقعد خیاطا او صباغا فی حانوتہ من یطرح علیہ العمل بالنصف سواء اتحد العمل ام اختلف کخیاط مع قصار صح استحسانا لانہ شرکۃ الصنائع فہذا بوجاہتہ یقبل وہذا بحذاقتہ یعمل خیاط یا رنگریز نے اُس شخص کو اپنی دکان پر بٹھایا جو دکاندار کو سینے یا رنگنے کا کام لیکر دے لفظا نصف اجرت پر خواہ دونون کا عمل ایک ہی ہو یعنی دونون خیاط ہون یا دونون رنگریز یا عمل مختلف ہو جیسے خیاط دھوبی کے ساتھ تو یہ درست ہی باعتبار استحسان کے اسواسطے کہ یہ شرکت ہی صنائع کی نہ شرکت وجوہ جیساکہ صاحب ہدایہ سمجھا ہی تو یہ شخص بسبب اپنی وجاہت اور ردداری کے کام لیتا ہی اور یہ یعنی دکاندار اپنی کاریگری کے سبب سے کام کرتا ہی کاستیجار جمل لیحمل علیہ محملا و راکبین الی مکۃ ولہ المحمل المعتاد ورویتہ احب وکذا اذا لم یر الوطأۃ واللحاف جیسے صحیح ہی کرایہ لینا غیر معین اونٹ کا تا اُسپر محمل لادا جاے اور دو سوار اُسپر سوار ہون مکہ معظمہ تک اور حالانکہ محمل رواج کے موافق ہی اور دیکھ لینا محمل کا مستحب ہی یعنے قطع نزاع کے واسطے اور اسی طرح اجارہ

جائز ہی جب کہ بچھونا اور اوڑھنا نہ دیکھا ہو ہم شامی مین مذکور ہی کہ دو اونٹ مکہ معظمہ تک کرایہ لیے تا ایک اونٹ پر محمل کسے اور دو شخص اسپر سوار ہون اپنا اوڑھنا بچھونا لیکر سو مکاری نے سوار ہونے والون کو دیکھا اور انکا اسباب مذکور نہین دیکھا اور دوسرے اونٹ پر کئی من ستو اور پانی اور سرکہ اور تیل وغیرہ لادے اور اسکی مقدار بیان نہ کی یا یہ شرط کی کہ مکہ معظمہ سے پلٹنے کے وقت تحائف لاد لاوے گا جس قدر لوگ لاد لاتے ہین تو یہ اجارہ فاسد ہی قیاس مین بسبب غیر معین ہونے بوجھ کے اور باعتبار استحسان کے جائز ہی اسواسطے کہ اسکا رواج جاری ہی انتہی زیلعی نے کہا وجہ استحسان یہ ہی کہ معقود علیہ راکب ہی سو معلوم ہی اور محمل تابع ہی اور اسکی جہالت معتاد کی طرف پھرنے سے زائل ہو جاتی ہی اور اسی طرح اوڑھنے بچھونے کی جہالت دور ہو جاتی ہی کذا فی الطحطاوی دفی الولوالجیۃ ولو تکاری الی مکۃ ابلا مسماۃ بغیر اعیانہا جاز ویحمل المعقود علیہ حملا فی ذمۃ المکاری والابل لۃ وجہالتہا لا تفسد قلت فما یفعلہ الحجاج من الاجارۃ لحمل والرکوب الی مکۃ بلا تعیین الابل صحیح واللہ اعلم ادہ والولوالجیہ مین ہی اور اگر چار یا دس اونٹ بلا تعیین کرایہ لیے مکہ معظمہ تک تو جائز ہی اور معقود علیہ بوجھا قرار دیا جاتا ہی مکاری کے ذمہ پر اور اونٹ بوجھ لادنے کے آلات ہین اور انکی جہالت اجارہ مذکور کی مفسد نہین ہی مین کہتا ہون کہ وہ جو حاجی لوگ اجارہ کرتے ہین بوجھ لادنے اور سواری کے واسطے مکہ معظمہ تک بلا تعیین اونٹون کے تو صحیح ہی واللہ اعلم ہم وجہ جواز یہ ہی کہ مطلق متعارف کی طرف متصرف ہی استاجر حملا لحمل مقدار من الزاد فاکل منہ ردعوضہ من زاد ونحوہ ایک اونٹ کرایہ لیا توشہ کی مقدار معین کے لادنے کے واسطے سو توشہ مین سے کچھ کھا یا گیا تو اسکی عوض توشہ یا مانند اسکے اور چیز پھر اسپر لادی جاوے قال لغاصب دارہ فرغہا والا فاجرتہا کل شہر بکذا فلم یفرغ وجب علی الغاصب المسمے لان سکوتہ رضی صاحب خانہ نے گھر کے غصب کرنے والے سے کہا کہ گھر خالی کردے اور نہین تو کرایہ اسکا ہر ماہ اتنا دینا ہوگا سو غاصب نے گھر خالی نہ کیا تو غاصب پر کرایہ مذکورہ واجب ہوگا اسواسطے کہ اسکا سکوت رضامندی ہی اجارہ کی الا اذا انکر الغاصب ملکہ وان اثبتہ ببینتہ لانہ اذا انکرہ لم یکن راضیا بالاجارۃ مگر اس صورت مین کرایہ واجب نہ ہوگا جبکہ غاصب صاحب خانہ کی ملک کا انکار کرے اگرچہ صاحب خانہ اپنی ملک گواہون سے ثابت کرے اسواسطے کہ جب وہ ملک کا منکر ہوا تو اجارہ پر راضی نہ ٹھہرا او اقر بملکہ لکن لم یرض بالاجر لانہ صرح بعدم الرضی یا غاصب نے اسکی ملک کا اقرار کیا ولیکن اجرت پر راضی ہوا تو بھی اجرت واجب نہ ہوگی اسواسطے کہ اسنے عدم رضا کی تصریح کردی فی الاشباہ السکوت بالاجارۃ رضی وقبول فلو قال للساکن اسکن بکذا والا فانتقل او قال الراعی لا ارضی بالمسمے بل بکذا فسکت لزم ما سمی اور اشباہ مین ہی کہ چپ رہنا اجارہ مین رضا اور قبول ہی تو اگر مالک نے گھر یا دکان کے رہنے والے سے کہا کہ بعوض اسقدر کرایہ کے سکونت کر اور نہین تو نکلجا یا چرانے والے نے کہا کہ مین اجرت سابقہ پر راضی نہین بلکہ اسقدر اجرت لونگا پھر اسنے سکوت کیا تو اسقدر اجرت لازم ہوگی یعنی اسنے معین کی بقی یسکن ثم لما طالبہ قال لم اسمع کلامک ہل یصدق ان بہ صمم نعم والا لاعملا بالظاہر باقی رہی یہ بات کہ اگر ساکن مذکور نے سکونت کیا پھر جب مالک نے کرایہ مانگا تو بولا کہ مین نے تیرا کلام نہ سنا تھا تو اسکی تصدیق ہوگی یا نہین جواب یہ ہی کہ اگر وہ شخص بہرا ہی تو ہان تصدیق ہوگی اور اگر وہ شخص بہرا نہ ہو تو تصدیق نہوگی بنا بر عمل بظاہر جاز للمستاجر ان یوجر الموجر بعد قبضہ قبل وقبلہ من غیر موجرہ واما من موجرہ فلا یجوز وان تخلل ثالث بہ یفتے للزوم تملیک المالک مستاجر کو جائز ہی کہ اجارہ والی چیز بعد اسکے قبضہ کرنے کے اسکے مالک کے سوا اور شخص کو اجارہ دے بعضون نے کہا کہ قبل از قبض بھی اجارہ دینا جائز ہی اور اسکے مالک اجارہ دینے والے کو اجارہ دینا جائز نہین اگرچہ تیسرا شخص درمیان مین واقع ہو اسطرح کہ مستاجر اول مستاجر ثانی کو اجارہ دے اور مستاجر ثانی موجر کو اجارہ دے اسی قول پر فتوی ہی بسبب لازم ہونے تملیک مالک کے ہم یعنی عین کا مالک منافع کا بھی مالک ہی اور مستاجر اسکے قائم مقام ہی کذا فی الطحطاوی وعن شقبل الاول

بالاجارۃ لمالک الصحیح لا وہبانیۃ قلت وصححہ قاضیخان وغیرہ وفی المضمرات وعلیہ الفتوی اور کیا پہلا اجارہ مالک کو اجارہ دینے سے باطل ہو جاتا ہی
یا نہین جواب یہ ہی کہ صحیح قول یہ ہی کہ باطل نہین ہوتا مین کہتا ہون اور عدم بطلان کو صحیح کہا ہی قاضیخان وغیرہ نے اور مضمرات مین ہی اور اسی
قول پر فتوی ہی وقدمنا عن البحر معزیا للجوہرۃ الاصح نعم واقرہ المصنف ثمہ ونقل ہنا عن الخلاصۃ ما یفید انہ ان قبضہ منہ بعد ما استاجرہ بطلت والا لا
فلیکن التوفیق فتامل اور ہم نے بحر الرائق سے نسبت بجوہرہ پہلے نقل کیا کہ صحیح تر قول یہ ہی کہ ہان اجارہ باطل ہو جاتا ہی مالک کو اجارہ دینے سے
اور ثابت رکھا ہی اس قول کو مصنف نے وہان اور اپنی شرح مین یہان خلاصہ سے وہ نقل کیا ہی جو اسکا مفید ہی کہ اگر موجر نے مستاجر سے اجارہ
کی چیز قبض کی بعد اسکے اجارہ لینے کے تو پہلا اجارہ باطل ہوگا اور نہین تو باطل نہ ہوگا تو اب تو دونون قولون مین اختلاف رفع ہوگیا اتفاق
ہوگیا سو اسکو غور کر لے ضم یعنی بطلان اجارہ اولی کا قول عدم قبض موجر پر محمول ہی اور بطلان کا قول قبض موجر پر محمول ہی محیط مین ہی کہ موجر نے
مستاجر سے لیکر قبض نہین کیا تو مستاجر اول پر اجرت لازم ہی وہل تسقط الاجرۃ ما دام فی ید الموجر خلاف مبسوط فی شرح الوہبانیۃ اور کیا اجرت
ساقط ہوگی جب تک اجارہ کی چیز موجر کے قبض مین ہی اسمین اختلاف ہی جو شرح وہبانیہ مین مشرح مذکور ہی وکلہ باستیجار عقار ففعل الوکیل وقبض
ولم یسلمہا ای لم یسلم الوکیل العین الموجرۃ الیہ ای الی الموکل حتی مضت المدۃ فالاجر علی الوکیل لانہ اصل فی الحقوق ورجع الوکیل بالاجر علی الآمر
للنیابۃ عنہ فی القبض فصار قابضا حکما ایک شخص نے دوسرے کو غیر منقول کے اجارہ لینے کا وکیل کیا سو وکیل نے ویسا ہی کیا اور اسپر قبضہ کیا اور وکیل
نے اجارہ کی چیز موکل کو تسلیم نہ کی یہان تک کہ اجارہ کی مدت گذر گئی تو اجرت وکیل پر ہی اسواسطے کہ وہ اصل ہی عقد کے حقوق مین اور وکیل اجر
بھر لے موکل امر کرنے والے سے بسبب نائب ہونے وکیل کے موکل کی جانب سے قبض کرنے مین تو موکل حکماً قابض ٹھہر گیا ام وکیل
موکل سے اجرت بھر لے خواہ وکیل نے موکل کو اجارہ کی چیز سے باز رکھا ہو یا نہ رکھا ہو کذا فی الدرر وکذا الحکم ان شرط الوکیل تعجیل الاجر وقبض
الدار ومضت المدۃ ولم یطلب الآمر الدار منہ فانہ یرجع ایضا لصیرورۃ الآمر قابضا بقبضہ مالم یظہر المنع اور اسی طرح حکم ہی اگر وکیل نے
پیشگی اجرت کا دینا شرط کیا اور وکیل نے گھر قبض کیا اور مدت اجارہ گذر گئی اور امر کرنے والے نے اس سے گھر نہ مانگا تو وہ وکیل بھی اپنے پاس
سے موجر کو اجرت دیگا اور موکل سے اجرت مذکورہ بھر لیگا بسبب ہوجانے موکل کے قابض وکیل کے قبضہ کرنے سے جب تک کہ وکیل
کی جانب سے منع ظاہر نہ ہو یعنی تاوقتیکہ موکل کو تصرف سے باز نہ رکھے وان طلب الآمر الدار منہ وابی الوکیل لتعجیل الاجرۃ لا یرجع لانہ لما
حبس الدار بحق لم تبق یدہ ید نیابۃ فلم یصر الموکل قابضا حکما ولا یلزم الاجر اور اگر موکل نے وکیل سے گھر مانگا اور وکیل نے نہ دیا تعجیل اجرت کے سبب
تو اب اجرت فقط وکیل پر پڑیگی اور وکیل موکل سے رجوع نہ کر سکے گا اسواسطے کہ جب اسنے گھر کو بسبب حق کے روک رکھا تو وکیل کا قبض نیابت
کا قبض باقی نہ رہا تو موکل حکماً قابض نہ ٹھہرا تو موکل پر اجرت لازم نہ ہوگی یستحق القاضی الاجر علی کتب الوثائق والمحاضر والسجلات قدر ما یجوز
لغیرہ قاضی مستحق اجرت ہوتا ہی دستاویزات اور محضرون اور سجلون کے لکھنے پر جسقدر غیر قاضی کو اجرت لینی جائز ہی ہم قاضی پر حکم کرنا واجب ہی
نہ لکھدینا انہ الکنہ سے مستحق اجرت کا ہوا لیکن یہ جائز نہین کہ جسقدر قاضی چاہے اجرت لے بلکہ جتنی اجرت اور شخص اسقدر لکھنے پر لیتے
ہون اسی قدر قاضی بھی اجرت لے اپنے علو منصب سے زیادہ طلبی نہ کرے کالمفتی فانہ یستحق اجر المثل علی کتابۃ الفتوی لان الواجب
علیہ الجواب باللسان دون الکتابۃ بالبنان ومع ہذا الکف اولی احترازا عن القیل والقال وصیانۃ لماء الوجہ عن الابتذال بزازیۃ وتمامہ فی
تنویر الوہبانیہ چنانچہ فتوے دینے والا عالم کہ وہ بھی اجرت مثل کا مستحق ہوتا ہی فتوے لکھدینے پر اسواسطے کہ مفتی پر زبان سے جواب
دینا واجب ہی نہ انگلیون سے لکھدینا اور باوجود اسکے اجرت نہ لینا بہتر ہی تاکہ قیل و قال سے بچے اور آبرو ابتذال سے محفوظ رہے کذا فی

مولت ۱۲

البزازیہ اور پورا بیان اسکا وہبانیہ کی کتاب القضا مین ہے وفی الصیرفیۃ حکم وطلب اجرۃ لیکتب شہادتہ جاز وکذا المفتی لو فی البلدۃ غیرہ وقیل
مطلقا لان کتابتہ لیست بواجبۃ علیہ اور صیرفیہ مین ہے کہ قاضی نے حکم کیا اور اجرت طلب کی تاکہ اپنی گواہی لکھ دے تو جائز ہے اور یہی حکم ہے
مفتی کا اگر اُس شہر مین اُسکے سوا اور کوئی بھی فتوے دینے والا ہو اور بعضون نے کہا خواہ ہو یا نہو مطلقا طلب اجرت تحریر شہادت پر
جائز ہے اسواسطے کہ لکھنا واجب نہین مفتی رحمہ طحطاوی نے کہا شاید کہ گواہی سے مراد قاضی کا وہ خط ہے جو دستاویز پر لکھا جاتا ہے یعنی قاضی
کے دستخط یا مہر والا بیان تو گفتگو قاضی مین ہے نہ شاہد مین اور فراموش نکیجیو جو مذکور ہوچکا کہ اجرت لینا بقدر کتابت غیر قاضی جائز ہے نہ زیادہ
وفیہا استاجرہ لیکتب لہ تعویذا لاجل السحر جاز ان بین لہ قدر الکاغذ والخط والمکتوب اور صیرفیہ مین ہے کہ ایک شخص سے اجارہ مقرر کیا تاکہ وہ اُسکے
واسطے دفع سحر کا تعویذ لکھ دے تو جائز ہے اگر اُس سے کاغذ اور خط اور مکتوب کی مقدار بیان کردے ہم اسواسطے کہ کاغذ کی مقدار مذکور ہوگئی تو معلوم
ہوگیا اسقدر سطور کی اسمین گنجایش ہے باعتبار عرض کے اور تفاوت بعض کلمات کے زیادہ ہونے کا معاف ہے اور ظاہرا خط سے مراد
عدد سطور ہے اسواسطے کہ بیان مقدار کاغذ سے عدد سطور کا بیان لازم نہین تو اس صورت مین لفظ مکتوب کی کچھ حاجت نہین اور لفظ مکتوب
منح الغفار مین صیرفیہ کی نقل عبارت مین نہین ہے اور خط سے کاتب کا خط مراد نہین ہوسکتا اسواسطے کہ عادت یہ ہے کہ کاتب کا خط اول
دیکھ لیتے ہین کذا فی الطحطاوی المستاجر لایکون خصما للمدعی الاجارۃ والرہن والشراء لان الدعوی لاتکون الا علی المالک لعین مستاجر مدعا علیہ
نہین ہوتا اجارہ اور رہن اور خرید کے مدعی کا اسواسطے کہ دعوی نہین ہوتا مگر مالک عین پر اور مستاجر تو مالک نہین ہم مثلا ایک گھر زید نے کرایہ لیا
سو دوسرے شخص نے دعوی کیا کہ یہ گھر میرے اجارہ مین ہے یا میرے پاس گرو ہے یا مین نے اُسکو خرید کیا ہے تو اسکی جوابدہی مالک سے متعلق
ہے نہ زید سے بخلاف المشتری والموہوب لہ لملکہما العین برخلاف مشتری اور موہوب لہ کے بسبب مالک ہونے دونون کے یعنی مشتری اور موہوب لہ
عین کے مالک ہین تو وہ مدعا علیہ ہوسکتے ہین اجارہ اور رہن اور خرید کے دعوے کے ہل یشترط حضور الآجر مع المشتری قولان اور کیا حاضر ہونا
موجر کا مشتری کے ساتھ دعوی اجارہ مین شرط ہے اسمین دو قول ہین ایک قول مین شرط ہے اور دوسرے قول مین نہین وتصح الاجارۃ وفسخہا
والمزارعۃ والمعاملۃ والمضاربۃ والوکالۃ والکفالۃ والایصاء والوصیۃ والقضاء والامارۃ والطلاق والعتاق والوقف حال کون
کل واحد منہا مضافا الی الزمان المستقبل کاجرتک او فاسختک راس الشہر بالاجماع اور صحیح ہے اجارہ اور اُسکا فسخ کرنا اور مزارعت اور معاملہ
یعنی مساقاۃ او مضاربت اور وکالت اور ضمانی اور کسی کو وصی کرنا اور کسی کے واسطے وصیت کرنا اور قضا اور سرداری اور طلاق اور عتاق اور وقف
جب کہ ہر ایک امور مذکورہ سے زمان مستقبل کی طرف مضاف ہون چنانچہ مین نے تجکو اجارہ دیا یا تجسے اجارہ فسخ کیا شروع ماہ مین تو صحیح ہے
بالاتفاق ہم ایصا کی مثال یہ ہے کہ مین نے فلانے کو وصی کیا اپنی موت کے بعد اور وصیت کی مثال یہ ہے کہ میرے مال سے سوم حصہ فلانے شخص کا ہے میری موت
کے بعد قہستانی نے عمادیہ سے نقل کیا کہ عاریت اور اذن فی التجارۃ بھی مضاف بزمان آیندہ صحیح ہین کذا فی الطحطاوی لا البیع مضافا للاستقبال
کل من کان تملیکا للحال مثل البیع واجازتہ وفسخہ والقسمۃ والشرکۃ والہبۃ والنکاح والرجعۃ والصلح عن مال والابراء عن الدین وقد مر فی
متفرقات البیوع صحیح نہین مضاف بزمان مستقبل جو شے کہ فی الحال تملیک ہو مانند بیع اور اُسکی اجازت اور فسخ کے اور مانند قسمت اور شرکت
اور ہبہ اور نکاح اور رجعت اور صلح عن المال و ابراء دین کے اور یہ مذکور ہوچکا کتاب البیوع کے متفرقات مین ہم اجازت بیع کی یہ مثال کہ فضولی نے
غیر کا غلام بیچا سو مالک نے کہا کہ مین نے اس بیع کی اجازت دی اور صلح مین داخل ہین کل صلح مگر مال کی قید سے دم عمد کی صلح نکل گئی اسواسطے کہ
اسکی اضافت زمان مستقبل کی طرف صحیح ہے زاد اجر المثل فی نفسہ من غیر ان یزید احد فللمتولی فسخہا وما لم یفسخ کان علی المستاجر المسمی

مجکو فلانی چیز بتا دے تو اُسکے واسطے اتنی اجرت ہی تو یہ باطل ہی اور بتانے والے کے واسطے کچھ اجرت نہین مگر جبکہ موضع دلالت معین کرے ہم
شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہی کہ اجارہ مذکور بلفظ ان شرطیہ صحیح ہی اور بلفظ من شرطیہ صحیح نہین حالانکہ ایسا نہین ہی اسواسطے کہ طحطاوی نے
بزازیہ سے یون نقل کیا ہی کہ ایک شخص کی کوئی چیز گم ہوگئی سو اُسنے کہا کہ جو مجکو دلالت کرے اُسپر تو اُسکے واسطے اتنی اجرت ہی تو اُسکی دو صورتین
ہین اگر اُسنے یہ کلام بر سبیل عموم کے کہا اسطرح کہ من دلنی یعنی جو شخص کہ مجھکو بتا دے تو اجرت باطل ہی اسواسطے کہ بتانا اور اشارہ کرنا
ایسا عمل نہین ہی جسکے سبب سے مستحق اجرت ہو تو بتانے والے کو اجرت نہ ملیگی اور اگر بر سبیل خصوص کے کہا یعنی اس طرح ایک شخص معین سے کہا کہ اگر تو مجکو
فلانی چیز بتا دے تو تیرے واسطے اتنی مزدوری ہی تو اگر وہ شخص بتانے کے واسطے چلا اور اُسنے دلالت کی تو اُسکو اجرت مثل ملیگی بتانے کے واسطے
چلنے کے سبب سے اسواسطے کہ چلنا ایسا عمل ہی جسپر استحقاق اجرت ثابت ہوتا ہی عقد اجارہ سے لیکن چونکہ چلنے کی مقدار معین نہین لہذا
اجرت مثل واجب ہوگی نہ اجرت معینہ اور اگر بدون چلنے کے دلالت واقع ہوگی تو عموم اور خصوص برابر ہی انتہی تو معلوم ہوا کہ مدار صحت اجارہ تعیین
اور چلنے پر ہی نہ لفظ ان اور من کی تعبیر پر اور اشباہ کی بھی عبارت بزازیہ کے مانند ہی کذا فی الطحطاوی استاجر لحفر حوض عشرۃ فی عشرۃ وبین العمق
فحفر خمسۃ فی خمسۃ کان لہ ربع الاجر الکل من الاشباہ اجارہ لیا وہ دردہ حوض کے کھودنے کا اور اُسکا عمق بیان کردیا مثلاً ہاتھ بھر گہرا سو مزدور نے پنج در پنج
کھودا تو اُسکے واسطے چوتھائی مزدوری ثابت ہوگی یہ سب مسائل اشباہ سے منقول ہین ہم چوتھائی مزدوری اسواسطے ہوئی کہ دہ دردہ
یعنی دس ہاتھ طول اور دس ہاتھ عرض کے سو ہاتھ مکسر ہوتے ہین تو پنج در پنج یعنی پانچ ہاتھ طول اور پانچ ہاتھ عرض کے پچیس ہاتھ مکسر ہوئے اور پچیس
چوتھائی ہی سو کی تو چوتھائی عمل سے چوتھائی اجرت لازم ہوئی معلوم ہوا کہ اجسام مین ضرب معتبر ہی نہ مثل طلاق مین کذا فی الطحطاوی وفیہا جاز استیجار
طریق المرور ان بین المدۃ قلت وفی حاشیتہا ہذا قولہما وہو المختار شرح مجمع اور اشباہ مین ہی کہ جائز ہی اجارہ لینا راہ کا چلنے کے واسطے اگر مدت مرور
بیان کیجاوے مین کہتا ہون اور اشباہ مین ہی کہ یہ صاحبین کا قول ہی اور یہی مختار ہی کذا فی شرح المجمع ہم جواز اجارہ طریق اُس صورت مین ہی کہ جب طریق ایک
شخص کی ملک مین ہو کذا فی الطحطاوی وفی الاختیار من دلنا علی کذا جاز لان الاجر یتعین بدلالتہ اور اختیار مین ہی مستاجر نے کہا کہ جو شخص مجکو فلانی
چیز بتا دے اسکا اتنا اجر ہی تو جائز ہی اسواسطے کہ اجر متعین ہو جاتا ہی اُسکے بتانے سے ہم اور اسی طرح سیر الکبیر مین ہی اور عنقریب مذکور ہو چکا کہ مراد یہ ہی کہ
اس کلام کا مخاطب معین ہی اور اُسکی جانب سے قبول پایا گیا ہو چنانچہ متعین ہونا اجر کا اُسکی دلالت سے اس مراد پر دلالت کرتا ہی کیونکہ اجرت مسمی مراد ہی کذا فی الطحطاوی
عن حاشیۃ ابی السعود علی الاشباہ وفی الغایۃ داری لک اجارۃ ہبۃ صحت غیر لازمۃ فلکل فسخہا ولو بعد القبض فلیحفظ اور اتقانی کی غایۃ البیان مین ہی
کہ میرا گھر تیرے واسطے اجارہ ہی ہبہ تو اجارہ غیر لازمہ صحیح ہی تو موجر اور مستاجر ہر ایک کو اُسکا فسخ کرنا جائز ہی اگرچہ فسخ بعد قبض مستاجر واقع ہو تو اُسکو
یاد رکھنا چاہیے ہم اور اسی طرح اجارہ صحیح ہوگا اگر لفظ ہبہ اجارہ پر مقدم کرے کذا فی غایۃ البیان ایضا اور اجارہ صحیح ہوا باعتبار لفظ اجارہ کے اور عدم
لزوم عقد لازم لفظ ہبہ کے سبب سے اور لزوم اجرت اجارہ کی جہت سے کذا فی الطحطاوی وفی لزوم الاجارۃ المضافۃ تصحیحان وایدعدم لزومہا بان علیہ الفتوی
اور اجارہ مضافہ کے لزوم مین یعنی جو اجارہ کہ مضاف بزمان مستقبل ہی اُسکے لزوم مین دو قول مصحح ہین اور عدم لزوم کے قول کی اسطرح تائید کی گئی ہی کہ عدم لزوم
پر فتوی ہی وفی المجتبی لا تجوز اجارۃ البناء وعن محمد تجوز لو منتفعا بہ کجدار وسقف وبہ یفتی اور مجتبی مین ہی کہ اجارہ عمارت کا بدون زمین کے جائز نہین اور محمد سے
ایک روایت مین اجارہ مذکورہ جائز ہی اگر عمارت سے نفع حاصل ہو چنانچہ دیوار اور چھت اور اسی قول پر فتوی ہی ہم خلاصہ مین ہی کہ فتوی اسپر ہی کہ
زمین کا بدون عمارت اور عمارت کا اجارہ بدون زمین کے صحیح ہی کذا فی الطحطاوی ومنہ اجارۃ بناء مکۃ وکرہ اجارۃ ارضہا اور اسی قسم سے اجارہ مکہ معظمہ کی عمارت
کا اور اُسکی زمین کا اجارہ مکروہ ہی ہم مختارات النوازل مین ہی کہ بناء مکہ معظمہ کی بیع اور اجارہ مین کچھ مضائقہ نہین اور وہان کی زمین کی بیع امام کے نزدیک

مکروہ ہی اور صاحبین کے نزدیک جائز ہی اور امام سے بھی اسکی ایک روایت ہی کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ لعبد البر وفی الوہبانیہ سہ
فی الکعب والبازی قولان والبناء کام القری اذا ارمتہا الیس توجد + اور وہبانیہ مین ہی اور کتے اور باز کے اجارہ مین اختلاف ہی جیسے کہ مکہ معظمہ کی
عمارت مین اختلاف ہی اسواسطے کہ وہان کی زمین کا اجارہ نہین ہوتا ہم کتے او باز مین اگر مدت مذکور ہو تو بعضون کے نزدیک اجارہ جائز ہی
اور بلی کا اجارہ چوہے پکڑنے کے واسطے بالاتفاق جائز نہین کذا فی الطحطاوی ولو دفع الدلال ثوبا للتاجر + یقلبہ لیراہ لیس یخسر + اور اگر دلال نے
وہ کپڑا جسکو بیع کے واسطے لیے پھرتا ہی تاجر کو دیا اگر تاجر سفر کو جاوے تو دلال پر تاوان نہین ومن قال یقصدی ان اسافر فاستحلفہ + او حلف ادعا سال
رفاقہ الیہ کروا اور جس مستاجر نے موجر سے کہا کہ میرا ارادہ ہی کہ سفر کرون سو اجارہ کو فسخ کر تو اُسکو قسم دے یا اُسکے رفیقون سے سوال کرتا وہ
بیان کردین ھم یعنی اگر مستاجر سفر کرنے کا اظہار کرے اور فسخ اجارہ چاہے اور موجر کہے کہ یہ سفر نہین کریگا فسخ اجارہ کے واسطے حیلہ انگیزی کرتا
ہی تو قاضی مستاجر سے سفر جانے کی قسم لے یا اہل قافلہ سے پوچھے کہ تمھارے ساتھ مستاجر بھی مستعد سفر ہی یا نہین اگر وہ کہین کہ ہان تو فسخ ثابت
ہوگا ویفسخ من ترک التجارۃ وما اکتری + ولو کان فی بعض الطریق وموجر لہ فسخہا لو مات منہا معین + واطلق یعقوب وبالضعف نذکر + اور ترک تجارت
سے فسخ ہوگا اجارہ اُس جانور کا جسکو سوداگر نے کرایہ لیا اگرچہ ترک تجارت کچھ راہ چلکر واقع ہوا اور موجر کو اجارہ فسخ کرنا جائز ہی اگر معین اونٹون کے اجارہ
مین ایک معین اونٹ مر جاے اور ابو یوسف نے مطلق کہا ہی یعنی اونٹ معین ہون خواہ غیر معین بہرکیف فسخ جائز ہی اور یہ قول ابو یوسف کا
ضعف کے ساتھ مذکور ہی یعنی قول ضعیف ہی لائق عمل کے نہین ھم یعنی اگر موجر نے معین اونٹون کا کرایہ کیا سواری اور بوجھ لادنے کو پھر اونٹ
مرگئے تو اجارہ فسخ ہوگیا اور اگر بلا تعیین اونٹون کا اجارہ ہوا اور موجر نے مستاجر کو اونٹ تسلیم کیے تو اب مرجانے سے اجارہ فسخ نہوگا اسواسطے کہ عقد
اجارہ خاص ونٹون پر واقع نہین ہوا تو موجر پر واجب ہوگا کہ اور اونٹ لاوے اور یہ جو ناظم نے کہا کہ موجر کو فسخ کا اختیار ہی اسکی کچھ حاجت نہین
اسواسطے کہ اجارہ خود بخود فسخ ہوجاتا ہی متعین کی موت سے کذا فی الطحطاوی وایجار ذی ضعف من الکل جائز + ولو ان اجر المثل من ذلک اکثر + اور اجارہ
دینا بیمار کا تمام مال سے جائز ہی اگرچہ اجرت مثل اسکے اجر معین سے زیادہ تر ہو ھم صورت اُسکی یہ ہی کہ ایک شخص کا ہمگی مال مثلاً پانچ اونٹ ہین اور وہ
شخص بیمار مرض الموت ہی اور اُسپر دیون ہین اور اُسکے وارث ہین سو بیمار مذکور نے پانچون اونٹ اجارہ دیے اجرت مثل سے کمتر کو تو اجارہ
مذکور جائز ہی اسواسطے کہ بیمار کا وہ تصرف جائز نہین جسمین ارباب دیون اور وارثون کا حق متعلق ہو اور اُنکا حق تو اعیان سے متعلق ہی
نہ منافع سے اسواسطے کہ منافع بعد موت کے باقی نہین رہتے تا تعلق حق متصور ہو کذا فی الطحطاوی عن عبد البر بتصرف ومن مات
مدیونا واجر عقارہ + توفاہ للمستاجر الحبس ابدا + اور جو شخص مدیون مر گیا اور اُس نے اپنا مال غیر منقول اجارہ دیا اور اُسکی اجرت پیشگی پھر لی تو
مستاجر کو حبس لائق تر ہی ھم یعنی تا انقضاء مدت اجارہ مستاجر استیفاء منافع کریگا بعد اُسکے ارباب دیون اُس زمین وغیرہ مین اپنا تصرف کرینگے واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

كتاب المكاتب

یہ کتاب ہی غلام مکاتب کے احکام مین مناسبتہ للاجارۃ ان فی کل منہا ملک الرقبۃ لشخص ومنفعتہ لغیرہ کتاب المکاتب کی مناسبت کتاب الاجارہ سے یہ ہی کہ دونون
مین رقبہ تو ایک شخص کا مملوک ہی اور منفعت اسکی غیر شخص مذکور کی مکاتب کا رقبہ مولی کا مملوک ہی اور منفعت مکاتب کی اور اجارہ مین رقبہ مجیر کا مملوک ہی اور منفعت مستاجر کی
الکتابۃ من الکتب ہی جمع الحروف سمی بہ لان فیہ ضم حریۃ الید الی حریۃ الرقبۃ کتاب لغت مین کتب بالفتح سے مشتق ہی اور کتب عبارت ہی حروف کے جمع کرنے سے عقد کتابت کو
کتابت اسواسطے نام رکھا کہ اُسمین حریت ید کو حریت رقبہ کے ساتھ ملانا اور جمع کرنا ہی ھم بہتر یہ تھا کہ شارح یون کہتا کہ کتب عبارت ہی جمع سے یعنی جمع حروف نہ کہتا
اسواسطے کہ جمع حروف کتابت کی تفسیر ہی نہ کتب کی مصنف نے منح الغفار مین کہا کہ مکاتب اسم مفعول ہی کاتب مکاتبہ سے اور مولی مکاتب ہی بکسر تا اور اصل اُسکی کتب سے

ہو اور کتب عبارت ہی جمع سے اور اُسی سے ہی کتیبہ یعنی دائرہ مجتمعہ لشکر کا اور اُسی سے ہی کتاب اسواسطے کہ وہ جامع ہو ابواب و فصول کی اور اُسی سے ہی
کتاب یعنی لکھنا اسواسطے کہ وہ جامع ہی حروف کی اور اُس عقد کا کتابت اور مکاتبہ اسواسطے نام رکھا کہ اسمین ملانا ہو حریت ید کا حریت رقبہ کے
ساتھ یا اسواسطے کہ اسمین دو قسطین یا زیادہ مجتمع ہوتی ہین یا اسواسطے کہ غلام اور مولی دستاویز لکھتے ہین اور یہی وجہ اخیر ظاہر تر ہی انتہی
وشرعا تحریر المملوک یدا ای من جہۃ الید حالا ورقبۃ مالا یعنی عند اداء البدل حتی لو اداہ حالا اعتق حالا اور شرع مین کتابت عبارت ہی مملوک کے فی الحال
آزاد کرنے سے باعتبار تصرف کے اور اسکی گردن آزاد کرنے سے باعتبار انجام کار کے یعنی بدل کتابت کے ادا کرنے کے وقت تو اگر بعد عقد کتابت کے فی الحال
بدل کتابت ادا کردے تو فوراً آزاد ہوجاوے ہم یعنی جب مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ مین نے تجھکو مکاتب کیا سو درم پر مثلاً یعنی اگر سو درم کما لاوے گا
تو آزاد ہوجاوے تو مجرد اس کلام کے غلام آزاد ہوگیا تصرف کی راہ سے یعنی جسطرح آزاد لوگ خرید و فروخت اور نوکری چاکری مین بطور خود تصرف کرتے ہین
ویسا ہی غلام مکاتب بھی تصرف کریگا اسمین مولی کے اذن کی حاجت نہین اور جب سو درم ادا کریگا تو اسکی ذات آزاد ہوجائیگی تو مکاتب عبد اور حر
دونون سے مشابہ ہی عبد سے اسواسطے مشابہ ہی کہ ہنوز اسکی گردن آزاد نہین تا ادائے بدل کتابت اور حر سے اسواسطے مشابہ ہی کہ آزاد کی طرح تصرف
کرتا ہی اور اپنی کمائی کا مالک ہوتا ہی و رکنہا الایجاب والقبول بلفظ الکتابۃ او ما یؤدی معناہ اور کتابت کا رکن ایجاب اور قبول ہی بلفظ کتابت یا
جو لفظ کہ موصل بمعنی کتابت ہو ہم مثلاً مولی کہے غلام سے کہ مین نے تجھکو مکاتب کیا یا تیرے ساتھ عقد کتابت منعقد کی اور غلام اسکو قبول کرے اور ہم معنی
کتابت کی یہ مثال ہی کہ مولی کہے کہ مین نے تجپر ہزار درم مقرر کیے تو اسکو ادا کر یا یون کہے مجکو ہزار درم ہر مہینے مین سو درم کرکے ادا کر اور تو آزاد ہی
ایجاب و قبول کی قید سے تعلیق عتق کتابت سے خارج ہوگئی اور لفظ کتابت کی قید سے اعتاق علی المال خارج ہوگیا اور فرق معنوی یہ ہی کہ مکاتب عجز
سے پھر رقیق ہوجاتا ہی نہ معتق علی المال وشرطہا کون البدل المذکور فیہا معلوما قدرہ وجنسہ وکون الرق فی المحل قائما اور کتابت کی شرط ہونا ہی
اُس بدل کا جو کتابت مین مذکور ہو معلوم القدر والجنس اور ہونا رق کا محل مین یعنی ذات مملوک مین قائم ہم اور اگر بدل کی مقدار اور جنس معلوم نہو تو کتابت
فاسد ہی اسواسطے کہ جہالت باعث نزاع ہی برابر ہی کہ بدل مال ہو یا منفعت کذا فی الدرر لا کونہ منجما او موجلا لصحتہا بالحال نہونا بدل کا منجم یا موجل بسبب صحیح
ہونے کتابت کے فی الحال کے ادا کرنے سے ہم یعنی بدل کا منجم یا موجل ہونا کتابت کی شرط نہین منجم اور موجل مین فرق یہ ہی کہ موجل وہ کہ تمام مال کی ایک
مدت مقرر ہو اور منجم وہ ہی کہ جسکی کئی مدتین ہون مثلاً ہزار درم کی دس مدتین ہر سو درم کی مدت ایک مہینہ وحکمہا فی جانب العبد انفکاک الحجر فی الحال
وثبوت الحریۃ فی حق الید لا الرقبۃ الا بالاداء اور کتابت کا حکم یعنی اثر مترتب غلام کی جانب مین دور ہونا عدم تصرف کا فی الحال اور ثابت ہونا
آزادی کا تصرف کرنے کے حق مین نہ گردن کے حق مین مگر ادائے بدل کتابت سے وفی جانب المولی ثبوت ولایۃ مطالبۃ البدل فی الحال
ان کانت حالۃ والملک فی البدل اذا قبضہ وعودہ لملکہ اذا عجز اور اثر مترتب مولی کی جانب مین ثابت ہونا مطالبہ بدل کی ولایت کا فی الحال
اگر کتابت بلا مدت ہو اور مالک ہونا بدل کتابت کا جبکہ اُسپر مولی قبض کرے اور غلام کا پھرنا مولی کے ملک کی طرف جبکہ وہ ادائے بدل کتابت سے عاجز
ہو کاتب قنہ ولو القن صغیر العقل بمال حال ای نقد کلہ او موجل کلہ او منجم ای مقسط علی اشہر معلومۃ او قال جعلت علیک الفا تؤدیہ نجوما
اولہا کذا وآخرہا کذا فان ادیتہ فانت حر وان عجزت فقن وقبل العبد ذلک صح وصار مکاتبا لاطلاق قولہ تعالی فکاتبوہم مکاتب کیا اپنے غلام
کو اگرچہ غلام ایسا صغیر ہو کہ خرید و فروخت کو سمجھتا ہو مکاتب کیا بعوض مال کے خواہ مال حال ہو یعنی سب مال نقد ہو یا سب مال موجل ہو یا منجم ہو یعنی اسکی
قسطین مقرر ہوگئی ہون معین مہینون پر یا مولی نے یون کہا کہ مین نے تجپر ہزار درم مقرر کیے جنکو تو ادا کرے قسط قسط اول قسط فلانا مہینہ ہی اور آخر
قسط فلانا مہینہ تو اگر تو ادا کریگا تو تو آزاد ہی اور اگر تو ادا کرنے سے عاجز ہوگا تو تو غلام ہی اور اسکو غلام نے قبول کیا تو صحیح ہی اور وہ غلام مکاتب

ہوجانے کا بسبب مطلق ہونے قول حقتعالے کے اس قول کے کہ فکاتبوہم یعنی غلامونکو مکاتب کرو ہم یعنی امر قرآنی غلام صغیر اور کبیر اور مال نقد اور موجل اور
منجم سب کو شامل ہو والامر للندب علی الصحیح اور امر کتابت کا استحباب کے واسطے ہی بنا بر قول صحیح کے نہ وجوب کے واسطے چنانچہ داؤد ظاہری کا مذہب
ہی اور نہ اباحت کا چنانچہ بعض علماء حنفیہ سمجھے ہین والمراد بالخیر ان لا یضر بالمسلمین بعد العتق اور خیر سے مراد یہ ہی کہ مسلمانون کو غلام ضرر نہ پہونچاوے آزاد
ہونے کے بعد ہم یعنی یہ جو قرآن شریف مین وارد ہی کہ اگر تم غلامون مین خیر سمجھو تو انکو مکاتب کرو تو خیر سے مراد عدم مضرت مسلمین ہی فلو یضر فالافضل ترکہ
تو اگر آزاد ہونے کے بعد مسلمانون کو ضرر پہونچاوے تو افضل یہ ہی کہ اسکو مکاتب نہ کرے ولو فعل صح اور اگر باوجود اسکے مکاتب کرے گا
تو صحیح ہوگا ولو کاتب نصف عبدہ جاز و نصفہ الاخر ماذون لہ فی التجارۃ ولو اراد منعہ لیس لہ ذلک کیلا یبطل علی العبد حق العتق وتمامہ فی التتارخانیہ
اور اگر اپنے نصف غلام کو مکاتب کیا تو جائز ہی اور نصف باقی ماذون لہ فی التجارۃ ہوگا اور اگر مولی اسکو منع کرنا چاہے تو اسکو جائز نہین تاکہ غلام کا حق عتق
باطل نہو جاوے اور پورا بیان اسکا تاتارخانیہ مین ہی واذا صحت الکتابۃ خرج من یدہ دون ملکہ حتی یودی کل البدل لحدیث ابی داؤد المکاتب
عبد ما بقی علیہ درہم اور جبکہ کتابت صحیح ہوگئی تو مکاتب نکلگیا مولی کے ہاتھ سے یعنی اسکے تصرف سے نہ اسکی ملک سے یہانتک کہ تمام بدل کتابت
ادا کرے بدلیل حدیث ابی داؤد کہ مکاتب غلام ہی جب تک کہ اسپر ایک درم باقی رہے ہم اور یہی مذہب ہی زید بن ثابت کا اور اسی پر عمل ہی علماء
امصار کا ثم فرع علیہ بقولہ وغرم المولی العقر ان وطی مکاتبتہ لحرمتہ علیہ پھر مصنف نے خروج تصرف مولی پر تفریع کی اپنے اس قول سے
اور تاوان دے مولی عقر قیمت کا اگر اپنی لونڈی مکاتبہ سے وطی کرے بسبب حرام ہونے وطی مکاتبہ کے مولی پر ہم عقر آزاد عورت مین مہر مثل ہی اور
لونڈی مین اسکی قیمت کا دسوان حصہ اگر وہ باکرہ ہو اور اگر ثیبہ ہو تو بیسوان حصہ قیمت کا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود او جنی علیہا او علی ولدہا
یا مولی مکاتبہ پر جنایت کرے یعنی اسکو قتل کرے تو اسکی دیت کا تاوان دے او جنی علی ولدہا یا مکاتبہ کے ولد کو مولی قتل کرے تو دیت دے او
اتلف للولی مالہا لانہ بعقد الکتابۃ صار کل منہما کالاجنبی نعم لا حد ولا قود علی المولی للشبہۃ شمنی یا مولی مکاتبہ کا مال تلف کرے تو تاوان دے اسواسطے کہ عقد
کتابت کے سبب سے مولی اور مملوک ہر ایک اجنبی کے مانند ہو گیا ہان یہ البتہ ہی کہ مولے پر حد نہین وطی سے اور قصاص نہین قتل سے بسبب شبہ ملک کے
کذا فی الشمنی ولو اعتقہ عتق مجانا لاسقاط حقہ اور اگر مولی مکاتب کو آزاد کردے تو وہ مفت آزاد ہوگا بسبب ساقط کرنے اپنے حق کے یعنی ملک رقبہ مولے
کا حق ہی سو اسکو اسکے اسقاط مین اختیار ہی بلا اخذ بدل وفسد ان کاتبہ علی خمر او خنزیر لعدم مالیتہ فی حق المسلم فلو کانا ذمیین جاز اور فاسد ہوگی
کتابت اگر مولی نے غلام کو مکاتب کیا شراب یا سور پر اسکے مال نہونے سے مسلمان کے حق مین تو اگر میان اور غلام دونون ذمی ہون تو کتابت
مذکورہ جائز ہی ہم کتابت جائزہ اور فاسدہ مین فرق یہ ہی کہ فاسدہ مین مولی کو اختیار ہی کہ اسکو پھر غلام بنا دے اور کتابت کو فسخ کردے بدون
رضامندی غلام کے اور کتابت جائزہ مین بلا رضامندی غلام کے فسخ جائز نہین اور غلام کو جائزہ اور فاسدہ دونون مین بلا رضامندی مولی کے
فسخ جائز ہی کذا فی غایۃ البیان او علی قیمتہ ای قیمۃ نفس العبد لجہالۃ القدر یا کتابت فاسد ہی اسکی قیمت پر یعنی غلام کی ذات کی قیمت پر بسبب مجہول
ہونے اسکی مقدار کے ہم یعنی قیمت کی مقدار مجہول چیز ہی اسواسطے کہ تعیین قیمت یعنی مالیت مین قیمت کرنے والے مختلف ہوتے ہین او علی عین
معینۃ لغیرہ لعجزہ عن تسلیم ملک الغیر یا کتابت فاسد ہی غیر شخص کی معین چیز پر بسبب عاجز ہونے غلام کے ملک غیر کی تسلیم سے ہم معین کی قید
سے نقود خارج ہوگئے تو اگر غیر کے نقد پر کتابت ہو تو جائز ہی اسواسطے کہ عقد معاوضہ اور فسخ مین نقود متعین نہین ہوتے کذا فی الکفایۃ او علی
مائۃ دینار لیرد سیدہ علیہ وصیفا غیر معین لجہالۃ القدر یا کتابت فاسد ہی سو دینار پر تاکہ اسکا مولی اسکو ایک غلام نابالغ غیر معین پھیر دے بسبب
مجہول ہونے مقدار قیمت غلام کے یعنی اسواسطے کہ غلام مذکور کا استثناء دنانیر سے ممکن نہین مگر باعتبار قیمت کے اور عدم تسمیہ قیمت کا مفسد عقد ہی اور

اگر غلام معین ہو تو کتابت جائز ہے بالاتفاق کذا فی الطحطاوی فہو ای عقد الکتابۃ فاسد فی الکل لما ذکرنا تو وہ یعنی عقد کتابت سب صورتوں مذکورہ مین فاسد ہے ان وجوہ کے سبب سے جنکو ہمنے ذکر کیا فان ادی الکاتب الخمر عتق بالاداء وکذا الخنزیر لمالیتہما فی الجملۃ وسعی فی قیمتہ بالغۃ ما بلغت یعنی قبل ان تبرا نما للقاضی ابن کمال پھر اگر پہلی صورت مین مکاتب شراب اور اسیطرح سور ادا کرے تو آزاد ہو جائیگا بسبب مال ہونے شراب اور سور کے فی الجملہ یعنی اگرچہ اہل اسلام کے نزدیک مال نہین لیکن کافرون کے نزدیک مال ہے اور کوشش کرے مکاتب مذکور اپنی قیمت مین جسقدر کہ اسکی قیمت ہو قبل اس بات کے کہ اسکا مرافعہ قاضی کے پاس ہوا ہو کذا ذکرہ ابن کمال ھم یعنی قیمت ادا کرنے سے قبل "ابطال قاضی آزاد ہوگا اسواسطے کہ قبل دفع عین قاضی کے ابطال سے عقد مذکور کالعدم ہے کذا فی الطحطاوی والعلم انہ متی سمی مالا وفسدت الکتابۃ بوجہ من الوجوہ لم ینقص من المسمی بل یزاد علیہ اور معلوم کر جبکہ مال مسمی ہو اور کتابت فاسد ہو جاے کسی وجہ سے وجوہ مفسدہ سے تو مال مسمی سے نقصان نہ کیا جائیگا بلکہ اسپر زیادہ کیا جائیگا ولو کاتبہ علی میتۃ ونحوہا کالدم بطل العقد لعدم مالیتہا اصلا عند احد فلا یعتق بالاداء الا اذا علقہ بالشرط صریحا فیعتق بالشرط لا للعقد اور اگر غلام کو مکاتب کیا مردار پر اور مانند اسکے جیسا کہ خون پر تو کتابت باطل ہوگی اسواسطے کہ مردار اور خون اصلا مال نہین کسی کے نزدیک تو مکاتب آزاد نہ ہوگا مردار اور خون کے ادا کرنے سے مگر جبکہ مولی صریح شرط کے ساتھ عتق کو معلق کرے تو غلام آزاد ہوگا شرط کے سبب سے نہ عقد کے سبب سے ھم یعنی اگر مولی نے یون کہا غلام سے کہ اگر تو مردار یا خون مجکو دے تو تو مکاتب ہے پھر وہ مردار یا خون لایا تو آزاد ہوگا تعلیق کی جہت سے نہ عقد کتابت کے سبب سے وصح العقد علی حیوان بین جنسہ فقط لا نوعہ وصفتہ ویؤدی الوسط او قیمتہ ویجبر علی قبولہا اور عقد کتابت صحیح ہے اس جاندار پر جسکی فقط جنس بیان ہوئی نہ اسکی نوع اور صفت اور مکاتب اس جنس کا متوسط حیوان یا اسکی قیمت ادا کرے اور اگر مولی انکار کرے تو قبول قیمت پر اسپر زبردستی ہوگی وصح ایضا من کافر کاتب قنا کافرا مثلہ علی ما لیتہ عندہم معلومۃ ای مقدرۃ لیعلم البدل اور صحیح ہے کتابت مالک کافر سے بھی جسنے اپنا سا کافر غلام مکاتب کیا شراب معلوم الوزن پر تاکہ بدل معلوم ہو جاے مجہول باقی نرہے شراب پر اسواسطے کتابت صحیح ہوئی کہ وہ کافرون کے نزدیک مال ہے وای من المولے والعبد اسلم فلہ قیمۃ الخمر وعتق بقبضہا التعلیق عتقہ باداء الخمر لکن مع ذلک یسعی فی قیمتہ کما مر اور مالک اور غلام سے جو شخص اسلام قبول کریگا تو شراب کی قیمت دینی اسکو لازم ہوگی اور آزاد ہوگا شراب کے لینے سے بواسطہ معلق ہونے عتق غلام کے شراب کے ادا کرنے پر لیکن باوجود اسکے غلام کوشش کرے اپنی قیمت کے دینے مین چنانچہ عنقریب گذر گیا وصح ایضا علی خدمتہ شہرا لہ ای للمولے او لغیرہ اور کتابت صحیح ہے ایک مہینے مولی کی خدمت یا غیر مولی کی خدمت پر بھی وحفر بیر او بناء دار اذا بین قدر المعمول والآجر بما یرفع النزاع لحصول الرکن والشرط یا کتابت صحیح ہے کنوئین کھودنے پر یا گھر کے بنانے پر جبکہ بنائی چیز اور اینٹون کی مقدار کا اسطرح بیان ہو جاے کہ نزاع کو رفع کر دے بسبب حاصل ہونے رکن اور شرط کتابت کے ھم رکن ایجاب اور قبول ہے اور شرط معلوم ہونا بدل کا ولا تفسد الکتابۃ بشرط لشبہہا بالنکاح ابتداء لانہا مبادلۃ بغیر مال وہو التصرف کتابت فاسد نہین ہوتی شرط سے بسبب مشابہ ہونے کتابت کے نکاح سے باعتبار ابتدا کے اسواسطے کہ کتابت مبادلہ ہے غیر مال سے اور غیر مال تصرف غلام ہے ھم اگر مولی نے غلام کو مکاتب کیا مقدار مال پر باین شرط کہ غلام شہر سے باہر نجاے تو شرط باطل ہے اور عقد صحیح ہے اسواسطے کہ کتابت باعتبار ابتداء عقد کے نکاح سے مشابہ ہے یعنی جسطرح نکاح مین مبادلہ مال کا ہوتا ہے غیر مال سے یعنی تمتع سے اسی طرح کتابت مین بھی مبادلہ غیر مال سے ہے یعنی آزادون کا سا تصرف ہونا غلام کا تو جیسے نکاح فاسد نہین ہوتا شرط سے ویسی ہی کتابت بھی فاسد نہین ہوتی الا ان یکون الشرط فی صلب العقد فتفسد لشبہہا بالبیع انتہاء الا فی البدل نہ اہو الاصل مگر یہ کہ شرط صلب عقد یعنی عقد کتابت کے اندر واقع ہو

تو کتابت فاسد ہوگی بسبب مشابہ ہونے کتابت کے بیع سے انتہا کی راہ سے اسواسطے کہ فساد بدل مین واقع ہوا ہی یہی قاعدہ کلیہ ہی ہم مطلب
عقد مین شرط ہونا چنانچہ خدمت مجہولہ غلام پر شرط ہو یا شراب یا سور پر کتابت ہو کتابت بیع سے اسواسطے مشابہ ہی کہ مبادلہ ہی مال کا مال سے
انجام کار مین تو جیسے بیع فاسد ہو جاتی ہی شرط سے ویسی ہی کتابت بھی جبکہ شرط صلب عقد مین شامل ہو

باب ما یجوز للمکاتب ان یفعله

وما لا یجوز یہ باب ہی اُن افعال مین جنکا کرنا مکاتب کو جائز ہی اور جو افعال کہ جائز نہین للمکاتب البیع والشراء ولو بمحاباۃ یسیرۃ مکاتب کو
خرید فروخت جائز ہی اگرچہ خرید فروخت بنقصان قلیل ہو ہم اسواسطے کہ سوداگرون کا طریقہ یہ ہی کہ ایک صفقہ مین کا ہے نقصان قبول کرتے ہین
تاکہ دوسرے مین فائدہ حاصل کرین کذا فی الدرر والسفر وان شرط المولی عدمہ اور مکاتب کو سفر کرنا جائز ہی اگرچہ مولی نے عدم سفر شرط کیا ہو یعنی
اسواسطے کہ سفر مین سوداگر کو فائدہ حاصل ہوتا ہی تو بدل کتابت جلد حاصل ہوگا وتزویج امتہ وکتابۃ عبدہ اور مکاتب کو اپنی لونڈی کا نکاح
کر دینا اجنبی سے اور اپنے غلام کو مکاتب کرنا جائز ہی ہم اسواسطے کہ نکاح سے مہر اور نفقہ ثابت ہوگا اور کتابت تو بیع کے مانند نافع ہی بلکہ اس سے زیادہ
ترد والولاء لہ ان ادی الثانی بعد عتقہ اور ولا یعنی میراث مکاتب ثانی کی مکاتب اول کے واسطے ہی اگر مکاتب ثانی بدل کتابت ادا کرے
مکاتب اول کے آزاد ہو جانیکے بعد والا بان اداہ قبلہ او ادیا معا فلسیدہ اور مکاتب ثانی نے ادا نہ کیا مکاتب اول کی آزادی کے بعد اس طرح کہ
قبل اسکی آزادی کے ادا کیا یا دونون نے ساتھ ہی بدل کتابت ادا کیا تو اسکا مولی یعنی پہلا مالک دونون مکاتبون کی میراث لیگا لا التزویج
بغیر اذن مولاہ مکاتب کو نکاح کرنا اپنے مولی کی اجازت کے بدون جائز نہین یعنی اسواسطے کہ یہ اکتساب مین داخل نہین اور اسمین مولی کا ضرر
بھی ہی کہ مہر مکاتب کی گردن پر لازم ہوگا ولا الہبۃ ولو بعوض ولا التصدق الا بیسیر منہما اور نہ ہبہ کرنا مکاتب کو جائز ہی اگرچہ ہبہ بالعوض ہو اور نہ
خیرات کرنا جائز ہی مگر ہبہ قلیل اور خیرات کمتر جائز ہی ہم ذخیرہ مین ہی ہبہ اور خیرات بقدر ایک پیسے اور ایک روٹی کے جائز ہی اور طعام موجود سے ضیافت
یسیرہ درست ہو ولا التکفل مطلقا ولو باذن مولاہ بنفس او مال لانہ تبرع اور نہ مکاتب کو ضامن ہونا جائز ہی مطلقاً اگرچہ مولی کے اذن سے حاضر ضامنی کرے
اسواسطے کہ ضامنی تبرع ہی اور مکاتب تبرع کا اہل نہین ہی ولا الاقراض واعتاق عبدہ ولو بمال اور نہ مکاتب کو قرض دینا اور اپنے غلام کو
آزاد کرنا جائز ہی اگرچہ اعتاق بعوض مال کے ہو وبیع نفسہ منہ اور بیچنا جائز ہی غلام کی ذات کا غلام سے اسواسطے کہ یہ فی الحقیقۃ اعتاق علی المال ہی و
تزویج عبدہ لتقیدہ بالمہر والنفقۃ اور نہ مکاتب کو اپنے غلام کا نکاح کرنا جائز ہی بسبب ناقص ہو جانے غلام کے زوجہ کے مہر اور نفقہ لازم
ہونے سے ہم مکاتب کو اپنے غلام کی تزویج اپنی لونڈی سے درست ہی نہ غیر کی لونڈی سے نہرہ سے والاب والوصی والقاضی وامینہ فی رقیق
صغیر تحت حجرہم کالمکاتب فیما ذکر اور باپ اور وصی اور قاضی اور اسکا امین اُس صغیر کے غلام مین جو اُنکی پرورش مین ہی مکاتب کے مانند
ہین تصرفات مذکورہ کے ثبوت اور نفی مین یعنی باپ یا قاضی کو صغیر کی لونڈی کا نکاح اور اسکے غلام کو مکاتب کرنا جائز ہی اور اعتاق عبد اور عبد کو
اسکے ہاتھ بیچنا اور غلام کا نکاح کر دینا جائز نہین بخلاف مضارب ومأذون وشریک ولو مفاوضۃ علی الاشبہ لاختصاص تصرفہم بالتجارۃ بخلاف
مضارب وعبد ماذون اور شریک کے اگرچہ شرکت مفاوضہ ہو بنابر قول اشبہ یعنی مضارب اور ماذون اور شریک لونڈی کی تزویج کے مالک نہین
اسواسطے کہ انکا تصرف تجارت مین مخصوص ہی اور باپ اور قاضی کا تصرف تجارت اور غیر تجارت دونون کو شامل ہی ولو اشتری اباہ او ابنہ تکاتب
علیہ تبعا لہ والمراد قرابۃ الولاد لا غیر اور اگر مکاتب نے اپنا باپ یا بیٹا خرید کیا تو وہ بھی اسکی کتابت مین داخل ہوگا تبعیت کی راہ سے باپ اور بیٹے سے
قرابت ولادت مراد ہی نہ اور قرابت سوائے اسکے ہم یعنی جب مکاتب آزاد ہوگا ادائے بدل کتابت سے تو اسکا باپ اور بیٹا بھی آزاد ہوگا اور اگر مکاتب

ادا سے بدل سے عاجز ہوگا تو باپ بھی غلام بنا رہیگا بحکم تبعیت ولو اشتری محرما غیر الولاد کالاخ والعم لایکاتب علیہ خلافا لہما اور مکاتب نے اپنے محرم غیر ولاد کو خرید کیا چنانچہ بھائی اور چچا تو وہ مکاتب کی کتابت مین داخل نہوگا برخلاف مذہب صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک داخل ہوگا ولو اشتری ام ولدہ مع ولدہ منہا وکذا لو اشتراہا ثم شراہا جوہرۃ لم یجز بیعہا لتبعیتہا الولدہا ولکن لاتدخل فی کتابتہ اور اگر مکاتب نے اپنی ام ولد خرید کی اپنے اُس فرزند کے ساتھ جو اُسی ام ولد سے پیدا ہوا تو ام ولد کی بیع جائز نہوگی اسواسطے کہ ام ولد اپنے ولد کے تابع ہے ولیکن فرزند کی کتابت مین وہ داخل نہوگی ہم ولد کے تابع ہے یعنی جس طرح ولد کی بیع جائز نہین اُسی طرح ام ولد کی ولد کی تبعیت سے درست نہین اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہے کہ ام ولد کو اُسکے ولد نے آزاد کردیا فلاتعتق بعتقہ ولاینفسخ نکاحہ لانہ لم یملکہا فجاز لہ ان یطاہا بملک النکاح تو ام ولد آزاد نہوگی اُسکے آزاد ہونے سے اور نہ مکاتب کا نکاح فسخ ہوگا خرید کرنے سے اسواسطے کہ وہ اُسکا مالک نہین ہوگیا تو مکاتب کو جائز ہے کہ ام ولد کی وطی کرے ملک نکاح کے سبب سے نہ ملک یمین کے سبب سے وکذا المکاتبۃ اذا اشترت بعلہا اور اسی طرح لونڈی مکاتبہ کا نکاح فسخ نہ ہوگا جبکہ وہ اپنے شوہر کو خرید کرے تو اُسکے شوہر کو اُسکی وطی بملک نکاح جائز ہے غیر ان لہا بیعہ مطلقا لان الحرتیہ لم تثبت من جہتہا مگر اتنا فرق ہے کہ مکاتبہ کو شوہر مذکور کی بیع مطلقا جائز ہے اسواسطے کہ شوہر کا آزاد ہونا مکاتبہ کی جہت سے ثابت نہین ہوا یعنی برخلاف مکاتب کہ اگر وہ اپنے ام ولد کو خرید کریگا ولد کے ساتھ تو آزادی یعنی حق آزادی کا ولد کی جہت سے ثابت ہوگا اور مطلقا سے ظاہرا یہ مراد ہے کہ بیع شوہر کی جائز ہے اگرچہ مکاتبہ اپنے ولد کو شوہر کے ساتھ خرید کرے کذا فی الطحطاوی ولو ملکہا بدونہ ای بدون الولد جاز لہ بیعہا خلافا لہما اور مکاتب نے ام ولد کا مالک ہوا بدون ولد کے تو اُسکو ام ولد کا بیچنا جائز ہے برخلاف مذہب صاحبین وان ولد لہ من امتہ ولد فادعاہ فی کاتب علیہ تبعا لہ اور اگر مکاتب کا ولد پیدا ہوا اُسکی لونڈی سے پھر اُسنے اُسکی فرزندی کا دعوی کیا تو فرزند بھی اُسکی کتابت مین داخل ہوگا باپ کی تبعیت سے ہم بعضون نے اعتراض کیا ہے کہ مکاتب کو اپنی لونڈی سے وطی کرنا جائز نہین اُسکا جواب یہ ہے کہ نسب ملت پر موقوف نہین چنانچہ اپنے فرزند کی لونڈی کی وطی مین یا مشترک لونڈی کی وطی مین درصورت ادعا النسب ثابت ہوتا ہے حالانکہ وطی حلال نہین وکان کسبہ لہ لانہ کسب کسبہ اور مکاتب کے فرزند کا کسب مکاتب کا مملوک ہوگا اسواسطے کہ مکاتب کے کسب کا کسب ہے یعنی فرزند کسب ہے باپ کا تو فرزند کی کمائی کسب الکسب ہوئی زوج المکاتب امتہ من عبدہ فکاتبہما فولدت دخل فی کتابتہا وکسبہ وقیمتہ لو قتل لہا لان تبعیتہا ارجح مکاتب نے اپنی لونڈی کا نکاح کردیا اپنے غلام سے پھر دونون کو مکاتب کیا پھر مکاتبہ لڑکا جنی تو لڑکا مکاتبہ کی کتابت مین داخل ہوگا اور اُسکی کمائی اور اُسکی قیمت اگر اُسکو کوئی قتل کرڈالے مکاتبہ کی ملک ہے نہ اُسکے شوہر کی اسواسطے کہ ماں کی تبعیت غالب تر ہے باپ کی تبعیت سے ہم وجہ رجحان یہ کہ مولود مین وہ صفات شرعیہ جو ماں مین ثابت ہین چنانچہ تدبیر اور استیلاد اور حریت اور ملک سرایت کرجاتی ہین کذا فی الطحطاوی مکاتب او ماذون نکح امرأۃ زعمت انہا حرۃ باذن مولاہ تعلق بنکح فولدت منہ ثم استحقت فالولد رقیق فلیس لہ اخذہ بالقیمۃ خلافا لمحمد لانہ ولد المغرور غلام مکاتب یا ماذون نے اپنے مولے کے اذن سے نکاح کیا اُس لونڈی سے جسنے آپ کو آزاد ظاہر کیا پھر اُسکے لڑکا پیدا ہوا اُسکا تب یا ماذون سے پھر وہ لونڈی مستحق ملک غیر نکلی تو لڑکا غلام ہے لونڈی کے مالک کا تو مکاتب یا ماذون کو لڑکا کا لینا قیمت دیکر جائز نہین بخلاف محمد اسواسطے کہ وہ مغرور یعنی دھوکا کھائے ہوئے کا فرزند ہے ہم محمد کا یہ مذہب ہے کہ مکاتب یا ماذون قیمت دیکر اپنے فرزند کو لیگا اسواسطے کہ اُسکو دھوکا ہوا کہ لونڈی کو آزاد سمجھا لیکن اُنکے نزدیک قیمت دینا مکاتب یا ماذون کے آزاد ہونے کے بعد لازم ہوگا نہ بالفعل کذا فی العنایۃ وخصا المغرور بالحر باجماع الصحابۃ اور شیخین نے مغرور کو آزاد کے ساتھ مخصوص کیا ہم صحابہ کرام کے اجماع کی دلیل سے یعنی اگر آزاد کو دھوکا ہو جائے تو وہ اپنے فرزند کو قیمت دیکر لیگا نہ مکاتب یا ماذون واستشکلہ الزیلعی اور

زیلعی نے اس مسئلہ کو مشکل جانا ہے اس وجہ سے اشکال یہ ہے کہ غلام پر جبکہ دین لازم ہوتا ہے مولی کے اذن کے سبب سے تو وہ دین مولی پر لازم ہوتا ہے اور اس سے فی الحال مطالبہ ہوتا ہے اور یہاں نکاح باذن مولی مفروض ہے تو چاہیے کہ مولی پر فی الحال قیمت لازم آوے نہ مکاتب پر اسکے آزاد ہونے کے بعد چنانچہ محمد کا مذہب ہے اسکا جواب رازی نے یون دیا ہے کہ مولی نے تو نکاح کا اور اس کے متعلقات یعنی مہر اور نفقہ کا اذن دیا ہے نہ فریب کھانے کا تو مولی اس سے راضی نہوگا تو قیمت دینا موقوف رہیگا مکاتب کے آزاد ہونے پر کذا فی الطحطاوی مختصرا **ولو اشتری المکاتب امۃ شراء فاسدا فوطیہا ثم ردہا للفساد لشراءہا او شراءہا صحیحا فاستحقت وجب علیہ العقر فی حالۃ الکتابۃ قبل عتقہ لدخولہ فی الکتابۃ لان الاذن بالشراء اذن بالوطی** اور اگر مکاتب نے لونڈی مول لی خرید فاسد کر پھر اس سے قربت کی پھر مالک کو پھیر دی فساد بیع کے سبب سے یا اسکو بخرید صحیح مول لیا یعنی پھر وطی کی سو وہ مستحق ملک غیر نکلی تو مکاتب پر عقر قیمت واجب ہوگا کتابت کی حالت مین اسکے آزاد ہونے سے پہلے بسبب داخل ہونے خرید فروخت کے اسکے عقد کتابت مین اسواسطے کہ خرید کرنیکا اذن وطی کرنیکا اذن ہے اسکا لزوم عقر کی بہتر تعلیل یہ ہے کہ کتابت موجب ہے خرید کی اور خرید موجب ہے سقوط حد کی اور سقوط حد موجب ہے عقر کی تو کتابت ہی موجب ٹھہری عقر کی اسواسطے خریدکا اذن وطی کا اذن نہین اور وطی تجارت مین داخل نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا **ولو وطیہا بنکاح بلا اذن اخذ بہ بالعقر منذ عتق ای بعد عتقہ لعدم دخولہا** اور اگر مکاتب نے لونڈی مذکورہ سے قربت کی بواسطہ اس نکاح کے جو اسنے بلا اذن مولی کے کیا تھا تو مکاتب سے عقر لیا جائیگا شروع عتق سے یعنی مکاتب کے آزاد ہونے کے بعد بسبب نہ داخل ہونے نکاح کے کتابت مین چنانچہ اول باب مین مذکور ہوچکا کہ مکاتب کو نکاح کرنا بلا اذن مولی جائز نہین **والماذون کالمکاتب فیہما فی الفصلین** اور غلام ماذون مکاتب کے مانند ہے دونون فصلون مین یعنی لونڈی مذکورہ کے شراء فاسد اور صحیح مین اور نکاح کی صورت مین **واذا ولدت مکاتبۃ من سیدہا فلہ الخیار ان شاءت مضت علی کتابتہا واخذ العقر منہ او ان شاءت عجزت نفسہا وہی ام ولدہ وثبت نسبہ بلا تصدیقہا لانہ ملکہ رقبۃ** اور جبکہ لونڈی مکاتبہ جنی اپنے مولی سے تو اسکو اختیار ہے اگر چاہے چلی جاوے اپنی کتابت پر یعنی اپنی کتابت کو قائم رکھے اور مولی سے عقر لے یا اگر چاہے اپنی ذات کو عاجز کرلے یعنی ادائے بدل کتابت سے عاجزی کا اقرار کرے اور مولی کی ام ولد ہو اور مولی کا نسب مکاتبہ سے بدون اسکی تصدیق کے ثابت ہوگا اسواسطے کہ مکاتبہ مولی کی ملک ہے باعتبار گردن کے اگرچہ باعتبار تصرف کے ملک نہین **ولو کاتب شخص ام ولدہ او مدبرہ صح وعتقت ام الولد مجانا بموتہ بالاستیلاد** اور اگر ایک شخص نے اپنی ام ولد یا اپنا غلام مدبر مکاتب کیا تو درست ہے اور ام ولد مفت آزاد ہوگی اس شخص کی موت سے بسبب استیلاد کے بلا ادائے بدل کتابت **وسعی المدبر فی ثلثی قیمتہ ان شاء او سعی فی کل البدل بموت سیدہ فقیرا لم یترک غیرہ** اور سعی کرے مدبر اپنی قیمت کے دو ثلث مین یا چاہے سعی کرے تمام بدل کتابت مین اپنے مالک کی محتاج ہوکر مرنے سے اس طرح کہ اسنے کچھ متروکہ نہین چھوڑا اسوائے اس مدبر کے **ولو دبر مکاتبہ صح فان عجز بقی مدبرا والا سعی فی ثلثی قیمتہ ان شاء او فی ثلثی البدل بموتہ ای المولی معسرا لم یترک غیرہ** اور اگر اپنے مکاتب کو مدبر کیا تو صحیح ہے پھر اگر وہ ادای بدل کتابت سے عاجز ہوگیا تو مدبر باقی رہیگا اور اگر عاجز نہ ہوا اور کتابت کو قائم رکھا تو سعی کرے اپنی قیمت کے دو ثلث کے ادا کرنے مین اور اگر وہ چاہے یا سعی کرے بدل کتابت کے دو ثلث مین اپنے مولی کے اسطرح محتاج ہوکر مرنے سے کہ مولی نے کچھ متروکہ نہ چھوڑا ہو سوائے اس مدبر کے **وان کان مات موسرا بحیث یخرج المدبر من الثلث عتق بالتدبیر وسقط عنہ بدل الکتابۃ کما لو اعتق المولی مکاتبہ فانہ یعتق مجانا بالقیام** اور اگر مولی اسطرح مالدار ہوکر مرگیا ہو کہ مدبر ثلث متروکہ سے نکلسکتا ہو تو وہ آزاد ہوگا تدبیر کے سبب سے اور اس سے ساقط ہوگا بدلہ کتابت کا چنانچہ اگر مولی اپنے مکاتب کو آزاد کرے تو وہ مفت آزاد ہوگا بسبب قیام ملک **مریض کاتب علی الف موجل ثم صالحہ علی نصفہ حالا صح استحسانا** مولی نے مکاتب کیا غلام کو ہزار میعادی پر پھر مکاتب سے صلح کرلی اسکی نصف یعنی پانسو نقد پر تو صحیح ہے استحسان کی راہ سے طرفین کے نزدیک **مریض کاتب عبدہ علی الفین الی**

سنۃ فمات المریض والحال ان قیمۃ المکاتب الف درہم ولم تجز الورثۃ التاجیل ولم یترک غیرہ ادی المکاتب ثلثی البدل وعند محمد
ثلثی القیمۃ حالا والباقی الی اجلہ اور درر قیقا لقیام البدل مقام الرقبۃ فینفذ فی ثلثہ بیمار نے اپنے غلام کو مکاتب کیا دو ہزار پر ایک سال کی
مدت مقرر کرکے پھر بیمار مر گیا اور حالانکہ مکاتب کی قیمت ایکہزار درم ہین اور مولی کے وارثون نے تاجیل کو جائز نہ کہا اور مولی نے سوا اس مکاتب
کے اور مال نہین چھوڑا تو مکاتب بدل کتابت دو ثلث نقد ادا کرے اور محمد کے نزدیک قیمت کے دو ثلث نقد ادا کرے اور باقی ثلث بدل یا قیمت
کا مدت مذکورہ کے بعد ادا کرے یا ادا نہ کرسکے تو پھیر کر غلام بنایا جاے بدل کتابت کے دو ثلث ادا کرے بسبب قائم ہونے بدل کے رقبہ
کے مقام پر تو محاباۃ تاجیل کے ثلث مین نافذ ہوگی وان کاتب علی الف الی سنۃ والحال ان قیمتہ الفان ولم یجیزوا ادی ثلثی القیمۃ حالا
وسقط الباقی اور درر قیقا اتفاقا لوقوع المحاباۃ فی القدر والتاخیر فتنفذ بالثلث اور اگر غلام کو مکاتب کیا ہزار پر سال بھر کی مدت مقرر کرکے اور حالانکہ
اسکی قیمت دو ہزار ہین اور حالانکہ وارثون نے کتابت مذکورہ جائز نہ کہی تو غلام مذکور قیمت یعنی دو ہزار کے دو ثلث نقد ادا کرے اور ثلث باقی اس سے
ساقط ہوگا یا اگر ادا نہ کرسکے تو پھیر کر غلام بنایا جاے باتفاق شیخین اور محمد کے بسبب واقع ہونے محاباۃ کے مقدار اور تاجیل مین تو محاباۃ مریض ثلث
مین جاری ہوگی حر قال لمولی عبد کاتب عبدک فلانا الغائب علی الف درہم الی فی ان ادیت الیک الفا فہو حر فکاتبہ المولی علی ہذا
الشرط وقبل المولی ثم ادی الحر الفا عتق العبد بحکم الشرط وکذا لو لم یقل ان ادیت فادی لیعتق استحسانا لنفوذ تصرف الفضولی فی کل مالیس بضرر
ولا یرجع الحر علی العبد لانہ متبرع شخص آزاد نے غلام کے مالک سے کہا کہ اپنے فلانے غائب غلام کو مکاتب کر ہزار درم پر اس شرط سے کہ اگر مین تجکو ہزار درم
ادا کردون تو وہ غلام آزاد ہی سو مولی نے اس شرط پر اسکو مکاتب کیا اور مولی نے قبول کیا پھر آزاد مذکور نے ہزار درم ادا کیے تو غلام آزاد ہوگا بوجہ شرط
مذکورہ کے اور اسی طرح اگر اس شخص نے اپنے ادا کرنے کو ذکر کیا پھر اسنے ہزار درم ادا کیے تو غلام مذکور آزاد ہوگا استحسان کی راہ سے بسبب نافذ ہوجانے
تصرف فضولی کے ہر ایک امر مین جو ضرر نہین اور شخص آزاد غلام مذکور سے ہزار درم پھیر نہ لیگا اسواسطے کہ وہ محسن ہی نہ معاوض ثم قولہ قبل المولی
شارح نے ضمیر کا مرجع مولی کو قرار دیا اور زیلعی اور شرح ملا مسکین مین قبل الرجل واقع ہی اور یہی بلا تکلف مناسب ہی واذا بلغ العبد ہذا الامر فقبل
صار مکاتبا انما یحتاج لقبولہ لاجل لزوم البدل علیہ اور جبکہ غلام غائب کو اس امر کی خبر پہونچے یعنی قبل ادا کرنے حر مذکور کے سو غلام نے کتابت قبول کی
تو وہ مکاتب ہو جایگا قبول غلام کی حاجت تو فقط اسی واسطے ہی کہ بدل کتابت اسپر لازم ہوجاے یعنی صحت کتابت غلام کے قبول پر موقوف نہین
بلکہ لزوم بدل قبول پر موقوف ہی قال عبد حاضر لسیدہ کاتبنی عن نفسی وعن فلان الغائب فکاتبہما فقبل العبد الحاضر صح العقد استحسانا
فی الحاضر اصالۃ والغائب تبعا غلام حاضر نے اپنے مالک سے کہا کہ میرے ساتھ عقد کتابت منعقد کر میری ذات کیطرف سے اور فلانے غلام کیطرف
سے سو مالک نے دونون غلامون کو مکاتب کیا سو حاضر غلام نے قبول کیا تو عقد صحیح ہی باعتبار استحسان کے غلام حاضر مین اصالۃ صحیح ہی اور غائب
غلام مین تبعا وایہما ادی بدل الکتابۃ عتقا جمیعا بلا رجوع ویجبر المولی علی القبول للبدل من احدہما اور دونون مین سے جو غلام کہ بدل کتابت
ادا کریگا تو دونون غلام آزاد ہوجاوینگے بلا رجوع یعنی ادا کرنے والا غلام دوسرے غلام سے بقدر اسکے حصہ کے مطالبہ نکرسکے گا اور مالک پر زبردستی ہوگی
قبول بدل کتابت پر ایک کی طرف سے یعنی دونون غلامون کا بدل کتابت اگر ایک غلام ادا کریگا تو مالک کو بجبر قبول کرنا ہوگا ولا یطالب
العبد الغائب بشیء لعدم التزامہ اور غلام غائب سے کسی چیز کا مطالبہ اور مواخذہ نہوگا اسکے عدم التزام کے سبب سے یعنی اسنے عقد کتابت قبول
نہین کیا کہ اس سے کچھ مطالبہ ہو وقبولہ الکتابۃ لغو لا یعتبر کردہ ایاہا اور غلام غائب کا کتابت قبول کرنا لغو ہی یعنی معتبر نہین جیسے اسکے رد
کرنے کتابت کا اعتبار نہین ہم قبول اور عدم قبول غائب سو اسواسطے معتبر نہین کہ عقد کتابت بدون اسکے قبول کرنے کے نافذ اور تمام ہوچکی تو بعد اسکے

قبول اور عدم قبول کا کیا اعتبار ہی ولو حررہ سقط عن الحاضر حصتہ اور اگر مالک نے حاضر غلام کو آزاد کر دیا بلا اخذ بدل کتابت تو حاضر سے اُسکا حصہ بدل کا ساقط ہوگا اسواسطے کہ غائب عقد مین قصدًا داخل ہی اگرچہ مقصود بالخطاب نہین تو بدل کتابت دونون پر منقسم ہوگیا اگرچہ اُس سے مطالبہ بدل کا نہین ولو حرر الحاضر او مات ادی الغائب حصتہ حالا والا رد قنا اور اگر حاضر غلام آزاد کیا گیا یا وہ مرگیا تو غلام غائب اپنا حصہ بدل کتابت سے نقد ادا کرے اور نہین تو پھر غلام بنایا جاے ولو ابرا الحاضر او وہبہ له عتقا جمیعا اور اگر مالک نے غلام حاضر کو تمام بدل کتابت معاف کر دیا یا تمام بدل کتابت اُسکو ہبہ کر دیا تو دونون غلام آزاد ہو جاوینگے مفت ہم اور اگر بعض بدل معاف کریگا تو باقی کا مطالبہ ہوگا حاضر سے نہ غائب سے کذا فی الطحطاوی وان کاتبت الامۃ عن نفسها وعن ابنین صغیرین لها وقبلت صح استحسانا الامر اور اگر مالک نے اپنی لونڈی سے عقد کتابت منعقد کیا اُسکی ذات سے اور اُسکے دو چھوٹے بیٹون سے اور لونڈی نے قبول کر لیا تو عقد صحیح ہی باعتبار استحسان کے بدلیل گذشتہ یعنی بعالم لونڈی کیطرف سے اور تبعًا اُسکے بیٹون کی طرف سے عقد کتابت صحیح ہی وای ادی منهم لم یرجع علی الآخر لانہ متبرع ویجبر علی القبول ای الآخر یا امر اور اشخاص مذکورین مین سے جو شخص کہ بدل کتابت ادا کریگا وہ دوسرے سے رجوع نہ کریگا اسواسطے کہ وہ محسن ہی اور مولی پر ہر شخص کے ادا سے بدل کا قبول واجب ہوگا تا آخر احکام مذکورہ سابقہ ہم زیلعی مین ہی کہ اولاد کا قبول اور عدم قبول کتابت مین معتبر نہین اور اگر مالک ان کو آزاد کرے تو اولاد پر بدل کتابت باقی رہیگا بقدر اُنکے حصہ کے اُسکو فی الحال ادا کرین اور مولی مکاتبہ بدل کا اُنکی مان سے کرے نہ اُنسے اور اگر مولی انکو آزاد کرے تو اُنکی مان پر سے اُنکا حصہ ساقط ہوگا اور اگر مالک اولاد کو دین معاف کرے یا اُنکو ہبہ کرے تو صحیح نہین اور اگر اُنکی مان کو دین معاف کرے یا ہبہ کرے تو مان بھی آزاد ہوگی اور اُسکے ساتھ اُسکی اولاد بھی انتہی تو یہ مسئلہ نظیر ہی مسئلہ سابقہ کا جمیع احکام مین کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا کاتب نصف عبدہ فادی الکتابۃ عتق نصفه وسعی فی بقیۃ قیمتہ وقالا العبد کله مکاتب علی ذلک المال وبہ ناخذ حاوی القدسی مالک نے اپنا نصف غلام مکاتب کیا سو اُسنے بدل کتابت ادا کیا تو نصف غلام ادا ہوگا اور کوشش کریگا اپنی باقی قیمت کے ادا کرنے مین اور صاحبین نے کہا کہ نصف غلام کی کتابت سے تمام غلام مکاتب ہوگا اُسی قدر مال پر اور اسی قول صاحبین کو ہم لیتے ہین کذا فی حاوی القدسی

باب کتابۃ العبد المشترک

یہ باب ہی عبد مشترک کی کتابت کے احکام مین عبد لشریکین اذن احدهما لصاحبه ان یکاتب حظه بالف ویقبض بدل الکتابۃ فکاتب الشریک المأذون له نفذ فی حظه فقط عند الامام لتجزی الکتابۃ عنده ولیس لشریکه فسخه لاذنه غلام ہی دو شریکون کا ایک شریک نے اپنے ساتھی دوسرے شریک کو اسکا اذن دیا کہ وہ اپنے حصہ کے ہزار درم پر کتابت کرے اور بدل کتابت پر قبضہ کرے سو جس شریک کو اذن ملا اُسنے غلام کو مکاتب کیا تو فقط اسی کے حصہ مین کتابت نافذ ہوگی امام اعظم رح کے نزدیک بسبب قسمت پذیر ہونے کتابت کے اُنکے نزدیک مانند اعتاق کے اور اُس کے شریک کو فسخ کرنا کتابت کا جائز نہین اسکے اذن کے سبب سے ہم اذن شریک کا فائدہ یہ ہی کہ اُسکے واسطے حق فسخ باقی نہ رہے اور درصورت عدم اذن اُسکو فسخ مین اختیار ہی اور اذن بالقبض کا فائدہ یہ ہی کہ مال قبوض سے اُسکا حق منقطع ہو جاے تو مقبوض مخصوص بقابض ہوگا اسواسطے کہ قبض کا اذن گویا غلام کو اسکا اذن ہی کہ مال کتابت کو حاصل کرکے شریک کو دے تو اُسنے اپنے حصہ کا احسان کیا غلام مکاتب پر ہان اگر قبل ادا ے بدل وہ مکاتب کو منع کر دے تو بھی صحیح ہوگا اسواسطے کہ احسان ہنوز تمام نہین ہوا کذا فی الزیلعی ملخصًا واذا قبض بعضه بعض الالف فعجز فالمقبوض کله للقابض لاذنه له بالقبض فیکون متبرعا ولو قبض الالف عتق حظ القابض اور جبکہ ہزار درم سے کچھ درم قبض کیے پھر مکاتب ادا ے بدل سے عاجز ہوگیا تو بالکل مال مقبوض قابض کا مملوک ہوگا نہ دوسرے شریک کا اسواسطے کہ قبض کا اُسنے اذن دیا تو وہ محسن ٹھہرا غلام پر اپنے حصہ کی بابت اور اگر ہزار درم

قبض کریگا تو قابض کا حصہ آزاد ہو جاویگا ہم ہدایہ اور درر کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ احسان مذکور قابض پر ہے کذا فی الطحطاوی امۃ بین
شریکین کاتباہا فوطیہا احدہما فولدت فادعاہ الواطی ثم وطیہا الشریک الآخر فولدت فادعاہ الواطی الثانی صحت دعوتہ لقیام ملکہ
ظاہرا خلافا لہما ایک لونڈی مشترک ہے دو شریکوں میں دونوں نے اسکو مکاتبہ کیا سو اسی سے قربت کی ایک شریک نے سو وہ جنی تو قربت کرنیوالے
نے اسکے ولد کی فرزندی کا دعوی کیا پھر دوسرے شریک نے اس سے قربت کی سو وہ دوسرا لڑکا جنی سو دوسرے قربت کرنے والے نے دوسرے ولد کی
فرزندیکا دعوی کیا تو اسکا دعوی صحیح ہے اسواسطے کہ ظاہرا اسکی ملک ہنوز قائم ہے برخلاف مذہب صاحبین ہم کہتا ہے صاحبین کے نزدیک مکاتبہ شریک اول
کی ام ولد ہے بنظر تکمیل استیلاد تو شریک ثانی کی وطی غیر کی ام ولد کے ساتھ واقع ہوئی تو شریک ثانی سے ولد کا نسب ثابت نہ ہوگا اور اسپر تمام مہر یعنی عقر لازم ہوگا
لیکن شبہہ ملک کے سبب سے اسپر حد لازم نہوگی کذا فی الزیلعی فان عجزت بعد ذلک جعلت الکتابۃ کان لم تکن وحینئذ فہی فی الحقیقۃ ام ولد للاول
لزوال المانع من الانتقال پھر اگر مکاتبہ عاجز ہوئی اداے بدل کتابت سے بعد اسکے یعنی دونوں وطی اور دونوں دعوت کے بعد تو یوں ٹھہرایا جائیگا گویا
کتابت کبھی نہ تھی اور اب تو مکاتبہ حقیقت میں شریک اول کی ام ولد ہوگی بسبب دور ہو جانے اس چیز کے جو مانع تھی انتقال ملک کی ہم یعنی زوال کتابت سے
مکاتبہ شریک اول کی بالکل ام ولد ہوگی اسواسطے کہ مقتضی تملیک قائم ہے اور تکمیل ملک سے کتابت مانع تھی اسواسطے کہ کتابت انتقال ملک قبول نہیں کرتی
پھر جب کتابت زائل ہوگئی تو مقتضی تملیک نے اپنا عمل کیا کذا فی الزیلعی والدرر ملتقطا ووطیہ سابق اور شریک اول کی وطی سابق ہے شریک ثانی کی وطی سے
ہم یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ دونوں شریکوں کی ملک مکاتبہ میں ثابت ہے اور ہر ایک نے وطی کی اور ہر ایک نے ولد کا دعوی کیا تو کیا وجہ ہے کہ مکاتبہ
شریک اول کی فقط ام ولد ہوگئی شارح نے جواب دیا کہ شریک اول کی وطی سابق ہے یہی وجہ ہے اختصاص کی وضمن الاول لشریکہ نصف قیمتہا ونصف
عقرہا اور شریک اول اپنے شریک کو اسکی نصف قیمت اور نصف عقر کا تاوان دے ہم مراد قیمت مکاتبہ کی ہے اور مکاتبہ کی قیمت لونڈی خالصہ کی قیمت سے
نصف ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی عن الفتح وضمن شریکہ عقرہا کاملا لوطیہ ام ولد الغیر حقیقۃ اور شریک ثانی مکاتبہ کے عقر کامل کا تاوان دے اسواسطے کہ اسنے حقیقت میں غیر کی
ام ولد سے وطی کی وقیمۃ الولد ایضا وہو ابنہ لانہ بمنزلۃ المغرور اور شریک ثانی ولد کی قیمت کا بھی تاوان دے اور وہ ولد اسکا بیٹا ہے اسواسطے کہ شریک ثانی بمنزلہ
مغرور کے ہے ہم اسواسطے کہ اسنے وطی کی مکاتبہ سے اپنی مملوکہ جانکر لیکن عجز اور بطلان کتابت سے ظاہر ہوا کہ اسکی ملک اسمیں نہیں رہی اور مغرور کا ولد ثابت النسب
ہوتا ہے اس سے اور آزاد ہوتا ہے قیمت دیکر وای من الشریکین دفع العقر الی المکاتبۃ صح ای قبل العجز لاختصاصہا بمنافعہا فاذا عجزت ترده للمولی اور دونوں
شریکوں میں سے جو عقر دیگا مکاتبہ کو تو صحیح ہے یعنے قبل از عجز دینا صحیح ہے بسبب مخصوص ہونے مکاتبہ کے اپنے منافع سے پھر جب وہ عاجز ہوا اداے بدل الکتابۃ
سے تو عقر مولی کو پھیر دے وان دبر الثانی ولم یطأہا فالمسئلۃ بحالہا فعجزت بطل التدبیر اور اگر شریک ثانی نے مکاتبہ مذکورہ کو مدبر کیا اور اس سے
وطی نہ کی اور یہ مسئلہ بحال مسئلہ سابقہ ہے یعنی دونوں شریکوں نے لونڈی کو مکاتبہ کیا اور شریک اول نے اس سے وطی کی اور جنی اور شریک اول نے اسکا دعوی کیا
سو مکاتبہ عاجز ہوگئی اداے بدل کتابت سے تو تدبیر باطل ہوگئی یعنی اسواسطے کہ عجز سے ظاہر ہوا کہ وہ بالکل ام ولد ہے شریک اول کی تو اسمیں ملک باقی نہ رہی کہ
حالانکہ ملک شرط ہے صحت تدبیر کیواسطے وضمن الاول لشریکہ نصف قیمتہا ونصف عقرہا والولد للاول وہی ام ولدہ اور شریک اول ثانی کو اسکی
نصف قیمت اور نصف عقر کا تاوان دیگا اور لڑکا شریک اول کا ہوگا اور وہ اسی کی ام ولد ہے وان کاتباہا فحررہا احدہما موسرا فعجزت ضمن المعتق
لشریکہ نصف قیمتہا اور اگر دونوں شریکوں نے لونڈی کو مکاتب کیا پھر ایک شریک مقدور والے نے اسکو آزاد کردیا پھر وہ عاجز ہوگئی تو آزاد
کرنے والا اپنے شریک کو اسکی نصف قیمت کا تاوان دے ویرجع الضامن بہ علیہا لما قررنا ان الساکت اذا ضمن المعتق یرجع عنده لا عندہما
اور تاوان دینے والا شریک اسکو مکاتبہ سے پھر لے اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ شریک ساکت عن الاعتاق جب تاوان لے آزاد کرنے والے

شریک سے تو اسکو رجوع جائز ہی امام کے نزدیک نہ صاحبین کے نزدیک فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا عبد لرجلین دبرہ احدہما ثم حررہ الآخر غنیا او عکسا اعتق الاول ان شاء او استسعی فی الصورتین او ضمن شریکہ فی الاولی دو مردون کا ایک غلام ہی ایک نے اسکو مدبر کیا پھر دوسرے نے اسکو آزاد کیا حالانکہ وہ مقدور والا ہی یا دونون نے اسکے بالعکس کیا یعنی اول عتاق غنی واقع ہوا پھر تدبیر تو مدبر کرنے والا چاہے مدبر کو آزاد کرے یا دونون صورتون مین غلام سے سعی کراوے یا فقط پہلی صورت مین یعنی جب کہ آزاد کرنے والا مالدار ہو اپنے شریک سے تاوان لے

باب موت المکاتب وعجزہ وموت مولاہ

یہ باب ہی مکاتب کی موت اور اسکے عاجز ہونے اور مالک کی موت کے احکام مین مکاتب عجز عن اداء نجم ان کان لہ مال سیصل الیہ لم یعجزہ الحاکم الی ثلاثۃ ایام لانہا مدۃ ضربت لابلاء الاعذار ایک مکاتب ہی کہ عاجز ہو گیا ادا کرنے ایک قسط سے اگر اسکا ایسا مال ہو کہ عنقریب اسکو ملیگا چنانچہ اسکا دین کسی پر قریب الوصول ہو یا اسکو مال ملنے والا ہو بطریق ہبہ کے کذا فی الطحطاوی تو حاکم اسکو عاجز نہ ٹھہراوے تین دن تک اسواسطے کہ یہ مدت ہی کہ اظہار عذرات کے واسطے مقرر کی گئی ہی ہم چنانچہ تین دن خیار کی مدت ہی اور مرتد کی مہلت دینیکی مدت اور مدعا علیہ کی مہلت دینے کی مدت دفع دعوی کے واسطے والا عجزہ الحاکم فی الحال اور اگر مال قریب الوصول نہو تو حاکم مکاتب کو فی الحال عاجز ٹھہراوے وفسخہا بطلب مولاہ او فسخ مولاہ برضاہ اور حاکم بعد تعجیز کے کتابت کو فسخ کردے اسکے مولی کی خواہش سے یا اسکا مولی فسخ کرے مکاتب کی رضامندی سے ہم فسخ کو تعجیز کے بعد اسواسطے ذکر کیا کہ مجرد عجز سے کتابت منفسخ نہین ہوتی بدون فسخ کرنے کے ولو کانت الکتابۃ فاسدۃ فالمولی لہ الفسخ بغیر رضاہ اور اگر کتابت فاسد ہو تو مولی کو فسخ کتابت کا اختیار ہی بدون رضامندی مکاتب کے ہم بلکہ مولی پر درصورت فساد کتابت فسخ واجب ہی گناہ مٹانے کیواسطے وللمکاتب فسخہا مطلقا فی الجائزۃ والفاسدۃ وان لم یرض المولی اور مکاتب فسخ کتابت کا مالک ہی ہر طرح کتابت جائزہ مین اور فاسدہ مین بھی اگرچہ مولی راضی نہو وعاد رقہ بفسخہا اور اسکی غلامی پھر آویگی دونون کے فسخ کرنے سے یعنی جیسے قبل کتابت غلام تھا ویسا ہی پھر مملوک ہوگا تصرفا ورقبۃ وما فی یدہ لمولاہ اور جو مال کہ اسکے پاس ہوگا وہ مولی کا مملوک ہی اگرچہ خیرات ہو اور مولی غنی ہو بقول صحیح کذا فی الطحطاوی والمکاتب اذا مات ولہ مال لبدل لم تنفسخ وتودی کتابتہ من مالہ اور اگر مکاتب مرجائے اور اسکا اتنا مال ہو جو بدل کے واسطے کفایت کرے تو کتابت فسخ نہو گی اور بدل کتابت اسکے مال سے ادا کیا جائیگا ہم بعد موت کے بقائے کتابت اور ادائے بدل کتابت سے فائدہ یہ ہی کہ ہنگام کتابت کے فرزند اسکے آزاد ہون اور اگر مال ادائے کتابت سے بچے تو وہ اسکے وارث ہون ویحکم بعتقہ فی آخر جزء من اجزاء حیاتہ اور حکم ہوگا اسکی آزادی کا اسکے اجزائے حیات مین سے اخیر جزء مین ہم یہ مذہب ہی جمہور کا اور بعضون کے نزدیک بعد موت کے آزاد ہوگا کما یحکم بعتق اولادہ المولودین فی کتابتہ لا قبلہا چنانچہ حکم ہوگا اسکی اولاد کی آزادی کا وہ اولاد جو اسکی کتابت کے زمانے مین پیدا ہوئی نہ انکا جو قبل کتابت کے پیدا ہوئے ہم اس کلام سے معلوم ہوا کہ جن اصول وفروع کو مکاتب نے حال کتابت مین خرید کیا وہ آزاد نہونگے حالانکہ انکی آزادی کا بھی حکم ہوگا تو یون کہنا حق تھا کما یحکم بعتق من دخل فی کتابتہ یعنی چنانچہ ان شخصون کی آزادی کا حکم ہوگا جو داخل ہوگئے اسکی کتابت مین کذا فی الحلبی والباقی من مالہ میراث لورثتہ اور جو مکاتب مذکور کے مال مین سے ادائے بدل کتابت سے باقی رہیگا وہ اسکے وارثون کی میراث ہی ہم یعنی اگر قرابت والے ہون مکاتب کے تو وہ اسکے مال کے وارث ہونگے اور انہین سے کوئی نہ ہو تو مال باقی مولی کو ملیگا بطریق ارث کے کذا فی الحموی ولو لم یترک مالا وترک ولدا ولد فی کتابتہ ولا وفاء ببقیت کتابتہ وسعی الابن فی کتابتہ ابیہ علی نجومہ المقسطۃ اور اگر مکاتب مرگیا اور کچھ مال نہ چھوڑ گیا اور ایک اسنے وہ بیٹا چھوڑا جو زمان کتابت مین پیدا ہوا اور ادائے کتابت کیواسطے کچھ مال نہین تو مکاتب کی کتابت باقی رہیگی اور بیٹا اپنے باپ کی کتابت مین کوشش کرے بموجب اسکے اقساط معینہ کے فاذا ادی حکم بعتق ابیہ قبل موتہ وبعتقہ تبعا پھر جب اسکا بیٹا بدل کتابت ادا کریگا تو اسکے

باب موت المکاتب وعجزہ وموت مولاہ

باپ کی آزادی قبل از موت پر حکم ہوگا اور بیٹے کی آزادی پر حکم ہوگا باپ کی تبعیت سے ولو ترک ولدا اشتراہ فی کتابتہ ادی البدل حالا او رد
اسکے حالہ رقیقا وسویا بینہما اور اگر مکاتب نے وہ بیٹا چھوڑا جسکو اُسنے اپنی کتابت کی حالت مین مول لیا تھا تو وہ بیٹا بدل کتابت کو فے الحال
ادا کرے یا اگر فے الحال نہ ادا کر سکے تو اپنی غلامی کی حالت کیطرف پھیرا جاوے یعنی جسطرح کہ غلام تھا ویسا ہی غلام بنا رہیگا نہ وہ آزاد ہوگا نہ اُس کا باپ اور
صاحبین نے دونون بیٹون کو برابر کہا ہے یعنی جو بیٹا کہ کتابت مین پیدا ہوا اور جو کہ خریدہ ہوا دونون حکم مین برابر ہین یعنی بموجب اقساط کے بدل کتابت
ادا کرکے آزاد ہونگے واما الابوان فیردان للرق کما مات وقالا ان ادیا حالا اعتقا والا لا اور مکاتب مذکور کے ماں باپ کا تو یہ حال ہے کہ بمجرد موت مکاتب
کے ملوکی کی طرف پھیرے جاوینگے اور صاحبین نے کہا کہ اگر دونون فے الحال بدل کتابت کو ادا کرینگے تو آزاد ہونگے اور نہین تو آزاد نہونگے ھم شرح
مجمع اور شرنبلالیہ مین مصرح ہے کہ صاحبین کے نزدیک اصول مکاتب کے فروع کے مانند ہین ادائے بدل کتابت مین بموجب اقساط معینہ کے تو نظر کرنا
چاہیے کہ شارح نے یہ کلام کہان سے لیا یعنی تفریق بین الاصول والفروع کذا فے الحلبی اشتری المکاتب ابنہ فمات عن وفاء ورثہ ابنہ لمولہ حدا
عن ابن حر کما مر مکاتب نے اپنا بیٹا خرید کیا پھر وہ مرگیا اتنا مال چھوڑ کر کہ ادائے بدل کتابت کے واسطے کافی ہے تو اُسکا بیٹا اُسکا وارث ہوگا اسواسطے
کہ مکاتب آزاد ہوکر مرگیا اپنے آزاد بیٹے کو چھوڑ کر چنانچہ مذکور ہوچکا ھم یعنی جب بدل کتابت ادا ہوا تو آخر حیات مین مکاتب آزاد ٹھہرے گا اور اُسکے ساتھ
اُسی وقت اُسکا بیٹا آزاد ہوگا تو دونون آزاد ہوے تو معلوم ہوگیا کہ باپ آزاد مرا آزاد بیٹا چھوڑ کر کذا فی الزیلعی وکذا ان ترک ولدا من حرۃ ای المکاتب
وابنہ الکبیر مکاتبین کتابۃ واحدۃ لصیرورتہما کشخص واحد ضرورۃ اتحاد العقد اور اسی طرح مکاتب کا بیٹا اُسکا وارث ہوگا اگر مکاتب اور اُسکا بالغ
بیٹا مکاتب ہون ایک کتابتہ سے بسبب ہوجانے دونون کے ایک شخص کے مانند اتحاد عقد کی ضرورت کی جہت سے ھم بالغ کی قید لگانا ظاہر صغیر کے
مخالف ہے حیث قال (او کوتب ہو وابنہ صغیرا او کبیرا معہ) کذا فے الحلبی طحطاوی نے کہا یون جواب ہوسکتا ہے کہ کبیر کی قید اسواسطے لگائی کہ مبادا کوئی توہم
کرے کہ بالغ بسبب اپنے بلوغ کے مستقل ہے کتابت مین فان ترک المکاتب ولدا من حرۃ ای معتقۃ وترک دینا یکفی بدلہا فجنی الولد فقضے بہ با جنی علی
عاقلۃ امہ بضرورۃ ان الاب لم یعتق بعد لم یکن ذلک القضاء تعجیزا الابیہ لعدم المنافاۃ پھر اگر مکاتب نے وہ لڑکا چھوڑا حرہ سے یعنی معتقہ سے اور مکاتب نے
لوگون پر اتنا دین چھوڑا جو بدل کتابت کیواسطے کافی ہے پھر ولد سے قتل خطا واقع ہوا سو قاضی نے بموجب جنایت اُسکی ماں کی برادری پر دیت کا حکم کیا
اس ضرورت سے کہ اُسکا باپ ہنوز آزاد نہین ہوا عدم ادائے بدل کتابت سے تو یہ قاضی کا حکم کرنا اُسکے باپ کو عاجز ٹھہرانا نہین ہے بعلت عدم منافاۃ یعنی حکم
مذکور کتابت کے منافی نہین کہ حکم تعجیز ہو مکاتب کا ام حرہ کی تفسیر معتقہ اسواسطے کہ حرہ اصلی کے ولد پر کسی شخص کا ولا نہین اور جنایت سے جنایت خطا
مراد ہے اسواسطے کہ جنایت عمد مین برادری پر دیت نہین کذا فے الطحطاوی ولا رجوع اور رجوع نہین یعنی ماں کی برادری باپ کے مولی سے دیت کو
رجوع نہین کرسکتی اسواسطے کہ جب اُنھون نے دیت دی تھی تو اُنکے واسطے حق ولا ثابت تھا اور باپ کے موالی کو تو حق ولا مکاتب کے آزاد ہونیکے
بعد ثابت ہوگا قید بالدین لان فی العین لا یتاتی القضاء بالالحاق بالام لامکان الوفاء فے الحال مصنف نے دین کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مکاتب کا
متروکہ عین ہوگا تو ماں کی طرف ولد کے الحاق کا حکم نہین حاصل ہوتا بسبب ممکن ہونے ادائے بدل کتابت کے فے الحال ولو قضی بہ بالولاء لقوم امہ
بعد خصومتہم مع قوم الاب فی ولائہ فہو القضاء بالتعجیز لانہ فصل مجتہد فیہ اور اگر قاضی نے اُسکی ماں کی قوم کے واسطے ولا کا حکم کیا اُنکی خصومت
کرنے کے بعد باپ کی قوم کے ساتھ اُسکی ولا مین تو حکم مذکور عاجز ٹھہرانا ہے مکاتب کا اسواسطے کہ قضا امر مختلف فیہ مین واقع ہوئی ھم یعنی جبکہ بیٹا مرگیا مکاتب مذکور
کی موت کے بعد سو جھگڑا ہوا باپ کی قوم اور ماں کی قوم کے درمیان اُسکی میراث مین سو قاضی نے ماں کی قوم کیواسطے ولا یعنی میراث کا حکم دیا تو یہ قضا
کتابت کا فسخ کرنا ہے اسواسطے کہ خصومت واقع ہوئی بقا اور عدم بقائے کتابت مین اور میراث کسی قوم کے واسطے ثابت نہوگی بدون اسکے یعنی اگر کتابت باقی

ہو کر بدل کتابت ادا ہوگا اور باپ آزاد ٹھہریگا تو ولد کی میراث باپ کی قوم کیواسطے ثابت ہوگی ور اگر کتابت باقی نہ رہیگی تو میراث ماں کی قوم کیواسطے ہوگی اور
صحابہ کرام کا اس مسئلہ مین اختلاف ہی بعضے صحابہ کا یہ مذہب ہی کہ جب مکاتب مرجائے بدل کتابت چھوڑ کر تو وہ غلام مرگیا نہ آزاد ہو کر اور بعض اصحاب کا یہ مذہب
ہی کہ مکاتب مذکور آزاد مرگیا پھر جب قاضی نے میراث کا حکم ماں کی قوم کے واسطے کیا تو فصل مجتہد فیہ مین قضا واقع ہوئی اور مختلف فیہ مین قاضی کا حکم بالاتفاق
نافذ ہوجاتا ہی تو یہ قضا تعجیز مکاتب ٹھہری کذا فی الطحطاوی مختصرا وطاب لسیدہ وان لم یکن مصرفہ للصدقۃ ما ادی الیہ من الصدقات فعجز لتبدل
الملک واصلہ حدیث بریرۃ ہی لک صدقۃ ولنا ہدیۃ اور جو صدقات کا مال مکاتب کو دیا گیا اور مکاتب عاجز ہوگیا ادا ے بدل کتابت سے تو وہ مال مکاتب کے
مولی کو حلال ہی اگرچہ مولے خیرات کا مصرف نہو بسبب بدلجانے ملک کے اور اصل اسکی بریرہ کی یہ حدیث ہی کہ صدقہ تیرے واسطے تو صدقہ ہی اور ہمارے
واسطے ہدیہ ہی ہم یعنے تبدل ملک تبدل عین کے مانند ہی تو گویا وہ اور چیز ہو گئی اور اسیکی طرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کی حدیث مین اشارہ کیا کہ صدقہ بریرہ
کیواسطے صدقہ ہی اور ہمارے واسطے ہدیہ ہی یہ اسوقت فرمایا جبکہ بریرہ نے صدقہ کی چیز حضرت کو ہدیہ دی تھی اور بریرہ اسوقت مین مکاتبہ تھین کذا فی الزیلعی
قاری ہدایہ نے کہا بلکہ وہ حرہ تھین کذا فی الطحطاوی کما فی وارث فقیر مات عن صدقۃ اخذہا وارثہ الغنی چنانچہ اس شخص فقیر کے وارث مین جو مرگیا صدقہ
چھوڑ کر تو اس صدقہ کو اسکا مالدار وارث لیگا یعنی ہرچند صدقہ مالدار پر حرام ہی لیکن جبکہ صدقہ کا مورث فقیر اول مالک ہوا پھر اسکے بعد اسکا وارث غنی مالک ہوا
بطریق میراث کے تو وہ صدقہ غنی کے حق مین حلال ہوگیا تبدل ملک کے سبب سے وکما فی ابن سبیل اخذ ہاشم وصل الی مالہ وہی فی یدہ ای الزکوۃ اور جیسا کہ
اس مسافر مین جسنے زکوۃ کا مال لیا پھر مسافر پہونچ گیا اپنے مال کے پاس اور حالانکہ مال زکوۃ اسکے قبضہ مین ہی تو وہ اسکو حلال ہی اسواسطے کہ جب اسنے لیا تھا وہ
محتاج تھا کالفقیر استغنی وہی فی یدہ فانہا تطیب لہ اور اس محتاج کے مانند جو زکوۃ لیکر غنی ہوگیا اور حالانکہ زکوۃ اسکے پاس ہی تو زکوۃ اسکو حلال ہی ہم اسواسطے کہ غنی پر ابتداء
اخذ زکوۃ حرام ہی کیونکہ اسمین ذلت ہی تو اسکو لینا جائز نہین بلا ضرورت اور یہان ضرورت پائی گئی پھر جب اسنے محتاجی کی حالت مین لیا تو بعد اسکے نہین گر استدامت
تو حلال ہوگا کذا فی الزیلعی معلوم ہوا کہ پہلے دونون مسئلون مین تبدل ملک علت کی علت ہی اور پچھلے دو مسئلون مین تبدل حال علت ہی بخلاف فقیر اباح لغنی وہاشمی
عین زکوۃ اخذہا لاتحل لان الملک لم یتبدل برخلاف اس محتاج کے جسنے غنی یا ہاشمی کو عین مال زکوۃ جسکو فقیر نے لیا تھا مباح کر دیا تو غنی یا ہاشمی کو حلال نہین
اسواسطے کہ ملک بتبدل نہین ہوگئی ہم اسواسطے کہ اباحت سے مباح کرنیوالیکی ملک زائل نہین ہوجاتی تو مباح لہ اسکو تناول کرتا ہی بیچ کی ملک پر فان جنی
عبد فکاتبہ سیدہ جاہلا بجنایتہ او جنی مکاتب فلم یقض بہ بجانبی تعجز فان شاء المولے دفع العبد او فدی لزوال المانع بالعجز پھر اگر غلام نے کسی کو قتل کیا
اور اسکے مالک نے اسکو مکاتب کیا نادانستہ اسکی جنایت سے مکاتب نے کسی کو قتل کیا سو اسکی جنایت پر ہنوز کچھ حکم نہ ہوا پھر وہ بدل کتابت سے عاجز ہوگیا
تو اگر مولی چاہے اولیاء مقتول کو غلام دے یا فدیہ دے بسبب زوال مانع کے عاجز ہوجانے سے یعنی مانع دفع کتابت تھی سو عاجز ہونے سے زائل ہوگئی تو اب
مالک کو دفع اور فدیہ مین اختیار ہی وان قضی بہ علیہ حال کونہ مکاتبا فعجز بیع فیہ لانتقال الحق من رقبتہ الی قیمتہ بالقضاء اور اگر جنایت کا حکم ہوگیا
حالت کتابت مین پھر وہ عاجز ہوگیا ادا ے بدل کتابت سے تو بیچا جائیگا اسمین اسواسطے کہ حق اسکی گردن سے اسکی قیمت کی طرف منتقل ہوگیا قضا
کے سبب سے بشرطیکہ قیمت اقل ہو دیت سے کذا فی الحلبی عن النہایۃ قید بالعجز لان جنایات المکاتب علیہ فی کسبہ یلزمہ الاقل من قیمتہ ومن الارش مصنف نے
عجز مکاتب کی قید لگائی کہ مکاتب کی جنایات خود مکاتب پر ہوتی ہین اسکے کسب مین اور لازم ہوتا ہی اسپر جو کمتر ہی قیمت مین سے اور دیت مین سے یعنی اگر قیمت
کمتر ہی دیت سے تو قیمت کا دینا اسپر لازم ہوگا اور اگر دیت کمتر ہی قیمت سے تو دیت کا دینا لازم ہوگا وان تکررت قبل القضاء فعلیہ قیمۃ واحدۃ ولو بعدہ فقیم
اور اگر قبل قضاے قاضی مکاتب سے چند بار جنایت مکرر واقع ہوئی تو اسپر ایک ہی قیمت واجب ہوگی اور اگر بعد قضا چند بار جنایت واقع ہوئی تو چند
قیمتین اسپر لازم ہونگی ہم یعنی اگر مکاتب نے ایک شخص کو قتل کیا پھر دوسرے کو پھر تیسرے کو قبل از قضاے قاضی تو ایک ہی قیمت اسپر واجب ہوگی ور اگر مکاتب نے ایکبار

جنایت خطا واقع ہوئی اور قاضی کا حکم ہوگیا موجب جنایت پر تو وہ سعی کرے قیمت مین اگر وہ کمتر ہو دیت سے پھر بعد اسکے اگر جنایت ثانیہ واقع ہوگی
تو اسپر قیمت ثانیہ لازم ہوگی اور علیٰ ہذا القیاس قیمت متعدد ہوگی تعدد جنایت سے ولو اقر بجنایۃ خطاء لزمتہ فی کسبہ بعد الحکم بہا اور اگر مکاتب نے
اپنی جنایت خطا کا اقرار کیا تو اسپر قیمت لازم ہوگی اُسکے کسب مین بعد اسکے کہ موجب جنایت پر قاضی کا حکم ہوگیا ہو ولو لم یحکم علیہ حتی عجز بطلت اور
اگر قاضی کا حکم اسپر نہوا ہو یہان تک کہ وہ عاجز ہوگیا بدل کتابت سے تو جنایت باطل ہی کذا فی الدرر عن التاتارخانیۃ یعنی درحق مولیٰ جنایت باطل ہی اور اسکا
مواخذہ اور مطالبہ ہوگا آزاد ہونے کے بعد امام کے نزدیک خلافا للصاحبین کہ فی الحال مطالبہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وان مات السید لم تنفسخ الکتابۃ
کالتدبیر وامومیۃ الولد وکاجل الدین اذا مات الطالب اور اگر مولیٰ مرگیا تو کتابت فسخ نہین ہو جاتی جیسے تدبیر اور ام ولد ہونا باطل نہین ہوتا اور
چنانچہ دین کی مدت باطل نہین ہوتی جبکہ طالب دین مرجاوے ویؤدی المال الی ورثتہ علی نجومہ کاجل الدین اور ادا کیا جاوے مال کتابت کا مولیٰ کی
موت کے بعد اسکے وارثون کو اسکی قسطون کے موافق دین کی مدت کے مانند یعنی اگر وارث کبیر ہو تو اسکو مال دیا جاوے اور اگر صغیر ہو تو اسکے وصی کو دیا جاوے
کذا فی القہستانی بخلاف موت المطلوب لخراب ذمتہ بخلاف موت مطلوب کے بسبب خرابی اُسکے ذمہ کے یعنی اگر مدیون مرجاوے تو مدت باطل ہوگی
اسواسطے کہ اسکا ذمہ خراب ہوگیا اور دین ترکہ کی طرف منتقل ہوا اور ترکہ عین ہی نہ دین کذا فی الزیلعی ہذا اذا کاتبہ وہو صحیح ولو فی مرضہ لا یصح تاجیلہ الا من الثلث
یہ یعنی ادائے مال اقساط سابقہ کے بموجب اسوقت ہی جبکہ مولیٰ نے اسکو مکاتب کیا ہو اپنی صحت کی حالت مین اور اگر اسنے بیماری مین مکاتب کیا ہو تو اسکا مدت
ٹھہرانا باطل ہی مگر تہائی متروکہ سے یعنی بدل کتابت کے دو تہائی فی الحال ادا کرے اور ایک تہائی اقساط معینہ کے موافق کذا فی الشرنبلالیۃ وان حررہ
ای کل الورثۃ فی مجلس واحد عتق مجانا استحسانا ویجعل ابراء اقتضاء اور اگر وارثون نے یعنی تمام وارثون نے مکاتب کو آزاد کردیا ایک ہی مجلس مین تو وہ مفت
آزاد ہوجائیگا استحسان کی راہ سے اور آزاد کرنا ابراء قرار دیا جاویگا بطریق اقتضاء کے مع قیاس یہ ہی کہ مکاتب آزاد نہو وارثون کے آزاد کرنے سے اس واسطے کہ
آزاد وہ کرتا ہی جو مالک ہو اور حالانکہ وارث مکاتب کے مالک نہین اسواسطے کہ مکاتب مملوک نہین ہوتا کسی سبب ملک سے تو میراث سے بھی مملوک نہین ہوتا
وجہ استحسان یہ ہی کہ اعتاق ابراء قرار دیا جاوے بدل کتابت سے اسواسطے کہ بدل کتابت وارثون کا حق ہی اور میراث اُسمین جاری ہی تو اعتاق بدل کتابت کا معاف
کردینا ہوگیا بطریق اقتضاء کے یا حصول بدل کتابت کا اقرار ہوگیا انکی طرف سے تو مکاتب بری الذمہ ہوا تو آزاد ہوگیا کذا فی الطحطاوی فان حررہ بعضہم فی مجلس
والآخر فی آخر لم ینفذ عتقہ علی الصحیح لانہ لم یملکہ پھر اگر مکاتب کو بعض ورثہ نے ایک مجلس مین آزاد کیا اور دوسرے وارث نے دوسری مجلس مین آزاد کیا
تو اسکا عتق نافذ نہوگا برمذہب صحیح اسواسطے کہ وارث اسکا مالک نہین ولو عجز بعد موت المولی اعید رقا اور اگر مکاتب عاجز ہوگیا ادائے بدل کتابت سے
بعد موت مولیٰ کے تو اسکی غلامی پھر آویگی یعنی جیسا غلام مملوک قبل کتابت کے تھا ویسا ہی ہوجائیگا مکاتب تحتہ امۃ طلقہا ثنتین فملکہا لا یحل لہ ان یطاہا
حتی تنکح زوجا غیرہ مکاتب کے نیچے کسی کی لونڈی ہی بطریق نکاح کے اسکو اسنے دوبار طلاق دی پھر مکاتب اُسکا مالک ہوا تو اسکو اسکا وطی کرنا حلال نہین
یہانتک کہ وہ لونڈی سوائے اسکے اور شوہر سے نکاح کرے وکذا الحر کما تقرر فی محلہ اور یہی حکم ہی آزاد کا چنانچہ ثابت ہوچکا ہی اپنے مقام مین یعنی اگر آزاد
لونڈی منکوحہ کو دو طلاق دیوے پھر اسکو خرید کرے تو وہ حلال نہین تاوقتیکہ اسکے سوائے اور شوہر سے نکاح نہ کرے اور مکاتب کے مانند قن اور مدبر ام ولد کا بیٹا اور غلام ساعی
ہی اسواسطے کہ عدد طلقات مین عورت کا اعتبار ہی نہ مرد کا یعنی اگر عورت لونڈی ہو تو دو بار کی طلاق سے حرمت غلیظہ ہوجاتی ہی خواہ اسکا شوہر غلام ہو خواہ
آزاد اور اگر عورت آزاد ہو تو تین بار کی طلاق سے حرمت غلیظہ ہوتی ہی خواہ شوہر غلام ہو یا آزاد کاتبا عبدا لہما کتابۃ واحدۃ ای بعقد واحد وعجز المکاتب لا
یعجزہ القاضی حتی یجتمعا لانہما کواحد بخلاف الورثۃ فان القاضی یعجزہ بطلب احدہم مجتبیٰ اور دو مالکون نے غلام کی ایک کتابت کی یعنی دونون نے غلام کو
مکاتب بعقد واحد کیا اور مکاتب عاجز ہوا تو قاضی اسکو عاجز نہ ٹھہراوے تاوقتیکہ دونون مالک ملین اسواسطے کہ دونون ایک شخص کے مانند ہین برخلاف وارثون کے

اسواسطے کہ قاضی غلام کو عاجز ٹھہرادیگا ایک وارث کی طلب سے کذا فی المجتبی وفیہ کاتب عبدیہ بمرۃ فعجز احدہما فردہ المولی فی الرق او القاضی ثم علم بکتابۃ الآخر لم یصح فان غاب ہذا المردود وجاء الآخر ثم عجز فلیس للآخر ردہ فی الرق اور مجتبی مین ہی کہ ایک مالک نے اپنے دو غلامون کو مکاتب کیا ایکبار یعنی بعقد واحد پھر ایک عاجز ہوگیا سو مولی نے اسکو پھر غلام کر لیا یا قاضی نے اور حالانکہ قاضی کو دوسرے غلام کی کتابت معلوم نہین تو یہ غلام کر لینا درست نہوگا پھر اگر یہ غلام مردود یعنی جو مکاتب ہونیکے بعد پھر عبدیت کی طرف پھیرا گیا ہی غائب ہوا اور دوسرا غلام مکاتب آیا پھر وہ بھی عاجز ہوگیا ادائے بدل کتابت سے تو دوسرے کو اسکا پھیر دینا غلامی مین جائز نہین ہم عالمگیریہ مین محیط سے یون منقول ہی کہ جب دوسرا مکاتب آیا اور مولی نے اُس سے ایک قسط یا دو قسط مین سعی کروائی پھر وہ عاجز ہوا سو مولی یا قاضی نے چاہا کہ اسکو غلامی کی طرف پھیرین تو جائز نہین کذا فی الظہیریہ اسی فرع مسائل ملحقہ شارح کا اختلف المولی والمکاتب فی قدر البدل فالقول للمکاتب عندنا مولی اور مکاتب نے اختلاف کیا بدل کتابت کی مقدار مین تو قول مکاتب ہی کا مقبول ہی ہم حنفیون کے نزدیک اسواسطے کہ وہ منکر زیادت اور نافی ضمان ہی اپنی ذات پر سے ولا یحبس المکاتب فی دین مولاہ من الکتابۃ وفیما سوی دین الکتابۃ قولان سراجیہ اور محبوس نہ ہوگا مکاتب اپنے مولی کے دین مین جو دین کہ حال کتابت مین مکاتب پر لازم ہوا اور ما سوی دین کتابت مین دو قول ہین حبس اور عدم حبس مین کذا فی السراجیہ ہم سوائے دین کتابت چنانچہ دین استہلاک یا وہ دین جو اُسنے اپنے مولی سے لیا تھا قبل از کتابت جبکہ وہ ماذون فی التجارۃ تھا یا قرض لیا تھا یا اُسپر ثمن مبیع تھا قلت وفی عتاق الوہبانیۃ شعر وفی غیر جنس الحق یحبس سیدا + مکاتبہ والعبد فیہا مخیر + مین کہتا ہون اور وہبانیہ کی کتاب العتاق مین یہ ہی اور غیر جنس حق مین مکاتب اپنے مالک کو حبس کریگا اور غلام قبول اور عدم قبول کتابت مین مختار ہی ہم اس بیت مین تین مسئلے ہین پہلا مسئلہ یہ ہی کہ اگر مولی مسلط ہوا مکاتب کے اُس مال پر جو بدل کتابت کی غیر جنس ہی یعنی مثلا بدل کتابت دراہم ہین اور مولی نے مکاتب کا گھوڑا یا تھان چھین لیا تو مکاتب کو مولی سے مطالبہ جائز ہی اور حاکم مولی کو حبس کریگا دوسرا مسئلہ یہ ہی بطریق مفہوم کے کہ اگر جنس بدل کتابت سے مال ہوا اور مولی اسکو لیکر بدل کتابت مین مجرا کرلے تو مکاتب مطالبہ نہین کرسکتا تیسرا یہ مسئلہ ہی کہ قبول کتابت اور فسخ کتابت مین غلام کو اختیار ہی اگرچہ مولی راضی نہ ہو کذا فی شرح الوہبانیہ شعر ولاء لاولاد الزوجین حررا + لمولی ابیہم لیس للام معبر + اولاد زوجین معتقین کی میراث اُنکے باپ کے مولی کی ہی ماں کے موالی کو اسمین دخل نہین ہم ہر چند اولاد مذکور کی مای اور باپ دونون کو ولاء عتاقت حاصل ہی لیکن باپ اصل ہی میراث مین نسب کے مانند لہذا باپ کے موالی میراث اولاد کی پاوینگے نہ موالی ماں کے شعر توفی وفی فما المیت + من الولد یسعی والحی یسعی وتحضر + مکاتب مرگیا اور اُسنے بدل ادا نہین کیا تو مکاتب کی اُس ام ولد کو جسکا بیٹا مرگیا ہی مثال بدل کتابت کے ادا کرنیکے واسطے اور ولد زندہ کی ماں سعی کرے اور بدل کتابت کو حاضر کرے قسط بندی کے موافق لکھے وان لم یکن معہا ولد بیعت وان کان استسعیت علی نجومہ صغیرا کان ولدہا او کبیرا وعندہما تسعی مطلقا یعنی اگر ام ولد مکاتب کے ساتھ ولد نہو تو ام ولد بیچی جائے اور اگر ہو تو ام ولد سے سعی کروائی جائے مکاتب کی قسطون پر ولد صغیر ہو یا کبیر اور صاحبین کے نزدیک ام ولد سعی کرے مطلقا

خواہ ولد زندہ ہو یا مردہ واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم

کتاب الولاء

یہ کتاب ہی ولاء کے احکام مین ہم کتاب الولاء کو مصنف کتاب المکاتب کے بعد اسواسطے لایا کہ ولاء زوال ملک رقبہ کے آثار سے ہی کذا فی المنح ہو لغۃ النصرۃ والمحبۃ مشتق من الولی وہو القرب ولاء لغت عرب مین بمعنی نصرت اور محبت کے ہی مشتق ہی ولی سے بفتح واو و سکون لام سے اور ولی عبارت ہی از نزدیکی سیہم اور قرب ولاء مصطلح مین حاصل ہی اسواسطے کہ ولاء کا حکم یعنی ارث قریب ہی اور حاصل ہو جاتی ہی بلا فصل جبکہ اُسکی شرط پائی جاوے وشرعا عبارۃ عن التناصر بولاء العتاقۃ او بولاء الموالاۃ زیلعی اور شرع مین ولاء عبارت ہی باہم کی مددگاری سے بسبب ولاء عتاقت یا بسبب ولاء موالات کے

کذا فی الزیلعی مع تنا صر اعتاق سے حاصل ہوتا ہی ولہذا معتق کی طرف سے اسکا مولی دیت دیتا ہی ملا علی قاری نے ولاء شرعی عبارت اس قرابت سے رکھی ہی جو
قرابت نسبی کے بعد ہی جس قرابت سے مولی غلام آزاد کا وارث ہوتا ہی اور اسکے نکاح کرنے اور اسپر نماز پڑھنے کی ولایت اسکو حاصل ہوتی ہی انتہی اور یہ تعریف
بہتر ہی مصنف کی تعریف سے اسواسطے کہ تنا صر ولاء کے آثار سے ہی اور اسی کی طرف شارح کا آیندہ یہ قول بل قرابۃ حکمیۃ راجع ہی کذا فی الطحطاوی ومن آثارہ الارث
والعقل وولایۃ الانکاح وبہذا علم ان الولاء لیس نفس المیراث بل قرابۃ حکمیۃ تصلح سببا للارث اور ولاء کے آثار سے ہی ارث اور دیت اور نکاح کر دینے کی ولایت
مولی کیواسطے اور مصنف کے اس کلام سے معلوم ہوگیا کہ ولاء نفس میراث نہین ہی بلکہ ولاء قرابت حکمی ہی جو میراث کے سبب ہونے کی صلاحیت رکھتی ہی یہ
تعریض ہی صدر الشریعہ کیطرف کہ انھون نے ولاء کی تفسیر میراث کی ہی قہستانی نے اسکا جواب دیا کہ یہ تفسیر بالحکم ہی اور تفسیر بالحکم عزیز الوجود نہین وسببہ
العتق علے ملکہ لا الاعتاق لان بالاستیلاد وارث القریب یحصل العتق بلا اعتاق اور ولاء کا سبب آزاد ہو جانا ہی مولی کی ملک پر نہ فقط آزاد کرنا سبب ہی
ولاء کا اسلیے کہ استیلاد یعنی جاریہ کے ام ولد کرنے سے اور قرابت دار کے وارث ہونے سے آزادی حاصل ہو جاتی ہی بدون آزاد کرنے کے ہم ام ولد آزاد ہو جاتی ہی مولے
کی موت کے بعد بدون آزاد کرنے کے اور قرابت دار بمجرد میراث کے آزاد ہو جاتا ہی بلا اعتاق تو صحیح قول یہی ہی کہ سبب ولاء عتق علی ملک المولی ہی نہ اعتاق فقط
واما حدیث الولاء لمن اعتق فجری علی الغالب اور یہ حدیث کہ ولاء اسکے واسطے ہی جو آزاد کرے سو جاری ہی غالب حال پر ہم یہ جواب ہی سوال مقدر کا یعنے
اگر فقط اعتاق سبب ولاء کا نہوتا تو میراث وغیرہ حدیث مذکور مین آزاد کرنے والے کو مخصوص نہوتی شارح نے جواب دیا کہ یہ خصوصیت بنا بر اکثریت کے ہی
من عتق ای حصل العتق باعتاق ولو من وصیہ او بفرع لہ کالکتابۃ والتدبیر والاستیلاد او بملک قریب فولاءہ لسیدہ جو شخص کہ آزاد ہوا یعنی اسکو آزادی حاصل
ہوئی مالک کے آزاد کر دینے سے اگرچہ اعتاق مالک کے وصی سے صادر ہوا ہو یا آزادی حاصل ہوئی ہو اعتاق کی فرع سے چنانچہ کتابت و تدبیر اور استیلاد
سے یا آزادی حاصل ہوئی ہو قرابت دار کے مالک ہونے سے تو اس آزاد ہو جانے والے کی ولاء اسکے مالک کے واسطے ہی ہم اعتاق وصی کی صورت یہ ہی
کہ موصی نے وصی کو اپنے غلام کے اعتاق کی وصیت کی سو وصی نے موصی کی موت کے بعد اسکو آزاد کر دیا تو اسکی ولاء موصی کی ہی اسواسطے کہ وصی کا فعل موصی
کی طرف منتقل ہی کذا فی الطحطاوی یہان اعتراض وارد ہی کہ تدبیر اور استیلاد سے کس طرح مالک کو ولاء حاصل ہوگی حالانکہ ام ولد اور مدبر تو مولی کی موت کے
بعد آزاد ہوتے ہین اسکا جواب یہ ہی کہ صورت اسکی یہ ہی کہ مولی مرتد ہو گیا اور دار الحرب مین جا ملا تو اسکے مدبر اور ام ولد کا عتق کا حکم ہوگا پھر مولی مسلمان ہو کر
آیا سو اسکے ام ولد اور مدبر مرگئی تو اب دونونکی ولاء مولے کو حاصل ہوگی اور بہتر جواب یہ ہی کہ یون کہیے کہ مراد یہ ہی کہ عصبہ مولی کے واسطے مدبر اور ام ولد کی ولاء کا
ثابت ہونا تو اسی سبب سے ہی کہ ثبوت ولاء مولی کے واسطے ہو چکا ہی اسواسطے کہ ولاء کا مستحق اول یہی ہی کیونکہ سبب عتق اسی سے تو صادر ہوا ہی پھر ولاء مولی کی
طرف سے اسکے عصبہ کو پہونچتی ہی کذا فی الدرر ولو امراۃ او ذمیا او میتا حتی تنفذ وصایاہ وتقضی دیونہ منہ ولاء مالک کا حق ہی اگرچہ مالک عورت ہو یا ذمی یا میت تو
مالک میت کی وصیتین نافذ ہونگی غلام آزاد کے مال سے اور مالک کے دیون اس سے ادا کیے جاوینگے ہم حق ولاء مولی کا ہی اگرچہ عتق کفارہ قتل اور کفارہ افطار
اور کفارہ ظہار سے یا عتق نذور اور ایمان وغیرہ واجبات سے ہو کذا فی شرح الحموی ولو شرط عدمہ لمخالفتہ للشرع فیبطل ولاء حق مولے کا ہی اگرچہ
عدم ولاء مولی شرط ہو گیا ہو بسبب مخالف ہونے اس شرط کے شرع شریف سے تو شرط باطل ہوگی ومن اعتق امتہ والحال ان زوجہا قن الغیر
فولدت لاقل من نصف حول مذ عتقت لا ینتقل ولاء الحمل ای الموجود عند العتق عن موالی الام ابدا اور جسنے کہ اپنی لونڈی آزاد کی اور حالانکہ اس کا
شوہر غیر کا غلام ہی پھر وہ جنی نصف سال سے کمتر مدت مین جب سے کہ وہ آزاد ہوئی تو جو حمل کہ موجود تھا آزاد کرنے کے وقت اسکا ولاء منتقل نہ ہوگا
اسکی مان کے موالی سے کبھی یعنی اگرچہ اسکا باپ بعد اسکے آزاد بھی ہو ہم جب لونڈی آزادی کے بعد چھ مہینے سے کمتر مدت مین جنی تو بالیقین
معلوم ہوگیا کہ وقت عتق کے حمل موجود تھا تو جب لونڈی آزاد ہوئی تو اسکا حمل بھی آزاد ہو گیا اسواسطے کہ حمل اسکا جز تھا اور اعتاق واقع ہوا اسکے

تمام اجزاء پر تو بچہ بھی قصداً آزاد ہوگیا تو اسکا ولا آزاد کرنے والے سے منتقل نہ ہوگا وکذا لو ولدت ولدین احدہما الاقل من ستۃ اشہر والآخر لاکثر منہ وبینہما اقل من نصف حول ضرورۃ کونہا توأمین اور اسیطرح موالی ام سے انتقال ولا نہ ہوگا اگر بعد عتق کے لونڈی دو لڑکے جنی ایک لڑکا تو کمتر چھ مہینے سے جنی اور دوسرا لڑکا زیادہ چھ مہینے سے اور حالانکہ ما بین ولادت ولدین نصف سال سے کمتر ہے اسواسطے کہ دونوں لڑکے توام بالضرور ہیں مع پہلا لڑکا تو بالیقین عتق کے وقت موجود تھا پھر جب دونوں توام ٹھہرے بسبب عدم تخلل مدت حمل کے تو دونوں کا علوق ساتھ ہی ثابت ہوا تو دونوں کو اعتاق شامل ہوگیا بالضرور تو ولا معتق سے منتقل نہ ہوگی فاذا ولدت بعد عتقہا لاکثر من نصف حول فولاءہ لموالی الام ایضا لتعذر تبعیتہ للاب لرقہ پھر جب لونڈی اپنے آزاد ہونے کے بعد نصف سال سے اکثر مدت میں جنی تو اسکی بھی میراث موالی ام کیواسطے ہے اسواسطے کہ تابع ہونا لڑکا باپ سے متعذر ہے اسکے غلام ہونے کے سبب سے فان عتق الاب قبل موت الولد ولو بعدہ جر ولاء ابنہ الی موالیہ لزوال المانع پھر اگر وہ غلام جو باپ ہے آزاد ہوگیا قبل از موت ولد یا بعد موت کے اپنے ولد کی میراث اپنے مالکوں کی طرف کھینچ لاوے گا بسبب دور ہو جانے مانع کے مع یعنی جب چھ مہینے سے زیادہ مدت میں لڑکا پیدا ہو تو ماں کے مالکوں کو اعتاق ثابت نہوا بسبب حادث ہونے ولد کے بعد اعتاق کے اور مسئلہ سابقہ میں جو ماں کی طرف لڑکا منسوب ہوا تھا تو باپ کی طرف بسبب اسکی غلامی کے نسبت نہو سکتی تھی پھر جب اسکا باپ آزاد ہوگیا تو اسکی طرف نسبت ممکن ہوئی زوال مانع کے سبب سے اسواسطے کہ نسبت باپ کی ماں کی نسبت سے مقدم ہے کیونکہ ولا نسب کے مانند ہے اور نسب باپ کی طرف ہوتا ہے نہ ماں کی طرف اور اگر والد بعد موت ولد کے آزاد ہوگا تو میراث ولد کی والد کے موالی کی طرف منتقل ہوگی اسواسطے کہ والد کے موالی مستحق ولا ہو چکے تھے اسکے مرنے کے وقت تو اب انتقال ولا نہوگا کذا فی الطحطاوی مختصراً ہذا اذا لم تکن معتدۃ بعینی تقیید ولادت کی نصف سال سے پہلے ابتداء اعتاق اسوقت ہے جبکہ لونڈی عدت میں نہو فلو معتدۃ فولدت لاکثر من نصف حول من العتق ولدون حولین من الفراق لا ینتقل الولاء الی الاب سو اگر لونڈی عدت کے اندر ہو پھر جنی نصف سال سے اکثر مدت میں آزاد ہونے سے اور دو سال سے کمتر مدت میں فراق زوج سے تو انتقال میراث کا باپ کے مالکوں کی طرف نہ ہوگا عجمی لہ مولی موالاۃ اولم یکن لہ ذلک وقید بالعجمی لان ولاء الموالاۃ لا یکون فی العرب لقوۃ انسابہم نکح معتقۃ لعربی فولدت منہ فولاء ولدہا لمولاہا یا اس عجمی نے جسکا ایک شخص مولی ہے عقد موالات کا یا اس کا ویسا مولی نہو نکاح کیا اسنے معتقہ سے اگرچہ وہ عورت عربی کی لونڈی ہو معتقہ اس عجمی سے جنی تو معتقہ کے ولد کی میراث اسکے مولی کی ہے عجمی کی قید اسواسطے لگائی کہ موالات کی میراث عرب میں نہیں ہوتی انکے انساب کے قوی ہونے سے عجمی کے مولاے موالات ہونے کی یہ صورت ہے کہ شخص غیر عربی کا باپ کافر تھا پھر وہ مسلمان ہوا سو جسنے معتقہ لونڈی سے نکاح کیا پھر اسنے ایک مرد سے عقد موالات منعقد کی قولہ ولو لعربی سواء ولو لعجمی یعنی سواب یہ تھا کہ شارح یوں کہتا کہ اگرچہ معتقہ عجمی شخص کی ہو اسواسطے کہ جب میراث عجمی حرہ کے ولد کے واسطے ثابت ہوئی تو عربی مولی کے واسطے بطریق اولی ثابت ہوگی کذا فی الطحطاوی لقوۃ ولاء العتاقۃ حتی اعتبرت فیہ الکفاءۃ لا فی العجم ودون ولاء الموالاۃ ومولاۃ معتقہ کے واسطے اسواسطے میراث ولا کی ثابت ہوئی کہ ولاے عتاقہ قوی چیز ہے یہان تک کہ اسمین کفاءت یعنی ہمسری معتبر ہے عجم اور ولاے موالات میں عجم کے لوگ تفاخر کرتے ہیں عتاقہ سے اور اسکو کفاءت میں اعتبار کرتے ہیں تو وضیع کو معتق کفو نہیں ہے شریف کے معتقہ کا اور عجم کے حق میں نسب مضیعہ ہے اسواسطے کہ عجمیوں نے اپنے نسب ضائع کر ڈالے ولہذا کفاءت انمین معتبر نہیں نسب کی راہ سے بلکہ افتخار عجم کا قبول اسلام مراتب دیانت سے تھا اور تعظیم اسلام کے دینداری سے برخلاف اس صورت کے کہ ولد کا باپ عربی ہو اسواسطے کہ عرب کے نسب قوی ہیں معتبر ہیں حق نسب اور خونبہا دینے میں اسواسطے کہ عرب میں باہم مددگاری نسب کے سبب سے ہے ولاء موالات کی کچھ حاجت باقی نہ رہی کذا فی الطحطاوی والمعتق مقدم علی الرد وذوی الارحام یعنی مولی معتق مقدم ہے رد میراث پر یعنی جبکہ عصبات نہون اور ترکہ باقی رہی اصحاب الفروض کی میراث کے بعد تو بقدر حصص اصحاب الفروض کے پھر انکو دیا جاتا ہے

اور اگر آزاد کرنے والا ہو تو اصحاب الفروض پر رد میراث نہ ہوگی آزاد کرنے والا اُسکو لیگا **و مقدم علی ذوی الارحام** اور آزاد کرنے والا مقدم ہی
ذوی الارحام پر یعنی نانہالی وغیرہ رشتہ داروں پر **مؤخر عن العصبۃ النسبیۃ لانہ عصبۃ سببیۃ** آزاد کرنیوالا مؤخر ہی عتق کے عصبات نسبی سے
اسواسطے کہ آزاد کرنے والا عصبہ سببی ہی اور نسبی مقدم ہی عصبہ سببی پر **فان مات المولی ثم المعتق ولا وارث لہ نسبی فمیراثہ لاقرب عصبۃ المولی**
الذکور وتحققہ فی بابہ سو اگر مولی مرے پھر اُسکے بعد غلام آزاد مرے اور غلام آزاد کا کوئی وارث نسبی نہو تو میراث اُسکے مولی کی عصبات ذکور میں سے اُس عصبہ کو ملیگی جو
مولی سے زیادہ تر قریب ہو اور آگے ہم اُسکو محقق بیان کرینگے اُسکے باب میں یعنی کتاب الفرائض میں میراث مذکور کی تفصیل تحقیق مذکور ہوگی **ولیس للنساء**
من الولاء الا ما اعتقن کما فی الحدیث المذکور فی الدرر وغیرہا اور عورتوں کے واسطے ولاء عتیق میں کچھ حق نہیں مگر جس غلام یا لونڈی کو عورتیں خود آزاد
کریں تو انکی ولا پاوینگی چنانچہ اس حدیث میں یہ مصرح ہی جو درر وغیرہا میں مذکور ہی م لفظ حدیث یہ ہی کہ لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن او اعتق من اعتقن او
کاتبن او کاتب من کاتبن او دبرن او دبر من دبرن او جر ولاء معتقہن او معتقہن قال العینی وغیرہ انہ حدیث منکر لا اصل لہ وسیجی الجواب عنہ فی الفرائض علامہ
عینی وغیرہ نے کہا کہ وہ حدیث منکر ہی کچھ اُسکی اصل صحیح نہیں اور اسکا جواب کتاب الفرائض میں آویگا م جواب یہ ہی کہ اگرچہ یہ حدیث شاذ ہی لیکن صحابہ کبار کے
کلام سے موکد ہی تو بمنزلہ حدیث مشہور کے ہوگئی علی مرتضی اور ابن مسعود اور زید بن ثابت عورتونکو میراث نہ دیتے تھے مگر انکو جنکو انھوں نے مکاتب کیا یا آزاد
کیا **ثم فرع علی الاصل المذکور بقولہ فلو مات المعتق ولم یترک الا ابنۃ معتقہ فلا شئی لہا ای لابنۃ المعتق ویوضع مالہ فی بیت المال** پھر مصنف نے
قاعدہ مذکورہ پر یہ قول متفرع کیا کہ اگر غلام آزاد شدہ مرگیا اور اُسنے کوئی وارث نہ چھوڑا سواے اپنے آزاد کرنے والے کی بیٹی کے تو اُسکے واسطے غلام آزاد
کی کچھ میراث نہیں اسلیے کہ وہ حق مردوں کا ہی اور اُسکا مال بیت المال میں رکھا جائیگا **ہذا ظاہر الروایۃ وذکر الزیلعی معزیا للنہایۃ ان بنت المعتق ترث فی زماننا**
لفساد بیت المال وکذا ما فضل عن فرض احد الزوجین یرد علیہ وکذا المال یکون للابن والبنت رضاعا اللذا فی الفرائض الاشباہ واقرہ المصنف وغیرہ ہی قول
عدم میراث کا ظاہر الروایۃ میں ہی اور زیلعی نے نہایہ کی طرف منسوب کرکے کہا ہی کہ آزاد کرنے والے کی بیٹی ہمارے زمانہ میں وارث ہوگی غلام آزاد کے مال کی بسبب
بگڑجانے بیت المال کے یعنی حکام بیت المال کے مال کو اہل استحقاق کو نہیں دیتے اپنی شہوات میں صرف کرتے ہیں اور اسیطرح جو مال کہ فاضل
باقی رہے زوجہ یا زوج کے حصہ سے وہ اُسیکو پھیر دیا جاے اور اسی طرح فرزند رضاعی یا دختر رضاعی کے واسطے مال ہوگا اور بیت المال میں نہ دیا جاے
کذا فی فرائض الاشباہ اور مصنف وغیرہ نے اس قول کو ثابت رکھا ہی رد نہیں کیا **واذا ملک الذمی عبدا ولو مسلما واعتقہ فولاءہ لہ لان الولاء کالنسب**
فیتوارثون بہ عند عدم الحاجب کالمسلمین فلو مسلما لا یرثہ ولا یعقل عنہ وبہذا اتضح فساد القول بان الولاء ہو المیراث حق الاتضاح اور جبکہ کافر ذمی غلام کا
مالک ہوا اگرچہ غلام مسلمان ہو اور وہ اُسکو آزاد کرے تو اُس غلام آزاد کی ولا ذمی کے واسطے ہی اسواسطے کہ ولاء عتاقت نسب کی مانند سبب ہی میراث کا تو اہل
ذمہ ولا کی جہت سے باہم وارث ہوتے ہیں مسلمانوں کے مانند جبکہ کوئی میراث کا حاجب نہ ہو تو اگر ذمی کا غلام مسلمان ہو اور وہ اُسکو آزاد کرے تو ذمی
اُسکی میراث نپاویگا اور نہ اُسکی طرف سے دیت دیگا اور اس قول سے یعنی ذمی مولی کو ولا حاصل ہوتی ہی نہ میراث اس قول کا فساد نہایت مرتبہ کے وضوح
سے واضح ہوگیا کہ ولا تو وہی میراث ہی م یعنی جب ذمی کو ولاء عتیق مسلم ثابت ہوئی اور میراث اُسکی حاصل نہ ہوئی تو صاف معلوم ہوگیا کہ ولا اور میراث متحد
الحقیقۃ نہیں اور سابق مذکور ہوچکا کہ میراث ولا کا حکم اور اثر ہی اور تعریف بالحکم جائز ہی ذمی مولی اپنے عتیق مسلم کا اسواسطے وارث نہ ہوگا کہ ارث کی
شرط حاصل نہیں یعنی اتحاد ملت وارث و مورث تو اگر ذمی مسلمان ہوجاوے اور عتیق مسلم اُسکے بعد مرے تو اُسکو میراث اُسکی ملیگی کذا فی الطحطاوی **ولو اعتق**
حربی فی دار الحرب عبدا حربیا لا یعتق بمجرد اعتاقہ الا ان یخلی سبیلہ فاذا خلاہ عتق حینئذ ولا ولاء لہ حتی لو خرجا الینا مسلمین لا یرثہ خلافا للثانی اور
اگر حربی نے دار الحرب میں حربی غلام آزاد کیا تو مجرد اعتاق بلکہ تخلیہ کے وہ آزاد نہ ہوگا مگر یہ کہ حربی غلام مذکور کو مخلی بالطبع کردے پھر جب اُسکو مطلق العنان کردے یعنی سپنے قبض و

تصرف مین نہ رکھے تو وہ اسوقت مین آزاد ہوجاویگا اور اسکی ولا اسکو نہ ملیگی تو اگر حربی اور اسکا عتیق دونون مسلمان ہوکر دارالاسلام مین آوینگے تو حربی اسکا وارث نہ ہوگا بخلاف مذہب ابویوسف کہ انکے نزدیک میراث پاویگا وکان لہ ان یوالی من شاء لانہ لا ولاء لاحد علیہ اور حربی کے غلام آزاد کو جائز ہے کہ جس سے چاہے عقد موالات منعقد کرے اسواسطے کہ کسی کی ولا اسپر نہین ہے جو عقد موالات دوسرے سے نکر سکے ولو دخل مسلم فی دار الحرب فاشتری عبدا ثمہ فاعتقہ بالقول عتق بلا تخلیۃ اور اگر مسلمان دارالحرب مین گیا سو اسنے وہان غلام خریدا پھر اسکو زبانی بلا تخلیہ آزاد کیا یعنی دارالحرب مین تو وہ آزاد ہوجاویگا ھ یہ روایت شرنبلالی کی اس روایت سے مخالف ہے کہ جب مسلمان غلام حربی کو دارالحرب مین آزاد کرے تو اسکو اسکی ولا حاصل نہ ہوگی امام کے نزدیک کذا فی الطحطاوی اور اس منافات کا یون جواب ہوسکتا ہے کہ مصنف نے عتق ذکر کیا ہے نہ ولا اور شرنبلالی مین نفی ولا مذکور ہے نہ نفی عتق کی اور سابق مذکور ہوچکا ہے کہ ولا اور میراث متحد الحقیقۃ نہین ہے واللہ اعلم ولو کان العبد مسلما فاعتقہ مسلم او حربی فی دار الاسلام فولاءہ لہ ای لمعتقہ اور اگر غلام مسلمان ہو سو اسکو مسلمان یا حربی دارالاسلام مین آزاد کرے تو اسکی ولا اسکو ملیگی یعنی اسکے آزاد کرنیوالے کو فروع مسائل ملحقہ شارح کے ادعیا ولاء میت وبرہن کل انہ اعتقہ یقضی بالولاء والمیراث لہما دو شخصون نے میت کی ولا کا دعوی کیا اور ہر شخص اسکے گواہ لایا کہ اسی نے اسکو آزاد کیا ہے تو دونون مدعیون کے واسطے ولا اور میراث کا حکم ہوگا بسبب عدم ترجیح المولی یستحق الولاء ولا حتی تقدم وصایاہ وتقضی منہ دیونہ مولی آزاد کرنے والا مستحق ولا ہوتا ہے عصبات سے پہلے تو عتیق کی میراث سے مولی کی وصیتین نافذ ہونگی وراس کے دیون اس سے ادا کیے جاوینگے اگرچہ عتق کتابت یا تدبیر یا استیلاد سے ہو کذا فی الطحطاوی الکفاءۃ تعتبر فی ولاء العتاقۃ فمعتق التاجر کفو لمعتق العطار دون الدباغ ہمسری زوجین ولاء عتاقت مین معتبر ہے تو آزاد غلام سوداگر کا برابر ہے عطر فروش کی آزاد لونڈی سے نہ دباغت کرنیوالے کا غلام آزاد ہو تو اگر سوداگر کی معتقہ دباغ کے عتیق سے نکاح کرے تو اسکے مولی کو فسخ نکاح کا اختیار ہے تاوقتیکہ ولادت یا حمل نہوا ہو کذا فی الطحطاوی الام اذا کانت حرۃ الاصل یعنی عدم الرق فی اصلہا فلا ولاء علی ولدہا جبکہ عورت حرہ اصلی ہو بایںمعنی کہ جسکی اصل مین لونڈی اور غلام نہوا ہو تو اسکے فرزند پر ولا نہین ہے اگرچہ اسکا باپ غلام ہو اسواسطے کہ حریت اور رقیت مین لڑکا مان کا تابع ہوتا ہے نہ باپ کا کذا فی الطحطاوی ھ حر اصلی فقہا کے نزدیک دو معنون مین مستعمل ہے ایک یہ کہ جسکی ذات پر رق یعنی کسی کی ملک نہ جاری ہوئی ہو بلکہ وہ پیدا ہوا ہو معتقہ سے بعد گذرنے چھ مہینے کے نکاح اور علوق کے وقت سے یا اس شخص سے پیدا ہوا ہو جسکی اصل مین رقیق ہو اور دوسرا یہ کہ جسکی اصل مین اصلا رقیق نہو کذا فی الدرر والاب اذا کان کذلک فلو عربیا فلا ولاء علیہ مطلقا اور باپ جبکہ اسی طرح کا حر اصلی ہو تو اگر وہ عربی ہے تو اسکے ولد پر ولا نہین مطلقا یعنی نہ باپ کی قوم کے واسطے ولا ہے نہ مان کی قوم کیواسطے ولو عجمیا لا ولاء علیہ لقوم الاب ویرثہ معتق الام وعصبتہ خلافا للثانی اور اگر باپ عجمی ہے تو اسپر ولا نہین باپ کی قوم کو اور ولد کی میراث پاویگا مان کا آزاد کرنے والا اور اسکا عصبہ برخلاف مذہب ابویوسف ھ ابویوسف کے نزدیک بیٹا تابع ہے باپ کا ولا مین چنانچہ شخص عربی مین تابع ہوتا ہے اسواسطے کہ نسب باپ کیطرف سے ہے اگرچہ نسب ضعیف ہو اور طرفین کی دلیل یہ ہے کہ ولا ثابت ہوتی ہے نصرت کے سبب سے اور ولد کے واسطے نصرت نہین عجمی باپ کی طرف سے ہوسکتی عرب سو اعجم مین تناصر قبائل سے نہین ہے درر مین ہے الحاصل اگر والدین حر اصلی ہون بمعنی مذکور تو ولد پر ولا نہین اور اگر دونون معتق ہون یا اکی اصل مین معتق ہو تو ولا باپ کی قوم کے واسطے ہے اور اگر مان معتقہ ہو اور باپ حر اصلی بمعنی مذکور تو اگر باپ عربی ہو تو ولد پر قوم مادر کی ولا نہین اور اگر باپ غیر عربی ہو تو قوم مادر کے واسطے ولا ہے امام اور محمد کے نزدیک نہ ابویوسف کے نزدیک کذا فی الطحطاوی

فصل فی ولاء الموالاۃ

یہ فصل ہے ولاء موالاۃ کے احکام مین ھ موالاۃ لغت مین بمعنی متابعت ہے اور شرع مین چنانچہ اسبیجابی نے کافی حاکم کی شرح مین تصریح کی ہے کہ موالاۃ یہ ہے

مرد مسافر دوسرے شخص سے کہے کہ میری برادری نہین اور نہ کوئی مددگار ہے سو مجکو تو اپنی طرف ملا لے اور اپنی قوم کی طرف تا مین تیری جماعت مین گنا جاؤن
سو میری مدد کیجیو اور میرے اوپر سے نوائب و مصائب دور کیجیو اور اگر مین مر جاؤن تو تو میرے مال کا وارث ہی تو دونون شخصون مین عقد موالاۃ
منعقد ہوگی یعنی بشرط قبول شخص ثانی مصنف نے ولاء عتاقت کو ولاء موالاۃ پر اسواسطے مقدم کیا کہ وہ قوی ہی قابل انتقال نہین جمیع احوال مین بخلاف
ولاء موالاۃ کہ وہ نقل پذیر ہی قبل از اداے دیت اور ولاء عتاقت بالاتفاق سبب میراث ہی بخلاف ولاء موالاۃ کہ امام مالک اور شافعی کے نزدیک
اسکا کچھ اعتبار نہین والدلائل فی المطولات کذا فی الطحطاوی اسلم رجل مکلف علی ید اخر ووالاہ او والی غیرہ الشرط کونہ عجمیا لا مسلما علی ما مر وسیجی علی ان
یرثہ اذا مات ویعقل عنہ اذا جنی صح ہذا العقد اسلام قبول کیا ایک مرد مکلف نے دوسرے شخص کے ہاتھ پر اور اسکا تابع ہوا یا اسکے سوا اور شخص کا تابع
ہوا اس شرط پر کہ متبوع اسکا وارث ہو جبکہ تابع مرے اور شخص متبوع اسکی طرف سے دیت دے جبکہ تابع سے قتل خطا سادر ہو تو یہ عقد موالاۃ صحیح ہی شارح
نے کہا شرط موالاۃ کی عجمی ہونا ہی نہ مسلمان ہونا بنا بر بیان گذشتہ اور آگے پھر مذکور ہوگا ہم اسلام کی قید باعتبار غالب حال کے ہی شرط نہین عاقل بالغ
ہونے کی قید اسواسطے لگائی کہ عقد موالاۃ تصرف دائر ہی نفع اور ضرر مین اسواسطے کہ اسمین ایجاب میراث اور التزام دیت ہی تو بدون عقل و بلوغ کے
صحیح نہ ہوگا مگر باذن اور عجمی کی قید اسواسطے لگائی کہ تناصر عرب کا قبائل سے ہی تو عقد موالاۃ کی عرب کو کچھ حاجت نہین کذا فی الدرر وعقلہ علیہ وارثہ لہ اوبہ
دیت اسفل کی اعلی پر ہی اور میراث اسفل کی اعلی کے واسطے ہی وکذا لو شرط الارث من الجانبین اور اسیطرح عقد موالات صحیح ہی اگر میراث دونون جانبون
سے مشروط ہو یعنی اگر اسفل مرے تو اعلی میراث اسکی لے اور اگر اعلی مرے تو اسفل اسکی میراث لے ہم توارث من الجانبین اسیطرح اکثر کتابون مین بلا
خلاف مذکور ہی لیکن علامہ مقدسی نے ابن ضیا سے نقل کیا ہی کہ یہ صاحبین کا قول ہی اور امام کے نزدیک ثانی مولی ہوگا اول کا اور اول کی ولا باطل ہو جائیگی
اسواسطے کہ تابع متبوع نہین ہوتا اور نہ متبوع تابع واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ولو والی صبی عاقل باذن ابیہ او وصیہ صح لعدم المانع اور اگر عقد موالاۃ
منعقد کرے صغیر عاقل اپنے باپ یا اسکے وصی کے اذن سے تو عقد صحیح ہی بسبب عدم مانع کے کما لو والی العبد باذن سیدہ آخر فانہ یصح ویکون وکیلا
عن سیدہ بعقد الموالاۃ جیسے کہ اگر غلام اپنے مالک کے اذن سے دوسرے شخص سے عقد موالاۃ منعقد کرے تو صحیح ہی اور غلام وکیل ٹھہریگا اپنے مالک
کی طرف سے عقد موالاۃ کا غلام وکیل ٹھہریگا نہ اصیل اسواسطے کہ وہ میراث اور التزام مال کا اہل نہین ہی بلکہ اہل کی جانب سے وکیل ہی واخر ارثہ عن ارث
ذوی الرحم لضعفہ اور ولاے موالاۃ کی ارث نانہالی رشتہ دار سے موخر ہی اسکے ضعف کے سبب سے ہم اسواسطے کہ موالاۃ عاقدین کا عقد ہی تو انکے غیر پر وہ
لازم نہ ہوگی اور نانہالی رشتہ دار وارث شرعی ہی تو عاقدین اسکے ابطال کے مالک نہین ولہ النقل عنہ بمحضر منہ الی غیرہ ان لم یعقل عنہ او عن ولدہ فان
عقل عنہ او عن ولدہ لا ینتقل للتاکید اور عاقد اسفل کو عقد موالاۃ کا نقل کرنا عاقد اعلی سے اسکے سامنے اسکے غیر کی طرف جائز ہی اگر عاقد اعلی نے اسکی طرف
سے یا اسکے ولد کی طرف سے دیت نہ دی ہو اور اگر دیت دی ہو اسکی طرف سے یا اسکے ولد کی طرف سے تو ولاے موالاۃ منتقل نہ ہوگی اسواسطے کہ مولے
نے اسکو موکد اور مضبوط کر دیا دیت کے دینے سے ولا یوالی معتق احد للزوم ولاء العتاقۃ اور عقد موالاۃ منعقد نہ کرے غلام آزاد کسی شخص سے بسبب
لازم ہونے ولاے عتاقت کے امراۃ والت ثم ولدت مجہول النسب یتبعہا المولود فیما عقدت ایک عورت نے موالاۃ منعقد کی پھر وہ ایک لڑکا
(جسکا باپ معلوم نہین) جنی تو وہ لڑکا اپنی ماں کا تابع ہی عقد مذکور مین وکذا لو اقرت بعقد الموالاۃ او انشائہ والولد معہا لانہ نفع محض فی حق صغیر لم یدر ابوہ
اور اسی طرح لڑکا ماں کا تابع ہوگا اگر اسکی ماں عقد موالاۃ کا اقرار کرے یا عقد منعقد کرے اور حالانکہ بیٹا اسکے ساتھ موجود ہو تو ماں کا تابع ہوگا عقد مین
اسواسطے کہ وہ نفع محض ہی اس صغیر کے حق مین جسکا باپ معلوم نہین وعقد الموالاۃ شرطہ ان یکون حرا مجہول النسب بان لا ینسب الی غیرہ اما نسبۃ
غیرہ الیہ فغیر مانعۃ عنایہ اور عقد موالاۃ کی شرط یہ ہی کہ عاقد اسفل آزاد مجہول النسب ہو یعنی اپنے سوا اور شخص کی طرف منسوب نہو اور غیر شخص کا منسوب ہونا اسکی طرف

مجہولیت نسب کا مانع نہیں کذا فی الشامی اور دوسرا قول عالمگیری مین محیط سے یہ منقول ہی کہ مجہول النسب ہونا شرط نہین کذا فی الطحطاوی والثانی ان لایکون عربیا اور دوسری شرط موالاۃ کی یہ ہی کہ مولاے اسفل عربی نہو والثالث ان لایکون لہ ولاء عتاقۃ ولا موالاۃ مع احد و قد عقل عنہ اور تیسری شرط یہ ہی کہ اسکے واسطے ولاے عتاقت نہ ہوا ور نہ ولاے موالاۃ کسی شخص کے ساتھ اور حالانکہ وہ شخص اسکی طرف سے دیت دے چکا ہی والرابع ان لایکون عقل عنہ بیت المال اور چوتھی شرط یہ ہی کہ اسکی طرف سے بیت المال سے دیت نہ دی گئی ہو تو اگر اسکی دیت بیت المال سے دی گئی ہو تو اسکی میراث جماعت مسلمین کیواسطے ہی شرح طحطاوی مین ہی کہ لقیط آزاد ہی اور جنایت اسکی بیت المال پر ہی اور اسکی میراث بھی بیت المال لے یعنی اہل اسلام کے واسطے ہی پھر جب وہ جوان ہو تو اسکو اختیار ہی جس سے چاہے موالاۃ کرے مگر جبکہ اسکی طرف سے دیت دی گئی ہو بیت المال سے تو اسکو کسی کے ساتھ موالاۃ کرنا درست نہین کذا فی الطحطاوی والخامس ان یشترط العقل والارث اور پانچوین شرط یہ ہی کہ دیت اور میراث مشروط ہو واما الاسلام فلیس بشرط فتجوز موالاۃ المسلم الذمی وعکسہ والذمی لذمی وان اسلم الاسفل لان الموالاۃ کالوصیۃ کما بسطہ فی البدائع اور اسلام عقد موالاۃ مین شرط نہین تو جائز ہی موالاۃ کرنا مسلمان کا ذمی سے اور ذمی کا مسلمان سے اور ذمی کو ذمی سے اگرچہ مولاے اسفل اسلام قبول کرے اسواسطے کہ موالاۃ وصیت کے مانند ہی چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہی بدائع مین م یعنی جسطرح وصیت صحیح ہی مسلم اور ذمی سے مسلم اور ذمی کے واسطے ویسی ہی موالاۃ بھی صحیح ہی لیکن دونون مین فرق یہ ہی کہ موصی لہ وصیت کا مستحق ہوتا ہی موصی کی موت کے بعد باوجود اختلاف دین کے اور موالات کا موالی وارث نہین ہوتا اختلاف دین کے ساتھ کذا فی الحلبی وفی الوہبانیۃ شعر ومعتق عبدا عن ابیہ ولاؤہ + لہ والوہ بالمشیۃ یوجر + اور وہبانیہ مین ہی اور غلام آزاد کرنے والے کو اپنے باپ کی طرف سے میراث غلام آزاد کرنے والے کے واسطے ہی اور اسکا باپ بمشیت ربانی ماجور ہی یعنی اعتق عبدہ عن ابیہ المیت فالولاء لہ والاجر للاب ان شاء اللہ تعالی من غیر ان ینقص من اجر الابن یعنی ایک شخص نے اپنا غلام آزاد کیا اپنے میت باپ کی طرف سے تو میراث غلام کے آزاد کرنے والے کے واسطے اور ثواب باپ کے واسطے ہی اگر اللہ تعالی چاہے بلا نقصان ثواب فرزند م ایسا کوئی نہ سمجھے کہ اعتاق کا ثواب کچھ باپ کو ملیگا اور کچھ فرزند کو بلکہ دونون کو پورا ثواب اعتاق کا حاصل ہوگا ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم شارح وہبانیہ علامہ عبد البر نے کہا مشیت الہی کی قید ناظم نے اسواسطے لگائی کہ یہ مسئلہ ثابت ہی خبر احاد سے اور اس سے یقین حاصل نہین ہوتا وکذا الصدقات والدعوات لا بویہ وکل مومن یکون الاجر لہم من غیر ان ینقص من اجر الابن مضمرات اور اسیطرح صدقات اور دعوات والدین کیواسطے اور ایما ندار کیواسطے کرنے سے والدین اور مومنین کو ثواب ہوتا ہی بدون اس بات کے کہ فرزند اور فاعل کا کچھ ثواب کم ہو جاے کذا فی المضمرات م علامہ عبد البر نے کہا کہ بناے مسئلہ اسپر ہی کہ زندون کے اعمال کا ثواب مردون کو پہونچتا ہی اور اسمین قاضی القضاۃ سروجی وغیرہ نے رسائل تصنیف کیے ہین اور پچھلی تصنیف ہمارے استاد قاضی القضاۃ سعد الدین دیری کی ہی جسکا نام کواکب نیرات ہی خلاصہ تالیفات مذکورہ یہ ہی کہ جمہور علما کا مذہب صحیح ہی کہ اموات کو ثواب پہونچتا ہی یعنی صدقات اور دعا کا کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم الکریم

کتاب الاکراہ

یہ کتاب ہی اکراہ یعنی جبر اور زبردستی کے احکام مین ہو لغۃ حمل الانسان علی شئ یکرہہ اکراہ لغت عرب مین عبارت ہی انسان کو برانگیختہ کرنے سے اس چیز پر جسکو وہ ناپسند رکھتا ہو یعنی آدمی سے وہ کام کرانا جو اسکو برا لگتا ہی خواہ کراہت طبعی ہو یا شرعی وشرعا فعل یوجد من المکرہ فیحدث فی المحل معنی یصیر بہ مدفوعا الی الفعل الذی طلب منہ اور شرع مین اکراہ زبردستی کرنے والے کے ایسے فعل خواہ دھمکانے کو کہتے ہین جو طرف ثانی کے دل مین وہ اثر پیدا کرے کہ جس فعل کو اول شخص اس سے چاہے اسکو بناچاری کرنا پڑے م فعل اول شامل ہی فعل حقیقی اور حکمی کو اور علم ہی

قول کو بھی چنانچہ زبانی دھمکی فعل حکمی کی یہ صورت مذکور ہی قہستانی مین کہ ایک شخص کو دوسرے شخص کے قتل کا امر کیا اور اُسکو کسی چیز سے تہدید
نہ کی اگر مامور بیانتا ہی دلالت دال ہے کہ اگر اُسکو قتل نہ کریگا تو آمر اُسکو مار ڈالیگا یا اُسکا کوئی عضو کاٹیگا تو یہ بھی اکراہ ہی اور محل سے مراد مکرہ بالفتح ہی
یعنی جسپر اکراہ واقع ہوا اور معنی سے مراد خوف ہی کذا فی الطحطاوی ور رغرر مین ہی کہ اکراہ شرعی غیر سے فعل کروانا بواسطہ اُس تہدید کے جو رضا کے
غیر کو نیست و نابود کردیوے نہ اُسکے اختیار کو لیکن تہدید گاہے اختیار کو فاسد کر دیتی ہی اور گاہے نہین الحاصل عدم رضا معتبر ہی اکراہ کی سب صورتون مین
اور اصل اختیار ثابت ہی سب صورتون مین لیکن بعض صورت مین اختیار فاسد ہوجاتا ہی اور بعض صورت مین فاسد نہین ہوتا انتہی و تحقیق اسکی شرح وقایہ
مین یون مذکور ہی کہ رضا کے مقابلہ مین کراہت ہی اور اختیار کے مقابلہ مین جبر ہی حبس یا ضرب کے اکراہ مین بلا شک کراہت موجود ہی تو رضا معدوم ہی
لیکن اختیار ثابت ہی مع وصف السلامۃ اسواسطے کہ اختیار فاسد ہوجاتا ہی بمقابلہ تلف نفس یا تلف عضو کے تو جس امر مین جان یا عضو کی ہلاکی ہی تو امتناع
اُس سے جمیع حیوانات کی پیدایشی ہی کیا تو نہین دیکھتا کہ قوت اسکے انسان بلکہ جمیع حیوانات کو کسطرح روک رکھتی ہی اونچے مکان کے گرنے اور آگ مین گھسنے سے
درصورت گمان تلف تو اُس سے باز رہنا اگرچہ اختیاری ہی لیکن ظاہر کا اختیار ہی جو جبر سے قریب ہی اسیطرح تلف جان یا عضو کے وقت اختیار امتناع ہی لیکن اختیار فاسد ہی
اسواسطے کہ انسان اُسپر مخلوق ہی اس راہ سے کہ طبیعت اُسپر مجبول ہی باوجود اسکے اہلیت خطاب شرع باقی ہی اکراہ ملجی و غیر ملجی مین بواسطہ تحقق عقل و بلوغ کے

وہو نوعان تام وہو الملجی بتلف النفس او عضو او بضرب مبرح والا فناقص وہو غیر الملجی اور اکراہ دو قسم ہی کامل و ناقص اکراہ کامل وہ اکراہ ملجی ہی یعنی جو مامور کو مضطر کر دے
جان یا عضو کے تلف ہوجانے سے یا نہایت سخت مار سے اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ ناقص ہی اور وہی اکراہ غیر ملجی ہی ضرب شدید سے مراد وہ ضرب ہی جو موجب ہو
تلف نفس یا عضو کی چنانچہ بدائع مین ہی ولہذا القانی نے کہا کہ اکراہ ملجی چنانچہ ڈرانا قتل نفس و قطع عضو اور ضرب شدید متوالی سے جس سے تلف ہونیکا خوف ہوا و غیر ملجی
چنانچہ ڈرانا محبوس کرنے اور بیڑیان پاؤن مین ڈالنے اور ضرب یسیر سے کذا فی الطحطاوی وشرطہ اربعۃ امور قدرۃ المکرہ علی ایقاع ما ہدد بہ سلطانا او لصا
او نحوہ اور اکراہ کی شرطین چار چیزین ہین ایک شرط قادر ہونا اکراہ کرنے والے کا اُس چیز کے واقع کرنے پر جس سے اُسنے تہدید اور تخویف کی ہی خواہ مکرہ بادشاہ
ہو یا چور ڈاکو یا مانند اُسکے اور شخص جابر مانند اُسکے زوج ہی اپنی زوجہ کے حق مین اور صغیر غیر محتلم مسلط سے اور مجنون مسلط سے اکراہ ممکن ہی تو اگر مجنون
مذکور ایک شخص سے دوسرے کو قتل کروالے تلف نفس کی تخویف سے تو قاتل پر قصاص نہین اور نہ دیت تو قاتل مقتول کی میراث سے محروم نہوگا اگر اُسکا
وارث ہو اور دیت مجنون کی قوم پر ہوگی کذا فی الطحطاوی والثانی خوف المکرہ بالفتح ایقاعہ ای ایقاع ما ہدد بہ فی الحال بغلبۃ ظنہ لیصیر ملجأ اور دوسری شرط
خوف ہی مکرہ بالفتح کا یعنی جسپر اکراہ اور زبردستی ہوئی وہ اپنے ظن غالب سے ڈرتا ہو تہدید والی چیز کے واقع کردینے سے فی الحال تاکہ اس گمان سے وہ مضطرب
اور مضطر مجبور ہوجاوے اور اگر ظن غالب ہوا اُسکے نہ واقع کرنے کا یا اکراہ کرنے والا وہان سے ٹل گیا تو اکراہ ثابت نہوگا والثالث کون الشئ المکرہ بہ متلفا
نفسا او عضوا او موجبا غما یعدم الرضی اور تیسری شرط یہ ہی کہ جس چیز کے سبب سے اکراہ ہو وہ چیز جان یا عضو کی تلف کرنے والی ہو یا موجب ہو ایسے غم و
اندوہ کی جو رضامندی کو نیست و نابود کردیوے اور شرح وقایہ مین ہی کہ اکراہ دو قسم ہی ایک یہ کہ رضامندی کو تلف کردے اور یہ اکراہ حبس یا ضرب سے ہوتا ہی اور
اکراہ ثانی مفسد اختیار ہی وہ قتل اور قطع عضو کے خوف سے ہوتا ہی تو فوت رضامندی فساد اختیار سے عام ہی تو حبس یا ضرب مین رضا فوت ہی لیکن اختیار
صحیح باقی ہی اور قتل مین رضامندی نہین لیکن اُسکو اختیار غیر صحیح ہی بلکہ اختیار فاسد ہی انتہی و رد موجب غم گاہے حبس ہوتا ہی اور گاہے ضرب
اور اکراہ مین مقدار حبس یہ ہی کہ جس سے غم صریح حاصل ہو اور ضرب کی مقدار یہ ہی جس سے درد شدید پیدا ہو اور اُسمین ایسی کوئی حد نہین جس سے کمی و زیادتی نہو سکے
اسواسطے کہ نصب مقادیر رائے سے ممتنع ہی بلکہ یہ حاکم کی تجویز پر مفوض ہی کیونکہ مختلف باختلاف اشخاص ہی کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی و زاد فی مراتبہ

یختلف باختلاف الاشخاص فان الاشراف یغمون بکلام خشن والارذال ربما لا یغمون الا بالضرب المبرح ابن کمال ور رد یعنی موجب غم کمتر مرتبہ ہی اکراہ کا اور وہ مختلف باختلاف اشخاص

طلاق کذا فی القہستانی ولزمہ قیمتہ وقت الاعتاق ولو معسرا زاہدی لاتلافہ بعقد فاسد اور مشتری کو قیمت اسکی جو اعتاق کے وقت ہو گی لازم ہوگی
اگرچہ مشتری مفلس ہو کذا فی الزاہدی بسبب تلف کرنے مشتری کے عقد فاسد سے فان قبض ثمنہ او سلم المبیع طوعا قید للمذکورین نفذ یعنی
لزم لما مران عقود المکرہ نافذۃ عندنا والمعلق علی الرضی والاجازۃ لزومہا لانفاذہ اذ اللزوم امر وراء النفاذ کما حققہ ابن کمال پھر جب بسبب اکراہ ہوا اگر
ثمن اسکا خوشی سے لے یا مبیع کو رضامندی سے مشتری کو تسلیم کرے تو بیع نافذ ہو گی یعنی لازم اسواسطے کہ گذر گیا کہ مکرہ بالفتح کی عقود ہمارے
نزدیک نافذ ہیں اور اسکی رضامندی اور اجازت پر لزوم عقد معلق ہے نہ اسکا نافذ ہونا اسواسطے کہ لزوم نفاذ کے سوا امر ہے چنانچہ ابن کمال
نے ایضاح میں اسکو تحقیق کے ساتھ بیان کیا ہے ہم بعد قبض اور تسلیم بیع لزوم ہو گیا تو فاسد منقلب بہ صحیح ہو کر لازم ہو جاویگی اسطرح کہ اب اسکو فسخ کا اختیار
باقی نہ رہیگا اور شارح نے جو نفاذ عقود کا آگے مذکور کیا اسکی تاویل بھی مذکور ہو چکی اور ابن کمال نے شرح طحطاوی سے نقل کیا ہے کہ عقود مذکورہ
نافذ ہیں مگر اسکو اختیار ہے فسخ کر ڈالنے کا نارضامندی کے سبب سے انتہی ظاہر انفاذ سے مراد افادہ ملک ہے نہ یہ کہ عقود صحیح ہیں اسواسطے کہ خود
ابن کمال نے تصریح کی ہے کہ تمامی بیع کی اسکے منقلب ہو جانے سے صحیح ہو کر بائع کی رضا اور اجازت پر موقوف ہے تو اسکا ثمن قبض کرنا اور مبیع تسلیم
کر دینا بلکہ بیع کو صحیح کر دیتا ہے اسواسطے کہ قبض اور تسلیم رضا اور اجازت پر دلالت کرتا ہے اور بحر الرائق میں کتاب البیوع کے اندر شروط صحت بیع کے
نزدیک مصرح ہے کہ منجملہ شروط صحت رضامندی ہے تو مکرہ بالفتح کی بیع اور شرا فاسد ہے اور منار اور اسکی شرح میں مذکور ہے کہ مکرہ کی بیع فاسد ہے یعنی فاسد
منعقد ہوتی ہے بعدم رضا کے سبب سے جو نفاذ کی شرط ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا قلت والضابط ان مالا یصح مع الہزل ینعقد فاسدا فلہ ابطالہ میں کہتا ہوں
اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو عقد کہ صحیح نہیں ہزل اور بیہودگی سے چنانچہ بیع اور شرا اور اجارہ تو وہ اکراہ سے فاسد منعقد ہوتی ہے تو مالک کو اسکا باطل کر دینا جائز
ہے وما یصح یصح فیضمن الحامل کما سیجیئ اور جو عقد کہ ہزل اور بیہودگی سے صحیح ہے چنانچہ عتق اور تدبیر اور طلاق وہ اکراہ سے بھی صحیح ہے تو تاوان لے مالک حامل یعنی
اکراہ کرنیوالے سے چنانچہ اسکا ذکر عنقریب آویگا وان قبض الثمن مکرہا لا یلزم اور اگر مالک نے ثمن اکراہ سے قبض کیا تو بیع لازم نہ ہو گی وردہ ولم یضمن ان
ہلک الثمن لانہ امانۃ دررا ان بقی فی یدہ لفسادہ اور ثمن کو پھیر دے اگر اسکے پاس باقی ہو کیونکہ عقد فاسد ہو گیا اور تاوان نہ دیگا اگر ثمن تلف ہو گیا ہو
اسواسطے کہ وہ امانت ہے کذا فی الدرر ہم امانت اسواسطے تھا کہ اسنے مشتری کی اجازت سے لیا تھا لا علی سبیل التملک تو تاوان اسپر لازم نہ ہو گا [illegible]
البیع الفاسد فی اربع صور لیکن بیع مکرہ مخالف ہے بیع فاسد کے چار صورتوں میں یجوز بالاجازۃ القولیۃ والفعلیۃ پہلی صورت یہ ہے کہ بیع مکرہ جائز
ہو جاتی ہے اجازت قولی اور فعلی سے برخلاف اور بیع فاسد کے کہ وہ اجازت سے منقلب بصحیح نہیں ہوتی والثانی انہ ینقض تصرف المشتری منہ وان
تداولتہ الایدی اور دوسری صورت یہ ہے کہ مشتری کا تصرف اس سے توڑا جاتا ہے اگرچہ دست بدست چند بار اسکی بیع ہو گئی ہو برخلاف اور بیوع فاسدہ کے اسواسطے
اور بیوع فاسدہ میں حق شرع کی جہت سے فساد ہے اور بیع مکرہ میں حق العباد کی جہت سے فساد ہے اور حق العبد حق اللہ پر مقدم ہے کیونکہ عبد محتاج ہے اور حق تعالی
غنی کذا فی الطحطاوی والثالث تعتبر القیمۃ وقت الاعتاق دون وقت القبض اور تیسری صورت یہ ہے کہ بیع مکرہ میں وقت اعتاق کی قیمت معتبر ہے نہ
قبض کے وقت بخلاف اور بیوع فاسدہ کے کہ انمیں وقت قبض سے قیمت معتبر ہے نہ وقت اعتاق کے والرابع الثمن او المثمن امانۃ فی ید المکرہ لاخذہ باذن المشتری
فلا ضمان بالاتلاف بخلافہما فی الفاسد بزازیہ اور چوتھی صورت یہ ہے کہ ثمن اور مثمن یعنی بیع امانت ہے مکرہ بالفتح کے ہاتھ میں بسبب لینے ثمن کے مشتری کے اذن سے
یا بسبب لینے بیع کے بائع کے اذن سے تو بدون تعدی کے تاوان نہیں برخلاف ان دونوں ثمن اور مثمن کے بیع فاسد میں کہ امانت نہیں ہیں کذا
فی البزازیہ ہم ثمن اور مبیع اسوقت امانت ہے جبکہ بائع پر ثمن لینے کا اکراہ ہوا اور مشتری پر بیع لینے کا امر السلطان اکراہ وان لم یتوعدہ بادشاہ کا امر اکراہ
ہے اگرچہ اسنے قتل یا حبس کی وعید اور تہدید نہ کی ہو ہم فتاوی عالمگیری میں ہے کہ بادشاہ نے ایک مرد سے کہا کہ یہ شراب پی یا یہ مردار کھا یا اس سور کا گوشت کھا

اور نہین تو مین تجکو قتل کر دونگا تو اسکو کھانا جائز ہی بلکہ فرض ہی جبکہ اسکو گمان غالب ہو کہ اگر نہ کھاونگا تو مقتول ہونگا پھر اگر اُس نے نہ کھایا اور قتل
ہوا تو گنہگار ہوگا ظاہر الروایۃ مین اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ وہ گنہگار ہوگا اور اپنے خون مین ماخوذ ہوگا لیکن اگر حالت ضرورت کی اباحت
سے جاہل ہوگا اور نہ کھانے سے مقتول ہوگا تو امید ہی کہ ماخوذ نہوگا اور اگر مباح ہونیکا عالم ہوگا تو ماخوذ ہوگا اور اگر اسکو ظن غالب ہو کہ
بادشاہ اسکو نہ کھانے سے قتل نہ کریگا خوش طبعی سے تہدید قتل کی کرتا ہی تو اسکو کھانا درست نہین اور اگر بادشاہ ایک مرد پر اکراہ کرے کہ وہ
اپنا ہاتھ کاٹ ڈالے تو اسکو ہاتھ کاٹنا جائز ہی اگر وہ چاہے اور اگر بادشاہ نے کہا کہ تو اپنی ذات کو قتل کر نہین تو تجکو قتل کر دونگا تو اسکو اپنا قتل کرنا
جائز نہین انتہی مختصرا اور ملتقی اور اسکی شرح مین ہی اور اکراہ بتہدید قتل ہوا اسپر کہ پہاڑ پر سے گر پڑے یا آگ مین گھس جاوے یا اور مہلک چیز ہو
تو اسکو اختیار ہی امام کے نزدیک چاہے اقدام کرے چاہے صبر کرے اور صاحبین نے کہا کہ اسپر صبر لازم ہی کذا فی الطحطاوی المحشی وامر غیرہ لا ان
لم یعلم المامور بدلالۃ الحال انہ لو لم یمتثل امرہ یقتلہ او یقطع یدہ او یضربہ ضربا یخاف علی نفسہ او تلف عضوہ منیۃ المفتی وبہ یفتی اور بادشاہ
کے سوا اور کسی کا امر اکراہ نہین بشرطیکہ مامور دلالت حال سے نجانتا ہو کہ اگر اسکا کہنا نہ کریگا تو وہ اسکو قتل کریگا یا اسکا ہاتھ کاٹ ڈالیگا یا اُسکو
اسطرح ماریگا جس سے اسکی جان یا عضو کے تلف ہونیکا خوف ہوگا کذا فی منیۃ المفتی اور اسی قول کا فتوی ہی وفی البزازیۃ الزوج سلطان زوجتہ فیتحقق منہ
الاکراہ اور بزازیہ مین ہی کہ شوہر بادشاہ ہی اپنی زوجہ کا تو اس سے اکراہ ثابت ہی ھم تہدید زوج اُس صورت مین اکراہ ہی جبکہ وہ قادر ہو اسکے کرنے پر اور
یہ دو روایتون مین سے ایک روایت ہی امام سے کذا فی الطحطاوی اکرہ المحرم علی قتل صید فابی حتی قتل کان ماجورا عند اللہ تعالی اشباہ احرام
باندھنے والے پر اکراہ ہوا شکار کے مارنے کا سو اسنے انکار کیا یہان تک کہ وہ مارا گیا تو وہ ثواب پاویگا حق تعالی کے نزدیک کذا فی الاشباہ ھم پھر اگر محرم
شکار ماریگا تو قیاس مین اسپر کچھ نہین اور استحسان مین قاتل پر کفارہ ہی نہ اسکے آمر پر اور اگر آمر اور مامور دونون محرم ہون تو دونون پر کفارہ ہی
کذا فی الطحطاوی ولو اکرہ البائع علی البیع لا المشتری وہلک المبیع فی یدہ ضمن قیمتہ للبائع لقبضہ بعقد فاسد اور اگر بائع کے بیچنے پر اکراہ ہو نہ مشتری
پر اور مبیع تلف ہوگئی مشتری کے ہاتھ مین تو مشتری اسکی قیمت کا بائع کو تاوان دے بسبب قبض کرنے مشتری کے مبیع کو عقد فاسد سے ھم تاوان
قیمت کا مشتری پر لازم ہی اگرچہ بائع ثمن اسکا لے چکا ہو اور فائدہ لزوم تاوان کا یہ ہی کہ اگر قیمت زیادہ ہو ثمن سے تو زائد کو بائع مشتری سے پھیر لے
اور اگر مشتری پر بھی اکراہ ہوا ہو اور مبیع اسکے پاس تلف ہو جاوے بدون تعدی کے تو تاوان اسپر نہین کیونکہ وہ اس صورت مین اسکے پاس امانت
ہی کذا فی الطحطاوی عن الحموی عن الصغری والبائع المکرہ لہ ان یضمن ایا شاء من المکرہ بالکسر والمشتری اور مکرہ بالفتح یعنی بائع کو اختیار ہی کہ جس سے چاہے
تاوان لے مکرہ بالکسر یعنی اکراہ کرنے والے سے اور مشتری سے فان ضمن المکرہ رجع علی المشتری بقیمتہ پھر اگر مالک تاوان لے اکراہ کرنے سے تو وہ مشتری
سے قیمت اسکی پھیر لے یعنی اسواسطے کہ وہ اداے ضمان سے اسکا مالک ہوگیا وان ضمن المشتری نفذ ای جاز لما مر کل شراء بعدہ ولا ینفذ ما قبلہ
لو ضمن المشتری الثانی مثلا لصیرورتہ ملکہ فیجوز ما بعدہ لا ما قبلہ اور اگر مالک مکرہ نے مشتری سے مبیع کا تاوان لیا تو نافذ یعنی بدلیل گذشتہ جائز ہوجاوے گی
ہر خرید کہ بعد تاوان کے واقع ہوئی اور نافذ نہ ہوگی وہ خرید کہ تاوان سے پہلے واقع ہوئی اگر مثلا مشتری ثانی تاوان دے کیونکہ مبیع قیمت کے تاوان
دینے سے مشتری ثانی کی ملک ہوگئی تو اسکے بعد کی خریداری جائز ہوگی نہ قبل کی ھم مصنف نے ایک مسئلہ کو دوسرے مسئلہ کے ضمن مین بیان کر دیا
پہلا مسئلہ یہ ہی کہ اگر بائع پر اکراہ ہو نہ مشتری پر اور مبیع تلف ہوجاوے تو مالک چاہے اکراہ کرنیوالے سے تاوان قیمت کا لے چاہے مشتری سے
دوسرا مسئلہ یہ ہی کہ مبیع مذکور کو مشتری اول مشتری ثانی کے ہاتھ بیع کرے اور ثانی ثالث کے ہاتھ اور ثالث رابع کے ہاتھ مثلا اور مالک مشتری ثانی یا
ثالث سے تاوان قیمت کا لے تو تاوان کے بعد کی خریداری جائز ہوگی نہ پہلے کی اور اگر مشتری اول سے تاوان لیگا تو تمام خریداریان جائز ہوجاوینگی

طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ مصنف اس مسئلہ کو علیحدہ ذکر کرتا اسواسطے کہ یہ مسئلہ تداول ایدی مین مفروض ہی اور پہلا مسئلہ مشتری واحد مین مفروض
ہی فیرجع المشتری الضامن بالثمن علی بائعہ تو تاوان دینے والا مشتری ثمن مبیع کا اپنے بائع سے پھر لے بخلاف ما اذا اجاز المالک احد البیاعات
حیث یجوز الجمیع ویاخذ الثمن من المشتری الاول لزوال المانع بالاجازۃ بخلاف سابق یہ صورت ہی جبکہ مالک کسی بیع کو بیوع مذکورہ مین سے
جائز رکھے اگرچہ عقد اخیر مین اجازت واقع ہو کذا فے الطحطاوی تو سب اگلی اور پچھلی بیوع جائز ہوجاوینگی اور مالک مشتری اول سے ثمن لیگا
وجہ جواز کل بیوع زوال مانع ہی یعنی مانع صحت بیع نارضامندی تھی مالک کی سو اسکی اجازت سے مانع دفع ہوگیا فان اکرہ علی اکل میتۃ او دم
او لحم خنزیر او شرب خمر باکراہ غیر ملجی کحبس او ضرب او قید لم یحل اذ لا ضرورۃ فی اکراہ غیر ملجی پھر اگر ایک شخص پر اکراہ واقع ہوا مردار یا خون یا سور
کے گوشت کھانے یا شراب کے پینے پر بواسطہ اکراہ ملجی کے چنانچہ حبس یا ضرب یا قید کی تہدید سے تو کھانا حلال نہین اسواسطے کہ کوئی ضرورت نہین
اکراہ غیر ملجی مین یعنی محرمات مذکورہ تو بضرورت مباح ہوجاتے ہین چنانچہ مخمصہ مین اور جب جان یا عضو کے تلف ہونیکا خوف نہ ہوا تو ضرورت
ثابت نہ ہوئی کذا فی المنح نعم لا یحد المشترب للشبہۃ ہان یہ البتہ ہی کہ اکراہ مذکورہ سے اگر شراب کوئی پیوے تو اسپر حد ماری نہ جائیگی شبہ اباحت کے سبب سے
وان اکرہ بملجی بقتل او قطع عضو او ضرب مبرح ابن کمال حل الفعل بل فرض اور اکراہ ملجی واقع ہوا بسبب تہدید قتل یا قطع عضو یا ضرب شدید متلف کے
کذا صرح ابن کمال تو فعل مذکور حلال ہی بلکہ فرض ہی یعنی اسواسطے کہ محرمات مذکورہ عند الضرورت مباح ہین اور جان بچانیسے زیادہ کون ضرورت ہی ثم
مسائل اکراہ کی تین قسم ہین ایک قسم ہی جسمین اقدام عزیمت ہی یعنی جسکے کرنے پر اکراہ واقع ہوا اسکا کرنا افضل ہی اور اگر نہ کریگا یہانتک کہ قتل ہوگا
تو گنہگار ہوگا اور وہ شرب خمر اور تناول مردار اور مانند اسکے ہی دوسری قسم مین عزیمت امتناع ہی اور اقدام رخصت ہی اور وہ معاذ اللہ اجرای
کلمہ کفر اور دشنام نبی علیہ الصلوۃ والسلام ہی اور جو کہ کفر ہی اور استخفاف دین کا سبب ہی تیسری قسم مین امتناع عزیمت ہی اور اقدام مین رخصت نہین
کسی حال مین اور وہ قتل نفس معصوم محترم ہی یا اسکا قطع عضو کذا فی الاتقان فان صبر فقتل اثم الا اذا اراد بہ مغایظۃ الکفار فلا باس بہ پھر اگر محرمات مذکورہ کے کھانے
مین صبر کیا یہانتک کہ وہ قتل ہوگیا تو گنہگار ہوگا مگر جبکہ اس امتناع سے کفار کی غضبناکی اور کھجانے کا ارادہ کرے تو کچھ مضائقہ نہین ثم وجہ عصیان یہ ہی کہ
تناول محرمات اس حالت مین مباح ہی اور جان یا عضو نکھانے سے تلف کروانا حرام ہی کذا فی الزیلعی وکذا لو لم یعلم الاباحۃ بالاکراہ لا یاثم لخفائہ فیعذر بالجہل کالجہل
بالخطاب فی اول الاسلام او فی دار الحرب اور اسی طرح اگر صابر مقتول اباحت محرمات مذکورہ کے اکراہ سے نجانتا ہو تو گنہگار نہ ہوگا بسبب مخفی ہونے اباحت کے تو معذور ہوگا
نادانستگی سے جیسے احکام شرعیہ کی نادانستگی ابتدائے اسلام مین یا دار الحرب مین عذر ہی ثم اباحت محرمات عند الضرورت محل خفا ہی اور اسمین اختلاف
بھی علما اور صحابہ کے گمان امتناع معصیت سے احتراز ہی تو معذور ٹھہرا کذا فی الزیلعی ابتدائے اسلام مین مراد یہ ہی کہ کافر مسلمان ہوا اور ہنوز
احکام شرعی کے سیکھنے کی فرصت نہین پائی یا دار الحرب مین مسلمان ہوا تو جہل سے معذور ہی کما فی المخمصۃ کما قدمناہ فی الحج جیسے شدت گرسنگی مین محرمات
مذکورہ کے نکھانے اور مرجانیسے گنہگار ہوگا چنانچہ ہمنے اسکو کتاب الحج مین بیان کیا ہی وان اکرہ علی الکفر باللہ او سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مجمع و
قدوری بقطع او قتل رخص لہ ان یظہر ما امر بہ علی لسانہ ویوری وقلبہ مطمئن بالایمان اور اگر اکراہ ہوا خدا کے انکار کا یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دشنام کا
کذا فی المجمع والقدوری خواہ قطع عضو سے اکراہ ہو یا قتل سے تو اسکو جائز ہی کہ زبان سے ظاہر کرے جسکا اسکو امر ہو اور دل سے توریہ کرے درانحالیکہ
اسکا دل مطمئن ہی ایمان کے ساتھ یعنی ثابت ہی بلا تغیر عقیدہ ثم توریہ عبارت ہی اظہار غیر مراد اور خلاف مقصود سے ثم ان ورّی لا یکفر وبانت امرأتہ
قضاء لا دیانۃ پھر اگر مکرہ بالفتح نے توریہ کیا اظہار کفر مین تو کافر نہوگا اور اسکی عورت کا نکاح ٹوٹ جائیگا ظاہر حکم مین نہ عند اللہ ثم توریہ کی صورت
یہ کہ کفر باللہ مین خبر کاذب کا قصد کرے اور انشاء کفر کا قصد نہ کرے کذا فے الحموی اور چنانچہ اسکو کسی نبی کے دشنام کا امر ہوا اور اسنے کہا کہ دشنام

ورجعته وايلاؤه وفيئه فيه اى فى الايلاء بقول او فعل اور صحیح ہی اکراہ سے نذر مکرہ کی اور قسم اسکی اور ظہار اور رجعت اسکی اور ایلاء اسکا اور رجوع
کرنا اسکا ایلا مین قول سے یا فعل سے کذا فی الدر المنتقی اور زیلعی اور درر مین فقط قول مذکور ہی نہ فعل جو اسلام ہو وہ بھی گیا کما ہو اطلاق کثیر من المشائخ
وما فی الخانیة من التفصیل فقیاس والاستحسان صحته مطلقا ثم ليحفظ اور صحیح ہی اسلام مکرہ کا اگرچہ ذمی اکراہ سے اسلام ظاہر کرے چنانچہ اسی طرح کا ہی اطلاق اکثر
مشائخ کا اور جو خانیہ مین تفصیل ہی کہ حربی کا اسلام اکراہ سے صحیح ہی نہ ذمی کا سو وہ قیاس ہی اور استحسان صحت اسلام ہی مطلقا خواہ حربی ہو یا ذمی اسکو
یاد رکھنا چاہیے ہم کہ عمل استحسان پر ہوتا ہی نہ قیاس پر سوائے چند مسائل کے کہ یہ مسئلہ اسمین سے نہین ہی تو اعتماد استحسان ہی ہوا کذا فی الطحاوی ــــــــ
بلا قتل لو رجع لشبهة كما مر فى باب المرتد اسلام مکرہ صحیح ہی بدون اسکے قتل کے اگر وہ اسلام سے پھر جاوے قتل نہین بسبب شبہہ چنانچہ باب مرتد
مین گذر گیا ہم شبہہ یہ ہی کہ شاید اسنے دل سے اسلام قبول نہ کیا ہو تو وہ بالیقین مرتد نہ ٹھہرا جو قتل ہوتا وتوكيله بطلاق وعتاق و ما فى الاشباه
من خلافه فقياس والاستحسان وقوعه اور صحیح ہی وکیل کرنا مکرہ کا طلاق اور عتاق کیواسطے اور جو اشباہ مین اسکے مخالف مذکور ہی سو قیاس ہی اور
استحسان وقوع طلاق اور عتاق ہی وکیل کی تطلیق اور اعتاق سے ہم اشباہ مین ہی کہ مکرہ کے وکیل کا طلاق اور عتاق واقع نہین ہوتا وجہ قیاس یہ ہی
کہ وکالت باطل ہو جاتی ہی ہزل سے تو اسیطرح اکراہ سے چنانچہ بیع اور مانند اسکے وجہ استحسان یہ ہی کہ اکراہ مانع انعقاد بیع نہین بلکہ اس کے فساد کا
موجب ہی تو اسی طرح توکیل اکراہ سے منعقد ہوتی ہی اور شروط فاسدہ کا اثر وکالت مین نہین ہوتا کذا فی الطحاوی والاصل عندنا ان كل ما يصح مع الهزل
يصح مع الاكراه لان ما يصح مع الهزل لا يحتمل الفسخ وكل ما لا يحتمل الفسخ لا يؤثر فيه الاكراه وعدها ابو الليث فى خزانة الفقه ثمانية عشر وعديتها فى باب الطلاق
نظما عشرين اور قاعدہ کلیہ عقود مذکورہ کی صحت مین یہ ہی کہ جو عقد صحیح ہی ہزل کے ساتھ وہ اکراہ کے ساتھ بھی صحیح ہی اسواسطے کہ جو ہزل کے ساتھ صحیح ہو
اسمین فسخ کا احتمال نہین اور جسمین فسخ کا احتمال نہین اسمین اکراہ اثر نہین کرتا اور جو عقود کہ ہزل اور اکراہ کے ساتھ صحیح ہین انکو فقیہ ابو اللیث نے
خزانة الفقہ مین اٹھارہ شمار کیا ہی اور باب الطلاق مین ہمنے انکو نظم مین بیس گنا ہی ہم غير محتمل الفسخ مین اکراہ اثر نہین کرتا یعنی صحت عقد کا مانع نہین ہوتا
اسواسطے کہ اکراہ رضامندی کو فوت کر دیتا ہی اور فوت ہونا رضامندی کا موثر ہی عدم لزوم عقد مین اور عدم لزوم مکرہ کو تدارک کر دیتا ہی فسخ عقد پر تو اکراہ اسکو
قدرت دیتا ہی فسخ پر ثابت ہو چکنے کے بعد سو جس عقد مین کہ فسخ کا احتمال نہین اسمین اکراہ عمل نہین کرتا کذا فی المنح لا يصح مع الاكراه ابراؤه مديونه او
ابراؤه كفيله بنفس او مال لان الابراء لا يصح مع الهزل صحیح نہین اکراہ کے ساتھ بری الذمہ کر دینا مکرہ بالفتح کا اپنے مدیون یا اپنے ضامن کا خواہ ضامن جان ہو یا
مال ضامن اسواسطے کہ برات صحیح نہین ہزل یعنی بیہودگی کے ساتھ اور اکراہ کے بھی ساتھ صحیح نہ ہوگی وكذا لو اكره الشفيع على ان يسكت عن طلب الشفعة فسكت
لا يبطل شفعته اور اسی طرح اگر شفیع پر اسکا اکراہ ہو کہ وہ طلب شفعہ سے ساکت رہے سو وہ ساکت رہا تو شفعہ اسکا باطل نہوگا ولو ارتد بلسانه وقلبه مطمئن بالايمان
فلا تبين زوجته لانه لا يكفر به والقول له استحسانا قلت وقدمنا عن النوازل خلافه فلعله قياس فتامله اور نہ اسکا زبانی مرتد ہونا صحیح ہی اکراہ سے اور حالانکہ
اسکا دل ایمان کے ساتھ مطمئن اور ثابت ہی تو اسکی زوجہ چھوٹ نجاویگی اسواسطے کہ زبردستی کے ارتداد سے وہ کافر نہین ہو جاتا اور عدم ارتداد قلبی مین
اسکا قول معتبر ہی استحسان کی دلیل سے مین کہتا ہون اور اس سے پہلے ہمنے خلاف نقل کیا ہی نوازل سے تو شاید کہ نوازل کا قول قیاس ہی نہ استحسان
سو اسکو تامل کر ہم نوازل اور جلالیہ سے شارح نے تفصیل نقل کی ہی کہ درصورت توریہ نہ وجہ قضاءً چھوٹ جاویگی نہ دیانۃً اور اگر توریہ کا قصد نکیا اور جو
اسکے دل مین خطور ہونے کے تو دونون طرح سے چھوٹیگی کره القاضی رجلا ليقر بسرقة او قتل رجل بعمد او ليقر بقطع يد رجل بعمد فاقر بذلك فقطعت
يده او قتل على اقراره ان كان المقر موصوفا بالصلاح اقتص من القاضی وان متهما بالسرقة معروفا بها وبالقتل لا يقتص من القاضی استحسانا
للشبهة خانية قاضی نے زبردستی کی ایک مرد پر تا وہ چوری یا کسی مرد کے قتل عمد کا اقرار کرے یا عمداً کسی شخص کے ہاتھ کاٹنے کا اقرار کرے سو اسنے

اسکا اقرار کیا تو اُسکا ہاتھ کاٹا گیا یا وہ مقتول ہوا اپنے اقرار کے بموجب سو اگر اقرار کرنیوالا موصوف بصلاح یعنی نیکبخت پرہیزگار ہو تو قاضی سے
قصاص لیا جائیگا اور اگر مقر چرانیکے ساتھ متہم ہوا در چوری اور خونریزی میں مشہور ہو تو قاضی سے قصاص نہ لیا جاویگا استحسان کی دلیل
سے بسبب شبہہ واقع ہونیکے کذا فی الخانیۃ ہم شبہہ یہ ہو کہ شاید اُسنے کیا ہو جسکا اُسنے اقرار کیا ہو قیل لہ اما ان تشرب ہذا الشراب او تبیع کرمک
فہو اکراہ ان کان شرابا لا یحل کالخمر والا فلا خانیۃ قال وکذا الزنا وسائر المحرمات ایک شخص سے کہا گیا کہ یا اس مشروب کو پی لے یا اپنا انگور کا باغ
بیع کر تو وہ اکراہ ہی اگر مشروب یعنی پینے کی چیز شریعت میں حلال نہ ہو جیسا کہ شراب در اگر مشروب حلال چیز ہو تو اکراہ نہیں کذا فی القنیۃ صاحب قنیہ
نے کہا اور اسی طرح کا حکم ہی زنا اور باقی محرمات کا ہم در صورت اکراہ جو اُسنے بیچا تو اُسمین وہ بعد زوال اکراہ کے مختار رہی چاہے بیع کو فسخ کرے چاہے
قائم رکھے صادرہ السلطان ولم یعین بیع مالہ فباع صح لعدم تعیینہ ایک شخص سے بادشاہ نے زبردستی مال طلب کیا اور اُسکے ال بیچنے کی تعیین
نہین کی سو اُسنے کوئی چیز بیچ ڈالی بادشاہ کے دینے کے واسطے تو بیع صحیح ہی یعنی لازم ہو گی بیع بلا خیار فسخ اُسکے عدم تعیین کے سبب سے ہم یعنی بادشاہ
نے مال طلب کیا اور یہ نہین کہا کہ فلانی چیز بیچکر دے تو وہ بیع مین نافذ اور راضی ٹھہرا اسواسطے کہ اداے مال بیع کے سوا قرض لینے سے بھی ہو سکتا ہے
کذا فی العالمگیریۃ والحیلۃ ان یقول من این اعطی ولا مال لی فاذا قال الظالم بع کذا فقد صار مکرہا فیہ بزازیہ اور حیلہ خیار فسخ کا یہ ہی کہ ظالم سے کہے کہ مین
کہان سے دون میرے پاس تو مال نہین پھر جب حاکم ظالم یون کہے کہ فلانی چیز بیچکر دے تو اب وہ مکرہ ٹھہر گیا اُسکی بیع مین کذا فی البزازیۃ خوفہا الزوج
بالضرب حتی وہبتہ مہرہا لم تصح الہبۃ ان قدر الزوج علی الضرب عورت کو اُسکے شوہر نے مارنے پر دھمکایا یہان تک کہ اُسنے اپنا مہر معاف کر دیا
تو بخشنا صحیح نہین اگر شوہر مارنے پر قادر ہو ہم ظاہر اطلاق مصنف ضرب متلف اور غیر متلف دونون کو شامل ہی لیکن قاضی کے فتاوے مین ضرب
متلف کی قید ہی اور عدم صحت ہبہ صاحبین رح کا قول ہی وان ہددہا بالطلاق او تزوج علیہا وتسر فلیس باکراہ خانیۃ اور اگر شوہر نے عورت کو طلاق دینے کی تہدید
کی یا دوسری عورت سے نکاح کرنے کی یا لونڈی کے سریہ بنانیکی تو یہ اکراہ نہین کذا فی الخانیۃ ہم اسواسطے کہ طلاق اور دوسرا نکاح اور لونڈی کو حرم
کرنا یہ افعال شرع شریف مین درست ہین اور افعال شرعیہ اکراہ نہین ہو سکتے وفی مجمع الفتاوی منع امرأتہ المریضۃ عن المسیر الی ابویہا الا ان تہبہ مہرہا فوہبت
بعض المہر فالہبۃ باطلۃ لانہا کالمکرہۃ قلت ویؤخذ منہ جواب حادثۃ الفتوی وہی زوج بنتہ البکر من رجل فلما ارادہ الزفاف منعہا الاب الا ان تشہد علیہا
انہا استوفت منہ میراث امہا فاقرت ثم اذن لہا بالزفاف فلا یصح اقرارہا لکونہا فی معنی المکرہ وبہ افتی ابو السعود مفتی الروم فی شرح منظومتہ تحفۃ الاقران
فی بحث الہبۃ اور مجمع الفتاوی مین ہی کہ شوہر نے اپنی زوجہ بیمار کو منع کیا اُسکے والدین کی طرف جانے سے مگر یہ کہ وہ اُسکو اپنا مہر بخشدے سو اُسنے کچھ مہر بخشدیا
تو ہبہ باطل ہی اسواسطے کہ وہ اُس عورت کے مانند ہی جسپر اکراہ ہوا مین کہتا ہون اور اس روایت سے ماخوذ ہوتا ہی استفتاے حادثہ کا جواب وہ
استفتا یہ ہی کہ ایک شخص نے اپنی کنواری بیٹی کا نکاح کیا ایک مرد سے پھر جب اُسنے اپنے شوہر کے گھر جانے کا ارادہ کیا تو باپ نے اُسکو منع کیا مگر اسطرح کہ وہ
شاہدون کو اپنے اس اقرار پر گواہ کر دے کہ اُسنے اپنی ماں کی میراث باپ سے پوری بھر لی ہی سو اُسنے اسکا اقرار کیا تو یہ اقرار صحیح نہین اسواسطے کہ وہ اُس
عورت کے مانند ہی جسپر اکراہ ہوا اور اسی کا فتوی دیا ہی ابو سعود مفتی روم نے یہ کہا ہی مصنف نے اپنے رسالہ منظومہ کی شرح مین جسکا نام تحفۃ الاقران ہی
ہبہ کی بحث مین ہم ظاہر امرض سے وہ مرض مراد ہی جسمین والدین کی طرف جانے کی حاجت ہی اور خفیف مرض مین منع عن الخروج شرعا جائز ہی اور
ہبہ کل مہر بمنزلہ بعض مہر کے ہی اور بیع اور شرا اور اجارہ اقرار اور ہبہ کے مانند ہی اور جو دلی کہ قادر ہو منع پر وہ باپ کے مانند ہی اور اسیطرح بکارت
قید نہین کذا فی الطحطاوی المکرہ باخذ المال لا یضمن ان اخذہ اذا نوی الاخذ وقت الاخذ انہ یردہ علی صاحبہ والا یضمن جس شخص پر اکراہ ہوا دوسرے شخص کے مالی
چھین لینے کا تو اُسپر تاوان نہین جو اُسنے لیا بشرطیکہ لینے والے نے لینے کے وقت یہ نیت کی ہو کہ مال مذکور پھیر دیگا اُسکے مالک کو اور اگر یہ نیت نہین کی تو تاوان

اسپر لازم ہوگا یعنی پھیر دینے کی نیت سے اُسنے مال لیا پھر وہ مال تلف ہوگیا تو اُسکا تاوان اکراہ کرنے والے پر ہے نہ لینے والے پر واذا اختلفا ای
المالک والمکرہ فی النیۃ فالقول للمکرہ مع یمینہ ولا ضمان مجتبی اور جبکہ مالک اور مکرہ نے اختلاف کیا نیت مین یعنی مالک کہتا ہے کہ اسنے پھیر دینے
کی نیت سے نہین لیا تھا اور لینے والا کہتا ہے کہ مین نے پھیر دینے کی نیت سے لیا تھا تو مکرہ کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہے اور اُسپر تاوان لازم نہ ہے
کذا فی المجتبی یعنی اسواسطے کہ ظاہر اکراہ ظالم قرینہ ہے مکرہ کے صدق کا وقید المکرہ علی الاخذ والدفع انما یسعہ ما دام حاضرا عند المکرہ والا لم یحل لزوال القدرۃ
والاجبار بالبعد منہ وبہذا تبین انہ لاعذر لاعوان الظلمۃ فی الاخذ عند غیبۃ الامیر او رسولہ فلیحفظ اور مجتبی مین ہے کہ جس شخص پر اکراہ ہوا غیر کے مال لینے یا دینے کا تو
اسکو لینا اور دینا اسوقت تک جائز ہے جب تک اُس کے پاس اکراہ کرنے والا ظالم حاضر اور موجود ہو اور اگر حاضر نہ ہو تو لینا اور دینا حلال نہین بسبب زائل
ہوجانے قدرت ظالم اور مجبوری مظلوم کے اُسکے دور ہوجانے سے اور اس قید سے ظاہر ہوگیا کہ حکام ظالمین کے نوکر چاکر مددگار انکو کچھ عذر نہین
ناحق مال چھین لینے مین حاکم یا اُسکے فرستادہ کے موجود نہ ہونے کے وقت تو اسکو یاد رکھنا چاہیے مبسوط مین ہے کہ تہدید قتل سے امیر کے سامنے
غیر کا مال چھین لینا جائز ہے نہ تہدید حبس اور قید سے اور نہ امیر کی غیبت مین اگرچہ اسکو یہ خوف ہو کہ امیر قتل کریگا اگر مجھکو پاویگا ہان اگر امیر کا فرستادہ
مکرہ کے ساتھ ہو اسطرح کہ اگر یہ شخص وہ کام نہ کرے تو اُسکو پکڑ لاوے اور قتل کرے تو انشاء اللہ تعالی جائز ہوگا کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقہ
شارح کے اکرہ علی اکل طعام نفسہ ان جائعا لا رجوع وان شبعان رجع بقیمتہ علی المکرہ لحصول منفعۃ الاکل لہ فی الاول لا الثانی ایک شخص پر اپنے طعام
کے کھانے کا اکراہ ہوا تو اگر صاحب طعام بھوکا ہو تو رجوع نہین اور اگر آسودہ ہو تو قیمت طعام کی پھر لے اکراہ کرنے والے سے بسبب حاصل ہونے کھانے
کی منفعت کے مالک کو پہلی صورت یعنی گرسنگی کے حال مین نہ دوسری صورت مین یعنی سیری مین قال اہل الحرب لنبی اخذوہ ان قلت لست بنبی
ترکناک والا قتلناک لا یسعہ قول ذلک وان قیل لغیر نبی ان قلت ہذا لیس بنبی ترکنا نبیک وان قلت نبی قتلناہ وسعہ لامتناع الکذب علی الانبیاء
کفار حربیون نے اُس نبی سے کہا جسکو انھون نے گرفتار کیا کہ اگر تو یون کہے کہ مین نبی نہین ہون تو ہم تجھکو چھوڑ دینگے اور اگر نہ کہیگا تو ہم تجھکو قتل
کرینگے تو نبی کو یہ قول کہنا درست نہین اور نبی کے سوا اور شخص سے کہا گیا کہ اگر تو اس شخص کو یون کہے کہ یہ نبی نہین ہے تو ہم تیرے نبی کو چھوڑین اور
اگر تو کہے گا کہ یہ نبی ہے تو ہم اسکو قتل کرینگے تو اسکو یہ کہنا جائز ہے بسبب ممتنع ہونے کذب کے انبیاء علیہم السلام پر اس مسئلے سے اگر عظمت انبیا کا بیان
واقعی منظور ہے تو ظاہر ہے اور اگر نبی پر حکم کرنا منظور ہے تو غیر ظاہر ہے اسواسطے کہ حکم شرعی نبی سے معلوم ہوتا ہے نہ غیر نبی سے کذا فی الطحطاوی قال حربی
لرجل ان دفعت جاریتک لازنی بہا دفعت لک الف اسیر لم یحل کافر حربی نے مسلمان مرد سے کہا کہ اگر تو اپنی لونڈی مجکو دے تاکہ مین اس سے زنا
کرون تو مین تجکو ہزار قیدی مسلمان دون تو لونڈی دینا حلال نہین ہے اسواسطے کہ یہ اکراہ نہین اور قیدیون کی تخلیص پر قادر مطلق قادر ہے چاہے انکو
خلاص کرے چاہے بلا پر صبر عطا فرمائے اقر بعتق عبدہ مکرہا لم یعتق فی الاصح اقرار کیا اپنے غلام کی آزادی کا مجبور ہوکر تو وہ آزاد نہ ہوگا صحیح تر
قول مین وہل الاکراہ باخذ المال معتبر شرعا ظاہر القنیۃ نعم اور مال چھین لینے کا اکراہ شرعا معتبر ہے یا نہین ظاہر قنیہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ ہان معتبر ہے جامع
مین ہے کہ سلطان نے وصی یتیم پر قتل یا اتلاف عضو کی تہدید کی تاکہ یتیم کا مال سلطان کو دے سو اسنے دیا تو وصی پر تاوان نہین اور حبس اور قید کی تہدید
مین ضمان ہے اور اگر وصی نے مال چھین لینے کی تہدید کی تاکہ مال یتیم تسلیم کرے اگر وصی جانے کہ سلطان بعض مال لیگا اور بعض چھوڑ دیگا اور مال متروک
اسکو کفایت کریگا تو تسلیم جائز نہین اور اگر دیگا تو تاوان مثل اسپر لازم ہوگا اور اگر وصی ڈرے کہ تمام مال چھین لیگا تو وہ معذور ہے یتیم کے مال دینے مین
اسپر تاوان نہین اور اگر سلطان نے یتیم کا مال وصی سے آپ چھین لیا تو ہر صورت مین وصی پر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی وفی الوہبانیۃ قال اشعر وان
یقل للمدیون انک مرافع + لتبری فالاکراہ معنی مصور + اور وہبانیہ مین کہا ہے اور اگر مدیون نے کہا دائن سے کہ مین تیرا بھید ظاہر کرنے والا ہون حاکم سے

ورنہ تو مجکو اپنے دین سے بری کردے تو یہ قول معنی اکراہ متصور ہوگا مم شرنبلالی مین ہی کہ مدیون نے دائن سے کہا کہ مسک کا وثیقہ پھیر دے اور یہ اقرار کرکہ میرا تجھپر کچھ ادھار نہین اور اگر تو قبول نہ کریگا تو مین حاکم سے ظاہر کرونگا کہ تیرے پاس فلانے شخص کا اسقدر سونا ہی یعنی اور حاکم اس مال کی تلاش مین ہو سو دائن نے وثیقہ مذکورہ پھیر دیا اور اپنے دین نہ ہونیکا اقرار کیا نجم الائمہ بخاری نے جواب دیا کہ یہ در معنی اکراہ ہی اور اسکو جائز ہی کہ اسپر اپنے دین کا دعوی کرے یہ جواب اس صورت مین ہی جبکہ حاکم چغلخور کی چغلی سنکر مال چھین لیتا ہو کذا فی الطحطاوی شعر ویصح فی الاستحسان اسلام مکرہ + ولا قتل ان یرتد بعد یجبر + اور استحسان مین صحیح ہی اسلام لانا مکرہ بالفتح کا اور اگر وہ بعد اسلام کے مرتد ہو جاوے تو قتل نہین ہوگا اور مجبور ہوگا قبول اسلام مین مم یہ مسئلہ مشروحًا بیان ہو چکا مبسوط مین ہی کہ ظالم نے کہا کہ یہ شراب پی یا یہ مردار کھا ورنہ مین تیرے باپ یا بیٹے یا کسی ذی قرابت دار محرم کو قتل کرونگا یا تیرے باپ کو حبس کرونگا ورنہ تو اپنا غلام ہزار درم کو بیع کردے سو اسنے غلام کو بیچا تو قیاس مین یہ بیع جائز ہی اور استحسان مین باطل ہی اور تصرف مذکور نافذ نہین اسواسطے کہ یہ اکراہ ہی کذا فی الطحطاوی مختصرا واللہ اعلم واستغفر اللہ الحکیم

کتاب الحجر

یہ کتاب ہی حجر کے احکام مین مم مصنف کتاب الحجر کو کتاب الاکراہ کے بعد اسواسطے لایا کہ دونون مین سلب اختیار ہی مگر یہ کہ اکراہ قوی تر ہی حجر سے اسواسطے کہ اکراہ سلب اختیار اس شخص کا ہی جو صاحب اختیار صحیح کا اور صاحب ولایت کاملہ کا ہی بخلاف حجر لہذا اکراہ مقدم ہوا حجر پر اور محاسن حجر رعایت اور شفقت ہی محجورین پر اور گاہی غیر محجور پر شفقت اور رعایت منظور ہوتی ہی چنانچہ مدیون اور سفیہ کے حجر مین بقول صاحبین اور حجر غلام برعایت حق مولے ہی لغۃ المنع مطلقا حجر لغت مین بمعنی منع ہی مطلقا یعنی باز رکھنا اور روکنا ہر طرح سے خواہ منع قول سے ہو یا فعل سے یا اور مطلب سے قاموس مین حجر بحرکات ثلثہ حاء مہملہ و سکون جیم مذکور ہی و شرعا منع من نفاذ تصرف قولی لا فعلی لان الفعل بعد وقوعہ لا یمکن ردہ فلا یتصور الحجر عنہ اور اصطلاح شرع مین حجر منع کرنا اور روکنا ہی تصرف قولی کے نافذ ہونے سے نہ تصرف فعلی سے اسلیے کہ فعل کا پھیرنا بعد اسکے واقع ہو جانے کے ممکن نہین تو فعل سے رد کرنا متصور نہین مم تصرف فعلی چنانچہ قتل در اتلاف مال اور تصرف قولی چنانچہ بیع اور شرا اور ہبہ نفاذ سے مراد لزوم ہی اسلیے کہ محجور کا عقد موقوف ہی طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ مصنف لزوم کہتا عوض نفاذ کے اسواسطے کہ نافذ عام ہی لازم سے اور تصرف قولی سے مراد وہ تصرف ہی جسمین ضرر ہو اور جس تصرف قولی مین سراسر نفع ہو چنانچہ قول ہبہ اور اسلام تو اسمین صغیر بالغ کے مانند ہی قلت لیشکل علیہ الرقیق لمنع نفاذ فعلہ فی الحال بل بعد العتق کما صرح بہ فی البدائع اللہم الا ان یقال الاصل فیہ ذلک لکنہ اخر لعتقہ لقیام المانع فتامل مین کہتا ہون اور تصرف فعلی کے اخراج پر غلام کے فعل سے اشکال واقع ہوتا ہی اسواسطے کہ اسکے فعل کا نافذ ہونا فی الحال ممنوع ہی یعنی اگر غلام مال قرض لے اور تلف کر ڈالے تو وہ فی الحال ماخوذ نہ ہوگا بلکہ آزاد ہونے کے بعد ماخوذ ہوگا چنانچہ بدائع مین مصرح ہی بار خدایا مگر یون جواب دیا جاے اس اشکال کا کہ اسمین اصل تو یہی ہی کہ غلام اپنے افعال مین فی الحال ماخوذ ہوتا لیکن مواخذہ مین تاخیر واقع ہوئی اس کے آزاد ہونے تک بسبب قائم ہونے مانع کے اسکو تامل کرلے مم مانع حق مولی ہی یعنی اگر غلام اپنے فعل پر فی الحال ماخوذ ہو تو اسمین بیچا جاے اور اسمین حق مولی کا ابطال ہی طحطاوی نے کہا اشکال اسوقت مین واضح ہوتا جبکہ غلام اپنے فعل مین کا ہے ماخوذ نہوتا تصرف قولی کے مانند فتامل و سببہ صغر وجنون یعم القوی والضعیف کما فی المعتوہ وحکمہ کممیز کما سیجئ فی الماذون اور حجر کا سبب طفلی اور وہ جنون ہی جو شامل ہو قوی دیوانگی اور ضعیف دیوانگی کو چنانچہ معتوہ مین اور حکم معتوہ کا طفل ممیز کے مانند ہی چنانچہ کتاب الماذون مین آویگا ورق اور سبب حجر کا رق ہی یعنی مملوکیت یعنی لونڈی غلام ہونا مم چونکہ صغیر ناقص العقل اور مجنون عدیم العقل ہی کہ اپنے نفع و ضرر کو نہین پہچانتے لہذا شرع مین انکے تصرفات قولیہ ممنوع غیر معتبر ہوے اور مملوک ہرچند عاقل ہی لیکن چونکہ جو اس کے پاس ہی وہ مولے

کی ملک ہو تو برعایت حق مولے اسکا تصرف جائز تھا فلا یصح طلاق صبی ومجنون مغلوب ای لا یفیق بحال واما الذی یجن ویفیق فحکمہ کممیز نہایہ
تو صحیح نہین طلاق دینا صغیر اور مجنون مغلوب کا یعنی وہ مجنون جو کسی وقت ہوش مین نہین آتا اور جو کہ کبھی دیوانہ ہو جاتا ہو اور کبھی ہوشیار
تو اسکا حکم طفل ممیز کے مانند ہی کذا فی النہایہ ہم نہایہ اور غایۃ البیان مین ہی کہ معتوہ یعنی جو گاہے دیوانہ ہو اور گاہے ہوشیار وہ ممیز کے مانند ہی اور کہا
مین ہی کہ وہ عاقل کے مانند ہی شبلی محشی زیلعی نے توفیق بین القولین مین کہا کہ اگر اسکی ہوشیاری کا وقت مقرر ہو اور وہ حالت افاقہ مین کوئی عقد
منعقد کرے تو اسمین نفاذ عقد کا حکم ہی عاقل کے مانند اور اگر اسکی ہوشیاری کا وقت معین نہ ہو تو حکم اسمین توقف کا ہی صغیر کے مانند تو زیلعی کا کلام شق
اول پر محمول ہی اور نہایہ اور غایۃ البیان کا شق ثانی پر کذا فی الطحطاوی ولا عتاقہما واقرارہما نظرا لہما اور نہ صغیر اور مجنون کا آزاد کرنا اور اقرار کرنا
صحیح ہی برعایت اُن کے حال کے یعنی عدم صحت طلاق و اعتاق اور اقرار کی بنظر ترحم اور شفقت کے ہی اُنکے حال پر وصح طلاق عبد واقرارہ فی حق نفسہ
فقط لا سیدہ اور صحیح ہی طلاق غلام کی اور اسکا اقرار فقط اسکی ذات کے حق مین نہ اسکے مالک کے حق مین فلو اقر بمال اخر الی عتقہ لو لغیر مولاہ ولو لہ ہدر
تو اگر غلام مال کا اقرار کرے تو اسکا مطالبہ پیچھے ڈالا جائیگا اسکے آزاد ہونے تک اگر غیر مولی کے مال کا اقرار ہو اور اگر غلام اپنے مالک کے مال کا اقرار کرے
تو لغو اور باطل ہی یعنی اسواسطے کہ مالک اپنے غلام پر مستوجب مال نہین ہوتا کذا فی الدرر وبحد وقود اقیم فی الحال لبقائہ علی اصل الحریۃ فی حقہما
اور اگر غلام نے حد اور قصاص کا اقرار کیا تو حد اور قصاص اسپر فی الحال قائم کیا جائیگا بسبب باقی رہنے غلام کی حد اور قصاص کے حق مین اصل حریت پر
ومن عقد عقدا یدور بین نفع وضرر کما سیجیء فی الماذون منہم من ہولاء المحجورین وہو یعقلہ یعرف ان البیع سالب للملک والشراء جالب اجازہ ولیہ
اور دادا جو کہ ان محجورین مذکورین مین سے وہ عقد منعقد کرے جو دائر ہی درمیان نفع اور ضرر کے چنانچہ یہ تصریح کتاب الماذون مین آویگی اور حالانکہ
عاقد اس کو تعقل کرتا ہو یعنی اتنا سمجھتا ہو کہ بیع ملک بائع کو سلب کر دیتی ہی اور شرا ملک مشتری کو کھینچ لاتی ہی تو عاقد کا ولی چاہے عقد کو جائز
رکھے اور چاہے رد کر ڈالے ہم منہم کی ضمیر صغیر اور غلام اور معتوہ کی طرف پھرتی ہی اسواسطے کہ مجنون مغلوب مین تعقل مذکور نہین ولی سے مراد [illegible]
باپ اور دادا اور وصی اور مولی ہی اور اگر قاضی صغیر کو تصرف کا اذن دے اور اسکا باپ نمانتا ہو تو قاضی کا اذن صحیح ہی کذا فی الطحطاوی فان لم
یعقل فباطل نہایہ اور اگر شخص محجور عقد کو سمجھتا نہ ہو تو عقد باطل ہی کذا فی النہایہ وان اتلفوا ای ہولاء المحجورین سواء عقلوا اولا شیئا متقوما من
مال ونفس ضمنوا اذ لا حجر فی الفعلی اور اگر یہ محجورین مذکورین خواہ بوجھتے ہون یا نہ بوجھتے ہون کذا فی الدرر تلف کر ڈالین شئے متقوم کو مال ہو وہ شئے یا
جان تو ضمان اُنپر لازم ہوگا اسواسطے کہ تصرف فعلی مین حجر نہین کہ اُنکا تلف کر ڈالنا معتبر نہو لکن ضمان العبد بعد العتق علی ما مر لیکن غلام پر تاوان
تلف کا بعد آزاد ہونے کے ہی چنانچہ گذر گیا وفی الاشباہ الصبی المحجور مواخذ بافعالہ فیضمن ما اتلفہ من المال للحال فاذا قتل فالدیۃ علی عاقلتہ الا فی مسائل
[illegible] ما اقترضہ وما اودع عندہ بلا اذن ولیہ وما اعیر لہ وما بیع منہ بلا اذن اور اشباہ مین ہی کہ صغیر محجور ماخوذ اور مطالب ہی اپنے افعال سے تو اُس چیز کا تاوان
دیگا فی الحال جسکو اُسنے تلف کر ڈالا اور جبکہ قتل کریگا تو دیت اسکی برادری پر واجب ہوگی مگر چار مسئلون مین صغیر پر تاوان نہین اگر اُسنے تلف کیا وہ
مال جو اُسنے قرض لیا اور تلف کی وہ چیز جو اُسکے پاس ودیعت رکھی گئی بدون اذن اُسکے ولی کے اور تلف کی وہ چیز جو صغیر کے واسطے عاریت لی گئی اور تلف کی وہ چیز جو
بیچی گئی اُس سے بدون اذن کے ہم عدم اذن ولی چارون مسئلون کی قید ہی تو اتلاف بعد الاذن مین تاوان لازم ہوگا شرح تنویر الاذہان مین ہی اگر غیر کا مال بلا [illegible]
ایداع یا اقراض تلف کریگا تو تاوان لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی ویستثنی من ایداعہ ما اذا اودع صبی محجور مثلہ وہی ملک غیرہما فللمالک تضمین الدافع او الاخذ
اور ایداع صغیر سے مستثنی ہی وہ صورت جبکہ صغیر محجور نے اپنے مانند دوسرے صغیر کے پاس کوئی چیز ودیعت رکھی اور حالانکہ وہ چیز غیر صغیرین کی ملک ہی تو مالک
کو جائز ہی چاہے ودیعت دینے والے صغیر سے تاوان لے چاہے ودیعت رکھنے والے سے ہم اس مسئلہ مین یہ قید بھی ہی کہ صغیر نے بلا اذن مالک ودیعت رکھی ہو کذا فی الطحطاوی

ولا یحجر علی حر مکلف بسفہ ہو تبذیر المال علی خلاف مقتضی الشرع او العقل درر ولو فی الخیر کان یصرفہ فی بناء المساجد ونحو ذلک فیحجر علیہ عندہما وتمامہ فی
فوائد شتی الاشباہ اور حجر نہین کیا جاتا امام کے نزدیک آزاد بالغ عاقل پر بسبب سفاہت کے اور سفاہت سے مراد یہان اسراف مال اور اسکا ضائع کرنا
ہی خلاف مقتضاے شرع یا عقل کے کذا فی الدرر اور اگر امر خیر مین اصراف مال کرے چنانچہ بناے مساجد اور اسکے مانند امور دین مین مال صرف کرے
تو اسکا تصرف منع کیا جائیگا صاحبین کے نزدیک اور پورا بیان اسکا اشباہ کے فوائد شتی مین ہی م سفہ بفتحتین لغت مین عبارت ہی حماقت اور خفت عقل سے اور
شرع مین سفہ اور سفاہت سے مراد صرف بیہودہ ہی مخالف شرع یا عقل کے تو اسکے سوا اور معاصی کا ارتکاب چنانچہ شراب خواری و زناکاری سفاہت مصطلح
مین داخل نہین حموی نے کہا کہ سفیہ کی عادت ہی اسراف کرنا نفقہ مین اور تصرف بلا غرض کرنا یا ایسی غرض مین صرف کرنا جسکو عقلاے دیندار غرض شمار
نہین کرتے چنانچہ مغنیین اور لاعبین کو مال دینا اور اڑنیوالے کبوتر ونکو گران قیمت خرید کرنا اور خرید و فروخت مین بلا محمدت نقصان اٹھانا اور مراد یہ ہی
کہ اول رشید تھا پھر سفیہ ہو گیا اور اگر بالغ ہوا سفاہت کی حالت مین تو اسکا مال اسکو نہ دیا جائیگا جب تک وہ پچیس برس کا ہو کذا فی الطحطاوی وفسق ودین
وغفلۃ اور حر مکلف محجور التصرف نہوگا گنہگاری اور ادھار لینے اور غفلت کے سبب سے امام کے نزدیک م دین سے وہ دین مراد ہی جو اسکے اموال
مملوکہ سے زیادہ ہو غفلت سے مراد یہ نہین کہ مفسد ہو بلکہ سلیم القلب بھولا سیدھا آدمی ہو جو تصرفات نافعہ نکرنا جانتا ہو اور تجارت مین نقصان اٹھایا کرتا ہو
کذا فی الطحطاوی بل یمنع سفت ماجن یعلم الحیل الباطلۃ کتعلیم الردۃ لتبین من زوجہا وتسقط عنہا الزکوۃ بلکہ منع کیا جاے فتوی دینے سے مفتی ماجن یعنی
مفتی بیباک جو لوگون کو باطل حیلے سکھا دے جیسے ارتداد سکھانا تاکہ عورت اپنے زوج کے نکاح سے چھوٹ جاے یا اس سے زکوۃ دینا ساقط ہو جاے م زیلعی نے
کہا مفتی ماجن وہ ہی جو حیل باطلہ سکھاوے اور حرام کے حلال کہدینے اور حلال کے حرام بتا دینے مین بے پروا اور بیباک ہو جاے قاضیخان مین ہی کہ مفتی ماجن
وہ ہی جو حیل باطلہ کی تعلیم کرے اور فتوی جہالت سے دے یعنی علم فقہ نجانتا ہو اور فتوی دینے پر جرأت کرتا ہو وطبیب جاہل اور منع کیا جاے علاج کرنے سے
طبیب جاہل م طبیب جاہل وہ ہی جو بیمار کو دواے مہلک پلا دیتا ہو خواہ اسکو مہلک جانتا ہو یا نجانتا ہو اور جبکہ دوا مریض پر شدت کرے تو اسکا ضرر دور
نہ کر سکتا ہو کذا فی الطحطاوی فتاوی قاضیخان مین ہی کہ طبیب جاہل وہ ہی جو لوگون کو مضر اور مہلک دوا پلاوے اور وہ اسکو شفا اور دوا جانتا ہو
ومکار مفلس اور منع کیا جاے مکاری مفلس یعنی جانور کا کرایہ کرنیوالا م حموی نے اپنی شرح مین کہا کہ حجر کے اسباب تین ہین یعنی طفلی اور مملوکی اور جنون اور
انکے ساتھ تین اور ملحق ہین یعنی مفتی حیلہ آموز اور طبیب جاہل اور مکاری مفلس یہ روایت ہی امام اعظم سے اور تینون سے تین اور ملحق ہین محتکر یعنی
جو قحط مین غلہ نہ بیچے اور غلہ فروش جبکہ بیع مین تعدی کرین بسبب زیادتی قیمت کے اور کافر ذمی کا غلام مسلمان ہو جاوے اور وہ اسکو نہ بیچے تو قاضی اسکو
بیچ لے چنانچہ ابن فرشتہ نے شرح مجمع مین بیان کیا ہی اور صاحبین کے نزدیک سفیہ اور مغفل اور مدیون بھی محجور التصرف ہین ابن ضیا نے شرح مجمع مین کہا کہ جو
امام سے مروی ہی کہ انکے نزدیک حجر نہین مگر تین پر مفتی ماجن اور طبیب جاہل اور مکاری مفلس پر سو مراد اس سے حقیقت حجر کی نہین ہی یعنی عدم نفوذ تصرف
اسواسطے کہ اگر مفتی فتوی دے حجر کے بعد اور وہ فتوی ٹھیک دیوے تو جائز ہی اسی طرح اگر طبیب دوا بیچے حجر کے بعد تو بیع اسکی نافذ ہی تو معلوم ہوا کہ حجر
حقیقی مراد نہین بلکہ منع حسی سے ظاہری مراد ہی اسطرح پر کہ وہ لوگ اپنے کام سے رد کے جاوین اسواسطے کہ مفتی حیلہ آموز لوگون کے دین مین فساد ڈالتا ہی
اور طبیب جاہل انکے ابدان فاسد کرتا ہی اور مکاری مفلس انکے اموال تباہ کرتا ہی اسواسطے کہ جب مکاری نے اونٹ کا کرایہ کیا اور حالانکہ اسکے پاس نہ
اونٹ ہی نہ اور جانور جسپر بار برداری کرے اور نہ اسکے پاس مال ہی جس سے جانور بار بردار خرید کرے اور لوگ اسپر اعتماد کر کے اپنا مال کرایہ مین دیتے ہین اور
وہ مال کو اپنی حاجات مین صرف کر ڈالتا ہی پھر جب سفر کا وقت آتا ہی تو وہ چھپ رہتا ہی اور لوگونکے مال تلف ہوتے ہین اور فساد اس شخص کا خلق اللہ
کو پہونچتا ہی مفتی ماجن اور طبیب جاہل کے فساد کے مانند تو الحاق ضرر خاص واسطے دفع کرنے ضرر عام کے جائز ہی اور یہ از قسم امر بالمعروف ونہی عن المنکر

ہوا اذاً باب حجر تو تناقض لازم ہوا کذا فی الطحطاوی وعندہما یحجر علی الحجر بالسفہ والغفلۃ بہ ای بقولہما یفتی صیانۃ لمالہ اور صاحبین کے نزدیک
حجر کیا جائے آزاد بالغ پر بسبب سفاہت اور غفلت کے اور صاحبین کے ہی قول پر فتوی ہی اسکے مال کے بچانے کے واسطے وعلی قولہما المفتی بہ فیکون فی احکامہ
کصغیر اور بموجب قول مفتی بہ صاحبین کے سفیہ اور غافل اپنے احکام میں صغیر نابالغ کے مانند ہیں ہم یعنی اس پسر نابالغ کے عقود محتمل الفسخ میں قاضی کو اختیار ہوگا
کہ یا یہ جاری رکھے یا ہے فسخ کردے ثم ہذا الخلاف فی تصرفات تحتمل الفسخ ویبطلہا الہزل پھر دریافت کرنا چاہیے کہ یہ اختلاف صاحبین کا امام کے ساتھ ان تصرفات
میں ہی جنمیں فسخ کا احتمال ہو اور ہزل اور بیہودگی باطل کردیتی ہو جیسے ہم یعنی امام کے نزدیک سفیہ کے تصرفات کو نہ روکنا اور صاحبین کے نزدیک روکنا مخصوص
بتصرفات مذکورہ ہی جیسے بیع اور شرا اور ہبہ وغیرہ ذلک واما ما لا یحتملہ ولا یبطلہ الہزل فلا یحجر علیہ بالاجماع فلہذا قال لا فی نکاح وطلاق وعتاق واستیلاد
وتدبیر ووجوب زکوۃ وفطرۃ وحج وعبادات وزوال ولایۃ ابیہ وجدہ وفی صحۃ اقرارہ بالعقوبات وفی الانفاق وفی صحۃ وصایاہ بالقرب
من الثلث فہو ای فی ہذہ کبالغ اور ان تصرفات میں کہ جو فسخ کے محتمل نہیں اور انکو ہزل باطل نہیں کرتا سفیہ پر بالاتفاق حجر نہ ہوگا اسی واسطے
مصنف نے کہا کہ سفیہ صغیر کے مانند ہی مگر نکاح اور طلاق اور عتاق اور استیلاد اور تدبیر اور زکوۃ اور صدقہ فطر اور حج اور عبادات بدنیہ کے واجب ہونے
اور اسکے باپ اور دادا کے ولایت زائل ہوجانے میں اور اقرار عقوبات یعنی حد اور قصاص کے صحیح ہونیمیں اور انفاق یعنی نفقہ زوجہ اور ذوی الارحام
کی صحت اقرار میں اور حسنات کے وصایا کے صحیح ہونے میں ثلث مال ہی کہ سفیہ ان امور مذکورہ میں بالغ کے مانند غیر محجور ہی یعنی جسطرح بالغ غیر محجور کے
تصرفات صحیح ہیں اسی طرح سفیہ کے بھی یہ تصرفات بالاتفاق صحیح ہونگے انمیں صاحبین کے نزدیک بھی حجر نہیں وفی کفارۃ کعبد اشباہ اور سفیہ کفارہ میں غلام کے
مانند ہی کذا فی الاشباہ ہم خزانۃ الاکمل میں ہی کہ قسم اور نذر اور ظہار اور قتل کے کفارہ میں قاضی سفیہ کا مال صرف نہونے دے بلکہ وہ روزہ رکھے کذا فی الطحطاوی
والحاصل ان کل ما یستوی فیہ الہزل والجد ینفذ من المحجور وما لا فلا الا باذن القاضی خانیہ اور خلاصہ کلام یہ ہی کہ جس تصرف میں ہزل اور جد برابر ہی وہ
محجور کا بھی نافذ ہی اور جو برابر نہیں وہ تصرف محجور کا نافذ نہیں مگر قاضی کے اذن سے کذا فی الخانیہ فان بلغ الصبی غیر رشید لم یسلم الیہ مالہ حتی یبلغ خمسا
وعشرین سنۃ پھر اگر صغیر غیر رشید ہی بالغ ہو یعنی باوجود بلوغ ایسا ہوشیار نہو کہ اپنا نفع اور ضرر پہچانے تو اسکا مال اسکو نہ دیا جاوے یہانتک کہ وہ
۲۵ برس کو پہونچے ہم درر میں ہی کہ ۲۵ برس کی قید اسواسطے لگائی کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ عقل مرد کی انتہا کو پہونچ جاتی ہی جبکہ وہ ۲۵ برس کو
پہونچ جاتا ہی خزانۃ الاکمل میں ہی کہ جب یتیم بالغ ہو تو وصی اسکا مال اسکو جلد نہ دے بلکہ توقف کرے اور اسکو کچھ مال سوداگری کیواسطے دیکر آزماوے پس اگر
اسکو مصلح پاوے تو اسکا مال اسکو دیدے اور اگر مفسد بیباک دیکھے تو مال نہ دے پھر جب ۲۵ برس کو پہونچے تو مال اسکو دے خواہ وہ مصلح ہو یا نہو کذا فی البدائع
ویصح تصرفہ قبلہ ای قبل المقدار المذکور من المدۃ تو صحیح ہی تصرف بالغ غیر ہوشیار کا قبل اسکے یعنی اس مدت کی مقدار مذکور سے پہلے یعنی اگر ۲۵ برس سے پہلے بالغ
غیر رشید بیع وغیرہ کا تصرف کریگا اپنے مال میں تو صحیح ہوگا اسواسطے کہ بالغ عاقل پر حجر نہیں امام کے نزدیک اور ۲۵ برس تک غیر رشید کو نہ دینا حجر نہ تھا بلکہ تادیب
کیواسطے تھا وبعدہ یسلم الیہ وجوبا حتی لو تعدہ بعد طلبہ ضمن وقبلہ لا ضمان کما یفیدہ کلام المجتبی وغیرہ قالہ شیخنا اور ۲۵ برس کے بعد دینا واجب ہوگا یہانتک کہ
اگر اسکا ولی اسکو مال نہ دے اسکے مانگنے کے بعد تو ولی پر تاوان لازم ہوگا درصورت ہلاک ہوجانے مال کے اور مانگنے سے پہلے تاوان نہیں چنانچہ مجتبی وغیرہ کے
کلام سے معلوم ہوتا ہی ایسا کہا ہی ہمارے استاد نے وان لم یکن رشیدا وقالا لا یدفع حتی یونس رشدہ ولا یجوز تصرفہ فیہ ۲۵ برس کے بعد مال دیا جائیگا اگرچہ
وہ رشید اور ہوشیار نہو اور صاحبین نے کہا کہ مال نہ دیا جائیگا یہانتک کہ اسکی ہوشیاری معلوم نہو اور اسکا تصرف بھی قبل از ہوشیاری جائز نہیں
اگرچہ وہ پیر فرتوت ہی جیسے الرشد المذکور یعنی قولہ تعالی فان آنستم منہم رشدا ہو کونہ مصلحا فی مالہ فقط ولو فاسقا قال ابن عباس رض اور وہ رشد جو مذکور ہی حق تعالی کے
اس قول میں کہ اگر تم تیموں کا رشد معلوم کرو تو انکے مال انکو دو تو مراد اس سے یہ ہی کہ یہ فقط اپنے مال میں مصلح ہوں نہ مفسد اگرچہ فاسق ہو ایسا کہا ہی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے

سے نرم اصلاح فی المال سے مراد یہ ہی کہ مال کو حلال مین صرف کرے نہ حرام مین اور سرف نقد و خرچ نہو اور امام شافعی کے نزدیک رشد سے مراد اصلاح
فی المال و اصلاح فی الدین دونون مراد ہین کذا فی الطحطاوی والقاضی یحبس الحر المدیون لیبیع ماله لدینه اور قاضی محبوس کرے آزاد مدیون کو
تاکہ وہ اپنا مال بیچ ڈالے اپنے قرض ادا کرنے کیواسطے ہم ادا کرنا دین کا واجب ہی مدیون پر اور مماطلت یعنی ٹالنا آجکل کے وعدے پر ظلم ہی تو حاکم کو مدیون
کا حبس کرنا دفع ظلم کے واسطے لازم ہوا وقضی دراهمه دینه من دراهمه یعنی بلا امره وکذا لو کان دنانیر اور حاکم اسکے دین کے روپے کو مدیون کے روپیون
سے ادا کرے یعنی بلا امر مدیون کے اور اسی طرح اگر دین اشرفیان ہون تو مدیون کی اشرفیون سے ادا کرے وباع دنانیره لدراهم دینه وبالعکس استحسانا
لاتحادهما فی الثمنیة اور قاضی مدیون کی اشرفیان بیچ ڈالے ادا کرنے روپیون کے واسطے اور روپیہ بیچے اشرفیونکے ادا کرنیکے واسطے استحسان کی وجہ سے
اسواسطے کہ ثمن ہونے مین اشرفی اور روپیہ دونون متحد ہین لا یبیع القاضی عرضه ولا عقاره للدین خلافا لهما وبه ای بقولهما ببیعهما للدین یفتی اختیار
وصححه فی تصحیح القدوری نہ بیچے قاضی مدیون کے اسباب کو اور نہ زمین اور باغ وغیرہ مال غیر منقول کو دین کے واسطے برخلاف مذہب صاحبین کے
اور فتوی ہی صاحبین کے اس قول پر کہ قاضی مدیون کے اسباب اور مال غیر منقول کو ادائے دین کے واسطے بیچ ڈالے چنانچہ اختیار شرح مختار مین ہی اور تصحیح
کیا ہی اس قول کو تصحیح قدوری مین ویبیع کل ما لا یحتاجه فی الحال اور بموجب قول مفتی بہ کے حاکم بیچ ڈالے ہر وہ چیز جسکی مدیون کو فی الحال حاجت نہین ہم ادائے
دیون کے واسطے اول نقود کی بیع ہو پھر اسباب کی پھر غیر منقول کی اور جسکی فی الحال حاجت نہین وہ بیچی جاوے تو مثلا اور اولی تالین موسم گرمی مین بیچا
جاوے اور شطرنجیان موسم سرما مین اور لوہے کی انگیٹھی بیچی جاوے مٹی کی انگیٹھی سے مدیون اپنا کام نکالے کذا فی الطحطاوی ولو اقر بمال یلزمه بعد الدیون
لا مال یکن ثابتا ببینة او علم قاض فیزاحم الغرماء کمال استهلکه اذ لا حجر فی الفعل کما مر اور اگر مدیون کسی شخص کے مال کا اقرار کرے تو اسکو ادا کرنا لازم ہوگا بعد ادا
ہوجانے ان دیون کے جنکے واسطے وہ محبوس ہوا تا وقتیکہ مال مذکور گواہون سے یا قاضی کے علم سے ثابت نہ ہو اور اگر ثابت ہو تو مقرلہ اور اصحاب دیون
کا مزاحم ہوگا یعنی انکے ساتھ وہ بھی اپنا دین لیگا مانند اس مال کے جسکو مدیون نے تلف کر ڈالا اسواسطے کہ حجر نہین ہی فعل مین چنانچہ مذکور ہو چکا اور قوله
معتمد یہ ہی کہ قاضی کو اپنی دانست پر بدون گواہون کے حکم دینا جائز نہین کذا فی الطحطاوی افلس ومعه عرض شراه فقبضه بالاذن من بائعه ولم یؤد ثمنه
فبائعه اسوة للغرماء فرض کرو ایک شخص مفلس ہوگیا اور اسکے پاس وہ متاع ہی جو اسنے خرید کی و قبضہ کیا ہو اس متاع پر اسکے بائع کے اذن سے اور ہنوز اسکا ثمن
ادا نہین کیا تو اسکا بائع اور دین والون کے برابر ہی متاع کے ثمن مین ہم یعنی بائع فسخ بیع کرکے متاع کو نہین لے سکتا بلکہ وہ متاع بیع ہوکر بائع اور باقی ارباب دیون
کو اسکا ثمن حصہ رسد دیا جائیگا اور باقی دین کے واسطے تا حصول مقدرت مدیون کو مہلت دیجائیگی اور یہ جو حدیث مین وارد ہی کہ جو اپنی متاع بعینہ مرد مفلس
کے پاس پاوے تو وہ احق بالمتاع ہی اپنے غیر سے اور امام احمد کی روایت مین ہی کہ جو اپنی متاع بعینہ مفلس کے پاس پاوے تو زیادہ تر وہ اسکا حقدار ہی تو
اس متاع سے مراد وہ متاع ہی جو بطریق غصب اور عاریت اور ودیعت اور اجارہ اور رہن کے ہو کہ وہ بعینہ اسکا مال ہی اور مبیع تو بائع کا مال نہین
ہی اور نہ اسکی وہ متاع ہوگی بلکہ یہی چیز تو مشتری کا مال ٹھہریگی کیونکہ وہ بائع کی ملک سے نکلگئی اور مبیع اور قبض سے اسکا ضمان لازم ہوگیا کذا فی الطحطاوی
بتوضیح فان افلس قبل قبضه او بعده لکن بغیر اذن بائعه کان له استرداده وحبسه بالثمن وقال الشافعی للبائع الفسخ پھر اگر مشتری مفلس ہوگیا
قبل قبض مبیع کے یا بعد قبض کے لیکن قبض مبیع بغیر بائع کے اذن کے تھا تو بائع کو مبیع کا پھیر لینا اور اسکا روک رکھنا ثمن کے واسطے جائز ہی اور امام
شافعی نے کہا کہ بائع کو فسخ بیع کا اختیار ہی حجر القاضی علیه ثم رفع الی قاض آخر فاطلقه واجاز ما صنع المحجور کذا فی الخانیة وهو ساقط من الدرر والمنح جاز اطلاقه
قاضی نے ایک شخص پر حجر کیا یعنی بیع اور شرا وغیرہ سے اسکو روک دیا پھر اسکا مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس ہوا اور اسنے اسکو کھول دیا مطلق العنان کر دیا
اور جائز کر دیا اس تصرف کو جو محجور نے کیا کذا فی الخانیة تو قاضی ثانی کا اطلاق جائز ہی اور وہ یعنی اجازت تصرفات محجور کی ساقط اور وہ ردکی ہوئی درر اور منح لفقدان

ولو باشر المحجور نوعا من بیع وشراء قبل اطلاق الثانی او بعدہ کان بھا کما لو ان حجر الاول مجتہد فیہ فیتوقف علی امضاء قاض آخر اور جو تصرف محجور نے کیا
اپنے مال مین بیع یا شراء سے قبل اطلاق ثانی کے اور بعد اسکے وہ جائز ہوگا اسواسطے کہ قاضی اول کا حجر کرنا محل اختلاف مجتہدین ہے پس موقوف
رہیگا دوسرے قاضی کے جاری رکھنے پر فروع مسائل متفرقہ شارح کے یبیع المحجر علے الغائب لکن لاینحجر مالم یعلم خانیہ صحیح ہے حجر کرنا شخص غائب
پر لیکن وہ محجور نہ ہوگا جبتک اسکو معلوم نہ ہوگا کہ قاضی نے میرا تصرف منع کردیا ہے کذا فی الخانیہ ہم اور اگر غائب محجور تصرف کرے قبل العلم بعد الحجر تو اسکے
تصرفات نافذ ہین اور اگر یتیم بالغ ہو سفاہت کی حالت مین تو قبل از حجر قاضی محجور نہ ہوگا ابو یوسف کے نزدیک اور اسکے تصرفات نافذ ہونگے اور
محمد کے نزدیک محجور ہوگا بدون حجر کرنے کے کذا فی الخانیہ ولا یرتفع الحجر بالرشد اور رشد کے پیدا ہوتے ہی حجر نہین اٹھ جاتا بل باطلاق القاضی بلکہ جب
قاضی اسکو اٹھنے کا حکم دیوے تو ادعی الرشد وادعی خصمہ بقاء ہ علی السفہ وبرہنا ینبغی تقدیم بینۃ بقاء السفہ اشباہ اور اگر دعوی کیا رشد اور ہوشیاری کا
اور اسکے مخاصم نے اسکے باقی رہنے کا سفاہت پر اور دونون گواہ لائے اپنے دعوے پر تو بقاء سفاہت کے گواہون کو مقدم رکھنا لائق ہے کہ اسنے
اشباہ م طحاوی نے کہا صاحب اشباہ کی یہ بحث مخالف ہے منقول کے اسواسطے کہ ظہیریہ مین ہے کہ ایک مرد صالح تھا پھر فاسد ہوگیا قاضی نے اسپر
حجر کیا اور ایک انسان نے اس سے کچھ خریدا پھر محجور اور مشتری مین اختلاف ہوا مشتری نے کہا کہ مین نے تجھ سے اسکو خرید کیا تھا تیری اصلاح کی حالت
مین اور محجور نے کہا بلکہ حجر کی حالت مین تو محجور کا قول مقبول ہے اور اگر دونون گواہ لاوین تو مدعی کے صحت کے گواہ مقبول ہین انتہی ورنہ ظہیریہ مین ہے
کہ بقاء سفاہت سے زوال سفاہت کے گواہ مقدم ہین وفی الوہبانیۃ شرح ومن یدعی اقرارہ قبل حجرہ فمن یدعیہ وقتہ فہو اجدر + اور وہبانیہ مین ہے
اور جو دعوی کرے محجور کے اقرار کا محجور ہونے سے پہلے سو جو شخص کہ اقرار کا دعوی کرے حجر کے وقت کا تو وہی لائق تر مقبول ہے م شارح وہبانیہ نے
مطلب یون بیان کیا ہے کہ اگر محجور نے کہا صالح ہو جانے کے بعد کہ مین نے جو استہلاک دراہم کا اقرار کیا تھا سو حالت حجر مین کیا تھا اور صاحب مال
نے کہا کہ تو نے اسکا اقرار اپنی اصلاح کی حالت مین کیا تھا تو منکر کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ حالت حجر منافی صحت اقرار ہے تو درحقیقت وہ منکر ٹھہرا تو اسی کا
قول مقبول ہوگا اور وہ بمنزلہ غیر بالغ کے ہے کذا فی الطحاوی شرح ولو باع فالقاضی اجازہ وقال له + تودی ثمنا اداہ من بعد تخسر + اور اگر محجور نے بیع کی اور
قاضی نے بیع جائز رکھی اور قاضی نے مشتری سے کہا کہ تو اسکا ثمن محجور کو نہ دیجیو سو مشتری نے محجور کو ثمن ادا کیا بعد اسکے تو مشتری کا نقصان ہوگا
اسواسطے کہ جب قاضی نے مشتری کو ادائے ثمن سے منع کیا تو قبض ثمن کا قاضی کے واسطے ثابت ہوگا تو اب محجور کو دینا ایسا ہوا جیسے اجنبی کو دینا تو
مشتری نے اپنا مال ضائع کیا یعنی اسکا ثمن دوبارہ اسکو دینا پڑیگا اور اگر قاضی نے بیع محجور کی جائز رکھی اور ادائے ثمن سے مشتری کو منع نہین کیا
اور مشتری نے محجور کو ثمن دیا تو جائز ہے اسواسطے کہ اجازت بیع درحقیقت دفع ثمن کی اجازت ہے کذا فی الطحاوی فصل یہ فصل ہے صغیر کے
بالغ ہونے مین م بلوغ لغت مین بمعنی وصول ہے اور اصطلاح مین عبارت ہے انتہائے حد طفلی سے اور چونکہ طفلی ایک سبب تھا اسباب حجر سے اور اسکی ایک
نہایت تھی تو اسکی انتہا کا بیان واجب ہوا اور یہ فصل اس کے بیان مین ہوئی کذا فی المنح بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال والاصل ہو الانزال
بالغ ہونا طفل صغیر کا ثابت ہوتا ہے احتلام سے یعنی خواب مین منی ٹپکنے سے اور عورت کے حاملہ کر دینے سے اور انزال منی سے اور بلوغ مین اصل انزال ہی
ہے م اصل انزال سو اسواسطے ہوا کہ احتلام معتبر نہین بدون انزال کے اور عورت حاملہ نہین ہوتی مگر انزال سے تو وہی اصل ٹھہرا اور احتلام اور احبال
اسکے علامات سے ہین والجاریۃ بالاحتلام والحیض والحبل ولم یذکر الانزال صریحا لانہ قلما یوجد منہا اور بالغ ہونا صغیرہ کا ثابت ہوتا ہے احتلام اور حیض
اور حاملہ ہو جانے سے اور مصنف نے صغیرہ کے بلوغ مین انزال کو صریحا ذکر نہ کیا اسواسطے کہ صغیرہ کا انزال بہت کم دریافت ہوتا ہے م سینہ ابھرنا اور پستان کا اونچا ہونا بلوغ
مین معتبر نہین اسیطرح پنڈلی اور مونچھ اور بغل کے بال کا اور آواز کا بھاری ہو جانا معتبر نہین بلوغ صغیرہ مین کذا فی الطحاوی فان لم یوجد منہا شیء فحتی یتم لکل منہما

خمس عشرة سنة به يفتى لقصر اعمار اہل زماننا پھر اگر صغیر اور صغیرہ مین امور مذکورہ مین سے کوئی امر نہ پایا جاوے تو بلوغ کا حکم نہ ہوگا یہانتک
کہ صغیر اور صغیرہ کی پندرہ برس کی پوری عمر ہو اسی قول پر فتوی ہی اسسبب کم ہونے ہمارے اہل زمانہ کی عمرون کے ہم درصورت عدم وجود علامات بلوغ امام کے نزدیک
صغیر کی حد بلوغ اٹھارہ سال ہی اور صغیرہ کی سترہ سال و صاحبین کے نزدیک پندرہ سال ہی اور امام سے بھی اسکی روایت ہی وجہ فتوی عادت غالبہ ہی
اسواسطے کہ علامات بلوغ کی اس مدت مین اکثر ظاہر ہو جاتی ہین تو اس مدت کو علامت بلوغ کی ٹھہرایا اس شخص کے حق مین جسمین علامت بلوغ ظاہر نہین
ہوئی کذا فی الدرر اور شارح نے کوتاہی عمر اہل زمانہ کو دلیل فتوی قرار دیا ہم وادنى مدته اثنا عشرة سنة ولها تسع سنين هو المختار كما فى احكام الصغار اور
کمتر مدت صغیر کے بالغ ہونیکی بارہ برس ہین اور صغیرہ کی نو برس یہی قول مختار ہی چنانچہ احکام صغار مین ہی ہم شرح مجمع مین ہی کہ فقہا کا اتفاق ہی کہ پانچ یا اس سے
کمتر سال کی صغیرہ اگر خون دیکھے تو وہ خون حیض نہین اور نو برس یا زیادہ کی صغیرہ خون دیکھے تو وہ حیض ہی اور اختلاف ہی چھ اور سات اور آٹھ سال مین
اور کافی مین بعضون سے منقول ہی کہ کمتر مدت گیارہ سال ہی کذا فی الطحطاوی فان راهقا اى بان بلغا هذا السن فقالا بلغنا صدقا ان لم يكذبهما
الظاهر كذا قيده فى العمادية وغيرها فبعد ثنتى عشرة سنة يشترط شرط آخر لصحة اقراره بالبلوغ وهو ان يكون بحال يحتلم مثله والا لا يقبل قوله شرح وهبانية پھر اگر صغیر اور
صغیرہ قریب البلوغ ہون یعنی اس ادنى مدت کو پہونچ گئے ہون اور دونون کہین کہ ہم بالغ ہو گئے ہین تو انکے قول کی تصدیق ہوگی اگر ظاہر حال انکی تکذیب
نکرے گا اسیطرح عدم تکذیب کی تصدیق مین قید لگائی ہی عمادیہ وغیرہا مین اور بارہ برس کے بعد ایک اور شرط شرط ہی اسکے بلوغ کے اقرار صحیح ہونے کے واسطے
وہ شرط یہ ہی کہ صغیر کا ایسا حال ہو کہ ویسے صغیر کو احتلام ہوتا ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو اسکا قول مقبول نہوگا کذا فی شرح الوہبانیہ ہم یعنی اگر صغیر بارہ برس کے بعد اور
صغیرہ نو برس کے بعد بلوغ کا دعوی کرین اور نہایت ناتوان اور لاغر اور خستہ حال ہون تو انکی تصدیق نہوگی کیونکہ ظاہر حال انکا انکے قول پر دلالت نہین
کرتا ہو وهما حينئذ كبالغ حكما فلا يقبل جحود البلوغ بعد اقراره مع احتمال حاله فلا تنقض قسمته ولا بيعه اور صغیر اور صغیرہ اسوقت مین یعنی اقرار بلوغ کے وقت مین
بعد شرائط مذکورہ کے بالغ جوان کے مانند ہین حکم مین پس انکار بلوغ کا مقبول نہوگا اقرار کے بعد باوجود احتمال رکھنے اسکی حالت کے تو اسکی قسمت
اور بیع منقوض نہوگی ہم فتاوی قاضیخان مین ہی کہ ایک لڑکا خرید فروخت کرتا ہی اور کہتا ہی کہ مین بالغ ہون پھر اگر بعد اسکے کہے کہ مین بالغ نہین تو جب
اسنے بلوغ کا اظہار کیا تھا وہ محتمل بلوغ کا تھا یعنی بارہ برس یا زیادہ کا تھا تو اب اسکا انکار معتبر نہین اور اگر بارہ برس سے کم کا ہی تو اقرار اسکا صحیح
نہین اور حموی مین ہی کہ دونون کے احکام بالغون کے مانند ہین باقی تصرفات مین کذا فی الطحطاوی وفى الاشباه لا يقبل قول المراهقين قد بلغنا
مع تفسير كل بماذا بلغ بلا يمين اور اشباہ مین ہی کہ صغار قریب البلوغ کا یہ قول مقبول ہی کہ البتہ ہم بالغ ہین جبکہ ہر شخص کے اس بیان کے ساتھ کہ کون علامت
سے وہ بالغ ہوا بدون قسم کے ہم یعنی تصدیق قسم پر موقوف نہین لیکن بیان کیفیت بلوغ البتہ اسپر لازم ہی وفى الخزانة اقر بالبلوغ قبل ابن اثنتى عشرة
سنة لا يصح الا بالبينة وبعده يصح انتهى اور خزانہ مین ہی کہ صغیر نے بلوغ کا اقرار کیا تو بارہ برس سے پہلے صحیح نہین مگر گواہون سے اور بعد بارہ برس
کے اقرار بدون شہادت صحیح ہی انتہی کلامہ ہم معائنہ انزال کی گواہی سے اقرار بلوغ کا صحیح ہوگا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

كتاب الماذون

یہ کتاب ہی عبد ماذون کے احکام مین ہم ماذون وہ غلام ہی جسکو مالک اسکا سوداگری کی اجازت دے مصنف اس کتاب کو کتاب الحجر کے بعد اسواسطے
لایا کہ اذن کی سبقت حجر کو مقتضی ہی الاذن لغة الاعلام اذن لغت مین عبارت ہی اعلام یعنی بتا دینا ہی جتانے سے قاموس مین اذن بمعنى علم اور اباحت
مذکور ہی وشرعا فك الحجر اى فى التجارة لان الحجر لا ينفك عن العبد المأذون فى غير باب التجارة ابن كمال اور شرع مین اذن عبارت ہی منع تصرف کے
دور کر دینے سے یعنی تجارت مین اسواسطے کہ حجر یعنی منع تصرف جدا نہین ہوتا عبد ماذون سے باب تجارت کے سوا مین کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنی فک

سے اطلاق حجر مطلقا مراد نہیں اسواسطے کہ عبد ماذون کو تبرع اور اعتاق اور تکفیر بالمال جائز نہیں بلکہ فقط امور تجارت کا اطلاق مراد ہو اسقاط الحق
شرع میں اذن عبارت ہے اسقاط حق سے ہم اسقاط حق سے مراد اسقاط حق منع ہے نہ فقط مولی کا حق اسواسطے کہ اس صورت اذن فقط غلام کو شامل
ہوگا نہ صغیر کو اور حالانکہ اذن غلام اور صغیر دونوں کو شامل ہے المسقط ہو المولی لو الماذون رقیقا والولی لو صبیا حق منع کا ساقط کرنے والا
مولی ہوگا اگر ماذون غلام ہے اور ولی ہوگا اگر ماذون صغیر ہے وعند زفر والشافعی ہو توکیل وانابۃ اور زفر اور امام شافعی کے نزدیک اذن عبارت ہے توکیل
کرنے اور نائب کرنے سے ہم ثمرہ خلاف کا ظاہر ہوتا ہے اسمین کہ تخصیص اذن کی انکے نزدیک صحیح ہوتی ہے کہ غلام اسکے خلاف نہیں کرسکتا وکیل کے مانند اور ہمارے نزدیک صحیح
نہیں ہوتی ثم یتصرف العبد لنفسہ باہلیتہ فلا یتوقت بوقت ولا یتخصص بنوع تفریع علی کونہ اسقاطا یعنی جب مولی نے اذن دیا تو حجر منفک ہوگیا
پس تصرف کریگا غلام اپنی ذات کیواسطے بسبب اپنی اہلیت کے تو اذن اور تصرف کسی وقت کے ساتھ مقید نہ ہوگا اور نہ کسی قسم کی تجارت کے ساتھ مخصوص
ہوگا یہ قول متفرع ہے اذن کے اسقاط ہونے پر ہم غلام عقل و بلوغ کی جہت سے تصرف کی لیاقت رکھتا ہے لیکن وہ ممنوع التصرف ہے مولی کے حق کے سبب سے
پھر جبکہ مولی نے اپنا حق ساقط کردیا تو غلام ٹھہرا اپنی اہلیت اصلیہ کی وجہ سے کذا فی الزیلعی مختصرا ولا یرجع بالعہدۃ علی سیدہ لفک الحجر اور عہدہ تصرف
غلام کی رجوع اسکے مولے پر نہ ہوگی بسبب دور کردینے مولی کے منع تصرف کو ہم یعنی جب مولی نے غلام کو تصرف کا اذن دیا تو اگر غلام کوئی چیز خریدیگا تو اسکے ثمن کا
مطالبہ مولی سے نہ ہوگا یہ قول متفرع ہے یتصرف لنفسہ پر فلو اذن لعبدہ تفریع علی فک الحجر یوما او شہرا صار ماذونا مطلقا حتی یحجر علیہ لان الاسقاطات
لا تتوقت پھر اگر مولی نے اپنے غلام کو ایک دن یا ایک مہینے کے تصرف کا اذن دیا تو وہ ماذون ہوگیا مطلقا یعنی ہمیشہ یہاں تک کہ مولے اسکو منع کرے اسواسطے
اسقاطات توقیت اور تقیید کو قبول نہیں کرتے شارح نے کہا اذن غلام متفرع ہے فک حجر پر ولا یتخصص بنوع فاذا اذن فی نوع عم اذنہ فی
الانواع کلہا لانہ فک الحجر لا توکیل اور اذن اور تصرف ایک قسم کی تجارت کے ساتھ مخصوص نہوگا پھر جبکہ مولے نے ایک قسم میں اذن دیا تو اسکا اذن عام
اور شامل ہو جاویگا تجارت کی سب قسموں کو اسواسطے کہ اذن فک حجر ہے نہ توکیل کہ عام نہ ہوسکے ہم پس اگر دریا کی تجارت کا اذن دیا اور خشکی کی تجارت سے
منع کیا تھا تو یہ خشکی کی تجارت کا بھی اذن ہوگیا اگرچہ غلام خشکی کی تجارت کو نجانتا ہو اور مالک اس سے کبھی واقف ہو کذا فی القہستانی ثم اعلم ان الاذن
بالتصرف النوعی اذن بالتجارۃ و بالشخصی استخدام پھر اسکو دریافت کر کہ تصرف نوعی کا اذن تجارت کا اذن ہے اور تصرف شخصی کا اذن استخدام یعنی خدمت لینا ہے
نہ اذن تجارت ہم فتاوی عالمگیری میں ہے کہ حد فاصل تجارت اور استخدام میں یہ ہے کہ اگر غلام کو عقود کا بار بار اذن دیا اور معلوم ہوا کہ مراد مولے کی طلب
منفعت ہے تو وہ اذن تجارت کا اذن ہے اور اگر عقد واحد کا اذن دیا اور معلوم ہوا کہ منفعت مقصود نہیں تو وہ تجارت کا اذن نہیں بلکہ وہ استخدام ہے عرف اور
عادت میں یعنی اگر مولی نے کہا کہ کپڑے کی خرید فروخت کر تو وہ ماذون تجارت میں ہوا اور اگر کہا کہ فلانے شخص کے پاس فلانے کام میں مزدوری کر تو وہ ماذون
فی التجارۃ نہیں اسواسطے کہ ایک ہی عقد کا امر کیا اور اگر کہا کہ لوگون کے یہان فلانے کام میں مزدوری کر تو یہ اذن ہے تجارت کا بسبب عدم تعین مستاجر تو عقود مختلفہ کا
اذن ہوا اتقانی نے کہا کہ اگر عمل خاص کا اذن بھی اذن عام ہو جاتا تو بڑی تنگی لوگون پر پڑتی کہ ایک پیسہ کے ساگ خرید کرنے سے غلام ماذون فی التجارۃ ٹھہر جاتا
اور استخدام کا مضمون فوت ہوتا اسی ضرورت سے ہر اذن فن عام نہیں ہوتا بلکہ وہ استخدام اور توکیل ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا و یثبت الاذن دلالۃ فعبد راٰہ
سیدہ یبیع ملک اجنبی فلو ملک مولاہ لم یحجر حتی یاذن بالنطق بزازیہ و درر عن الخانیہ اذن ثابت ہوتا ہے اذن دلالۃ حال سے تو جس غلام کو اسکے مولی نے ملک اجنبی کو
بیع کرتے دیکھا تو اگر مولی اپنے غلام کو اپنی ملک بیچتے دیکھیگا تو فقط سکوت سے اذن جائز نہ ہوگا جبتک زبان سے اذن دے چنانچہ بزازیہ اور درر میں ہے خانیہ سے ہم
اذن جائز نہ ہوگا یعنی اذن ثابت نہوگا اس تصرف میں جسمیں سکوت واقع ہوا کما ذکرہ عزمی زادہ اور یہ مراد نہیں ہے اس تصرف کے سوا اور تصرفات میں بھی اذن
ثابت نہ ہوگا جیسا کہ شرنبلالیہ کا مصنف سمجھا ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ولکن سوی بینہما الزیلعی وغیرہ وجزم بالتسویۃ ابن کمال وصاحب الملتقی

درجحہ فی الشرنبلالیہ بان ما فی المتون والشروح اولی مما فی کتب الفتاوی فلیحفظ لیکن مال اجنبی و مال مولی کو برابر کہا ہے زیلعی وغیرہ نے اور ابن کمال اور
صاحب ملتقی نے دونون مالون کی برابری کا یقین کیا ہے اور شرنبلالیہ مین دونون کی برابری کی ترجیح دی ہے اسواسطے کہ جو روایت کہ متون اور شروح مین
ہے وہ مقدم اور اولی ہے اس روایت سے جو فتاوی کی کتابون مین ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یہ استدراک بے موقع ہے اسواسطے کہ زیلعی کا کلام کہ غلام
ماذون ہوجاتا ہے اس فعل کے بعد جسپر سکوت واقع ہوا اور یہ بزازیہ اور درر کے منافی ہے اسواسطے کہ بزازیہ اور درر کا موضوع نفس فعل مسکوت عنہ ہے اور یہ
مقتضی ہے فصل اول کے فرق کا تو اگر اجنبی کا مال ہو تو سکوت سے غلام ماذون ہوگا فعل مسکوت عنہ مین اور اسکے مابعد مین اور اگر مولی کا مال ہوگا تو غلام
ماذون ہوگا مابعد مین نہ اس فعل مسکوت عنہ مین کذا فی الطحطاوی ویشتری ما اراد وسکت السید فماذون خبر المبتدا اور تو جس غلام کو اسکے مولی نے مال
اجنبی کو بیع کرتے اور جو چاہا اسکو خرید کرتے دیکھا اور مالک نے سکوت کیا تو وہ غلام ماذون فی التجارۃ دلالۃ لا نطقا ہے شارح نے کہا ماذون خبر ہے مبتدا کی اور مبتدا
ہے فعبد رآہ الا اذا کان المولی قاضیا اشباہ سکوت مولی کا اذن ہے مگر جبکہ مولی قاضی ہو تو سکوت اذن نہین کذا فی الاشباہ ولکن لا یکون ماذونا فی بیع
ذلک الشئی او شرائہ فلا ینفذ علی المولی بیع ذلک المتاع لانہ یلزم ان یصیر ماذونا قبل ان یصیر ماذونا وہو باطل لیکن غلام ماذون نہ ہوگا اس چیز مسکوت عنہ
کی بیع یا اسکی خرید مین تو مولی پر اس متاع کی بیع نافذ نہ ہوگی سو اسطے کہ لازم آتا ہے کہ غلام ماذون ہوجاوے ماذون ہوجانے سے پہلے اور حالانکہ یہ باطل ہے
قلت لکن قید القہستانی معزیا للذخیرۃ بالبیع دون الشراء من مال مولاہ لم یصح فیہ وعلیہ فیفتقر الی الفرق واللہ الموفق مین کہتا ہون لیکن عدم اذن یا عدم
نفاذ کو قہستانی نے ذخیرہ سے نقل کرکے مقید کیا ہے بیع کے ساتھ نہ اس خرید کے ساتھ جو مولی کے مال سے ہو یعنی تو اسمین یہی خرید صحیح ہوگی اور بموجب قید
ذخیرہ کے بیع اور شرا کے فرق بیان کرنے کی حاجت پڑیگی اور حق تعالے توفیق دے فرق بیان کرنیکی ہم زیلعی مین ہے کہ اگر مولی نے اپنے غلام کو خرید کرتے دیکھا
مولے کے دراہم یا دنانیر سے اور اسکو منع نہ کیا تو وہ ماذون ہوگیا انتہی تو غلام اسی عقد مین ماذون ہوگیا حموی نے کہا وجہ فرق یہ ہے کہ خرید مین مبیع داخل
ہوجاتی ہے مولی کی ملک مین تو کچھ ضرر نہین بخلاف بیع کہ اسمین زائل ہوجاتی ہے مولی کی ملک سے تو اس بیع مین سکوت اذن نہ ہوا لیکن اسمین خلل یہ ہے کہ
بیع اور شرا دونون مین ادخال و اخراج ہے حلبی نے کہا شاید وجہ فرق وہ ہے جو فقہا نے باب الفضولی مین ذکر کیا ہے کہ شرا سریع النفاذ ہے بیع سے اور
شرح الدین نے اس عقد کو موقوف رکھا ہے مولی کی اجازت پر یعنی اگر مولے اجازت دیدے تو نافذ ہے اور اگر باطل کردے تو باطل ہے کذا فی الطحطاوی ویثبت صریحا
فلو اذن مطلقا بلا قید صح کل تجارۃ منہ اجماعا اور اذن ثابت ہوتا ہے صریحا تو اگر غلام کو اذن دیا مطلقا بدون قید کے تو ہر تجارت غلام کی بالاتفاق صحیح
ہوگی ہم اذن مطلق کی یہ مثال ہے کہ مولی کہے کہ مین نے تجھکو اذن دیا سوداگری کا یا یون کہے کہ اذن دیا سوداگری مین اور بغیر قید مین کے خرید کی قید نہ لگائی
اور نہ کوئی قسم سوداگری کی بیان کی کذا فی المنح اما لو قید فعندنا یعم خلافا للشافعی اور اگر اذن مین قید عام لگا دیگا تو ہمارے نزدیک قید معتبر نہ ہوگی اذن عام
ثابت ہوگا برخلاف مذہب شافعی کے فیبیع ویشتری ولو بغبن فاحش خلافا لہما تو عبد ماذون بیچے اور خرید کرے اگرچہ بیع اور شرا غبن فاحش کے
ساتھ ہو برخلاف مذہب صاحبین کے کہ انکے نزدیک بیع اور شرا بغبن فاحش عبد ماذون کو جائز نہین ہے ویوکل بہما ویرہن ویرتہن ویعیر الثوب والدابۃ
لانہ من عادۃ التجار اور خرید و فروخت مین غیر کو وکیل کرے اور اپنی چیز دوسرے کے پاس گرو رکھے اور غیر کی چیز اپنے پاس رہن رکھے اور کپڑے اور چوپائے کو عاریت
دے اسواسطے کہ یہ سوداگرون کی عادت ہے ویصالح عن قصاص وجب علی عبدہ اور مال پر صلح کرے اس قصاص سے جو واجب ہوا ماذون کے غلام
پر ویبیع من مولاہ بمثل القیمۃ واما باقل منہا فلا اور ماذون بیع کرے اپنے مولے سے قیمت کی برابر اور قیمت سے کمتر کی بیع تو جائز نہین ہم اور بیع
اکثر قیمت سے بطریق اولی جائز ہے ویبیع مولاہ منہ بمثل القیمۃ او اقل اور مولی عبد ماذون سے بیع کرے برابر قیمت یا کمتر سے وللمولی حبس المبیع
بثمنہ من العبد اور مولے کو جائز ہے روک رکھنا مبیع کا اسکے ثمن کے لینے کے واسطے عبد ماذون سے ویبطل الثمن خلافا لما صححہ شارح مجمع معزیا للعیون لو سلم المبیع

قبل قبضہ لانہ لا یجب للمولی علی عبدہ دین فخرج مجانا حتی لو کان الثمن عرضا لم یبطل لتعینہ بالعقد وہذا کلہ لو الماذون مدیونا والا لم یجز بینہما بیع نہایہ اور ثمن باطل
ہو گا اگر مولی مبیع کو قبل قبض ثمن تسلیم کرے اسواسطے کہ اس صورت مین ثمن دین ٹھہریگا اور مولی کا دین اُسکے غلام پر واجب نہیں ہوتا تو مبیع مولے کے
ہاتھ سے مفت نکلگئی تو اگر ثمن متاع ہو نہ کیلی اور وزنی چیز تو ثمن باطل نہو گا بسبب متعین ہو جانے متاع کے عقد سے اور یہ سب مذکور یعنی ماذون کی بیع
مولی سے اور مولی کی ماذون سے اس شرط پر ہی جبکہ ماذون مدیون ہو اور اگر مدیون نہو تو مولی اور اُسکے غلام مین بیع جائز نہیں کذا فی النہایہ ہی جب غلام
ماذون لوگون کا مدیون ہوا تو اجنبی کے مانند ہوا تو مبایعت دونون مین جائز ہوگئی اور درصورت عدم دین جو غلام کے پاس ہو وہ مولی کا مال ہی تو خرید و فروخت
اپنی ذات سے لازم آئی ولو باع المولی منہ باکثر حط الزائد او فسخ العقد لانہ یومر السید بان یفعل واحدا منہما لحق الغرماء اور اگر مولی نے کوئی چیز ماذون کے
ہاتھ اکثر قیمت سے بیچی تو زائد کو کم کر ڈالے یا عقد بیع کو فسخ کرے یعنی مالک کو امر کیا جائے کہ دونون کامون مین سے ایک کام کرے دین والون کے حق کے
سبب سے فیما کان من التجارۃ مولی زائد کو کم کرے یا بیع فسخ کرے اُس چیز مین جو تجارت کی قسم سے ہو وہم طحطاوی نے کہا کہ اس قید کا مفہوم مین نے کتابون
مین نہین دیکھا اور شاید کہ یہ احتراز ہی اُس مبیع سے جو طعام اور لباس کیواسطے ہو کہ اُسمین فسخ بیع نہیں تو اُسکی تنقیح اور تلاش کرنا چاہیے وتقبل الشہادۃ
علیہ ای علی العبد الماذون بحق مادام عبد ماذون کے ضرر پر گواہی مقبول ہوگی ہر ایک حق کی ہم چنانچہ ماذون کی غصب و استہلاک و دیعت کی گواہی یا اُس کے
اقرار غصب وغیرہ کی گواہی اور اسیطرح بیع یا شرا یا اجارہ ماذون کی گواہی وان لم یحضر مولاہ گواہی ماذون پر مقبول ہی اگرچہ اُسکا مولی اُسوقت حاضر نہو
والمحجور لا تقبل یعنی لا تقبل علی مولاہ بل علیہ فیواخذ بہ بعد العتق اور اگر غلام محجور التصرف ہو تو گواہی مقبول نہیں یعنی اُسکے مولے پر مقبول نہیں بلکہ غلام محجور پر
مقبول ہوگی سو اُسکا مواخذہ ہوگا غلام سے اُسکے آزاد ہونے کے بعد ولو حضرا معا فان الدعوی باستہلاک مال او غصبہ قضی علی المولی وان باستہلاک ودیعۃ
او بضاعۃ علی المحجور تسمع علی العبد وقیل علی المولی اور اگر مولی اور غلام محجور دونون حاضر ہون تو اگر استہلاک مال یا اُسکے غصب کا دعوی ہو تو مولی پر حکم ہوگا یعنی
مولے سے خطاب ہوگا کہ اُسکو بیچے اور تاوان دے اور اگر ودیعت یا بضاعت کے تلف کر ڈالنے کا محجور پر دعوی ہو تو غلام پر دعوی مسموع نہ ہو گا یعنی عتق
کے بعد اُس سے مواخذہ ہوگا اور قول ضعیف یہ ہی کہ مولی پر مسموع ہوگا ولو شہدوا علی اقرار العبد بحق لم یقض علے المولے مطلقا وتمامہ فی العمادیۃ اور اگر گواہ گواہی
دیوین غلام کے اقرار کرنے پر ساتھ حق کے یعنی غلام نے کسی کے حق کا اقرار کیا ہی تو اُسکے مولے پر حکم نہ ہو گا مطلقا خواہ مولی حاضر ہو یا غائب اور پورا بیان
اسکا عمادیہ مین ہی و یاخذ الارض اجارۃ و مساقاۃ و مزارعۃ ویشتری بذرا یزرعہ اور غلام ماذون غیر کی زمین لے بطریق اجارہ اور معاملہ اور
مزارعت کا اور بیج خرید کرے جسکو بووے ویواجر و یزارع اور ماذون اپنے غلامون کو اور دکانون اور گھرون کو اجارہ دے اور زمین بطریق مزارعت لے
کذا فی الطحطاوی ویشارک عنانا لا مفاوضۃ اور ماذون شرکت عنان کرے نہ شرکت مفاوضہ ویستاجر ویواجر ولو نفسہ اور ماذون اجارہ دے
اگرچہ اپنی ذات کا اجارہ ہو وہم ہر چند ایجار نفس ماذون ایجار مطلق سے معلوم ہو چکا تھا لیکن تصریح اسواسطے کردی کہ اسمین امام شافعی کا خلاف ہی
یعنی اُنکے نزدیک غلام ماذون کو اپنا اجارہ دینا جائز نہیں ویقر بودیعۃ وغصب ودین اور ماذون اقرار کرے ودیعت اور غصب اور دین کا یعنی یہ اقرار
صحیح ہی ولو علیہ دین لغیر زوج وولد ووالد وسید فان اقرارہ لہم بالدین باطل عندہ خلافا لہما درر اور اگر ماذون پر زوج اور بیٹے اور باپ اور مولی کے سوا کسی اور
شخص کا دین ہو تو اقرار صحیح اُسکا ہی اسواسطے کہ ماذون کا اقرار کرنا زوج اور بیٹے اور باپ اور مولی کے دین کا باطل ہی امام کے نزدیک بخلاف مذہب صاحبین
کے کذا فی الدرر یعنی اگر زوج اور بیٹا اور باپ ماذون کا آزاد ہو تو اُنکے دین کا اقرار باطل ہی خواہ وہ کسیکا مدیون ہو یا نہو ولو بعین فی یدہ ان لم یکن مدیونا
وہبانیہ اور اگر دین کے سوا کسیکی اور شخص مقبوض کا اقرار کرے کہ یہ چیز زوج یا بیٹے یا باپ یا مولی کی ہی تو صحیح ہی اگر ماذون مدیون نہو کذا فی الوہبانیہ
ویہدی طعاما یسیرا ای بالا یعد سرفا ومفادہ انہ لا یہدی من غیر الماکول اصلا ابن کمال وبہ جزم ابن الشحنۃ اور ماذون تھوڑا کم قیمت کھانا تحفہ دے یعنی جسکو وہ

اسراف اور فضول خرچی شمار نہ ہو اور اس قول سے مستفاد ہوتا ہے کہ کھانے کے سوا اور چیز اصلا تحفہ نہ دے کذا ذکرہ ابن کمال اور یقین کیا اسیر ابن شحنہ نے
م ابن شحنہ نے تحفہ دینا مذکور نہیں کیا بلکہ ضیافت اور تصدق ماکول قلیل کو اُسنے بیان کیا ہے کذا فی الطحطاوی والمحجور لا یہدی شیئا اور غلام محجور کچھ تحفہ
نہ دے کسی کو نہ قلیل نہ کثیر نہ طعام نہ غیر طعام وعن الثانی اذا دفع للمحجور قوت یومہ فدعا بعض رفقائہ للاکل معہ فلا باس بخلاف ما لو دفع الیہ قوت شہر اور ابو یوسف
سے روایت ہے کہ جب غلام محجور کو ایک دن کا کھانا دیا گیا سو اُسنے اپنے کسی ساتھی کو اپنے ساتھ کھانے کے واسطے بلایا تو کچھ مضائقہ نہیں برخلاف اُس صورت
کے کہ اگر اُسکو مہینے بھر کا کھانا دیا گیا تو کسی اور شخص کو اپنے ساتھ کھلانا درست نہیں ولا باس للمرأۃ ان تتصدق من بیت سیدہا او زوجہا بالیسیر کرغیف ونحوہ
ملتقی اور عورت پر کچھ مضائقہ نہیں اسکا کہ اپنے مولے یا اپنے گھر کے گھر سے تھوڑی سی خیرات کرے چنانچہ ایک روٹی اور مانند اسکے کذا فی الملتقی م یعنی بدون
اطلاع شوہر تھوڑا صدقہ دینا جائز ہے اسواسطے کہ اسقدر دینے کو منع کرنا رائج نہیں ولو علم منہ عدم الرضی لم یجز اور اگر اسقدر تصدق دینے کی نارضامندی
مولی یا شوہر کی معلوم ہو تو اتنا بھی جائز نہیں ویضیف من یطعمہ اور ماذون ضیافت کرے اُس شخص کی جو اُسکو کھانا کھلاتا ہے وتتخذہ الضیافۃ الیسیرۃ بقدر
مالہ اور کم خرچ تھوڑی ضیافت کرے بقدر اپنے مال کے م محمد سے مروی ہے کہ اگر ماذون کے پاس سوداگری کا مال دس ہزار درہم ہو تو دس درم ضیافت میں خرچ
کرنا قلیل میں داخل ہے اور اگر مال تجارت دس درم نہ ہو تو ایک دانگ کی بھی ضیافت کثیر ہے کذا فی الطحطاوی عن المحیط ویحط من الثمن بعیب قدر ما یحط التجار
اور ماذون کم کر دے ثمن سے بیع کے عیب کے سبب سے جسقدر سوداگر کم ڈالتے ہوں یعنی زیادہ کم کرنا درست نہیں ہے ویحابی ویؤجل مجتبی اور ماذون جنس بیچے
اُسکے ثمن سے کمتر اور ثمن لینے کی مدت مقرر کرے کذا فی المجتبی م قاموس میں ہے کہ حبا عبارت ہے عطاء بلا عوض اور بلا احسان سے اور محاباۃ عبارت ہے
تصرف اور اختصاص اور میلان سے انتہی اور یہاں ان معانی سے کوئی مراد نہیں یہاں تو مراد جنس کا بیچنا ہے اسکے ثمن سے کمتر کے ساتھ تقلیل ثمن اور تاجیل
اسواسطے ماذون کو جائز ہوئی کہ اہل تجارت کو کبھی اسکی حاجت پڑتی ہے کذا فی الطحطاوی ولا یتزوج الا باذن اور ماذون نکاح نہ کرے مگر مالک کے
اذن سے اسواسطے کہ یہ تجارت کے باب سے نہیں ہے اور اسمیں ضرر ہے مولی کا مہر واجب ہو جانے سے ولا یتسری وان اذن لہ المولی اور سریہ یعنی
لونڈی کو حرم نہ بناوے اگرچہ مولی نے اُسکو اذن دیا ہو م اسواسطے کہ حرم بنانا ملک رقبہ پر مبنی ہے اور ماذون کسی چیز کا مالک نہیں ولا یزوج رقیقہ وقال
ابو یوسف یزوج الامۃ اور اپنے مملوک کا لونڈی ہو یا غلام نکاح نہ کر دے اور ابو یوسف نے کہا لونڈی کا نکاح کر دے ولا یکاتبہ الا ان یجیزہ المولے و
لا دین علیہ وولایۃ القبض للمولی اور ماذون مکاتب نہ کرے اپنے مملوک کو مگر اسطرح کہ مولی اُسکی اجازت دے اور حالانکہ ماذون پر دین نہو اور بدل کتابت
کے قبض کرنے کی ولایت مولی کے واسطے ثابت ہے ولا یعتق بمال الی ان یجیزہ الی آخرہ م اور ماذون مملوک کو بعوض مال کے آزاد نہ کرے مگر یہ کہ مولے اسکو
جائز رکھے تا آخر شروط مذکور یعنی مولی اجازت دے اور ماذون پر دین نہو اور ولایت قبض مولی کے واسطے ہے نہ ماذون کے واسطے ولا بغیرہ اور نہ بدون
مال کے آزاد کرے ولا یقرض ولا یہب ولو بعوض اور نہ ماذون قرض دے اور نہ ہبہ کرے اگرچہ ہبہ بالعوض ہو ولا یکفل مطلقا بنفس او مال
اور ضامنی نہ کرے مطلقا نہ حاضر ضامنی نہ مال ضامنی ولا یصالح عن قصاص وجب علیہ اور ماذون صلح نہ کرے اس قصاص سے جو اسپر واجب
ہو ولا العفو عن القصاص اور نہ قصاص کو معاف کرے ویصالح عن قصاص موجب علی عبدہ خزانۃ الفقہ اور ماذون صلح کرے اُس قصاص سے
جو اُسکے غلام پر واجب ہو کذا فی خزانۃ الفقہ وکل دین وجب علیہ بتجارۃ او بما ہو فی معناہا امثلۃ الاول کبیع وشراء واجارۃ واستیجار
وامثلۃ الثانی غرم ودیعۃ وغصب وامانۃ جحدہا عبارۃ الدرر وغیرہا جحدہا بلا یمین فتنبہ وعقر وجب بوطئ مشتریۃ بعد الاستحقاق کل ذلک یتعلق
برقبتہ کدین الاستہلاک والمہر ونفقۃ الزوجۃ یباع فیہ اور جو دین کہ واجب ہو ماذون پر اُسکی تجارت کے سبب سے یا اس سبب سے جو بمعنی تجارت کے
ہے اول کی مثالیں چنانچہ بیع اور شرا اور اجارہ اور استیجار اور ثانی یعنی بمعنی تجارت کی مثالیں چنانچہ ودیعت کا تاوان اور اُس غصب اور امانت کا تاوان جسکا

ماذون انکار کر چکا اور وہ مہر جو واجب ہوا استحقاق کے بعد خریدی لونڈی کی وطی سے ہر ایک دین مذکور متعلق ہے اذن کی گردن سے دین استہلاک اور مہر
اور نفقہ زوجہ کی مانند ماذون بیچا جاوے گا اس دین میں یعنی اُسکو قاضی بیع کرے گا شارح نے کہا اور درر کی عبارت یوں ہے (وعرم ودیعۃ وغصب وامانۃ
وغیرہا جحدہا) بدون میم کے سو آگاہ رہنا کہ مصنف کی عبارت میں ضمیر تثنیہ کی ہے تو انکار فقط غصب اور امانت کو مخصوص ہوا اور درر کی عبارت میں
ودیعت اور غصب و امانت وغیرہا کو شامل ہوگیا ولہم استسعاءہ ایضاً لعلیہ اور دین والوں کو ماذون سے سعی اور کوشش کروانا بھی جائز ہے کذا فی الزیلعی
یعنی اُس سے کسب کروانا اور اُسکے کسب سے اپنے دیون کو لینا درست ہے ومفادہ ان زوجتہ لو اختارت استسعاءہ لنفقۃ کل یوم ان یکون لہا ذلک ایضا بحر
من النفقۃ اور ثبوت استسعاء سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر ماذون کی زوجہ اُس سے محنت مزدوری کروانا اختیار کرے ہر دن کی خوراک کے واسطے تو اُسکو بھی
یہ جائز ہے کذا فی البحر من باب النفقۃ بحضرۃ مولاہ او نائبہ لاحتمال ان یفدیہ بخلاف بیع الکسب فانہ لایحتاج لحضور المولی لان العبد خصم فیہ دیون مذکورہ
میں ماذون بیچا جاوے گا اُسکے مالک کے سامنے یا اُسکے نائب کے روبرو مالک کے فدیہ دینے کے احتمال سے برخلاف کسب ماذون کہ اُسمیں حضور مولے کی
حاجت نہیں اسواسطے کہ عبد ماذون صاحب معاملہ ہے اپنے کسب میں اور اُسکی ذات کی بیع میں اُسکا مولی صاحب معاملہ ہے ویقسم ثمنہ بالحصص اور
ماذون کا ثمن مقسوم ہوگا دین والوں میں حصہ رسد ویتعلق بکسب حصل قبل الدین او بعدہ اور دین مذکور متعلق ہوگا ماذون کی کمائی سے خواہ
کمائی قبل دین کے حاصل ہوئی یا دین کے بعد ویتعلق بما وہب لہ وان لم یحضر مولاہ اور دین مذکور متعلق اُس چیز سے ہے جو ماذون کو ہبہ
کی گئی اگرچہ اُسکا مولی حاضر نہ ہو وہذا قید للکسب والاتہاب للکن یشترط حضور العبد لانہ الخصم فی کسبہ یعنی عدم حضور قید ہے کسب اور ہبہ قبول کرنے
کی یعنی کسب اور موہوب کی بیع میں اداے دین کے واسطے مولی کا حاضر ہونا شرط نہیں لیکن غلام کا حاضر ہونا شرط ہے اسواسطے کہ وہ صاحب معاملہ ہے اپنی
کمائی میں ثم انما یبدا بالکسب وعند عدمہ یستوفی من رقبتہ بحر دریافت کرنا چاہیے کہ اداے دین کے واسطے کسب ہی سے ابتدا ہوگی اور کمائی کے نہ ہونے کے
وقت اُسکی گردن سے دین ادا کیا جاوے گا یعنی ماذون کو بیچکر قلت واما الکسب الحاصل قبل الاذن فحق المولی فلہ اخذہ مطلقا قال شیخنا ومفادہ انہ لو اکتسب المحجور شیئا
واودعہ عند آخر وہلک فی ید المودع للمولی تضمینہ لانہ کمودع الغاصب قنالہ میں کہتا ہوں اور وہ کسب جو حاصل ہوا ہے اذن سے پہلے سو وہ مولی کا حق ہے تو
مولی کو اُسکا لینا مطلقاً جائز ہے خواہ ماذون پر دین ہو یا نہ ہو ہمارے اُستاد خیر الدین رملی نے کہا کہ مولی کے حق ہونے سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر غلام محجور کوئی
چیز کسب کرے اور دوسرے شخص کے پاس ودیعت رکھے اور مودع کے ہاتھ میں وہ چیز تلف ہو جاوے تو مولی کو اُس سے تاوان لینا جائز ہے اسواسطے کہ غاصب
مودع کے مانند ہے سو اسکو تامل کرلا یتعلق الدین بما اخذہ مولاہ منہ قبل الدین دین متعلق نہ ہوگا اُس مال سے جو ماذون کے مولی نے اُس سے لیا دین ہونے سے
پہلے اسواسطے کہ اُسنے اپنا خالص حق لیا وطولب الماذون بما بقی من الدین زائدا عن کسبہ وثمنہ بعد عتقہ ولایباع ثانیا اور ماذون سے اُس دین کا جو زائد
باقی رہ گیا ماذون کے کسب اور ثمن سے مطالبہ ہوگا اُسکے آزاد ہونے کے بعد اور دوسری بار وہ نہ بیچا جاوے گا دین باقی ادا کرنے کے واسطے یعنی
اسواسطے کہ اگر اُسکی بیع دوبارہ جائز ہو تو کوئی مشتری اُسکو جانکر خرید نہ کرے گا تو بیع اُسکی ممتنع ہوگی بالکلیہ تو دین والوں کا ضرر ہوگا وللمولاہ
اخذ غلۃ مثلہ بوجود دینہ وما زاد للغرماء یعنی لو کان المولی یاخذ من العبد کل شہر عشرۃ دراہم مثلا قبل لحوق الدین کان لہ ان یاخذہا بعد لحوقہ استحسانا
لانہ لو منع منہا یحجر علیہ فینسد باب الاکتساب اور ماذون کے مولی کو مثل ماذون کے کمائی لینا باوجود اُسکے مدیون ہونے کے جائز ہے اور جو اُس سے زیادہ ہو
تو وہ دین والوں کا حق ہے یعنی اگر مولی غلام سے ہر مہینے دس درم مثلاً لیتا ہو قبل لاحق ہونے دین کے تو اُسکو دس درم کا لینا دین لاحق ہونے کے بعد بھی
بطریق استحسان کے جائز ہے اسواسطے کہ مولی اگر اسقدر کے لینے سے روکا جائے تو وہ اپنے غلام کو ممنوع التصرف کردے تو کمائی کرنے کا دروازہ ہی بند ہو جاوے
تو دین والوں کا نقصان ہوگا ویحجر بحجرہ ان علم ہو نفسہ لدفع الضرر عنہ اکثر اہل سوقہ ان کان الاذن شائعا اور عبد ماذون محجور ہو جاویگا

مولی کے حجر کرنے اور روک دینے سے بشرطیکہ خود ماذون کو اور اسکے اکثر اہل بازار کو حجر کرنے کا علم ہو اگر مولی کا ماذون مشہور ہو بازاریون مین ماذون کا علم اسواسطے شرط ہوا تاکہ ضرر اُس سے دفع ہو معلوم یعنی اگر ماذون مجحور ہوکے بدون اسکی اطلاع کے تو جو کچھ وہ تصرف کرے گا بعد حجر کے وہ دین اسکو دینا پڑے آزاد ہونے کے بعد اپنے خاص مال سے اما اذا لم یعلم بہ ای بالاذن الا العبد وحدہ کفی فی حجرہ علمہ بہ فقط ولا یشترط مع ذلک علم اکثر اہل سوقہ لانتفاع الضرر اور جبکہ اذن مولی کو کوئی نہ جانتا ہو تنہا غلام کے سوا تو اسکے مجحور کرنے مین فقط اسی کا علم کفایت کرتا ہے اور اسکے ساتھ اکثر اہل بازار کا معلوم کرنا شرط نہین بسبب نہونے ضرر کے وفی البزازیۃ باع عبدہ الماذون ان لم یکن علیہ دین صار محجورا علمہ اہل سوقہ ببیعہ ام لا لصحۃ البیع وان علیہ دین لا مالم یقبضہ المشتری لفساد البیع اور بزازیہ مین ہے کہ مولی نے اپنے عبد ماذون کو بیچا اگر اسپر کسی کا دین نہو تو وہ مجحور ہو گیا خواہ اہل بازار کو اسکے بک جانے کا علم ہو یا نہ ہو بسبب صحیح ہونے اسکی بیع کے اور اگر اسپر دین ہو تو مجحور نہ ہوگا جبتک کہ اسکا مشتری اپنے قبضہ مین نہ لاوے بسبب فاسد ہونے بیع کے علم بیع فاسد مین قبض کے بعد مشتری مالک ہوتا ہے وہل للغرماء فسخہ ان دیونہم حالۃ نعم الا اذا کان بالثمن وفاء او ابراء و العبد او ادی المولی وتمامہ فی السراجیۃ اور کیا دین والون کو فسخ بیع ماذون کا اختیار ہے یا نہین جواب اسکا یہ ہے کہ اگر انکے دیون بلامدت کے فی الحال ہون تو ہان فسخ انکے اختیار مین ہے مگر جبکہ ماذون کے ثمن سے ادائے دیون ممکن ہو یا دین والون نے اسکو معاف کر دیا ہو تو مولی نے دین ادا کر دیا ہو تو بیع فسخ نہ ہوگی اور پورا بیان اسکا سراجیہ مین ہے وبموت سیدہ وجنونہ مطبقا وکذا بجنون الماذون ولحوقہ ایضا بدار الحرب مرتدا وان لم یعلم احد بہ لانہ موت حکما اور ماذون مجحور ہو جاتا ہے اپنے مالک کی موت سے اور اسکے جنون مطبق ہونے سے اور اسکے دار الحرب مین چلے جانے سے مرتد ہوکر اور اسی طرح ماذون کے جنون سے اور اسکے لاحق ہونے سے دار الحرب مین مرتد ہوکر اگرچہ لحوق دار الحرب کو کوئی نہ جانتا ہو اسواسطے کہ وہ حکمی موت ہے امام محمد بن حسن سے روایت ہے کہ جنون مطبق وہ ہے کہ سال بھر رہے یا زیادہ اور جو اس سے کم ہو وہ مطبق نہین کذا فی الطحطاوی وبحجر حکما باباقہ وان لم یعلم احد بجنونہ ولو عاد منہ او افاق من جنونہ لم یعد الاذن فی الصحیح زیلعی وقہستانی اور ماذون مجحور ہو جاتا ہے حکما اسکے بھاگ جانے سے اگرچہ کوئی نہ جانتا ہو مانند مجنون ہو جانے ماذون کے اور اگر وہ پھر آوے بھاگنے کے بعد یا ہوش مین ہو جاوے اپنے جنون سے تو اذن سابق عود نہ کرے گا صحیح قول مین کذا فی الزیلعی والقہستانی وباستیلادہا بان ولدت منہ فادعاہ کان حجرا دلالۃ مالم یصرح بخلافہ اور جاریہ ماذونہ مجحورہ ہو جاتی ہے استیلاد سے اسطرح پر کہ جنی مولی سے پھر اسکے ولد کا مولی نے دعوی کیا تو یہ استیلاد حجر ہوگا حکما باعتبار دلالت حال کے جبتک کہ مولی اسکے خلاف کی تصریح نہ کرے حکم استیلاد اسواسطے حجر حکمی ہوا کہ عادت مین جاری ہے کہ ام ولد پردہ مین رہتی ہے اور مالک اسکے نکلنے سے اور لوگون کے ساتھ اختلاط کرنے سے خرید و فروخت مین راضی نہین ہوتا تو یہ دلیل ہے حجر کی ہان اگر مولی استیلاد کے بعد تصریح کر دے اذن تجارت کی تو حجر ثابت نہ ہوگا اسواسطے کہ دلالت سے صراحت فوق ہے کذا فی الطحطاوی لا تحجر بالتدبیر ماذونہ مجحور نہین ہوتی تدبیر سے یعنی اسواسطے کہ مدبرہ کو پردہ مین رکھنے کی عادت نہین تو دلیل حجر کی نہ پائی گئی وضمن بہما قیمتہما فقط للغرماء لو علیہا دین محیط اور مولی استیلاد اور تدبیر سے ام ولد اور مدبرہ کی فقط قیمت کا تاوان دے گا دین والون کو بشرطیکہ دونون پر دین محیط ہووے ہم فقط کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر قیمت سے زیادہ دین ہو تو اسکا مطالبہ آزاد ہونے کے بعد ہوگا اقرارہ بعدہ ای بعد حجرہ ان ما معہ امانۃ او غصب او دین علیہ لآخر صحیح خبر مجحور ہونے کے بعد ماذون کا یہ اقرار کرنا کہ جو اسکے پاس ہے وہ امانت ہے یا غصب ہے یا اسپر دین ہے دوسرے شخص کا صحیح ہے شارح نے کہا اقرارہ مبتدا ہے اور صحیح اسکی خبر ہے فیقضیہ منہ وقالا لا یصح تو دین وغیرہ ادا کرے اپنے مال مقبوض سے اور صاحبین نے کہا کہ اسکا اقرار مذکور صحیح نہین واحاط دینہ بمالہ ورقبتہ لا یملک سیدہ ما معہ ماذون کا دین محیط ہو گیا اسکے مال اور اسکے ذات کو تو اسکا مالک اسکے پاس کنے مال کا مالک نہ ہوگا امام اسواسطے کہ مولی اپنے غلام تاجر کے مال کا اسوقت مالک ہوتا ہے اسکا خلیفہ ہوکر جب اسکی حاجت سے فارغ ہو وارث کے مانند اور جس مال کو دین محیط ہے وہ اسکی حاجت مین مشغول ہے تو مولی اسمین خلیفہ نہ ہوگا اور وہ مال اسکی

ملک میں داخل نہ ہوگا فلم یعتق عبد من کسبه بتحریر مولاه وقالا یملکه فیعتق وعلیه قیمته موسرا او لو معسرا فلهم ان یضمنوا العبد المعتق ثم یرجع علی المولی اپنا
کمال تو آزاد نہ ہوگا وہ غلام جو ماذون مدیون کی کمائی سے ہے اسکے مولی کے آزاد کرنے سے اور صاحبین نے کہا کہ مولی ماذون کے مال کا مالک ہے تو اسکے
آزاد کرنے سے اسکا غلام آزاد ہوگا اور مولی پر اسکی قیمت دینی لازم ہوگی اگر مولی مقدور والا ہو اور اگر تنگ دست ہو تو ماذون کے دینے والوں کو اختیار
ہے کہ غلام آزاد سے تاوان لیں پھر غلام آزاد مولی سے پھر لے کذا صرح ابن کمال ولو اشتری ذا رحم محرم من المولی لم یعتق ولو ملکه یعتق اور اگر
ماذون مولی کا قرابت دار محرم خرید کرے تو آزاد نہ ہوگا اور اگر مولی ماذون کی کمائی کا مالک ہوتا تو اسکا محرم آزاد ہو جاتا بمجرد خرید کے م یہ مسئلہ
اور اسکے بعد کا مسئلہ اسپر متفرع ہے کہ مولی کسب ماذون مستغرق بالدین کا مالک نہیں ولو اتلف المولی ما فی یده من الرقیق ضمن و
لو ملکه لم یضمن خلافا لهما بناء علی ثبوت الملک وعدمه اور اگر مولی تلف کر ڈالے اسکو جو ماذون کے قبضہ میں غلام ہے تو مولی پر تاوان لازم
ہوگا اور اگر مولی اسکی کمائی کا مالک ہوتا تو تاوان نہ دیتا برخلاف مذہب صاحبین کے بنا اس خلاف کی ثبوت ملک اور عدم ثبوت ملک پر ہے
وان لم یحط دینه بماله ورقبته صح تحریره اجماعا اور اگر ماذون کا دین اسکے مال اور اسکی ذات کو محیط نہ ہو تو مولی کا آزاد کرنا ماذون کے غلام کا باتفاق
امام اور صاحبین کے درست ہے وصح اعتاقه حال کون الماذون مدیونا ولو محیطا اور صحیح ہے مولی کو آزاد کر دینا ماذون کا ماذون کے مدیون ہونے کی
حالت میں اگرچہ دین محیط ہو م اعتاق ماذون بالاجماع صحیح ہے بخلاف توقف ماذون کے کسب میں استغراق دین کے وقت ہے وضمن المولی للغرماء
الاقل من دینه وقیمته اور تاوان دے مولی ماذون کے دین والوں کو کمتر اسکے دین اور قیمت سے م یعنی اگر دین کم ہو قیمت سے تو دین کا تاوان
دے اسواسطے کہ انکا حق نہیں مگر دین میں اور اگر قیمت کم ہو دین سے تو قیمت کا تاوان دے اسواسطے کہ انکا دین متعلق ہے اسکی ذات سے اور ذات کو
اسکی تلف کر دیا یعنی آزاد کرنے سے کذا فی الدرر وان شاءوا اتبعوا العبد بکل دیونهم وباتباع احدهما لا یبرأ الآخر فهما کالکفیل مع مکفول عنه اور اگر دین والے
چاہیں تو غلام آزاد کا پیچھا کریں اپنے تمام دین کے واسطے اور مولی اور غلام آزاد میں ایک کے پیچھا کرنے سے دوسرا شخص بری الذمہ نہ ہوگا تو مولی اور
اسکا غلام کفیل یعنی ضامن کے مانند ہے مکفول عنہ کے ساتھ م یعنی جسطرح کفیل کے مطالبہ کرنے سے مکفول عنہ بری الذمہ نہیں ہوتا اور مکفول عنہ کے مواخذہ
سے کفیل بری الذمہ نہیں ہو جاتا وطولب بما بقی من دینهم اذا لم تف به قیمته بعد عتقه لتقرره فی ذمته اور جو انکا دین باقی رہ گیا اسکا مطالبہ ہوگا آزاد
کی آزادی کے بعد بسبب ثابت ہو جانے دین کے اسکے ذمہ پر مطالبہ اسوقت ہوگا جبکہ اسکی قیمت ادائے دین کے واسطے کفایت نہ کرے گی وصح
تدبیره ولا تحجر وتخییر الغرماء کعتقه الا ان من اختار احد الشیئین لیس له الرجوع شرح تکمله اور صحیح ہے ماذون کو مدبر کرنا اور تدبیر سے وہ محجور التصرف نہ ہوگا اور
دین والوں کو اختیار ہوگا تضمین مولی اور استسعاء ماذون میں اسکے عتق کے مانند مگر عتق اور تدبیر میں اتنا فرق ہے کہ جو دین والا ایک چیز اختیار کرے گا
اسکا پھرنا درست نہیں کذا فی شرح التکمله م یعنی اگر دین والے مولی سے غلام کی قیمت کا تاوان لیں تو وہ غلام سے مطالبہ نہیں کر سکتے اسکے آزاد ہونے تک
اور وہ ماذون بنا رہیگا بحال سابق اور اگر غلام سے سعی کرا دیں تو اسکی محنت مزدوری سے اپنے دیون لیں اور وہ بطور سابق ماذون بنا رہیگا کذا فی الطحطاوی
وفی الهدایة ولو کان الماذون مدبرا او ام ولد لم یضمن قیمتهما لان حق الغرماء لم یتعلق برقبتهما لانهما لا یباعان بالدین اور ہدایہ میں ہے اور اگر ماذون مدبر یا
ام ولد ہو تو انکی قیمت کا تاوان مولی پر لازم نہ ہوگا اسواسطے کہ دین والوں کا حق انکی گردن سے متعلق نہیں ہوا کیونکہ ام ولد اور مدبر دین میں بیع نہیں
ہوتے م یعنی اگر مدبر یا ام ولد کو مولی ماذون کرے اور انپر لوگوں کا دین لازم ہو پھر انکو مولی آزاد کر دے تو مولی پر تاوان قیمت لازم نہ ہوگا ولو عتقه
المولی باذن الغرماء فلهم تضمین مولاه زیلعی اور اگر ماذون کو مولی نے دین والوں کے اذن سے آزاد کر دیا تو انکو اسکے مالک سے تاوان لینا جائز ہے
کذا فی الزیلعی م یہ مسئلہ اعتاق سے متعلق ہے نہ مسئلہ مدبر سے والماذون ان باعه سیده باقل من الدیون وغیبه المشتری قیده لان الغرماء ان

قدروا علی العبد کان لہم فسخ البیع کما ضمن الغرماء البائع قیمتہ لتعدیہ اور ماذون کو اگر اسکے مالک نے دیون سے کمتر کو بیچا اور مشتری نے اسکو غائب کر ڈالا
تو دین والے بیچنے والے سے اسکی قیمت کا تاوان لیں بسبب تعدی مالک مصنف نے غائب کر ڈالنے کی قید اسواسطے لگائی کہ دین والے جب غلام
پر قادر ہوں تو انکو فسخ بیع کا اختیار ہے چنانچہ گذر گیا فان رد العبد علیہ بعیب قبل القبض مطلقا او بخیار رویۃ او شرط او بعدہ بقضاء رجع البائع بالقیمۃ
علی الغرماء وعاد حقہم فی العبد لزوال المانع سو اگر غلام پھیر دیا جاوے عیب کے سبب سے قبل از قبض مشتری کے مطلقا خواہ قضا سے یا رضا
سے یا پھیرا جاوے خیار الرویۃ یا خیار الشرط سے یا قبض کے بعد بحکم قاضی پھیرا جاوے تو مالک اسکی قیمت پھیر لے دین والوں سے اور دین والوں کا حق
غلام مذکور میں پھر ثابت ہوگا بسبب دور ہو جانے مانع کے ھم یعنی تاوان مولی کا سبب زائل ہو گیا یعنی بیع اور تسلیم کذا فی المنح وان رد بعد القبض
لا بقضاء فلا سبیل لہم علی العبد وللمولی علی القیمۃ لان الرد بالتراضی اقالۃ وہی بیع فی حق غیرہما اور اگر غلام پھیر دیا قبض مشتری کے بعد بلا حکم قاضی تو
دین والوں کیواسطے کوئی راہ نہیں غلام پر بعد رد بیع کے پہنچنے کی اور نہ مولی کیواسطے کوئی راہ ہے قیمت پر یعنی مولی نے جو دین والوں کو قیمت دی تھی اسکا استرداد نہیں
ہوسکتا اسواسطے کہ رد بیع تراضی سے درحقیقت اقالہ ہے بیع کا اور اقالہ بیع ہے غیر عاقدین کے حق میں یعنی غلام کے حق میں کذا فی الطحطاوی وان فضل
من دینہم شئی رجعوا بہ علی العبد بعد الحریۃ کما مر اور اگر بعد ضمان مولی دین والوں کے دین سے کچھ باقی رہے تو وہ لوگ غلام سے اسکو پھیر لیں اسکی آزادی کے
بعد چنانچہ مذکور ہو چکا او ضمنوا المشتری عطف علی البائع ای انشاؤا ضمنوا المشتری ویرجع المشتری بالثمن علی البائع یا دین والے تاوان لیں عبد مغیب
کے مشتری سے یعنی اگر چاہیں تو مشتری سے تاوان لیں اور مشتری اپنا ثمن بائع سے پھیرے شارح نے کہا قولہ او ضمنوا المشتری بائع پر عطف ہے ھم طحطاوی نے
کہا یوں کہنا شارح کو بہتر تھا کہ ضمن الغرماء پر عطف ہے او اجازوا البیع واخذوا الثمن لا القیمۃ العبد یا دین والے بیع کو جائز رکھیں اور اسکا ثمن لیں نہ قیمت
غلام کی ھم زیلعی میں ہے خلاصہ یہ ہے کہ دین والوں کو تین چیزوں میں اختیار ہے چاہیں بیع کو جائز رکھیں اور چاہیں بائع سے تاوان لیں چاہیں مشتری سے
اور جس سے تاوان لینا اختیار کرینگے تو دوسرا بری الذمہ ہو جائیگا وان باعہ سیدہ معلما بدینہ ای مقرا بہ لا منکرا لما سیجئی لتحقق المخاصمۃ ویسقط خیار المشتری
لا الغرماء اور اگر ماذون کو اسکے مالک نے بیچا اسکا دین جتا کر یعنی مقر دین ہو کر نہ منکر ہو کر چنانچہ اسکا مسئلہ عنقریب آویگا اعلام دین کی قید اسواسطے لگائی
تا مخاصمت مشتری کی ثابت ہو اور خیار مشتری کا ساقط ہو ھم قولہ مقرا بہ تفسیر ما قبل کی صلاحیت نہیں رکھتا تو یوں کہنا شارح کو بہتر تھا واقر المشتری بہ
تا احتراز واقع ہوتا اس صورت سے جبکہ مشتری دین کا منکر ہو بائع کی غیبت میں تو اس حالت میں وہ مخاصم نہ ٹھہرے گا کذا فی الطحطاوی فللغرماء
رد البیع یعنی اگر مالک نے دین جتا کر بیع کی اور مشتری دین کا مقر ہے تو دین والوں کو رد بیع میں اختیار ہے ان لم یصل ثمنہ الیہم لان قبضہم الثمن دلیل
الرضی بالبیع رد بیع میں اختیار ہے بشرطیکہ دین والوں کو اسکا ثمن نہ پہونچا ہو اسواسطے کہ انکا ثمن قبض کرنا بیع کی رضامندی کی دلیل ہے الا اذا کان
فیہ محاباۃ قبض ثمن رضامندی کی دلیل ہے مگر جبکہ ثمن میں محاباۃ ہو یعنی ثمن قیمت سے کمتر ہو ھم یعنی اگر ثمن قیمت سے کمتر ہوگا تو دین والوں کو رد بیع جائز
ہو اگرچہ ثمن قبض کر چکے ہوں اسواسطے کہ وہ کہینگے کہ ہم نے اس خیال سے قبض کیا تھا کہ وہ قیمت سے کم نہیں ہے اور اسکا محل وہ ہے جبکہ ثمن انکے دین کو
کفایت نہ کرے اور اگر کفایت کریگا تو بیع نافذ ہوگی اگرچہ اسمیں محاباۃ ہو اسواسطے کہ اسمیں مالک کا نقصان ہے نہ دین والوں کا کذا فی الطحطاوی
قال ان یرتفع او ینقض البیع ابن کمال اور اگر ثمن قیمت سے کم ہو تو یا ثمن ٹھہرایا جاوے یا بیع منقوض ہو کذا ذکرہ ابن کمال وقال المصنف ہذا اذا کان
الدین حالا وکان البیع بلا طلب الغرماء والثمن لا یفی بدینہم والا فالبیع نافذ لزوال المانع اور مصنف نے شرح میں کہا کہ یہ یعنی دین والوں کو رد بیع کا اختیار
اسوقت ہے جبکہ انکا دین بلا مدت ہو اور بیع انکی خواہش سے نہ ہو اور ثمن غلام کا انکے ادائے دین کیواسطے کفایت نہ کرتا ہو اور نہیں تو بیع نافذ ہوگی زوال
مانع کے سبب سے یعنی اگر دین موجل ہو یا بیع انکی خواہش سے ہو یا ثمن ادائے دین میں کافی ہو تو انکو فسخ بیع کا اختیار نہ رہیگا اسواسطے کہ مانع نفاذ بیع

اُسکا حق تھا سو تینوں صورتوں میں ساقط ہو گیا وان غاب البائع وقد قبضه المشتري فالمشتري ليس بخصم لهم اي منكرا دينه خلافا للثاني ولو مقرا فخصم اجماعا
اور اگر بائع ماذون کا غائب ہوا اور مشتری اسپر قبضہ کر چکا ہو تو مشتری دین والوں کا خصم نہیں اگر مشتری ماذون کے مدیون ہونے کا منکر ہو بخلاف
مذہب ابو یوسف کے کہ وہ خصم ہے اور اگر مشتری دین کا مقر ہے تو وہ خصم ہے چنانچہ گذر گیا ولو بعكسه بان غاب المشتري والبائع حاضر فالحكم
كذلك اي لا خصومة اجماعا حتى يحضر المشتري لكن لهم تضمين البائع قيمته واجازة البيع واخذ الثمن اور اگر اُسکا اُلٹا ہو یعنی مشتری غائب ہوا اور بائع
حاضر ہو تو بھی ایسا ہی حکم ہے یعنی خصومت نہیں بالاتفاق مشتری کے حاضر ہونے تک لیکن دین والوں کو اُسکی قیمت کا تاوان لینا یا بیع کو جائز رکھنا
اور اُسکا ثمن لینا درست ہے عبد قدم مصرا وقال انا عبد فلان ماذون في التجارة فباع واشترى فهو ماذون وحينئذ لزمه كل شيء من التجارة
ایک غلام شہر میں آیا اور بولا کہ میں فلانے کا غلام ماذون فی التجارۃ ہوں اور اُسنے بیع اور شری کی تو وہ ماذون ہے اور اُسوقت میں اُسکو ہر چیز تجارت
کی لازم ہوگی یہ استحسان ہے اسواسطے کہ یہ خبر ہے معاملات میں اور ایک شخص کی خبر معاملات میں قبول ہے وكذا الحكم ولو اشترى العبد وباع ساكتا عن
اذنه وحجره كان ماذونا استحسانا لضرورة التعامل وامر المسلم محمول على الصلاح فيحمل عليه ضرورة شرح الجامع ومفاده تقييد المسئلة بالمسلم ابن كمال اور اسی طرح
حکم ہے اگر غلام نے خرید و فروخت کی اپنے ماذون اور محجور ہونے سے ساکت ہو کر تو وہ غلام ماذون ٹھہریگا استحسان کی راہ سے بسبب ضرورت تعامل کے اور مسلمان
کا حال خیر اور صلاح پر محمول ہے تو اُسکی خرید و فروخت ماذون ہونے پر محمول ہوگی کذا فی شرح الجامع اور تعلیل مذکور سے مستفاد ہوا قید لگانا مسئلہ کا
مسلم کے ساتھ کذا ذکرہ ابن کمال یعنی خرید و فروخت بلا بیان اذن اور حجر کے اُسوقت ماذون ہونے پر محمول ہوگی جبکہ غلام مسلمان ہو اور اگر غلام کافر ہو
تو ماذون ہونا اُسکا ثابت نہ ہوگا ولكن لا يباع لدينه اذا لم يكن كسبه الا اذا اقر مولاه به اي بالاذن او اثبته الغريم بالبينة لیکن غلام مذکور اپنے
دین میں بیچا نجاویگا جبکہ اُسکا کسب ادائے دین کیواسطے کافی نہ ہوگا مگر جبکہ اُسکا مولی اذن کا اقرار کرے یا دین والا اذن کو گواہوں سے ثابت کرے وتصرف
الصبي والمعتوه الذي يعقل البيع والشراء ان كان نافعا محضا كالاسلام والاتهاب صح بلا اذن جو صغیر اور معتوہ کہ بیع اور شرا کو سمجھتا ہو تو جائز ہے
اُسکا تصرف اگر نافع محض ہے چنانچہ مسلمان ہونا اور ہبہ قبول کرنا تو صحیح ہے بلا اذن ولی کے وان ضارا كالطلاق والاعتاق والصدقة والقرض لا وان
اذن به وليهما اور اگر تصرف مضرت رسان ہو چنانچہ طلاق اور عتاق اور صدقہ اور قرض دینا تو صحیح نہیں اگرچہ اس تصرف کا صغیر اور معتوہ نے اذن دیا ہو
ضرر سے دنیوی ضرر مراد ہے اگرچہ اُسمیں آخرت کا نفع ہو چنانچہ صدقہ اور قرض دینا وما تردد من العقود بين نفع وضرر كالبيع والشراء
توقف على الاذن حتى لو بلغ فاجازه نفذ اور عقود میں سے جو عقد کہ نفع اور ضرر کے درمیان میں دائر اور محتمل ہو چنانچہ بیع اور شرا تو وہ ولی
کے اذن پر موقوف ہے تو اگر صغیر بالغ ہو جاوے اور اس عقد کو جائز رکھے تو نافذ ہوگی ہم طحطاوی نے کہا اگر شارح بجائے حتی لو بلغ کے ولو بلغ کہتا
تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ تفریع کی کوئی وجہ نہیں فان اذن لهما الولي فهما في شراء وبيع كعبد ماذون في كل احكامه اور اگر صغیر اور معتوہ کے ولی
نے اذن دیا تجارت کا تو وہ دونوں خرید و فروخت میں عبد ماذون کے مانند ہیں ماذون کے سارے احکام میں منجملہ احکام مذکورہ یہ ہے کہ اذن تجارت کا ایک قسم
کے ساتھ مقید نہ رہیگا اور مخصوص بزمان نہوگا اور اگر صغیر اور معتوہ کو اُسکا ولی خرید کرتے دیکھکر سکوت کرے گا تو یہ سکوت بجائے اذن ہوگا وغیر ذلک من
احكام الماذون وشرط لصحة الاذن ان يعقلا البيع سالبا للملك عن البائع والشراء جالبا له زاد الزيلعي وان يقصد الربح ويعرف الغبن
اليسير من الفاحش وهو ظاهر اور اذن صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ صغیر اور معتوہ اتنا بوجھتے ہوں کہ بیع ملک کی سلب کرنے والی ہے بائع سے اور خرید ملک کی
کھینچ لانے والی ہے مشتری کے واسطے زیلعی نے اسقدر زیادہ بیان کیا ہے اور یہ شرط ہے کہ صغیر یا معتوہ خرید و فروخت سے نفع حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو
اور نقصان قلیل کو نقصان کثیر سے ممتاز کرتا ہو اور یہ قول ظاہر ہے ووليه ابوه ثم وصيه بعد موته ثم وصي وصيه كما في القهستاني عن العمادية اور صغیر

یا معتوہ کا ولی اُسکا باپ ہی پھر اُسکا وصی اُسکی موت کے بعد پھر باپ کے وصی کا وصی چنانچہ قہستانی مین ہی عمادیہ سے ثم بعدہم جدہ ای الصحیح وان علا ثم
وصیہ ثم وصی وصیہ قہستانی زاد القہستانی والزیلعی ثم الوالی بالطریق الاولی پھر ان تینون کے بعد جد صحیح اُسکا ولی ہی اگرچہ جد عالی ہو یعنی پردادا سرِ دادا
پھر اُسکا وصی پھر دادا کے وصی کا وصی کذا فی القہستانی قہستانی اور زیلعی نے اتنا زیادہ کہا ہی پھر والی یعنی حاکم ولی ہی بطریق اولیٰ ہم قہستانی اور زیلعی نے والی
کو قاضی کے بعد ذکر کیا ہی اور مراد وہ والی ہی جسکی ولایت مین قضا ہی جو حاکم کہ قاضی نہین اُسکا اذن جائز نہین کذا فی الطحطاوی ثم القاضی او
وصیہ ایہما تصرف یصح فلذا لم یقل ثم پھر قاضی یا اُسکا وصی ولی ہی قاضی اور اُسکا وصی جو کوئی اُنمین سے تصرف کرے گا تو صحیح ہوگا سو اسی واسطے
مصنف نے لفظ ثم نہ کہا یعنی یون نہ کہا کہ ثم وصیہ کیونکہ ثم ترتیب پر دلالت کرتا ہی اور قاضی اور اُسکے وصی کے تصرف مین ترتیب نہین دون الام
او وصیہما ہذا فی المال بخلاف النکاح کما مر بہ نہ ماں یا اُسکا وصی یعنی ماں صغیر کی یا اُسکا وصی صغیر کا ولی نہین یہ تفصیل ولایت کی مال مین ہی بخلاف
نکاح کی ولایت کے چنانچہ کتاب النکاح مین گذر گیا ہم اور ماننا ماں کے چچا اور بھائی اور کوتوال شہر اور عمہ اور خالہ صغیر کی ولی نہین کذا فی الطحطاوی
رای القاضی الصبی والمعتوہ او عبدہما او عبد نفسہ کما مر یبیع ویشتری فسکت لا یکون سکوتہ اذنا فی التجارۃ قاضی نے صغیر یا معتوہ یا
دونون کے غلامون یا اپنے غلام کو دیکھا بیع کرتے اور خریدا کرتے پھر ساکت رہا تو قاضی کا سکوت تجارت کا اذن نہوگا عبد قاضی کا مسئلہ سابق مذکور
ہو چکا والقاضی لہ ان یاذن للیتیم والمعتوہ اذ لم یکن لہ ولی ولعبدہما اذا کان لکل واحد منہما من الصبی والمعتوہ ولی وامتنع الولی
من الاذن عند طلب ذلک منہ ای من القاضی زیلعی اور قاضی کو جائز ہی کہ یتیم اور معتوہ کو تجارت کرنے کا اذن دے جبکہ یتیم یا معتوہ کا کوئی ولی نہو اور یتیم
معتوہ کے غلام کو اذن تجارت دینا قاضی کو جائز ہی جبکہ صغیر اور معتوہ ہر ایک کا ولی موجود ہو اور وہ ولی اذن دینے سے انکار کرے جس صورت مین کہ اذن مطلوب ہو قاضی
سے کذا فی الزیلعی ہم یہ ترکیب مصنف کی مختل ہی بہتر یون تھا کہ اذا کان کے مقام پر اذ کان ہوتا فتاوی عالمگیری مین ہی کہ اگر صغیر یا معتوہ کا باپ یا اُسکا وصی
یا دادا ہو پھر قاضی کے نزدیک صغیر یا معتوہ کو تجارت کا اذن دینا مصلحت معلوم ہو سو اُسنے اذن دیا اور اُسکے باپ نے نمانا تو قاضی کا اذن جائز ہی
اگر قاضی کی ولایت متاخر ہی باپ کی ولایت سے چنانچہ محیط مین ہی اور اگر قاضی نے صغیر کے غلام کو اذن دیا تجارت کا اور صغیر کا باپ زندہ ہی اور اذن کو
مکروہ جانتا ہی تو جائز ہی چنانچہ مغنی مین ہی انتہی مختصرا اور طلب اذن قید نہین چنانچہ صاحب محیط کے قول سے معلوم ہوتا ہی اور وہبانیہ کی اول بیت
سے نکلتا ہی کذا فی الطحطاوی قلت وفی البرجندی عن الخزانۃ لو ابی ابوہ او وصیہ صح اذن القاضی لہ زاد شارح الوہبانیۃ ولا یحجر بعد ذلک اصلا
لانہ حکم الا بحجر قاض آخر قہستانی مین کہتا ہون اور برجندی مین خزانہ سے منقول ہی اگر صغیر کا باپ یا اُسکا وصی اذن سے انکار کرے تو قاضی کا اذن اُسکے
واسطے صحیح ہی شارح وہبانیہ نے اتنا زیادہ کہا اور اُسکے بعد صغیر اصلا مجبور نہ ہوگا اسواسطے کہ قاضی کا اذن حکم ہی اور حکم دفع نہین ہوتا مگر دوسرے
قاضی کے روک دینے سے سو اسکو غور کر فروع مسائل ملحقہ شارح کے لو اقر الانسان بما معہما من کسب او ارث صح علی الظاہر کماذون ذرر اگر صغیر
اور معتوہ اقرار کرین کسی آدمی کے واسطے اُس مال کا جو دونون کے پاس ہی کمائی سے یا میراث سے تو اقرار اُنکا صحیح ہی بموجب ظاہر الروایۃ کے غلام
ماذون کے اقرار کے مانند کذا فی الدرر ہم یعنی اگر یون اقرار کرین کہ جو مال ہمکو میراث مین ملا ہی وہ درحقیقت فلانے شخص کا ہی تو یہ اقرار صحیح ہی اور
غیر ظاہر الروایۃ کا یہ قول ہی کہ کسب مین اقرار صحیح ہی میراث مین صحیح نہین الماذون لا یکون ماذونا قبل العلم بہ الا فی مسئلۃ ما اذا قال بایعوا عبدی
فانی اذنت لہ فبایعوا وہو لا یعلم بذلک صار ماذونا بخلاف قولہ بایعوا ابنی الصغیر ماذون ماذون نہین ہوتا اذن کے دریافت ہونے سے پہلے
مگر اس مسئلہ مین جبکہ مولی نے کہا کہ خرید وفروخت کرو میرے غلام سے کہ مین نے اُسکو اذن دیا سو لوگون نے اُس سے خرید وفروخت کی اور حالانکہ
غلام اس اذن دینے کو نہین جانتا تو وہ ماذون ٹھہر جاوے گا برخلاف اس قول کے کہ باپ نے کہا لوگون سے کہ میرے فرزند صغیر سے خرید وفروخت

اگرچہ اذن غلام میں دو روایتیں ہیں ایک روایت میں قبل علم ماذون ہو جاتا ہے اور دوسری روایت میں ماذون نہیں ہوتا اور اسی طرح صغیر میں دونوں روایتیں مذکور ہیں چنانچہ تنویر الاذہان سے معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی لایصح الاذن للآبق والمغصوب المجحود ولا بینۃ اذن صحیح نہیں غلام گریختہ کے واسطے اور نہ اُس غلام کے واسطے جسکا غاصب غصب کرنے سے منکر ہے اور مالک کے گواہ نہیں ہیں اور اگر مالک کے پاس گواہ ہوں در غصب کی گواہی دیں تو اذن صحیح ہوگا ولا یصیر محجورا بہما علی الصحیح اشباہ اور غلام ماذون محجور نہیں ہو جاتا بھاگ جانے اور مغصوب ہو جانے سے بقول صحیح کذا فی الاشباہ و فی الوہبانیۃ شعر ولو اذن القاضی للطفل وقد ابی ÷ ابوہ یصح الاذن منہ فیتجر ÷ اور وہبانیہ میں ہے اور اگر قاضی اذن دے صغیر کو اور حالانکہ اُسکا باپ انکار کرتا ہے تو اذن صحیح ہے قاضی کی جانب سے سو صغیر تجارت کرے شعر وضمن یعقوب الصغیر ودیعۃ ÷ وتحلیفہ یفتی بہ حیث ینکر ÷ اور ابویوسف نے تاوان لازم کیا ہے صغیر پر استہلاک ودیعت میں اور صغیر کی قسم لینے پر فتوی دیا گیا ہے جبکہ وہ منکر ہے یعنی اگر صغیر محجور نے ودیعت تلف کر ڈالی تو ابویوسف کے نزدیک اُسپر ضمان ہے اور طرفین کے نزدیک ضمان نہیں اور اگر ودیعت خود تلف ہو گئی تو بالاتفاق تاوان نہیں اور اگر ماذون ہے قبض ودیعت یا تجارت میں یا محجور ہو اور ودیعت تلف کر ڈالے تو اُسپر اُسکا تاوان ہے اور اگر صغیر ماذون پر کسی چیز کا دعوی ہو اور وہ انکار کرتا ہو تو اُسکی تحلیف میں اختلاف ہے کتابوں میں مذکور ہے کہ تحلیف پر فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ لعبد البر شعر ولو ان المحجور ابتاع او شری ÷ یجوزہ المولی فما یتغیر ÷ لتوقف التصرف المحجور علی الاجازۃ اور اگر محجور نے بیع کیا یا بیع اور شرا کی اور مولی نے اسکو جائز رکھا تو بیع وغیرہ تغیر پذیر نہیں بسبب موقوف ہونے تصرف محجور کے اجازت پر ہم خواہ محجور غلام ہو یا صغیر عاقل فلو لم یجز بل اذن لہ فی التجارۃ فاجازہا العبد جاز استحسانا ولو لم یاذن لہ فاعتقہ فاجازہا لم یصح اجازتہ سو اگر مولی نے عقود مذکورہ کو جائز نہ رکھا بلکہ محجور کو تجارت کا اذن دیا سو عبد ماذون نے عقود مذکورہ کو جائز رکھا تو جائز ہے استحسان کی راہ سے اور اگر اُسکو اذن تجارت کا نہ دیا ہو سو اُسکو آزاد کر دیا سو اُسنے عقود مذکورہ کو جائز رکھا تو اُسکی اجازت صحیح نہیں قال فکذا الصبی الممیز مصنف وہبانیہ نے کہا اور یہی حکم ہے صغیر ممیز کا جو بیع اور شرا کرتا ہے قلت ولا یخفی ان ما ہو شرع ابتداء اضرارا فلا یصح باذن ولی الصغیر کالقرض میں کہتا ہوں اور یہ بات مخفی نہیں کہ جو عقد کہ ابتدا میں احسان بلا بدل ہے وہ مضر ہے تو وہ باذن ولی صغیر کے اذن سے صحیح نہ ہوگا چنانچہ قرض ہم شرنبلالی نے ذکر کیا کہ منجملہ تصرفات موقوفہ قرض ہے اور قرض مضر محض ہے تو نافذ نہ ہوگا اگرچہ ولی اجازت دے حلبی نے کہا یہ اعتراض اُسپر ہے جو وہبانیہ میں مذکور نہیں اور نہ اس سے مفہوم ہے واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحلیم

کتاب الغصب

یہ کتاب ہے غصب کے احکام میں ہو لغۃ اخذ الشیء مالا اوغیرہ کالحر علی وجہ التغلب غصب بالفتح غین معجمہ وسکون صاد مہملہ لغت میں عبارت ہے چیز کے لینے سے بطریق زبردستی کے خواہ وہ چیز مال ہو یا مال نہ ہو چنانچہ شخص آزاد کا پکڑ رکھنا وشرعا ازالۃ ید محقۃ ولو حکما کجحودہ لما اخذہ قبل ان یحولہ اور اصطلاح شرع میں غصب عبارت ہے قبض محق کے زائل کر دینے سے اگرچہ ازالہ قبض حکمی ہو نہ حقیقی چنانچہ مودع کا انکار کرنا نقل مکان سے پہلے اُس ودیعت کا جسکو اُسنے مالک سے لیا تھا قبضہ مودع بالفتح کا بعینہ قبضہ ہے مودع بالکسر کا انکار کرنے سے پہلے پھر جب اُسنے ودیعت کا انکار کیا تو مالک کا قبضہ زائل ہو گیا حکما باثبات ید مبطلۃ غصب عبارت ہے ازالہ مذکورہ سے قبض مبطل کے اثبات کے ساتھ یعنی حقدار کا قبضہ دور کر دینا اور ناحق قبضہ کر لینا یہ حقیقت ہے غصب کی ہم بعضوں کے نزدیک غصب عبارت ہے فقط ازالہ ید محقہ سے نہ اثبات ید مبطلہ سے ولہذا اگر ایک آدمی کے ہاتھ میں موتی ہو اور دوسرا آدمی اُسپر ہاتھ مارے اور موتی دریا میں گر پڑے تو تاوان لازم ہے حالانکہ اثبات قبض یہاں ثابت نہیں اور اکثر فقہا کے کلام سے ظاہر ہے کہ ازالہ قبض کے ساتھ اثبات قبض بھی ضرور ہے اور تحقیق یہ ہے کہ غصب دو قسم ہے ایک غصب وہ جو تاوان کا موجب ہے تو اُسمیں فقط ازالہ شرط ہے اور دوسری قسم وہ ہے جو پھیر دینے کا موجب ہے تو اُسمیں اثبات قبض بھی شرط ہے [illegible] فی اثبات الید فقط والثمرۃ فی الزوائد فثمرۃ بستان مغصوب لاتضمن عندنا خلافا لہ درر اور امام شافعی نے غصب کی تعریف میں فقط اثبات قبض کا اعتبار کیا ہے اور

ثمرہ اختلاف کا مغصوب کی زائد چیزوں مین توابع مغصوب کا پھل ہمارے نزدیک مضمون نہین برخلاف امام شافعی کے کذا فی الدرر یعنی اگر پھل غاصب
تلف کرڈالے تو اسپر تاوان ہمارے نزدیک نہین بسبب عدم ازالہ کے اور اُنکے نزدیک تاوان ہی اثبات ید کے سبب سے اور اگر مالک زوائد کو طلب کرے تو بالاجماع
تاوان ہی کذا فی الطحطاوی فی مال فلا تحقق فی میتۃ وحر ازالہ اور اثبات ہو مال مین تو غصب ثابت نہین ہوتا مردار اور شخص آزاد مین اسواسطے کہ وہ
مال نہین متقوم ای مباح شرعا قہستانی فلا تحقق فی خمر مسلم ازالہ اور اثبات ہو مال متقوم مین یعنی جو شریعت مین مباح ہو کذا فی القہستانی تو غصب ثابت نہین ہی تا مسلمان
کی شراب مین اسواسطے کہ شراب مسلمان کے حق مین مباح الاستعمال نہین محترم فلا تحقق فی مال حربی ازالہ اور اثبات ہو مال محترم مین تو غصب ثابت نہین ہی تا کافر حربی کے
مال مین اسواسطے کہ اُسکا مال محترم نہین قابل للنقل فلا تحقق بالعقار خلافا لمحمد مال مذکور قابل ہو نقل کرنے کے تو غصب ثابت نہین ہوتا زمین وغیرہ غیر منقول
مین برخلاف محمدؒ کے ہم غیر وقف مین شیخین کا قول صحیح ہی اور وقف مین محمد کا قول صحیح ہی کذا فی الطحطاوی بغیر اذن مالکہ احترز بہ عن الودیعۃ وعلم ان الموقوف
مضمون بالاتلاف مع انہ لیس بمملوک اصلا صرح بہ فی البدائع فلو قال بلا اذن من لہ الاذن کما فعل ابن الکمال لکان اولی ازالہ اور اثبات ہو مال مذکور مین اُسکے
مالک کے بلا اذن مصنف نے یہ قید لگا کر ودیعت سے احتراز کیا یعنی ودیعت اور اسی طرح عاریت مین ہر چند ازالہ ید متحقق ہی مال متقوم محترم قابل النقل سے لیکن چونکہ باذن مالک
ہی لہذا غصب داخل نہین اور یہ معلوم کر کہ مال موقوف لازم الضمان ہی تلف کرڈالنے سے باوجودیکہ وہ اصلا کسی کا مملوک نہین تصریح کی ہی اسکی بدائع مین تو اگر مصنف
یون کہتا کہ ازالہ قبض ہو بدون اذن اُس شخص کے جسکو اذن کا اختیار ہی چنانچہ مالک یا متولی وقف جیسا کہ ابن کمال نے کہا ہی تو البتہ خوب ہوتا یعنی اسواسطے
کہ وقف کو بھی غصب شامل ہوجاتا لا الخفیۃ احترز بہ عن السرقۃ وفیہ لابن الکمال کلام ازالہ اور اثبات ہو بطریق خفیہ کے مصنف نے یہ قید لگائی تا سرقہ
نکل جاے غصب سے اور اسمین ابن کمال کا کچھ کلام ہی ہم حاصل کلام ابن کمال یہ ہی کہ سرقہ کا حدود مین داخل ہونا اُسکے داخل ہونے کا غصب مین منافی
نہین ہو سرقہ غصب مین داخل ہی باعتبار اپنی اصل کے اور حدود مین باعتبار بعض خصوصیات کے داخل ہی چنانچہ بیع الفضولی غصب ہی اور حالانکہ کتاب البیوع
مین مذکور ہی بعض خصوصیات کی بیع کے سبب سے اور جسکو یہ نکتہ معلوم نہ ہو اُسنے لا علی سبیل الخفیۃ کی قید لگائی تا سرقہ غصب سے نکل جاے فاستخدام
العبد وتحمیل الدابۃ غصب لازالتہ ید المالک تو خدمت لینا غیر کے غلام سے اور غیر کے جانور پر بوجھا لادنا غصب ہی بسبب دور کردینے قبض مالک کے یعنی ازالہ
اثبات قبض ناحق کے ہم غلام مشترک سے خدمت لینا بدون اذن شریک کے اُسکے غصب ہونے مین اختلاف ہی مگر قول راجح لزوم تاوان کا ہی اور مشترک جانور
پر سوار ہونا بدون شریک کے تاوان کا موجب ہی بالاتفاق چنانچہ قہستانی کے کلام سے نکلتا ہی کذا فی الطحطاوی عن ابی المسعود لا جلوسہ علی البساط لعدم
ازالتہا فلا یضمن بالم یہلک بفعلہ غصب نہین بیٹھنا اُسکا غیر کے فرش پر بسبب زائل کرنے قبض مالک کے تو جالس پر تاوان لازم نہوگا جبتک کہ فرش
تلف نہ ہوجاے اُسکے فعل کے سبب سے ہم اسواسطے کہ فرش بچھانا مالک کا فعل ہی تو فقط جلوس سے اُسکا ازالہ نہین ہوتا بدون نقل اور تحویل کے وکذا لو دخل
دار انسان واخذ متاعا وجحد فہو ضامن وان لم یجحد لہ ولم یجحد لم یضمن بالم یہلک بفعلہ او یخرجہ من الدار خانیۃ اور اسی طرح کا حکم ہی اگر غاصب ایک آدمی کے گھر مین
داخل ہوا اور کچھ اسباب لیا اور منکر ہوگیا تو اُسپر تاوان ہی اور اگر اُسنے اسباب گھر سے باہر نہ نکالا اور اُسکے لینے کا انکار نہ کیا تو تاوان نہین جبتک وہ چیز ہلاک
نہ ہوجاے اُسکے فعل کے سبب سے یا اُسکو گھر سے نکال لیجاے کذا فی الخانیہ یعنی درصورت عدم انکار تاوان نہین مگر اہلاک یا اخراج سے وحکمہ الاثم لمن علم
انہ مال الغیر اور حکم یعنی اثر مترتب غصب کا گناہ ہی اُس شخص کے حق مین جو جانتا ہو کہ مغصوب غیر کا مال ہی ہم غصب کا حرام ہونا قرآن اور حدیث سے ثابت
ہی قال تعالی ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل حق تعالی نے فرمایا نہ کھاؤ اپنے مالون کو آپس مین ناحق اور حجۃ الوداع کی حدیث مین ثابت ہی کہ تمھارے
خون اور تمھارے مال تمپر حرام ہین جبتک کہ تم اپنے رب سے ملو یعنی قیامت تک ایک شخص کا مال دوسرے پر حرام ہی اور متفق علیہ حدیث مین وارد ہی کہ جو شخص
بالشت بھر زمین غصب کرے گا اُسکی گردن مین حق تعالی سات طبق زمین کا طوق ڈالیگا غصب کے گناہ ہونے مین دانست کی قید اسلیے لگائی کہ نادانی سے

گناہ معاف ہے چنانچہ دوسرے شخص کا مال تلف کر ڈالنا اپنا مال جانکر لیکن تاوان علم اور عدم علم دونوں صورتوں میں واجب ہوگا کذا فی الطحطاوی ورد
العین قائمة والغرم ہالکة لشبلة او غیرہ او آفة سماویة قہستانی اور حکم غصب کا پھیر دینا ہے غصب کی چیز کا اگر وہ قائم اور موجود ہے اور اسکا تاوان دینا اگر
وہ تلف ہوگئی ہو خواہ اسکے فعل سے یا غیر کے یا آفت سماوی سے کذا فی القہستانی ہم غاصب نے مغصوب پھیر دیا اور مالک نے نہ لیا سو وہ اپنے گھر لے آیا
اور اسکے پاس تلف ہوگیا تو اسپر تاوان نہیں اسواسطے کہ غصب اس صورت میں امانت ہوگیا کذا فی الطحطاوی ولغیر من علم الاخیر ان فلا اثم لانہ خطاء
وہو مرفوع بالحدیث اور غصب کا حکم نادانستہ کے حق میں پھیرنے اور تاوان دینے کا ہے تو غاصب ناواقف پر گناہ نہیں اسواسطے کہ یہ خطاء اور چوک ہے
اور حالانکہ خطاء پر مواخذہ نہیں بموجب حدیث کے المغصوب منہ مخیر فی تضمین الغاصب وغاصب الغاصب الا اذا کان فی الوقف
المغصوب بان غصبہ وقیمتہ اکثر وکان الثانی املا من الاول فان الضمان علی الثانی کذا فی وقف الخانیة مغصوب منہ یعنی جسکا مال غصب
ہوگیا وہ مختار ہے دو چیز میں غصب کرنے والے سے تاوان لینے میں اور غصب کرنے والے کے غاصب سے تاوان لینے میں یعنی چاہے غاصب سے تاوان
لے چاہے غاصب کے غاصب سے مگر جبکہ غصب ثانی وقف مغصوب میں واقع ہو اسطرح پر کہ غاصب ثانی نے غاصب اول سے غصب کیا ہو اور حالانکہ
اسکی قیمت زیادہ تر ہوگئی ہو اور غاصب ثانی سے زیادہ تر مالدار غاصب اول ہے تو البتہ غاصب ثانی پر تاوان واجب ہوگا کذا وقف الخانیة ہم اگر
مالک غاصب اول سے تاوان لے تو وہ غاصب ثانی سے بھر لے اور غاصب ثانی سے تاوان لے تو وہ غاصب اول سے تاوان رجوع نہ کرے اور چونکہ عبارت
خانیہ کی موہم ہے لہذا عبارت خانیہ کا ترجمہ نقل کرنا ضرور ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک مرد نے وقف کی زمین غصب کی اور اسکی قیمت ہزار درہم تھی پھر دوسرے
شخص نے غاصب سے وہ زمین غصب کر لی اور اب اسکی قیمت زیادہ ہوگئی دو ہزار درم کے برابر تو وقف کا متولی غاصب ثانی سے تاوان لے اگر وہ مالدار ہے
یہ اسواسطے کہ غاصب ثانی سے تاوان لینا وقف کے واسطے زیادہ تر نافع ہے اور اگر غاصب اول زیادہ تر مالدار ہو تو اول یا ثانی جس سے چاہے تاوان لے
کذا فی الطحطاوی وفی غصبہا غصب عجلا فاستہلکہ ویبس لبن امہ ضمن قیمة العجل ونقصان الام اور خانیہ کی کتاب الغصب میں ہے کہ غاصب نے بچھڑا غصب کیا اور اسکو
ہلاک کیا اور اسکی ماں کا دودھ سوکھ گیا تو غاصب تاوان دے بچھڑے کی قیمت کا اور اسکی ماں کے نقصان کا ہم اسواسطے کہ بچہ کا غصب ماں کے نقصان کا
موجب ہوا اگرچہ غاصب کا فعل اسکی ماں میں ظاہر نہیں تو یہ ضمان ہے تعدی کا نہ ضمان غصب وفی کراہیتہا من ہدم حائط غیرہ ضمن نقصانہ ولم یومر بعمارتہ الا فی حائط
المسجد اور خانیہ کی کتاب الکراہیت میں ہے کہ جسنے غیر شخص کی دیوار ڈھائی تو اسکے ناقص ہو جانے کا تاوان دے اور اسکو حکم نہ ہوگا دیوار کے بنانے کا مگر مسجد
کی دیوار میں بنا دینے کا حکم ہوگا ہم قنیہ میں ہے کہ غیر کی دیوار گرائی تو گھر کی قیمت کیجاوے دیواروں کے ساتھ پھر قیمت کیجاوے بدون دیواروں کے تو تاوان دے
مابین قیمتین کے تفاوت کا وفی القنیة تصرف فی ملک غیرہ ثم ادعی انہ کان باذنہ فالقول للمالک الا اذا تصرف فی مال امرأتہ فماتت وادعی انہ کان باذنہا
انکر الوارث فالقول للزوج اور قنیہ میں ہے کہ ایک شخص نے غیر کے ملک میں تصرف کیا پھر دعوی کیا کہ تصرف مالک کے اذن سے تھا تو مالک کا قول مقبول ہوگا
مگر جبکہ اپنی عورت کے مال میں تصرف کیا ہو سو وہ مر گئی اور زوج نے دعوی کیا کہ تصرف اسکے اذن سے تھا اور وارث اسکا منکر ہے تو زوج کا قول مقبول ہوگا
ویجب رد عین المغصوب مالم یتغیر تغیرا فاحشا مجتبی اور غاصب پر واجب ہے پھیر دینا مغصوب کا بعینہ جب تک مغصوب متغیر تغیر فاحش نہ ہوگیا
کذا فی المجتبی ہم جبکہ مغصوب غاصب کے فعل سے اتنا متغیر ہو کہ اسکا نام اور اسکا عمدہ فائدہ زائل ہو جاوے تو مغصوب منہ کی ملک اس سے زائل
ہو جاتی ہے اور غاصب اسکا مالک ہو جاتا ہے اور تاوان اسپر لازم ہوتا ہے اور بلا ادائے عوض غاصب کو اس سے نفع لینا حلال نہیں اور اگر مغصوب
ناقص ہوگیا تو غاصب پر ضمان نقصان اور پھیر دینا لازم ہوگا اور اگر مغصوب زائد ہوگیا غاصب کے پاس تو مالک کو پھیر لینا زیادت کے ساتھ جائز
ہے کذا فی الطحطاوی مغصوب کا نام زائل ہونا چنانچہ تھان پھاڑ کر قبا یا قمیص سینا یا گیہوں پیس کر روٹی پکانا وفی مسکان غصبہ لتفاوت القیم باختلاف الاماکن

پھیر دینا عین مغصوب کا واجب ہے اُسکے غصب کرنے کے مکان میں بسبب متفاوت ہونے قیمتوں کے مکانات کے اختلاف سے ویبرأ بردها ولو بغير علم
المالك في البزازية غصب دراهم انسان من كيسه ثم ردها فيه بلا علمه برئ وكذا لو سلمه اليه بجهة اخرى كهبة او ايداع او شراء وكذا لو اطعمه فأكله
خلافا للشافعي زيلعي اور غاصب بری الذمہ ہو جاتا ہے عین مغصوب کے پھیر دینے سے اگرچہ پھیرنا مالک کی ناوانستگی سے ہو بزازیہ میں ہے کہ غاصب نے
کسی آدمی کے دراہم اُسکی تھیلی سے غصب کیے پھر اُنکو اُسمیں رکھ دیا بلا علم مالک کے تو غاصب بری الذمہ ہو گیا اور اسی طرح اگر مغصوب نے سپرد کر دیا
مالک کو دوسری جہت سے چنانچہ بطریق ہبہ یا ودیعت رکھنے یا بیچنے کے اور اسی طرح اگر مغصوب مطعوم ہو اور غاصب مالک کو کھلا دے اور مالک اُسکو
کھا دے تو بری الذمہ ہوگا برخلاف امام شافعی کے مطعوم میں کذا فی الزیلعی ويجب رد مثله ان هلك وهو مثلي یا واجب ہے پھیر دینا مثل مغصوب کا
اگر وہ ہلاک ہو جاوے اور حالانکہ وہ مثلی ہے یعنی کیلی یا وزنی چیز ہے وان انقطع المثل بان لا يوجد في السوق الذي يباع فيه وان كان يوجد في البيوت
ابن كمال فقيمته يوم الخصومة اي وقت القضاء وعند ابي يوسف رح يوم الغصب وعند محمد رح يوم الانقطاع ورجحا قهستاني اور اگر مثلی کا مثل منقطع ہو جاوے
اسطرح پر کہ وہ پایا نجاوے اُس بازار میں جسمیں وہ بیچا جاتا ہے اگرچہ لوگوں کے گھروں میں موجود ہو کذا ذکرہ ابن کمال تو اُسکی قیمت خصومت کے دن کی
یعنی جسوقت حاکم کا حکم ہو اُسوقت کی دینا واجب ہے اور ابو یوسف کے نزدیک غصب کے دن کی قیمت واجب ہے اور محمد کے نزدیک یوم الانقطاع کی
قیمت واجب ہے اور قول ثانی اور ثالث کی ترجیح دی گئی کذا فی القہستانی م خزانہ میں عام کے قول کو اصح کہا ہے اور تحفہ میں اسکو صحیح کہا ہے اور نہایہ میں
ابو یوسف کے قول کو مختار کہا ہے اور ذخیرۃ الفتاوی میں محمد کے قول کو مفتی بہ کہا ہے کذا فی الطحطاوی ويجب القيمة في القيمي يوم غصبه اجماعا اور قیمت
والی چیز میں غصب کے دن کی قیمت واجب ہے باتفاق امام اور صاحبین کے م بحر زاخر میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کا کپڑا ضائع کیا پھر وہ اُسکی قیمت واپس لایا مالک نے
کہا کہ میں قیمت نہیں چاہتا ہوں اور میں تجکو معاف کرتا ہوں تو غاصب حاکم سے نالش کرے تاکہ وہ قبول کرنے پر جبر کرے اور اگر نالش نہ کرے لیکن قیمت اُسکی
گود میں رکھدے یا اُسکے دونوں ہاتھوں میں تو وہ بری الذمہ ہو جائیگا اور اگر اُسکے سامنے رکھدیگا تو بری الذمہ نہوگا اور ودیعت اور عین غصب کے سامنے
رکھدینے سے بری الذمہ ہو جاویگا کذا فی الطحطاوی والمثلي المخلوط بخلاف جنسه كبر مخلوط بشعير وشيرج مخلوط بزيت ونحو ذلك كدهن نجس قيمي فتجب قيمته يوم غصبه
اور جو مثلی چیز اپنے خلاف جنس سے مل گئی ہو جیسے گیہوں مخلوط جو کے ساتھ اور تلوں کا تیل زیتون کے تیل کے ساتھ اور مانند اسکے چنانچہ نجس تیل کے ساتھ مخلوط ہو
تو وہ قیمت والی چیز ہے مثلی باقی نہ رہی تو اُسکے غصب میں اُسکے غصب کے دن کی قیمت واجب ہوگی م فتاوی رشید الدین میں ہے کہ دو وزنی چیزیں جب
ملجاویں اسطرح کہ جدا نہو سکیں وہ مثلی نہیں رہتی ہیں قیمت والی ہو جاتی ہیں کذا فی الطحطاوی وكذا كل موزون يختلف بالصنعة كقمقم وقدر ذكره في الحواهر
اور اسی طرح قیمت والا ہو جاتا ہے ہر موزون جو صنعت اور کاریگری سے مختلف ہو چنانچہ آفتابہ اور دیگ کذا فی الدرر چنانچہ شیرہ ترکھجور کا کذا فی جواہر الفتاوی
زاد المصنف ورب وقطر لان كلا منهما يتفاوت بالصنعة ولا يصح السلم فيهما ولا تثبت دينا في الذمة مصنف نے اپنی شرح میں اتنا زیادہ کہا ہے اور چنانچہ رب یعنی
عصارہ ثمرات کا اور قطر یعنی ٹپکائی چیز قیمت والی اسواسطے کہ ہر ایک اُنمیں سے صنعت سے مختلف اور متفاوت ہوتا ہے اور بیع سلم اُنمیں صحیح نہیں اور وہ دین ہوکر
ذمہ پر ثابت نہیں ہوتا م یعنی متفاوت القیمۃ ہونا اور بیع سلم کا اُسمیں جائز نہونا یہ دلیل ہے کہ مثلی ہے قلت وفي الذخيرة الخبز قيمي في الضمان مثلي في غيره كالسلم میں
کہتا ہوں اور ذخیرہ میں ہے اور نیز قیمتی ہے تاوان میں اور مثلی ہے سوائے تاوان کے چنانچہ سلم میں وفي المجتبى السويق قيمي لتفاوته بالقلي وقيل مثلي اور مجتبی میں ہے کہ ستو
قیمتی ہے بسبب متفاوت ہونے ستو کے بھوننے سے اور قول ضعیف یہ ہے کہ وہ مثلی ہے وفي الاشباه الفحم واللحم ولو نيا والآجر قيمي اور اشباہ میں ہے کہ کوئلا اور
گوشت اگرچہ کچا ہو اور پختہ اینٹ قیمتی ہے ومثلي في حاشيتها لابن المصنف هنا وفيما يجلب التيسير بالفصولين وغيره وكذا الصابون والمستقلين والورق والابر
والعصفر والبقم والجلد والدهن المتنجس وكذا التحفة وكل مكيل وموزون مشرف على الهلاك مضمون بالقيمة في ذلك الوقت كسفينة موقورة اخذت في الغرق والقى الملاح

ا فیما من تکمیل وموزون لضمین قیمتہا ساعتہ کما فی المجتبیٰ اور فرزند مصنف نے حاشیہ اشباہ میں بیان درجلب تیسیر کے قاعدہ مین فصولین وغیرہ کی طرف منسوب کرکے وارد کیا اور اسی طرح صابون اور بانس اور ورق یعنی درخت کی پتیان اور سریان اور ریشم اور کچا چمڑا اور پکا چمڑا اور ناپاک تیل اور اسی طرح مٹی بھر کیلی اور وزنی چیز در جو کیل اور موزون کہ قریب الملاک ہو اُسکی وہ قیمت لازم الضمان ہے جو تلف ہونے کے وقت اُسکی قیمت ہو چنانچہ اگر ناپاک مٹی جب ڈوبنے لگے اور اُسوقت ملاح نے جو کیلی چیز اور وزنی چیز اُسمین تھی گرادی تو اُس ساعت کی قیمت کا تاوان لیا جاوے گا کذا فی المجتبیٰ ہم ورق سے یہاں کاغذ مراد نہیں اسواسطے کہ کاغذ مثلی ہے کذا فی العالمگیریہ وفی البصیریۃ صب ماء فی حنطۃ فافسدہا وزاد فی کیلہا ضمن قیمتہا قبل صبہ للماء لا مثلہا نہرہ

اولم ینقلہا فلو نقلہا لمکان ضمن المثل لانہ غصبہ وہو مثلی بخلاف ما لو صب الماء فی الموضع الذی فیہ الحنطۃ بغیر نقل انتہی والحاصل کما فی الدرر وغیرہا ان کل ما یوجد لہ مثل فی الاسواق بلا تفاوت یعتد بہ فہو مثلی والا فیس کذلک فقیمی فلیحفظ اور بصیریہ مین ہے کہ ایک شخص نے پانی ڈالدیا گیہون مین سو اُسکو بگاڑ دیا اور اُسکے کیل مین زیادت ہوگئی بھیگنے سے تو وہ شخص تاوان دے اُس قیمت کا جو پانی ڈالنے سے پہلے اُسکی قیمت تھی یہ اُس صورت مین ہے جبکہ اُسنے گیہون کو نہ اُٹھایا ہو اور اگر دوسرے مکان کی طرف اُٹھا لے گیا اور پھر پانی ڈالا ہو تو ضمان مثل لازم ہوگا اسواسطے کہ اُسنے اُسکو غصب کیا اور حالانکہ وہ اُسوقت مثلی تھا بخلاف اُس صورت کے کہ اگر پانی ڈالا اُسی مکان مین جہان گیہون تھے بغیر نقل کے انتہی ما فی البصیریہ اور حاصل کلام اور خلاصۂ مقام درر وغیرہ کے موافق یہ ہے کہ جس چیز کا مثل اور مانند بازارون مین بلا تفاوت قابل شمار پایا جاوے تو وہ چیز مثلی ہے اور جو ایسا نہ ہو یعنی جسمین تغیر فاحش اور تفاوت معتد بہ ہے وہ قیمت والی چیز ہے تو اس قاعدے کو یاد رکھنا چاہیے فان ادعی ہلاکہ مرتبط بوجوب رد العین لانہ الموجب الاصلی ورد المثل والقیمۃ مخلص علی الراجح حبس حتی یعلم الحاکم انہ لو بقی لظہر ای لاظہرہ ثم قضی الحاکم علیہ البدل ای من مثل وقیمتہ پھر اگر غاصب مغصوب کے تلف ہوجانے کا دعویٰ کرے تو وہ محبوس کیا جاوے یہانتک کہ حاکم یہ معلوم کرجاوے کہ اگر مغصوب باقی رہا ہوتا تو البتہ ظاہر ہوتا یعنی غاصب اُسکو ظاہر کردیتا پھر حاکم اُسپر عوض دینے کا حکم کرے مثل اور قیمت سے یعنی اگر مغصوب مثلی ہو تو مثل دلاوے اور اگر قیمتی ہے تو قیمت دلاوے شارح نے کہا ادعاء ہلاکت وجوب رد عین سے مربوط ہے اسواسطے کہ رد عین موجب اصلی ہے اور رد مثل اور قیمت مخلص ہے قول راجح پر ہم مخلص ہے یعنی جبکہ رد عین متعذر ہو اُسوقت رد مثل یا رد قیمت کی طرف احتیاج ہوگی ولو ادعی الغاصب الہلاک عند صاحبہ بعد الرد وعکس المالک ای ادعی الہلاک عند الغاصب واقاما البرہان فبرہان الغاصب انہ ردہ وہلک عند المالک اولی خلافا للثانی ملتقی اور اگر غاصب نے دعویٰ کیا مغصوب کے تلف ہوجانے کا اُسکے مالک کے پاس پھیر دینے کے بعد اور مالک نے بالعکس دعویٰ کیا یعنی اُسکے تلف ہوجانے کا غاصب کے پاس دعویٰ کیا اور دونون نے گواہ قائم کیے تو غاصب کی یہ گواہی کہ اُسنے مغصوب کو پھیر دیا اور وہ مالک کے پاس ہوگیا مقدم ہے مالک کی گواہی پر برخلاف ابو یوسف کے کہ اُنکے نزدیک مالک کے گواہ مقدم ہین کذا فی الملتقی ولو اختلفا فی القیمۃ وبرہنا فالبینۃ للمالک وسیجی اور اگر غاصب اور مالک نے مغصوب کی قیمت میں اختلاف کیا اور دونون گواہ لائے اپنے دعویٰ پر تو مالک کے گواہ مقدم ہین اور اسکا بیان آگے آویگا ولو فی نفس المغصوب فالقول للغاصب اور اگر دونون نے ذات مغصوب مین اختلاف کیا یعنی غاصب کہتا ہو کہ مغصوب یہی چیز ہے اور مالک کہتا ہو کہ یہ نہین ہے تو غاصب ہی کا قول مقبول ہوگا یعنی ہو اسطے کہ وہ قابض ہے والغصب انما یتحقق فیما ینقل فلو اخذ عقارا وہلک فی یدہ بآفۃ سماویۃ کغلبۃ سیل لم یضمن خلافا لمحمد وبقولہ قالت الثلثۃ وبہ یفتی فی الوقف ذکرہ العینی اور غصب ثابت ہوتا ہے مال منقول مین سو اگر ایک شخص نے مال غیر منقول جیسے زمین اور گھر اور درخت کسی کا لیا اور اُسکے ہاتھ مین آسمانی آفت سے تلف ہوگیا چنانچہ سیلاب کے غلبہ سے زمین ڈوب گئی یا گھر گر پڑا تو غاصب پر ضمان نہین شیخین کے نزدیک برخلاف محمد کے کہ اُنکے نزدیک غیر منقول کے غصب مین بھی تاوان ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور محمد کے قول پر فتویٰ ہے وقف مین علامہ عینی نے اُسکو ذکر کیا ہے وذکر ظہیر الدین فی فتاویہ الفتوی فی غصب العقار والدور الموقوفۃ بالضمان وان الفتوی فی غصب منافع الوقف بالضمان اور ظہیر الدین نے اپنے فتاویٰ مین مذکور

لیا ہی کہ موقوف غیر منقول اور موقوف گھرون کے غصب مین لزوم تاوان کا فتوی ہی اور منافع وقف کے غصب مین لزوم ضمان کا فتوی ہی ہم طحطاوی نے
کہا کہ لفظ موقوفہ عقار اور دور دونون کی طرف راجع ہی وفی فوائد صاحب المحیط اشتری دارا وسکنہا ثم ظہر انہا وقف او کانت للصغیر لزمہ اجر المثل صیانۃ لمال الوقف
والصغیر اور صاحب محیط کے فوائد مین ہی کہ ایک شخص نے گھر مول لیا اور اُسمین رہا پھر ظاہر ہوا کہ وہ گھر وقف تھا یا کہ وہ صغیر کا مملوک تھا تو مشتری پر اجرت
مثل لازم ہوگی مال وقف اور مال صغیر کی حفاظت کیواسطے وفی اجارۃ القنیۃ انما لا تتحقق الغصب عندہما فی العقار فی حکم الضمان اما فیما وراء ذلک فیتحقق الا تری انہ
یتحقق فی الرد فکذا فی الاستحقاق الاجرۃ انتہی ملخصا اور قنیہ کی کتاب الاجارہ مین ہی کہ غصب شیخین کے نزدیک ثابت نہین ہوتا غیر منقول مین فقط تاوان
دینے کے حکم مین اور لزوم تاوان کے ماسوا مین تو غصب شیخین کے نزدیک بھی متحقق ہی کیا تو نہین جانتا ہی کہ غصب متحقق ہی پھیر دینے مین یعنی مغصوب غیر منقول کا
پھیر دینا شیخین کے نزدیک بھی واجب ہی سو اسی طرح استحقاق اجرت مین بھی غصب ثابت ہی یعنی اگر غاصب عقار مین سکونت کرے تو کرایہ اُسپر لازم ہوگا اگرچہ
وقف اور مال صغیر نہو انتہی ما فی القنیۃ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے قیل قائلہ الاستروشنی وعماد الدین فی فصولیہما والاصح انہ ای العقار یضمن بالبیع
والتسلیم قول ضعیف یہ ہی کہ عقار یعنی غیر منقول مضمون ہی بیع اور تسلیم سے قائل اس قول ضعیف کا استروشنی اور عماد الدین ہی دونون نے یہ قول اپنی
فصول مین کہا ہی وکذا بالجحود فی العقار الودیعۃ اور اسی طرح ضمان لازم ہی غیر منقول ودیعت کے انکار کرنے سے یعنی اگر غیر منقول ودیعت ہو ایک شخص کے
پاس پھر وہ ودیعت کا انکار کرے تو اُسپر بالاتفاق تاوان لازم ہوگا کذا فی المنح وبالرجوع عن الشہادۃ بعد القضاء اور اسی طرح تاوان لازم ہی گواہی
کے پھر جانے سے قاضی کے حکم کر دینے کے بعد صورت اُسکی یہ ہی کہ دو شاہدون نے ایک شخص پر گواہی دی کہ جو گھر اسکے پاس ہی وہ فلانے شخص کا ہی سو قاضی نے
وہ گھر دوسرے کو دلا دیا پھر شاہدون نے کہا کہ ہماری گواہی غلط تھی تو گھر کا تاوان شاہدون پر لازم ہوگا زیلعی نے کہا کہ یہ ضمان اتلاف ہی نہ ضمان غصب و
فی الاشباہ العقار لا یضمن الا فی مسائل وعد منہا الثلثۃ اور اشباہ مین ہی کہ غیر منقول مین تاوان نہین مگر چند مسائل مین تاوان ہی اور انھین تینون مسئلون
کو شمار کیا ہی یعنی بیع مع التسلیم اور انکار ودیعت اور رجوع عن الشہادۃ وإذا انتقص العقار بسکناہ وزراعتہ ضمن النقصان بالاجماع اور جبکہ غاصب
ناقص کر دے غیر منقول کو اپنی سکونت اور کاشتکاری سے تو نقصان کا تاوان دے بالاتفاق ہم نقصان کی تفسیر مین اختلاف ہی قول صواب اور مفتی بہ یہ ہی کہ
اُسمین خریداری کا اعتبار ہی یعنی تامل کرنا چاہیے کہ گھر یا زمین کی کیا قیمت ہی قبل استعمال کے اور کیا قیمت ہی بعد استعمال کے تو جسقدر دونون قیمتون مین تفاوت ہو
وہی نقصان ہی فیعطی ما زاد البذر وصححہ فی المجتبی پھر مغصوب منہ غاصب کو اسقدر دے جسقدر بیج نے اُسکی مالیت زیادہ کر دی اور تصحیح کی ہی اس قول کی مجتبی مین ہم یہ مسئلہ
ظاہر امر تبط معلوم ہوتا ہی ما قبل سے حالانکہ ایسا نہین ہی بلکہ یہ جداگانہ مسئلہ ہی زیادت تخم کی یہ صورت ہی کہ کھیت کی قیمت کیجاوے تخم ریزی کے ساتھ اور تخم سے مطلق
تخم مراد نہین بلکہ وہ تخم جسکے درخت کو مالک اُکھاڑ سکتا ہی پھر اُسی کھیت کی قیمت بدون تخم کیجاوے تو جسقدر دونون مین تفاوت ہو اُسقدر مالک غاصب کو دے
اور اپنی زمین اُس سے نکال دے کذا فی الطحطاوی وعن الثانی مثل بذرہ اور ابو یوسف سے یہ روایت ہی کہ غاصب کے تخم کی قیمت مثلی دے یعنی جسقدر مالیت کی تخم ہو وہ دے
بلا اعتبار حق قلع وفی البصیریۃ ہو المختار اور بصیریہ مین ہی کہ ابو یوسف کا قول مختار ہی ولو نبت فلہ قلعہ وتمامہ فی المجتبی اور اگر غاصب کا تخم جما تو مالک کو اُسکا اُکھاڑ ڈالنا
جائز ہی اور پورا اسکا بیان مجتبی مین ہی ہم مجتبی مین ہی کہ غاصب نے غیر کی زمین مین زراعت کی اور کھیت جما تو مالک کو اختیار ہی کہ غاصب کو اُسکے اُکھاڑ ڈالنے کا امر کرے اگر وہ نہ اُکھاڑے
تو وہ آپ اُکھاڑ ڈالے اور جمنے سے پہلے مالک مختار ہی چاہے رہنے دے یہان تک کہ کھیت جمے پھر اُکھاڑنے کا امر کرے اور چاہے بقدر زیادت تخم غاصب کو
دے کذا فی الطحطاوی کما یضمن اتفاقا فی النقلی بالنقص بفعلہ کما فی قطع الاشجار جیسے کہ مغصوب منقول مین بالاتفاق اُس قدر تاوان لازم ہی جتنا
ناقص ہو گیا ہی غاصب کے فعل سے چنانچہ بالاتفاق قطع اشجار مین ضمان لازم ہی ہم منقول مغصوب کے نقصان مین مطلقًا ضمان لازم ہی خواہ غاصب کے فعل سے نقصان
ہوا ہو یا بغیر اُسکے فعل کے چنانچہ شرح مسکین مین مصرح ہی تو شارح کی تقیید غیر مناسب ہی کذا فی الطحطاوی ولو قطعہا رجل اخر وہدم البناء ضمن لا الغاصب

اور اگر اشجار کو دوسرے شخص نے قطع کیا یا عمارت کو ڈھایا تو قاطع یا ہادم تاوان دے نہ غاصب کما لو غصب عبدا فاجرہ فنقص فی مدۃ الاجارۃ
بالاستعمال وہذا ساقط من نسخ الشرح لدخولہ تحت قولہ فیما یاتی نقصان لازم ہے اگر غاصب نے غلام غصب کیا اور اسکو اجارہ میں دیا پھر غلام میں کچھ نقصان
عارض ہوگیا اجارہ کی مدت میں استعمال کے سبب سے شارح نے کہا اور یہ قول مصنف کی شرح کے نسخوں میں سے ساقط ہے بسبب داخل ہونے اس مضمون کے
مصنف کے قول آئندہ میں ہم طحطاوی نے کہا یہ مضمون قول آئندہ میں داخل نہیں اسواسطے کہ تصدق غلہ ضمان نقصان کے مغائر ہے وان استغلہ
فنقصہ الاستغلال او اجرہ لاستعمار او نقص ضمن النقصان وتصدق بما بقی من الغلۃ والاجرۃ خلافا لابی یوسف کذا فی الملتقی اور اگر مغصوب کرایہ میں دیا
سو اسکو نقصان عارض ہوا کرایہ دینے سے یا عارت کی چیز اجارہ دی اور اسکو نقصان عارض ہوا اجارہ سے تو ضمان نقصان کا دے اور جو باقی رہے
ضمان کے بعد کرایہ اور اجرت سے اسکو خیرات کرے بخلاف ابو یوسف کے یعنی انکے نزدیک تصدق واجب نہیں کذا فی الملتقی لکن نقل المصنف عن البزازیۃ
ان الغنی یتصدق بکل الغلۃ فی الصحیح لیکن مصنف نے اپنی شرح میں بزازیہ سے یہ نقل کیا کہ غاصب تونگر سب غلہ خیرات کرے صحیح قول میں ہم خلاصہ بزازیہ
کے کلام کا یہ ہے کہ بعد ہلاک عین مغصوب اگر غاصب غنی ہے تو ادائے ضمان غلہ سے جائز نہیں بلکہ سب غلہ تصدق کرے اور اگر غاصب فقیر ہے تو ادائے ضمان
غلہ سے درست ہے اور باقی کو خیرات کرے کذا فی الطحطاوی کما لو تصرف فی المغصوب والودیعۃ بان باع وربح فیہ اذا کان ذلک متعینا بالاشارۃ
چنانچہ اگر مغصوب یا ودیعت میں تصرف کرے اسطرح پر کہ اسکو بیچ ڈالے اور اسمیں نفع حاصل ہو تو منفعت کو خیرات کرے جبکہ مال مغصوب و ودیعت اشارہ
کرنے سے متعین ہو ہم متعین ہونے کی یہ صورت ہے کہ مغصوب عروض یعنی از قسم اسباب کے ہو نہ درہم اور دینار او بالشراء بدراہم الودیعۃ او الغصب
ونقدہا یا متعین ہو خرید سے بواسطہ دراہم ودیعت یا غصب کے اور انہیں دراہم کے ادا کرنے سے ہم طحطاوی نے کہا مختصر اور واضح تر یوں کہنا تھا اذا کان
متعینا او غیر متعین ونقدہ یعنی بیع اور شراء مغصوب کی منفعت کا تصدق واجب ہے خواہ وہ متعین بالاشارہ ہو خواہ غیر متعین ہو مگر ادائے ثمن مغصوب کے
دراہم سے کرے یعنی یتصدق بربح حصل فیہما اذا کانا مما یتعین بالاشارۃ یعنی تصدق کرے اس منفعت کو جو حاصل ہوئی ہے غصب و ودیعت کے تصرف میں جبکہ
دونوں اس قسم سے ہوں کہ اشارہ کرنے سے متعین ہوجاتے ہوں وان کانا مما لا یتعین فعلی اربعۃ اوجہ فان اشار الیہا ونقدہا فکذلک یتصدق اور اگر مغصوب اور
ودیعت اس قسم سے ہوں کہ متعین نہ ہوتے ہوں چنانچہ دراہم تو چار صورتوں میں ہیں سو اگر دراہم کی طرف اشارہ کیا اور انہیں کو ثمن میں ادا کیا تو اسی متعین
کے مانند منفعت کو تصدق کرے وان اشار الیہا ونقد غیرہا او اشار الی غیرہا ونقدہا او اطلق ولم یشر ونقدہا لا یتصدق فی الصور الثلث عند الکرخی
قیل وبہ یفتی والمختار انہ لا یحل مطلقا کذا فی الملتقی ولو بعد الضمان ہو الصحیح کما فی فتاوی النوازل اور اگر دراہم غصب کی طرف اشارہ کیا اور انکے سوا
اور دراہم ادا کیے یا اشارہ کیا انکے غیر کی طرف اور غصب کے دراہم دیے یا مطلق دراہم مذکور کیے اور اشارہ کسی طرف نہ کیا اور غصب کے دراہم دیے تو ان تینوں صورتوں
میں منفعت تصدق نہ کرے کرخی کے نزدیک بعضوں نے کہا اسی قول پر فتوی دیا ہے اور مختار قول یہ ہے کہ نفع مطلقا حلال نہیں کذا فی الملتقی اگرچہ ضمان
دینے کے بعد ہو یہی قول صحیح ہے چنانچہ فتاوی نوازل میں مذکور ہے واختار بعضہم الفتوی علی قول الکرخی فی زماننا لکثرۃ الحرام وہذا کلہ علی قولہما وعند
ابی یوسف رح لا یتصدق بشیء منہ کما لو اختلف الجنس ذکرہ الزیلعی فلیحفظ اور بعضے فقیہوں نے کرخی کے قول کا فتوی مختار جانا ہے ہمارے اس زمانے میں
بسبب کثرت حرام کے اور یہ تمام مذکور طرفین کے قول پر مبنی ہے اور ابو یوسف کے نزدیک منفعت غصب سے کچھ بھی تصدق نہ کرے چنانچہ اگر جنس مختلف ہو تو
بالاتفاق تصدق لازم نہیں زیلعی نے اسکو ذکر کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنی اگر ضمان اور بدل مضمون مختلف الجنس ہوں اسطرح کہ تاوان میں دراہم
دیے ہوں اور غاصب کے ہاتھ بدل مضمون طعام یا عروض ہو تو بالاتفاق تصدق اسپر واجب نہیں ہے اسواسطے کہ منفعت تو ظاہر ہوتی ہے اتحاد جنس کے نزدیک
کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی مختصرا فان غصب وغیر المغصوب فزال اسمہ واعظم منافعہ ای اکثر مقاصدہ پھر غاصب نے غصب کیا اور مغصوب کو متغیر کر دیا سو اسکا

نام اور اعظم منافع یعنی اُسکے اکثر مقاصد زائل ہوگئے ہم زوال اسم کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر بکری غصب کرکے ذبح کر ڈالی تو مالک ضمان قیمت اور ضمان
نقصان مین مختار ہے اسواسطے کہ فقط ذبح سے نام زائل نہین ہوا کیونکہ اُسکو حلال بکری بولتے ہین احترازعن دراہم سبکہا بلا ضرب فانہ وان ازال اسمہ
لکن یبقی اعظم منافعہ ولہذا لاینقطع حق المالک عنہ کما فی المحیط وغیرہ فلم یکن زوال الاسم مغنیا عن اعظم منافعہ کما ظنہ ملا خسرو وغیرہ شارح نے کہا اعظم منافع
کی قید اُن دراہم سے احتراز ہے جنکو غاصب نے پگھلایا یا بلا ضرب سکہ تو اگرچہ درم کا نام زائل ہوگیا لیکن اُسکا اعظم منافع باقی ہے یعنی ثمن ہونا اور آرایش اور
اسی واسطے مالک کا درہم سبو کہ بنے منقطع نہین ہوتا چنانچہ محیط وغیرہ مین ہے تو زوال اسم اعظم منافع کی قید سے مغنی نہ ہوا جیسا کہ صاحب درر ملا خسرو وغیرہ
نے گمان کیا ہے ہم اعظم منافع کی مثال مثلاً گیہون کو غصب کرنا اور پیس ڈالنا ہو سبلکہ مسلم گیہون سے جو مقاصد متعلق تھے چنانچہ انکا بونا اور ہریسہ پکانا وہ پیسنے
سے فوت ہوگئے کذا فی المنح او اختلط المغصوب بملک الغاصب بحیث یمتنع امتیازہ کاختلاط برہ ببرہ او یمکن بحرج کبر بشعیر ضمنہ وملکہ بلا حل انتفاع
قبل اداء ضمانہ ای رضی مالکہ باداء او ابراء او تضمین قاض یا رل مل گیا مغصوب غاصب کی ملک سے اسطرح پر کہ اُسکا جدا کرنا ممتنع ہو چنانچہ مالک کے
گیہون کا ملجانا غاصب کے گیہون سے یا جدا کرنا حرج اور مشقت سے ممکن ہو جیسے گیہون کا اختلاط جو سے تو ان تینوں صورتوں مین غاصب تاوان اُسکا دے اور اُسکا
مالک ہوجاویگا بلا حلت انتفاع قبل ادا کرنے اُسکے تاوان کے آداے ضمان سے رضاے مالک مراد ہے خواہ رضا اداے ضمان سے ہو یا مالک کے معاف کردینے
سے ہو یا قاضی کے تاوان لینے سے ہو ہم تو اگر مالک غائب ہو یا حاضر ہو مگر تاوان لینے سے راضی ہو تو غاصب کو اُسکا کھانا یا غیر کو کھلانا تاداے ضمان قیمت
جائز نہین والقیاس حلہ وہو روایۃ فلو غصب طعاما فمضغہ حتی صار مستہلکا ابتلعہ حلالا فی روایۃ وحراما علی المعتمد حسما لمادۃ الفساد اور قیاس یہ ہے کہ زوال اسم اور اختلاط
سے مغصوب بلا رضاے مالک حلال ہوا اور وہ روایت بھی ہے کہ طعام اگر غصب کیا سو اُسکو چبایا یہانتک کہ وہ مستہلک ہوگیا تو اُسکو حلال نگلے گا بموجب روایت
قیاسی کے اور حرام نگلے گا بنابر استحسان معتمد کے تاکہ مادۂ فساد مٹ جاے ہم وجہ استحسان یہ ہے کہ اگر قبل رضاے مالک انتفاع حلال ہو تو غصب کا دروازہ کھلتا ہے
اور حرام ہونے سے استیصال مادۂ غصب ہے کذبح شاۃ التنوین بدل الاضافۃ ای شاۃ غیر ذکرہ ابن سلطان چنانچہ شاۃ یعنی دنبہ ذبح کرنا شارح نے کہا شاۃ
کی تنوین اضافت کے عوض ہے یعنی اپنے غیر کا دنبہ ذبح کرنا ابن سلطان نے یہ ذکر کیا ہے وطبخہا وشیہا وطحن بر وزرعہ وجعل حدید سیفا وصفر آنیۃ چنانچہ غیر کا
دنبہ ذبح کرنا اور بریان کرنا اور اُسکا پکانا اور گیہون کا پیسنا یا اُسکا کھیت مین بونا اور لوہے کی تلوار بنانا اور پیتل سے برتن بنانا ہم یہ مثالین ہین تغیر مغصوب
کی مع زوال اسم والبناء علی ساجۃ بالجیم خشبۃ عظیمۃ تنبت بالہند وقیمتہ ای البناء اکثر منہا ای من قیمۃ الساجۃ یملکہ البانی بالقیمۃ اور چنانچہ عمارت بنانا ساگون کے
لٹھے پر اور حالانکہ قیمت عمارت کی زیادہ تر ہے ساگون کی قیمت سے مالک ساگون ہوگا عمارت بنانے والا اُسکی قیمت دیکر شارح نے کہا ساج بحرف
جیم لکڑی عظیم الجثہ ہے ہندوستان مین پیدا ہوتی ہے یعنی ساگون ہم یہ مثال ہے اختلاط ملک غاصب کی جسکی امتیاز حرج کے ساتھ ممکن ہے وکذا لو غصب ارضا
فبنی علیہا او غرس وابتلعت دجاجۃ لؤلؤۃ او ادخل البقر راسہ فی قدر او اودع فصیلا فکبر فی بیت المودع ولم یمکن اخراجہ الا بہدم الجدار وسقط دینارہ فی
محبرۃ غیرہ ولم یمکن اخراجہ الا بکسرہا ونحو ذلک یضمن صاحب الاکثر قیمۃ الاقل والاصل ان الضرر الاشد یزال بالاخف کما فی نہر القاعدۃ من الاشباہ او
اسی طرح اگر زمین غصب کی پھر اُسپر عمارت بنائی یا درخت لگائے یا مرغی موتی نگل گئی یا بیل نے اپنا سر دیگ مین ڈالدیا یا اونٹ کا بچہ ودیعت رکھا سو مودع کی کوٹھری
مین جوان اونٹ ہوگیا اور اُسکا نکالنا ممکن نہو مگر دیوار ڈھا کر یا ایک شخص کی اشرفی دوسرے کی دوات مین گر پڑی اور اُسکا نکالنا متصور نہین مگر
دوات توڑکر اور مانند اسکے اور مثالین تو ضمان دے اکثر قیمت کا مالک کمتر قیمت والے کو یعنی درصورت اختلاط ملکین جسکے مال کی زیادہ قیمت ہو وہ کمتر
قیمت والے کو ضمان دے کر اُسکا مالک ہوا اور قاعدۂ کلیہ ان مسائل کا یہ ہے کہ سخت تر ضرر سبکتر ضرر سے مٹایا جاتا ہے چنانچہ اشباہ کے اسی قاعدہ یعنی الضرر الاشد
یزال بالاخف مین یہ سب کچھ مذکور ہے ثم قال ولو ابتلع لؤلؤۃ فمات لا یشق بطنہ لان حرمۃ الآدمی اعظم من حرمۃ المال وقیمتہا فی ترکتہ وجوزہ الشافعیۃ قیاسا علی

الشق لاخراج الولد قلت وقدمنا فی الجنائز عن الفتح انه یشق ایضا خلافا وفی تنویر البصائر انه الاصح فلیحفظ پھر صاحب اشباہ نے کہا اور اگر انسان
موتی نگل گیا پھر مرگیا تو اسکا پیٹ چیرا نجاویگا موتی نکالنے کے واسطے اس لیے کہ آدمی کی عزت مال کی عزت سے عظیم تر ہے اور قیمت اُس موتی کی اس شخص
کے متروکہ سے متعلق ہوگی اور شافعیون نے موتی نکالنے کے واسطے پیٹ چیرنا جائز رکھا ہے لڑکا نکالنے کے چیرنے پر قیاس کرکے شارح نے کہا مین
کہتا ہون اور ہم باب الجنائز مین فتح القدیر سے پہلے ذکر کر چکے ہین کہ موتی کے واسطے بھی پیٹ چیرا جائیگا تو اب شافعیہ اور حنفیہ مین کچھ خلاف
باقی نہ رہا اور تنویر البصائر مین ہے کہ موتی نکالنے کے واسطے پیٹ چیرنا صحیح تر قول ہے تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے بقی لو کانت قیمة الساحة والبناء سواء فان
اصطلحا علی شیء جاز وان تشاحا یباع البناء علیهما ویقسم الثمن بینهما علی قدر مالهما شرنبلالیہ عن البزازیہ باقی رہی یہ صورت کہ اگر ساگون اور عمارت کی قیمت
برابر ہو تو اگر غاصب اور مالک کسی چیز پر صلح کرلین تو جائز ہے اور اگر تنازع کرین تو وہ عمارت ساگون کے ساتھ علی رغم المتخاصمین بیع ہو اور اسکا ثمن دونون
شخصون پر بانٹا جاوے بقدر اُنکی مالیت کے کذا فی شرنبلالیہ عن البزازیہ بقی لو اراد الغاصب نقض البناء ورد الساحة هل له ذلک ان قضی علیه بالقیمة لا لانه
وقبله نعم لانه تضییع للمال بلا فائدة وتمامه فی المجتبی باقی رہ گئی یہ صورت کہ اگر غاصب نے عمارت توڑی اور ساگون پھیر دینے کا ارادہ کیا تو کیا یہ درست ہے یا
نہین سو اگر غاصب پر قیمت دینے ساگون کا حاکم نے حکم دیا ہو تو عمارت توڑنا حلال نہین اور حکم حاکم سے پہلے دو قول ہین ایک قول مین جواز ہے اور دوسرے مین
عدم جواز وجہ عدم جواز ضائع کرنا ہے مال کا بیفائدہ اور پورا بیان اسکا مجتبی مین ہے وان ضرب الحجرین دراهما او دنانیرا او اناء لم یملکه وهو للمالک مجانا
خلافا لهما اور اگر غاصب نے چاندی اور سونے کے درم یا دینار بنالیے یا برتن بنایا تو غاصب اُسکا مالک نہ ہوگا اور وہ اُسکے مالک کی مملوک ہے برخلاف
صاحبین کے ہم امام کے نزدیک مالک اسواسطے مفت مالک ہوا کہ صنعت سے فقط جودت اور عمدگی حاصل ہے اور جودت مال ربوی مین متقوم نہین
فان ذبح شاة غیره ونحوها مما یوکل طرحها المالک علیه واخذ قیمتها او اخذها وضمنه نقصانها پھر اگر غاصب نے غیر کا دنبہ ذبح کر ڈالا اور دنبہ
مانند ہے ہر جانور ماکول اللحم تو مالک کو اختیار ہے چاہے مالک مذبوح کو غاصب پر ڈالے اور اُسکی قیمت اُس سے لے یا چاہے مذبوح لے اور غاصب سے اُسکے
نقصان کا تاوان لے ہم ماکول اللحم کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غیر ماکول کو ذبح کریگا تو تمام قیمت کا تاوان غاصب پر لازم ہوگا اور ضمان نقصان جائز نہین
امام کے نزدیک کذا فی الطحطاوی وکذا الحکم لو قطع یدها او قطع طرف دابة غیر ماکولة کذا فی الملتقی قیل ولفظ غیر غیر سدید هنا قلت قوله غیر سدید غیر سدید لثبوت
الخیار فی الماکولة ایضا لکن اذا اختار ربها اخذها لا یضمنه شیئا وعلیه الفتوی کما نقله المصنف عن العمادیة فلیحفظ بخلاف طرف العبد فان فیه الارش اور اسی طرح کا حکم ہے
یعنی مالک مختار ہے اگر غاصب نے جانور ماکول اللحم کا ہاتھ کاٹ ڈالا یا جانور غیر ماکول اللحم کا ہاتھ یا پانون کاٹا کذا فی الملتقی بعضون نے ملتقی کی عبارت پر اعتراض کیا کہ
یہان لفظ غیر یعنی غیر ماکول اللحم مین غیر سدید ہے یعنی ٹھیک نہین کہ تضمین اور اخذ عین ماکول اور رقیق مین ہے نہ غیر ماکول مین ہے شارح نے کہا مین کہتا ہون کہ معترض
کا قول غیر سدید ٹھیک نہین ہے بسبب ثابت ہونے اختیار مالک کے غیر ماکول اللحم مین بھی لیکن فرق اتنا ہے کہ جب غیر ماکول کو مالک اُسکا لینا کرے
تو اس سے کچھ ضمان نہ لے گا اور اسی قول پر فتوی ہے جیسا کہ مصنف نے اپنی شرح مین عمادیہ سے نقل کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے برخلاف قطع دست غلام
اُسمین تو خونبہا ہے ہم حیوان مین ہے امام اعظم نے کہا کہ جب ایک مرد غیر کا گدہا یا خچر ہلاک کرڈالے اُسکا ہاتھ کاٹ کر یا ذبح کرکے اگر مالک چاہے غاصب سے
ضمان لے اور مذبوح یا مقطوع غاصب کو سپرد کرے اور چاہے اُسکو اپنے پاس رکھے اور غاصب سے تاوان نہ لے اور اسی قول پر فتوی ہے انتہی تو جو ملتقی مین
تضمین نقصان غیر ماکول مذکور ہے وہ غیر مفتی بہ ہے الحاصل خیار مالک ماکول اور غیر ماکول مین مختلف ہے سو ماکول مین مالک جانور کے لینے مین مع ضمان نقصان
اور اُسکے دینے مین مع اخذ قیمت مختار ہے اور غیر ماکول مین اُسکے دینے اور اُسکی قیمت لینے مین مختار ہے لیکن غاصب پر کچھ ضمان نہین علی ما علیه الفتوی تو معلوم
ہوا کہ کلام مصنف کا صاحب ملتقی کے کلام کے مانند ہے مساکہ اور رجوع بالنقصان مین حالانکہ بلاشک یہ حکم مخصوص بالماکول ہے تو ذکر کرنا لفظ غیر کا بیجا ہے

غیر صواب ہے کذا فی الطحطاوی او خرق ثوبا خرقا فاحشا وہو ما فوت بعض العین وبعض نفعه لا کله فلو کله ضمن کلها یا غاصب نے کپڑا پھاڑا اور خرق
فاحش خرق فاحش وہ ہے جو فوت کردے کچھ کپڑا اور کچھ اسکی منفعت کو نہ کل کو تو اگر کل کو فوت کرے تو تمام کپڑے کی قیمت کا تاوان دے حاصل مسئلہ یہ ہے کہ خرق
فاحش میں مالک مختار ہے چاہے کپڑا غاصب پر چھوڑے اور اسکی قیمت اس سے لے چاہے کپڑا اپنا لے اور بقدر نقصان اس سے تاوان لے وفی خرق
یسیر نقصه ولم یفوت شیئا من النفع ضمن النقصان مع اخذ عینه لیس غیره لقیام العین من کل وجه مالم یحدث فیه صنعة او یکون ربویا کما بسطه
الزیلعی اور جس پھاڑنے میں ہلکا نقصان ہے اور خرق مذکور نے کچھ منفعت کو فوت نہیں کردیا تو مالک نقصان کا تاوان لے بعینہ کپڑا لینے کے ساتھ اسکے
سوا مالک کسی بات کا مختار نہیں بسبب قائم ہونے ذات کے ہر وجہ سے تا وقتیکہ غاصب نے اسمیں کچھ صنعت تازہ نہ کی ہو یا کہ وہ مال ہو جسمیں بیاج
جاری ہو سکتا ہے چنانچہ زیلعی نے اسکو مشرح بیان کیا ہے کہ اگر غاصب نے صنعت جدید کی مثلاً کپڑا پھاڑ کر قمیص سیا تو ہمارے نزدیک حق مالک اس سے
منقطع ہو گیا زیلعی نے کہا خرق فاحش کا حکم یعنی تخییر مالک سب چیزوں میں جاری ہے سوائے اموال ربویہ کے اسواسطے کہ یہاں تعیب فاحش ہو یا یسیر مالک
کی تخییر ثابت کرتی ہے اسکا عین لیوے بلا ضمان غاصب اور تسلیم عین میں تضمین مثل یا قیمت کے ساتھ اسواسطے کہ تضمین نقصان متعذر ہے کیونکہ اس سے بیاج
ثابت ہوتا ہے ومنه یعلم جواب حادثة وهی غصبت فضة مصوغة بالذهب فزال ذهبها تخیر مالکها بین تضمینها مصوغة او اخذها بلا شیء لانه تابع مستهلک
اور اس سے یعنی او یکون ربویا کے قول سے معلوم ہوتا ہے جواب ایک حادثہ کا وہ حادثہ یہ ہے کہ غصب ہوئی چاندی کی چوڑی جسپر سونے کا ملمع ہے سو اسکا ملمع غاصب
کے پاس زائل ہو گیا تو مالک اسکا مختار ہے چوڑی ملمع دار کے ضمان لینے میں یا چوڑی لینے میں بلا اخذ ضمان اسواسطے کہ ملمع کاری تابع مستہلک ہے اور
اسواسطے کہ بیاج لازم آتا ہے کذا فی الطحطاوی ولو کان مکان الغصب شراء بوزنها فضة فلا ردها بعیبها ولا رجوع بالنقصان للزوم الربا فاغتنمه فقل من صرح به
فاغتنما اور اگر بجائے غصب چوڑی کی خریداری ہوئی اسکے برابر وزن چاندی سے پھر ملمع اسکا زائل ہو گیا تو رد بیع جائز نہیں بسبب عیب دار کر دینے
کے یعنی مشتری کے پاس عیب حادث ہو گیا اور وہ مانع رد ہے اور عیب قدیم کے نقصان کا رجوع جائز نہیں بسبب لازم ہونے بیاج کے تو غنیمت جان
اس جواب کو اسواسطے کہ کمتر فقہا نے اسکی تصریح کی ہے یہ کہا ہے ہمارے استاد یعنی خیر الدین رملی نے ومن بنی او غرس فی ارض غیرہ بغیر اذنه
امر بالقلع والرد لو قیمة الساحة اکثر کما مر اور جسنے عمارت بنائی یا درخت لگایا غیر کی زمین میں اسکے بلا اذن تو اسکو عمارت ڈھانے اور درخت اکھاڑنے
کا اور زمین پھیر دینے کا امر کیا جاوے اگر قیمت زمین کی زیادہ تر ہے عمارت اور درخت سے چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا وللمالک ان یضمن له قیمة بناء او شجر امر
بقلعه ای مستحق القلع فیقوم بدونهما ومع احدهما مستحق القلع فیضمن الفضل ان نقصت الارض به ای بالقلع اور اگر زمین قلع کرنے سے ناقص
ہو جاتی ہو تو مالک کو جائز ہے ضمان دینا غاصب کو اس درخت اور عمارت کا جسکے قلع اور قمع کرنے کا یعنی مستحق القلع کا وہ مامور ہے تو زمین کی قیمت ٹھہرائی
جاوے بدون عمارت اور درخت کے پھر قیمت مقرر کیجاوے ساتھ اس عمارت یا درخت کے جو مستحق القلع ہے سو جسقدر زیادتی ہو دونوں قیمتوں میں اتنا غاصب کو ضمان
دے ولو زرعها یعتبر العرف فان اقتسموا الغلة انصافا او ارباعا اعتبر والا فالخارج للزارع وعلیه اجر المثل وان فی الوقف فیجب الحصة او الاجرة بکل حال فصولین
اگر غاصب نے زمین میں زراعت کی تو عرف اور رواج کا اعتبار ہوگا سو اگر مالک اور مزارع نصفا نصف یا چہارم بانٹ لیتے ہوں تو اسی رواج کا
اعتبار ہوگا اور اگر بٹائی کا رواج نہ ہو تو غلہ مزارع کا ہے اور اسپر زمین کی اجرت مثل واجب ہوگی اور زمین وقف کی زراعت میں تو حصہ بٹائی کا یا اجرت
زمین کی ہر حال میں واجب ہوگی کذا فی الفصولین اور ہر حال سے مراد یہ ہے کہ ناظر زراعت باقی رکھنے پر راضی ہو یا اسکے اکھاڑنے کا طالب ہو اور ملک میں تو بلا اقتضا
القائے زراعت حصہ یا اجرت واجب نہ ہوگی کذا فی الحلبی غصب ثوبا فصبغه لا عبرة للالوان بل حقیقة الزیادة والنقصان او سویقا فلته بسمن فالمالک
مخیر ان شاء ضمنه قیمة ثوبه ابیض ومثل السویق غیر فی المبسوط بالقیمة التعبیر بالقیمة فلم یتحقق مثلیا وسماه هنا مثلیا لقیام القیمة مقامه کذا فی الاختیار [illegible]

قولین عن المجتبی کپڑا غصب کیا پھر اسکو رنگا رنگون کا بیان اعتبار نہین بلکہ زیادت اور نقصان کی حقیقت کا اعتبار ہے یا ستو غصب کیا پھر اسکو گھی سے سانا
تو مالک مختار ہے اگر چاہے غاصب سے سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان لے اور ستو کی مثل کا شارح نے سود مین قیمت ستو کی بھی مذکور کی ہے اسواسطے کہ ستو
بریان کرنے سے مثلی باقی نہ رہا اور یہان مصنف نے اسکو مثلی کہا ہے بسبب قائم ہونے اسکی قیمت کے مقام اسکے کذا فی الاختیار اور مقدم بیان کر چکے ہین
المجتبی سے نقل کر کے کہ ستو کے مثلی اور قیمتی ہونے مین دو قول ہین وان شاء اخذ المصبوغ او الملتوت وغرم ما زاد الصبغ وغرم السمن لانہ مثلی
وقت اتصالہ بملکہ والصبغ لم یبق مثلیا قبل اتصالہ بملکہ لامتزاجہ بالماء مجتبی اور اگر مالک چاہے رنگین کپڑا یا گھی کا سنا ستو لیلے اور جسقدر رنگ سے کپڑے
کی قیمت زیادہ ہوگئی اسکا اور گھی کا تاوان دے اسواسطے کہ گھی مالک کی ملک کے ساتھ متصل ہونے کے وقت مثلی تھا اور رنگ مثلی باقی نہ رہا قبل از اتصال
بملک مالک بسبب ملجانے رنگ کے پانی کے ساتھ کذا فی المجتبی رد غاصب الغاصب المغصوب علی الغاصب الاول بری عن ضمانہ غاصب کے غاصب نے
مغصوب پھیر دیا پہلے غاصب کو تو مغصوب کے تاوان سے غاصب ثانی بری الذمہ ہوگا کما لو ہلک المغصوب فی ید غاصب الغاصب فادی القیمۃ الی الغاصب
فانہ یبرأ ایضا لقیام القیمۃ مقام العین چنانچہ اگر مغصوب ہلاک ہوگیا غاصب الغاصب کے ہاتھ مین سو اُسنے اسکی قیمت ادا کر دی غاصب اول کو تو بھی وہ بری الذمہ
ہوگا بسبب قائم ہونے قیمت کے مقام عین مغصوب کے اذا کان قبضہ القیمۃ معروفا بقضاء او بینۃ او تصدیق مالک لا باقرار الغاصب الا فی حق نفسہ وغاصبہ
عمادیہ ادائے قیمت سے غاصب ثانی اسوقت بری الذمہ ہوگا جبکہ غاصب اول کا قیمت قبض کرنا معلوم ہو قاضی کے حکم سے یا گواہون سے یا مالک کی تصدیق سے نہ
غاصب اول کے اقرار سے مگر اپنے حق مین اور اپنے غاصب کے حق مین غاصب اول کا اقرار معتبر ہوگا کذا فی العمادیہ یعنی جبکہ غاصب اول قبض قیمت کا اقرار کریگا تو
اب غاصب ثانی سے مطالبہ نہین کرسکتا لیکن مالک مطالبہ کرسکتا ہے اور جبکہ مالک غاصب ثانی سے بصورت اقرار مذکور قیمت لیگا تو غاصب ثانی غاصب
اول سے قیمت پھیر لیگا بسبب اسکے اقرار کے غصب شیئا فغصبہ آخر منہ فاراد المالک ان یاخذ بعض الضمان من الاول وبعضہ من الثانی فلہ ذلک سراجیہ
والمالک بالخیار فی تضمین ایہما شاء واذا اختار تضمین احدہما ملک ترکہ وتضمین الآخر وقیل لا یملک عمادیہ غصب کی ایک چیز پھر دوسرے شخص نے اُس سے غصب
کی سو مالک نے چاہا کہ بعض ضمان غاصب اول سے لے اور بعض غاصب ثانی سے تو اسکو یہ فعل درست ہے کذا فی السراجیہ اور مالک مختار ہے ایک غاصب سے
پورا تاوان لینے مین جس سے چاہے اور جبکہ ایک سے ضمان لینا اختیار کرے تو پھر اسکے چھوڑنے کا اور دوسرے غاصب سے ضمان لینے کا مالک ہوگا اور بعضون نے
کہا مالک نہ رہیگا کذا فی العمادیہ الاجازۃ لا تلحق الاتلاف فلو اتلف مال غیرہ تعدیا فقال المالک اجزت او رضیت لم یبرأ من الضمان اشباہ معزیا
للبزازیۃ لکن نقل المصنف عن العمادیۃ ان الاجازۃ تلحق الافعال وہو الصحیح قال وعلیہ فتلحق الاتلاف لانہ من جملۃ الافعال فلیحفظ اجازت لاحق نہین ہوتی تلف کرنے
کو تو اگر غیر کا مال تلف کیا ظلم کی راہ سے پھر مالک نے کہا کہ مین نے اسکو جائز رکھا یا مین راضی ہوگیا تو تلف کرنے والا ضمان سے بری نہ ہوگا کذا فی الاشباہ منقولہ
من البزازیہ لیکن مصنف نے شرح مین عمادیہ سے نقل کیا ہے کہ اجازت افعال کو لاحق ہوتی ہے مصنف نے کہا پھر تو اسکے بموجب تلف کر دینے کو بھی اجازت لاحق ہوگی
اسواسطے کہ اتلاف منجملہ افعال کے ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم شیخ صالح ابن مصنف نے کہا کہ اگر افعال سے غیر اتلاف مراد لیجے تو سب مشائخ کے اقوال پر عمل ہوگا
حموی نے کہا بعضے افعال اعدام ہوتے ہین اور بعضے ایجاد تو مشائخ کا قول اُس فعل پر محمول ہے جو اعدام نہو کذا فی الطحطاوی کسر الغاصب الحطب فاتخذہ الواحا
لو کسرہ الموہوب لہ لم ینقطع حق الرجوع اشباہ غاصب نے لکڑی پکڑ کر تختے توڑی تو اسکا مالک نہ ہوگا اگرچہ اسکی قیمت زیادہ ہوجاے توڑنے سے کذا فی القنیہ
اور اگر لکڑی کو موہوب لہ توڑے تو ہبہ کے پھیر لینے کا حق منقطع نہ ہوگا کذا فی الاشباہ وفیہا اجرہا الغاصب ورد اجرتہا الی المالک تطیب لہ لان اخذ الاجرۃ اجازۃ
اور اشباہ مین ہے کہ غاصب نے غصب کی چیز اجارہ دی اور اسکی اجرت مالک کو پھیر دی تو اسکو یہ حلال ہے اسواسطے کہ اجرت لینا اجازت ہے اجارہ کی فروع مسائل
ملحقہ شارح کے استعار منشارا فانقطع فی النشر فوصلہ بلا اذن مالکہ انقطع حقہ وعلی المستعیر قیمتہ منکسرا شرح وہبانیہ آرا عاریت لیا سو وہ ٹوٹ گیا چیرنے مین سو اُسنے

جوڑا بدون اذن مالک کے تو مالک کا حق اُس سے منقطع ہوگیا اور مستعیر پر ٹوٹے آرے کی قیمت واجب ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ رکب دابۃ غیرہ لاطفاء حریق
وقع فی البلد فانہدم شیٔ برکوبہ لم یضمن لان ضرر الحریق عام فکان لکل دفعہ جوہرہ ایک شخص غیر کے گھر پر چڑھا اُس آگ بجھانے کو جو شہر میں واقع ہوئی سو
کچھ عمارت منہدم ہوگئی اُسکے چڑھنے سے تو اُسپر کچھ ضمان نہیں اسواسطے کہ آتش زنی کا ضرر شامل ہے سب کو تو ہر شخص کو اُسکے دفع کرنے اور بجھانے کا
حق ہے کذا فی الجوہرہ ولا یجوز دخول بیت انسان الا باذنہ الا فی الغزو جائز نہیں آدمی کے گھر میں گھسنا مگر اُسکی اجازت سے مگر جہاد میں جائز ہے یعنی جہاد
میں غازیوں کو کفار کے گھروں میں بلا اذن داخل ہونا جائز ہے واللہ اعلم وفیما اذا سقط ثوبہ فی بیت غیرہ وخاف لو اعلمہ اخذہ اور غیر کے گھر میں بلا اذن
مالک داخل ہونا اُس صورت میں جائز ہے جبکہ ایک شخص کا کپڑا غیر کے گھر میں گر پڑا اور وہ ڈرا کہ اگر میں اُسکو خبر کرونگا تو وہ اُسکو خود دبا رکھے گا
حفر قبرا فدفن فیہ آخر میتا فھو علی ثلثۃ اوجہ ان الارض للحافر فلہ نبشہ ولہ تسویتہ وان مباحۃ فلہ قیمۃ حفرہ وان وقفا فکذلک ولا یکرہ لو الارض
متسعۃ لان الحافر لا یدری بای ارض یموت ایک شخص نے اپنے واسطے قبر کھود رکھی سو اُسمیں دوسرے شخص نے مردہ گاڑا تو وہ تین صورتوں پر ہے اگر
وہ زمین قبر کھودنے والے کی مملوک ہو تو اُسکو مردہ اکھاڑنا اور زمین کو برابر کردینا جائز ہے اور اگر زمین مباح ہو تو اُسکو قبر کھودنے کی قیمت یعنی اُجرت ملے گی
اور اگر وقف کی ہو تو اسی طرح اُسکی اجرت ثابت ہے اور یہ مکروہ نہیں اگرچہ زمین وقف کشادہ ہو اسواسطے کہ قبر کھودنے والا نہیں جانتا کہ کس زمین میں
مریگا اور ولوالجیہ میں ہے کہ ایک مرد نے مقبرۂ وقف میں قبر کھودی پھر دوسرے نے اُسمیں دفن کرنیکا ارادہ کیا اگر مکان میں وسعت ہو تو اول شخص
مزاحمت نہ کرے اور اگر وسعت نہو تو مزاحمت کرے اور پہلی صورت میں دفن کرے گا تو مکروہ نہیں ایسا کہا ہے فقیہ ابو اللیث نے اسواسطے کہ جسنے اپنے
واسطے قبر کھودی ہے وہ جانتا نہیں کہ کس زمین میں مریگا کذا فی الطحطاوی لا یجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ ولا ولایتہ الا فی مسائل مذکورۃ فی الاشباہ
جائز نہیں تصرف کرنا غیر کے مال پر بدون اُسکے اذن کے اور بدون اپنی ولایت کے مگر چند مسائل میں تصرف مال غیر جائز ہے جو اشباہ میں مذکور ہیں منجملہ
مسائل مذکورہ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ فرزند کو والد مریض کیواسطے بالاحتیاج خرید کرنا بغیر اُسکے اذن کے جائز ہے اور اسی طرح والد کو فرزند کیواسطے اُسکے مال سے خرید
درست ہے لیکن اور چیز سواے طعام اور دوا کے خرید کرنا بدون اذن کے جائز نہیں اسواسطے کہ بالاحتیاج میں اذن باعتبار عادت کے ثابت ہے دوسرا مسئلہ
یہ کہ مودع کو صاحب ودیعت کے والدین پر بدون اُسکے اذن کے صرف کرنا اُس مکان میں درست ہے جہان راے قاضی کا حاصل ہونا ممکن نہیں اور اُسپر ضمان
لازم نہوگا باعتبار استحسان کے تیسرا مسئلہ یہ کہ ایک رفیق سفر میں مرگیا تو باقی رفیقوں نے اُسکا اسباب بیچا اور اُسکی تجہیز وتکفین اُسکے ثمن سے کی اور باقی ثمن اُسکے
وارثوں کو دیا تو اُنپر ضمان نہیں غصب حمارۃ فتبعہا جحشہا فاکلہ الذئب ضمنہ کذا فی معایاۃ الوہبانیۃ شعر وغاصب شیٔ کیف یضمن غیرہ + ولیس لہ فعل بما یتغیر +
گدھی ایک شخص نے غصب کی سو اُسکا بچہ اُسکے پیچھے لگا چلا گیا سو اُسکو بھیڑیا کھا گیا تو غاصب پر اُسکا تاوان لازم ہوگا چنانچہ یہی مسئلہ وہبانیہ کی معمیات میں یون
مذکور ہے اور ایک چیز کا غاصب کیونکر ضمان دیتا ہے غیر مغصوب کا اور حالانکہ اُسکا ایسا فعل نہیں جس سے وہ متغیر ہوجاے ہم عالمگیری میں ہے کہ غیر کی گدھی بلا اجازت
ہانک لیگیا اور بھیڑیا اُسکا بچہ کھا گیا یا بچہ ضائع ہوگیا اور اُسنے مالک کو گدھی پھیر دی تو اگر غاصب بچہ کو گدھی کے ساتھ ہانک لیگیا ہو اُسپر تاوان لازم ہوگا اور
اگر بچہ پیچھے لگا چلا گیا بدون اُسکے ہانکنے کے تو اُسپر بچہ کا تاوان نہیں شارح وہبانیہ نے بھی یہی تفصیل نقل کی ہے اور بیت کو اس صورت پر محمول کیا ہے کہ گدھی کے ساتھ
بچہ کو بھی وہ ہانک لیگیا ہے اسواسطے وہ متعدی ہے شعر وغاصب نہر ہل لہ منہ شربہ + وہل ثم نہر طاہر لا مطہر + اور نہر کے غاصب کو اُسمیں سے پینا درست ہے یا نہیں اور
کیا وہاں نہر طاہر غیر مطہر ہے یا نہیں ہم سوال اول کا جواب یہ ہے کہ اگر غاصب نے تحویل مکان کی ہو یعنی نہر نے اُسکے مکان کو ہٹایا ہو تو اُسمیں سے پانی پینا اور وضو کرنا
مکروہ ہے اسواسطے کہ تحویل سے غصب کا اثر ظاہر ہوگیا اور بلا تحویل شرب اور وضو جائز ہے اسواسطے کہ نہر میں ہر شخص کو پینا اور وضو درست ہے اور دوسرے سوال کا
جواب یہ ہے کہ ہاں وہاں نہر طاہر غیر مطہر ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ فصل یہ فصل ہے کتاب الغصب کی غیب ما غصبہ وضمن قیمتہ لمالکہ ملکہ

عندنا ملکا مستندا الی وقت الغصب فیسلم لہ الاکساب لا الاولاد ملتقی غاصب نے جو غصب کیا اُسکو غائب کر ڈالا اور اُسکی قیمت کا مالک کو تاوان دیا
تو ہمارے نزدیک وہ اُسکا مالک ٹھہریگا غصب کرنے کے وقت سے تو غاصب کو مغصوب کی کمائیاں حلال ہونگی نہ اولاد مغصوب کذا فی الملتقی و القول لہ بیمینہ لو اختلفا
فی قیمتہ ان لم یبرہن المالک علی الزیادة اور غاصب کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اگر غاصب اور مالک نے مغصوب کی قیمت میں اختلاف کیا ہو بشرطیکہ
مالک نے زیادتی قیمت گواہی سے ثابت نہ کی ہو فان برہنا فللمالک ولا تقبل بینة الغاصب لقیامہا علی نفی الزیادة ہو الصحیح زیلعی پھر اگر مالک
گواہ لایا یا دونوں گواہ لائے اپنے دعوی پر تو گواہ مالک کے مقبول ہونگے اور غاصب کے گواہ مقبول نہ ہونگے اسواسطے کہ وہ شہادت نفی زیادت پر
قائم ہے اور نفی کی گواہی مقبول نہیں یہی قول صحیح ہے کذا فی الزیلعی ونقل المصنف عن البحر والجواہر لو قال الغاصب او المودع المتعدی لا اعرف قیمتہ لکن علمت
انہا اقل مما یقولہ فالقول للغاصب بیمینہ ویجبر علی البیان اور مصنف نے شرح میں بحر الرائق اور جواہر سے نقل کیا کہ اگر غاصب اور مودع متعدی کہے کہ میں مغصوب
اور ودیعت کی قیمت نہیں جانتا لیکن یہ جانتا ہوں کہ قیمت اُسکی اُس سے کمتر ہے جو مالک کہتا ہے تو غاصب اور اسی طرح مودع کا قول قسم کے ساتھ مقبول
ہوگا اور بیان قیمت پر جبر کیا جاوے گا اھ بحر الرائق کی تالیف تو کتاب الاجارہ تک منتہی ہوگئی ہے تو مصنف نے غصب کا مسئلہ اُس سے کیونکر نقل کیا شاید کہ
یہ مسئلہ صاحب بحر نے اختلاف میں مذکور کیا ہو واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی فان لم یبین حلف علی الزیادة فان نکل لزمتہ پھر اگر غاصب قیمت مجہولہ بیان نہ
کرے تو اُس سے نفی زیادت پر قسم لیجاوے سو اگر وہ قسم سے انکار کرے تو زیادتی قیمت کی اُسکو لازم ہوگی ولو حلف المالک ایضا علی الزیادة اخذہا اور
اگر غاصب کی قسم کے بعد مالک نے بھی زیادت پر قسم کھائی تو وہ اُسکو لے گا غاصب سے ثم ان ظہر المغصوب فللغاصب اخذہ ودفع القیمة او ردہ واخذ القیمة
وہی من خواص کتابنا فلیحفظ بعد اسکے اگر مغصوب ظاہر ہوا تو غاصب کو جائز ہے مغصوب کا لینا اور اُسکی قیمت دینا یا مغصوب کا مالک کو پھیر دینا اور اُس سے
قیمت پھیر لینا اور یہ تفصیل مسائل مذکورہ ہماری کتاب کی مخصوصات سے ہے تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے فان ظہر المغصوب وہی ای قیمتہ اکثر مما ضمن او مثلہ
او دونہ علی الاصح عنایہ فالاولی ترک قولہ وہی اکثر وقد ضمن بقولہ اخذہ المالک ورد عوضہ او امضی الضمان پھر اگر مغصوب ظاہر ہوا اور حالانکہ اُسکی
قیمت زیادہ تر ہے اُس سے جو غاصب نے ضمان دیا یا برابر ہے اُسکے یا کمتر ہے اُس سے بقول اصح کذا فی العنایہ اور حالانکہ غاصب ضمان دے چکا ہے اپنے قول کے
موافق تو مالک مختار ہے چاہے مغصوب کو لے اور عوض اُسکے جو ضمان لیا ہے پھیر دے چاہے ضمان ہی کو جاری رکھے شارح نے کہا جب عنایہ کی روایت سے
ثابت ہوا کہ بقول اصح قیمت کا برابر ہونا اور کمتر ہونا اور اکثر ہونا یکساں ہے حکم میں تو مصنف کو بہتر یہ تھا کہ اکثریت کی قید کو ترک کرتا ولا خیار للغاصب ولو قیمتہ اقل
للزومہ باقرارہ ذکرہ الواقی نعم متی ملکہ بالضمان فلہ خیار عیب ورؤیة مجتبی اور غاصب کا صورت مذکورہ میں کچھ اختیار نہیں اگرچہ قیمت مغصوب کی کمتر ہو ضمان سے
بسبب لازم ہونے قیمت کے خود غاصب کے اقرار سے کذا ذکرہ الواقی محشی الدرر ہاں جبکہ مالک ضمان کا مالک ہوگا تو اُسکو خیار العیب اور خیار الرؤیت
ثابت ہے کذا فی المجتبی ہم اسواسطے کہ ضمان غصب ضمان معاوضہ ہے تو خیار العیب اور خیار الرؤیت اُسکو لازم ہونا چاہیے ولو ضمن بقول المالک او
ببرہانہ او نکول الغاصب فہو لہ ولا خیار للمالک لرضاہ حیث ادعی ہذا المقدار فقط اور اگر غاصب نے ضمان دیا مالک کے قول یا اُسکے گواہ لانے
یا غاصب کے انکار قسم کے سبب سے تو مغصوب ظاہر ہونے کے بعد غاصب کا مملوک ہوگا اور مالک کا اُسمیں اختیار باقی نہ رہیگا اُسکی رضامندی کے سبب سے کیونکہ
مالک نے فقط اُسی مقدار کا دعوی کیا وان باع الغاصب المغصوب فضمنہ المالک نفذ بیعہ اگر غاصب نے مغصوب کو بیچ ڈالا پھر مالک نے اُسکا تاوان لیا
تو غاصب کی بیع نافذ ہو جاویگی وان حررہ ای الغاصب لان تحریر المشتری من الغاصب نافذ فی الاصح عنایہ ثم ضمنہ لا لان الملک الناقص یکفی لنفاذ البیع
لا العتق اور غاصب نے مغصوب کو آزاد کر دیا پھر مالک نے اُس سے اُسکا تاوان لیا تو عتق نافذ نہ ہوگا اسواسطے کہ ملک ناقص نفاذ بیع کے واسطے کافی ہے اور
نفاذ عتق کے واسطے کافی نہیں شارح نے غاصب کا آزاد کرنا مراد لیا نہ غاصب کے مشتری کا اسواسطے کہ مشتری مذکور کا آزاد کرنا قول اصح میں نافذ ہے

كذا فى العناية او زوائد المغصوب مطلقا متصلة كسمن وحسن او منفصلة كدر وثمر امانة لا تضمن الا بالتعدى او المنع بعد طلب المالك لانها امانة اور
مغصوب کی زوائد مطلقاً خواہ زوائد متصلہ ہوں چنانچہ فربہی اور خوبصورتی مغصوب کی یا زوائد منفصلہ ہوں چنانچہ دودھ اور پھل امانت ہیں غاصب کے پاس
اسکا تاوان نہیں مگر غاصب کی تعدی سے یا بعد طلب کرنے مالک کے اُسکے نہ دینے سے البتہ ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ زوائد مذکورہ امانت ہیں هم یہاں
دعوی اور دلیل ایک ہی ہوگیا تو اگر شارح یوں کہتا کہ زوائد میں اسواسطے تاوان نہیں کہ اُنمیں غصب متحقق نہیں تو واضح تر ہوتا کذا فى الطحطاوى ولو طلب
المتصلة لا تضمن اور اگر مالک زوائد متصلہ کو طلب کرے تو تاوان نہیں وما نقصت الجارية بالولادة مضمون ويجبر بولدها بقيمته او بغرته ان وفى به والا
فيسقط بحسابه اور جاریہ مغصوب نے جو اپنی قیمت ولادت کے سبب سے ناقص کردی تو اُسکا تاوان غاصب پر لازم کیا جاویگا اور لونڈی کا جبر نقصان اُسکے
ولد کی قیمت یا اُسکے غرہ سے کیا جاویگا اور اگر اُسکے ساتھ برابر ہو اور اگر قیمت ولد نقصان جاریہ کی برابر نہ ہو کم ہو تو اُسکے حساب کے موافق ضمان سے ساقط کیا جاویگا
هم یعنی اگر جاریہ مغصوبہ کی قیمت سو درم تھی اور ولادت سے ساٹھ درم قیمت رہ گئی تو اگر اُسکے ولد کی قیمت ۴۰ درم ہے تو جبر نقصان ہوگیا لونڈی اور اُسکا ولد
مالک کو پھیر دیا جائے غاصب پر کچھ تاوان لازم نہوگا اور اگر ولد کی قیمت ۲۵ درم ہے تو ۴۰ سے اسقدر ساقط کر کے ۱۵ درم کا ضمان غاصب پر لازم ہوگا قیمت سے
جبر نقصان اُسوقت ہوگا جبکہ ولد زندہ پیدا ہو والا غرہ سے جبر نقصان ہوگا غرہ مراد یہ ہے کہ ایک مرد نے جاریہ کے پیٹ پر ایسی ضرب ماری کہ لڑکا مردہ پیٹ
سے گر پڑا تو یہی غرہ یعنی دیت واجب ہوگی اُسی سے جبر نقصان کیا جائیگا ولو ماتت وبالولد وفاء بقيمتها هو الصحيح اختيار اور اگر جاریہ مغصوبہ غاصب کے پاس مرگئی اور
اُسکے ولد کی قیمت اُسکی قیمت کے ساتھ برابر ہے تو یہی کفایت ہے یہی قول اصح ہے کذا فى الاختيار یعنی غاصب پر کچھ ضمان نہیں زنى بامة مغصوبة اى غصبها
فردها حاملا فماتت بالولادة ضمن قيمتها يوم علقت زنا کیا اُس جاریہ سے جسکو غاصب نے خود غصب کیا پھر جاریہ حاملہ مالک کو پھیر دی سو وہ ولادت سے
مرگئی تو غاصب پر اُسکی اُس قیمت کا ضمان لازم ہوگا جو اُسکی قیمت حاملہ ہونے کے دن تھی هم چونکہ رد فاسد تھا لہذا اُسپر ضمان لازم ہوا یعنی جب اُسنے غصب کی تھی
تو اُسمیں تلف ہوجانے کا کوئی سبب نہ تھا اور جب اُسنے پھیر دی تو سبب تلف اُسمیں موجود تھا یعنی حمل تو پھیرنا صحیح نہ ٹھہرا بخلاف الحرة لانها لا تضمن بالغصب ليبقى
ضمان الغصب بعد فساد الرد بخلاف حرہ مغصوبہ کے پھیر دینے کے یعنی اگر حرہ مغصوبہ سے زنا کر کے حاملہ اُسکو پھیر دیا اور وہ ولادت سے مرگئی تو غاصب پر ضمان
نہیں اسواسطے کہ حرہ کا ضمان غصب سے نہیں ہوتا ہے تاکہ ضمان غصب بعد فساد رد باقی رہے ولو ردها محمومة فماتت لا تضمن اور اگر جاریہ مغصوبہ پھیر دی اور حالانکہ اُسکو
تپ تھی سو وہ مرگئی تو غاصب پر ضمان نہیں اسواسطے کہ تپ میں غاصب کا کچھ دخل نہیں وكذا لو زنت عنده فردها فجلدت فماتت ملتقى اور اسی طرح غاصب پر ضمان
ہوت نہیں اگر جاریہ مغصوبہ نے غاصب کے پاس کسی دوسرے شخص سے زنا کیا پھر غاصب نے مالک کو پھیر دی پھر اُسپر بسبب زنا کے کوڑے مارے گئے سو وہ اُسکے سبب سے
مرگئی کذا فى الملتقى هم زیلعی نے کہا لیکن غاصب پر نقصان زنا کا ضمان البتہ لازم ہوگا ولو زنى بها فاستولدها ثبت النسب والولد رقيق درر اور اگر غاصب نے جاریہ
مغصوبہ سے زنا کیا اور اُسکو ام ولد بنایا تو نسب ثابت ہوگا اور لڑکا مملوک مالک کا ہوگا کذا فى الدرر بخلاف منافع الغصب استوفاها او عطلها فانها
لا تضمن عندنا اور بخلاف منافع غصب کے خواہ غاصب نے منافع کو حاصل کرلیا ہو یا اُنکو معطل چھوڑا ہو اُنکا کچھ تاوان ہمارے نزدیک نہیں ہے ولو جد فى
بعض المتون ومنافع الغصب غير مضمونة الخ لكن لا يلائمه ما ياتى من عطف ثم المسلم الخ مع انه اخصر فتدبر یا وہ متن کے بعض نسخے میں یوں عبارت ہے ومنافع الغصب غير مضمونة
الخ لیکن اس عبارت کی وہ عبارت جو آگے آویگی یعنی عطف کرنا ثم المسلم کا مناسب نہیں باوجودیکہ عبارت سابقہ زیادہ تر مختصر ہے سو اُسکو غور کر الا فى ثلاث فيجب
اجر المثل على اختيار المتاخرين ان يكون المغصوب وقفا للسكنى او للاستغلال منافع غصب کا ضمان نہیں مگر تین صورتوں میں تو اجرت مثل واجب ہے بموجب
اختیار کرنے فقہاے متاخرین کے پہلی صورت یہ ہے کہ مغصوب وقف ہو خواہ سکونت محتاجین کے واسطے وقف ہو خواہ کرایہ لینے کے واسطے وقف ہو او یا
يتيم الا فى مال سكنته امه مع زوجها فى داره بلا اجر فليس لهما ذلك والاجر عليهما كذا فى الاشباه معزيا لوصايا التتنية یا مال یتیم کے منافع مغصوبہ میں اجرت مثل

واجب ہی مگر اس مسئلہ مین کہ یتیم کی مان اپنے دوسرے شوہر کے ساتھ یتیم کے گھر مین بدون کرایہ رہی تو زوجین کو یہ جائز نہین اور اُنپر کرایہ بھی نہین ہی چنانچہ تہذیب
مین قنیہ کی کتاب الوصایا سے منقول ہی قلت ویستثنی ایضا سکنی شریک الیتیم فقد نقل المصنف وغیرہ عن القنیۃ انہ لا شی علیہ وکذا الاجنبی بلا عقد وقیل دار الیتیم
کالوقف انتہی مین کہتا ہون اور وجوب اجرت مال یتیم سے سکونت شریک یتیم کا مسئلہ بھی مستثنی ہی اسواسطے کہ مصنف وغیرہ نے قنیہ سے نقل کیا ہی کہ شریک یتیم پر
کچھ واجب نہین اور اسی طرح اُس اجنبی شخص پر واجب نہین جو یتیم کے گھر مین بلا عقد رہا ہو۔ اور بعضون نے کہا کہ یتیم کا گھر وقف کی مانند ہی وجوب اجرت
مین مطلقاً انتہی قول المصنف عم مشی ابو السعود نے کہا یہی قول معتمد ہی کہ مال یتیم وقف کے مانند ہی تو درحقیقت کچھ استثنا نہین قلت ویمکن حمل کلام الغیر
علی قول المتقدمین بعدم اجرتہ واما علی قول المعتمد انہا کالوقف فتجب الاجرۃ علی الشریک والزوج لکون سکنی المراۃ واجبۃ علیہ وہو غاصب لدار الیتیم فیلزمہ الاجرۃ
وبہ افتی ابن نجیم مین کہتا ہون اور استثنا کے دونون مسئلون کا حمل کرنا متقدمین کے قول عدم اجرت پر ممکن ہی اور متاخرین کے نزدیک قول معتمد یہ ہی کہ یتیم کا گھر وقف
کے مانند ہی تو اجرت گھر کی یتیم کے شریک اور اُسکی مان کے شوہر پر واجب ہوگی اسواسطے کہ سکنی زوجہ کا زوج پر واجب ہی اور زوج گھر یتیم کا غاصب
ہی تو اُسپر کرایہ لازم ہوگا اور اسی قول کا فتوی دیا ہی ابن نجیم صاحب اشباہ نے اور اگر یتیم کی مان اُسکے گھر مین رہے درصورتیکہ اُسکا کوئی شوہر نہو تو اُسپر
اجرت نہین کذا فی الطحطاوی عن المحیط وما فی الصیرفیۃ من التفصیل لو الیتیم یقدر علی المنع فلا اجر والا فعلیہا غیر ظاہر اور صیرفیہ مین جو یہ تفصیل مذکور ہی کہ اگر
یتیم منع پر قادر ہی اور اُسنے منع نہ کیا تو اجرت نہین اور اگر منع پر قادر نہین تو زوجین پر اجرت واجب ہی غیر ظاہر ہی اھ قول مذکورہ کی غیر ظاہر ہونے کی
یہ وجہ ہی کہ صغیر غیر مکلف کا منع اور غیر منع لائق اعتبار کے نہین ہی وعلیہ فہو علیہ لا علیہا لما افادہ فی تنویر الابصار اور بموجب اُسکے یعنی بموجب قول معتمد کے
تو اجرت زوج پر واجب ہی نہ یتیم کی مان پر چنانچہ یہ افادہ تنویر الابصار مین مذکور ہی یعنی اسواسطے کہ سکنے زوجہ کا زوج پر واجب ہی تو وہ غاصب ٹھہرا اھ ثم نقل
عن الخانیۃ ان حکم الدار کمسئلۃ الارض وہو ان الحاضر اذا سکن فیہا اذا کان لا یضرہا فللغائب ان یسکن قدر شرکتہ قالوا وعلیہ الفتوی پھر صاحب تنویر الابصار نے خانیہ
سے نقل کیا کہ گھر کا مسئلہ زمین کے مسئلے کے بموجب ہی اور شریک حاضر جبکہ گھر مین سکونت کرے جس صورت مین کہ سکونت گھر کو ضرر نہ کرے تو شریک غائب کو
جائز ہی کہ اُسمین بقدر اپنے شریک کے سکونت کرے علما نے کہا اور اُسی پر فتوی ہی ھ عمادیہ مین مذکور ہی کہ فتوی اسپر ہی کہ اگر زراعت زمین کو نقصان نہ کرے نفع کرے
تو شریک کو تمام زمین مین زراعت کرنا جائز ہی پھر جب شریک غائب آوے تو وہ بھی تمام زمین زراعت کرے اتنی مدت تک اسواسطے کہ رضامندی مالک کی اُسی
صورت مین باعتبار دلالت حال کے ثابت ہی اور اگر زراعت زمین کو مضرت کرے تو جائز نہین کذا فی الطحطاوی او معدا ای اعدہ صاحبہ للاستغلال بان بناہ
لذلک او اشتراہ لذلک قیل او اجرہ ثلث سنین علی الولاء یا اُس مغصوب کے منافع کے اجرت مثل واجب ہی جو مہیا ہو استغلال کیواسطے یعنی اُسکے مالک نے اُسکو مہیا
کیا ہو کرایہ لینے کے واسطے اسطرح کہ اُسکو بنایا ہو اسی واسطے یا خرید کیا ہو اسی واسطے بعضون نے کہا یا اُسکو اجارہ دیا ہو تین برس علی الاتصال وفی الاشباہ
لا تصیر الدار معدۃ لہ باجارتہا ولا ببنائہا لہ واشترائہا لہ ولا باعداد البائع بالنسبۃ للمشتری اور اشباہ مین ہی کہ گھر استغلال کے واسطے مہیا نہین ٹھہر جاتا اُسکے اجارہ
دینے سے بلکہ اُسکے بنانے یا خرید کرنے سے کرایہ لینے کیواسطے اور نہ بائع کے مہیا کرنے سے نسبت مشتری استغلال کیواسطے ہو سکتا ہی واشترط علم المستعمل بکونہ معدا
حتی یجب الاجر اور استعمال کرنے والے کا یہ جاننا شرط ہی کہ وہ گھر کرایہ کیواسطے مہیا ہی تب اجرت مثل واجب ہوگی وان لا یکون المستعمل مشہورا بالغصب اور وجوب
اجرت کی یہ شرط ہی کہ استعمال کرنے والا غصب کرنے مین مشہور نہ ہو ھ اور اگر مشہور ہوگا غصب مین تو اُسپر کرایہ نہین اگرچہ گھر کرایہ کیواسطے مہیا ہو اور دونون مسئلون
کی وجہ یہ ہی کہ اُسنے سکونت نہین کی کرایہ لازم کرکے کذا فی الطحطاوی قلت ولو اختلفا فی العلم وعدمہ فالقول لہ بیمینہ لانہ منکر والآخر مدع مین کہتا ہون اور
اگر صاحب خانہ اور رہنے والا علم اور عدم علم مین مختلف ہون یعنی صاحب خانہ کہتا ہو کہ تو جانتا تھا کہ یہ گھر کرایہ کیواسطے بنا ہی اور رہنے والا کہتا ہو کہ مجھکو اسکا
علم نہ تھا تو رہنے والے کا قول اُسکی قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہی اور دوسرا مدعی ہی اور قول منکر کا مقبول ہوتا ہی نہ مدعی کا [illegible]

رب الدار وبیعہ لا یبطل الاعداد ہمارے اُستاد نے کہا کہ صاحب خانہ کی موت سے اور اسکے بیچ ڈالنے سے اعداد یعنی کرایہ کیواسطے مہیا ہونا باطل ہوجاتا ہے
ولو بنی لنفسہ ثم اراد ان یعدہ فان قال بلسانہ ویخبر الناس جاز ذکرہ المصنف اور ایک شخص نے گھر اپنے واسطے بنایا پھر چاہا کہ اُسکو کرایہ کیواسطے مہیا کردے تو
اگر وہ اپنی زبان سے یہ کہے اور لوگوں کو اسکی خبر کردے تو جائز ہوگا مصنف نے اسکو اپنی شرح میں ذکر کیا ہے الا فی المعد للاستغلال فلا ضمان فیہ اذا سکن
بتاویل ملک کبیت سکنہ احد الشرکاء فی الملک ولو لیتیم کما مر عن القنیۃ فتنبہ مگر اُس گھر میں ضمان نہیں جو کرایہ کیواسطے تیار رہا جبکہ اُسمیں کسی شخص نے سکونت
کی اپنی ملکیت کی تاویل اور توجیہ سے چنانچہ وہ گھر جسمیں شرکاء ملک سے کوئی شریک رہا اگرچہ وہ گھر مشترک یتیم کا ہو چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا ہے قنیہ سے تو
خبردار رہنا شارح نے خبردار کردیا اس بات پر کہ روایت قنیہ متقدمین کے قول پر مبنی ہے اور حالانکہ فتوی متاخرین کے قول پر ہے وجوب اجرت میں اما فی الوقف اذا سکنہ
احدہما بالغلبۃ بلا اذن لزم الاجر لیکن وقف کے مکان میں جبکہ ایک شریک اُسمیں سکونت کرے غالب ہوکر بدون اذن کے تو اجرت لازم ہوگی او عقد کبیت ارتہن
او سکنہ المرتہن ثم بان للغیر معدا للاجارۃ فلا شیء علیہ یا سکونت کی عقد کی تاویل سے چنانچہ رہن کے گھر میں مرتہن رہا پھر ظاہر ہوا کہ وہ گھر غیر شخص کا ہے درانحالیکہ
وہ اجارہ کیواسطے مہیا ہے تو مرتہن مذکور پر کچھ ضمان نہیں بقی لو اجرہ الغاصب احدہا فعلی المستاجر المسمی لا اجر المثل ولا یلزم الغاصب الاجر بل یردہ قبضہ للمالک اشباہ
وقنیہ باقی رہی یہ بات کہ غاصب نے بیوت ثلثہ مذکورہ سے یعنی وقف اور مال یتیم اور معد للاستغلال سے ایک گھر اجارہ دیا تو مستاجر پر اجرت معین واجب ہوگی
نہ اجرت مثل اور اجرت مثل غاصب کو لازم نہوگی بلکہ جو غاصب نے اجرت لی ہو وہ مالک کو پھیر دے کذا فی الاشباہ والقنیہ وفی الشرنبلالیۃ وینظر ما لو عطل المنفعۃ
ہل یضمن الاجرۃ کما لو سکن اہ شرنبلالیہ میں ہے اور اسمیں نظر اور تلاش کرنی چاہیے کہ صاحب تاویل ملک یا عقد اگر منفعت کو معطل چھوڑے گیا اجرت کا
ضامن ہوگا چنانچہ سکونت کے حال میں وبخلاف خمر المسلم وخنزیرہ بان اسلم وہما فی یدہ اذا اتلفہما مسلم او ذمی فلا ضمان اور برخلاف مسلمان کے شراب اور سور کے
اسطرحپر کہ کافر مسلمان ہوا اور شراب اور سور اُسکی ملک میں باقی رہے جبکہ دونوں مسلمان یا ذمی تلف کرڈالے تو ضمان نہیں یعنی اسواسطے کہ مسلمان کے
حق میں شراب اور سور مال متقوم نہیں وضمن المتلف المسلم قیمتہا لان الخمر فی حقنا قیمی حکما لو کانا لذمی اور مسلمان شراب اور سور کا تلف کرنیوالا دونوں کی
قیمت کا تاوان دے اگر شراب اور سور کافر ذمی کی مملوک ہوں قیمت کا تاوان ہوا اسواسطے کہ شراب ہم مسلمانوں کے حق میں قیمت والی چیز ہے باعتبار حکم شرع کے
ہم ضمان اسواسطے لازم ہوا کہ ذمیوں کے حق میں شراب اور سور مال متقوم ہے اور اگرچہ شراب مثلی چیز ہے نہ قیمت والی لیکن چونکہ مسلم اُسکی تملیک اور تملک سے ممنوع
ہے لہذا اسکی قیمت مسلم پر واجب ہوگی والمتلف غیر الامام او مامورہ یری ذلک عقوبۃ فلا یضمن ولا الزق خلافا لمحمد مجتبی ضمان اُسوقت واجب ہوگا جبکہ تلف کرنیوالا
بادشاہ یا اُسکا مامور ہو جو اتلاف کو تعزیر جانتا ہے تو اب ضمان نہ ہوگا اور نہ شراب کی مشک کے تلف کرنیکا برخلاف محمد کے کذا فی المجتبی ہم یعنی اگر بادشاہ یا اسکا
مامور شراب اور سور کے اظہار بیع پر انکو تلف کرڈالے باعتبار تعزیر کے تو اُسپر ضمان نہیں منح الغفار میں ہے کہ ذمی نے دار الاسلام میں خمر اور خنزیر کی بیع علانیہ کی تو
اُسکو منع کیا جائیگا پھر اگر کوئی شخص شراب بہادے یا خنزیر کو قتل کرے تو اُسپر ضمان ہے لیکن اگر امام یہ کرے تعزیر جانکر تو اُسپر تاوان نہیں نہ مشک کا نہ شراب
کا نہ سور کا ولا ضمان فی میتۃ ودم اصلا اور مردار اور خون کے تلف کرنے میں اصلا تاوان نہیں خواہ مسلم کے ہوں یا ذمی کے اسواسطے کہ کسی اہل دین کے نزدیک
یہ چیزیں مال نہیں بخلاف ما لو اشتراہا ای الخمر منہ ای الذمی وشربہا فلا ضمان ولا ثمن لانہ فعلہ بتسلیط بائعہ بخلاف غصبہا مجتبی برخلاف اس مسئلہ
کے اگر شراب ذمی سے خریدی اور پی تو نہ اُسپر ضمان ہے نہ ثمن اسواسطے کہ مشتری نے اُسکے فعل اُسکے بائع کے مسلط کرنے سے کیا بخلاف شراب کے غصب
کرنے کے کہ اُسمیں تسلیط مالک نہیں لہذا اُسپر ضمان ہے کذا فی المجتبی وفیہ اتلف ذمی خمر ذمی ثم اسلما او احدہما لا شیء علیہ لانی روایۃ علیہ قیمۃ الخمر اور مجتبی میں ہے کہ ذمی نے
دوسرے ذمی کی شراب تلف کی پھر دونوں مسلمان ہوگئے یا ایک تو تلف کرنے والے پر کچھ تاوان نہیں مگر ایک روایت میں اُسپر تاوان مذکور ہے غصب خمر
مسلم فخللہا بما لا قیمۃ لہ کنقلتہ او ملح یسیر لا قیمۃ لہ او بشمس او غصب جلد میتۃ فدبغہ بما لا قیمۃ لہ کتراب وشمس اخذہما المالک مجانا شراب مسلمان کی

غصب کی پھر اُسکو سرکہ بنایا اُس چیز سے جسکی قیمت کچھ نہیں چنانچہ تھوڑے گیہوں یا تھوڑا نمک ڈال کر جسکی کچھ قیمت نہین یا سرکہ بنایا دھوپ مین رکھکر یا مردار کی کھال غصب کی پھر اُسکی دباغت کی اُس چیز سے جسکی کچھ قیمت نہین چنانچہ مٹی اور دھوپ سے تو مالک سرکہ اور جلد مدبوغ کو مفت لے گا ولکن لو اتلفهما ضمن لانہ
ولیکن اگر سرکہ اور جلد مدبوغ کو غاصب تلف کرے گا تو ضمان دیگا اور اگر وہ خود بخود تلف ہوں تو اُسپر ضمان نہین وفی شرح الوہبانیۃ یضمن قیمۃ مدبوغا واعتمدہ فی
الملتقی اور شرح وہبانیہ مین ہے کہ جلد مدبوغ کا غاصب ضمان دے اور اسی قول پر ملتقی مین اعتبار کیا ہے ہم یہ ضمان صورت اتلاف پر محمول ہے کذا فی الطحطاوی
ولو خللها بذی قیمۃ کالملح الکثیر والخل ملکہ ولا شئ علیہ للمالک خلافا لهما اور اگر غاصب نے شراب کو سرکہ بنایا قیمت والی چیز سے چنانچہ زیادہ نمک اور
سرکہ ڈالکر تو غاصب اُسکا مالک ہوجا دے گا اور مالک کے واسطے غاصب پر کوئی چیز واجب نہین برخلاف صاحبین ولو دبغ بہ بذی قیمۃ کقرظ وعفص
الجلد اخذہ المالک ورد ما زاد الدبغ اور اگر قیمت والی چیز سے جلد کی دباغت کی چنانچہ ببول کی چھال اور مازو سے تو مالک اُسکو لے اور جسقدر قیمت
جلد کی دباغت سے زیادہ ہوگئی وہ غاصب کو پھیر دے اور غاصب جلسہ حتی یاخذ حقہ اور غاصب کو جلد مدبوغ کا روک رکھنا اپنے حق کے لینے تک درست ہے
ولو اہلکہ لا یضمن کما لو تلف اور اگر غاصب جلد مدبوغ مذکور کو تلف کرے تو ضمان نہ دے گا چنانچہ اس صورت مین ضمان نہین اگر وہ خود بخود تلف ہوجا دے ولا ضمان
بالاتلاف المیتۃ ولو لذمی اور ضمان نہین مردار کے تلف کر ڈالنے سے اگرچہ مردار ذمی کا ہو ولا باتلاف متروک التسمیۃ عمدا ولمن یبیحہ ملتقی لان ولایۃ المحاجۃ ثابتۃ اور نہ اُس ذبیحہ
کے اتلاف سے ضمان ہے جسپر نام خدا عمدا ترک کیا اگرچہ متروک التسمیہ اُس شخص کا ہو جو اُسکو مباح کہتا ہے یعنی شافعی مذہب کا ہو کذا فی الملتقی اسواسطے کہ محبت
انگیزی کا اختیار حنفی مذہب کو ثابت ہے ہم محبت حنفیہ یہ ہے کہ اُسکی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہے قال اللہ تعالی ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ یعنی نہ کھاؤ
اُسکو جسپر اللہ تعالی کا نام نہ لیا گیا وضمن بکسر معزف بکسر المیم آلۃ اللہو ولو لکافر ابن کمال قیمتہ خشبا منحوتا صالحا لغیر اللہو اور باجے کے توڑنے سے اگرچہ باجا
کافر کا ہو کذا ذکرہ ابن کمال تاوان دے اُسکی قیمت کا یعنی کھدی ہوئی لکڑی جو گانے بجانے کے لائق نہین اُسکی قیمت کا ضمان دے شارح نے کہا معزف بکسر
میم عبارت ہے آلہ لہو سے یعنی گانے بجانے کا باجا معازف چنانچہ بربط اور مزمار اور دف اور طبل اور طنبور کذا فی المنح قاضی خاں نے کہا صالحا لغیر اللہو کا مطلب یہ
کہ دف توڑنے مین اُس دف کی قیمت کا تاوان دے جس دف مین روئی رکھتے ہین اور بربط کے توڑنے مین اُس چوبی پیالہ کا ضمان دے جسمین ترید وغیرہ
طعام رکھا جاتا ہے وضمن القیمۃ لا المثل بار اقۃ سکر ومنصف سیجئی بیانہ فی الاشربۃ اور ضمان قیمت دے نہ ضمان مثل سکر اور منصف کے بہا دینے سے کتاب الاشربہ
مین سکر اور منصف کا بیان آوے گا سکر نام ہے کھجور کے کچے پانی کا جبکہ وہ گاڑھا ہوجا دے اور منصف وہ ہے جو آدھا جل جا دے آگ پر جوش کرنے
سے کذا فی الہدایہ وصح بیعها کلها وقالا لا یضمن ولا یصح بیعها وعلیہ الفتوی ملتقی ودرر وزیلعی وغیرہا واقرہ المصنف اور صحیح ہے بیع آلات لہو کی بالکل
اور صاحبین نے کہا کہ باجوں کے توڑنے والے پر تاوان نہین اور تمام آلات لہو اور ساز غنا کی بیع صحیح نہین اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الملتقی والدرر والزیلعی
وغیرہا اما طبل الغزاۃ زاد فی المختار الخلاصۃ والصیادین والدف الذی یباح ضربہ فی العرس فمضمون اتفاقا اور غازیوں کا طبل خلاصہ کی کتاب الحظر مین یہ زیادہ
کیا ہے اور شکاریوں کو طبل اور وہ دف جسکا بجانا شادی مین مباح ہے تو اُسکے توڑنے مین بالاتفاق تاوان ہے کالامۃ المغنیۃ ونحوها کالکبش النطوح و
الحمامۃ الطیارۃ والدیک المقاتل والعبد الخصی حیث تجب قیمتها غیر صالحۃ لهذہ الامور جیسے ضمان غصب اور بیع صحیح ہے گانے والی لونڈی اور اُسکے مانند کی چنانچہ
ٹکر مارنے والا مینڈھا اور اُڑنے والا کبوتر اور مرغ لڑنے والا اور خوجہ غلام کیونکہ انکی قیمت واجب ہے اس طرح پر کہ اُمور مذکورہ کی صلاحیت نہ رکھتے ہوں
ہم یعنی جاریہ غیر مغنیہ اور غلام غیر خصی کی قیمت غاصب پر لازم ہوگی ولو غصب ام ولد فهلکت لا یضمن بخلاف موت المدبر لتقوم المدبر دون ام الولد
وقالا یضمنها لتقومها اور اگر ام ولد کو غاصب نے غصب کیا پھر وہ ہلاک ہوگئی تو غاصب پر تاوان نہین برخلاف غلام مدبر کے موت کے بسبب مال متقوم ہونے
کے نہ ام ولد کے امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا ام ولد کا بھی ضمان غاصب دے اُسکے مال متقوم ہونیکے سبب ہم مدبر کی قیمت دو ثلث ہے قن کی قیمت سے
علام ۱۲

اور ام ولد کی قیمت صاحبین کے نزدیک سوم حصہ ہے حل قید عبد غیرہ او رباط دابتہ او فتح باب اصطبلہ او قفص طائرہ فذہبت ہذہ المذکورات
او سعی الی سلطان بمن یوذیہ والحال انہ لا یدفع بلا رفع الی السلطان او سعی بمن یباشر الفسق ولا یمتنع بنہیۃ لو قال السلطان قد یغرم وقد لا یغرم
فقال انہ وجد کنزا فغرمہ السلطان شیئا لا یضمن فی ہذہ المذکورات ایک شخص نے دوسرے کے غلام کی بیڑی یا اُسکے جانور کے باندھنے کی رسی کھول دی یا اُسکے
اصطبل کا دروازہ کھولدیا یا اُسکے چڑیا کے پنجرے کی کھڑکی کھولدی سو یہ سب چیزیں جاتی رہیں یا کسی شخص نے بادشاہ سے ایسے آدمی کی چغلی کھائی جو اُسکو ستاتا ہے
اور حال یہ ہے کہ بدون حاکم سے نالش کرنے کے وہ ستمگر مانتا نہیں یا ایسے کی چغلی کھائی جو فسق کا مرتکب ہے اور اُسکے منع کرنے سے باز نہیں آتا یا کسی ایسے بادشاہ
سے کہ کبھی ڈانڈ ڈالتا ہے اور کبھی نہیں ڈالتا یہ کہدیا کہ فلان شخص نے گڑا ہوا مال پایا ہے پھر بادشاہ نے اُس موذی یا فاسق پر یا خزانہ پانے والے پر کچھ
ڈانڈ ڈالدیا تو ان مخبروں سے ان سب صورتوں مذکورہ بالا مین تاوان نہ لیا جاویگا یعنی نہ غلام اور گھوڑے وغیرہ کا اور نہ بادشاہ کے ڈانڈ ڈالنے کا ولو غرم
السلطان البتۃ بمثل ہذہ السعایۃ ضمن اور اگر بادشاہ ڈانڈ لیتا ہو قطعاً اور یقیناً اسطرح کی چغلی سے تو چغل خور ضامن ہے وکذا یضمن لو سعی بغیر حق عند محمد
زجرا لہ ای للساعی وبہ یفتی ویعزر ولو الساعی عبدا طولب بعد العتق اور اسی طرح ضمان لازم آتا ہے چغل خور پر محمد کے نزدیک اگر اُسنے ناحق چغلی کھائی وجوب
ضمان چغل خور کا زجرا ور توبیخ کیواسطے ہے تا دوبارہ مرتکب نہ ہو اور اسی قول پر فتویٰ ہے اور اُسکو تعزیر دیجاوے اور اگر چغل خور غلام ہو تو اُس سے تاوان کا مطالبہ کیا جاوے
آزاد ہونے کے بعد ولو مات الساعی فللمعطی ان یاخذ قدر الخسران من ترکتہ ہو الصحیح جواہر الفتاوی اور اگر چغل خور مر گیا تو اُسکو جسکی اسنے چغلی کھائی ہے
جائز ہے کہ بقدر اپنے نقصان کے اُسکے متروکہ سے لے یہی قول صحیح ہے کذا فی جواہر الفتاوی ونقل المصنف انہ لو مات المشکو علیہ بسقوطہ من سطح لخوفہ غرم الشاکی دیتہ
لا لو مات بالضرب لندورہ وقدمر فی باب السرقۃ اور مصنف نے اپنی شرح مین نقل کیا یعنی عمادیہ سے اور جسکا شکوہ کیا گیا حاکم کے پاس اگر وہ مر گیا چھت پر سے
گر کے اُسکے خوف کے سبب سے تو شکوہ کرنیوالا اُسکی دیت کا تاوان دے نہ تاوان دے اُس صورت مین کہ اگر ضرب سے وہ مر گیا بسبب ندرت موت کے ضرب سے
اور البتہ یہ مسئلہ مذکور ہو چکا باب السرقہ مین امر شخص عبد غیرہ بالاباق او قال لہ اقتل نفسک ففعل ذلک وجب علیہ قیمتہ ایک شخص نے غیر کے غلام کو
بھاگ جانے کا امر کیا یا غلام سے اُسنے کہا کہ تو اپنی ذات کو قتل کر سو وہ بھاگ گیا یا اُسنے اپنی جان ہلاک کی تو اُس شخص پر قیمت غلام کی واجب ہو گئی ولو قال لہ
اتلف مال مولاک فاتلف لا یضمن الآمر والفرق ان بامرہ بالاباق والقتل صار غاصبا لانہ استعملہ فی ذلک الفعل وبامرہ بالاتلاف لا یصیر غاصبا للمال بل العبد ہو غاصبہ
ثم تلف وانما التلف بالفعل العبد اور اگر ایک شخص نے غیر کے غلام سے کہا کہ اپنے مولیٰ کا مال تلف کر سو اُسنے تلف کیا تو امر کرنیوالا شخص تاوان نہ دے اور فرق اس
مسئلہ اور مسئلہ سابقہ مین یہ ہے کہ بھاگنے اور قتل کرنے کے امر سے وہ شخص غاصب ٹھہر گیا اسواسطے کہ اُسنے غلام کو استعمال کیا اس فعل مین اور اتلاف مال کے
امر سے وہ شخص مال کا غاصب نہ ٹھہرا بلکہ غلام کا غاصب ٹھہرا حالانکہ غلام موجود ہے تلف نہیں ہو گیا اور تلف ہونا مال کا غلام کے فعل سے ہوا علم ان الآمر
لا ضمان علیہ بالامر الا فی ستۃ اذا کان الآمر سلطانا او ابا او سیدا او المامور صبیا او عبدا امرہ باتلاف مال غیر سیدہ واذا امرہ بحفر باب فی حائط الغیر غرم الحافر
رجع علی الآمر اشباہ اور معلوم کر کہ امر کرنے والے پر تاوان نہیں بسبب امر کرنے کے مگر چھ امر کرنے والوں پر ضمان ہے جبکہ آمر بادشاہ ہو یا باپ یا مولیٰ یا مامور صغیر ہو
یا وہ غلام جسکو آمر نے مولیٰ کے سوا اور کسی مال کے تلف کرنے کا امر کیا ہو اور جبکہ اُسکو غیر کی دیوار مین دروازہ کھودنے کا امر کیا ہو تو کھودنے والا تاوان دے
اور کھودنے والا امر کرنیوالے سے بھر لے کذا فی الاشباہ سلطان آمر پر اسواسطے ضمان ہے کہ اُسکا امر اکراہ ہے کیونکہ مامور جانتا ہے کہ اگر مین اطاعت نہ کرونگا
تو وہ عقاب کریگا بخلاف غیر سلطان تو ضمان سلطان پر ہوگا نہ مامور پر اور پدر آمر کی یہ صورت ہے کہ باپ نے اپنے فرزند بالغ کو امر کیا کہ اُسکی زمین مین آگ
جلادے سو اُسنے آگ جلائی اور وہ آگ زمین ہمسایہ مین جا پڑی اور کوئی چیز تلف ہو گئی تو ضمان باپ پر ہوگا اسواسطے کہ امر صحیح ہے اور ظاہر اس صورت کا
دلالت کرتا ہے کہ ہر امر باپ کا فرزند بالغ کے واسطے ایسا نہیں تو اگر باپ امر کرے اُسکو اتلاف مال یا قتل نفس کا تو ضمان فرزند پر ہوگا بسبب فاسد

ہونے امر کے اور آمر مولی کی صورت یہ ہے کہ مولی نے غلام مامور کو تلف مال یا نفس کا امر کیا تو ضمان اسکا سوائے آمر پر ہوگا اور صغیر مامور کی یہ صورت ہے کہ جیسی محجور سے
کہا کہ اس درخت پر چڑھ اور میرے واسطے پھل توڑ پھر وہ چڑھا اور گر پڑا تو اسکی دیت شخص آمر کی برادری پر ہوگی اور عبد مامور کا عنقریب مذکور ہو چکا جامع الفصولین
میں ہے اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے دروازہ کھود یعنی غیر کی دیوار میں تو ضمان اسکا آمر پر ہے نہ حافر پر اور اگر یوں نہ کہے کہ میرے واسطے کھود تو
ضمان آمر پر نہ ہوگا یعنی حافر پر ہوگا کذا فی الطحطاوی استعمل عبد الغیر لنفسہ بان ارسلہ فی حاجتہ وان لم یعلم انہ عبد اوقال ذلک العبد الذی استعملہ انی حر
ضمن قیمتہ ان ہلک العبد عمادیہ کام لیا غیر کے غلام سے اپنی ذات کا اسطرح کہ اسکو اپنی حاجت میں بھیجا اگرچہ وہ نہ جانتا ہو کہ وہ غلام ہے یا اس غلام نے
کہا جسکو اسنے اپنے کام میں لگایا کہ میں آزاد ہوں تو اسکی قیمت کا تاوان دے اگر غلام ہلاک ہو جائے کذا فی العمادیہ یعنی اسواسطے کہ استعمال سے وہ غاصب
ٹھہرا وفیہا جاء رجل الی آخر وقال انی حر فاستعملنی فی عمل فاستعملہ فہلک ثم ظہر انہ عبد ضمنہ علم اولم یعلم ہذا اذا استعملہ فی عمل نفسہ درعمادیہ میں ہے کہ ایک مرد دوسرے پاس
آیا اور بولا کہ میں آزاد ہوں سو مجھ سے کوئی کام لے سو اسنے اس سے کام لیا تو وہ ہلاک ہو گیا پھر ظاہر ہوا کہ وہ غلام تھا تو اسکا تاوان دے خواہ وہ جانتا ہو یا نہ جانتا ہو یہ
اسوقت ہے جبکہ اسنے اس سے اپنا ذاتی کام لیا ہو ولو استعملہ لغیرہ ای فی عمل غیرہ لا ضمان علیہ لانہ لا یصیر بہ غاصبا لقولہ لعبد ارق ہذہ الشجرۃ وانثر المشمش لتاکلہ
انت فسقط لم یضمن الآمر ولو قال لتاکلہ انت وانا ضمن قیمتہ لانہ استعملہ فی نفعہ اور اگر غلام کو استعمال کیا اپنے سوا اور شخص کے کام میں تو آمر پر ضمان نہیں اسواسطے کہ
اس سے وہ غاصب نہیں ہوتا چنانچہ اسکے یوں کہنے میں غلام سے کہ اس درخت پر چڑھ اور زردآلو کو جھاڑ تا کہ تو کھائے سو غلام گر کے مر گیا تو آمر پر ضمان
نہ ہوگا اور اگر یوں کہا تا کہ تو کھائے اور میں تو اسکی قیمت کا ضمان دیگا اسواسطے کہ اسنے تمام غلام کو اپنے نفع میں استعمال کیا ام طحطاوی نے کہا تعلیل خیر میں
گفتگو ہے یعنی تمام غلام آمر کے نفع میں مستعمل نہیں غلام جاء الی فصاد فقال افصدنی ففصدہ فصدا معتادا فعیرہ بالاولی فمات من ذلک ضمن
قیمۃ العبد عاقلۃ الفصاد ایک غلام فصاد کے پاس آیا سو بولا کہ میری فصد کھول سو اسنے ایسی فصد کھولی جیسی عادت میں کھولا کرتے ہیں سو وہ مر گیا اس فصد کے
زخم سے تو فصاد کی برادری اس غلام کی قیمت کا تاوان دے شارح نے کہا اور فصد غیر معتاد میں تو بطریق اولی ضمان لازم ہوگا ام اسواسطے ضمان واجب ہوا کہ غلام کا
اذن معتبر نہیں اگرچہ وہ ماذون ہے بلکہ مولی کا اذن لائق اعتبار کے ہے وکذا الحکم فی الصبی تجب دیتہ علی عاقلۃ الفصاد عمادیہ اور ایسا ہی حکم ہے صغیر نابالغ
کی فصد کھولنے اور اسکے مرجانے میں تو اسکی دیت فصاد کی برادری پر ہے کما فی العمادیہ فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا غصب عبدا معہ مال المولی صار غاصبا للمال
ایضا بل قالوا لو ضمن ثیابہ تبعا لضمان علیہ بخلاف الحر عمادیہ غصب کیا غلام اور اسکے ساتھ مولی کا مال ہے تو وہ مال کا بھی غاصب ہو گیا بلکہ فقہا نے کہا کہ
غلام کے کپڑوں کا غاصب تاوان دے باعتبار تبعیت ضمان ذات غلام کے بخلاف آزاد کے کذا فی العمادیہ یعنی آزاد کی ذات کا ضمان نہیں اور نہ اسکے کپڑوں کا
وفی الوہبانیۃ شعر ولو نسی الحرفات یضمن نقصہا + ولو نسی القرآن وشاخ یذکر + اور وہبانیہ میں ہے اگر غلام مغصوب پیشوں کو بھول گیا تو انکے نقصان کا غاصب
تاوان دے اور اگر قرآن بھول جائے یا غلام جوان پیر ہو گیا تو اسی طرح ضمان مذکور ہے ام مسائل مذکورہ میں علت شاملہ فوات وصف مرغوب فیہ ہے جس سے مالیت
زیادہ ہوتی ہو شعر ولو علم الدلال قیمۃ سلعۃ + فقوم للسلطان انقص یخسر + اور اگر دلال قیمت قماش کی جانتا ہو پھر حاکم کے واسطے کم قیمت اسکی بیان کرے تو اسپر
تاوان لازم آویگا شعر وتلف احدی فردتین لمسلم + البقیۃ والمجموع منہ یخیر + اور جوڑے میں سے ایک فرد کے تلف کرنے والے کو باقی فرد بھی دیجاوے اور کل کی
ضمان کو وہ حاضر کرے ام جوڑے سے مراد وہ چیزیں ہیں جنکے مالک کو انتفاع مقصود حاصل نہ ہووے بدون دونوں کے چنانچہ دو کواڑ اور دو موزے اور دو جوتے
تو اگر غاصب ایک فرد انمیں سے غصب کرے تو دوسری فرد بھی اسکو مالک تسلیم کرے اور جوڑے کا تاوان اس سے لے قلت وعن ابی یوسف لا یضمن الا
الخف التی اتلفہا وفی البزازیۃ ہو المختار واقرہ الشرنبلالی میں کہتا ہوں اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ غاصب سے تاوان نہ لیا جائے مگر ایک ہی موزے
کا جسکو اسنے تلف کر دیا اور بزازیہ میں ہے کہ یہی قول مختار ہے اور شرنبلالی نے اسکو ثابت رکھا ہے وذکر بالفیدان السلطان لیس بقید وانہ ینبغی القول بہ یمینہا

القاضی ایضاً سیما فی استبدال الوقف و مال الیتیم فلیحفظ واللہ اعلم اور شرنبلالی نے شرح وہبانیہ مین وہ قول ذکر کیا جو اُسکا مفید ہی کہ وہبانیہ کی بیت مین قبض قیمت دلال مین سلطان قید نہین ہی اور یہ کہ تضمین قاضی کا بھی قول لائق ہی خصوصاً استبدال وقف اور مال یتیم مین تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے واللہ اعلم مترجم یعنی اموال یتامی اور ویران اوقات کی قیمت امیرون اور نوابون اور حاکمون کے واسطے قیمت کرنے والی مقرر کرتے ہین اور اُنمین غبن فاحش ہوتا ہی اور قاضی اُنکا حال جانتا ہی خصوصاً استبدالات مین تو اُسوقت مین لائق یہ ہی کہ قاضی کی بھی ضمان کے قائل ہو جیسے کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالی مختصراً خاتمہ ایک شخص پر دین تھا سو وہ بھول گیا پھر مرگیا تو اُسکا مواخذہ ہوگا قیامت کے دن یا نہ ہوگا جواب اسکا یہ ہی کہ اگر تجارت کا دین ہی تو امید یہ ہی کہ مواخذہ نہ ہوگا اور اگر غصب کی جہت سے دین ہی تو مواخذہ ہوگا ایک شخص کا باپ مرگیا اور اسپر دین تھا اور وہ بھول گیا اور اسکا بیٹا جانتا ہی تو وہ ادا کرے اور اگر بیٹا بھی دین بھول کر مرگیا تو ماخوذ نہ ہوگا ایک شخص نے باپ کی چیز چوری کی پھر اُسکا باپ مرگیا تو فرزند سے آخرت مین مواخذہ نہوگا اسواسطے کہ دین اور ضمان مسروق منتقل ہوا فرزند کی طرف باپ کی موت کے بعد لیکن چوری کا گناہ البتہ باقی رہا اگر مسلم نے کافر ذمی کی چوری کی یا غصب کیا تو اسکا عذاب قیامت مین ہوگا اور جھگڑا آدمی کا قیامت مین سخت تر ہوگا اسواسطے کہ کافر دوزخی رہیگا ہمیشہ اور بغیر کفر کے عذاب سے اُسپر تخفیف ہوا کریگی بسبب اُسکی حق التقیون کے تو اُس سے امید عفو کی نہین اور مسلمان سے البتہ امید ہی اور جانور کی خصومت آدمی پر نہایت سخت تر ہی آدمی کی خصومت سے آدمی پر غاصب اگر خانہ مغصوب مین بیمار رہو تو اُسکی عیادت نہ کرنی چاہیے ابو یوسف نے کہا ایک شخص نے زمین غصب کی اور اُسمین مسجد بنائی اور دکانین اور حمام تو اُس مسجد مین نماز کا توچندان مضائقہ نہین لیکن حمام مین نجانا چاہیے اور دونون کا کرایہ نہ لیا چاہیے مگر خرید کرنے کیو اسطے دکانون مین جانا جائز ہی ہشام نے کہا مین مکروہ جانتا ہون نماز اُس مسجد مین یہانتک کہ اُسکے مالک رضی ہوجاوین اور ان دکانون کو خرید کرنا بھی میرے نزدیک مکروہ ہی اور جو سوداگر اُن دکانون مین رہتے ہین مغصوب جان کر اُنکی گواہی مقبول نہین کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب الشفعۃ

یہ کتاب ہی شفعہ کے مسائل مین مناسبتہ تملک مال الغیر بغیر رضاہ شفعہ کی مناسبت غصب سے مالک ہوتا ہی غیر کے مال کا بدون اسکی رضامندی کے یعنی غیر کے مال کا مالک ہوتا بدون اُسکی رضامندی کے غصب و شفعہ مین مشترک امر ہی لہذا غصب کے بعد شفعہ کو مذکور کیا ہی لغتہ الضم شفعہ لغت مین بمعنی ضم ہی یعنی ملا نا امام زیلعی نے کہا شفعہ ماخوذ ہی شفعہ بمعنی ضم سے جو ضد ہی وتر کی اور اسی سے شفاعت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی گنہگار ون کے واسطے اسلیے کہ حضرت کی شفاعت سے مذنبین فائزین کے ساتھ ملینگے اور یہان شفیع ماخوذ کو اپنی ملک سے ساتھ ملاتا ہی لہذا اُسکا نام شفعہ ٹھہرا و شرعاً تملیک البقعۃ جبراً علی المشتری بما قام علیہ بمثلہ لو مثلیا والا بقیمتہ اور شرع مین شفعہ عبارت ہی تملیک بقعہ سے مشتری پر زبردستی کرکے بعوض اُس مال کے جو مشتری پر خرید کرنے مین پڑا اور یہ تملیک ہو بعوض مثل ثمن مشتری کے اگر ثمن مثلی ہو اور نہین تو برابر اُسکی قیمت کے م مشتری کی قید سے ملک بلا عوض سے احتراز ہو گیا چنانچہ ہبہ بلا عوض اور میراث اور صدقہ سے اور اُس ملک سے جو بعوض غیر عین کے ہو چنانچہ مہر اور اجارہ اور خلع اور صلح دم عمد سے اسواسطے کہ امور مذکورہ مین شفعہ نہین اور اگر ہبہ بعوض ہو تو اُسمین شفعہ ہی کیونکہ وہ باعتبار انتہا کے بیع ہی و سببہا اتصال ملک الشفیع بالمشتری بشرکۃ او جوار اور شفعہ کا سبب متصل ہوتا ہی ملک شفیع کا خریدی چیز سے خواہ اتصال شرکت کے ساتھ ہو خواہ ہمسائگی کی جہت سے م خواہ شرکت بقعہ مین ہو خواہ حقوق مین چنانچہ آگے معلوم ہوگا لزوم شفعہ کی حکمت یہ ہی کہ تا آدمی اجنبی شخص کی ہمسائگی سے تکلیف نہ پاوے و شرطہا ان یکون المحل عقاراً اور شفعہ کی شرط یہ ہی کہ محل عقار ہو م در منتقی مین ہی کہ عقار سے مراد یہان غیر منقول ہی عقار مین کرم اور چکی اور کنوان اور بالاخانہ داخل ہی اگرچہ اُسکی راہ سفل مین نہو اور عمارت اور اشجار عقار سے نکل گئی اسواسطے اُنمین شفعہ نہین مگر عقار کے ساتھ اگرچہ عمارت اور شجر کی بیع مین حق القرار بین العقار عن الکل کذا فی الطحطاوی سفلا کان او علوا شرط شفعہ عقار ہی اگرچہ عقار سفل ہو یا علو یعنی نیچے کا مکان ہو

یا اوپر کا مکان ہم شفعہ بالاخانہ کی مثال یہ ہی کہ دو شخص شریک ہین سفل اور علو مین سو ایک شریک نے بالاخانہ کا اپنا حصہ بیع کیا تو دوسرا شریک اسکا شفیع
ہوگا تبیت عقار سے کذا فی الطحطاوی وان لم یکن طریقہ فی السفل لانہ التحق بالعقار بمالہ من حق القرار اور شفعہ ثابت ہی اگرچہ بالاخانہ کی راہ نیچے والے
مکان مین نہو اسواسطے کہ بالاخانہ ملحق بعقار ہی اسواسطے کہ اسکے لیے حق ثبات اور قرار ثابت ہی کذا فی الدرر ہم اگر منزل بالا اور منزل زیرین کی ایک ہی راہ
ہی تو استحقاق شفعہ بسبب طریق کے ہی اسوجہ سے کہ وہ شخص شریک فی الحقوق ہی اور اگر اسکی دوسری راہ ہی تو استحقاق شفعہ بسبب ہمسائگی کے ہی اور
اگر منزل زیرین کی بیع ہوئی اور منزل بالا منہدم ہو تو بقیاس قول ابو یوسف شفعہ نہین اور بقیاس قول محمد شفعہ ہی اور اگر منزل زیرین ایک شخص کی ہی اور
منزل بالا دوسرے شخص کی اور دونون کے پاس گھر لگتا ہی تو اسمین دونون کا شفعہ ہی کذا فی الطحطاوی وما جزم بہ ابن الکمال فی اول باب ما ہی فیہ
من ان البناء اذا بیع مع حق القرار یلتحق بالعقار ردہ شیخنا الرملی وافتی بعدمہا تبعا للبزازیة وغیرہا فلیحفظ اور وہ جو ابن کمال نے اس باب کے اول مین جسکے اندر
شفعہ ہی اسکا یقین کرلیا ہی کہ جب بیچی جاے عمارت حق قرار کے ساتھ تو عمارت ملحق بعقار ہی تو اسمین شفعہ ثابت ہی سو اس کلام کو ہمارے استاد خیر الدین
رملی نے رد کیا ہی اور فتوی دیا ہی عدم شفعہ کا بزازیہ وغیرہا کا تابع ہو کر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم عمارت مع حق القرار کی مثال یہ ہی کہ زمین وقف مین عمارت
بنائی گئی اور بقاء عمارت وقف یا متولی سے شرط کرلیا تو اگر عمارت مذکورہ کی بیع ہو تو ابن کمال اور مفتی ابو السعود کے نزدیک اسمین شفعہ ثابت ہی
لیکن در المنتقی اور بزازیہ اور سراجیہ اور خیریہ اور قنیہ مین عدم شفعہ مصرح ہی سراجیہ مین یون ہی کہ ایک مرد کا گھر ہی وقف کی زمین مین تو اسکے واسطے شفعہ
نہین اور اگر وہ شخص اپنی عمارت بیچے تو اسکے واسطے بھی شفعہ نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا ورکنہا اخذ الشفیع من احد المتعاقدین عند وجود سببہا و
شرطہا اور شفعہ کا رکن لینا ہی شفیع کا بائع یا مشتری سے وجوب سبب و شرط شفعہ کے ہم یعنی جبکہ اتصال ملک شفیع ہو اور عقد معاوضہ اور بیع عقار ہو
وحکمہا جواز الطلب عند تحقق السبب ولو بعد سنین اور حکم شفعہ جائز ہوتا ہی طلب کا سبب کے ثبوت کے نزدیک اگرچہ جواز طلب چند سال کے
بعد ہو ہم سالہا سال کے بعد طلب شفعہ اسوقت جائز ہوگی جبکہ شفیع غائب ہو اور اسکو بیع کا حال معلوم نہ ہو وصفتہا ان الاخذ بہا بمنزلة شراء
مبتدأ فیثبت بہا ما یثبت بالشراء کالرد بخیار رؤیة وعیب اور شفعہ کی صفت یہ ہی کہ بواسطہ شفعہ کے لینا ابتدا خرید کے مانند ہی تو شفعہ سے وہ ثابت
ہوتا ہی جو خریداری سے ثابت ہوتا ہی چنانچہ پھیر دینا بسبب خیار رؤیت اور خیار عیب کے تجب لہ لا علیہ شفعہ واجب ہی یعنی ثابت ہی شفیع کی منفعت کیواسطے
نہ اسپر مضرت ہونے کو ہم شارح نے اس قول سے اشارہ کردیا کہ یہان وجوب بمعنی ثبوت کے ہی نہ وجوب مصطلح فقہا جسکے ترک سے گناہ لازم آوے تو اگر شفیع شفعہ
طلب نہ کرے تو اسپر کچھ گناہ نہین بعد البیع ولو فاسدا انقطع فیہ حق المالک لما یاتی شفعہ واجب ہی بعد بیع کے اگرچہ ایسی بیع فاسد ہو جسمین مالک کا
حق منقطع ہوگیا چنانچہ آگے آویگا ہم بیع فاسد مین حق مالک منقطع ہوتا ہی مشتری کے وقف کرنے اور رہن رکھنے اور وصیت کرنے سے او بخیار المشتری یا شفعہ
واجب ہوتا ہی بعد بیع کے مشتری کے خیار سے یعنی اگر بائع کا خیار ہو یا بائع اور مشتری دونون کا تو شفعہ نہین وتستقر بالاشہاد فی مجلسہ ای طلب المواثبة
اور شفعہ مستقر اور ثابت ہو جاتا ہی گواہ کرنے سے اسکی مجلس مین یعنی طلب مواثبت کی مجلس مین فلا تبطل بعدہ تو شفعہ باطل نہ ہوگا بعد گواہ کرلینے کے یعنی بعد
اشہاد کے اگر تاخیر کرے گا قاضی کے پاس رجوع کرنے سے تو شفعہ باطل نہوگا بموجب ظاہر مذہب مفتی بہ کے وتملک بالاخذ بالتراضی او بقضاء
القاضی عطف علی الاخذ لثبوت ملک الشفیع بمجرد الحکم قبل الاخذ کما حررہ ملا خسرو اور عقار مبیع مملوک ہو جاتا ہی لینے سے باہم کی رضامندی سے یا مملوک
ہوتا ہی قاضی کے حکم سے شارح نے کہا قضاء قاضی اخذ پر عطف ہی بسبب ثابت ہونے ملک شفیع کے مجرد حکم قاضی سے لینے سے پہلے چنانچہ درر مین
ملا خسرو نے اسکو تحریر کیا ہی ہم شارح نے بیان عطف سے شبہہ دفع کیا یعنی اگر قضاء قاضی کا عطف تراضی پر کوئی سمجھے گا تو مطلب یہ ہوگا کہ ملک شفعہ لینے
سے ہوتی ہی خواہ لینا تراضی سے ہو خواہ قاضی کے حکم سے حالانکہ یہ مطلب خلاف تحقیق ملا خسرو ہی بقدر رؤس الشفعاء لا الملک خلافا للشافعی شفعہ واجب

ہوتا ہے بقدر رؤس شفعاء کے نہ بقدر ملک شفیعوں کے برخلاف مذہب شافعی کے عدد رؤس شفعاء اور مقدار ملک کی صورت یہ ہے کہ ایک گھر تین شخصوں میں
مشترک ہے ایک کا حصہ اُسمیں نصف ہے اور دوسرے کا ثلث اور تیسرے کا سدس سو صاحب نصف نے اپنا حصہ بیچا اور باقی دونوں شریکوں نے شفعہ
آدھا ۱۲ تہائی ۱۲ چھٹا حصہ ۱۲
طلب کیا تو امام شافعی کے نزدیک حصہ مبیعہ میں اثلاث کا حکم ہوگا بقدر انکی ملک کے اور اگر صاحب سدس اپنا حصہ بیع کرے گا تو دونوں میں اخماس کا
حکم ہوگا اور اگر صاحب ثلث نے بیع کی تو ارباع کا حکم ہوگا اور ہم حنفیوں کے نزدیک دونوں شریکوں میں برابر نصف نصف کا حکم ہوگا سب صورتوں میں
کذا فی الدرر یعنی جتنے شفیع ہونگے برابر حصہ پا دینگے اگرچہ کسی کی زیادہ ملک ہو اور کسی کی کم للخلیط متعلق تجب فی نفس المبیع شفعہ واجب ہوتا ہے واسطے
خلیط کے یعنی جو شریک ہے ذات مبیع میں شارح نے کہا لفظ للخلیط کا تجب سے متعلق ہے ہم بیان ہے مصنف نے ترتیب شفعاء کا بیان شروع کیا ثم ان لم یکن
او سلم له فی حق المبیع وهو الذی قاسم وبقیت له شرکة فی حق العقار کالشرب والطریق خاصین بعد اسکے اگر شریک نفس مبیع کا نہ ہو یا ہو مگر شفعہ
کیواسطے مبیع کو سلم رکھے یعنی حق شفعہ کو طلب نہ کرے تو اسکا شفعہ واجب ہے جو حق مبیع میں شریک ہے اور حق مبیع کا شریک وہ ہے جسنے مشترک چیز بانٹ لی اور اسکی شرکت حق
عقار میں باقی رہی جیسے مخصوص پانی لینے کی باری کی شرکت اور طریق خاص کی شرکت ثم فسر ذلک بقوله کشرب نهر صغیر لا تجری فیه السفن و
طریق لا ینفذ یہ مصنف نے خاص باری اور خاص طریق کی تفسیر کی اپنے اس قول سے یعنی چنانچہ پانی کی باری اس نہر صغیر کی جسمیں کشتیاں نہیں چلتیں
اور جیسے کوچہ غیر نافذہ فلو کانا عامین لا شفعة بهما تو اگر پانی کی باری عام ہو یعنی نہر کبیر ہو جسمیں کشتیاں چلتی ہوں اور طریق عام ہو یعنی کوچہ نافذہ ہو تو ان دونوں
شرکتوں سے شفعہ ثابت نہ ہوگا بیانہ شرب نهر مشترک بین قوم تسقی اراضیهم منه بیعت ارض منها فلکل اهل الشرب الشفعة ولو النهر عاما فالمسئلة بحالها فالشفعة للجار
الملاصق فقط بیان نہر خاص کا یہ ہے کہ نہر صغیر کہ پانی لینے کی باری مشترک ہے چند لوگوں میں کہ انکی اراضی اُس سے سینچی جاتی ہیں اُن اراضی میں سے ایک کھیت بکا تو
سب پانی لینے والوں کے واسطے شفعہ ثابت ہے یعنی سب لوگوں کا حق ہے انکی خرید میں اور اگر نہر عام ہے جسمیں کشتیاں چلتی ہوں اور باقی مسئلہ بحال
سابق ہے تو سب پانی لینے والوں کا وہاں کی زمین کی بیع میں شفعہ نہیں بلکہ فقط ہمسایہ ملاصق کا شفعہ ہے ہم شارح نے طریق خاص کا بیان نہ کیا اسکے ظاہر
ہونے کے سبب سے ثم لجار ملاصق ولو ذمیا او ماذونا او مکاتبا پھر حق بیع کے خلیط کے بعد شفعہ ہمسایہ ملاصق کے واسطے واجب ہے اگرچہ ہمسایہ ملاصق
ذمی یا عبد ماذون یا مکاتب ہو یا بہ فی سکة اخری وظهر داره لظهرها فلو بابه فی تلک السکة فخلیط لما مر جار ملاصق وہ ہے جسکا دروازہ دوسرے کوچے میں
ہے اور اسکے گھر کی پشت خانہ مبیعہ کی پشت سے ملی ہے تو اگر اسکا دروازہ اسی کوچہ میں ہو اور وہ کوچہ غیر نافذہ ہے تو وہ خلیط ہے حق مبیع میں نہ جار ملاصق چنانچہ
مذکور ہو چکا اگرچہ اسکا دروازہ سامنے ہو خانہ مبیعہ کے ہم ترتیب شفعہ کی صورت یہ ہے کہ ایک منزل یعنی کوٹھری یا دالان مشترک ہے دو شخصوں میں اور وہ
منزل واقع ہے ایک قوم کے گھر میں کوچہ غیر نافذہ کے اندر جبکہ احد الشریکین اپنا حصہ منزل سے بیع کرے گا تو منزل کا شریک احق ہے شفعہ کے ساتھ پھر
اگر وہ تسلیم کرے تو گھر کے شریک احق ہیں کوچہ کے شریکوں سے اسواسطے کہ وہ اقرب ہیں صحن دار کی شرکت کے سبب سے پھر اگر وہ بھی تسلیم کریں تو اہل کوچہ
احق ہیں راہ کی شرکت کے سبب سے پھر اگر وہ بھی تسلیم کریں تو جار ملاصق احق ہے کذا فی الدرر طحطاوی میں ہے کہ ترتیب مذکور کی وجہ اس حدیث میں مذکور
ہے الشریک احق من الخلیط والخلیط احق من الشفیع یعنی شریک زیادہ تر حقدار ہے خلیط سے اور خلیط احق ہے شفیع سے شریک سے مراد شریک فی نفس المبیع ہے اور
خلیط سے خلیط فی حق المبیع مراد ہے اور شفیع سے جار ملاصق مراد ہے محبوبی نے ترتیب اسکی یوں مذکور کی ہے کہ اول شریک فی البیت ہے پھر شریک فی الدار پھر شریک
کوٹھری ۱۲ مکان ۱۲
فی الاساس پھر شریک فی الشرب پھر شریک فی الطریق پھر ہمسایہ ملاصق اور ہمسایہ ملاصق وہ ہے کہ اُسکی دیوار ہو اور دوسرے کی دیوار ہو اور دونوں دیواروں
عمارت ۱۲
میں راہ نہیں چلتے بسبب تنگی مر کے یا دونوں باہم ملصق ہوں تو اگر دونوں میں طریق نافذ ہو تو اُس ہمسایہ کا شفعہ نہیں آتا و واضع جذوع علی حائط
شریک فی خشبة علیه جار اور رکھنے والا دھنیوں کا دوسرے کی دیوار پر اور اُس لکڑی کا شریک جو دیوار پر ہے وہ ہمسایہ ہے نہ شریک فی حق المبیع کذا فی الهدایه

دالحاقی ولو فی نفس الجدار فشریک ملتقی فانت لکن قال المصنف ولو کان بعض الجیران شریکا فی الجدار لا یتقدم علی غیرہ من الجیران لان الشرکۃ فی البناء و
المجرد بدون الارض لا یستحق بہا الشفعۃ اور اگر دیوار کی ذات میں شرکت ہو تو وہ شریک ہے ہمسایہ میں کا ہوں لیکن مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ اگر ہمسایوں
میں سے ایک ہمسایہ دیوار میں شریک ہو تو اور ہمسایوں پر مقدم نہ ہوگا اسواسطے کہ فقط عمارت کی شرکت سے بدون شرکت زمین کے استحقاق شفعہ کا نہیں
ہوتا ہم یعنی ملتقی کی عبارت اسپر محمول ہے جبکہ زمین بھی مشترک ہو صورت اسکی یہ ہے کہ دو شریکوں نے مشترک زمین میں دیوار بنائی پھر زمین کی دونوں نے
قسمت کرلی سوا محل بناء کے تو اگر اس دیوار کی بیع ہوگی تو اسکے شفعہ کا شریک احق ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا و فی شرح المجمع وکذا الجار المقابل
فی السکۃ الغیر النافذۃ الشفعۃ بخلاف النافذۃ اور شرح مجمع میں ہے اور اسی طرح شفعہ ہے اس سامنے کے ہمسایہ کا جسکا گھر کوچہ غیر نافذہ میں واقع ہے بخلاف
کوچہ نافذہ کے کہ اسکا شفعہ نہیں اسقط البعض حقہ من الشفعۃ بعد القضاء فلو قبلہ فللمن بقی اخذ الکل لزوال المزاحمۃ لیس لمن بقی اخذ نصیب التارک
لانہ بالقضاء قطع حق کل واحد منہم فی نصیب الآخر زیلعی کسی شفیع نے اپنا حق شفعہ کا ساقط کر دیا بعد حکم قاضی کے تو باقی شفیعوں کو شفیع تارک کا حصہ لینا
جائز نہیں اسواسطے کہ حکم قاضی سے انمیں سے ہر واحد کا حق جدا ہو گیا دوسرے کے حصہ سے کذا فی الزیلعی تو اگر شفیع اپنا حق ساقط کر دے قبل قضاء قاضی تو
باقی شفیعوں کو تمام مبیع کا لینا جائز ہے بسبب دور ہو جانے فراحمت کے ولو کان بعضہم غائبا یقضی بالشفعۃ بین الحاضرین فی الجمیع لاحتمال عدم طلبہ فلا یؤخر
بالشک اور اگر بعض شفیع غائب ہو تو شفعہ کا حکم ہوگا حاضرین کے اندر تمام مبیع میں شفیع غائب کے نہ طلب کرنے کے احتمال سے تو تاخیر نہ کیجاویگی بسبب
شک کے وکذا لو کان الشریک غائبا فطلب الحاضر یقضی لہ بالشفعۃ کلہا اور اسی طرح اگر ایک شریک غائب ہو تو شریک حاضر نے شفعہ طلب کیا تو
اسی کیواسطے تمام شفعہ کا حکم ہوگا ثم اذا حضر وطلب قضی لہ بہا فلو مثل الاول قضی لہ بنصفہ ولو فوقہ فبکلہ ولو دونہ منعہ خلاصہ پھر جبکہ شریک غائب یا شفیع غائب
حاضر ہوا اور شفعہ طلب کرے تو اسکے واسطے شفعہ لینے کا حکم ہوگا سو اگر شفیع ثانی برابر ہو شفیع اول کے یعنی دونوں شریک ہوں تو اسکے واسطے نصف کا حکم ہوگا اور
اگر ثانی فوق ہو اول سے یعنی ثانی شریک ہو اور اول ہمسایہ تو تمام شفعہ کا ثانی کے واسطے حکم ہوگا اور اگر ثانی کمتر ہو اول سے تو شفعہ سے ثانی کو قاضی باز رکھے
کذا فی الخلاصہ اسقط الشفیع الشفعۃ قبل الشراء لم یصح لفقد شرطہ وہو البیع شفیع نے شفعہ ساقط کر دیا خریداری مشتری سے پہلے تو صحیح نہیں بسبب نہ پائے جانے
اسکی شرط کے اور وہ شرط بیع ہے اراد الشفیع اخذ البعض وترک الباقی لم یملک ذلک جبرا علی المشتری لضرر تفریق الصفقۃ شفیع نے بعض شفعہ لینے کا اور بعض کے
چھوڑنے کا قصد کیا تو وہ اسکا مالک نہیں مشتری پر جبر کرکے تفریق صفقہ کے ضرر کے سبب سے ولو جعل بعض الشفعاء نصیبہ لبعض لم یصح وسقط حقہ
لاعراضہ وتقسیم بین البقیۃ اور اگر ایک شفیع نے اپنا حصہ دوسرے شفیع کے واسطے مقرر کر دیا تو صحیح نہیں اور اسکا حق اس فعل سے ساقط ہوگا اسکی روگردانی
سے اور مبیع بٹ جائیگا باقی شفیعوں میں بل لو طلب احد الشریکین النصف بناء علی انہ یستحقہ فقط بطلت شفعتہ اذ شرط صحتہا ان یطلب الکل کما بسطہ الزیلعی فلیحفظ
بلکہ اگر دو شریکوں میں سے ایک شریک نصف شفعہ طلب کرے اسوجہ سے کہ وہ فقط نصف کا استحقاق رکھتا ہے تو اسکا شفعہ باطل ہو گیا اسواسطے کہ صحت
شفعہ کی شرط یہ ہے کہ تمام شفعہ کو طلب کرے چنانچہ اسکو زیلعی نے مشرح بیان کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وصح بیع دور مکۃ فتجب الشفعۃ فیہا
وعلیہ الفتوی اشباہ اور صحیح ہے بیع مکہ معظمہ کے گھروں کی تو انمیں شفعہ واجب ہے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الاشباہ ہم ملتقط میں مذکور ہے کہ مکہ معظمہ
کے گھروں میں شفعہ نہیں وبہ یفتی تو فتوی مختلف ہے چنانچہ ابو السعود نے مذکور کیا ہے شرح وہبانیہ میں تجنیس اور فریدہ سے مذکور ہے کہ وہاں کے وجوب شفعہ
میں دو روایتیں ہیں اور جامع صغیر میں ہے کہ زمین مکہ کی بیع جائز نہیں اور عمارت کی بیع جائز ہے تو شفعہ واجب نہیں اور حسن کی روایت امام سے یہ ہے
کہ شفعہ واجب ہے اور یہی قول ہے صاحبین کا اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا قلت ومفادہ صحۃ اجارتہا بالاولی وقد قدمناہ فلیحفظ لکنہ یکرہ
وتقدم فی الحظر میں کہتا ہوں اور مکہ معظمہ کے گھروں کی بیع کی صحت کا مفاد یہ ہے کہ انکا اجارہ بطریق اولی صحیح ہے اور تحقیق ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے

تو یاد رکھنا چاہیے لیکن انکا اجارہ مکروہ ہے اور آگے ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے کتاب الحظر والاباحۃ میں ہم شارح نے کتاب الحظر میں اجارہ وہبانیہ
اور تاتارخانیہ سے نقل کیا کہ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ میں مکروہ جانتا ہوں بیوت مکہ کا اجارہ ایام حج میں اور امام فتوی دیتے تھے اہل مکہ کے واسطے
کہ گھروں کو حاجیوں کے واسطے خالی کردیں بدلیل قول حق تعالی سواء العاکف فیہ والباد یعنی مکہ معظمہ میں مقیم اور مسافر برابر ہے اور امام نے اجارہ
جائز کیا ہے ایام حج کے سوا سے میں تو اسی سے کراہت اور صحت اجارہ کا اختلاف رفع ہوگیا کذا فی الطحطاوی یعنی ایام حج میں اجارہ مکروہ ہے اور غیر حج
میں اجارہ صحیح ہے وفیہا وتصح المطالبۃ من وکیل الشراء ان یسلم الی موکلہ وان سلم لا وبعللت ہو المختار اور اشباہ میں ہے اور صحیح ہے طلب کرنا
شفعہ کا مشتری کے وکیل سے اگر مبیع اسنے اپنے موکل کو تسلیم نہ کردی ہو اور اگر تسلیم کردی ہو تو طلب شفعہ وکیل سے صحیح نہیں تو دعوی شفعہ اس سے باطل
ہے یہی قول مختار ہے مع مصنف اور شارح کا کلام اسکا موہم ہے کہ وکیل مشتری جبکہ شفیع ہو تو اسکو اپنا شفعہ طلب کرنا صحیح ہے قبل تسلیم موکل کے اور بعد تسلیم
باطل ہے حالانکہ درر اور غرر میں یوں ہے کہ وکیل مشتری خصم ہے شفیع کا جبتک موکل کو تسلیم نہ کرے اور تسلیم کے بعد تو موکل خصم ہے انتہی تو اسمیں بطلان شفعہ مذکور
نہیں اور اسی طرح زیلعی میں مذکور نہیں کذا فی الطحطاوی لہذا مترجم نے ترجمہ میں کتب مذکورہ کی رعایت کی ولا شفعۃ فی الوقف ولا لہ نوازل ولا بجوارہ
شرح مجمع وخانیہ خلافا للخلاصۃ والبزازیۃ ولعل لا ساقطۃ فالہ المصنف اور شفعہ نہیں وقف میں اور نہ وقف کیواسطے شفعہ ہے کذا فی النوازل اور نہ وقف کے جوار میں
شفعہ ہے کذا فی شرح المجمع والخانیۃ برخلاف خلاصہ اور بزازیہ کے اور شاید کہ لا ساقط ہے خلاصہ و بزازیہ میں ایسا کہا ہے مصنف نے شرح میں ہم وقف میں اسواسطے
شفعہ نہیں کہ اسکی بیع جائز نہیں اور اگر کوئی گھر یا مکان وقف کے قریب بیع ہو تو اسکو وقف کرنے والا بطریق شفعہ نہیں لے سکتا اور نہ متولی اور نہ موقوف علیہ
وقولہ لا لہ ولا بجوارہ کا ایک ہی مطلب ہے تو شارح کو اختصار لا بجوارہ پر بہتر تھا چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں ایسا ہی کیا ہے مصنف نے خلاصہ و بزازیہ کی
روایت نقل یوں کی وکذا تثبت الشفعۃ بجوار الوقف تو شاید اصل عبارت یوں ہوگی ولا تثبت الشفعۃ بجوار الوقف کذا فی الطحطاوی بتصرف قلت وحمل شیخنا الرملی الاول
الاخذ بہ والثانی علی اخذہ بنفسہ اذا بیع ففی البعض حق الشفعۃ مبنی علی صحۃ البیع انتہی میں کہتا ہوں اور ہمارے استاد خیرالدین رملی نے قول اول یعنی عدم شفعہ
جوار وقف کو محمول کیا ہے شفعہ لینے پر بسبب وقف کے یعنی اگر جوار وقف میں کوئی گھر بکتا ہو تو واقف اور متولی کو اسکا حق شفعہ کے سبب سے جائز نہیں اور
قول ثانی یعنی ثبوت شفعہ کو جو خلاصہ اور بزازیہ میں مذکور ہے محمول کیا ہے وقف کے خرید کرنے پر بسبب ذات وقف کے جبکہ اس وقف کی بیع ہو سو بعض میں
ہے کہ حق شفعہ مبنی ہے صحت بیع پر انتہی کلامہ یعنی اگر شرعاً کسی وقف کی بیع جائز ہو اور وہ بیع ہو وے تو اسکے جوار کے وقف کے متولی کو اسکا خرید کرنا
بحق شفعہ درست ہے کذا فی الطحطاوی ثم مفادہ ان ما لا یملک من الوقف بحال لا شفعۃ فیہ وما یملک بحال ففیہ الشفعۃ تو رملی کے کلام کا مفاد یہ ہے کہ جو وقف
کہ مملوک نہ ہو سکتا ہو کسی حال میں تو اسمیں شفعہ نہیں اور جو وقف کہ مملوک ہو سکتا ہو کسی حالت میں تو اسمیں شفعہ ہے مملوک ہونے وقف کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے
وقف کیا دو فرزندوں پر بالمناصفہ اور ہر شخص کو اپنے حصہ کے استبدال میں مختار کیا سو ایک نے اپنا حصہ بمقتضائے شرط کے بیع کیا پھر دوسرے نے اسی
طرح اپنا حصہ بیچا تو مشتری اول کو بحق شفعہ حصہ ثانی کا لینا جائز ہے کذا فی الطحطاوی واما اذا بیع بجوارہ وکان بعض المبیع ملکا وبعضہ وقفا وبیع الملک
فلا شفعۃ للوقف واللہ اعلم اور جبکہ جوار وقف میں کوئی چیز بیع ہو یا بعض مبیع مملوک ہو اور بعض وقف اور مملوک بیع ہو تو وقف کیواسطے شفعہ نہیں ہے واللہ اعلم

باب طلب الشفعة

یہ باب ہے شفعہ طلب کرنے کے مسائل میں ہم چونکہ ثبوت شفعہ طلب پر موقوف ہے لہذا اسکا بیان اور اسکی کیفیت اور تقسیم کا بیان شروع کیا ویطلبہا الشفیع فی مجلس علمہ
من مشتر او رسولہ او عدل او عدد بالبیع اور شفعہ طلب کرے شفیع بیع دریافت ہونے کی مجلس میں خواہ علم بیع مشتری سے ہوا ہو یا اسکے فرستادہ سے یا کسی اور
ایک متقی شخص کے کہنے سے یا عدد کثیر کی خبر دینے سے وان امتد المجلس کا مخیرۃ ہو الاصح درر وعلیہ المتون خلافا لما فی جواہر الفتاوی انہ علی الفور وعلیہ الفتوی

مجلس علم میں بیع طلب لازم ہے اگرچہ مجلس دراز ہو عورت مخیرہ کی مانند یہی قول اصح ہے کذا فی الدرر اور اسی قول پر متون فقہ شامل ہیں برخلاف زوائد
جواہر الفتاوی کہ طلب علی الفور لازم وعلی الفور پر فتوی ہے ہم طحطاوی نے کہا جبکہ روایت علی الفور پر فتوی ہے تو مخالفت کی کیا وجہ ہے اور اسی روایت پر
متفرع ہے نوازل کا مسئلہ کہ جب شفیع سلام کرے مشتری پر تو شفعہ باطل ہو گیا یعنی اسواسطے کہ طلب پر اُسنے سلام کو مقدم کیا کیونکہ طلب بعد علم بیع
فوراً واجب ہے عینی اور زیلعی میں ہے اور اگر شفیع کو خبر بواسطہ خط کے ہوئی اور شفعہ اول یا اوسط خط میں لکھا تھا سو اُسنے تمام خط پڑھا تو شفعہ باطل ہو گیا
یعنی بسبب تاخیر طلب کے بشرطیکہ علم مشتری اور ثمن ہو گیا ہو اسواسطے کہ سکوت اُسوقت رضا ہوتا ہے جبکہ مشتری اور ثمن معلوم ہو انتہی ما فی الطحطاوی
بلفظ یفہم طلبہا کطلبت الشفعۃ ونحوہ کانا طالبہا او طلبہا ایسے لفظ سے شفعہ طلب کرے جس سے طلب شفعہ سمجھی جاوے چنانچہ یوں کہا کہ میں نے
شفعہ طلب کیا اور مانند اسکے چنانچہ یوں کہنا کہ میں شفعہ کا طالب ہوں یا میں اُسکو طلب کرتا ہوں وہو یسمی طلب المواثبۃ ای المبادرۃ اور
علم بیع کے طلب کرنے کو طلب مواثبہ یعنی طلب مبادرت کہتے ہیں ہم مواثبت مفاعلت ہے وثوب یعنی بر جستن سے اور وہ استعارہ ہے سرعت سے
اسواسطے کہ جو جھپٹ کر لیتا ہے وہ زمین کو جلدی اور شتابی سے قطع کرتا ہے والاشہاد فیہ لیس بلازم بل لنفی الجحود اور طلب مواثبت میں گواہ کرنا لازم
نہیں بلکہ اسمیں اشہاد خوف کے انکار کے دفع کرنے کے واسطے ہے ہم گواہ کرنا اُسوقت میں لازم نہیں جبکہ مجلس علم میں گواہ نہ ہوں ورنہ گواہ کرنا متعین اور
لازم ہے کذا فی المنح خلاصہ یہ ہے کہ اگر اُسوقت گواہ ہوں تو اُنکو اپنے طلب کرنے کا گواہ کرلے اور اگر کوئی وہاں نہ ہو تو اپنی زبان سے طلب شفعہ کرے فائدہ طلب
کا یہ ہے تا اُسکا حق عند اللہ ساقط نہ ہو جاوے اور اگر مشتری طلب مواثبہ کا منکر ہو تو شفیع کو قسم کھانا ممکن ہے اگر حاکم قسم کھلاوے ثم یشہد علی البائع
لو العقار فی یدہ او علی المشتری وان لم یکن ذا ید لانہ مالک او عند العقار پھر شفیع گواہ کرے بائع پر اگر عقار مبیع اُسکے قبضہ میں ہو یا مشتری پر گواہ
کرے اگرچہ وہ قابض نہ ہو اسواسطے کہ وہ مالک ہے اُسکا یا گواہ کرے عقار کے نزدیک فیقول اشتری فلان ہذہ الدار وانا شفیعہا وقد کنت
طلبت الشفعۃ واطلبہا الآن فاشہدوا علیہ وہو طلب اشہاد ویسمی طلب تقریر تو شفیع یوں کہے کہ فلاں نے یہ گھر خرید کیا اور میں اُسکا شفیع ہوں
اور مقرر میں مجلس علم میں شفعہ طلب کر چکا ہوں اور اب میں اُسکو طلب کرتا ہوں سو تم گواہ رہو اُسپر اور یہ طلب اشہاد ہے اور اسکو طلب تقریر بھی کہتے ہیں ہم اور
اسکو طلب استحقاق بھی بولتے ہیں اور بعضے طلب اول کو طلب استحقاق کہتے ہیں وہذا الطلب لابد منہ حتی لو تمکن ولو بکتاب او رسول ولم یشہد
بطلت شفعتہ اور طلب ثانی ضرور ہے تو اگر شفیع قادر ہو اسپر اگرچہ بواسطہ خط لکھنے یا رسول بھیجنے کے ہو اور باوجود اسکے گواہ نہ کرے تو اُسکا شفعہ باطل ہوگا
وان لم یتمکن منہ لا یبطل اور اگر اشہاد پر قادر نہ ہو تو شفعہ باطل نہ ہوگا ہم منح الغفار میں ذخیرہ سے ہے کہ اگر شفیع راہ مکہ میں ہو اور بعد علم بیع طلب مواثبہ
کرے اور طلب اشہاد سے عاجز ہو گھر کے نزدیک یا صاحب ید کے نزدیک تو اُسپر وکیل مقرر کرے اگر پاوے پھر اگر نہ پاوے تو قاصد بھیجے یا خط اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو
اُسکا شفعہ قائم ہے پھر جب آوے طلب کرے اور اگر باوجود قدرت کچھ نہ کریگا تو شفعہ باطل ہوگا ولو اشہد فی طلب المواثبۃ عند احد ہولاء کفاہ وقام مقام الطلبین اور
اگر شفیع نے طلب اول یعنی طلب مواثبہ میں کسی کے پاس ان تینوں میں سے یعنی گھر یا بائع یا مشتری کے پاس گواہ کرلیا تو اُسکو طلب ثانی سے یہ کفایت کرتا ہے اور وہ طلب
قائم مقام دو طلب کے ہوگی ثم بعد ہذین الطلبین یطلب عند قاض فیقول اشتری فلان دار کذا وانا شفیعہا بدار کذا الی لہ فالسبب کذا کما فی الملتقی لیشمل
الشریک فی نفس المبیع پھر ان دونوں طلب کے بعد قاضی کے پاس طلب کرے تو شفیع یوں کہے کہ فلانے شخص نے ایسی حویلی خرید کی ہے اور میں اُسکا شفیع ہوں بسبب فلانے
گھر کے جو میرا مملوک ہے شارح نے کہا اگر مصنف یوں کہتا کہ میں شفیع ہوں فلانے سبب سے بسبب شرکت یا جوار کے جسطرح ملتقی میں ہے تو شریک نفس مبیع کو بھی شامل ہوتا
ہم مصنف کی تعبیر میں حق مبیع کا شفعہ شامل ہے نہ شرکت نفس مبیع کا اور ملتقی کی تعبیر میں دونوں شامل ہیں فمرہ بتسلیم الدار الیہ لو قبضہا المشتری وطلب الخصومۃ
لا یتوقف علیہ سو جناب قاضی صاحب حکم کیجیے اُسکو گھر مجکو دے شارح نے کہا یہ اُس صورت میں ہے جبکہ گھر کو مشتری قبض کر چکے اور حالانکہ طلب خصومت

وقت المشتری یہ موقوف نہیں وہو یسمی طلب تملیک وخصومة اور اس طلب ثالث کو طلب تملیک اور طلب خصومت کہتے ہیں وبتاخیرہ مطلقا بعذر وبغیرہ

شہرا او اکثر لاتبطل الشفعة حتی یسقطہا بلسانہ بہ یفتی وہو ظاہر المذہب وقیل یفتی بقول محمد ان اخرہ شہرا بلا عذر بطلت کذا فی الملتقی یعنی دفعا للضرر قلنا دفعہ
برفعہ للقاضی لیامرہ بالاخذ او الترک اور طلب ثالث کی تاخیر کرنے سے ہر طرح خواہ تاخیر عذر سے ہو یا بلا عذر ایک مہینے کی تاخیر ہو یا زیادہ شفعہ باطل نہیں
ہوتا جبتک شفیع اُسکو اپنی زبان سے ساقط کردے اسی قول کا فتوی ہے اور یہی ظاہر مذہب ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ فتوی محمد کے قول پر ہے یعنی اگر طلب
ثالث کو ایک مہینا تاخیر کریگا بدون عذر کے تو شفعہ باطل ہوجاویگا کذا فی الملتقی یعنی محمد کے قول پر فتوی دفع ضرر مشتری کے واسطے ہے ہم جواب یہ
کہتے ہیں اس دلیل کے کہ دفع ضرر مشتری کی نالش سے ممکن ہے تا قاضی شفیع کو حکم کرے لینے کا یا چھوڑنے کا ہم سابق مذکور ہوچکا ہے کہ جب ظاہر مذہب پر فتوی
ہو اور غیر ظاہر پر بھی فتوی ہو تو ظاہر الروایۃ مقدم ہے کذا فی الطحطاوی فاذا طلب الشفیع سال القاضی الخصم عن مالکیة الشفیع لما یشفع بہ اور جبکہ
شفیع طلب خصومت کرے تو قاضی خصم یعنی مشتری یا بائع سے سوال کرے شفیع کے مالک ہونے سے اُس چیز کا کہ جسکی ملکیت کے سبب سے وہ شفعہ کا
دعوی کرتا ہے ہم زیلعی نے کہا ملکیت شفیع کا سوال کرنا بعد طلب شفیع کے غیر مناسب ہے بلکہ قاضی مدعی سے اول سوال کرے قبل مدعا علیہ کے کہ گھر کون شہر اور کس محلہ
میں ہے اور اُسکی حدین کیا ہیں اسواسطے کہ اُسنے حق کا دعوی کیا تو وہ معلوم کرنا چاہیے اسواسطے کہ دعوی مجہول صحیح نہیں پھر جب وہ بیان کرے تو سوال کرے کہ مشتری
گھر کا قابض ہے یا نہیں اسواسطے کہ بلا قبض مشتری پر دعوی صحیح نہیں جبتک بائع حاضر نہو پھر جب اُسکو بیان کرے تو شفعہ کے سبب اور اُسکے حدود سے سوال
کرے اسواسطے کہ لوگ اسمیں مختلف ہوتے ہیں شاید کہ وہ سبب غیر صالح کے سبب سے دعوی کرتا ہو یا وہ اور شخص کے سبب سے محجوب ہو پھر جب سبب صالح کا بیان
کرے اور محجوب نہو تو اُس سے سوال کرے کہ تجکو علم بیع کب سے ہوا اور تو نے کیا کیا تھا جب سُنا تھا اسلیے کہ شفعہ باطل ہوجاتا ہے طول زمان اور اعراض یعنی طلب
اول اور طلب ثانی کے ترک کرنے سے تو اُسکا بھی ظاہر ہونا ضرور ہے پھر جب اُسکو بیان کرے تو طلب تقریر سے سوال کرے کہ کیونکر کی اور کسکے پاس اشہاد واقع
ہوا اور جسکے پاس اشہاد واقع ہوا وہ اقرب تھا اپنے غیر سے یا نہیں پھر جبکہ شفیع یہ سب کچھ بیان کردے اور کسی شرط کو اُسنے فوت نہونے دیا ہو تو دعوی اُسکا
پورا اور کامل ہوگا تو اب مدعی علیہ کی طرف قاضی متوجہ ہو اور اُس گھر کا سوال کرے جسکے سبب سے وہ شفعہ چاہتا ہے کذا فی الطحطاوی فان اقر بہا ای بملکیة
ما یشفع بہ او نکل عن الحلف علی العلم او برہن الشفیع انہا ملکہ سالہ عن الشراء ہل اشتریت ام لا سو اگر مشتری اُسکا اقرار کرے یعنی اُس گھر کی ملکیت کا
جسکے سبب سے وہ شفعہ چاہتا ہے یا انکار کرے قسم کہانے سے اپنی دانست پر یا شفیع گواہ گذرانے کہ وہ گھر اُسکا مملوک ہے تو قاضی خریدار سے سوال کرے
کہ آیا تو نے اُسکو خرید کیا ہے یا نہیں ہم مصنف کو مناسب تھا کہ نکول کو گواہوں کے بعد مذکور کرتا اسواسطے کہ نکول (انکار قسم ۱۲) اقامت برہان سے عاجز ہونے کے بعد ہوتا ہے
فان اقر بہ او نکل عن الیمین علی الحاصل فی شفعة الخلیط او علی السبب فی شفعة الجوار بخلاف الشافعی کما مر فی کتاب الدعوی او برہن الشفیع قضی لہ
بہا پھر اگر مشتری خرید کا اقرار کرے یا انکار کرے قسم کہانے سے حاصل پر شفعہ خلیط میں یا قسم کہانے سے سبب پر شفعہ جوار میں بسبب خلاف ہونے شافعی کے
چنانچہ کتاب الدعوی میں مذکور ہوچکا یا شفیع گواہ لاوے اُسکی خرید پر تو قاضی شفیع کیواسطے ثبوت شفعہ کا حکم کردے ہم امام شافعی شفعہ خلیط کے قائل ہیں نہ شفعہ جوار
کے تو اگر شفعہ خلیط کا دعوی ہے تو مشتری حاصل پر قسم کہائے اسطرح کہ واللہ یہ شفیع میرے اوپر مستحق شفعہ نہیں ہے اور شفعہ جوار میں سبب شفعہ پر قسم کہائے کہ واللہ
میں نے یہ گھر خرید نہیں کیا ہے اذا لم ینکر المشتری طلب الشفیع الشفعة فان انکرہ فالقول لہ بیمینہ ابن کمال یہ یعنی شفیع کے واسطے شفعہ کا حکم کرنا خرید کے اقرار کے بعد
اُسوقت ہے جبکہ مشتری نے شفیع کے شفعہ طلب کرنے کا انکار نہ کیا ہو سو اگر وہ منکر ہو اُسکی طلب شفعہ کا تو مشتری کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا کذا ذکرہ ابن کمال
وان لم یحضر الثمن وقت الدعوی قاضی بعد اقرار خرید شفعہ شفیع کا حکم کردے اگرچہ شفیع نے دعوی کے وقت ثمن حاضر نہ کردیا ہو یعنی اسواسطے کہ احضار ثمن
قبل قضا واجب نہیں واذا قضی لزمہ احضارہ وللمشتری حبس الدار لیقبض ثمنہ اور جبکہ قاضی ثبوت شفعہ کا حکم کرے تو شفیع کو حاضر کرنا ثمن کا لازم ہوگا

اور مشتری کو گھر کا رد کرنا ثمن لینے کیواسطے درست ہی فلو قیل للشفیع ای بعد القضاء وادا قبلہ فیبطل عند محمد رح لعدم التاکد کذا ذکرہ الزیلعی ادا الثمن
فاخر لم تبطل شفعتہ پھر اگر شفیع سے کہا گیا کہ ثمن ادا کر سو اُسنے تاخیر کی ادائے ثمن میں تو اُسکا شفعہ باطل نہوگا بعد حکم قاضی کے اور قبل از حکم تو شفعہ
باطل ہوگا تاخیر سے محمد کے نزدیک اُسکے موکد نہونے کے سبب سے کذا ذکرہ الزیلعی و یخاصم الشفیع المشتری مطلقا و البائع قبل التسلیم الاول لملکہ والثانی
لیدہ ابن کمال اور شفیع کا خصم مشتری ہی ہر طرح خواہ قابض ہو یا نہو اور بائع خصم ہی قبل از تسلیم کے اول یعنی مشتری خصم ہی بسبب اُسکے مالک ہونے کے
اور ثانی یعنی بائع خصم ہی اپنے قبض سے کذا ذکرہ ابن کمال ولکن لا تسمع البینۃ علیہ حتی یحضر المشتری لانہ المالک ولیکن گواہ نہ سنے جاوینگے بائع پر
جبتک مشتری حاضر نہو اسواسطے کہ مالک تو مشتری ہی و یفسخ بحضورہ ولو سلم للمشتری لا یلزم حضور البائع لزوال الملک والید عنہ ابن کمال اور بیع فسخ
کیجاے بائع کے سامنے اور اگر بائع نے مبیع مشتری کو تسلیم کر دی ہو تو بائع کا حاضر ہونا فسخ کے وقت لازم نہیں بسبب زائل ہوجانے اُسکی ملک اور قبض کے
کذا ذکرہ ابن کمال و یقضی القاضی بالشفعۃ والعہدۃ لضمان الثمن عند الاستحقاق علی البائع قبل تسلیم المبیع الی المشتری والعہدۃ علی المشتری
لو بعدہ لما مر اور قاضی شفعہ کا حکم کرے اور حالانکہ ثمن کے تاوان کا عہدہ استحقاق کے نزدیک بائع پر ہی قبل تسلیم کرنے مبیع کے مشتری کی طرف اور عہدہ ضمان
کا مشتری پر ہی اگر بعد تسلیم کے استحقاق ثابت ہوا بدلیل گذشتہ یعنی اسواسطے کہ تسلیم کے بعد بائع سے اُسکی ملک اور قبض دونوں زائل ہوگئے تو وہ اجنبی ہوگیا
للشفیع خیار الرویۃ والعیب وان شرط المشتری البراءۃ منہ دون خیار الشرط والاجل لشفیع کیواسطے خیار رویت اور خیار عیب ثابت ہی اگرچہ مشتری نے براءت
عیب کی شرط کرلی ہو نہ خیار شرط اور مدت کذا فی الاختیار یعنی خیار شرط شفیع کے واسطے ثابت نہیں اگرچہ مشتری کے واسطے خیار شرط ہوا ہو اور ثمن کی مدت بھی
نہیں اگرچہ مشتری کا ثمن موجل ہو وفی الاشباہ الشفعۃ بیع فی کل الاحکام الا ضمان الغرور والجبر اور اشباہ میں ہی کہ شفعہ بیع ہی سب احکام میں فریب کے تاوان کے
سوا جبر کے سبب سے صورت اُسکی یہ ہی کہ شفیع نے زمین لی بسبب شفعہ کے پھر اُسمیں عمارت بنائی یا درخت لگائے پھر وہ زمین غیر کی ملک نکلی سو مالک
مستحق نے ازالہ عمارت اور درخت کا چاہا سو اُسنے ویسا ہی کیا تو شفیع ثمن پھیر لے مشتری سے اسواسطے کہ اب ظاہر ہوا کہ اگر مشتری کو ایسا دھوکا ہوگا تو
بائع سے وہ نقصان پھیر لیگا اسواسطے کہ بائع نے اُسکو دھوکا دیا اور شفیع کو مشتری کی جانب سے تو دھوکا نہیں ہوا اسواسطے کہ شفیع نے تو مشتری سے زبردستی
شفعہ لیا کذا فی الطحطاوی وان اختلف الشفیع والمشتری فی الثمن والدار مقبوضۃ والثمن منقود صدق المشتری بیمینہ لانہ منکر ولا یتحالفان اور
اگر شفیع اور مشتری ثمن میں اختلاف کریں اور حالانکہ گھر مشتری کا مقبوض ہی اور ثمن بائع کو نقد مل گیا ہی تو مشتری کے قول مع قسم کی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ وہ
منکر ہی وجوب تسلیم مبیع کا ثمن اول سے اور دونوں قسم نہ کھاوینگے اسواسطے کہ تحالف وہاں ہوتا ہی جبکہ انکار دونوں جانب سے ہو اور دعوی بھی طرفین سے
ہو اور یہاں مشتری شفیع پر کچھ دعوی نہیں کرتا کذا فی الزیلعی مختصرا وان برہنا فالشفیع احق لان بینتہ ملزمۃ اور اگر شفیع اور مشتری دونوں گواہ
لاویں اپنے قول پر تو شفیع کے گواہ مقدم ہیں اسواسطے کہ شفیع کے گواہ ملزم ہیں مشتری کے حق اور مشتری کے گواہ شفیع کے ملزم نہیں اسواسطے کہ مشتری
کی جانب سے تخییر ہی شفیع کے اخذ اور ترک میں ادعی المشتری ثمنا وادعی بائعہ اقل منہ بلا قبضہ فالقول لہ ای للبائع دعوی کیا مشتری
نے ثمن کا اور اسکے بائع نے اس سے کمتر کا دعوی کیا بدون اُسکے قبض کرنے کے تو بائع کا قول مقبول ہوگا یعنی شفیع بائع کے ثمن جانے پر لیگا
ومع قبضہ للمشتری اور قبض ثمن کے ساتھ مشتری کا قول مقبول ہوگا تو موجب اُسکے شفیع لیگا ولو عکسا فبعد قبضہ القول للمشتری وقبلہ تحالفا
اور اگر دونوں نے بالعکس کہا یعنی مشتری نے اقل ثمن کا دعوی کیا اور بائع نے اکثر کا تو قبض ثمن کے بعد مشتری کا قول مقبول ہی اور قبل قبض کے دونوں پر قسم
کھانا لازم ہوگا واتی بکل اعتبر قول صاحبہ اور اگر کسی نے قسم سے انکار کیا تو دوسرے کا قول مقبول ہوگا وان حلفا فسخ البیع ویاخذ الشفیع بما قال البائع ملتقی اور اگر
دونوں نے قسم کھائی تو بیع فسخ کیجاے اور شفیع بائع کے قول کے موافق لیگا کذا فی الملتقی وحط البعض یظہر فی حق الشفیع فیاخذ بالباقی وکذا ہبۃ البعض

لا اذا کانت بعد القبض اشباہ اور کم کرڈالنا بائع کا بعض ثمن کو ظاہر ہوتا ہے حق شفیع میں یعنی شفیع گھر لیگا باقی ثمن سے اور اسی طرح ہبہ بعض ثمن حق شفیع میں
ظاہر ہوتا ہے مگر جبکہ ہبہ بعد قبض ہو تو وہ ہبہ مشتری کے حق میں ظاہر نہ ہوگا کذا فی الاشباہ یعنی اسواسطے کہ وہ ہبہ جدا گانہ ہے از قبیل حط ثمن نہ ٹھہریگا وحط الکل
وا ہبتہ ولا یاخذہ بکل المسمی اور بائع کا گرا دینا تمام ثمن کو اور زیادہ کردینا ثمن مسمی پر حق شفیع میں ظاہر نہیں ہوتا تو شفیع اُسکو لیگا تمام ثمن مسمی سے ولو حط النصف
ثم النصف یاخذ بالنصف الاخیر اور اگر بائع نے نصف ثمن کم کر دیا بعد اسکے نصف باقی کو کم کر دیا تو شفیع نصف اخیر سے اُسکو لیگا ولو علم انہ شراہ بالف فسلم ثم
حط البائع مائۃ فلہ الشفعۃ کما لو باعہ بالف فسلم ثم زاد البائع لہ جاریۃ او متاعا قنیۃ اور اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ مشتری نے اُسکو ہزار سے خرید کیا تب شفعہ سے دست بردار
ہوا پھر بائع نے اسمین سے سو کم کر دیے تو اب شفیع کیواسطے شفعہ ثابت ہے یعنی نوسو دیکر وہ لیگا چنانچہ اگر اُسکو بعوض ہزار کے بیچا تو شفعہ سے انکار کیا بعد اسکے
بائع نے مشتری کو ایک لونڈی یا کوئی اسباب زیادہ کر دیا تو شفعہ شفیع کا ثابت ہے کذا فی القنیہ یعنی لونڈی اور اسباب کی قیمت ثمن مسمی سے گھٹ جائیگی ہم یہ
دونوں مسئلے حط ثمن کے جزئیات سے ہین وفی الشراء بمثلی ولو حکما کالخمر فی حق الذمی ابن کمال یاخذ بمثلہ اور خرید مین مثلی چیز سے شفیع لیگا بعوض مثلی کے
اگرچہ مثلی حکما ہو جیسے کہ شراب مسلم کے حق مین کذا ذکرہ ابن کمال ہم یہ کلام مقتضی ہے کہ شراب مثلی ہے حکما حالانکہ ایسا نہین بلکہ وہ قیمی ہے حکما مسلم کے حق مین اور
اسکا مقتضی ہے کہ مسلم اُسکو لے شراب کے مثل سے اور حالانکہ ایسا نہین ہے اور ابن کمال کی عبارت مین کچھ غبار نہین کذا فی الحلبی یعنی شارح کی تعبیر سے یہ خلل ہو گیا نہ ابن
کمال کی عبارت سے وفی الشراء بقیمی بالقیمۃ ای یوم الشراء اور خرید مین قیمت والی سے شفیع لیگا قیمت سے یعنی جو اُس چیز کی قیمت ہو خریداری کے دن
وفی بیع عقار بعقار یاخذ الشفیع کلا من العقارین بقیمۃ الآخر تو عقار کی بیع مین بعوض دوسرے عقار کے یعنی زمین کا قطعہ یا گھر بیع ہوا دوسرے قطعہ یا
گھر کے عوض تو ہر شفیع دونوں عقار کو لیگا دوسرے کی قیمت سے یعنی اس گھر کا شفیع اُسکو اُسکی قیمت سے لیگا اور اُس گھر کا شفیع اُسکو اُسکی قیمت سے لیگا وفی الشراء
بثمن موجل یاخذ بحال او طلب الشفعۃ فی الحال واخذ بعد الاجل اور مدت والے ثمن سے خرید کرنے مین شفیع نے ثمن نقد بلا مدت سے یا کہ شفیع شفعہ
فی الحال طلب کرے اور بعد مدت کے اُسکو لے ولا یتعجل ما علی المشتری لو اخذ بحال اور جو ثمن موجل مشتری پر ہے وہ معجل نہ ہوگا اگر شفیع نے ثمن حال سے اُسکو لیا یعنی
اسواسطے کہ مدت حق مشتری ہے سو تعجیل شفیع سے باطل نہو گا ولو سکت عنہ فلم یطلب فی الحال وصبر حتی یطلب عند حلول الاجل بطلت شفعتہ خلافا لابی یوسف
اور اگر شفیع ثمن موجل سنکر چپ رہا اُس نے سوائے شفعہ فی الحال طلب نہ کیا اور صبر کیے رہا یہانتک کہ طلب کیا مدت کے آنے کے وقت تو شفعہ باطل ہو گیا
برخلاف ابی یوسف کہ اُنکے نزدیک باطل نہ ہوا ویاخذ بمثل الخمر وقیمۃ الخنزیر ان کان البائع والمشتری والشفیع ذمیا لا بد ان یکون البائع ایضا ذمیا والا
لفسد البیع فلا تثبت الشفعۃ ابن کمال معزیا للمبسوط اور شفیع مثل شراب اور سور کی قیمت سے لے اگر بائع اور مشتری اور شفیع ہر واحد ذمی ہو یہ قید ضرور ہے کہ
بائع بھی ذمی ہو اور اگر بائع ذمی نہ ہوگا تو بیع فاسد ہوگی شفعہ ثابت نہ ہوگا چنانچہ ابن کمال نے بیان کیا ہے مبسوط کی طرف نسبت کرکے ویاخذ بقیمتہما لما لو
کان الشفیع مسلما لمنعہ عن تملکہما وتملیکہما اور شفعہ لے شراب اور سور کی قیمت دے کر بدلیل گذشتہ اگر شفیع مسلمان ہو بسبب ممنوع ہونے مسلمان کے شراب
اور سور کے مالک کرنے اور مالک ہونے سے ہم یہان سوال وارد ہوتا ہے کہ خنزیر کی قیمت اُسکے ذات کے قائم مقام ہوتی ہے اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ قیمتی کی
قیمت لینا اُسکی ذات کے لینے کے برابر ہے تو واجب ہوا کہ مسلم پر تملیک قیمت خنزیر حرام ہو برخلاف قیمت شراب کے کہ اُسکے مثلی ہونے سے اُسکی قیمت لینا اُسکی
ذات کے لینے کے مانند نہین اسکا جواب شارح نے آیندہ قول مین دیا ہم قیمۃ الخنزیر ہنا قائمۃ مقام الدار لا مقام الخنزیر ولذا لا یحرم تملیکہا بخلاف مرور علی العاشر
پھر معلوم کر کہ خنزیر کی قیمت یہان یعنی شفعہ لینے مین گھر کی قائم مقام ہے نہ خنزیر کے قائم مقام ہے اور اسی واسطے اُسکی تملیک مسلم پر حرام نہین بخلاف وارد ہونے ذمی کے عاشر پر
ہم یعنی قیمت خنزیر یہان گھر کا بدلا ہے نہ خنزیر کا عوض جو اُسکی تملیک حرام ہو بخلاف مرور علی العاشر یعنی اگر ذمی شراب اور سور لیکر عاشر پر گذر کرے تو وہ اُس
سے کچھ نہ لیگا شراب کا حکم تو ظاہر ہے اور خنزیر کی وجہ یہ ہے کہ اُسکی قیمت لینا اُسکی ذات کے لینے کے برابر ہے اور مسلم کو اُسکی ذات کا لینا جائز نہین تو اسی

طرح اُسکے قائم مقام کا لینا درست نہیں اور یہاں قیمت سوائے خنزیر کے اور خنزیر کا بدلا نہیں ہوسکتی کذا فی الطحطاوی وطریق معرفة قیمة الخمر والخنزیر
بالرجوع الی ذمی اسلم او فاسق تاب ولو اختلفا فیه فالقول للمشتری عنایه اور طریقہ خمر اور خنزیر کی قیمت کے معرفت کا رجوع کرنا ہے اُس ذمی کی طرف
جو مسلمان ہوگیا یا اُس مسلمان فاسق کی طرف جسنے توبہ کی شراب خواری سے اور اگر شفیع اور مشتری خمر اور خنزیر کی قیمت میں مختلف ہوں تو مشتری کا قول
مقبول ہوگا کذا فی العنایه ویاخذ الشفیع بالثمن وقیمة البناء والغرس مستحقی القلع کما مر فی الغصب اور شفیع شفعہ نے ثمن سے اور اُس عمارت اور
درخت کی قیمت سے جو مستحق قلع ہے چنانچہ غصب میں مذکور ہوچکا قلت واما لو دہنها بالوان کثیرة او طلاها بجص کثیر خیر الشفیع بین ترکها او اخذها واعطاء
ما زاد الصبغ فیها لتعذر نقضه ولا قیمة لنقضه بخلاف البناء حاوی الزاہدی اور اگر مشتری نے بہت رنگوں کا روغن لگایا گھر میں یا بہت گچکاری کی اُسمین
تو شفیع مختار ہے اُس گھر کے چھوڑ دینے میں یا اُسکے لینے میں اور اسقدر کے دینے میں جسقدر گھر کی قیمت رنگ آمیزی سے زیادہ ہوگئی بسبب متعذر ہونے نقض
رنگت کے اور حالانکہ اکھڑے رنگ کی کچھ قیمت نہیں بخلاف نقض عمارت کہ اُسکی قیمت کچھ باقی رہتی ہے کذا فی حاوی الزاہدی او بنی المشتری
او غرس او کلف الشفیع المشتری قلعهما شفیع ثمن اور قیمت عمارت اور درخت کی دے کر لے اگر مشتری نے عمارت بنائی ہو یا درخت لگائے ہوں
یا کہ شفیع مشتری کو عمارت کھودنے اور درخت اُکھاڑنے کی تکلیف دے الا اذا کان فی القلع نقصان الارض فان الشفیع له ان یاخذها مع قیمة البناء والغرس
مقلوعة غیر ثابتة قہستانی مگر جبکہ اُکھاڑنے میں زمین کا نقصان ہو تو شفیع کو جائز ہے اُسکا لینا کھودی عمارت اور اُکھڑے درخت کی قیمت کے ساتھ
کذا فی القہستانی وعن الثانی ان شاء اخذ بالثمن وقیمة البناء والغرس او ترک وبه قال الشافعی ومالک قلنا بنی فیما لغیره فیه حق اقوی ولذا تقدم علیه فینقضه
اور ابو یوسف سے روایت ہے اگر چاہے شفیع لیوے ثمن اور عمارت اور درخت کی قیمت سے یا چاہے اُسکو چھوڑ دے یعنی قلع عمارت کی تکلیف نہیں دے سکتا ہے کہا ہے امام شافعی
اور مالک رحمہ نے ہم اُسکے جواب میں کہتے ہیں کہ مشتری نے ایسی عمارت بنائی جسمین غیر مشتری کا قوی ترحق ہے ولہذا وہ مقدم ہوگیا اُسکے لینے میں مشتری پر تو
اُسکو نقض عمارت اور درخت میں بھی اختیار ہوگا کما ینقض الشفیع جمیع تصرفاته ای المشتری حتی الوقف والمسجد والمقبرة والهبة زیلعی وزاہدی اسیطرح
منقوض کردیتا ہے شفیع مشتری کے سب تصرفات کو یہانتک کہ وقف اور مسجد اور قبرستان اور ہبہ کو بھی کذا فی الزیلعی والزاہدی یعنی اگر مشتری نے خرید کے بعد
اُسکو وقف کردیا یا مسجد بنائی یا قبرستان کیا یا کسی کو ہبہ کردیا تو شفیع ان سب تصرفات کو دفع کرسکتا ہے طحطاوی نے قہستانی سے نقل کیا کہ نظم میں ہے کہ نقض
مسجد اور نبش موتی جائز نہیں اور شفعہ شفیع کا باطل ہے واللہ اعلم واما الزرع فلا یقلع استحسانا لان له نهایة معلومة ویبقی بالاجر اور زراعت تو نہ اُکھاڑی جاویگی
استحساناً اسلیئے کہ اُسکی نہایت معلوم ہے اور اُسکا باقی رہنا بعوض اجرت کے ہوگا یعنی اگر مشتری نے خرید کے بعد زراعت کی زمین میں تو وہ قائم رہیگی پختگی تک اور مشتری
پر اُسکی اجرت لازم ہوگی ورجع الشفیع بالثمن فقط ان اخذ بالشفعة ثم بنی او غرس ثم استحقت ولا یرجع بقیمة البناء والغرس علی احد لانه لیس بمغرور بخلاف
المشتری اور شفیع ثمن کو پھیر لے اگر اُسنے شفعہ کے سبب سے لیا پھر اُسمین عمارت بنائی یا درخت لگایا پھر وہ زمین غیر بائع کی مملوک نکلی اور عمارت اور درخت
کی قیمت شفیع کسی شخص سے نہ لیگا اسواسطے کہ اُسکو کسی نے فریب نہیں دیا بخلاف مشتری ویاخذ بکل الثمن ان خربت الدار او جف الشجر بلا فعل احد لان
ان الثمن یقابل الاصل لا الوصف اور شفیع کل ثمن سے لے اگر گھر خود بخود ویران ہوگیا یا درخت خشک ہوگیا اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ثمن مقابل ہوتا ہے اصل
مبیع کے نہ اُسکے وصف کے جیسے عمارت اور درخت وصف خانہ اور باغ نہیں بلکہ تابع ہیں تو یوں کہنا بہتر تھا کہ ثمن اصل کے مقابل ہوتا ہے نہ تابع کے
کذا فی الطحطاوی وهذا اذا لم یبق شیء من النقض او الخشب اور یعنی درصورت ویرانی خانہ اور خشکی باغ کے کل ثمن سے لینا اُسوقت ہے جبکہ بنا منقوض یا درخت
کی لکڑیوں سے کچھ باقی نہ رہا ہو فلو بقی واخذه المشتری لانفصاله من الارض حیث لم یکن تبعا للارض سقط حصته من الثمن فیقسم الثمن علی قیمة الدار یوم العقد وعلی
قیمة النقض یوم الاخذ زیلعی سو اگر عمارت کا مصالحہ اور لکڑی باقی ہے اور مشتری نے اُسکو لیا بسبب اُسکے جدا ہونے کے زمین سے کیونکہ وہ زمین کا تابع باقی

نہ رہا تو بقدر اسکے حصہ کے ثمن سے ساقط ہوگا تو ثمن بانٹا جاے گھر کی قیمت پر جو یوم العقد تھی اور منقوض کی قیمت پر جو شفیع کے لینے کے دن ہو کذا فی الزیلعی

قلت فلو لم یاخذہ المشتری کان ہلک بعد نقضہ لم یسقط شئی من الثمن لعدم حبسہ اذ ہو من التوابع والتوابع لا یقابلہا شئی من الثمن وبالاخذ بالشفعۃ تحولت
الصفقۃ الی الشفیع فقد ہلک ما دخل تبعا قبل القبض ولا یسقط بمقابلتہ شئی من الثمن قالہ شیخنا میں کہتا ہوں سو اگر مشتری مصالحہ اور لکڑی کو نہ لے اسطرح پر کہ
وہ تلف ہوجاے جدا ہونے کے بعد زمین سے تو ثمن میں سے کچھ ساقط نہ ہوگا مشتری کے عدم حبس کے سبب سے اسواسطے کہ مصالحہ اور لکڑی توابع سے ہے
اور توابع کے مقابلے میں کچھ ثمن نہیں پڑتا اور شفیع کے لینے سے بسبب شفعہ کے عقد گھوم کر شفیع کی طرف ہوگیا تو جو چیز تبعا داخل بیع تھی وہ قبل القبض ہلاک ہوگئی
تو ایسی صورت میں کچھ ثمن ساقط نہیں ہوتا یہ کہا ہے ہمارے استاذ خیر الدین رملی نے بخلاف ما اذا تلف بعض الارض بغرق حیث یسقط من الثمن
بحصتہ لان الفائت بعض الاصل زیلعی بخلاف اس صورت کے جبکہ کچھ زمین تلف ہوگئی بسبب ڈوب جانے کے کہ وہاں بقدر اسکے حصہ کے ثمن ساقط ہوگا اسواسطے کہ
فوت ہونے والا بعض ہے اصل مبیع کا کذا فی الزیلعی ویاخذ بحصتہ ای بحصتہ من الثمن ان نقض المشتری البناء لانہ قصد الاتلاف وفی الاول الآفۃ سماویۃ
ویقسم الثمن علی قیمۃ الارض والبناء یوم العقد بخلاف ما ہنا لانہ صار مقصودا بالحبس اور شفیع لے حصہ زمین کے ثمن کے عوض اگر مشتری نے عمارت گھر کی
ڈھائی اسواسطے کہ اسنے تلف کرڈالنے کا ارادہ کیا اور اول میں یعنی جبکہ خود بخود عمارت ویران ہوگئی آفت آسمانی تھی اور ثمن مقسوم ہوگا زمین اور عمارت
کی قیمت پر جو یوم العقد تھی برخلاف اسکے منہدم ہوجانے کے کہ وہاں یوم الاخذ کی قیمت معتبر ہوگی چنانچہ مذکور ہوچکا حصہ منقوض ہو اسواسطے ساقط ہوگا
کہ منقوض مال متقوم ہے حابس مشتری کے سبب سے ونقض الاجنبی کنقضہ ای المشتری اور اجنبی شخص کا عمارت توڑنا مشتری کے توڑنے کے مانند ہے حکم
میں یعنی بقدر اسکے حصہ کے ثمن ساقط ہوگا والنقض بالکسر المنقوض لہ ای للمشتری ولیس للشفیع اخذہ لزوال التبعیۃ بالانفصال اور نقض بکسر اول بمعنی ملبہ مشتری
کا ہے اور شفیع کو اسکا لینا نہیں چاہیے کیونکہ زمین سے جدا ہونے سے اسکا تابع نہ رہا ویاخذ ثمرہا استحسانا لاتصالہ ای ابتاع ارضا ونخلا وثمرا او اثمر بعد الشراء فی
یدہ اور شفیع لے اسکے پھلوں کو ساتھ استحسان کی وجہ سے اگر مشتری نے زمین اور کھجور کے درخت اور پھل خرید کیے یا کہ پھل لگے خرید کے بعد مشتری کے قبض
میں بسبب متصل ہونے پھلوں کے درخت سے وان جذہ المشتری فلیس للشفیع اخذہ لما مر اور اگر مشتری نے پھل توڑ لیے تو شفیع کو پھل لینے کا اختیار نہیں
بدلیل گذشتہ یعنی پھل تابع ہیں نہ اصل اور تابع ہونا انفصال سے زائل ہوگیا او ہلک بآفۃ سماویۃ وقد اشتراہا بثمرہا سقطت حصتہ من الثمن فی
الاول ای شراہا بثمرہا ویکل الثمن فی الثانی لحدوثہ بعد القبض یا باغ تلف ہوگیا آفت آسمانی سے اور حالانکہ اسکو مشتری نے اسکے پھلوں کے ساتھ
خرید کیا تھا ساقط ہوگا اسکا حصہ ثمن سے اول میں یعنی جس باغ کو پھل کے ساتھ خرید کیا اور کل ثمن سے شفیع لیگا ثانی میں یعنی جہاں پھل پیدا ہوا مشتری کے
قبض میں بسبب حادث ہونے پھل کے بعد قبض کے یعنی تو مقابل اسکے کچھ ثمن واقع نہ ہوگا قضی بالشفعۃ للشفیع لیس لہ ترکہا شرح وہبانیۃ لتحول الصفقۃ الیہ
بخلاف ما قبل القضاء قاضی نے شفیع کے واسطے شفعہ کا حکم کیا تو اسکو اسکا چھوڑنا جائز نہیں کذا فی شرح الوہبانیہ بسبب پھر جانے عقد کے شفیع کی طرف
قضا کے سبب سے بخلاف ما قبل قضا کے الطلب فی بیع فاسد وقت انقطاع حق البائع اتفاقا طلب شفعہ کرنا بیع فاسد میں انقطاع حق بائع کے
وقت ہے بالاتفاق وفی ہبۃ بعوض مشروط والشیوع فیہا وقت التقابض اور اس ہبہ میں جو بعوض مشروط ہے اور حالانکہ بدلین میں شیوع نہیں تقابض البدلین کے
وقت طلب شفعہ ہے مع یہ ایک روایت ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ وقت عقد کے طلب شفعہ ہے کذا فی العالمگیریۃ وفی بیع فضولی وبخیار بائع وقت البیع عند الثانی
ووقت الاجازۃ عند الثالث اور فضولی کی بیع میں اور خیار بائع کی بیع میں طلب شفعہ ہے وقت بیع کے ابو یوسف کے نزدیک اور اجازت بیع کی وقت ہے
محمد کے نزدیک وبخیار مشتر وقت البیع اتفاقا مجتبی اور خیار مشتری کی بیع میں بیع کے وقت طلب شفعہ ہے بالاتفاق کذا فی المجتبی من لم یر الشفعۃ
بالجوار کالشافعی مثلا طلبہا عند حاکم یراہ یقول لہ ہل تعتقد وجوبہا ان قال نعم اعتقد ذلک حکم لہ بہا والا فلا یحکم لہ قنیہ وبزازیہ جو شخص شفعہ

جوار کا معتقد ہو چنانچہ شافعی مذہب مثلاً اور وہ شفعہ طلب کرے اُس حاکم کے پاس جو شفعہ جوار کا معتقد ہے تو حاکم اُس سے کہے کہ تو شفعہ جوار کا معتقد ہے اگر
مدعی کہے کہ ہاں میں اسکا اعتقاد رکھتا ہوں تو اسکے واسطے شفعہ کا حکم دے اور اگر مدعی وہ نہ کہے تو حاکم حکم نہ دے ثبوت شفعہ کا کذا فی المنیۃ والبزازیۃ یہ
ایک قول ہے اقوال ثلثہ سے اور یہ حلوانی کا قول احسن اقوال ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ حاکم حکم نہ دے کیونکہ مدعی اسکا معتقد نہیں ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ حاکم حکم دے
اسواسطے کہ حاکم تو اسکے وجوب کا اعتقاد رکھتا ہے اور یہی مشہور ہے کذا فی المنح فروع مسائل متفرقہ شارح کے آخر التشفیع ایجاب الطلب لکون القاضی لا یراہا فہو معذور تشفیع نے ایجاب طلب
شفعہ میں تاخیر کی ہو اسلئے کہ قاضی وقت وجوب شفعہ کا معتقد نہیں تو شفیع معذور ہے یعنی اس عذر سے تاخیر طلب سے باطل شفعہ نہ ہوگی وکذا لو طلب من القاضی احضارہ فاخّر
بخلاف سبت الیہود لما یاتی اور اسی طرح شفیع تاخیر طلب میں معذور ہے اگر اُسنے قاضی سے مشتری کا حاضر کرنا طلب کیا سو قاضی نے تاخیر کی یا مشتری نہ حاضر ہوا کذا
ذکرہ ابو السعود برخلاف یہودی کے سبت کے چنانچہ آگے آویگا یعنی اگر یہودی یوم السبت کی تعطیل کے سبب سے یا نصرانی یوم الاحد کی تعطیل سے طلب شفعہ میں تاخیر کریگا
تو معذور نہوگا کذا فی شرح الحموی شری ارضا بمائۃ فرفع ترابہا وباعہ بمائۃ ثم اخذہا الشفیع بالشفعۃ اخذہا بخمسین لان بما یقسم علی قیمۃ الارض یوم الشراء قبل رفع التراب
وعلی قیمۃ التراب الذی باعہ فرضہما سواء ایک شخص نے زمین خرید کی سو درم کو پھر اسکی مٹی اٹھائی اور سو درم کو بیچی پھر اُس زمین کو شفیع نے لیا بسبب شفعہ کے تو شفیع اُسکو
۵۰ درم سے لے اسواسطے کہ زمین کا ثمن یعنی سو درم بانٹا جاوے زمین کی اُس قیمت پر جو خرید کے دن مٹی لینے سے پہلے اور اُس مٹی کی قیمت پر جسکو اُسنے بیچ لیا اور
دونوں قیمتیں برابر ہیں م طحطاوی نے کہا یہ تعلیل ظاہر نہیں مگر جبکہ دونوں کی قیمتیں عند العقد برابر ہوں ولو کبسہا کما کانت فالجواب لا یتفاوت ویقال للمشتری
ارفع ماکبست فیہا فہو ملکک حاوی الزاہدی اور اگر مشتری نے زمین مذکور مٹی سے بھر دی جیسی کہ پہلے تھی تو جواب متفاوت نہ ہوگا یعنی شفیع اُسکو پچاس ہی درم
سے لیگا اور مشتری سے کہا جاویگا کہ نکال لے جو زمین تو نے مٹی بھر دی ہے کہ وہ تو تیری ملک ہے کذا فی حاوی الزاہدی وفیہ شری دارا الی الحصاد فلیس للشفیع ان
یعجل الثمن و یاخذہا بالشفعۃ لانہ ملکہا ببیع فاسد انتہی قلت و سیجیٔ انہ لا شفعۃ فیما بیع فاسدا ولو بعد القبض لاحتمال الفسخ نعم اذا سقط الفسخ ببنائہ ونحوہ وجبت اور حاوی
زاہدی میں ہے کہ گھر خرید کیا کھیت کٹنے کی مدت تک تو شفیع کو جائز نہیں کہ ثمن معجل دے اور گھر کو بوجہ شفعہ لے اسواسطے کہ مشتری گھر کا مالک ہوا ہے بیع فاسد
کے سبب سے انتہی یا فی الحاوی میں کہتا ہوں اور آگے آویگا کہ اُس بیع میں شفعہ نہیں جسمیں بیع فاسد ہوئی اگرچہ قبض کے بعد احتمال فسخ کے سبب سے ہاں جبکہ فسخ ساقط ہو جاوے
مشتری کی عمارت بنانے سے اور مانند اسکے کوئی اور تصرف سے تو شفعہ واجب ہوگا وفی المبسوط الہبۃ بشرط العوض انما تثبت الملک للموہوب لہ اذا قبض الکل
فلو وہب دارا علی عوض الف درہم فقبض احد العوضین دون الآخر ثم سلم الشفیع الشفعۃ فہو باطل حتی اذا قبض العوض الآخر کان لہ ان یاخذ الدار بالشفعۃ اور
مبسوط میں ہے کہ ہبہ بشرط عوض میں تو موہوب لہ کی ملک تب ثابت ہوتی ہے جس وقت کل مقبوض ہو یعنی دونوں عوضوں پر واہب اور موہوب لہ کا قبضہ ہو جاوے تو اگر
گھر ہبہ کیا ہزار درم کی عوض پر پھر ایک عوض پر قبضہ ہوا نہ دوسرے عوض پر پھر شفیع شفعہ سے دست بردار ہوا تو وہ باطل ہے یہاں تک کہ جب دوسرا عوض مقبوض
ہو تو شفیع کو اختیار ہے کہ گھر لے شفعہ کے سبب سے واللہ اعلم

باب ما تثبت ہی فیہ او لا تثبت

یہ باب ہے اسکا جسمیں شفعہ ثابت ہوتا ہے یا ثابت نہیں ہوتا لا تثبت قصدا الا فی عقار ملک بعوض ہو مال خرج الہبۃ ہو مال خرج المہر الشفعۃ ثابت نہیں ہوتا قصداً
مگر اُس عقار میں جو مملوک ہوئی ہے اُس عوض کے بدلے جو مال ہے عوض کی قید سے ہبہ بلا عوض خارج ہو گیا اور مال کی قید سے مہر نکل گیا اور قصداً کی قید اسواسطے لگائی
کہ شفعہ غیر قصدی غیر عقار میں بھی ثابت ہوتا ہے چنانچہ شجر اور ثمر میں شفعہ ثابت ہوتا ہے گھر کے ساتھ اور اسی طرح اشباہ میں ہے خانہ اسباب کے ساتھ اور اسی طرح
نہر میں اراضی کے ساتھ وان لم یکن یقسم خلافا للشافعی کرحی ای بیت رحی مع الرحی نہایۃ وحمام وبئر ونہر وبیت صغیر لا یمکن قسمتہ اگرچہ عقار اور مانند عقار ہے یہ مذہب
ہمارا ہے برخلاف شافعی چنانچہ آسیا اور حمام اور کنواں اور نہر اور ایسا چھوٹا گھر جسکی قسمت ممکن نہ ہو یعنی قسمت کرنے سے لائق انتفاع کے نہ رہے نہایہ میں ہے

کہ آسیا سے مراد آسیا خانہ ہی آسیا کے ساتھ یعنی اشیاء مذکور ہمین شفعہ ثابت ہی ہمارے نزدیک دفع ضرر جوار کی وجہ سے اور امام شافعی کے نزدیک شفعہ نہین
دفع ضرر قسمت کی علت سے لا فی عرض بالسکون بالیبس بعقار فیکون ما بعدہ من عطف الخاص علی العام شفعہ ثابت نہین عرض مین عرض بفتح اول و سکون
ثانی وہ چیز ہی جو عقار نہو تو جو معطوفات عرض کے بعد ہین وہ بقبیل عطف خاص کے ہین عام پر صحاح مین ہی عرض بالسکون جو سوا درہم ودنانیر کے متاع سے اور جو چیز ہی وہ
عرض ہی دینار اور درہم کے سوا ولو بفتحتین حطام دنیا وفلک خلافا للمالک اور شفعہ ثابت نہین ناؤ مین برخلاف مذہب مالک کے وبناء ونخل اذا بیعا
قصدا ولو مع حق القرار خلافا لما فہمہ ابن الکمال المخالفۃ المنقول کما افادہ شیخنا الرملی اور شفعہ نہین عمارت ونخلستان مین جبکہ انکی بیع بالقصد ہو بلا بیعت ارض
کے اگرچہ بیع حق قرار کے ساتھ ہو برخلاف اسکے جو کہ ابن کمال سمجھا ہی بسبب اسکے مخالف ہونے کے منقول سے چنانچہ ہمارے استاد خیرالدین رملی نے اسکو بیان کیا ہی و
لا فی ارث وصدقۃ وہبۃ لا بعوض مشروط اور شفعہ ثابت نہین میراث مین اور صدقہ اور ہبہ بلا عوض مشروط مین حم اگر ایک شخص گھر کا مالک میراث کے
سبب سے ہی تو اسمین شفعہ نہین کذا فی الدرر ودار قسمت او جعلت اجرۃ او بدل خلع او عتق او صلح عن دم عمد او مہرا وان قوبل بعضہا ای الدار بمال لان معنی
البیع تابع فیہا اور اس گھر مین شفعہ نہین جسکی قسمت ہو گئی شریکون مین یا وہ گھر اجرت یا بدل خلع یا بدل عتق یا بدل صلح کا دم عمد سے ٹھہرا گیا یا گھر مہر قرار دیا گیا
اگرچہ بعض گھر کے مقابلہ مین مال واقع ہوا ہو اسواسطے شفعہ نہین کہ بیع کے معنی اسمین تابع ہین حم بعض گھر کے مقابلہ مین مال واقع ہونے کی صورت یہ ہی کہ زوج نے
زوجہ سے نکاح کیا ایک گھر کے مہر پر باین شرط کہ زوجہ زوج کو ہزار درم پھیر دے طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ مصنف بجاے مہرا کے مہر بالجر کے مہرًا بالنصب لاتا تاکہ اجرۃ پر
عطف ہوتا اسواسطے کہ جب کہ گھر بدل ہوگا مہر کا اسطرح پر کہ زوج مہر کے بدلے زوجہ کو گھر دے تو اسمین شفعہ ثابت ہوگا چنانچہ زیلعی مین مذکور ہی اسواسطے کہ وہ مبادلہ
ہی مال کا مال سے اسواسطے کہ گھر بدلہ ہی اسکا جو زوج کے ذمہ پر مال ہی یعنی مہر واوجباہا فی حصۃ المال اور صاحبین رح نے شفعہ واجب کہا ہی حصہ مال مین یعنی جسقدر
گھر مال کے مقابلہ مین پڑا اتنے مین صاحبین رح کے نزدیک شفعہ واجب ہی او دار بیعت بخیار البائع ولم یسقط خیارہ فان سقط وجبت ان طلبت عند سقوطہ
الخیار فی الصحیح وقیل عند البیع وصحح یا اس گھر مین شفعہ نہین جو بیچا ہوا بائع کے اختیار پر اور ہنوز اسکا اختیار ساقط نہین ہوا پھر اگر ساقط ہو گیا تو شفعہ واجب
ہو گیا اگر شفیع نے سقوط اختیار کے وقت طلب کی قول صحیح مین اور بعضون نے کہا کہ بیع کے وقت طلب کی اور اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہی او بیعت الدار
بیعا فاسدا ولم یسقط فسخہ فان سقط حق فسخہ کان بنی المشتری فیہا ثبتت الشفعۃ کما مر یا اس گھر مین شفعہ نہین جسکی بیع فاسد ہوئی اور ہنوز اسکا فسخ ساقط
نہین ہوا پھر اگر اسکا حق فسخ ساقط ہو گیا چنانچہ مشتری نے اسمین کچھ عمارت بنائی تو شفعہ ثابت ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا حم اسی طرح ہبہ سے اور خریدنے
وغیرہ سے حق فسخ ساقط ہو جاتا ہی تو شفیع قیمت دے کر شفعہ لیگا کذا فی الزیلعی او ردت بخیار رویۃ او شرط او عیب بقضاء متعلق بالاخیر فقط خلافا لما زعمہ
المصنف تبعا للدرر یا رد بیع ہو خیار رویۃ یا خیار الشرط کے سبب سے یا رد بیع ہو خیار العیب سے بحکم قاضی شارح نے کہا بالقضاء فقط اخیر یعنی عیب سے متعلق ہی
برخلاف اسکے جو مصنف نے شرح مین گمان کیا ہی درر کا تابع ہو کر حم مصنف نے شرح مین کہا کہ بالقضاء متعلق ہی رد سے تو مسائل ثلثہ سے حکم قاضی متعلق
ہو گیا حالانکہ ایسا نہین چنانچہ کلام زیلعی صریح اسکی مخالف ہی کذا فی الطحطاوی بعد ما سلمت ای اذا بیع وسلمت الشفعۃ ثم رد المبیع بخیار رویۃ او شرط او عیب
ما کان او بعیب بقضاء لانہ فسخ لا بیع رد بیع ہو تسلیم شفعہ کے بعد یعنی جب بیع ہوئی اور شفعہ سے شفیع نے انکار کیا پھر بیع پھیر دیا گیا بسبب خیار
الرویۃ کے یا بسبب خیار شرط کے یا رد مبیع ہو بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے تو شفعہ نہین اسواسطے کہ یہ فسخ ہی بیع نہین ہی حم یہ علت ہی مسائل ثلثہ کی یعنی
شفعہ واجب ہوتا ہی بیع کے بعد نہ فسخ بیع کے بعد بخلاف الرد بعیب بعد القبض بلا قضاء او باقالۃ فان لہ الشفعۃ لان الرد بعیب بلا قضاء والاقالۃ
بمنزلۃ بیع جدید برخلاف رد مبیع عیب سے قبض کے بعد بدون حکم قاضی کے یا اقالہ سے اسواسطے کہ شفیع کو اسواسطے اسمین شفعہ ثابت ہی اسواسطے کہ عیب سے پھیر دینا
بدون حکم قاضی کے بمنزلہ بیع کے ہی شرع سے اور اسیطرح اقالہ بیع جدید اگانہ ہی حم اسواسطے کہ عیب سے بلا قضا پھیر لینا چونکہ واجب نہین اور باوجود اسکے

بائع نے اپنی خوشی سے پھیر لیا تو ایسا ہوا گویا اُسنے خرید کیا اور اسی طرح اقالہ بیع ہے ثالث کے حق مین اور شفیع تیسرا ہے بائع اور مشتری کا کذا فی الدرر وتثبت الشفعۃ للعبد المأذون المستغرق بالدین احاطہ الدین برقبتہ وکسبہ لیس بشرط ابن کمال فی بیع سیدہ اور شفعہ ثابت ہے غلام ماذون کیواسطے جو دین میں ڈوبا ہوا ہے مولی کی بیع مین ابن کمال نے محیط ہونا دین کا غلام کی گردن اور کمائی کو ثبوت شفعہ کی شرط نہیں کیا ہے یعنی اگر مولی نے گھر بیچا تو اُسکا شفعہ اُسکے غلام ماذون کے واسطے ثابت ہے اسواسطے کہ درصورت اذن تجارت جو غلام کے پاس ہے وہ مولی کا مملوک نہیں ہے اور یہی علت مولی کے شفعہ لینے کی غلام کی بیع مین ہے وتثبت لسیدہ فی بیعہ بناء علی ان الاخذ بالشفعۃ بمنزلۃ الشراء وشراء احدہما من الآخر یجوز اور شفعہ ثابت ہے غلام ماذون کے مالک کیواسطے غلام کے بیچے گھر مین اس وجہ سے کہ شفعہ لینا بمنزلہ خرید کے ہے اور دونون مین سے ایک کا خرید کرنا دوسرے سے جائز ہے وتثبت لمن شری اصالۃ او وکالۃ او شری لہ بالوکالۃ اور شفعہ ثابت ہے اس شخص کیواسطے جسنے اصالۃً یا وکالۃً خرید کیا یا اسکے واسطے دوسرے نے بطریق وکالت خرید کیا ہے یعنی ایک شخص نے دوسرے کو خرید کرنے کا وکیل کیا سو وکیل نے موکل کیواسطے گھر خرید کیا اور حالانکہ موکل شفیع ہے تو اُسکے واسطے شفعہ ثابت ہے صورت اُسکی یہ ہے کہ ایک گھر تین شخصوں مین مشترک ہے اور اُس گھر کا ایک شخص جار ملاصق ہے پھر جب وہ گھر بیع ہوا اور ایک شریک نے اُسکو خرید کیا تو مشتری کے واسطے شفعہ ثابت ہے خواہ اُسنے اصالۃً خرید کی ہو یا وکالۃً اور اسی طرح موکل کے واسطے شفعہ ثابت ہے جبکہ وکیل نے اُسی کیواسطے خرید کی ہو اور دوسرے شریک کیواسطے بھی شفعہ ثابت ہے کذا فی الدرریہ توضیح ہے شارح کے قول آئندہ کی وفائدتہ انہ لو کان المشتری او الموکل بالشراء شریکا وللدار شریک آخر فلہما الشفعۃ ولو ہو شریکا وللدار جار فلا شفعۃ للجار مع وجودہ اور فائدہ ثبوت شفعہ کا مسئلہ مذکورہ مین یہ ہے کہ اگر مشتری یا خرید کا موکل شریک ہو اور گھر کا دوسرا شریک بھی ہو تو دونون کیواسطے شفعہ ثابت ہے اور اگر وہ شریک ہو اور گھر کا کوئی جار ملاصق ہو تو ہمسایہ کیواسطے شفعہ نہین باوجود شریک کے یعنی اسواسطے کہ شریک مقدم ہے ہمسایہ پر کذا فی الدرر لا شفعۃ لمن باع اصالۃ او وکالۃ او بیع لہ ای دکل بالبیع او ضمن الدرک ان الشفعۃ یبطل باظہار الرغبۃ عنہا لا فیہا شفعہ نہین اُسکا جسنے بیع کی اصالۃً یا وکالۃً یا بیع ہوگئی اُسکی طرف سے یعنی دوسرے کو اُسنے بیع کرنے کا وکیل کیا یا ضمان درک کیا یعنی اگر مبیع تحیم کی مملوک نکلے تو ثمن کا ضمان اُسپر ہے اور قاعدہ کلیہ ثبوت اور عدم ثبوت شفعہ کا یہ ہے کہ شفعہ باطل ہو جاتا ہے شفعہ سے بے رغبتی ظاہر کرنے مین اور باطل نہین ہوتا اظہار خواہش سے اسیوجہ سے چونکہ بیع ضمان استحقاق بیع کی عدم خواہش پر دلالت کرتا ہے لہذا شفعہ باطل ہو گیا

باب ما یبطلہا

یہ باب ہے اُسکا جو شفعہ کو باطل کر دیتا ہے یبطلہا ترک طلب المواثبۃ ترکہ بان لا یطلب فی مجلس اخبر فیہ بالبیع ابن کمال وتقدم ترجیحہ شفعہ کو باطل کرتا ہے طلب مواثبہ کا ترک کرنا اور ترک طلب مواثبہ کی صورت یہ ہے کہ شفیع شفعہ طلب نہ کرے اُس مجلس مین جسمین اُسکو بیع کی خبر پہونچی ہو کذا ذکرہ ابن کمال اور ترجیح خیار مجلس کی مقدم مذکور ہو چکی یعنی طلب مواثبہ آخر مجلس تک ممتد ہے اور وہی قول راجح ہے طلب علی الفور یا او ترک طلب الاشہاد وعند عقار او ذی الید الا اشہاد وعند طلب المواثبۃ لانہ غیر لازم مع القدرۃ کما مر یا مبطل شفعہ ہے باوجود قدرت کے طلب اشہاد کا ترک کرنا عقار یا ذی الید کے نزدیک نہ کہ گواہ کرنا طلب مواثبہ کے نزدیک اسواسطے کہ وہ غیر لازم ہے چنانچہ مذکور ہو چکا اور طلب اشہاد کی یہ صورت مذکور ہو چکی کہ شفیع یون کہے کہ فلانے شخص نے یہ گھر خرید کیا اور مین اسکا شفیع ہون اور مین قبل اسکے طلب مواثبہ کر چکا ہون اور اب بھی طلب کرتا ہون سو تم شاہد رہو اسپر اور قدرت کی صورت یہ ہے کہ کسی نے شفیع کا منھ بند نہ کر لیا ہو اور وہ نماز کے اندر نہ ہو و یبطلہا تسلیمہا بعد البیع علم بالسقوط او لا فتصح لا قبلہ کما مر اور فقط بعد بیع کے تسلیم شفعہ مبطل ہے آگاہ خواہ علم سقوط شفعہ کا بسبب تسلیم کے اُسکو ہو یا نہ ہو اور قبل بیع کے تسلیم شفعہ مبطل نہین چنانچہ مذکور ہو چکا ہے تسلیم شفعہ عبارت ہے اسقاط حق شفعہ سے اور اسقاط حق نہین ہو سکتا مگر بعد وجوب کے اور وجوب شفعہ نہین ہوتا مگر بیع کے بعد لہذا تسلیم شفعہ قبل بیع کے صحیح نہین اور بعد بیع کے صحیح ہے ولو تسلیمہا من اب ووصی خلافا لمحمد فیما بیع بالقیمۃ او اقل ملتقی تسلیم شفعہ مبطل شفعہ ہے اگرچہ تسلیم صغیر کے اب یا وصی کی طرف سے ہو برخلاف محمد رح کے اُسمین جسکی بیع اُسکی قیمت کے موافق یا اقل قیمت سے ہوئی ہو کذا فی الملتقی یعنی صغیر کا باپ اگر صغیر کا شفعہ ساقط کرے تو یہ تسلیم

صحیح ہے امام کے نزدیک یعنی بعد بلوغ کے صغیر اُسکو طلب نہین کرسکتا خواہ بیع بقیمت اکثر یا مساوی یا اقل ہوئی ہو اور امام محمدؒ کا مذہب یہ ہے کہ درصورت مساوات
یا قلت قیمت تسلیم باپ اور وصی کی مبطل شفعہ نہین **لوکیل بطلبها اذا سلم الشفعة او اقر علی الموکل بتسلیمہ الشفعة صح لو کان التسلیم والاقرار عند القاضی والا**
لم یصح لکنہ یخرج عن الخصومة طلب شفعہ کا وکیل جبکہ شفعہ تسلیم کرے یا اپنے موکل پر تسلیم شفعہ کا اقرار کرے تو تسلیم صحیح ہے اگر یہ تسلیم اور اقرار قاضی کے پاس ہو اور
قاضی کے حضور مین نہو تو صحیح نہین لیکن وکیل خصومت سے خارج ہوجاتا ہے **وسکوت من یملک التسلیم تسلیم** اور ساکت رہنا اُسکا جو تسلیم کا اختیار رکھتا ہے تسلیم ہے مثلاً
باپ یا وصی کو تسلیم کا اختیار ہے اور اُنھون نے بیع کے وقت سکوت کیا طلب شفعہ سے صغیر کیواسطے تو یہ سکوت بجائے تسلیم ہے **ویبطلها صلحہ منها علی عوض** آسے
غیر المشفوع لما یاتی اور شفعہ باطل کرتا ہے صلح کرنا شفیع کا شفعہ سے عوض پر یعنی عوض غیر مشفوع پر بدلیل آئندہ ہم قول آئندہ یہ ہے دو سطر کے بعد **ولو صالح علی اخذ نصف الدار**
وعلیہ ردہ لانہ رشوة اور شفیع پر عوض کا پھیر دینا واجب ہے اسواسطےکہ وہ رشوت ہے جونکہ شفعہ عبارت ہے حق تملک سے بلا ملک لہذا اُسکا عوض لینا صحیح نہین
ویبطلها بیع شفعته بمال لانہ لا یلزم المال اور شفعہ کو باطل کرتا ہے بیچنا اپنے شفعہ کا مال سے اور اس سے بیع مال لازم نہوگا یعنے اسواسطےکہ وہ رشوت ہے **وکذا الکفالة بخلاف**
القود اور اسی طرح کفالت باطل ہوجاتی ہے بیع سے بخلاف قصاص کے مع کفالت سے یہان مراد حاضر ضامنی ہے یعنی اگر صاحب حق نے حاضر ضامن سے کہا کہ مین تیرے
ہاتھ حاضر ضامنی بیچتا ہون اپنے مال پر تو ضامنی ساقط ہوجاویگی اور مال واجب نہوگا بخلاف قصاص کے کہ اُسکا عوض لینا درست ہے اور اسی طرح ملک نکاح اور اسقاط
رق کا عوض درست ہے اسواسطےکہ ان تینون مین ملک ثابت ہے **ولو صالح علی اخذ نصف الدار بنصف الثمن صح** اور اگر شفیع نے صلح کی نصف گھر کے لینے پر بعوض
بعض ثمن کے تو صحیح ہے[عوض میں لینا ۱۲] **ولو صالح علی اخذ بیت بحصتہ من الثمن لا لجہالة الثمن عند الاخذ واسقط شفعتہ** اور اگر شفیع نے صلح کی گھر مین سے ایک مکان کے لینے پر بقدر اُسکے
حصہ کے ثمن سے تو صحیح نہین بسبب مجہول ہونے ثمن کے لینے کے وقت اور اس صلح غیر صحیح سے شفعہ شفیع کا ساقط نہوگا ہم نصف گھر کی صلح مین ثمن مجہول نہین اسواسطے
کہ نصف گھر کا ثمن نصف ثمن سے مسمی ہے اور تمام گھر مین سے ایک کوٹھری یا ایک دالان کا ثمن معلوم نہین کہ کتنا ہے لہذا مسئلہ سابقہ مین صلح صحیح اور شفعہ باطل اور
اس مسئلہ مین صلح غیر صحیح اور شفعہ ثابت ہے **ویبطلها موت الشفیع قبل الاخذ بعد الطلب وقبلہ ولا تورث خلافا للشافعی ولو مات بعد القضاء لا** باطل اور شفعہ کو
باطل کرتا ہے شفیع کا مرجانا شفعہ لینے سے پہلے طلب کے بعد یا قبل طلب کے اور شفعہ موروث نہین ہوتا برخلاف شافعی کے اور اگر شفیع مریگا قاضی کے حکم کرنے کے بعد
تو شفعہ باطل نہوگا ہم وجہ بطلان یہ ہے کہ شفعہ تو عبارت ہے مجرد حق تملک سے اور وہ باقی نہین رہتا صاحب حق کے مرجانے کے بعد تو اُسمین کیونکر میراث جاری ہو
کذا فی الدرر لا یبطلها موت المشتری لبقاء المستحق شفعہ کو باطل نہین کرتی مشتری کی موت بسبب باقی رہنے مستحق کے یعنی شفیع کے **ویبطلها بیع ما یشفع بہ قبل**
القضاء بالشفعة مطلقا علم ببیعها ام لا اور جس زمین اور گھر کے سبب سے شفعہ لیا جاتا ہے اُسکا بیچڈالنا قبل اسکے کہ قاضی ثبوت شفعہ کا حکم کرے ہر طرح مبطل ہے
شفعہ کا خواہ شفیع کو اُس گھر کی بیع کا جسکا وہ شفیع ہے علم ہو یا نہو **وکذا لو جعل بالتشفیع بہ مسجدا او مقبرة او وقفا مسجلا درر** اور اسی طرح شفعہ باطل ہوتا ہے اگر اُس مقام کو
جسکے سبب سے شفعہ ثابت ہوتا ہے مسجد بنائی یا قبرستان یا وقف مسجل قرار دیا کذا فی الدرر یعنی اسواسطےکہ شفعہ ثابت ہوتا ہے ملک سے اور مسجد وغیرہ سے ملک
زائل ہوجاتی ہے لہذا شفعہ ثابت نہین ہوتا بشرطیکہ قاضی نے ثبوت شفعہ کا حکم نہ دیا ہو ورنہ شفعہ ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی **ولو باع بشرط الخیار لنفسہ لا لبطل**
لبقاء السبب اور جسکے سبب سے شفعہ حاصل ہوتا ہے اُسکو بیچا بشرط اختیار اپنی ذات کے تو شفعہ باطل نہین ہوتا بسبب باقی رہنے سبب کے یعنی سبب استحقاق شفعہ کا ملک ہے
اُس مقام کی جو دار مشفوعہ سے متصل ہے سو ہنوز ملک بسبب بیع بشرط خیار کے بائع سے زائل نہین ہوئی **ویبطلها شراء الشفیع من المشتری** اور شفعہ کو باطل کرتا ہے خرید
کرنا شفیع کا مشتری سے یعنی جب شفیع نے دار مشفوعہ کو مشتری سے خرید کیا تو یہ خرید کرنا اعراض ہے طلب سے اور اعراض مبطل شفعہ ہے **فلمن دونہ او مثلہ اخذها منہ بالشفعة بالعقد**
الاول والثانی تو جو شخص کمتر ہے شفیع مذکور سے استحقاق شفعہ مین یا اُسکی برابر ہے تو اُسکو دار مشفوعہ کا لینا شفیع سے بوجہ شفعہ درست ہے خواہ بعقد اول لے یا بعقد
ثانی ہم اسواسطےکہ جب شفیع کا استحقاق خرید کرنے سے باطل ہوگیا تو شفیع با دون کا حق بسبب زوال مانع کے ثابت ہوجاویگا بخلاف ما لو اشتراہا ابتداء حیث
کمتر ۱۲

لا شفعۃ لمن دونہ برخلاف اسکے کہ اگر شفیع نے گھر کو خرید کیا شروع سے یعنی بائع سے اسواسطے کہ وہاں شفیع یا دون کا شفعہ ثابت نہ ہوگا جیسا کہ سابق مذکور ہو چکا اگر
اگر شریک خرید کرے تو جار ملاصق کیواسطے شفعہ نہیں ہے وکذا یبطلہا ان استاجرہا او ساومہا بیعا او اجارۃ ملتقی اور اسی طرح شفعہ کو باطل کرتا ہے اگر شفیع نے مشتری
سے گھر کرایہ لیا یا اسکی خرید یا اجارہ کی بات چیت کی کذا فی الملتقی یعنی بعد علم بیع کرایہ لینا یا مول کیا نا دلیل ہے تسلیم کی لہذا شفعہ باطل ہوگا او طلب منہ ان
یولیہ عقد الشراء یا شفیع مشتری سے یہ طلب کرے کہ اسکو عقد خرید کا متولی کرے ہم اسواسطے کہ مشتری سے تولیت عقد کو بطریق وکالت کے طلب کرنا تسلیم
کی دلیل ہے اور تسلیم بیع مبطل شفعہ ہے لیکن طحطاوی نے کہا کہ بیع التولیہ مراد ہے اور یہ مراد نہیں کہ اسکو متولی عقد کرے بطریق وکالت کے اسواسطے کہ اس سے
شفعہ باطل نہیں ہوتا بسبب اسکے ہونے کے قبل عقد کے واللہ اعلم او ضمن الدرک مستدرک بما مر آنفا فتبطل فی الکل لدلیل الاعراض زیلعی یا شفیع ثمن کی ضمانت
کرے استحقاق کے وقت شارح نے کہا ضمان درک کا مسئلہ زائد از حاجت ہے بسبب اسکے کہ عنقریب مذکور ہو چکا یعنی باب سابق میں تو سب تینوں صورتوں
میں شفعہ باطل ہوتا ہے اعراض کی دلیل سے کذا فی الزیلعی قیل للشفیع انہا بیعت بالف فسلم ثم علم انہا بیعت باقل او ببر او شعیر او عددی متقارب قیمتہ
الف او اکثر فلہ الشفعۃ ولو بان انہا بیعت بدنانیر او بعروض قیمتہا الف فلا شفعۃ والفرق بینہما ان ہذہ قیمی وذاک مثلی فربما یسہل علیہ دون ذاک شفیع سے
کہا گیا کہ گھر بیچا گیا بعوض ہزار درم کے سو اسنے بیع مسلم رکھی پھر اسکو معلوم ہوا ہزار درم سے کم ثمن کو بیع ہوئی یا بعوض گیہوں یا جو یا عددی متقارب سے بیع ہوئی تو
شفیع کا شفعہ ثابت ہے اور اگر یہ ظاہر ہو کہ گھر بکا ان دیناروں یا اسباب کی عوض جنکی قیمت ہزار درم ہے تو شفعہ ثابت نہیں اور فرق دونوں میں یعنی متاع میں اور
گیہوں جو میں یہ ہے کہ یہ یعنی اسباب و متاع قیمت والی چیز ہے اور وہ یعنی گیہوں اور جو اور عددی متقارب مثلی ہے تو گاہے مثلی چیز شفیع پر آسان ہو سکتی ہے اگرچہ زیادہ
ہو ہم مسئلہ اولی میں شفعہ اسواسطے ثابت ہوا کہ تسلیم بھی کثرت ثمن سے یا تعذر جنس سے پھر جب اسکے خلاف ظاہر ہوا تو اسکو شفعہ لینا جائز ہوا اسواسطے کہ رغبت
مختلف ہوتی ہے اختلاف ثمن سے تو تسلیم بعض وجہ سے کل وجوہ کی تسلیم کی مستلزم نہیں اور مسئلہ ثانیہ میں اختلاف دینار اور درم سے اسواسطے شفعہ ثابت نہ ہوا کہ دونوں
جنس واحد ہیں ثمنیت میں اور مسئلہ متاع میں قیمت واجب ہے اور وہ درہم یا دینار ہیں تو آسانی اسمیں ظاہر نہیں کذا فی الطحطاوی ولو علم ان المشتری زید فسلم
ثم بان انہ بکر فلہ الشفعۃ اور اگر شفیع نے جانا کہ مشتری زید ہے سو اسنے بیع تسلیم کی پھر ظاہر ہوا کہ مشتری تو بکر ہے تو شفیع کیواسطے شفعہ ثابت ہے ہم اسواسطے کہ
آدمی اخلاق میں متفاوت ہیں سو بعضے کی ہمسائگی قبول ہوتی ہے اور بعضے کی نہیں تو ایک کے حق میں تسلیم کرنا اسکے غیر کے حق میں تسلیم کرنے کا مستلزم نہیں ولو علم
ان المشتری ہو مع غیرہ کان لہ اخذ نصیب غیرہ لعدم التسلیم فی حقہ اور اگر شفیع نے جانا کہ مشتری زید ہے دوسرے آدمی کے ساتھ تو اسکو دوسرے آدمی
کا حصہ بطریق شفعہ کے لینا جائز ہوگا اسواسطے کہ دوسرے کے حق میں تسلیم حاصل نہیں ہم حلبی نے کہا اگر مصنف بجائے لو علم کے لو ظہر کہتا تو مناسب تر ہوتا ولو بلغہ
شراء النصف فسلم ثم بلغہ شراء الکل فلہ الشفعۃ فی الکل وفی عکسہ بان اخبر بشراء الکل فسلم ثم ظہر شراء النصف لا شفعۃ لہ علی الظاہر لان التسلیم فی الکل تسلیم
فی کل ابعاضہ بخلاف عکسہ اور اگر شفیع کو نصف گھر کے خرید کی خبر پہونچی سو اسنے بیع تسلیم کی پھر اسکو خبر پہونچی تمام گھر کے خرید کی تو اسکے واسطے شفعہ ثابت ہے
سب گھر میں اور اسکے بالعکس میں اسطرح کہ شفیع کو خبر ہوئی تمام گھر کے خرید کی سو اسنے تسلیم کی پھر ظاہر ہوا نصف کا خرید کرنا تو اسکے واسطے شفعہ
نہیں ظاہر الروایۃ میں اسواسطے کہ کل میں تسلیم کرنا جمیع اجزا میں تسلیم کرنا ہے برخلاف اسکے عکس کے یعنی تسلیم بعض تسلیم کل نہیں ثم شرع فی الحیل فقال و
ان باع رجل عقارا الا ذراعا مثلا فی جانب حد الشفیع فلا شفعۃ لعدم الاتصال پھر مصنف نے حیلوں کا یعنی تدابیر سقوط شفعہ کا بیان شروع کیا اسو
یوں کہا اور اگر ایک مرد نے زمین یا گھر بیچا مگر مثلا ایک گز نہیں بیچا حد شفیع کی جانب میں تو شفیع کو شفعہ نہ ملیگا بسبب عدم اتصال کے ہم شفعہ کا سبب
اتصال ملک شفیع تھا سو اگر اسنے گز بھر یا ہاتھ بھر یا بالشت بھر یا انگل بھر زمین شفیع کی جانب کی بیع کی تو اب شفیع اسمیں شفعہ کا دعوی نہیں کر سکتا اور حیلہ
طول مستثنی شفیع کے تمام گھر کو ملاصق ہو ورنہ یہ حیلہ ہے شفعہ جوار کے اسقاط کا وکذا القول بان نصب ذراعا سہو وسہوا در یہ قول کہ ذراعا کا نصب

مبتدا ۱۲ خبر ۱۲

سہو ہے سہو وہم یہ تعریض ہے صاحب درر کی طرف اسواسطے کہ صاحب درر نے یون کہا ہے کہ وقایہ مین جو یہ عبارت ہے ولا فیما بیع الا ذراعا منصب ہے سو کاتب کی
سہو ہے شارح نے کہا کہ اسکو سہو کہنا سہو ہے اسواسطے کہ کلام تام موجب ہے مستثنی کا نصب واجب ہے ولذا لا شفعۃ لو وہب ہذا القدر للمشتری وقبضہ
اور اسی طرح شفعہ نہین اگر اسقدر یعنی بقدر ایک گز طول مین بائع نے مشتری کو ہبہ بلا عوض کر دیا اور اُسنے اُسپر قبضہ بھی کر لیا م عدم ثبوت شفعہ کی وجہ یہ ہے کہ
جو متصل شفیع تھا وہ موہوب ہو گیا اور موہوب مین شفعہ نہین طحطاوی نے کہا خواہ ہبہ قبل بیع کے ہو خواہ بعد بیع کے وان ابتاع سہما منہ بثمن ثم ابتاع
بقیتہا فالشفعۃ للجار فی السہم الاول فقط والباقی للمشتری لانہ شریک اور اگر مشتری نے اسکا ایک حصہ مثلاً دسوان حصہ کچھ ثمن سے خرید کیا پھر باقی گھر خرید کیا تو ہمسایہ
کیواسطے شفعہ ثابت ہوگا فقط پہلے حصے مین اور باقی گھر مشتری کا ہوگا اسواسطے کہ مشتری شریک ہو گیا بائع کا سہم اول کی خرید سے اور شریک مقدم ہے جار پر م
سہم اول مین اسواسطے شفعہ ثابت ہے کہ پہلی بیع اُسی کی ہوئی اور شرکت مشتری کی بائع سے عقد ثانی کے وقت ہوئی شفعہ لینے سے پہلے اور مراد یہ ہے کہ شفیع کو
خبر بیع کی نہ ہوئی مگر دونوں عقد کے بعد وحیلتہ کما ان یشتری الذرع والسہم بکل الثمن الا درہما ثم الباقی بالباقی اور تمام شفعہ کے اسقاط کا یہ حیلہ ہے کہ مشتری
خرید کرے ایک گز کو مسئلہ اولی مین یا سہم کو خرید کرے اس مسئلہ مین تمام ثمن سے سوائے ایک درم کے اور باقی گھر کو باقی ایک درم سے خرید کرے م مثلاً ہزار
درم پر خرید کرنا منظور ہے تو اُس گھر کا ہزاروان حصہ ۹۹۹ درم سے خریدا اور باقی گھر ایک درم سے خرید کرے تو شفیع کا شفعہ ہزاروین حصہ مین ثابت ہوگا ۹۹۹
درم کی ثمن سے اور باقی گھر مین شفعہ نہین اسواسطے کہ مشتری شریک ہو گیا اور وہ احق ہے جار سے کذا فی الدرر ولیس لہ تحلیفہ باللہ ما اردت بہ ابطال شفعتی اور
جائز نہین شفیع کو قسم دینا مشتری کو اسطرح کہ واللہ تو نے اس فعل سے میرے شفعہ کے باطل کر دینے کا ارادہ نہین کیا ولہ تحلیفہ باللہ ان البیع الاول ما کان
تلجیۃ موید زادہ معزیا للوجیز اور شفیع کو اس قسم دینے کا اختیار ہے کہ واللہ بیع اول تلجیہ نہ تھی کذا ذکرہ موید زادہ عن الوجیز م تلجیہ اُس بیع کو کہتے ہین کہ بائع اور مشتری
بیع ظاہر کرین دشمن کے خوف سے اور حالانکہ وہ حقیقت مین بیع نہین بلکہ وہ ہزل ہے اسکی تحلیف کا اسواسطے اختیار رہا کہ اگر وہ تلجیہ کا اقرار کریگا تو بائع کی ملک ثابت
رہیگی اور شفعہ جوار قائم رہیگا کذا فی الطحطاوی وان ابتاعہ بثمن کثیر ثم دفع ثوبا عنہ فالشفعۃ بالثمن لا بالثوب فلا رغب فیہ اور اگر مبیع خرید کیا ثمن کثیر
سے پھر ثمن کی عوض کپڑا دیا تو شفعہ ثابت ہوگا ثمن سے نہ کپڑے سے تو اسمین خواہش نہ ہوگی م مثلاً ایک گھر کی قیمت سو درم ہے اُسکو ہزار درم کے ثمن سے خرید کیا پھر
ثمن کے عوض بائع کی رضامندی کے ساتھ ایک تھان دیا تو اگر شفیع دعوی کریگا تو اُسکو شفعہ ہزار درم کی عوض ملیگا نہ تھان کی عوض اسواسطے کہ ہزار درم کی
عوض تھان دینا دوسرا عقد ہے اور گھر کی عوض تو وہی ہزار درم کا ثمن ہے وہذہ حیلۃ تعم الشریک والجار لکنہا تضر للبائع اذ یلزمہ کل الثمن اذا استحق المنزل اور یہ حیلہ
شریک اور جار دونوں کو عام ہے لیکن بائع کو مضر ہے اسواسطے کہ بائع کو ثمن دینا لازم ہوگا جبکہ منزل مبیع غیر کی ملک ثابت ہووے فالاولی بیع دراہم الثمن بدینار
لیبطل الصرف اذا استحق تو بیچنا دراہم ثمن کا ایک دینار سے بہتر ہے تاکہ یہ عقد صرف باطل ہو جاے جبکہ استحقاق ملک غیر کا ثابت ہو م ثمن کے دراہم مثلاً سو جو
مشتری کے ذمہ پر تھے بائع نے سو درم کو ایک دینار سے مثلاً بیچا پھر جبکہ استحقاق ملک غیر کا ثابت ہوگا تو یہ عقد صرف فاسد ہوگی سو حیلہ اب ظاہر ہو گیا کہ مشتری
کے ذمہ پر کچھ نہ تھا تو جو مشتری نے دیا وہی بائع کو پھیر دینا پڑے گا یعنی دینار کذا فی الطحطاوی وحیلۃ اخری احسن واسہل وہی المتعارفۃ فی الامصار ذکرہا بقولہ وکذا لو
اشتری بدراہم معلومۃ بوزن او اشارۃ مع قبضۃ فلوس اشیر الیہا وجہل قدرہا وضیع الفلوس بعد القبض فی المجلس لان جہالۃ الثمن تمنع الشفعۃ درر فلیحفظ
فی المضمرات اور ایک دوسرا حیلہ بہتر اور سہل ترسب حیل مذکورہ سے اور وہی مشہور ہے شہرون مین اُسکو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا ہے اور اسی طرح شفعہ ساقط
ہو جاتا ہے اگر مشتری نے دراہم معلومہ سے خواہ تعین دراہم کا وزن سے ہو خواہ اشارہ سے خرید کیا اور اُنکے ساتھ مٹھی بھر دام بھی دیے جنکی طرف اشارہ کر دیا گیا
اور اُنکی مقدار مجہول رہی اور فلوس بائع نے تلف کر دیے بعد قبض کے مجلس کے اندر اسواسطے کہ جہالت ثمن شفعہ کی مانع ہے کذا فی الدرر مین کہتا ہون اور اسی کے
مانند مضمرات مین ہے م جب فلوس مشار الیہا پر بائع کا قبضہ ہوا تو ثمن عقد کے وقت معلوم اور متعین ٹھہرا لہذا بیع صحیح ہو گئی اور فلوس تلف ہو جانے کے بعد جہالت مقدار کے

شفعہ کے وقت ثمن مجہول ہو گیا معلوم نہیں کہ فلوس مذکورہ کتنے تھے اور جہالت ثمن شفعہ کے وقت ثبوت شفعہ کی مانع ہے طحطاوی نے کہا فی المجلس کی قید شرح
النقایہ میں مذکور ہے نہ در میں اور اسکا تعلق تو ضائع ہونے فلوس سے ظاہر ہوتا ہے نہ قبض سے اسواسطے کہ مدار علم و توقف انعقاد ہے اور یہ برابر ہے خواہ مجلس میں ہو
خواہ بعد مجلس کے وینبغی ان الشفیع لو قال انا اعلم قیمۃ الفلوس وہی کذا ان یاخذہا بالدراہم و قیمتہا کما لو اشتری دارا بعرض او عقار للشفیع اخذہا بالقیمۃ
وقال المصنف ثم نقل من مقطعات الظہیریۃ ما یوافقہ قلت ووافقہ فی تنویر البصائر و اقرہ شیخنا لکن تعقبہ ابنہ فی زواہر الجواہر بانہ مخالف للاول وما فی المتون و
الشروح مقدم علی الفتاوی کما مر مرارا انتہی اور لائق بقواعد فقہ یہ ہے کہ اگر شفیع کہے کہ میں فلوس کی قیمت جانتا ہوں اور وہ فلوس اتنے تھے تو شفعہ بے درہم
اور فلوس کی قیمت سے چنانچہ اگر مشتری گھر خرید کرے متاع یا عقار سے تو شفیع کو گھر کا لینا متاع یا عقار کی قیمت سے جائز ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یہ کہا ہے مصنف نے
شرح میں پھر مصنف نے قطعات ظہیریہ سے وہ روایت نقل کی جو قول مذکور کے موافق ہے میں کہتا ہوں اور اسی کے موافق کہا ہے تنویر البصائر حاشیہ اشباہ میں اور ہمارے
استاد نے قول کو ثابت رکھا لیکن اس قول پر مصنف کے فرزند شیخ صالح نے اعتراض کیا ہے زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ میں اسطرح کہ یہ قول مخالف ہے قول اول کے
جو متن میں مذکور ہے اور جو متون و شروح میں ہے وہ فتاووں پر مقدم ہے چنانچہ یہ قاعدہ چند بار مذکور ہو چکا انتہی ما فی زواہر الجواہر متون و شروح میں جو مذکور ہے
وہ اسکا مفید ہے کہ شفیع کا قول قیمت فلوس و تعیین مقدار میں مقبول نہوگا اسواسطے کہ اگر مقبول ہو تو اس حیلہ مذکورہ کا کچھ فائدہ نرہے مگر جبکہ شفیع ساکت رہے
کذا فی الطحطاوی و قدمنا انہ لا شفعۃ فی بیع فاسد ولو بعد القبض لاحتمال الفسخ نعم اذ اسقط الفسخ بالبناء و نحوہ وجبت واللہ اعلم اور ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں کہ شفعہ نہیں
آتھین جسکی بیع فاسد ہوئی اگرچہ قبض کے بعد ہو بسبب احتمال فسخ ہو جانے بیع فاسد کے ہاں جبکہ فسخ ساقط ہو جائے مشتری کی عمارت بنانے وغیرہ سے تو شفعہ واجب
ہوگا واللہ اعلم تکرہ الحیلۃ لاسقاط الشفعۃ بعد ثبوتہا وفاقا کقولہ للشفیع اشترہ منی ذکرہ البزازی مکروہ ہے حیلہ کرنا اسقاط شفعہ کیواسطے بعد ثابت ہو جانے
شفعہ کے بالاتفاق چنانچہ مشتری کا یوں کہنا شفیع سے کہ تو اس منزل کو مجھ سے خرید کرلے ذکر کیا ہے اسکو بزازی نے ہم شفعہ ثابت ہوتا ہے بعد بیع کے پھر جب مشتری نے
شفیع سے کہا کہ مجھ سے خرید کرلے تو اگر وہ خرید کا ارادہ کریگا تو شفعہ باطل ہوگا یہ اسقاط شفعہ کا حیلہ ہے ثبوت کے بعد سو یہ ابو یوسفؒ اور محمدؒ دونوں کے نزدیک مکروہ ہے و
اما الحیلۃ لدفع ثبوتہا ابتداء فعند ابی یوسفؒ لا تکرہ و عند محمدؒ تکرہ ویفتی بقول ابی یوسفؒ فی الشفعۃ قیدہ فی السراجیۃ بما اذا کان الجار غیر محتاج الیہ واستحسنہ محشی الاشباہ
اور ابتدا سے دفع ثبوت شفعہ کا حیلہ کرنا یعنی وہ تدبیر کرنا جس سے شفعہ ثابت نہ ہو سکے سو ابو یوسفؒ کے نزدیک مکروہ نہیں یعنی ہو اسلیے کہ وہ منع ہے حق واجب ہونے سے
نہ اسقاط حق ثابت کا اور محمدؒ کے نزدیک یہ بھی مکروہ ہے اور ابی یوسفؒ کے قول کا فتوی ہے شفعہ میں سراجیہ میں جواز حیلہ کی یہ قید لگائی ہے جبکہ ہمسائے کو اسکی
حاجت نہو اور محشی اشباہ نے اسکو خوب کہا ہے محشی اشباہ شرف الدین غزی نے تنویر البصائر میں کہا ہے کہ اس قول پر اعتماد کرنا چاہیے اسکے حسن اور خوبی کے سبب سے شرح وقایہ
میں ہے کہ شفعہ تو دفع ضرر جوار کیواسطے مشروع ہوا ہے تو اگر مشتری ایسا شخص ہو کہ پڑوسیوں کو اس سے ضرر ہو تو اسقاط شفعہ کا حیلہ کرنا حلال نہیں اور اگر مشتری نیک مرد
ہو اور شفیع متعنت ہو جسکی ہمسائگی پسند نہ ہو تو اسقاط شفعہ کا حیلہ کرنا حلال ہے و یتعدد و ہو کراہتہ فی الزکوۃ والحج و آیۃ السجدۃ جوہرہ اور اسکے مخالف یعنی کراہت ہے
حیلہ زکوۃ اور حج اور آیت سجدہ میں کذا فی الجوہرہ منع زکوۃ کا یہ حیلہ ہے کہ جس مال میں زکوۃ واجب ہو وہ سال بھر کے گذرنے سے پہلے اپنے فرزند صغیر کو ہبہ کرے
یا سال سے پہلے اسقدر خیرات کر دے جس سے نصاب پوری باقی نرہے شرح وقایہ میں کہا کہ یہ حیلہ نہایت قبیح ہے کہ بخیلی اختیار کرتا ہے اور فقیروں کا رزق قطع کرتا ہے اور
وعید عدم انفاق میں داخل ہوتا ہے اور حج کا حیلہ یہ ہے کہ آفاقی داخل مواقیت کسی محل میں داخل ہو پھر مکہ معظمہ میں بلا احرام داخل ہو اور یہ حیلہ اسقاط احرام کا ہے نہ سقوط حج کا اور آیت
سجدہ کا یہ حیلہ کہ آیت سجدہ نہ پڑھے اور سابق اور لاحق کی آیتیں پڑھے وجوب سجدہ کے خوف سے و لا حیلۃ موجودۃ فی کلامہم لاسقاط الحیلۃ بزازیۃ قال وطلبنا کثیرا فلم نجد با
کوئی حیلہ موجود نہیں فقہا کے کلام میں حیلہ ساقط کرنے کیواسطے کذا فی البزازیہ کہا بزازی نے اور ہم نے اسکو بہت تلاش کیا سو اسکو نہ پایا و اذا اشتری جماعۃ عقارا او البائع
واحد یتعدد الاخذ بالشفعۃ بتعددہم فللشفیع ان یاخذ نصیب بعضہم و یترک الباقی و بعکسہ و ہو ما اذا تعدد البائع و اتحد المشتری لا یتعدد الاخذ

بہا بل یاخذ الکل او یترک لان فیہ تفریق الصفقۃ علی المشتری بخلاف الاول لقیام الشفیع مقام احدہم فلم تتفرق الصفقۃ بلا فرق بین کونہ قبل القبض وبعدہ سمی لکل بعض ثمنا او سمی للکل جملۃ لان العبرۃ لاتحاد الصفقۃ لا لاتحاد الثمن جبکہ ایک جماعت نے زمین مول لی اور بائع ایک ہی تو شفعہ لینا متعدد ہوگا مشتری کے شمار کے موافق تو شفیع کو یہ جائز ہوگا کہ ایک مشتری کا حصہ لے اور باقی کو چھوڑ دے اور بالعکس اسکے یعنی جبکہ بائع کئی شخص ہوں اور مشتری ایک ہو تو شفعہ لینا متعدد نہوگا بلکہ شفیع یا سب مبیع کو لے یا سب کو چھوڑ دے اسواسطے کہ اسمیں مشتری پر تفریق عقد ہے بخلاف اول مسئلہ کے اسواسطے کہ وہاں شفیع قائم مقام ہے ایک مشتری کے تو عقد متفرق نہ ہوا اسمیں کچھ فرق نہیں کہ شفعہ لینا قبض کرنے سے پہلے ہو یا بعد اسکے ہر مشتری کے ثمن کا علیحدہ علیحدہ نام لیا گیا ہو یا تمام ثمن مجملاً مذکور ہوا ہو اسواسطے کہ یہاں اتحاد کا اعتبار ہے نہ اتحاد ثمن کا وعلم انہ لو طلب الحصۃ فہو علی شفعتہ اور معلوم کرو اسکو کہ اگر شفیع درصورت تعدد مشتری ایک حصہ کو طلب کرے تو باقی حصوں میں وہ اپنے شفعہ پر قادر رہیگا اور قول ضعیف یہ ہے کہ باقی کا شفعہ باطل ہوگیا کذا فی درر المنتقی ولو اشتری دارین ودریتین فی مصرین صفقۃ اخذہما شفیعہما معا او ترکہما لا احدہما ولو احدہما بالمشرق والاخری بالمغرب شرح مجمع حریاتی اور اگر مشتری نے دو گھر یا دو گانؤں خرید کیے دو شہروں میں ایک عقد یعنی ایک ایجاب اور قبول سے تو ان دو گھروں کا شفیع انکو ساتھی لے یا دونوں چھوڑے اور یہ نہیں کہ ایک گھر کو لے اگرچہ ایک گھر مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں کذا فی شرح المجمع اور اسکا ذکر آگے آویگا اور اگر شفیع ایک ہی گھر کا ہو نہ دوسرے کا اور بیع دونوں گھروں کی ایک ایجاب و قبول سے ہوئی ہو تو شفیع کو شفعہ لینا نہیں ہوتا مگر اسی گھر کا جو اسکے پاس ہے اور ایسا کہا ہے محمد نے ان دونوں گھروں میں جو متصل ہوں اور شفیع ایک گھر کا ہمسایہ ہو اور حسن نے امام سے روایت کی کہ شفیع کو دونوں کا لینا درست ہے شفعہ سے کرخی نے کہا حسن کی روایت اسپر دلالت کرتی ہے کہ امام نے روایت سابقہ سے رجوع کیا ہے کذا فی العالمگیریۃ والمعتبر فی ہذا ای التعدد والاتحاد العاقد لتعلق حقوق العقد بہ دون المالک فلو وکل واحد جماعۃ فللشفیع اخذ نصیب بعضہم اور اس تعدد اور اتحاد عقد میں عاقد معتبر ہے نہ مالک اسواسطے کہ حقوق عقد کے عاقد کی طرف متعلق ہوتے ہیں نہ مالک کی طرف تو اگر ایک مالک نے ایک جماعت کو وکیل کیا یعنی خرید کا تو شفیع کو ایک وکیل کا حصہ لینا جائز ہے یہ اس صورت میں ہے کہ ہر وکیل کو ایک ایک حصہ کی خرید میں وکیل کیا ہو اور اگر سب کو تمام کی خرید کا وکیل کیا تو شفعہ نہیں مگر تمام میں کذا فی الطحطاوی اشتری نصف دار غیر مقسوم فقاسم المشتری البائع اخذ الشفیع نصیب المشتری الذی حصل بالقسمۃ وان وقع فی غیر جانبہ علی الاصح آدھا گھر غیر مقسوم خرید کیا سو مشتری نے بائع سے بانٹ لیا تو شفیع مشتری سے وہ حصہ لے جو اسکو حاصل ہوا قسمت سے اگرچہ وہ حصہ شفیع کی جانب میں نہ پڑا ہو بموجب اصح قول کے اور غیر اصح قدوری کا قول ہے کہ شفیع وہی حصہ لیگا جو اسکی جانب میں واقع ہے نہ غیر جانب کا ولیس لہ ای للشفیع نقضہا مطلقا سواء قسم بحکم او رضی علی الاصح لانہا من تمام القبض اور شفیع کو نقض قسمت مطلقا جائز نہیں خواہ قسمت قاضی کے حکم سے ہوئی ہو یا بائع کی رضامندی سے اسواسطے کہ قسمت قبض کی تمامی سے ہے یعنی بدون قسمت کے مشترک چیز کا پورا قبض نہیں ہوتا اور حالانکہ تمام قبض عقد کا حکم ہے حتی لو قاسم الشریک کان للشفیع النقض کما ذکرہ بقولہ بخلاف ما اذا باع احد الشریکین نصیبہ من دار مشترکۃ وقاسم المشتری الشریک الذی لم یبع حیث یکون للشفیع نقضہ کنقض بیعہ وہبتہ تو اگر مشتری نے قسمت کر لی بائع کے شریک سے تو شفیع کو نقض قسمت جائز ہے چنانچہ مصنف نے اسکو ذکر کیا اپنے اس قول سے برخلاف اسکے جبکہ دو شریکوں میں سے ایک شریک نے اپنا حصہ بیع کیا مشترک گھر سے تو مشتری نے دوسرے اس شریک سے جسنے بیع نہیں کی قسمت کر لی کہ وہاں شفیع کو نقض قسمت جائز ہے جسطرح اسکی بیع اور ہبہ کا نقض جائز ہے یہ تفریع ہے عدم نقض قسمت کی تعلیل پر یعنی اگر قسمت تمام قبض سے نہو چنانچہ مثال مذکور میں ہے تو نقض قسمت درست ہے اسواسطے کہ عقد اس شخص سے واقع ہوا جس سے قسمت کر لی تو یہاں قسمت تمام قبض سے نہوئی جو عقد کا حکم ہے لہذا شفیع اسکو توڑ سکتا ہے کما لو اشتری اثنان دارا وہما شفیعان ثم جاء شفیع ثالث بعد ما اقتسما بالقضاء او غیرہ فلہ ای للشفیع الثالث نقض القسمۃ فیرد ہا صیرورۃ الشفعۃ اثلاثا شرح وہبانیہ چنانچہ اگر دو شخصوں نے گھر مول لیا اور وہ دونوں شفیع ہیں اس گھر کے پھر تیسرا شفیع آیا دونوں کی قسمت کر لینے کے بعد خواہ قسمت قاضی کے حکم سے ہوئی ہو یا سوا اسکے مثلاً رضامندی سے تو شفیع کو قسمت کا توڑ دینا جائز ہے نصف کی تہائی

ہو جانے کی ضرورت سے کذا فی شرح الوہبانیۃ ہم یہ تشبیہ بالقفل قسمت کی صورت اسکی یہ ہے کہ ایک گھر کے تین پڑوسی ملاصق ہین مثلاً انہین سے دو نے وہ گھر خرید کرکے بانٹ
لیا نصف نصف پھر تیسرے پڑوسی نے شفعہ طلب کیا تو قسمت فاسد نہ ہوگی اس ضرورت سے کہ ہر شخص تہائی تہائی کا مستحق ہے اور دونون مشتریون مین سے
ہر ایک کے پاس نصف نصف ہے اور یہ باقی نہین رہ سکتا اختلف الجار والمشتری فی ملکیۃ الدار التی یسکن فیہا الشفیع الذی ہو جار فالقول للمشتری لانہ ینکر
استحقاق الشفعۃ اختلاف کیا پڑوسی اور مشتری نے اس گھر کی ملکیت مین جسمین وہ شفیع رہتا ہے جو پڑوسی ہے تو مشتری کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ استحقاق
شفعہ کا منکر ہے وللجار تحلیفہ ای تحلیف المشتری علی العلم عند ابی یوسف وبہ یفتی اور پڑوسی کو مشتری کا قسم دینا اسکی ذات پر جائز ہے ابو یوسف کے نزدیک
اور اسی کا فتوی ہے ہم یعنی مشتری یون قسم کھائے کہ واللہ یہ گھر میرے علم مین شفیع کا مملوک نہین علم پر اسواسطے قسم ہوئی کہ غیر کے فعل پر تحلیف ہے اور غیر کے فعل پہ
یقین قطعی نہین ہوتا کما لو انکر المشتری طلب المواثبۃ فانہ یحلف علی العلم جیسے کہ مشتری اگر طلب مواثبہ کا منکر ہو تو اس سے علم پر قسم لیجائیگی یعنی اسواسطے کہ
یہی تحلیف ہے غیر کے فعل پر وان انکر المشتری طلب الاشہاد عند لقائہ حلف المشتری علی البتات لانہ محیط بہ علما دون الاول حاوی الزاہدی اور اگر مشتری نے اپنی ملاقات
کے وقت طلب اشہاد سے انکار کیا تو مشتری قسم کھائے قطع اور یقین پر اسواسطے کہ مشتری کا علم طلب اشہاد کو محیط ہے نہ طلب مواثبہ کو کذا فی حاوی الزاہدی ہم
اگرچہ طلب اشہاد بھی غیر کا یعنی شفیع کا فعل ہے لیکن چونکہ حالف کے سامنے کا فعل ہے لہذا قطعی قسم لازم ہوئی یہ اسوقت ہے جبکہ شفیع طلب اشہاد کا مدعی ہو اور گواہون
سے اسکو ثابت نہ کر سکے ولو برہنا فبینۃ الشفیع احق وقال ابی یوسف بینۃ المشتری اور اگر شفیع اور مشتری دونون گواہ لادین تو شفیع کے گواہ احق اور مقدم ہین اور
ابو یوسف نے کہا کہ مشتری کے گواہ مقدم ہین فروع مسائل ملحقہ شارح کے باع ما فی اجارۃ لغیرہ وہو شفیعہا فان اجاز البیع اخذہا بالشفعۃ والا بطلت الاجارۃ وان رد
مالک نے وہ چیز بیع کی جو غیر کے اجارہ مین ہے اور حالانکہ مستاجر اسکا شفیع ہے سو اگر مستاجر نے بیع اسکی جائز رکھی تو اسکو لیگا بطریق شفعہ کے یعنی اور اجارہ باطل ہو جاویگا
اور اگر بیع جائز نہ رکھی تو اجارہ باطل ہوگا اگرچہ شفعہ رد کر دے ہم یعنی عدم اجازت بیع کے ساتھ شفعہ بھی طلب کیا تو اجارہ باطل ہوگا اسواسطے کہ طلب شفعہ صحیح نہین گو
بعد بطلان اجارہ کذا فی الوہبانیۃ شری لطفلہ والاب شفیع لہ الشفعۃ والوصی کالاب قلت لکن فی شرح المجمع ما یخالفہ فتنبہ باپ نے اپنے طفل صغیر کے واسطے
خرید کی اور حالانکہ باپ شفیع ہے تو اسکا شفعہ ثابت ہے اور وصی باپ کے مانند ہے مین کہتا ہون لیکن شرح مجمع مین اسکے مخالف ہے سو خبردار رہنا ہم شرح مجمع مین
یون ہے کہ باپ کی قید اسواسطے لگائی کہ وصی شفعہ نہین لے سکتا اتفاقاً اسواسطے کہ شفعہ لینا بمنزلہ خرید کے ہے اور وصی کو یتیم کا مال خرید کرنا جائز نہین
اپنی ذات کے واسطے لو کانت دار الشفیع ملاصقۃ لبعض المبیع کان لہ الشفعۃ فیما لازقہ فقط ولو فیہ تفریق الصفقۃ اگر شفیع کا گھر متصل ہو بعض مبیع سے تو اسکا شفعہ
فقط اسی قدر مین ثابت ہوگا جو کہ متصل ہے اگرچہ اسمین تفریق صفقہ ہوتی ہو ہم صورت اسکی یہ ہے کہ دو گھر کی بیع ہوئی اور شفیع کا گھر ایک ہی گھر کے پاس ہے جار
ملاصق وہ ہے کہ ہر ایک کی دیوار علیحدہ ہو اور دونون دیوارون مین راہ نہ ہو مکان کی تنگی کے سبب سے یا کہ دونون کے اتصال کے سبب سے کذا فی الطحطاوی عن
الحموی من الابراء العام من الشفیع یبطلہا قضاء مطلقا لا دیانۃ ان لم یعلم بہا شفیع کی جانب سے ابراء عام کرنا شفعہ کو باطل کرتا ہے قضاءً ہر طرح سے اور دیانۃً مبطل نہین
اگر شفیع شفعہ کو نہ جانتا ہو ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک گھر بکا تو بائع یا مشتری نے کہا شفیع سے کہ تو ہمکو بری الذمہ کر دے ہر خصومت سے جو تیری خصومت کہ ہماری
جانب ہو سو اسنے ابراء عام کر دیا اور حالانکہ شفیع جانتا نہین ہے کہ انکی جانب اسکا شفعہ واجب ہوا ہے تو اس ابراء عام سے قاضی کے نزدیک اسکا شفعہ باطل ہوگا
لیکن فیما بینہ وبین اللہ شفعہ باقی رہیگا اسواسطے کہ اگر وہ جانتا تو شفعہ نہ چھوڑتا زواہر الجواہر مین ہے کہ یہ محمدؒ کے قول پر ہے اور ابو یوسفؒ کے قول پر برأت من المجہول
سے برأت ثابت ہو جاتی ہے قضاء بھی اور دیانۃً بھی وعلیہ الفتوی چنانچہ شرح منظومہ اور خلاصہ اور خزانۃ الفتاوی مین ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی وصبغ المشتری
البناء فجاء الشفیع خیر ان شاء اعطاہ ما زاد الصبغ او ترک جبکہ مشتری نے عمارت مین رنگ آمیزی کی پھر شفیع آیا تو وہ مختار ہے چاہے اسکو اتنا دے جسقدر اسکی قیمت
رنگ آمیزی سے زیادہ ہو گئی اور چاہے شفعہ ترک کرے اخر الجار طلبہ لکون القاضی لا یراہا فہو معذور شفیع جار نے طلب شفعہ مین تاخیر کی اسواسطے کہ قاضی شفعہ

جوار کا اعتقاد نہین رکھتا تو وہ معذور ہی یہودی سمع بالبیع یوم السبت فلم یطلب لم یکن عذرا یہودی نے سنیچر کے دن بیع سنی اور شفعہ طلب نہ کیا تو یہ عذر نہوگا
ہم یہ تینون مسئلے مکرر ہوگئے کہ سابق مذکور ہو چکے ہین قلت یوخذ منہ ان الیہودی اذا طلب خصمہ من القاضی احضارہ یوم سبتہ فانہ یکلفہ الحضور ولایکون سبتہ عذرا واذا
وقعۃ الفتوی قالہ المصنف قلت وہی فی واقعات الحسامی مین کہتا ہون یوم السبت کے عذر نہونے سے یہ مسئلہ نکلتا ہی کہ جب یہودی اپنے مدعا علیہ کا احضار
چاہے قاضی سے اسکے یوم السبت مین تو قاضی اسکو حاضر کرواوے اور اسکا یوم السبت عذر نہوگا اور یہ مسئلہ فتوی طلب ہو چکا یہ کہا ہی مصنف نے مین کہتا ہون اور
یہی مسئلہ واقعات حسامی مین مذکور ہی ادعی الشفیع علی المشتری انہ احتال لابطالہا یحلف وفی الوہبانیۃ خلافہ قلت وسنذکرہ لابن المصنف فی حاشیۃ الاشباہ بما
لامزید علیہ فلیحفظ شفیع نے مشتری پر یہ دعوی کیا کہ مشتری نے شفعہ باطل کرنیکا حیلہ کیا ہی تو مشتری سے قسم لیجائے گی اور وہبانیہ مین اسکے مخالف علام تحلیف مذکور
ہی مین کہتا ہون اور عنقریب ہم وہبانیہ کا قول مذکور کرتے ہین اسواسطے کہ مصنف کے فرزند نے اشباہ کے اپنے حاشیہ مین کلام وہبانیہ کی اسطرح تائید کی ہی کہ اس
تائید زیادہ نہین ہو سکتی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے جسکا خلاصہ تائید مذکور یہ ہی کہ قاضیخان اور ولوالجی کے کلام مدلل سے مصرح ہی کہ مشتری پر قسم لازم نہین تعلیق ابطالہا بالشرط
جائز ابطال شفعہ کا تعلیق کرنا شرط سے جائز ہی جسکی صورت یہ ہی کہ شفیع نے مشتری سے کہا کہ مین نے شفعہ تیرے واسطے مسلم رکھا اگر تو نے اپنی ذات کیواسطے خریدی ہو
سو اگر مشتری نے کسی اور شخص کیواسطے خریدی تو اسکا شفعہ ثابت ہی کذا فی الطحطاوی عن بیتہ المفتی والمجتبی لہ دعوی فی رقبۃ الدار وشفعۃ فیہا یقول ہذہ الدار داری
وانا ادعیہا فان وصلت الی والا فانا علی شفعتی فیہا ایک شخص کا دعوی ملک ہی گھر کے رقبہ مین اور شفعہ کا بھی اسمین دعوی ہی تو یون دعوی کرے کہ یہ گھر میرا ہی اور مین
اسکا دعوی کرتا ہون سو اگر یہ گھر مجکو پہونچا تو بہتر ہی اور اگر نہ پہونچا تو مین اسمین اپنے شفعہ کے دعوی پر ہون ہم یہ مسئلہ ظہیریہ مین یون مذکور ہی کہ اگر ایک گھر دوسرے کے پاس بکا اور
ہما جنانہ اسکا شفیع ہی اور اسکا زعم یہ ہی کہ خانہ مبیع میرا مملوک ہی سو وہ ڈرتا ہی کہ اگر مین اسکی ملک کا دعوی کرون تو شفعہ باطل ہوتا ہی اور اگر شفعہ کا دعوی کرون تو
ملک رقبہ کا دعوی باطل ہوتا ہی تو وہ شخص یون دعوی کرے کہ یہ گھر میرا ہی اور مین اسکے رقبہ کا دعوی کرتا ہون سو اگر وہ مجکو پہونچا تو بہتر ہی اور نہین تو مین اپنے شفعہ کے
دعوی پر ہون اسواسطے کہ یہ سب ایک کلام ہی تو طلب شفعہ سے سکوت ثابت نہوگا کذا فی الطحطاوی عن الحموی استولی الشفیع علیہا بلا قضاء ان اعتمد علی قول عالم لایکون
ظالما والا کان ظالما شفیع نے غلبہ کرکے عمل کر لیا گھر پر بدون حکم قاضی کے تو اگر شفیع نے کسی عالم کے قول پر اعتماد کیا تو وہ ظالم نہوگا اور نہین تو وہ ظالم ٹھہریگا
شیخ صالح ابن مصنف نے کہا کہ مجکو اس مسئلہ مین اعتراض ہی اسواسطے کہ درر وغیرہ کتب فقہ مین یہ مصرح ہی کہ شفیع کی ملک ثابت نہین مگر تراضی یا قضاء قاضی سے پھر جبکہ
بدون اسکے بمجرد قول عالم کے اسنے استیلا کیا تو یہ استیلا ہوا غیر کی ملک پر تو یہ صریحا ظلم ہی اور اگر مراد استقرار شفعہ کو اعتبار کیجیے تو وہ فقط گواہ کرنے سے موجود ہو جاتا ہی تو
عالم کے قول کی بھی کچھ حاجت نہین اور نہ تراضی اور قضاء قاضی کی حلبی نے کہا جب ظالم ٹھہریگا تو اسپر تعزیر ہوگی اشیاء علی عدد الرؤس الشفعۃ واجرۃ القسام والعاقلۃ
اذا اختلفوا فیہ الکل فی الاشباہ چند چیزین عدد اشخاص پر ہین ایک تو دیت دوسرے شفعہ تیسرے قسمت کرنے والے کی اجرت چوتھے راہ جبکہ اسمین اختلاف کرین سب مسائل
مذکورہ اشباہ مین ہین ہم دیت کی صورت یہ ہی کہ اگر مقتول پایا گیا مکان مملوک مین تو اسکی دیت اس مکان کے سب مالکون پر لازم ہوگی برابر خواہ کسی کی ملک کم ہو یا زیادہ اور شفعہ
کی برابری خود مذکور ہو چکی اور اجرت قسام کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص نے زمین کی قسمت کر دی شریکون مین تو اسکی اجرت امام کے نزدیک سب پر برابر ہی اگرچہ ایک کا حصہ
قلیل ہو اور دوسرے کا کثیر اور صاحبین کے نزدیک اجرت بقدر ملک ہی اور راہ سے کوچہ غیر نافذہ مراد ہی اسواسطے کہ شارع عام کسی کا مملوک نہین اور طریق کے مانند گھر کا صحن ہی
جبکہ ارباب بیوت اسمین اختلاف کرین اسواسطے کہ وہ لوگ چلنے اور وضو کرنے اور لکڑی چیرنے اور اسباب رکھنے مین سب برابر ہین یعنی اگرچہ ایک شخص کا دالان طویل
ہو اور دوسرے کی کوٹھری کوتاہ کذا فی حاشیۃ الاشباہ لابی السعود لاشفعۃ لمن تدعناہ شفعہ کا ثابت نہین مرد کے واسطے کذا فی البنایۃ صبی لہ شفیع لا ولی لہ لا تبطل شفعتہ وان
نصب القاضی قیما یطلبہا جاز جوہرہ ایک لڑکا شفیع ہی جسکا کوئی والی نہین تو اسکا شفعہ باطل نہوگا اور اگر قاضی اسکی طرف سے کوئی کارپرداز قائم کرے اور وہ
وہ شفعہ لڑکے کیواسطے طلب کرے تو جائز ہی کذا فی جوہرہ شتری کرما ولہ شفیع غائب فاثمرت الاشجار واکلہا المشتری ثم اتی الشفیع واخذہ ان الاشجار وقت القبض لا ثمرۃ بہا فلہ

بقدرہ والا لا لانہ لا حصۃ من الثمن حینئذ مؤید زادہ معزیا لواقعات الحسامی اگر کسی نے باغ خرید کیا اور اسکا شفیع غائب ہے سو درخت پھل لائے اور مشتری نے انکو کھایا پھر شفیع آیا اور اُسنے وہ باغ بدعوی شفعہ لیا اگر درخت قبض مشتری کے وقت پھلے ہوں تو بقدر قیمت پھلوں کے ثمن سے ساقط ہوگا اور اگر پھلے نہ ہونگے قبض کے وقت تو ثمن سے کچھ ساقط نہ ہوگا اسواسطے کہ پھل کا کچھ حصہ ثمن میں اسوقت کذا ذکرہ مؤید زادہ من واقعات الحسامی فی الوہبانیۃ ۞ یاخذ بما اشتری لصغیرہ + اب ووصی للبلوغ لو تأخر + اور وہبانیہ میں ہے اور باپ شفعہ نے ثمن جو اُسنے اپنے صغیر فرزند کیواسطے خرید کیا اور وصی بخاصمت میں تاخیر کرے یتیم کے بلوغ تک اگر چہ خصومت میں تاخیر ہوجائے لیکن وصی کو لازم ہے کہ طلب شفعہ کرے اور خرید کے دن گواہ کرے چنانچہ خزانہ اکمل میں ہے یعنی اسواسطے کہ تاخیر طلب سے شفعہ باطل ہوجاتا ہے ۞ ولیس بتفریق دارین مبیعا + ولو غیر جار فالتفرق اجدر + اور شفیع کو جائز نہیں تفریق کرنا ان دو گھروں کا جو ساتھ ہی بیع ہوے اور وہ دونوں کا شفیع ہے اور اگر شفیع ہمسایہ نہیں دوسرے گھر کا تو تفریق لائق تر ہے تفریق اسواسطے کہ وہ تفریق صفقہ کے موجب ہے اور ایک گھر کا شفیع ہے اور دوسرے کا نہیں تو تفریق جائز ہے چنانچہ سابق میں مذکور ہو چکا ۞ وما فیہ اسقاط التحیل مسقطا + وتحلیفہ فی الانکار لا شک انکر + اور مضر نہیں کرنا اسقاط شفعہ کا حیلہ سے درحالیکہ وہ قاصر ہے اسقاط کا یعنی کچھ مضائقہ نہیں قصدا شفعہ ساقط کرنے میں حیلہ سے اور تحلیف احد العاقدین کی حالت انکار میں بلاشک منکر اور معیوب ہے شرعا یعنی اگر بائع یا مشتری انکار کریں کہ ہم نے اسقاط شفعہ کا ارادہ نہیں کیا تو شفیع کو اُنسے قسم لینا جائز نہیں کذا فی فتاوی قاضیخان واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم

کتاب القسمۃ

یہ کتاب ہے قسمت کے بیان میں یعنی ساجھے کی چیز کا بانٹنا مناسبتہ ان احد الشریکین اذا اراد الافتراق باع تجب الشفعۃ او قسم قسمتہ کی مناسبت شفعہ سے یہ ہے کہ احد الشریکین جب افتراق کا ارادہ کرے تو اپنا حصہ بیع کریگا تو شفعہ واجب ہوگا یا قسمت کریگا بدون بیع کے ہی لغۃ اسم للاقتسام کالقدوۃ للاقتداء لغت میں اسم ہے اقتسام یعنی بانٹ لینے کا جیسے قدوہ اسم ہے اقتدا کا وشرعا جمع نصیب شائع فی مکان معین اور شرع میں قسمت عبارت ہے ایک شخص کے حصہ شائع کے جمع کردینے سے ایک معین مکان میں جیسے مثلاً ایک گھر کے تین شریک ہیں تو ہر شخص کا حصہ ہر جگہ اُس گھر میں شائع ہے بلاتعین پھر جب اُسکے تین حصے ہوگئے ہر شخص کا حصہ خاص خاص مکان میں مجتمع ہوگیا اسی تعیین حق شائع کا نام قسمت ہے وسببہا طلب الشرکاء او بعضہم الانتفاع بملکہ علی وجہ الخصوص فلو لم یوجد طلب لا تصح القسمۃ اور قسمت کا سبب طلب کرنا ہے سب شریکوں کا یا بعض کا اپنی ملک سے منفعت حاصل کرنے کیواسطے بروجہ خصوص تو اگر شریکوں کی طلب نہ پائی جاوے تو قسمت کرنا صحیح نہیں جو مشترک چیز میں ہر شریک نفع لیتا ہے اپنے غیر کے حصہ سے تو طلب قسمت حاکم سے یہ سوال کرنا ہے کہ اُسکو اپنے حصہ کے انتفاع سے خاص کردے اور غیر کو اُسکے انتفاع سے روک دے تو حاکم پر اُسکی اجابت واجب ہے کذا فی الزیلعی ورکنہا ہو الفعل الذی یحصل بہ الافراز والتعیین بین الانصباء کالکیل والوزع اور قسمت کا رکن وہ فعل ہے جس سے جدائی اور تمیز حاصل ہوجائے حصوں کے درمیان چنانچہ پیمانہ کرنا اور گز سے ناپنا یعنی چنانچہ کیلی چیز کو پیمانہ کرنا اور وزنی چیز کو تولنا اور عددی چیز کو شمار کرنا اور ذرعی چیز کو گز سے ناپنا یہ رکن ہے قسمت کا کہ بدون اُسکے قسمت کا وجود نہیں وشرطہا عدم فوت المنفعۃ بالقسمۃ ولذا لا یقسم حائط وحمام اور شرط قسمت کی یہ ہے کہ مشترک چیز کی منفعت فوت نہو جاوے بانٹنے سے اور اسی واسطے قسمت نہیں کیجاتی دیوار اور حمام اور ہاں تمام شرط عدم فوت منفعت یہ شرط ہے زبردستی قسمت کی اسواسطے کہ قسمت سے غرض مقصود توفیر منفعت ہے پھر جب منفعت ہی نہ رہی تو حاکم قسمت پر جبر نہیں کرسکتا ہے ایک شریک کے طلب سے ہاں اگر سب شریک طلب کریں تو قسمت صحیح ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا وحکمہا تعیین نصیب کل من الشرکاء علحدہ اور حکم یعنی قسمت کا اثر مترتب معین کردینا ہے ہر شریک کے حصہ کا علحدہ علحدہ وتشتمل مطلقا علی معنی الافراز وہو اخذ عین حقہ وعلی معنی المبادلۃ وہی اخذ عوض حقہ اور مطلقا یعنی مثلی اور قیمتی دونوں میں قسمت شامل ہے معنی افراز اور معنی مبادلہ پر افراز سے مراد لینا ہے اپنے حق کا بعینہ اور مبادلہ سے مراد بدلہ لینا ہے اپنے حق کا اور بیان اشتمال یہ ہے کہ جو حصہ ہر شریک لیتا ہے اسکی اجزا میں ہر جز شامل ہے نصفین کو ایک نصف تو اسی شریک کا ہے تو اُسکا لینا افراز ہوا یعنی اپنا حق بعینہ پایا اور دوسرا نصف اسکی شریک کا تھا اُسکو لیا اسکے عوض جو اسکے حصہ میں سے

شریک ثانی کے قبضہ میں ہو تو اسکا لینا بھی مبادلہ ٹھہرا کذا فی الشمنی والافراز ہو الغالب فی المثلی وما فی حکمہ کالعددی المتقارب فان معنی الافراز غالب فیہ نقلہا ابن الکمال عن الکافی اور افراز یعنی اپنا حق بعینہ لینا غالب ہے مثلی چیز اور جو مثلی کے حکم میں ہے چنانچہ عددی متقارب جیسے بیضہ اور جوز اسواسطے کہ افراز کے معنی اسمیں بھی مثلی کے مانند غالب ہیں ایسا نقل کیا ہے ابن کمال نے کافی سے ہم مثلی میں معنی افراز ہو اسطے کہ غالب ہیں کہ اسکی ابعاض درافراد میں تفاوت نہیں سو اسطے کہ مثلاً گیہوں اور جو میں سے جو ایک شریک لیتا ہے وہ اسکی مثل ہے ظاہر اور باطن میں جو دوسرا شریک لیتا ہے تو اسکو بعینہ اسکا قرار دینا ممکن ہے **والمبادلۃ غالبۃ فی غیرہ** ای غیر المثلی وہو القیمی اور مبادلہ غالب ہے مثلی کے سوا یعنی قیمی میں ہم قیمت والی چیز چنانچہ حیوانات اور اسباب و زمین میں اسواسطے مبادلہ غالب ہوا کہ انمیں بہت تفاوت ہوتا ہے چنانچہ ایک گھوڑا سو درم کا اور دوسرا ہزار درم کا تو اسکو عین حق قرار دینا ممکن نہیں ہے کیونکہ دونوں حصوں میں بالیقین معادلہ اور مساوات ثابت نہیں اذا تقرر ہذا الاصل **فیاخذ الشریک حصتہ بغیبۃ صاحبہ فی الاول** ای المثلی لعدم التفاوت **لا الثانی** ای القیمی للتفاوت جبکہ یہ قاعدہ ثابت ہو چکا کہ مثلی میں افراز غالب ہے اور قیمی میں مبادلہ تو شریک اپنا حصہ ایسے ساتھی شریک کے غائب ہونے سے اول میں یعنی مثلی میں بعدم تفاوت افراد کے سبب سے نہ حصہ لے اسکی غیبت سے ثانی میں یعنی قیمی میں اسکے تفاوت افراد کے سبب سے

فی الخانیۃ مکیل او موزون بین حاضر وغائب او بالغ وصغیر فاخذ الحاضر او البالغ نصیبہ نفذت القسمۃ ان سلم حظ الاخر والالا خانیۃ یعنی فتاوی قاضیخان میں کیلی یا وزنی چیز مشترک ہے درمیان حاضر و غائب کے یا درمیان بالغ اور صغیر کے سو شریک حاضر یا شریک بالغ نے اپنا حصہ لیا تو قسمت نافذ ہوگی اگر دونوں شریکوں کا حصہ تسلیم کر دیا اور اگر تسلیم نہیں کیا تو قسمت نافذ نہ ہوگی اور اگر باقی تلف ہو گیا غائب یا صغیر کے وصول سے پہلے تو دونوں کا نقصان ہوگا یعنی غائب و حاضر کا یا بالغ اور صغیر کا نہ فقط غائب اور صغیر کا

کصبرۃ بین دہقان وزراع امرہ والدہقان بقسمتہا ان ذہب بما افرزہ الدہقان اولاً فہلاک الباقی علیہما وان بعد القسمۃ ولا فالہلاک علی الدہقان خاصۃ کذا افادہ بعض المشائخ انتہی ملخصاً چنانچہ اناج کا ڈھیر مشترک ہے درمیان زمیندار اور مزارع کے زمیندار نے مزارع کو اسکے بانٹنے کا امر کیا تو اگر مزارع وہ اناج جسکو زمیندار کیواسطے جدا کیا تھا زمیندار کی طرف لے گیا پہلے تو باقی اناج کا تلف ہو جانا دونوں پر پڑیگا اور اگر مزارع اپنا حصہ لیگیا تو باقی کی ہلاکی فقط زمیندار پر پڑیگی یہ کہا ہے بعض مشائخ نے انتہی کلام قاضیخان باختصار اور عالمگیری میں یہ مسئلہ ذخیرہ سے یوں منقول ہے کہ قاعدہ کلیہ قسمت مکیل اور موزون میں یہ ہے کہ جب ایک شریک کا حصہ ہلاک ہو گیا قبل قبض تو قسمت منقوض ہوگی اور ویسا حال ہو جاویگا جیسا کہ قسمت سے پہلے تھا اور اگر اسکا حصہ تلف ہو گیا جسنے خود کیل اور وزن کیا نہ دوسرے کا حصہ تو قسمت برقرار رہی قاعدہ سے ہم نے یہ کہا کہ اگر زمیندار مزارع سے کہے کہ غلہ بانٹ اور میرا حصہ اپنے حصہ سے جدا کر سو اسنے ایسا ہی کیا تو اگر زمیندار کا حصہ قبل از قبض ہلاک ہو گیا تو قسمت منقوض ہے اور زمیندار مزارع کے حصہ سے نصف لیگا اسواسطے کہ زمیندار کا حصہ قبل از قبض تلف ہو گیا اور اگر مزارع کا حصہ تلف ہو گیا تو قسمت برقرار رہی انتہی اور جو شارح نے قاضی خان سے نقل کیا وہ اسکے مخالف ہے اور ظاہر روایت عالمگیری کے ذخیرہ سے معتمد علیہ ہے ولہذا قاضیخان نے اس فعل کو بعض مشائخ کی طرف نسبت کیا ہے تو یہ وجود اختلاف پر دلیل ظاہر ہے

کذا فی الطحطاوی **وان جبر** علیہا ای علی قسمۃ غیر المثلی **فی متحد الجنس** منہ فقط سوی رقیق غیر الغنم **عند طلب الخصم** فیجبر لما فیہا من معنی الافراز ایک شریک دوسرے شریک کی غیبت میں اپنا حصہ نہیں لیتا قیمی میں اگرچہ غیر مثلی کی قیمت پر جبر کیا جاتا ہے فقط متحد الجنس میں ہاں سوائے اس غلام کے جو غنیمت کا نہیں جبکہ خصم قسمت طلب کرے تو قیمی میں جبر اسواسطے ہے کہ اسمیں معنی افراز ہے ہم یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ مبادلہ غالب ہے غیر مثلی میں باوجودیکہ متحد الجنس غیر مثلی میں قسمت پر جبر کیا جاتا ہے حالانکہ مبادلہ میں جبر جاری نہیں خلاصہ جواب یہ ہے کہ جبر علی القسمۃ باعتبار معنی افراز کے ہے کہ اسمیں تکمیل منفعت ہے اور متحد الجنس میں مقاصد متقارب ہیں تو جبر اسپر جائز ہوا تا ضرر دفع ہو اسواسطے کہ طالب قسمت چاہتا ہے کہ میرا انتفاع میرے حصہ سے مخصوص ہو جاوے اور اسکی ملک میں غیر کا تصرف نہ رہے اور دوسرا جواب شارح اور دیتا ہے علی ان المبادلۃ قد یجری فیہا الجبر عند تعلق حق الغیر کما فی الشفعۃ و بیع ملک المدیون لوفاء دینہ اسکے علاوہ یہ ہے کہ مبادلہ میں کبھی جبر جاری ہوتا ہے حق غیر کے متعلق ہونے کے نزدیک چنانچہ شفعہ میں اور مدیون کی ملک بیچنے میں اسکے دین کے ادا کرنے کیواسطے **ونصب قاسم برزق من بیت المال** بلا اجر منہم وہو احب وما فی بعض النسخ وجب غلط اور مقرر کیا جاوے ایک قاسم جسکو روزی دیجاوے بیت المال سے تو وہ قسمت کر دیا کرے بدون لینے اجرت کے شریکوں سے اور وہ یعنی تقسیم بلا اجرت مستحب ہے اور یہ جو بعض نسخ درمختار میں ہے کہ تقسیم بلا اجرت واجب ہے سو غلط ہے

و ان نصب باجر المثل صح وتحل له لان القسمة ليست بقضاء حقيقة فجاز له اخذ الاجرة عليها وان لم يجز على القضاء ذكره اخي زاده اور اگر قسمت کرنے والا اجرت مثل پر مقرر
کیا جاوے تو صحیح ہے اسلئے کہ قسمت کرنا حقیقت میں قضا نہیں تو قاسم کو اجرت لینا قسمت کرنے پر جائز ہے اگرچہ قضا پر اجرت لینا درست نہیں کذا ذکرہ اخی زادہ
ہے اور اگر قاضی خود قسمت کرے تو اجرت لینے میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں کذا فی البحر وهو على عدد الرؤس مطلقا لا الانصباء خلافا لهما اور وہ یعنی اجر مثل سر گنوں
کی شمار پر ہے مطلقا یعنی خواہ سب شریک طالب قسمت ہوں یا بعض حصوں پر بخلاف صاحبین کے کہ صاحبین کے نزدیک اجرت مثل حصوں کے موافق ہے تو زیادہ حصہ والا
زیادہ اجرت دے اور کم حصہ والا کم دے قيدنا بالقاسم لان اجرة الكيال والوزان بقدر الانصباء اجماعا وكذا سائر المؤن كاجرة الراعي والحمل والحفظ وغيرها شرح مجمع زاد
في الملتقى ان لم يكن للقسمة وان لها فعلى الخلاف لكن ذكره في الهداية بلفظ قيل وتمامه فيما علقته عليه اختلاف اجرت میں ہم نے قاسم کی قید لگائی ہے اسلئے کہ کیل کرنے والے
اور وزن کرنے والے کی اجرت بقدر حصوں کے ہے بالاتفاق امام اور صاحبین کے اور اسی طرح باقی مصارف شرکت میں اجرت بقدر حصوں کے ہے جیسے چرانے والے کی اجرت اور
بار برداری کی اجرت و حفاظت کی اجرت وغیر ذالک کذا فی شرح المجمع ملتقی میں اتنی قید زیادہ لگائی ہے کہ اجرت بقدر حصہ اسوقت ہے جبکہ وہ چیز قسمت کیواسطے نہو اسطرح کہ
دو شریکوں نے مکیل یا موزون خرید کیا اور ایک آدمی سے اسکے کیل یا وزن کا اقرار کیا تا اسکی مقدار معلوم ہو تو اسکی اجرت بقدر سہام ہوگی کذا فی درر المنتقی اور اگر وہ چیز قسمت
کیواسطے ہو تو اسمیں وہی خلاف ہے امام اور صاحبین کا لیکن ہدایہ میں اس قید کو بلفظ قیل جو ضعف پر دلالت کرتا ہے ذکر کیا ہے اور پورا اسکا بیان ملتقی کی ہماری شرح
میں ہے والقاسم يجب كونه عدلا امينا عالما بها اور واجب ہے ہونا قاسم کا متقی اور امانت دار اور قسمت کا واقفکار تو فاسق اور خائن اور جو اس سے جاہل ہو اسکا قسمت
کرنا جائز نہیں جو قسمت کرنا نہیں جانتا ہے اگرچہ وہ مولوی ہو ولا يعين واحد لها لئلا يتحكم بالزيادة اور ایک شخص قسمت کرنے کے واسطے متعین نہ کیا جاوے تا کہ وہ زیادہ
اجرت مثل پر تحکم نہ کرے ولا يشترك القسام خوف تواطئهم اور قسمت کرنے والے لوگ باہم شرکت نہ کریں انکے اتفاق کے خوف سے یعنی اگر انمیں اشتراک ہوگا تو انکا
خوف ہے کہ اتفاق کر کے اجرت گران کر دیں تو اسمیں لوگوں کا ضرر ہوگا طحطاوی نے کہا اقسام جمع ہے قاسم کی وصحت برضى الشركاء الا اذا كان فيهم صغير او مجنون
لا نائب عنه او غائب لا وكيل عنه لعدم لزومها حينئذ الا باجازة القاضي او الغائب او الصبي اذا بلغ او وليه هذا لو ورثة ولو شركاء بطلت منية المفتي وغيرها اور قسمت
صحیح ہے سب شریکوں کی رضامندی سے مگر جبکہ انمیں کوئی شریک صغیر یا مجنون ہو جسکی طرف سے کوئی نائب نہیں ہے یا کوئی شریک غائب ہو جسکی طرف سے کوئی وکیل نہیں تو قسمت
مذکورہ صحیح نہوگی اسکے نہ لازم ہونے کے سبب اسوقت میں مگر قاضی یا غائب یا صغیر کی اجازت سے جبکہ وہ بالغ ہو جاوے یا اسکے ولی کی اجازت سے قسمت صحیح ہوگی
یعنی قسمت کی صحت کا موقوف ہونا اشخاص مذکورین کی اجازت پر اسوقت ہے جبکہ شرکاء وارث ہوں اور اگر شریک ہوں یعنی کسی چیز کے خرید کرنے سے انمیں شرکت حاصل
ہوگئی ہو تو قسمت باطل ہے کذا فی منیة المفتی وغیرہا طحطاوی میں عالمگیری سے یوں مذکور ہے اور اگر شریک مشتری ہوں تو قسمت نہوگی ایک شریک کے غائب ہونے سے
تا حضور غائب اگرچہ شرکاء حاضرین گواہ لاویں خریداری پر وقسم نقلي يدعون ارثه بينهم او ملكه مطلقا او شراء صدر الشريعة فلا فرق في النقلي بين شراء وارث وملك مطلق
اور قسمت کیا جاوے وہ مال منقول جسکی میراث کا فیمابینهم شرکاء دعوی کرتے ہیں یا اسکی ملک مطلق کا دعوی کرتے ہیں یا اسکی خریداری کا دعوی کرتے ہیں کذا فی
شرح الوقایہ لصدر الشریعہ تو کچھ فرق نہیں نقلی یعنی مال منقول میں درمیان خریدار اور میراث اور ملک مطلق کے کہ منقول کی قسمت بلا قرینہ تحقیق اسواسطے جائز ہوئی کہ منقول
معرض تلف میں ہے تو قسمت میں اسکا حفظ ہے اور حقدار کا حق پہنچتا ہے اور قبضہ دلیل ہے ملک کی اور اقرار دلیل ہے صدق کی اور کوئی انکے ساتھ منازع نہیں قلت ومن النقلي
البناء والاشجار حيث لم يتبدل المنفعة بالقسمة وان تبدلت فلا جبر فافهم تنبیہ کرتا ہوں منجملہ مال منقول عمارت و اشجار ہیں جہاں منفعت بتبدل نہ ہو قسمت کرنے سے اور اگر
منفعت بدل جاتی ہو قسمت سے تو وہاں قسمت پر جبر نہیں یہ کہا ہے ہمارے استاد نے وعقار يدعون شراءه او ملكه مطلقا اور قسمت کیا جاوے وہ مال غیر منقول جسکی خرید کا
یا اسکی ملک مطلق کا شرکاء دعوی کرتے ہیں فان ادعوا انه ميراث عن زيد لا يقسم حتى يبرهنوا على موته وعدد ورثته پھر اگر شریک دعوی کریں کہ غیر منقول میراث ہے زید سے
تو اسکی قسمت نہ کیجاوے یہاں تک کہ گواہ لاویں زید کی موت پر اور اسکے وارثوں کے شمار پر وقالا يقسم باعترافهم كما في المنقول الاخر اور صاحبین نے کہا کہ غیر منقول کی بھی

تقسیم کیجائیگی بعض انکا اقرار سے چنانچہ اوپر صورتوں میں قسمت ہوتی ہے یعنی خریدا اور ملک مطلق کی صورت میں ولا ان برہنا ان العقار معہما حتی یبرہنا
انہ لہما اتفاقا فی الاصح لاحتمال انہ معہما باجارۃ او اعارۃ فلو برہنا فیقسم. والعقار محفوظ بنفسہ اور قسمت نہ ہوگی اگر دو شخصوں نے دعوی کیا کہ غیر منقول انکے
ساتھ ہے یعنی انکے قبضہ میں ہے یہان تک کہ گواہ لا دین اسپر کہ غیر منقول انہیں دونوں کا مملوک ہے باتفاق امام اور صاحبین کے قول اصح میں اس لیے کہ احتمال رکھتا ہے
کہ غیر منقول انکے قبضہ میں بطریق اجارہ یا عاریت کے ہو تو اس صورت میں قسمت حفاظت کی ٹھہرے گی اور حالانکہ غیر منقول بذات خود محفوظ ہے **ولو برہنا علی**
الموت وعدد الورثۃ وہو ای العقار قلت قال شیخنا وکذا المنقول بالاولی **معہما وفیہم صغیر او غائب قسم بینہم ونصب قابض لہما** نظرا للغائب والصغیر
اور اگر گواہ لائے مورث کی موت پر اور وارثوں کی شمار پر اور وہ یعنی عقار غیر منقول انکے قبضہ میں ہے اور وارثوں میں صغیر حاضر ہے یا ایک وارث کبیر غائب ہے تو وارث
حاضرین میں قسمت کیجاے اور صغیر کے واسطے ایک شخص انکے حصہ کا قبض کرنے والا مقرر کیا جاتے تاکہ انکی حق تلفی نہ ہو ولا بد من البینۃ علی اصل المیراث عندہ
ایضا خلافا لہما کما مر اور ضرور ہے شہادت سے اصل میراث پر بھی امام کے نزدیک برخلاف صاحبین چنانچہ مذکور ہو چکا اصل میراث کی گواہی ہے کہ یہ گھر انکی میراث
ہے انکے باپ کی جانب سے مثلا کذا فی الطحطاوی **فان برہن وارث واحد لا یقسم** اذ لا بد من حضور اثنین ولو احدہما صغیرا او موصی لہ اور ایک وارث اگر موت
اور عدد ورثہ پر گواہ لاوے تو قسمت نہ ہوگی اسواسطے کہ دو وارثوں کا حاضر ہونا ضرور ہے اگرچہ انہیں سے ایک صغیر ہو یا موصی لہ **او کانوا** ای الشرکاء **مشترین** ای شرکاء
بغیر الارث وغاب احدہم لان فی الشراء لا یصلح الحاضر خصما عن الغائب بخلاف الارث یا شریک خریدار ہوں یعنی شریک ہوں بدون میراث کے اور ایک شریک
انہیں سے غائب ہو تو قسمت نہ ہوگی اسواسطے کہ خریداری کی شرکت میں شریک حاضر شریک غائب کی طرف سے خصم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا برخلاف میراث کے کہ اسمیں
ایک وارث اور وارثوں کی طرف سے خصم ہوسکتا ہے **او کان** فی صورۃ ارث العقار او بعضہ **مع الوارث الطفل او الغائب او کان شیء منہ** لا یقسم لاستلزام القضاء
علی الطفل او الغائب بلا خصم حاضر عنہما یا کہ عقار یا بعض عقار کی میراث کی صورتوں میں وارث صغیر یا وارث غائب کے قبضے میں ہو یا عقار سے کچھ ہو تو
اسکی قسمت نہ ہوگی بسبب لازم ہونے قضا کے صغیر یا غائب پر بدون حاضر ہونے خصم کے دونوں کی طرف سے خصم صغیر کی مانند اسکی ماں ہے اور غائب کے مانند اسکا
مودع ہے حلبی نے کہا شارح کا قول او بعضہ مکرر ہوگیا متن کے اس قول کے ساتھ او شیء منہ **وقسم المال المشترک بطلب احدہم ان انتفع کل بحصتہ**
بعد القسمۃ اور مال مشترک قسمت کیا جاے ایک شریک کی طلب سے اگر ہر شریک اپنے حصہ سے نفع حاصل کرسکے قسمت کے بعد **وبطلب ذی الکثیر**
ان لم ینتفع الآخر لقلۃ حصتہ اور زیادہ حصہ والے کی طلب سے قسمت کیجاے اگر دوسرے شریک کو نفع حاصل نہ ہو قلت حصہ کے سبب سے یعنی اگر
ایک شریک کو نفع ہوتا ہو کثرت حصہ کے سبب سے اور دوسرے کو ضرر ہوتا ہو قلت حصہ کے سبب سے تو اگر صاحب کثرت قسمت طلب کرے تو قسمت ہوگی اور اگر
صاحب قلت طلب کرے تو قسمت نہ ہوگی یہ خصاف نے ذکر کیا ہے کافی میں کہا یہ قول اصح ہے اور ذخیرہ میں ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الدرر وفی الخانیۃ
یقسم بطلب کل وعلیہ الفتوی لکن المتون علی الاول فعلیہا المعول اور خانیہ میں ہے کہ مال مشترک قسمت کیا جاے صاحب قلیل اور صاحب کثیر ہر ایک کی طلب سے
اور اسی پر فتوی ہے لیکن متون فقہ قول اول پر شامل ہیں یعنی عدم قسمت پر صاحب قلیل کی طلب سے تو متون ہی کی روایت قابل اعتماد کے ہے **وان تضرر الکل**
لم یقسم الا برضاہم لئلا یعود علی موضوعہ بالنقض اور اگر قسمت سے سب شریکون کو ضرر ہوتا ہو تو قسمت نہ ہوگی مگر سب شریکون کی رضامندی سے تاکہ قسمت
عود نہ کرے اپنے موضوع پر نقوض ہوکر یعنی موضوع قسمت یہ تھا کہ ہر شریک نفع پاوے اپنی خاص ملک سے سو یہان مفقود ہے کذا فی الحلبی ہان اگر سب راضی
ہوں تو قسمت درست ہے کہ حق انکا ہے اور وہ اپنی حاجت سے زیادہ تر واقف ہیں لیکن قاضی انکا مباشر نہو اگرچہ وہ طلب کریں ورنہ انکو منع کرے کذا فی الزیلعی
وفی المجتبی حانوت لہما یعملان فیہ طلب احدہما القسمۃ ان امکن لکل ان یعمل فیہ بعد القسمۃ ما کان یعمل فیہ قبلہا قسم والا لا مجتبی میں ہے کہ ایک دکان ہے دو شریکوں
کی جسمیں وہ اپنا کام کرتے ہیں سو ایک شریک نے قسمت طلب کی اور دوسرا شریک نہیں مانتا ہے تو اگر ایسا ممکن ہو کہ ہر ایک اسمیں کام کرے قسمت کے

بعد جیسا کام کہ قسمت سے پہلے کرنا تھا تو قسمت کیجائے اور اگر ایسا نہ ہو تو قسمت نہ کیجائے وقسم عروض اتحد جنسہا لا الجنسین بعضہا فی بعض لوقوعہا معاوضۃ
لا تمیزا فیعتمد التراضی دون جبر القاضی و قسمت کیجائے ان عروض اور اسباب کی جنکی جنس متحد ہو قسمت کیجاوین دو جنسین کہ بعض جنس بعضے شریک کو دیجائے بسبب
واقع ہونے قسمت کے معاوضہ ہو کر نہ تمیز ہو کر تو اختلاف جنس پر تراضی شرکا پر اعتماد کیا جاوے نہ قاضی کے جبر کرنے پر ہم یعنی اگر متاع اور اسباب ایک جنس ہو
چنانچہ مکیل یا موزون یا عددی متقارب یا چاندی سونا تو انمین ایک شریک کی طلب سے قاضی جبر کریگا قسمت پر اسطرح کہ کچھ اس شریک کو دیگا اور کچھ دوسرے کو
اسواسطے کہ مقصود دونوں مین برابر ہو تو قسمت تمیز واقع ہوئی لہذا قاضی کو اسمین جبر کا اختیار ہوگا اور یہ نہیں ہو کہ جنسین کی قسمت مین ادخال بعض کا بعض مین
اسطرح صحیح نہین کہ ایک شریک کو اونٹ دیجیے اور دوسرے کو دو بکریان مثلاً اس جنس کو دوسرے جنس سے مقابلہ کرکے اسواسطے کہ دونوں جنسون مین اختلاط
اور اتحاد نہین تو یہان قسمت تمیز واقع نہ ہوئی بلکہ معاوضہ ہو گئی تو یہان تراضے پر اعتماد ہوگا نہ قاضی کے جبر پر اسلئے کہ قاضی کو جبر کا وہان اختیار ہو جہان
قسمت بمعنی تمیز ہو یعنی معاوضہ انتہی ولا الرقیق وحدہ لفحش التفاوت فی الآدمی اور نہ قسمت کیا جاے فقط مملوک یعنی لونڈی غلام اسواسطے کہ آدمی مین تفاوت
بہت ہوتا ہے ہم آدمی مین تفاوت ہونا معانی باطنہ کے سبب سے چنانچہ ذہن اور ہوشیاری بخلاف باقی حیوانات کہ انمین تفاوت قلیل ہو اتحاد جنس کی صورت مین
فقط کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر لونڈی غلام کے ساتھ کوئی اور چیز قابل قسمت نہ ہوگی تو اسوقت مملوک کی بھی اسکے ساتھ ملکر قسمت ہو جاویگی باتفاق امام
اور صاحبین کے وقالا یقسم لو ذکورا فقط و اناثا فقط کما یقسم الابل والغنم ورقیق المغنم اور صاحبین نے کہا کہ اگر مملوک فقط غلام ہو یا فقط لونڈیان ہون تو قسمت ہوگی جیسے
اونٹ اور بھیڑ بکری اور غنیمت کے لونڈی غلام کی قسمت ہوتی ہو ولا الجواہر لفحش تفاوتہا اور نہ قسمت کیے جاوین جواہرات انکی کثرت تفاوت کے سبب سے ہم اگرچہ
جواہر ایک ہی جنس میون تو بھی قسمت نہ ہوگی اسواسطے کہ انکی قیمت مین بڑا تفاوت ہوتا ہو تو تعدیل نہین ہو سکتی ولا الحمام والبئر والرحی والکتب وکل ما فی قسمتہ ضرر
اور نہ قسمت کیا جاے حمام اور کنواں اور چکی اور کتابین اور جس چیز کی قسمت مین ضرر ہو ہم شارح نے عدم قسمت کی چند مثالین دے کر بطور عطف عام کے علت عدم
قسمت پر اشارہ کردیا کہ جس چیز کی قسمت مین ضرر ہوتا ہو وہ قسمت پذیر نہین اسواسطے کہ قسمت تو تکمیل منفعت کیواسطے ہی ہو جب ہر شخص کا حصہ انتفاع مقصود کے
لائق نہ رہا تو معنی قسمت متحقق نہو سے الا برضاہم لما مر مگر شریکون کی رضامندی سے قسمت جائز ہو بدلیل گذشتہ ہم یعنی اگر تمام اشیاء مذکورہ کی قسمت مین باوجود ضرر کے شرکا
راضی ہون قسمت جائز ہوگی کہ حق تو انہین کا ہو ولو اراد احدہما البیع وابی الآخر لم یجبر علی بیع نصیبہ خلافا لمالک اور اگر ایک شریک نے بیع کا ارادہ کیا اور دوسرا
شریک نہین مانتا ہو تو اسکے حصہ کی بیع پر جبر نہ کیا جاویگا برخلاف مذہب امام مالک رح وفی الجواہر لا تقسم الکتب بین الورثۃ ولکن ینتفع کل بالمہایاۃ ولا تقسم بالاوراق ولو
برضاہم اور جواہر فتاوی مین ہو کہ کتابین قسمت نہوگی وارثوں مین لیکن ہر وارث اسے نفع حاصل کرے باری باری اور قسمت کتابوں کی ورقوں کے شمار سے نہوگی
اگرچہ ورثہ راضی ہون وکذا لو کان کتابا ذا مجلدات کثیرۃ اور اسی طرح جلد جلد کی قسمت نہ ہوگی اگر ایک کتاب کی بہت مجلدات ہون ہم یعنی اگر ایک کتاب جو کئی مجلدات
مین تمام ہو چنانچہ فتاوی عالمگیری مثلاً جسکی پانچ چھ جلد مجلد ہوتی ہون تو ایسی کتاب کی مجلدات کی قسمت نہ ہوگی کہ کوئی شریک کتاب الطہارت لے مثلاً اور کوئی کتاب الحج
اور کوئی کتاب البیع ولو تراضیا ان یقوم الکتب ویاخذ کل بعضہا بالقیمۃ لو کان بالتراضی جاز والا لا اور اگر دو شریک باہم راضی ہو جاوین اسپر کہ کتابون کی قیمت معین کیجاے
اور ہر شریک بعض کتب بے قسمت لے تو اگر یہ تراضی طرفین سے ہو تو جائز ہو اور اگر تراضی نہ ہو تو جائز نہین ہی فی التتارخانیۃ دار او حانوت بین اثنین لا یمکن قسمتہا اشتجرا فیہ فقال احدہما
لا اکری ولا انتفع وقال الآخر یرید ذلک امر القاضی بالمہایات ثم یقال لمن لا یرید الانتفاع ان شئت فانتفع وان شئت فاغلق الباب اور تاتارخانیہ مین ہو ایک
ایسا گھر یا دکان مشترک ہو دو شریکون مین جسکی قسمت ممکن نہین ہو دونوں نے اسمین جھگڑا کیا سو ایک شریک کہتا ہو کہ مین اسکو کرایہ نہ دونگا اور نہ اس سے نفع
لونگا سکنے وغیرہ سے اور دوسرا شریک کہتا ہو کہ مین اسکا ارادہ رکھتا ہون یعنی کرایہ دینے کا یا رہنے کا تو قاضی حکم کرے مہایاۃ کا یعنی باری باری فائدہ لینے کا پھر اس
شریک سے کہا جاے جو انتفاع کا ارادہ نہین رکھتا ہو تو اگر چاہے تو اس گھر سے فائدہ لے اور اگر چاہے تو دروازہ بند کر رکھ یعنی اپنی باری مین اسکو انتفاع اور

عدم انتفاع کا اختیار ہی اور دوسرے کی باری میں دوسرے کو انتفاع کا اختیار ہوگا چاہے کرایہ دے چاہے آپ رہے دور مشترکۃ او دار وضیعۃ او دار و حانوت
قسم کل وحدہا منفردۃ مطلقاً ولو متلازقۃ او فی محلتین او مصرین یعنی چند گھر مشترک ہیں یا ایک گھر اور زمین مشترک ہی یا ایک گھر اور دوکان مشترک ہی تو ہر ایک کی
قسمت علیحدہ علیحدہ جدا جدا ہوگی ہر حال میں اگرچہ گھر وغیرہا باہم متصل ہوں یا ایک شہر کے دو محلوں میں ہوں یا دو شہروں میں ہوں کذا فی شرح مسکین ہم یعنی مشترک گھر وغیرہ
اسطرح قسمت نہوگی کہ ایک گھر ایک شریک لے اور دوسرا گھر دوسرا شریک اسلیے کہ گھروں کا مقصود نہایت مختلف ہوتا ہی باعتبار شہروں اور پڑوسیوں اور مسجد اور پانی کے
نزدیک ہونے کے تو انکی قسمت میں برابری ممکن نہیں تو ایک شریک کا حصہ ایک گھر میں جمع کردینا ممکن نہیں بدون آپس کی رضامندی کے اور گھر اور زمین اور گھر اور دوکان
کی قسمت اختلاف جنس سے جائز نہیں کذا فی الزیلعی او بیوت قسمت پذیر ہیں مطلقاً او منازل اگر مجتمع ہوں ایک گھر میں تو قسمت پذیر ہیں اور اگر جدا جدا ہوں تو قسمت پذیر نہیں
اسواسطے کہ منزل بیت سے زیادہ اور دار سے کم ہوتی ہی تو منازل متصلہ بیوت سے ملحق ہوگی اور متباینہ دار سے کذا فی الدرر اذا کانت کلہا فی مصر واحد والا دور مشترک وغیرہا
کی قسمت مجتمعہ نہوگی جبکہ وہ سب ایک شہر میں ہوں یا نہوں ہم مصنف کے اس قول سے اطلاق معلوم ہوگیا تو شارح کا قول سابق جو شرح مسکین سے نقل کیا مکرر ہوگیا وقالا ان
الکل فی مصر واحد فالرای فیہ للقاضی و ان فی مصرین فقولہما کقولہ اور صاحبین نے کہا کہ سب اشیاء مذکورہ اگر ایک ہی شہر میں واقع ہوں تو اسمیں قاضی کی تجویز کو دخل ہی اور
اگر اشیاء مذکورہ دو شہروں میں ہوں تو صاحبین کا قول امام کے قول کے مانند ہی یعنی قسمت مجتمعہ جائز نہیں دو شہروں میں اور ایک شہر میں جائز ہی اگر قاضی اسکو بہتر سمجھے ورنہ
جائز نہیں ویصور القاسم القسمۃ علی قرطاس لیرفعہ للقاضی ویعدلہ علی سہام القسمۃ اور قاسم نقشہ بنا دے کاغذ پر اسکا جسکی قسمت کیا چاہتا ہی تاکہ وہ نقشہ
قاضی کے سامنے کرے اور مقسوم کی قسمت کے حصوں میں تعدیل اور تسویہ (برابری ۱۲) کرے ہم تسویہ سہام قسمت کی یہ صورت ہی کہ کمتر سہام کو تامل کرے تو مقسوم کو اسی پر جاری کرے
تو اگر اقل سہام ثلث (تہائی ۱۲) ہو تو اسکو اثلاث کرے اور اگر سدس ہو تو اسداس (چھٹا حصہ ۱۲) ٹھہرادے کذا فی الطحطاوی عن الشمنی ویذرعہ اور گز سے اسکو پیمائش کرے اسواسطے کہ مساحت کی
مقدار گز سے معلوم ہوتی ہی ویقوم البناء اور عمارت کی قیمت مقرر کرے ہم تقویم عمارت اسواسطے ہی کہ عمارت کی قسمت علیحدہ ہوتی ہی تو جب زمین کی قسمت پیمائش
ہو چکی اور عمارت ایک شریک کے حصہ میں واقع ہو تو صاحب عمارت دوسرے شریک کو اسکی قیمت دے کذا فی النہایۃ ویفرز کل نصیب بطریقہ وشربہ اور قاسم
جدا کردے ہر حصہ کو اسکے راہ اور پانی کی آمد کے ساتھ ہم ہر حصہ کی راہ وغیرہ جدا کردینے سے یہ فائدہ ہی تاکہ ایک شخص کا حصہ دوسرے شریک کے حصہ سے متعلق
نرہے تو تمیز اور افراز کے معنی علی وجہ الکمال حاصل ہوں ویلقب الانصباء بالاول والثانی والثالث وہلم جرا اور قاسم حصوں کو ملقب کرے اول اور ثانی اور ثالث
کے ساتھ وعلی ہذا القیاس ربع اور خامس بقدر حاجت کے ہم ترتیب حصص جسطرف سے چاہے شروع کرے تاکہ ہر شریک کے الزام پر قادر ہو قرعہ نکلنے کے وقت کذا فی الزیلعی
ویکتب اسامیہم ویقرع لتطییب النفوس (ای تسکین القلوب ۱۲) اور شریکوں کے نام لکھے اور قرعہ ڈالے تسکین قلوب کیواسطے ہم ہر شریک کا نام علیحدہ علیحدہ پرچہ کاغذ پر لکھے اور کاغذ کو مٹی یا موم کے
اندر رکھکر گولی بنادے جوہرہ میں ہی کہ قرعہ واجب نہیں غرض اس سے تسکین قلوب ہی تاکہ کسی کی جانبداری کا وہم نہو تو اگر قاضی بدون قرعہ ڈالنے کے ہر شریک کا حصہ
معین کردے تو جائز ہی فمن خرج اسمہ اولاً فلہ السہم الاول ومن خرج ثانیاً فلہ السہم الثانی الی ان ینتہی الی الاخیر سو جسکا نام قرعہ میں پہلے نکلے تو اسکے لیے
پہلا حصہ ہی اور جسکا نام کہ دوسری بار نکلے اسکا دوسرا حصہ ہی یہانتک کہ اخیر تک پہونچ جاوے ہم شرح وقایہ میں ہی کہ قاسم خانۂ مقسومہ میں جدول کے قلم سے کل ذراع فی
ذراع کو بشکل خشت خام کے خانہ بندی کرے اور صحن اور مکانات کو گز وغیرہ سے پیمائش کرے اور جدھر سے چاہے قسمت شروع کرے تو اگر غربی جانب کو اول قرار دے تو اسکے
متصل کو ثانی ٹھہرادے اور اسکے متصل کو ثالث وعلی ہذا القیاس تو جسکا نام قرعہ میں اول نکلے تو اسکا حصہ جانب غربی سے دے عمارت اور زمین سے تا اینکہ اسکا حصہ پورا
ہوجاوے پھر جسکا نام دوسری بار نکلے اسکا حصہ اول کے ساتھ متصل دے خواہ حصص متساوی ہوں خواہ متفاوت ہم متفاوت کی صورت درر میں ہی کہ اگر عقار مشترک میں تین شریک ہوں ایک
شریک کا سدس اور دوسرے کا ثلث اور تیسرے کا نصف ہو مثلاً تو زمین یا گھر کے چھ سہم ٹھہرادے اور اول کو ملقب بسہم اول کرے اور اسکے پاس والیکو ملقب بسہم ثانی وعلی ہذا القیاس
سادس تک کرے اور شریکوں کے نام لکھے اور قرعہ ڈالے جسکا نام پہلے نکلے تو اسکو سہم اول دے اور اگر صاحب سدس ہو تو وہ اپنا حق لیگا اور اگر صاحب ثلث ہو تو اول سہم لے اور اسکے پاس کا دوسرا

سہم ہے اور اگر صاحب نصف ہو تو اول سہم اور اسکے پاس کے دو سہم اوسکے ہونگے واعلم ان الدراہم لا تدخل فی القسمۃ للعقار الا برضاہم لو کان ارض وبناء او منقول
قسم بالقیمۃ عند الثانی وعند الثالث یرد من ابر حصتہ بمقابلۃ البناء فان بقی فضل ولا یمکن التسویۃ رد الفضل دراہم للضرورۃ واستحسنہ فی الاختیار اور یہ جان رکھو کہ نقد
درہم زمین اور گھر کی قسمت میں داخل نہیں ہوتے ہیں مگر شریکوں کی رضامندی سے تو اگر زمین و عمارت یا مال منقول ہو تو اسکی قسمت قیمت کرکے ہوگی ابو یوسف کے
نزدیک اور محمدؒ کے نزدیک زمین پھیر دیجائے عمارت کے مقابلہ میں پھر اگر کچھ عمارت زیادہ باقی رہے زمین دے کر اور برابری دونوں حصوں میں ممکن نہو تو بقدر زیادت درہم
پھیر دیے جائیں ضرورت کے سبب سے اور اختیار میں اس قول کو پسند کیا ہے صورت اسکی یہ ہے کہ ایک گھر ہے جماعت کا سو انہوں نے قسمت کا ارادہ کیا اور ایک جانب
میں زیادہ عمارت ہے سو ایک شریک نے چاہا کہ عمارت کے عوض درم دے اور دوسرے نے چاہا کہ اسکے عوض زمین لے تو عوض زمین ہی دیجائیگی اور صاحب عمارت سے درم دلائے
جا دینگے مگر جبکہ زمین کا عوض متعذر ہو تو اب قاضی کو یہ درست ہے یعنی درم دلانا سو یہ مسئلہ قسمت حقوق ملک سے ہے اور شرکت ان لوگوں کی گھر میں ہے نہ درموں میں تو اسکی قسمت
جائز نہوگی جو مشترک نہیں کذا فی الدرر قسم ولاحدہم مسیل او طریق فی ملک الآخر والحال انہم لم تشترط فی القسمۃ صرف عنہ ان امکن والا فسخت القسمۃ اجماعا واستونفت
مشترک گھر کی قسمت ہو گئی اور ایک شریک کا نابدان یا راہ آمد و رفت کی دوسرے شریک کی ملک میں ہے اور حالانکہ اشتراک مسیل اور طریق قسمت میں مشروط نہیں ہوا تو نابدان
اور راہ اسکی طرف سے دوسری طرف پھیری جائے اگر ممکن ہو اور اگر نہو تو قسمت فسخ کیجائے باتفاق امام اور صاحبین اور پھر سر نو سے قسمت کیجائے اسطرح کہ ہر شریک کا
نابدان اور راہ جدا ہو اور اگر اشتراک راہ اور نابدان کا قسمت میں مشروط ہو گیا ہو تو قسمت برقرار رہیگی کذا فی الجوہرۃ ولو اختلفوا فقال بعضہم ابقینا مشترکا کما کان ان
امکن افراز کل فعل کما بسطہ الزیلعی اور اگر شریکوں نے اختلاف کیا سو بعضوں نے کہا کہ ہم نے اسکو یعنی راہ کو مشترک باقی رکھا جیسا کہ قبل قسمت کے تھا تو اگر ممکن ہو جدا کرنا
ہر شخص کیواسطے تو حاکم ویسا ہی کرے چنانچہ زیلعی نے اسکو شرح بیان کیا ہے زیلعی میں یوں ہے کہ اگر قسمت کے اندر ادخال طریق میں اختلاف ہوا اسطرح کہ بعضوں نے
کہا کہ راہ کی قسمت نہوگی بلکہ وہ مشترک باقی رہیگی جیسے کہ قبل قسمت تھی تو اسمیں حاکم تامل کرے سو اگر ہر ایک شریک اپنے حصہ میں راہ نکال سکتا ہو تو حاکم جماعت کی راہ
سوا اور راہ قسمت کر دے تکمیل منفعت کیواسطے تاکہ ہر طرح سے جدائی ہو جائے اور اگر ایسا نہو سکے تو راہ کو قسمت سے اٹھا رکھے یعنی راہ کو مشترک باقی رکھے کذا فی الطحاوی
مختصر اختلفوا فی مقدار عرض الطریق جعل عرضہا قدر عرض باب الدار واما فی الارض فبقدر ممر الثور زیلعی شریکوں نے اختلاف کیا عرض طریق کی مقدار میں تو راہ کا
عرض گھر کے دروازے کے عرض کے برابر کیا جاسے اور زمین میں تو عرض راہ کا بقدر چلنے بیل کے کیا جائیگا در صورت اختلاف کذا فی الزیلعی ہ یعنی جب گھر کی قسمت ہو گئی شریکوں میں
اور ہر حصہ کی راہ کے عرض میں اختلاف ہوا تو ہر حصہ کی راہ مشترک گھر کے دروازہ کے عرض کے برابر کیجائیگی اسواسطیکہ گھر کا دروازہ متفق علیہ ہے تو مختلف فیہ متفق علیہ کی طرف
پھیرا جائیگا اور اس مسئلہ کی دوسری صورت وہ ہے جو مصنف نے اپنی شرح میں فتاوی قاضیخان سے نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ ایک گھر دو شریکوں میں مشترک ہے اور اس گھر میں
تیسرے شخص کے مکان کی راہ ہے سو شریکوں نے گھر کی قسمت چاہی اور صاحب طریق نے چاہا کہ انکو قسمت سے منع کرے تو اسکو منع کا اختیار نہیں لیکن اس شخص کیواسطے اتنی چوڑی راہ چھوڑی
جاویگی جتنا اس گھر کا بڑا دروازہ چوڑا اور لمبا ہے گھر کے دروازے سے شخص ثالث کے مکان تک اور باقی گھر کی قسمت ہوگی اور مسیل بمنزلہ طریق کے ہے کذا فی المحیط وسے
بطولہ ای ارتفاعہ حتی یخرج کل واحد منہم جناحا فی نصیبہ ان فوق الباب لا فیما دونہ لان قدر طول الباب من الہواء مشترک والبناء علی الہواء المشترک لا یجوز الا برضی الشرکاء جعل الیہ طریق کے
اختلاف میں عرض اسکا بقدر عرض دروازہ ٹھہرایا جاے اسکے طول کے ساتھ یعنی دروازہ کی ارتفاع اور بلندی کے ساتھ یعنی بقدر باب اعظم گھر کی راہ مشترک کی چوڑائی اور بلندی
کرنا چاہیے تو ہر شخص شریکوں میں سے چھجہ کا نکالے اپنے حصہ میں اگر وہ دروازے سے اونچا ہو نہ دروازے سے کمتر میں اسواسطیکہ ہوا بقدر طول اور بلندی دروازے کی مشترک
ہے اور ہواے مشترک پر بنانا جائز نہیں مگر شریکوں کی رضامندی سے کذا فی الجلالیۃ ہ یعنی گھر کی راہ مشترک میں جبکہ ارتفاع اور عرض گھر کے باب اعظم کے دروازے کے برابر قرار
دیا گیا اگر کسی شریک کا مکان اس راہ کے کنارے پر پڑے اور وہ چھجہ کا یا کھڑکی یا روشندان اپنے مکان میں راہ کی جانب بنانا چاہے تو اگر باب اعظم کی
بلندی سے اوپر بناوے تو درست ہے اور اس سے نیچے بنانا درست نہیں ولو شرطوا ان یکون الطریق فی قسمۃ الدار علی التفاوت جاز وان وضعہ کان سہامہم

فی الدار متساویۃ وذلک لان القسمۃ علی التفاوت بالتراضی فی غیر الاموال الربویۃ جائزۃ فیجوز قسمۃ القت بالاکرار لانہ لیس بوزنی لا یعیب بالسرخ
علی الصحیح بل بالقبان والمیزان لانہ وزنی اور اگر شریکون نے شرط کی کہ گھر کی قسمت مین اہ متفاوت ہو تو جائز ہے اگرچہ اُنکے حصے گھر مین برابر ہون اور یہ اسواسطے ہے کہ
تفاوت پر قسمت کرنا آپس کی رضامندی سے جائز ہے سوائے اُن مالون کے جنمین سود اور بیاج ہوتا ہے تو جائز ہے بھس کا بانٹنا رسیون سے یعنی جالی جو بھس وغیرہ
کے اُٹھانے کیواسطے رسیون سے بنائی جاتی ہے اسواسطے کہ بھس وزنی چیز نہین جسمین بیاج کا احتمال ہو اور جائز نہین انگور کا بانٹنا کھجور کی ٹوکری سے بر قول صحیح
بلکہ قپان یا ترازو سے اسواسطے کہ وہ وزنی ہے م فتاوی قاضی خان کی عبارت یہ ہے قسمۃ القت بالحبال ذکر فی النوازل انہ یجوز لقلۃ التفاوت لانہ لیس بوزنی انتہی تو مناسب
اُس عبارت کے اکرار کا ترجمہ رسیان کیا اسواسطے کہ اکرار جمع ہے کر بالفتح کی اور وہ بمعنی رسی کے ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اکرار جمع ہو کُر بالضم کی اور وہ عبارت ہے پیمانہ عراقی سے
قاموس مین قپان کا ترجمہ قسطاس کیا ہے اور وہ عبارت ہے ترازو سے بزرگ سے تو تردید کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ انگور کی قسمت بڑی یا چھوٹی ترازو سے جائز ہے واللہ اعلم
سفل لہ ای فوقہ علو مشترک او سفل مجرد مشترک والعلو لآخر وعلو مجرد مشترک والسفل لآخر قوم کل واحد من ذلک علیحدۃ وقسم بالقیمۃ عند محمد وبہ یفتی نیچے اوپر کا
مکان دونون مشترک او فقط نیچے کا مکان مشترک اور اوپر کا مکان دوسرے شخص کا اور فقط اوپر کا مکان مشترک اور اسکے نیچے کا مکان اور شخص کا ہے تو ان مکانات
مشترکہ کی قیمت ٹھہرائی جاوے علیحدہ علیحدہ اور شریکون مین قسمت کیجائے قیمت سے محمد کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے م امام اعظم کے نزدیک قسمت قیمت سے نہوگی
بلکہ نیچے کے مکان کا ایک گز بمقابلہ دو گز کے ہوگا اوپر کے مکان سے اور ابو یوسف کے نزدیک ایک ہی گز کے ہے اور محمد کے قول پر اسواسطے فتوی ہوا کہ نیچے کا مکان کبھی
صلاحیت رکھتا ہے جو اوپر کے مکان مین صلاحیت نہین چنانچہ اسمین کنوان کھودنا اور تہ خانہ بنانا اور اصطبل کرنا وغیر ذلک تو وہ دونون مکان بمنزلہ دو جنسون کے ہوگئے تو
تعدیل اور برابری شریکون کے حصون کی ممکن نہین ہو سکتی مگر قیمت سے انکر بعض الشرکاء بعد القسمۃ استیفاء نصیبہ وشہد القاسمان بالاستیفاء لحقہ تقبل
ولو قسما باجر فی الاصح ابن ملک بعض شریکانے بعد قسمت کے پورا پانے سے اپنے حصہ کے انکار کیا اور دو قسمت کرنے والون نے پورا ملنے سے اُسکے حق کی گواہی دی تو
گواہی اُنکی مقبول ہوگی اگرچہ اُنھون نے اجرت لیکر قسمت کی ہو کذا ذکرہ ابن ملک ولو شہد قاسم واحد لا لانہ فرد اور اگر ایک قاسم گواہی دے تو مقبول نہوگی
اسواسطے کہ وہ اکیلا ہے اور ایک شخص کی گواہی معتبر نہین ولو ادعی احدہم ان من نصیبہ شیئا وقع فی ید صاحبہ غلطا وقد کان اقر بالاستیفاء او لم یقر بہ ذکرہ البرجندی لم یصدق
الا ببرہان او اقرار الخصم او نکولہ فلو قال الا بحجۃ لعم ولا تناقض لانہ اعتمد علی فعل الامین ثم ظہر غلطہ اور اگر ایک شریک نے دعوی کیا کہ میرے حصہ مین سے کچھ ازروے غلط کاری
کے میرے ساتھی شریک کے قبضہ مین پڑگیا ہے اور حالانکہ اُسنے پورا حصہ پانے کا اقرار کیا ہو یا نہ کیا ہو کذا ذکرہ البرجندی تو اسکی تصدیق نہ ہوگی مگر گواہی سے یا خصم کے اقرار
سے یا اسکے قسم نہ کھانے سے تو اگر مصنف بجائے الا ببرہان کے الا بحجۃ کہتا تو گواہی اور اقرار اور نکول سب کو شامل ہو جاتا اور اقرار استیفا اور ادعاے غلط سے تناقض
دعوی مدعی کا ثابت نہ ہوگا اسواسطے کہ اُسنے امین یعنی قاسم کے فعل پر اعتماد کرکے استیفا کا اقرار کیا پھر تامل کے بعد اُسکی خطا ظاہر ہوئی تو وہ ماخوذ نہ ہوگا اپنے اقرار
پر بعد ظاہر ہوجانے حق کے کذا فی الدرر وان قال قبضتہ فاخذ شریکی بعضہ وانکر شریکہ حلف لانہ منکر اور اگر ایک شریک نے کہا کہ مین نے اپنے حصہ پر قبضہ کیا پھر میرے شریک
نے اسمین سے کچھ لے لیا اور شریک اُسکا منکر ہے تو اُس سے قسم لیجاے اسواسطے کہ وہ منکر ہے وان قال قبل اقرارہ بالاستیفاء اصابنی من کذا الی کذا ولم یسلمہ
الی وکذبہ شریکہ تحالفا وتفسخ القسمۃ کالاختلاف فی قدر المبیع اور اگر ایک شریک نے قبل اقرار استیفاء حق کے کہا کہ مجھکو پہونچا ہے اُس میرے حصہ سے یہان سے یہانتک
اور شریک نے تمام حصہ مجھکو تسلیم نہین کیا اور شریک اُسکا اُسکی تکذیب کرتا ہے تو دونون قسم کھاوین اور قسمت فسخ کرڈالی جاے جیسے مقدار مبیع کے اختلاف مین طرفین پر قسم
لازم آتی ہے کما مر فی احکام التحالف فی الدعوی ولو قسما دارا واصاب کلا طائفۃ فادعی احدہما بیتا فی ید الآخر من نصیبہ وانکر الآخر فعلیہ البینۃ
لانہ مدع اور اگر دو شریکون نے گھر بانٹ لیا اور ہر شریک کو کچھ مکان پہونچا سو ایک شریک نے ایک کوٹھری کا دعوی کیا کہ دوسرے شریک کے تصرف مین آگئی میرے حصے
سے اور دوسرا شریک اسکا منکر ہے تو اسپر گواہی لانا واجب ہے کیونکہ وہ مدعی ہے وان اقاماہا فالعبرۃ لبینۃ المدعی لانہ خارج وان کان قبل الاشہاد علی القبض

تحالفا وفسخت کذا لو اختلفا فی الحدود اور اگر دونوں شریکوں نے گواہ قائم کیے تو مدعی کی گواہی کا اعتبار ہوگا اسواسطے کہ وہ خارج ہے اور اگر قبض پر گواہی کا قائم
سے پہلے ہو تو دونوں شریک قسم کھاویں اور قسمت فسخ کرڈالی جاوے اور اسی طرح کا حکم ہے اگر دونوں حدود میں اختلاف کریں و ان استحق بعض معین من نصیبہ
لا تفسخ القسمۃ اتفاقا علی الصحیح اور اگر ایک شریک کے حصہ سے بعض معین میں استحقاق ملک غیر ثابت ہوا تو قسمت فسخ نہ ہوگی باتفاق امام اور ابو یوسف کے
ہر قول صحیح ہم اسلیے کہ مستحق جدا باقی رہا بحال خود میں غیر کا حق نہیں کذا فی الطحطاوی و فی استحقاق بعض شائع فی الکل تفسخ اتفاقا اور بعض شائع غیر معین کے استحقاق
میں سب حصوں کے اندر قسمت فسخ ہوگی باتفاق مذکورہم اسواسطے کہ استحقاق شائع سے ایک اور شریک ظاہر ہوا اور قسمت بدون اسکے صحیح نہیں و فی استحقاق بعض شائع
من نصیبہ لا تفسخ جبرا خلافا للثانی بل المستحق منہ یرجع بحصتہ ذلک فی نصیب شریکہ ان شاء او نقض القسمۃ دفعا للضرر التبعیض اور بعض شائع کے استحقاق میں
ایک شریک کے حصہ سے قسمت زبردستی سے فسخ نہ ہوگی برخلاف ابو یوسف کے بلکہ مستحق منہ بقدر حصہ لے اپنے شریک کے حصہ سے اگر وہ چاہے یا قسمت کو توڑدے
تاکہ حصص سازی سے دفع ہوجاوے قلت وبقی ہنا احتمال آخر وہو ان یستحق بعض من نصیب کل واحد فان کان شائعا فسخت وان کان معینا فان تساویا فظاہر والا
فالعبرۃ للقدر الزائد بکما حلا لم یفرد بالذکر میں کہتا ہوں یہاں ایک اور احتمال باقی ہے وہ یہ ہے کہ اگر بعض مستحق ہو ہر شریک کے حصہ میں تو اگر بعض شائع غیر معین ہے
تو قسمت فسخ ہوگی اور اگر بعض معین ہو تو اگر دونوں حصوں میں برابر ہو تو ظاہر ہے صحت قسمت کی اور اگر کم و بیش ہو تو مقدار کا اعتبار ہے چنانچہ گذر گیا اسی واسطے مصنف نے
اسکو علیحدہ ذکر نہیں کیا مثلا کم و بیشی کی یہ صورت ہے کہ ایک شریک کے حصہ میں چار گز کا استحقاق ہے اور دوسرے کے حصہ میں چھ گز کا تو ثانی اول کو ایک
گز پھیر دے ولو ظہر دین فی الترکۃ المقسومۃ تفسخ القسمۃ الا اذا قضوہ ای الدین او ابراء الغرماء ذمم الورثۃ او بقی منہا ای من الترکۃ ما بقی بہ لزوال المانع ترکہ
مقسومہ میں دین ظاہر ہوا تو قسمت فسخ کیجائیگی یعنی اسواسطے کہ دین مقدم ہے میراث پر مگر جبکہ وارث دین کو ادا کردیں یا ارباب دیون وارثوں کو بری الذمہ کردیں یا ترکہ
سے اتنا باقی رہ گیا ہو جو ادائے دین کیواسطے کفایت کرتا ہو تو قسمت فسخ نہ ہوگی مانع کے دور ہوجانے کے سبب سے ولو ظہر غبن فاحش لا یدخل تحت التقویم فی
القسمۃ فان کانت بقضاء بطلت اتفاقا لان تصرف القاضی مقید بالعدل ولم یوجد اور اگر قسمت میں ایسا نقصان کثیر ظاہر ہوا جو قیمت کرنے والوں کی تجویز
میں داخل نہیں ہوتا تو اگر قسمت بحکم قاضی ہے تو قسمت باطل ہوگی بالاتفاق اسواسطے کہ قاضی کا تصرف مقید ہے عدل کے ساتھ اور حالانکہ وہ یہاں پایا نہیں گیا و
لو وقعت بالتراضی تبطل ایضا فی الاصح لان شرط جوازہا المعادلۃ ولم توجد فوجب نقضہا خلافا لتصحیح الخلاصۃ قلت فلو قال کالکنز تفسخ لکان اولی اور اگر قسمت
تراضی طرفین سے ہو تو بھی باطل ہوگی قول اصح میں اسواسطے کہ جواز قسمت میں برابری حصوں کی شرط ہے اور وہ پائی نہیں گئی تو اسکا توڑنا واجب ہوگیا برخلاف تصحیح خلاصہ
کے میں کہتا ہوں اگر مصنف کنز کی مانند بجائے بطلت کے تفسخ کہتا تو بہتر ہوتا کنز میں یوں ہے ولو ظہر غبن فاحش فی القسمۃ تفسخ یعنی اگر غبن فاحش قسمت میں ظاہر
ہو تو قسمت فسخ کیجائیگی چونکہ یہ عبارت مختصر ہے اور قسمت قاضی اور قسمت تراضی دونوں کو شامل ہے لہذا شارح نے اسکو بہتر کہا کذا فی الطحطاوی و تسمع دعواہ
ذلک ای ما ذکر من الغبن الفاحش ان لم یقر بالاستیفاء و ان اقر بہ لا تسمع دعوی الغلط والغبن للتناقض الا اذا ادعی الغصب فتسمع دعواہ وتمامہ فی الخانیۃ
اور شریک کا وہ دعوی یعنی غبن فاحش کا مسموع ہوگا اگر اسنے حصہ پانے کا اقرار نہ کیا ہو اور اگر اسکا اقرار کرچکا ہو تو سماعت نہ ہوگی دعوی غلط اور غبن فاحش
کی بسبب تناقض کے مگر جبکہ وہ غصب کا دعوی کرے یعنی یوں کہے کہ قسمت کے بعد میرا حصہ اسنے غصب کر لیا تو دعوی مسموع ہوگا اور پورا اسکا بیان خانیہ میں ہے
ادعی احد المتقاسمین دینا فی الترکۃ صح دعواہ لانہ لا تناقض لتعلق الدین بالمعنی والقسمۃ بالصورۃ متروکہ بانٹ لینے والوں میں سے ایک شخص نے دین کا
دعوی کیا متروکہ میں تو اسکا دعوی صحیح ہے اسواسطے کہ قسمت کرلینا اور دعوی دین میں تناقض نہیں بسبب متعلق ہونے دین کے معنی متروکہ سے اور متعلق ہونے قسمت
کی صورت متروکہ سے حاصل دین معنی سے متعلق ہے یعنی متروکہ کی مالیت سے اسکا تعلق ہے تو اگر متروکہ کے وارث ہوں تو انکو دین کا ادا کرنا اپنے پاس سے اور متروکہ کو اپنے
واسطے مخصوص کرلینا درست ہے کذا فی الطحطاوی ولو ادعی عینا بای سبب کان لا تسمع للتناقض اذ الاقدام علی القسمۃ اعتراف بالشرکۃ اور

اگر دین کے سوا کسی عین کا دعوی کیا اسی سبب سے خواہ عاریت یا غصب سے تو دعوی مسموع نہ ہوگا بسبب تناقض کے واسطے کہ قسمت پر متقدم کرنا اقرار ہی ہے
کا وفی الخانیۃ اقتسموا دارا او ارضا ثم ادعی احدہم فی قسم الآخر بناء او شجرا زعم انہ بناہ او غرسہ لم تقبل بینتہ اور خانیہ میں ہے کہ شریکوں نے ایک گھر یا زمین بانٹ لی پھر
ایک نے دوسرے کے حصہ میں عمارت یا درخت کا دعوی کیا یعنی یہ کہا کہ مدعی نے اسکو بنایا ہے اور درخت کو لگایا ہے تو اسکے گواہ مقبول نہ ہونگے یعنی بسبب
تناقض کے وقسمت شجرۃ فی نصیب احدہما اغصانہا متدلیۃ فی نصیب الآخر لیس لہ ان یجبرہ علی قطعہا بہ یفتی لانہ استحق الشجرۃ باغصانہا اختیار درخت
ایک شریک کے حصہ میں پڑا اسکی شاخیں لٹک رہی ہیں دوسرے شریک کے حصے میں تو اسکو نہیں پہونچتا ہے کہ اسپر زبردستی کرے شاخوں کے کاٹنے پر اسی قول پر فتوی ہے
اسواسطے کہ وہ درخت کا مستحق ہوگیا ہے اپنی شاخوں کے ساتھ کذا فی الاختیار یعنی بحالت مذکورہ وہ مستحق ہوا ہے تو جبر کی کون وجہ ہے بنی احدہما ای احد الشریکین بغیر اذن
الآخر فی عقار مشترک بینہما فطلب شریکہ رفع بنائہ قسم العقار فان وقع البناء فی نصیب البانی فبہا ونعمت والا ہدم البناء وحکم الغرس کذلک بزازیہ ایک شریک
نے دوسرے شریک کے بدون اذن کے عمارت بنائی اس زمین میں جو دونوں میں مشترک ہے سو اسکے دوسرے شریک نے عمارت کا رفع کرنا چاہا تو زمین کی قسمت کیجائے
سو اگر عمارت مذکورہ بنانے والے کے حصہ میں پڑے تو خوب ہے اور نہیں تو عمارت ڈھائی جاسے اور اسی طرح کا حکم درخت کا ہے کذا فی البزازیہ ہاں اگر وہ شریک کو راضی
کرے تو ہدم نہ ہوگا کذا فی العالمگیریۃ القسمۃ تقبل النقض فلو اقتسموا واخذوا حصتہم ثم تراضوا علی الاشتراک بینہم صح وعادت الشرکۃ فی عقار او غیرہ لان قسمۃ
التراضی مبادلۃ فیصح فسخہا ومبادلتہا بالتراضی بزازیہ قسمت قابل نقض ہے یعنی ٹوٹ سکتی ہے تو اگر شریکوں نے مشترک کو بانٹ لیا اور اپنے حصے لے لیے پھر وہ راضی
ہوگئے آپس کے ساجھے سے تو یہ قسمت کا توڑ دینا صحیح ہے اور شرکت پھر آوے گی زمین یا اسکے غیر میں اسواسطے کہ آپس کی رضامندی کی قسمت مبادلہ ہے اور اسکا فسخ کرنا اور
بدل ڈالنا باہم کی رضامندی سے صحیح ہے کذا فی البزازیہ المقبوض بالقسمۃ الفاسدۃ کقسمۃ علی شرط ہبۃ او صدقۃ او بیع من المقسوم او غیرہ یثبت الملک فیہ ویفید
جواز التصرف فیہ لقابضہ ویضمنہ بالقیمۃ جو چیز قسمت فاسدہ سے مقبوض ہوئی چنانچہ قسمت ہوا ہبہ کی شرط پر یا صدقہ کرنے کی شرط پر یا مقسوم کے بیچ ڈالنے کی شرط
پر یا سوا اسکے تو قبض کرنا اسکا ملکیت کو انہیں ثابت کردیتا ہے اور قابض کیواسطے اسمین جواز تصرف کا مفید ہے اور اسکا ضمان لازم ہوتا ہے قیمت سے
کالمقبوض بالشراء الفاسد فانہ یفید الملک کما مر فی بابہ جسطرح شراء فاسد کا مقبوض ملک کا مفید ہے چنانچہ بیع فاسد کے باب میں گذر گیا وقیل لا یثبتہ جزم بالثانی
فی الاشباہ والاول فی البزازیۃ اور قول ضعیف یہ ہے کہ مقبوض بقسمت فاسدہ ملک قابض کو ثابت نہیں کرتا ہے اور قول ضعیف پر یقین کیا ہے اشباہ میں اور قول اول پر
یقین کیا ہے بزازیہ میں ولو تہایا فی سکنی دار واحدۃ یسکن ہذا بعضا وذا بعضا او ہذا شہرا وذا شہرا او داریں یسکن کل دارا او فی خدمۃ عبد یخدم ہذا یوما وذا یوما
او عبدین یخدم ہذا ہذا والآخر الآخر او فی غلۃ دار او داریں کذلک صح التہایؤ فی الوجوہ الستۃ استحسانا اتفاقا اور اگر دو شریک نوبت اور باری مقرر کرلیں ایک
گھر مشترک کے رہنے میں اسطرح کہ یہ شریک رہے گھر کے بعضے مکان میں اور وہ شریک بعضے میں یا یہ شریک مہینہ بھر رہے اور وہ شریک مہینہ بھر یا دو گھروں میں باری مقرر کریں
کہ ہر شریک ایک ایک گھر میں رہے یا باری معین کریں غلام مشترک کی خدمت میں کہ ایک روز اسکی خدمت کرے اور ایک روز دوسرے کی یا دو غلاموں مشترک کی خدمت میں کہ
یہ غلام اسکی خدمت کرے اور دوسرا غلام دوسرے شریک کی یا باری مقرر کریں ایک گھر یا دو گھر کی حاصلات اور کرایہ میں اسی طرح تو یہ باری مقرر کرنا وجوہ ستہ میں بطریق استحسان
بالاتفاق صحیح ہے ہم مہایاۃ او تہایؤ مفاعلۃ او تفاعل من الہیئۃ اور ہیئت عبارت ہے اس شخص کی حالت ظاہر سے جو کسی چیز پر مستعد اور تیار ہے اور تحقیق اسکی عنایہ میں
یوں ہے کہ ہر شریک ایک ہیئت پر راضی ہے اور شریک ثانی مشترک سے نفع لیتا ہے جسطرح سے شریک اول نے اس سے نفع لیا اور فقہا کی اصطلاح میں مہایاۃ عبارت
ہے منافع کی قسمت سے اور قیاساً یہ جائز نہیں کیونکہ مبادلہ ہے منفعت کا اسکے ہم جنس سے لیکن استحسانا یہ جائز ہے بدلیل کریمہ لہا شرب ولکم شرب یوم معلوم والاصح ان
القاضی یہایئ بینہما جبرا بطلب احدہما اور قول صحیح تر یہ ہے کہ قاضی باری مقرر کردے دو شریکوں میں زبردستی ایک شریک کے طلب کرنے سے یعنی اگرچہ دوسرا شریک
قبول نہ کرتا ہو ولا تبطل بموت احدہما ولا بموتہما اور باری باطل نہیں ہوتی ایک شریک کی موت سے اور نہ دونوں شریکوں کی موت سے ولو طلب احدہما القسمۃ فیہا یقسم

باطل ہے اور اگر ایک شریک قسمت طلب کرے اس مشترک میں جو قابل قسمت ہے تو باری باطل ہو جاویگی یہ ذخیرہ میں ہے کہ ہر شریک کو نقض مہایاۃ عذر سے و بلا عذر
جائز ہے اور یہ اسوقت ہے جبکہ باری باہم کی رضی سے ہوا اور اگر بحکم حاکم ہو تو جبتک کہ دونوں نقض پر راضی نہونگے تو نقض جائز نہو گا اور اگر رضی سے باری مقرر کی
پھر توڑ دی تو اب اسکا اعادہ نہ ہوگا بلکہ قاضی کے حکم سے قسمت کیجاویگی اور باری میں عمارت بنانا یا توڑنا عمارت کا یا دروازہ چھوڑنا جائز نہیں کذا فی العالمگیریہ و
لو اتفقا علی ان نفقۃ کل عبد علی من یخدمہ جاز استحسانا بخلاف الکسوۃ اور اگر دو شریک متفق ہوے اس پر کہ خوراک ہر غلام کی اس شریک پر ہے جسکی وہ خدمت کرے تو جائز ہے استحسانا
بر خلاف لباس کے کہ اسمین تفصیل ہے یعنی جبکہ لباس کی مقدار معین دونوں نے مذکور نہ کی ہو تو نہ قیاساً جائز ہے نہ استحسانا اور اگر مقدار معین کو ذکر کر دیا ہو تو قیاساً جائز نہیں
اور استحسانا جائز ہے کذا فی العالمگیریہ وما زاد فی نوبۃ احدہما فی الدار الواحدۃ مشترک لا فی الدارین اور جو حاصلات و کرایہ زیادہ ہو گیا ایک شریک کی نوبت کے اندر ایک گھر
میں تو وہ مشترک ہے دونوں میں نہ دو گھر کی حاصلات میں یعنی اگر ایک گھر کے کرایہ لینے پر باری مقرر ہوئی سو ایک شریک کی نوبت میں کرایہ گران ہو گیا دوسرے کی نوبت سے
تو زیادت میں دونوں شریک ہونگے اور اگر دو گھروں میں ایک گھر کا کرایہ گران ہو گیا تو زیادتی میں شرکت نہ ہوگی کذا فی الخانیہ مختصرا و تجوز فی عبد و دار علی السکنی و الخدمۃ و
کذا فی مختلفی المنفعۃ فی الملتقی وتمامہ فیما علقتہ علیہ اور باری مقرر کرنا غلام کی خدمت اور گھر کی سکونت میں جائز ہے یعنی ایک شریک غلام سے خدمت لے اور دوسرا شریک گھر میں رہے
یہ درست ہے اور اسی طرح ہر ایک دو چیز مختلف المنفعۃ میں نوبت مقرر کر لینا جائز ہے کذا فی الملتقی اور پورا اسکا بیان ہماری شرح ملتقی میں ہے یعنی شارح کی شرح ملتقی میں ہے کہ جب
باری متحد المنفعۃ میں جائز ہوئی تو مختلف المنفعۃ میں بطریق اولی جائز ہوگی چنانچہ سکونت دار اور زراعت ارض اور جیسے حمام اور گھر ولو تہایا فی غلۃ عبد او فی غلۃ عبدین
او تہایا فی غلۃ بغل او بغلین او فی رکوب بغل او بغلین او فی ثمرۃ شجرۃ او فی لبن شاۃ لا یصح فی مسائل الثمان اور اگر دو شریکوں نے باری مقرر کی ایک غلام اجرت میں یا
غلام کی اجرت میں یا نوبت معین کی ایک خچر کے کرایہ میں یا دو خچر کے کرایہ میں یا ایک خچر کی سواری میں یا دو خچر کی سواری میں یا ایک درخت کے پھل میں یا بکری کے دودھ میں تو ان
آٹھوں مسئلوں میں باری معین کرنا درست نہیں یعنی اجرت غلام کی باری میں بالاتفاق جائز نہیں اسواسطے کہ باری نہیں ہوسکتی اگر دو زمانے میں تو احتمال ہے حاصلات کی کمی بیشی کا
بر خلاف خدمت کہ اسمیں مسامحہ مروج ہے اور دو غلاموں کی اجرت کی باری امام کے نزدیک جائز نہیں ہے اسواسطے کہ باری تو ضرورت کے سبب سے جائز ہوئی ہے اور اجرت میں کچھ ضرورت
نہیں اسلیے کہ اجرت میں قسمت ممکن ہے اور صاحبین کے نزدیک امکان تعادل سے جائز ہے اور کرایہ خچر کی باری بالاتفاق جائز نہیں اور دو خچروں میں اختلاف ہے وعلی ہذا القیاس
سواری ایک خچر کی بالاتفاق جائز نہیں اور دو خچروں میں اختلاف ہے اور پھل اور دودھ کی باری بالاتفاق جائز نہیں اسواسطے کہ پھل اور دودھ کی قسمت آسان ہے تو باری کی (مساوات ۱۲)
کیا حاجت ہے کذا فی الطحطاوی وحیلۃ الثمار ونحوہا ان یشتری حظ شریکہ ثم یبیع کلہا بعد مضی نوبتہ او ینتفع باللبن بمقدار معلوم استقراضا لنصیب صاحبہ اذ قرض المشاع جائز
اور پھل اور اسکے مانند اور چیز کی باری کا یہ حیلہ ہے کہ ایک شریک دوسرے شریک کا حصہ مول لے پھر شریک مشتری سب پھلوں کو بیچ ڈالے اپنی باری کے گذر جانے کے بعد دوسرے
شریک کے ہاتھ یا مقدار معین دودھ سے انتفاع لے اپنے شریک کے حصہ کو قرض لے کر اسواسطے کہ مشاع کا قرض جائز ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے اغرامات ان
کانت لحفظ الاملاک فالقسمۃ علی قدر الملاک وان لحفظ الانفس فعلی عدد الرؤس لا یدخل صبیان ونساء فلو غرم السلطان قریۃ تقسم علی ہذا اغرامات یعنی ڈانڈ یعنی جو مال کہ زبردستی
کو دینا پڑے جان و مال کے بچانے کیواسطے تو اگر املاک کی حفاظت کیواسطے ہو تو اسکی قسمت لوگوں پر بقدر ملک کے ہے اور اگر جانوں کی حفاظت کیواسطے ہو تو لوگوں کے
شمار پر ہے اور اطفال اور عورتیں شمار میں داخل نہ ہونگے تو اگر بادشاہ ایک گانوں سے ڈانڈ لے تو اسکی قسمت اہل قریہ پر اسی طرح ہوگی وہ خیف الغرق فالقوا بعض الامتعۃ
فالغرم بعدد الرؤس لانہا لحفظ الانفس اور اگر کشتی یا جہاز کے ڈوبنے کا ڈر ہو سو لوگوں نے اسکو ہلکا کرنے کیواسطے اسباب گرا دینے پر اتفاق کیا تو ڈانڈ آدمیوں کے شمار پر ہے
اسواسطے کہ یہ جانوں کی حفاظت کیواسطے ہے اور اگر بدون اتفاق کے ایک شخص نے دوسرے کا مال گرا دیا تو اسپر قیمت کا تاوان لازم ہوگا اور اس عبارت سے پایا گیا کہ ڈانڈ اس مال
لازم نہوگا جسکا مال کشتی میں ہے اور اسکے گرانے کی اجازت نہیں دی اور اگر پانی کی قلت سے آدمی کے ڈوبنے کا خوف نہو بلکہ اسباب کے تلف ہو جانیکا خوف ہو تو ڈانڈ بقدر اموال کے ہوگا
نہ بقدر رؤس اور اگر مال اور جان دونوں کے تلف ہونیکا خوف ہو تو دونوں طرح پر مال لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصرا المشترک اذا انہدم فابی احدہما العمارۃ ان احتمل القسمۃ لا جبر و

قسم والابنی م اجرہ لیرجع بما انفق لو بامر القاضی و الا فبقیمۃ البناء وقت البناء اور مکان مشترک جبکہ منہدم ہوگیا سو ایک شریک اُسکی عمارت بنانے سے انکار کرتا ہی اگر وہ مکان قابل قسمت کے ہی تو حرج نہیں اور بانٹ ڈالا جائے اور اگر مانند حمام کے لائق قسمت کے نہیں ہی تو ایک شریک اُسکی تعمیر کرے پھر اُسکو کرایہ پر چلادے تاکہ جو اُسنے خرچ کیا ہی کرایہ سے بھرلے اگر تعمیر بحکم قاضی ہوئی ہو اور اگر بحکم قاضی تعمیر کی ہو تو کرایہ سے عمارت کی قیمت بھرلے وہ قیمت جو بنانے کے وقت ہو و لہ التصرف فی ملکہ وان تضرر جارہ فی ظاہر الروایۃ الکل فی الاشباہ اور انسان کو تصرف کرنا اپنی ملک میں جائز ہی اگرچہ اُس تصرف میں اُسکے پڑوسی کو ضرر ہوتا ہو ظاہر الروایۃ میں یہ سب مسائل مذکور ہیں اشباہ میں م صاحب اشباہ نے قول تفصیل کو چھوڑ دیا یعنی اگر ضرر صریح ہو تو تصرف ممنوع ہی اور نہیں تو جائز ہی اور اسی پر فتوی منقول ہی شرح وہبانیہ میں اور اسی قول کو صحیح کہا ہی نسفی نے اور عمادیہ میں ہی کہ اسی قول کو ہمارے اکثر مشائخ نے لیا ہی اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الطحطاوی عن الدر والبحر

و فی المجتبی وبہ یفتی و فی السراجیۃ الفتوی علی المنع قال المصنف فقد اختلف الافتاء وینبغی ان یعول علی ظاہر الروایۃ اور مجتبی میں ہی کہ جواز تصرف پر فتوی ہی اگرچہ ہمسایہ متضرر ہو اور سراجیہ میں ہی کہ فتوی منع تصرف پر یعنی درصورت ضرر مصنف نے اپنی شرح میں کہا تو جواز اور عدم جواز کے فتوی میں اختلاف پڑا اور ایسی صورت میں لائق یہی ہی کہ ظاہر الروایۃ پر اعتماد کیا جائے یعنی جواز تصرف پر گو ہمسایہ ضرر پاوے قلت وفی متفرقات القضاء میں کہتا ہوں اور یہ مسئلہ مذکور ہوچکا متفرقات قضا میں و فی الوہبانیۃ وشرحہا ولو زرع الانسان ارضا بداره فلیس لجار منعہ لم یتضرر ۱۲ اور وہبانیہ اور اُسکی شرح میں ہی اور اگر آدمی کچھ زمین بووے اپنے گھر میں تو اُسکے پڑوسی کو اُسکے منع کرنے کا اختیار نہیں اگرچہ اُسکو ضرر ہووے م یہ وہی مسئلہ ہی جو اشباہ سے مذکور ہوا کہ تصرف اپنی ملک میں جائز ہی اگرچہ پڑوسی کو ضرر ہووے وحیط لہ اہل حمل واحد ولا حمل فیہ قیل لیس بغیر + اور ایک دیوار ہی جسکے اہل یعنی شریک دو ہیں سو ایک شریک نے اُسپر دھنیاں رکھیں درحالانکہ قبل اُسکے اُسپر دھنیوں کا بوجھ نہیں تو اُسکو دوسرا شریک تغیر نہ کریگا م یعنی ایک مشترک دیوار جسپر دھنیاں نہیں ہیں اگر ایک شریک اُسپر دھنیاں رکھے تو دوسرا شریک اُسکو رفع نہیں کرسکتا اور اگر دوسرا شریک دھنیوں پر اور دھنیاں رکھے یا اُسپر پردہ بنادے یا دروازہ وغیرہ لگاوے تو بدون اجازت شریک کے جائز نہیں کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ ۱۲ وما للشریک ان یعلی حیطۃ قیل التعلی جائز فیعمر + اور شریک کو جائز نہیں کہ اپنی مشترک دیوار کو اونچا کرے اور بعضوں نے کہا کہ اونچا کرنا جائز ہی تو تعمیر کرلے م عبد البر شارح وہبانیہ نے کہا لائق

یہ ہی کہ تفصیل اطلاق معتمد ہو یعنی اگر اونچا کرنا مخالف رسم کے ہو تو جائز نہیں اور اگر موافق رسم اور رواج کے ہو تو جائز ہی ۱۲ ممنوع قسم عند منع شارک الحمام قاض بہ جر فیعمر + اور جس مشترک کی قسمت ممنوع ہی چنانچہ حمام تو شریک کی منع ترمیم سے قاضی اُسکو کرایہ دے پھر کرایہ سے اُسکی تعمیر کرے م مثلاً ایک مشترک حمام منہدم ہوا جاتا ہی اور ایک شریک اُسکی مرمت پر مستعد ہی اور دوسرا شریک نہیں مانتا ہی تو قاضی حمام کو کرایہ پر چلاوے اور جو کرایہ حاصل ہو اُس سے اُسکی مرمت کرے لیکن یہ قول غیر مختار ہی اور قول مختار اگلی بیت میں مذکور ہی ۱۲ ونیفق فی المختار رض باذنہ + ویمنع النفع من ابی قبل تخیر + اور قول مختار میں جو شریک راضی ہی مرمت کا وہ اُسکی مرمت میں اپنے پاس سے خرچ کرے قاضی کے اذن سے اور روکا جاوے اُسکے فائدہ لینے سے وہ شریک جو مرمت سے انکار کرتا ہی قبل تاوان دینے کے یعنی جس شریک نے مرمت کی ہی جبتک وہ اپنا صرف کرایہ سے لیگا تب تک دوسرا شریک اُسکا کرایہ نہیں لے سکتا ہی ۱۲ ویاخذ منفقا بالاذن منہ بحاکم + ویاخذ قیمۃ ان لا وبذا الحرر + اور صرف مرمت کے صرف کو اگر حاکم کے اذن سے مرمت کی ہی اور قیمت لے اگر باذن حاکم مرمت نہ کی ہی اور یہی قول منقح اور محقق ہی م طحطاوی نے کہا پہلے تین بیتیں وہبانیہ کی ہیں اور چوتھی اور پانچویں علامہ عبد البر شارح وہبانیہ کی اصلاح سے ہیں اور چھٹی بیت شارح کی زیادت سے ہی مسئلہ ملحقہ مترجم ایک شخص مرگیا اُسنے تین بیٹے چھوڑے اور پندرہ ٹھلیاں چھوڑیں پانچ ٹھلیاں سرکہ سے ملو ہیں اور پانچ میں نصف نصف سرکہ ہی اور پانچ خالی ہیں اور سب برابر ہیں تو بیٹوں نے چاہا کہ بدون اٹھانے کے برابر بانٹ لیں تو اُسکا طریقہ یہ ہی کہ ایک فرزند کو دو بھری ٹھلیاں اور ایک آدھی بھری اور دو خالی دیجا دیں اور دوسرے فرزند کو بھی اسی طرح دیجاوے تو اب باقی رہیں پانچ ایک بھری اور ایک خالی اور تین ادھ بھریں تو یہ پانچوں تیسرے فرزند کو دیجا دیں تو سب کا حصہ برابر ہوگا کذا فی فتاوی قاضی خان واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم

کتاب المزارعة

یہ کتاب ہے مزارعت کی یعنی بٹائی پر کھیت دینا اور مزارعت کو مخابرت اور محاقلت بھی کہتے ہیں اور اہل عراق قراح بولتے ہیں مناسبتها ظاهرة مناسبت
کتاب المزارعت کی کتاب القسمة سے ظاہر ہے یعنی جو کھیت میں اناج وغیرہ پیدا ہوتا ہے اسمیں قسمت جاری ہوتی ہے درمیان مزارع اور صاحب زمین کے لغة
مفاعلة من الزرع مزارعت لغت میں مفاعلت ہے زرع سے وشرعا عقد على الزرع ببعض الخارج اور شرع میں مزارعت عبارت ہے اس عقد سے جو زراعت پر منعقد ہو عوض بعض
خارج یعنی تہائی یا چوتھائی اناج پیدا ہوئے زراعت پر ایجاب و قبول کرنا یہ حقیقت ہے مزارعت کی اور اسکا ماہیت ارض و بذر و عمل و بقر اور مزارعت کے ارکان چار
ہیں زمین اور بیج اور محنت و بیل ولا تصح عند الامام لانها كقفيز الطحان اور مزارعت درست نہیں امام اعظم کے نزدیک اسواسطے کہ وہ قفیز طحان کے مانند ہے امام کی دلیل وہ
حدیث ہے جو رافع بن خدیج سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہی فرمائی مخابرت سے اور وہ مزارعت ہے زمین کی تہائی یا چوتھائی پر وعندهما تصح وبه يفتى للحاجة و
قياسا على المضاربة اور صاحبین کے نزدیک مزارعت درست ہے اور اسی قول پر فتوی ہے بسبب حاجت کے اور مضاربت پر قیاس کرنے سے مروی ہے کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے
اسواسطے کہ رسول علیہ السلام نے خیبر کی نخلستان وہاں کے لوگوں کو دیے بطریق معاملہ کے اور انکی زمین دی بطور مزارعت کے اور اسی پر صحابہ و تابعین کا عمل تھا اور تعامل لوگوں میں
جاری ہے اور ایسی صورت میں خبر واحد اور قیاس متروک ہو جاتا ہے وشروطها ثمانية صلاحية الارض للزرع صاحبین کے نزدیک مزارعت صحیح ہے آٹھ شرطوں سے پہلی شرط لائق ہونا زمین
کا کاشتکاری کے واسطے ہے تو اگر زمین شور اور ریگستان ہے تو مزارعت صحیح نہیں ہے والاهلية للعاقدين اور دوسری شرط اہلیت ہے عاقدین کی یعنی عاقل ہوں تو مجنون اور صغیر غیر عاقل کا عقد صحیح
نہیں لیکن بلوغ اور حریت شرط نہیں اور اسلام بھی شرط نہیں کذا فی الطحاوی وذكر المدة اى مدة متعارفة فتفسد بما لا يمكن فيها منها وبما لا يعيش اليها احدهما غالبا اور تیسری شرط مدت
کا ذکر کرنا یعنی وہ مدت جو اس زمین میں معروف اور مروج ہے یعنی یکسال یا دو سال تو عقد فاسد ہوگا اس قدر مدت سے جسمیں زراعت نہیں ہو سکتی اور اسقدر طویل سے کہ وہاں تک
احد العاقدين غالبا نہیں جیتا وقیل فی بلادنا تصح بلا بيان مدة ويقع على اول زرع واحد وعليه الفتوى مجتبى وبزازيه وأقره المصنف اور بعضوں نے کہا کہ ہمارے ملک میں مزارعت
بدون بیان کرنے مدت کے بھی صحیح ہے اور عقد واقع ہوگا پہلے ایک زراعت پر اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی المجتبى والبزازيه اور مصنف نے اپنی شرح میں اسی قول کو ثابت رکھا ہے وذكر
رب البذر اور چوتھی شرط صاحب تخم کا ذکر کرنا ہے اسواسطے کہ اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہے تو مزارعت استیجار عامل ہوگی اور اگر بیج عامل کی طرف سے ہے تو مزارعت استیجار ارض
ہوگی تو بدون ذکر صاحب تخم معقود علیہ مجہول ہوگا اور دونوں کے احکام بھی مختلف ہیں اسواسطے کہ جسکا بیج نہیں ہے اسکے حق میں عقد لازم ہے فی الحال اور صاحب تخم کو بدون زمین میں بیج ڈالے
عقد لازم نہیں وقیل یحکم العرف اور بعضوں نے کہا کہ بیج میں عرف کا حکم ہے یہ قول ہے ابو بکر بلخی کا یعنی اگر عقد وہاں ہو جہاں بیج مزارع کا ہوتا ہے تو وہی معتبر ہے اگر وہاں یہ ہے کہ
مالک زمین کا بیج ہوتا ہے تو وہی قابل اعتبار ہے اسواسطے کہ عرف ایسا ہی ہوا اور اگر عرف مشترک ہو تو عقد صحیح نہیں وذكر جنسه اور پانچویں شرط ذکر کرنا ہے بیج کی جنس کا یعنی گیہوں
یا جو یا باجرا یا جوار ہے بیان جنس تخم اسواسطے شرط ہوا کہ عامل کی اجرت اسی سے ہوگی اور جنس اجرت کا بیان کرنا ضرور ہے کذا فی الزیلعی لا قدره لعلمه باعلام الارض وشرط فی الاختيار ذكره اور مقدار
تخم ذکر کرنا شرط نہیں بسبب اسکے معلوم ہونے کے زمین کے بتا دینے سے یعنی زمین سے خود معلوم ہو جاتا ہے کہ اتنی زمین میں اتنا بیج پڑیگا اور اختیار شرح مختار میں مقدار تخم کو بھی شرط کہا ہے
وذكر قسط العامل او الآخر اور چھٹی شرط ذکر کرنا ہے دوسرے شخص کا حصہ مراد اس شخص کا حصہ ہے جسکی طرف سے بیج نہیں ہے اسواسطے کہ حصہ عمل یا زمین کی اجرت ہے تو اسکا معین ہونا
ضرور ہوا کذا فی الزیلعی فلو شرط رب البذر وسكت عن حظ العامل جاز استحسانا اور اگر عاقدین نے صاحب تخم کا حصہ بیان کیا اور عامل کے حصہ سے سکوت کیا تو استحسانا جائز ہے
ہم اور اگر عاقدین نے اسکا حصہ بیان کر دیا جسکا بیج نہیں ہے تو مزارعت جائز ہے قیاسا و استحسانا کذا فی الخلاصة وشرط التخلية بين الارض والبذر والعامل اور
مزارعت صحیح ہے تخلیہ کی شرط سے یعنی تخلیہ کر دینا درمیان زمین اور عامل کے اگرچہ زمین کا تخلیہ بیج کے ساتھ ہو تو اگر صاحب زمین کا عمل بھی شرط ہو یا دونوں کا عمل مشروط ہو تو عقد
صحیح نہیں تخلیہ نہ ہونے کے سبب سے اور تخلیہ یہ ہے کہ زمین کا مالک کہے کہ میں نے زمین تجھکو تسلیم کی کذا فی الطحاوی والشركة فی الخارج اور مزارعت صحیح ہے شرکت فی الخارج کی
شرط سے یعنی جو غلہ پیدا ہو اسمیں دونوں کی شرکت ضرور ہے تو اگر یہ شرط ہو کہ غلہ ایک ہی شخص کا ہو تو عقد صحیح نہیں ہے فرع على الاخير قوله فبطل ان شرط لاحدهما قفزان مسماة

پھر مصنف نے شرط اخیر یعنی شرکت فی الخارج پر تفریع کی اس قول سے تو مزارعت باطل ہوگی اگر احد العاقدین کیواسطے چند قفیز معین شرط ہوں یعنی کچھ غلہ ایک شخص لے اور باقی دونوں میں نصفا نصف ہو ویا یخرج من موضع معین یا ایک کیواسطے وہ غلہ شرط ہو جو موضع معین میں پیدا ہو اور باقی نصفا نصف او رفع رب البذر بذرہ یا یہ شرط ہو کہ صاحب تخم اپنا بیج اٹھالے یعنی جسقدر اسنے بیج ڈالا اسکو پہلے نکال لے پھر باقی نصفا نصف اور رفع الخراج الموظف وتنصیف الباقی بعد رفعہ یا خراج موظف کا نکال لینا اور اسکے نکال لینے کے بعد باقی کو نصفا نصف کرلینا شرط ہو تنصیف الباقی چاروں مسائل سے متعلق ہے اور بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ بعد رفعہ کو حذف کرتا تاکہ تنصیف سب مسائل کو شامل رہتی اور ان صورتوں میں مزارعت اسواسطے باطل ہوگی کہ غلہ میں کیا ہے قطع شرکت ہو سکتی ہے اسواسطے کہ شاید اتنا ہی غلہ پیدا ہو جتنا مشروط ہوا یعنی بقدر تخم یا بقدر خراج موظف کذا فی الطحطاوی بخلاف شرط رفع خراج المقاسمۃ کثلث او ربع او شرط رفع العشر للارض ولاحدہما لانہ شائع فلا یودی الی قطع الشرکۃ برخلاف اس شرط کے کہ خراج مقاسمت نکال لیا جائے چنانچہ تہائی یا چوتھائی یا یہ شرط ہو کہ عشر یعنی دسواں حصہ زمین کا نکال لیا جائے یا دسواں حصہ احد العاقدین لے تو مزارعت باطل نہیں ہے اسواسطے کہ ثلث کا خراج اور عشر شائع ہے یعنی غیر معین ہے تو یہ قطع شرکت کی طرف نہیں پہونچاتا ہے او شرط التبن لاحدہما والحب للآخر ای بطل لقطع الشرکۃ فیما ہو المقصود یا بھوسا شرط ہوا ایک کیواسطے اور دانہ دوسرے کیواسطے یعنی اس شرط سے مزارعت باطل ہوگی بسبب قطع ہو جانے شرکت کے اسمیں جو مقصود زراعت ہے یعنی اناج او شرط تنصیف الحب والتبن لغیر رب البذر لانہ خلاف مقتضی العقد یا دانہ اور بھوسے کی تنصیف شرط ہو صاحب تخم کے سوا اور شخص کیواسطے تو مزارعت باطل ہے اسواسطے کہ یہ شرط مقتضاے عقد کے مخالف ہے او شرط تنصیف التبن والحب لاحدہما لقطع الشرکۃ فی المقصود یا بھوسا نصفا نصف شرط ہوا دونوں میں اور دانہ شرط ہوا ایک شخص کیواسطے تو مزارعت باطل ہے بسبب قطع ہو جانے شرکت کے مقصود میں وان شرط تنصیف الحب والتبن لصاحب البذر کما ہو مقتضی العقد او لم یتعرض للتبن صحت اور اگر یہ شرط ہو کہ دانہ تو دونوں میں نصفا نصف ہوا اور بھوسہ فقط صاحب تخم کا ہو چنانچہ یہی مقتضاے عقد ہے یا بھوسہ کا کچھ تعرض نہ ہوا تو مزارعت صحیح ہے عدم تعرض بھوسہ کا اسواسطے مبطل عقد نہوا کہ مقصود تو دانہ ہے اور بھوسا اسکا تابع ہے اور تابع سے سکوت کرنا فساد عقد کا موجب نہیں ہوتا کذا فی الدرر وحینئذ التبن لرب البذر وقیل بینہما تبعا للحب کذا قال المصنف تبعا للصدر وغیرہ لکن اعتمد صاحب الملتقی الثانی حیث قدمہ فقال والتبن بینہما وقیل لرب البذر اور اسوقت میں یعنی جب بھوسہ کا تعرض نہ ہوا تو بھوسا بیج والے کا ہوگا اور قول ضعیف یہ ہے کہ بھوسا دونوں میں نصفا نصف ہوگا دانہ کے تابع ہو کر ایسا کہا ہے مصنف نے صدر الشریعۃ وغیرہ کا تابع ہو کر لیکن صاحب ملتقی نے قول ثانی پر اعتماد کیا ہے کیونکہ اسی کو مقدم ذکر کیا ہے سو یوں اسنے کہا ہے اور بھوسا دونوں میں نصفا نصف ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ صاحب تخم کا ہوگا قلت فی شرح الوہبانیۃ عن القنیۃ المزارع بالربع لا یستحق من التبن شیئا و بالثلث یستحق النصف میں کہتا ہوں شرح وہبانیہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ چوتھائی کا مزارع مستحق بھوسہ کا نہیں ہوتا اور تہائی کا مزارع آدھے بھوسہ کا مستحق ہوتا ہے مقتضاے فقہ یہ ہے کہ بھوسا دونوں میں مشترک ہے بقدر انکے حصہ کے مگر یہ کہ عرف یا شرط اسکے مخالف ہو چنانچہ غنایہ میں مذکور ہے کہ جہاں عادت کی شرط منصوص نہو وہاں عرف کا اعتبار ہے تو قنیہ کی عبارت اسی پر محمول ہے یعنی مزارع بالربع مستحق نہیں ہوتا بسبب شرط یا عرف کے اور مزارع بالثلث مستحق نصف کا ہوتا ہے شرط اور عرف کے سبب سے اور اس تقریر سے اشکال زائل ہو گیا اور اسپر دلیل بدائع کا قول ہے کہ ہمارے زمانے میں شیخ الائمہ بخاری کا جواب تھا ہے کہ مزارع بالربع کیواسطے کچھ بھوسا نہیں عرف اور رواج کے سبب سے کذا فی الحلبی والطحطاوی مختصرا وکذا صحت لو کان الارض والبذر لزید والبقر والعمل للآخر او الارض لہ والباقی للآخر او العمل لہ والباقی للآخر فہذہ الثلثۃ جائزۃ اور اسی طرح مزارعت صحیح ہے اگر زمین و بیج زید کا ہو اور بیل اور عمل دوسرے کا یا زمین زید کی اور باقی تین چیزیں یعنی بیل اور بیج اور عمل دوسرے کا ہو یا عمل زید کا ہو اور باقی تین چیزیں یعنی زمین اور بیج اور بیل دوسرے کا ہو تو یہ تین صورتیں جائز ہیں وبطلت فی اربعۃ اوجہ لو کان الارض والبقر لزید والبقر والبذر لہ والآخران للآخر او البقر او البذر لہ والباقی للآخر فہی بالتقسیم العقلی سبعۃ اوجہ لانہ اذا کان من احدہما واحد والثلثۃ من الآخر فہی اربعۃ واذا کان من احدہما اثنان واثنان من الآخر فہی ثلثۃ اور مزارعت باطل ہے چار صورتوں میں اگر زمین اور بیل زید کے ہوں یا بیل اور بیج اسکا اور باقی دو چیزیں دوسرے کی

ہوں یا بیل یا بیج زید کا ہو اور باقی دوسرے کا ہو تو یہ صورتیں باعتبار تقسیم عقلی کے سات وجہ پائیں اسواسطے کہ ارکان اربعہ یعنی زمین اور بیج اور بیل اور عمل میں سے
احد العاقدین کی طرف سے ایک ہو اور باقی تین دوسرے کی طرف سے تو یہ چار صورتیں ہیں اور جبکہ ایک طرف سے دو ہوں اور دوسرے کی طرف سے بھی دو ہوں
تو تین صورتیں ہیں ومتی دخل ثالث فالکثر بحصتہ فسدت اور جبکہ داخل ہو تیسرا شخص زیادہ حصہ مقرر کرکے تو مزارعت فاسد ہوگی م اور اگر چار شخص شریک ہوں
مزارعت میں اس طرح کہ ایک کی زمین ہو اور دوسرے کا بیج اور تیسرے کا عمل اور چوتھے کا بیل تو یہ جائز نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کذا فی الطحطاوی
عن الوہبانیہ وشرحہا واذا صحت فالخارج علی الشرط اور جبکہ مزارعت صحیح ہوگئی تو جو غلہ پیدا ہو وہ شرط کے موافق قسمت ہو ولا شیٔ للعامل ان لم یخرج
شیٔ فی الصحیحۃ اور عامل کیواسطے کچھ نہیں اگر کچھ غلہ پیدا نہ ہو مزارعت صحیحہ میں م اسواسطے کہ استحقاق عامل کا شرکت فی الخارج سے ہے اور خارج کچھ نہیں بخلاف مزارعت
فاسدہ چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا ویجبر من ابی علی المضی الا رب البذر فلا یجبر قبل القائہ وبعدہ یجبر اور زبردستی کیجاوے مزارعت قائم رکھنے کی اُس شخص پر
جو انکار کرتا ہے مگر صاحب تخم کہ اسپر جبر نہوگا بیج ڈالنے سے پہلے اور بیج ڈالنے کے بعد جبر ہوگا کذا فی الدرر ومتی فسدت المزارعۃ فالخارج لرب البذر لانہ نماء ملکہ
اور جبکہ مزارعت فاسد ہو تو جو غلہ وغیرہ پیدا ہو وہ بیج والے کا ہے اسواسطے کہ اسکی ملک کی افزائش اور بڑھوتی ہے یعنی جو پیدا ہوا بیج سے پیدا ہوا ویکون للآخر اجر
مثل عملہ او ارضہ ولا یزاد علی الشرط بالعامل الخ عند محمد اور دوسرے شخص کو اسکے عمل یا اسکی زمین کی اجرت مثل ہوگی یعنی اگر صاحب تخم صاحب زمین ہے تو عامل کو اسکے
عمل کی مزدوری دیجاویگی اور اگر صاحب تخم عامل ہے تو صاحب زمین کو زمین کا اجر دیا جاوے گا اور اجرت زیادہ نہ کیجاوے گی شرط پر پہونچے جہاں تک پہونچے
محمد کے نزدیک وان لم یخرج شیٔ فی الفاسدۃ فان کان البذر من قبل العامل فعلیہ اجر مثل الارض والبقر وان کان من قبل رب الارض فعلیہ
اجر مثل العامل حاوی اور اگر مزارعت فاسدہ میں کچھ پیدا نہو تو اگر بیج عامل کی طرف سے ہووے تو ویسی زمین و بیل کی اجرت اسپر واجب ہوگی اور اگر بیج
مالک کی زمین کی طرف سے ہو تو اسپر ویسی عامل کی اجرت لازم ہوگی کذا فی الحاوی ولو امتنع رب الارض من المضی فیہا وقد کرب العامل فی الارض
فلا شیٔ لہ بکرابہ حکما ای فی القضاء اذ لا قیمۃ للمنافع ویسترضی دیانۃ فیفتی بان یوفیہ اجر مثلہ لغرہ اور اگر زمین کا مالک مزارعت کے جاری رکھنے سے باز رہے
اور حالانکہ عامل نے زمین میں جوتائی کی ہے تو قاضی کے حکم میں اسکے واسطے کچھ نہیں یا اجرت اسکے جوتنے کی اسواسطے کہ منافع کی قیمت نہیں ہوتی اور دیانت
میں یعنی فیما بینہ وبین اللہ اسکو راضی کرنا چاہیے تو یہ فتوی دیا جاوے کہ زمین کا مالک عامل کی اجرت مثل ادا کرے بسبب فریب کھانے کے یعنی عقد مزارعت سے اُسنے
فریب کھایا کہ اور کام سے باز رہا اور جوتنے میں مشغول رہا وتفسخ المزارعۃ بدین محوج الی بیعہا اذا لم ینبت الزرع لکن یجب ان یسترضی المزارع دیانۃ
اذا عمل کما مر اور عقد مزارعت فسخ کر ڈالا جاوے بسبب اُس دین کے جو مضطر کردے زمین کی بیع کرنے کی طرف جبکہ کھیت نہ اُگا ہو لیکن دیانۃ واجب ہے کہ مزارع
کو راضی کیا جاوے جبکہ وہ کچھ محنت کر چکا ہو چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی چوتھائی کی اجرت اسکو دینا چاہیے م دین محوج الی البیع وہ ہے کہ کوئی جائداد نہ ہو اسکے ادا کرنے
کی ثمن ارض کے سوا اما اذا نبت ولم یستحصد لم تبع الارض لتعلق حق المزارع حتی لو اجاز جاز اور اگر کھیت اوگا ہو اور ہنوز پختہ نہیں ہوا کہ کاٹا جاوے تو زمین کی
بیع نہ ہوگی بسبب متعلق ہونے حق مزارع کے تو اگر مزارع بیع کو جائز کردے تو بیع جائز ہوگی فان مضت المدۃ قبل ادراک الزرع فعلی العامل اجر مثل
نصیبہ من الارض الی ادراکہ ای الزرع کما فی الاجارۃ پھر اگر مزارعت کی مدت گذر جاوے کھیت کی پختگی سے پہلے تو عامل یعنی مزارع پر کھیت کے پختہ ہونے تک
اجرت واجب ہے بقدر اسکے حصہ کے زمین سے چنانچہ اجارہ میں اجرت واجب ہوتی ہے م یعنی اگر مزارع کا حصہ غلہ میں تہائی ہو تو زمین کی اجرت کی تہائی اسپر واجب
ہے اور نفقہ دونوں پر ہوگا اس صورت میں کذا فی الدرر بخلاف ما لو مات احدہما قبل ادراک الزرع حیث یکون الکل علی العامل او وارثہ لبقاء العقد استحسانا کما سیجیٔ
بخلاف اُس صورت کے کہ اگر عامل یا صاحب زمین مر گیا کھیت پکنے سے پہلے کیونکہ وہاں کل یعنی عمل اور کھیت کا خرچ اور نگہبانی کی اجرت کذا فی الزیلعی
عامل پر یا اسکے وارث پر ہوگی بسبب باقی رہنے عقد کے استحسانا چنانچہ آگے آوے گا م طحطاوی نے کہا یہ دوسرے محل کی گفتگو ہے اسکا ذکر آگے آویگا

دفع رجل ارضہ الی آخر علی ان یزرعہا بنفسہ وبقرہ والبذر بینہما نصفان والخارج بینہما کذلک فعملا علی ہذا فالمزارعۃ فاسدۃ ویکون
الخارج بینہما نصفین ولیس للعامل علی رب الارض اجر لشرکتہ فیہ والعامل یجب علیہ اجر نصف الارض لصاحبہا لفساد العقد ایک مرد نے اپنی زمین
دوسرے کو دی اس شرط پر کہ وہ شخص بذات خود اور اپنے بیل سے زراعت کرے اور بیج دونوں میں نصفا نصف ہوا ور جو غلہ پیدا ہو وہ بھی دونوں میں
اسی طرح نصفا نصف ہو سو مزارع اور اُسکے بیل نے اسی شرط پر زراعت کی تو مزارعت فاسد ہی اور غلہ دونوں میں نصفا نصف ہوگا اور مزارع کا صاحب
زمین پر کچھ اجر لازم نہیں بسبب اُسکے شریک ہو جانے کے غلہ میں اور عامل پر نصف زمین کی اجرت واجب ہی صاحب زمین کیواسطے بسبب فاسد ہونے عقد کے
وکذا لو کان البذر ثلثین من احدہما وثلثہ من الآخر والریع بینہما نصفین او علی قدر بذرہما فہو فاسد ایضا لاشتراطہ الاعارۃ فی المزارعۃ عمادیہ اور اسی
طرح اگر دو تہائی بیج ایک شخص کی طرف سے ہو اور ایک تہائی دوسرے کی طرف سے ہو اور حاصل غلہ دونوں میں آدھوں آدھ یا غلہ بقدر اُنکے بیج کے تو وہ بھی فاسد
ہی بسبب شرط کرنے مالک زمین کے عاریت دینے کو مزارعت میں کذا فی العمادیہ یعنی اسواسطے کہ مالک زمین نے عامل پر بیل کا عاریت دینا شرط کیا کذا فی
الطحطاوی وعلم ان نفقۃ الزرع مطلقا بعد مضی المدۃ المزارعۃ علیہما بقدر الحصص اور معلوم کر کہ کھیت کا خرچ مطلقا بعد گذر جانے مدت مزارعت کے دونوں
پر ہی بقدر اُنکے حصوں کے یہ مطلقا یعنی خواہ صرف کی حاجت ہو کھیت کے پختہ ہونے سے پہلے یا بعد اُسکے کذا فی الحلبی واما قبل مضیہا فکل عمل قبل انتہاء الزرع
کنفقۃ بذر ومؤنۃ حفظ وکری نہر علی العامل ولو بلا شرط فاذا انتہی بقی مالا مشترکا بینہما فیجب علیہما مؤنۃ الحصاد والدیاس کذا حررہ المصنف وحمل علیہ اصل صدر الشریعۃ
فلیحفظ اور مزارعت کی مدت گذر جانے سے پہلے تو جو عمل کھیت پختہ ہونے کے قبل ہی جیسے بیج کا صرف اور نگہبانی اور نہر صاف کرنے کی محنت ہی وہ عامل پر ہی اگرچہ
اسکی شرط نہ ہوئی ہو پھر جب کھیت پختہ ہو کر کمال کو پہونچا تو اب مال مشترک ہو کر باقی رہیگا تو عامل اور مالک زمین دونوں پر خرچ اُسکا واجب ہوگا چنانچہ کھیت کے
کٹنے اور دائین چلانے کی اجرت اسی طرح تحریر کی ہی مصنف نے اپنی شرح میں اور اسی پر یعنی ما قبل مضی مدت پر صدر الشریعۃ کے قاعدہ کو محمول کیا ہی تو اسکو
یاد رکھنا چاہیئے صدر الشریعۃ لیون ن کہا ہی کہ جو عمل قبل پختگی کے ہی وہ عامل پر ہی مصنف نے یہ محمول قبل انقضاء مدت مزارعت پر بابقاء عقد اور استحقاق
عمل عامل پر تصور کیا کیونکہ مدت کے بعد نہ عقد ہی نہ استحقاق فان شرطاہ علی العامل فسدت کما لو شرطاہ علی رب الارض پھر اگر عاقدین نے بعد پختگی عمل شرط
کیا عامل یعنی مزارع پر تو عقد فاسد ہی چنانچہ فاسد ہی اگر صاحب زمین پر عمل کو شرط کیا یعنی اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہیں کیا کذا فی الطحطاوی بخلاف
مالو مات رب الارض والزرع بقل فان العمل فیہ جمیعا علی العامل او وارثہ لبقاء مدت العقد والعقد یوجب علی العامل عملا یحتاج الیہ الی انتہاء الزرع کما مر
برخلاف سابق یہ صورت ہی کہ اگر صاحب زمین مر گیا اور کھیت ہنوز گھاس اور ساگ ہی یعنی دانہ نہیں نکلا تو اُسمین تمام عمل عامل پر ہی یا اُسکے وارث پر بسبب
باقی رہنے مدت عقد کے اور عقد واجب کرتا ہی عامل پر وہ عمل جسکی طرف حاجت ہی تا انتہاء زرع چنانچہ مذکور ہو چکا علی نے کہا قولہ بخلاف مرتبط ہی قولہ
ونفقۃ الزرع علیہما بالحصص سے ولو مات قبل البذر بطلت ولا شیء للکراب کما مر وکذا لو فسخت بدین محوج مجتبی اور اگر زمین کا مالک مر گیا بیج ڈالنے سے پہلے تو
عقد باطل ہو گیا اور مزارع کی جوتائی کی کچھ اجرت نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا اور اسی جوتائی کی کچھ اجرت نہ ہوگی اگر مزارعت فسخ کی گئی بسبب اُس دین کے جو
مضطر کردے بیع زمین کی طرف کذا فی المجتبی وصح اشتراط العمل کحصاد ودیاس ونسف علی العامل عند الثانی للتعامل وہو الاصح وعلیہ الفتوی ملتقی اور صحیح ہی
شرط کر لینا عمل کا چنانچہ کھیت کا کاٹنا اور ماندنا اور غلہ کو بھوسے سے صاف کرنا ابو یوسف کے نزدیک بسبب رواج اور عرف کے اور یہی قول اصح ہی اور اسی پر فتوی
بیلوں سے روندنا
ہی کذا فی الملتقی مع عمل مذکور بلا شرط عاقدین پر ہی اور شرط سے مزارع پر لازم ہی بحکم عرف کذا فی الطحطاوی عن الخانیہ والغلۃ فی المزارعۃ مطلقا ولو فاسدۃ امانۃ
فی ید المزارع ثم فرع علیہ بقولہ مزارعت میں مطلقا اگرچہ مزارعت فاسدہ ہو غلہ امانت ہی مزارع کے ہاتھ میں پھر مصنف نے اس قول پر تفریع کی بقول آئندہ
فلا ضمان علیہ لو ہلکت الغلۃ فی یدہ بلا صنعہ فلا تصح بہا الکفالۃ تو مزارع پر تاوان نہیں اگر غلہ تلف ہو گیا اسکے پاس بدون اُسکے کرتب کے تو غلہ کی ضمانی صحیح نہیں

ثم لو کفل بحصته ان استهلکها صحت المزارعة والکفالة ان لم یکن علی وجه الشرط والا فسدت المزارعة خانیہ یعنی اگر ایک شخص ضامن ہوا صاحب زمین کے
حصہ کا اگر مزارع اسکو تلف کردے تو مزارعت اور ضمانت دونوں صحیح ہیں بشرطیکہ کفالت بطریق شرط کے نہ ہو اور اگر بطریق شرط کے ضمانت ہوگی تو مزارعت
فاسد ہوجاویگی کذا فی الخانیہ ہم کفالت مذکورہ اسواسطے صحیح ہوئی کہ وجوب ضمان کے سبب کیطرف مضاف ہوئی یعنی استہلاک کی طرف ومثلہ فی الحکم المعاملة
ای المساقاة فان حصة الدهقان فی ید العامل امانة اور مزارعت کے مانند حکم میں معاملت یعنی مساقاة ہے اسواسطے کہ زمیندار کا حصہ عامل کے پاس
امانت ہے واذا قصر المزارع فی سقی الارض حتی هلك الزرع بهذا السبب لم یضمن المزارع فی المزارعة الفاسدة ویضمن فی الصحیحة لوجوب العمل علیه فیها
لما هو فی یده امانة فیضمن بالتقصیر اور جبکہ مزارع نے قصور کیا زمین کے سینچنے میں یہانتک کہ کھیت خشک ہوگیا اس سبب سے تو مزارع تاوان نہ دے مزارعت
فاسدہ میں اور تاوان دے مزارعت صحیحہ میں بسبب واجب ہونے عمل کے مزارع پر صحیحہ میں نہ فاسدہ میں چنانچہ مذکور ہوچکا اور غلہ اسکے پاس امانت ہے تو ضمان دے گا
بسبب تقصیر کے فی السراجیة اکار ترک السقی عمدا حتی یبس ضمن وقت ما ترك السقی قیمته نابتا فی الارض وان لم یکن للزرع قیمة قومت الارض مزروعة وغیر مزروعة فیضمن فضل
ما بینهما سراجیہ میں ہے ایک مزارع نے سینچنا عمداً چھوڑ دیا یہانتک کہ کھیت خشک ہوگیا تو سینچائی چھوڑنے کے وقت جو زمین میں جمے کھیت کی قیمت ہو اسکا تاوان دے
اور اگر کھیت کی کچھ قیمت نہو تو زمین مزروعہ اور غیر مزروعہ کی قیمت مقرر کیجائے تو جسقدر دونوں میں زیادتی ہو اتنا ضمان دے یعنی مثلاً اگر زمین مزروعہ کی قیمت چالیس ہو
اور غیر مزروعہ کی تیس تو دس کا ضمان دے فروع مسائل ملحقہ شارح کے اخر الاکار السقی ان تاخیرا معتادا لا یضمن والا ضمن مزارع نے سینچائی میں تاخیر کی تو اگر ویسی تاخیر
کی عادت ہو مزارعین میں اور کھیت خشک ہوجاے تو تاوان نہ دے اور اگر تاخیر غیر معتاد ہو تو تاوان دے شرط علیه الحصاد فتغافل حتی هلك ضمن الا ان یؤخر تاخیرا معتادا
مزارع پر کھیت کا کاٹنا مشروط ہوا سو اسنے یہانتک غفلت کی کہ وہ تلف ہوگیا تو وہ تاوان دے مگر یہ کہ اتنی تاخیر کرے جسکی عادت ہے تو تاوان نہیں ترک
حفظ الزرع حتی اکله الدواب ضمن وان لم یرد الجراد حتی اکل کله ان امکن طرده ضمن والا لا بزازیہ مزارع نے نگہبانی کھیت کی یہانتک چھوڑ دی کہ اسکو چوپائے جانور
کھا گئے تو تاوان دے اور اگر اسنے ٹڈی نہ ہانکی یہانتک کہ سارا کھیت کھا گئی تو اگر اسکا ہانکنا ممکن تھا تو تاوان دے اور اگر ممکن نہ تھا تو تاوان نہیں
کذا فی البزازیہ زرع ارض رجل بلا امره طالبه بحصة الارض فان کان العرف جری فی تلك القریة بالنصف او الثلث ونحوه وجب ذلك ایک مرد نے دوسرے مرد کی زمین
میں زراعت کی بدون اسکے امر کے تو صاحب زمین اس سے حصہ زمین کا مطالبہ کرے تو اگر اسکا گانوں میں عرف جاری ہو نصف یا ثلث اور مانند اسکے تو وہی واجب
ہوگا حرث بین رجلین ابی احدهما ان یسقیه اجبر فلو فسدت قبل رفعه للحاکم لا ضمان علیه وان رفع الی القاضی وامره بذلك ثم امتنع ضمن جواهر الفتاوی ایک کھیت
ہے دو شخصوں کی شراکت میں ایک شخص نے اسکے سینچنے سے انکار کیا تو اسپر زبردستی کیجائے سینچنے میں اور اگر کھیت بگڑ گیا حاکم سے نالش
کرنے سے پہلے تو اسپر تاوان نہیں اور اگر اسنے قاضی سے نالش کی اور اسنے اسکو سینچنے کا حکم کیا پھر بھی اسنے نہ مانا تو اسپر تاوان لازم ہوگا کذا فی
جواہر الفتاوی ہم ظاہر اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ کھیت مشترک ہے نہ بطریق مزارعت کے ہو اسلیئے مزارعت کا حکم مصنف و شارح ذکر کرچکا ہے شرط البذر علی المزارع
ثم زرعها رب الارض ان علی وجه الاعانة فمزارعة والا فنقض لها بیج شرط ہوا مزارع پر پھر کھیت بویا صاحب زمین نے تو اگر یہ بوجہ اعانت ہے تو مزارعت ہے اور نہیں تو
مالک کا بونا مزارعت کا توڑ دینا ہے دفع الارض المستاجرة من الآجر فزارعة جاز ان البذر من المستاجر ومعاملة لم یجز مستاجر نے اجارہ کی زمین مالک زمین کو
دی بطریق مزارعت کے تو جائز ہے اگر بیج مستاجر کا ہو اور اگر بطریق مساقاة کے دی تو جائز نہیں استاجر ارضا ثم استاجرها صاحبها لیعمل فیها جاز الکل
من منح المصنف مستاجر نے زمین اجارہ لی پھر مستاجر سے مالک زمین نے زمین اجارہ لی تا اسمیں عمل کرے تو جائز ہے یہ سب مسائل مصنف کی شرح
منح الغفار سے منقول ہیں ہم عمل سے ہر قسم کا عمل مراد ہے سوائے مساقاة کے اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ مالک کو بطریق مساقات کے زمین دینا جائز
نہیں قلت وفیه آخر باب جنایة البهیمة معزیا للخلاصة لیسا فی ضیع او البستان دخل حتی دخل الماء وتلفت الکروم والجیلان قال یضمن الکروم لا الجیلان ولو فیه بسرم

ضمن الحصرم والعنب للنهاية فصار خطأ عليهما قلت لشمين العنب في عرفنا انتهى مين کہتا ہون اور منح الغفار مين جناية البهيمة كے آخر باب مين خلاصہ سے منقول ہی کہ بستانی یعنی مساقی نے ضائع کردیا کام باغ کا اور غافل ہوگیا یہان تک کہ پانی باغ مین داخل ہوا اور انگور کے درخت اور دیوارین تلف ہوگئین صاحب خلاصہ نے کہا کہ تاوان دے درختون کا نہ دیوارون کا اور اگر درختون مین خام انگور ہو تو اُسکا بھی تاوان دے نہ پختہ انگور کا اسواسطے کہ وہ اپنے کمال کو پہونچ گیا تو اُسکی نگہبانی مساقی اور مالک دونون پر واجب ہوگئی مین کہتا ہون اور ہمارے عرف مین پختہ انگور کا بھی تاوان دے انتہی انی المنح انفق بلا اذن الآخر ولا امر قاض فهو متبرع كمرمة دار مشتركة خرچ کیا بلا اذن دوسرے کے اور بدون امر قاضی کے تو وہ متبرع ہی یعنی اُسنے احسان کیا دوسرے سے خرچ کا مطالبہ نہین کرسکتا جیسے مشترک گھر کا مرمت کرنا بلا اذن شریک موجب رجوع نہین ہی صورت اُسکی یہ ہی کہ مزارع غائب ہی انقضاء مدت سے پہلے تو شخص حاضر خرچ کرے قاضی کا حکم لیکر اور جو صرف کیا غائب سے پھیرلے خواہ کھیت باقی رہے یا تلف ہوجاے اور اسی طرح اگر مزارع محتاج ہو جسکا کچھ مال نہین تو یہی جواب ہی اور اگر بدون حکم قاضی صرف کریگا تو متبرع ہوگا اور اگر مدت اجارہ منقضی ہوگئی اور مالک زمین غائب ہوگیا اور کھیت ہنوز گھاس ہی تو قاضی مزارع کو خرچ کرنیکا حکم نہ دے مگر جب گواہی سے ثابت ہو کہ کھیت اُنکے درمیان مشترک ہی اور اگر بدون امر قاضی خرچ کریگا تو متطوع ٹھہریگا کذا فی الطحطاوی مختصرا مات احدهما فقال وارثه انا اعمل الى ان يستحصد فله ذلك الى ان يدرك الارض متفق مزارع مرگیا سو اُسکے وارث نے کہا کہ مین عمل کرونگا کھیت کاٹنے تک تو وہ اُسکو درست ہی اگرچہ صاحب زمین نہ مانے کذا فی الملتقی وفی الوہبانیة سه ویاخذ ارضا لليتيم وصيه مزارعة ان كان ماهو مبذر + اور یتیم کا وصی یتیم کی زمین لے بطریق مزارعت کے اگر یتیم نہ بیج ڈالنے والا ہو اگر بیج وصی کا ہو تو مزارعت جائز ہی اور اگر یتیم کا بیج ہو تو جائز نہین اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الطحطاوی سه ولو قال بذر الارض مني مزارع + له القول بعد الحصد والخصم ينكر + اور اگر مزارع کہے کہ زمین کا بیج میرا ہی تو اسی کا قول مقبول ہوگا

کاٹنے کے بعد اور حالانکہ طرف ثانی اُسکا منکر ہی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الکریم

كتاب المساقاة

یہ کتاب ہی مساقاة کے احکام مین لایخفی مناسبتها پوشیدہ نہین مناسبت مساقاة کی مزارعت سے اسواسطے کہ دونون عقد شرعی ہین تحصیل منفعت کیواسطے فرق اتنا ہی کہ مزارعت مین کھیت کی خبرگیری ہی سینچنے وغیرہ سے اور مساقاة مین باغ اور درختون کی اصلاح ہی سینچائی وغیرہ سے ہی المعاملة بلغة اهل المدينة مساقاة اہل مدینہ کی زبان مین معاملت ہی یعنی اہل مدینہ مساقاة کو معاملہ کہتے ہین فهي لغة وشرعا معاقدة دفع الشجر والكروم ولو المراد بالشجر ما يعم غير المثمر كالحور والصفصاف لم اره الى من يصلحه بجزء معلوم من ثمره تو مساقاة باعتبار لغت اور شرع کے عبارت ہی معاقدہ دفع شجر سے یعنی درخت اور انگور کی بیل دینا اُس شخص کو جو درخت کی اصلاح کرے کچھ اُسکے معین پھلون پر اور کیا شجرہ سے وہ درخت بھی مراد ہی جو درخت غیر مثمر کو بھی شامل ہو چنانچہ جوز اور صفصاف کا درخت مین نے اُسکو نہین دیکھا کتب فقہ مین ہم یعنی مساقاة کے معنی لغوی اور شرعی مین کچھ فرق نہین اور یہی قول تمام یہ مین ہی اور ظاہر کلام زیلعی اور عینی اور مسکین اور درر مغائرت پر دلالت کرتا ہی زیلعی نے اور اسی طرح صاحب درر نے کہا مساقاة مفاعلت ہی سقی سے حلبی نے کہا تعریف مساقاة مین ثمر مصرح ہی تو اشجار غیر مثمرہ کو کیونکر شامل ہوگی مگر یون جواب دیا جاے کہ ذکر اُسکا بنا بر عادت حال کے ہی وهي كالمزارعة حكما وخلافا اور مساقاة مزارعت کے مانند ہی از روے حکم اور اختلاف کے یعنی امام کے نزدیک مساقاة صحیح نہین برخلاف صاحبین کے اور حکم مساقاة یہ ہی کہ وہ صحیح ہی اور اسی پر فتوی ہی وکذا شروطا تمكن فيها ليخرج بيان البذر ونحوه اور اسی طرح مساقات مزارعت کے مانند ہی اُن شروط مین جو بیان ممکن ہین امکان کی قید اسواسطے لگائی تا بیج وغیرہ کا جیسا نچہ اُسکی جنس اور مقدار کا بیان کرنا نکل جاے تم شروط ممکنہ مساقاة چنانچہ اہلیت متعاقدین کی اور بیان کرنا حصہ عامل کا اور تخلیہ کردینا عامل اور اشجار مین اور شرکت پھل مین جو پیدا ہو الا فی اربعة اشياء فلا تشترط فيها اذا امتنع احدهما يجبر عليه اذ لا ضرر بخلاف المزارعة كما مر مگر چار چیزون مین سو وہ یہان شرط نہین ہوتی ایک یہ کہ جبکہ احد العاقدین انکار کرے تو اُسپر مساقاة مین جبر کیا جاویگا اسواسطے کہ کوئی ضرر نہین برخلاف مزارعت چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اگر صاحب تخم مزارعت مین انکار کرے تو اُسپر جبر نہین واذا انقضت المدة

ترک بلا اجر و یعمل بلا اجر و فی المزارعۃ باجر اور جبکہ مساقاۃ کی مدت منقضی ہو جائے تو چھوڑ دیجائے بدون اجر کے اور اسمین عمل کیا جائے بدون اجر کے اور مزارعت مین
اجرت کے ساتھ ہم یعنی مدت مساقاۃ اگر منقضی ہو جائے اور پھل خام ہون تو عامل کو جائز ہے کہ خبرگیری کیا کرے پھل پختہ ہونے تک جسطرح مزارع کو جائز ہے لیکن مزارعت
مین مزارع پر اجرت زمین کی بقدر اسکے حصہ کے واجب ہوگی اور مساقات مین بقدر اسکے حصہ کے اجرت واجب نہین اسواسطے کہ استجار درخت کا اجارہ درست نہین بخلاف مزارعت کے کہ وہان زمین کا
اجارہ ہوگا اور وہ درست ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی واذا استحق النخیل یرجع العامل باجر مثلہ و فی المزارعۃ بقیمۃ الزرع اور جبکہ نخلستان مین استحقاق غیر ثابت ہو تو عامل
اپنی اجرت مثل بھرلے اور مزارعت مین کھیت کی قیمت لے ہم عامل اسوقت اجر مثل لیگا جبکہ کھجور مثمرہ ہو اور اگر پھل نہون تو کچھ اجر نہین کذا فی الطحطاوی عن التاتارخانیہ والرابع
بیان المدۃ لیس بشرط بنا استحسانا للعلم بوقتہ عادۃ اور چوتھی چیز جو مزارعت مین شرط ہے اور مساقاۃ مین نہین بیان کرنا ہے مدت کا سو بیان مدت یہان استحسانا شرط نہین
بسبب معلوم ہونے اسکے وقت کے بطریق عادت کے ہم یعنی پختگی پھل کا وقت مقرر ہے اسمین کم تفاوت پڑتا ہے وحینئذ تقع علی اول ثمر یخرج فی اول السنۃ اور اسوقت
یعنی درصورت عدم ذکر مدت مساقاۃ واقع ہوگی پہلے پھل پر اور جو پیدا ہوا اول سال مین ہم یعنی مساقاۃ منعقد ہوگی اول ثمر پر جو اس سال مین خارج ہو اسواسطے کہ وہ متیقن
ہے اور مابعد اسکا مشکوک ہے و فی الرطبۃ علی ادراک بذرہا اذا الرغبۃ فیہ وحدہ اور درصورت عدم بیان مدت رطبہ مین مساقات منعقد ہوگی اسکے بیج کے پکنے پر اسواسطے کہ
فقط بیج ہی مین رغبت ہوتی ہے ہم رطبہ بفتح اول ولایت مین حمار چارہ ہے ایکبار کا بویا سالہا سال رہتا ہے اسکے بیج کی زیادہ قدر ہے طحطاوی نے کہا رطبہ جبتک تر
رہتا ہے اسکو قضب کہتے ہین اور اہل مصر برسیم کہتے ہین اور خشک کو دریس بولتے ہین اور بعضون نے کہا رطبہ سے بقول مراد ہین چنانچہ شارح نے قول ثانی پر اقتصار کیا ہے انکی
عبارت مین انتہی در فارسی مین رطبہ کو سپست کہتے ہین فان لم یخرج فی تلک السنۃ ثمرۃ فسدت اور اگر اس سال مین پھل نہ پیدا ہو تو مساقاۃ فاسد ہوگی درصورت عدم بیان
مدت ولو ذکر مدۃ لا یخرج الثمرۃ فیہا فسدت اور اگر ایسی کم تر مدت ذکر کرے جسمین پھل نہ پیدا ہو تو مساقاۃ فاسد ہے ولو تبلغ الثمرۃ فیہا او لا تبلغ صح لعدم التیقن بفوات
المقصود اور اگر اتنی مدت مذکور ہو کہ گاہے اسمین پھل پختہ ہوا اور گاہے نہ پختہ ہو تو عقد صحیح ہے بسبب عدم تیقن فوت مقصود کے ہم بلکہ اس مدت مین مقصود کا احتمال ہے اور بسبب
عدم فوت کے احتمال موجود ہے مساقاۃ اور مزارعت مین فلو خرج فی الوقت المسمی فعلی الشرط لصحۃ العقد والا فسدت فللعامل اجر المثل لیدوم عملہ الی ادراک الثمر تو اگر پھل
پیدا ہو وقت مسمی مین تو مساقاۃ اپنے مشروط پر ثابت ہے بسبب صحیح ہو جانے عقد کے اور اگر نہ پیدا ہو تو مساقاۃ فاسد ہے سو عامل کیواسطے اجرت مثل ہے تاکہ اسکا عمل ہمیشہ
رہے پھل پکنے تک ولو دفع غراسا فی الارض لم تبلغ الثمرۃ علی ان یصلحہا فما خرج کان بینہما تفسد ہذہ المساقاۃ ان لم یذکر اعواما معلومۃ وان ذکر ذلک صح اور
اگر ایسے پودے درخت کے جو زمین مین قائم ہین اور ہنوز انکے پھلنے کی نوبت نہین پہونچی مالک نے باغبان کو دیے اس شرط پر کہ انکی خبرگیری اور درستی کرے اور جو پھل پیدا ہوا وہ
دونو مین نصفا نصف ہو تو یہ مساقاۃ فاسد ہے اگر وہ چند سال مین کو ذکر نہ کرے اور اگر ذکر کرے تو اسکو عقد صحیح ہے ہم بیان مدت اس صورت مین اسلیے ضرور ہوا کہ ایسے درختون کا پھل لانا
نہایت متفاوت ہوتا ہے باعتبار قوت اور ضعف اراضی کے تو انکا اول ثمر پر محمول کرنا ممکن نہین کذا فی الزیلعی وکذا لو دفع اصول رطبۃ فی الارض مساقاۃ ولم یسم المدۃ
اور اسی طرح مساقاۃ فاسد ہے اگر رطبہ کی جڑین جو زمین کے اندر ہین بطور مساقات کے دین ہم یعنی بقا اصول تک مساقاۃ فاسد ہے اسواسطے کہ انکی انقطاع کی حد مقرر نہین کیونکہ
رطبہ کی جڑین بڑھا کرتی ہین جبتک زمین مین قائم ہین تو مدت مجہول ٹھہری کذا فی الزیلعی بخلاف الرطبۃ فانہ یجوز وان لم یسم المدۃ ویقع علی اول جزۃ یکون خلافا للرطبہ کے کہ اسکی
مساقاۃ جائز ہے اگرچہ مدت مذکور نہوا اور عقد واقع ہوگا اول تراش پر جو عقد کے بعد ہو ہم اسواسطے کہ اسکی نہایت کی حد ہے چنانچہ چھپ چکے کذا فی الدرر ولو دفع رطبۃ انتہی
جذاذہا علی ان یقوم علیہا حتی یخرج بذرہا ویکون بینہما نصفین جاز بلا بیان المدۃ والرطبۃ لصاحبہا اور اگر مالک وہ رطبہ دے جسکے قطع کا وقت منتہی ہوگیا
اس شرط پر کہ عامل اسکی خبرگیری کیا کرے یہانتک کہ اسکا بیج پیدا ہو اور بیج دونون مین نصفا نصف ہو تو مساقاۃ جائز ہے بدون بیان کرنے مدت کے اور رطبہ اسکے مالک کی ہم
اسواسطے کہ بیج کا وقت مزارعین کے نزدیک معلوم ہے اور بیج نکلا عامل کی محنت سے تو تناصف شرط کرنا صحیح ہوگیا اور رطبہ فقط مالک کا ہوا اسواسطے کہ عامل کی محنت کا اسمین کچھ
اثر نہین کذا فی الدرر ولو شرطا الشرکۃ فیہا ای فی الرطبۃ فسدت لشرطہما الشرکۃ فیما لا یخرج بعملہ اور اگر دونون نے رطبہ مین بھی شرکت شرط کی تو مساقات فاسد ہے اسواسطے کہ انھون نے

اسمیں شرکت شرط کی جو نہیں بڑھا عامل کی محنت سے یعنی رطبہ تو موجود تھا اسکی محنت سے پہلے وتصح فی الکرم والشجر والرطاب المراد منہا جمیع البقول و
اصول الباذنجان والنخل وخصہا الشافعی بالکرم والنخل اور مساقات صحیح ہے انگور کی بیل اور درخت اور رطاب میں رطاب سے مراد جمیع بقول ہیں اور مساقاۃ صحیح ہے
بیگن کی جڑ دن میں اور کھجور میں اور امام شافعی نے مساقات کو مخصوص کیا ہے انگور اور کھجور میں لو فیہا ای الشجر المذکور ثمرۃ غیر مدرکۃ یعنی تزید بالعمل وان مدرکۃ
قد تمت لا تصح کالمزارعۃ بعدم الحاجۃ مساقاۃ صحیح ہے اگر درخت مذکور میں کچا پھل ہو یعنی جو عامل کی محنت سے بڑھے اور اگر پختہ پھل ہو جو اپنی نہایت کو
پہونچ گیا تو مساقات صحیح نہیں مزارعت کے مانند عدم حاجت کے سبب سے دفع ارضا بیضاء مدۃ معلومۃ لیغرس وتکون الارض والشجر بینہما لا تصح لاشتراط
الشرکۃ فیما ہو موجود قبل الشرکۃ فکان کقفیز الطحان فیفسد زمین سفید یعنی خالی صاف زمین دی مدت معین پر تاکہ عامل اسمیں درخت لگادے اور زمین اور درخت دونوں میں
انہما نصف ہو تو مساقاۃ صحیح نہیں بسبب مشروط ہونے شرکت کے اس چیز میں جو موجود ہے شرکت سے پہلے یعنی زمین تو یہ قفیز الطحان کے مانند ہوا تو فاسد ہوگا
والثمر والغرس لرب الارض تبعا لارضہ وللآخر قیمۃ غرسہ یوم الغرس واجر مثل عملہ اور مسئلہ مذکورہ میں پھل اور درخت صاحب زمین کا ہے اسکی زمین کا تابع ہوکر
اور دوسرے شخص یعنی عامل کیواسطے اسکے درخت کی قیمت ہے جو قیمت کہ درخت لگانے کے دن تھی اور اسکے عمل کی اجرت مثل ہے وحیلۃ الجواز ان یبیع نصف الغرس بنصف الارض
ویستاجر رب الارض العامل ثلث سنین مثلا بشئ قلیل لیعمل فی نصیبہ صدر الشریعۃ اور شرکت مذکورہ کی جواز کا یہ حیلہ ہے کہ عامل آدھے درختوں کو عوض آدھی زمین کے بیع کرے اور
زمین کا مالک عامل کو مثلا تین سال کے واسطے نوکر رکھ لے تھوڑی سی اجرت پر تاکہ مالک کے حصہ میں وہ محنت کرکے تیار کردے کذا فی شرح الوقایہ لصدر الشریعۃ تو
اس تدبیر سے صاحب زمین نصف زمین اور نصف درختوں کا مالک ہوگا اور اسی طرح عامل نصف زمین و نصف درختوں کا مالک ٹھہریگا اور تین سال سے مراد وہ مدت ہے
جسمیں درخت پھلنے کے لائق ہوجاویں ذہبت الریح بنواۃ رجل والقتہا فی کرم آخر فنبتت منہا شجرۃ فہی لصاحب الکرم اذ لا قیمۃ للنواۃ ایک مرد کی گٹھلی کو ہوا
اڑالے گئی اور دوسرے شخص کے باغ میں اسکو ڈالا سو اس سے درخت جما تو وہ درخت صاحب باغ کا ہے سو اسطے کہ گٹھلی کی کچھ قیمت نہیں وکذا لو وقعت خوخۃ فی
ارض غیرہ فنبتت لان الخوخۃ لا تنبت الا بعد ذہاب لحمہا اور اسی طرح اگر شفتالو دوسرے کی زمین میں گرا پھر وہاں جما تو زمین کے مالک کا ہوگا اسواسطے کہ شفتالو نہیں
جمتا مگر اسکے گوشت کے جانے کے بعد یعنی جمنے کے وقت فقط گٹھلی باقی رہی اور گٹھلی کی کچھ قیمت نہیں وتبطل ای المساقاۃ کالمزارعۃ بموت احدہما وبمضی
مدتہما والثمر نیٔ ہذا قید لصورتی الموت ومضی المدۃ اور مساقات مزارعت کے مانند باطل ہوجاتی ہے احد العاقدین کی موت سے اور مساقاۃ کی مدت منقضی ہوجانے
سے اور حالانکہ پھل کچا ہے شارح نے کہا یہ یعنی خامی ثمر موت اور انقضاء مدت دونوں کی قید ہے فان مات العامل تقوم ورثتہ علیہ ای علیہا ای حتی یدرک الثمر وان
کرہ الدافع ای رب الارض وان ارادوا القلع لم یجبروا واعطی الحکم سو اگر عامل مرگیا تو اسکے وارث اسپر قائم رہیں اگر چاہیں یہانتک کہ پھل پختہ ہو اگرچہ دینے والا یعنی زمین
کا مالک اسکو پسند نہ کرے اور اگر وارث پھل توڑنا چاہیں تو عمل کرنے پر انپر جبر نہ ہوگا ام اور مالک زمین کو اس صورت میں تین امر میں اختیار ہے چاہے وارثوں کے ساتھ
وہ بھی کچا پھل توڑلے اور قسمت کرلے اور چاہے عامل کے حصہ کی قیمت دے اور سب پھلوں کا مالک ہو اور چاہے خرچ کرکے پھلوں کی خبرگیری کرادے انکی پختگی تک اور
جو صرف ہو وہ عامل کے حصہ سے جو پھلوں میں ہے مجرا کرلے کذا فی الطحطاوی وان مات الدافع یقوم العامل کما کان وان کرہ ورثۃ الدافع دفعا للضرر اور اگر دینے والا
یعنی مالک زمین مرجاوے تو قائم رہے عامل عمل پر جسطرح پہلے تھا اگرچہ مالک کے وارث راضی نہوں یہ حکم دفع ضرر کے سبب سے ہے ام اور اگر عامل کچے پھل توڑ لینے
پر راضی ہو تو اسکو اختیار ہے اسواسطے کہ عقد کا باقی رکھنا اسکے ضرر دفع کرنے کے واسطے تھا تو اگر وہ خود راضی ہوا اپنے ضرر پر تو عقد باطل ہوگا اور مالک زمین
کے وارثوں کو خیارات ثلثہ مذکورہ میں ہیں کذا فی الطحطاوی وان ماتا فالخیار فی ذلک لورثۃ العامل کما مر اور اگر عامل اور مالک زمین دونوں مرگئے تو اسمیں عامل
کے وارثوں کا اختیار ہے چنانچہ مذکور ہو چکا وان لم یمت احدہما بل انقضت مدتہا ای المساقاۃ فالخیار للعامل ان شاء عمل علی ما کان اور اگر احد العاقدین سے
کوئی نہ مرگیا بلکہ مساقاۃ کی مدت منقضی ہوگئی تو عامل کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو عمل کیا کرے جسطرح مدت کے اندر کرتا تھا پختگی ثمر اور چاہے نہ عمل کرے وتفسخ بالعذر

كالمزارعة كما في الاجارة اور مساقاة فسخ کیجاتی ہے عذر سے مزارعت کے مانند چنانچہ اجارات مین فسخ ہوتا ہے عذر سے ومنه كون العامل عاجزا عن العمل وكونه
سارقا يخاف على ثمره وسعفه منه دفعا للضرر اور منجملہ عذرہا عامل کا عاجز ہونا عمل سے اور اسکا چور ہونا کہ اسکی طرف سے خوف ہو اسکے پھل اور شاخون کی نسبت
جائز ہوا دفع ضرر کیواسطے فروع مسائل متفرقہ شارح کے ما قبل الادراك كالسقي والتلقيح والحفظ فعلى العامل وما بعده كالجذاذ والحفظ فعليهما ولو شرط على العامل فسدت اتفاقا ملتقى

وللاصل ان ما كان من عمل قبل الادراك كالسقي فعلى العامل وبعده كالحصاد عليهما لما بعد القسمة فليحفظ جو عمل کہ پختگی ثمر سے پہلے ہے چنانچہ سینچنا اور تلقیح ثمر اور نگہبانی سو وہ
عامل پر ہے اور جو عمل کہ پختگی کے بعد ہے جیسے پھل توڑنا اور نگہبانی سو عامل اور مالک دونون پر لازم ہے اور اگر عمل بعد از پختگی بھی عامل پر شرط کیا جائے تو مساقاة فاسد ہوگی
بالاتفاق كذا في الملتقى اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو عمل کہ قبل از پختگی ہو جیسے سینچنا تو وہ عامل پر ہے اور جو بعد پختگی ہو چنانچہ قطع کرنا وہ دونون پر ہے چنانچہ قسمت کے بعد دونو
پر ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے دفع كرمه معاملة بالنصف فزاد احدهما على النصف ان زاد رب الكرم لم يجز لانه هبة مشاع يقسم وان زاد العامل جاز لانه اسقاط مالک نے انگور کی
بیل نصفا نصف پر بطور مساقات کے دی پھر ایک شریک نے نصف پر کچھ زیادہ مقرر کر دیا تو اگر مالک انگور نے زیادہ کر دیا تو جائز نہین اسواسطے کہ یہ ہبہ ہے اس مشاع کا
جو قسمت پذیر ہے اور اگر عامل نے زیادہ کر دیا تو جائز ہے اسواسطے کہ یہ اسقاط ہے یعنی اپنا حق کر دیا دفع الشجر لشريكه مساقاة لم يجز فلا اجر له لانه شريك فيقع العمل لنفسه درخت دے
اپنے شریک کو بطور مساقات کے تو جائز نہین اور اسکے واسطے اجرت بھی نہین اسواسطے کہ وہ شریک ہے تو عمل اسکے ذات کیواسطے واقع ہوگا یعنی عمل اصالتاً اپنی
ذات کیواسطے ہوگا اور بقا غیر کیواسطے وفي الوهبانية وما للمساقي ان يساقي غيره + وان اذن المولى له ليس ينكر اور وہبانیہ مین ہے اور مساقی یعنی عامل کو جائز نہین ہے کہ
اپنے غیر کو بطور مساقات کے دے اور اگر مالک اذن دے اسکو تو معیوب نہین ہے یعنی اگر مالک یون کہے کہ عمل کر اپنی عقل اور تجویز پر تو دوسرے عامل کو مساقاة کر دے
چنانچہ شرح وہبانیہ اور عالمگیریہ سے مستفاد ہوتا ہے تو اگر ناظم بجاے اذن مطلق بولتا تو بہتر ہوتا الخ في الطحطاوي وفي معاياتها واي شاة دون ذبح يحلها واي مساق
والمزارع يكفر + اور وہبانیہ کی پہیلیون مین سے یہ پہیلی ہے اور کس بکری کو بدون ذبح کرنے کے شارع حلال رکھتا ہے اور کونسی مساقی اور مزارع کو کافر کہتے ہین پس پہلے سوال کا جواب
یہ ہے کہ وہ بکری مراد ہے جو جنگل مین وحشی ہو گئی کسی طرح اسکے مالک کو نہین ملتی ہے کہ اسکو ذبح کرے تو وہ زخمی کر دینے سے حلال ہو جاتی ہے خواہ وہ زخم یا تیر یا اور چیز لگے
خواہ پیٹ مین یا پیٹھ مین اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ ہر مساقی اور مزارع کافر ہے اسواسطے کہ کفر لغت مین بمعنی چھپانے کے ہے اور ہر باغبان اور کاشتکار تخم بوتا ہے تو اسکو خاک
مین چھپاتا ہے تو یہان کافر لغوی مراد ہے نہ کافر اصطلاحی خاتمہ منح الغفار مین ہے کہ محمد بن فضل کے فتاوی مین کہا کہ قوله تعالى (يا ايها الذين امنوا كلوا مما في الارض حلالا طيبا)
مین حلال تو معلوم ہے اور طیب وہ ہے کہ زمین مین بطریق مزارعت یا مساقاة کے یا اپنی زمین مین زراعت کرے اسطرح کہ نماز پنجگانہ جماعت سے اور خانہ مسجد مین ادا کرے
تو حلال طیب حاصل ہو لیکن اگر ایک نماز بھی بسبب اشتغال زراعت کے تاخیر کریگا وقت مستحب سے تو اسکی زراعت طیب نہ رہے گی اور اسی طرح اگر بیج بو دیگا یا درخت
لگا دیگا بدون طہارت کے یا مزدور کی مزدوری نہ دیگا یا مزدوری دینے مین اتنی دیر کریگا کہ پسینا مزدور کا خشک ہو گیا یا ادا ے ثمن مین مدت معین کے ہو جانے کے بعد تاخیر
کریگا یا ثمن متفرق دیگا بدون رضامندی بائع کے تو اسکی کھیتی طیب نہ رہیگی اور مستحب یہ ہے کہ بیج زمین مین ڈالے طہارت کر کے پھر کھیت کے کنارہ پر دو رکعتین نماز پڑھے اور
یہ دعا کرے (اللهم اني عبد ضعيف سلمت هذا اليك فسلمه لي وبارك لي فيه) پھر درود پڑھے تو حق سبحانہ تعالی اس کھیت کو آفات سے بچا دیگا اور اسمین برکت کریگا اور جب
کھیت پختہ ہو تو مستحب مؤکد یہ ہے کہ کیل یا وزن کرنے والا طہارت کر کے قبلہ رخ بیٹھے اور نہین تو برکت نہوگی پھر جب کیل یا وزن کر چکے تو دو رکعت نماز پڑھے اور یہ دعا
کرے (يا رب انبت هذا قليلا واعطيتني شيئا كثيرا فاجعلها قوت طاعة ولا تجعلها قوت معصية واجعلني من الشاكرين) اور اسی طرح درخت لگانے مین کرنا چاہیے

كذا في الطحطاوي تمت شرف والله اعلم واستغفر الله الحليم الكريم

کتاب الذبائح

یہ کتاب ہے حیوانات مذبوحہ کے احکام مین ذبائح جمع ہے ذبیحہ کی مناسبتها للمزارعة كونهما اتلافا في الحال للانتفاع بالنبات واللحم في المآل مناسبت کتاب الذبائح

کی کتاب المزارعۃ سے ہونا دونون کا اتلاف فی الحال اور نفع حاصل کرنا نباتات اور گوشت سے انجام کار مین ہم مناسب یہ تھا کہ شارح ذبائح اور مساقاۃ مین
مناسبت مذکور کرتا اسواسطے کہ ذبائح مساقات کے بعد مذکور ہے نہ مزارعت کے بعد تو وجہ مناسبت مین یون کہنا حق ہے کہ مساقاۃ اور ذبائح ہر ایک مین خوبی اور آسانی
مذکور ہے مساقاۃ مین پھل اور ذبائح مین گوشت کذا فی الحموی الذبیحۃ اسم ما یذبح کالذبح بالکسر واما بالفتح فقطع الاوداج ذبیحہ اُس حیوان کا نام ہے جو ذبح کیا جاے جیسے
ذبح بالکسر حیوان مذبوح کا نام ہے اور ذبح بالفتح تو عبارت ہے قطع عروق سے حرم حیوان من شانہ الذبح خرج السمک والجراد فیحلان بلا ذکاۃ ودخل المتردیۃ والنطیحۃ وکل
ما لم یدرک ذکاۃ شرعیا اختیاریا کان او اضطراریا جو جانور کہ شرعا لائق اور قابل ذبح ہے وہ حرام ہے جبتک ذبح نہ کیا جاے بطریق ذبح شرعی کے خواہ ذبح اختیاری ہو
خواہ اضطراری شارح نے کہا یا قت ذبح کی قید سے مچھلی اور ٹڈی نکل گئی تو وہ دونون حلال ہین بدون ذبح کے اور حرمت مین داخل ہوا وہ جانور جو اونچے پر سے
گر کے مر گیا اور جو جانور سینگ وغیرہ کا زخم کھا کر مر گیا اور جو حیوان کہ ذبح نہ کیا گیا امام حلبی نے کہا کہ شارح نے جو متن کی عبارت مین تصرف کیا سو تصرف فاسد ہے کہ متن
قید نہ ہا تعریف مین انتہی لہذا مترجم نے عبارت متن کا ترجمہ مقدم جانا وذکاۃ الضرورۃ جرح وطعن وانہار دم فی ای موضع وقع من البدن اور ذکاۃ ضرورت کا جرح
زخمی کرنا اور کوچنا اور خون کا بہانا ہے بدن مین سے جہان کہین زخم واقع ہو جسم کو چنا اور خون بہانا بدون زخم کے نہین ہوتا تو طعن اور انہار دم کی کچھ حاجت نہ تھی
وذکاۃ الاختیار ذبح بین الحلق واللبۃ بالفتح المنحر من الصدر اور ذبح اختیاری ذبح کرنا ہے درمیان حلق اور لبہ کے لبہ بفتح لام وتشدید با نحر کرنے کا مقام ہے سینہ سے ہم
واضح تر زیلعی کا قول ہے کہ ذبح اختیاری زخم لگانا ہے درمیان لبہ اور لحیین کے اتقانی نے کہا کہ لبہ سر سینہ ہے اور لحیان ذقن ہے اور مصباح مین ہے لبہ نحر موضع ہے اسکے نحر
کرنے کا نار ابی نے کہا کہ لبہ عبارت ہے نحر سے اور نحر موضع ہے نحر کا حلق سے اور موضع قلادہ کا ہے صدر سے کذا فی الطحطاوی وعروقہ الحلقوم کلہ وسطہ او اعلاہ او اسفلہ
وہو مجری النفس علی الصحیح اور ذبح کے عروق مین سے ایک حلقوم ہے بالکل خواہ ذبح حلقوم کے درمیان ہو یا اسکے اوپر یا اسکے نیچے اور حلقوم دم کے آنے جانے کی راہ ہے
بر قول صحیح جسکو اہل ہند نرخرا کہتے ہین ہم ہدایہ مین کہا کہ حلقوم مجری ہے طعام اور شراب کا سو کاتب وغیرہ کا سہو ہے بلکہ حلقوم سانس آنے جانے کی راہ ہے کذا فی
شرح الوقایۃ طحطاوی ملے کہا صاحب مواہب نے کہا کہ ذبح متعین ہے درمیان حلق اور لبہ کے نیچے گرہ کے کمال باشانی نے کہا کہ ذبح جائز نہین فوق العقدۃ یعنی گرہ کے اوپر اور
بعضون نے جواز کا فتویٰ دیا ہے اور زیلعی نے کہا ہمارے علما نے اگرچہ اکثر عروق اربعہ کا قطع شرط کیا ہے سو حلقوم اور مری مین سے ایک کا قطع سب کے نزدیک ضرور ہے
اور جبکہ عقدہ حلقوم مین سے جانب سر کچھ باقی نہ رہیگا تو ایک کا بھی قطع حاصل نہ ہوگا تو وہ ماکول نہ ہوگا بالاجماع اور اسی طرح شمنی اور ملا علی اور شرنبلالی نے کہا ہے
اور فتاوی عالمگیری اور تجنیس اور مزید مین واقعات سے زیلعی کے موافق منقول ہے تو ظاہراً زیلعی اور اسکے ساتھیون کا قول حق ہے بالجملہ احتیاط یہ ہے کہ متفق علیہ
پر عمل کرنا چاہیے انتہی مختصرا والمری ہو مجری الطعام والشراب اور منجملہ عروق اربعہ مری ہے وزن امیر ہے یعنی کھانے اور پینے کی راہ ہم اطبا نے تصریح کی ہے کہ اقصاے فم
مین دو منفذ ہین ایک دم آنے جانے کا منفذ ہے پھیپھڑے کی طرف اسکو قصبۂ ریہ کہتے ہین اور دوسرا طعام اور شراب کا منفذ ہے معدہ کی طرف اسکو مری بولتے ہین
اور حلقوم اور قصبۂ ریہ سامنے ہے اور مری اسکے پیچھے ہے پشت کی طرف والودجان مجری الدم اور منجملہ عروق اربعہ دو جان ہین جنمین خون پھرتا رہتا ہے جنکو شہرگ
بولتے ہین ہم دونون رگین حلقوم اور مری کے چپ و راست واقع ہین یہ چارون عروق ذبح کیواسطے اسلیے متعین ہوئین کہ دونون شہرگ کا قطع خون نکل جانے
کے واسطے ہے اور حلقوم اور مری کا قطع تعجیل کے واسطے ہے یعنی تاکہ جان جلد نکل جاوے کذا فی الطحطاوی وحل المذبوح بقطع ای ثلث منہا اذ للاکثر حکم الکل اور حیوان
مذبوح حلال ہو جاتا ہے عروق اربعہ مین سے تین رگون کے کٹ جانے سے کوئی کیون نہو اسواسطے کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے یعنی اکثر کل کے برابر ہے ہم تین رگون کا
قطع ضرور ہے خواہ حلقوم اور مری اور ایک شہرگ خواہ حلقوم اور دو شہرگ خواہ مری اور دو شہرگ وہل یکفی قطع اکثر کل منہا خلاف اور کیا کفایت کرتا ہے کل عروق اربعہ
مین سے ہر رگ کے اکثر کا قطع ہونا اسمین خلاف ہے ہم شلبی نے حاشیہ مین کہا کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک عروق اربعہ مین سے کوئی تین رگین جبکہ قطع ہو جاوین تو ذبیحہ
حلال ہے اور ابو یوسف سے تین روایتین ہین ایک تو یہی روایت ہے کہ مذکور ہو چکی دوسری روایت یہ ہے کہ حلقوم اور دو رگون کا قطع کرنا شرط ہے

تیسری روایت یہ ہے کہ قطع حلقوم اور مری اور ایک شہرگ کا شرط ہے اور محمد کے نزدیک عروق اربعہ میں سے ہر رگ کا اکثر کٹ جانا ضرور ہے یعنی اگر ہر رگ کا حصہ قطع
ہو جائے اور ایک حصہ قطع سے باقی رہے تو ذبیحہ حلال ہے کذا فی الطحطاوی وحل الذبح بکل ما افری الاوداج اراد بالاوداج کل الاربعة تغلیبا وانہر الدم ای اسالہ
ولو بنار او بلیطة ای قشر قصب او بمروة ہی حجر ابیض کالسکین یذبح بہا اور ذبح کرنا حلال ہے ہر ایک تیز چیز سے جو اوداج کو کاٹ دے اور خون کو بہا دے اگرچہ قطع
اور خونریزی آگ سے ہو یا بانس یا نرکل کے پوست سے یا دھاردار پتھر سے شارح نے کہا مصنف نے اوداج سے چاروں رگوں کا ارادہ کیا باعتبار تغلیب کے اور مروہ وہ سفید
پتھر چھری کے مانند ہے جس سے ذبح کرتے ہیں م شلبی نے حاشیہ میں کہا ایک غریب مسئلہ ہے کہ اتقانی نے ہدایہ کی کتاب الجنایات میں ذکر کیا ہے کہ آگ سے ذکاۃ یعنی ذبح ہو سکتا ہے
اگر آگ رکھی جائے موضع ذبح پر اور حلقوم اور دونوں شہرگ کو قطع کر دے تو اسکا کھانا حلال ہے اسکو قدوری نے اپنی شرح میں مذکور کیا ہے انتہی اور اسکے خلاصہ حاشیہ برہان میں
مذکور ہے کہ یہ روایت اصول شمس الائمہ اور اصول فخر الاسلام کے مخالف ہے کہ ذکاۃ آگ سے نہیں واقع ہوتی کذا فی الطحطاوی الا سنا وظفرا قائمین یعنی مگر جمے دانت اور جمے
ناخن سے ذبح کرنا حلال نہیں فلو کانا منزوعین حل وعندنا مع الکراہة لما فیہ من الضرر بالحیوان کذبحہ بشفرة کلیلة اور اگر دانت اور ناخن منزوع ہوں یعنی علیحدہ اور جدا ہوں
منہ اور انگلی سے تو ہم حنفیوں کے نزدیک انسے ذبح کرنا حلال ہے کراہت کے ساتھ اسواسطے کہ اسمیں ضرر یعنی حیوان کو تکلیف ہے جیسے جانور کو ذبح کرنا کند چھری سے مکروہ
ہے م امام شافعی کے نزدیک دانت اور ناخن سے ذبح کرنا حرام ہے کیونکہ حدیث میں منع وارد ہے کہ وہ حبشیوں کی چھریاں ہیں یعنی حبشی لوگ جانور کو دانت اور ناخن سے
ذبح کرتے ہیں اور حنفیوں کے نزدیک یہ حدیث غیر منزوع پر محمول ہے کہ حبشیوں سے یہی صادر ہوتا ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر کراہت سے کراہت تحریمی مراد ہے چنانچہ تعلیل
کراہت اسپر دلالت کرتی ہے وندب احداد شفرتہ قبل الاضجاع وکرہ بعدہ کالجر برجلہا الی المذبح اور مستحب ہے تیز کر لینا چھری کا مذبوح کے لٹانے سے
پہلے اور تیز کرنا لٹانے کے بعد مکروہ ہے جسطرح اسکا پاؤں پکڑ کے کھینچنا مذبح کی طرف مکروہ ہے م حدیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالی نے احسان کو ہر چیز پر فرض
کیا ہے تو جب قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرو اور جب ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو اور چاہیے کہ تیز کرے اپنی چھری کو اور آرام دے اپنے ذبیحہ کو وذبحہا من قفاہا ان بقیت حیة
حتی تقطع العروق والالم تحل لموتہا بلا ذکاة اور مکروہ ہے جانور کا ذبح کرنا اسکی گردن کے پیچھے سے اگر وہ زندہ رہے رگوں کے کٹ جانے تک ورنہ اگر اسقدر زندہ نہ رہے
تو اسکا کھانا حلال نہیں بدون ذبح کے مر جانے سے م وجہ کراہت مخالفت سنت کی ہے اور اسواسطے کہ اسمیں بلا حاجت زیادہ تکلیف رسانی ہے والنخع بفتح فسکون
بلوغ السکین النخاع وہو عرق ابیض فی جوف عظم الرقبة اور مکروہ ہے ذبح شدید یہاں تک کہ حرام مغز تک چھری پہونچ جائے شارح نے کہا النخع بفتح نون وسکون خا معجمہ
پہونچنا چھری کا نخاع تک ہے اور نخاع سفید رگ ہے گردن کی ہڈی کے اندر م نخاع بالکسر اور فتحہ اور ضمہ بھی لغت میں درست ہے حرام مغز کو کہتے ہیں جو گردن اور پیٹھ کی
کڑیوں میں دنبالہ کے مانند واقع ہے طحطاوی نے کہا بعضوں نے کہا النخع یہ ہے کہ گردن کو کھینچے تا ذبح کا مکان ظاہر ہو اور بعضوں نے کہا کہ نخع گردن کا توڑنا ہے ٹھنڈا
ہونے سے پہلے اور یہ سب افعال مکروہ ہیں کہ بلا فائدہ تعذیب ہے چنانچہ زیلعی میں ہے وکرہ کل تعذیب بلا فائدة مثل قطع الراس والسلخ قبل ان تبرد ای تسکن من الاضطراب
وہو تفسیر باللازم کما لا یخفی اور بدون فائدہ کے ہر تعذیب اور تکلیف رسانی مکروہ ہے چنانچہ سر کا کاٹنا اور کھال کا ادھیڑنا ٹھنڈے ہو جانے سے پہلے یعنی
سکون من الاضطراب کے پیشتر اور وہ تفسیر باللازم ہے چنانچہ مخفی نہیں یعنی برودت کو سکون عن الاضطراب لازم ہے بدون عکس اسواسطے کہ گاہے سکون
عن الاضطراب ہوتا ہے اور برودت اس سے متاخر ہوتی ہے اور منجملہ تعذیب بے فائدہ سے یہ ہے کہ ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح کرنا کذا فی الطحطاوی
وکرہ ترک التوجہ الی القبلة لمخالفة السنة اور مکروہ ہے ذبح کے وقت قبلہ رخ نہ ہونا بسبب مخالفت سنت کے وشرط کون الذابح مسلما حلالا خارج الحرم ان
کان صیدا فصید الحرم لا تحلہ الذکاة فی الحرم مطلقا اور شرط ہے ذبح کرنے والے کا مسلمان ہونا اور محرم نہ ہونا اور حرم مکہ معظمہ سے باہر ہونا غیر محرم اور خارج حرم
ہونا اسوقت شرط ہے جبکہ ذبیحہ وحشی شکار ہو تو وحشی شکار کو حرم شریف میں ذبح کرنا مطلقا حلال نہیں کرتا خواہ ذابح محرم ہو یا حلال ہو پس اگر محرم ہو اور
غیر شکار کو حلال کرے تو وہ حلال ہے او کتابیا ذمیا او حربیا الا اذا سمع منہ عند الذبح ذکر المسیح یا شرط ہے ذابح کا اہل کتاب ہونا خواہ ذمی ہو یا حربی مگر

جبکہ اُس سے ذبح کے وقت مسیح علیہ السلام کا ذکر سُنا جاوے تو ذبیحہ حلال نہیں م یہود اور نصاری کا ذبیحہ اسواسطے حلال ہے کہ وہ توحید کے مدعی ہیں اور
اصل دشمین یہ آیت قرآنی ہے وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم یعنی اہل کتاب کا طعام تمھارے واسطے حلال ہے اور طعام سے مراد وہ طعام ہے جسکو وہ ذبح کریں اور
جس طعام کو ذبح لاحق نہیں ہوتا اُسمین اہل کتاب اور مجوسی برابر ہے چنانچہ مخفی کذا فی الدر رفتاوی عالمگیری میں ہے کتابی کا ذبیحہ اُسوقت کھایا جاوے جبکہ ذبح
کے وقت مسلم وہان موجود نہ ہو اور کتابی سے کچھ سُنا نہ ہو یا ذبح کے وقت اُس سے فقط اللہ تعالی کا نام سُنا ہو اور جبکہ کچھ نہ سُنا ہو تو اسپر محمول ہے کہ اُسنے خدا کا نام لیا ہوگا
باعتبار حسن ظن کے مسلم کے مانند اور جبکہ اُس سے اللہ تعالی کا نام سُنا اور اُسنے اللہ تعالی سے مسیح علیہ السلام کا ارادہ کیا علمانے کہا ہے کہ ذبیحہ ماکول ہے مگر جبکہ وہ
تصریح کرے اسطرح کہ بسم اللہ الذی ہو ثالث ثلثة یعنی وہ اللہ جو تیسرا ہے تین کا تو اب ذبیحہ حلال نہیں انتہی **فتحل ذبیحتھما ولو الذابح مجنونا او امرأة او صبیا یعقل**
التسمیة والذبح ویقدر تو حلال ہے ذبیحہ مسلمان اور کتابی کا اگرچہ ذبح کرنے والا دیوانہ یا عورت یا ایسا لڑکا ہو جو اللہ تعالے کے نام کو اور ذبح کرنے کو بوجھتا سمجھتا ہے
اور ذبح کرسکتا ہے م یعنی صغیر اتنا جانتا ہو کہ ذبیحہ اُسوقت حلال ہوتا ہے جبکہ اُسپر خدا کا نام لیا جاوے اور دیوانہ اور صغیر جبکہ نام خدا کو سمجھتے ہون اور ذبح کرنا
جانتے ہون اور اُسپر قادر ہون تو وہ عاقل بالغ کے مانند ہین کذا فی الدر رمنح الغفار مین ہے کہ اگر مجنون اور صغیر ایسے ہون کہ تعقل اور ضبط تسمیہ نکرین تو اُنکا ذبیحہ حلال
نہین طحطاوی نے کہا عورت کا ذبیحہ ہر طرح حلال ہے خواہ اُسوقت وہ حائض ہو یا نفاس والی یا جنب **واقلف واخرس** ذبیحہ مسلم اور کتابی کا حلال ہے اگرچہ اُسکا
ختنہ نہ ہوا ہو یا کہ وہ گونگا ہو گونگا زبان سے نام خدا لینے سے عاجز ہے تو وہ معذور ہے اور اُسکا دین قائم مقام نام لینے کے ہے تو وہ ناسی کے مانند ہوا یعنی جو ذابح
کہ ذبح کے وقت نام خدا لینا بھول جاوے بلکہ گونگا ناسی سے زیادہ تر معذور ہے کذا فی المنح **لا تحل ذبیحة غیر کتابی من وثنی ومجوسی ومرتد وجنی** حلال نہین ذبیحہ
غیر کتابی کا منجملہ بت پرست اور مجوسی آتش پرست اور مرتد اور جنی کے یعنی دیوپری م جن کا ذبیحہ اسواسطے حلال نہوا کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذبائح
الجن یعنی حضرت نے منع فرمایا ذبائح جن سے چنانچہ اشباہ مین ہے ملتقط سے اور ظاہر المحل اسکا وہ ہے جبکہ جن آدمی کی صورت پکڑکے ذبح نہ کرے اور اگر آدمی کی صورت
پر ہو کر ذبح کرے تو بنظر ظاہر صورت کے اُسکا ذبیحہ حلال ہو اُسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی **وجبری لو ابوہ سنیا ولو ابوہ جبریا حلت اشباہ لانہ صار**
کمرتد قنیہ اور حلال نہین ذبیحہ جبری مذہب کا اگر اُسکا باپ سنی ہو اور اگر اُسکا باپ بھی جبری ہو تو ذبیحہ حلال ہے کذا فی الاشباہ اسواسطے کہ سنی کے فرزند نے جب جبری مذہب
اختیار کیا اہل سنت و جماعت کو چھوڑ کر تو وہ مرتد کے مانند ہوگیا کذا فی القنیہ م مصنف نے منح الغفار مین کہا اور فوائد زینیہ مین ہے کہ جائز نہین ذبیحہ جبری کا اگر اُسکا باپ
سنی ہو اور اگر جبری ہو تو حلت ہے مین کہتا ہون اور ظاہر اصاحب فوائد زینیہ نے جو مصنف ہے اشباہ کا یہ قول قنیہ سے لیا ہے اور قنیہ کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ
ابو علی سے منقول ہے کہ ذبیحہ مجبرہ کا اگر اُسکے آبا اور اجداد مجبرہ ہون تو وہ ذمیون کے مانند ہین اور اگر اُنکے باپ اہل عدل سے ہون تو حلال نہین اسواسطے کہ وہ مرتد
مرتدین کے ہین انتہی ما فی القنیہ مین کہتا ہون اور صاحب قنیہ کی مراد ابو علی سے ابو علی جبائی ہے جو فرقہ معتزلہ کا رئیس ہے اور مجبرہ سے اہل سنت و جماعت مراد
ہین اسواسطے کہ معتزلہ اہل سنت کو مجبرہ کہتے ہین چنانچہ بیہقی حنبلی معتزلی کے کلام سے یہ ظاہر ہے اور اہل عدل سے مراد معتزلہ ہین اُنکے گمان مین چنانچہ علم کلام مین مقرر
ہے تو صاحب فوائد نے مجبرہ کو جبرہ سے بدل ڈالا انتہی ما فی المنح اور زیادہ ہر الجواہر حاشیہ اشباہ مین ہے اور ظاہر ہے مصنف یعنی صاحب اشباہ نے جبریہ اور مجبرہ کے
فرق کی طرف التفات نہین کیا اور جبریہ اہل ہوے اور اہل بدعت ہین اور عقیدہ اُنکا یہ ہے کہ بدون استطاعت اور قدرت افعال کی اصلا نہین اور
تمام خلق اپنے افعال مین مجبور ہین انتہی اور اہل بدعت کی تکفیر مین علمار سلف اور خلف مین اسکا اختلاف ہے اور اُسمین تامل نہین کہ جسکا مذہب اور بدعت
مودی الی الکفر ہو اور وہ تاویل نکرتا ہو تو وہ بالاتفاق کافر ہے اور جسکا مذہب بطریق تاویل کے ہو اور اجتہاد اور خطا باعث بدعت کی ہو تو اُسکے تکفیر
مین اختلاف ہے بعضے علما تمام اہل بدعت کو کافر کہتے ہین اور یہ قول ہے اکثر سلف کا فقہا اور متکلمین سے اور بعضون نے اُنکو جماعت مسلمین سے
نہین نکالا ہے اور وہ اکثر فقہا اور متکلمین ہین سو اُنھون نے کہا ہے کہ وہ عاصی گمراہ ہین اُنپر احکام اسلام کے جاری ہین اور مسلمین سے میراث پاویںگے

ابن ہمام نے شرح ہدایہ میں کہا ہے ان اکثر اہل مذہب اُنکو کافر کہتے ہیں لیکن یہ کلام فقہاء مجتہدین کا نہیں ہے اور غیر فقہا کا کلام معتبر نہیں اور مجتہدین سے
عدم تکفیر منقول ہے انتہی مافی مبین المحارم تو اس منقول سے ظاہر ہوا کہ جبریہ مومن ناجی ہیں اور ایمان کے احکام سے حلت ذبیحہ ہے خواہ اُسکا باپ سنی ہو
یا جبری شارح کو مناسب نہ تھا یہ مسئلہ ذکر کرنا اور بدون رد کرنے کے اُسکو چھوڑ دینا باوجودیکہ یہ مبنی ہے عقیدہ فاسدہ پر کذا فی الطحطاوی مختصراً بخلاف یہودی
او مجوسی تنصر لانہ یقر علی ما انتقل الیہ عندنا فیعتبر ذلک عند الذبح حتی لو تمجس یہودی لا تحل ذکاتہ بر خلاف اُس یہودی اور مجوسی کے جو نصرانی ہو گیا کہ
اُسکا ذبیحہ حلال ہے اسواسطے کہ وہ ثابت رکھا جاوے گا ہمارے نزدیک اسی ملت نصرانیت پر جسکی طرف اُسنے انتقال کیا یعنی اسواسطے کہ تمام کفر ایک ہی
ملت ہے تو وہی ملت معتبر ہوگی ذبح کے وقت تو اگر یہودی مجوسی ہو جاوے تو اُسکا ذبح حلال نہ ہوگا والمتولد بین مشرک وکتابی کالکتابی لانہ اخف اور جو لڑکا پیدا
ہوا درمیان مشرک اور کتابی کے تو وہ کتابی کے مانند ہے یعنی اُسکا ذبیحہ حلال ہے اسواسطے کہ کتابی ہلکا ہے یعنی مشرک سے اُسکی بدی کمتر ہے وتارک تسمیۃ عمداً
خلافاً للشافعی اور حلال نہیں ذبیحہ اُسکا جو نام خدا قصداً ترک کرے ذبح کے وقت بر خلاف امام شافعی کے لقولہ تعالی ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ یعنی
حق تعالی نے فرمایا کہ نہ کھاؤ اُسکو جسپر اللہ کا نام مذکور نہوا اور امام شافعی سے پہلے اسکی حرمت پر اجماع منعقد ہو گیا تو اگر قاضی ذبیحہ متروک التسمیہ عمداً کے جواز بیع کا
حکم دے تو حکم اُسکا نافذ نہ ہوگا اسواسطے کہ مخالفت اجماع کے ہے فان ترکہا ناسیاً حل خلافاً لمالک یعنی اگر نام خدا بھول کر ترک کیا تو ذبیحہ حلال ہے بر خلاف امام مالک کے
یعنی اُنکے نزدیک عمداً اور نسیاناً ترک تسمیہ سے حلت نہیں ہوتی اور ہماری دلیل یہ ہے کہ شارع نے ناسی کو ذاکر کے مانند قرار دیا ہے عذر سے تو دین کے قائم مقام ذکر کے کر دیا جیسا
اکل ناسی کو قائم مقام امساک کے کر دیا صوم میں اسی سبب سے وان ذکر مع اسمہ تعالی غیرہ فان وصل بلا عطف کرہ کقولہ بسم اللہ اللہم تقبل من فلان او
منی ومنہ بسم اللہ محمد رسول اللہ بالرفع لعدم العطف فیکون مبتدأ لکن یکرہ للوصل صورۃ ولو بالجر او النصب حرم درر اور اگر اللہ تعالی کے نام کے ساتھ اُسکے غیر کو
ذکر کرے تو اگر غیر خدا کو ملادے بدون عطف کے تو مکروہ ہے چنانچہ یوں کہنا بسم اللہ اللہم تقبل من فلان او منی یعنی قبول کر فلانے شخص کی طرف سے یا میری طرف سے
اور وصل بلا عطف سے ہے یوں کہنا بسم اللہ محمد رسول اللہ برفع دال محمد عطف نہ ہونے کے سبب سے تو ذابح شروع کرنے والا کلام کا ہے کذا فی الطحطاوی یا محمد کا لفظ
مبتدا ہوا یعنی توحید الکلام ٹھہرا لیکن مکروہ ہے وصل ظاہری کے سبب سے اور اگر دال کو زیر یا زبر دے تو ذبیحہ حرام ہوگا کذا فی الدرر عن غایۃ البیان ثم حموی نے
نوازل سے منقول ہے کہ دال کے زبر دینے سے ذبیحہ حرام ہوگا اور فتاوی عالمگیری میں نہایہ سے منقول ہے کہ رفع نصب جر تینوں صورتوں میں ذبیحہ حلال ہے
اسواسطے کہ رسول علیہ السلام مذکور ہے بدون عطف کے کذا فی الطحطاوی قیل ہذا اذا عرف النحو بعضوں نے کہا یہ یعنی رفع دال سے مکروہ ہونا اور جر او نصب سے
حرام ہونا موقوف ہے جبکہ ذابح علم نحو کو جانتا ہو والاوجہ ان لا یعتبر الاعراب بل یحرم مطلقاً بالعطف لعدم العرف زیلعی کما افادہ بقولہ اور قول وجیہ تر یہ ہے
کہ اعراب کا اعتبار نہ کیا جاوے بلکہ ذبیحہ حرام ہوگا مطلقاً خواہ نحو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو بسبب عطف کرنے کے عدم عرف کی جہت سے کذا فی الزیلعی چنانچہ
مصنف نے اُسکو قول آئندہ میں بیان کیا ہے ثم شلبی نے حاشیہ زیلعی میں کہا کہ میری دیکھی زیلعی کے سب نسخوں میں یہی عبارت ہے اور وہ غیر ظاہر ہے
اسواسطے کہ یہاں عدم عطف میں کلام ہے تو یوں کہنا ظاہر ہے بل لا یحرم مطلقاً دون العطف یعنی بلکہ حرام نہیں مطلقاً بدون عطف کے اور مؤید اس کلام کا وہ
ہے جو ہم نے فتاوی عالمگیری سے عن النہایہ نقل کیا کذا فی الطحطاوی وان عطف حرمت نحو بسم اللہ واسم فلان او فلان اور اگر ذابح نے
خدا کے نام کے ساتھ غیر خدا کو ذکر کیا بطریق عطف کے تو ذبیحہ حرام ہوگا چنانچہ یوں کہنا بسم اللہ واسم فلان یا یوں کہنا بسم اللہ وفلان یعنی خواہ لفظ
اسم کو اسم پر عطف کرے خواہ غیر خدا کو لفظ خدا پر عطف کرے دونوں صورتوں میں حرمت ثابت ہے لانہ اہل بہ لغیر اللہ قال علیہ الصلوۃ والسلام موطنان
لا ذکر فیہما عند العطاس وعند الذبح غیر خدا کے ذکر کرنے سے بطریق عطف کے اسواسطے ذبیحہ حرام ہوا کہ اُسپر غیر خدا کا نام پکارا گیا یعنی اور حالانکہ
قرآن مجید میں اس ذبیحہ کھانے کا حکم نہیں رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا دو مکان ہیں جنمیں مجکو ذکر کرنا نہ چاہیے ایک تو چھینکنے کے وقت

اور دوسر سے ذبح کرنے کے وقت **فان فصل صورة ومعنی کالدعاء قبل الاضجاع** والدعاء قبل التسمیة او بعد الذبح لاباس به لعدم القران اصلا
پھر اگر ذابح نے ذکر غیر خدا کو نام خدا سے علیحدہ اور جدا ذکر کیا باعتبار صورت اور معنی کے چنانچہ دعا کرنا ذبیحہ کے گرانے اور لٹانے سے پہلے اور دعا کرنا بسم اللہ
کہنے سے پہلے یا دعا کرنا ذبح کرنے کے بعد تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں اسواسطے کہ اسمیں غیر خدا کا اصلا اتصال نہیں نہ ظاہر میں نہ حقیقت میں ہے بلکہ دعا کرنا قبل
ذبح کے مسنون ہے اسواسطے کہ ابوداؤد اور ترمذی میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نحر کے دن دو خصی مینڈھے ذبح کیے
سو انکو جب قبلہ رخ گرایا تو یہ دعا کی انی وجہت وجهی للذی فطر السموات والارض علی ملة ابراهیم حنیفا وما انا من المشرکین ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی
للہ رب العالمین لا شریک له وبذلک امرت وانا من المسلمین اللهم منک ولک والیک اللهم عن محمد وامته بسم الله والله اکبر پھر حضرت نے ذبح کیا اور
دوسری روایت جابر سے ترمذی میں یوں ہے کہ حضرت نے اپنے دست مبارک سے مینڈھا ذبح کیا اور فرمایا بسم اللہ واللہ اکبر اللهم هذا عنی وعمن لم یضح من امتی)

والشرط فی التسمیة هو الذکر الخالص عن شوب الدعاء وغیره فلا یحل بقوله اللهم اغفر لی لانه دعاء وسؤال بخلاف الحمد لله او سبحان الله مریدا به التسمیة فا
یحل اور تسمیہ یعنی نام خدا لینے میں شرط یہ ہے کہ ذکر خالص ہو دعا وغیرہ کے اختلاط سے تو ذبیحہ حلال نہیں فقط یوں کہنے سے اللهم اغفر لی یعنی الٰہی مجکو بخش اسواسطے کہ یہ دعا
اور سوال ہے تو خالص ذکر نہ ہوا برخلاف الحمد للہ اور سبحان اللہ کہنے کے جبکہ ذابح اس قول سے تسمیہ کا ارادہ کرے تو ذبیحہ حلال ہوگا **ولو عطس عند الذبح فقال الحمد لله**
لا یحل فی الاصح لعدم قصد التسمیة اور اگر ذابح کو چھینک آئی ذبح کے وقت سو اسنے الحمد للہ کہا تو ذبیحہ حلال نہوگا قول صحیح تر میں بسبب عدم قصد تسمیہ کے

م اسواسطے کہ عاطس الحمد للہ سے شکر نعمت کا ارادہ کرتا ہے نہ تسمیہ کا **بخلاف الخطبة حیث تجزیه قلت ینبغی حمله علی ما اذا نوی والا لا لیوافق بینه وبین ما مر فی الجمعة قال**
برخلاف خطبہ کے کہ وہاں اگر خطیب چھینکے اور الحمد للہ کہے تو یہ کہنا ثبوت خطبہ کے واسطے کفایت کرتا ہے میں کہتا ہوں اور اسکا حمل کرنا اس صورت پر لائق ہے
جبکہ خطیب الحمد للہ سے خطبہ کا ارادہ کرے اور اگر ارادہ نکریگا تو خطبہ ادا نہ ہوگا یہ اسواسطے قید لگائی تاکہ موافقت ہو جاے اسمیں اور اسمیں جو مذکور ہو چکا جمعہ
میں سو قائل کرم مصنف نے جمعہ میں کہا کہ اگر خطیب نے چھینک کیواسطے الحمد للہ کہا تو قائم مقام خطبہ کے نہوگا انتہی ولوالجی نے کہا کہ اگر تسمیہ کے مقام پر الحمد للہ یا سبحان اللہ
کہا اور تسمیہ کا ارادہ کیا تو کفایت کرتا ہے اور اگر تحمید کا قصد کیا اور تسمیہ کا ارادہ نہ کیا تو ذبیحہ حلال نہوگا اور اسی طرح اگر اللہ اکبر کہا اور تسمیہ کا قصد نکیا اسواسطے کہ
یہ الفاظ باب تسمیہ میں صریح نہیں ہیں صریح تو فقط بسم اللہ ہے تو یہ الفاظ کنایہ ٹھہرے اور کنایہ قائم مقام صریح کے نہیں ہوتا مگر نیت سے چنانچہ باب الطلاق میں مصرح

ہے کذا فی الطحطاوی **والمستحب ان یقول بسم الله الله اکبر بلا واو وکره بها لانه یقطع فور التسمیة کما عزاه الزیلعی للحلوانی وقال قبله والمتداول المنقول**
عن النبی صلی الله علیه وسلم بالواو اور ذبح کے وقت یوں کہنا مستحب ہے کہ بسم اللہ اللہ اکبر بدون واو کے اور واو کے ساتھ یوں کہنا کہ بسم اللہ واللہ اکبر مکروہ ہے اسلیے
کہ فوریت تسمیہ کا قاطع ہے چنانچہ نسبت کیا ہے زیلعی نے اس قول کو شمس الائمہ حلوانی کی طرف اور زیلعی نے اس سے پہلے کہا کہ مشہور اور معمول اور منقول نبی صلی اللہ علیہ وسلم
سے واو کے ساتھ ہے م اگر واو سے قطع فوریت ہوتی تو لازم آتا ہے کہ ذبیحہ مردار ہو جاے اور وہ وجوب حذف واو کا مقتضی ہے نہ استحباب کا مگر یہ کہ فور مقارب پر حمل
کیجیے علاوہ یہ ہے کہ زیادت واو قاطع فوریت نہیں فتاوی عالمگیری میں بدائع سے منقول ہے کہ تسمیہ کا وقت ذکاۃ اختیاری میں ذبح کا وقت ہے تقدیم تسمیہ ذبح پر جائز
نہیں مگر بزمان قلیل جس سے بچنا ممکن نہیں اور جسطرح حدیث میں واو منقول ہے اسی طرح علی مرتضی اور ابن عباس سے بھی واو منقول ہے بقالی نے کہا کہ مستحب یہ ہے کہ کہے

بسم اللہ واللہ اکبر واو کے ساتھ کذا فی الطحطاوی **ولو سمی ولم تحضره النیة صح بخلاف ما لو قصد بها التبرک فی ابتداء الفعل ولو نوی بها امرا آخر فانه لا یبیح فلا یحل او**
اگر ذابح بسم اللہ زبان سے بولا اور تسمیہ کی نیت حاضر نہ ہوئی تو تسمیہ صحیح ہے برخلاف اسکے اگر اسنے تسمیہ سے برکت لینے کا قصد کیا شروع فعل میں یا تسمیہ سے اور کسی امر کا ارادہ کیا
اسوا سے ذبح کے تو تسمیہ صحیح نہیں تو ذبیحہ حلال نہ ہوگا م درصورت عدم نیت اسواسطے صحت ہوئی کہ ذابح کو جسکا امر ہوا تھا اسکو سرانجام لایا یعنی لفظ امر نیت کا
محتاج نہیں اور درصورت قصد تبرک یا نیت امر آخر اسواسطے حلت نہیں کہ اسنے غیر مامور کی نیت کی چنانچہ خانیہ میں ہے تتمہ اگر ذابح بسم اللہ بولا اور اسنے ہاے ہوز کو

ظاہر کیا اگر ذکر اللہ کا ارادہ کیا تو حلال ہے اور اگر ذکر اللہ کا قصد نہ کیا اور اسکو قصداً ترک کیا تو حلال نہیں کذا فی الطحطاوی فلو قال اللہ اکبر واراد بہ التسمیۃ حل ولو
اراد انہ لا یصیر شارعا فی الصلوٰۃ بہ ارادتہ چنانچہ اگر کسی نے اللہ اکبر کہا اور اس سے موذن کی متابعت کا ارادہ کیا نہ دخول فی الصلوٰۃ کا تو وہ اس تکبیر سے شروع
کرنے والا نماز کا نہ ہو کذا فی البزازیہ وفیہا وتشترط التسمیۃ من الذابح حالۃ الذبح او الرمی لصید او الارسال او حالۃ وضع الحدید لحمار الوحش اذا لم تقعد عن طلبہ کما فی
اور بزازیہ میں ہے اور شرط ہے بسم اللہ کہنا ذابح سے ذبح کی حالت میں یا شکار کے واسطے تیر مارنے کی حالت میں یا باز یا شکاری کتے چھوڑنے کی حالت میں یا لوہا رکھنے
کی حالت میں گورخر کے شکار کیواسطے بشرطیکہ شکار کرنے والا نہ ٹھہر رہا ہو اسکی تلاش سے چنانچہ آگے آویگا والمعتبر الذبح عقب التسمیۃ قبل تبدل المجلس حتی لو اضجع
شاتین احدہما فوق الاخری فذبحہما ذبحۃ واحدۃ بتسمیۃ واحدۃ حلا بخلاف ما لو ذبحہما علی التعاقب لان الفعل یتعدد فتتعدد التسمیۃ ذکرہ الزیلعی فی الصید اور معتبر ذبح کا
تسمیہ کے بعد قبل از تبدل مجلس ہے تو اگر لٹایا دو بکریوں کو ایک بکری کو دوسری بکری پر پھر دونوں کو ذبح کیا ایک ہی بار کے ذبح کرنے سے ایک ہی بار بسم اللہ کہنے سے
تو دونوں حلال ہیں برخلاف اسکے اگر دونوں کو علی التعاقب ذبح کیا یعنی پہلے ایک ذبح کی پھر دوسری اور تسمیہ ایک ہی بار کہا تو دوسری بکری حلال نہ ہوگی اسواسطے کہ
فعل یعنی ذبح متعدد ہوا تو تسمیہ کا بھی تعدد لازم ہوا ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے کتاب الصید میں فلو سمی الذابح ثم اشتغل بالاکل او شرب ثم ذبح ان طال قطع الفور حرم والا لا وحد الطول
ما یستکثرہ الناظر واذا حد شفرتہ ینقطع الفور بزازیہ اور اگر ذبح کرنے والا بسم اللہ بولا پھر کھانے یا پینے میں مشغول ہو گیا پھر اسنے ذبح کیا اگر زمانہ دراز ہو گیا اور فوریت قطع
ہو گئی تو ذبیحہ حرام ہو گیا اور نہیں تو حرام نہیں ہوا اور طول کی حد وہ ہے جسکو دیکھنے والا زیادہ اور کثیر جانے اور جبکہ ذابح نے تسمیہ کیا اور چھری تیز کی پھر ذبح کیا تو فوریت
منقطع ہو گئی کذا فی البزازیہ طحطاوی نے کہا ان مسائل میں اور مسائل سابقہ میں تحریر کا فرق چاہیے وندب نحر الابل فی اسفل العنق وکرہ ذبحہا والحکم فی غنم
بقر عکسہ فندب ذبحہا وکرہ نحرہا لترک السنۃ ومنعہ مالک اور مستحب ہے اونٹ کا نحر کرنا یعنی نیزہ مارنا نیچے گردن کے اور مکروہ ہے اسکا ذبح کرنا اور بکری دنبہ اور گائے بیل میں
بالعکس اسکے حکم ہے یعنی انکا ذبح کرنا مستحب ہے اور انکا نحر کرنا مکروہ ہے ترک سنت سے اور امام مالک نے اسکو منع کیا ہے امام زیلعی نے کہا نحر عبارت ہے قطع عروق سے
اسفل عنق میں محمد کے نزدیک اور ذبح عبارت ہے قطع عروق سے اعلائے عنق میں تحت اللحیین انتہی استحباب سے یہاں سنت مراد ہے اسواسطے صاحب ہدایہ نے کہا کہ استحباب
نحر ہے بسبب موافقت سنت متواترہ کے تو کچھ مخالفت نہیں کنز کی عبارت سے کہ اسنے اسکو سنت کہا ہے فتاوی عالمگیری میں خزانۃ المفتین سے منقول ہے کہ اگر ذبح کیا
جسمیں نحر مستحب ہے یا نحر کیا جسمیں ذبح مستحب ہے تو جائز ہے لیکن ترک سنت ہے اور عینی کی شرح کنز میں ہے کہ شتر مرغ اور بط اونٹ کے مانند ہے نحر میں اور قاعدہ یہ ہے
کہ جسکی گردن طویل ہے اسکو نحر کرنا چاہیے اور قہستانی میں تحفہ سے منقول ہے کہ آداب ذبح سے یہ ہے کہ جانور کو بائیں کروٹ لٹا دے اور قبلہ رخ ہو اور قدمین بائیں ہاتھ
اور داہنے ہاتھ سے ذبح کرے اور چھری کی دھار تیز کرے اور چھری چلانے میں حلقوم پر اور ذبح میں نہایت جلدی کرے کذا فی الطحطاوی ولا بد من ذبح صید مستانس لان ذکاۃ
الاضطرار انما یصار الیہا عند العجز عن ذکاۃ الاختیار اور ضرور ہے ذبح کرنا اس وحشی جانور کا جو مانوس ہو گیا اسواسطے کہ ذکاۃ اضطراری کی طرف تو اس صورت میں حاجت
ہوتی ہے جب ذکاۃ اختیاری سے عاجزی ثابت ہو وکفی جرح نعم کبقر وغنم توحش فیجرح کصید وتعذر ذبحہ کان تردی فی بئر او ند او صال حتی لو قتلہ المصول علیہ
مرید ذکاتہ حل اور کفایت کرتا ہے زخمی کرنا چوپائے جانور کا جو وحشی ہو گیا چنانچہ گائے بیل اور بھیڑ بکری زخمی کیجاوے شکاری جانور کے مانند یا چوپائے
غیر وحشی کا ذبح کرنا متعذر ہو گیا چنانچہ وہ گر گیا کنوئیں میں یا سرکش ہو گیا یا آدمی پر حملہ کرنے لگا تو اگر اسنے اسکو قتل کیا جسپر اسنے حملہ کیا ذکاۃ کی نیت
سے تو وہ حلال ہے وفی النہایۃ بقرۃ تعسرت ولادتہا فادخل ربہا یدہ فذبح الولد حل وان جرحہ فی غیر محل الذبح ان لم یقدر علی ذبحہ حل وان قدر لا اور نہایہ میں ہے
کہ مادہ جانور کا جننا مشکل ہو گیا سو اسکے مالک نے اپنا ہاتھ داخل کرکے بچہ ذبح کر ڈالا تو بچہ حلال ہو گیا اور اگر اسکو زخمی کیا محل ذبح کے سوا اور محل میں تو
اگر قادر نہ ہو سکا اسکے ذبح کرنے پر تو حلال ہے اور اگر قادر تھا ذبح پر تو حلال نہیں قلت ونقل المصنف ان من التعذر ما لو ادرک صیدہ حیا او شرف ثورہ علی الہلاک
وضیق الوقت علی الذبح او لم یجد آلۃ الذبح فجرحہ حل فی روایۃ میں کہتا ہوں اور مصنف نے نقل کیا کہ تعذر ذبح کی صورتوں میں سے ایک صورت یہ ہے کہ اگر

اپنے شکار کو زندہ پایا یا اُسکا بیل قریب الہلاک ہوگیا اور ذبح کی فرصت تنگ ہوگئی یا اُسنے ذبح کرنے کا ہتھیار نہ پایا سو اُسکو زخمی کردیا تو ایک روایت
مین وہ حلال ہوگیا تو بہتر یہ تھا کہ شارح بجاے فی روایۃ قول کہتا اسواسطے کہ یہ قول ہے بعض مشائخ کا اور بعضون نے کہا کہ اُسکا کھانا حلال نہین
بدون قطع عروق کے کذا فی الطحطاوی فتاوی عالمگیری مین ہے کہ ایک مرغی درخت پر لٹک گئی اور اُسکا مالک اُس تک نہین پہونچ سکتا تو اگر اُسکی
فوت اور موت کا خوف نہ ہو اور اُسکو تیر سے مارے تو اُسکا کھانا جائز نہین اور اگر فوت ہوجانے کا ڈر ہو تو اُسکا کھانا جائز ہے اور کبوتر جبکہ مالک کے پاس سے
اڑ گیا پھر اُسکے مالک یا اور کسی شخص نے اُسکو تیر مارا تو فقہانے کہا کہ اگر وہ اپنے مکان پر نہ آسکتا ہو تو اُسکا کھانا حلال ہے خواہ تیر ذبح کے مقام پر لگے خواہ اور
کہین اسواسطے کہ ذکاۃ اختیاری سے عاجزی ثابت ہوئی اور اگر کبوتر اپنے مکان پر آسکتا ہو تو اگر تیر ذبح کے مقام پر لگا تو حلال ہے اور اگر اور مقام پر لگا تو
اُسمین اختلاف ہے اور قول صحیح یہ ہے کہ حلال نہین وفی منظومۃ النسفی سے ان الجنین مفرد بحکمہ لم تتذک بذکاۃ امہ + فحذف المصنف ان اور منظومہ نسفی مین ہے کہ
پیٹ کا بچہ مستقل ہے اپنے حکم مین حلال نہین ہوجاتا اپنی ماں کے حلال ہوجانے سے تو مصنف نے ان شرطیہ کا لفظ حذف کیا ام یعنی اگر پیٹ کا بچہ ذبح
کیا گیا تو حلال ہے ورنہ حلال نہین اور وہ اپنی ماں کا تابع نہین کہ اُسکے حلال ہونے سے وہ بھی حلال ہوجاے وقالا ان تم خلقہ اکل لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم
ذکاۃ الجنین ذکاۃ امہ وحملہ الامام علی التشبیہ ای کذکاۃ امہ بدلیل انہ روی بالنصب اور صاحبین نے کہا کہ اگر جنین یعنی پیٹ کے بچہ کی خلقت پوری
ہوچکی ہے تو کھایا جاے بدلیل قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ جنین کی ذکاۃ (ذبح ۱۲) اُسکی ماں کی ذکاۃ ہے اور امام اعظم نے اس حدیث کو تشبیہ پر محمول کیا ہے یعنی
جنین کی ذکاۃ اُسکی ماں کی ذکاۃ کے مانند ہے اس دلیل سے کہ اُسکی روایت نصب سے بھی آئی ہے مگر اکمل نے شرح ہدایہ مین کہا کہ ذکاۃ امہ برفع و نصب
دونون طرح مروی ہے تو اگر منصوب ہے تو کچھ اشکال نہین اُسکی تشبیہ ہونے مین اور اگر مرفوع ہو تو بھی اشکال نہین اسواسطے کہ وہ قوی تر ہے تشبیہ مین
اول سے کقول الشاعر ع وعیناک عیناہا وجیدک جیدہا کذا فی الطحطاوی ولیس فی ذبح الام اضاعۃ الولد لعدم التیقن بموتہ اور ماں کے ذبح کرنے مین بچہ
کا ضائع کرنا نہین ہے کیونکہ اُسکی موت کا تیقن نہین ہے یعنی جنین تام الخلقۃ ماں کے ذبح کرنے سے زندہ بھی رہتا ہے تو اُسکی موت یقینی نہ ہوئی م یہ بقیہ ہے
دلیل امام کا اور جواب ہے اُس سوال مقدر کا کہ اگر بچہ کھانا اُسکی ماں کے ذبح کرنے سے حلال نہو تو اُسکی ماں کا ذبح کرنا جائز نہوا اسواسطے کہ اسمین مال کا
ضائع کرنا ہے اور حالانکہ مال ضائع کرنا حدیث مین ممنوع ہے چنانچہ زیلعی مین ہے کذا فی الحلبی **ولا تحل ذو ناب یصید بنابہ** فخرج نحو البعیر **او مخلب یصید بمخلبہ**
ای ظفرہ فخرج نحو الحمامۃ من سبع بیان لذی ناب والسبع کل مختطف منتہب جارح قاتل عادۃ او طیر بیان لذی مخلب اور حلال نہین نیش والا درندہ
جو شکار کرتا ہو اپنے نیش سے یا وہ طائر پنجہ گیر چنگل والا جو شکار کرتا ہو اپنے چنگل یعنی ناخن سے تو شکار نیش کی قید سے اونٹ سا جانور نکل گیا حرمت سے
اسواسطے کہ اگر وہ نیش دار ہے لیکن نیش سے شکار نہین کرتا اور شکار چنگل کی قید سے کبوتر سا طائر حرمت سے نکل گیا اسواسطے کہ ہر چند وہ چنگل دار ہے
لیکن چنگل سے شکار نہین کرتا ہے شارح نے کہا سبع یعنی درندہ ہر جانور اوچک لیجانے والا غارت گر پھاڑنے والا قاتل بنا بر عادت کے م حرمت
کی دلیل وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم وغیرہ مین مروی ہے کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اکل کل ذی ناب من السباع وکل ذی مخلب من الطیر یعنی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہر نیش دار درندہ اور ہر چنگل دار طائر کے کھانے سے اور بالاجماع سبع ذی ناب سے وہ مراد ہے جو اپنے
نیش سے چیر پھاڑ کر شکار کرتا ہو اور ذی مخلب سے بھی وہ مراد ہے جو اپنے چنگل سے شکار کرتا ہو اور وجہ حرمت یہ ہے کہ طبیعت ان حیوانات کی مذموم واقع
ہوئی ہے شرعاً تو خوف یہ تھا کہ اُنکے گوشت کھانے سے انھین کی خوے بد انسان مین بھی پیدا ہوگی تو بنی آدم کی تکریم کے واسطے حیوانات مذکورہ حرام
ہوگئے کذا فی الطحطاوی **ولا الحشرات** ہی صغار دواب الارض واحدہا حشرۃ اور حلال نہین حشرات یعنی چھوٹے جانور زمین پر چلنے والے اور نکلنے
والے جو زمین مین رہتے ہین حشرات جمع ہے حشرۃ بالتحرک کذا فی القاموس م ہوام اور حشرات الارض جیسا کہ چوہا اور گھونس اور نیولا اور سیہی جو

زمین میں رہتے ہیں حرام ہیں اسواسطے کہ یہ خبیث ہیں قال اللہ تعالی ویحرم علیہم الخبائث اور اسواسطے کہ غالباً وہ نجاست خور ہیں کذا فی الطحطاوی
عن الاتقانی والحمر الاھلیۃ بخلاف الوحشیۃ فانہا ولبنہا حلال اور حلال نہیں پالو گدھے برخلاف وحشی گدھوں یعنی گورخر کے کہ وہ اور انکا دودھ حلال ہی اور
گدھا حرام ہی اگرچہ وہ وحشی ہوجاوے اور گورخر حلال ہی اگرچہ وہ اہلی اور مانوس ہوجاوے اور اسپر پالان باندھا جاوے کذا فی العالمگیریہ والبغل الذی امہ
حمارۃ فلو امہ بقرۃ فیحل اتفاقا ولو فرسا فکامہ اور وہ خچر حلال نہیں جسکی ماں گدھی ہی تو اگر خچر کی ماں گائے ہو اور باپ اسکا گدھا تو وہ حلال ہو گا
بالاتفاق اور اگر خچر کی ماں گھوڑی ہی تو وہ اپنی ماں کے مانند ہی یعنی امام کے نزدیک مکروہ ہی اور صاحبین کے نزدیک حلال ہی اور قاعدہ کلیہ یہ ہی
کہ جو بچہ مختلف الجنس سے پیدا ہو تو اسکی ماں کا اعتبار ہی اگر ماں حلال ہی تو وہ بھی حلال ہی اگرچہ اسکا باپ حرام ہو اور اگر ماں حرام ہی تو بچہ بھی حرام ہی اگرچہ
باپ اسکا حلال ہو والخیل وعندہما والشافعی تحل وقیل ان ابا حنیفۃ رجع عن حرمتہ قبل موتہ بثلثۃ ایام وعلیہ الفتوی عمادیہ اور حلال نہیں گھوڑا اور
گھوڑی امام کے نزدیک اور صاحبین اور شافعی کے نزدیک حلال ہی اور بعضوں نے کہا کہ امام ابوحنیفہ نے تین دن اپنی موت سے پہلے اسکی حرمت
سے رجوع کی اور اسکے حلال ہونے کے قائل ہوئے اور اسی پر فتوی ہی کذا فی العمادیہ ثم ہدایہ میں گھوڑے کی کراہت تحریمی کو اصح کہا ہی اور محیط اور
فخر الاسلام اور ابو المعین نے کراہت تنزیہی کو اصح کہا ہی تو درصورت کراہت تنزیہی امام اور صاحبین میں کچھ خلاف باقی نہ رہیگا اسواسطے کہ صاحبین
اگرچہ حلت کے قائل ہیں لیکن کراہت تنزیہی کے ساتھ کذا فی الطحطاوی ولا باس بلبنہا علی الاوجہ اور گھوڑی کے دودھ میں کچھ مضائقہ نہیں بر قول اوجہ ثم
اسواسطے کہ اسکے دودھ پینے میں سامان جہاد کی کچھ کمی متصور نہیں بخلاف گوشت حلال کھا جانے کے کذا فی المنح والضبع والثعلب لان لہما نابا وعندالشافعی
یحل اور حلال نہیں بجو اور لومڑی اسواسطے کہ دونوں کچلی دار ہیں اور امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد کے نزدیک وہ حلال ہیں والسلحفاۃ بریۃ وبحریۃ اور حلال نہیں
کچھوا خشکی کا ہو یا دریائی والغراب الابقع الذی یاکل الجیف لانہ ملحق بالخبائث قال المصنف ثم قال والخبیث ما تستخبثہ الطبائع السلیمۃ اور حلال نہیں
ابلق کوا جو مردار کھاتا ہی اسواسطے کہ وہ حیوانات خبیثہ کے ساتھ ملحق ہی یہ کہا ہی مصنف نے اپنی شرح میں پھر مصنف نے کہا کہ خبیث وہ چیز ہی جس سے طبائع
سلیمہ گھنائیں اور اسکو مکروہ اور خبیث جانیں ثم غراب ابقع وہ ہی جسمیں سیاہی اور سفیدی ہو کذا فی الطحطاوی عن المکی عن الکشف والغداف بوزن
غراب النسر جمعہ غدفان قاموس اور حلال نہیں غداف یعنی جنگلی سیاہ بڑا کوا شارح نے کہا غداف بروزن غراب نسر یعنی گدھ ہی اور جمع اسکی غدفان ہی کذا
فی القاموس ثم صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں اور صاحب درر نے غداف کا ترجمہ کلاغ سیاہ بزرگ کیا ہی اور شارح نے قاموس سے نسر ترجمہ کیا ہی حالانکہ قاموس میں غداف کا ترجمہ
کوا اور نسر کثیر الریش ورقم ہی اغلب کہ یہ کاتب کے اغلاط سے ہو قاموس کی عبارت یہ ہی الغداف کغراب غراب القیظ والنسر الکثیر الریش جمعہ غدفان والفیل والیربوع والضب وما روی
من اکلہ محمول علی الابتداء اور حلال نہیں ہاتھی اور سوسمار یعنی گوہ اور جو سوسمار کھانے کی روایت ہی وہ ابتدائے اسلام پر محمول ہی یعنی ابتدائے اسلام میں حلال
تھا اب حلال نہیں لیکن امام شافعی کے نزدیک حلال ہی والیربوع وابن عرس والرخم والبغاث وہو طائر دون الرخم شبیہ بالرخم وکلہا من سباع البہائم اور حلال
نہیں موش دشتی اور نیولا اور کرگس کذا فی المنتخب اور بغاث اور وہ کم ہمت پرندہ ہی مشابہ رخم کے اور یہ تمام سباع بہائم میں ہیں ثم یربوع جانور ہی چوہے کے
مانند لیکن اسکی دم اور کان چوہے سے زیادہ دراز ہیں اور دونوں پاؤں دونوں ہاتھوں سے دراز ہیں کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود تو ظاہراً یربوع کا
ترجمہ اردو میں موش ہوا اور مخزن الادویہ میں یربوع کا ترجمہ فارسی میں خرگوش اور ہندی میں گھوس کیا ہی واللہ اعلم وقیل الخفاش لانہ ذو ناب
اور بعضوں نے کہا کہ حلال نہیں چمگادڑ اسواسطے کہ وہ کچلیدار ہی ثم الاتقانی نے کہا کہ دلیل میں خلل ہی اسواسطے کہ ہر کچلیدار حرام نہیں بلکہ وہ کچلیدار
جانور حرام ہی جو اپنے کچلی سے شکار کرتا ہو انتہی اور فتاوی عالمگیری میں چمگادڑ کی حلت اور حرمت کے دو قول مذکور ہیں کذا فی الطحطاوی ولا الحیوان المائی
اور حلال نہیں دریائی اور پانی کا جانور ثم حیوان مائی سے وہ مراد ہی جسکا ماوی اور معاش پانی میں ہو کذا فی المنح الا السمک الذی مات بآفۃ ولو متولدا فی

ما يحبس ولو طافية مجروحة وهبانية سب دریائی جانور حرام ہین مگر وہ مچھلی حرام نہین جو کسی آفت کے سبب سے مرگئی ہو اگرچہ مچھلی ناپاک پانی مین پیدا ہوئی
ہو اور گو زخمی مچھلی پانی پر اُچھل آئی ہو کذا فی الوہبانیہ ثم قاعدہ کلیہ مچھلی مین حنفیہ کے نزدیک یہ ہی کہ جو مچھلی کسی سبب سے مرگئی تو وہ حلال ہی چنانچہ وہ مچھلی کہ
گرفتار ہونے سے مرگئی اور جو مچھلی بغیر سبب کے مرگئی تو وہ حلال نہین چنانچہ پانی پر کی اُترائی ہوئی مچھلی کذا فی الدرر غیر الطافی علی وجه الماء الذی مات حتف انفه
وهو ما بطنه من فوق مچھلی حلال ہی مگر وہ مچھلی حلال نہین جو پانی پر اُچھل آئی ہو یا جو خود بخود اپنی موت سے مرگئی بلا آفت اور طافی وہ مچھلی ہی جسکا پیٹ پانی پر آسمان
کی طرف ہو فلو ظهره من فوق فليس بطاف فيوكل كما يوكل ما فی بطن الطافی تو اگر مچھلی کی پیٹھ اوپر کی طرف ہو تو وہ طافی نہین اُسکا کھانا حلال ہی جیسے اُس مچھلی کا
کھانا حلال ہی جو اترائی مچھلی کے پیٹ مین ہو ثم جو مچھلی کہ دوسری مچھلی کے پیٹ مین ہو تو اُسکی موت آفت اور سبب سے ثابت ہوئی یعنی تنگی مکان کے سبب سے
کذا فی شرح الوہبانیہ اور منح الغفار مین ہی کہ اگر ایک مچھلی دوسری مچھلی کو نگل گئی تو دونون کا کھانا حلال ہی یعنی اسواسطے کہ دونون کی موت آفت سے
ہوئی وما مات بحر الماء او برده او بربطه فيه او القاء شئ فموته بآفة وهبانية اور جو مچھلی مرگئی پانی کی گرمی یا سردی کے سبب سے یا پانی مین باندھنے کے سبب سے
جال وغیرہ سے یا کسی چیز کے ڈالنے سے یعنی کوئی دوا پانی مین ڈالی اور مچھلی اُسکو کھا کر مرگئی تو اُسکی موت آفت کے سبب سے ہوئی یعنی تو حلال ہوگی کذا فی
الوہبانیہ ثم اگر مچھلی کو پرندہ دریائی نے قتل کیا یا مچھلی مرگئی پانی کے گڑھے مین یا ایک شخص نے مچھلی گھیری حظیرہ مین کہ اُس سے نکل نہین سکتی اور وہ شخص
اُسکو پکڑ سکتا ہی سو اُسمین وہ مرگئی یا جال مین مچھلی مرگئی اور وہ اس حال مین تھی کہ جال سے نکل سکتی تھی یا مچھلی کو پانی مین بستہ کیا سو وہ برف مین باقی
رہ گئی اور مرگئی تو وہ حلال ہی اور اگر پانی کی گرمی یا سردی سے مرگئی تو وہ ماکول ہی ایک روایت مین کیونکہ اُسکی موت کا سبب پایا گیا اور دوسری روایت
یہ ہی کہ وہ حلال نہین اسواسطے کہ پانی مچھلی کو مارتا نہین ہی گرم ہو یا سرد چنانچہ کافی مین ہی کذا فی الدرر والا الجريث سمك اسود والمارماهی سمك فی صورة الحية
وافردهما بالذكر للخفاء وخلاف محمد اور حلال نہین دریائی جانور مگر جریث اور مارماہی حلال ہی جریث سیاہ مچھلی ہی اور مارماہی سانپ کی صورت پر مچھلی ہی مصنف
نے دونون مچھلیون کو جدا اسواسطے ذکر کیا کہ انکے مچھلی ہونے مین پوشیدگی تھی اور محمد کے خلاف کی جہت سے علیحدہ بیان کیا ثم عینی نے کہا جریث بکسر الجیم
والتشدید اسے مکسورہ ایک قسم ہی مچھلی کی مدور یعنی گول ہوتی ہی جیسے ڈھال انتہی اور یہ جو محمد سے مغرب مین منقول ہی کہ سب مچھلیان حلال ہین سواے
جریث اور مارماہی کے سو ضعیف قول ہی غایة البیان مین ہی کہ بعض روافض اور اہل کتاب جریث کے کھانے کو مکروہ جانتے ہین اور کہتے ہین کہ ایک دیوث
تھا وہ لوگون کو اپنی جورو کے پاس بلاتا تھا سو مسخ ہو کر جریث ہوگیا سو باطل قول ہی کہ جو مسخ ہوا وہ تین دن کے بعد مرگیا اُسکی نسل باقی نہین رہی
کذا فی الطحطاوی وفی الدرر مارماہی کو اہل ہند بام کہتے ہین اور جریث کو بعض اہل ہند سچگی بولتے ہین **وحل الجراد وان مات حتف انفه بخلاف السمك** اور حلال
ہی ٹڈی اگرچہ وہ خود بخود بلا سبب ظاہر مرگئی ہو بخلاف مچھلی کے کہ وہ بلا سبب خود بخود مرنے سے حلال نہین **وانواع السمك بلا ذكاة** لحديث احلت لنا
ميتتان السمك والجراد ودمان الكبد والطحال بكسر الطاء اور سب اقسام مچھلی کے حلال ہین بدون ذبح کرنے کے اس حدیث کی دلیل سے کہ حلال ہوے
ہمارے واسطے دو مردے مچھلی اور ٹڈی اور حلال ہوے دو خون کلیجہ اور تلی شارح نے کہا طحال بکسر الاول ہی **وحل غراب الزرع الذی یاکل الحب** او
الصیتا کا کوا حلال ہی جو دانہ کھاتا ہی ثم یعنی نجاست خور نہین ہی شہر مین نہین آتا ہی صغیر الجثہ ہوتا ہی مثل فاختہ کے والله اعلم **والارنب والعقعق** هو غراب
يجمع بين اكل جيفة وحب والاصح حله اور حلال ہی خرگوش اور عقعق عقعق وہ کوا ہی کہ مردار اور دانہ دونون کھاتا ہی اور اسکا حلال ہونا اصح قول ہی ثم عقعق
بروزن قنفذ پرندہ ابلق سیاہ اور سفید ہوتا ہی اور اُسکی آواز مین عین اور قاف معلوم ہوتا ہی کذا فی القاموس بعضے لوگ اُسکو چھو کھا کہتے ہین طحطاوی
نے حاشیہ کرمانی سے نقل کیا کہ عقعق بروزن جعفر پرندہ ہی کبوتر کے مانند لمبی دم والا اُسمین سفیدی اور سیاہی ہی اور وہ اقسام غراب سے ہی بدشگونی
اس سے لیتے ہین انتہی اور ابو یوسف سے روایت ہی کہ مین نے امام ابو حنیفہ سے عقعق کو پوچھا تو فرمایا کہ لا باس یعنی اُسکے کھانے مین کچھ مضائقہ نہین

تو یہ نے کہا وہ نجاست کھاتا ہی تو امام نے فرمایا کہ وہ نجاست کو ملاتا ہی دوسری چیز سے پھر کھاتا ہی تو امام کے نزدیک قاعدہ یہ ٹھہرا کہ جو نجاست کو دوسری
چیز سے ملا کر کھاوے چنانچہ مرغی تو اسکا مضائقہ نہیں اور ابو یوسف نے کہا کہ عقعق مکروہ ہی جیسے مرغی مخلاة مکروہ ہی کذا فی فتاوی قاضی خان معہما اسے مع
الذکاة کھیت کا کوا اور خرگوش اور عقعق حلال ہیں ذبح کرنے کے ساتھ ہم اب مناسب معلوم ہوتا ہی کہ ان حیوانات کو ذکر کیجیے جنکی حلت اور حرمت کتب معتمدہ میں
مذکور ہی فتاوی قاضی خان میں مذکور ہی کہ انعام یعنی چوپائے بالکل حلال چنانچہ اونٹ اور اونٹنی اور گائے بیل اور بھیڑ اور بکری اور دنبہ حلال ہیں اور اسی طرح ما سوائے
انعام جو درندہ نہیں ہیں چنانچہ ہرن اور خرگوش اور گورخر اور نیل گاو اور وہ طیور جو جنگل سے شکار نہیں کرتے چنانچہ مرغی مرغا اور کبوترا اور بطا اور غراب الزرع
جو فقط دانہ کھاتا ہی اور ابابیل اور قمری اور سودانی اور زرزور اور عصافیر یعنی جمیع اقسام گنجشک کی اور فاختہ اور ٹڈی وہ حلال ہیں اور حرام ہی ہر ذی ناب از
درندہ چنانچہ شیر اور بھیڑیا اور تیندوا اور چیتا اور لومڑی اور بجو اور کتا اور بلی جنگلی ہو یا پالو اور سنجاب اور سمور اور ریچھ اور بندر اور موش دشتی اور گوہ اور نیولا
اور گینڈا اور ہاتھی اور سور اور سانپ اور مینڈک اور جس جانور میں کہ خون نہیں چنانچہ زنبور یعنی بھڑ اور مچھر اور مکھی اور پسو اور جوں اور چچڑی اور ہر پنجہ گیر پرندہ
جو شکار کرتا ہی چنانچہ صقر یعنی چرہ اور باز اور گدھ اور عقاب اور باشہ اور شاہین اور بغاث اور چیل اور جو مردار خور پرندہ ہو چنانچہ غراب ابقع یعنی ابلق کوا
یہ سب حرام ہیں انتہی ما فی الخانیة فائدہ جو جانور خشکی میں رہتے ہیں تین قسم ہیں ایک وہ جنمیں اصلا خون نہیں دوسری قسم وہ جنمیں خون ہی مگر خون روان نہیں
اور تیسری قسم وہ جنمیں خون سائل اور روان ہی سو جنمیں خون نہیں چنانچہ ٹڈی اور بھڑ اور مکھی اور مکڑی اور گبریلا اور بچھو اور مانند اسکے تو انکا کھانا حلال نہیں
سوائے ٹڈی کے اور اسی طرح جنمیں خون سائل نہیں چنانچہ سانپ اور چھپکلی جسکو گلگلی بھی کہتے ہیں اور سام ابرص اور جمیع حیوانات حشرات اور ہوام الارض
چنانچہ چوہا اور سیہی اور گوہ اور یربوع یعنی موش دشتی یا گھونس اور نیولا اور مانند انکے اور انکی حرمت میں اختلاف نہیں مگر گوہ امام شافعی کے نزدیک حلال
ہی اور جنمیں خون سائل ہی وہ دو قسم ہیں مانوس اور وحشی سو مانوس بہائم سے چنانچہ اونٹ اور گائے بیل اور غنم بالاجماع حلال ہیں اور وحشی چنانچہ ہرن اور نیل گاو
اور گورخر اور جنگلی اونٹ سو باجماع مسلمین حلال ہیں اور درندے مانوس چنانچہ کتا اور چیتا اور پالو بلی سو حلال نہیں اور اسی طرح وحشی درندے جنکو سباع الوحوش کہتے
ہیں چنانچہ شیر اور بھیڑیا اور بجو اور تیندوا اور چیتا اور لومڑی اور جنگلی بلی اور سنجاب اور سمور اور دلق اور ریچھ اور بندر اور مانند انکے اور سباع طیر چنانچہ باز اور باشہ اور چرہ اور شاہین
اور چیل اور بغاث اور گدھ اور عقاب اور جو انکے مانند ہو یہ سب حرام ہیں کذا فی الطحطاوی عن الدمیری الشافعی صاحب حیوة الحیوان وذبح ما لا یوکل یطہر لحمہ وشحمہ وجلدہ
تقدم فی الطہارة ترجیح خلافہ اور جو جانور ماکول اللحم نہیں اسکا ذبح کر ڈالنا اسکے گوشت اور چربی اور چمڑے کو پاک کر دیتا ہی شارح نے کہا کتاب الطہارة میں اسکے
خلاف کی ترجیح مقدم مذکور ہو چکی ہم طہارة میں اسکی ترجیح مذکور ہو چکی کہ ذبح سے گوشت پاک نہیں ہوتا چمڑا پاک ہو جاتا ہی طہارة سے مطلب یہ ہی کہ اگر مائعات یعنی بہنے
چیزوں میں چمڑا یا چربی غیر ماکول اللحم مذبوح کی پڑ جاوے تو وہ چیز رقیق نجس نہیں ہو جاتی اسواسطے کہ ذبح ازالہ رطوبت نجسہ میں دباغت کے مانند ہی اور اسکے حامل
کی نماز باطل نہیں ہوتی اور کھانے کے سوا اسکی چربی سے فائدہ لینا درست ہی یا نہیں بعضوں نے کہا کہ جائز نہیں اور بعضوں نے کہا جائز ہی واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی
الا الآدمی والخنزیر کما مر سوائے آدمی اور سور کے چنانچہ کتاب الطہارة میں مذکور ہو چکا ذبح شاة مریضة فتحرکت او خرج الدم حلت والا لا ان لم تدر حیوتہ عند الذبح
بیمار بکری کو ذبح کیا پھر اسنے جنبش کی یا خون نکلا تو وہ حلال ہی اور اگر حرکت نہ کی یا اسکا خون نہ نکلا تو وہ حلال نہیں اگر اسکی زندگی ذبح کے وقت معلوم نہ ہوئی ہو
حرکت اور خروج خون نہیں ہوتا مگر زندہ سے کیونکہ مردہ جنبش نہیں کرتا اور اس سے خون نہیں بہتا شرح طحطاوی میں ہی کہ خون کا نکلنا زندگی پر دلالت نہیں کرتا
مگر اس صورت میں جبکہ زندہ کے مانند خون نکلے وان علم حیوتہ حلت مطلقا وان لم تتحرک ولم یخرج الدم وہذا یأتی فی منخنقة ومتردیة ونطیحة والتی بقر الذئب
بطنہا فذکاة ہذہ الاشیاء تحلل وان کانت حیوتہا خفیة وعلیہ الفتوی لقولہ تعالی (الا ما ذکیتم) من غیر فصل زیلعی فی الصید اور اگر مذبوح کی حیات معلوم ہو گئی ہو تو
حلال ہی اگرچہ اسنے جنبش اور حرکت نہ کی ہو اور خون بھی نکلا ہو اور اسکا بیان آویگا اس جانور میں جسکا گلا دبا دیا گیا اور جو نیچے گر پڑا اور جسکو دوسرے جانور نے

سینگ سے مارا اور جسکا پیٹ بھیڑیے نے پھاڑ ڈالا تو ان چیزون کو ذبح کر دینا حلال کر دیتا ہے اگرچہ حیوانات مذکورہ کی زندگی پوشیدہ یعنی غیر ظاہر ہو اور اسی پر فتوی ہے بدلیل قول حق تعالی کے الا ما ذکیتم یعنی وہ جانور حلال ہے جسکو تم نے ذبح کیا اور حق تعالی نے اسمین کچھ تفصیل نہین فرمائی حرکت یا خروج خون کی اور اسکا ذکر آگے آویگا کتاب الصید مین ذبح شاۃ لم تدر حیوتہا وقت الذبح ولم تتحرک ولم یخرج الدم ان فتحت فاہا لا توکل وان ضمت اکلت وان فتحت عینیہا لا توکل وان ضمتہا اکلت وان مدت رجلہا لا توکل وان قبضتہا اکلت وان نام شعرہا لا توکل وان قام اکلت لان الحیوان یسترخی بالموت ففتح الفم والعین ومد الرجل ونوم الشعر علامۃ الموت لانہا استرخاء ومقابلہا حرکات تختص بالحی فدل علی حیوتہ وہذا کلہ اذا لم تعلم الحیوۃ وان علمت حیوتہا وان قلت وقت الذبح اکلت مطلقا بکل حال زیلعی بکری ذبح کی اور اسکا زندہ ہونا ذبح کے وقت معلوم نہوا اور اسنے جنبش نہ کی اور خون بھی نہ نکلا تو اگر اسنے منہ کھولدیا تو اسکا کھانا حلال نہین ہے اور اگر اسنے منہ بند کر لیا تو کھانا حلال ہے اور اگر اسنے آنکھ کھولدی تو اسکا کھانا حلال نہین اور اگر اسنے آنکھ بند کر لی تو کھانا حلال ہے اور اگر اسنے پانوں پھیلا دیا تو کھانا درست نہین اور اگر کھینچ لیا تو درست ہے اور اگر اسکے بال سو گئے یعنی گر پڑے تو اسکا کھانا درست نہین اور اگر بال کھڑے ہو گئے تو درست ہے اسواسطے کہ جانور موت سے ڈھیلا ہو جاتا ہے تو منہ اور آنکھ کا کھولنا اور پانوں کا پھیلانا اور بال کا گر پڑنا علامت ہے موت کی اسواسطے کہ یہ افعال استرخا ہین یعنی ڈھیلے ہو جانے سے ہوتے ہین اور ان افعال کے مقابل یعنی منہ اور آنکھ کا بند کر لینا اور پانون کا کھینچنا اور بال کھڑا ہونا یہ حرکات سب زندے کے ساتھ مخصوص ہین تو اسکی زندگی پر دلالت ہوگی اور یہ سب علامات مذکورہ اسوقت معتبر ہین جبکہ زندگی معلوم نہو اور اگر اسکی زندگی معلوم ہو ذبح کے وقت اگرچہ حیات قلیل ہو تو اسکا کھانا مطلقا حلال ہے ہر حال مین خواہ علامات مذکورہ پائی جاوین یا نہ پائی جاوین کذا فی الزیلعی

سمکۃ فی سمکۃ فان کانت المظروفۃ صحیحۃ حلتا یعنی الظرف والمظروفۃ لموتہا بالبلوعۃ بسبب حادث ایک مچھلی نکلی دوسری مچھلی کے پیٹ مین تو اگر مظروفہ یعنی وہ مچھلی جو پیٹ کے اندر ہے تندرست ہے تو دونون حلال ہین یعنی مظروفہ اور ظرف کیونکہ نگلی ہوئی مچھلی کی موت بسبب حادث کے ہے یعنی تنگی مکان کے سبب سے اور نگلنے والے کی موت دب جانے سے والا تکن صحیحۃ حل الظرف لا المظروف لما لو خرجت من دبرہا لاستحالتہا قذرۃ جوہرۃ وقد غیر المصنف عبارۃ متنہ الی ما تراہ اور اگر پیٹ کی مچھلی تندرست نہو سڑ گل گئی ہو تو ظرف حلال ہے نہ مظروف یعنی نگلنے والی حلال ہے نہ نگلی گئی چنانچہ اگر مظروفہ اسکی مقعد سے نکلی تو حلال نہین اسواسطے کہ مستحیل اور متغیر ہو کر گوہ ہو گئی کذا فی الجوہرۃ اور البتہ مصنف نے اپنے متن کی عبارت بدل ڈالی جو اسنے مع الاشباہ کی عبارت یون تھی سمکۃ فی سمکۃ فان کانت صحیحۃ حلا والا لا یعنی مچھلی کے اندر کی مچھلی اگر تو اگر مظروفہ صحیح اور سالم ہے تو دونون حلال ہین اور نہین تو حلال نہین یہ عبارت اسکی موہم ہے کہ درصورت عدم تندرستی مظروفہ دونون حلال نہین ہین حالانکہ یہ مطلب نہین بلکہ ظرف حلال ہے نہ مظروف تو مصنف کی تغییر عبارت سے یہ خلل دفع ہو گیا ولو وجد فیہا درۃ ملکہا حلالا ولو خاتما او دینارا مضروبا لا وہو لقطۃ اور اگر مچھلی کے اندر موتی پایا تو پانے والے کو اسکی ملک حلال ہے اور اگر اسکے اندر انگوٹھی یا سکہ دار اشرفی پائی تو پانے والا اسکا مالک نہین اور وہ لقطہ ہے حم اس مسئلہ مین تفصیل ہے جو ذخیرہ آوے مین یون مذکور ہے کہ موتی مچھلی کے پیٹ مین پایا تو اگر موتی صدف کے اندر ہے تو وہ پانے والے کا ہے اور اگر مچھلی بیچی اور مشتری نے موتی پایا تو وہ مشتری کا ہے اور اگر موتی صدف مین نہین ہے تو وہ پانے والے کا مملوک ہے اور وہ لقطہ ہوگا اسواسطے کہ ظاہر ہے وہ صیاد کے ہاتھ سے اسکو پہونچا کذا فی الطحطاوی

ذبح لقدوم الامیر ونحوہ کواحد من العظماء یحرم لانہ اہل بہ لغیر اللہ ولو وصلیۃ ذکر اسم اللہ تعالی ذبح کیا حاکم کے آنے کیواسطے یا حاکم کے مانند کسی اور شخص جلیل القدر کے آنے کے سبب سے ذبح کیا تو ذبیحہ حرام ہے اگرچہ ذابح نے اللہ تعالی کا نام لیا ہو ذبح کے وقت اسواسطے کہ اسپر غیر خدا کا نام پکارا گیا ہم دستور عوام مین یون ہے کہ جب نیا حاکم قلعہ مین داخل ہوتا ہے تو اسکی تعظیم کیواسطے یا دیو بہوت کے بھوگ دینے کیواسطے تاکہ تکلیف نہ دے جانور ذبح کرتے ہین اور حاکم کو اسکا گوشت نہین کھلاتے ہین جو اسکو دعوت قرار دیجیے طحطاوی نے کہا ذبیحہ مذکورہ مردار ہے اگرچہ اللہ تعالی کا خالص نام اسپر لیا جاوے اور بہتر یہ ہے کہ تعظیم غیر خدا حرمت کی علت ٹھہرائی جاوے تبھی تو اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ جو ہندوستان مین جاہلون مین رواج ہے کہ منت مانکر سید احمد کبیر کی گائے اور شیخ سدو کا بکرا ذبح کرتے ہین وہ گائے اور بکرا حرام ہے اسواسطے کہ ذبح سے تعظیم غیر خدا اور تقرب مخلوق کا ارادہ کرتے ہین اور یہ جو بعضے لوگ کہتے ہین کہ ذبح کے وقت نام خدا کے ذکر کرنے سے ذبیحہ حلال اور پاک ہو جاتا ہے گو نیت عوام کی خراب ہو

سو انکی غلط فہمی ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ درصورت تعظیم غیر خدا ذبیحہ مردار ہو جاتا ہے اگرچہ اللہ تعالی کا خالص نام لیا جائے صحیح مسلم میں علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے
حدیث مرفوع مروی ہے لعن اللہ من ذبح لغیر اللہ یعنی خدا لعنت کرے اسپر جو غیر خدا کیواسطے ذبح کرے (ولو) ذبح (للضیف) لا یحرم لانہ سنۃ الخلیل واکرام الضیف
اکرام اللہ تعالی اور اگر مہمان کیواسطے ذبح کرے تو ذبیحہ حرام نہیں ہوتا اسواسطے کہ ذبح کرنا دعوت مہمان کیواسطے سنت ہے خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کی اور اکرام مہمان
کی اللہ تعالی کی تکریم ہے ہم منح الغفار میں ہے کہ جو یہ گمان کرتا ہے کہ مہمان کیواسطے ذبح کرنا حلال نہیں اسواسطے کہ یہ ذبح تکریم ابن آدم کیواسطے ہے تو گویا یہ ذبح صورت ہوا
غیر خدا کیواسطے تو اس شخص نے قرآن اور حدیث اور عقل کے مخالف کہا اسواسطے کہ اس میں شک نہیں کہ قصاب منفعت کیواسطے ذبح کرتا ہے اور اگر وہ نفع نہ جانے تو ذبح
نہ کرے تو اس جاہل پر لازم ہے کہ قصاب کے ذبیحہ کو نہ کھاوے اور نہ اسکو کھاوے جو ولیمہ اور عرس یعنی شادی در عقیقہ میں ذبح ہو (والفارق انہ ان قدمہا لیاکل منہا کان
الذبح للہ والمنفعۃ للضیف او للولیمۃ او للربح وان لم یقدمہا لیاکل منہا بل یدفعہا لغیرہ کان لتعظیم غیر اللہ فتحرم) اور وجہ فرق درمیان حرمت ذبیحہ قدوم امیر کے اور حلت
ذبیحہ مہمان وغیرہ کی یہ ہے کہ اگر ذبیحہ اسواسطے پیش کیا تا کہ اسمیں سے آپ یا مہمان کھاوے تو ذبح اللہ تعالی کیواسطے ہوا اور گوشت کی منفعت مہمان کیواسطے یا ولیمہ
کیواسطے یا قصاب کے فائدہ حاصل کرنے کیواسطے ہوئی اور اگر کھانے کیواسطے ذبیحہ پیش نکیا بلکہ غیر کو دیا تو یہ غیر خدا کی تعظیم ہوئی تو ذبیحہ حرام ہوگا (حموی
شارح اشباہ نے کہا کہ اس مسئلہ میں حاصل کلام یہ ہے کہ ذبح متصل بنام خدا اگر آنے والے کے آنے سے پہلے ضیافت کیواسطے یا اسکے آنے کے بعد تھوڑی دیر میں
اسکی ضیافت کیواسطے ہو تو اسکے جائز ہونے میں کچھ شبہ نہیں اور اگر آنے کے وقت ہو تو اگر ضیافت کا قصد ہے تو اسی طرح درست ہے بلا شبہ اور اگر مجرد تعظیم ہو تو
حرام اور مذبوح مردار ہے پھر شارح کا فرق مذکور بیان کیا انتہی غور معلوم کرنا چاہیے کہ یہ فرق ظاہر نہیں اسلئے کہ گاہے تعظیم غیر خدا مقصود ہوتی ہے اور قاصد خود اسکو کھاتا ہے
اور اسکے عیال بھی تو بہتر یہ ہے کہ مناط حکم کا تعظیم اور عدم تعظیم کے قصد پر ہے کذا فی الطحطاوی یعنی اگر غیر خدا کی تعظیم ذبح سے مقصود ہے تو حرام ہے ورنہ حلال ہے (وہل یکفر قولان
بزازیہ وشرح وہبانیہ) اور کیا ذابح لغیر اللہ کافر ہے اسمیں دو قول ہیں یعنی بعضوں کے نزدیک کافر ہے اور بعضوں کے نزدیک کافر نہیں گنہگار ہے کذا فی البزازیہ وشرح الوہبانیہ (قلت وفی صید المنیۃ
انہ یکرہ ولا یکفر لانا لا نسیء الظن بالمسلم انہ یتقرب الی الآدمی بہذا النحر) ونحوہ فی شرح الوہبانیہ عن الذخیرۃ ونظمہ فقال ؎ وفاعلہ جمہورہم قال کافر + وفضلی واسمعیل لیس یکفر
کہتا ہوں در منیہ کی کتاب الصید میں یہ ہے کہ غیر خدا کے واسطے ذبح کرنا مکروہ ہے اور ذابح کافر نہیں ہے اسواسطے کہ ہم مسلمان کے ساتھ یہ گمان بد نہیں کرتے ہیں کہ وہ اس
ذبح سے تعظیم اور تقرب آدمی کا چاہتا ہے اور مانند اس قول کے شرح وہبانیہ میں ہے اور شارح وہبانیہ نے اس مضمون کو نظم کر کے یوں کہا ہے اور اس ذبح کا کرنیوالا اکثر علما
کے نزدیک کافر ہے اور امام فضلی اور اسمعیل اسکو کافر نہیں کہتے ہیں ہم ہر چند تکفیر اختلافی میں عدم تکفیر راجح ہے لیکن امر مختلف فیہ کو اشد الکبائر جاننا اور اس سے بچنا اور بچانا
چاہیے واللہ ہو الموفق (والمبین للعضو) یعنی الجزء المنفصل (من الحی) حقیقۃ وحکما لانہ مطلق فینصرف للکامل کما حققہ فی تنویر البصائر قلت لکن ظاہر المتن التعمیم بدلیل الاستثناء
(فالمشیمۃ کالاذن المقطوعۃ والسن الساقطۃ الا فی حق صاحبہ فطاہر وان کثر) اشباہ من الطہارۃ وہو المختار کما فی تنویر البصائر عضو یعنی جو چیز کہ جدا ہوگیا حیوان حی
یعنی زندہ سے وہ مردار کے مانند ہے چنانچہ کٹا کان اور گرا دانت گر دانت والے کے حق میں دانت طاہر ہے اگرچہ دانتوں میں کثرت ہو چنانچہ اشباہ میں ہے کتاب
الطہارۃ سے اور طہارۃ کا قول یہی مختار ہے چنانچہ تنویر البصائر میں شارح نے کہا حیوان حی یعنی زندہ سے وہ مراد ہے جو حقیقۃ اور حکما زندہ ہو اسواسطے کہ حی کا
لفظ مطلق ہے تو حی کا فرد کامل مراد ہوگا چنانچہ اسکی تحقیق تنویر البصائر حاشیہ اشباہ والنظائر میں مذکور ہے میں کہتا ہوں لیکن ظاہر متن تعمیم پر دلالت کرتا ہے
استثنا کی دلیل سے سو اسکا حاصل یہ ہے کہ اگر زندہ حقیقۃ یعنی صورۃ اور حکما مراد لیجیے تو جز کہ منفصل ہوا مذبوح سے قبل اسکی موت کے تو وہ منفصل ہے زندہ صورۃ سے
نہ زندہ حکما سے تو اسوقت میں استثناء آئندہ کی کچھ حاجت نہیں چنانچہ شیخ صالح محشی اشباہ نے کہا ہے تعمیم سے مراد یہ ہے کہ خواہ زندہ حقیقۃ اور حکما ہو خواہ فقط
حقیقۃ یعنی صورۃ زندہ ہو تو درصورت تعمیم کے استثناء کی البتہ حاجت ہوگی تو بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ حی سے یہاں فرد کامل مراد ہے یا عام مراد ہے اگرچہ حکم مختلف
نہیں ہے دونوں صورتوں میں اور عضو منفصل سے مراد وہ عضو ہے جو ہڈی اور گوشت سے جدا ہو جائے اگرچہ کھال سے متصل رہا ہو اور جو عضو کہ گوشت سے متصل ہے وہ ماکول ہے

اور کلام ہے مچھلی اور ٹڈی کے غیر میں اسواسطے کہ مچھلی اور ٹڈی مردہ بھی حلال ہے کذا فی الطحطاوی الا من مذبوح قبل موته فيحل اكله لوجوده من الحيوان الماكول
لان الباقي من الحيوة غير معتبر اصلا بزازیہ ثالث الا ان يكره كما مر لیکن جو عضو کہ حیوان مذبوح سے جدا ہو اسکی موت سے پہلے تو اسکا کھانا حلال ہے اگر وہ حیوان ماکول اللحم ہو
اسواسطے کہ بمقدار زندگی حیوان مذبوح میں باقی ہے وہ اصلا معتبر نہیں کذا فی البزازیہ میں کہتا ہوں لیکن عضو کا جدا کرنا حیوان مذبوح کے ٹھنڈے ہونے سے پہلے مکروہ
ہے چنانچہ اسی کتاب میں مذکور ہو چکا وحررنا فی الطهارة قول الوهبانية اور ہم نے قول آئندہ وہبانیہ کی تحریر کی ہے کتاب الطہارۃ میں قبل تیمم کے کہ کتاب الطہارۃ میں
شارح نے بیان کیا ہے کہ غلبہ شباہت کا کچھ اعتبار نہیں اسواسطے کہ فقہائے تصریح کی ہے کہ وہ بھیڑیا حلال ہے جو بکری سے پیدا ہوا ہو یعنی ماں کے اعتبار سے ف وقد حللا
لحم البغال وامها من الخيل قطعا والكراهة ذكرها وتبعها اور دونوں صاحبین نے حلال کہا ہے قطعاً خچروں کا گوشت حالانکہ ماں انکی گھوڑی ہے اور کراہت بھی مذکور ہے یعنی جس
خچر کی ماں گھوڑی ہے وہ صاحبین کے نزدیک حلال ہے مگر کراہت بھی مذکور ہے ف وان نزا كلب فوق عنز فجاءها بنتاج له راس الكلب فينظر + اور اگر جست کی کتے نے بکری
پر یعنی جفتی کی تو اسکے بچہ پیدا ہوا جسکا سر کتے کے مانند ہے تو اسکو دیکھنا چاہیے ف فان اكلت لحما فكلب جميعها + وان اكلت نبتا فذا الراس يحزه وسواه اگر اسنے
گوشت کھایا ہو وہ بالکل کتا ہے اور اگر اسنے گھاس کھائی تو وہ سر کاٹا جاوے یعنی اسکا کھانا نچاہیے ف ويوكل باقيها وان اكلت لذا + وذا فاضربها والصياح
تخبر + اور سواے سر کے باقی گوشت کھایا جاے اور اگر گوشت اور گھاس دونوں کھاے تو اسکو مارنا اور اسکا چلانا خبردار کریگا یعنی اگر مارنے سے کتے کی مانند
بھونکے تو نہ کھانا چاہیے اور اگر بکری کے مانند چلاوے تو حلال کرنے کے بعد سر پھینکا جاوے اور باقی کھایا جاے کذا فی الطحطاوی ف وان اشكلت فاذبح فان كرشها بدت
فعنز والا فهو كلب فيطمر + اور اگر مشکل اور مشتبہ ہو یعنی کتے اور بکری دونوں کی طرح آواز کرے تو اسکو ذبح کر تو اگر اسکی اوجھڑی ظاہر ہو تو وہ بکری ہے لیکن سر اسکا
دور کیا جاے اور اگر اوجھڑی نہ نکلے تو وہ کتا ہے دفن کیا جاے یعنی اسکا کھانا نچاہیے دفی معایا تھا اور وہبانیہ کی چیستان میں یہ ہے ف وما شياه دون ذبح
يحلها + ومن ذا الذي ضحى ولادم ينهر + اور کون بکری ہے جسکو بدون ذبح کے شارع حلال کرتا ہے اور کون ہے وہ شخص جو اپنے گھر میں رہا یہانتک کہ وقت ضحی داخل ہوا اور
اسنے خون نہیں بہایا ہے کیا ہے مصرعہ اول کا جواب کتاب المساقاۃ کے آخر میں مذکور ہو چکا اور مصرعہ ثانی کا جواب خود ترجمہ میں مذکور ہو گیا محل سوال فقط لفظ ہے
ضحی کا تو ظاہر اسکا مطلب یہ مفہوم ہوتا ہے کہ کون شخص ہے جسنے قربانی کی اور حالانکہ خون نہیں بہایا قربانی کرنے اور عدم خونریزی میں منافات ظاہر ہے تو ناظم کا مطلب
وہ ہے جو ترجمہ میں مذکور ہوا نہ قربانی کرنا خاتمہ آٹھ چیزیں ہیں مردار سے جنسے انتفاع درست ہے سینگ اور کھر اور عصب اور صوف اور وبر یعنی روئیں اور بال اور پر
اور ہڈی خواہ حیوان ماکول اللحم ہو یا غیر ماکول ہو کذا فی الطحطاوی عن زواہر الجواہر واللہ اعلم استغفر اللہ الحلیم

کتاب الاضحیۃ

یہ کتاب ہے اضحیہ یعنی قربانی کے مسائل میں من ذكر الخاص بعد العام کتاب الذبائح کے بعد کتاب الاضحیۃ کا لانا خاص کا ذکر کرنا ہے عام کے بعد یعنی ذبیحہ
عام ہے اور قربانی خاص ہے هي لغة اسم لما يذبح ايام الاضحى من تسمية الشيء باسم وقته اضحیہ لغت میں اس حیوان کا نام ہے جو ایام اضحی میں ذبح کیا جاے من قبيل
نام رکھنے شے کے اسکے وقت کے نام سے سا تھم جو حیوان مذبوح ہو ایام نحر میں اسکو اضحیہ اسواسطے کہتے ہیں کہ وقت ضحی یعنی دن چڑھے اسکو ذبح کرتے ہیں
كذا في الدرر تو اسکا نام ماخوذ ہوا اسکے وقت کے نام سے كذا في الجلبي طحطاوی نے کہا زیلعی میں ہے تقربات مالیہ دو قسم ہیں ایک قسم تملیک ہے چنانچہ صدقہ اور
دوسری قسم اتلاف ہے چنانچہ اعتاق اور اضحیہ میں دونوں معنی مجتمع ہوے کہ خونریزی سے وہ اتلاف ہے پھر گوشت میں تصرف کرنے سے تملیک اور اباحت ہے
انتہی وفرعات میں ہے کہ قربانی کا خرید کرنا دس درم سے بہتر ہے ہزار درم کی خیرات سے اسواسطے کہ جو قربت خونریزی سے حاصل ہوتی ہے وہ صدقات سے
نہیں ہوتی وشرعا ذبح حيوان مخصوص بنية القربة في وقت مخصوص اور اصطلاح شرع میں اضحیہ عبارت ہے حیوان مخصوص کے ذبح کرنے سے
عبادت کی نیت سے مخصوص وقت میں م حیوان مخصوص یعنی گاے بیل بھیڑ بکری اونٹ اور وقت مخصوص یعنی ایام نحر وشرائطها الاسلام والاقامة واليسار

اگر قربانی سے اعانت مقصود ہو تو باپ اسکا مالک نہیں ہے فرزند کے مال میں چنانچہ اسکے غلام کے آزاد کرنیکا مالک نہیں ہو اور اگر گوشت کا تصدق مقصود ہو تو صغیر کا مال صدقہ نفل کا احتمال نہیں رکھتا ہی اور اس قول کو مبسوط کی طرف نسبت کیا ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ثم فرع علی قول الاول فقال ویاکل منہ الطفل
واد خر لہ قدر حاجتہ وما بقی یبدل بما ینتفع الصغیر بعینہ کثوب وخف لا بما یستھلک کخبز ونحوہ ای کمال ولذا الجد والوصی پھر مصنف نے قول اول پر تفریع کی اسلئے کہا
قول سے اور طفل کھائے اپنی قربانی سے اور گوشت اٹھا رکھا جائے بقدر اسکی حاجت کے اور جو گوشت باقی رہے وہ بدل ڈالا جائے اس چیز سے جسکے بعینہ ذات سے صغیر
فائدہ حاصل کرے چنانچہ کپڑا اور موزہ نہ اس چیز سے بدلنا چاہیے جسکے استہلاک سے فائدہ حاصل ہو چنانچہ روٹی اور مانند اسکے کذا صرح بہ ابن کمال اور اسی طرح یعنی باپ کے مانند
دادا اور وصی ہے وصح اشتراک ستۃ فی بدنۃ شریت لاضحیۃ ای ان نوی وقت الشراء الاشتراک صح استحسانا وان اراد استحسانا اور ایک شخص کے ساتھ صحیح ہی شریک
ہو جانا چھ شخصوں کا اس شتر اور گاؤ میں جو خرید کیا گیا قربانی کیواسطے یعنی اگر خریدنے کے وقت خرید کرنے والے نے شریک کر لینے کی نیت کی تو صحیح ہی ازروے استحسان
کے اور اگر شرکت کی نیت نہیں کی خرید کے وقت تو صحیح نہیں ازروے استحسان کے صورت مسئلہ یہ ہی کہ قربانی خریدی اپنی ذات کیواسطے پھر اسمیں شریک کیا کر لیا
عالمگیریہ میں ہی اگر قربانی کے ارادے خرید کی پھر اسمیں چھ شخصوں کو شریک کر لیا تو مکروہ ہی اور قربانی ساتوں کی طرف سے کفایت کریگی اور اگر خرید کے وقت شریک کر لینے کا
ارادہ کرے تو مکروہ نہیں اور اگر قبل از خرید کے ارادہ کرے تو بہتر ہی اور زیلعی میں ہی کہ گاے خریدی اس ارادہ سے کہ قربانی کرے اپنی ذات سے پھر چھ آدمی اسکے ساتھ شریک
ہو گئے تو کفایت کرتا ہی ازروے استحسان کے اور قیاس یہ ہی کہ جائز نہو اسلیے کہ ویسا کیا اسکو قربت کیواسطے تو بیع اسکی ہو لا ممتنع ہی وجہ استحسان یہ ہی کہ گاہے آدمی موٹی
گاے پاتا ہی اور شریکوں کو نہیں پاتا ہی خرید کے وقت سو اسکو خرید کر لیتا ہی پھر شریکوں کو طلب کرتا ہی اور اگر یہ جائز نہو تو لوگ حرج میں پڑیں اور حرج شرعا مدفوع
ہی انتہی اور سیاق کلام شارح اسکا مفید ہی کہ گاے خرید کی شرکت کی نیت سے اور حالانکہ ایسا نہیں ہی بلکہ صورت مسئلہ ہی بلا نیت شرکت خرید کی پھر اسنے شریک
کر لیا اسواسطے کہ اگر شرکت کی نیت سے خریدے گا تو مخالف قیاس نہوگا کما ذکرہ الوانی کذا فی الطحطاوی ملخصا وذا ای الاشتراک قبل الشراء احب اور یہ یعنی
اشتراک خرید کرنے سے پہلے مستحب و بہتر ہی ویقسم اللحم وزنا لا جزافا اور مشترک قربانی کا گوشت قسمت کیا جاے تول کر نہ اٹکل کر تم فتاوی خلاصہ اور قنیہ
میں ہی کہ تعلیق قسمت کی شریکوں کے ارادہ پر ہی کذا فی الطحطاوی الا اذا ضم معہ من الاکارع او الجلد صرفا للجنس بخلاف جنسہ مگر جبکہ گوشت کے ساتھ پائے
یا کھال ملائی جائے تو وزن کا برابر ہونا ضرور نہیں جنس کو خلاف جنس کی طرف پھیرنے کے سبب سے یعنی ہر جانب میں کچھ گوشت ہو اور کچھ پائے یا
ہر جانب میں کچھ گوشت ہو اور کچھ کھال یا ایک جانب میں گوشت اور پائے ہوں اور دوسری جانب میں گوشت اور کھال ہو تو سب جائز ہے صرف کرنا جنس کا
خلاف جنس کی طرف کذا فی الدرر واول وقتہا بعد الصلوۃ ان ذبح فی مصر ای بعد اسبق صلوۃ عید ولو قبل الخطبۃ لکن بعدہا احب اور قربانی کا اول وقت
بعد نماز کے ہی اگر شہر میں ذبح کیا ہو یعنی اس نماز عید کے بعد اول وقت ہی جو سب سے پہلے نماز ہو گئی ہو اگرچہ خطبہ عید سے پہلے قربانی کی ہو لیکن خطبہ کے بعد
قربانی مستحب ہی جم اور قبل از خطبہ قربانی کرنے سے برکار ٹھہریگا کذا فی الحلبی وبعد مضی وقتہا لو لم یصلوا لعذر ویجوز فی الغد وبعدہ قبل الصلوۃ لان الصلوۃ فی الغد
تقع قضاء لا اداء زیلعی وغیرہ اور قربانی کا اول وقت نماز عید کے وقت گذر جانے کے بعد ہی اگر لوگوں نے عذر کے سبب سے نماز نہ پڑھی ہو اور گیارھویں اور
بارھویں ذیحجہ کو قبل از نماز عید قربانی جائز ہی اسواسطے کہ گیارھویں بارھویں کی نماز قضا واقع ہوگی نہ ادا کذا فی الزیلعی عذر سے مراد غیر فتنہ ہی چنانچہ آگے
مذکور ہوگا وبعد طلوع فجر یوم النحر ان ذبح فی غیرہ اور قربانی کا اول وقت یوم النحر کی فجر کے طلوع ہونے کے بعد ہی اگر قربانی ذبح کی شہر کے سوا گاؤں یا جنگل
میں وآخرہ قبیل غروب یوم الثالث وجوزہ الشافعی فی الرابع اور آخر وقت قربانی کا یوم ثالث یعنی بارھویں تاریخ کے غروب ہونے سے پہلے اور امام شافعی نے
تیرھویں تاریخ میں بھی قربانی جائز رکھی ہی ایام نحر کے تین ہیں اور ایام تشریق کے بھی تین ہیں اور دونوں ایام گذر جاتے ہیں چار دن میں اول روز نحر ہی تشریق نہیں
اخیر پچھلا دن تشریق ہی نحر نہیں اور دو دن درمیان کے نحر اور تشریق ہیں ایام نحر دسویں گیارھویں بارھویں اور ایام تشریق گیارھویں بارھویں

تیرھویں والمعتبر مکان الاضحیۃ لا مکان من علیہ اور معتبر قربانی کا مکان ہے نہ اُس شخص کا مکان جسپر قربانی واجب ہے تو اگر قربانی دیہات میں ہو اور قربانی
کرنے والا شہر میں ہو تو بمجرد طلوع فجر قربانی جائز ہے اور اگر قربانی شہر میں ہو اور قربانی کرنے والا دیہات میں تو قربانی جائز نہیں اگر بعد نماز عید کے ذبح
مسند قد فطر کہ انھیں مکان فاعل معتبر ہے فحیلۃ مصری اراد التعجیل ان یخرجہا لخارج المصر فیضحی بہا اذا طلع الفجر مجتبی تو اُس شہری کا حیلہ جو جلد قربانی کیا
چاہتا ہے نماز عید سے پہلے یہ ہے کہ قربانی کو نکال دے شہر سے باہر یعنی اُس مکان میں جہاں مسافر کو قصر صلوٰۃ جائز ہے پھر وہاں فجر کے طلوع ہوتے قربانی کرے
کذا فی المجتبی والمعتبر آخر وقتہا للفقیر وضدہ والولادۃ والموت فلو کان غنیا فی اول الایام فقیرا فی آخرہا لا یجب علیہ وان ولد فی الیوم الآخر یجب علیہ
وان مات فیہ لا یجب علیہ اور معتبر قربانی کا پچھلا وقت ہے فقیر اور غنی اور ولادت اور موت کیواسطے تو وہ اگر غنی ہو اول ایام میں اور فقیر ہو انکے پچھلے دن
میں تو اُسپر قربانی واجب نہیں اور اگر طفل پیدا ہو پچھلے دن میں تو اُسپر قربانی واجب ہے اور اگر غنی مر گیا پچھلے دن میں تو اُسپر قربانی واجب نہیں ہم صغیر کے
مال میں قربانی واجب ہے بموجب ایک قول کے چنانچہ مذکور ہو چکا تبیین ان الامام صلی بغیر طہارۃ تعاد الصلوۃ دون الاضحیۃ لان من العلماء من قال
لا یعید الصلوۃ الا الامام وحدہ فکان للاجتہاد فیہ مساغ زیلعی بعد نماز اور قربانی کے ظاہر ہوا کہ امام نے نماز عید کی پڑھائی بدون طہارت کے تو فقط نماز
پھیری جائے نہ قربانی اسواسطے کہ علما میں سے بعضا عالم وہ ہے جو کہتا ہے کہ نماز کا اعادہ نہ کرے مگر امام تنہا تو اسمیں اجتہاد مجتہدین کی گنجائش ٹھہری کذا فی الزیلعی
یعنی جب مقتدیوں پر اعادہ واجب نہ ہوا تو قربانی کا اعادہ کیونکر ہو گا تو سقوط جماعت جواز قربانی کا عذر ٹھہرا تاکہ قربانیاں فساد سے محفوظ رہیں وفی
المجتبی انما تعاد قبل التفرق لا بعدہ اور مجتبی میں ہے کہ نماز اعادہ نہ کیجائیگی مگر متفرق ہونے سے پہلے نہ بعد متفرق ہو جانے مقتدیوں کے تو یہ تقیید ہے اطلاق
متن کی اسواسطے کہ اعادہ بعد التفرق میں مشقت ہے وفی البزازیۃ بلدۃ فیہا فتنۃ فلم یصلوا وضحوا بعد طلوع الفجر جاز فی المختار اور بزازیہ میں ہے کہ ایک شہر ہے
جسمیں فتنہ ہے یعنی وہاں کا کوئی حاکم نہیں ہے تو شہر والوں نے نماز نہ پڑھی حاکم کے نہ ہونے کے سبب سے اور قربانی کی بعد طلوع ہونے فجر کے تو جائز ہے قول
مختار میں ہم اسواسطے کہ شہر بمنزلہ دیہات کے ہو گیا اس حکم میں زیلعی حربی نے کہا اور یہ معارض ہوا اس قول کے جو پہلے منقول ہو چکا زیلعی سے طحطاوی نے کہا
تو عذر متقدم غیر فتنہ پر محمول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا اور یہ فتنہ پر محمول ہے تو تعارض نہ رہا لکن فی الینابیع لو تعمد الترک فی اول وقتہا لا یجوز الذبح حتی تزول الشمس
انتہی لیکن ینابیع میں ہے اور اگر حاکم نے تعمداً نماز عید ترک کی پھر کسی شخص نے قربانی اول وقت یعنی بعد طلوع فجر سنت قربانی کی ادا کی تو ذبح کرنا قربانی کا جائز
نہیں جبتک کہ زوال آفتاب نہ ہو ختم ہوئی بات فی الینابیع قربانی قبل زوال اسواسطے جائز نہیں کہ شاید قبل زوال کے حاکم نماز عید کا ارادہ کرے طحطاوی نے کہا
اس استدراک کی کوئی وجہ نہیں اسواسطے کہ قبل اسکے نماز ترک ہوئی تھی عذر کے سبب سے اور یہ بلا عذر ترک ہوئی وقیل لا یجوز قبل الزوال فی الیوم الاول ویجوز
فی بقیۃ الایام قلت وقد منا انہ مختار الزیلعی وغیرہ وبہ جزم فی المواہب فتنبہ اور بعضوں نے کہا کہ قربانی جائز نہیں قبل زوال کے اول دن میں اور جائز ہے باقی دنوں میں میں
کہتا ہوں اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ یہ قول زیلعی وغیرہ کا مختار ہے اور اسی پر یقین کیا ہے مواہب الرحمن میں تو خبردار رہنا لما لو شہدوا انہ یوم العید عند
الامام فصلوا ثم ضحوا ثم بان انہ یوم عرفۃ اجزأہم الصلوۃ والتضحیۃ لانہ لا یمکن التحرز عن مثل ہذا الخطا فیحکم بالجواز صیانۃ لجمیع المسلمین چنانچہ اگر گواہی دی گواہوں
نے امام کے نزدیک کہ وہ عید کا دن ہے سو لوگوں نے نماز عید کی پڑھی اور قربانی کی پھر ظاہر ہوا کہ وہ عرفہ کا دن تھا تو انکو نماز اور قربانی کفایت کرتی ہے اسواسطے کہ
ایسی خطا سے بچنا ممکن نہیں تو جواز صلوٰۃ اور قربانی کا حکم کیا جائیگا جمیع مسلمین کے بچاؤ کیواسطے یعنی تا انکی نماز اور قربانی فساد سے محفوظ رہے وکرہ ذبحہا
الذبح لیلا لاحتمال الغلط اور مکروہ تنزیہی ہے ذبح کرنا قربانی کا رات کو غلط اور خطا ہو جانے کے احتمال سے ولو ترکت التضحیۃ ومضت ایامہا تصدق بہا حیۃ ناذر
فاعل تصدق لمعینۃ ولو فقیرا اور اگر نذر کرنیوالے نے قربانی کرنا چھوڑا اور قربانی کے دن گذر گئے تو معین جانور کا نذر کرنیوالا اُسکو زندہ خیرات کر دے اگرچہ نذر کرنیوالا
فقیر ہو شارح نے کہا ناذر فاعل ہے تصدق کا یعنی جسکے ملک میں بکری یا بھیڑ ہو اور وہ یوں نذر کرے کہ خدا کے واسطے مجھپر واجب ہے کہ میں اُسکو قربانی

یعنی ہو والمصرمۃ اطبادیہا وہی التی عولجت حتی انقطع لبنہا اور نہ وہ جانور جسکے تھنون کی نوکین مقطوع ہون یعنی جس جانور کا علاج کرنے سے دودھ منقطع
ہوگیا ولا التی لا الیۃ لہا خلقۃ مجتبے اور درست نہین قربانی اس دنبہ کی جسکے پیدائشی چکتی نہ ہو کذا فی المجتبی ولا بالخنثی لان لحمہا لا ینضج شرح وہبانیہ ودر
قنیہ اور جائز نہین قربانی خنثے کی اسواسطے کہ اسکا گوشت پختہ نہین ہوتا کذا فی شرح الوہبانیہ اور اسکا پورا بیان اسی کتاب مین ہے ولا الجلالۃ التی تاکل
العذرۃ ولا تاکل غیرہا اور جائز نہین قربانی نجاست خور جانور کی جو گوہ کھاتا ہے اور اسکے سوا کچھ نہین کھاتا اس قید سے معلوم ہوا کہ اگر نجاست بھی
کھاتا ہو اور چارا بھی کھاتا ہو تو اسکی قربانی درست ہے کذا فی الطحطاوی تتمہ قربانی جائز ہے اس جانور کی جسکو کھانسی آتی ہے اور اسکی جو بڑھاپے سے چل
نہین سکتا اور اسکی جو داغا گیا ہے اور اسکے دودھ اترتا نہین بلا مرض اور جسکی چھوٹی چکتی ہے دم کے برابر اور جسکی زبان کٹی ہو بشرطیکہ چارا کھا سکتا ہو
کذا فی الطحطاوی ولو اشتراہا سلیمۃ ثم تعیبت بعیب مانع کما مر فعلیہ اقامۃ غیرہا مقامہا ان کان غنیا وان کان فقیرا اجزاہ ذلک اور اگر بالکل
تندرست خرید کی پھر اسمین وہ عیب لگ گیا جو مانع ہے جواز قربانی کا چنانچہ عیوب مانعہ مذکور ہو چکے تو اسپر واجب ہے اور قربانی اسکے قائم مقام کرے
اگر خرید کرنے والا مالدار ہے اور اگر محتاج ہو تو وہی عیب دار قربانی اسکے واسطے کفایت کرتی ہے وکذا لو کانت معیبۃ وقت الشراء لعدم الوجوب علیہ
بخلاف الغنی اور اسی طرح معیوب قربانی محتاج کے واسطے کافی ہے اگر قربانی میں عیب موجود ہو خریداری کے وقت اسواسطے کہ محتاج پر قربانی واجب
نہین برخلاف مالدار کے کہ اسپر واجب ہے تو اسکے حق مین کافی نہ ہوگی ولا یضر تعیبہا من اضطرابہا عند الذبح اور ضرر نہین کرتا عیب دار ہو جانا قربانی کا اسکے
تڑپنے کے سبب سے ذبح کے وقت وکذا لو ماتت فعلی الغنی غیرہا لا الفقیر اور اگر قربانی مر گئی تو مالدار پر دوسری قربانی اسکے سوا واجب ہے نہ محتاج پر ولو ضلت او سرقت
فاشتری اخری فظہرت فعلی الغنی احداہما وعلی الفقیر کلاہما شمنی اور اگر قربانی گم ہو گئی یا چوری گئی سو اسنے دوسرا جانور خرید کیا تو غنی پر ایک جانور کا قربانی کرنا
ہے اور محتاج پر دونون کا قربانی کرنا ضرور ہے کذا فی الشمنی ہم یہ مسئلہ مکرر ہو گیا وان مات احد السبعۃ المشترکین فی البدنۃ وقال الورثۃ اذبحوا عنہ وعنکم صح عن
الکل استحسانا لقصد القربۃ من الکل ولو ذبحوہا بلا اذن الورثۃ لم یجزہم لان بعضہا لم یقع قربۃ اور اگر گائے یا اونٹ کے سات شریکون مین سے ایک شریک
مر گیا اور میت کے وارثون نے کہا کہ ذبح کرو میت کی طرف سے اور اپنی طرف سے تو سب کی طرف سے قربانی صحیح ہو گی استحسان کی راہ سے اسواسطے کہ عبادت
کا قصد سب کی طرف سے حاصل ہوا اور اگر شریکون نے میت کے وارثون کے بلا اذن اسکو ذبح کیا تو شریکون کی طرف سے بھی قربانی ادا نہ ہوگی اسواسطے کہ ساتوان
حصہ عبادت واقع نہ ہوا یعنی جب بعض عبادت نہ ٹھہرا تو کل بھی عبادت نہ ہوا عدم تجزی کے سبب سے کذا فی البحر وان کان شریک الستۃ نصرانیا او مرید اللحم لم یجز
عن واحد منہم لان الاراقۃ لا تتجزی ہدایۃ لما مر اور اگر چھ شریکون کے ساتھ ساتوان شریک نصرانی ہو یا فقط گوشت لینے کا ارادہ رکھتا ہو تو کسی کی طرف سے قربانی ادا
نہ ہو گی اسواسطے کہ خونریزی متجزی نہین ہوتی کذا فی الہدایہ بدلیل گذشتہ ہم اور یہی حکم ہے باقی قربات شرکت پذیر مین یعنی جب متقرب کے ساتھ وہ شخص شریک ہے جو قربت
کا قصد نہین رکھتا ہے تو عبادت ادا نہ ہو گی اور درصورت قصد عبادت ادا ہو گی اگرچہ قربت کی جہت مختلف ہو مثلا جبکہ بعض شریک قربانی کا ارادہ کرے اور بعض
جزاء صید اور بعض ہدی احصار اور بعض کفارہ احرام اور بعض ہدی تطوع اور بعض دم متعہ یا قران کا ارادہ کرے اور اسی طرح اگر بعض اپنے فرزند کے عقیقہ کا قصد کرے
ایسا بیان کیا ہے امام محمد نے نوادر ضحایا مین اور اس باب مین پہلے محمد نے ذکر کیا ہے کہ قربانی کے واجب ہونے نے عقیقہ وغیرہا ہر ذبح کو منسوخ کر دیا اور محمد کی نص سابق
اسکے مفید ہے کہ نسخ تو فقط وجوب کی راہ ہے ورنہ عقیقہ بھی قربت ہے اور یہ مخالف ہے اس بحث کے جو شرنبلالی نے ذکر کیا ہے کہ عقیقہ مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی
خلاصہ یہ ہے کہ عقیقہ کا قربت وعبادت ہونا خود امام محمد کے کلام سے ثابت ہے اور یہ جو امام محمد نے کہا ہے کہ عقیقہ وغیرہا کو قربانی نے منسوخ کر دیا تو مطلب یہی ہے کہ عقیقہ
واجب نہین تو اس سے نفی استحباب یا اباحت کی لازم نہین اور اسکو مکروہ کہنا تو قول بےدلیل ہے اسواسطے کہ عقیقہ احادیث معتمدہ سے ثابت ہے اور اہل اسلام مین جاری ہے فروع
مسائل ملحقہ شاج ولو ان ثلثۃ نفر اشتری کل واحد منہم شاۃ للاضحیۃ احدہم بعشرۃ والآخر بعشرین والآخر بثلثین وقیمۃ کل واحد مثل ثمنہا فاختلطت حتی لا یعرف کل واحد شاتہ بعینہا

وجعلوا اعلی ان یاخذ کل واحد منہم شاۃ بعینہا بحیث یجزئہم ویتصدق صاحب الثلاثین بعشرین وصاحب العشرین بعشرۃ ولا یتصدق صاحب العشرۃ بشیٔ وان اذن کل
واحد منہم ان یذبحہا عنہ اجزاہ ولا شیٔ علیہ کما لو ضحی اضحیۃ غیرہ بغیر امرہ ینابیع اور اگر تین شخصون نے ایک ایک بکری قربانی کے واسطے خرید کی ایک شخص نے
دس درم کو خرید کی اور دوسرے نے بیس درم کو خرید کی اور تیسرے نے تیس درم کو خرید کی اور ہر بکری کی قیمت اُسکے ثمن کے برابر ہے پھر تینون بکریان اسطرح مختلط
ہو گئین کہ تینون شخصون سے کوئی شخص بھی اپنی خاص بکری کو نہین پہچانتا ہے اور تینون نے اسپر اتفاق کر لیا کہ ہر ایک شخص اُنمین سے ایک ایک بکری لیکر قربانی کرے
تو اسطرح قربانی کرنا کفایت کریگا اور ۳۰ درم والا ۲۰ درم خیرات کرے اور ۲۰ درم والا ۱۰ درم تصدق کرے اور ۱۰ درم والا کچھ خیرات نکرے اور اگر ہر شخص دوسرے کو
اذن دے کہ تو میری طرف سے قربانی کردے تو اُسکے واسطے قربانی کافی ہوگی اور اسپر کچھ خیرات کرنا واجب نہوگا چنانچہ اگر کوئی شخص غیر کی قربانی کو قربانی کرے بدون
اُسکے حکم کے تو اسپر تصدق لازم نہین کذا فی الینابیع ۳۰ درم والے پر ۲۰ درم کی خیرات اس احتمال سے لازم آئی کہ شاید اُسنے وہ بکری قربانی کی ہو جو ۱۰ درم سے
خرید ہوئی اور یہی احتمال ہے ۲۰ درم والے پر دس درم کی خیرات لازم آئی اور ۱۰ درم والے پر قلت کا احتمال نہین لہذا اُسپر کچھ تصدق بھی نہین ویاکل من لحم الاضحیۃ
ویوکل غنیا ویدخر وندب ان لا ینقص التصدق عن الثلث وندب ترکہ لذی عیال توسعۃ علیہم اور قربانی کرنے والا کھاوے اپنی قربانی سے اور مقدور والے
کو کھلاوے اور ذخیرہ کر رکھے اور مستحب یہ ہے کہ تصدق تہائی گوشت سے کم نہ کیا جاے اور ترک تصدق مستحب ہے عیال دار کے واسطے اُنپر کشائش کرنے کے لیے
مستحب یہ ہے کہ اپنی قربانی سے کھاوے اور غیر کو کھلاوے اور افضل یہ ہے کہ تہائی گوشت خیرات کرے اور تہائی مین اقارب اور دوستون کی مہمانی کرے اور
تہائی اپنے واسطے اُٹھا رکھے گوشت دینا غنی اور فقیر اور مسلم کو اور ذمی کو درست ہے اور اگر سب گوشت خیرات کرے تو جائز ہے اور اگر سب گوشت اپنے واسطے
ذخیرہ کر رکھے اگرچہ تین دن سے زیادہ رکھے تو بھی درست ہے اور قربانی کرنیوالے کو کھانا اس قربانی مین ہے جو منذور نہو اور اگر قربانی نذر مانکر اپنے اوپر واجب کرلی ہو تو
قربانی کرنیوالے کو اُسکا کھانا اور مالدارون کو کھلانا حلال نہین خواہ نذر کرنیوالا غنی ہو یا فقیر اسواسطے کہ نذر مین تو تصدق کرنا لازم ہے اور متصدق کو اپنے صدقہ
سے کھانا یا غنی کو کھلانا ہرگز جائز نہین کذا فی البدائع والعالمگیریہ وان یذبح بیدہ ان علم ذلک والا یعلمہ یشہدہا بنفسہ ویامر غیرہ بالذبح کیلا یجعلہا میتۃ اور مستحب یہ
ہے کہ قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرے اگر ذبح کرنا جانتا ہو اور اگر ذبح کرنا نجانتا ہو تو ذبح کے وقت خود موجود رہے اور غیر شخص کو اُسکے ذبح کرنے کا امر کرے تا
تا وقت قربانی کو مردار نہ کر ڈالے ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ کھڑی ہو اور اپنی قربانی پر حاضر ہو اسواسطے
کہ تیری مغفرت ہوگی قربانی کے اول قطرہ کے نکلتے اور یون کہا ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ جانیو کہ اسکا گوشت اور
خون تیری ترازو مین رکھا جاے گا ستر گنا ہو کر کذا فی الطحطاوی وکرہ ذبح الکتابی واما المجوسی فیحرم لانہ لیس من اہلہ درر اور اہل کتاب کا ذبح کرنا
قربانی کو مکروہ ہے اور مجوسی کا ذبح کرنا حرام ہے اسلیے کہ مجوسی ذبح کرنے کی لیاقت نہین رکھتا ہے کذا فی الدرر ویتصدق بجلدہا او یعمل منہ نحو غربال
وجراب وقربۃ وسفرۃ ودلو اور قربانی کی کھال خیرات کرے یا اُس سے مانند چھلنی اور جھولی اور مشک اور دستارخوان اور ڈول بناوے او یبدلہ بما ینتفع بہ
باقیا کما مر یا کھال کو بدلے اُس چیز سے جس سے فائدہ حاصل ہو سکے اُسکو باقی رکھکے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی مشک اور ڈول وغیرہ سے بدل لے لا بمستہلک
کخل ولحم ونحوہ کدراہم نہ بدلے کھال کو مستہلک چیز سے یعنی جس سے فائدہ حاصل نہ ہو سکے بدون استہلاک کے چنانچہ سرکہ اور گوشت اور مانند اُسکے چنانچہ
روپیہ یا پیسہ یا کوڑی فان بیع اللحم او الجلد بہ ای بمستہلک او بدراہم تصدق بثمنہ ومفادہ صحۃ البیع مع الکراہۃ وعن الثانی باطل لانہ کالوقف مجتبی پھر اگر قربانی کا
گوشت یا چمڑا بیچا گیا مستہلک چیز سے یا روپیون سے تو اُسکے ثمن کو تصدق کردے اور تصدق ثمن سے صحت بیع کا کراہت کے ساتھ حاصل ہوا اور ابو یوسف
سے روایت یہ ہے کہ بیع مذکور باطل ہے اسواسطے کہ وہ وقف کے مانند ہے کذا فی المجتبی ولا یعطی اجر الجزار منہا لانہ کبیع واستفیدت من قولہ علیہ الصلوۃ
والسلام من باع جلد اضحیتہ فلا اضحیۃ لہ ہدایہ اور نہ دے قصاب کی مزدوری قربانی کے گوشت وغیرہ سے اسواسطے کہ مزدوری دینا قربانی سے اُسکی بیع کے

مانند ہو اور یہ مسئلہ مستفاد ہوا ہو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے کہ جسنے اپنی قربانی کا چمڑا بیچا تو اُسکی قربانی نہ ہوئی کذا فی الهدایة وکره
جز صوفها قبل الذبح لينتفع به فان جزه تصدق به ولا يركبها ولا يحمل عليها شيئا ولا يؤجرها فان فعل تصدق بالاجرة حاوي الفتاوى لانه التزم اقامة
القربة بجميع اجزائها اور قربانی کے رونگیں اور بال نہ کترے ذبح کرنے سے پہلے تا اُس سے فائدہ حاصل کرے پھر اگر کترے تو اُسکو خیرات کردے اور قربانی پر
سوار نہ ہو اور نہ اُسپر کوئی چیز لادے اور نہ اُسکو کرایہ دے سو اگر ایسا کرے تو اجرت کو خیرات کردے کذا فی حاوی الفتاوی امور مذکورہ اسواسطے جائز نہیں
کہ عبادت کا قائم کرنا اسکے تمام اجزاء سے لازم کیا گیا ہو بخلاف ما بعده لحصول المقصود مجتبى برخلاف بعد ذبح کرنے کے کہ صوف کا کترنا درست ہے بسبب
حاصل ہو جانے مقصود کے کذا فی المجتبی یعنی قربانی سے مقصود قربت تھی سو ذبح کرنے سے حاصل ہو چکی اب انتفاع کیواسطے صوف کترنا اور دودھ کا دوہنا
درست ہو ويكره الانتفاع بلبنها قبله كما في الصوف ومنهم من اجازهما للغني لوجوبها في الذمة فلا تتعين زيلعي اور مکروہ ہو نفع حاصل کرنا قربانی کے دودھ سے
ذبح کرنے سے پہلے چنانچہ صوف میں انتفاع قبل ذبح مکروہ ہو اور فقیہوں میں سے بعضا فقیہ وہ ہو جسنے کترنا اور دودھ دوہنا قبل ذبح کے جائز رکھا ہے مالدار کیواسطے
بسبب واجب ہونے قربانی کے مالدار کے ذمہ پر تو اُسپر مخصوص قربانی متعین نہیں ہو کذا فی الزیلعی ولو غلط اثنان فذبح كل شاة صاحبه يعني عن نفسه على ما دل عليه
قوله غلطا او لم يغلطا فيكون كل واحد وكيلا عن الآخر دلالة هداية قال ابن الكمال وظاهر كلام صدر الشريعة وغيره وقوعه عن صاحبه صح استحسانا بلا غرم اور اگر دو شخص
غلط کار رہے اور ہر شخص نے اپنے ساتھی کی بکری ذبح کی تو یہ قربانی صحیح ہو باعتبار استحسان کے بدون لازم ہونے تاوان کے شارح نے کہا مراد مصنف یہ ہو کہ ہر شخص
نے دوسرے کی بکری از راہ خطا اپنی ذات کی طرف سے قربانی کی بدلیل قول صاحب الایضاح کہ دونوں نے خطا کی ہو یا نہ کی ہو تو ہر شخص دوسرے شخص کا وکیل ٹھہر جاویگا
دلالت حال کے سبب سے یعنی دونوں کو قربانی کرنا منظور تھا سو اس طرح سے بھی حاصل ہوا کذا فی الهدایة یہ کہا ہو ابن کمال شارح ایضاح نے اور صدر الشریعة
وغیرہ کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہو کہ ہر بکری کا ذبح واقع ہوا اُسکے مالک کی طرف سے ط طحطاوی نے کہا کہ صدر الشریعة کا ذکر کرنا بلا وجہ ہو اسواسطے کہ سوائے
زفر کے تمام اہل مذہب کا اسی پر اجماع ہو کہ ذبح مالک کی طرف سے ہو بقرینہ اذن حالی وتحالا ان اكلا ثم عرفا هداية اور دونوں شخص باہم حلت کی
درخواست کریں یعنی معاف کر دیں اگر قربانی کا گوشت کھایا ہو اور نہ پہچانا ہو پھر بعد اسکے پہچانا ہو کذا فی الهدایة وان تشاحا ضمن كل لصاحبه قيمة لحمه وتصدق
بها اور اگر دونوں نے باہم بخل کیا اور معاف نہ کر دیا تو ہر شخص دوسرے شخص کے گوشت کی قیمت کا تاوان دے اور ہر شخص قیمت کو خیرات کر دے قلت في
في اوائل القاعدة الاولى من الاشباه لو اشترى اضحية فذبحها غيره بلا اذنه فان اخذها مذبوحة ولم يضمنه اجزاته وان ضمنه لا تجزيه وهذا اذا ذبحها عن
نفسه اما اذا ذبحها عن مالكها فلا ضمان عليه انتهى ترجمہ میں کہتا ہوں اور اشباہ کے پہلے قاعدہ اوائل میں یہ مسئلہ ہو کہ اگر ایک شخص نے جانور خرید کیا قربانی
کرنے کی نیت سے پھر دوسرے شخص نے اُسکو ذبح کر ڈالا بدون اسکے اذن کے سو اگر مالک نے اُس مذبوح کو لیا اور اس سے تاوان نہ لیا تو اُسکے حق میں
قربانی کفایت کر گئی اور اگر اسکا تاوان لیا ذبح کرنے والے سے تو قربانی ادا نہ ہوئی اور یہ اُس صورت میں ہو جبکہ غیر شخص نے جانور کو اپنی طرف سے ذبح کیا ہو
اور اگر مالک کی طرف سے ذبح کیا ہوگا تو اُسپر تاوان نہیں انتہی قول الاشباہ سو اشباہ کی طرف مراجعت کر كما يصح لو ضحى بشاة الغصب ان ضمنه
قيمتها حية جیسے قربانی صحیح ہو اگر ایک شخص نے بکری غصب کر کے قربانی کی بشرطیکہ غاصب نے مغصوب منہ کو زندہ بکری کی قیمت کا تاوان دیا ہو
زندہ بکری کا ضمان اسواسطے لازم آیا کہ غاصب اُسکا مالک ٹھہر گیا غصب کے وقت سے بطریق استناد کے اگرچہ قربانی صحیح ہے لیکن غاصب گنہگار رہا
غصب سے تو اُسپر توبہ اور استغفار لازم ہو اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ تاوان کے بعد ذبیحہ حلال ہو اور حرام پر بسم اللہ کہنے سے کفر لازم نہیں آتا ہو بلکہ کفر لازم
نہیں آتا ہو جبتک کہ غصب کرنے کو حلال نجانے گا کذا فی الطحطاوی كما اذا باعها جیسے بیع صحیح ہو اگر غصب کی بکری کو غاصب بیع کریگا اور مالک کو اُسکی
قیمت کا تاوان دیگا وكذا لو اتلفها ضمن لصاحبها قيمتها هداية لظهور ملكها بالضمان من وقت الغصب اور اسی طرح اگر غصب کی بکری کو غاصب تلف کرے

تو تاوان دے اسکی قیمت کا اُسکے مالک کو کذا فی الہدایۃ شاۃ مغصوبۃ کی قربانی صحیح ہو گئی بسبب ظاہر ہو جانے بکری کے مالک کے تاوان دینے سے
غصب کے وقت سے لا الودیعۃ ان ضمنہا لان سبب ضمانہ ہنا بالذبح و الملک یثبت بعد تمام السبب ہو الذبح فیقع فی غیر ملکہ قربانی صحیح نہیں امانت کی
بکری کی اگرچہ اُسکے مالک کو تاوان بھی دے اسواسطے کہ تاوان کا سبب یہان ذبح ہی اور ملک ثابت ہوتی ہی سبب کے تمام ہونے کے بعد اور وہ سبب
ذبح ہی تو ذبح واقع ہوا اُسکے غیر ملک مین قلت و نظیران العاریۃ کالودیعۃ والمرہونۃ کالمغصوبۃ لانہا مضمونۃ بالدین کذا المشترکۃ فلیراجع مین کہتا ہون اس مسئلہ
امانت سے ظاہر ہوتا ہی کہ عاریت امانت کے مانند ہی یعنی عاریت کی بکری کے ذبح کرنے سے قربانی صحیح نہین اور رہن کی بکری مغصوب بکری کے برابر ہی اسواسطے کہ
مضمون بالدین ہی اور اسی طرح مشترک بکری مغصوب بکری کے مانند ہی تو ان مسائل کو کتب فقہ مین تلاش کرنا چاہیے تاکہ تصریح حکم معلوم ہو جائے مع بدائع
مین عاریت کو ودیعت کے مانند صریح بیان کیا ہی عدم صحت قربانی مین اور خانیہ اور خلاصہ مین مسئلہ رہن برخلاف شارح مذکور ہی یعنی مرہون جانور کی قربانی
صحیح نہین باوجود تاوان دینے کے تو اس تصریح کے مقابل مین شارح کی تجویز لائق اعتبار کے نہ ہی خزانہ مین مذکور ہی کہ دو بکریاں مشترک ہین دو شخصون مین
سو دونون نے انکو قربانی کیا تو کافی ہی انتہی اور اگر ایک شریک نے مشترک کی قربانی کی تو اسمین تجویز علما مختلف ہی کذا فی الطحطاوی مختصراً فروع
مسائل ملحقہ شارح کے ہون الضحیۃ علیہ الصلوۃ والسلام سوداء رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کی قربانی کی رنگت سیاہ تھی طحطاوی نے کہا شاید کسی
سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ رنگ قربانی کی ہو حدیث مین تو تصریح یہ ہی کہ حضرت نے قربانی کیے دو خصی مینڈھے شاخدار سفید رنگ جنمین کچھ
سیاہ بال بھی موجود تھے نذر عشر اضحیات لزمہ ثنتان المجتبی الاثر بہا خانیہ والاصح وجوب الکل لایجابہ باللہ من جنسہ ایجاب شرح وہبانیہ ایک شخص نے دس قربانی
کی نذر مانی تو بسیر دو قربانی لازم آویگی اسواسطے کہ دو قربانی کی حدیث آئی ہی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھون کو قربانی کیا ہی چنانچہ ابھی اُسکا
مذکور ہو چکا کذا فی الخانیہ اور صحیح تر قول وجوب کل ہی یعنی دس قربانی کا واجب ہونا صحیح تر ہی بسبب واجب کر لینے نا ذر کے اُس چیز کو جسکی جنس ایجاب
ربانی موجود ہی کذا فی شرح الوہبانیۃ قلت فاد لزوم النذر بما من جنسہ واجب اعتقادی واصطلاحی قالہ المصنف فلیحفظ مین کہتا ہون شرح وہبانیہ کے مسئلہ مذکور
سے ثابت ہوتا ہی لازم ہو جانا اُس نذر کا جسکے ہم جنس شرع مین واجب ہو خواہ واجب اعتقادی ہو خواہ واجب اصطلاحی لیہا کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین
تو اس کلیہ کو یاد رکھنا چاہیے غنم بین رجلین ضحیا بہا جاز بخلاف العتق لصحۃ قسمۃ الغنم لا الرقیق بھیڑ بکریان دو شخصون مین مشترک ہین ہر دونون نے انکو قربانی کیا تو
جائز بر خلاف آزاد کرنے مشترک مملوک کے بسبب صحیح ہونے قسمت غنم کے نہ رقیق کے ضحی بثنتین فالاضحیۃ کلاہما وقیل الزائد لحم ایک شخص نے دو جانور قربانی کیے تو
دونون قربانی ٹھہرینگے اور بعضون نے کہا کہ زیادہ گوشت والا جانور قربانی ٹھہریگا والافضل لاکثر قیمۃ فان استویا فالاکثر لحما فان استویا فاطیبہما ولو ضحی بالکل فالکل
فرض کارکان الصلوۃ فان الفرض منہا ما ینطلق الاسم فاذا طولہا یقع الکل فرضا مجتبی اور افضل قربانی زیادہ تر قیمت والی ہی اور اگر قیمت مین دونون برابر ہون تو
زیادہ تر گوشت والی افضل ہی اور اگر گوشت مین برابر ہون تو عمدہ گوشت کی قربانی افضل ہی اور اگر سب کی قربانی کی تو سب فرض واقع ہونگے جیسے نماز کے ارکان
کہ انہین سے فرض تو اسی قدر ہی جسپر رکن کا نام بولا جاوے پھر جب نمازی نے اُسکو طویل کر دیا مثلاً تین آیت سے زیادہ قرأت کی یا پانچ یا سات بار رکوع
اور سجود مین تسبیح کہی تو سب فرض ہی واقع ہوگا کذا فی المجتبی مع فرض سے مراد فرض عملی ہی کذا فی الطحطاوی شتری الضحیۃ وامر رجلا بذبحہا فقال ترکت
التسمیۃ عمدا لزمہ قیمتہا لیشتری الآمر بہا اخری ویضحی ویتصدق ولا یاکل لو ایام النحر باقیۃ والا تصدق بقیمتہا علی الفقراء خانیۃ قربانی کا جانور خرید کیا پھر ایک
مرد کو اُسکے ذبح کرنے کا امر کیا سو ذابح نے کہا کہ مین نے بسم اللہ کہنا قصداً ترک کیا تو مامور پر اُسکی قیمت دینا لازم ہوگا تا امر کرنے والا اُس قیمت سے
اور قربانی خرید کرے اور اُسکو قربانی کرے اور خیرات کر دے اور آپ نہ کھاوے یہ اسوقت ہی اگر نحر کے ایام باقی ہون اور اگر باقی نہ رہے ہین تو اُسکی
قیمت فقیرون پر تصدق کرے کذا فی الخانیۃ وفیہا اراد التضحیۃ فوضع یدہ مع القصاب فی الذبح واعانہ علی الذبح سمی کل وجوبا فلو ترکہا احدہما او ظن ان التسمیۃ

احدہما تلفی حرمت وہی تصلح لغزا فیقال ای شاۃ لاتحل بالتسمیۃ مرۃ بل لابد ان یسمی علیہا مرتین + اور قنیہ میں ہے کہ ایک شخص نے قربانی کرنے کا ارادہ کیا
سو اپنا ہاتھ قصاب کے ہاتھ کے ساتھ رکھا ذبح کرنے میں اور ہر ایک کی مدد کی ذبح کرنے پر تو ہر شخص بسم اللہ کہے بنا بر وجوب کے پھر اگر بسم اللہ کو ایک شخص بھی ترک کرے یا
یا گمان کرے گا کہ ایک شخص کا بسم اللہ کہنا کفایت کرتا ہے تو ذبیحہ حرام ہو جائے گا اور یہ مسئلہ چیستان ہونے کی لیاقت رکھتا ہے تو یوں سوال کیا جائے کہ
کون بھیڑ بکری ہے جو ایکبار بسم اللہ کہنے سے حلال نہیں ہوتی بلکہ یہ ضرور ہے کہ اسپر دوبار بسم اللہ کہنا چاہیے وقد نظمہ شیخنا الخیر الرملی فقال ؎ ای ذبح لا یحل
فیہ ما ان تثنی بذکر ذی التنزیہ + فاجب ثنہ بالفرض فانا لانراہ شرا ولانرتضیہ اور البتہ اسکو نظم کیا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اور وہ نظم یہ ہے کون ذبح
ہے جسکی حلت میں یہ ضرور ہے کہ دوبار ذکر کیجائے صاحب تنزیہ کی یعنی اللہ تعالی کا نام لیا جائے سو اسکا جواب دے نظم سے اسواسطے کہ ہم شر کو نہیں دیکھتے
اور پسند نہیں کرتے فقلت فی الجواب ؎ خذ جوابا نظمنا کما تبتغیہ + من فقیہ مرویۃ عن فقیہ + خیر الدین نے کہا تو میں نے جواب سوال مذکور میں یون کہا کہ لے
جواب نظم میں جیسا کہ تو چاہتا ہے اس فقیہ سے جسکی روایت ثابت ہے فقیہ سے ؎ ہی شاۃ فی ذبحہا اشتراک اثنان + فتکرار الذکر شرط لما نرویہ + فذاک ذبح قصاب
وضع الید + مع الصاحب الذی یضحیہ + وہ بھیڑ بکری ہے جسکے ذبح کرنے میں دو شخص شریک ہوئے تو دوبار نام خدا ذکر کرنا شرط ہے جیسا کہ ہم روایت
کرتے ہیں کہ وہ ذبح کرنا اس قصاب کا ہے جسنے ہاتھ رکھا اپنے اس صاحب کے ساتھ جو اسکی امید رکھتا ہے یا خوف کرتا ہے کہ شاید ایک شخص کی قوت سے
ذبح نہ ہو سکے ؎ فعلی کل واحد منہما + ان یذکر اللہ جل عن التشبیہ + تو ان دو شخصوں میں سے ہر شخص پر واجب ہے یہ کہ ذکر کرے اللہ کو درحالیکہ وہ پاک
ہے تشبیہ اور تمثیل سے ؎ وفی الوہبانیۃ وشرحہا قال ؎ ولو ذبحا شاۃ معا ثم واحد + اخل بسم اللہ ذا الشاۃ تحجر + اور وہبانیہ اور اسکی شرح میں کہا اور
اگر دو شخصوں نے بکری کو ساتھ ہی ذبح کیا پھر ایک شخص بسم اللہ نہ بولا تو بکری متروک ہو گئی یعنی حرام واجب الترک ہے ؎ وان تشتری منہا ثلثا ثلاثۃ
واشکل فالتوکیل بالذبح یحسر + اور اگر تین شخص تین بکریاں خرید کریں اور اشکال واقع ہو یعنی تینوں شخص اپنی اپنی بکریوں کی شناخت میں حیران ہوں
تو ذبح کا وکیل کر دینا کاشف حیرت ہے م شرح وہبانیہ میں صورت مذکورہ میں یون چاہیے کہ تینوں شخص ہر ایک کو ذبح کرنے میں وکیل کریں سو اگر اپنی
بکری ذبح کی تو جائز ہے اور غیر کی بکری ذبح کی اسکے اذن سے تو بھی جائز ہے ؎ وکیل شراء الشاۃ للضان تشتری + یصح خلاف العکس والعود یحسر + خرید شاۃ
کا وکیل اگر ضان یعنی بکری خرید کرے تو صحیح ہے برخلاف عکس کے یعنی اگر بکری کی خرید کا وکیل شاۃ خرید کرے تو صحیح نہیں اور ہانکنے کی اجرت میں وکیل
نقصان اٹھا دیگا م وجہ صحت یہ ہے کہ شاۃ اسم جنس ہے ضان اور معز یعنی بھیڑ اور بکری دونوں کو شامل ہے برخلاف عکس یعنی اگر بکری کی خرید کا وکیل کیا سو اسنے
شاۃ من الضان یعنی بھیڑ خرید کی تو موکل کو اسکا لینا لازم نہیں چنانچہ خانیہ میں ہے فتاوی عالمگیریہ میں ہے کہ اگر قربانی خرید کرنے کا وکیل کیا سو وکیل نے
خرید کی اور اسکے ہانکنے کیواسطے ایک درم پر کوئی آدمی مقرر کیا تو موکل پر یہ اجرت لازم نہیں یعنی وکیل کو دینا پڑیگا ؎ ولو قال اسودا فغیر صح لا اذا کا
ن فی قربان عینا یغیر + اور اگر موکل نے کہا کہ سیاہ رنگ گائے یا بکری خرید کرنا سو وکیل نے غیر اسکے سرخ یا سفید خرید کی تو صحیح ہے اور اگر وکیل نے شاخدار سیاہ چشم قربانی
کی خرید میں تغییر کی تو صحیح نہیں م اسواسطے کہ شاخدار سیاہ چشم کی خرید میں لوگ رغبت کرتے ہیں تو مخالفت وکیل مضر ہوگی برخلاف اول صورت کے ؎ وشاتین ممن
ینذر العشر الزموا + وتصحیح ایجاب الجمیع محرر + علما نے دو قربانیوں کو لازم کیا ہے اس شخص کے حق میں جسنے دس قربانی کی نذر مانی اور سب دس قربانی کی ایجاب
کی تصحیح منقح اور محقق قول ہے یعنی صحیح قول یہ ہے کہ تمام نذر واجب اور لازم ہو گی چنانچہ یہ مسئلہ سابق مذکور ہو چکا ہے ؎ وعن میت بالامر الزم تصدقا + والا کل
منہا وہذا الخیر + اور اگر قربانی ہوئی میت کی طرف سے اسکے امر سے تو لازم جان اسکا خیرات کرنا اور اگر قربانی میت کی بدون امر ہوئی ہے میت کی طرف سے
تو کھا اسکے گوشت کو اور یہ قول مختار اور پسندیدہ ہے ؎ ومن مال طفل فالصحیح سقوطہا + وعن ابیہ فی حقہ ہو اظہر + اور صغیر کے مال سے تو سقوط
قربانی کا قول صحیح ہے اور صغیر کے باپ کے مال سے باپ کے حق میں قربانی ہونا صحیح ہے اور یہی قول ظاہر الروایۃ میں ہے چنانچہ یہ مسئلہ اول کتاب الاضحیۃ

مین مذکور ہو چکا ہے ووہب شاۃ رجع بعد ذبحہا ویجزی من ضحی علیہا ویوجر + اور بکری کا ہبہ کرنے والا اُسکے ذبح ہو جانے کے بعد رجوع کر سکتا ہے تو کفایت ہوگی اُسکی طرف سے جسنے اُسپر قربانی کی اور اُسکو ثواب ملیگا مثلاً زید پر قربانی واجب تھی سو خالد نے اُسکو ایک بکری ہبہ کی سو اُسنے قربانی کی پھر خالد نے ذبح کے بعد ہبہ مین رجوع کی یعنی مذبوح بکری پھیر لی تو یہ رجوع درست ہے امام کے نزدیک خلافاً لابی یوسف کذا فی الطحطاوی اور زید کی طرف سے قربانی ادا ہوگی اور اُسکو قربانی کا ثواب ملیگا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب الحظر والاباحۃ

یہ کتاب ہے حظر اور اباحت کی یعنی اسمین فعل ممنوع اور مباح کا مذکور ہے مباح کا ذکر اسواسطے ہے کہ کوئی اُسکو مکروہ گمان نہ کرے اور اسمین فرض بھی مذکور ہوتا ہے تا معلوم ہو کہ اُسکا ترک کرنا حرام اور ممنوع ہے فقہ کی بعضی کتابون مین کتاب الحظر والاباحۃ کو کتاب الکراہت کہا ہے اسواسطے کہ اسمین افعال مکروہ اور غیر مکروہ ہونے مین اگرچہ ذکر مکروہ اہم ہے اور بعضی کتاب مین کتاب الزہد والورع مذکور ہے اسواسطیکہ اسمین اکثر مسائل مباح مذکور ہین اور اُنسے احتراز کرنا زہد اور ورع ہے اور بعضی کتاب مین اُسکو کتاب الاستحسان بیان کیا ہے اسواسطیکہ اسمین وہ افعال مذکور ہین جنکو شرع نے نیک یا بد کہا ہے مناسبۃ ظاہرۃ کتاب الحظر والاباحۃ کی مناسبت کتاب الاضحیہ سے ظاہر ہے اسواسطیکہ اضحیہ مین اکثر محظورات اور مباحات داخل ہین بلکہ یہ کتاب ہر کتاب کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے کذا فی الطحطاوی والحظر لغۃ المنع والحبس اور حظر بفتح حاء مہملہ وظاء معجمہ لغت مین عبارت ہے منع اور حبس سے وشرعا امنع من استعمالہ شرعا اور اصطلاح شرع مین حظر وہ ہے جسکا استعمال شرعاً ممنوع ہے ہم یہ تعریف ہے محظور کی نہ حظر کی والمحظور ضد المباح اور محظور ضد ہے مباح کی ہم یہ تعریف بالاعم ہے اسواسطیکہ فرض اور حرام اور مکروہ بھی غیر مباح ہین تو محظور کی تعریف خاص یہ ہے کہ جسکا ممنوع ہونا بدلیل قطعی ثابت ہو قرآن سے یا حدیث سے یا اجماع سے یا اس دلیل سے جسکا مرجع دلائل ثلثہ مذکورہ ہون کذا فی الطحطاوی والمباح ما اجیز للمکلفین فعلہ وترکہ بلا استحقاق ثواب وعقاب نعم یحاسب علیہ حسابا یسیرا اختیار اور مباح وہ فعل ہے جسکے کرنے اور نکرنے کی مکلف لوگون کو اجازت ہو بلا استحقاق ثواب اور بلا ترتب عقاب ہان البتہ یہ ہے کہ مباح پر کچھ ہلکا سا حساب ہوگا کذا فی الاختیار عدم ثواب اور عذاب در صورت عدم نیت کے ہے اور اگر مباح مین عبادت کی نیت کرے تو ثواب ہوگا اور اگر گناہ کی نیت کرے تو عذاب ہوگا قال صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات کل مکروہ ای کراہۃ تحریم حرام ای کالحرام فی العقوبۃ بالنار عند محمد واما المکروہ کراہۃ تنزیہ فالی الحل اقرب اتفاقا جو مکروہ تحریمی ہے وہ حرام کے مانند ہے دوزخ کے عذاب مین محمد کے نزدیک اور مکروہ تنزیہی تو حلال کی طرف نزدیک تر ہے باتفاق امام اور شیخین کے ہم حرام وہ ہے جو بدلیل قطعی یقینی ممنوع ہو اور اُسکا ترک فرض ہے جیسا کہ شراب کا پینا اور مکروہ تحریمی وہ ہے جو بدلیل ظنی ممنوع ہو اور اُسکا ترک کرنا واجب ہے جیسے سوسمار کا کھانا اور شطرنج کا کھیلنا تو امام محمد جب اپنی کتابون مین کراہت بولتے ہین تو اُس سے حرام مراد رکھتے ہین اور مکروہ تحریمی کو حرام نہین کہتے ہین اسواسطیکہ اُسکی دلیل قطعی نہین جو حرمت پر دلالت کرے تو اُسکی حرمت دلیل غیر قطعی یعنی خبر احاد یا قول صحابی سے ثابت ہے اُسکو مکروہ کہتے ہین اور یہ جو کہا کہ مکروہ تنزیہی حلال سے نزدیک تر ہے یعنی اُسکے کرنیوالے پر اصلا عذاب نہین لیکن اُسکا تارک کچھ تھوڑا ثواب پاویگا کذا فی الطحطاوی وعندہما وہو الصحیح المختار ومثلہ البدعۃ والشبہۃ الی الحرام اقرب اور امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک مکروہ تحریمی حرام کی طرف نزدیک تر ہے اور یہی مذہب صحیح اور مختار ہے اور بدعت اور شبہہ مکروہ تحریمی کے مانند ہے ہم شیخین کے نزدیک مکروہ تحریمی مین حلت اور حرمت کے دلائل متعارض ہین لیکن جانب حرمت کی غالب ہے فالمکروہ تحریما نسبتہ الی الحرام کنسبۃ الواجب الی الفرض فیثبت بما ثبت الواجب یعنی بظنی الثبوت ویاثم بارتکابہ کما یاثم بترک الواجب ومثلہ السنۃ المؤکدۃ تو مکروہ تحریمی کی نسبت حرام کی طرف ایسی ہے جیسے واجب کی نسبت فرض کی طرف تو مکروہ تحریمی ثابت ہوتا ہے اُس دلیل سے جس سے واجب ثابت ہوتا ہے یعنی جس دلیل کا ثبوت ظنی ہے اور دلالت قطعی ہے اس سے مکروہ تحریمی اور واجب ثابت ہوتا ہے اور مکروہ تحریمی کے کرنے سے آدمی گنہگار ہوتا ہے جیسے واجب کے ترک کرنے سے گنہگار ہوتا ہے اور واجب کے مانند سنت مؤکدہ ہے ہم دلائل شرعی

چار قسم ہیں اول وہ دلیل جسکا ثبوت اور دلالت مطلب دونوں قطعی اور یقینی ہیں چنانچہ آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ صریحہ جنمیں کسی طرح تاویل کا احتمال نہیں یہ مفید یقین ہی اور ایسی دلیل سے فرض اعتقادی و حرام ثابت ہوتا ہی ثانی وہ دلیل ہی جسکا ثبوت قطعی ہی اور دلالت ظنی چنانچہ وہ آیات و احادیث جنمیں تاویل کا احتمال ہی اور یہ مفید ظن ہی اور اس سے فرض عملی ثابت ہوتا ہی ثالث وہ دلیل ہی جسکا ثبوت ظنی ہی اور دلالت قطعی چنانچہ اخبار آحاد صریحہ ایسی دلیل سے واجب و مکروہ تحریمی ثابت ہوتا ہی رابع وہ دلیل ہی جسکا ثبوت اور دلالت دونوں ظنی ہیں جیسے اخبار احاد محتمل المعانی ایسی دلیل مفید سنت اور استحباب ہی اور گاہے فرض بولتے ہیں اور قطعی و عملی مراد لیتے ہیں و کبھی واجب کہتے ہیں اور اس سے فرض عملی کا ارادہ کرتے ہیں کذا فی الحطاوی

و فی الزیلعی فی بحث حرمۃ الخیل القریب من الحرام ما تعلق بہ محذور دون استحقاق العقوبۃ بالنار بل العتاب کترک السنۃ المؤکدۃ فانہ لا یتعلق بہ عقوبۃ النار و لکن یتعلق بہ الحرمان عن شفاعۃ النبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم لحدیث من ترک سنتی لم ینل شفاعتی فترک السنۃ المؤکدۃ قریب من الحرام و لیس بحرام انتہی اور زیلعی میں گھوڑے کی حرمت کی بحث میں یہ مطلب ہی کہ مکروہ قریب بحرام وہ ہی جس سے محذور متعلق ہو نہ عذاب دوزخ کا استحقاق بلکہ عتاب کا استحقاق ہی جیسے سنت مؤکدہ کے ترک سے عذاب دوزخ متعلق نہیں ولیکن اُسکے ترک سے نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محرومی متعلق ہی اس حدیث کی دلیل سے کہ جو شخص میری سنت کو ترک کریگا وہ میری شفاعت کو نہ پاویگا تو ترک سنت مؤکدہ قریب بحرام ہے اور وہ خود حرام نہیں ہی انتہی اور فی الزیلعی حرمان شفاعت سے یہان شفاعت مخصوصہ مراد ہی چنانچہ ترقی درجات کی شفاعت اور یہ مراد نہیں کہ مطلق شفاعت سے محرومی ہو گی اسواسطے کہ مرتکب کبیرہ بھی شفاعت سے محروم نہ رہیگا بدلیل حدیث کے کہ شفاعتی لاہل الکبائر من امتی) تو مرتکب مکروہ یا تارک سنت مؤکدہ کیونکر محروم ہوگا حاصل کلام مقدسی کا یہ ہی کہ محمد نے مکروہ تحریمی پر حرام کا اطلاق کیا ہی اور اسکو حلال نہیں کہا ہی کیونکہ اُسکی حلت پر دلیل قطع نہیں اور شیخین نے اُسکو حلال میں داخل کیا ہی اسواسطے کہ اصل اشیا کی حلت ہی اور اُسکی حرمت پر قطعی دلیل ثابت نہیں انتہی خلاصہ مقام یہ ہی کہ مکروہ محمد کے نزدیک حرام کی ایک قسم ہی کیونکہ اُنکے نزدیک قطعی بھی حرام ہی اور ظنی بھی اور دونوں کا مرتکب معاقب بالنار ہی اگرچہ عذاب متفاوت ہو اور شیخین کے نزدیک مکروہ تحریمی حلال غیر قطعی میں داخل ہی اور حلت سے اباحت لازم اور مرتکب مکروہ تحریمی کا گنہگار اور معاتب ہی نہ معاقب بالنار تو معلوم ہوا کہ خلاف مابین محمد اور شیخین کے لفظی نہیں ہی کذا فی الطحطاوی مختصرا

الاکل للغذاء والشرب للعطش ولو من حرام او میتۃ او مال غیرہ وان ضمنہ فرض یثاب علیہ بحکم الحدیث کھانا غذا کیواسطے اور پینا دفع عطش کیواسطے فرض ہی اسپر ثواب ملیگا بحکم حدیث کے اگرچہ اکل و شرب حرام سے ہو یا مردار سے یا غیر شخص کے مال سے اگرچہ مال غیر کا تاوان اُسپر لازم ہو وہ حدیث مذکور یہ ہی قال صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالی لیوجر فی کل شیء حتی اللقمۃ یرفعہا العبد الی فیہ کذا فی شرنبلالیہ یعنی حق تعالی ہر چیز مین ثواب دیتا ہی یہان تک کہ اُس لقمہ مین ثواب دیتا ہی جسکو بندہ اپنے مُنہ تک اُٹھاتا ہی حرام اور مردار اور غیر کا مال کھانا حالت اضطرار مین ہی اور ملتقی مین ہی کہ جو شخص مردار نہ کھائے مخمصہ مین یا روزہ رکھتا جاے یہانتک کہ مرجائے تو وہ گنہگار ہی اور اضطرار کی تعریف مین اختلاف ہی بعضون نے کہا کہ فرض نہ ادا کر سکے اور بعضون نے کہا تین دن کے بعد اور صحیح یہ ہی کہ غیر موقت ہی اسواسطے کہ طبائع آدمیون کی مختلف ہوتی ہین کذا فی الطحطاوی ولکن مقدار ما یدفع الانسان الہلاک عن نفسہ کھانا فرض ہی لیکن اتنا جتنے سے آدمی اپنے ذات سے ہلاکت کو دفع کرے

و ماجور علیہ وہو مقدار ما تمکن بہ من الصلوۃ قائما و من صومہ مفادہ جواز تقلیل الاکل بحیث یضعف عن الفرض لکنہ لم یجز کما فی الملتقی وغیرہ اور ایک کھانا وہ ہی جسپر ثواب ہوتا ہی اور وہ اسقدر کھانا ہی جس سے آدمی کھڑے ہوکر نماز پڑھ سکے اور روزہ رکھ سکے شارح نے کہا اس کلام سے اسقدر تقلیل طعام کا جواز مستفاد ہوتا ہی جس سے آدمی اداے فرض سے ضعیف ہوجاے لیکن ایسی تقلیل مفضی درست نہیں ہی چنانچہ ملتقی وغیرہ مین مصرح ہی قلت و فی المبتغی بالغین الفرض بقدر ما یندفع بہ الہلاک و یمکن معہ الصلوۃ قائما انتہی فتنبہ مین کہتا ہون اور مبتغی بغین معجمہ مین یون مذکور ہی کہ اسقدر کھانا فرض ہی جسقدر سے ہلاکی دور ہو اور اسکے ساتھ کھڑے ہوکر نماز ممکن ہو انتہی کلام المبتغی تو خبردار ہو وہم اسقدر رکھانا اسواسطے فرض ہوا کہ فرض عبادت ادا نہین

ہوسکتی بدون اسکے ومباح الی الشبع لتزید قوتہ اور کھانا مباح ہی سیری اور آسودگی تک تا آدمی کی قوت زیادہ ہو وحرام عبر فی الخانیۃ بیکرہ وہو ما فوق
الشبع وہو اکل طعام غلب علی ظنہ انہ یفسد معدتہ وکذا فی الشرب قہستانی اور وہ کھانا حرام ہی جو سیری اور آسودگی سے زیادہ ہو یعنی اتنا کھانا کہ
کھانے والے کو گمان غالب ہو کہ اسکے پیٹ مین فساد کریگا یعنی بدہضمی ہوگی یا ہیضہ ہوگا اور خانیہ مین اسکو مکروہ کہا ہی یعنی مکروہ تحریمی جو قریب
بحرام ہی قہستانی مین کہا کہ اسی طرح اتنا پینا بھی حرام ہی جو مفسد معدہ ہو م زیادہ کھانا اسواسطے حرام ہوا کہ مال کا ضائع کرنا ہی اور اپنی ذات
کو بیمار ڈالنا حدیث مین آیا ہی کہ آدمی کے حق مین کسی برتن کا بھرنا ایسا بدتر نہین جیسا کہ پیٹ کا بھرنا بدتر ہی سو اگر ضرورت ہو تو پیٹ کے تین
حصے کرے ایک تہائی کھانے کی اور ایک تہائی پانی کی اور ایک تہائی دم لینے کے واسطے اور بہت عذاب اُنپر ہی جو بہت پیٹ کو بھرتے ہین ابوداؤد
نے روایت کی جو حمد اور شکر کرے کھانے اور پہننے کے بعد اسکی مغفرت ہوگی کذا فی الطحطاوی عن الدر المنتقی الا ان یقصد قوۃ صوم الغد او لئلا
یستحی ضیفہ اونحو ذلک آسودگی سے زیادہ کھانا حرام ہی مگر اس نیت سے حرام نہین ہی کہ کل کے روزہ رکھنے کی قوت حاصل ہو یا کہ اسکا مہمان نہ
شرماوے یا مانند اسکے کسی اور عذر سے کھانا درست ہی حرام نہین ہی م عذر مذکور چنانچہ زیادہ کھانا قی کرنے کیواسطے حرام نہین انس بن مالک صحابی طرح طرح کے
کھانے کھاتے تھے اور قی کر ڈالتے تھے سو انکو یہ فائدہ کرتا تھا کذا فی البزازیہ والخانیہ ولا تجوز الریاضۃ بتقلیل الاکل حتی یضعف عن اداء العبادۃ اور جائز نہین تھوڑے
کھانے کی اسقدر ریاضت کہ اداے عبادت سے ضعیف ہوجاے ولا باس بانواع الفواکہ وترکہ افضل اور طرح طرح کے میوون کے کھانے مین کچھ مضائقہ نہین
اور اسکا ترک افضل اور بہتر ہی واتخاذ الاطعمۃ سرف اور طرح طرح کے کھانے پکوانا اسراف ہی یعنی فضول خرچی ہی م مگر حاجت کے وقت کثرت اطعمہ سرف نہین ہی چنانچہ
اگر ایک کھانے کو نہین کھا سکتا تو تکثیر اطعمہ درست ہی تا ہر قسم سے تھوڑا تھوڑا اتنا کھاے جسقدر سے اداے عبادت پر قادر ہو یا مہمانون کی دعوت منظور ہو تو تکثیر
اطعمہ مین کچھ مضائقہ نہین کذا فی الخلاصۃ وکذا وضع الخبز فوق الحاجۃ اور اسی طرح روٹیان رکھنا حاجت سے زیادہ بیہودہ صرف ہی م مگر بہ نیت دعوت درست ہی
کذا فی العالمگیریۃ وسنۃ الاکل البسملۃ اولہ والحمدلہ آخرہ وغسل الیدین قبلہ وبعدہ ویبدا بالشباب قبلہ وبالشیوخ بعدہ ملتقی اور کھانے کے وقت سنت ہی
کھانے کے پہلے بسم اللہ کہنا اور بعد اسکے الحمد للہ کہنا اور قبل از طعام اور بعد از طعام دونون ہاتھ دھونا اور کھانے سے پہلے جوانون کے ہاتھ دھلانے سے ابتدا
کیجاے اور کھانے کے بعد بڈھون کے ہاتھ دھلانے سے ابتدا کیجاے کذا فی الملتقی م اور اگر اول مین بسم اللہ کہنا بھولے تو یون کہے بسم اللہ علی اولہ و
آخرہ اور جب بسم اللہ کہے تو بلند آواز سے تا اسکے ساتھی بھی بسم اللہ کہین اگر کھانا حلال ہو تو بسم اللہ کہے اور الحمد للہ تو ہر حال مین آخر کو کہے اور الحمد للہ
بلند آواز سے نہ کہے مگر جبکہ سب لوگ کھانے سے فراغت کرین اور اسکی سنت مین ایک ہاتھ دھونا یا دونون ہاتھون کی انگلیان دھونا کفایت نہین کرتا
بلکہ دونون ہاتھ بند دست تک دھونا چاہیے قبل از طعام ہاتھ دھو کر رومال سے پوچھنا نہ چاہیے اور بعد از طعام پوچھنا چاہیے تا اثر طعام کا زائل ہوجاے بیسلون
سے ہاتھ دھونا اگر آٹا اسمین باقی نہ رہا ہو تو فتاوی قاضی خان مین لا باس بہ مذکور ہی اور نوادر ہشام مین آٹے اور ستو سے ہاتھ دھونا امام اور صاحبین سے
منقول ہی اور تطہیر فم جمیع مواضع مین مستحب ہی اور لائق یون ہی کہ برتن لیکر اپنے ہاتھ پر پانی ڈالے اور غیر سے اسمین استعانت نہ کرے مانند وضو کے اور سنت یہ ہی
کہ نمک سے شروع کرے اور نمک پر ختم کرے اور نہایت گرم کھانا نہ کھاے اور نہ اسکو سونگھے اور نہ اسکو اور پانی کو پھونکے ہان اگر پھونکنے مین ہانند اف کی آواز
نہ نکلے تو پھونکنا درست ہی اور ہاتھ پوچھنے سے پہلے انگلیون کا چاٹنا اور رکابی کا چاٹنا اور جو نوالہ دسترخوان پر گر پڑا ہو اسکو کھانا یہ سب امور مذکورہ سنت
ہین راہ مین کھانا مکروہ ہی اور سر برہنہ کھانے مین کچھ مضائقہ نہین اور کھانا پینا تکیہ لگا کر ہو یا بایان ہاتھ زمین پر ٹیککر یا کسی چیز پر ٹیک لگا کر مکروہ ہی الکل من
العالمگیریۃ تتمہ اپنے اوپر اور اپنے عیال پر خرچ کرے اسطرح کہ نہ اسراف ہو نہ بخل نہ انکے جمیع مرغوبات کی تلاش کرتا رہے نہ جمیع مشتہیات روکتا رہے
بلکہ میانہ روی اختیار کرے سنت یہ ہی کہ رکابی کے درمیان سے نہ کھائے اسواسطے کہ برکت درمیان مین نازل ہوتی ہی بلکہ ایک طرف سے کھائے

اسواسطے کہ طعام یکسان ہان اگر طبق مین رنگ برنگ میوے ہون تو جدھر سے چاہے کہائے اسی طرح اگر طبق مین الوان اقسام ہون تو ہر طرف سے
کھانا درست ہے حدیث مین وارد ہے کہ جو رکابی کو چاٹتے کھانے کے بعد تو رکابی کہتی ہے کہ اللہ تجھکو دوزخ سے آزاد کرے جیسے تونے مجھکو شیطان سے آزاد کیا
اور امام احمد کی روایت یون ہے کہ رکابی اُسکے واسطے مغفرت طلب کرتی ہے حدیث مین وارد ہے کہ تکریم کرو روٹی کی کہ وہ برکات سموات و ارض سے ہے اور
جس قوم نے روٹی کا استخفاف درحقارت کی تو حق تعالی انکو گرسنگی و محتاجی کیساتھ مبتلا کرتا ہے اور اسکے اکرام سے یہ ہے کہ جب روٹی سامنے آوے تو سالن کا
انتظار نہ کرے یعنی روکھی کھانے لگے امام محمد نے کہا کہ لوگون پر محتاج کا کھانا دینا اُسوقت ہے جبکہ وہ خروج اور طلب سے عاجز ہو فرض ہے تو جو اُسکا حال جانتا ہو اُسکو اسکا
دینا فرض ہے جسقدر سے وہ خروج اور ادائے عبادت پر قادر ہو اور اگر محتاج خروج پر قادر تھا سو وہ مر گیا اور کسی نے اُسکو کھانا نہ دیا تو جو لوگ اُسکا حال جانتے ہونگے سب
گناہ مین شریک ہونگے اور جو محتاج کسب پر قادر ہو تو اُسپر کسب واجب ہے اور سوال کرنا اُسکو حلال نہین کذا فی الطحطاوی وکرہ لحم الاتان ای الحمارۃ الاہلیۃ خلافا لمالک و
لبنہا اور مکروہ ہے گدھی کا گوشت اور اُسکا دودھ یعنی پالوگدھے کا گوشت مکروہ تحریمی ہے بر خلاف مالک کے کہ کراہت بیمار و خر دست کے حق مین ہے اور حمار وحشی
یعنی گورخر کا گوشت اور دودھ حلال ہے کذا فی الطحطاوی ولبن الجلالۃ التی تاکل العذرۃ ولبن الرمکۃ ای الفرس وبول الابل جائزۃ ای یحوز للتداوی اور مکروہ ہے
جلالہ کا دودھ جلالہ وہ گائے یا بکری یا اونٹنی ہے جو گوہ کھاتی ہو اور مکروہ ہے گھوڑی کا دودھ اور اونٹ کا پیشاب اور ابو یوسف نے اونٹ کا پیشاب علاج کیواسطے
جائز کہا ہے ہدایہ مین ہے کہ امام اعظم کے نزدیک گھوڑی کا دودھ حلال ہے چنانچہ کتاب الاشربہ مین آویگا وکرہ لحمہا ای لحم الجلالۃ والرمکۃ اور جلالہ اور گھوڑی کا گوشت
مکروہ ہے وتحبس الجلالۃ حتی یذہب نتن لحمہا وقدر بثلثۃ ایام لدجاجۃ واربعۃ لشاۃ وعشرۃ لابل وبقر علی الاظہر اور گوہ کھانے والا جانور بند کر رکھا جاے یہانتک
کہ اُسکے گوشت کی گندگی اور بدبو دفع ہو جاے اور حبس کی مدت ٹھہرائی گئی ہے بموجب ظاہر الروایۃ کے مرغی کے واسطے تین دن اور بھیڑ بکری کے واسطے چار دن
اور اونٹ اور گاے کے واسطے دس دن ولو خلطت النجاسۃ وغیرہا بحیث لم ینتن لحمہا حلت کما حل اکل جدی غذی بلبن خنزیر لان لحمہ لا یتغیر وما غذی بہ یصیر
مستہلکا لا یبقی لہ اثر اور اگر جانور نجاست اور غیر نجاست دونون کھاتا ہو اسطرح کہ اُسکا گوشت گندہ نہ ہو تو حلال ہے جیسے وہ حلوان حلال ہے جو پالا گیا سور کے دودھ
سے اسواسطے کہ اُسکا گوشت متغیر نہین ہوتا اور جو دودھ اُسکو غذا ہو وہ نیست اور نابود ہو جاتا ہے کہ اُسکا کچھ اثر باقی نہین رہتا ہے اور اسی طرح جو کھیت نجاست
سے سینچے جاوین تو اُسکا کھانا مکروہ نہین ولو سقی مایوکل لحمہ خمرا فذبح من ساعتہ حل اکلہ ویکرہ زیلعی وسید شرح وہبانیہ اور اگر ماکول اللحم جانور کو
شراب پلائی گئی پھر وہ اُسی وقت ذبح کیا گیا تو اُسکا کھانا حلال ہے اور مکروہ ہے کذا فی الزیلعی وکتاب السید من شرح الوہبانیہ وکرہ الاکل والشرب والادہان والتطیب
من اناء ذہب وفضۃ للرجل والمراۃ لاطلاق الحدیث اور مکروہ ہے کھانا اور پینا اور تیل لگانا اور خوشبو ملنا سونے اور چاندی کے برتن سے مرد اور عورت دونون کے
حق مین اطلاق حدیث کی دلیل سے حدیث مذکور بخاری اور مسلم مین حذیفہ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ پہنو حریر اور دیبا اور نہ پیو سونے
چاندی کے برتنون مین اور نہ کھاؤ انکی رکابیون مین اسواسطے کہ یہ برتن کافرون کے واسطے ہین دنیا مین اور تمہارے واسطے ہین آخرت مین انتہی پھر جب کھانا پینا
انمین منع ہوا تو اسی طرح اُن برتنون سے تیل لگانا اور خوشبو لگانا بھی منع ہوا کذا فی المنح وکذا یکرہ الاکل بملعقۃ الفضۃ والذہب والاکتحال بمیلہما
وما اشبہ ذلک من الاستعمال کالمکحلۃ والمراۃ والقلم والدواۃ ونحوہا اور اسی طرح مکروہ تحریمی ہے کھانا چاندی اور سونے کے چمچے سے اور سرمہ لگانا انکی سلائیون سے اور
جو استعمال اسکے مشابہ ہے چنانچہ چاندی سونے کی سرمہ دانی اور قلم اور دوات اور مانند اسکے مکروہ ہے ظروف مذکورہ کے مانند ہے چاندی سونے کی سینی اور
سیلچی اور آفتابہ اور انگیٹھی اور جس چیز کا فائدہ بدن کو حاصل ہو وہ مرد اور عورت کو درست نہین کذا فی الطحطاوی یعنی اذا استعملت ابتداء فیما صنعت لہ بحسب
متعارف الناس والا فلا کراہۃ حتی لو نقل الطعام من اناء الذہب الی موضع آخر او صب الماء والدہن فی کفہ لا علی راسہ ابتداء ثم استعملہ لا باس بہ مجتبی وغیرہ
ہو ما حررہ فی الدرر لطیفہ یعنی ظروف و آلات مذکورہ کی کراہت اُسوقت ہے جبکہ انکو ابتداء استعمال کیجیے ان کامون مین جنکے واسطے وہ بنائے گئے ہین

لوگون کے رواج کے موافق اور اگر ابتداءً استعمال نہ ہو تو کراہت نہین تو اگر کھانا نقل کیا جاے سونے کے برتن سے دوسری جگہہ یا پانی یا تیل کف دست مین ڈالے نہ اپنے سر پر ابتداءً پھر اُسکو استعمال کرے تو اُسکا کچھ مضائقہ نہین کذا فی المجتبی وغیرہ اور یہی مطلب تو تحریر کیا ہی درر مین تو اس قید کو یاد رکھنا چاہیے م درر مین یون مذکور ہی کہ ظروف صغیرہ جو تیل وغیرہ کے واسطے مصنوع ہین اُنکا استعمال اُسوقت حرام ہی جبکہ اُنھین ظروف سے تیل سر پر ڈالا جاے اسواسطے کہ وہ ظروف اسی واسطے مصنوع ہوے ہین کہ اسی طرح مستعمل ہون اور اگر اُنہین ہاتھ ڈالے اور تیل ہاتھ مین لیکر سر پر ڈالے تو کراہت نہین اسواسطے کہ اُنسے ابتداءً استعمال نہوا انتہی لیکن محشی درر یعنی علامہ وافی اور نوح نے اس تخصیص کو رد کیا ہی اسطرح کہ استعمال چاندی سونے کا ممنوع ہی اسواسطے کہ اصل اس باب مین یہ حدیث ہی کہ (ہذان حرامان علی ذکور امتی حل لاناثہم) اور جبکہ معلوم ہوا کہ مراد یہ ہی کہ عورتون کو فقط زیور حلال ہی تو وراے زیور کے حرمت باقی رہی خواہ استعمال بالذات ہو خواہ بواسطہ کیونکہ احادیث نہی کی مطلق ہین کذا فی الطحطاوی م ہرچند درر کے موافق فتاوی عالمگیری مین مجیط سے بھی منقول ہی لیکن احتیاط یہ ہی کہ کسی طرح استعمال نہ کرے واللہ اعلم واستثنی القہستانی وغیرہ استعمال البیضۃ والجوشن والساعدان منہما فی الحرب للضرورۃ اور قہستانی وغیرہ مین چاندی سونے کے خود اور زرہ اور دستانون کو جنگ مین ضرورت کے سبب سے مستثنی کیا ہی کراہت سے وہذا فیما یرجع للبدن

واما لغیرہ تجملا بادانی متخذۃ من ذہب وفضۃ وسریر کذلک وفرش علیہ من دیباج ونحوہ فلا باس بہ بل فعلہ السلف خلاصۃ حتی اباح ابو حنیفۃ توسد الدیباج والنوم علیہ کما یاتی اور یہ یعنی ظروف فضیہ اور ذہبیہ کی تحریم اُس صورت مین ہی جبکہ استعمال نفع بدن کے واسطے راجع ہو اور اُسکے سوا تجمل کرنا سونے اور چاندی کے برتنون سے اور اسی طرح سونے چاندی کی چارپائی سے اور اُسپر دیبا اور مانند اُسکے فرش کرنا تو اُسکا کچھ مضائقہ نہین بلکہ اُسکو سلف نے کیا ہی کذا فی الخلاصۃ یہان تک کہ امام ابو حنیفہ نے دیبا کا تکیہ لگانا اور اُسپر سونا مباح کیا ہی چنانچہ آگے آویگا ویکرہ الاکل فی نحاس او صفر والافضل الخزف قال صلی اللہ علیہ وسلم من اتخذ اوانی بیتہ خزفا زارتہ الملٰئکۃ اختیار اور مکروہ ہی کھانا تانبے اور پیتل کے برتن مین اور افضل اور بہتر مٹی کا برتن ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے گھر مین مٹی کے برتن رکھے اُسکی زیارت فرشتے کرتے ہین کذا فی الاختیار م ظاہر اکراہت اُسوقت ہی جب تانبے اور پیتل کا برتن بے قلعی ہو اور ظروف چینی مین تو نفاست اور تجمل اور ادا ے سنت دونون موجود ہین اسواسطے کہ وہ مٹی کے برتن ہین لا یکرہ ماذکر من اناء رصاص وزجاج وبلور وعقیق خلافا للشافعی اور مکروہ نہین کھانا رانگ اور شیشے اور بلور اور عقیق کے برتن سے برخلاف امام شافعی کہ اُنکے نزدیک کراہت ہی وحل الشرب من اناء مفضض ای مزوق بالفضۃ اور حلال ہی پینا ظرف مفضض سے یعنی جو برتن کہ مزین اور منقش اور مرصع ہو چاندی سے فارسی مین اُسکو سیم کوب کہتے ہین ہندی مین بدرا اور جزاء م منح الغفار مین مفضض کی تفسیر مزوق ہی اور شمنی مین مرصع ہی اور قہستانی مین مزین بالفضۃ ہی اور ابو یوسف کے نزدیک مفضض بھی جائز نہین زیلعی نے کہا یہ اختلاف اُس صورت مین ہی جبکہ چاندی برتن سے جدا ہو سکے اور تمویہ یعنی اگر چاندی کا ایسا پتلا پانی برتن پر لایا ہو جو جدا نہو سکے تو وہ بالاجماع درست ہی اسواسطے کہ وہ مستہلک ہی اُسکے باقی رہنے کا کچھ اعتبار نہین چنانچہ شارح اُسکو بیان کریگا کذا فی الطحطاوی والرکوب علی سرج مفضض والجلوس علی کرسی مفضض لکن بشرط ان یتقی ای یجتنب موضع الفضۃ بفم قیل وید وجلوس سرج ونحوہ اور حلال ہی سوار ہونا مفضض زین پر اور حلال ہی بیٹھنا کرسی مفضض پر و لیکن اس شرط سے حلال ہی مفضض برتن مین پینا کہ چاندی کی جگہہ سے منھ علیحدہ رکھے اور قول ضعیف یہ ہی کہ ہاتھ بھی جدا رکھے چاندی کی جگہہ سے اور زین کے جلوس اور اُسکے مانند مین بھی بدن جدا رکھے م اجتناب فم کا اعتبار ہی نہ اجتناب ید اور باقی اعضا کا چنانچہ اختیار اور ہدایہ اور جوہرہ مین مذکور ہی یہ حکم ہی ظرف مفضض کا اور جو ظرف خالص چاندی کا ہی اُسکا استعمال تو کسی طرح جائز نہین کذا فی الطحطاوی وکذا الاناء المضبب بذہب او فضۃ والکرسی المضبب بہما وحلیۃ مراۃ ومصحف بہما اور اسی طرح حلال ہی ظرف مضبب یعنی برتن مین چاندی سونے کے تیز جڑے ہین اُسکے استحکام کیواسطے اور اسی طرح پر چاندی سونے کے تیز جڑی کرسی اور زیور آئینہ اور مصحف کا چاندی اور سونے سے م فتاوی عالمگیری مین ہی کچھ مضائقہ نہین کھانے

پینے کا ظرف مذہب اور مفضض مین جبکہ سونے چاندی پر منہ نہ رکھے اور اسی طرح ظرف مضبب اور کرسی اور سریر جبکہ چاندی سونے پر نہ بیٹھے اور اسی طرح حلقہ
آئینہ کا چاندی سونے سے اور اسی طرح مجمر اور لگام اور زین اور دمچی اور رکاب مفضض یا مضبب درست ہی بشرطیکہ اُسپر قعود نہ واقع ہو اور ابو یوسف کے
نزدیک یہ سب مکروہ ہی لیکن مضمرات مین ہی کہ امام اعظم کا قول صحیح ہی انتہی کما لو جعله ای التفضیض فی نصل سیف وسکین او فی قبضتهما او لجام ورکاب
ولم یضع یده موضع الذهب والفضة چنانچہ چاندی سونے کا کام کرنا درست ہی اگر تلوار اور چھری کی کوٹھی مین یا اُن دونون کے قبضے مین یا لگام یا رکاب مین
کرے اور اپنا ہاتھ نہ رکھے سونے چاندی کی جگہ مین ہم کافی مین ہی جبکہ چھری کی کوٹھی مین اور تلوار کے قبضہ مین چاندی ہو تو امام اعظم نے کہا کہ اگر چاندی کی جگہ
پکڑیگا تو مکروہ ہی اور نہین پکڑیگا تو مکروہ نہین ہی کذا فی الطحاوی وکذا الکتابة الثوب بذهب وفضة وفی المجتبی لا باس بالسکین المفضض والمحابرة والرکاب وعن الثانی
یکره الکل اور اسی طرح درست ہی کپڑے پر چاندی سونے سے لکھنا اور مجتبی مین ہی کہ چھری مفضض اور دوات اور رکاب کا کچھ مضائقہ نہین اور ابو یوسف کے
نزدیک یہ سب مکروہ ہین ہم امام اعظم کی دلیل یہ حدیث ہی جو بخاری مین انس سے منقول ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ ٹوٹ گیا تو موضع شق چاندی
کی زنجیر سے جکڑا گیا اور احمد کی روایت مین ہی کہ انس بن مالک کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قدح یعنی پیالہ تھا اُسمین چاندی کا پترا چڑھا تھا وبخلاف
فی المفضض اما المطلی فلا باس به بالاجماع بلا فرق بین اللجام والرکاب وغیرهما لان الطلاء مستهلک لا یخلص فلا عبرة للونه عینی وغیره اور خلاف
ابو یوسف اور امام کا مفضض مین ہی یعنی جس چیز مین چاندی سونا علیحدہ ہو سکتا ہو اور مطلا یعنی جسپر چاندی سونے کا پانی پھرا ہو سو وہ تو بالاجماع
درست ہی بدون فرق کے درمیان لگام اور رکاب وغیرہما کے اسواسطے کہ طلا یعنی چاندی سونے کا پانی مستهلک ہی جدا نہین ہو سکتا تو اُسکی فقط رنگت
کا کچھ اعتبار نہین کذا فی العینی وغیرہ ویقبل قول کافر ولو مجوسیا قال اشتریت اللحم من کتابی فیحل او قال اشتریته من مجوسی فیحرم ولا یرده بخبر الواحد
اور مقبول ہی کافر کا یہ قول اگرچہ کافر مجوسی ہو کہ مین نے یہ گوشت مول لیا ہی یہودی یا نصرانی سے تو اُس گوشت کا کھانا حلال ہوگا یا کافر نے کہا کہ مین نے
مجوسی سے گوشت خرید کیا تو گوشت حرام ہوگا اور اُسکے قول کو خبر واحد کے سبب سے مردود نہ کرے واصله ان خبر الکافر مقبول بالاجماع فی المعاملات
لا فی الدیانات وعلیه یحمل قول الکنز ویقبل قول الکافر فی الحل والحرمة یعنی الحاصلین فی ضمن المعاملات لا مطلق الحل والحرمة کما توهمه الزیلعی اور اُسکا قاعدہ کلیہ
یہ ہی کہ کافر کی خبر مقبول ہی بالاجماع معاملات مین نہ دیانات مین اور اسی قاعدہ پر کنز کا یہ قول محمول ہی اور کافر کا قول مقبول ہی حلت اور حرمت مین یعنی وہ حلت
اور حرمت کہ در ضمن معاملات کے حاصل ہو نہ ہر طرح کی حلت اور حرمت جیسا کہ زیلعی شارح کنز نے توہم کیا ہی ہم ایک شخص کا قول مقبول ہی معاملات مین
خواہ وہ شخص متقی ہو خواہ فاسق آزاد ہو یا غلام مرد ہو یا عورت مسلمان ہو یا کافر بسبب ضرورت اور دفع حرج کے اور منجملہ معاملات وکالت اور مضاربت اور
رسالت فی الهدایا اور اذن تجارت ہی لیکن باینہمہ صدق خبر کا گمان غالب ہونا ضرور ہی تو اگر اُسکے صادق ہونیکا گمان غالب ہو تو اُسپر عمل کرے اور اگر گمان غالب نہ ہو
اُسکے صدق کا یا شک ہو تو اُسپر عمل نہ کرے کذا فی الطحاوی عن الکافی والسراج معاملات وہ امور ہین جو فیما بین الناس جاری رہتے ہین چنانچہ بیع اور شرا اور
وکالت وغیر ذلک اور دیانات وہ امور ہین جو فیما بین خدا اور بندے کے ہوتے ہین چنانچہ عبادات اور حلت اور حرمت ویقبل قول المملوک ولو انثی والصبی
فی الهدیة سواء اخبر باهداء المولی غیره او نفسه اور مملوک کا قول اگرچہ وہ عورت ہو اور صغیر کا قول مقبول ہی تحفہ پہونچانے مین خواہ غلام نے یہ خبر دی ہو کہ میرے
مالک نے یہ تحفہ دیا ہی اور شخص کو یا یون کہا ہو کہ اور شخص نے یہ تحفہ دیا ہی مالک کو والاذن سواء کان بالتجارة او بدخول الدار مثلا اور مقبول ہی غلام اور
صغیر کا قول اذن مین خواہ تجارت کا اذن ہو یا مثلا دخول دار کا اذن ہم سراج مین ہی کہ اگر ایک شخص کے غلام یا طفل صغیر نے دوسرے کے گھر مین داخل
ہونے کا اذن دیا تو قیاس یہ ہی کہ گمان غالب پر عمل کرے لیکن عادت جاری یون ہی کہ اس سے لوگ باز نہین رہتے لهذا یہ جائز ہی کذا فی الطحاوی وقیده
فی السراج بما اذا غلب علی رایه صدقهم فلو شری صغیر نحو صابون واشنان لا باس ببیعه ولو نحو زبیب وحلوی لا ینبغی بیعه لان الظاهر کذبه وتمامه فیه اور اذن تجارت

مین سراج مین اُسکی قید لگائی ہے جبکہ اُسکی راے مین اُنکا صدق غالب ہو تب قول مقبول ہے تو اگر صغیر صابون اور اشنان ایسی چیز کی خرید کا ارادہ کرے
تو اُسکے ہاتھ بیچنا کچھ مضائقہ نہین اور اگر منقے اور حلوا ایسی چیز کے مول لینے کا قصد کرے تو اُسکے ہاتھ بیچنا لائق نہین اسواسطے کہ صغیر کا کذب ظاہر حال ہے
اور اُسکا پورا بیان سراج مین ہے ؎ مٹھائی وغیرہ کی طرف اطفال مشتاق رہتے ہین تو ظاہر حال اسپر دلالت کرتا ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے پیسے
مٹھائی کھانے کے واسطے چورا لایا ہوگا تو اُسکا یہ قول کہ میرے ماں باپ نے منگوایا ہے مقبول نہ کرنا چاہیے لیکن اغنیا کے اطفال پر یہ اشتباہ
نہین ہوسکتا ہے **ویقبل قول الفاسق والکافر والعبد فی المعاملات لکثرۃ وقوعہا** اور فاسق اور کافر اور غلام کا قول مقبول ہے معاملات
مین وقوع معاملات کی کثرت کے سبب سے ؎ اصل یہ ہے کہ معاملات مین ہر ممیز کا قول مقبول ہے تو اگر معاملات مین عدالت شرط ہو تو حرج عظیم واقع ہو
اسواسطے کہ عدالت کی شرائط مستجمع کمیاب ہے کہان اسکو آدمی پاوے کہ اس سے معاملہ کرے یا اُسکو نوکر رکھے اور لوگون کے پاس معاملات کیواسطے بھیجا کرے
اور سامع کو کوئی دلیل نہین سوا خبر کے تو اگر ممیز کی خبر مقبول نہو تو معاملات کا دروازہ بند ہوتا ہے اور اسواسطے کہ معاملات کثیر الوقوع ہین تو اُسمین عدالت
کا شرط ہونا باعث حرج ہے لہذا اُسمین فقط تمیز کفایت کرتی ہے کذا فی الزیلعی **کما اذا اخبر انہ وکیل فلان فی بیع کذا فیجوز الشراء منہ ان غلب علی الرای**
صدقہ لما مر وسیجی آخر الحظر چنانچہ اگر فاسق یا کافر یا غلام نے خبر دی کہ وہ وکیل ہے فلانے شخص کا فلانی چیز کے بیچنے مین تو اُس سے اُسکا خرید کرنا جائز ہے اگر خرید
کرنے والے کے گمان مین اُسکی راستی غالب ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور کتاب الحظر کے اخیر مین بھی اُسکا ذکر آویگا **وشرط العدالۃ فی الدیانات ہی التی**
بین العبد والرب اور مشروط ہے عدالت اور پرہیزگاری دیانات مین دیانات وہ امور ہین جو بندے اور مالک علی الاطلاق کے درمیان واقع ہین ؎ چونکہ
دیانات معاملات کے مانند کثیر الوقوع نہین تو اُسمین عدالت کی شرط کرنی حرج نہین اور قول فاسق اور کافر اور صغیر کے قبول کرنے کی اُسمین کچھ ضرورت اور حاجت
نہین **کالخبر عن نجاسۃ الماء فیتیمم ولا یتوضا ان اخبر بہا مسلم عدل منزجر عما یعتقد حرمتہ ولو عبدا او امۃ** جیسے نجاست پانی کی خبر سے تیمم کرے
اور اُس پانی سے وضو نہ کرے اگر نجاست کی خبر دی ہو مسلمان پرہیزگار نے پرہیزگار وہ ہے جو باز رہتا ہو اُس چیز سے جسکی حرمت کا اعتقاد رکھتا ہو اگرچہ وہ
غلام ہو یا لونڈی ؎ عدالت مسقط احتمال کذب ہے تو اسی احتیاط کی حاجت نہین کہ پانی گرا کر تیمم کرے **ویتحری فی خبر الفاسق بنجاسۃ الماء وخبر المستور ثم یعمل**
بغالب ظنہ اور اٹکل دوڑا وے فاسق اور مستور الحال کی خبر مین پھر عمل کرے اپنے ظن غالب پر یعنی اگر فاسق اور مستور یعنی جسکا فسق اور عدالت معلوم نہین وہ
کہین کہ یہ پانی ناپاک ہے تو وہان اٹکل کرکے ظن غالب پر عمل کرے نہ اُنکے قول پر **ولو اراق الماء فیتیمم فیما اذا غلب علی انہ صادق وتوضا وتیمم فیما**
اذا غلب علی انہ کاذب کان احوط اور اگر پانی کو گرا دے پھر تیمم کرے اُس صورت مین جبکہ اُسکو ظن غالب ہو کہ فاسق سچا ہے نجاست کی خبر مین اور وضو اور
تیمم کرے اُس صورت مین جبکہ اُسکو گمان غالب ہو اُسکے کذب کا تو یہ احوط ہوگا یعنی اُسمین زیادہ تر احتیاط ہے وفی الجوہرۃ تیممہ بعد الوضوء احوط اور جوہرہ مین ہے کہ
اُسکا تیمم کرنا وضو کے بعد احوط ہے ؎ اُسمین اشارہ ہے کہ تقدیم تیمم کی وضو پر احتیاط ہے اور تاخیر تیمم کی وضو سے احوط ہے کذا فی الطحطاوی واما الکافر اذا غلب صدقہ
علی کذبہ فاراقتہ احب قہستانی وخلاصہ وخانیہ اور کافر کا تو یہ حکم ہے کہ جب اُسکے کذب پر صدق کا گمان غالب ہو تو پانی کا بہا دینا مستحب ہے کذا فی القہستانی والخلاصۃ
والخانیہ یعنی اگر کافر نے خبر دی کہ یہ پانی نجس ہے اور اُسکے صدق کا گمان غالب ہو تو اگر اُس پانی سے وضو کرے اور نماز پڑھے تو نماز جائز ہے اسواسطے کہ کافر متہم ہے
اُسکی خبر ملزم نہین لیکن پانی گرا کر تیمم سے نماز پڑھنا مستحب ہے قلت لکن لو تیمم قبل اراقتہ لم یجز تیممہ بخلاف خبر الفاسق لصلاحیتہ ملزما فی الجملۃ بخلاف الکافر مین کہتا ہون
در صورتیکہ کافر کی اخبار نجاست کے صدق پر گمان غالب ہو لیکن اگر تیمم کرے پانی گرا دینے سے پہلے تو اُسکا تیمم جائز نہ ہوگا بخلاف خبر فاسق کے کہ وہان تیمم مذکور
جائز ہوگا اسواسطے کہ فاسق کی خبر فی الجملہ الزام کی صلاحیت رکھتی ہے اور کافر کی خبر ملزم ہونے کے لائق نہین ؎ فاسق کی خبر کی فی الجملہ ملزم ہونے کی یہ
دلیل ہے کہ اگر فاسق کی گواہی قبول کرکے حکم دے تو اُسکا حکم نافذ ہوگا اگرچہ اُسکی گواہی قبول کرنا حرام ہے اور اگر کافر کی گواہی پر حکم دیگا یعنی مسلم کی

صورت مین تو حکم اسکا نافذ نہ ہوگا ولو اخبر عدل بطہارتہ وعدل بنجاستہ حکم بالطہارتہ بخلاف الذبیحۃ اور اگر مسلم متقی نے پانی کی طہارت کی خبر دی اور دوسرے
متقی نے اسکو نجاست کی خبر دی تو پانی کی طہارت کا حکم دیا جاویگا بخلاف ذبیحہ کے کہ وہان درصورت تناقض حرمت کا حکم ہوگا مع پانی کی طہارت
کا اسواسطے حکم ہوا کہ دونون خبرین بسبب تناقض کے ساقط الاعتبار ہوگئین تو اصل پر یعنی طہارت پر حکم ہوا وتعتبر الغلبۃ فی اوان طاہرۃ ونجسۃ ودکیۃ
ومیتۃ فان الاغلب طاہر تحری وبالعکس و السوا لا الا لعطش اور غلبہ معتبر ہے ظروف پاک اور ناپاک مین جو باہم مل گئے اور مذبوح جانور اور مردار مین جو باہم
مخلوط ہوگئے تو اگر پاک برتن یا مذبوح جانور اکثر ہون تو طہارت اور شراب اور اکل کے واسطے غور کرے اور اٹکل دوڑاوے اور اگر ناپاک برتن یا مردار
جانور زیادہ ہون یا دونون پاک اور ناپاک برابر ہون تو ظن غالب کا کچھ اعتبار نہین مگر دفع عطش کے واسطے البتہ ظروف مین گمان غالب معتبر ہوگا
فی الثیاب تحری مطلقا اور کپڑون مین ہر طرح کا گمان غالب معتبر ہے خواہ اکثر کپڑے طاہر ہون یا نجس اسواسطے کہ ستر عورت مین کپڑے کا کچھ بدلہ نہین اور پانی
کا بدلا مٹی ہے تیمم کے واسطے دعی الی ولیمۃ وثمہ لعب او غناء قعد واکل لو المنکر فی المنزل ولو علی المائدۃ لا ینبغی ان یقعد بل یخرج معرضا لقولہ
تعالی فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین کوئی شخص شادی کی دعوت مین بلایا گیا اور وہان لہو ولعب یا راگ ہے تو بیٹھے یا کھائے بشرطیکہ امر خلاف
شرع مکان مین ہو اور دسترخوان پر نہو اور اگر غیر مشروع دسترخوان پر ہو تو اب بیٹھنا لائق نہین وجوبا بلکہ نکل جائے ناخوش ہوکر اسواسطے کہ
قرآن مجید مین حق تعالی فرماتا ہے کہ مت بیٹھو نہی کے یاد ہونے کے بعد ظالم قوم کے ساتھ ولیمہ شادی کے کھانے کا نام ہے جو زوجین کی ملاقات کے بعد
ہو اور بعضون نے کہا دونون طعام کا نام ولیمہ ہے طعام ولیمہ سنت ہے حدیث مین آیا ہے کہ ولیمہ کر اگرچہ ایک ہی بکری کا ہو تمرتاشی نے کہا اجابت مین
اختلاف ہے بعضے کے نزدیک اجابت واجب ہے اور اکثر کا قول یہ ہے کہ سنت ہے اور افضل یہ ہے کہ اگر ولیمہ ہو تو دعوت قبول کرے اور نہین تو وہ مختار ہے لیکن
اجابت افضل ہے اسواسطے کہ اسمین دل مومن کا خوش کرنا ہے مگر فاسق معلن کی دعوت قبول نہ کرے تا معلوم ہو کہ تو اسکے فسق سے راضی نہین اور اسی طرح
اسکی دعوت قبول نہ کرے جسکا اکثر مال حرام ہے ہان اگر دیکھے کہ اصل مال حلال ہے میراث سے یا قرض لینے سے تو دعوت قبول کرے اور کھائے اور اگر اسکا غالب
مال حلال ہے تو اسکا تحفہ قبول کرنا درست ہے جبکہ دعوت قبول کی اور اسکے مکان پر گیا تو جو اسکے ذمہ پر تھا سا قط ہو گیا اختیار ہے کھائے یا نہ کھائے نہ کھانے سے کچھ
حرج نہین اور کھانا افضل ہے اگر روزہ دار نہو اور اگر صاحب دعوت کا قصد مذموم ہے یعنی اپنی شیخی اور نام آوری اور شکر گزاری چاہے تو خصوصا اہل علم کو اسکی دعوت
قبول کرنا نچاہیے اسواسطے کہ اجابت مین آپ کو ذلیل کرنا ہے اور ذمی کی دعوت قبول کرنا جائز ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا فان قدر علی المنع فعل ہے اگر دعوت مین
گیا اور وہان ناچ رنگ ہے تو اگر یہ شخص منع کرسکتا ہے پر قادر ہے تو منع کرے یعنی منع کرنا قادر پر واجب ہے اگر نہ کریگا تو گنہگار ہوگا اسواسطے کہ حدیث صحیح مین وارد ہوا کہ
جو شخص خلاف شرع دیکھے تو اسکو اپنے ہاتھ سے مٹادے سو اگر قادر نہو تو زبان سے اسکی برائی ظاہر کردے اور یہ بھی اگر نہوسکے تو دل سے اسکو برا جانے اور یہ ضعیف الایمان
ہے والا یقدر صبر ان لم یکن ممن یقتدی بہ اور اگر منع کرنے پر قادر نہو تو صبر کرے اگر ان لوگون مین نہو جنکے قول اور فعل سے لوگ اقتدا اور پیروی کرتے ہون یعنی اگر
مقتدائے خلق نہو تو صبر کرے دل سے ناخوش ہوکر فان کان مقتدیا ولم یقدر علی المنع خرج ولم یقعد لان فیہ شین الدین اور اگر یہ شخص مقتدا ہو اور منع کرنے پر قادر نہو تو وہان سے
نکلجائے اور نہ بیٹھے اسواسطے کہ اسکے ٹھہرنے مین عیب لگتا ہے دین پر اور اسمین سنت کا دروازہ کھولنا ہے مسلمین پر کہ وہ اس بزرگ کی پیروی کرینگے والمحکی عن الامام کان
قبل ان یصیر مقتدی بہ اور جو قول امام سے منقول ہے کہ مین ایکبار لہو کی دعوت مین مبتلا ہوا تھا سو مین نے صبر کیا تو یہ انکے مقتدا ہونے سے پہلے ہوا تھا کذا فی الایضاح وان علم
اولا باللعب لا یحضر اصلا سواء کان ممن یقتدی بہ ولا لان حق الدعوۃ انما یلزمہ بعد الحضور لا قبلہ ابن کمال اور اگر لہو ولعب کو پہلے معلوم کرجائے تو اصلا وہان نجائے خواہ مقتدا ہو یا
غیر مقتدا اسواسطے کہ حق دعوت کا لازم ہوتا ہے حاضر ہونیکے بعد نہ قبل اسکے کذا ذکرہ ابن کمال ہم نجانے کی بہتر وجہ یہ ہے کہ اجابت دعوت اسوقت ہے جبکہ وہان امر غیر شرع نہو
کذا فی الزیلعی فی شرح ودلت المسئلۃ ان الملاہی کلہا حرام اور سراج مین ہے اور مسئلہ دعوت نے دلالت کی کہ سب کھیل اور ناچ رنگ حرام ہین ملاہی سے تین مستثنی

ہیں وہ جب سرحد کے مرد کی ملاعبت اپنی عورت کے ساتھ اور تادیب اپنے گھوڑے کی اور تیر اندازی ویدخل علیہم بلا اذنہم لانکار المنکر او ر ارباب ملاہی کے گھر میں گُھس جائے بدون اُنکے اذن خلاف شرع کے مٹانے کیواسطے اسلئے کہ اجنبی ہر چند کسی کے گھر میں بلا اذن جانا درست نہیں لیکن جب اُن لوگوں نے خلاف شرع کے ارتکاب سے اپنی حرمت ساقط کر دی تو اُنکی ہتک حرمت جائز ہوگئی کذا فی المنح قال ابن مسعود صوت اللھو والغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء النبات یعنی عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ لہو اور راگ کی آواز دل میں نفاق کو اُگاتی ہے جیسے پانی گھاس کو اُگاتا ہے اہم نفاق سے نفاق عملی مراد ہے نہ نفاق اعتقادی جو کفر ہے

قلت وفی البزازیۃ استماع صوت الملاہی کضرب قصب ونحوہ حرام لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم استماع الملاہی معصیۃ والجلوس علیہا فسق والتلذذ بہا کفر ای بالنعمۃ فصرف الجوارح الی غیر ما خلق لاجلہ کفر بالنعمۃ لا شکر فالواجب کل الواجب ان یجتنب کیلا یسمع لما روی انہ علیہ الصلوۃ والسلام ادخل اصبعہ فی اذنہ عند سماعہ اشعار العرب وفیہا ذکر الفسق تکرہ انتہی

میں کہتا ہوں اور بزازیہ میں ہے کہ باجوں کی آواز سُننا جیسے بانسری بجانے کی آواز اور مانند اسکے حرام ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے کہ استماع ملاہی گناہ ہے اور اسپر بیٹھنا فسق ہے یعنی طاعت ربانی سے باہر نکل جانا ہے اور اُس سے لذت لینا کفر ہے یعنی کفران نعمت ہے تو اعضا کو صرف کرنا اس چیز کی طرف جسکے واسطے وہ بنائے نہیں گئے نعمت کا کفران ہے نہ شکر اس نعمت کا تو واجب کمال واجب یہ ہے کہ کنارہ گیر ہو جائے تا آواز کو نہ سُنے اسواسطے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام سے مروی ہے کہ آپ نے انگشت مبارک کو اپنے کان مقدس میں داخل کر لیا تھا اُسکی سماعت کے وقت اور عرب کے اشعار اگر اُنمیں فسق کا ذکر ہو تو وہ مکروہ ہیں انتہی ما فی البزازیۃ او لتغلیظ الذنب کما فی الاختیار او للاستحلال کما فی النہایۃ یا تلذذ سماع کو کفر فرمایا اس گناہ کی بُرائی جتانے کو کما فی الاختیار شرح المختار یا الکفر فرمایا اسکو حلال سمجھنے کے سبب سے کما فی النہایۃ **فائدہ** ومن ذلک ضرب النوبۃ للتفاخر

فلو للتنبیہ فلا باس بہ کما اذا ضرب فی ثلثۃ اوقات لتذکر ثلث نفخات الصور لمناسبۃ بینہما فبعد العصر للاشارۃ الی نفخۃ الفزع وبعد العشاء الی نفخۃ الموت وبعد نصف اللیل الی نفخۃ البعث وتمامہ فیما علقناہ علی الملتقی اور منجملہ ملاہی نوبت کا بجانا ہے تفاخر اور نام آوری کے واسطے تو اگر نوبت نوازی تنبیہ کے واسطے ہو تو اُسکا مضائقہ نہیں جیسا کہ جبکہ تین وقت نوبت بجے صور کی تین بار پھوکے جانے کی یاد دلانے کے واسطے اسلیے کہ نوبت کی آواز اور صور کی آواز میں فی الجملہ مناسبت ہے عصر کے بعد کی نوبت اشارہ ہے نفخہ دہشت اور بعد عشا کے اشارہ ہے نفخہ موت کا اور آدھی رات کے بعد اشارہ ہے نفخہ بعث کا یعنی قبروں سے اُٹھنے کا اور پورا اسکا بیان اُس شرح میں ہے جو ہم نے ملتقی الابحر پر معلق کی ہے اور شرح ملتقی میں شارح نے کہا حسن سے مروی ہے کہ شادی نکاح میں دف بجانا جائز ہے شہرت نکاح کیواسطے اور سراجیہ میں ہے دف اسوقت درست ہے جبکہ اُسمیں جلاجل یعنی جھانجھیں نہوں اور اُسکا بجانا بہیئت تطرب نہو تمتہ پہلا گانے والا ابلیس ہے کذا فی القہستانی اور رقص اور تواجد کو سامری کے لوگوں نے اول ایجاد کیا جبکہ سامری نے گوسالہ بنایا تو گوسالہ پرست اُسکے سامنے ناچنے اور وجد کرنے لگے تو یہ کفار گوسالہ پرستوں کا دین ہے اور طریقہ محمدیہ میں ہے کہ حرمت رقص پر نص قرآنی موجود ہے قال تعالی ولا تمش فی الارض مرحا یعنی مت چل زمین میں اترانے اور تبختر کی راہ سے اور رقص میں نہایت تبختر اور بجاوٹ اور اتراؤ ہوتا ہے اور ذخیرہ میں ہے کہ رقص گناہ کبیرہ ہے اور اسپر اجماع ہے اور بعضے فقیہوں نے کہا کہ غلبہ وجد میں رقص منع نہیں جیسے صوفیہ کے ہوتا ہے مجلس ذکر اور سماع میں تاتارخانیہ میں وہ مضمون ہے جو جواز رقص پر دلالت کرتا ہے مغلوب الحال کیواسطے جسکی حرکات مرتعش کے مانند ہیں اور یہ اُس صورت میں ہے جبکہ وجد صادق ہو اور قیام میں وہ شخص مغلوب ہو اور ایک چیز گاہے حلال ہوتی ہے اور کبھی حرام ہو جاتی ہے اختلاف مقاصد کے سبب سے کما ذکرہ ابو السعود اور شرح ملتقی میں ہے کہ جو ہمارے زمانہ کے متصوفہ سماع کے وقت آواز بلند کرکے نعرے مارتے ہیں حرام ہے وہاں بیٹھنا جائز نہیں اور صوفیہ سابقین ایسا نہیں کرتے تھے اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا شعر سُننا اباحت غنا پر دلالت نہیں کرتا ہے وہ اشعار حکمت اور وعظ پر مشتمل تھے اور حدیث تواجد نبوی صحیح نہیں سری سقطی نے فرمایا وجد کرنے والے کی شرط یہ ہے کہ اس حد کو اُسکا وجد پہونچ جائے کہ اگر اُسکے چہرہ پر تلوار پڑے تو اُسکو کچھ خبر نہو درد و الم کی انتہی ما فی شرح الملتقی کذا فی الطحطاوی اور حرمت آلات سرود کی اور اختلاف غنا سے مجرد کا کتاب الشہادت میں مفصل مذکور ہو چکا فلیحفظ فلیفہم

فصل فی اللبس یہ فصل ہے لباس کے مسائل میں۔ فرض لباس وہ ہے جو عورت کو چھپاوے اور گرمی اور سردی کو دفع کرے بشرطیکہ وہ سوتی یا
یا کتان یا صوف کی ہو سنت کے موافق یعنی اسکا دامن نصف ساق تک ہو اور آستین انگلیوں تک ہو اور آستین کا عرض بقدر ایک بالشت کے جیسا کہ
نتف میں مصرح ہے متوسط لباس چاہیے نہ نفیس نہ خسیس اسواسطے کہ خیر الامور اوساطہا اور اسواسطے کہ نبی نے منع کیا ہے لباس شہرتین سے یعنی جو نہایت
نفیس ہو اور نہایت خسیس اور مستحب وہ لباس ہے جو آرایش اور نعمت الٰہی کے اظہار کے واسطے ہو اور مباح لباس یعنی جو زینت کے واسطے عید اور جمعہ اور
مجامع خلق میں ہو نہ جمیع اوقات میں اور مکروہ لباس وہ ہے جو تجبر اور تکبر کیواسطے ہو اور سپید لباس مستحب ہے کذا فی الشرح **وحرم لبس الحریر ولو کان حائلا**
بینہ وبین بدنہ علی المذہب الصحیح وعن الامام انما یحرم اذا مس الجلد قال فی القنیۃ وہی رخصۃ عظیمۃ فی موضع عم بہ البلوی اور حرام ہے پہننا حریر یعنی ریشمی
کپڑے کا اگرچہ کوئی اور کپڑا حائل ہو درمیان ریشمی کے اور بدن کے بموجب مذہب صحیح کے اور امام اعظم سے روایت ضعیف یہ ہے کہ ریشمی تو اسوقت حرام ہے
جبکہ وہ کھال سے لگا ہو قنیہ میں کہا اور یہ رخصت عظیمہ ہے وہاں جہاں ریشمی کا عموم بلوی ہے جب معلوم ہوا کہ مذہب صحیح یہ ہے کہ ریشمی کی حرمت علی الاطلاق
ہے خواہ بدن سے متصل ہو یا غیر متصل تو روایت ضعیف قابل اعتبار کے نہیں طحطاوی نے شمس الائمہ حلوانی سے نقل کیا کہ صحیح یہ ہے کہ کل حرام ہے اور قول ضعیف
مذکور کو بعض مشایخ کی طرف نسبت کیا ہے نہ امام کی طرف حریر وہ کپڑا ہے جسکا تانا بانا دونوں ریشم ہو چنانچہ گلبدن اور دریائی اور تافتہ اور اطلس اور کمخواب
ابوداؤد اور نسائی میں علی مرتضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھ میں ریشمی کپڑا لیا اور بائیں ہاتھ میں سونا اور فرمایا کہ یہ
دونوں حرام ہیں میری امت کے مردوں پر اور ترمذی اور نسائی کی دوسری روایت ہے کہ لباس حریر اور سونے کا میری امت کے مردوں پر حرام ہے اور انکی عورتوں
پر حلال ہے اور صحیحین اور نسائی میں عمر فاروق سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں حریر وہی پہنتا ہے جسکا آخرت میں کچھ حصہ نہیں
ہے کذا فی التیسیر **او فی الحرب فانہ یحرم ایضا عندہ وقالا یحل فی الحرب** اگرچہ ریشمی جنگ میں پہنے سو وہ بھی حرام ہے امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ لڑائی میں
ریشمی لباس حلال ہے اور صاحبین کے نزدیک جنگ میں گاڑھا کپڑا ریشمی درست ہے جو سلاح کی مضرت سے بچاوے نہ باریک ریشمی کذا فی العالمگیریۃ **علی الرجل**
لا المراۃ الا قدر اربع اصابع کاعلام الثوب مضمومۃ وقیل منشورۃ وقیل بین بین ریشمی حرام ہے مرد پر نہ عورت پر مگر مرد پر بقدر چار انگل کے حرام نہیں جیسے ریشمی
بوٹیاں کپڑے کی حرام نہیں چار انگلیاں ملی ہوئیں مراد ہیں اور بعضوں نے کہا کہ کھلی ہوئیں اور بعضوں نے کہا نہ ملیں نہ کھلیں مراد ہیں اور شمس الائمہ بخاری نے
کہا کہ رخصت حریر میں معتبر چار انگلیاں ہیں نہ نہایت ملیں نہ نہایت کھلیں کذا فی العالمگیریۃ عن القنیۃ **وظاہر المذہب عدم جمع المتفرق ولو فی عمامۃ کما بسطہ فی القنیۃ**
اور ریشمی بوٹیوں میں ظاہر مذہب عدم جمع متفرق ہے اگرچہ متفرقات بوٹیاں عمامہ میں ہوں چنانچہ قنیہ میں شرح بیان ہے اسکی توضیح قنیہ میں یوں مذکور ہے
کہ عمامہ کی متفرقات بوٹیاں کے جمع کرنے میں اختلاف ہے نجم الائمہ بخاری نے کہا کہ جمع کرنا متفرقات کا یہی ظاہر مذہب ہے مگر جبکہ ایک خط ریشم کا ہو اور ایک
خط کسی اور چیز کا اس طرح کہ سب ریشم ہی نظر آتا ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر ریشم اور غیر ریشم جدا جدا ظاہر ہو جیسے عمامہ کا طرہ تو ظاہر مذہب عدم جمع ہے کذا
فی العالمگیریۃ یعنی اگر کپڑے یا پگڑی پر ریشم کی بوٹیاں متفرق کثرت سے ہوں اگر ان سب کو جمع کیجیے تو چار انگل سے زیادہ ہو جائیں تو ظاہر مذہب میں یہ
جمع کرنا معتبر نہیں وہ کپڑا حلال ہے **وفیہا عمامۃ طرازہا قدر اربع اصابع من ابریسم من اصابع عمر رضی اللہ عنہ وذلک قیس شبرنا یرخص فیہ** اور قنیہ میں ہے کہ ایک
عمامہ ہے جسکا نقش ونگار ریشم کا ہے چار انگل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی انگلیوں سے اور فاروق کی چار انگلیاں ہمارے بالشت کے ساتھ قیاس
کی گئی ہیں تو اسقدر نقش ونگار میں رخصت ہے ہم عالمگیری میں قنیہ سے طرہ عمامہ یعنی کنارا اور آنچل پگڑی کا مذکور ہے نہ طراز ظہیر الدین تمرتاشی نے
کہا کہ معتبر چار انگلیاں ہیں اپنی ہیئت اور شکل پر سلف کی انگلیاں معتبر نہیں ہیں کذا فی العالمگیریۃ عن القنیۃ طحطاوی نے کہا اصابع منشورہ
غیر معتبر ہیں تو بہتر یہ تھا کہ شارح اس عبارت کو ذکر نہ کرتا **وکذا المنسوج بذہب یحل اذا کان ہذا المقدار اربع اصابع والا لا یحل للرجل** زیلعی

اور اسی طرح جو سونے سے بنا ہو حلال ہے جبکہ اس مقدار پر ہو یعنی چار انگل اور اگر چار انگل سے زیادہ ہو تو مرد کو حلال نہیں کذا فی الزیلعی وفی المجتبی العلم فی العمامة فی موضعین
اکثر یجمع وقیل لا اور مجتبی میں ہے کہ نقش و نگار اور بوٹی عمامہ میں دو جگہ ہے یا زیادہ تو جمع کرنا چاہیے یعنی چار انگل سے زیادہ ہو تو درست نہیں اور بعضوں نے کہا کہ
متفرق کا جمع کرنا ضرور نہیں ہم عنقریب مذکور ہو چکا کہ ظاہر مذہب عدم جمع متفرق ہے تو اس عبارت کا ذکر ضرور تھا وفیه عن ابی حنیفة رحمه الله تعالی عمامة علیها
علم من فضة قدر اربع اصابع لا باس به ومن ذهب یکره وقیل لا یکره اور مجتبی میں امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ عمامہ پر نقش و نگار ہو چاندی سے بقدر چار انگل
کے تو کچھ مضائقہ نہیں اور سونے کا نقش و نگار مکروہ ہے اور دوسرا قول ضعیف یہ ہے کہ مکروہ نہیں وفیه تکره الجبة المکفوفة بحریر قلت وهذا ثبت کراهة ما اعتاده
اهل زماننا من [illegible] بالبصرة انتهی اور مجتبی میں ہے کہ مکروہ ہے جبہ مکفوف بحریر یعنی جس پیراہن کے اطراف میں ریشمی کپڑا سیا ہو میں کہتا ہوں اس روایت سے ثابت ہوئی
کراہت اسکی جو ہمارے اہل زمانہ کی عادت ہے بصری پیراہن کے پہننے کی ہم طحطاوی نے کہا یہ روایت مخالف ہے جمہور فقہا کے اسواسطے کہ عالمگیری میں ذخیرہ سے
منقول ہے کہ مکفوف بالحریر جامہ علماء فقہا کے نزدیک درست ہے انتہی اور ہدایہ میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جبہ مکفوف بالحریر پہنتے تھے عینی محشی ہدایہ نے کہا
یہ حدیث صحیح [illegible] میں ہے کہ اسماء بنت ابی بکر صدیق نے جبہ نکالا اور کہا کہ یہ رسول خدا صلعم کا جبہ ہے سو اسمیں دیبا کا گریبان سیا تھا اور اسکے دونوں چاک دیبا سے
سیے تھے سو کہا کہ یہ عائشہ صدیقہ کے پاس تھا جب وہ مر گئیں تو میں نے اسکو لیا سو آنحضرت اسکو پہنتے تھے سو ہم اسکو دھو لیتے ہیں بیماروں کے واسطے سو اسکی برکت
سے شفا حاصل ہوتی ہے اور ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ اس جبہ کی جیب اور دونوں آستین اور دونوں چاک دیبا سے سیے تھے اور بخاری کی ادب مفرد میں روایت
ہے کہ اس جبہ میں گریبان دیبا کا تھا بالشت بھر اور دونوں چاک دیبا سے سیے تھے حضرت اسکو مہمانوں کے آنے کے وقت اور جمعہ کے دن پہنتے تھے انتہی ما فی العینی مختصرا و
فیه المرخص العلم فی عرض الثوب قلت ومفاده ان القلیل فی طوله یکره انتهی قال المصنف وبه جزم منلا خسرو وصدر الشریعة لکن اطلاق الهدایة وغیرها یخالفه اور مجتبی میں
ہے کہ کپڑے کے عرض میں علم مرخص ہے میں کہتا ہوں اور اس سے مستفاد ہوا کہ علم قلیل کپڑے کے طول میں مکروہ ہے انتہی ما فی المجتبی مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور اسی
قول یعنی طول کے عدم جواز پر یقین کیا ہے ملا خسرو صاحب درر غرر میں اور صدر الشریعہ نے لیکن ہدایہ وغیرہا کا اطلاق یعنی عدم قید طول و عرض مجتبی کے مخالف ہے و
فی السراج عن السیر الکبیر العلم حلال مطلقا صغیرا کان او کبیرا قال المصنف رحمه الله تعالی وهو مخالف لما مر من التقیید باربع اصابع وفیه رخصة عظیمة لمن ابتلی به فی زماننا
انتهی قلت قال شیخنا والظن ان المراد وبا یعقد علی الرمح فانه حلال ولو کبیرا لانه لیس بملبس وبه یحصل التوفیق اور سراج میں ہے سیر کبیر سے کہ علم ہر طرح کا حلال ہے خواہ
صغیر ہو یا کبیر مصنف رح نے کہا اور یہ قول مخالف ہے اس قول کے جسمیں چار انگل کی قید مذکور ہو چکی اور علم کے صغیر اور کبیر کی حلت میں رخصت عظیم ہے اس شخص
کے لیے جو علم کبیر کے استعمال کے ساتھ مبتلا ہے ہمارے زمانہ میں انتہی ما فی شرح المصنف میں کہتا ہوں ہمارے استاد نے کہا اور میرا گمان غالب یہ ہے کہ جھنڈا
اور نشان اور جو ریشمی کپڑا نیزے پر باندھا جاتا ہے سو وہ حلال ہے اگرچہ زیادہ ہو اسواسطے کہ وہ لباس آدمی کا نہیں اور اس تقریر سے دونوں قولوں کا اختلاف رفع ہو گیا
یعنی اربع اصابع کی قید لباس میں ہے اور سیر کبیر کا اطلاق غیر ملبوس پر محمول ہے ثم روایت کی بشر نے عن ابی یوسف عن ابی حنیفة کہ مضائقہ نہیں علم کا حریر سے کپڑوں میں
جبکہ علم چار انگل ہو یا اس سے کم اور اسمیں کچھ خلاف مذکور نہیں کیا اور شمس الائمہ سرخسی نے سیر میں کہا کہ علم کا کچھ مضائقہ نہیں اسواسطے کہ وہ تابع ہے اور اسکی مقدار
بیان نہیں کی چنانچہ فتاوی قاضی خان میں ہے تو تابع کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ علم ثوب سے مراد ہے نہ علم رایت اسواسطے کہ اگر بالکل جھنڈا حریر کا ہو تو جائز ہے جیسے
دروازہ کا پردہ حریر سے درست ہے تو ظاہر ہوا اختلاف علم ثوب میں ہے نہ علم رایت میں کذا فی الطحطاوی یعنی تو شارح کے استاد کے قول سے توفیق بین القولین حاصل نہ ہوئی
ولا باس بکلة الدیباج هو ما سداه ولحمته ابریسم شرح وهبانیة للرجال مردوں کے واسطے کچھ مضائقہ نہیں دیبا کے چھپر کھٹ اور مسہری میں دیبا وہ کپڑا ہے
جسکا تانا اور بانا دونوں ریشم کا ہو کذا فی شرح الوهبانیة الکلة بالکسر الشنخانة وانما ناموسیة لانه لیس بملبس کلہ بکسر کاف وتشدید لام شنخانہ اور ناموسیہ ہے اسواسطے
وہ جائز ہے کہ وہ لباس نہیں بدن سے علیحدہ رہتا ہے ہم قاموس میں ہے کہ کلہ باریک پردہ اور باریک گتھا ثوب ہے مچھروں سے بچنے کے واسطے یعنی چھپر کھٹ

اور سہری اور شنجانہ سرب پشمینہ خانہ وتمہ شارح الوہبانیہ نقل ہے وفی کلۃ الدیباج فالنوم جائز وفی القنیۃ الملتقی ذا سطر اور شارح وہبانیہ نے ایسا ہو
کیا ہے سو یون کہا ہے اور ریشمی چھپر کھٹ مین سونا جائز ہی اور قنیہ اور ملتقی مین یہ جواز مرقوم ہے **وتکرہ التکۃ** منہ ای من الدیباج وہو الصحیح وقیل الاباحۃ
بہا اور مکروہ ہے ریشمی ازار بند یہی قول صحیح ہے اور اُسکے جواز کا قول صحیح ہے مع ریشمی ازار بند اگرچہ چار انگل ہو درست نہین اسواسطے کہ وہ مستقل اور
جدا لگانیکی چیز ہے برخلاف سنجاف وغیرہ کے کہ وہ تابع ہے نہ مستقل کذا فی الطحطاوی **وکذا تکرہ القلنسوۃ وان کانت تحت العمامۃ** اور اسی طرح
مکروہ تحریمی ہے ریشمی ٹوپی اگرچہ وہ عمامہ کے نیچے چھپی ہو مرد کو ریشمی یا چاندی سونے کی ٹوپی یا جس ٹوپی پر ریشم بہت سیا ہو یا کوئی چیز چاندی سونے کی چار
انگل سے زیادہ ٹوپی پر سی ہوئی ہو مکروہ تحریمی ہے کذا فی العالمگیریۃ تو معلوم ہوا کہ گوٹا پٹھا اور بنت طلائی یا نقرئی اگر چار انگل یا کم ہو ٹوپی پر تو درست ہے
والکیس الذی یعلق قنیۃ اور اسی طرح ریشم کی وہ تھیلی مکروہ ہے جو بدن پر لگائی جائے کذا فی القنیہ اسواسطے کہ تعلیق مشابہ ملبوس ہے واختلف
فی عصابۃ الجراحۃ بہ ای بالحریر کذا فی المجتبی اور اختلاف زخم کی ریشمی پٹی مین کذا فی المجتبی طحطاوی نے کہا کہ صحیح قول یہی ہے کہ ریشمی پٹی مکروہ ہے
ازار بند کے مانند وفیہ ان لہ ان یزین بیتہ بالدیباج ویتجمل باوانی ذہب وفضۃ بلا تفاخر اور مجتبی مین ہے کہ مسلمان کو اپنا گھر آراستہ کرنا ریشمی کپڑے
سے اور تجمل کرنا سونے اور چاندی کے برتنوں سے درست ہے بشرط عدم تفاخر وتکبر یعنی مکان میں اطلس وغیرہ کا چھت پردہ لگانا درست ہے بشرط عدم تجبر وفی القنیۃ
یحسن للفقہاء لف عمامۃ طویلۃ ولبس ثیاب واسعۃ اور قنیہ مین ہے کہ فقیہوں کے واسطے عمامہ طویلہ باندھنا اور کشادہ لباس پہننا اچھا ہے وفیہا لا بأس
بشد خمار اسود علی عینیہ من الرمد قلت ومنہ الرمد اور قنیہ مین ہے کچھ مضائقہ نہین ریشمی سیاہ کپڑا باندھنا اپنی دونون آنکھون پر رمد کے سبب
سے مین کہتا ہون اور منجملہ غدر مذکور جوش کرنا ہے آنکھ کا وفی شرح الوہبانیۃ عن الملتقی لا بأس بعروۃ القمیص وزرہ من الحریر لانہ تبع اور شرح وہبانیہ
مین ہے ملتقی سے کچھ مضائقہ نہین پیراہن مین ریشمی تکمہ اور گھنڈی لگانا اسواسطے کہ وہ تابع ہے پیراہن کا یعنی خود لباس مستقل نہین وفی
التتارخانیۃ عن السیر الکبیر لا بأس بازرار من الدیباج والذہب اور تاتارخانیہ مین سیر کبیر سے منقول ہے کہ کچھ مضائقہ نہین ریشمی اور سونے کی
گھنڈیون مین وفیہا عن مختصر الطحاوی لا یکرہ علم الثوب من الفضۃ ویکرہ من الذہب قالوا وہذا مشکل فقد رخص الشرع فی الکفاف والکفاف قد یکون
من الذہب انتہی اور تاتارخانیہ مین مختصر طحاوی سے منقول ہے کہ مکروہ نہین نقش نگار کپڑے کا چاندی سے اور مکروہ ہے سونے سے علما نے کہا اور یہ
یعنی عدم جواز علم زر مشکل ہے اسواسطے کہ شرع نے کفاف یعنی حاشیہ کی رخصت دی ہے اور کفاف کبھی سونے کا ہوتا ہے انتہی ما فی التتارخانیہ مع
قنیہ مین ہے علم یعنی نقش نگار سونے سے ذہب منسوج کے مانند چار انگل مرد کیواسطے جائز ہے اور اسی طرح ٹوپی مین ظاہر مذہب مین جائز ہے چار انگل اور امام محمد کے
نزدیک جائز نہین جیسے حریر کی جائز نہین انتہی طحطاوی نے کہا کفاف سے ظاہر اس عبارت مین بمعنی خیاطت مراد ہے اور حالانکہ قاموس مین کفاف
بالفتح بمعنی مثل اور رزق بقدر کفایت مذکور ہے اور بمعنی خیاطت کف ہے نہ کفاف اور شارح علیہ الصلوۃ والسلام سے جبہ مکفوفہ بحریر کا پہننا ثابت ہے
اسمین چاندی سونا مذکور نہین تو اسکی تحریر کرنا چاہیے تامل سے مجکو غلبہ تشویشات سے رخصت نہین انتہی مختصرا وباللہ التوفیق قاموس مین مذکور ہے کہ قمیص
وہی جو دامن کے گرد ہو اور جو لفافہ ہو چنانچہ حاشیہ ثوب کا اور کفاف بالکسر کنارہ ہے اُسکا اور جو اسکے گرد ہو انتہی تو صاف معلوم ہو گیا کہ کفاف سے حاشیہ زرین
اور دامن کا کنارہ مراد ہے اور جب قنیہ سے ظاہر ہوا کہ چار انگل کا حاشیہ زرین ظاہر مذہب مین جائز ہے تو رخصت بھی ثابت ہو گئی والعہد اعلم **ویحل توسدہ وافتراشہ**
والنوم علیہ وقالا یصاحبین والشافعی ومالک یحرم وہو الصحیح کما فی المواہب قلت فلیحفظ ہذا لکنہ خلاف المشہور اور ریشمی کپڑے کا تکیہ بنانا اور اُسکا فرش بچھانا اور اسپر
سونا حلال ہے اور صاحبین اور امام شافعی اور مالک نے کہا حرام ہے اور یہی قول حرمت کا صحیح ہے کما فی المواہب مین کہتا ہون تو اس تصحیح کو یاد رکھنا چاہیے
لیکن یہ تصحیح مذہب مشہور کے مخالف ہے مع شرنبلالیہ مین ہے کہ یہ تصحیح متون معتبرہ مشہورہ اور شروح کے مخالف ہے اور بعضون نے کہا کہ ابو یوسف امام کے ساتھ ہین ملتقی کے

قول ہین کذا فی الطحطاوی واما جعلہ دثارا اوازارا فانہ یکرہ بالاجماع سراج اور کپڑے کے اوپر ریشمی پہننا یا ریشمی پاجامہ پہننا سو وہ تو بالاتفاق سب کے
نزدیک مکروہ ہے کذا فی السراج م شعار وہ کپڑا ہے جو بدن سے لگا ہوا اور دثار وہ ہے جو بدن سے متصل نہو واما الجلوس علی الفضۃ فحرام بالاجماع شرح مجمع اور چاندی کی چیز
پر تو بیٹھنا بالاجماع حرام ہے کذا فی شرح المجمع ویحل لبس ما سداہ ابریسم ولحمتہ غیرہ ککتان وقطن وخز لان الثوب انما یصیر ثوبا بالنسج والنسج باللحمۃ فکانت
ہی المعتبرۃ دون السداۃ اور حلال ہے مشروع جسکا تانا ریشم ہے اور اسکا بانا ریشم کے سوا اور چیز کا ہے چنانچہ کتان یا السی کی چھال کا یا روئی کا یا خز یعنی
دریائی جانور کے روئین کا اسواسطے کہ کپڑا تو کپڑا نہین ہوتا مگر بناوٹ سے اور بناوٹ ہوتی ہے بانے سے تو کپڑے کی حقیقت مین بانا ہی معتبر ٹھہرا نہ
تانا قلت وفی الشرنبلالیہ عن المواہب یکرہ ما سداہ ظاہر کالعتابی وقیل لا یکرہ ونحوہ فی الاختیار قلت ولا یخفی ان المرجح اعتبار اللحمۃ کما یعلم من العزمیۃ
بل فی المجتبی ان اکثر المشایخ افتوا بخلافہ مین کہتا ہون اور شرنبلالیہ مین مواہب سے ہے کہ مکروہ ہے وہ کپڑا جسکا تانا ظاہر اور نمودار ہو چنانچہ عتابی کپڑے مین
بانے سے زیادہ تانا ریشم کا ظاہر رہتا ہے اور بعضون نے کہا کہ وہ مکروہ نہین اور اسی کے مانند اختیار مین ہے مین کہتا ہون بانے کے اعتبار کرنے کا قول مرجح
ہے چنانچہ عزمیہ سے معلوم ہوتا ہے بلکہ مجتبی مین صاف مذکور ہے کہ اکثر مشایخ نے برخلاف اسکے فتوی دیا ہے یعنی برخلاف کراہت کے عدم کراہت پر فتوی
دیا ہے م ملتقی اور اسکی شرح مین ہے جسکا تانا ریشم ہے اور بانا روئی وغیرہ کا ہے تو وہ حلال ہے خواہ بانا کم ہو یا زیادہ یا برابر ریشم کے اور بعضون نے کہا جب بانا
غالب ہو تب حلال ہے اور صحیح پہلا قول ہے چنانچہ محیط اور قہستانی مین ہے کذا فی الطحطاوی وفی شرح المجمع الخز صوف غنم البحر انتہی قلت وہذا کان فی زمانہم واما
الآن فمن الحریر وحینئذ فیحرم برجندی وتتارخانیہ فلیحفظ اور شرح مجمع مین ہے کہ خز بفتح خاء معجمہ وزاء منقوطہ مشددہ دریائی بھیڑ کا صوف ہے انتہی مین کہتا ہون اور
یہ یعنی اطلاق خز کا صوف پر فقہاء سابقین کے زمانے مین تھا اور اب تو خز حریر سے ہوتا ہے اور اسوقت مین تو خز حرام ہے کذا فی البرجندی والتتارخانیہ تو اہل
اصطلاح متقدمین اور متاخرین کو یاد رکھنا چاہیے تو حرام کو باستدلال قول سابقین کوئی حلال نہ سمجھے وحل عکسہ فی الحرب فقط وصفیقا یحصل بہ اتقاء العدو
فلو رقیقا حرم بالاجماع لعدم الفائدۃ سراج اور عکس سابق حلال ہے فقط لڑائی مین یعنی جسکا تانا روئی وغیرہ کا ہو اور بانا ریشم کا ہو وہ جنگ مین درست ہے بشرطیکہ
وہ گاڑھا ہو جسکے سبب سے صدمات دشمن سے بچاؤ حاصل ہو تو اگر باریک ہوگا تو وہ لڑائی مین بالاتفاق حرام ہے بیفائدہ ہونے کے سبب سے کذا فی السراج
م لفظ اجماع کا خلل عنقریب معلوم ہوگا واما خالصہ فیکرہ فیہا عندہ خلافا لہما ملتقی اور خالص حریر یعنی جسکا تانا اور بانا دونون ریشم ہو تو وہ امام رح کے نزدیک
لڑائی مین حرام ہے اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے کذا فی الملتقی م جوہرہ مین ہے کہ اگر حریر باریک ہو تو اسکا پہننا جنگ مین بالاتفاق امام اور صاحبین کے حلال نہین
اسواسطے کہ حفاظت عدو کا فائدہ اسمین حاصل نہین انتہی لیکن ظاہر ہدایہ اسکے مخالف ہے اسواسطے کہ اسمین یون ہے کہ حریر اور دیبا جنگ مین صاحبین کے نزدیک جائز ہے اسواسطے کہ
اسمین ضرورت ہے اور حریر خالص اذیت سلاح کا دافع ہے اور دشمن کی آنکھ مین رعب ڈالتا ہے اپنی چمک دمک سے انتہی تو جب حریر خالص مطلقا صاحبین کے نزدیک جائز ہوا
جنگ مین تو جسکا فقط بانا ریشم ہے کیونکر جائز نہو گا تو اجماع سابق کی حکایت صحیح نہین کذا فی الطحطاوی قلت ولم ار ما لو جعلت اللحمۃ بابریسم وغیرہ والظاہر اعتبار
الغالب مین کہتا ہون اور مین نے اس کپڑے کا حکم نہین دیکھا جسکا بانا ریشم اور غیر ریشم سے مخلوط ہو اور ظاہر غالب کا اعتبار ہے یعنی اگر ریشم غالب ہے تو حرام ہے اور اگر
غیر ریشم غالب ہے تو حلال وفی الحاوی الزاہدی یکرہ ما کان ظاہرہ قزا وخط منہ قز وخط منہ فرد ظاہر المذہب عدم جمع المتفرق الا اذا کان خط منہ قز وخط منہ غیرہ بحیث یری کلہ قزا فاما
اذا کان کل واحد مستبینا کالطراز فی العمامۃ فظاہر المذہب انہ لا یجمع انتہی واقرہ مصنفہ قلت وقد علمت ان العبرۃ للحمۃ لا للظاہر علی الظاہر فافہم اور حاوی
زاہدی مین ہے کہ مکروہ ہے جسکے ظاہر مین تو ریشم نمودار رہے اور حالانکہ اسکی ایک دھاری اون کی ہے اور ایک دھاری ریشم کی اور ظاہر مذہب عدم جمع
متفرق ہے مگر اس صورت مین خطوط متفرقہ جمع کیے جاوینگے جبکہ اسمین ایک دھاری ریشم کی ہو اور ایک غیر ریشم کی ہو اس طرح پر کہ سب ریشم ہی دکھائی
دیتا ہو سو اگر ایک دھاری جدا جدا نمودار ہو جیسے عمامہ کا نقش ونگار تو ظاہر مذہب یہ ہے کہ متفرقات کو جمع نہ کرینگے انتہی ما فی الحاوی

اور ہمارے استاد نے اس قول کو وہان لیا ہے مین کہتا ہون اور مقرر تو عنقریب معلوم کر چکا ہے کہ حلت اور حرمت مین بانے کا اعتبار ہے نہ ظاہر کا مگر وارد ہی نابار یول
ظاہر المذہب کے تو ہمکو سمجھ ہے یعنی اگر اس کپڑے کا بانا ریشم کا نہین تو وہ مکروہ نہین گو ریشم ہی ہو وا کرہ لبس المعصفر والمزعفر الاحمر والاصفر للرجال
اور مردون کو مکروہ ہے کسم کا رنگا کپڑا اور زعفران کا رنگا کپڑا سرخ اور زرد ہم یعنی دونون قسم کا زعفرانی رنگ سرخ اور زرد مکروہ ہے اور زعفران کے سوا اور چیز کا زرد
رنگ مکروہ نہین کذا فی الطحطاوی تو معلوم ہوا کہ ہلدی اور ناسپال اور ہار سنگار وغیرہ کا زرد رنگ مکروہ نہین مرد کو ہان مگر ورس کا رنگ بھی مکروہ ہے چنانچہ
فتاوی قاضی خان مین ہے ورس ایک گھاس ہے اسکا رنگ زرد ہوتا ہے مفادہ انہ لایکرہ للنساء مرد کی قید اسکی مفید ہے کہ کسم اور زعفران کا رنگ عورتون کے
واسطے مکروہ نہین ہے ولاباس بسائر الالوان اور کچھ مضائقہ نہین کسم اور زعفران کے باقی رنگون مین مرد کے واسطے وفی المجتبی والقہستانی وشرح النقایۃ لابی المکارم
لاباس بلبس الثوب الاحمر انتہی ومفادہ ان الکراہۃ تنزیہیۃ اور مجتبی اور قہستانی اور ابو المکارم کی شرح نقایہ مین ہے کہ کچھ مضائقہ نہین سرخ کپڑے کے پہننے
مین انتہی اور یہ کلام کراہت تنزیہی کا مفید ہے اسواسطے کہ لاباس کا کلمہ اکثر ترک اولی مین مستعمل ہوتا ہے کذا فی المنح یہ گفتگو ہے اس سرخی مین جو کسم او
زعفران کے سوا اور چیز سے ہو چنانچہ لاکھ اور مجیٹھا اور آل اور کرمدانہ کی سرخی لکن صرح فی التحفۃ بالحرمۃ فافاد انہا تحریمیۃ وہی المحمل عند الاطلاق قالہ المصنف
قلت وللشرنبلالی فیہا رسالۃ فیہا ثمانیۃ اقوال منہا انہ مستحب لیکن تحفہ مین ثوب احمر کی حرمت کی تصریح کی ہے تو حرمت کی لفظ نے کراہت تحریمی کا فائدہ
دیا اور کراہت تحریمی ہی محمل اطلاق کے وقت یعنی جب مطلق کراہت بولتے ہین بلا قید تنزیہ اور تحریم کے تو کراہت تحریمی ہی مراد ہوتی ہے ایسا ہی
مصنف نے اپنی شرح مین شارح نے کہا مین کہتا ہون اور شرنبلالی کا سرخی کے احکام مین ایک رسالہ ہے اسمین آٹھ قول مذکور ہین از انجملہ ایک قول
یہ ہے کہ ثوب احمر مستحب ہے ہم امام اعظم رح سے روایت ہے کچھ مضائقہ نہین سرخ اور سیاہ رنگ مین کذا فی العالمگیریۃ عن الملتقط ولایتحلی الرجل بذہب
وفضۃ مطلقا اور مرد زیور نہ پہنے سونے چاندی کا مطلقا یعنی کسی حال مین نہ جنگ مین نہ اسکے سوا مین الا بخاتم ومنطقۃ وحلیۃ سیف منہا اذا لم
یرد بہ التزین مرد کو سونے چاندی کا زیور حلال نہین مگر انگوٹھی اور کمر بند اور تلوار کا زیور چاندی سے حلال ہے بشرطیکہ اس سے آرایش کا قصد نہ کرے یعنی
آرایش جو منجر بہ تجبر اور تکبر ہو ہم قنیہ مین ہے کچھ مضائقہ نہین اس کمر بند کا جسکے دونون کنارون پر چاندی کے دو حلقے ہون انتہی ظہیریہ مین ہے کہ اگر تمام منطقہ
چاندی کا ہو یا اکثر تو مکروہ ہے انتہی اور تلوار کا زیور اس شرط سے حلال ہے کہ چاندی کی جگہ پر ہاتھ نہ لگا دے اور حمائل سیف منجملہ حلیہ سیف ہے ہم
حلیہ سیف سونے کا درست نہین لیکن چاندی پر سونے کا ملمع درست ہے اسواسطے کہ طلا استہلاک ہے کذا فی الطحطاوی وفی المجتبی لایحل استعمال منطقۃ وسطہا دیباج
وقیل یحل اذا لم یبلغ عرضہا اربع اصابع وفیہ بعد سبع ورق ولایکرہ فی المنطقۃ حلقۃ حدید ونحاس وعظم وسیجیء حکم لبس اللؤلؤ اور مجتبی مین ہے کہ استعمال ایسی پیٹی کا حلال نہین
جسکا بیچ دیبا ہے اور بعضون نے کہا حلال ہے بشرطیکہ عرض اسکا چار انگل کا نہو اور اسمین سات ورق کے بعد یون ہے کہ پیٹی مین حلقہ لوہے اور تانبے اور ہڈی کا مکروہ نہین اور
موتیون کے پہننے کا حکم آگے آویگا ولایتختم الا بالفضۃ لحصول الاستغناء بہا اور انگوٹھی نہ پہنے مگر چاندی کی بسبب حاصل ہو جانے بے پروائی کے چاندی
سے حاجت رفع ہو گئی تو اب سونے اور لوہے وغیرہا کی کچھ حاجت باقی نہ رہی فیحرم بغیرہا کحجر وصحح الزیلعی جواز الیشب والعقیق وعمم منلا خسرو
وزجاج وغیرہا تو چاندی کے سوا اور انگوٹھی پہننا حرام ہے جیسے پتھر اور سونا اور لوہا اور پیتل اور رانگ اور سیسہ وغیرہا بدلیل گذشتہ یعنی چاندی نے کسی کی حاجت
باقی نہ رکھی اور زیلعی نے جواز یشب اور عقیق کی تصحیح کی ہے اور ملا خسرو نے درر غرر مین سب پتھرون کی انگوٹھی کو جائز کہا ہے ہم یہ گفتگو حلقہ انگشتری مین ہے اور نگینہ تو
بالاتفاق درست ہے چنانچہ اسکا ذکر عنقریب آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیتل کی انگوٹھی کو فرمایا کہ اس سے بتون کی بو آتی ہے اور لوہے کی انگوٹھی کو فرمایا کہ
یہ دوزخیون کا زیور ہے اور سونے کی انگوٹھی کو فرمایا کہ یہ زیور ہے بہشتیون کا کذا فی العینی شرح الہدایۃ عن ابی داؤد والترمذی والنسائی وبعض
کشف وریشم درست کہتے ہین فاذا ثبت کراہۃ لبسہا للتختم ثبت کراہۃ بیعہا وصوغہا لما فیہ من الاعانۃ علی ما لایجوز وکل ما ادی الی ما لایجوز لایجوز

فی شرح الوہبانیۃ پھر جب سونے وغیرہ کی انگوٹھی پہننے کی کراہت ثابت ہو گئی تو اسکے بیچنے اور بنانے کی بھی کراہت ثابت ہو گئی اسلیے کہ اسکی اہانت ناجائز ہے اور جو
فعل کہ ناجائز کی طرف مودے ہو وہ بھی ناجائز ہے اور اسکا تمام بیان شرح وہبانیہ میں ہے والعبرۃ بالحلقۃ من الفضۃ لا بالفص فیجوز من حجر وعقیق و یاقوت وغیرہا
اور چاندی کی انگشتری میں حلقہ کا اعتبار ہے نگین کا سو اگر چاندی کا حلقہ ہو تو نگینہ ہر چیز کا پتھر اور عقیق اور یاقوت وغیرہا کا جائز ہے یہ جو مذکور ہوا کہ پتھر کی
انگوٹھی جائز نہیں تو مراد یہ ہے کہ پتھر کا حلقہ انگشتری کا درست نہیں پتھر کا نگینہ درست ہے وحل مسمار الذہب فی حجر الفص اور حلال ہے سونے کی کیل پتھر کے نگین میں جو
کیل ٹھونکی جاتی ہے استحکام کیواسطے تا نگینہ نچھوٹے سے جدا ہو وجہ جواز یہ ہے کہ سونا یہاں چاندی کا تابع ہے حریر کے نقش و نگار کے مانند ویجعلہ ببطن کفہ فی یدہ الیسری وقیل
الیمنی الا انہ من شعار الروافض فیجب التحرز عنہا قہستانی وغیرہ قلت ولعلہ کان وبان فتبصر اور انگوٹھی کو کف دست کے اندر رکھے بائیں ہاتھ میں اور بعضوں نے کہا داہنے ہاتھ
میں مگر یہ طریقہ ہے رافضیوں کا تو اس سے پرہیز کرنا واجب ہے کذا فی القہستانی وغیرہ میں کہتا ہوں اور شاید کہ یہ بھی رافضیوں کا طریقہ ہوگا سو پہلے اور منقرض ہو گیا سو دیکھ لے ہم
عورتیں انگوٹھی ظاہر کف دست کی طرف رکھیں بخلاف مردوں کے اسواسطے کہ عورت زینت کیواسطے پہنتی ہے اور مرد حاجت کیواسطے کذا فی محیط السرخسی وینقش اسمہ واسم اللہ تعالی لا تمثال
طیر او انسان ولا محمد رسول اللہ ولا یزید علی مثقال اور نگین پر اپنا نام یا اللہ تعالی کا نام نقش کرے چڑیا یا آدمی کی صورت نقش نہ کرے اور محمد رسول اللہ کندہ کرے اور نہ وزن انگوٹھی
کا مثقال سے زیادہ کرے ہم اگر اللہ تعالی کا نام ہو تو انگوٹھی استنجا میں یا داہنے ہاتھ میں کرے اگر بائیں ہاتھ میں ہو محمد رسول اللہ کا کندہ اسواسطے درست نہوا کہ خاتم الانبیا
علیہ الصلوۃ والسلام کا نقش خاتم تھا اسطرح کہ ایک سطر میں محمد منقوش تھا اور دوسری سطر میں رسول اور تیسری میں اللہ اور صدیق اکبر کے نگین پر نعم القادر اللہ تھا اور عمر فاروق کا
نقش نگین کفی بالموت واعظا اور ذی النورین کا نقش لتصبرن او لتندمن اور علی مرتضی کا نقش الملک للہ اور امام ابوحنیفہ کا نقش قل الخیر
والا فاسکت اور امام ابو یوسف کا نقش من عمل برایہ فقد ندم اور محمد بن حسن کا نقش من صبر ظفر تھا کذا فی الطحطاوی عن الدر المنتقی عن [illegible] مثقال کا وزن ساڑھے چار ماشے ہے وترک
التختم لغیر سلطان وقاض وذی حاجۃ الیہ کمتولی افضل اور سلطان اور قاضی اور محتاج الیہ جیسا کہ متولی کے غیر کو انگوٹھی کا ترک کرنا افضل ہے یعنی بادشاہ اور قاضی اور متولی وقف محتاج الیہ
خلائق ہیں تو انکو مہر لگانا ضرور ہے انکے سوا اور شخصوں کو حاجت نہیں تو بہتر یہ ہے کہ ترک تختم کریں یہ قول ہے تمرتاشی کا اور فقیہ ابو اللیث نے کہا بعضوں نے غیر سلطان کیواسطے انگوٹھی
رکھنا مکروہ کہا ہے لیکن جمہور علما نے اسکی اجازت دی ہے چنانچہ جواہر اخلاطی میں ہے کذا فی العالمگیریۃ ولا یشد سنہ المتحرک بذہب بل بفضۃ وجوزہما محمد اور دانت ہلتے ہوئے کو
سونے کے تار سے نہ باندھے بلکہ چاندی سے باندھے اور محمد نے چاندی سونے دونوں سے جائز کہا ہے ویتخذ انفا منہ لان الفضۃ تنتنہ اور سونے سے ناک بنا دے یعنی در صورت قطع ناک اسواسطے
کہ چاندی گندہ کر دیتی ہے اسکو وکرہ الباس للصبی ذہبا او حریرا فان ما حرم لبسہ وشربہ حرم الباسہ واشرابہ اور طفل صغیر کو سونا اور ریشمی کپڑا پہنانا مکروہ ہے اسلیے کہ جسکا پہننا
اور پینا حرام ہے اسکا پہنانا اور پلانا بھی حرام ہے ہم حدیث میں سونا اور ریشمی کپڑا مرد پر حرام ہے خواہ مرد بالغ ہو یا نابالغ لا یکرہ خرقۃ الوضوء بالفتح لبقیۃ بللہ و مخاط او عرق
لو لحاجۃ ولو للتکبر یکرہ مکروہ نہیں رومال رکھنا وضو کا پانی پونچھنے کیواسطے یا رینٹ یا پسینہ پونچھنے کیواسطے اسلیے کہ رفع حاجت کیواسطے ہے اور اگر رومال تکبر و تجبر کیواسطے ہے
تو مکروہ ہے شارح نے کہا وضو بفتح واو عبارت ہے اس تری سے جو وضو کرنے کے بعد اس عضو پر باقی ہو ولا الرتیمۃ ہی خیط یربط باصبع او خاتم لتذکر الشیء والحاصل ان کل ما فعل
تجبرا کرہ وما فعل لحاجۃ لا عنایۃ اور رتیمہ مکروہ نہیں رتیمہ وہ تاگا ہے جو انگلی یا انگوٹھی پر باندھا جاتا ہے بات یاد رکھنے کیواسطے اور خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز تکبر کیواسطے کرے وہ
مکروہ اور جو ضرورت اور حاجت کیواسطے کرے وہ مکروہ نہیں کذا فی العنایۃ فرع مسئلہ ملحقہ شارح فی المجتبی التمیمۃ المکروہۃ ما کان بغیر العربیۃ مجتبی میں ہے کہ مکروہ تعویذ وہ ہے
جو عربی کے سوا اور زبان میں ہو تعلیق تعویذ میں مضائقہ نہیں لیکن بیت الخلا جانے میں اور قربت کے وقت میں اتار ڈالے کذا فی العالمگیریۃ

فصل فی النظر والمس اس فصل میں دیکھنا اور چھونے کے احکام مذکور ہیں ینظر الرجل من الرجل ومن غلام بلغ حد الشہوۃ مجتبی ولو امرد صبیح الوجہ وقدمر
فی الصلوۃ اور دیکھے ایک مرد دوسرے مرد کے بدن کو اور اس لڑکے کے بدن کو جو حد شہوت کو پہنچ گیا ہے یعنی مراہق قریب البلوغ کو کذا فی المجتبی اگرچہ وہ بے ریش خوبصورت
ہو اور اسکا ذکر کتاب الصلوۃ میں گذر گیا امرد صبیح کا دیکھنا اسوقت حلال ہے جبکہ شہوت کی راہ سے اسکو نہ دیکھے والا وہ بمنزلہ عورت کے ہے از سر تا قدم

اسکو دیکھنا اور خلوت کرنا حلال نہین کذا فی العالمگیریۃ والاولی تنکیر الرجل ثانیا لئلا یتوہم ان الاول عین الثانی وکذا الکلام فیما بعدہ قہستانی قلت وقرینۃ المقام تکفی فتدبر اور
بہتر یہ تھا کہ مصنف لفظ رجل کو نکرہ لاتا نہ معرف بالف ولام تا اسکا وہم نہ آتا کہ رجل اول رجل ثانی کا عین ہی اسواسطے کہ قاعدہ یہ ہی کہ جب باللام مکرر آتا ہی تو ثانی
عین ہوتا ہی اول کا اور یہی طرح کا کلام ہی اسکے مابعد مین یعنی ینظر المرأۃ من المرأۃ کذا فی القہستانی مین کہتا ہون اور قرینہ مقام مغایرت کے واسطے کفایت کرتا ہی تم
نقل عن الزاہدی انہ لو نظر العورۃ غیرہ باذنہ لم یاثم قلت وفیہ نظر ظاہر بل لفظ الزاہدی نظر العورۃ غیرہ وہی غیر بادیۃ لم یاثم انتہی فلیحفظ پھر قہستانی نے زاہدی سے یہ
نقل کیا کہ ایک مرد دوسرے مرد کی شرمگاہ کو دیکھے اسکے اذن سے تو گنہگار نہوگا مین کہتا ہون اسمین تو صریحاً اعتراض ہی بلکہ زاہدی کی عبارت یون ہی کہ ایک مرد نے غیر شخص کی شرمگاہ
کی طرف نظر کی اور حالانکہ اسکی شرمگاہ غیر ظاہر ہی یعنی کپڑے سے ڈھکی ہی تو دیکھنے والا گنہگار نہوگا انتہی کلام البزازی تو قہستانی کی غلط فہمی کو یاد رکھنا چاہیے ثم زیلعی مین ہی
عورت کے بدن مین تامل کرنے کا مضائقہ نہین اگر اوسپر کپڑے ہون بشرطیکہ کپڑے سے اسکا حجم معلوم نہوتا ہو اور اگر حجم معلوم ہوتا ہو تو نظر نہ کرے بدلیل حدیث رسول خدا علیہ الصلوۃ
والسلام کے کہ جو خلق عورت کو تامل کرے اور اسکے کپڑے دیکھے یہان تک کہ اسکی ہڈیون کا حجم ظاہر ہو جاوے تو وہ شخص بہشت کی خوشبو نہ سونگھیگا کذا سنے
الطحطاوی سوی ما بین سرتہ الی تحت رکبتہ فالرکبۃ عورۃ لا السرۃ ایک مرد دوسرے مرد کے بدن کو دیکھے سوا اس بدن کے جو ما بین اسکی ناف کے ہی اسکے
گھٹنون کے نیچے تک یعنی زیر ناف سے زیر زانو تک نظر کرنا حلال نہین تو عبارت متن سے معلوم ہوا کہ زانو عورت ہی اور جب الستر ہی اور ناف عورت نہین ثم عورت غلیظہ مثل
اور مبرز ہی اسکے بعد ران اسکے بعد زانو تو اگر غیر شخص کا زانو کھلا دیکھے تو اسپر نرمی سے انکار کرے نزاع نہ کرے اور اگر ران کھلی دیکھے تو اسپر درشتی سے انکار کرے اور
اگر عورت غلیظہ کھلی دیکھے تو ڈھکنے کا امر کرے اور ادب دے یعنی اگر نہ مانے تو مارے کذا فی العالمگیریۃ ومن عرسہ وامتہ الحلال لہ وطیہا فخرج المجوسیۃ والامۃ
المشترکۃ ومنکوحۃ الغیر والمحرمۃ برضاع او مصاہرۃ فحکمہا کالاجنبیۃ مجتبی ویشکل بالمفضاۃ فانہ لا یحل لہ وطیہا وینظر الیہا قہستانی قلت وقد یجاب بانہ اعلی
الی فرجہا بشہوۃ وغیرہا والاولی ترکہ لانہ یورث النسیان اور مرد اپنی زوجہ کی اور اپنی اس لونڈی کی جسکی قربت اسکو حلال ہی فرج کی طرف نظر کرے شہوت
سے اور بدون شہوت کے اور شرمگاہ کا ندیکھنا بہتر ہی کہ نسیان پیدا کرتا ہی حلال لونڈی کی قید سے مجوسی لونڈی اور مکاتبہ لونڈی اور شراکت کی لونڈی اور
غیر کی منکوحہ لونڈی اور جو لونڈی کہ شیرخوارگی یا مصاہرت کے سبب سے حرام ہی نکل گئی اسواسطے کہ ان لونڈیون کا حکم بیگانی لونڈی کے برابر ہی کذا فی المجتبی
اور اس قاعدہ پر کہ جسکی وطی درست ہی اسکی شرمگاہ کا دیکھنا درست ہی اعتراض وارد ہوتا ہی اس عورت کا جسکا پیشاب اور حیض ایک ہو گیا ہی پردہ پھٹ کر
کہ اسکی وطی تو حلال نہین اور نظر کرنا حلال ہی کذا فی القہستانی مین کہتا ہون اور کبھی یون جواب دیا جاتا ہی اس اعتراض کا کہ قاعدہ مذکورہ اکثری
ہی نہ کلی ثم لونڈی کی حرمت بالمصاہرت کی صورت یہ ہی کہ مدخولہ کی ماں ہو یا بیٹی زیلعی مین ہی کہ بہتر یہ ہی کہ زوجین مین سے ایک دوسرے کی شرمگاہ کو نہ دیکھے اسلیے
کہ حدیث مین آیا ہی کہ جب کوئی اپنی زوجہ کے پاس جاوے تو تستر کرے جتنا ہو سکے اور دونون برہنہ نہو جاوین گدھون کے مانند کذا فی الطحطاوی ومن محرمہ ہی من
لا یحل لہ نکاحہا ابدا بنسب او سبب ولو بزنی الی الراس والوجہ والصدر والساق والعضد ان امن شہوتہ وشہوتہا ایضا ذکرہ فی الہدایۃ فمن قصر علی الاول فقد
قصر ابن کمال اور دیکھے مرد اپنی محرم عورت کا سر اور منہ اور سینہ اور پنڈلی اور بازو اگر اپنی شہوت سے بیخوف ہو اور اسکی شہوت سے بھی ایسا ذکر کیا ہی ہدایہ مین
سو جس شخص نے مرد کی شہوت پر اقتصار کیا سو اسنے قصور کیا بیان مین کذا ذکرہ ابن کمال محرم وہ عورت ہی جسکے ساتھ نکاح کرنا مرد کو کبھی حلال نہین بسبب
نسب کے یا سبب کے اگرچہ حرمت سببی حرامکاری سے ہو ثم محرمات نسبی جیسا کہ ماں بہن خالہ عمہ دادی نانی اور محرمات سببی جیسا کہ دایا اور اسکے اصول اور فروع اور
خوشدامن وغیرہا اور اگر طرفین سے خوف ہو شہوت کا تو اعضاء مذکور کی طرف نظر کرنا حلال نہین الا الی الظہر والبطن خلافا للشافعی والفخذ نہ دیکھے مرد اپنی محرم عورت
کی پیٹھ اور پیٹ اور ران کی طرف پیٹھ اور پیٹ مین امام شافعی کا خلاف ہی واصلہ قولہ تعالی ولا یبدین زینتہن الا لبعولتہن الآیۃ وتلک المذکورات مواضع
الزینۃ بخلاف الظہر ونحوہ اور نظر محارم مین اصل اللہ تعالے کا یہ قول ہی کہ عورتین اپنی زینت کو ظاہر نہ کرین مگر اپنی ازواج کو یا اپنے آبا اور

اجداد کو یا اپنی ازواج کے آبا اور اجداد کو یا اپنے فرزندوں کو یا اپنی ازواج کے فرزندوں کو یا اپنے بھائیوں کو یا بھتیجوں کو یا بھانجوں کو یا اپنی عورتوں کو یا مملوک کو اور یہ
اعضاء مذکورہ موضع ہیں زینت کے برخلاف پیٹھ اور پیٹ کے کہ وہ زینت کے مکان نہیں ہیں آیہ شریف میں نفس زینت اور زیور مراد نہیں اسواسطے کہ زیور کو مطلقاً نظر
کرنا مباح ہے لیکن مواضع زینت کے مراد ہیں تو سر تاج کا مکان ہے اور چہرہ سرمہ کا مکان ہے ہار اور جگنو وغیرہ کا موضع ہے اور گردن اور سینہ اور کان بالیوں کی جگہ
ہے اور بازو موضع ہے بازو بند کا اور کلائی کنگن اور چوڑیوں کی جگہ ہے اور کف دست موضع انگشتری اور حنا بندی ہے اور پنڈلی موضع خلخال ہے اور قدم محل حنا بندی کر
کذا فی الزیلعی اور بال موضع ہے موباف کا کذا فی العینی وحکم امۃ غیرہ ولو مدبرۃ او ام ولد کذ لک فینظر الیہا کمحرمہ اور غیر شخص کی لونڈی کا حکم اگرچہ وہ مدبرہ یا ام ولد
ہو اسی طرح ہے تو مرد اسکو دیکھے اپنی محرم عورت کے مانند ہم لونڈیاں گھر باہر کے کام کیواسطے ہوتی ہیں تو اگر انکے اعضاء مذکورہ کا کھلنا جائز نہو نا غیروں سے تو نہایت
تنگی ہوتی تو ضرورت اباحت نظر اور مس کی موجب ہوئی وما حل نظرہ مما مر من ذکر او انثی حل لمسہ اذا امن الشہوۃ علی نفسہ وعلیہا لانہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقبل
راس فاطمۃ وقال علیہ الصلوۃ والسلام من قبل رجل امہ فکانما قبل عتبۃ الجنۃ وان لم یامن ذلک او شک فلا یحل لہ النظر والمس کشف الحقائق لابن سلطان
والمجتبی اور جسکا دیکھنا حلال ہے منجملہ مرد یا عورت کے جو بیان ہو چکا تو اسکا چھونا بھی حلال ہے بشرطیکہ مرد کو اپنی ذات پر اور عورت کو اپنی ذات پر شہوت
کا خوف نہو اسواسطے چھونا درست ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ زہرا علیہا السلام کا سر چومتے تھے اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے
فرمایا کہ جو مرد اپنی ماں کا قدم چومے تو اسنے گویا آستانہ بہشت کو چوما اور اگر شہوت کا خوف ہو یقیناً یا تردد کرے شہوت اور عدم شہوت میں تو اسکو
حلال نہیں نظر کرنا اور چھونا کذا فی کشف الحقائق لابن سلطان والمجتبی الا من اجنبیۃ فلا یحل مس وجہہا وکفہا وان امن الشہوۃ لانہ اغلظ ولذا ثبتت
بہ حرمۃ المصاہرۃ جسکا دیکھنا حلال اسکا چھونا حلال ہے اجنبی عورت کے سوا کہ اسکا چہرہ اور کف دست دیکھنا حلال مگر انکا چھونا حلال نہیں اگرچہ
مرد کو شہوت کا خوف نہو اسواسطے کہ چھونا سخت تر ہے نظر سے اور اسی واسطے چھونے سے حرمت مصاہرت کی ثابت ہو جاتی ہے وہذا فی الشابۃ واما العجوز
التی لا تشتہی فلا باس بمصافحتہا ومس یدہا اذا امن اور یہ یعنی چہرہ اور کف دست کا نہ چھونا اجنبی جوان عورت کے حق میں ہے اور ایسی عورت بڈھی جو شہوت
اور رغبت کے لائق نہیں رہی تو اسکے مصافحہ کرنے اور اسکے چھونے کا مضائقہ نہیں جبکہ شہوت سے نڈر ہو ومتی جاز المس جاز سفرہ بہا ویخلو اذا امن
علیہ وعلیہا والا لا اور جبکہ بڈھی کا ہاتھ چھونا درست ہوا تو مرد کو اسکے ساتھ سفر کرنا بھی درست ہوگا اور خالی مکان میں اسکے پاس ہونا بھی جائز ہے بشرطیکہ
دونوں طرف سے شہوت کا خوف نہو اور اگر شہوت کا احتمال ہو تو خلوت اسکے ساتھ بھی درست نہیں کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط وفی الاشباہ الخلوۃ بالاجنبیۃ
حرام الا بالملازمۃ مدیونۃ ہربت ودخلت خربۃ او کانت عجوزا شوہاء او بحائل اور اشباہ میں ہے کہ خلوت یعنی خالی مکان میں مرد کا ہونا اجنبی غیر محرم عورت کے
ساتھ حرام ہے مگر اس عورت مدیونہ کی ملازمت کے واسطے خلوت درست ہے جو صاحب دین سے بھاگی اور ویرانے گھر میں گھس گئی یا خلوت درست ہے اس بڈھی
عورت سے جو نہایت بدصورت ہو یا خلوت درست ہے کسی چیز کے حائل ہونے کے سبب سے یعنی کوئی چیز مرد و عورت اجنبی کے درمیان آڑ اگر ہو اور وہ دونوں ایک
مکان میں ہوں کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ والخلوۃ بالمحرم مباحۃ الا الاخت رضاعا والصہرۃ الشابۃ اور خلوت محرم عورت کے ساتھ مباح ہے مگر رضاعی بہن اور
خوشدامن جوان کے ساتھ خلوت مباح نہیں وفی الشرنبلالیۃ معزیا للجوہرۃ ولا یکلم الاجنبیۃ الا عجوزا عطست او سلمت فیشمتہا ویرد السلام علیہا والا لا اور شرنبلالیہ میں جوہرہ
سے منقول ہے اور مرد نہ بولے اجنبی عورت سے مگر جبکہ بڈھی عورت چھینکے یا سلام کرے تو مرد اسکو یرحمک اللہ کہے اور سلام کا جواب دے اور اگر جوان
ہو تو جواب نہ دے یعنی بلند آواز سے ہم خانیہ میں ہے کہ جب غیر محرم عورت مرد کو سلام کرے اگر بڈھی ہے تو مرد آواز سے جواب دے کہ وہ سنے اور اگر
جوان عورت ہو تو سلام کا جواب اپنے دل میں کہے اور مرد اگر عورت اجنبی کو سلام کرے تو اسمیں بالعکس حکم ہے خانیہ میں ہے کہ اگر مرد چھینکے اور عورت
یرحمک اللہ کہے تو اگر بڈھی ہے تو جواب دے اور اگر جوان ہے تو اپنے دل میں جواب دے غرائب میں ہے کہ اگر جوان خوبصورت عورت چھینکے تو غیر محرم مرد

بچاوے بچانا اسد کہے کذا فی الحاوی وبہ ان النقشۃ لا فی نقل القہستانی وکلھا یاتی الخ لہذا الکرہ قنیہ اور جرجری کی روایت مذکورہ سے غذا مریض
کہ نقشہ لا قہستانی کی اس نقل میں زیادہ ہے یعنی وکلھا یاتی الخ یحتاج الیہ تو اگلا ورمیانا جائے جس سے اگر وہ کالغنۃ لا للشہوۃ حرام غیر ضروری کا جواز ثابت ہو اور مذکور ہو
سے مذکور ہو چکا کہ اجنبی عورت سے کلام کرے ولا مس ذلک ای الا حل نظرہ ادا رادہ شراء وان خاف شہوۃ للضرورۃ وقیل لا فی زماننا وبہ جزم
الاختیار اور اسکا چھونا یعنی جسکا دیکھنا حلال ہے اسکا چھونا مرد کو درست ہے جبکہ لونڈی کی خرید کا ارادہ کرے اگرچہ چھونے میں شہوت کا خوف ہو چھونا
ہو ضرورت کے سبب سے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں چھونا درست نہیں اور عدم جواز پر یقین کیا ہے اختیار میں حاصل یہ کہ لونڈی کی خرید کا ارادہ کرے
تو چہرہ اور ہاتھ پاؤں ٹٹولنا درست ہے تا معلوم ہو کہ نرم بدن ہے یا سخت وامۃ بلغت حد الشہوۃ لا تعرض علی البیع فی ازار واحد یستر ما بین السرۃ
والرکبۃ لان ظہرہا وبطنہا عورۃ اور جو لونڈی حد شہوت کو پہونچ گئی ہو اسکو بیع کے واسطے پیش کرنا بیجا ہے یکتہ تہبند میں جو ناف سے زانو تک چھپاوے یہ
اسکی پیٹھ اور پیٹ کا چھپانا فرض ہے وینظر من الاجنبیۃ ولو کافرۃ مجتبی الی وجہہا وکفیہا فقط للضرورۃ قیل والقدم والذراع اذا اجرت نفسہا
للخبز تتارخانیۃ اور اجنبی غیر محرم عورت کے بدن سے اگرچہ وہ کافرہ ہو کذا فی المجتبی دیکھے مرد فقط اسکے چہرہ اور دونوں کف دست کو ضرورت کے سبب سے بعضوں نے
کہا اور قدم اور ہاتھ کو بھی دیکھنا جائز ہے جبکہ وہ نوکری روٹی پکانے کی کرے کذا فی التاتارخانیہ مترجم قدم اجنبیہ کی عورت ہونے میں امام اور مشائخ سے اختلاف
ہے ہدایہ اور قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں اسکی تصریح ہے کہ قدم عورت نہیں اور محیط میں اسکو اختیار کیا ہے اور اقطع اور قاضی خان نے اپنے فتاویٰ میں
اسکے عورت ہونے کی تصریح کی ہے اور اسبیجابی اور مرغینانی نے اسی کو پسند کیا ہے اور صاحب اختیار نے اسکی تصحیح کی ہے کہ نماز میں تو قدم عورت نہیں اور نماز کے
باہر عورت ہے اور شرح منیہ میں مطلقاً عورت ہونے کی ترجیح دی ہے احادیث سے کذا فی الطحطاوی وعبدہا کالاجنبی معہا فینظر لوجہہا وکفیہا فقط نعم یدخل
علیہا بلا اذنہا اجماعا ولا یسافر بہا اجماعا خلاصۃ وعند الشافعی ومالک ینظر کالمحرم اور عورت کا غلام اسکے ساتھ اجنبی مرد کے برابر ہے تو فقط اسکا چہرہ اور کف دست
پر نظر کرے ہاں اسکے پاس جایا کرے بدون اسکے اذن کے بالاتفاق اور تنہا اسکے ساتھ سفر نہ کرے بالاتفاق کذا فی الخلاصہ اور امام شافعی اور مالک کے
نزدیک غلام اپنی بی بی کو دیکھے اسکے محرم کے مانند فان خاف الشہوۃ او شک امتنع نظرہ الی وجہہا فحل النظر مقید بعدم الشہوۃ والا فحرام وہذا
فی زمانہم واما فی زماننا فمنع من الشابۃ قہستانی وغیرہ پھر اگر شہوت کا خوف ہو یا شک ہو شہوت یا عدم شہوت میں تو مرد کا نظر کرنا عورت کے چہرہ کی طرف ممنوع ہے تو نظر کا حلال
ہونا شہوت نہ ہونے کے ساتھ مقید ہے اور نہیں تو حرام ہے اور یہ یعنی حلت نظر درصورت عدم شہوت اگلے لوگوں کے زمانہ میں تھا اور ہمارے زمانہ میں تو جوان عورت کا چہرہ
دیکھنا ہر طرح ممنوع ہے یعنی فساد زمانہ کے سبب سے کذا فی القہستانی وغیرہ الا النظر والمس لحاجۃ کقاض وشاہد یحکم ویشہد علیہا لف ونشر مرتب لا لتحمل الشہادۃ
فی الاصح مگر اجنبی عورت کا دیکھنا اور چھونا حاجت اور ضرورات کے سبب سے حلال ہے چنانچہ اس قاضی کا عورت کو دیکھنا جو فیصلہ کرتا ہے اور اس شاہد کا دیکھنا جو
مرد علیہا عورت پر گواہی دیتا ہے جائز نہیں شاہد کا دیکھنا تحمل شہادت کے واسطے صحیح تر قول میں شارح نے کہا یحکم اور یشہد میں لف ونشر مرتب ہے یعنی اگر عورت
اپنے دعویٰ کرنے کے واسطے کسی کو شاہد کرتی ہے تو اسکو نظر کرنا درست نہیں اور اگر کسی مدعی نے عورت پر دعویٰ کیا ہو تو اس صورت میں شاہد کو نظر کرنا شناخت
کے واسطے حلال ہے زیلعی نے کہا کہ قاضی اور شاہد پر واجب ہے کہ صرف حکم اور ادائے شہادت کی نیت سے دیکھیں نہ قضاء شہوت کے واسطے تا بقدر امکان حرام
قبیح سے بچیں وکذا مرید نکاحہا ولو عن شہوۃ بنیۃ السنۃ لا قضاء الشہوۃ اور اسی طرح نکاح کے ارادہ کرنے والے کو عورت کا چہرہ دیکھنا درست ہے گو شہوت
ہو اتباع سنت کی نیت سے دیکھے نہ قضائے شہوت کے قصد سے مترجم ترمذی اور نسائی میں ہے کہ جب مغیرہ بن شعبہ نے ایک عورت سے نکاح کا قصد کیا تو رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکو دیکھ تا کہ تم دونوں میں موافقت اور الفت رہے زیلعی نے کہا لیکن عورت مذکورہ کا چہرہ اور کف دست چھونا درست نہیں
کذا فی الطحطاوی وشراۂہا ومداواتہا اور اسی طرح عورت کے خرید کرنے والے کو اور اسکے علاج کرنے والے کو نظر کرنا درست ہے ینظر الطبیب الی موضع

موضعها بقدر الضرورة اذ الضرورات تتقدر بقدرها علاج کرنے والا طبیب عورت کی بیماری کی جگہ کو بقدر ضرورت کے نظر کرے اسواسطے کہ امور ضروریہ بقدر ضرورت
ہی کے متعین ہوتے ہین ہم شمس الائمہ حلوانی نے کتاب الصوم کی شرح مین کہا کہ حقنہ فقط ضرورت مین جائز ہی اور اگر ضرورت نہو ولیکن اسمین ظاہر منفعت ہو اسطرح
کہ حقنہ کے سبب سے قوت باہ حاصل ہوتی ہو تو ہمارے مذہب مین حقنہ حلال نہین اور اگر خشکی بدن کی اور نحافت ایسی غالب ہو جس سے تلف ہو جانیکا خوف ہو
تو حلال ہی اور نہین تو حلال نہین کذا فی الطحطاوی وکذا نظر قابلة وختان اور اسی طرح دائی جنائی کا نظر کرنا [غ ۱۲] اور ختنہ کرنے والے کا بقدر ضرورت حلال ہی ہم
سراجیہ مین ہی کہ حتی الامکان نظر کو بند رکھے یعنی اگر ہاتھ سے کام نکلے تو نظر نہ کرے اور اگر بدون نظر کے مطلب نہو سکے تو فقط ایک دو بار موضع مرض پر کفایت کرے
اجازت عام نہ سمجھے وینبغی ان یعلم امرأة تداویہا لان نظر الجنس الی الجنس اخف اور لائق یون ہی کہ طبیب عورت کا علاج کرنا کسی عورت کو سکھا دے کہ وہ عورتون کا
علاج کیا کرے اسواسطے کہ ہمجنس کی نظر سلکتر ہی غیر جنس سے ہم عورت کو علاج کرنا سکھانا مستحب نہین بلکہ واجب ہی چنانچہ فتاوی قاضی خان کے اس بیان سے معلوم ہوتا کہ
کہ ایک عورت کے قرحہ ہی وہان جہان مرد کو دیکھنا حلال نہین تو اسکا علاج عورت کو سکھا دے اور اگر عورت نہ ملے یا عورت بے سلیقہ ہو تعلیم سے علاج نہ کر سکے
اور خوف ہو شدت درد [زخم ۱۲] اور ہلاکی کا تو سارا بدن چھپا کر فقط قرحہ کی جگہ مرد دیکھے پھر اسکی دوا کرے اور اپنی آنکھ بچائے رہے سوا اس جگہ کے اور اسمین محرم اور غیر محرم
عورت کا کچھ فرق نہین ہی اسواسطے کہ اعضاء واجب الستر کا دیکھنا حلال نہین محرمیت کے سبب سے بھی وتنظر المرأة المسلمة من المرأة کالرجل من الرجل عورت
مسلمان دیکھے عورت کو جسقدر مرد نظر کرتا ہی دوسرے مرد کو ہم یعنی زیر ناف سے زیر زانو تک عورت کا دیکھنا عورت کو حلال نہین اسکے سوا اور بدن کا نظر کرنا درست ہی اسواسطے کہ
ضرورت داعی انکشاف ہی اسمین مجانست کی جہت سے اور انعدام شہوت کے سبب سے غالبا سراجیہ مین ہی کہ عورت کو عورت کا پیٹ دیکھنا شہوت سے درست نہین وقیل کالرجل
لمحرمہ والاول اصح سراج اور بعضون نے کہا ایک عورت دوسری عورت کو دیکھے جسقدر مرد دیکھتا ہی اپنے محرم کو یعنی پیٹھ اور پیٹ کو نہ دیکھے اور پہلا قول صحیح تر ہی کذا فی السراج وکذا
تنظر المرأة من الرجل کنظر الرجل من الرجل ان امنت شہوتہا اور اسی طرح عورت مرد کو دیکھے جتنا مرد دیکھتا ہی مرد کو بشرطیکہ اسکو شہوت ہونے کا خوف نہو فلو علمت ان
اوخافت او شکت حرم استحسانا کالرجل ہو الصحیح فی الفصلین تتارخانیہ معزیا للمضمرات اور اگر عورت کو شہوت سے امن نہو یا خوف شہوت ہو یا شک ہو شہوت اور
عدم شہوت مین تو عورت کو مرد کی طرف نظر کرنا حرام ہی بدلیل استحسان کے جیسے مرد کو عورت کی طرف نظر کرنا درصورت خوف شہوت یا شک کے حرام ہی یہی قول صحیح ہی
دونون صورتون مین یعنی عورت کی نظر مین مرد کی طرف یا مرد کی نظر مین عورت کی طرف کذا فی تتارخانیہ منسوبا الی المضمرات والذمیة کالرجل الاجنبی فی الاصح فلا تنظر
الی بدن المسلمة مجتبی اور ذمیہ یعنی کافرہ مطیع الاسلام اجنبی مرد کے مانند ہی صحیح تر قول مین تو ذمیہ عورت مسلمان عورت کی طرف نظر نہ کرے سوا چہرہ اور کف دست
کے کذا فی المجتبی ہم اور لائق نہین کہ صالحہ عورت کو فاجرہ بدکار عورت دیکھے اسواسطے کہ وہ اسکی صورت کو مردون سے بیان کریگی تو اپنی چادر اور اوڑھنی اسکے
سامنے نہ اتارے اور حلال نہین عورت مومنہ کو کہ اپنی شرمگاہ مشرکہ یا کتابیہ کے سامنے کھولے کذا فی السراج وکل عضو لا یجوز النظر الیہ قبل الانفصال
لا یجوز بعدہ ولو بعد الموت کشعر عانتہ وشعر راسہا وعظم ذراع حرة میتة وساقہا وقلامة ظفر رجلہا دون یدہا مجتبی اور جس عضو کا دیکھنا جائز نہین قبل از انفصال بدن
کے تو اسکا نظر کرنا بعد انفصال کے بھی جائز نہین اگرچہ انفصال موت کے بعد ہو چنانچہ موے زہار عورت یا مرد کے اور عورت کے سر کے بال اور آزاد مردہ عورت
کی کلائی اور پنڈلی کی ہڈی اور عورت کے پاؤن کا ناخن ترشا ہوا نہ اسکے ہاتھ کا کذا فی المجتبی وفیہ النظر الی ملاءة اجنبیة بشہوة حرام اور مجتبی مین ہی کہ عورت اجنبی
کی چادر کی طرف نظر کرنا شہوت سے حرام ہی وفی الاختیار ووصل الشعر بشعر الآدمی حرام سواء کان شعرہا او شعر غیرہا لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ الواصلة والمستوصلة
والواشمة والمستوشمة والواشرة والمستوشرة والنامصة والمتنمصة النامصة التی تنتف الشعر من الوجہ والمتنمصة التی یفعل بہا ذلک اور اختیار شرح مختار
مین ہی اور جوڑنا بال کا آدمی کے بال سے حرام ہی خواہ اسی عورت کا بال ہو یا غیر عورت کا بدلیل حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ خدا لعنت
کرے اس عورت پر جو بال جوڑ دے دوسری عورت کے اور جو جڑوا دے اور جو عورت دوسری عورت کا بدن گودے اور جو گدوائے اور جو عورت دوسری

عورت کے دانت کھسکر باریک بنا دے اور جو دانت باریک کردے اور جو عورت دوسری عورت کے منہ کے بال موچنے سے چنے اور جو چنا دے والخصی والمجبوب والمخنث فی النظر الی الاجنبیۃ کالفحل اور خصی اور مجبوب اور مخنث عورت اجنبی کی طرف نظر کرنے میں مرد مجامع کے برابر ہیں خصی وہ جسکے فوطے نکال لئے اور مجبوب وہ جسکا آلہ تناسل اور دونوں فوطے کاٹ لئے گئے اور مخنث وہ ہے جو مرد کوا پنے اوپر قادر کرے ان تینوں شخصوں سے عورت کو پردہ کرنا چاہیے اسواسطے کہ خصی کو شہوت ہوتی ہے اور جماع کرسکتا ہے بلکہ بعضوں نے کہا کہ وہ قوی الجماع ہوتا ہے اسواسطے کہ اسکا نائرہ شست نہیں ہوتا اور اسی طرح مقطوع الذکر والخصیتین کو بھی شہوت ہوتی ہے اور سحاق کرتا ہے اور اسکو انزال بھی ہوتا ہے اور اولی تو مرد صحیح ہے اور مخنث زنانے اور زنخے کو بھی کہتے ہیں جسکے اعضا اور زبان میں عورتوں کے مانند نرمی ہو اور عورتوں کی اسکو مطلق خواہش نہو تو بعضے فقہا نے کہا کہ ایسے نامرد کا اختلاط عورتوں کے ساتھ رخصت ہے لیکن اصح قول یہ ہے کہ اسکا بھی اختلاط جائز نہیں کذا فی الطحطاوی والحصفا وقیل لا باس بمجبوب جفت مادہ لکن فی الکبری ان من جوزہ فمن قلۃ التجربۃ والدیانۃ اور بعضوں نے کہا کہ اس مقطوع الذکر والخصیتین کے نظر کرنے کا مضائقہ نہیں جسکی منی خشک ہوگئی لیکن فتاوی کبری میں ہے کہ جسنے اسکو تجویز کیا ہے تو قلت امتحان اور قلت دیانت سے ہم کہ صحیح یہ ہے کہ حلال نہیں بدلیل عموم نص کذا فی الزیلعی نص یہ ہے قل للمؤمنین یغضوا من ابصارہم ویحفظوا فروجہم یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ اے رسول کہدے ایماندار مردوں سے کہ اپنی نظروں کو روکیں اور اپنی شرمگاہوں کو نگاہ رکھیں خلاصہ یہ ہے کہ خصی اور مجبوب اور مخنث مومنین میں داخل ہیں تو انکا نظر کرنا اجنبی عورتوں کی طرف حلال نہیں وجاز العزل عن امتہ بغیر اذنہا وعن عرسہ بہا ای باذن حرۃ او مولی امۃ وقیل یجوز بدونہ لفساد الزمان ذکرہ ابن السلطان اور عزل یعنی انزال کے وقت عورت سے جدا ہو کر منزل ہونا اپنی لونڈی سے جدا ہونا بدون اسکے اذن کے جائز ہے اور اپنی منکوحہ سے باذن درست ہے یعنی اگر منکوحہ آزاد ہے تو اسکے اذن سے اور غیر کی لونڈی ہے تو اسکے مالک کے اذن سے درست ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ عزل بدون اذن کے بھی جائز ہے فساد زمانہ کے سبب سے کذا ذکرہ ابن سلطان

باب الاستبراء وغیرہ

یہ باب ہے استبراء وغیرہ کے احکام میں ہم استبراء لغت میں عبارت ہے طلب برأت سے مطلقاً اور شرع میں رحم جاریہ کی طلب برأت حمل سے عبارت ہے یعنی مالک جاریہ کے بعد حیض تک انتظار کرنا کہ حاملہ ہے یا نہیں اگر حاملہ نہیں ہے تو اسی وقت تصرف کرنا اور نہیں تو وضع حمل کے بعد میں ملک استمتاع امۃ بنوع من انواع الملک کشراء وارث ووصیۃ ورفع جنایۃ وفسخ بیع بعد القبض ونحوہا جو شخص مالک ہو لونڈی کے استمتاع کا یعنی اس سے انتفاع کا بوجہ من وجوہ الملک جیسے ملک حاصل خریدنے یا میراث میں پانے سے یا جہاد میں پکڑ لانے سے یا رفع جنایت سے یا فسخ ہو جانے بیع کے بعد قبض سے اور مانند انکے چنانچہ ہبہ یا رجوع عن ہبہ یا خلع یا صلح یا کتابت یا عتق غلام اسطرح کہ لونڈی عوض ملے خلع یا عتق کے یا صدقہ یا وصیت یا بعوض اجارہ کذا فی الطحطاوی وقیدت بالاستمتاع لیخرج شراء الزوجۃ کما یجیئ اور ملک جاریہ میں استمتاع کی قید لگائی گئی تا خرید زوجہ کا مسئلہ نکل جائے چنانچہ آگے آوے گا ولو بکرا او مشتراۃ من عبد او امراۃ ولو عبدہ لمکاتبۃ ومأذونۃ ولو مستغرقا بالدین والا لا استبراء استبراء واجب ہے اگرچہ جاریہ باکرہ ہو یا غلام یا عورت سے خریدی ہو اگرچہ وہ مشتری کا غلام ہو چنانچہ اپنے مکاتب اور ماذون سے خریدی ہو بشرطیکہ غلام ماذون مستغرق بدین ہو اور نہیں تو استبراء کی کچھ حاجت نہیں ہم باکرہ میں سبب معتبر ٹھہرا یعنی حدوث ملک وتصرف وحکمت یعنی تعرف برأت رحم اور چونکہ مکاسب مکاتب اور ماذون مستغرق بالدین کے مولی کی ملک نہیں امام کے نزدیک لہذا صحیح ہوگی تو استبراء بھی واجب ہوگا بخلاف مکاتب غیر مستغرق او من محرمہا غیر رحمہا کیلا تعتق علیہ یا جاریہ خریدی ہو جاریہ کے محرم غیر نسبی سے غیر نسبی کی قید اسواسطے لگائی تاکہ جاریہ آزاد نہو جائے محرم محرم غیر نسبی چنانچہ خرید کرنا جاریہ کا اسکی رضاعی بہن سے یا ابن واخی سے کذا فی الطحطاوی والحسن الجلبی علی شرح الوقایۃ او من مال صبی ولو طفلہ یا جاریہ خریدی ہو صغیر کے مال سے اگرچہ صغیر مشتری کا لڑکا ہو حرم علیہ وطیہا وکذا دواعیہ فی الاصح لاحتمال وقوعہا فی غیر ملکہ بظہور الحبل جو مالک ہوا جاریہ مذکورہ کا تو اسپر جماع اسکا اور اسی طرح دواعی اور موجبات جماع کے حرام ہیں صحیح تر قول میں بسبب احتمال واقع ہونے جماع کے اسکی غیر ملک میں اس کے

ہونے کے خوف کے سبب سے ہم دواعی جماع جیسا کہ مساس و بوسہ یعنی اگر جاریہ حاملہ ہوئی اور اُسکا حمل ظاہر ہوگیا اور بائع نے اُسکے ولد کا دعوی کیا تو جاریہ اُسکی ام ولد
ہوگئی اور بیع اُسکی باطل ہوگئی تو بوسہ وغیرہ غیر ملک مین واقع ہوا حتی یستبرئہا بحیضۃ فیمن تحیض وبشہر فی ذوات اشہر وہی صغیرۃ وآیسۃ ومنقطعۃ حیض جو لونڈی کا مالک
ہوا تو اُسپر اُسکا جماع اور دواعی جماع حرام ہے یہانتک کہ اُسکے رحم کی صفائی معلوم ہوجائے ایکبار حیض ہونے سے حیض ہونے والی عورت مین اور مہینہ گذرنے سے
مہینون والی عورت مین اور وہ صغیرہ ہے اور کبیرہ جسکا حیض بند ہوگیا پیری سے اور جسکا حیض منقطع ہے یعنی اُسکو کبھی حیض نہین آتا کذا فی الطحطاوی یعنی اگر جوان
لونڈی ہو تو ایکبار حیض آنے سے برأت رحم کی معلوم ہوگی اور اگر نابالغہ یا بڈھی ہے یا وہ جوان جسکو کبھی حیض نہین آتا تو ایک مہینہ گذرجانے سے ہم وجوب استبرا
مین وہ حدیث اصل ہے جو ابوداؤد مین ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ جنگ اوطاس (نام جاے) کی گرفتار ہوئی لونڈیون کے حق مین فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ
حاملہ کا جماع نہ کیا جاے وضع حمل تک اور نہ غیر حاملہ کا یہانتک کہ ایکبار اُسکو حیض آجائے کذا فی العینی ولو حاضت فیہ بطل الاستبراء بالایام اور اگر صغیرہ
یا کبیرہ یا منقطعہ کو مہینہ کے اندر حیض آگیا تو ایام کا استبرا باطل ہوگیا یعنی استبرا مین اصل حیض ہے اور مہینا اُسکا بدل تو اصل کے ہوتے بدل کی کچھ حاجت نہ رہی ولو
ارتفع حیضہا بان صارت ممتدۃ الطہر وہی ممن تحیض استبراہا بشہرین وخمسۃ ایام عند محمد وبہ یفتی اور اگر جاریہ کا حیض مرتفع ہوگیا اسطرح کہ اُسکا طہر دراز ہوگیا
اور حالانکہ وہ حیض جاری ہونیوالی عورتون مین سے ہے تو اُسکا استبرا دو مہینے اور پانچ دن کا ہے محمد کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے والمستحاضۃ یدعہا من اول
الشہر عشرۃ ایام برجندی وغیرہ فلیحفظ اور مستحاضہ کا استبرا یہ ہے کہ اول مہینہ سے دس دن تک اُسکی قربت کو چھوڑ دے کذا فی البرجندی وغیرہ تو اُسکو یاد
رکھنا چاہیے **وبوضع الحمل فی الحامل** اور استبرا کرے حاملہ مین بچہ پیدا ہونے سے **ولا یعتد بحیضۃ ملکہا فیہا ولا التی بعد الملک قبل قبضہا و**
لا بولادۃ حصلت کذلک ای بعد ملکہا قبل قبضہا اور استبرا مین شمار نہ کرے اُس حیض کو جسمین مشتری اُسکا مالک ہوا اور نہ اُس حیض کو جو حاصل ہوا مالک کے
بعد اُسپر قبضہ ہونے سے پہلے اور نہ شمار کرے اُس ولادت کو جو اسی طرح حاصل ہوئی یعنی بعد ملک قبل قبض کے کما لا یعتد بالحاصل من ذلک ای من حیضۃ ونحوہا
بعد البیع قبل اجازۃ بیع فضولی **وان کانت فی ید المشتری** جیسے شمار نہین کیا جاتا وہ حیض وغیرہ جو حاصل ہوا بعد بیع قبل اجازت فضولی کے اگرچہ جاریہ
مشتری کے قبضہ مین ہو یعنی اسواسطے کہ بیع فضولی مین ملک پوری نہین ہوتی بدون اجازت کے ولا یعتد ایضا بالحاصل بعد القبض فی الشراء الفاسد
قبل ان یشتریہا شراء صحیحا لانتفاء الملک اور شمار مین نہین آتا وہ حیض وغیرہ بھی جو حاصل ہوا قبض کے بعد شراء فاسد مین قبل اس بات کے کہ اُسکو شراء صحیح
خرید کرے بسبب نہونے ملک کے یعنی ملک کامل بیع فاسد مین نہین جو حیض استبرا مین شمار کیا جاے ویجب بشراء نصیب شریکہ من امۃ مشترکۃ بینہما لتمام
الملک الان اور واجب ہے استبرا بسبب خرید کرنے حصے اپنے شریک کے اُس لونڈی سے جو مشترکہ ہے دونون مین بسبب پوری ہوجانے اُسکی ملکیت کے اب یعنی ایک لونڈی
دو شخصون مین مشترکہ ہے سو ایک نے دوسرے کا حصہ مول لیا تو اُسپر استبرا واجب ہے اسواسطے کہ شریک مشتری اب اُسکا پورا مالک ہوا وتجزی بحیضۃ حاضتہا وہی
مجوسیۃ او مکاتبۃ بان اشتری امۃ مجوسیۃ او مسلمۃ وکاتبہا بعد الشراء قبل الاستبراء فحاضت ثم اسلمت المجوسیۃ او عجزت المکاتبۃ لوجودہا بعد الملک اور استبرا کے واسطے
کفایت کرتا ہے وہ حیض جو لونڈی کو ہوا اور حالانکہ وہ مجوسیہ یا مکاتبہ ہے صورت اُسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے مجوسی یا مسلمان لونڈی خرید کی اور مسلمہ کو مکاتب کیا بعد خرید
قبل استبرا کے پھر اُنکو حیض آیا پھر مجوسی لونڈی مسلمان ہوگئی یا مکاتب لونڈی ادائے بدل کتابت سے عاجز ہوئی بسبب پائے جانے حیض کے مالک ہونے کے بعد یعنے
حیض مذکور اسواسطے استبرا مین کفایت کرگیا کہ وہ حاصل ہوا مالک ہونے کے بعد ولا یجب عند عود الآبقۃ ای فی دار الاسلام خانیۃ اور استبرا واجب نہین جاریہ گریختہ کے پھر آنے
کے وقت دار الاسلام مین کذا فی الخانیۃ ثم اتقانی نے کہا اس مسئلہ مین تفصیل ہے شرح طحطاوی مین ہے کہ اگر جاریہ بھاگ گئی دار الحرب مین پھر پلٹ آئی اپنے مالک کے
پاس کسی وجہ سے تو اُسپر استبرا نہین امام کے نزدیک اسواسطے کہ کفار اُسکے مالک نہین ہوگئے اور صاحبین کے نزدیک اُسپر استبرا ہے کیونکہ کفار اُسکے مالک ہوگئے
اور اگر کفار نے جاریہ کو دار الاسلام مین گرفتار کیا اور حالانکہ وہ گریختہ تھی اور اُسکو پکڑ کے دار الحرب مین لے گئے تو امام اور صاحبین سب کے نزدیک مالک

ہو گئے سو اگر اب وہ اپنے مالک کے پاس پلٹ آوے گی تو سب کے نزدیک اسپر استبرا واجب ہوگا انتہی تو بموجب اس تفصیل کے کہ گذرچکی ہے وہ جاریہ مراد ہے جو دار الحرب
میں بھاگ گئی اور کفار اسکو نہیں پکڑ سکے پھر وہ اپنے مالک کے پاس آئے انتہی اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ ماتن اور شارح کے کلام میں کتنا خلل ہے کذا فی
الطحطاوی ورد المغصوبۃ ای اذا لم یبعہا الغاصب خانیۃ اور جاریہ مغصوبہ کے پھیر دینے سے استبرا واجب نہیں بشرطیکہ اسکو غاصب نے بیچ نہ ڈالا ہو کذا
فی الخانیۃ اور اگر غاصب نے بیع مع التسلیم کی پھر مالک نے بحکم حاکم یا مشتری کی رضا سے لونڈی پھیر لی تو اگر مشتری غصب کرنا نہ جانتا ہوگا تو مالک پر استبرا واجب
نہیں اور اگر جانتا ہوگا تو بصورت عدم جماع کے استبرا نہیں اور بعد جماع مشتری استبرا واجب ہے کذا فی الطحطاوی والمستاجرۃ وفک المرہونۃ لعدم استحداث
الملک اور مستاجرہ اور فک مرہونہ سے استبرا واجب نہیں ملکیت کے حادث نہونے کے سبب سے یعنی اجارہ اور رہن جاریہ سے مالک کی ملک زائل
نہو گئی تھی جو استبرا واجب ہوتا ولو اقال البیع قبل القبض لا استبراء علی البائع کما لو باعہا بخیار وقبضت ثم ابطلہ بخیارہ لعدم خروجہا عن ملکہ اور اگر بیع کو توڑ
دیا مشتری کے قبضہ ہونے سے پہلے تو بائع پر استبرا واجب نہیں جیسے اگر جاریہ کو بیچا بشرط خیار یعنی جاکر اور مشتری نے اسپر قبضہ کیا پھر بائع نے اپنی شرط کے موافق سے
بیع کو باطل کر دیا تو استبرا واجب نہیں اسواسطے کہ جاریہ بائع کی ملک سے خارج نہیں ہوئی دونوں صورتوں میں وکذا لو باع مدبرۃ او ام ولدہ وقبضت ان لم یطأہا
المشتری اور اسی طرح اگر بائع نے اپنی مدبرہ یا ام ولد بیچی اور اسپر قبضہ ہوا پھر رد بیع ہوا تو استبرا واجب نہیں اگر مشتری نے اسکی قربت نہ کی ہو ہم کہتے ہیں اعتراض یہ ہے کہ
مدبرہ اور ام ولد کی بیع باطل ہے تو جاریہ قبض سے مملوک نہوگی تو مشتری کی قربت زنا ٹھہرا اسمیں استبرا کیونکر واجب ہوگا تو اسکی تحریر کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی ولذا
لو طلقہا الزوج قبل الدخول ان کان زوجہا بعد الاستبراء فان قبلہ فالمختار وجوبہ زیلعی اور اسی طرح اگر جاریہ منکوحہ کو زوج نے طلاق دی قبل دخول کے تو مالک پر استبرا
نہیں بشرطیکہ جاریہ کا نکاح کر دیا ہو بعد استبرا کے اور اگر قبل استبرا کے نکاح کر دیا ہو تو وجوب استبرا مختار اور پسندیدہ ہے کذا فی الزیلعی قلت وفی الجلالیۃ شری معتدۃ الغیر
وقبضہا ثم مضت عدتہا لم یستبرئہا لعدم حل وطیہا للبائع وقت وجود السبب میں کہتا ہوں اور جلالیہ میں ہے غیر کی عدت والی جاریہ خریدی اور اسپر قبضہ کیا پھر
اسکی عدت منقضی ہو گئی تو اسکا استبرا نہ کرے اسواسطے کہ اسکی وطی حلال نہیں بائع کو وجود سبب کے وقت یعنی ملک اور قبض مشتری کے وقت ثم صوابہ یہ ہے کہ
یوں کہا جاوے کہ وجود سبب کے وقت مشتری کو اسکی وطی حلال نہیں القانی نے شرح طحطاوی سے نقل کیا کہ جاریہ خریدی اور وہ عدت میں تھی خواہ عدت وفات
ہو یا طلاق اور اسکی عدت سے ایک روز یا کم باقی رہا ہو اور بعد قبض مشتری کے عدت منقضی ہو گئی تو اسپر استبرا واجب نہیں پھر اگر عدت قبل از قبض منقضی ہو گئی تو
کو حلال نہیں بدون استبرا کے کذا فی الطحطاوی ولا باس بحیلۃ اسقاط الاستبراء اذا علم ان البائع لم یقربہا فی طہرہا ذلک والا لا وعلیہا یفتی اور کچھ
مضائقہ نہیں اسقاط استبرا کے حیلہ میں جبکہ یہ معلوم ہو جاوے کہ بائع نے جاریہ کی قربت نہیں کی اس طہر میں اور اگر یہ معلوم نہو تو استبرا کے ساقط کرنے کا حیلہ نہ کرے
اسی قول پر فتوی ہے امام ابو یوسف کے نزدیک حیلہ اسقاط کا مطلقاً جائز ہے اور محمد کے نزدیک مطلقاً مکروہ ہے لیکن مفتی بہ تفصیل ہے یعنی اگر بائع کا عدم قربت معلوم ہو تو ابو یوسف
کے قول پر فتوی ہے اور در صورت قربت محمد رح کے قول پر فتوی ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جو مرد خدا اور آخرت کا ایمان رکھتے ہیں انکو حلال نہیں کہ ایک عورت پر
اجتماع کریں ایک طہر میں تو جب بائع نے اس طہر میں قربت نہ کی تو یہ نہی متحقق نہوگی اور قربت اور عدم قربت دونوں معلوم نہوں تو عدم جواز ظاہر ہے تو ہم شغل رحم ہے
کذا فی الطحطاوی وہی اذا لم تکن تحتہ حرۃ او اربع اماء ان ینکحہا ویقبضہا ثم یشتریہا فتحل لہ للحال لانہ بالنکاح لا یجب ثم اذا اشتری زوجتہ لا یجب ایضاً اور وہ
یعنی اسقاط استبرا کا حیلہ جسوقت کہ اسکے نیچے آزاد عورت یا چار منکوحہ لونڈیاں نہوں یہ ہے کہ جاریہ سے نکاح کر لے اور اسپر قبضہ کرے پھر اسکو خرید کر لے تو وہ جاریہ اسی
وقت اسکو حلال ہوگی اسواسطے کہ نکاح سے استبرا واجب نہیں ہوتا پھر جبکہ اسنے اپنی زوجہ کو خرید کیا تو بھی استبرا واجب نہوگا ثم قبل خرید کے قبض اسواسطے
شرط ہوا کہ قبض بعد خرید سے استبرا ساقط نہوگا اسواسطے کہ خرید سے نکاح فسخ ہو جاویگا تو استبرا واجب ہوگا لیکن ہدایہ اور ذخیرہ اور محیط میں اطلاق مختار ہے بالجملہ
یہاں تین قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ تقدم قبض اور دخول دونوں شرط ہیں چنانچہ ظہیریہ میں ہے اور دوسرا قول حلوانی کا یہ ہے کہ قبض شرط ہے نہ دخول اور تیسرا قول

شرنبلالی کا ہی کہ نکاح فقط کافی ہی نہ قبض شرط ہی نہ دخول اور یہ قول وسیع تر ہی اور قول ثانی اعدل ہی کذا فی الطحطاوی ملخصاً ونقل فی الدرر عن ظہیر الدین اشتراط
الوطیہ قبل الشراء وذکر وجہہ اور درر مین ظہیر الدین سے نقل کیا شرط ہونا وطی کا خرید کرنے سے پہلے اور اسکی وجہ بھی ذکر کی ہم وجہ مذکور یہ ہی کہ بعد وطی کے خرید
کرنے سے اسکا مالک ہوگا اور حالانکہ جاریہ اسکی عدت مین ہوگی اور اگر وطی نہین کی تو مجرد خرید کے نکاح باطل ہوجاویگا پھر جب ملک کے وقت نکاح نہ تھا
تو استبراء واجب ہوگیا اسکے سبب متحقق ہونے سے یعنی استحداث حلت وطی بملک یمین کذا فی الدرر وان کانت تحتہ حرۃ فالحیلۃ ان ینکحہا البائع
ای یزوجہا ممن یثق بہ کما سیجئ قبل الشراء او ان ینکحہا المشتری قبل قبضہ لہا فلو بعدہ لم یسقط ممن یوثق بہ لیس تحتہ حرۃ اور اگر اسکی تلے حرہ ہی یا منکوحہ جار
لونڈیان ہین کذا فی الطحطاوی تو حیلہ اسقاط کا یہ ہی کہ بائع جاریہ کا نکاح کردے مشتری کی خرید سے پہلے اس شخص سے جسپر اسکو اعتماد ہو طلاق دینے کا چنانچہ
اسکا ذکر قریب آویگا یا بعد خرید قبل قبض کے جاریہ کا نکاح مشتری کردے اس معتمد شخص سے جسکے نیچے آزاد عورت نہین شارح نے کہا قبل قبض کے نکاح شرط ہی تو اگر بعد قبضہ کرنے
کے نکاح کردیگا تو استبراء ساقط نہوگا او یزوجہا بشرط ان یکون امرہا بیدہا او بیدہ یطلقہا متی شاء وان خاف ان لا یطلقہا یا جاریہ کا نکاح کردے کسی شخص سے باین شرط
کہ جاریہ اپنے طلاق کی مختار ہی یا بائع یا مشتری کو طلاق کا اختیار ہو جب چاہے اسکو طلاق دے یہ اسوقت ہی جبکہ بائع یا مشتری اس سے ڈرے کہ جاریہ کا زوج اسکو طلاق نہ دیگا
ثم یشتری الامۃ ویقبض او یقبض فیطلق الزوج قبل الدخول بعد قبض المشتری فیسقط الاستبراء پھر نکاح کے بعد مشتری جاریہ کو خرید کرے اور اسپر قبضہ کرے درصورت تزویج بائع
کے یا مشتری جاریہ پر قبضہ کرے درصورت تزویج مشتری کے پھر زوج اسکو طلاق دے قبل دخول بعد قبض مشتری کے تو استبراء ساقط ہوگا ہم کہا حاصل اگر اسکے تحت مین حرہ ہو تو حیلہ
اسقاط یہ ہی کہ بائع جاریہ کا نکاح کردے قبل خرید کرنے مشتری کے اس مرد سے جسپر طلاق دینے کا اعتماد ہو پھر مشتری اسکو خرید کرے پھر زوج اسکو طلاق دے تو استبراء واجب نہوگا
اسواسطے کہ اسنے غیر کی منکوحہ خرید کی اور اسکی وطی مشتری کو حلال نہین تو اسپر استبراء نہین پھر جب اسکے شوہر نے قبل دخول کے طلاق دی تو جاریہ مشتری پر حلال ہوگئی اور اسوقت
مین حدوث ملک پایا نہین گیا جو وجوب استبراء کا سبب ہی تو استبراء واجب نہوا اور اگر مشتری نے بعد خرید قبل قبض کے جاریہ کا نکاح کردیا معتمد سے پھر نکاح کے بعد اسپر قبضہ کیا پھر زوج نے
قبل دخول اسکو طلاق دی تو استبراء واجب نہو بعد قبض کے اور اسوقت مین وطی مشتری کو قیام نکاح سے حلال نہ تھی اور جب وطی حلال ہوئی طلاق زوج کے بعد اسوقت
استبراء کا سبب یعنی حدوث ملک پایا نہین گیا کذا فی شرح الوقایۃ وقیل المسئلۃ التی اخذ ابو یوسف رح علیہا مائۃ الف درہم ان سیدۃ حلفت الرشید ان لا یشتری علیہا جاریۃ
ولا یستوہبہا فقال یشتری نصفہا ویوہب لہ نصفہا فتسقط اور بعضون نے کہا کہ جس مسئلہ پر قاضی ابو یوسف نے لاکھ درم لیے وہ یہ ہی کہ زبیدہ خاتون نے ہارون رشید کو قسم
دلائی کہ کسی جاریہ کو اسپر خرید نہ کرے اور نہ ہبہ قبول کرے تو ابو یوسف نے کہا کہ نصف جاریہ خرید کرے اور نصف اسکو ہبہ کیجاے کذا فی الملتقط یعنی تو اس طریق سے یہ بات
صادق آئی کہ تمام اور کمال نہ خرید کی نہ ہبہ ہوئی تو قسم بھی قائم رہی اور جاریہ کا تصرف بھی حلال ہوگیا او یکاتبہا المشتری بعد الشراء او القبض کما یفیدہ اطلاقہم وعلیہ
فیطلب الفرق بین الکتابۃ والنکاح بعد القبض وقد نقلہ المصنف عن شیخہ بحثا کما سنذکرہ ولکن فی الشرنبلالیہ عن المواہب التصریح بتقیید الکتابۃ بکونہا قبل القبض فلیحرر
قلت ثم وقفت علی البرہان شرح مواہب الرحمن فلم ار التقیید المذکور فتدبر یا مشتری جاریہ کو مکاتب کرے بعد خرید اور بعد قبضہ کرنے کے چنانچہ اشتراط قبض کو
فقہا کا اطلاق مفید ہی اور بموجب اسکے تو طلب فرق کرنا چاہیے درمیان کتابت اور نکاح بعد القبض کے یعنی اگر مشتری جاریہ کا نکاح کردے بعد خرید اور قبض
کے تو استبراء ساقط ہوا اور اگر بعد قبض اسکا نکاح کردے تو استبراء ساقط نہو تو کیا فرق ہی کتابت اور نکاح مین اور البتہ مصنف نے اپنی شرح مین فرق مذکور کو نقل کیا ہی
اپنے استاد سے بحث کی راہ سے نہ روایت کی راہ سے چنانچہ اس فرق کو مذکور کرینگے یعنی اگلے قول مین یعنی شرنبلالیہ مین مواہب الرحمن سے تصریح ہی تقیید
کتابت کے قبل قبض کے ہونے سے یعنی مشتری کو قبضہ کرنے سے پہلے کتابت کرنا چاہیے تو اس مقام کو تحریر کرنا چاہیے مین کہتا ہون پھر مین واقف ہوا برہان
شرح مواہب الرحمن پر سو مین نے قید مذکور کو نہین دیکھا سو تامل کرے ہم بعضون نے یون جواب دیا ہی شارح کو کہ شرنبلالی نے فقط مواہب سے نقل نہین کی تو عبارت اسکی مجموعہ
ہی چند کتب سے تو اگر صاحب مواہب نے قید مذکور کی تصریح نہین کی تو ممکن ہی کہ اسکی غیر نے تصریح کی ہو کذا فی الطحطاوی ثم تفسخ برضاہا لیجوز الوطی بلا استبراء

بدعت حسنہ ہے اسواسطے کہ اذکار نووی کے مخالف ہے ہم اذکار نووی مین یون ہے کہ مصافحہ مستحب ہے ہر ملاقات کے وقت اور یہ جو فجر اور عصر کی لوگون کی عادت ہے تو اسکی شرع
اسوجہ خاص سے کچھ اصل نہین لیکن اسکا بھی کچھ مضائقہ نہین اسواسطے کہ اصل مصافحہ سنت ہے تو بعض وقت مین مصافحہ کرنا اور اکثر اوقات مین ترک کرنا بعضے وقت کے کرنے کو مصافحہ
مشروعہ سے خارج نہین کردیتا کذا فی الطحطاوی خلاصہ یہ ہے کہ اصل مصافحہ سنت ہے اور خصوصیت وقت کی بدعت حسنہ ہے وفی القنیۃ السنۃ فی المصافحۃ بکلتا یدیہ وتمامہ فیما
علقتہ علی الملتقی اور قنیہ مین ہے کہ سنت مصافحہ مین ہے کہ دونون ہاتھ سے مصافحہ کرے اور پورا اسکا بیان ہماری شرح ملتقی مین ہے ہم سنت یہ ہے کہ مصافحہ کرنے مین کپڑا وغیرہ
حائل نہو اور ملاقات کے وقت سلام کے بعد مصافحہ ہو اور مصافحہ کرنے پر ابہام یعنی انگوٹھے کو پکڑے حدیث مین آیا ہے کہ جب تم مصافحہ کرو تو ابہام پکڑو اسواسطے کہ اسمین ایک
رگ ہے جس سے محبت پیدا ہوتی ہے یہ مذکور شرنبلالی کے رسالہ مصافحہ مین ہے شرح ملتقی مین شارح نے رسالہ مذکورہ سے جو ذکر ہوچکا بیان کیا اور کہا کہ مصافحہ (الصاق صفحۃ الکف
بالکف) اور اقبال وجہ بوجہ سے عبارت ہے تو انگلیون کا پکڑنا سنت نہین برخلاف روافض کے کذا فی الطحطاوی ولا یجوز للرجل مضاجعۃ الرجل وان کان کل واحد
منہما فی جانب من الفراش قال علیہ الصلوۃ والسلام لا یفضی الرجل الی الرجل فی ثوب واحد ولا تفضی المرأۃ الی المرأۃ فی الثوب الواحد اور جائز نہین مرد کو دوسرے مرد کے
پاس لیٹنا اگرچہ ہر ایک بچھونے کے کنارے پر ہو فرمایا علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ نہ ٹھہرے اور نہ لیٹے ایک مرد دوسرے مرد سے ایک کپڑے مین اور نہ لیٹے ایک عورت دوسری
عورت کو ایک کپڑے مین ہم یعنی ایک کپڑے مین دو مرد کا لیٹنا بلا حائل کپڑے اتار کر جائز نہین کذا فی الطحطاوی واذا بلغ الصبی او الصبیۃ عشر سنین یجب التفریق بینہما
بین اخیہ واختہ وامہ وابیہ فی المضجع لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام وفرقوا بینہم فی المضاجع وہم ابناء عشر وفی النتف اذا بلغوا ستا کذا فی المجتبی اور جبکہ لڑکا یا لڑکی دس برس
کو پہونچے تو دونون کی خوابگاہ اور بستر کا جدا کرنا اور اسکے بھائی اور بہن اور اسکی ماں اور باپ کی جدائی کرنا بستر مین واجب ہے بدلیل قول علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ
جدائی کردو انکے بسترون مین جبکہ وہ دس برس کے ہون اور نتف مین ہے کہ جب چھ برس کو پہونچین یعنی جدا کرنا چاہیے کذا فی المجتبی ہم شاید کہ مراد اس سے
ہم بستری مع التجرد ہے یا ایک لحاف مین والا جماعت کا پاس لیٹنا کہ ہر انسان کا اوڑھنا جدا جدا ہو ممنوع نہین کذا فی الطحطاوی وفیہ الغلام اذا بلغ حد الشہوۃ
کالفحل اور مجتبی مین ہے کہ لڑکا جب حد شہوت کو پہونچا تو بالغ مرد کے مانند ہے نظر وغیرہ کے احکام مین والکافرۃ کالمسلمۃ اور کافر عورت مسلمان عورت کے مانند ہے
جیسے مسلمہ کا بدن سوائے چہرہ اور کف دست دیکھنا درست نہین ویسی کافرہ کا درست نہین عن ابی حنیفۃ لصاحب الحمام ان ینظر الی العورۃ وحجتہ الختان امام اعظم رح
سے روایت ہے کہ حمامی کو شرمگاہ کا دیکھنا درست ہے اور حجت اسکی ختان ہے یعنی جیسے ختنہ کرنے والے کو دیکھنا درست ہے ویسا ہی حمامی کو ہم فقیہ ابو اللیث
نے کہا کہ یہ ضرورت کی حالت مین ہے نہ غیر ضرورت مین کذا فی العالمگیریۃ وقیل فی ختان الکبیر اذا امکنہ ان یختتن نفسہ فعل والا لم یفعل الا ان لا یمکنہ النکاح او شراء الجاریۃ
اور بعضون نے بالغ کے ختنہ مین کہا کہ جب اسکو بذات خود ختنہ کرلینا ممکن ہے تو کرے اور اگر آپ نہ ختنہ کر سکے تو نہ کرے مگر درصورت امکان نکاح یا خرید جاریہ
کے ختنہ کرنا چاہیے ہم یعنی ختنہ کرنے والی عورت سے نکاح کرے یا اگر وہ لونڈی ہے تو اسکو خرید کرکے اس سے اپنا ختنہ کروا لے اور اگر بڈھا مسلمان ہو اور
اذیت ختنہ کا متحمل نہو اگر اہل بصارت کہین کہ اسکو طاقت نہین تو ترک کرے اسواسطے کہ واجب کا ترک عذر سے جائز ہے تو ترک سنت عذر سے بطریق اولی جائز ہے کذا
فی الخلاصۃ طحطاوی نے کہا حذف کرنا لفظ لا کا لا یمکنہ سے صواب ہے اسواسطے کہ فتاوی عالمگیری مین یون ہے (والا لم یفعل الا ان یمکنہ ان یتزوج او یشتری ختانۃ تختنہ
والظاہر فی الکبیر انہ یختن ویکفی قطع الاکثر) اور ظاہر مذہب کبیر السن کے حق مین یہ ہے کہ مقرر وہ ختنہ کرے اور قطع اکثر جلد کا کفایت کرتا ہے حصول سنت مین ولا باس بتقبیل ید
الرجل العالم والمتورع علی سبیل التبرک درر اور کچھ مضائقہ نہین مرد عالم اور متقی کے ہاتھ چومنے مین بطریق تبرک کے کذا فی الدرر ہم بلکہ قبلہ تحیۃ کا سنت ہونا ثابت
ہونا احادیث سے ثابت ہوتا ہے شرنبلالی نے رسالہ مصافحہ مین بعد گفتگو تقبیل کے کہا کہ اس سے پانچ قول حاصل ہوئے قبلہ تحیہ مین اول کراہت تقبیل
مطلقا اور یہ امام کا قول ہے ثانی قول صاحبین رحمہ اللہ [illegible] مطلقا اور قول ثالث تقبیل یعنی اگر بوسہ تبرک کیواسطے ہے جیسے عالم اور متورع اور سلطان عادل کا
ہاتھ چومنا تو اسمین بعض متاخرین نے رخصت دی ہے اور احادیث سے اسکی سنیت یا استحباب معلوم ہوتا ہے بقول علامہ عینی اور قول رابع تقبیل

غیر ستر کہا ہے غرض دنیا کے واسطے سو وہ مکروہ ہے اور قول خامس یہ ہے کہ اگر فاعل کو تعظیم مسلم اور اسکا اکرام منظور ہو تو کچھ مضائقہ نہیں کذا فی الطحطاوی عینی نے
شرح ہدایہ میں کہا عالم اور متقی کے مانند والدین اور استاد کا ہاتھ چومنا درست ہے اور جو شخص تعظیم اور تکریم کا مستحق ہے اسکی تقبیل ید جائز ہے ونقل المصنف عن الجامع انہ لا باس
بتقبیل ید الحاکم المتدین اور مصنف نے شرح میں جامع سے نقل کیا کہ کچھ مضائقہ نہیں حاکم دیندار کے ہاتھ چومنے کا طحطاوی نے کہا اسکی کچھ حاجت نہ تھی کہ یہ تو قول اول
میں داخل ہے اسواسطے کہ سلطان صاحب سلطنت اور حکومت کو کہتے ہیں والسلطان العادل وقیل سنۃ مجتبی اور سلطان عادل کے ہاتھ چومنے میں مضائقہ نہیں اور
بعضوں نے سنت کہا ہے کذا فی المجتبی اور تقبیل میں احادیث کثیرہ مروی ہیں از انجملہ عبد اللہ بن عمر سے ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں روایت ہے کہ ہم لڑائی
سے پلٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور ہم نے آپ کا دست مبارک چوما اور ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی میں عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی چال ڈھال میں کسی کو میں نے فاطمہ بنت رسول سے زیادہ تر مشابہ نہیں دیکھا جب فاطمہ آتی تھیں تو حضرت انکے واسطے اٹھ کھڑے ہوتے
تھے اور انکو چومتے تھے اور اپنے مقام پر بٹھلاتے تھے اور ترمذی اور نسائی نے روایت کی کہ یہود کی قوم نے حضرت کے ہاتھ اور پاؤں چومے اور ترمذی اور
ابن ماجہ نے روایت کی کہ جب عثمان بن مظعون مر گئے تو حضرت علیہ الصلوۃ والسلام انپر جھکے اور انکا بوسہ لیا اور اتنا روئے کہ آنسو چہرۂ مبارک پر بہے ترمذی نے کہا یہ
حدیث حسن صحیح ہے تو ان احادیث سے اباحت تقبیل ید ورجل ثابت ہوئی اور سر اور کوکھ کی اور احادیث سے ثابت ہے اور تقبیل بین العینین و علی الشفتین عبد اللہ بن جعفر
کی حدیث سے جسکو بیہقی نے روایت کیا ہے ثابت ہے لیکن یہ جواز بشرط التعظیم اور تکریم کے ہے اور اگر بطریق شہوت کے ہو تو جائز نہیں مگر زوجین کے حق میں کذا فی العینی شرح الہدایہ
مختصرا و تقبیل راسہ ای العالم اجود کما فی البزازیۃ اور چومنا اسکے سر یعنی عالم کے سر کا جید تر ہے کذا فی البزازیہ طحطاوی نے کہا شاید کہ اجود بمعنی اکثر ثواب
کے ہے ولا رخصۃ فیہ ای فی تقبیل الید لغیرہما ای لغیر عالم وعادل ہو المختار مجتبی وفی المحیط ان لتعظیم اسلامہ واکرامہ جاز وان لنیل الدنیا کرہ اور رخصت نہیں
ہے سوائے عالم اور عادل کے ہاتھ چومنے میں یہی قول مختار ہے کذا فی المجتبی اور محیط میں ہے کہ اگر غیر عالم اور عادل کا ہاتھ چومنا فقط اسکے اسلام کی تعظیم اور اکرام
کے واسطے ہو تو جائز ہے اور اگر دنیا حاصل کرنے کے واسطے یہ خوشامد ہے تو مکروہ ہے طلب من عالم او زاہد ان یدفع الیہ قدمہ ویمکنہ من قدمہ لیقبلہ اجابہ و
قیل لا یرخص فیہ کما یکرہ تقبیل المرأۃ فم اخری او خدہا عند اللقاء او الوداع کما فی القنیۃ مقدما للتقبیل ایک شخص نے عالم یا زاہد سے اسکی درخواست کی کہ اپنا قدم
اسکی طرف بڑھا دے اور اپنا قدم اسکو چومنے دے تو اسکو عالم یا زاہد مان لے یعنی چومنے دے اور بعضوں نے کہا کہ نہ مانے چومنے کی رخصت نہ دے جیسے عورت
کو دوسری عورت کا منہ اور گال چومنا مکروہ ہے ملنے اور رخصت ہونے کے وقت چنانچہ قنیہ میں ہے بتقدیم قول البعض یعنی صاحب قنیہ نے عدم اجابت کو مقدم ذکر
کیا اجابت پر قال وما یفعلہ الجہال من تقبیل ید نفسہ اذا لقی غیرہ فہو مکروہ فلا رخصۃ فیہ صاحب قنیہ نے کہا اور یہ جو بعض جہال کی عادت ہے اپنے ہاتھ چومنے کی جب
غیر شخص سے ملاقات کرے تو وہ مکروہ ہے سو اسمیں رخصت نہیں یعنی مکروہ تحریمی ہے واما تقبیل ید صاحبہ عند اللقاء فمکروہ اجماعا اور اپنے ساتھی کی تقبیل ید ملاقات کے
وقت تو بالاجماع مکروہ ہے طحطاوی نے کہا یہ قول تو اقوال سابقہ سے جدا نہیں ہے تو حکایت اجماع کی اسمیں کیا وجہ ہے وکذا ما یفعلونہ من تقبیل الارض بین یدی
العلماء والعظماء فحرام والفاعل والراضی بہ آثمان لانہ یشبہ عبادۃ الوثن اور یہ لوگ جو زمین کو چومتے ہیں عالموں اور سلاطین اور امیروں کے سامنے سو حرام ہے اور کرنیوالا اور جو
اس فعل سے راضی ہے عالم ہو یا سلطان دونوں گنہگار ہیں اسواسطے کہ اسطرح زمین کا چومنا بت پرستی کے مشابہ ہے یعنی اسواسطے کہ اسمیں سجدۂ غیر خدا کی صورت معلوم ہوتی ہے
کذا فی الطحطاوی وہل یکفران علی وجہ العبادۃ والتعظیم کفر وان علی وجہ التحیۃ لا وصار آثما مرتکبا للکبیرۃ اور کیا زمین کا چومنے والا کافر ہو جاتا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ اگر بوجہ
عبادت اور تعظیم کے کرتا ہے تو کافر ہو گیا اور اگر بوجہ تحیت اور سلام کے کرتا ہے تو کافر نہوگا گنہگار مرتکب کبیرہ ہو جاویگا وفی الملتقط التواضع لغیر اللہ حرام اور ملتقط میں
ہے کہ غیر خدا یعنی مخلوق کے واسطے تواضع کرنا یعنی گڑگڑانا اور بہت جھکنا حرام ہے طحطاوی نے کہا مراد یہ ہے کہ غرض دنیاوی کے حاصل کرنیکے واسطے اور شہوت
پرستی کے لیئے تواضع کرنا حرام ہے اور اگر فقیر اور کبیر السن کے واسطے تواضع اور انکسار کرے تو وہ تواضع درحقیقت خدا کی طرف راجع ہے یعنی اس سے غرض دینی ہے

نہ غرض دنیا و فی الوہبانیۃ یجوز بل یندب القیام تعظیما للقادم کما یجوز القیام ولو للقاری بین یدی العالم ویحیی لطما اور وہبانیہ مین ہی کہ جائز بلکہ مستحب ہی کھڑا ہوجانا
آنے والے مسافر کے لیے جیسے جائز ہی کھڑا ہوجانا قرآن پڑھنے والے کو عالم کے سامنے اور آخر کتاب المختصر مین یہ مسئلہ نظم مین ہی دیکھو امام شرنبلالی نے کہا فقیہوں کا کلام
قیام مین مختلف ہی سو بعضون نے قیام کو منع کیا بدلیل حدیث ابوداؤد کے کہا ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نکلے عصا کو ٹیکے تو ہم اصحاب کھڑے ہوگئے
تو فرمایا کہ نہ کھڑے ہو جیسے عجمی لوگ ایک دوسرے کیواسطے کھڑے ہوجاتے ہین اور بعضون نے قیام کو مباح کہا ہی باستدلال قیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فاطمہؓ
کیواسطے چنانچہ ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی مین مروی ہی اور بعضون نے اسمین تفصیل کی ہی چنانچہ قاضی خان نے کہا ہی چند لوگ قرآن پڑھتے مین یا ایک شخص قرآن پڑھتا ہی پھر اسکے
پاس کوئی شریف مین سے آیا تو فقہا نے کہا کہ اگر وہ آنے والا عالم ہی یا قاری کا باپ یا استاد ہو تو اسکے واسطے اٹھنا جائز ہی اور اسکے سوا قیام جائز نہین انتہی اور
مجمع فتاوی نسفی مین ہی قیام قاری کا جائز ہی جب کوئی اس سے زیادہ تر عالم یا اسکا استاد جسنے اسکو قرآن یا علم سکھایا آوے یا اسکے والدین آوین اور انکے سوا اور کسی کیواسطے
قیام جائز نہین اگرچہ آنے والا جلیل القدر اور شریف ہو اور شرنبلالی نے ابن وہبان سے نقل کیا کہ ہمارے زمانے مین قیام مستحب ہی سو اسواسطے کہ ترک قیام کینہ اور بغض اور عداوت
کا مورث ہوتا ہی خصوصاً جس ملک مین قیام کی عادت ہو اور وہ جو قیام پر وعید وارد ہوئی ہی وہ انکے حق مین مجمول ہی جو کھڑے رہنے کو اپنے سامنے پسند رکھتے ہین چنانچہ ترک اور
اہل عجم کی عادت ہی اور اصحاب کبار کا نہ اٹھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے کراہت قیام پر دلالت نہین کرتا سو اسلیئے کہ تعظیم کیواسطے کھڑا ہوجانا عرب کی عادت نہ تھی اور جب سعد
آئے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا (قوموا لسیدکم) یعنی اپنے سردار کیواسطے اٹھو کذا فی الطحطاوی فائدہ قیل التقبیل علی خمسۃ اوجہ قبلۃ المودۃ للولد علی الخد وقبلۃ الرحمۃ للوالدین
علی الرأس وقبلۃ الشفقۃ للاخ علی الجبہۃ وقبلۃ الشہوۃ لامرأتہ او امتہ علی الفم وقبلۃ التحیۃ للمومنین علی الید وزاد بعضہم قبلۃ الدیانۃ للحجر الاسود جوہرۃ قلت تقدم فی الحج
تقبیل عتبۃ الکعبۃ فائدہ اقسام تقبیل مین بعضون نے کہا کہ چومنا پانچ قسم پر ہی اول چومنا مودت اور پیار کا فرزند کے لیئے گال پر اور چومنا رحمت کا اپنے
والدین کے واسطے سر پر اور چومنا شفقت کا اپنے بھائی کے واسطے پیشانی پر اور چومنا شہوت کا اپنی عورت کو یا اپنی حلال لونڈی کو منھ پر اور چومنا تحیۃ اور
سلام کا مومنین کے واسطے ہاتھ پر اور بعضون نے بوسہ عبادت اور دیانت کو زیادہ کیا ہی حجر اسود کیواسطے کذا فی الجوہرہ مین کہتا ہون اور کتاب الحج مین آستانہ
کعبہ کا چومنا مقدم مذکور ہوچکا یعنی یہ بھی بوسہ دیانت ہی وفی القنیۃ فی باب ما تعلق بالمقابر تقبیل المصحف قیل بدعۃ لکن روی عن عمر رضی اللہ عنہ انہ کان یاخذ المصحف
کل غداۃ ویقبلہ ویقول عہد ربی ومنشور ربی عز وجل وکان عثمان رضی اللہ عنہ یقبل المصحف ویمسحہ علی وجہہ اور قنیہ مین ہی متعلقات مقابر کے باب مین کہ مصحف
شریف کا چومنا بعضون نے کہا بدعت ہی لیکن عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ مصحف کو ہر صبح لیتے تھے اور چومتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ میرے رب کا عہد
ہی اور وصیت ہی اور کتاب اور فرمان ہی میرے رب عز وجل کا اور عثمان رضی اللہ عنہ مصحف کو چومتے تھے اور اپنے چہرے پر اسکو ملتے تھے واما تقبیل الخبز فجوز الشافعیۃ
انہ بدعۃ مباحۃ وقیل حسنۃ وقالوا یکرہ دوسہ لا بوسہ ذکرہ ابن قاسم فی حاشیتہ علی شرح المنہاج لابن حجر فی بحث الولیمۃ وقواعدنا لا یاباہ اور روٹی کے چومنے کو تو
شافعیون نے کہا کہ بدعت مباح ہی اور بعضون نے بدعت حسنہ کہا ہی اور شافعیون نے کہا کہ روٹی کا پانون سے روندنا مکروہ ہی نہ اسکا چومنا یہ بیان کیا ہی
ابن قاسم نے اپنے حاشیہ مین جو ابن حجر کی شرح منہاج مین ہی ولیمہ کی بحث مین اور ہمارے قواعد بھی اسکو رد نہین کرتے یعنی روٹی کا چومنا قواعد حنفیہ سے
بھی مباح معلوم ہوتا ہی اسواسطے کہ تکریم اسکی حدیث مین مروی ہی اور تقبیل منجملہ تکریم ہی واللہ اعلم وجاء لا تقطعوا الخبز بالسکین واکرموہ فان اللہ اکرمہ اور
حدیث مین آیا ہی کہ روٹی کو چھری سے نہ کاٹو اور اسکی تعظیم اور تکریم کرو کہ حق تعالے نے اسکو بزرگی دی ہی یعنی انسان اشرف المخلوقات کا
قوت اسکو مقرر کیا ہی

فصل فی البیع یہ فصل ہی بیع وغیرہ کے بعضے احکام مین ہر مسلمان کو تجارت اور سوداگری اور بیوپار کرنا نہ چاہیے جبتک کہ خرید اور فروخت کے مسئلے دریافت نہ کرلے
کہ کس چیز کی خرید و فروخت شرع مین جائز ہی اور کسکی نہین زمان سابق مین سوال ہوا کہ قوم ترک بازارون مین خرید و فروخت کرتے ہین اور انکا اکثر مال حرام ہی اور

انہیں بیاج اور عقود فاسدہ سے الخ میں تو جواب ہوا کہ اسکی تین صورتیں ہیں اول یہ کہ اگر ظن غالب معلوم ہو کہ یہ چیز انہوں نے غیر سے ظلماً لی ہے اور وہ چیز بعینہ بالتعیین
ہے اور بازار میں بیچی ہے تو اسکا خرید کرنا بچنا چاہیے اگرچہ وہ صفت بدل گئی ہو دوسری یہ کہ وہ چیز تو بعینہ موجود ہے لیکن اور چیز سے اسطرح مخلوط ہو گئی
ہے کہ جدا نہیں ہو سکتی تو امام اعظم کے قاعدہ پر خلط سے اسکی ملک میں داخل ہو گئی مگر اس سے خرید کرنا بچنا چاہیے جب تک کہ وہ مالک کو راضی نہ کر لے بدلا دے کر تو اگر بلا ادائے
ضمان خرید کریگا تو مشتری مالک ہو گا مع الکراہۃ ثالث یہ ہے کہ جب معلوم ہو کہ غصب اور بیاج وغیرہ کی چیز اسکے پاس باقی نہیں اسنے بیچ ڈالی یا غیر کے ہاتھ تو واقف کو اس سے
خرید کرنا درست ہے اور یہی فتوی ہے اور بہتر یہی ہے کہ ایسے سے خرید نہ کرے بالجملہ طلب حلال ان بلاد میں دشوار ہے جواہر الفتاوی میں ہے کہ ہمارے بعض مشائخ نے کہا کہ اس زمانہ میں حرام
محض کا ترک لازم ہے اور یہ لازم جان ہے اسلئے کہ ایسی چیز نہ پاویگا جس میں شبہہ نہ ہو قنیہ میں ہے اگر ظن غالب ہو کہ اہل بازار کی اکثر بیوع فساد سے خالی نہیں تو اگر حرام غالب ہو تو خرید کرنے سے
کنارہ کرے ولیکن باوجود اسکے اگر خرید کریگا تو اسکے حق میں حلال ہو گی بشرطیکہ اعتبار مشتری کی بیع صحیح ہو گی کذا فی العالمگیریۃ وکرہ بیع العذرۃ خالصۃ یعنی آدمی کے
خالص گوہ کی بیع مکروہ ہے برجندی میں خزانہ سے نقل کی کہ آدمی کے گوہ کی بیع باطل ہے لیکن اگر اسپر مٹی غالب ہے تو جائز ہے لا یکرہ بل یصح بیع السرقین ای الزبل خلافا للشافعی
مکروہ نہیں بلکہ صحیح ہے گوبر اور لید اور مینگنی کی بیع برخلاف شافعی کے شارح نے کہا سرقین عبارت ہے زبل بالکسر سے یعنی فضلہ حیوانات ہے سرقین معرب ہے سرگین کا وہ عبارت
ہے روث اور بعر اور خثی سے کذا فی الحموی وصح بیعہا مخلوطۃ بتراب او رماد غلب علیہا فی الصحیح اور آدمی کے گوہ کی بیع صحیح ہے جبکہ وہ مخلوط ہو گیا اسقدر مٹی اور راکھ سے جو
گوہ پر غالب ہے قول صحیح میں ہم قہستانی نے کہا کہ خلط کی صورت یہ ہے کہ مٹی اوپر اور گوہ نیچے پڑی ہو نہ بالعکس اسواسطے کہ نجس کا اٹھانا ممنوع ہے محیط اور قنیہ میں بحث
بیع مخلوطہا بلا قید تراب مذکور ہے تو یا مطلق کو مقید پر حمل کیجیے یا رخصت اور استحباب پر کذا فی الطحطاوی کما صح الانتفاع بمخلوطہا ای العذرۃ بل بہا خالصۃ علی ما صححہ
جیسے کہ بیع کے مانند آدمی کے مخلوط گوہ سے نفع لینا یعنی باغ اور کھیت میں ڈالنا صحیح ہے بلکہ خالص گوہ سے انتفاع
الزیلعی وغیرہ خلافا لتصحیح الہدایۃ فقد اختلف التصحیح وفی الملتقی ان الانتفاع کالبیع ای فی الحکم فافہم
درست ہے زیلعی وغیرہ کی تصحیح کے بموجب برخلاف تصحیح ہدایہ تو تصحیح میں اختلاف واقع ہوا اور ملتقی میں ہے کہ انتفاع گوہ کا
بیع کے مانند ہے یعنی حکم میں برابر ہے تو اسکو سمجھ لے یعنی جیسے بیع میں خلط شرط ہے ویسے ہی انتفاع میں وجاز اخذ دین علی کافر من ثمن خمر لصحۃ بیعہ اور مسلمان کو جائز ہے اپنا
دین لینا جو کافر پر ہے شراب کے ثمن سے بسبب صحیح ہونے بیع شراب کے یعنی شراب کافر کے حق میں مال متقوم ہے تو ثمن کا مالک بائع ہو گا تو اس سے دین لینا درست ہو گا
بخلاف دین علی مسلم لبطلانہ الا اذا وکل ذمیا ببیعہ فیجوز عندہ خلافا لہما
برخلاف مسلم کے کہ شراب اسکے حق میں مال متقوم نہیں تو ثمن کا مالک مشتری ٹھہریگا نہ بائع تو ثمن شراب کا لینا درست نہیں بسبب باطل ہونے بیع مذکور کے
وعلی ہذا الوارث لمسلم وترک ثمن خمر باعہ مسلم لا یحل لورثتہ کما بسطہ الزیلعی برخلاف اس دین کے جو مسلمان پر ہے
مگر جبکہ مسلمان ذمی کو اپنا وکیل کرے شراب کے بیچنے میں تو امام کے نزدیک یہ بیع جائز ہے برخلاف صاحبین کے اور بنا بر اسکے یعنی بطلان بیع کے اگر مسلمان مر گیا اور
اسنے ثمن اس شراب کا ترکہ چھوڑا جسکی بیع کسی مسلمان نے کی تھی تو اسکے وارثوں کو حلال نہیں چنانچہ اسکو زیلعی نے مشرح بیان کیا ہے ہم زیلعی نے لکھا فقہا نے کہا اگر کوئی
مر گیا اور جسکی کمائی شراب بیچنے یا ظلم یا رشوت کی تھی تو اسکے وارث اسکو نہ لیں اور جس مالک سے لیا گیا اسکو پھیر دیں اگر انکو جانتے ہوں اور اگر نہ جانتے ہوں تو مال کو خیرات کر دیں
یعنی مالکوں کو ثواب کی نیت سے اسواسطے کہ حرام کمائی کا طریقہ تصدق ہے جب مالک پر رد نہ ہو سکے کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ الحرمۃ تنتقل مع العلم الا للوارث
الا اذا علم ربہ اور اشباہ میں ہے کہ حرمت منتقل ہوتی ہے مگر وارث کے حق میں منتقل نہیں ہوتی مگر جبکہ وارث مال حرام کے مالک کو جانتا ہو تو وارث کے حق میں بھی حرمت
انتقال کرتی ہے قلت ومر فی البیع الفاسد لکن فی المجتبی مات وکسبہ حرام فالمیراث حلال ثم رمز وقال لا ناخذ بہذہ الروایۃ وہو حرام مطلقا علی الورثۃ فتنبہ میں کہتا
ہوں اور اشباہ کا قول بیع فاسد میں مذکور ہو چکا لیکن مجتبی میں ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اسکا کسب حرام ہے تو میراث حلال ہے پھر صاحب مجتبی نے رمز لکھی اور
کہا کہ ہم اس روایت کو نہیں لیتے ہیں اور وہ مال حرام ہے مطلقاً وارثوں پر خواہ وارث صاحب مال کو جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں تو خبردار رہو کہ اشباہ کا
قول ضعیف ہے لائق حجت کے نہیں ہے ہم ملتقی میں امام محمد سے روایت ہے کہ نوحہگر عورت یا طبل یا مزمار بجانے والے نے مال کمایا اگر نوحہ اور بجانے کی

شرط پر مال حاصل ہوا تو مالکون کو وہ مال پھیر دے اگر جانتا ہو اسواسطے کہ یہ مال بمقابلہ گناہ کے ہی تو اُسکا لینا گناہ ہی اُسکو پھیر دینا چاہیے اور اگر صاحب مال معلوم نہو
تو خیرات کردے مالکون کی طرف سے تا اگر عین مال اُنکو نہیں ملا تو ثواب اُنکو ملے اور اگر بلا شرط نوحہ گری و سرود کے مال ملا تو یہ مال حلال ہی کذا فی الطحطاوی تنبیہ ہندوستان
مین مروج ہی کہ اکثر قوال اور گانے والے اجرت نہین ٹھہراتے اور شرط نہین کرتے بعد فراغت شادی کے رواج اور معمول کے موافق دیتے ہین تو اگرچہ ظاہر مین شرط
نہین لیکن درحقیقت یہ بھی شرط ہی اسواسطے کہ فقہ کا قاعدہ کہ المعروف کالمشروط یعنی معمولی درپردہ مشروط کے برابر ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وجاز تحلیۃ المصحف
لما فیہ من تعظیمہ کما فی نقش المسجد اور جائز ہی آرائش مصحف مجید کی چاندی سونے سے اسواسطے کہ اسمین اسکی تعظیم ہی جیسے مسجد کی نقش کاری در آرائش مین تعظیم اور جہالت
قدرہم خانیہ مین ہی کہ آرائش مصحف کی سونے اور چاندی سے درست ہی اور ابو یوسف کے نزدیک مکروہ انتہی اور مسئلہ مسجد مین اختلاف ہی سراجیہ مین ہی مسجد مین نقش کاری
چونہ اور ساگون اور سونے کے پانی سے لاباس بہ اور فقیرون کو دینا افضل ہی نقش کاری سے مضمرات مین ہی کہ اسی قول پر فتوی ہی کہ بعض مشایخ نے کہا کہ محراب در
دیوار قبلہ پر نقش کاری قلیل ہو یا کثیر مکروہ ہی اسواسطے کہ نمازی کا دل مشغول ہوجاتا ہی تماشا مین نماز سے غافل ہوجاتا ہی اور چھت کی نقش کاری قلیل ہو تو
جائز ہی اور کثیر مکروہ جو مٹی نجس پانی سے تر ہوئی اُسکا لگانا مسجد مین مکروہ ہی برخلاف لید اور گوبر کے جب مٹی مین ملائی گئی تو اُسکا مسجد مین لگانا درست ہی سقیکا
کی ضرورت کے سبب سے مسجد مین کھانا اور سونا مکروہ ہی مگر معتکف کو درست ہی اور جب کھانے اور سونے کا مسجد مین قصد کرے تو اعتکاف کی نیت کر لے پھر مسجد مین جائے
اور ذکر خدا کرے جسقدر مدت کی اعتکاف کی نیت ہو یعنی گھڑی یا دو گھڑی کی یا نماز پڑھے پھر اسکے بعد کھانا یا لیٹنا جو چاہے کرے چنانچہ سراجیہ مین ہی مسجد مین درخت
لگانا سایہ کی نیت سے درست ہی بشرطیکہ مسجد مین تنگی نہو نی ہو اور صفت مین خلل نہ پڑتا ہو تعظیم مسجد پندرہ طرح پر ہی اول یہ کہ دخول مسجد کے وقت سلام کرے اگر لوگ
بیٹھے ہون اور ذکر وغیرہ مین مشغول نہون اور اگر نماز پڑھتے ہون تو یہ کہے السلام علینا من ربنا وعلی عباد اللہ الصالحین ۲ نماز پڑھے دو رکعت تحیۃ المسجد بیٹھنے سے پہلے ۳
خرید و فروخت نہ کرے ۴ تلوار نہ نکالے ۵ گم ہوئی چیز وہان تلاش نہ کرے ۶ سوا ذکر خدا کے وہان آواز بلند کرے ۷ دنیا کی باتین نہ کرے ۸ اندر جانے کے واسطے
لوگون کی گردنون پر نہ پھاندے ۹ مکان کے واسطے نزاع نہ کرے کہ مین یہان بیٹھونگا تو وہان بیٹھ ۱۰ کسی پر تنگی نہ کرے صف مین ۱۱ نمازی کے آگے نہ چلے ۱۲ مسجد مین نہ تھوکے
۱۳ وہان انگلیان نہ چٹکادے ۱۴ نجاسات اور لڑکون اور دیوانون اور اقامت حدود سے مسجد کو پاک رکھے ۱۵ اللہ تعالی کی یاد مین بہت کرے کذا فی العالمگیریہ حدیث
صحیح مین وارد ہی کہ جب مسجد مین جاے تو اول داہنا پانون رکھے اور درود پڑھے اور یہ دعا کرے (اللّٰھم افتح علی ابواب رحمتک) اور جب باہر نکلے تو اول بایان پانون
بڑھاوے اور درود پڑھے اور یون دعا کرے (اللّٰھم افتح علی ابواب فضلک) وتعشیرہ اور قرآن مجید کی دس دس آیتون پر علامت بنانا جائز ہی ونقطہ ای اظہار اعرابہ وبہ یحصل
الرفق جدا خصوصا للعجم فیستحسن اور قرآن مجید کا نقطہ یعنی اُسکے اعراب کو ظاہر کرنا الکھا جائز ہی اور اعراب کی تحریر سے یقیناً آسانی حاصل ہوتی ہی خصوصاً عجمیون کو یعنی عرب کے
سوا اور ملک والون کو تو اعراب دینا مستحب ٹھہرا مع برہان مین ہی کہ اصل وجہ یہ ہی کہ تعشیر اور نقطہ مصحف مین مکروہ ہی اسواسطے کہ اسمین ترک تجرید ہی اور عبد اللہ بن مسعود
نے کہا کہ قرآن کو مجرد رکھو اور اسمین اُس چیز کو نہ ملاؤ جو اسمین داخل نہین اور تجرید دو معنی کی محتمل ہی ایک تجرید فی التلاوۃ یعنی قرآن کے ساتھ غیر قرآن کو نہ پڑھنا دوسری
تجرید فی الخط یعنی قرآن کے لکھنے مین نقطہ اور تعشیر نہ کرنا کذا فی الطحطاوی لیکن متاخرین کے نزدیک تسہیل کے واسطے درست ہی وعلی ہذا لاباس بکتابۃ اسامی السور و
عدد الای وعلامات الوقف ونحوہا فہی بدعۃ حسنۃ درر وقنیۃ اور بنا برین اسکے نظر تسہیل کچھ مضائقہ نہین سورتون کے نام اور آیتون کی شمار اور وقف کی نشانیون کے اور انکے
مانند چنانچہ لفظ سجدہ علامت آیات سجود کے لکھنے مین تو وہ بدعت حسنہ ہی کذا فی الدرر والقنیۃ وفیہا لاباس بلف اغذ خبار ونحوہا فی مصحف وتفسیر وفقہ وکرہ فی کتب نجوم و
ادب اور قنیہ مین ہی کہ مضائقہ نہین اخبار وغیرہا کا غذات کا مصحف اور تفسیر اور فقہ کی دفتیون مین لگانا اور نجوم اور ادب یعنی صرف ونحو بلاغت وغیرہا کا دفتیون مین
لگانا مکروہ ہی حم فتاوی عالمگیری مین ہی کہ ابو حامد سے سوال ہوا کو اغذ اخبار اور متعلقات کا جو اوراق غلافون مین استعمال کرتے ہین یعنی صحاف دفتیون مین
لگاتے ہین تو جواب دیا کہ مصحف اور کتب تفسیر اور فقہ مین درست ہی نہ کتب ادب اور نجوم مین انتہی لیکن یہ بیان نہین کہ اخبار سے احادیث مراد ہین یا تواریخ

محمد غزالی ۱۲

لکذا فی الطحطاوی ویکرہ تصغیر مصحف وکتابتہ بقلم دقیق یعنی تنزیہا ولا یجوز لف شیء فی کاغذ فقہ ونحوہ وفی کتب الطب یجوز مصحف کی چھوٹی تختی کرنا اور باریک قلم
سے لکھنا مکروہ بکراہت تنزیہی ہے اور فقہ وغیرہ دینی کتاب کے کاغذ میں کسی چیز کو لپیٹنا جائز نہیں اور طب کی کتابوں میں لپیٹنا جائز ہے ہم کتابت کے قرآن کا
جو قصد کرے اسکو لائق ہے کہ واضح تر اور خوشخط کتابت کرے عمدہ سفید ورق پر جلی قلم اور روشن سیاہی سے لکھے اور بین السطور کشادہ رکھے اور مصحف کی ضخامت اور
حجم زیادہ کرے کذا فی القنیہ **وجاز دخول الذمی مسجدا** مطلقا وکرہہ مالک مطلقا وکرہہ محمد رح والشافعی واحمد رح فی المسجد الحرام اور جائز ہے داخل ہونا ذمی کا
ہر مسجد میں اگرچہ مسجد الحرام ہو اور مالک نے اسکو مکروہ کہا ہے ہر مسجد میں اور محمد اور شافعی اور احمد نے مسجد الحرام کے جانے کو مکروہ کہا ہے ذمی کے حق میں ہم اماموں کی
دلیل وہ حدیث ہے جو سنن ابو داؤد میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں کو مسجد میں اتارا اور مسند احمد اور طبرانی میں بھی اس مضمون کی حدیث وارد
ہے کذا فی العینی شافعی کی دلیل یہ آیت ہے انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامہم ہذا یعنی مشرک ناپاک ہیں تو مسجد الحرام کے قریب نجاویں اس
سال کے بعد اور دوسری دلیل یہ ہے کہ وہ غسل جنابت اسطرح نہیں کرتے کہ جنابت دفع ہو اور نجاست کی دلیل سے مالک نے کہا کہ کسی مسجد میں آنا جانا روا
نہیں شارح نے اسکا جواب اگلے قول میں دیا قلنا النہی تکوینی لا تکلیفی ہم جواب کہتے ہیں کہ قرآن کی نہی تکوینی ہے نہ نہی تکلیفی اور تکوینی نسبت ہے تکوین کی طرف
اور تکوین ماتریدیوں کے نزدیک وہ صفت قدیم ہے جسکے طرف افعال کی صفات رجوع ہوتی ہیں تو آیت شریفہ کے معنی یہ کہ حق تعالی مشرکین میں مسجد الحرام کی
نزدیکی کو پیدا نہ کرے گا امر تکوینی کی مثال ائتیا طوعا او کرہا اور امر تکلیفی کی مثال اقیموا الصلوۃ اور تکوینی اور تکلیفی کا فرق یہ ہے کہ امتثال متخلف نہیں ہوتا
تکوینی سے عقلاً اور تکلیفی سے متخلف ہوتا ہے کذا فی الحلبی وقد جوزوا عبور عابر سبیل جنبا اور البتہ شافعیوں نے جائز رکھا ہے جنابت میں مسجد کے اندر چلنا راہ
چلنے کے مانند ہم یعنی یہ جو شافعیوں نے جنابت کفار کو عدم دخول مسجد پر دلیل ٹھہرایا ہے سو دلیل ناتمام ہے اسواسطے کہ انکے نزدیک مسجد میں بلا توقف گذرنا درست

ہے فمعنی لا یقربوا لا یحجوا ولا یعتمروا عراۃ بعد حج عامہم ہذا عام تسع حین امر الصدیق ینادی علی علی حیرہ بسورۃ براۃ وقال الا لا یحج بعد عامنا ہذا مشرک
ولا یطوف عریان رواہ الشیخان وغیرہما فلیحفظ پھر جب نہی تکوینی ٹھہری تو آیت شریفہ کا مطلب یہ ہوا کہ مشرکین حج اور عمرہ برہنہ نہ کرینگے اس سال یعنی ہجری
نویں سال کے بعد جبکہ حضرت صدیق اکبر امیر حج ہوئے تھے اور حضرت علی نے اپنے اونٹ پر سے سورہ براۃ بآواز بلند سنا دی اور کہا خبردار ہو کہ ہمارے
اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی برہنہ طواف نہ کرے اسکو شیخین یعنی بخاری اور مسلم وغیرہما نے روایت کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اتقانی نے کہا کہ آیۃ
ہمارے اصحاب کے نزدیک اسپر محمول ہے کہ مشرک منع کیے جاویں مسجد الحرام کی تولیت اور کارپردازی سے یا برہنہ طواف پر محمول ہے چنانچہ جاہلیت میں کرتے تھے
تو حق تعالی نے تنزیہ مسجد الحرام کا امر فرمایا نہ یہ کہ نفس دخول ممنوع ہے بدلیل حدیث صحیح بخاری کے کہ مذکور ہو چکی تو یہ حکم یا فقط مومنین کو ہے کہ انکو روکیں یا مومنین
اور کفار دونوں کو بموجب اس قول کے کہ کفار فروع شریعت سے مخاطب ہیں اور یہ نہی تکوینی نہیں ہے اسواسطے کہ نہی تکوینی کا مدلول نہی سے عقلاً متخلف
نہیں ہوتا اور یہاں ایسا نہیں ہے انتہی الطحطاوی نے کہا یعنی یہ کیونکر معلوم ہو کہ بعد اس نہی کے کسی مشرک نے برہنہ طواف نہیں کیا تو بہتر یہ تھا کہ شارح وہ استدلال
کرتا جو اور اہل مذہب نے کیا ہے انتہی مختصرا بتصرف ولا تنس با مر فی فصل الجزیۃ اور تم بھولیو وہ مضمون جو جزیہ کی فصل میں گذر گیا م فصل جزیہ میں یہ ہے کہ محمد نے
سیر کبیر میں دخول کافر کو مسجد الحرام میں منع کیا ہے اور سیر کبیر میں عدم منع مذکور کیا ہے اور سیر کبیر پچھلی تصنیف ہے محمد کی تو ظاہر ہوا انہیں وہ مسئلہ وارد کیا ہے جو
آخر کا خوب ثابت ہو گیا **وجاز عیادتہ بالاجماع** اور جائز ہے بیمار پرسی ذمی کی بالاتفاق ہم بخاری وغیرہ میں مروی ہے کہ یہودی لڑکا رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت کرتا تھا جب بیمار ہوا تو حضرت اسکی عیادت کو تشریف لے گئے پھر فرمایا مسلمان ہو جا سو وہ مسلمان ہو گیا حضرت نے فرمایا شکر ہے
خدا کو جسنے اسکو دوزخ سے آزاد کیا کذا فی العینی اور اسواسطے کہ عیادت ایک قسم کا احسان ہے اور قرآن مجید میں حربی کفار کے احسان سے منع فرمایا برخلاف
غیر حربی کے لیکن جامع صغیر میں یہودی اور نصرانی کی عیادت کا جواز مذکور ہے وفی عیادۃ المجوسی قولان اور مجوسی کی عیادت میں دو قول ہیں

جواز اور بعدم جواز وجاز عیادة فاسق علی الاصح لانہ مسلم والعیادة من حقوق المسلمین اور جائز ہے بیمار پرسی فاسق کی برقول اصح کے واسطے کہ فاسق مسلمان ہو گنہگار اور بیمار پرسی تو مسلمانون کے حقوق مین سے ہے وجاز خصاء البہائم حتی الہرة اور جائز ہے خصی کرنا چارپائے جانورون کا یہانتک کہ بلی کا بھی خصی ورجب کا خصیہ نکالا جائے ہندی مین اسکو بدھیا کہتے ہین وا انخصا الآدمی فحرام اور آدمی کا خصی کرنا تو حرام ہے ہم خوجون سے خدمت لینا اور انکو عورتون مین جانے دینا مکروہ ہے امام اعظم نے کہا کہ اگر لوگ انسے خدمت نہ لیتے تو خصی کرنے والے انکو کیون خصی کرتے بعضون نے کہا کہ خوجے مخصوص ہیدا ہو ہین دل یہ کہ اسلئے کہ سلب سے پیدا نہین ہوتے اور نہ انسے مسلمان پیدا ہوتا ہے اور لوگون کی تادیب مین زبردست اور خود بے ادب اور عورتون کی مجلس مین آرزو کرتے ہین کہ کاش ہم بھی عورت ہوتے اور بال جمع کرنے مین نہایت حریص ہوتے ہین اور شدت سے بخیل ہوتے ہین باوجودیکہ اولاد نہین رکھتے کذا فی العینی قیل والفرس بعضون نے کہا اور گھوڑے کا آختہ کرنا حرام ہے ہم شیخ الاسلام نے کہا حرام ہے اور شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک آختہ کرنے مین کچھ مضائقہ نہین قیدوہ المنفعة والا فحرام اور خصی کرنے مین فقہا نے منفعت کی قید لگائی اور اگر منفعت نہو تو حرام ہے ہم یعنی اگر گھوڑے کے سوا اور جانورون کے خصی کرنے مین فائدہ حاصل ہوتا ہو تو درست ہے اور اگر منفعت یا دفع مضرت نہو تو حرام ہے چنانچہ عالمگیری مین ہے ذخیرہ سے وانزاء الحمیر علی الخیل کعکسہ ستانی اور گدھا چڑھانا گھوڑی پر اور گھوڑا چڑھانا گدھی پر جائز ہے یعنی بچہ لینے کے واسطے کذا فی القہستانی والحقنة للتداوی ولو برجل بطاهر لا نجس اور حقنہ اور عمل اللہ ہر بیماری کے علاج کے واسطے پاک چیز سے نہ ناپاک سے درست ہے اگرچہ حقنہ مرد کے واسطے ہو ہم دفع مرض کے واسطے حقنہ درست ہے نہ تسمین بدن کے واسطے سنن ابوداؤد مین ابودرداؓ سے روایت ہے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ نے بیماری اور دوا اتاری ہین اور ہر بیماری کی دوا مقرر کی ہے تو تم دوا کیا کرو اور حرام چیز سے دوا نہ کیجیو کذا فی العینی وکذا اکل تداوی لا یجوز الا بالطاہر لا نجس اور اسی طرح علاج کرنا جائز نہین مگر پاک چیز سے نہ نجس سے وجوزہ فی النہایة بالمحرم اذا اخبرہ طبیب مسلم ان فیہ شفاء ولم یجد مباحا یقوم مقامہ اور نہایہ مین حرام چیز سے علاج کرنے کو جائز کہا ہے بشرطیکہ مسلمان طبیب نے اسکو خبر دی ہو کہ تمہی حرام چیز سے شفا ہے اور کوئی مباح چیز اسکے قائم مقام نہین پاکی ہم ذخیرہ مین ہے ایک بیمار سے طبیب نے شراب پینے کو کہا علماء بلخ کی ایک جماعت نے کہا نظر کرنا چاہیے اگر یقیناً جانتا ہو کہ چنگا ہو جائے گا تو حلال ہے اور فقیہ عبدالملک نے اپنے استاد سے نقل کیا کہ حلال نہین ہے ہم زمانی مین ہے خون اور پیشاب پینا اور مردار کھانا بیمار کو علاج کیو اسطے جائز ہے جبکہ طبیب مسلم نے اس سے کہا ہو کہ تیری اسمین شفا ہے اور کوئی مباح چیز اسکے قائم مقام نہین اور اگر طبیب نے کہا کہ اسمین جلد شفا ہوگی تو اسمین اختلاف ہے کذا فی العالمگیریہ قلت وفی البزازیة ومعنی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم نفی الحرمة عند العلم بالشفاء دل علیہ جواز اساغة اللقمة بالخمر وجواز شربہ لازالة العطش انتہی قدر قدمناہ مین کہتا ہون اور بزازیہ مین ہے کہ اس حدیث کا یعنی مقرر اللہ تعالیٰ نے تمہاری شفا مقرر نہین کی اس چیز مین جسکو تم پر حرام کیا مطلب نفی حرمت ہے شفا معلوم ہونے کے وقت یعنی جب یقیناً بلا تردد معلوم ہو جاوے کہ اسی حرام چیز مین شفا ہے تو اب اسکی حرمت باقی نہ رہی دلالت کرتا ہے اسی مطلب پر لقمہ اتارنے کا جواز شراب سے اور شراب پینے کا جواز دفع تشنگی کے واسطے انتہی اور ہمکو مقدم ذکر کر چکے ہین یعنی اگر لقمہ حلق مین اٹک گیا کسی طرح نہین اترتا اور پانی نہین ملتا تو اسوقت شراب پینا بقدر لقمہ اتارنے کے درست ہے اور اسی طرح عطش شدید مین شراب پی لینا بقدر دفع عطش مہلک کے درست ہے اور حالانکہ شراب نجس اور حرام ہے تو معلوم ہو گیا کہ اسوقت اسکی حرمت باقی نہ رہی دالا جواز کی کون صورت ہے تتمہ دوا کرنا درست ہے اگر یہ اعتقاد ہو کہ شافی اللہ تعالیٰ ہے اور دوا کو اسنے سبب ٹھہرایا ہے اور اگر یہ اعتقاد ہو کہ دوا شافی ہے تو درست نہین معلوم کرنا چاہیے کہ ازالہ الضرر کے اسباب تین قسم ہین ایک تو سبب قطعی اور یقینی ہے چنانچہ پانی ضرر عطش کا مزیل ہے اور روٹی ضرر گرسنگی کی مزیل ہے دوسرا سبب ظنی جیسے فصد اور پچھنے لگانا اور مسہل پینا اسی طرح سائر ابواب طب یعنی برودت کا معالجہ حرارت سے اور حرارت کا برودت سے اور یہی اسباب طب مین ظاہر ہین تیسرا سبب موہوم جیسے داغنا اور منتر لیکن قطعی سبب کا ترک کرنا توکل نہین بلکہ اگر موت کا خوف ہو تو اسکا ترک کرنا حرام ہے اور سبب موہوم کا ترک کرنا توکل کی شرط ہے اسواسطے حدیث مین متوکلون کا وصف یہ ہوا ہے کہ نہ داغ لیتے ہین اور نہ منتر

نہین کرتے اور درجہ متوسط یعنی سبب ظنی جیسے علاج کرنا اسباب طب سے تو اُسکا کرنا توکل کے مخالف نہین بخلاف سبب موہوم اور اُسکا نہ کرنا بھی ممنوع اور محظور نہین بخلاف
ترک سبب قطعی بلکہ گاہے ترک علاج افضل ہوتا ہی اُسکے فعل سے بعض احوال مین بعض شخص کے واسطے چنانچہ عمادیہ مین ہی ظہیریہ سے ایک شخص کا پیٹ جاری ہوگیا یا
آنکھین جوش مین آئین سو اُسنے دوا نہ کی یہان تک کہ ناتوان ہوکر مرگیا تو اُسپر گناہ نہین اور اگر بھوکا رہا اور اُسنے نہ کھایا باوجود قدرت کے یہان تک
کہ مرگیا تو وہ گنہگار ہوگا اور دونون صورتون مین فرق یہ ہی کہ کھانا بقدر قوت کے آسودہ کردیتا ہی یقیناً تو اُسکا ترک کرنا اپنی جان کو ہلاک کرانا ہی اور معالجہ اور
دوا کرنا ایسا نہین یعنی حصول شفا کا سبب قطعی نہین ہی حجامت یعنی خون کا نکالنا پچھنون سے ہر شخص کو مستحب ہی اور حجامت بعد نصف ماہ بروز شنبہ بہتر اور
نافع ہی اور پندرھوین تاریخ سے پہلے مکروہ ہی ذخیرہ مین ہی کہ آدمی اور سور کے سوا اور حیوانات کی ہڈیون سے علاج کرنا درست ہی لیکن اگر مردار جانور ہو تو اُسکی
خشک ہڈی سے علاج درست ہی نہ تر سے قنیہ مین ہی کہ عورت کے دودھ کا ناس لینا مرد کو اور علاج کے واسطے پینا درست ہی لیکن جواہر اخلاطی مین ہی کہ اجزاء آدمی
سے نفع حاصل کرنا جائز نہین خلاصہ مین ہی کہ تریاق کا کھانا مکروہ ہی جبکہ اُسمین سانپ کا گوشت پڑا ہو لیکن بیع اُسکی درست ہی اور اگر یقیناً معلوم ہو کہ اُسمین سانپ
نہین پڑا ہی تو اُسکا پینا درست ہی محیط مین ہی کہ لڑکون کا داغنا مرض سے اور اسی طرح حیوانات کا داغنا نشانی کیواسطے درست ہی خزانۃ الفتاوی مین ہی کہ قرآن کے فسون
کرنے مین اختلاف ہی یعنی مریض پر قرآن پڑھنا یا کاغذ مین لکھنا اور مریض پر لٹکانا یا برتن مین لکھ کے دھونا اور بیمار کو پلانا عطا اور مجاہد کے نزدیک مباح ہی اور نخعی کے
نزدیک مکروہ ہی خزانۃ المفتیین مین ہی کہ نوروز کے ایام مین کاغذ پر دعا وغیرہ لکھنا اور دروازون پر چپکانا حرام ہی اسواسطے کہ اسمین اللہ تعالی کے نام پاک کی اہانت ہی
اور نجومیون سے مشابہت ہی اکل من العالمگیریہ **وجاز رزق القاضی من بیت المال** لو بیت المال حلالا جمع بحق والا لم یحل اور جائز ہی قاضی کا رزق بیت المال
یعنی خزانہ سلطانی سے بشرطیکہ بیت المال حلال واجبی جمع ہوا ہو نہ غیر واجبی ظلم سے جمع ہوا ہو تو قاضی کو اُسمین سے لینا حلال نہین یعنی اسواسطے کہ وہ غیر کا مال
ہی اُسکے مالک کو پھیر دینا چاہیے کذا فی الزیلعی وعبر بالرزق لیفید تقدیرہ بقدر ما یکفیہ واہلہ فی کل زمان ولو غنیا فی الاصح اور مصنف نے وظیفہ قاضی کو تعبیر رزق کیا
تا معلوم ہو کہ مقدار اُسکی بقدر کفایت قاضی کے اور اُسکے عیال کے چاہیے ہر زمانہ کے موافق اگر قاضی مالدار ہو تو بھی روزی اُسکی بیت المال سے متعلق ہی قول اصح
مین ہم اسواسطے کہ اُسنے اپنی ذات کو روک رکھا مصلحت مسلمین کے واسطے اور حبس منجملہ اسباب نفقہ ہی وہذا لو بلا شرط ولو بہ کالاجرۃ فحرام لان القضاء طاعۃ فلم یجز کسائر
الطاعات قلت وہل یجری فیہ کلام المتاخرین لیحرر اور یہ یعنی بیت المال سے قاضی کی روزی کی حلت اُسوقت ہی جبکہ روزینہ بدون شرط کے مقرر ہوا ہو اور اگر شرط
سے ہو اجرت کے مانند تو اب قاضی کو بیت المال سے لینا حرام ہی اسواسطے کہ فیصل کرنا مقدمات کا طاعت اور عبادت ہی تو اُسکا اجارہ جائز نہوگا جیسے اور باقی
طاعات کا جائز نہین مین کہتا ہون اور کیا قضا مین متاخرین کا کلام جاری ہوگا یا نہین اسکی تحریر کرنا چاہیے ہم متاخرین کا کلام یہ ہی کہ طاعت پر استیجار درست
ہی طحطاوی نے کہا تحریر اسکی یہ ہی کہ جسکے نزدیک قرأت قرآن اور فقہ مخصوص بجواز اجارہ ہی تو قضا وغیرہ حاجات مین اجارہ جائز نہوگا اور جو عموم طاعات
کے اجارہ کو جائز رکھتا ہی تو اُسکے نزدیک درست ہوگا **وجاز سفر امۃ وام الولد والمکاتبۃ والمبعضۃ بلا محرم** ہذا فی زمانہم اما فی زماننا فلا لغلبۃ اہل
الفساد وبہ یفتی ابن کمال اور لونڈی اور ام ولد اور مکاتبہ اور جو لونڈی کہ نصف یا ثلث آزاد ہی تو اُسکا سفر کرنا بدون محرم کے درست ہی یہ حکم تھا زمانہ قدما کا
ہمارے زمانہ مین تو سفر غیر محرم کے ساتھ لونڈیون کا جائز نہین اہل فساد کے غلبہ کے سبب سے اور اسی قول پر فتوی ہی کذا ذکرہ ابن کمال **وجاز شراء ما لا بد**
للصغیر منہ وبیعہ ای بیع ما لا بد للصغیر منہ **لاخ وعم وام وملتقط ہو فی حجرہم** ای کنفہم والا لا اور صغیر کے واسطے خرید کرنا اُس چیز کا جو اُسکے واسطے ضروری
چنانچہ نفقہ اور کسوت اور دایہ نوکر رکھنا اور بیچنا اُسکا جو صغیر کے واسطے ضروری ہی جائز ہی اُسکے بھائی اور چچا اور مان کو اور اُسکو جسنے لاوارث لڑکا پڑا پایا بشرطیکہ
صغیر اشخاص مذکورین کی حفظ اور پرورش مین ہو اور اگر اُنکی پرورش مین نہو تو خرید فروخت صغیر کے مال کی درست نہین **وجاز اجارتہ لامہ فقط**
لو فی حجرہا وکذا الملتقط علی الاصح کذا عزاہ المصنف لشرح المجمع ولم ارہ فیہ ویاتی تمامہ فیہ فتنبہ اور فقط اُسکی مان کو صغیر کا اجارہ دینا جائز ہی اگر اُسکی

پرورش مین ہو اور اسی طرح لاوارث لڑکا پانے والے کو صغیر کا اجارہ درست ہی بنابر قول اصح کے چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین اس قول کو شرح مجمع
کی طرف نسبت کیا ہی اور مین نے اسمین نہین دیکھا اور آگے متن مین وہ مضمون آویگا جو اسکے مخالف ہی تو آگاہ رہیو طحطاوی نے کہا کہ موید قول مصنف زیلعی مین ایک قدر کی
کی روایت سے یعنی صغیر کا اجارہ ملتقط کو جائز ہی اسواسطے کہ اسمین ضرر درست ہی اور صغیر کے واسطے محض نفع ہی وکذا للعمہ عند الثانی خلافا للثالث اور اسی طرح صغیر کے چچا کو
اسکا اجارہ دینا درست ہی ابو یوسف کے نزدیک نہ محمد کے نزدیک مم یہ شارح کی غلط فہمی ہی اسواسطے کہ اُسنے نقل کلام کافی کا شرنبلالیہ سے قصد کیا ہی حالانکہ شرنبلالیہ
مین یون ہی کہ اگر صغیر چچا کی پرورش مین ہو اور اُسکی ماں اُسکو اجارہ دے تو ابو یوسف کے نزدیک صحیح ہی اور محمد کے نزدیک جائز نہین کذا فی الطحطاوی ولو آجر الصغیر
نفسہ لم یجز الا اذا فرغ العمل لتمحضہ نفعا فیجب المسمی اور اگر صغیر نے اپنی ذات کو خود اجارہ دیا تو جائز نہین مگر جبکہ اجارہ کے کام سے فراغت ہو گئی ہو تو جائز
ہی کیونکہ اب اجارہ نفع محض ہو گیا تو اجر مسمی واجب ہوگا یعنی علت عدم جواز احتمال ضرر تھا سو بعد از فراغ عمل ضرر کا احتمال نہ رہا اجرت حاصل ہونے سے
سراسر نفع ہو گیا وصح اجارۃ اب وجد وقاض ولو بدون اجر المثل فی الصحیح کما یعلم من الدرر فلیحفظ اور صحیح ہی اجارہ دینا صغیر کا باپ اور دادا اور قاضی کو
اگرچہ اجارہ بدون اجر مثل کے ہو صحیح قول مین چنانچہ درر سے یہ معلوم ہوتا ہی تو اُسکو دیکھ لے وجاز بیع عصیر عنب ممن یعلم انہ یتخذہ خمرا لان المعصیۃ
لا تقدم بعینہ ابل بعد تغیرہ وقیل یکرہ لاعانتہ علی المعصیۃ اور نچوڑا شیرہ انگور کا بیچنا اُس شخص سے جسکو بائع جانتا ہی کہ اُسکی شراب بناویگا درست ہی
اسواسطے کہ گناہ قائم نہین ہوتا شیرہ کی ذات سے بلکہ گناہ ثابت ہوتا ہی شیرہ کے متغیر ہونے کے بعد یعنی شیرہ مین نشہ نہین جو اُسکی بیع ناجائز ہو بلکہ
جب اُسکی حقیقت بدل کر شراب نبے گی تب گناہ ثابت ہوگا اور قول ضعیف یہ ہی کہ شیرہ انگور کی بیع شراب بنانے والے کے ہاتھ مکروہ ہی گناہ کی
اعانت کے سبب سے مم شیرۂ انگور کی بیع درست ہی جیسے جاریہ مغنیہ اور ٹکر مارنے والے مینڈھے اور اُڑانے والے کبوتر اور لڑنے والے مرغ کی بیع درست ہی
اسواسطے کہ ان اشیا کی ذات خلاف شرع نہین بلکہ انکا استعمال خلاف شرع ہی یعنی گوانا اور ٹکر لگوانا اور کبوتر اُڑانا اور مرغ لڑانا خلاف شرع ہی برہان مین ہی کہ شیرہ
انگور کی بیع شافعی اور مالک کے نزدیک جائز نہین بدلیل قولہ تعالی (ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان) یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ باہم مددگاری نہ کرو گناہ
اور سرکشی پر اور ہماری دلیل یہ آیت ہی (واحل اللہ البیع) یعنی حق تعالی نے بیع کو حلال کیا ہی کذا فی الطحطاوی ونقل المصنف عن السراج والمشکلات ان قولہ ممن
ای من کافر اما بیعہ من المسلم فیکرہ ومثلہ فی الجوہرۃ والباقانی وغیرہما زاد القہستانی معزیا للخانیۃ انہ یکرہ بالاتفاق اور مصنف نے اپنی شرح مین سراج اور مشکلات
سے نقل کیا کہ شیرۂ انگور کی بیع کافر شراب ساز سے مکروہ نہین اور مسلمان شراب ساز سے تو اُسکی بیع مکروہ ہی اور اسی کے مانند جوہرہ اور باقانی وغیرہما مین ہی اور
قہستانی نے خانیہ سے اتنا زیادہ نقل کیا ہی کہ اُسکی بیع بالاتفاق مکروہ ہی بخلاف بیع امرد ممن یلوط بہ وبیع سلاح من اہل الفتنۃ لان المعصیۃ تقوم بعینہ بخلاف
بیع امرد کے اُس شخص سے جو غلام کرتا ہی اور ہتھیار کا بیچنا اہل فتنہ سے کہ وہ جائز نہین اسواسطے کہ یہان گناہ بعینہ انہی چیز سے قائم ہوتا ہی بلا تغیر ثم الکراہۃ
فی مسئلۃ الامرد مصرح بہا فی بیوع الخانیۃ وغیرہا واعتمدہ المصنف علی خلاف ما فی الزیلعی والعینی وان اقرہ المصنف فی باب البغاۃ قلت قدمنا ثمۃ معزیا للنہر ان
ما قامت المعصیۃ بعینہ یکرہ بیعہ تحریما والا فتنزیہا فلیحفظ توفیقا پھر دریافت کرنا چاہیے کہ مسئلہ امرد کی کراہت خانیہ وغیرہا کی کتاب البیوع مین مذکور ہی اور مصنف
نے اُسی پر اعتماد کیا ہی یہان برخلاف قول زیلعی اور عینی کے اگرچہ مصنف نے عدم کراہت کو ثابت رکھا ہی اپنی شرح مین باب البغاۃ کے اندر مین کہتا ہون اور
ہم وہان باب البغاۃ مین ذکر کر چکے ہین نہر الفائق سے کہ جس چیز مین بعینہ گناہ ثابت ہوتا ہی تو اُسکی بیع مکروہ تحریمی ہی اور اگر بعد تغیر کے گناہ ثابت ہوتا ہی تو اُسکی
بیع مکروہ تنزیہی ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے تناقض دفع ہونے کے واسطے مم یعنی تو اس تقریر سے خانیہ اور زیلعی کا تناقض دفع ہو گیا یعنی نفع کراہت
زیلعی تحریمی پر محمول ہی اور کراہت خانیہ تنزیہی پر محمول ہی واللہ اعلم وجاز تعمیر کنیسۃ اور تعمیر کنیسہ جائز ہی مم کنیسہ عبادتخانہ یہود یان فارسی مین اُسکو
کنشت کہتے ہین تعمیر سے مرمت مراد ہی* نہ اعادہ لعدم الہدم منح الغفار مین ہی کہ اگر مسلمان کنیسہ کی مرمت مین مزدوری کرے تو لاباس بہ اسواسطے

*دوبارہ بنانا ڈھانے کے بعد ۱۲

کہ عین عمل میں معصیت نہیں اور اگر ناقوس بجانے کی نوکری کرے تو لائق نہیں کذا فی الطحطاوی و حمل خمر ذمی بنفسہ و دابتہ باجر اور کافر ذمی کی شراب
لاد نا اپنی پیٹھ پر یا اپنے جانور پر مزدوری لیکر جائز ہے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک یہ مکروہ ہے اسواسطے کہ شراب میں دس شخصوں پر لعنت ہے منجملہ
انکے حامل بھی ہے امام کی دلیل یہ ہے کہ عین فعل معصیت نہیں اسواسطے کہ حمل گاہے شراب کے گرادینے یا سرکہ بنانے کے واسطے بھی ہوتا ہے اور لعون وہ حامل
ہے جو معصیت کا قصد کرے فخر الاسلام نے کہا کہ قول امام قیاس ہے اور قول صاحبین استحسان کذا فی الحموی لا عصر ہا لقیام المعصیۃ فیہ اور شراب ٹپکانے کی
مزدوری جائز نہیں اسواسطے کہ معصیت بعینہ قائم ہے و جاز اجارۃ بیت بسواد الکوفۃ ای قراہا لا بغیرہا علی الاصح واما الامصار وقری غیر الکوفۃ فلا یمکنون
لظہور شعار الاسلام فیہا وخص سواد الکوفۃ لان غالب اہلہا کان اہل الذمۃ لیتخذ بیت نار او کنیسۃ او بیعۃ او یباع فیہ الخمر وقالا لا ینبغی ذلک لانہ اعانۃ علی المعصیۃ وبہ
قالت الثلثۃ زیلعی اور قریات کوفہ میں گھر کرایہ دینا آتش خانہ یا کنشت یا کلیسا بنانے کیواسطے یا اسمیں شراب بیچنے کے واسطے جائز ہے نہ واسطے قریات
مذکورہ کے بنا بر قول اصح کے اور شہروں اور غیر کوفہ کی دیہات میں تو امور مذکورہ کی قدرت نہ دیجاے کافروں کو علامات اسلام کی ظاہر ہو جانے کے سبب سے
اور قریات کوفہ میں یہ بات اسواسطے مخصوص ہوئی کہ اکثر وہاں کے رہنے والے ذمی تھے اور صاحبین نے کہا کہ کرایہ دینا امور مذکورہ کے واسطے لائق نہیں اسواسطے
کہ یہ گناہ کی اعانت ہے اور یہی قول ہے امام شافعی اور مالک اور احمد کا کذا فی الزیلعی امام کی دلیل یہ ہے کہ اجارہ واقع ہے منفعت مکان پر لہذا اجرت بمجرد تسلیم کے واجب
ہوتی ہے اور اسمیں معصیت نہیں معصیت تو مستاجر کے فعل سے ہوتی ہے اور اسمیں مختار ہے پھر جب فعل مختار درمیان میں واقع ہوا تو معصیت کی نسبت صاحب مکان سے قطع ہو گئی
وبہ علم وجاز بیع بناء بیوت مکۃ وارضہا بلا کراہۃ وبہ قال الشافعی وبہ یفتی عینی وقدمر فی الشفعۃ اور مکہ معظمہ کے گھروں کی عمارت اور زمین کی بیع بلا کراہت جائز ہے
اور یہی قول ہے شافعی کا اور اسی کا فتوی دیا ہے عینی نے اور یہ مسئلہ گذر گیا ہے کتاب الشفعہ میں ہم وہاں کی بیع تو بالاجماع جائز ہے اور زمین کی بیع صاحبین کے نزدیک اور
امام کی ایک روایت میں درست ہے اور اسی پر فتوی ہے اور دوسری روایت امام سے یہ ہے کہ ارض مکہ کی بیع جائز نہیں وفی البرہان فی باب العشر ولا یکرہ بیع ارضہا کبناہا
وبہ یعمل اور برہان کے باب العشر میں ہے کہ زمین مکہ کی بیع وہاں کی عمارت کی مکروہ نہیں اور اسی کے مانند پر عمل ہے وفی مختارات النوازل لصاحب الہدایۃ لا بأس
ببیع بناہا واجارتہا لکن فی الزیلعی وغیرہ یکرہ اجارتہا اور صاحب ہدایہ کے مختارات النوازل میں ہے کہ مکہ معظمہ کی عمارت بیچنے میں اور اسکے کرایہ میں کچھ نقصان
نہیں لیکن زیلعی وغیرہ نے کہا کہ اسکا کرایہ مکروہ ہے وفی آخر الفصل الخامس من التتارخانیۃ واجارۃ الوہبانیۃ قال قال ابو حنیفۃ رح اکرہ اجارۃ بیوت مکۃ فی
ایام الموسم وکان یفتی لہم ان ینزلوا علیہم فی دورہم لقولہ تعالی سواء العاکف فیہ والباد ورخص فیہا فی غیر ایام الموسم انتہی فلیحفظ قلت وبہذا یظہر الفرق
والتوفیق وہکذا کان ینادی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایام الموسم ویقول یا اہل مکۃ لا تتخذوا لبیوتکم ابوابا لینزل البادی حیث شاء ثم تلو الآیۃ فلیحفظ اور
تاتارخانیہ کی فصل خامس کے اخیر اور وہبانیہ کتاب الاجارہ میں دونوں کتاب والوں نے کہا کہ امام اعظم نے کہا کہ مکروہ جانتا ہوں میں مکہ معظمہ کے گھروں کا
کرایہ موسم حج کے دنوں میں اور امام اہل مکہ کو فتوی دیتے تھے کہ حاجیوں کو اتاریں اپنے گھروں میں بدون کرایہ کے بدلیل اس آیت کے کہ مکہ میں رہنے والا اور
مسافر برابر ہے اور موسم حج کے سوا اور دنوں میں وہاں کے کرایہ کی رخصت دیتے تھے انتہی ما فی التتارخانیۃ والوہبانیۃ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے میں کہتا ہوں اور اس تقریر سے
فرق ایام حج اور غیر حج کا اور دفع تناقض کراہت اجارہ اور عدم کراہت کا ظاہر ہو گیا اور اسی طرح فتوی امام کے موافق امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایام موسم
حج میں بلند آواز سے فرماتے تھے کہ اے اہل مکہ اپنے گھروں کے دروازے نہ بنا یعنی بند نہ کرو تاکہ مسافر وہاں اترے جہاں اسکا جی چاہے پھر آیت مذکورہ پڑھتے تھے تو
اسکو یاد رکھنا چاہیے وجاز قید العبد تحرزا عن التمرد والاباق وہو سنۃ المسلمین فی الفساق اور جائز ہے قید کرنا غلام کا بیڑی ڈال کر تمرد اور بھاگ جانے کے
سبب سے اور وہ مسلمانوں کا طریق ہے بدکاروں کے حق میں یعنی اس قصد سے قید کرنا درست ہے اور اگر اسکا خوف نہو تو جاندار محترم کو تکلیف دینا ناحق مکروہ ہے اور یہی حکم
لونڈی کا کذا فی الطحطاوی وقبول ہدیۃ تاجر واجابۃ دعوۃ واستعارۃ دابۃ استحسانا اور غلام کا تحفہ قبول کرنا جائز ہے جبکہ وہ باذن مولے سوداگری کرتا ہو

اور اسکی دعوت قبول کرنا اور اسکا جانور عاریت لینا درست ہی ازروے استحسان کے اور قیاس یہ ہی کہ اسکا ہدیہ وغیرہ قبول نہو کیونکہ وہ تبرع کے لائق نہین ہی لیکن
بطریق استحسان کے درست ہی تاکہ اہل معاملہ اسکی طرف رجوع کرین اور سوداگری اسکی رواج پکڑے اور حدیث صحیح مین ثابت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی کا
تحفہ قبول کیا انکے آزاد ہونے سے پہلے اور بریرہ کا تحفہ قبول کیا اور فرمایا کہ اسکے حق مین صدقہ ہی اور ہمارے واسطے تحفہ کذا فی الزیلعی وکرہ کسوتہ ای قبول
ہدیۃ العبد توبا واہداؤہ النقدین لعدم الضرورۃ اور مکروہ ہی اسکی کسوت یعنی غلام کے کپڑے کا تحفہ قبول کرنا اور روپیہ اشرفی کا ہدیہ دینا اسکا مکروہ ہی
عدم ضرورت کے سبب سے یعنی یہ امور متحلہ سوداگری کے نہین واستخدام الخصی ظاہرہ الاطلاق وقیل بل دخولہ الحریم لوسنہ خمسۃ عشر ای خصی یعنی خوجہ سے
خدمت لینا مکروہ ہی ظاہر اس کلام کا اطلاق پر دلالت کرتا ہی خواہ باہر خواہ گھر مین اور قول ضعیف یہ ہی کہ خوجہ سے باہر خدمت لینا مکروہ نہین بلکہ اسکا
جانا گھر کے اندر عورت مین مکروہ نہین اسکی عمر پندرہ سال یا زیادہ کی ہو وکرہ اقراض ای اعطاء بقال کخباز وغیرہ دراہم لو بالخوف ہلکہ لولم یدہ لشرط
لیاخذ متفرقا منہ بذلک ناشاء ولولم لشترط حال العقد لکن نعلیم انہ یدفع لذلک شرنبلالیہ لانہ قرض جر نفعا وہو بقاء مالہ اور مکروہ ہی اقراض یعنی روپیہ یا
گیہون بقال کا چنانچہ نانوائی وغیرہ کو دینا تلف ہوجانے کے خوف سے اگر اسکے پاس رکھے یہ شرط کرلینا کہ بقال سے بعوض اسکے لیا کریگا متفرق جو چاہیگا اور
اگر یہ شرط حال عقد یعنی دینے کے وقت نہ کی لیکن بقال جانتا ہی کہ وہ اسی واسطے دیتا ہی تو بھی مکروہ ہی کذا فی الشرنبلالیہ دلیل کراہت کی یہ ہی کہ اس طرح دینا قرض
ہی جس سے مالک نے نفع حاصل کیا یعنی مالک کا مال باقی رہا ہم اکثر ایسا ہوتا ہی کہ آدمی بقال وغیرہ کے پاس روپیہ رکھدیتا ہی اس خیال سے کہ میرے پاس باقی رہیگا خرچ ہوجاتا
تو بقدر ضرورت اندک اندک اس سے لیا کرتا ہی تو یہ مکروہ ہی اسواسطے کہ اس قرض سے نفع حاصل ہوا باقی رہنے مال کا خواہ دینے کے وقت متفرق لینے کی شرط اور یا نکرے
اسواسطے کہ معروف کامل شرط ہی سعید بن منصور کی سنن اور بیہقی مین حدیث مرفوع ہی کہ جب قرض دے تو مستقرض کا ہدیہ قبول نکرے اور اسکی سواری پر سوار نہو مگر اسوقت جبکہ
ہدیہ دینا اور سوار ہونا دونون مین قرض سے پہلے بھی جاری ہو اور بیہقی کی دوسری روایت یہ ہی کل قرض جر منفعۃ فہو وجہ من وجوہ الربوا یعنی جو قرض نفع کھینچے تو بھی ایک طرح
ربوا کی وجوہ سے کذا فی العینی شرح الہدایۃ فلو اودعہ لا یکرہ لانہ لو ہلک لا یضمن تو اگر روپیہ وغیرہ بقال کے پاس امانت اور ودیعت رکھدے اور اس سے متفرق لیا کرے تو مکروہ نہین
اسلیے کہ اگر روپیہ وغیرہ تلف ہوجاے بقال کے پاس تو ضامن نہین جب ودیعت مین ضمان نہوا تو قرض ثابت نہوا لہذا اخذ منفعت مکروہ نہ ٹھہرا وکذا لو شرط ذلک
قبل الاقراض ثم اقرضہ لم یکرہ اتفاقا قہستانی وشرنبلالیہ اور اسی طرح اگر یہ متفرق لینا قرض دینے سے پہلے شرط کرلیا پھر قرض دیا تو بالاتفاق مکروہ نہین کذا فی القہستانی والشرنبلالیہ ثم
تجنیس اور خزیرہ مین اسکی تین صورتین مذکور ہین ایک یہ کہ لینا بطریق تبرع یا خرید کے قرض مین شرط کرے دوسرے یہ کہ شرط نہ کرے لیکن معلوم ہو کہ اسی کے واسطے دیتا ہی یہ دونون
صورتین مکروہ ہین تیسری صورت یہ ہی کہ قرض دینے سے پہلے شرط کرے بعد اسکے قرض دے تو یہ جائز ہی کیونکہ نفس عقد مین منفعت شرط نہین کذا فی الطحطاوی وکرہ تحریما
اللعب بالنرد اور نرد کھیلنا مکروہ تحریمی ہی ہم یہ کھیل اردشیر بن بابک نے نکالا ہی لہذا اسکو نردشیر کہتے ہین کذا فی القاموس قہستانی نے کہا کہ یہ کھیل شاپور بن اردشیر
کی موضوعات سے ہی اور وہ دوسرا بادشاہ ہی ملوک ساسانیہ سے اور یہ حرام ہی اور مسقط عدالت ہی بالاجماع انتہی اور حرمت نردشیر کی حدیث مرفوع مین ثابت ہی
چنانچہ جامع صغیر مین ہی اور عینی نے اسمین صحیح مسلم سے روایت کی ہی وکذا الشطرنج بکسر اولہ ویحل ولا یفتح الا نادرا اور اسی طرح شطرنج مکروہ ہی شطرنج بکسر
شین معجمہ ہی اور سین مہملہ بھی جائز ہی اور اسکو فتحہ نہین دیا جاتا مگر بقلت ہم ہرچند شطرنج کی حرمت چند احادیث ضعیفہ مین مذکور ہی لیکن عمدہ دلیل اسکی
تحریم پر یہ ہی کہ وہ لہو ولعب ہی اور ان مذاہب ثلثہ سے جنکا استثنا حدیث معتمد مین ثابت ہی خارج کذا فی العینی شرح وقایہ مین ہی کہ شطرنج کھیلنے مین فوت نماز کا اندیشہ ہی
اور عمر ضائع کرنا ہی اور نفس باطل کا ایسا استیلا ہی کہ کھیلنے والے کو بھوک پیاس کی خبر نہین رہتی اور جنکا کیا ذکر ہی واباحہ الشافعی وابو یوسف رح فی روایۃ ونظمہا
شارح الوہبانیۃ فقال ۵ ولا باس بالشطرنج وہی روایۃ + عن الحبر قاضی الشرق والغرب یوسف + اور شطرنج کو مباح کہا ہی شافعی اور ابو یوسف نے ایک روایت
مین اور اسکو نظم کیا ہی وہبانیہ نے سو یون کہا کہ کچھ مضائقہ نہین شطرنج مین اور ایک روایت ہی منقول علامہ شرق غرب کے قاضی سے

یعنی ابو یوسف سے وعنہ اذا لم یقامر ولم یداوم ولم یخل بواجب والا فحرام بالاجماع اور یہ اباحت شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک اسوقت ہی جبکہ قمار بازی
نہ کرے اور ہمیشہ نہ کھیلے اور واجبات میں مثلاً جمعہ اور جماعت پنجگانہ میں خلل نہ ڈالے اور نہیں تو سب کے نزدیک حرام ہی وکرہ کل لہو لقولہ صلی اللہ
علیہ وسلم کل لہو المسلم حرام الا ثلثۃ ملاعبتہ اہلہ وتادیبہ لفرسہ ومناضلتہ بقوسہ اور ہر کھیل مکروہ ہی بدلیل قول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ مسلمان کا
ہر کھیل حرام ہی مگر تین کھیل حرام نہیں اپنی زوجہ سے ملاعبت کرنا اور اپنے گھوڑے کو تعلیم اور تادیب کرنا اور اپنی کمان سے تیر اندازی کرنا سبقت
کے واسطے لہو ولعب اور عبث بمعنی واحد ہیں کذا فی شرح التاویلات اور حرمت ملاہی قرآن مجید میں بھی مصرح ہی (افحسبتم انما خلقناکم عبثا)
یعنی کیا تم نے یہ گمان کیا ہی کہ ہم نے تم کو عبث پیدا کیا ہی نسائی کی حدیث مرفوع میں تعلیم سباحت یعنی پانی میں پیرنا بھی حرمت ملاہی سے مستثنی ہی
وکرہ جعل الغل طوق لہ رایۃ فی عنق العبد یعلم بانہ آبق وفی زماننا لا باس بہ لغلبۃ الاباق خصوصا فی السودان وہو المختار کما فی شرح المجمع للعینی اور
کیل والا طوق غلام کے گلے میں ڈالنا جس سے اسکا بھاگنا ثابت ہو مکروہ ہی اور ہمارے زمانہ میں طوق ڈالنا مکروہ نہیں بسبب کثرت بھاگنے کے
خصوصا حبشی غلاموں میں اور یہی قول مختار ہی چنانچہ عینی کی شرح مجمع میں ہی اور رایت وہ علامت ہی جو غلام کے گلے میں ڈالے تا معلوم ہو کہ یہ گریختہ
ہی اور وہ طوق ہی جسمیں سمار عظیم ہی جو تحریک سر سے مانع ہی کذا فی الطحطاوی وکرہ قولہ فی دعائہ بمعقد العز من عرشک ولو بتقدیم العین او ذکر
دعا میں یوں کہنا مکروہ ہی کہ بمعقد العز من عرشک اگرچہ عین کی تقدیم ہو قاف پر ہم یہاں دو صورتیں ہیں بمقعد یعنی تقدیم قاف کی عین پر اور بمعقد یعنی
تقدیم عین کی قاف پر سو دونوں طرح مکروہ ہی اسواسطے کہ مقعد مشتق ہی قعود سے تو تمکن عرش پر ثابت ہوا اور حالانکہ یہ قول مجسمہ کا باطل ہی اور معقد
بتقدیم عین بھی جائز نہیں اسلیے کہ عرش کو موضع عقد عزت کہنا موہم حدوث ہی اسواسطے کہ عرش قدیم نہیں محدث ہی تو عزت متعلق بعرش بھی حادث
ٹھہرے گی حالانکہ عزت رب العالمین قدیم ہی کذا فی العینی ملخصا وعن ابی یوسف رح لا باس بہ وبہ اخذ ابو اللیث رح للاثر اور ابو یوسف سے روایت ہی کہ دعا میں بمعقد
العز من عرشک کہنا مکروہ نہیں اور اسی قول کو فقیہ ابو اللیث نے پسند کیا ہی بدلیل اثر کے جس اثر کو بیہقی کی کتاب الدعوات میں عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہی کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بارہ رکعت نماز ادا کرے رات یا دن میں اور ہر دو رکعت میں تشہد پڑھے اور آخر نماز میں ثنائے خدائے عز وجل کرے اور درود پڑھے اور سجدہ میں سات بار
سورۂ فاتحہ پڑھے اور آیۃ الکرسی سات بار پڑھے اور (لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شیء قدیر) دس بار کہے پھر یہ دعا کرے (اللہم انی اسألک بمعاقد العز من
عرشک ومنتہی الرحمۃ من کتابک واسمک الاعظم وکلماتک التامۃ) پھر اپنی حاجت مانگے پھر اپنا سر اٹھائے پھر داہنے بائیں سلام کرے اور احمقوں کو یہ دعا نہ سکھائے اسواسطے کہ وہ دعا
کرینگے تو قبول ہوگی انتہی ابن جوزی نے کہا کہ یہ حدیث موضوع ہی اور ابن معین اور حبان نے اسکی تکذیب کی کذا فی العینی شرح الہدایۃ طحطاوی نے شرح حموی سے نقل کیا کہ اگر
لفظ عز کو عرش کی صفت قرار دیجیے نہ صاحب عرش کی تو یہ دعا جائز ہوگی اسواسطے کہ توصیف عرش کی بلفظ کرم اور مجد کے ثابت ہی اور فقیہ ابو اللیث نے جو اسکو اختیار
کیا ہی تو اسکی یہی وجہ ہی واللہ اعلم بالصواب والاحوط الامتناع لکونہ خبر واحد فیما یخالف القطعی اذ المتشابہ انما یثبت بالقطعی ہدایہ اور زیادہ تر احتیاط اس
دعا کی امتناع میں ہی اسواسطے کہ خبر واحد ہی اس امر میں جو دلیل قطعی کے مخالف ہی اسواسطے کہ متشابہ تو قطعی سے ثابت ہوتا ہی کذا فی الہدایہ ہم یعنی تنزیہ رب
العالمین شوائب حدوث اور جسمانیت سے بدلیل قطعی ثابت ہی اور یہ خبر موہم حدوث ہی تو اسکی ترک میں احتیاط ہی بلکہ جب اسکا موضوع ہونا ثابت ہوا
تو ترک واجب ہی وفی التاتارخانیۃ معزیا للمنتقی عن ابی یوسف رح عن ابی حنیفۃ رح لا ینبغی لاحد ان یدعو اللہ الا بہ والدعاء المأذون فیہ المأمور بہ
ما استفید من قولہ تعالی وللہ الاسماء الحسنی فادعوہ بہا قال وکذا لا یصلی احد علی احد الا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تاتارخانیہ میں منسوب
بمنتقی ابو یوسف سے عن ابی حنیفۃ منقول ہی کہ کسی کو دعا مانگنا لائق نہیں مگر بذریعہ ذات اور صفات اسماء الہی کے اور دعاء ماذون فیہ اور
مامور بہ وہ ہی جو حق تعالی کے اس قول سے مستفاد ہی کہ حق تعالی کے اسماء حسنے ہیں سو انہیں اسماء سے دعا کیا کرو کہا اور اسی طرح صلوۃ اور درود کوئی کسی کو

نہ کیے مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یعنی بالاستقلال لفظ صلوٰۃ درست نہیں لیکن بالتبع درست ہے ہم خانیہ میں ہے کہ غیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تنہا صلوٰۃ کہنا اسطرح
کہ (اللھم صل علی فلان) مکروہ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ملا کر یوں کہنا (اللھم صل علی محمد وعلی آلہ وصحابہ) تو جائز ہے اتقی الحکمی پانچ ائمہ علیہم السلام پر بارز اعطالی
صلوٰۃ درست ہے اور سلام بجائے صلوٰۃ کافی ہے کذا فی الطحطاوی وکرہ قولہ بحق رسلک وانبیائک واولیائک او بحق البیت لانہ لا حق للخلق علی الخالق تعالی
اور مکروہ ہے یوں کہنا دعا میں بحق رسلک وبحق انبیائک یا بحق بیت اللہ اسواسطے کہ خلق کا کچھ حق ثابت نہیں خلق تبارک وتعالی پر ہم انبیا اور اولیا
علیہم السلام کا حق خالق تعالی پر وجوبا ثابت نہیں لیکن تفضلا وکرما ثابت ہے یہانتک کہ از راہ کرم حق سائلین بھی ثابت ہے چنانچہ حصن حصین میں
حدیث ثابت ہے (اللھم انی اسالک بحق السائلین علیک) اور حق سے اگر حرمت وعظمت اور وجاہت مراد لیجیے تو بطریق وسیلہ درست ہے قال تعالی
(وابتغوا الیہ الوسیلۃ) کذا فی الطحطاوی بتصرف ولو قال لآخر بحق اللہ او باللہ ان تفعل کذا لا یلزمہ ذلک وان کان الاولی فعلہ درر اور اگر ایک نے دوسرے
(اور طلب کرو طرف اسکے وسیلا)
سے کہا کہ بحق خدا یا بخدا ایسا کرو تو مسیر یہ کرنا لازم نہیں اگرچہ ویسا کر دینا بہتر ہے کذا فی الدرر یعنی واجب نہیں مستحب ہے وفی المختارات قال ابن المبارک
سال لوجہ اللہ او بحق اللہ یعجبنی ان لا یعطیہ شیئا لانہ عظم ما حقر اللہ اور مختارات میں ہے کہ عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ ایک شخص نے دوسرے سے صدقہ بذات
خدا یا بحق خدا سوال کیا مجکو یہ پسند آتا ہے کہ اسکو کچھ نہ دے اسواسطے کہ اسنے تعظیم کی اس چیز کی جسکو خدا نے حقیر اور ذلیل کیا یعنی دنیا مانگی پروردگار جل شانہ کا
نام لے کر طحطاوی نے کہا یہ اس صورت پر محمول ہے جبکہ سوال سائل کا بے ضرورت معلوم ہو وفیہا قرا القرآن ولا یعمل بموجبہ یثاب علی قراءتہ کمن یصلی ویعصی اور
مختارات میں ہے کہ قرآن مجید پڑھا اور اسکے بموجب عمل نکیا تو پڑھنے کا ثواب پاویگا مانند اس شخص کے کہ نماز پڑھتا ہے اور گناہ کرتا ہے یعنی اگرچہ ترک عمل
سے گنہگار ہوگا تو ثواب ہوا ایک جہت سے اور گناہ ہوا دوسری جہت سے فرع مسئلہ التحقہ شارح کا قول یکرہ رفع الصوت بالذکر والدعاء قیل نعم وتمامہ فی
جنایات البزازیۃ کیا مکروہ ہے آواز بلند کرنا ذکر اور دعا میں بعضوں نے کہا ہاں مکروہ ہے اور اسکا پورا بیان بزازیہ کی کتاب الجنایات کے پہلے مذکور ہے ہم جہر ذکر اور
دعا میں اختلاف ہے اور ظاہر اسکا حکم باختلاف احوال ذاکر مختلف ہے استحضار قلب اور عدم استحضار اور ریا اور عدم ریا کے سبب سے کذا فی الطحطاوی وکرہ
احتکار قوت البشر کتین وعنب ولوز وکبہائم کتبن وقت فی بلد یضر باہلہ اور احتکار یعنی بند کر رکھنا آدمی کا قوت چنانچہ انجیر اور انگور اور بادام اور جانور
کا قوت چنانچہ بھوسہ اور چارہ خشک یا تر مکروہ ہے اس شہر میں جہاں کے لوگوں کو بند رکھنا ضرر پہونچاتا ہے ہم احتکار یعنی حبس طعام اور علت گرانی یا قحط کی نیت سے
مکروہ تحریمی ہے امام کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جسکا حبس خلق کو مضر ہے وہ احتکار ہے اگرچہ سونا یا چاندی یا کپڑا ہے اور احتکار ثابت
ہوتا ہے ۴۰ دن یا مہینہ بھر کے حبس سے اصل یہ ہے کہ طعام کی تجارت بقصد احتکار وانتظار گرانی کے بہتر نہیں لیکن اگر گرانی کی نیت نہو تو بہتر ہے کذا فی الطحطاوی
لحدیث الجالب مرزوق والمحتکر ملعون احتکار مکروہ ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جالب مرزوق ہے اور محتکر ملعون ہے ہم یہ حدیث بروایت عمر بن الخطاب سنن ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں ہے
اور دارمی اور عبد بن حمید اور ابو علی کی مسانید میں اور بیہقی کی شعب الایمان میں ثابت ہوتا ہے جالب وہ جو غلہ باہر سے خرید کر کے شہر میں بیچنے کو لاوے تو وہ مرزوق
یعنی اسکی روزی میں برکت ہے اسلیے کہ لوگوں کو فائدہ ہوتا ہے دعاء مسلمین کے لائق ہے اور قوت کا بند کرنے والا بدخواہ خلائق ہے لہذا مستحق لعنت ہے اصطلاح شرع میں
احتکار یہ ہے کہ آدمی اور جانور کا قوت بند کر رکھے اسکو نہ بیچے گرانی کے انتظار سے مہینہ بھر یا زیادہ بشرطیکہ غلہ اسی شہر میں خرید کیا ہو اور لوگوں کو ضرر ہوتا ہو حبس سے یعنی اگر
اور مقام سے لاکر غلہ بند کر رکھا ہو شہر میں یا خلق کو حاجت نہو تو وہ احتکار مکروہ نہیں کذا فی العینی فان لم یضر لم یکرہ سو اگر احتکار ضرر نہ کرتا ہو تو وہ مکروہ نہیں
ہم ضرر کی صورت یہ ہے کہ شہر چھوٹا ہو اور اگر ضرر نہو اس طرح پر کہ شہر بڑا ہو یعنی جہاں ہر طرف سے غلہ آتا ہو تو وہاں احتکار مکروہ نہیں اسلیے کہ اسنے اپنا مال رکھ
چھوڑا بلا ضرر غیر کذا فی الزیلعی ومثلہ تلقی الجلب اور مانند احتکار کے تلقی جلب ہے ہم تلقی جلب یعنی شہر سے نکل کر سوداگر بیوپاری یا بھرتی لانے والوں سے غلہ مول لینا اگر ضرر
ہو شہر والوں کو تو درست نہیں اور نہیں تو درست ہے بشرطیکہ غلہ کے نرخ کو غلہ لانے والوں سے نہ چھپا دے ورنہ تلقی جلب مطلقا مکروہ ہے خواہ اہل شہر کو ضرر ہو یا نہو

كذا في الهداية وشرحها ويجب ان يأمره القاضي ببيع ما فضل عن قوته وقوت اهله فان لم يبع بل خالف امر القاضي عزره بما يراه رادعا له وبلغ
القاضي عليه الطعام وفاقا على الصحيح اور یہ واجب ہے کہ جسقدر غلہ محتکر کا زیادہ ہو اُسکی اور اُسکے گھر والونکی قوت سے اُسکے بیچ ڈالنے کا قاضی حکم دے پھر اگر وہ بیچے
بلکہ حکم قاضی کی مخالفت کرے تو قاضی اُسکو تعزیر دے جیسا مناسب دیکھے اُسکی زجر اور توبیخ کے واسطے اور قاضی اُسکا غلہ زبردستی بیچڈالے باتفاق امام اور
صاحبین رحمہ کے بقول اصح ہر چند امام کے نزدیک حجر جائز نہیں لیکن درصورت ضرر عام کے درست ہے کذا فی الطحطاوی وفی السراج لو خاف الامام علی اہل بلد
الهلاك اخذ الطعام من المحتكرين وفرق عليهم فاذا وجدوا سعة ردوا مثله وهذا ليس بحجر بل للضرورة ومن اضطر لمال غيره وخاف الهلاك تناوله بلا رضاه ونقله الزيلعي
عن الاختيار واقره اور سراج وہاج میں ہے کہ اگر بادشاہ اہل شہر کے ہلاک ہوجانے سے ڈرے تو غلہ بند کرنے والونسے اناج لے اور اہل شہر کو بانٹ دے پھر
جب اہل شہر کو کشایش ہو تو اُسکے برابر اناج مالکون کو پھیر دیں اور یہ لینا بادشاہ کا زبردستی حجر نہیں بلکہ ضرورت کے سبب سے ہے اور جو شخص کہ غیر کے مال کی طرف مضطر
ہوا اور اپنے ہلاک ہوجانے سے ڈرے وہ اُسکو لے بلا رضامندی مالک کے اور زیلعی نے یہ مسئلہ اختیار سے نقل کیا اور اُسکو ثابت رکھا ولا يكون محتكرا بحبس غلة ارضه
بلا خلاف وبجلوبه من بلد آخر خلافا للثاني اور محتکر نہیں ہوتا آدمی اپنی زمین کا غلہ بند رکھنے سے باتفاق اور اُسکے غلہ کے حبس سے جسکو لایا ہے دوسرے
شہر سے برخلاف ابو یوسف کے ہم اپنی زمین کے حبس غلہ سے اسواسطے احتکار نہیں کہ اُسکا خالص حق ہے حق عوام اُس سے متعلق نہیں تو مثل حق ملق نہوا اور مجلوب کے حبس میں اسواسطے
احتکار نہیں کیونکہ اہل شہر کا حق اُس سے متعلق نہیں فقیہ ابو اللیث نے شرح جامع صغیر میں ذکر کیا کہ اُسکی تین صورتیں ہیں ایک صورت درست ہے اور دوسری مکروہ اور تیسری میں اختلاف
ہے مکروہ صورت یہ ہے کہ شہر میں غلہ مول لے اور نہ بیچے اور لوگون کو اُسکے نہ بیچنے سے ضرر ہوتا ہو اور جو صورت درست ہے وہ یہ ہے کہ اُسکی زمین کا غلہ ہو یا دوسرے شہر سے اُسکو
لے آیا ہو یا شہر ہی میں غلہ خرید لیا ہو لیکن لوگون کو ضرر نہو اور مختلف صورت یہ ہے کہ شہر کے متصل قریات سے غلہ خرید کرے اور شہر میں بند کر رکھے تو امام کے نزدیک درست
ہے اور محمد کے نزدیک مکروہ اور یہی قول ماخوذ ہے انتہی تو یہ صاحب ہدایہ نے مجلوب کو مکروہ کہا ہے ابو یوسف کے نزدیک سو معلوم نہیں اسواسطے کہ فقیہ ابو اللیث نے اُسکو قسم
متفق علیہ میں داخل کیا ہے قدوری نے کتاب التقریب میں روایت کی کہ ابو یوسف نے کہا کہ اگر نصف میل سے غلہ لاوے تو وہ احتکار نہیں اور یہی طرح مختصر کرخی میں ہے تو مجلوب
بلد آخر ابو یوسف کے نزدیک کیونکر احتکار ہوگا کذا فی العینی شرح الهداية مختصرا وعند محمد ان كان يجلب منه عادة كره وهو المختار اور محمد کے نزدیک اگر غلہ لانے کی اس شہر سے
عادت ہو تو وہان سے غلہ لا کر بند کر رکھنا احتکار مکروہ ہے اسواسطے کہ تمام شہر کا حق اُس سے متعلق ہے اور یہی قول مختار ہے ولا يسعر الحاكم لقوله عليه الصلوة والسلام لا تسعروا فان الله
هو المسعر القابض الباسط الرازق اور حاکم نرخ مقرر نہ کرے بدلیل قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ نرخ مقرر نہ کرو اسواسطے کہ بالتحقیق اللہ تعالی ہی نرخ ٹھہرا دینے والا قابض اور
باسط رازق ہے یعنی تنگی اور کشایش اناج کی اُسی کی طرف سے ہے ابو داود اور ترمذی اور ابن ماجہ میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ لوگون نے کہا یا رسول اللہ نرخ گران ہو گیا سو
ہمارے واسطے نرخ مقرر کر دیجیے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان الله هو المسعر القابض الباسط الرازق میں چاہتا ہون کہ خدا سے ملون اور تم میں سے کوئی
شخص مجھ سے مطالبہ نہ کرے ظلم کرنے کا نہ خون کا نہ مال کا ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور دارمی و بزار اور ابو یعلی موصلی نے اپنی سندون میں اسکو روایت کیا ہے کذا فی
العيني الا اذا تعدى الارباب عن القيمة تعديا فاحشا فليسعر بمشورة اهل الراي مگر جبکہ غلہ فروش قیمت میں تعدی فاحش کرین تو حاکم اہل رای کے مشورہ سے
نرخ مقرر کر دے ہم تعدی فاحش کی صورت عینی اور زیلعی وغیرہما نے یہ بیان کی ہے کہ دونی قیمت پر بیع کرتے ہون وقال مالك على الوالي التسعير عام الغلاء اور امام مالک
نے کہا کہ حاکم پر گرانی کے سال میں نرخ کرنا واجب ہے تو امام اعظم اور مالک کے مذہب میں لزوم اور عدم لزوم کا فرق ہے یعنی ہمارے مذہب میں نرخ حاکم پر واجب نہیں بصورت تعدی
جائز ہے اور مالک کے نزدیک واجب ہے وفي الاختيار ثم اذا سعره وخاف البائع ضرب الامام لو نقص لا يحل للمشتري وحيلته ان يقول له اي للبائع بعني بما تحب اور اختیار میں ہے پھر جبکہ حاکم نرخ
مقرر کرے اور بائع ڈرے حاکم کی ضرب سے اگر اُسکے نرخ سے کمی کرے تو مشتری کو وہ غلہ حلال نہیں یعنی مالک کی ناراضمندی کے سبب سے تو حیلہ جواز
کا یہ ہے کہ مشتری بائع سے کہے کہ میرے ہاتھ تو بیچ جسقدر تو چاہے هكذا في العيني عن المحيط ولو اصطلحوا على سعر الخبز واللحم ووزن ناقصا رجع المشتري بالنقصان

فی الخبز لا اللحم لشہرۃ سعرہ عادۃ بخلاف اللحم اور اگر ایک شہر کے لوگ روٹی اور گوشت کا نرخ مقرر کریں اور بائع کسی شخص کو کم تول دے تو مشتری نقصان پھیرے روٹی
میں نہ گوشت میں اسواسطے کہ عادت یہ ہے کہ روٹی کا نرخ مشہور ہو برخلاف گوشت کے کہ اسمین شہرت نہین ہوتی مگر قلت ھم یہ تفصیل مشتری
مسافر پر محمول ہے اور اگر مشتری اس شہر کا رہنے والا ہو تو وہ روٹی اور گوشت دونون کا نقصان پھیرے اسواسطے کہ معروف کا لمشروط ہے کذا فی الزیلعی
وغیرہ قلت وافاد ان التسعیر فی القوتین لا غیر وبہ صرح العتابی وغیرہ لکنہ اذا تعدی ارباب غیر القوتین وظلموا علی العامۃ فیسعر علیہم الحاکم بناء علی
ما قال ابو یوسف ینبغی ان یجوز ذکرہ القہستانی فان ابا یوسف یعتبر حقیقۃ الضرر کما تقرر فتدبر میں کہتا ہوں اور مصنف نے اشارہ کر دیا کہ حاکم کا نرخ مقرر کرنا انسان اور
حیوان کی قوت میں ہے نہ قوت کے سوا اور چیزون میں اور اسکو صریح بیان کر دیا ہے عتابی وغیرہ نے لیکن اگر غیر قوت کے بائع زیادتی کریں گرانی میں اور لوگون پر ظلم
کرین سو حاکم انپر زبردستی نرخ مقرر کر دے ابو یوسف کے قول پر تو لائق یون ہے کہ یہ جائز ہو ایسا ذکر کیا ہے قہستانی نے اسواسطے کہ ابو یوسف کے نزدیک حقیقت
ضرر کا اعتبار ہے قوت میں ضرر ہو یا غیر قوت میں چنانچہ یہ ثابت ہے تو اسکو غور کرے ویکرہ امساک الحمامات ولو فی برجہا ان کان یضر بالناس بنظر او جلب
اور مکروہ ہے کبوترون کا رکھنا اگرچہ کبوتر اپنے دربون میں رہتے ہین بشرطیکہ لوگون کو ضرر ہوتا ہو نظر سے یا جلب سے ھم نظر کا ضرر یہ کہ لوگون کے مکانات اور عورات
پر کبوتر باز کی نظر پڑتی ہو اور جلب یہ کہ اسکے کبوتر کے ساتھ غیر شخص کا کبوتر آتا ہو اور یہ شخص اسکو پکڑ لیتا ہو والاحتیاط ان یتصدق بہا ثم یشتریہا او توہب لہ
مجتبی اور جو غیر کا کبوتر پکڑ لے اور اسکے مالک کو نجانتا ہو تو احتیاط یہ ہے کہ کبوتر خیرات کر دے محتاج کو پھر اس کو محتاج سے خرید کر لے یا اسکو ہبہ کر دیا جائے
تصدق کے بعد کذا فی المجتبی ھم تصدق کی وجہ یہ ہے کہ جب مالک غیر کا معلوم نہو تو اسکا رکھنا حلال نہین اسکو تصدق کرنا چاہیے مالک کے ثواب رسانی کی نیت سے
فان کان یطیرہا فوق السطح مطلعا علی عورات المسلمین ویکسر زجاجات الناس برمیہ تلک الحمامات عزر ومنع اشد المنع فان لم
یمتنع بذلک ذبحہا ای الحمامات المحتسب پھر اگر کبوتر باز انکو اڑاتا ہو چھت کے اوپر جھانکتا عورات مسلمین کو اور توڑتا لوگون کے شیشے کبوترون کے مارنے
اور ہانکنے سے تو تعزیر دیا جائے اور نہایت سختی سے منع کیا جائے پھر اگر باوجود اسکے باز نہ رہے تو کبوترون کو محتسب ذبح کر ڈالے وصرح فی الوہبانیۃ بوجوب التعزیر وذبح
الحمامات ولم یقیدہ بما مر ولعلہ اعتمد علی عادتہم اور وہبانیہ میں وجوب تعزیر اور ذبح کر ڈالنے کبوترون کی تصریح کی ہے اور قید نہیں لگائی اطلاع عورات اور شیشے
توڑنے کی اور شاید کہ اسنے انکی عادت پر اعتماد کیا یعنی صاحب وہبانیہ کے زمانے میں تانکنے جھانکنے اور پتھر پھینکنے کی عادت ہوگی لہذا اسنے اس قید
لگانے کی حاجت نہ دیکھی واما الاستیناس فمباح کشراء عصافیر لیعتقہا ان قال من اخذہا فہی لہ ولا تخرج عن ملکہ باعتاقہ وقیل یکرہ لانہ تضییع المال جامع الفتاوی
اور کبوتر کا پالنا دفع وحشت اور جی لگانے کے واسطے ہے تو مباح ہے جیسے گنجشک خرید کر نا چھوڑ دینے کیواسطے مباح ہے بشرطیکہ چھوڑنے کے وقت یون کہا کہ انکو پکڑے
تو وہ اسی کے ہیں اور چھوڑ دینے سے اسکی ملک سے باہر نہین ہو جاتے یعنی تا وقتیکہ دوسرا شخص انکو پکڑ نہ لے اور بعضون نے کہا کہ گنجشک خرید کر چھوڑنا مکروہ ہے اسواسطے
کہ مال کا ضائع کرنا ہے کذا فی جامع الفتاوی وفی المختارات سیبت دابتہ قال ہی لمن اخذہا لم یاخذہا من اخذہا وفی الحج اور مختارات میں ہے کہ اپنا جانور ایک شخص نے
چھوڑ دیا مطلق انعام کر دیا اور کہا یہ اسکا مملوک ہے جو اسکو پکڑ لے تو اسکے پکڑ رکھنے والے سے چھڑا دینے والا نہ لے اور کتاب الحج میں یہ مسئلہ گذر گیا وجاز رکوب الثور
وتحمیلہ والکراب علی الحمیر بلا جہد وضرب وظلم الدابۃ اشد من ظلم الذمی وظلم الذمی اشد من ظلم المسلم اور سوار ہونا بیل پر اور اسکا لادنا اور گدھون سے کھیت
جوتنا بدون مشقت شدید اور مارنے کے جائز ہے اسواسطے کہ ظلم جانور کا سخت تر ہے کافر ذمی کے ظلم سے اور ذمی کا ظلم سخت تر ہے مسلمان کے ظلم سے ھم
یعنی مافوق طاقت مشقت لینا جانور سے اور اسکو بہت مارنا ظلم شدید ہے وجہ شدت یہ ہے کہ جانور کا کوئی ناصر اور حامی نہین سوائے خدائے تعالی کے
روایت میں وارد ہے کہ سخت تر غضب اللہ تعالی کا اس شخص پر ہے جسنے ظلم کیا ایسے پر جسکا کوئی مددگار نہین سوائے اللہ تعالی کے اور ظلم ذمی ظلم مسلم سے
اسواسطے سخت تر ہے کہ وہ شدت طلب کرے گا اپنے ظالم پر تاکہ اسکے ساتھ عذاب میں شریک رہے کذا فی الطحطاوی ولا باس بالمسابقۃ فی الرمی

والفرس والبغل والحمار کذا فی الملتقی والمجمع واقرہ المصنف خلافا لما ذکرہ فی مسائل شتی فلتنبہ والابل وعلی الاقدام لانہ من اسباب الجہاد فکان مندوبا

اور کچھ مضائقہ نہیں باہم سبقت لیجانے کا تیراندازی اور گھوڑا اور اونٹ دوڑانے مین اور تیز ہونے کے دوڑنے مین اسواسطے کہ امور مذکورہ جہاد کے

اسباب سے ہین تو مسابقت مستحب ہوئی ملتقی اور مجمع مین کہا کہ خچر اور گدھے کی مسابقت بھی درست ہی اور مصنف نے اپنی شرح مین اسی کو ثابت رکھا

اور مسائل شتے مین اسکے مخالف ذکر کیا ہی تو خبردار رہو ہمنام مسائل شتے مین حالت مسابقت گھوڑے اور اونٹ اور اقدام اور تیراندازی مین منحصر کی ہی

وعند الثلثۃ لایجوز فی الاقدام ای بالجعل وامہ ثلثہ یعنی مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک اقدام مین مسابقت جائز نہین یعنی مال شرط کرکے درست نہین

وامابدونہ فیباح فی کل الملاعب کما یاتی اور بلا شرط مال کے تو مسابقت مباح ہی سب ملاعب اور ملاہی مین چنانچہ آگے آویگا ہم ظاہر یہ کلام ائمہ ثلثہ کے کلام

مرتبط ہی اور مضمون آئندہ اسکا مفید ہی کہ یہ کلام ہمارا اہل مذہب کا کذا فی الطحطاوی حل الجعل وطاب لانہ یصیر مستحقا ذکرہ البرجندی وغیرہ وعللہ البزازی بانہ لایستحق

بالشرط شئ لعدم العقد والقبض انتہی ومفادہ لزومہ بالعقد کما یقول الشافعیۃ فتنبہ مسابقت کا مال مشروط حلال اور طیب ہی اور یہ نہین کہ وہ مستحب مستحق ہوجاتا ہی

کہ حاکم زبردستی دلادے ایسا ذکر کیا ہی برجندی وغیرہ نے اور بزازی نے اسکی علت بیان کی ہی کہ شرط سے کوئی چیز مستحق نہین ہوتی بسبب نہونے عقد اور قبض کے

انتہی کلام البزازی ودیہ کلام لزوم مال مشروط کا مفید ہی عقد ہونے کے سبب سے چنانچہ شافعی مذہب کہتے ہین تو اسکو دیکھ سمجھ لے یعنی عقد یا قبض سے استحقاق

مال ثابت ہوگا تو حاکم زبردستی دلاویگا ان شرط المال فی المسابقۃ من جانب واحد مسابقت کا مال مشروط حلال ہی اگر مسابقت مین ایک جانب سے

مال کی شرط کی ہو مثلا حامد نے محمود سے کہا کہ اگر میرا تیر سبقت کرے تیرے تیر سے یا میرا گھوڑا یا اونٹ آگے بڑھ جاوے تیرے گھوڑے یا اونٹ سے تو مین اس مال

سو درم تجھسے لونگا اور اگر تیری طرف سبقت ہوگی تو مین کچھ نہ دونگا وحرم لو شرط فیہا من الجانبین لانہ یصیر قمارا اور مسابقت کا مال مشروط حرام ہی اگر مسابقین

دونون جانبون سے مال مشروط ہو اسواسطے کہ یہ قمار اور جوا ہوگیا اسلیے کہ قمار وہ ہی جسمین جانبین برابر ہون احتمال غرامت مین کذا فی الزیلعی الا اذا دخلا ثالثا

نقصان اٹھانا

محللا بینہما بفرس کفو لفرسیہما یتوہم ان یسبقہما والالم یجز ثم اذا سبقہما اخذ منہما وان سبقاہ لم یعطہما وفیما بینہما ایہما سبق اخذ من صاحبہ جانبین کا مال مشروط حرام ہی

مگر اس صورت مین حرام نہین جبکہ دونون نے تیسرے شخص محلل کو اپنے درمیان داخل کرلیا بشرطیکہ اسکا گھوڑا دونون شخصون کے گھوڑے سے اسطرح برابر ہو کہ اسکا آگے

بڑھ جانا دونون گھوڑون سے ممکن ہو اور اگر اسکا گھوڑا ایسا نہو تو ایک کو دوسرے کا مال حلال نہین پھر اگر تیسرا محلل آگے بڑھ گیا تو دونون شخصون سے مال مشروط

لے اور اگر دونون شخص تیسرے سے بڑھ گئے تو تیسرا انکو کچھ نہ دیگا اور دونون شخص آپسمین جو بڑھجاویگا وہ اپنے ساتھی دوسرے سے لیگا امام محمد نے کتاب مین کہا کہ ثالث

کو اسوقت جواز کا حیلہ ہوگا جبکہ اسکا سابق اور مسبوق ہونا متوہم ہو اور اگر اسکی سبقت دونون سے متیقن ہو یا اسکا مسبوق ہونا یقینی ہو تو جائز نہین عالمگیری

مین ہی کہ جب جانبین نے محلل کو فیما بین اپنے داخل کیا پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر تو سبقت کرے مجھپر تو تیرے واسطے اتنا مال ہی اور اگر مین سبقت کرون تو مین اتنا

لون اور اگر تیسرا سبقت کرے تو کچھ نہ دے اور خلاصہ مین ہی کہ جانبین نے تیسرے کو داخل کیا اور تیسرے سے کہا کہ اگر تو ہم دونون پر سبقت کرے تو دونون کا مال مشروط

تیرا ہی اور اگر ہم تجھپر سبقت کرین تو ہم کچھ نہ لین تو از راہ استحسان یہ جائز ہی انتہی اس سے معلوم ہوا کہ ادخال ثالث کی دو صورتین ہین زیلعی نے کہا وجہ جواز یہ ہی

کہ ثالث پر کچھ غرامت نہین قطعا ویقینا ہر تقدیر پر اسمین تو فقط یہی احتمال ہی کہ پادے یا نپاوے تو اس سبب سے قمار ہونا ثابت نہوا تو گویا ایک ہی جانب سے شرط ہوئی

اسواسطے کہ قمار وہ ہی جسمین جانبین احتمال غرامت مین مساوی ہون کذا فی الطحطاوی وکذا الحکم فی المتفقہۃ فاذا شرط لمن معہ الصواب صح وان شرطاہ لکل علی صاحبہ لا

و مجتہد اور اسیطرح کا حکم ہی فقہا کی مسابقت مین سو جبکہ مال شرط ہو اسکے واسطے جسکے ساتھ صواب و رحق ہی تو صحیح ہی اور اگر دونون نے مال شرط کیا ہر شخص کے واسطے دوسرے

ساتھی پر تو صحیح نہین کذا فی الدرر والمجتبیٰ م جب صاحب حق کے واسطے مال مشروط ہوا تو یہ قمار کی صورت ہی اسواسطے کہ احتمال زیادت و نقصان ہر شخص مین موجود ہی بلکہ

حالت مال دینے کی یہ صورت ہی کہ مال مثلا زید کو دیا جاوے اگر حق گوئی اسکی جانب ظاہر ہوا اور اگر دوسرے کی طرف حق گوئی ثابت ہو تو وہ کچھ نہ پاوے یا نہ دے یا نہ رہے

فیصلہ کو وہ خسل کرین اگر مسئلہ تین صورت کا محتمل ہو اور بال تیسرے کے واسطے مقرر کرین اگر اسکی حق گوئی ظاہر ہو اور اگر دونون مین سے ایک شخص کی حق گوئی ثابت
ہو تیسرے پر کچھ نہین کذا فی الطحطاوی والمضمار علی لیست ببدعۃ الا للملہی فتکرہ برجندی اور کشتی کرنا بدعت نہین مگر بقصد بازی اور لہو لعب کے تو مکروہ ہی کذا فی البرجندی کم
جواہر فتاوی مین ہی کہ کشتی بدعت نہین مگر بقصد بازی مکروہ ہی منع کرنا چاہیے اور اگر بقصد تحصیل قوت کے ہو تاکہ اسکے سبب جہاد کرنے پر قدرت حاصل ہو تو جائز بلکہ
ثواب پاویگا واما السباق بلا جعل فیحل فی کل شئ کما یاتی اور باہم سبقت کرنا بدون اشتراط مال کے تو ہر چیز مین حلال ہی چنانچہ مسائل شتی مین آویگا وعند الشافعیۃ المسابقۃ
بالاقدام والطیر والبقر والسباحۃ والصولجان والبندق والسفن ورمی الحجر واشالتہ بالید والشباک والوقوف علی رجل ومعرفۃ ما بیدہ من زوج او فرد واللعب بالخاتم ولذا
یحل کل لعب خطر لحاذق تغلب سلامتہ کرمی لرام وصید لحیۃ ویحل التفرج علیہم حینئذ وحدیث حدثوا عن بنی اسرائیل یفید حل سماع الاعاجیب والغرائب من کل ما لا یتیقن
کذبہ بقصد الفرجۃ الحجز بل وما یتیقن کذبہ لکن بقصد ضرب الامثال والمواعظ وتعلیم نحو الشجاعۃ علی السنۃ الآدمیین او حیوانات ذکرہ ابن حجر
اور شافعی مذہبون کے نزدیک مسابقت حلال ہی قدمون سے اور پرندہ اور بیل اور پانی مین تیرنے اور چوگان اور غلیلہ اندازی اور سفن اور پتھر پھینکنے اور زمین
سے ہاتھ اٹھاونے اور انگلیان قینچی کر کے پنجہ کرنے اور ایک پانون پر کھڑے ہونے اور بوجھنے مین کہ دوسرے شخص کے ہاتھ مین کیا ہی جفت یا طاق اور انگوٹھی سے
بازی کرنے مین اور اسی طرح حلال ہی ہر بازی خطرناک ماہر تجربہ کار کو جسکا سلامت رہنا خطرے سے اکثری امر ہی چنانچہ تیر اندازی تیر انداز کو اور سانپ کا
پکڑنا اور منتر اسوقت مین تماشا دیکھنا بھی حلال ہی اور یہ حدیث کہ بات نقل کی بنی اسرائیل سے اسکے مفید ہی کہ عجائب وغرائب کی سماعت کرنا تمام ان
حکایات سے جسکا کذب بالیقین ثابت نہین درست ہی انبساط خاطر کے واسطے بلکہ جسکا کذب یقینی ہی اسکی بھی سماعت حلال ہی لیکن ضرب المثل اور نصائح
کی نیت سے اور شجاعت وغیرہ کی تعلیم کے واسطے آدمیون یا جانورون کی زبان سے چنانچہ کتاب کلیلہ ومنہ اور طوطی نامہ ہی ایسا ذکر کیا ہی ابن حجر شافعی نے
ہم طحطاوی نے کہا مین نہین جانتا فروع شافعی کے ذکر کرنے کی وجہ یہان اسکا ذکر کرنا اس وہم مین البتہ ڈالتا ہی کہ قواعد حنفیہ بھی اسی کو مقتضی ہین حالانکہ ایسا
نہین ہی بلکہ قواعد مذہب اسکے مقتضی ہین کہ اکثر امور مذکورہ چنانچہ چوگان وغیرہ حرام لہو ہین واللہ اعلم فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ قصہ خوانی تین طرح ہی ایک یہ کہ مضمون اگر
علم کا ہو تو وہ بہتر ہی سو رہنے سے دوسرے یہ کہ حکایات کاذبہ اور مضحکہ ہو تو وہ مکروہ ہی تیسرے یہ کہ دفع وحشت کیواسطے بات چیت ہو اور دروغگوئی اور قول باطل سے
اجتناب ہو تو اسکا مضائقہ نہین لیکن ترک اسکا افضل ہی اور جب ایسا کرین تو لائق ہی کہ آخر کو ذکر اللہ اور تسبیح اور استغفار کی طرف رجوع کرین تا امر خیر پر خاتمہ ہو اور شعر کہنا
فسانہ وغیر ذالک کو پوچھا قول مختار یہ ہی کہ اسکے پوچھنے مین اور خبر دینے مین مضائقہ نہین چنانچہ خلاصہ مین ہی تو اس سے معلوم ہوا کہ سماع اکاذیب حلال نہین اور آگے مذکور
ہوگا کہ جن قصون کی کچھ اصل نہین وہ مکروہ ہین کذا فی الطحطاوی ویستحب قلم اظافیرہ الا المجاہد فی دار الحرب فیستحب توفیر شاربہ وظفارہ یوم الجمعۃ وکونہ بعد الصلوٰۃ افضل
الا اذا اخرہ الیہ تاخیرا فاحشا فیکرہ لان من کان ظفرہ طویلا کان من رزقہ ضیقا اور جمعہ کے دن ناخن ترشنا مستحب ہی مگر غازی کو دار الحرب مین سو اسکو مونچھین اور ناخن
بڑھانا مستحب ہی اور ناخن ترشنا بعد نماز جمعہ افضل ہی مگر جبکہ جمعہ کے دن تاخیر کی ہو بہت سی تاخیر کیکے تو اسطرح جمعہ پر بعین رکھنا مکروہ ہی اسواسطے کہ جسکا ناخن
دراز ہوگا اسکا رزق تنگ ہوگا صلاح لائق یون ہی کہ ناخن تراشے اور بال منڈے ہوے زمین کے اندر دفن کر دے اور اگر انکو پھینک دے تو مضائقہ نہین اور اگر
پاخانہ یا غسل خانہ مین پھینک دے تو مکروہ ہی اسواسطے کہ اس سے بیماری پیدا ہوتی ہی کذا فی الخانیۃ عنایہ مین ہی کہ چار چیزین دفن کرنا چاہیے ناخن اور بال اور
خون اور لتہ حیض کا وفی الحدیث من قلم اظافیرہ یوم الجمعۃ اعاذہ اللہ من البلایا الی الجمعۃ الاخری وزیادۃ ثلثۃ ایام در حدیث مین ہی کہ جو شخص اپنے ناخن
کاٹے جمعہ کے دن تو حق تعالی اسکو بلایا سے محفوظ رکھے دوسرے جمعہ تک اور تین دن اور زیادہ کذا فی الدرر وتحقہ صلی اللہ علیہ وسلم من قلم اظفارہ مخالفا لم ترمد
عینہ ابدا الیعنی کقول علی رضی اللہ عنہ قلموا اظفارکم بسنۃ وادب یمینہا خوابس یسارہا اوخسب ویانہ وتمامہ فی مفتاح الصلوٰۃ اور رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہی کہ جو اپنے ناخن مخالف تراشے اسکی آنکھ کبھی نہ جوش کرے یعنی علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے اس قول کے مانند کہ

ناخن کاٹو سنت اور ادب سے داہنا ہاتھ خوابس اور بایان اوخسب ہے اور اسکا بیان اور پورا ذکر مفتاح السعادۃ مین ہے ہم اس بیت مین ہر طرف سے انگلی کے نام
کی طرف اشارہ ہے تو خا اور حجہ سے مراد ہے خنصر اور واؤ سے وسطیٰ اور الف سے ابہام اور ب سے بنصر اور سین سے سبابہ اور بائین ہاتھ مین علےٰ ہذا القیاس اور آگے
معلوم ہوگا کہ یہ نسبت علی مرتضےٰ رض کی طرف باطل اور موضوع ہے وفی الشرح الغزنویۃ وروی انہ صلے اللہ علیہ وسلم بدا بمسبحۃ الیمنیٰ الی الخنصر
ثم بخنصرۃ الیسریٰ الی الابہام وختم بابہام الیمنیٰ وذکرلہ الغزالی فی الاحیاء وجہا وجیہا اور شرح غزنویہ مین اور مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ
وسلم نے ناخن تراشنا داہنے ہاتھ کے کلمۂ شہادت کی انگلی سے شروع کیا چھنگلی تک پھر بائین ہاتھ سے شروع کیا داہنے ہاتھ کے انگوٹھے تک اور ختم کیا داہنے
ہاتھ کے انگوٹھے پر اور امام غزالی نے احیاء العلوم مین اسکی وجہ معقول بیان کی ہے ہم وجہ مذکور یہ ہے کہ داہنا ہاتھ بائین سے بلا اشتباہ افضل ہے اور داہنے ہاتھ مین
کلمۂ شہادت کی انگلی بلاریب افضل ہے تو اُسی سے ابتدا کرنا بہتر ٹھہرا پھر اُسکی جانب یمین وسطیٰ ہے اور اُسکے یمین بنصر اور اسکے یمین خنصر ہے پھر جب اپنے ہاتھ اور بائین
ہاتھ کی انگلیون کو ملاسے تو بائین ہاتھ کی خنصر جانب یمین ہے علیٰ ہذا القیاس تا ابہام یمنیٰ وہر یمین افضل ہے شمال سے لہٰذا اختتام ہوا ابہام یمنیٰ پر واللہ اعلم ولم یثبت فی اصابع
الرجل نقل والاولی تقلیمہا کتخلیلہا اور پاؤن کی انگلیون مین روایت ثابت نہین اور بہتر ہے پاؤن کے ناخن ترشنا اسکے خلال کرنے کی مانند یعنی ابتدا کرنا خنصر یمنیٰ سے
اور اختتام خنصر یسریٰ پر قلت وفی المواہب اللدنیۃ قال الحافظ ابن حجر انہ یستحب کیف ما احتاج الیہ ولم یثبت فی کیفیتہ شئی ولا فی تعیین یوم لہ عن النبی صلی اللہ علیہ و
سلم مین کہتا ہون اور مواہب لدنیہ مین ہے کہا حافظ حدیث ابن حجر عسقلانی نے کہ ناخن تراشنا مستحب ہے جسطرح کہ اسکی حاجت ہو اور اسکی کیفیت مین
کچھ روایت ثابت نہین اور اسکے واسطے روز مقرر کرنے مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت صحیح ثابت نہین ہم تقلیم اظفار وغیرہ مین جو احادیث مذکور ہوئین
محدثین اور فقہاء محققین کے نزدیک لائق اعتماد کے نہین وما یعزیٰ من النظم فی ذلک للامام علی ثم لابن حجر قال شیخنا انہ باطل اور کیفیت تقلیم اظفار مین جو نظم مذکور کہ
امیر المومنین علی مرتضےٰ کی طرف پھر ابن حجر کی طرف منسوب ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے کہا کہ وہ باطل اور موضوع ہے **ویستحب حلق عانتہ وتنظیف**
بدنہ بالاغتسال فی کل اسبوع مرۃ والافضل یوم الجمعۃ وجاز فی کل خمسۃ عشر وکرہ ترکہ وراء الاربعین مجتبیٰ اور موئے زہار کا مونڈنا اور اپنا بدن پاک
صاف کرنا غسل کرنے سے مستحب ہے ہر ہفتہ مین ایکبار اور جمعہ کا دن اسکے واسطے افضل ہے اور جائز ہے ہر پندرہ دن مین اور ترک کرنا حلق اور اغتسال کا بہ دن سے
زیادہ مکروہ ہے کذا فی المجتبیٰ ہم یعنے مکروہ تحریمی چنانچہ مجتبیٰ کی اس عبارت سے نکلتا ہے کہ بعد اربعین اسمین کچھ عذر نہین اور وہ وعید کا مستحق ہے غرائب مین ہے
کہ حلق عانہ زیر ناف سے شروع کرے اور نورہ لگا کر موئے زہار دفع کرنا بھی جائز ہے اور بغل کے بال دور کرنا اکھاڑنے اور مونڈنے سے درست ہے لیکن اکھاڑنا افضل
ہے قنیہ مین ہے کہ سینہ اور پشت کے بال مونڈنے مین ترک ادب ہے کذا فی الطحطاوی وفیہ حلق الشارب بدعۃ وقیل سنۃ ولاباس بنتف الشیب واخذ اطراف اللحیۃ والسنۃ
فیہا القبضۃ اور مجتبیٰ مین ہے کہ مونچھ کا مونڈنا بدعت ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ سنت ہے اور مضائقہ نہین ہے سپید بال کے اکھاڑ ڈالنے اور اطراف ریش کے
کتر ڈالنے مین اور ڈاڑھی مین قبضہ بھر رکھنا سنت ہے ہم محیط سرخسی مین ہے کہ سنت یہ ہے کہ مرد اپنی ڈاڑھی قبضہ مین پکڑے جسقدر قبضہ سے باہر ہو اسکو قطع کرے
ایسا ذکر کیا ہے محمد نے کتاب الآثار مین امام اعظم رح سے محمد نے کہا اسی قول کو ہم لیتے ہین انتہی مجتبیٰ مین ہے کہ اتنا مونچھون کا کترنا کہ لب بالا کے کنارے
کے ساتھ برابر ہو جاوین یہ سنت ہے بالاتفاق انتہی غرائب مین ہے کہ نتف فنیکین یعنے زیر لب کے دونون طرف کے بال اکھاڑنا بدعت ہے قنیہ مین ہے کہ ناک کے
بال اکھاڑنا مورث آکلہ ہے کذا فی الطحطاوی وفیہ قطعت شعر رأسہا اثمت ولعنت زاد فی البزازیۃ وان باذن الزوج لانہ لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق ولذا یحرم علی الرجل
قطع لحیتہ والمعنی المؤثر التشبہ بالرجال انتہی اور مجتبیٰ مین ہے کہ عورت نے اپنے سر کے بال کاٹ ڈالے تو وہ گنہگار ہے اور مستحق لعنت ہے بزازیہ مین اتنا زیادہ
کیا اگرچہ عورت نے اپنے شوہر کے اذن سے بال کاٹے ہون اسواسطے کہ مخلوق کی طاعت خالق کے گناہ مین جائز نہین اور اسیواسطے حرام ہے
دوسرے مرد کی ڈاڑھی کا [illegible] حرمت مین مشابہت پیدا کرنا ہے مردون سے اور عورت کی تشبیہ بہرحال جائز نہین [illegible]

مانی الذخیرۃ والتجارت والحاصل انہ فی الوہبانیہ قال ستہ وفی فصل مناقب الرای فی مجمع جمعۃ یجب بعض الجواب تعبیر میں کہتا ہوں اور سر مونڈنے کو تو وہبانیہ میں
اباحت کہا بعضوں نے کہ ایسے ہی دنا ہے جیسے مستحب ہے اور بعض نے اسکو جائز کہتے ہیں مستحب رجل تعلم علم الصلوۃ او نحوہ لیعلم الناس و آخر لیعمل بہ فالاول
افضل لانہ متعد ایک مرد نے کہ نماز یا اسکے مانند علم دین سیکھتا ہے تا لوگوں کو تعلیم کرے اور دوسرا شخص ایسا سیکھتا ہے تا اسپر عمل کرے تو پہلا شخص افضل ہے اسواسطے
کہ اسکے علم کا فائدہ غیر دن کو بھی پہنچتا ہے اور دوسرے کا فائدہ اسی کی ذات کو مخصوص ہے اول غرض کرہ لتا ہے اور تاتارخانیہ میں ہے تذاکرۃ العلم
ساعۃ خیر من احیاء لیلۃ اور روایت میں آیا ہے کہ باہم علم کا ذکر کرنا ایک ساعت بہتر ہے ایک رات کی عبادت سے یعنی بشرط حسن نیت عالمگیری میں ہے کہ علم اور فقہ
کی طلب فرض ہے اور جبکہ نیت صحیح ہو تو سب نیک اعمال سے افضل ہے اسیطرح زیادت علم کا اشتغال بشرط صحت نیت افضل ہے اسواسطے کہ اسکا فائدہ عام تر ہے
لیکن اس شرط سے کہ اس سے دینی نقصان واقع نہو اور صحت نیت یہ کہ رضائے حق تعالی اور آخرت کا قصد کرے نہ طلب دنیا اور جاہ اور حشمت کا اور
اگر خروج من الجہل اور نفع خلق اور احیاء علم کا ارادہ کرے تو بعضوں کے نزدیک یہ بھی صحت نیت میں داخل ہے کذا فی ذخیرۃ الکردری اور اگر تصحیح نیت پر قادر نہو تو
بھی علم سیکھنا ترک علم سے بہتر ہے علم چند قسم ہے لیکن فقہ افضل ہے تو تعلم فقہ پر اہتمام زیادہ کرنا چاہیے جب فقہ سیکھ چکے تو مراد یہ ہے کہ علم زہد اور کلام حکماء دین اور شمائل
صالحین میں نظر کرے طلب علم بقدر ضرورت دین و دنیا فرض ہے سوائے اسکے فرض نہیں ہے اگر اس سے زیادہ علم حاصل کیا تو افضل ہے اور اگر ترک کیا تو گناہ نہیں علم تین قسم ہے ایک
تو علم نافع جسکا حاصل کرنا واجب ہے وہ معرفت خدا کا علم ہے بعد اسکے علم حلال اور حرام اور امر و نہی کا علم اور جسکے واسطے انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوے تیسرا
علم وہ ہے جس سے پرہیز کرنا واجب ہے یعنی علم سحر اور علم فلسفہ اور طلسمات و علم نجوم مگر بقدر معرفت اوقات نماز پنجگانہ اور طلوع فجر اور سمت قبلہ اور ہدایت طریق کے
درست ہے اور ایک علم اور ہے جسکا نفع آخرت میں نہیں وہ علم جدل اور مناظرہ ہے کہ اسکے اشتغال میں عمر کا ضائع کرنا ہے غرض اس سے الزام خصم ہے نہ اظہار حق
کذا فی الطحطاوی مختصرا ولہ الخروج لطلب العلم الشرعی بلا اذن والدیہ لو ملتحیا وتمامہ فی الدرر اور نوجوانوں کو علم شرعی کی طلب کے واسطے سفر کرنا اپنے والدین کی
بلا اذن درست ہے اگرچہ داڑھی والا ہو اور پورا بیان درر میں ہے اور اگر امرد ہو تو والدین کو منع کرنا درست ہے اور مراد علم شرعی سے وہ علم کلام اور مانند اسکے جو
ہذیان فلاسفہ اور انکے اباطیل سے مملو ہے نہ اسکا تمامہ فی الدرر و اذا کان الرجل یصوم و یصلی و یضر الناس بیدہ و لسانہ فذکرہ بما فیہ لیس بغیبۃ حتی
لو اخبر السلطان بذلک لیزجرہ لا اثم علیہ اور جبکہ ایک شخص نماز پڑھتا اور روزہ رکھتا ہو اور لوگوں کو تکلیف دیتا ہو اپنے ہاتھ اور زبان سے تو اسکی برائی کا
ذکر کرنا غیبت نہیں یہاں تک کہ اگر حاکم کو اسکی خبر دے تاکہ وہ اسکو دھمکے تو مخبر پر کچھ گناہ نہیں جو اسکی بدگوئی اسوجہ سے غیبت میں نہیں کہ وہ گناہ کو علانیہ کرتا ہے
اور جس گناہ کو چھپاتا ہو تو اسکا ذکر کرنا غیبت میں داخل ہے و قالوا ان علم ان اباہ یقدر علی منعہ اعلمہ ولو بکتابۃ و الا لا کیلا تقع العداوۃ و تمامہ فی الدرر اور فقہا نے
کہا کہ اگر جانے کہ اسکا باپ اسکے منع کرنے پر قادر ہے تو اسکو آگاہ کر دے اگرچہ اعلام لکھ بھیجنے سے ہو اور اگر وہ منع پر قادر نہو تو آگاہ نہ کرے تاکہ باپ اور بیٹے
میں عداوت نہ پڑ جاوے اور پورا اسکا بیان درر میں ہے وکذا لا اثم علیہ لو ذکر مساوی اخیہ علی وجہ الاہتمام لا یکون غیبۃ انما الغیبۃ ان یذکر
علی وجہ الغضب یرید السب اور اسیطرح اسپر گناہ نہیں اگر اپنے بھائی مسلمان کی برائیاں ذکر کرے بطریق اہتمام اور افسوس کرنے کے اور اسکا بیان عیوب
غیبت نہیں غیبت تو یہی ہے کہ عیب ذکر کرے بوجہ غضب کے دشنام اور تحقیر اور عیب جوئی کا قصد کرکے ولو اغتاب اہل قریۃ فلیس بغیبۃ لانہ لا یرید بہ کلہم بل بعضہم وہو مجہول خانیۃ
فیباح غیبۃ مجہول و متظاہر بقبیح و لمصاہرۃ و لسوء اعتقاد تحذیرا منہ و لشکوی ظلامۃ للحاکم شرح وہبانیۃ اور اگر ایک گانون والوں کی غیبت کرے تو وہ غیبت محرمہ
نہیں ہے اسواسطے کہ اس بدگوئی سے وہ سب رہنے والوں کا ارادہ نہیں کرتا ہے بلکہ بعض لوگوں کا قصد رکھتا ہے اور وہ بعض مجہول ہیں غیبت نہیں کذا فی الخانیۃ اور غیبت
مباح ہے پانچ شخصوں کی ایک تو شخص غیر معین کی دوسرے جو علانیہ گناہ کرتا ہے تیسرے مصاہرت یعنی ناتا رشتہ کرنے کی وجہ سے چوتھی بد اعتقادی کے سبب سے تاکہ وہ عقیدہ
فاسدہ سے باز رہے پانچویں حاکم کے سامنے اپنی مظلومی کی شکایت سے کذا فی شرح الوہبانیۃ مصاہرت کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے کہیں نکاح کا ارادہ کیا اور

دوسرے سے مشورہ لیا تو اُسکے عیب کا بیان کردینا درست ہے اور اسی طرح اگر معاملہ یا اسکے ساتھ سفر کا ارادہ کیا یا کوئی چیز خرید کرنے کا قصد کیا اور وہ اسکا عیب
نہیں جانتا ہے تو صاحب مشورہ کو عیب بیان کرنا درست ہے اور اسی طرح روات اور شیوخ میں مجروحین کی جرح جائز ہے تا مسلمین شر سے محفوظ رہیں اور جیسے حاکم سے
بیان کرنا ظلم ظالم کا درست ہے ویسے مفتی سے اس طرح فتوی پوچھنا درست ہے کہ مجھپر فلانے شخص نے یہ ظلم کیا یا میرا زوج ایسا کرتا ہے اسکا شرع میں کیا حکم ہے اور تعیین کیواسطے
القاب مشہورہ کا ذکر کرنا جیسا کہ فلانا چپڑا یا لنگڑا درست ہے یہ غیبت میں داخل نہیں کذا فی الطحطاوی مختصراً وکما تکون الغیبۃ باللسان صریحا تکون ایضا بالفعل
وبالتعریض والکتابۃ وبالحرکۃ وبالرمز وبغمز العین والاشارۃ بالید وکل ما یفہم منہ المقصود فہو داخل فی الغیبۃ وہو حرام اور جیسے صریحاً زبان سے غیبت
ہوتی ہے ویسے ہی فعل سے اور تعریض یعنی قول غیر صریح سے اور لکھنے اور حرکت سے اور اعضا کے اشارہ کرنے سے بھی غیبت ہوتی ہے اور جس چیز سے مقصود مفہوم ہو سو وہ غیبت
میں داخل اور وہ حرام ہے جیسے غیبت فعلی جیسے کسی کے قد اور رفتار کی نقل کرنا اور تعریض جیسے یوں کہنا کہ میں طفیلی نہیں ہوں ومن ذلک ما قالت عائشۃ رضی اللہ
عنہا دخلت علینا امرأۃ فلما ولت اومات بیدی انہا قصیرۃ فقال صلی اللہ علیہ وسلم اغتبتیہا اور منجملہ غیبت فعلی کے وہ روایت ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے
کہا کہ ایک عورت ہمارے پاس آئی پھر جب وہ پلٹ چلی تو میں نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا یعنی وہ ٹھگنی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اسکی
غیبت کی ومن ذلک المحاکاۃ کان یمشی متعارجا او کما یمشی فہو غیبۃ بل اقبح لانہ اعظم فی التصویر والتفہیم اور اُسی غیبت فعلی سے حکایت اور نقل کرنا ہے جیسا کہ لنگڑا کر چلنا
یا جسطرح کہ وہ چلتا ہے تو نقل کرنا بھی غیبت ہے بلکہ غیبت فعلی بدتر ہے غیبت قولی سے اسواسطے کہ وہ تصویر اور تفہیم سے زیادہ تر اور عظیم تر ہے قولی سے ومن الغیبۃ ان یقول
بعض من مر بنا الیوم او بعض من رأیناہ اذا کان المخاطب یفہم شخصا معینا لان المحذور تفہیمہ دون ما بہ التفہیم فاما اذا لم یفہم عینہ جاز وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ اور منجملہ
غیبت یہ ہے کہ کہے کہ جو شخص آج کے دن ہمارے پاس ہو کر نکلا یا جسکو ہم نے دیکھا وہ ایسا ہے یہ قول اُسوقت غیبت ہے جبکہ مخاطب معین شخص کو سمجھے اسواسطے کہ مخدور
اور ممنوع تفہیم شخص ہے نہ وہ قول یا فعل جس سے تفہیم ہوا اور جبکہ مخاطب اُسکی ذات کو نہ سمجھے تو جائز ہے اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ میں ہے اور بعضے نسخہ میں بجائے
شرح وہبانیہ کی شرح شرعہ ہے وفیہا الغیبۃ ان تصف اخاک حال کونہ غائبا بوصف یکرہہ اذا سمعہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتدرون
ما الغیبۃ قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال ذکرک اخاک بما یکرہ قیل افرأیت ان کان فی اخی ما اقول قال ان کان فیہ ما تقول اغتبتہ وان لم یکن فیہ فقد بہتہ اور شرح مذکور
میں ہے کہ غیبت یہ ہے کہ اپنے بھائی کے غائب ہونے کے وقت اُسکا ایسا حال یا قال تو بیان کرے جو اُسکو برا لگے جبکہ وہ اُسکو سُنے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اصحاب سے کہ تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے اصحاب نے کہا اللہ اور اُسکا رسول زیادہ تر دانا ہے فرمایا
کہ اپنے بھائی مسلمان کا وہ حال بیان کرنا جو اُسکو مکروہ معلوم ہوتا ہے کسی نے کہا یا حضرت بتائیے تو کہ اگر میرے بھائی میں وہ عیب واقعی ہو جو میں کہتا
ہوں تو بھی غیبت ثابت ہوگی فرمایا کہ اگر اُسمیں وہ عیب ہے جسکو تو کہتا ہے تو تو نے اُسکی غیبت کی اور اگر وہ عیب اُسمیں نہیں ہے تو البتہ تو نے اُسپر بہتان
باندھا یعنی عیب واقعی کا ذکر کرنا بھی تو غیبت ہے اور غیر واقعی عیب کا بیان کرنا غیبت نہیں بلکہ بہتان اور افترا ہے غیبت سے قبیح تر طحطاوی نے
کہا مسلمان کی قید احترازی نہیں تو ذمی کی بھی غیبت حرام ہے اور جو حکم مردوں میں ثابت ہے وہ عورتوں میں بھی ثابت ہے الا بدلیل مخصص اور
جس طرح غیبت حرام ہے ویسا ہی اُسکا استماع بھی حرام ہے حق تعالےٰ اس بلائے عام سے ہم کو نجات بخشے آمین حدیث مذکور ابوداؤد
اور ترمذی میں ہے ترمذی نے کہا کہ حدیث صحیح ہے واذا لم تبلغہ یکفیہ الندم والا شرط بیان کل ما اغتابہ اور جس شخص کی غیبت کی اور اُسکو اُسکی خبر
نہیں پہونچی تو غیبت کرنے سے ندامت اور شرمندہ ہونا کفایت کرتا ہے اور اگر اُسکو غیبت کی خبر پہونچ گئی ہے تو جس چیز کی غیبت کی ہے اُسکا بیان کرنا
مغتاب کے سامنے اور معاف کروانا شرط ہے رفع گناہ میں ہم یعنی درصورت عدم علم مغتاب توبہ کفایت کرتی ہے اور درصورت علم اُسکے سامنے یوں
بیان کرنا چاہیے کہ میں نے تیری یوں غیبت کی ہے سو تو اُسکو معاف کردے تب غیبت کا گناہ معاف ہوگا طحطاوی نے کہا ظاہر ابرأت عامہ کفایت کریگی
(غیبت کردہ شدہ) (واللہ اعلم)

وصلۃ الرحم واجبۃ ولو کانت بسلام وتحیۃ وہدیۃ ومعاونۃ ومجالسۃ ومکالمۃ وتلطف واحسان اور صلہ رحم یعنی عطا اور حسن سلوک قرابت والوں سے
واجب ہے اگرچہ صلہ رحم سلام کرنے اور دعا دینے اور تحفہ رسانی اور مددگاری اور ہمنشینی اور باہم بات چیت کرنے اور مہربانی کرنے اور احسان سے ہو ویزورہم
غبا لیزید حبا بل یزور اقرباءہ کل جمعۃ او شہر ولا یرد حاجتہم لانہ من القطیعۃ فی الحدیث ان اللہ لیصل من وصل رحمہ ویقطع من قطعہا وفی الحدیث صلۃ الرحم تزید فی العمر
وتمامہ فی الدرر اور ملاقات کیا کرے اپنے قرابت والوں سے ایک روز درمیان دیکر تا محبت زیادہ ہو بلکہ اپنے اقرباء سے ملاقات کرے ہر جمعہ یعنی ہر سات دن
میں یا ہر مہینے میں اور انکی حاجت کو نہ رد کرے اس واسطے کہ حاجت روائی نکرنا قطع رحم میں داخل ہے حدیث میں ہے کہ مقرر حق تعالی احسان کرتا ہے اُس سے جو
اپنی برادری سے احسان کرتا ہے اور قطع کرتا ہے اُس سے جو اپنی برادری سے قطع کرتا ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ قرابت والوں کے ساتھ احسان کرنا عمر کو زیادہ
کرتا ہے اور اسکا پورا بیان درر میں ہے ہم درر میں ہے کہ ہر قبیلہ اور عشیرہ کملک اور مددگاری میں غیر دن پر بمنزلہ ذات واحد کے ہے اظہار حق میں نہی اور مددگاری
قرابت والے کی اس شرط پر ہے جبکہ وہ مخالف شرع کے نہو اور نہیں تو اسکا ساتھ چھوڑنا بلحاظ حق شرع کے درست ہے تبیین المحارم میں ہے اختلاف ہے
اُس قرابت میں جسکی معاونت واجب ہے بعضوں نے کہا کہ قریب محرم مراد ہے اور بعضوں نے کہا ہے قرابت دار مراد ہے محرم ہو یا نہو تو اگر
قرابت والوں کے پاس ہے تو انکو ہدیہ دینا اور انکی ملاقات کرنا واجب ہے اور اگر احسان کی قدرت نہیں تو ملاقات کرنا اور انکے کام میں اعانت کرنا لازم ہے اگر انکو
اعانت کی حاجت ہو اور اگر اہل قرابت سے ایک شخص دشمنی کرتا ہو تو اسکی دشمنی سے قطع احسان نکرے بلکہ زیادہ احسان کرے اور اگر اہل قرابت سے دور ہو تو
خط لکھا کرے اور انکی ملاقات کے واسطے چلنا افضل ہے اگر ہو سکے اور بڑا بھائی باپ کے مانند ہے اور اسی طرح دادا پردادا اور بڑی بہن اور خالہ ماں کے مانند ہے ماں کے
بعد اور چچا باپ کے مانند ہے حسن سلوک میں بنا بر ایک قول کے اور صلہ رحمی میں دس فضیلتیں ہیں ۱ خوشنودی حق تعالی کی ۲ ادخال سرور ۳ فرشتوں کا خوش
کرنا ۴ نیکنامی ۵ شیطان کو غمگین کرنا ۶ عمر کا زیادہ ہو جانا ۷ رزق میں برکت ہونا ۸ سرور میت ۹ محبت زیادہ ہونا ۱۰ ثواب زیادہ ہونا موت کے بعد
اس واسطے کہ جب اسکا احسان یاد کرینگے دعاء خیر کرینگے زیادت عمر کی تاویل میں اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک زیادت حقیقی مراد ہے اور بعضوں نے کہا کہ بعد موت کے
اسکا ثواب لکھا جاتا ہے تو گویا وہ زندہ ہے اور بعضوں نے کہا کہ لوح محفوظ میں طول عمر صلہ رحمی پر متعلق ہے کذا فی الطحطاوی بخاری اور مسلم میں عائشہ صدیقہ سے روایت
ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رحم یعنی قرابت عرش سے معلق ہے کہتی ہے جو مجھے جوڑے اللہ اُس سے جوڑیگا اور جو مجھے توڑے اللہ اُس سے توڑیگا
اور بخاری میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جسکو اپنے رزق کی کشادگی اور اپنی موت کی تاخیر خوش معلوم ہو وہ اپنی برادری
سے احسان کرے اور ترمذی میں روایت ہے کہ اپنے انساب کو سیکھو تا اپنی صلہ رحمی کرو اس واسطے کہ صلہ رحمی سے قرابت والوں میں محبت ہوتی ہے اور مال میں برکت
اور موت میں تاخیر ہوتی ہے اور نسائی میں سلمان بن عامر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محتاج کی خیرات میں فقط ایک ثواب ہے خیرات
کا اور قرابت والے کے دینے میں دو ثواب ہیں ایک خیرات کا اور دوسرا صلہ رحمی کا کذا فی تیسیر الوصول وتسلیم المسلم علی اہل الذمۃ لو لہ حاجۃ الیہ والا کرہ وہو الصحیح کما
کرہ للمسلم مصافحۃ الذمی کذا فی نسخ الشرح واکثر المتون بلفظ التسلیم فاولتہ کما تری ولکن فی بعض نسخ المتن لا التسلیم وہو الاحسن لا سلم فافہم اور سلام کرے مسلمان ذمیوں کو اگر مسلمان
کو ذمی کی طرف حاجت ہو اور اگر حاجت نہو تو سلام کرنا مکروہ ہے یہی قول صحیح ہے جیسے مسلمان کو ذمی کا مصافحہ کرنا مکروہ ہے اسی طرح شرح مصنف اور متن کے
اکثر نسخوں میں بلفظ تسلیم کے وارد ہے تو ہم نے اسکی یوں تاویل اور توجیہ کی یعنی سلام مسلم ذمی کو بشرط حاجت جائز ہے اور بلا حاجت مکروہ ہے اور بعض متن
کے بعضے نسخوں میں ولا تسلیم ثابت ہے اور وہ یعنی نفی کا نسخہ اثبات کے نسخہ سے بہتر اور سالم تر ہے تاویل سے تو اسکو سمجھ لیجیو فتاوی عالمگیری میں ہے
مجاہد نے کہا کہ جب یہودی یا نصرانی کو خط لکھے کسی حاجت میں تو یوں سلام لکھے السلام علی من اتبع الہدی کراہت مصافحہ ذمی غیر ہمسایہ پر محمول ہے اور اگر ہمسایہ
ہو تو قنیہ میں ہے کہ ہمسایہ نصرانی کا مصافحہ درست ہے جبکہ سفر سے آوے اور ترک مصافحہ سے اسکو رنج ہوتا ہو محیط میں عبد الرحمن کاتب سے منقول ہے کہ اگر

مسلمان ایک دو بار مجوسی وغیرہ اہل شرک کے ساتھ کھانا کھانے میں مبتلا ہو تو مضائقہ نہیں ہے اور ہمیشگی کرنا مکروہ ہے ظہیریہ میں ہے کہ ذمی کو جواب سلام کا دینا درست ہے اور علیکم سے زیادہ نہ کہے اور اس سے ابتداء سے سلام نہ کرے اسواسطے کہ اس میں اسکی تعظیم اور تکریم ہے اور اگر اسکی طرف حاجت ہو تو ابتداء سے سلام میں مضائقہ نہیں ہے اور اسکے واسطے دعائے مغفرت نہ کرے لیکن دعائے ہدایت درست ہے اور طول عمر کی دعا میں اختلاف ہے کذا فی الطحطاوی وفی شرح البخاری للعینی فی حدیث ای الاسلام خیر قال تطعم الطعام وتقرأ السلام علی من عرفت ومن لم تعرف قال وہذا التعمیم مخصوص بالمسلمین فلا یسلم ابتداء علی کافر لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تبدؤا الیہود والنصاری بالسلام فاذا لقیتم احدہم فی طریق فاضطروہ الی اضیقہ رواہ البخاری اور عینی کی شرح صحیح بخاری میں اس حدیث میں کہ کون اسلام یعنی کون صفت اسلام کی بہتر ہے فرمایا کہ تو کھانا کھلا دے اور سلام کرے اسکو جسکو تو پہچانتا ہے اور جسکو نہیں پہچانتا عینی نے کہا اور تعمیم سلام مخصوص بمسلمین ہے تو کافر کو ابتداء سلام نہ کرے بدلیل اس حدیث کے جسکو بخاری نے روایت کیا کہ یہودیوں اور نصرانیوں کو ابتداء سلام نہ کیا کرو جب تم انمیں سے کسی کو راہ میں پاؤ تو انکو تنگ راہ کی طرف مضطر کرو تم تنگ راہ میں انکو کر دینا اس صورت میں ہے جبکہ اسکا امکان ہو اور ضرر کا خوف نہ ہو یعنی اسلام کی شوکت کے سبب سے ولکن یخص منہ الفاسق بدلیل آخر اور اسی طرح عموم سلام سے فاسق مخصوص ہے دوسری دلیل کے سبب سے ہم فاسق سے فاسق معلن مراد ہے دستور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ کافر اور مبتدع سے ترش روئی کے ساتھ ملاقات کرے اور مجتبی میں ہے کہ محمد نے کہا کہ فاسق معلن کو سلام کرنا مکروہ ہے اور اگر اسکا فسق اعلان کے ساتھ نہو تو مکروہ نہیں اور یہ اس صورت میں ہے جبکہ خوف نہو اور ضرورت داعی نہو کذا فی الطحطاوی واما من شک فیہ فالاصل فیہ البقاء علی العموم حتی یثبت الخصوص اور جس شخص کے اسلام اور کفر میں شک ہو تو اسمین باقی رکھنا حدیث کا عموم پر اصل ہے یہانتک کہ خصوص ثابت ہو اور اگر فاسق اور صالح ہونے میں شک واقع ہو تو اسکا اعتبار نہیں بلکہ مسلمین کے ساتھ حسن ظن لازم ہے ویمکن ان یقال ان الحدیث المذکور کان فی ابتداء الاسلام لمصلحۃ التالیف ثم ورد النہی انتہی ملخصا اور ممکن ہے کہ یوں کہا جاوے کہ حدیث مذکور یعنی عموم سلام کی حدیث ابتداء اسلام میں تھی تالیف قلوب کی مصلحت سے پھر کافر اور فاسق کے سلام کی نہی وارد ہو گئی انتہی کلام العینی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ولو سلم یہودی او نصرانی او مجوسی علی مسلم فلا باس بالرد ولکن لا یزید علی قولہ وعلیک کما فی الخانیۃ اور اگر یہودی یا نصرانی یا مجوسی مسلمان کو سلام کرے تو اسکے جواب دینے کا مضائقہ نہیں ہے ولیکن وعلیک سے زیادہ نہ کہے چنانچہ فتاوی قاضی خان میں ہے یعنی جواب میں فقط وعلیک کہے وعلیک السلام نہ کہے اسواسطے کہ کافر کبھی مسلمان کو السام علیک کہتا ہے یعنی تجھپر موت ہے اور گاہے کہتا ہے السلام علیک بکسر سین یعنی تجھپر پتھر ہے تو جب وعلیک کہا تو اسکا قول اسی پر لوٹ آیا [illegible] ولو سلم علی الذمی تبجیلا یکفر لان تبجیل الکافر کفر اور اگر ذمی کو سلام کرے تکریم اور تعظیم کی نیت سے تو کافر ہو جائیگا اسواسطے کہ تکریم کافر کی کفر ہے ولو قال للمجوسی یا استاذ تبجیلا کفر کما فی الاشباہ اور اگر مجوسی کو کہے یا استاد تعظیم کی راہ سے تو کافر ہو جاوے چنانچہ اشباہ میں ہے وفیہا لو قال للذمی اطال اللہ بقاءک ان نوی بقلبہ انہ یسلم او یؤدی الجزیۃ ذلیلا فلا باس بہ اور اشباہ میں ہے اگر مسلمان نے ذمی سے کہا حق تعالی تیری بقا اور زندگی کو دراز کرے تو اگر اپنے دل میں یہ نیت کرے کہ شاید درازی زندگی سے سمجھے اور مسلمان ہو جاوے یا جزیہ دیا کرے ذلیل ہو کر تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں ہے یہ جو ہندوستانی نصاری کے نوکر اکثر میں انکو دوام اقبال لکھتے ہیں سو حرام ہے اس لیے کہ کفار کی خیرخواہی ہے لیکن اگر دوام اقبال بشرط ایمان دل میں مراد رکھیں تو شاید مضائقہ نہو مگر یہ نیت کون کرتا ہے ولا یجب رد سلام السائل لانہ لیس للتحیۃ ولا السلام وقت الخطبۃ خانیۃ اور بھیک مانگنے والے کے سلام کا جواب دینا واجب نہیں کذا فی الخانیۃ قاضی پر محکمہ میں اور جو شخص مسجد میں بیٹھا ہے انتظار نماز کیواسطے یا تسبیح اور قرأت قرآن میں مشغول ہے اور مذاکرہ علم کے وقت اور اذان اور اقامت کہنے کی حالت میں جواب سلام کا دینا واجب نہیں عنایہ میں ہے کہ قول صحیح یہ ہے کہ ان مواضع میں جواب نہ دے انتہی تنبیہ سوار پیدل کو اور کھڑا بیٹھے کو اور قلیل کثیر کو اور صغیر کبیر کو سلام کرے اور جو پیچھے آتا ہو وہ اگلے کو سلام کرے اسلیے کہ سلام موضوع ہے اسلیے کہ دو ملنے والوں کا خوف زائل ہو جاوے یا ایک کا خوف دور ہو یا تواضع کیواسطے جو مومن کو مناسب ہے یا تعظیم کیواسطے

تو سلام سے مقصود دو امر ہین یا محبت حاصل کرنا یا استدفاع مکروہ تو سوار کا پیدل کو اور قائم کا قاعد کو ازالہ خوف کے واسطے ہے اور قلیل کا سلام کثیر کو تواضع
کے واسطے ہے اور صغیر کا سلام کبیر کو توقیر کے واسطے ہے ہر چند یہ قول ہے نووی شافعی رح کا لیکن ہمارے قواعد کے موافق بعید نہین ہے کہ ثواب ابتدا کا زیادہ ہے بعضوں نے
کہا جواب دینے والے کا اور بعضون نے کہا سلام کرنے والے کا کذا فی الطحطاوی مختصرا وفیہا واذا اتی دار انسان یجب ان یستاذن قبل السلام ثم اذا دخل سلم
ثم یتکلم ولو فی فضاء یسلم اولا او خانیہ مین ہے کہ جب کوئی شخص کسی آدمی کے گھر جاوے تو سلام سے پہلے یہ واجب ہے کہ گھر مین داخل ہونے کی اجازت طلب کرے پھر جب
اجازت پاوے اور داخل ہو تو اول سلام کرے پھر بات کرے اور اگر وہ شخص گھر مین نہو میدان مین ہو تو اول سلام کرے یعنی اس صورت مین دخول کی اجازت
مانگنے کی حاجت نہین ولو قال السلام علیک یا زید لم یسقط برد غیرہ اور اگر ایک شخص نے کہا کہ السلام علیک یا زید تو غیر شخص کے جواب دینے سے جواب زید
پر سے ساقط نہوگا ولو قال یا فلان او اشار الی معین سقط اور اگر یون کہا کہ السلام علیک یا فلان یا معین شخص کو سلام کیا بدون نام لیے تو غیر کے جواب دینے سے جواب
ساقط ہو جاتا ہے اور اگر ایک جماعت کو سلام کیا اور دوسری جماعت نے جواب دیا تو جواب ساقط نہوگا کذا فی تبیین المحارم وشرط فی الرد وجواب العطاس
الاسماع فلو اصم یرید تحریک شفتیہ انتہی اور جواب سلام مین اور چھینک کے جواب مین اسکا سنانا شرط ہے اور اگر سلام کرنے والا یا چھینکنے والا بہرا ہو تو اسکو
اپنے لبون کی حرکت دکھا دے یعنی تا دریافت کرے کہ جواب دیا انتہی ما فی الخانیہ قلت وفی المجتبی ویسقط عن الباقین برد صبی یعقل لانہ من اہل اقامۃ الفرض
فی الجملۃ بدلیل حل ذبیحتہ وقیل لا مین کہتا ہون اور مجتبی مین ہے کہ ساقط ہوتا ہے جواب سلام کا دینا باقی لوگون سے صغیر عاقل کے جواب دینے سے اسواسطے کہ
صغیر عاقل اقامت فرض مین فی الجملہ اہلیت رکھتا ہے اس دلیل سے کہ اسکا ذبیحہ حلال ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ صغیر عاقل کے جواب سے باقی جماعت سے
جواب ساقط نہین ہوتا وفی المجتبی ویسقط برد العجوز وفی رد الشابۃ والصبی والمجنون قولان وظاہر التاتارخانیۃ ترجیح عدم السقوط اور مجتبی مین ہے کہ جواب جماعت سے
ساقط ہو جاتا ہے بڈھی عورت کے جواب دینے سے اور جوان عورت اور صغیر اور مجنون کے جواب مین دو قول ہین سقوط اور عدم سقوط مین اور تاتارخانیہ کا ظاہر
عدم سقوط کی ترجیح پر دلالت کرتا ہے ویسلم علی الواحد بلفظ الجمع وکذا الرد اور سلام کرے مسلمان کو بصیغہ جمع اور اسی طرح جواب سلام مین صیغہ جمع بولنا چاہیے
ہم یعنی ایک شخص کو بھی السلام علیک نہ کہے بلکہ السلام علیکم اور جواب مین وعلیکم السلام کہے اسواسطے کہ تعظیم مسلمان کی عمدہ بات ہے علاوہ اسکے ہر مسلمان
کے ساتھ فرشتے بھی ہوتے ہین تو جمع کے لفظ سے وہ بھی داخل ہو جاوینگے طحطاوی نے تاتارخانیہ سے نقل کیا کہ بہتر یہ ہے کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے
اور جواب دینے والا بھی اسی طرح کہے و وعطف زیادہ کرکے یعنی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور حذف واو بھی درست ہے اور اگر یون سلام کرے سلام علیکم
یا السلام علیکم تو مجیب دونون صورتون مین سلام علیکم و السلام علیکم کہے لیکن الف لام کے ساتھ کہنا افضل ہے انتہی ولا یزید علی وبرکاتہ اور زیادہ نہ کرے وبرکاتہ
پر ہم ابن عباس رض نے کہا کہ ہر شیٔ کا منتہی ہے اور سلام کا منتہی برکاتہ ہے کذا فی المحیط ورد السلام وتشمیت العاطس علی الفور اور سلام کا جواب اور چھینکنے
والے کا جواب فی الفور واجب ہے ہم ظاہر تاخیر بلا عذر مکروہ تحریمی ہے اور گناہ جواب دینے سے مرتفع نہوگا بلکہ توبہ سے کذا فی الطحطاوی ویجب رد جواب
کتاب التحیۃ کرد السلام اور خط کے اندر لکھے سلام کا جواب دینا واجب ہے جیسے سلام قولی کا جواب واجب ہے اسواسطے کہ غائب کی طرف سے خط بمنزلہ خطاب
کے ہے حاضر کی طرف سے کذا فی المجتبی اور لوگ اس سے غافل ہین خط پڑھ کے جواب سلام کا نہین دیتے تاتارخانیہ مین ہے کہ اگر مجلس مین دوسری بار سلام کرے
تو جواب دینا واجب نہین ولو قال لآخر اقرا فلانا السلام یجب علیہ ذلک اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ فلانے شخص کو میرا سلام کہدینا تو اسپر ابلاغ سلام
واجب ہے یعنی اگر اسکا سلام نہ پہنچاویگا تو گنہگار ہوگا امام محمد نے کتاب السیر مین وہ حدیث نقل کی جو اسپر دلالت کرتی ہے کہ جو کسی انسان کو غائب کی طرف سے سلام
پہونچاوے تو اسپر لازم ہے کہ پہونچانے والے کو اول سلام کا جواب دے پھر غائب کو کذا فی عالمگیریہ یعنی یون کہے وعلیک وعلیہم السلام ویکرہ السلام علی الفاسق
لو معلنا والا لا کما یکرہ علی عاجز عن الرد حقیقۃ کآکل او شرعا کمصلی او قاری ولو سلم لا یستحق الجواب انتہی اور مکروہ ہے سلام کرنا فاسق پر اگر علانیہ گناہ کرتا ہے

اور اگر گناہ کو چھپاتا ہو تو مکروہ نہیں جیسے مکروہ ہو سلام کرنا اُسپر جو حقیقۃ جواب نہیں دے سکتا چنانچہ کھانے والا یعنی جسکے منھ میں لقمہ ہو اور وہ چبا رہا ہو یا غائب
ہو جواب سے شرعا چنانچہ نماز کا پڑھنے والا اور قرآن خوان اور اگر ان تینوں کو سلام کوئی کرے تو جواب سلام کا مستحق نہوگا انتہی وفی المنتقی وقد تنافی باب ما یفسد
الصلوٰۃ کراہۃ فی نیف وعشرین موضعا وانہ لایجب رد سلام علیکم بجزم المیم اور مفسدات صلوٰۃ کے باب میں ہم مقدم ذکر کرچکے ہیں کراہت سلام کرنیکے میں اوپر
چند مقام ہیں اور یہ کہ واجب نہیں جواب دینا سلام علیکم کا بجزم میم یعنی اگر سلام کے میم کو جزم کے ساتھ کہے تنوین اور ضمہ حذف کرے تو جواب واجب نہیں
اسواسطے کہ مخالف سنت کے ہو اور عربی بولی کے موافق نہیں کذا فی الطحطاوی لیکن ظاہر اعوام جو اعراب سے واقف نہیں وہ اس سے مستثنی ہیں ولو دخل ولم یر
احدا یقول السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اور اگر مکان میں داخل ہو اور کسی کو نہ دیکھے تو یون کہے (السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین) یعنی ہم پر سلام
ہو اور حق تعالی کے نیک بندوں پر عباد صالحین سے وہ ملائکہ مراد ہیں جو سلام کرنیوالے کے ساتھ ہیں اور حاضرین جن تاتارخانیہ میں ہو کہ سلام کرنا ہر بار گھر کے
داخل ہونے میں چاہیے فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا یکرہ اعطاء سائل المسجد الا اذا لم یتخط رقاب الناس فی المختار کما فی الاختیار ومتن المواہب الرحمن لان علیا
تصدق بخاتمہ فی الصلوٰۃ فمدحہ اللہ بقولہ ویؤتون الزکوٰۃ وہم راکعون مسجد میں سوال کرنے والے کو دینا مکروہ ہو مگر جبکہ سائل لوگون کے گردنون پر قدم
اٹھا کر نہ پھاندتا ہو تو اُسکو دینا بقول مختار مکروہ نہیں کذا فی الاختیار ومتن مواہب الرحمن اسواسطے کہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی نماز مین
خیرات دی سو حق تعالی نے قرآن مجید میں یون اُنکی مدح کی کہ زکوۃ دیتے ہیں اور حالانکہ رکوع میں ہوتے ہیں یعنی وہ نماز مسجد میں تھی تو دلیل اس کی ہو گئی یا
جبکہ نماز میں جو افضل اعمال ہو تصدق درست ہوا تو مسجد میں بطریق اولی درست ہوگا تو معلوم ہوا کہ کراہت اعطاء سائل مسجد بعلت تخطی رقاب ہو
کذا فی الطحطاوی احب الاسماء الی اللہ تعالی عبد اللہ وعبد الرحمن دوست ترین اسماء حق تعالی کے نزدیک عبد اللہ اور عبد الرحمن ہو جسکو مسلم
اور ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں عبد اللہ بن عمر سے حدیث مرفوع منقول ہو کہ (احب الاسماء الی اللہ عبد اللہ وعبد الرحمن) مناوی نے کہا اور عبد اللہ
افضل ہو مطلقا حتی کہ عبد الرحمن سے بھی اور ان دونون نامون کے بعد محمد افضل ہو پھر احمد پھر ابراہیم انتہی قول المناوی طبرانی میں عبد اللہ بن مسعود سے روایت
ہو کہ (احب الاسماء الی اللہ ما تعبد بہ) یعنی سب نامون میں پسندیدہ تر خدا کے نزدیک وہ نام ہو جس سے عبدیت ثابت ہو چنانچہ عبد اللہ اور عبد القادر کذا فی
الطحطاوی وجاز التسمیۃ بعلی ورشید وغیرہما من الاسماء المشترکۃ ویراد فی حقنا غیر ما یراد فی حق اللہ تعالی لکن التسمیۃ بغیر ذلک فی زماننا اولی لان العوام یصغرونہا
عند النداء کذا فی السراجیۃ اور جائز ہو آدمی کا نام علی اور رشید رکھنا اور انکے سوا ان اسماء سے جو مشترک ہیں خالق اور مخلوق میں انکا تسمیہ بھی درست
ہو اور ہمارے حق میں اسماء مذکورہ سے اُسکے غیر معانی مراد ہوتے ہیں جو حق تعالی کے حق میں مراد ہوتے ہیں لیکن انکے سوا اور نام رکھنا ہمارے زمانہ میں
بہتر ہو اس لیے کہ عوام لوگ پکارنے کے وقت اسماء ممدوحہ کو حقیر کرکے پکارتے ہیں کذا فی السراجیۃ ہم مثلا علی حق تعالی کے حق میں بمعنی عالی رتبہ ہو ہر شی
سے اور آدمی کے حق میں عالی رتبہ ہو اپنے ہمسرون سے اور رشید حق تعالی کے حق میں بمعنی (موصل الی الہدایۃ والی کل خیر) اور آدمی کے حق میں تقرب الی اللہ
حاصل کرنے والا اور جو راہ رشد اور مرشد ہو غیر کا تعلیم اور تعلیب سے ومن کان اسمہ محمد الاباس بان یکنی ابا القاسم لان قولہ صلی اللہ علیہ وسلم تسموا باسمی ولا تکنوا
بکنیتی قد نسخ لان علیا رضی اللہ عنہ کنی ابنہ محمد بن الحنفیۃ ابا القاسم اور جسکا نام محمد ہو اُسکی کنیت ابو القاسم سے رکھنے میں کچھ مضائقہ نہیں اسواسطے کہ یہ حدیث
کہ میرا نام تو رکھو اور میری کنیت نہ رکھو البتہ منسوخ ہو اسواسطے کہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند محمد بن حنفیہ کی کنیت ابو القاسم رکھی جسکا سبب کراہت کا
یہ تھا کہ ابو القاسم کہکر یہود پکارتے تھے پھر جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم انکی طرف التفات فرماتے تو وہ کہتے کہ ہم نے اور شخص کو پکارا تمکو ویکرہ ان یدعو الرجل اباہ
وان تدعو المرأۃ زوجہا باسمہ انتہی بلفظہ اور یہ مکروہ ہو کہ مرد اپنے باپ کا نام لے کر اور عورت اپنے شوہر کا نام لیکر پکارے انتہی ما فی السراجیۃ بلفظہ ہم کہ والد کا حق
ولد پر اور زوج کا حق زوجہ پر نہایت زیادہ ہو تو تعظیم اور تکریم کے ساتھ خطاب کرنا چاہیے نام لینے میں ظاہر اسے ادبی ہو حدیث میں وارد ہو کہ اگر سجدہ کا کسیکو حکم

اگر ہوتا تو زوجہ کو زوج کے سجدہ کرنے کا حکم ہوتا وفیما یکرہ الکلام فی المسجد وخلف الجنازۃ وفی الخلاء وفی حالۃ الجماع وزاد ابو اللیث رحمہ اللہ فی
البستان وعند قراءۃ القرآن وزاد فی الملتقی تبعا للمختار وعند التذکیر فما ظنک بہ عند الغناء الذی یسمونہ وجدا اور سراجیہ میں ہے کہ مکروہ ہے کلام کرنا مسجد میں اور
جنازہ کے پیچھے اور بیت الخلا میں اور جماع کی حالت میں اور فقیہ ابو اللیث نے بستان میں اتنا زیادہ بیان کیا ہے اور مکروہ ہے کلام کرنا قرآن پڑھنے کے وقت اور ملتقی نے
باتباع مختار اتنا اور زیادہ کہا ہے اور وعظ اور تذکیر کے وقت کلام مکروہ ہے سو تیرا کیا گمان ہے قرآن پڑھنے کے وقت اس راگ کا جسکو بعضے صوفی وجد کہتے
ہیں یعنی جب کلام مباح وعظ کے وقت مکروہ ہوا تو غنا حرام وعظ کے وقت ظلم عظیم ہے طحطاوی نے کہا شارح کو یوں کہنا تھا فما ظنک بالغناء عند التذکیر
تاتارخانیہ میں ہے کہ فجر کے بعد نماز تک کلام نہ کرے مگر امر خیر یا اور بعضوں نے کہا اور نماز کے بعد سے کلام نہ کرے تا طلوع آفتاب للعربیۃ فضل علی سائر الالسن
وہو لسان اہل الجنۃ من تعلمہا او علم غیرہ فہو ماجور وفی الحدیث احب العرب لثلاث لانی عربی والقرآن عربی ولسان اہل الجنۃ فی الجنۃ عربی عربی زبان کو
افضل ہے تمام زبانوں سے اور بہشتیوں کی زبان عربی ہے جو اسکو سیکھے اور غیر کو سکھا دے وہ ثواب پاوے گا اور حدیث میں وارد ہے کہ عرب کو دوست
رکھو تین وجہ سے اس واسطے کہ میں عربی ہوں اور قرآن شریف عربی ہے اور اہل جنت کی زبان جنت میں عربی ہے حم جامع صغیر میں ایسا ہی بصیغہ جمع امر حاضر ہے اور حاکم
نے اس حدیث کی تخریج کے بعد کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ احفظونی فی العرب لثلاث چنانچہ سیوطی نے ذکر کیا ہے اور حب عرب میں احادیث کثیرہ
وارد ہیں چنانچہ عراقی نے علیحدہ کتاب اسمیں تالیف کی ہے از انجملہ افراد دارقطنی میں ابن عمر رض سے روایت مرفوع ہے کہ حب العرب ایمان وبغضہم نفاق یعنی محبت عرب
کی ایمان ہے اور عداوت انکی نفاق ہے اور ابو الشیخ نے ابوہریرہ رض سے حدیث مرفوع روایت کی کہ دوست رکھو عرب کو واسطے انکے باقی رہنے کو اس واسطے کہ عرب کی بقا
نور ہے اسلام میں اور انکا فنا ہو جانا ظلمت ہے اسلام میں کذا فی الطحطاوی وفیہا التطیین للقبور لا یکرہ فی المختار وقیل یکرہ وقال البزدوی لو احتیج الی الکتابۃ
کیلا یذہب الاثر ولا یمتہن لا باس بہ ذکرہ المصنف فی آخر باب الوصیۃ للاقارب وقدمناہ فی الجنائز اور سراجیہ میں ہے کہ قبروں پر مٹی لگانا اور کہگل کرنا قول مختار
میں مکروہ نہیں اور بعضوں نے کہا مکروہ ہے اور بزدوی نے کہا اگر کتابت کی حاجت ہو تا اثر نہ جاتا رہے اور گمنام نہ ہو تو مضائقہ نہیں اسکا ایسا ذکر کیا ہے مصنف
نے وصیت اقارب کے آخر باب میں اور ہم اسکو باب الجنائز میں پہلے ذکر کر چکے ہیں فائدہ زیارت قبور مرد اور عورت کو درست ہے اور کیفیت زیارت یہ ہے کہ
جسطرح میت کی حیات میں قرب یا بعد سے زیارت کرتا تھا اسی طرح بعد موت کے زیارت کرے اور جب زیارت کا قصد کرے تو مستحب یہ ہے کہ اپنے گھر میں دو
رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں فاتحہ اور آیۃ الکرسی ایکبار اور سورہ اخلاص تین بار پڑھے اور اسکا ثواب میت کے واسطے مقرر کرے حق تعالی قبر کو نورانی کر دے گا اور
مصلی کو بہت ثواب ہوگا پھر قبرستان کی طرف چلے اور راہ میں بیہودہ اشتغال نہ کرے جب قبرستان میں پہنچے میت کے سامنے قبلہ کو پشت دے کر کھڑا ہو اور
یوں کہے السلام علیکم یا اہل القبور یغفر اللہ لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر اور اگر شہید ہو تو یوں کہے السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار اور میت کے
واسطے دعا کا ارادہ کرے تو قبلہ رخ ہو کر دعا کرے پھر سورہ فاتحہ اور آیۃ الکرسی اور اذا زلزلت والہکم التکاثر پڑھے قرآن پڑھنا قبرستان میں بلند آواز سے
مکروہ ہے اور آہستہ پڑھنا مکروہ نہیں اور زیارت کے افضل ایام دوشنبہ اور پنجشنبہ اور جمعہ اور شنبہ ہیں لیکن جمعہ میں نماز کے بعد اور شنبہ میں طلوع آفتاب اور پنجشنبہ
میں اول روز یا آخر روز اور اسی طرح متبرک راتوں میں چنانچہ شب براءت اور ایسی ہی زمانہ متبرک میں چنانچہ عشرہ ذی الحجہ اور عیدین اور عاشورا ابو بکر بن ابی سعید سے
منقول ہے کہ زیارت کے وقت سورہ اخلاص سات بار پڑھنا مستحب ہے مجکو روایت پہنچی ہے کہ جو سات بار پڑھے اگر میت غیر مغفور ہے تو اسکی مغفرت ہوتی ہے اور
اگر مغفور ہے تو پڑھنے والے کی مغفرت ہوتی ہے اور میت کو ثواب ملتا ہے اور جو قبر پر بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ پڑھے تو عذاب اور تنگی اور تاریکی قبر والے سے
چالیس برس تک دور ہو جاتی ہے قبر پر ہاتھ رکھنا بعضوں کے نزدیک درست ہے اور بعضوں کے نزدیک بدعت ہے اور قبر کا ملنا اور بوسہ لینا جائز نہیں کہ نصاری کی عادت
ہے لیکن قبر والدین کے چومنے میں مضائقہ نہیں پھولوں کا ڈالنا قبروں پر درست ہے اور اگر پھولوں کی قیمت کو خیرات کر دے تو بہتر ہے اور اخراج شموع قبروں کی طرف بدعت ہے

۱۲۶۵

الاکل فی البعا المکیرۃ تمنی الموت لغضب وضیق عیش الا لخوف الوقوع فی معصیۃ ای فیکرہ لخوف الدنیا لا الدین لحدیث فبطن الارض خیر لکم من ظہرہا
خلاصۃ آرزو کرنا موت کی غضب یا معاش کی تنگی سے مکروہ ہے اور گناہ میں پڑ جانے کے خوف سے تمنا موت کی مکروہ نہیں یعنی خوف دنیا سے آرزو مکروہ ہے
نہ دین کے خوف سے بدلیل اس حدیث کے کہ زمین کا پیٹ تمہارے واسطے بہتر ہے اُسکی پیٹھ سے کذا فی الخلاصۃ یعنی ایام فتنہ میں مرجانے سے بہتر ہے لا باس
بلبس الصبی اللؤلؤ وکذا البالغ کذا فی شرح الوہبانیۃ معزیا للقنیۃ وقاس علیہ الطرسوسی بقیۃ الاحجار کیاقوت وزمرد ونازعہ ابن وہبان بانہ یحتاج
الی نقل صریح وجزم فی الجوہرۃ بحرمۃ اللؤلؤ قلت وحمل المصنف ما فی القنیۃ علی قولہ وما فی الجوہرۃ علی قولہما وقال وقد رجحوا قولہما ففی الکافی قولہما اقرب الی
عرف دیارنا فیفتی بہ ثم قال المصنف وعلیہ فالمعتمد فی المذہب حرمۃ لبس اللؤلؤ ونحوہ علی الرجال لانہ من حلی النساء مضائقہ نہیں موتی کے پہننے میں صغیر کو اور اسی طرح
بالغ کو ایسا مذکور ہے شرح وہبانیہ میں قنیۃ المفتی کی طرف منسوب کرکے اور موتی پر طرسوسی نے باقی پتھروں کو مثل یاقوت وزمرد کو قیاس کیا ہے اور ابن وہبان نے
طرسوسی سے نزاع کیا ہے کہ اسکی حلت میں نقل صریح چاہیے یعنی غیر مجتہد کا قیاس حجت نہیں اور جوہرہ میں موتی کے حرام ہونے پر یقین کیا ہے میں کہتا ہوں کہ مصنف نے
اپنی شرح میں موتی کی اباحت کو جو قنیۃ المفتی میں مذکور رہی امام کے قول پر محمول کیا ہے اور جو جوہرہ میں حرمت مذکور ہے صاحبین کے قول پر محمول کیا ہے مصنف
نے کہا اور البتہ علما نے صاحبین کے قول پر ترجیح دی ہے سو کافی میں یوں مذکور ہے کہ صاحبین کا قول قریب تر ہے ہمارے دیار کے رواج سے تو اُسی کا فتوی دینا چاہیے
پھر مصنف نے کہا اور بموجب اسکے تو مذہب میں موتی اور اُسکے مانند پتھروں کے پہننے کی حرمت معتمد ہے مردوں پر ہو اسلیئے وہ عورتوں کا زیور ہے ویکرہ للولی
الباس الخلخال والسوار للصبی اور ولی کو پہنانا گوجری اور کنگن کا صغیر کو مکروہ ہے یعنی ہو اسلیئے عورت کا زیور ہے کذا فی الطحطاوی اور اسی طرح ہاتھ پاؤں میں کڑے
اور جوشن اور گلوبند اور لڑکوں کو پہنانا درست نہیں ولا باس بثقب اذن البنت والطفل استحسانا ملتقط یعنی بنتی وطفل کے کان چھیدنے میں مضائقہ نہیں باعتبار استحسان کے
کذا فی الملتقط ظاہر الطفل سے مذکر مراد ہے مصنف کے قرینہ سے لیکن فتاوی عالمگیری میں کبری سے منقول ہے لا باس بثقب اذن الطفل من البنات اھ اسواسطے کہ رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا کرتے تھے بلا انکار انتہی تو یہیں کنچھیدن اناث کے واسطے مخصوص ہے کذا فی الطحطاوی وہل یجوز الخزام فی الانف لم ارہ اور کیا
جائز ہے نتھنی پہننا ناک چھید کر میں نے اسکا حکم کسی کتاب میں نہیں دیکھا امام طحطاوی نے کہا میں کہتا ہوں اگر نتھنی کو زینت کے واسطے عورتیں پہنتی ہوں چنانچہ
بعضے بلاد میں رائج ہے تو ان ملکوں میں ناک چھیدنا نتھنی کے واسطے ایسا ہے جیسے کان کا چھیدنا درست ہے بالیوں کے واسطے ویکرہ للذکر والانثی الکتابۃ
بالقلم المتخذ من الذہب والفضۃ او من دواۃ کذلک سراجیۃ اور مرد اور عورت کو مکروہ ہے لکھنا سونے چاندی کے قلم بنائے ہوئے سے یا سونے چاندی
کی دوات سے کذا فی السراجیۃ ثم قال لا باس بتمویہ السلاح بذہب وفضۃ ولا باس بسرج ولجام وثفر من الذہب عند ابی حنیفۃ خلافا لابی یوسف پھر سراجیہ میں یوں کہا کچھ
مضائقہ نہیں سونے چاندی کے ملمع کا ہتھیار پر اور مضائقہ نہیں زین اور لگام اور رکاب کا سونے سے امام اعظم کے نزدیک برخلاف ابو یوسف کے تم ان مسائل
کی تفصیل اس کتاب کے اول میں ہو چکی جاریۃ لزید قال بکر وکلنی زید ببیعہا حل لعمرو شراؤہا ووطیہا بالقبول قول بکر ان اکبر رأیہ صدقہ کما مر وان اکبر رأیہ کذبہ
لا یقبل قولہ ولا یشتری منہ ولو لم یخبرہ ان ذلک الشیئ لغیرہ فلا باس بشرائہ منہ زید کی لونڈی ہے سو بکر نے کہا کہ مجکو زید نے اسکے بیچنے کا وکیل کیا تو عمرو کو اسکی خرید
اور قربت کرنا درست ہے بسبب قبول کر لینے بکر کے قول کے بشرطیکہ عمرو کو اُسکی راستی کا ظن غالب ہو چنانچہ اول کتاب میں مذکور ہو چکا اور اگر اُسکے کذب کا
گمان غالب ہو تو اُسکے قول کو قبول نہ کرے اور نہ اُس سے خرید کرے اور اگر ایک شخص مشتری کو اسکی خبر نہ کرے کہ یہ چیز غیر شخص کی ہے تو اُسکے خرید کرنے میں قابض
سے کچھ مضائقہ نہیں یعنی اسواسطے کہ قبضہ دلیل ہے ملک کی کما حل وطی من زفت الیہ وقال النساء ہی امرأتک جیسے حلال ہے قربت اس عورت کی
جو زوج کے پاس پہنچائی گئی نکاح کے بعد اور عورتوں نے کہا کہ یہ تیری زوجہ ہے یعنی اسواسطے کہ خبر دلیل شرعی ہے درصورت عدم معارض وحل نکاح
من قالت طلقنی زوجی وانقضت عدتی او کنت امۃ لفلان اعتقنی ان وقع فی قلبہ صدقہا وتمامہ فی الخانیۃ قلت وحاصلہ انہ متی اخبرت

باو محتمل فان ثقة او وقع فی قلبه صدقها لاباس بتزوجها و ان بامر مستنكر لا الا بعد استفسارها اور حلال ہے نکاح کرلینا اس عورت کے ساتھ جسنے کہا کہ میرے زوج نے مجکو طلاق
دی اور میری عدت گذر گئی یا مین فلانے شخص کی لونڈی تھی سو اُسنے مجکو آزاد کر دیا بشرطیکہ مرد کے دل مین اُسکی راستی واقع ہوجاے اور اسکا پورا بیان حاشیہ مین کر
مین کہتا ہون خلاصہ اُس مقام کا یہ ہے کہ جب عورت خبر دے امر محتمل کی تو اگر عورت ثقہ اور معتمد ہو یا مرد کے دل مین راستی جم جاے تو اسکے ساتھ نکاح کر لینا
درست ہے اور اگر عورت امر مستنکر اور غیر معلوم کی خبر دے تو اُسکے نکاح پر جرأت نہ کرے جبتک کہ اُسکا حال دریافت نہ کرے لوگون سے امر مستنکر جیسا کہ عورت
نے ایک مرد سے نکاح کیا پھر دوسرے مرد سے بولی کہ میرا نکاح فاسد تھا یا میرا زوج مسلمان نہ تھا تو دوسرے مرد کو اُسکا قول مان لینا درست نہین اور
دوم اُسکے ساتھ نکاح کرنا درست ہے اسواسطے کہ اُسنے امر مستنکر کی خبر دی کذا فی العالمگیریۃ اور جیسا کہ مطلقہ ثلثہ نے زوج اول سے کہا کہ مین تجکو حلال
ہو گئی تو اُسکے ساتھ نکاح حلال نہین بدون استفسار کے ہے اسلئے کہ بعضے علما کے نزدیک بغیر دخول کے بلا وطی زوج ثانی کے حلت ہو جاتی ہے تو شاید اس عورت نے
اسی قول ضعیف پر اعتماد کیا ہو تو استفسار ضرور ہوا کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے کتب ما قول الشافعی یکتب جواب ابی حنیفۃ رح مستفتی
نے لکھا کہ اس مسئلہ مین مثلاً شافعی کا کیا قول ہے تو امام ابو حنیفہ کا جواب لکھے یہ مبنی ہے علما کے اس قول پر کہ اپنے مذہب کو صواب محتمل خطا اعتقاد کرنا واجب
ہے اور غیر کے مذہب کو بالعکس اسکے اور اسکی بنا اسپر ہے کہ تقلید مفضول کی با وجود افضل کے جائز نہین اور حق یہ ہے کہ تقلید مفضول کی جائز ہے اور اعتقاد
مذکور تو مجتہد کے حق مین ہے نہ تابع مقلد کے حق مین اسواسطے کہ مقلد تو نجات پاتا ہے ائمہ اربعہ کی ایک تقلید کرنے سے فروع مین اور اسپر ترجیح واجب
نہین کذا فی الطحطاوی و اذا کتب المفتی بدین یکتب ولا یصدق قضاء لیقضی القاضی بحنثه اور جب مفتی لکھے کہ یہ امر دیانۃً درست ہے یعنی فیما بینہ وبین اللہ
اپنی نیت پر عمل کرنا چاہیے تو یہ بھی مفتی کو لکھنا چاہیے اور اسکی تصدیق قضاءً نہ کرنا چاہیے تاکہ قاضی حکم کرے اُسکے حانث ہونے سے شلام شاید کہ یہ
بر سبیل اولویت کے ہے والا قضاء قاضی اس قول کتابت پر موقوف نہین مگر جبکہ قاضی احکام شرعی سے جاہل ہو اور فتوی مفتی پر اعتماد کرتا ہو کذا
فی الطحطاوی الترجیع بالقرآن والاذان بالصوت الطیب طیب ان لم یزد فیه الحروف قرآن پڑھنے اور اذان کہنے مین ترجیع یعنی تردید صوت حلق مین خوش
آوازی سے جائز ہے اگر ترجیع مین حروف زیادہ نہو جائین منح الغفار مین اس قول کو اصح نقل کیا ہے اور عالمگیری مین ہے کہ اکثر مشائخ نے کہا کہ ترجیع
مکروہ ہے حلال نہین اسلئے کہ فاسقون کی حالت فسق سے مشابہ ہے یعنی مغنیون کی گٹکری سے مشابہ ہے اور یہ گمان کوئی نہ کرے کہ ترجیع مذکور سے لحن مراد
ہے اسواسطے کہ لحن بلا خلاف حرام ہے وان زاد کرہ له ولمستمعه اور اگر ترجیع سے حرف زیادہ ہو جاے مثلاً فتحہ سے الف اور کسرہ سے یا اور ضمہ سے
واو پیدا ہو تو قاری اور موذن کو اور اسکی سماعت کرنے والے کو ترجیع مکروہ ہے وقوله احسنت ان لسکوته یحسن وان لتلک القراءة یخشی علیه الکفر اور مستمع کا
یون کہنا قاری مرجع مذکور سے کہ کیا خوب کیا تونے تو اگر اُسکے چپ رہنے کیواسطے یہ قول کہا تو بہتر ہے اور اگر اس قرأت مرجعہ کے واسطے کہا تو اسپر کفر کا خوف
ہے وجہ خوف کفر یہ ہے کہ اُسنے حرام متفق علیہ کو بہتر کہا کذا فی الطحطاوی المناظرۃ فی العلم لنصرۃ الحق عبادۃ ولاحدی ثلثۃ حرام لقهر مسلم واظهار علم ونیل دنیا
او مال او قبول مناظرہ اور مباحثہ علم مین کرنا نصرت اور تائید حق کے واسطے عبادت ہے اور تین امور مین سے کسی امر کے واسطے مناظرہ حرام ہے مسلمان کے
مغلوب کرنے کے واسطے اور اپنے علم اور قابلیت کے اظہار کرنے کے واسطے اور حصول دنیا یا مال یا قبول خلائق کے واسطے حرام ہے التذکیر علی المنابر للوعظ والاتعاظ
سنۃ الانبیاء والمرسلین ولریاسۃ ومال وقبول عامۃ من ضلالۃ الیہود والنصاری وعظ اور درس کہنا منبرون پر غیرون کے اور اپنی پند پذیری کے واسطے انبیا اور
مرسلین علیہم الصلوۃ والسلام کی سنت ہے اور تحصیل ریاست اور مال اور قبول عوام کے واسطے وعظ کہنا یہود و نصاری کی گمراہی سے ہے آیۃ کی طرف اشارہ ہے
قرآن مجید مین (فخلف من بعدهم خلف ورثوا الکتاب یاخذون عرض هذا الادنی) الآیہ قراءۃ القرآن بالقراءۃ معروفۃ وشاذۃ دفعۃ واحدۃ مکروہ کما فی الحاوی القدسی
قرآن پڑھنا مشہور اور غیر مشہور قرأت سے یکبارگی مکروہ ہے چنانچہ حاوی قدسی مین ہے قرأت عشرہ سے زیادہ قرأت شاذ غیر مشہور ہے اور

جب مشہورہ اور غیر مشہورہ کا ساتھ پڑھنا مکروہ ہوا تو فقط شاذ قراءت پڑھنا بطریق اولی مکروہ ہوگا کذا فی الطحطاوی یستحب للرجل خضاب شعرہ ولحیتہ ولو فی غیر حرب
فی الاصح والاصح انہ علیہ الصلوۃ والسلام لم یفعلہ ویکرہ بالسواد وقیل لا مجمع الفتاوی وکل من منح المصنف مستحب ہے مرد کو خضاب کرنا اپنے بالوں اور داڑھی میں
اگرچہ خضاب کرے سوائے جہاد کے قول اصح میں اور صحیح تر قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب نہیں کیا اور سیاہی کا خضاب کرنا مکروہ ہے اور
بعضوں نے کہا مکروہ نہیں کذا فی مجمع الفتاوی اور سب مسائل مصنف کی شرح منح الغفار سے منقول ہیں م ہاتھ پاؤں میں مہندی کا خضاب مکروہ ہے عورتوں کی
مشابہت کے سبب سے بالوں کا خضاب درست ہے اگرچہ نساء اور جواری کے پسند آنے کے واسطے کرے ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ جیسے مجکو اچھا معلوم
(عورتوں اور لونڈیوں)
ہوتا ہے کہ میری عورت میرے واسطے اپنا سنگار اور آرائش کرے ویسے ہی عورت کو میری آرائش پسند آتی ہے اکثر مشائخ کا قول یہی ہے کہ سیاہی کا خضاب مکروہ ہے
کذا فی الطحطاوی حنا اور کتم کا خضاب بالاتفاق درست ہے اور احادیث میں وارد ہے لیکن کتم میں اختلاف ہے کہ وسمہ ہے یا کوئی اور گھاس ہے جو حنا کے ساتھ بوئی
جاتی ہے مترجم نے اساتذہ دہلی سے سنا کہ سیاہی کے خضاب سے وسمہ کا خضاب مستثنیٰ ہے اس واسطے کہ صحیح بخاری میں وارد ہے کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک
شہید ہو کر شام کو گیا تھا تو ریش مبارک میں وسمہ کا خضاب تھا تو معلوم ہوا کہ اور ادویہ کی سیاہی مکروہ ہے نہ وسمہ کی الکتب التی لا ینتفع بہا یمحی عنہا اسم اللہ وملائکتہ
ورسلہ ویحرق الباقی ولا باس بان تلقی فی ماء جار کما ہی او تدفن وہو احسن کما فی الانبیاء وہ کتابیں جن سے فائدہ حاصل نہیں ہوتا بوسیدگی کے سبب سے اس سے اللہ تعالی
اور اسکے فرشتوں اور اسکے رسولوں کا نام مٹایا جاوے اور باقی جلا دیجائیں اور بہتے پانی میں اسی طرح بلا محو اسماء مقدسہ انکا ڈالنا درست ہے یا زمین میں دفن
کر دیجائیں اور دفن کرنا جلانے اور بہانے سے افضل ہے جیسے حضرت انبیاء علیہم السلام کو دفن کرتے ہیں بعد موت کے التقصص المکروہ ان یحدثہم بما لیس لہ اصل معروف
او یعظہم بما لا یتعظ بہ او یزید وینقص یعنی فی اصلہ اما للتزیین بالعبارات اللطیفۃ المرققۃ والشرح لفوائدہ فذلک حسن وعظ میں مکروہ قصہ بیان کرنا یہ ہے کہ
لوگوں سے وہ قصہ بیان کرے جسکی کچھ اصل مشہور اور معلوم نہیں اہل روایت کے نزدیک یا انکو اس چیز کی نصیحت کرے جسپر خود عمل نہیں کرتا یا اصل قصہ اور
مطلب میں کچھ زیادہ کردے یا کم کر ڈالے لیکن کلام کا آراستہ کرنا عبارتوں لطیف دل نرم کرنے والیوں سے اور شرح کردینا قرآن اور حدیث کے فوائد کا سو
وہ بہتر ہے م اکثر جہال واعظین یا دنیا پرست اور مرثیہ کہنے والوں کی عادت ہے کہ حکایات کاذبہ اور روایات موضوعہ جسکی اہل حدیث کے نزدیک کچھ اصل
نہیں مزید وقت اور گرمی محفل کے واسطے بیان کرتے ہیں یا کمی بیشی کر دیتے ہیں سو معلوم ہوا کہ درست نہیں مکروہ ہے جاہل کے وعظ گوئی میں یا حریص عالم کے
بیان میں اکثر ایسے فساد دینی واقع ہوتے ہیں والافضل مشارکۃ اہل محلتہ فی اعطاء النائبۃ لکن فی زماننا اکثرہا ظلم فمن تمکن من دفعہ عن نفسہ فحسن وان
اعطی فلیعط من عجز اور مشارکت اپنے اہل محلہ کی اس مال کے دینے میں جسکو حاکم مقرر کرلیتا ہے بہتر ہے لیکن ہمارے زمانے میں اکثر نوائب ظلم ہیں سو جو شخص کہ اسکے
دفع کرنے پر اپنی ذات سے قادر ہو تو بہتر ہے اور اگر دے تو عاجز ہونے کے سبب دینا چاہیے یعنی اگر اہل محلہ پر سے نہ ٹال سکے عاجز ہو تب دے م دفع کرنا
اپنی ذات سے اسوقت درست ہے جبکہ اسکا حصہ غیر پر نہ ڈالا جاوے فتاوی عالمگیری میں قنیہ سے منقول ہے کہ ایک شخص پر ناحق قصور باندھا گیا تو اسکو
ٹالنا اپنی ذات سے درست ہے بشرطیکہ باقی لوگوں پر اسکا حصہ نہ ڈالا جاوے اور افضل یہ ہے کہ اپنی ذات سے دفع نہ کرے یعنی دینے میں اہل محلہ کے شریک
رہے کذا فی الطحطاوی لیس لذی الحق ان یاخذ غیر جنس حقہ وجوزہ الشافعی وہو الاوسع صاحب حق کو جائز نہیں کہ لے اپنے حق کے غیر جنس کو اور
غیر جنس کے لینے کو شافعی نے جائز کہا اور شافعی کا قول وسیع تر ہے استیفاء حق میں م یعنی اگر مثلاً ایک شخص کے دوسرے پر گیہوں قرض ہیں اور اس سے
وصول نہیں اور وہ اسکے جو یا چاول پاوے تو اسکو لینا درست نہیں اس واسطے کہ اسکے ہمجنس نہیں غیر جنس ہیں مجتبی میں ہے کہ دراہم اور دینار ایک جنس
ہیں تو اگر درم کے بدلے دینار لے تو درست ہے معلم طالب من الصبیان اثمان الحصیر فجمعہا فشری ببعضہا واخذ بعضہا لہ ذلک لانہ تملیک لہ من الاباء معلم نے
لڑکوں سے فرش مکتب کی چٹائیوں کے واسطے پیسے طلب کیے سو جمع کیے تحصیل کرکے پھر کچھ پیسوں سے چٹائیاں خریدیں اور کچھ پیسے آپ لیے تو اسکو

یہ درست ہے اسواسطے کہ اس طرح کا دینا دکون کے یا یون کی طرف سے تملیک ہے علم کو ہم طحطاوی نے کہا کہ اسمین تامل ہے اس لیے کہ معلم بمنزلہ وکیل کے ہے خرید
مین یعنی وکیل کو بعض ثمن کا لینا درست نہین کہ خیانت ہے لاباس بوطی المنکوحۃ بمعاینۃ الامۃ ودون عکسہ کچھ مضائقہ نہین منکوحہ کی قربت کرنے مین لونڈی کے
سامنے نہ بالعکس کہ یعنی لونڈی کی قربت منکوحہ کے سامنے درست نہین ہم مجتبی مین یہ مسئلہ بعض مشایخ سے منقول ہے اور قبل اسکے محمد کا قول یون ذکر کیا ہے کہ دو
لونڈیون یا دو عورتون کا جمع کرنا ایک فرش پر اور ایک کی قربت دوسرے کے سامنے مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی ظاہرا کراہت کا قول معتمد ہے اسواسطے کہ
اگرچہ مرد کا ستر دیکھنا منکوحہ یا لونڈی کو درست ہے لیکن لونڈی کو منکوحہ کا ستر دیکھنا کیونکر درست ہوگا وجد مالا قیمۃ لہ لاباس بالانتفاع بہ ایک شخص نے غیر کی
وہ چیز پائی جسکی کچھ قیمت نہین اور اس سے فائدہ لینا درست ہے یعنی بلا اجازت مالک کے ولو لہ قیمۃ وہو غنی تصدق بہ اور اگر اس چیز کی کچھ قیمت ہے اور پانیوالا
غنی ہے اور مالک معلوم نہین تو اسکو خیرات کردے لاباس بالجماع فی بیت فیہ مصحف للبلوے کچھ مضائقہ نہین جمع کرنے مین اس کوٹھری یا دالان کے اندر جہان مصحف
رکھا ہے یہ جائز ہوا بسبب تکلیف اور مشقت کے ہم مجتبی مین اسی طرح مطلق مذکور ہے اور قنیہ مین یہ قید مذکور ہے کہ مصحف مستور ہو اور اگر اوپر پردہ پڑے تو
منافات زائل ہوجاے لا ترکب مسلمۃ علی السرج للحدیث ہذا لو للتلہی ولو لحاجۃ غزو او حج او مقصد دینی او دنیوی لابد لہا منہ فلا باس بہ سواری نہ
کرے مسلمان عورت زین پر بسبب نہی حدیث کے یہ عدم جواز اسوقت ہے جب لہو لعب تماشا منظور ہو سوار ہونے سے اور اگر جہاد یا حج کی حاجت کے سبب
سے عورت زین پر سوار ہو یا کسی مقصد دینی یا دنیوی کے لیے جو اسکے واسطے ضروری ہے سوار ہو تو مضائقہ نہین ہم حدیث مذکور طحطاوی مین یون مذکور ہے کہ
(لعن اللہ الفروج علی السروج) تعنی بالقرآن ولم یخرج بالحانہ عن قدر صحیح فی العربیۃ یستحسن قرآن پڑھنا خوش آوازی سے اور بسبب الحان نہ خارج ہو گیا
اس مقدار سے جو زبان عرب مین صحیح ہے تو وہ خوب ہے ہم قرآن مین خوش آوازی وہان تک درست ہے جسمین قواعد موسیقی کی رعایت نہو یعنی راگ اور
راگنی کو دخل نہ دے یعنی حسن صوت طبیعی مستحسن ہے نہ صناعی جسمین حروف اور حرکات اور سکنات مین تغیر ہوجاتا ہے ذکر اللہ من طلوع الفجر الی طلوع الشمس
اولی من قراءۃ القرآن ذکر اللہ کرنا طلوع فجر سے تا طلوع آفتاب بہتر ہے قرآن کے پڑھنے سے وتستحب القراءۃ عند الطلوع والغروب اور مستحب ہے قرات
قرآن کی طلوع یا غروب کے وقت ہم فتاوی عالمگیری غرائب سے منقول ہے کہ طلوع آفتاب اور ان اوقات مین جنمین نماز درست نہین درود پڑھنا اور دعا
کرنا اور تسبیح پڑھنا بہتر ہے قرآن کے پڑھنے سے اور سلف ان اوقات مین تسبیح کیا کرتے تھے اور قرآن نہین پڑھتے تھے انتہی تو شاید یون کہنا حق تھا کہ طلوع یا
غروب کے وقت قرات مستحب نہین یا ذکر مستحب ہے ان اوقات مین کذا فی الطحطاوی لاباس للامام عقیب الصلوۃ بقراءۃ آیۃ الکرسی وخواتیم سورۃ
البقرۃ والاخفاء افضل مضائقہ نہین امام کو نماز کے بعد آیت الکرسی یا آمن الرسول کے پڑھنے مین بلند آواز سے اور چپکے پڑھنا انکا افضل ہے قراءۃ الفاتحۃ
بعد الصلوۃ جہرا للمہمات بدعۃ قال استاذنا لکنہا مستحسنۃ للعادۃ والآثار سورہ فاتحہ کا پڑھنا نماز کے بعد پکار کے رفع حاجات کے واسطے بدعت
ہے ہمارے استاد یعنی بدیع نے کہا لیکن وہ بدعت حسنہ ہے بسبب عادت مسلمین کے اور بسبب وارد ہونے اخبار اور آثار کے ہم فتاوی عالمگیری
مین اس مسئلہ مین تفصیل واقع ہے یعنی اگر اس نماز کے بعد سنت ہو جیسا کہ ظہر یا مغرب یا عشا تو سورہ فاتحہ پڑھنا مکروہ ہے اور نہین تو مکروہ نہین انتہی
یعنی اسواسطے کہ فرض اور سنت مین سواے اللہم انت السلام یا اور اذکار ماثورہ کے فصل کرنا نہ چاہیے الرشوۃ لا تملک بالقبض رشوت مملوک نہین
ہو جاتی قبضہ کرنے سے یعنی راشی کو اسکا پھیر لینا درست ہے ہم اگر عالم کو تحفہ دیا اسواسطے کہ وہ سفارش کرے یا ظلم کو دفع کردے تو یہ رشوت ہے
ایک شخص نے دوسرے کی حاکم سے سعی کی اور اسکا کام نکال دیا تو بعد کاربرآری کے ہدیہ قبول کرنا درست ہے اور کاربرآری سے پہلے اسکے طلب کرنے سے
ہدیہ حرام ہے اور بدون طلب کے مختلف فیہ ہے اور ہمارے مشایخ کے نزدیک درست ہے اور تنہا اگر دونون کے تحفہ قبول کرنے مین اختلاف ہے مشایخ کا کذا فی الطحطاوی
عن المجتبی لاباس بالرشوۃ اذا خاف علی دینہ کچھ مضائقہ نہین رشوت دینے مین جبکہ آدمی اپنے دین پر خوف کرے ہم یا اپنا حق حاصل کرنے کو رشوت

دے تو یہ دینے والے کے حق میں رشوت نہیں محیط برہانی میں ہے ایک مرد ایک گانوں میں رہتا ہے اور اُسمیں ظالم ہے اور یہ مرد اُس ظالم کو میوہ جات
یا ملبوسات تحفہ دیتا ہے دفع ظلم کے واسطے تو درست ہے والنبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعطی الشعراء ولمن یخاف لسانہ وکفی بسہم المؤلفۃ من الصدقات دلیلا علی امثالہ
اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم شاعروں کو اور جسکی زبان درازی اور بدگوئی سے خوف کرتے تھے اُسکو مال عطا فرماتے تھے اور مؤلفۃ القلوب کا حصہ مقرر ہونا اور
زکوۃ سے ایسے مسائل کی دلیل ہونے کے واسطے کفایت کرتا ہے ہم مؤلفۃ القلوب روساء کفار تھے جنکو زکوۃ کا حصہ تالیف قلوب کے واسطے دیا جاتا تھا ابتداء
اسلام میں جمع اہل المحلۃ للامام یحسن اہل محلہ نے کچھ قوت زاد باہم امام کے واسطے جمع کر دیا تو یہ بہتر ہے ہم امام سے ظاہرا امام مسجد مراد ہے بدلیل محلہ و
من السحت ما یؤخذ علی کل مباح الخ ککلاء وماء ومعادن اور حرام مال سے وہ مال مراد ہے جو مباح چیز پر لیا جاوے چنانچہ نمک اور گھاس اور پانی اور کھانیں جو اشیاء
مذکورہ مثلی مباح ہیں سب آدمی اُسمیں شریک ہیں لیکن جب آدمی نمک کو مثلاً اُسکے کھان سے اٹھا لاوے تو وہ اُسکا مالک ہو جاتا ہے تو اب اُسکو بیچنا درست
ہے وما یاخذہ غاز بغزو ومتاع الشعر ومسخرۃ وحکوات قال تعالی ومن الناس من یشتری لہو الحدیث اور منجملہ اموال محرمہ کے وہ مال ہے جسکو غازی بواسطہ غزا اور
شاعر بذریعہ شعر گوئی اور مسخرا اور ڈھکوسلی قصہ گو لیتا ہے فرمایا حق تعالی نے اور بعضا آدمی وہ ہے جو لہو الحدیث یعنی کھیل کی بابت خرید کرتا ہے ہم مراد وہ غازی
ہیں جو اہل شہر سے زبردستی مال لیں لہو الحدیث سے وہ مراد ہے جو امور ضروریہ سے غفلت میں ڈالے چنانچہ احادیث بے اصل اور قصص غیر معتبرہ اور
مذاق مسخرہ اور فضول کلام یہ آیت نضر بن حارث بن کلدہ کے حق میں اُتری وہ سوداگری کو ملک عجم میں جاتا وہاں سے اخبار عجم خرید کر لاتا اور
قریش سے بیان کرتا اور کہتا کہ محمد تم سے عاد اور ثمود کا قصہ بیان کرتے ہیں اور میں تم سے رستم واسفندیار وغیرہما کا قصہ ذکر کرتا ہوں تو کفار اُسکی حکایات
سنتے اور قرآن کی سماعت ترک کرتے تب یہ آیت اُتری واصحاب معازف وقراد وکاہن ومقامر ووافقۃ ذوو غنۃ کثیرۃ اور حرام ہے وہ مال جسکو باجوں
کے بجانے والے لیتے ہیں اور قراد اور غیبی خبر بتانے والا اور قمار باز اور عورت نیل سے بدن کی گودنے والی لیتی ہے اور مال حرام کی فروع اور شاخیں
بہت ہیں ہم از انجملہ اجرت واشرہ یعنی اُس عورت کی اجرت جو دوسری عورت کے دانت گھسکر باریک کر دے اور جو متوسط عقد نکاح کا ہو کر کچھ مال لے اور جو دو
شخصوں میں صلح کرا کے مال لے اور شراب اور مسکرات کا ثمن اور جو مال کہ جانوروں کی جفتی پر لیا جاوے اور جانور مردار اور درندوں کی کھال کی قیمت
قبل از دباغت اور خرچی اور نیز لڑکے حجام یعنی پچھنے لگانے والے کی اجرت یہ سب مال حرام ہیں کذا فی الطحطاوی قیل لہ یا خبیث ونحوہ جاز للمدعی کل شتیمۃ
لا توجب الحد وترکہ افضل کسی نے کسی کو کہا یا خبیث اور مانند اسکے کوئی کلمہ سخت تو مخاطب کو پھیر کے کہنا اُس گالی میں جائز ہے جو گالی کہ حد کی موجب نہیں ہے
اور ترک اسکا افضل یعنی صبر افضل ہے جواب دینے سے کرہ قول المتطوع اذا سئل اصائم حتی انظر فانہا نفاق او حمق نفل کے روزہ دار سے کسی نے سوال کیا کہ کیا تو
روزہ دار ہے تو اُسکا یوں کہنا کہ دیکھنا چاہیے مکروہ ہے اسواسطے کہ یہ نفاق ہے یا حمق اور جہالت ہم یعنی یہ منافقین کا طریقہ ہے تا معلوم ہو کہ یہ اپنے عمل کو چھپاتا ہے
بلکہ یوں جواب دینا بہتر ہے کہ ہاں میں روزہ دار ہوں اسواسطے کہ صوم میں ریا کو دخل نہیں کذا فی من لہ اطفال ومال قلیل لا یوصی بنفل جس شخص کے چھوٹے لڑکے
ہوں اور تھوڑا مال ہو وہ نفل وصیت نہ کرے ہم لیکن اگر مریض پر صلوات اور کفارات ہوں تو حاضرین کو چاہیے کہ مریض سے بطریق احسن وصیت کرا دیں
مگر یہ کہ مریض عالم متقی ہو اور یہ جو حدیث ہے کہ اپنے بیماروں سے وصیت کا امر کرو تو مطلب اسکا یہ ہے کہ بیمار اپنی اولاد اور عیال اور دوستوں کو جمع کرے
اور حمد الہی بجا لاوے اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دے اور اسکی گواہی دے کہ بہشت اور دوزخ اور قیامت کا آنا حق ہے پھر اولاد سے
کہے کہ تم کسکی عبادت کرو گے میرے بعد پھر انکو ایمان کی وصیت کرے اور اُنسے کہے کہ نہ مرو مگر مسلمان جیسے حضرت ابراہیم اور یعقوب علیہما السلام
نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی پھر اسکے بعد جو چاہے وصیت کرے کذا فی المجتبی یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد جو اُسپر ہوں اُنکی وصیت کرنا چاہیے
وصیت بیماری کے بعد اسواسطے کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ مسلمان کو چاہیے کہ تین دن سے زیادہ وصیت میں تاخیر نہ کرے من صلی او تصدق

یرائے بالناس لا یعاقب بتلک الصلوٰۃ ولا یثاب بہا قیل ہذا فی الفرائض وعمد الزاہدی النوافل المقوم الریاء لا یدخل الفرائض جو شخص نماز پڑھتا ہو یا
زکوٰۃ اور خیرات دیتا ہو لوگوں کے دکھانے کے واسطے تو اس نماز ریائی کے سبب سے اُسپر عذاب ہوگا اور نہ اُسکو اسکا ثواب ملیگا بعضوں نے
کہا کہ یہ عدم عتاب اور ثواب فرائض میں ہے نہ نوافل میں اور زاہدی نے اسکو نوافل کے واسطے بھی عام کہا ہے فقہا کے اس قول کی دلیل سے کہ ریا
فرائض میں داخل نہیں ہوتا ہم شارح کو یون کہنا بہتر تھا وخصہ الزاہدی بالنوافل اسواسطے کہ زاہدی کی عبارت مجتبی میں ہے ولکن نص فی الواقعات
ان الریاء لا یدخل فی الفرائض فتعین النوافل انتہی تو اس صورت میں تعلیل ظاہر ہے اور تعمیم میں ظاہر نہیں کذا فی الطحطاوی تزی الرجل علی ہیئۃ زی المرأۃ مکروہ ہے
کہ تمام مرد کا عورت کی ہیئت اور وضع پر مکروہ ہے یعنی اسواسطے کہ مرد کو عورت کی مشابہت کرنا اور عورت کو مرد کی مشابہت کرنا جائز نہیں اور حدیث میں اسپر
لعنت وارد ہے یکرہ للمرأۃ سور الرجل وسورہا للرجل عورت کو مرد کا جھوٹا اور مرد کو عورت کا جھوٹا مکروہ ہے ہم مراد جھوٹا پانی ہے عورت غیر حلال کا
اور یہ کراہت درصورت تلذذ کے ہے والا فالظاہر انہ مکروہ نہیں اسکا تحریر کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی ولہ ضرب زوجتہ علی ترک الصلوٰۃ علی الاظہر اور
شوہر کو جائز ہے مارنا اپنی زوجہ کا نماز کے چھوڑنے پر بنا بر ظاہر مذہب کے ہم اور اسی طرح اپنے ولد اور یتیم کا مارنا ترک صلوٰۃ پر جائز ہے کذا فی المجتبی
لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ زوج پر واجب نہیں طلاق دینا حرام کار زوجہ کا طحطاوی نے کہا فجور زنا وغیرہ کو شامل ہے لا یجوز الوضوء من الحیاض المعدۃ
للشرب فی الصحیح جائز نہیں وضو کرنا اُن حوضوں سے جو پینے کے واسطے بنائے گئے ہیں قول صحیح میں ہم لیکن وضو کے حوضوں سے پینا درست ہے ویمنع من
الوضوء منہ وفیہ اور پانی پینے کے حوض سے پانی لیکر وضو کرنا اور خود حوض میں وضو کرنا منع کیا جائے ویحملہ لاہلہ ان اذنوا بہ جاز والا لا اور اُس
حوض سے پانی لانا اپنے اہل وعیال کے پینے کے واسطے اگر مالک کی اجازت ہولیجانے کی تو درست ہے اور نہیں تو جائز نہیں الکذب مباح لاحیاء
حقہ ودفع الظلم عن نفسہ والمراد التعریض لان عین الکذب حرام قال وہو الحق قال تعالی قتل الخراصون الکل من المجتبی جھوٹ بولنا اپنے حق کے
ظاہر کرنے کے واسطے اور اپنے اوپر سے ظلم کے دفع کرنے کے واسطے مباح ہے اور کذب سے مراد تعریض ہے یعنی مخالف تصریح اسواسطے کہ عین
کذب حرام ہے صاحب مجتبی نے کہا اور یہی قول حق ہے کہ کذب سے تعریض مراد ہے نہ عین کذب حق تعالی نے فرمایا کہ جھوٹ بولنے والے لعنت کیے گئے
یہ سب مسائل یعنی مسئلہ محو کتب غیر منتفعہ سے یہان تک مجتبی سے منقول ہین وفی الوہبانیۃ قال س ولصلح جاز الکذب او دفع ظالم + او اہل الترضی والقتال
لیظفر + اور وہبانیہ میں کہا جھوٹ بولنا درست ہے صلح بین المومنین کے واسطے یا دفع ظالم کے واسطے اور زوجہ سے جھوٹ بولنا درست ہے تا وہ راضی ہو
وحشت میں نہ آوے اور لڑائی میں کذب درست ہے تا فتح حاصل ہو ہم شارح وہبانیہ نے کہا کذب سے معاریض مراد ہے نہ کذب خالص ویکرہ فی الحمام تعمیم
خادم + ومن شاء تنویرا فخاذ او نور + اور حمام میں خدمتگار کا دابنا اور چپی کرنا مکروہ ہے اور جو چاہے نورا لگانا تو علما نے کہا ہے کہ اپنے ہاتھ سے نورہ لگاوے
کپڑے پر چپی کرنا بلاضرورت مکروہ ہے اور بضرورت درست ہے اور بلا حیلولت ثوب ران پر چپی کروانا حرام ہے چنانچہ جاہلوں کی عادت ہے سو حرام ہے کذا فی شرح
الوہبانیہ ولفسق معتاد المرور بجامع + ومن علم الاطفال فیہ ویوزر + اور عادت گرفتہ مرور در جامع مسجد فاسق ہے اور اسی طرح جو معلم کہ اسمین لڑکے پڑھاوے
وہ گنہگار ہے ہم شارح وہبانیہ نے کہا تعلیم فی المسجد کو کسی نے فسق نہیں کہا ہان اسکو گناہ کہا ہے تو ناظم کے کلام کی یون توجیہ ہوسکتی ہے کہ جب اُسنے گناہ
پر اصرار کیا تو فاسق ہوگیا ومن قام اجلالا لشخص فجائز + فی غیر اہل العلم البعض یقرر + اور جو کھڑا ہوگیا کسی شخص کی تعظیم اور تکریم کے واسطے تو جائز ہے اور
بعضے علما غیر اہل علم میں اسکو ثابت رکھتے ہین ہم شخص سے مراد مسلمان ہے نہ کافر اسواسطے کہ اسباب میں مذکور ہو چکا کہ کافر کی تعظیم جائز نہیں اور بعضوں کے
نزدیک قیام اہل علم کے واسطے مخصوص ہے چنانچہ قنیہ میں ہے وجوز نقل المیت البعض مطلقا + وعن بعضہم ما فوق میلین یحظر + اور بعضوں نے میت کا
منتقل کرنا جائز کہا ہے مطلقا خواہ دو میل ہو یا زیادہ اور بعض فقہاء سے منقول ہے کہ دو میل سے زیادہ جائز نہیں ہم طرسوسی نے ذکر کیا کہ میت کو

اُٹھالیجانا دو میل سے زیادہ قبل از دفن مکروہ ہی بلا خلاف اور بعد دفن کے نقل کرنا حرام ہی بالاتفاق اور ناظم وہبانیہ نے ذکر کیا کہ جواز نقل میت مین دو میل سے
زیادہ اختلاف ہی بعضون کے نزدیک مطلقاً جائز ہی قبل دفن اور بعد دفن کے مسافت کم ہو یا زیادہ میت نے اُسکی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو عبد البر شارح
وہبانیہ نے کہا کہ یہ جو ناظم نے خلاف نقل کیا ہم اسپر مطلع نہین علما کے کلام سے اور ظاہر اطرسوسی کا کلام حق ہی ❊ وللزوجة التسمين لا فوق شبعها ❊ ومن ذكرها التعويذ
للحب يحظر ❊ اور زوجہ کا اپنا بدن موٹا کرنا سیری طعام کھا کر درست ہی بشرطیکہ آسودگی سے زیادہ نہ کھاوے اور زوجہ کا تعویذ لکھوانا زوج کی محبت کیواسطے
ممنوع ہی ❊ تسمین زوجہ بشرط رضاے زوج جائز ہی خانیہ مین ہی کہ ایک عورت آیات تعویذ لکھواتی ہی تا اُسکا زوج اُسکو چاہے اور اُسکی طرف سے نفرت
چھوڑے جامع صغیر مین ذکر کیا ہی کہ یہ حرام ہی حلال نہین انتہی ابن وہبان نے توجیہ اُسکی یون بیان کی ہی کہ ایک طرح کا یہ بھی سحر ہی اور سحر حرام ہی ویکره
ان تسقی لاسقاط حملها وجاز لعذر حيث لا يتصور ❊ اور عورت کا دوا پینا اپنے حمل کے اسقاط کے واسطے مکروہ ہی اور اسقاط کرنا عذر کے سبب سے درست ہی
جبکہ حمل کی صورت نہ بن گئی ہو ❊ حمل کا گرانا بلا عذر مباح نہین اور عذر سے درست ہی بشرطیکہ صورت نہ بن گئی ہو عذر اسقاط یہ ہی کہ مثلاً عورت لڑکے کو
دودھ پلاتی ہی اور حمل رہنے سے دودھ جاتا رہا اور اُسکے زوج کو دایہ رکھنے کی قدرت نہین ہی اور ہلاکی طفل کا خوف ہی تو اس صورت مین حمل کا گرا دینا علاج
وغیرہ سے درست ہی جبتک حمل ٹھہرا ہوا اعضا نہ بن گئے ہون وان اسقطت ميتا ففی السقط غرة ❊ لوالده من عاقل الام تخير ❊ اور اگر عورت نے علاج وغیرہ سے
مردہ لڑکا گرا دیا تو جنین میت کے باپ کے واسطے ماں کی برادری سے غرہ حاصل کیا جاوے ضم غرہ بضم غین معجمہ عبارت پانچ سو درم سے ہی جو ایک سال کے
اندر لیا جاوے اور اگر عورت کی برادری نہو تو عورت کے مال سے اسقدر لیا جاوے اور اگر عورت نے زندہ گرا دیا پھر وہ مر گیا تو عورت کی برادری سے خونبہا
تین سال کے اندر اور اگر برادری نہین تو عورت کے مال سے اسقدر لیا جاوے کذا فی الطحطاوی وفي يوم عاشورا يكره كحلهم ❊ ولا باس بالمعتاد خلطا ويوجر ❊
اور یوم عاشورا یعنی محرم کی دسوین تاریخ سرمہ لگانا مکروہ ہی اور کچھ مضائقہ نہین خلط اثمد کی عادت مین اور ثواب ہی وبعضهم اختار فی الكحل جائز ❊ بفعل رسول الله
فهو المقرر ❊ اور بعضون کے نزدیک یوم عاشورا کو سرمہ لگانا جائز اور مختار ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے سبب سے تو وہی مقرر ہی ❊ وجہ کراہت سرمہ
یہ ہی کہ علامت ہی دشمنان اہلبیت نبوت کی اسواسطے کہ یزید اور ابن زیاد نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون سے سرمہ لگایا تھا اور دوسری روایت یہ ہی کہ
اثمد کا سرمہ لگایا تھا قتل امام کی فرحت سے تنبیہ مین ہی کہ خلط اثمد یوم عاشورا مین کوئی اثر قوی وارد نہین لیکن کچھ مضائقہ نہین بدلیل حدیث من وسع علی عیاله
وسع اللہ علیہ سائر سنتہ تو لوگون نے اسی سے وسعت طعام کی عادت کی ہی کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ وسفر السعادت فیروزآبادی مین ہی کہ استحباب صیام
عاشورا ثابت ہی اور سائر احادیث فضل عاشورا اور فضل صلوۃ و انفاق وخضاب و ادہان واکتحال و طبخ حبوب وغیر ذلک مجموع موضوع و مفتری ہی ائمہ حدیث نے
کہا کہ اسمین سرمہ لگانا بدعت ہی کہ قاتلین حسین کی ایجاد ہی شیخ عبد الحق دہلوی نے سفر السعادت کی شرح صراط المستقیم مین کہا کہ احادیث فضل عاشورا اور وقوع
وقائع عظیمہ چنانچہ قبول توبہ آدم ورفع ادریس آسمان پر اور نجات ابراہیم کی آتش نمرود سے اور ٹھہرنا نوح کی کشتی کا اور اترنا توریت کا موسیٰ پر اور فدیہ اسمٰعیل کا اور نکلنا
یوسف کا قید خانہ سے اسی طرح اور وقائع انبیا علیہم السلام کے محدثین کے نزدیک موضوع اور باطل ہین بجز توسیع طعام مین عیال پر احادیث ضعیفہ وارد ہین کہ تعدد طرق سے
حسن نقصان ہوسکتا ہی حافظ زین الدین عراقی نے اپنی امالی مین طریق بیہقی سے حدیث مرفوع روایت کی کہ من وسع علی عیاله فی يوم عاشوراء وسع الله عليه سائر
سنته اور کہا ہی کہ یہ حدیث ضعیف ہی ولیکن بعضون کے نزدیک حسن ہی اور دوسرے طرق سے بعضون کے نزدیک صحیح ہی اسکا اصل صواعق محرقہ مین ہی کہ اہل سنت کا طریقہ یہ ہی
کہ اس روز مین بدعات روافض سے چنانچہ نوحہ گری وغیرہ سے اجتناب کرین اسی طرح بدعات نواصب اور دشمنان اہلبیت سے پرہیز کرین چنانچہ اس دن مین عید کرنا
اور اظہار فرحت و آرایش کرنا سرمہ لگانا خضاب کرنا ثیاب جدیدہ پہننا اور توسیع نفقات کرنا وغیر ذلک کہ نہ حدیث صحیح سے ثابت ہی نہ صحابہ کرام سے اور نہ چارون
اماموں سے اور نہ کسی کتاب معتبر مین وارد ہی انتہی مافی صراط المستقیم مختصرا ❊ وضرب عبيد الغير جاز بأمره ❊ وما جاز فی الاحرار والا بامر ❊ اور غیر کے غلامون کو مارنا مالک کے

عمارت جائز ہی اور جائز نہین اجارہ کا مارنا اگرچہ باپ امر کرے اپنے طفل کے مارنے کا لیکن معلم کا مارنا تعلیم کیلئے بدر جائز ہی مصلحت کے سبب سے تو بلا
نے کہا صغیر کو ہاتھ سے مارے نہ لکڑی سے اور تین ضرب سے زیادہ نہ مارے اور قاضی کے امر سے مارنا اس صورت مین ہی جبکہ قاضی عادل ہو اور حجت شرعیہ کا متا
ہوگیا اور ہمارے زمانے مین فقط قاضی کے حکم پر اعتماد کرنا بیجا ہے کذا فی الطحطاوی والثواب من ذکر القرآن استماعہ وقالوا ثواب الطفل للطفل یعنی اور قرآن کے
پڑھنے سے قرآن کی سماعت مین زیادہ تر ثواب ہی اور علماء نے کہا کہ طفل کا ثواب طفل ہی کے واسطے مخصوص ہی عدم استماع قرآن کا ثواب پڑھنے سے اسواسطے زیادہ ہی
کہ استماع واجب ہی اور پڑھنا مستحب ہی اور عبادت طفل کا طفل ہی کو ثواب ہی اور اسکے باپ کو تعلیم کا ثواب ہی ودرسک باقی القرآن افضل من صلوۃ النفل
ودرس العلم اولی وافضل اور سیکھنا باقی قرآن کا افضل ہی اور مقدم ہی نفل نماز سے اور سیکھنا علم کا یعنی علم شرعی کا مقدم تر ہی باقی قرآن کے سیکھنے سے اسواسطے
کہ تعلیم جمیع قرآن فرض کفایہ ہی اور تعلم مسائل فقہ بقدر ضرورت فرض عین ہی اور اشتغال بفرض عین اولی ہی فرض کفایہ کے اشتغال سے اس سے معلوم ہوتا ہی کہ تعلم
باقی قرآن کا افضل ہی اُس فقہ کے تعلم سے جو قدر حاجت سے زیادہ ہی وقد کرہوا واللہ اعلم ونحوہ للاعلام بختم الدرس حین یقرء اور بعضے فقیہون نے مکروہ کہا ہی
واللہ اعلم کہنے کو اور مانند اسکے چنانچہ درود پڑھنے کو اختتام درس کے اعلام کیواسطے وقت تقریر کے کیونکہ وجہ کراہت یہ ہی کہ اُسنے اس لفظ کو بے محل صرف کیا
یعنی وسیلہ اعلام اور اطلاع کا قرار دیا اسی طرح اگر ایک شخص محفل مین آیا اور اُسنے کہا یا اللہ مثلاً تاکہ اہل مجلس اُسکے آنے سے خبردار ہوین اور اُسکے لائق
بیٹھنے کی جگہ دین اور تعظیم کرین یا چوکیدار یون کہے لا الہ الا اللہ اور مانند اسکے تاکہ لوگ اُسکے جاگنے اور چوکیداری سے آگاہ ہون تو یہ سب مکروہ ہی اسواسطے
کہ ذکر مقصود نہین ہان اگر دو قصد مجتمع ہون یعنی اعلام بھی اور ذکر بھی تو قصد غالب کا اعتبار ہوگا کذا فی الطحطاوی فائدہ طحطاوی نے کہا کہ طرسوسی اور
بلبلوسی مجتمع ہوے اور حلال روزی مین گفتگو کرنے لگے کہ اب اُسمین سے کچھ باقی ہی تو بلبلوسی نے کہا کہ اصول حلال کے دس ہین حق تعالی اُنمین سے وسعت
کرتا ہی اپنے بندون مین اول تجارت بشرط صدق و راست گوئی ۲- اجارہ بشرط خیرخواہی مالک ۳- ہبہ یا تحفہ برادر متقی کا ۴- میراث اہل طیبت یعنی جس مورث
نے حلال مال جمع کیا نہ حرام ۵- جو غلہ کہ زمین غیر مملوکہ مین پیدا ہوا یعنی غلہ خودرو ۶- خمس غنیمت کا جبکہ عدل اور انصاف سے اُسکی قسمت ہوئی ہو ۷- شکار خشکی کا ۸-
شکار دریا کا ۹- سوال کرنا سخت ضرورت کے وقت ۱۰- احیاء موات تو طرسوسی نے کہا کہ ہر مسلمان پر واجب ہی تفتیش ان اصول کی تا وہ حلال پاک حاصل ہو
جو اہم المہمات ہی اور سب امور سے مقدم ہی واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب احیاء الموات

یہ کتاب ہی احیاء موات کے مسائل مین موات بفتح وضم میم بروزن حیات و فرات وہ زمین ہی جسکا کوئی مالک نہین اور احیاء یعنی زندہ کرنے سے مراد یہ ہی کہ
زمین غیر مزروع زراعت کے لائق ہوجاوے یعنی ویران زمین آباد ہوجاوے اسواسطے کہ ہر چیز کی حیات اُس چیز کے لائق اور مناسب ہوتی ہی لعل مناسبتہ
ان فیہ ما یکرہ وما لا یکرہ شاید کہ مناسبت اس کتاب کی کتاب الکراہیۃ سے یہی کہ اس کتاب مین وہ حکم ہی کہ مکروہ ہی اور وہ حکم بھی ہی جو مکروہ نہین الحیاۃ نوعان حاسۃ
ونامیۃ والمراد ہہنا النامیۃ حیات دو قسم ہی حاسہ یعنی جس سے حس اور حرکت حاصل ہو اور نامیہ یعنی جس سے نشو و نما حاصل ہو اور یہان مراد حیات نامیہ ہی نہ
حاسہ وسمی مواتا لبطلان الانتفاع بہا اور زمین غیر مملوکہ غیر نامیہ کو موات کہا بسبب باطل ہونے اُسکی انتفاع کے تو وہ مردہ ٹھہری نہ زندہ عدم انتفاع کی
وجہ یہ ہی کہ پانی مین زمین ڈوب گئی یا سینچنے کا پانی وہان نہین یا جنگل ہوگیا وغیرہ ذلک من موانع الانتفاع واحیاؤہ ببناء او غرس او کرب او سقی اور احیاء موات
یعنی زمین مردہ کا زندہ کرنا عمارت بنانے سے ہوتا ہی یا درخت لگانے سے یا جوتنے یا سینچنے سے **اذا احیی مسلم او ذمی ارضا غیر منتفع بہا ولیست بمملوکۃ لمسلم**
ولا ذمی فلو مملوکۃ لم تکن مواتا فلو لم یعرف مالکہا فہی لقطۃ یتصرف فیہا الامام ولو ظہر مالکہا ترد الیہ ویضمن نقصانہا ان نقصت بالزرع **وہی بعیدۃ من القریۃ**
اذا صاح من باقصی العامر وہو جہوری الصوت بزازیہ **لا یسمع بہا صوتہ** ملکہا عند ابی یوسف وہو المختار کما فی المختار درمختار وجب کہ سلطان

یا ذمی آباد کرے اُس زمین ویران کو جس سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور وہ کسی مسلمان یا ذمی کی مملوک نہیں اور وہ دور واقع ہے گاؤں سے اسطرح کہ اگر چیخے
وہ شخص جو منتہاے آبادی پر ہے بشرطیکہ وہ شخص بلند آواز ہو کذا فی البزازیہ تو اُس زمین تک اُسکی آواز نہ سنائی دے تو وہ آباد کرنیوالا مسلمان یا ذمی اُس زمین کا مالک ہو جاتا ہے
ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول مختار ہے چنانچہ مختار وغیرہ میں مصرح ہے سو اگر زمین ویران کسی مسلمان یا ذمی کی مملوک ہو تو وہ موات نہیں ہے پھر اگر اسکا مالک
معلوم ہو تو وہ لقطہ یعنی لاوارث مال ہے اُسمین بادشاہ اسلام تصرف کرے اور اگر بعد اسکے اُسکا مالک ظاہر ہو تو وہ زمین اُسی کو پھیر دیجاے اور اسکے
نقصان کا تاوان دے اگر زراعت کرنے سے زمین میں کچھ نقصان ہو گیا ہو ۔ زمین مذکور کا آباد کرنے والا مالک ہوگا اگر مسلمان ہے تو اُس پر عشر واجب
ہوگا اور اگر ذمی ہے تو خراج واجب ہوگا اور اگر خراج کے پانی سے اُسکو سینچے گا تو اُسکو اختیار ہوگا کذا فی الاختیار واعتبر محمد عدم ارتفاق اہل القریۃ بہ وبہ قالت
الثلاثۃ قلت وہذا ظاہر الروایۃ وبہ یفتی کما فی زکوۃ الکبری ذکرہ القہستانی وکذا فی البرجندی عن المنصوریۃ عن قاضی خان ان الفتوی علی قول محمد فالعجب
من الشرنبلالی کیف لم یذکر ذلک فلیحفظ اور محمد رح نے اہل قریہ کی عدم احتیاج کو اُس زمین کی طرف معتبر کیا ہے یعنی موات وہ زمین غیر مملوک ہے جس سے اہل قریہ
منتفع نہوتے ہوں خواہ قریب ہو خواہ بعید اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا میں کہتا ہوں اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور اسی کا فتوی ہے چنانچہ فتاوی کبری کی کتاب
الزکوۃ میں ہے ایسا ذکر کیا ہے قہستانی نے اور اسی طرح برجندی میں ہے عن منصوریہ عن قاضی خان کہ محمد رح کے قول پر فتوی ہے تو شرنبلالی سے تعجب ہے کہ اُنھینے
اسکو کیوں بیان نہ کیا تم اسکو یاد رکھنا چاہیے ۔ فتاوی قاضی خان میں ہے کہ صحیح تر قول موات میں وہ ہے کہ اگر منتہاے آبادی میں آدمی کھڑا ہو کر بلند آواز سے
چلاوے تو جہاں آواز نہ پہونچے وہ موات ہے اور جہانتک آواز پہونچے وہ آبادی کے لواحق سے ہے کہ وہانتک مواشی چرانے وغیرہ کی اہل قریہ کو حاجت ہوتی ہے اھ
تو شاید قاضی خان نے کسی اور کتاب میں محمد رح کے قول پر فتوی بیان کیا ہوگا واللہ اعلم ان اذن لہ الامام فی ذلک وقالا یملکہا بلا اذنہ احیاء موات سے
مسلم مالک اُسکا ہو جاتا ہے اگر امام نے اسکو آباد کرنیکا حکم دیا ہو اور صاحبین نے کہا کہ اُسکا مالک ہو جاتا ہے بدون اُسکے حکم کے بھی وہذا لو مسلما فلو ذمیا شرط الاذن اتفاقا دریہ
یعنی اشتراط اذن امام اور عدم اشتراط اسوقت ہے جبکہ وہ مسلم ہو اور اگر آباد کرنیوالا ذمی ہو تو بادشاہ اسلام کا اذن باتفاق امام و صاحبین کے شرط ہے ولو مستامنا لم یملکہا
اصلا اتفاقا قہستانی اور اگر آباد کرنیوالا کافر مستامن ہو تو زمین کا اصلا مالک نہوگا بالاتفاق کذا فی القہستانی ولو ترکہا بعد الاحیاء وزرعہا غیرہ فالاول احق بہا فی الاصح اور اگر
آباد کرنیوالے نے زمین کو چھوڑ دیا آباد کرنے کے بعد اور غیر شخص نے اسکو بویا تو پہلا شخص اُسکا زیادہ ترحقدار ہے صحیح تر قول میں ولو احیی ارضا میتۃ ثم احاط الاحیاء بجوانبہا
الاربعۃ من اربعۃ نفر علی التعاقب تعین طریق الاول فی الارض الرابعۃ اور اگر ایک شخص نے ویران زمین کو آباد کیا پھر اسکے چاروں طرف سے آبادی محیط ہو گئی چار
شخصوں کے آباد کرنے سے علی التعاقب نہ یکبارگی تو پہلے آباد کرنے والے کی راہ چوتھی زمین میں متعین ہوگی اھ اور اگر سب زمین کی آبادی ایک شخص نے کی تو اُسکی راہ مقرر
کرنے میں ہر طرف سے اسکو اختیار ہے اور اگر جوانب اربعہ میں چاروں شخصوں نے ساتھ ہی آبادی کی تو شخص اول جسطرف سے چاہے راہ مقرر کرے کذا فی العالمگیریہ
ومن حجر ارضا ای منع غیرہ منہا بوضع علامۃ من حجر او غیرہ ثم اہملہا ثلث سنین دفعت الی غیرہ وقبلہا ہو احق بہا وان لم یملکہا لانہ انما یملکہا
بالاحیاء والتعمیر لا بمجرد التحجیر اور جسنے روک ڈالا زمین کو یعنی غیر کا تصرف وہاں سے منع کر دیا پتھر وغیرہ کی نشانی رکھ کے پھر اسکو چھوڑ دیا تین سال تک تو وہ زمین
غیر شخص کو دیجاے آبادی کے واسطے اور تین سال سے پہلے وہی شخص نشانی رکھنے والا زیادہ تر اُسکا حقدار ہے اگرچہ وہ اُسکا مالک نہیں ہوگیا اسواسطے کہ آدمی
اُسکا مالک ہوتا ہے آبادی اور تعمیر سے نہ فقط روک ڈالنے سے ولو کربہا او ضرب علیہا المسناۃ او شق لہا نہرا او بذرہا فہو احیاء مبسوط اور اگر ویران
زمین کو جوتا یا اُسپر بان باندھا سیلاب روکنے کو یا اُسکے واسطے نہر کھودی یا اُسمین بیج ڈالا تو وہ اسکا زندہ کرنا اور آباد کرنا ہے کذا فی المبسوط والمسناۃ بضم میم
والتشدید بدونہ چیز ہے جو سیلاب کے واسطے بنایا جاوے یا پانی کو ہٹا دے ایسا مذکور ہے غایۃ البیان اور مغرب میں اور مصباح العلوم میں ہے کہ مسناۃ
دیوار ہے پانی کے اندر بنائی جاتی ہے جسکو سد کہتے ہیں کذا فی الطحطاوی اور قاموس میں مسناۃ کی تفسیر عرم کی ہے اور عرم مشترک ہے سد وغیرہ میں ولا یجوز احیاء

او قریب من العامر بل تیرک مرعی لهم ومطرحا لحصائدهم لتعلق حقهم به فلم یکن مواتا وکذا لو کان محتطبا اور جائز نہیں آباد کرنا اس زمین کا جو آبادی سے قریب ہے
بلکہ اسکو چھوڑ دیا جاتا ہے لوگوں کی چراگاہ کے واسطے اور انکے کھلیان ڈالنے کے واسطے اسلیے کہ لوگوں کے حق اس زمین سے متعلق ہیں تو وہ زمین موات نہ ٹھہری
اور اسیطرح وہ زمین موات نہیں جہان لوگ لکڑیان اور ایندھن رکھتے ہوں واعلم انه لیس للامام ان یقطع ما لا غنی للمسلمین عنه من المعادن الظاهرة وهی
ما کان جوهرها الذی اودعه الله فی جواهر الارض بارزا کمعادن الملح والکحل والقار والنفط اور یہ معلوم کر کہ بادشاہ کو جائز نہیں یہ کہ کسی کو عطا کرے وہ چیز جس
سے مسلمان بے پرواہ نہیں ظاہر کھانوں سے اور ظاہر کھان وہ ہے کہ جسکا وہ جوہر جو اللہ تعالی نے زمین کے مواضع اور بقاع میں ودیعت رکھا ہے ظاہر اور
آشکارا ہو چنانچہ نمک اور سرمہ اور قیر اور نفط کی کھانیں ہم قار اور قیر اور نفط چکنی رطوبت ہے جو زمین کے چشموں سے جوش کر کے نکلتی ہے قیر کا روغن جہاز وغیرہ
میں ملا جاتا ہے اور نفط کمان وغیرہ میں استحکام کے واسطے ملی جاتی ہے والآبار التی لم تملک بالاستنباط والسعی اور چنانچہ وہ کنوئیں جو کسی کے مملوک نہیں
کھود کر پانی نکالنے اور کوشش کرنے سے دفی المستنبط بالسعی کما رالقنی وهلاء المحرز فی الظرف فملک للمحرز والمستنبط وتمامه فی شرح المصابیح فی حدیث المسلمون
شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار اور وہ پانی جو زمین کھود کر کوشش سے نکالا گیا چنانچہ کاریزوں کا پانی اور وہ پانی جو بھر رکھا گیا برتن میں سو وہ پانی
بھرنے والے اور زمین کھودنے والے کی ملک ہے اور اسکا پورا بیان شرح مصابیح میں ہے اس حدیث کی شرح میں کہ سب مسلمان شریک ہیں تین چیز میں پانی اور
گھاس اور آگ. ہم جمع قنی بضم قاف وکسر نون وتشدید یا جمع قناۃ بمعنی کاریز ہے کاریز وہ نہر ہے جو زمین کے اندر اندر کھود دیجاوے التی یستقی منها الناس
زیلعی یعنی التی لم تملک بالاستنباط والسعی چنانچہ وہ کنوئیں جن سے لوگ پانی لیتے ہیں اور سینچتے ہیں کذا فی الزیلعی یعنی وہ کنوئیں کہ کسی کے مملوک نہیں بواسطہ
استنباط اور سعی کے ہم عدم ملک کا مضمون مکرر ہو گیا اسکی کچھ حاجت نہ تھی کذا فی الطحطاوی فلو اقطع هذه المعادن الظاهرة لم یکن لاقطاعها حکم بل المقطع وغیره
سواء تو اگر سلطان ان ظاہر کھانوں کو عطا کرے کسی شخص کو تو اسکے عطا کا حکم جاری نہوگا بلکہ جسکو عطا ہوئی اور غیر شخص برابر ہیں انتفاع میں فلو منعهم المقطع کان المقطع
متعدیا وکان لما اخذه مالکا لانه متعدد بالمنع لا بالاخذ وکف عن المنع وصرف عن مداومة العمل لئلا یشتبه اقطاعه بالصحة او یصیر معه فی حکم الاملاک المستقرة ذکره
العلامة قاسم فی رسالته احکام اجارة اقطاع الجندی پھر اگر لوگوں کو نمک اور پانی وغیرہ کے لینے سے منع کیا اسنے جسکو سلطان نے عطا کیا تو وہ منع کرنے
کے سبب سے متعدی ظالم ٹھہرے گا اور جو چیز کھان سے لے گا اسکا مالک ہوگا اسواسطے کہ وہ متعدی ہے منع کرنے سے نہ بسبب لینے کے اور باز رکھا جاوے اور
سے اور پھیرا جاوے دوام عمل سے یعنی ہمیشہ کھان سے وہی شخص نہ لیا کرے تا عطاء سلطانی کی صحت کا اشتباہ واقع نہو یا وہ چیز اسکے ساتھ در حکم املاک مستقرہ
کے نہو جاوے ایسا ذکر کیا ہے علامہ قاسم نے اپنے رسالہ میں جو اجارہ اقطاع لشکری کے احکام میں لکھا ہے ہم املاک مستقرہ وہ جو اسکی ملک میں سابق سے داخل
ہوں کذا فی الطحطاوی وحریم بیر الناضح وهی التی تنزح الماء منها بالبعیر کبیر العطن وهی التی تنزح الماء منها بالید وعطن مناخ الابل حول البیر اربعون ذراعا
من کل جانب وقالا ان للناضح ستون اور گرداگرد بیر ناضح کا بیر عطن کی مانند ۴۰ گز ہے ہر جانب سے اور صاحبین نے کہا کہ بیر ناضح کا اگر حریم ہے تو ۶۰ گز ہے بیر ناضح
وہ کنواں ہے جس سے پانی بھرا جاتا اور نکالا جاتا ہے اونٹوں سے یعنی کھیت سینچنے کے واسطے کذا فی العینی شرح الهدایة اور بیر عطن وہ کنواں ہے جس سے پانی بھرا جاتا ہے
ہاتھ سے یعنی اونٹوں کے پلانے کے لیے اور عطن عبارت ہے اونٹوں کی نشست گاہ سے کنوئیں کی گرد وفی الشرنبلالیة عن شرح المجمع لو عمق البیر فوق اربعین یزاد
علیها انتهی لکن نسبه القهستانی لمحمد ثم قال والفتوی بقول الامام وعزاه للتتمة ثم قال وقیل التقدیر فی بیر وعین بما ذکر فی ارضیهم لصلابتها وفی ارضنا رخاوة فیزاد
لئلا ینتقل الماء الی الثانی وعزاه للهدایة وعزاه البرجندی للکافی فلیحفظ اور شرنبلالیہ میں شرح مجمع سے یون ہے کہ اگر کنوئیں کا عمق ۴۰ گز سے زیادہ ہو
تو حریم ۴۰ گز سے زیادہ کیا جاوے گا انتہی لیکن قہستانی میں اس قول کو محمد کی طرف نسبت کیا ہے پھر کہا اور فتوی امام کے قول پر ہے کہ حریم ۴۰ گز سے
زیادہ نہیں اور اسکو قہستانی نے تتمہ کی طرف نسبت کیا ہے پھر یوں کہا ہے کہ بعضوں نے کہا کہ کنوئیں اور چشمہ کی حریم کی مقدار مذکور فقہاء سابقین کی

کہ کاریز کا حریم کنوئیں کے مانند چالیس گز ہے طحطاوی نے غایۃ البیان سے نقل کیا کہ یہی قول ہے شیخین رح کا بھی اور کاریز کا پانی اوپر کی زمین پھٹ کر ظاہر
ہوگیا تو اسکا حکم چشمہ کے مانند ہے یعنی پانچ سو گز اسکا حریم ہوگا اور اختیار میں کاریز کا حریم سلطان کی رائے پر مفوض کیا ہے یعنی اگر سلطان کے
حکم سے کاریز کھودی گئی ہو اور نہیں تو اسکا کچھ حریم نہیں ایسا ذکر کیا ہے برجندی نے وحریم شجر یغرس فی الارض الموات خمسۃ اذرع من کل جانب
فلیس لغیرہ ان یغرس فیہ اور جو درخت زمین موات میں لگایا گیا اسکا حریم پانچ گز ہے ہر طرف سے تو اور شخص کو جائز نہیں کہ اسمیں درخت لگاوے ولحق
ما ینحسر عنہ دجلۃ والفرات الیہ بالموات اذا لم یمکن ذلک حریما لعامر اور جہاں دجلہ اور فرات کا پانی پھرانا ممتنع ہوگیا وہ زمین موات سے ملحق ہے بشرطیکہ
وہ آبادانی کی حریم نہو دجلہ اور فرات بطریق تمثیل کے ہیں یعنی اگر زمین پر دریا کا پانی غالب ہوگیا اور پھر اسطرح سمٹ گیا کہ پھر آنے کی توقع نہیں تو وہ زمین موات
میں داخل ہے اسکا احیاء یعنی آباد کرنا جائز ہے علی الخلاف فانکان حریما او جاز عودہ لم یجز احیاءہ لانہ لیس بموات پھر اگر زمین دریا برد حریم ہو آبادانی کی
یا پانی کا پھر آنا جائز اور متوقع ہو تو اسکا آباد کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ زمین موات نہیں ہے والنہر فی ملک الغیر لا حریم لہ الا ببرہان اور جو نہر غیر کی ملک میں
ہے اسکا حریم نہیں امام رح کے نزدیک مگر گواہ کرنے سے البتہ حریم ثابت ہوگا وقالا لہ مسناۃ النہر لمشیہ ولالقاء طینہ اور صاحبین رح نے کہا کہ صاحب نہر کے واسطے
مینڈ کی ملکیت ہے اسکے اوپر چلنے جانے کے واسطے اور نہر کی مٹی ڈالنے کیواسطے یعنی اگر نہر مٹی سے پٹ جائے تو اسکے اندر سے مٹی نکالکر مینڈ پر ڈالی جاوے وقدرہ محمد
بقدر عرض النہر من کل جانب وہو ارفق ملتقی وقدرہ ابو یوسف بنصف بطن النہر وعلیہ الفتوی قہستانی معزیا للکرمانی اور محمد رح نے مینڈ کی تقدیر بقدر عرض نہر کے بیان
کی ہے ہر طرف سے اور یہ قول سہل اور موافق تر ہے کذا فی الملتقی اور ابو یوسف رح نے اسکی تقدیر بیان کی ہے بقدر نصف بطن نہر کے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی
القہستانی عن الکرمانی وفیہ معزیا للاختیار والحوض علی ہذا الاختلاف اور قہستانی میں ہے اختیار سے منقول ہے کہ حوض کا حریم بھی اسی خلاف پر ہے یعنی امام رح کے نزدیک
حریم نہیں مگر باقامت شہود اور صاحبین رح کے نزدیک حریم ہے مگر محمد رح کے نزدیک بقدر عرض حوض اور ابو یوسف رح کے نزدیک بقدر نصف بطن حوض وفیہ معزیا للکافی و
لوکان النہر صغیرا یحتاج الی کریہ فی کل حین فلہ حریم بالاتفاق اور قہستانی میں کافی سے منقول ہے اور اگر ایسی نہر صغیر ہو جسکی مٹی صاف کرنے کی ہر وقت حاجت
ہو تو اسکا حریم باتفاق امام اور صاحبین رح کے ثابت ہے وفیہ معزیا للکرمانی ان الخلاف فی نہر مملوک لہ مسناۃ فارغۃ یلزقہا ارض لغیر صاحب النہر فالمسناۃ لہ
عندہما ولصاحب الارض عندہ اور قہستانی میں کرمانی سے منقول ہے کہ البتہ خلاف امام اور صاحبین رح کا اس نہر مملوک میں ہے جسکی مینڈ خالی ہو درخت وغیرہ سے
اسکے متصل اور برابر دوسرے شخص کی زمین ہو صاحب نہر کے سوا تو اس صورت میں صاحبین رح کے نزدیک مینڈ صاحب نہر کی مملوک ہے اور امام رح کے نزدیک
صاحب ارض کی مملوک ہے اگر مینڈ فارغ نہو بلکہ صاحب نہر یا صاحب ارض کے درختوں وغیرہ سے مشغول ہو تو بالاتفاق درختوں کا مالک مینڈ کا بھی مالک ہے
کذا فی الطحطاوی عن الدر عینی میں قاضی خان سے منقول ہے کہ اگر مینڈ زمین کی برابر نہو بلکہ اونچی ہو تو وہ صاحب نہر کی مملوک ہے اسواسطے کہ ظاہر ارتفاع اسکا
نہر کی مٹی سے ہے وفیہ معزیا للتتمۃ الصحیح ان لہ حریما بالاتفاق بقدر ما یحتاج الیہ لالقاء الطین ونحوہ انتہی قلت وممن نقل الاتفاق الشرنبلالی عن الاختیار وشرح المجمع اور
قہستانی میں تتمہ سے منقول کہ قول صحیح یہ ہے کہ صاحب نہر کیواسطے حریم بالاتفاق ثابت ہے اسقدر جسقدر مٹی وغیرہ ڈالنے کی حاجت ہو انتہی مافی القہستانی
میں کہتا ہوں اور جن لوگوں نے اتفاق نقل کیا ہے انمیں سے شرنبلالی ہے ناقل عن الاختیار وشرح المجمع

فصل فی الشرب یہ فصل ہے شرب کے مسائل میں ہو لغۃ نصیب الماء وشرعا نوبۃ الانتفاع بالماء سقیا للزراعۃ والدواب شرب بالکسر لغت میں عبارت ہے
پانی کے حصہ سے اور شرع میں عبارت ہے پانی سے فائدہ حاصل کرنے کی باری سے زراعت سینچنے کیواسطے اور جانوروں کے پلانے کے لیے والشفۃ شرب بنی آدم والبہائم
بالشفاہ اور لب سے بنی آدم کا پینا ہے اور لبوں سے جانوروں کا پینا ہے یہاں شرب بضم شین مصدر ہے یعنی نوشیدن اور شرب سے مراد بنی آدم کا استعمال ہے دفع تشنگی کے
واسطے یا کھانے پکانے یا وضو یا غسل یا کپڑا دھونے کے لیے اور مانند اسکے اور بہائم کے حق میں شرب سے مراد دفع تشنگی اور جو اسکے مناسب ہے کذا فی الطحطاوی نقلا عن القہستانی

کل ماء لم یحرز باناء او حب او بئر جاء نذر اور کیواسطے لب سے پینے کا حق ثابت ہے ہر پانی میں جو برتن یا مٹکے کے اندر بھر رکھا نہیں گیا ہو پانی میں حق عام اسوقت
تک ہے جبتک وہ اپنے مقام میں ہے یعنی دریا میں یا کنوئیں میں اور جب کسی نے پانی گھڑے یا مٹکے یا حوض میں بھر رکھا اور پانی کا جاری ہونا منقطع ہو گیا تو وہ
شخص پانی کا مالک ہو گیا اور مصنف رح نے احراز کہا نہ اخذ اسمیں اشارہ ہے کہ اگر کنوئیں سے ڈول بھرا اور کنوئیں کے منہ سے ہنوز جدا نہیں ہوا تو شیخین رح کے
نزدیک بھرنے والا اسکا مالک نہوگا اسواسطے کہ احراز عبارت ہے ایک شئی کے کردینے سے موضع مضبوط میں کذا فی الطحطاوی و لکل سقی ارضہ من بحر او نہر
عظیم کدجلۃ و الفرات ونحوہما لان الملک بالاحراز ولا احراز لان قہر الماء یمنع قہر غیرہ اور ہر آدمی کو اپنی زمین کے سینچنے کا حق ثابت ہے سمندر یا نہر عظیم سے
جیسا کہ دجلہ بغداد اور فرات کوفہ اور مانند انکے چنانچہ نیل مصر کا اور گنگا و جمن ہند کے ہے اسواسطے کہ آدمی کی ملک پانی میں احراز سے ثابت ہوتی ہے اور دریا اور نہر
میں احراز نہیں اسواسطے کہ پانی کا غلبہ غیر پانی کے غلبہ کو مانع ہوتا ہے و لکل شق نہر لسقی ارضہ منہا او نصب الرحی ان لم یضر بالعامۃ لان الانتفاع بالمباح انما
یجوز اذا لم یضر باحد کالانتفاع بالشمس و القمر والہواء اور ہر شخص کو سمندر اور نہر عظیم سے نہر کھود لیجانا اپنی زمین سینچنے کیواسطے یا پنچکی قائم کرنے کیواسطے جائز ہے
بشرطیکہ نہر کھودنے سے عوام خلق کو ضرر نہ پہونچتا ہو اسواسطے کہ مباح چیز سے فائدہ حاصل کرنا اس صورت میں مخصوص ہے جبکہ کسی کو ضرر نہوتا ہو جیسے آفتاب
اور ماہتاب سے اور ہوا سے فائدہ لینا ہر شخص کو مباح ہے بشرط عدم ضرر خلق ہم نہر سے ضرر خلق کی یہ صورت ہے کہ پانی ریلا کرے ایک طرف کنارہ توڑکر اور دیہات اور
اراضی غرق ہو جائیں تو اس صورت میں نہر کھودنا درست نہوگا اسواسطے کہ دفع ضرر لوگون سے واجب ہے کذا فی الطحطاوی عن خزانۃ المفتین لا یسقی دوابہ ان خیف تخریب
النہر لکثرتہا و لا یسقی ارضہ وشجرہ و زرعہ و نصب دولاب و نحوہا من نہر غیرہ و قناتہ و بیرہ الا باذنہ لان الحق لہ فیتوقف علی اذنہ جائز نہیں اپنے جانورون کو
پانی پلانا اگر نہر کے ویران ہونے کا خوف ہو دے جانورون کی کثرت کے سبب سے اور نہ زمین اور درخت اور زراعت کا سینچنا اور نہ دولاب یعنی چرخ اور رہٹ کا قایم
کرنا غیر کی نہر اور کاریز اور کنوئیں سے جائز ہے مگر مالک کے اذن سے اسواسطے کہ حق اُسی کا ہے تو انتفاع اسکے اذن پر موقوف ہوگا ہم زمین اور زراعت کا سینچنا غیر کی نہر اور
کنوئیں سے بلا اذن جائز نہیں خواہ اضطرار ہو یا نہو لیکن اگر بلا اذن سینچے گا تو بہتر یا وان نہیں اور اگر چند بار بلا اذن سینچے گا تو حاکم اسکو تعزیر دے ضرب یا حبس سے
اگر مصلحت جانے کذا فی الطحطاوی عن الخانیۃ و لہ سقی شجر او خضر زرع فی دارہ حملا الیہ بجرارہ و اوانیہ فی الاصح و قیل لا الا باذنہ اور اپنے گھر کے اندر کا درخت سینچنا
یا زراعت خانگی کا سبز کرنا غیر کی نہر یا کنوئین کا پانی اٹھا لا کر گھڑون اور برتنون سے بلا اذن درست ہے صحیح قول میں اور بعضون نے کہا کہ درست نہیں مگر مالک کے اذن سے
ہم خانیہ اور دوجیز میں قول ثانی کو صحیح کہا ہے تو دونوں قول صحیح ٹھہرے کذا فی الطحطاوی و المحرز فی کوز و حب بمہملۃ مہموزۃ الخابیۃ لا ینتفع بہ الا باذن صاحبہ لملکہ
باحرازہ اور جو پانی کسی نے بھر رکھا کوزے اور مٹکوں میں تو اس سے فائدہ لینا بیجا ہے مگر اسکے مالک کے اذن سے بسبب اسکے مالک ہو جانے کے بھر رکھنے سے و لو کانت البیر و الحوض
و النہر فی ملک رجل فلہ ان یمنع مرید الشفۃ من الدخول فی ملکہ اذا کان یجد ماء بقربہ اور اگر کنوان یا حوض یا نہر ایک مرد کی ملک میں ہو اور کوئی شخص اسمیں سے
پانی پینے کا ارادہ کرے تو مالک کو جائز ہے کہ اسکو اپنے مملوک مکان میں داخل نہونے دے بشرطیکہ طالب آب قریب اسکے پانی پا سکتا ہو بشرطیکہ متصل پانی
کسی کا مملوک نہو پیاسے کا منع کرنا اسواسطے جائز ہوا کہ اسکو کچھ ضرر نہیں دوسری جگہ سے پانی پا دیگا کذا فی الطحطاوی فان لم یجد یقال لہ اما ان یصاحب البئر و نحوہ اما ان
تخرج الماء الیہ و تترکہ لیاخذ الماء بشرط ان لا یکسر ضفتہ ای جانب النہر و نحوہ لان لہ حق الشفۃ لحدیث احمد المسلمون شرکاء فی ثلث فی الماء و الکلاء
و النار سو اگر پانی کا طالب اسکے متصل پانی نپاوے تو کنوئیں کے مالک اور مانند اسکے نہر وغیرہ کے مالک سے کہا جائیگا کہ یا تو اسکو پانی نکال دے یا اسکو چھوڑ
دے تاکہ وہ خود پانی لے بشرطیکہ پانی لینے والا نہر اور مانند اسکے حوض کا کنارہ اور کگر نہ توڑ ڈالے ہو اسواسطے کہ اسوقت میں یعنی جب پانی کا طالب متصل اسکے مباح پانی
نپاوے تو اسکو پانی پینے کا حق ثابت ہے مسند احمد کی اس حدیث کی دلیل سے کہ سب مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں پانی اور گھاس اور آگ میں مراد حدیث شرکت
اباحت ہے نہ شرکت ملک سو جو شخص مباح پانی یا گھاس یا آگ پر پہلے دخل کر لے اور اسپر اپنا قبضہ کرے بطریق احراز کے تو وہ احق ہے اور وہ اسکا مالک ہے دوسرا اسکا

مالک نہین اسکو اسکی تملیک بجمیع وجوہ تملیک کے درست ہے گھاس ہے اور وہ گھاس ہے جو خود رو ہووے تو صاحب زمین اسکا مالک نہین تو جو اسکو چھیل یا کاٹے
وہ اسکا مالک ہوگا بر خلاف درخت کے کہ اگر وہ خودرو ہو کسی آدمی کی زمین مین تو صاحب زمین اسکا مالک ہے اسکو کوئی نہین لے سکتا بلا اذن صاحب زمین کے اور آگ
سے وہ آگ مراد ہے جو جنگل مین کسی آدمی نے سلگائی ہو تو اسمین سب شریک ہین تو اگر دوسرا آدمی آوے اور اسکے گرد بیٹھکر تاپا چاہے یا اسکی روشنی مین کچھ سیا چاہے یا
چراغ روشن کیا چاہے تو آگ جلانے والا اسکو روک نہین سکتا اور اگر اپنے موضع مملوک مین آگ جلاوے تو اسکو اپنی ملک سے انتفاع سے روکنا درست ہے جلانے کی لکڑیان
لینا غیر کی ملک سے جائز نہین بدون اسکے اذن کے اور غیر مملوک سے لینا درست ہے اور حطب کی نسبت کسی گاؤن یا جماعت کی طرف معتبر نہین جبتک یہ معلوم ہو
یہ انکی مملوک ہے اور لکڑیان جمع کرنے والا فقط جمع کرنے سے مالک ہو جاتا ہے اگرچہ انکو رسی سے نہ باندھی ہون کذا فی الطحطاوی وحکم الکلاء کحکم الماء فیقال
للمالک اما ان تقطع وتدفع الیہ والا تترکہ لیاخذ قدر ما یرید زیلعی اور گھاس کا حکم پانی کے حکم کے مانند ہے تو مالک زمین سے کہا جاوے اگر وہ اپنی زمین مین آنے
دے کہ یا تو گھاس کا ٹکڑا طالب کو دے اور نہین تو اسکا روکنا چھوڑ دے تو وہ لے جتنا اسکا جی چاہے کذا فی الزیلعی ہم گھاس کا ٹکڑا دینا اسوقت ہے کہ جبکہ قریب اسکے دوسری زمین
مین مباح گھاس موجود نہو کذا فی العالمگیریہ ولو منعہ الماء وہو یخاف علی نفسہ ودابتہ العطش کان لہ ان یقاتلہ بالسلاح لاثر عمر رضی اللہ عنہ اور اگر ایک
شخص دوسرے کو مباح پانی سے روکے اور وہ ڈرتا ہو اپنی جان اور اپنے جانور کے ہلاک ہو جانے سے پیاس سے تو اسکو اس سے لڑنا درست ہے ہتھیار سے بدلیل
اس اثر کے جو عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے وان کان محرزا فی الاوانی قاتلہ بغیر السلاح کطعام عند مخمصۃ درر واذا کان فیہ فضل عن حاجتہ
لملکہ بالاحراز فصار نظیر الطعام وقیل فی البئر ونحوہا الاولی ان یقاتلہ بغیر سلاح لانہ ارتکب معصیۃ فکان کالتعزیر کافی اور اگر پانی بھر رکھا ہو برتنون مین اور خوف
ہلاکی کا ہو پیاس سے اور مالک پانی نہ دیتا ہو تو پیاسا اس سے بدون ہتھیار کے لڑے یعنی لاٹھی وغیرہ سے لڑے نہ تلوار سے جیسے کوئی طعام سے روکے
شدت گرسنگی کے وقت کذا فی الدرر رضا اس شرط سے ہے جبکہ پانی اسکی حاجت سے زیادہ ہو بسبب مالک ہو جانے اس شخص کے بھر رکھنے سے تو پانی طعام
کے مانند ہو گیا اور بعضون نے کہا کنوئین وغیرہ کے پانی روکنے مین بہتر یہ ہے کہ بدون ہتھیار کے اس سے لڑے اسواسطے کہ مانع مرتکب ہوا گناہ کا
تو لاٹھی سے لڑنا بمنزلہ تعزیر کے ہوا کافی یعنی مرتکب معصیت مستحق تعزیر ہوتا ہے تادیبا و زجر کیواسطے وکری نہر ای حفرہ غیر مملوک من بیت المال فان لم
یکن ثمہ ای فی بیت المال شیء یجبر الناس علی کریہ ان امتنعوا عنہ دفعا للضرر اور نہر غیر مملوک کا کھودنا بیت المال سلطان سے ہے سو اگر وہان یعنی بیت المال
مین کچھ مال نہو تو لوگون سے زبردستی کرنا چاہیے اسکے کھدوانے پر اگر وہ انکار کرتے ہون اس سے یہ زبردستی ہے دفع ضرر کیواسطے ہم یہ کہتے ہین کہ عوام مال
صرف کرین مصالح پر اپنے اختیار سے لہذا السلطان کو انپر جبر کرنا درست ہے جیسے لشکر اسلام کے سامان کیواسطے جبر درست ہے کذا فی الحموی وکری النہر المملوک
علی اہلہ ویجبر من ابی منہم علی ذلک اور مملوک نہر کا کھودنا اور صاف کرنا مٹی سے اسکے مالکون پر ہے اور جو کوئی ان مین سے انکار کرے اسپر زبردستی کیجاوے وقیل فی الخاص
لا یجبر اور بعضون نے کہا کہ نہر خاص مین جبر نہ کیا جاوے ہم نہر خاص وہ ہے جسمین شفعہ واجب ہو اور نہر عام وہ ہے جسمین شفعہ واجب نہو اور اسکی تحدید مین اختلاف ہے
بہتر قول اسمین یہ ہے کہ اگر نہر کے شریک سو سے کمتر ہین تو شرکت خاص ہے آپس مین استحقاق شفعہ ثابت ہے اور اگر شریک سو ہین یا زیادہ تو شرکت عام ہے آپس مین
ہر شریک کیواسطے شفعہ واجب نہین بلکہ شفعہ ہمسایہ کیواسطے خاص ہے کذا فی العینی وہل یرجعون ان بامر القاضی نعم اور کیا خرچ کرنے والے خرچ کرنے والے
سے پھر لینگے یا نہین تو اگر یہ خرچ کرنا قاضی کے حکم سے ہے تو رجوع درست ہے اور نہین تو درست نہین ومؤنۃ کری النہر المشترک علیہم من اعلاہ اور نہر مشترک کے
کھودنے کا خرچ شریکون پر ہے نہر کے اوپر کی جانب سے ہم بیان اسکا یون ہے کہ اگر نہر کے دس شریک ہون تو کھودنے کا خرچ ہر شخص پر دسوان حصہ ہے یہان
تک کہ ایک کی زمین سے نہر تجاوز کرے تو اسوقت مین خرچ نہر کا باقی لوگون پر رہے گا ہر شخص پر نوان حصہ فان جاوز ارض رجل منہم برئ
من مؤنۃ الکری وکان لا علیہم کریہ من اولہ الی آخرہ بالحصص کما یستوون فی استحقاق الشفعۃ پھر اگر نہر بڑھ جاوے ایک شریک کی

زمین سے تو وہ بری ہو گیا کھودنے کے خرچ سے اور صاحبین رحہ نے کہا کہ سب شریکوں پر کھودنے کا خرچ ہے اول نہر سے آخر تک بقدر حصوں کے جیسے وہ سب برابر
ہیں شرب میں ہم بہتر یوں تھا کہ شارح کہتا فی استحقاق الشفعۃ یعنی جیسے وہ برابر ہیں شفعہ کے استحقاق میں چنانچہ زیلعی میں ہے اسواسطے کہ حق شرب شریکوں کو
مخصوص نہیں کذا فی الطحطاوی ولا کری علی اہل الشفۃ اور کھودنا واجب نہیں پانی پینے والوں پر یعنی اسواسطے کہ وہ نہر کے مالک نہیں انکا حق تو فقط
شرب میں ہے جبکہ پانی موجود ہو وتصح دعوی الشرب بغیر ارض استحسانا اور پانی کی باری کا دعوی بدون زمین کے درست ہے ازروے استحسان کے ہم وجہ استحسان
یہ ہے کہ باری مرغوب فیہ اور انتفاع کے لائق ہے اور یہ ممکن ہے کہ آدمی بدون زمین کے میراث یا وصیت سے مالک ہو باری کا اسلیے کہ گاہے زمین بک جاتی ہے بدون
پانی کی باری کے تو فقط باری کا باقی رہنا متصور ہے بدون زمین کے واذا کان لرجل ارض ولآخر فیہا نہر واراد رب الارض ان لا یجری النہر فی ارضہ لم یکن له
ذلک ویترک علی حالہ اور جبکہ ایک مرد کی زمین ہو اور دوسرے شخص کی اس زمین میں نہر ہو اور زمین کا مالک چاہے کہ اسکی زمین میں نہر جاری نہ رہے تو اسکو
اس روکنے کا اختیار نہیں اور چھوڑے نہر کو اسکے قدیمی حال پر وان لم یکن فی یدہ ولم یکن جاریا فیہا ای فی الارض فعلیہ البیان ان ہذہ النہر له وانہ قد
کان له مجراہ فی ہذا النہر مسوقۃ لیسقی ارضیہ اور اگر نہر اسکے تصرف میں نہو یعنی اسکے درخت نہوں نہر کے کنارے پر کذا فی العینی اور اس زمین میں جاری نہو یعنی
اسکا جاری ہونا زمان ماضی میں معلوم نہو تو مدعی پر بیان اور ثابت کرنا گواہوں سے لازم ہے کہ یہ نہر اسکی مملوک ہے یا اسکا پانی اس نہر میں جاری تھا اسکی روانگی تھی
مدعی کی زمین سینچنے کیواسطے قولہ وانہ قد کان کا واو بمعنی او ہے اسواسطے کہ دعوی ملک نہر میں ہے یا حق اجرا میں چنانچہ زیلعی میں مصرح ہے کذا فی الطحطاوی وعلی ہذا
المصب فی نہر او علی سطح او المیزاب والممشی فی دار غیرہ فحکم الاختلاف فیہ نظیرہ فی الشرب زیلعی اور اسی قیاس پر پانی گرنے کا مکان ہے نہر میں یا چھت
پر وعلی ہذا القیاس پرنالہ یا راہ یہ سب مذکور دوسرے شخص کے گھر میں واقع ہیں تو آپس میں اختلاف متخاصمین کا حکم پانی کی باری کے حکم کے مانند ہے مصب یعنی آب ریز
سے مراد پانی کے وہ فضلات ہیں جو وضو یا غسل یا منہ کا پانی نہر میں یا چھت پر گرتا ہو یعنی اگر قدیم سے دوسرے کی نہر میں فضلات مذکورہ گرا کرتے ہیں یا کسی کے گھر میں
دوسرے کا پرنالہ یا راہ واقع ہے تو وہ اسکو منع نہیں کر سکتا اور اگر دعوی کے وقت اشیاء مذکورہ موجود نہوں تو اسپر گواہوں سے اپنا دعوی ثابت کرنا لازم ہوگا
قوم اختصموا فی الشرب فہو بینہم علی قدر اراضیہم لانہ المقصود نہر مشترک ہے ایک قوم میں انہوں نے جھگڑا کیا زیادتی اور کمی باری میں تو باری انکے درمیان بقدر انکی زمینوں
کے ہوگی اسواسطے کہ باری سے تو زمین کا سینچنا مقصود ہے یعنی پانی کی حاجت مختلف ہوتی ہے باعتبار اراضی کے تو ہر شخص کا حق بقدر اسکی زمین اور حاجت کے
ہوگا بخلاف اختلافہم فی الطریق فانہم یستوون فی ملک رقبتہ بلا اعتبار سعۃ الدار وضیقہا لان المقصود الاستطراق برخلاف راہ کے اختلاف کے کہ تمام
کی ملکیت میں سب شریک برابر ہیں بلا اعتبار کشادگی اور تنگی گھر کے اسواسطے کہ مقصود راہ آمد و رفت ہے اور وہ مختلف نہیں گھر کی کشادگی اور تنگی سے ولیس لاحد من الشرکاء فی
النہر ان یشق منہ نہرا او ینصب علیہ رحی الا رحی وضع فی ملکہ ولا یضر بنہر ولا بماء وقایہ اور نہر کے شریکوں میں کسی کو درست نہیں یہ کہ اس سے دوسری نہر جاری کرے
یا اسپر پنچکی قائم کرے مگر وہ پنچکی قائم کرنا درست ہے جو خاص اسکی زمین میں واقع ہو اور نہر اور پانی کو ضرر نکرے کذا فی الوقایہ پنچکی قائم کرنا اسواسطے درست نہو کہ
نہر کا کنارہ ٹوٹتا ہے اور کنارہ ٹوٹنے سے پانی بیکار رہ جاتا ہے کسی کام میں نہیں آتا نہر کے عدم ضرر سے مراد یہ ہے کہ اسکا کنارہ نہ ٹوٹے اور پانی کے عدم ضرر سے مراد یہ ہے کہ اسکے جاری
ہونے میں خلل واقع نہو او دالیۃ کنا عورۃ او جسرا او قنطرۃ یا قائم کرے مشترک نہر پر ڈھیکلی چنانچہ دولاب یا قائم کرے چوبی پل یا خشتی اور سنگی پل تو شریک کو جائز نہیں
او یوسع فم النہر او یقسم بالایام وکان انہ قد کانت القسمۃ بالکوی بکسر الکاف جمع کوۃ بفتحہا النقب لان القدیم یترک علی قدمہ لظہور الحق فیہ یا ایک شریک
نہر کا دہانہ کشادہ کرے یا پانی کی قسمت دنوں کے شمار سے کرے حالانکہ قدیمی قسمت تھی بطور نقب کے تو یہ سب امور درست نہیں اسواسطے کہ قدیم چیز اپنی قدامت
پر چھوڑ دی جاتی ہے بسبب ظاہر ہونے حقیقت کے قدامت میں کوی بکسر کاف جمع ہے کوہ بمعنی نقب ہم اصل اسکی نقب بت ہے لیکن یہاں مستعار ہے گشت
کے منافع آب کے واسطے کذا فی الغرب او یسوق نصیبہ الی ارض له اخری لیس له منہا ای من النہر شرب یا شریک لیجاوے اپنا حصہ پانی کا

اپنی دوسری زمین کی طرف حالانکہ اُس نہر مشترک سے اُسکے واسطے باری مقرر نہیں ہے بلا رضاہم متعلق بالجمیع امور مذکورہ جائز نہیں بدون رضامندی
باقی شریکوں کے شارح نے کہا عدم رضا سب اشیاء مذکورہ سے متعلق ہے یعنی نہر مشترک سے دوسری نہر نکالنا اور پنچکی اور ڈھیکلی وغیرہ تعمیر قائم
کرنا اور دہانہ وسیع کرنا اور پانی کی قسمت جدید مقرر کرنا اور دوسری زمین میں پانی بدون رضامندی شریکوں کے لیجانا درست نہیں ولہم نقضہ
بعد الاجازۃ ولورثتہم من بعدہم اور شرکا کو اجازت کے بعد اسکا توڑ دینا یعنی اجازت دے کر پھر روک دینا درست ہے اور شریکوں کے بعد انکے وارثوں کو
بھی یہی اختیار حاصل ہے ولیس للاعلی سد النہر بلا رضاہم وان لم تشرب ارضہ بدونہ ملتقی اور نہر کے اوپر جانب والے کو جائز نہیں نہر کا باندھنا
بدون رضامندی شریکوں کے اگرچہ اُسکی زمین سیراب نہوتی ہو بدون بند باندھنے کے اور اگر شریک راضی ہو جاویں اعلی کے باندھنے پر بقدر
اُسکے حصہ کے یا ہر شریک اپنی باری میں نہر باندھنے پر راضی ہو جاے تو جائز ہے ولیکن اگر تختوں وغیرہ کے روکنے سے پانی رُک جاے تو مٹی وغیرہ سے
باندھنا درست نہیں بدون رضامندی شریکوں کے اور اگر سب شریکوں کی ارضی کو پانی نہ پہونچتا ہو بدون نہر باندھنے کے تو اسفل سے باندھنا چاہیے
درجہ بدرجہ حصہ بحصہ تا اعلی بدلیل قول ابن مسعود رضی اللہ عنہما کہ اسفل نہر کے لوگ امیر ہیں اعلی نہر کے لوگوں پر تاکہ وہ سیراب ہو جاویں کذا فی العینی
والطحاوی کطریق مشترک اراد احدہم ان یفتح فیہ بابا الی دار اخری ساکنہا غیر ساکن ہذہ الدار التی مفتحہا فی ہذا الطریق بخلاف
ما اذا کان ساکن الدارین واحد حیث لا یمنع لان المارۃ لا تزداد چنانچہ ایک راہ مشترک ہے چند شخصوں میں سو ایک شریک نے یہ چاہا کہ اپنی ایک
دوسرے گھر کا دروازہ چھوڑے جسکا رہنے والا غیر ہے اس گھر کے رہنے والے کا جسکا دروازہ اس راہ میں ہے برخلاف اُس صورت کے کہ دونوں گھروں کا
رہنے والا ایک ہی شخص ہے وہاں دروازہ لگانا اس راہ میں ممنوع نہیں اسواسطے کہ اس صورت میں آمدورفت کرنے والے زیادہ نہیں ہو جاتے ہیں اور پہلی صورت
میں زیادہ ہو جاتے ہیں اسلیے پہلی ناجائز ہے اور پچھلی جائز ویورث الشرب ویوصی بالانتفاع بہ اما الایصاء ببیعہ فباطل اور میراث جاری ہوتی ہے پانی کی
باری میں اور وصیت کیجاتی ہے اُس سے نفع لینے کی لیکن اُسکے بیع کی وصیت باطل ہے ولا یباع الشرب ولا یوہب ولا یوجر ولا یتصدق بہ لانہ لیس
بمال متقوم فی ظاہر الروایۃ وعلیہ الفتوی کما سیجیء اور پانی کی باری بیچی نہیں جاتی اور اُسکا ہبہ نہیں ہوتا اور نہ وہ اجارہ دیجاتی ہے اور نہ خیرات دیجاتی ہے
اسواسطے کہ باری مال متقوم نہیں ہے ظاہر الروایۃ میں اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ آگے آویگا ولا یوصی بذلک ای ببیعہ ونحوہ اور وصیت نہیں کیجاتی
اُسکی بیع اور ہبہ اور اجارہ کی ولا یصلح المار بدل خلع وصلح عن دم عمد ومہر نکاح وان صحت ہذہ العقود لانہا لا تبطل بالشروط الفاسدۃ لان الشرب
لا یملک بسبب ما حتی لو مات وعلیہ دین لم یبع الشرب بلا ارض اور باری کا پانی لیاقت نہیں رکھتا بدل خلع اور بدل صلح ہونے کی عمداً خون سے
اور لیاقت نہیں رکھتا نکاح کے مہر ہونے کی اگرچہ یہ عقود مذکورہ صحیح ہو جاوینگے باری کے عوض دلانے سے اسواسطے کہ عقود مذکورہ شرط فاسد سے
باطل نہیں ہو جاتے پانی بدل خلع وغیرہ اسواسطے نہیں کہ پانی کی باری قابل تملیک کے نہیں کسی سبب سے یہاں تک کہ اگر ایک شخص مر گیا اور اسپر
دین ہے تو اسکے دین میں باری بدون زمین کے بیچی نجاوے گی فلو لم یکن لہ ارض قیل یجمع الماء فی کل نوبۃ فی حوض فیباع الماء الی ان یقضی دینہ وقیل ینظر
الامام الی ارض لا شرب لہا فیضمہ الیہا فیبیعہا برضاء ربہا فیصرف القیمۃ الارض بلا شرب وقیمتہا معہ فیصرف تفاوت ما بینہما الدین المیت وتمامہ
فی الزیلعی تو اگر میت مدیون کی زمین نہو فقط باری ہو تو بعضوں نے کہا کہ ہر باری کا پانی جمع کیا جاوے ایک حوض میں پھر وہ پانی ہر باری میں بکا
کرے یہاں تک کہ دین ادا ہو جاے اور بعضوں نے کہا کہ حاکم اُس زمین کو دیکھے اور تلاش کرے جسکی باری نہیں ہے تو میت کی باری کو اُس زمین کے
ساتھ ملادے پھر زمین کو باری کے ساتھ بیع کرے مالک زمین کی رضامندی سے پھر دیکھے کہ زمین کی قیمت بدون باری کے کتنی ہے اور باری کے ساتھ
اُسکی قیمت کتنی ہے تو مابین کے تفاوت کو میت کے دین میں صرف کرے اور پورا بیان اسکا زیلعی میں ہے یعنی اگر مثلاً زمین کی قیمت بدون باری کے

سو درم ہوا اور باری کے ساتھ ۱۲۵ درم تو ۲۵ درم میت کے دین میں صرف ہوں **ولا یضمن من ملا ارضه ماء فنزت الارض جاره او غرقت**
لانه متسبب غير متعد وهذا اذا سقاها سقيا معتادا تتحمله ارضه عادة والا ضمن وعليه الفتوى اور تاوان نہ دیگا وہ شخص جسنے اپنی زمین میں پانی بھرا اسواسطے
پڑوسی کی زمین نے اسکا پانی سوک لیا یا اسکی زمین غرق ہو گئی اسلیے کہ وہ متسبب غیر متعدی ہے اور متسبب میں تاوان اُسوقت ہوتا ہے جبکہ تعدی ثابت
ہو اور یہ یعنی عدم تاوان اسوقت ہے جبکہ اُسنے عادت کے موافق سینچی ہو اور باعتبار عادت کے اُسکی زمین اسقدر پانی کی متحمل ہو اور اگر عادت سے
زیادہ اُسنے پانی بھر لیا ہووے اور پڑوسی کی زمین ناقص ہو گئی ہو تو اُسپر تاوان لازم ہو گا اور اسی قول پر فتوی ہے وفی الذخيرة هذا اذا سقى في نوبته
مقدار حقه واما اذا سقى في غير نوبته او زاد على حقه يضمن على ما قال اسماعيل الزاهد قهستاني اور ذخیرہ میں ہے اور یہ یعنی عدم تاوان اُسوقت ہے جبکہ اُسنے
اپنی باری میں اپنے حصہ کے موافق زمین سینچی ہو اور اگر باری کے سوا ے میں سینچی ہو یا اپنے حصہ سے پانی زیادہ لیا ہو تو اُسپر تاوان لازم ہو گا
بموجب قول اسمعیل زاہد کے کذا فی القہستانی **ولا یضمن من سقی ارضه او زرعه من شرب غیره بغیر اذنه** فی روایة الاصل وعليه الفتوى شرح وهبانية
وابن الكمال عن الخلاصة لما مر انه غير متقوم اور تاوان نہ دے وہ شخص جسنے اپنی زمین یا زراعت سینچی غیر شخص کی باری سے بدون اُسکے اذن کے
اصل کی روایت میں اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ شرح وہبانیہ اور ابن کمال میں ہے خلاصہ سے اسواسطے تاوان نہیں کہ مذکور ہو چکا کہ باری کا پانی مال متقوم
نہیں ہے ولو تصدق نزله يحسن لبقاء المال الحرام فيه بخلاف العلف المغصوب فان الدابة اذا سمنت به انعدم وصار شيئا آخر قہستانی اور اگر اُسکے
پیدا ہووے غلہ یا پھل کو خیرات کرے تو خوب ہے بسبب باقی رہنے حرام پانی کے اُسمیں برخلاف مغصوب چارے کے اس لیے کہ جب جانور موٹا ہو گیا
چارا کھانے سے تو چارا معدوم ہو گیا اور دوسری چیز میں گیا یعنی خون اور گوشت ہو گیا کذا فی القہستانی **فان تكرر ذلك منه لا ضمان وادبه**
الامام بالضرب والحبس ان رأى الامام ذلك خانية وتمامه في شرح الوهبانية پھر اگر یہ یعنی غیر کا پانی لینا چند بار واقع ہو اُس شخص سے تو
تاوان نہیں اور تعزیر دے اُسکو حاکم مارنے اور قید کرنے سے اگر حاکم اُسکو مصلحت جانے کذا فی الخانیہ اور اسکا پورا بیان شرح وہبانیہ میں ہے وقال
وجوز بعض مشائخ بلخ بيع الشرب لتعامل اهل بلخ والقياس يترك بالتعامل ونوقض بانه تعامل بلدة واحدة اور مصنف وہبانیہ نے کہا اور بعض
مشائخ بلخ نے پانی کی باری بیچنے کو تجویز کیا ہے بسبب رواج اہل بلخ کے اور قیاس متروک ہو جاتا ہے رواج کے سبب سے اور یہ تجویز توڑی گئی
ہے اس طرح کہ یہ ایک شہر والوں کا رواج ہے یعنی اور ایک شہر والوں کے رواج سے قیاس متروک نہیں ہوتا وافتى الناصحي بضمانه ذكره في جواهر الفتاوى
قال وينفذ الحكم بصحة بيعه فليحفظ اور ناصحی نے فتوی دیا ہے اُسکے تاوان کا یعنی جو غیر کا پانی بلا اذن کے یہ مذکور ہے جواہر الفتاوی میں اور یہ کہا ہے کہ باری
کی بیع کا حکم نافذ ہو جاتا ہے تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اس فتوی میں ناصحی متفرد ہے تو عدم ضمان کا معارض نہ ہوگا اور عدم ضمان صحیح تر ہے چنانچہ ظہیریہ میں
ہے اور صحت بیع کا حکم نافذ نہ ہوگا اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ قاضی اپنے مذہب کے غیر معتمد قول پر حکم نہ کرے کذا فی الطحطاوی قلت وفي الهداية وشروحها
من البيع الفاسد انه يضمن بالاتفاق فلو سقى ارض نفسه بماء غيره ضمنه وبه جزم في النقاية هنا فافهم میں کہتا ہوں اور ہدایہ اور اُسکی شروح میں بیع فاسد سے
یہ مذکور ہے کہ ضمان لازم آتا ہے تلف کرنے سے تو اگر اپنی زمین سینچی غیر کے پانی سے تو مالک کو تاوان دے اور اسی قول پر یقین کیا ہے نقایہ میں یہاں
سو اسکو سمجھ لے ہم شارح نے اشارہ کیا کہ صاحب نقایہ نے اس مقام کے سوا اور مقام میں جمہور کے موافق تیقین کیا ہے قلت وقدمنا عليه الفتوى فتنبه میں
کہتا ہوں اور البتہ مذکور ہو چکا وہ قول جسپر فتوی ہے تو خبردار رہنا ہم مراد جمہور کا فتوی ہے عدم ضمان کا جو شرح وہبانیہ سے مذکور ہو چکا نہ ناصحی کا فتوی
كذا في الطحطاوي وفي الوهبانية وساق بشرب الغير ليس بضامن ﴿ وضمنه بعض وما اظهره ﴾ اور وہبانیہ میں ہے اور سینچنے والا غیر کی باری سے ضامن
نہیں اور بعضوں نے اسپر تاوان لازم کیا ہے اور جو قول عدم ضمان کا گذر گیا ظاہر تر ہے وما جوزوا اخذ التراب الذي على ﴿ بجوانب نهر دون اذن ليقربه او

فقہا نے اُس مٹی کا لینا جو نہر کے جوانب پر ہو تجویز نہیں کیا ہو بدون اذن مالک کے جو ثابت کرنے کے لیے لو حفر نہرا فالقی ترابہ فی
فی حریم لیس بالنقل یومر + اور اگر لوگوں نے نہر کھودی اور اُسکی مٹی باہر ڈالی تو اگر نہر کے حریم کے اندر ڈالی تو مٹی کے وہاں سے اُٹھانے کا حکم نہوگا اس صورت میں کی ہو
کہ ایک قوم کی نہر ہو دوسرے شخص کی زمین میں اور اُن لوگوں نے نہر کی مٹی اُسکی زمین میں ڈالی تو اگر مٹی حریم کے اندر ہو تو صاحب زمین مٹی اُٹھانے کا
اُنسے مواخذہ نہیں کر سکتا اور اگر مٹی حریم کے باہر ڈالی ہو تو مالک کو اختیار ہو کہ اُنسے نقل تراب کا مواخذہ کرے یہ دونوں مسئلے وہبانیہ کی دو بیتوں میں
مذکور تھے شارح نے اصلاح کی وہ مطلب ایک بیت میں بیان کر دیا کذا فی الطحطاوی و اللہ تعالیٰ اعلم و استغفر اللہ الحلیم الکریم

کتاب الاشربۃ

یہ کتاب ہو اشربہ یعنی شرابوں کے احکام میں ہو اشربہ محرمہ کے حرام ہونے کی خوبیاں ظاہر ہیں اسلیے کہ فضل عقل میں اور عقل اشرف الاشیاء ہو جس سے آدمی
ممتاز ہو حیوانات سے اور اُسی سے خطاب شرع متعلق ہو لیکن خمر اگلی اُمتوں پر مباح تھی اُنکی طول اعمار اور جسامت ابدان کے سبب سے تو بسبب اپنی قوت کے
آفت شراب کے متحمل تھے اور اُنپر مستی غالب نہوتی تھی تو اُسکی اباحت میں اُنکے واسطے صلاح تھی کثرت منافع کے سبب سے اور یہ امت تو کم عمر اور ضعیف البدن ہو تو اُسپر
مستی غالب ہو جاتی ہو شرب قلیل سے بھی اسلیے کہ اُنکے حق میں یہی صلاح تھی کہ خمر بالکل قلیل یا کثیر اُنپر حرام ہو اور ابتداے اسلام میں سو اسطے مباح ہوئی تھی کہ وہ
خمر کو معائنہ کر لیں پھر جب حرام ہوئی تو معلوم ہو گیا کہ یہی دین حق ہو یہ چیز حرام ہونے کے لائق تھی کذا فی العینی طحطاوی نے کہا کہ مستی اور نشا سب دینوں میں حرام تھا
اور خمر کا تھوڑا بھی بنیات محمدی پر حرام ہوا اُنکی تعظیم اور تکریم کے واسطے تا اُنکو قبیح میں واقع نہوں کیونکہ یہ امت مشہود بالخیر ہو ہی جمع شراب ہو الشراب لغۃ کل مائع
یشرب و اصطلاحا ما یسکر اشربہ جمع ہو شراب کی اور شراب بلغت عرب میں عبارت ہو ہر چیز رقیق سائل سے جو پی جاے چنانچہ پانی اور رس اور شربت اور عرق خواہ
حلال ہو یا حرام نشہ کرے یا نہ کرے اور اصطلاح شرع میں شراب وہ ہو جو نشہ کرے مست اور بیہوش کر دے ہم عرف ہندوستان میں شراب اُسکو کہتے ہیں جو دیگ میں
ڈالکر بطور عرق کے کشید ہو اور نشا کرے خواہ انگور کا عرق ہو خواہ اور پھل کا خواہ گڑ کا والمحرم منہا اربعۃ انواع اور شرابوں میں سے چار قسم کی شرابیں حرام ہیں یعنی خمر
اور طلا اور سکر اور نقیع زبیب چنانچہ تفصیل اسکی آگے معلوم ہوگی ہم اصول اشربہ چار چیزیں ہیں ایک تو ثمار یعنی پھل مثل انگور اور کھجور اور موز یعنی انگور خشک جسکو
اہل ہند منقی کہتے ہیں دوسرے حبوب جیسے گیہوں اور جو اور جوار تیسرے شیرینیاں چنانچہ شکر اور گڑ اور شہد چوتھے البان یعنی اونٹ کا دودھ اور گھوڑے کا دودھ
سو انگور سے پانچ یا چھ شرابیں بنتی ہیں یعنی خمر اور باذق اور منصف اور مثلث اور بختج یعنی پختہ اور منقے سے دو شرابیں بنتی ہیں یعنی نقیع اور نبیذ اور کھجور سے تین شرابیں
بنتی ہیں یعنی سکر نقیع التمر اور فضیخ اور نبیذ اور حبوب اور فواکہ اور شہد وغیرہا سے ایک ہی چیز ہوتی ہو اگرچہ نام اُسکے چند قسم کے ہوتے ہیں تو یہ گیارہ یا زیادہ نام
ہوے سو اشربہ انگوری کی تفصیل یہ ہو کہ جب انگور کا عرق نچوڑا گیا تو اُسکو عصیر کہتے ہیں جبتک وہ شیریں ہو پھر جب وہ جوش کھا کر جھاگ دیا اور گاڑھا ہو گیا اُسکا
نام خمر ہو اور جب کھٹا ہو گیا تو وہ سرکہ انگوری ہو اور اگر انگور کے عرق کو تھوڑا آگ پر پکایا کہ نصف سے کم جلا پھر وہ جوش کھا کر جھاگ لایا تو اُسکا نام باذق ہو اور اگر
یہاں تک پکایا کہ نصف باقی رہا تو وہ منصف ہو اور اگر اتنا پکایا کہ دو تہائی جل گیا تو اُسکا نام مثلث ہو اور مثلث کو جب پانی ڈالکر پتلا کیا پھر اُسکو پکایا تو اُسکا نام بختج
اور اُسکو یعقوبی اور ابا یوسفی بھی کہتے ہیں اسلیے کہ ابو یوسف رح نے ہارون رشید کیواسطے اُسکو مرتب کیا تھا اور جمہوری اور حمیدی بھی اُسکو بولتے ہیں اور منقے سے
نقیع اور نبیذ بناتے ہیں نقیع یہ کہ منقے کو پانی میں چند روز تر رکھا یہاں تک کہ پانی شیریں ہو گیا اور نبیذ یہ کہ منقی کا پانی تھوڑا پکایا گیا اور کھجور سے سکر
اور فضیخ اور نبیذ بناتے ہیں سکر کچا پانی ہو تمر پختہ کا اور فضیخ کچا پانی ہو گدر کھجور کا اور نبیذ پختہ یا گدر کھجور کا پانی ہو جو تھوڑا سا پکایا گیا کذا فی العینی
و قاضی خان ملتقطا الاول الخمر وہی النی بکسر النون والتشدید من ماء العنب اذا غلی واشتد وقذف ای رمی بالزبد ای الرغوۃ
چار حرام شرابوں سے پہلی شراب خمر ہو اور خمر کچا پانی ہو انگور کا جب کہ وہ جوش کھاے اور اُبلے اور اشتداد پکڑے اور جھاگ ڈالے

شارح نے کہا نون بکسر نون اور تشدید یای تحتانیہ ہی اور زبد بفتح زاء معجمہ و باء موحدہ عبارت ہی رغوہ سے اور رغوہ کو ہندی مین جھاگ اور پھینا کہتے ہین جوش سے
مراد جوش کامل ہی اس طرح پر کہ نیچے کا پانی اوپر ہو جاوے اور اوپر کا نیچے کذا فی الطحطاوی اور اشتداد سے مراد قوت اور کثرت ہی جوش کھانے کی جس سے مست
کر دینے کی قوت حاصل ہو جاوے اور بعضون نے کہا اشتداد سے وہ حالت مراد ہی جو شارب کے حواس کو فہم اور درک سے روکے اور بعضون نے کہا صلاحیت
اسکار یعنی مست کر دینے کی لیاقت مراد ہی کذا فی نہایۃ العینی ولم یشترط قذفہ وبہ قالت الثلثۃ وبہ اخذ ابو حفص الکبیر وہو الاظہر کما فی الشرنبلالیہ عن
المواہب ویاتی ما یفیدہ اور صاحبین رح نے خمر کی حقیقت مین جھاگ ڈالنا شرط نہین کیا یعنی فقط غلیان اور اشتداد سے نشہ حاصل ہو جاتا ہی بدون
جھاگ ڈالنے کے اور یہی قول ہی تینون اماموں کا اور اسی قول کو ابو حفص کبیر رح نے لیا ہی اور یہی قول ظاہر تر ہی چنانچہ شرنبلالیہ مین مواہب سے منقول ہی
اور آگے آویگا جو اس مطلب کو مفید ہی یعنی قولہ والکل حرام اذا غلی واشتد م صاحبین رح کی دلیل یہ ہی کہ لذت مطربہ (طرب آور ۱۲) اور قوت مسکرہ (نشہ آور ۱۲) اشتداد سے حاصل ہو جاتی
ہی اور یہی موثر ہی ایقاع عداوت اور نماز کے روکنے مین اور جھاگ ڈالنا وصف زائد ہی اسکو مستی پیدا کرنے مین تاثیر نہین اور امام اعظم کی دلیل یہ ہی کہ غلیان (جوش)
اشتداد کی ابتدا ہی اور کمال اشتداد جھاگ ڈالنے سے ہی اسواسطے کہ جھاگ ڈالنے سے صافی ممتاز ہو جاتا ہی مکدر سے اور احکام شرعی جو خمر سے متعلق ہین وہ قطعی
ہین چنانچہ حد اور تکفیر مستحل اور مانند اسکے لہذا مناط احکام نہایت اور کمال پر ہوا کذا فی الزیلعی وقد تطلق الخمرۃ علی غیرہا ذکر مجازا اور کبھی خمر کا اطلاق ہوتا ہی
غیر مذکور پر باعتبار مجاز کے ہم ابن اعرابی امام اہل لغت نے کہا خمر اسواسطے نام ہوا کہ وہ رکھی گئی یہان تک کہ مختمر ہو گئی اور اختمار عبارت ہی تغیر ریح سے
اور بعضون نے کہا کہ خمر نام ہوا اسکی مخامرت (چھپانا ۱۲) کے سبب سے عقل کو وہ چھپا ڈالتی ہی قول اول حنفیہ کے موافق ہی اور قول ثانی آئمہ ثلثہ کے موافق ہی اسواسطے کہ
انکے نزدیک ہر مسکر خمر ہی اور دلیل انکی وہ احادیث ہین جو اطلاق کی مفید ہین چنانچہ مسلم کی حدیث کل مسکر خمر وکل مسکر حرام اور ہماری دلیل یہ ہی کہ جو
تعریف خمر کی پہلے کی ہی اسپر اہل لغت کا اتفاق ہی اسکے سوا اور مسکرات کو بادہ اور مثلث وغیر ذلک کہتے ہین تو غیر خمر کو خمر کہنا باعتبار مجاز کے ہی نہ باعتبار حقیقت
کے اور مجاز ہونے پر حدیث مسلم وغیرہ محمول ہی یا بیان حکم پر محمول ہی کذا فی الزیلعی اور مزید تفصیل اسکی کتب مطولہ مین ہی ثم شرع فی احکامہا العشرۃ فقال وحرم قلیلہا وکثیرہا
بالاجماع لعینہا ای لذاتہا پھر مصنف رح نے خمر کے دس حکمون کا بیان شروع کیا سو یون کہا کہ خمر کا قلیل اور کثیر باتفاق امت حرام ہی کیونکہ حرمت ذاتی یعنی خمر کی ذات حرام
ہی نشہ کرے یا نہ کرے ہم بعضون نے کہا کہ قلیل خمر حرام نہین اسواسطے کہ قلیل مسکر نہین جو موجب فساد ہو اور یہ قول کفر ہی اسلئے قرآن اور حدیث اور اجماع کا انکار ہی
اسلئے کہ قرآن مین خمر کو رجس فرمایا اور رجس نجس العین کو کہتے ہین چنانچہ لحم خنزیر کو نجس فرمایا ہی تو خمر اور لحم خنزیر نجاست ذاتی مین برابر ہین اور حرام ہونے مین یکسان
ودل قولہ تعالی انما الخمر والمیسر الآیۃ عشر دلائل علی حرمتہا مبسوطۃ فی المجتبی وغیرہ اور انما الخمر والمیسر کی آیت مین دس دلیلین خمر کے حرام ہونے پر مجتبی وغیرہ مین مبسوط ہین
مذکور ہین ہم دلائل مذکورہ یہ ہین ۱ خمر کو قمار اور اصنام کے ساتھ ذکر فرمایا ۲ اسکو رجس یعنی نجس العین کہا ۳ اعمال شیطانی سے اسکو شمار کیا ۴ اجتناب کا حکم
کیا ۵ اجتناب خمر پر فلاح معلق کی ۶ شیطان ایقاع عداوت کا ارادہ کرتا ہی خمر سے ۷ ایقاع بغض کا قصد رکھتا ہی اسکے سبب سے ۸ روکتا ہی یاد خدا سے
۹ روکتا ہی نماز سے ۱۰ نہی بلیغ بصیغہ استفہام تہدیدی کذا فی الحلبی وہی نجسۃ نجاسۃ غلیظۃ کالبول اور خمر نجس نجاست غلیظہ ہی پیشاب کے مانند
اسواسطے کہ اسکی حرمت بدلیل قطعی قرآنی ثابت ہی ویکفر مستحلہا اور کافر ہو جاتا ہی خمر کا حلال کہنے والا اسواسطے کہ وہ دلیل قطعی کا منکر ہوا وسقط تقومہا
فی حق المسلم الا مالیتہا فی الاصح اور خمر کا مال متقوم ہونا مسلمان کے حق مین ساقط ہی نہ مالیت اسکی صحیح تر قول مین ہم مال متقوم مسلمان کے حق مین
اسواسطے نہین کہ حق تعالی نے اسکی اہانت کی نجس العین فرمایا اور متقوم ہونا عزت کا مشعر ہی اور خمر کی مالیت ہونے مین اختلاف ہی اور صحیح تر قول یہ
ہی کہ وہ مال ہی بسبب میلان طبائع کے اسکی طرف وحرم الانتفاع بہا ولو لسقی دواب او لطین او نظر للتلہی او فی دواء او دہن او طعام او غیر ذلک
اور حرام ہی فائدہ حاصل کرنا خمر سے اگرچہ چارپایون کا پلانا ہو یا اس سے مٹی کا تر کرنا دیوار بنانے کو یا اسکا دیکھنا تماشے کے واسطے یا دوا مین اسکا ڈالنا

یا تیل میں پکانے میں یا اسکے سوا اور طرح سے استعمال کرنا جائز نہیں حرام ہے لا التخلیل او لخوف عطش بقدر الضرورۃ فلو زاد فسکر حد مجتبی مگر خمر کا سرکہ بنانا
یا خوف تشنگی سے بقدر ضرورت کے پینا حرام نہیں اور اگر ضرورت سے زیادہ پیکر مست ہوگا تو اسپر حد ماری جاویگی کذا فی المجتبے ولا یجوز بیعہا لحدیث مسلم
ان الذی حرم شربہا حرم بیعہا اور جائز نہیں خمر کا بیچنا صحیح مسلم کی اس حدیث کی دلیل سے مقرر جسنے اسکا پینا حرام کیا ہے اسنے اسکا بیچنا بھی حرام کیا ہے
مسلم میں ابن عباس رض سے روایت ہے کہ ایک مرد مشک بھر خمر تحفہ لایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ نے فرمایا کہ تجکو کیا معلوم نہیں کہ اللہ تعالے
نے اسکا پینا حرام کیا ہے پھر اسنے دوسرے آدمی کے کان میں چپکے بات کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تونے کیا سرگوشی کی اسنے کہا کہ میں نے اسکے
بیچ ڈالنے کا امر کیا ہے تب یہ حدیث فرمائی کہ جسنے پینا حرام کیا اسنے اسکا بیچنا حرام کیا پھر اس مرد نے مشک کا دہانہ کھول دیا تو جو اسمیں خمر تھی سب جاتی رہی
کذا فی العینی ویحد شاربہا وان لم یسکر منہا اور حد ماری جاے خمر کے پینے والے پر اگرچہ وہ مست نہو جاے اس سے کم باوجود عدم سکر حد لازم ہے اسواسطے کہ
اسکی حرمت ذاتی ہے نہ فقط سکر کے سبب سے کیونکہ وہ ام الخبائث ہے مبسوط میں حدیث مذکور ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب بندہ خمر کا پیالہ اپنے ہاتھوں پر
رکھتا ہے تو اسپر آسمانوں اور زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں پھر اگر اسنے پی تو اسکی نماز چالیس رات قبول نہیں ہوتی اور اگر اسکو ہمیشہ پیا کرتا ہے تو وہ
بت پرست کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی ویحد شارب غیرہا ان سکر اور خمر کے سوا اور مسکرات کے پینے والے کو حد ماری جاتی ہے جبکہ اسکو بیہوشی اور
نشہ ہو ہم فتاوی عالمگیری میں ہے کہ ہمارے زمانے میں محمد رحمہ اللہ کے قول پر فتوی ہے تو حد ماری جاویگی اسپر جو مست ہو جاے ان شرابوں کو پیکر جو
حبوب اور شہد اور دودھ اور انجیر سے بنائی جاتی ہیں اسواسطے کہ فاسق لوگ ان شرابوں پر اجتماع کرتے ہیں ہمارے زمانے میں اور لہو لعب کا قصد کرتے ہیں
اور اسکے پینے سے مست ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں انتہی ولا یؤثر فیہا الطبخ اور خمر کا آگ پر پکانا اسکے ازالہ حرمت میں اثر نہیں کرتا یعنی پکانے سے اسکی حرمت
زائل نہیں ہوتی اسواسطے کہ پکانا شرع میں ثبوت حرمت کے منع کرنے کیواسطے ہے نہ اسواسطے کہ اسکی حرمت کو باطل کردے حرمت کے ثابت ہو جانے کے
بعد یعنی خمر ہو جانے سے پہلے طبخ البتہ موثر ہے اور جبکہ خمر بنگئی تو اسکے بعد طبخ کچھ اثر نہیں کرتا کذا فی الطحطاوی الا انہ لا یحد فیہا ما لم یسکر منہ لاختصاص الحد
بالتی ذکرہ الزیلعی واستظہرہ المصنف وضعف ما فی القنیۃ والمجتبی ثم نقل عن ابن وہبان انہ لا یلتفت لما قالہ صاحب القنیۃ مخالفا للقواعد ما لم یعضدہ
نقل من غیرہ انتہی وفیہ کلام لابن الشحنۃ مگر یہ کہ خمر مطبوخ کے پینے میں حد ماری نجاویگی جبتک اس سے مست نہوگا بسبب مخصوص ہونے حد کے کچی خمر کے ساتھ
ایسا ذکر کیا ہے زیلعی نے اور قوی کیا ہے اس قول کو مصنف رہ نے اپنی شرح میں اور ضعیف کہا ہے اس قول کو جو قنیہ اور مجتبے میں ہے یعنی جب خمر پکائی گئی اور
اسکی تلخی دور ہو گئی تو حلال ہو جاتی ہے پھر مصنف رہ نے ابن وہبان سے یہ قول نقل کیا کہ التفات نکیا جاے اسکے قول کی طرف جو صاحب قنیہ نے قواعد مذہب
کے مخالف کہا ہے جبتک کہ اسکی تائید کسی اور فقیہ کی نقل سے ثابت نہو انتہی اور اس تضعیف میں ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے گفتگو کی ہے کہ خمر مطبوخ پر بلا سکر حد
کا نہ واقع ہونا ایک قول ہے اور دوسرا قول شمس الائمہ سرخسی رہ کا یہ ہے کہ اسکے شارب پر حد واقع ہوگی تھوڑی سے یا بہت چنانچہ فتاوی عالمگیری میں
کافی سے منقول ہے اور اسی طرح قاضی خان اور بدائع میں ہے ابن شحنہ نے کہا صاحب قنیہ کی مراد یہ ہے کہ خمر مطبوخ حلال ہوتی ہے جبکہ اس سے اوصاف
خمریت کے یعنی تلخی اور مست کردینا زائل ہو جاے کیونکہ اسکی حقیقت بدل گئی جیسے سرکہ ہو جانے سے اسکی حقیقت بدل جاتی ہے اور یہ جو صاحب مبسوط
نے کہا ہے کہ طبخ سے خمر حلال نہیں ہو جاتی تو مراد اسکی یہ ہے کہ جب خمریت کے اوصاف موجود ہوں کیونکہ انقلاب و استحالہ نہیں پایا گیا جو مقتضی ہے
اباحت کا اور یہ جو کہا کہ طبخ کو اسکی حلت کے اثبات میں اثر نہیں مخالف اسکے نہیں اسلیے کہ موثر انقلاب ہے طبخ کی اسمیں کچھ خصوصیت نہیں کذا فی الطحطاوی
ولا یجوز بہا التداوی علی المعتمد قالہ المصنف قلت ولو باحتقان او اقطار فی احلیل نہایہ اور جائز نہیں خمر سے دوا کرنا بنا بر قول معتمد کے ایسا کہا ہے
مصنف رہ نے شرح میں میں کہتا ہوں اگرچہ خمر سے حقنہ کیا جاے اور پیشاب کے سوراخ میں ٹپکائی جاے کذا فی النہایہ ہر چند حقنہ وغیرہ میں احتمال

سکر کا نہیں لیکن نجس العین ہونے سے یہ بھی درست نہیں اسی طرح اسکا سرمہ اور ناس مین ڈالنا جائز نہیں و تجوز تخلیلہا ولو بطرح شیء فیہا خلافا
للشافعی اور جائز ہی خمر کا سرکہ بنانا اگرچہ کوئی چیز مانند نمک وغیرہ کے ڈالکر سرکہ بنے برخلاف شافعی رحمہ امام شافعی رح کے نزدیک اگر خمر خود بخود سرکہ ہو جاے
تو حلال ہی اور نمک وغیرہ ڈالکر سرکہ بنانا درست نہیں پھر جب خمر سرکہ ہو گئی تو جہانتک سرکہ ہی وہانتک برتن پاک ہو گیا اور اسکی اوپر کی جانب اسکی تبعیت سے
پاک ہو گئی ابو سعید رح نے اپنے استاد سے نقل کیا کہ یہی قول مفتی بہ ہی کذا فی الطحطاوی و الثانی الطلاء بالکسر وہو العصیر یطبخ حتی یذہب اقل من ثلثیہ
ویصیر مسکرا وصوب المصنف ان ہذا یسمی الباذق اور دوسری قسم اشربہ محرمہ سے طلاء بالکسر ہی اور وہ رس ہی انگور کا جو پکایا گیا یہانتک کہ دو تہائی سے کمتر
جل گیا اور وہ مسکر ہو گیا اور مصنف رح نے اپنی شرح مین کہا کہ حق یہ ہی کہ اسکا نام بادہ ہی نہ طلاء ہدایہ مین بھی اسی طرح ہی کہ جس عصیر کا دو تہائی سے کمتر جل گیا
وہ بادہ ہی اور قاضی خان کے فتاوی مین دو تہائی کی قید نہیں بلکہ یون کہا کہ انگور کا پانی جب تھوڑا پکایا گیا وہ بادہ ہی طحطاوی نے شرح مسکین سے
نقل کیا کہ اقل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر تہائی جلجاویگا تو جبتک شیرین ہی سب کے نزدیک حلال ہی اور بعد غلیان اور اشتداد کے جبتک نشہ نکرے
تب تک شیخین رح کے نزدیک حلال ہی خلافا لمحمد واما الطلاء فما ذکرہ بقولہ وقیل ما طبخ من ماء العنب حتی ذہب ثلثاہ وبقی ثلثہ وصار مسکرا وہو الصحیح
کما جری علیہ صاحب المحیط وغیرہ یعنی فی التسمیۃ لا فی الحکم لان حل ہذا المثلث المسمی بالطلاء علی ما فی المحیط ثابت بشرب کبار الصحابۃ رضی اللہ عنہم کما فی
الشرنبلالیہ اور دوسرا قول یہ ہی کہ طلاء وہ مشروب ہی کہ انگور کا پانی پکایا جاوے یہانتک کہ اسکی دو تہائیان جلجاوین اور ایک تہائی باقی رہے اور
وہ مسکر ہو جاے اور اسی مشروب کو طلا کہنا حق ہی چنانچہ صاحب محیط وغیرہ اسی پر چلے ہین یعنی فقط تسمیہ مین نہ حکم مین یعنی صاحب محیط وغیرہ نے اس مثلث
کو طلا کہا ہی اسکو حرام نہین کہا ہی اسواسطے کہ حلال ہونا اس مثلث کا جو مسمی بطلا ہی بموجب روایت محیط کے ثابت ہی صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کے پینے سے
چنانچہ شرنبلالیہ مین ہی ہم خلاصہ یہ کہ طلا بتفسیر اول یعنی بادہ حرام ہی اور طلا بہ تفسیر ثانی یعنی مثلث عنبی بشرط عدم اسکار حلال ہی تو مثلث حرام نہین الا بقدر مسکر
کذا فی الطحطاوی وسمی بالطلاء لقول عمر رضی اللہ عنہ ما اشبہ ہذا الطلاء بطلاء البعیر وہو القطران الذی یطلی بہ البعیر الجربان ؛ اور مثلث کا نام طلا رکھا گیا عمر فاروق
رضی اللہ تعالی عنہ کے اس قول کے سبب سے کہ یہ مثلث کیا خوب مشابہ ہی اونٹ کے طلا کے ساتھ اور وہ یعنی طلا وہ قطران ہی جو خارشتی اونٹ کو لگادیا جا
ہم طلا بالکسر قطران ہی اور قطران بفتح وکسرہ وہ چیز ہی جو خارشتی اونٹ پر ملی جاتی ہی خلاصہ یہ کہ مثلث عنبی غلظت قوام مین از بسکہ مشابہ تھا طلاء سے لہذا اسکو
فاروق اعظم رض نے فرمایا ونجاستہ ای الطلاء علی التفسیر الاول کذا قالہ المصنف کالخمر بہ یفتی اور اسکی نجاست یعنی طلا کی بنابر تفسیر اول چنانچہ مصنف رح نے
کہا ہی خمر کے مانند نجس ہی اسی قول پر فتوی ہی ہم طلا تفسیر اول یعنی دو تہائی سے کمتر جلے جو مسمی بہ بادہ ہی اسکی نجاست غلیظہ ہی اور تفسیر ثانی کے موافق یعنی
مثلث عنبی چونکہ وہ حلال ہی تو طاہر ہی و الثالث السکر بفتحتین وہو النیء من ماء الرطب اذا اشتد وقذف بالزبد اور اشربہ محرمہ سے تیسری شراب
سکر ہی بفتح سین وکاف اور وہ کچا رس ہی پختہ تر کھجور کا جبکہ وہ خوب جوش مارے اور جھاگ ڈالے یعنی اور اسمین قوت اسکار کی حاصل ہو تو اگر شیرین ہی تو
تو بالاتفاق حلال ہی کذا فی الطحطاوی عن القہستانی والرابع نقیع الزبیب وہو النیء من ماء الزبیب بشرط ان یقذف بالزبد بعد الغلیان اور
اشربہ محرمہ سے چوتھی شراب نقیع زبیب ہی یعنی خیساندہ مویزی اور وہ کچا پانی ہی مویز کا یعنی جس پانی مین انگور خشک کو چند مدت تر رکھا بشرط اسکے جھاگ
ڈالنے کے جوش کھانے کے بعد والکل ای الثلثۃ المذکورۃ حرام اذا غلی واشتد اور تمام یعنی تینون مذکور شرابین یعنی بادہ اور سکر اور نقیع زبیب
حرام ہین جبکہ جوش کھاوین اور اشتداد پکڑین والا لم یحرم اتفاقا اور اگر جوش اور اشتداد نہو تو بالاتفاق حرام نہین ہم امام رح کے نزدیک اسواسطے
حرام نہین کہ شرط حرمت کی غلیان اور اشتداد اور جھاگ ڈالنا ہی اور صاحبین رح کے نزدیک اسوجہ سے حرام نہین کہ شرط حرمت کی غلیان اور
اشتداد ہی سو حاصل نہین وان قذف حرم اتفاقا اور اگر جھاگ ڈالا تو بالاتفاق حرام ہی ہم امام رح کے مذہب پر تو ظاہر ہی اور صاحبین رح کے

نزدیک اس لیے حرام ہی کہ جب فقط غلیان اور شدت اور حرمت ہوئی تو جھاگ ڈالنے سے بطریق اولی حرمت ہوگئی وظاہر کلامہ کبقیۃ المتون انہ اختار
ہہنا قولہما قالہ البرجندی ثم قال القہستانی وترک القید ہہنا لانہ اعتمد علی السابق قنیہ اور شارح کا ظاہر کلام باقی اور متون کے مانند یہ ہی کہ انہنے اس مقام
مین صاحبین رح کا قول پسند کیا ہی کہ فقط غلیان اور شدت اور کفایت کی اور جھاگ ڈالنے کو مذکور نہین کیا ایسا کہا ہی برجندی نے پھر قہستانی نے کہا کہ ماتن
نے یہان جھاگ ڈالنے کی قید ترک کی اسواسطے کہ بیان سابق پر اعتماد کیا یعنی چونکہ خمر کی حقیقت مین جھاگ ڈالنا مذکور کر چکا تھا یہان اسکے ذکر کو ضرور
نجانا تو اس سے خبردار رہنا ط طحطاوی نے کہا کہ مصنف رح کی شرح سے قہستانی کے کلام کی تائید نکلتی ہی اسواسطے کہ انہنے سکر کی حرمت مین جھاگ ڈالنے
کو غلیان کے بعد ذکر کیا ہی تو یہی قید نقیع زبیب مین بھی جاری ہوگی اسواسطے کہ دونون مین یکسان خلاف ہی ولم یبین حکم نجاسۃ السکر والنقیع ومفاد
کلامہ انہا خفیفۃ وہو مختار السرخسی والمختار فی الہدایۃ انہا غلیظۃ اور مصنف رح نے سکر اور نقیع کی نجاست کا جو بیان نہین کیا اور اسکے کلام
سے ایسا ظاہر ہوتا ہی کہ دونون کی نجاست خفیفہ ہی اور یہی قول شمس الائمہ سرخسی رح کا مختار ہی اور ہدایہ مین یہ اختیار کیا ہی کہ نجاست غلیظہ ہی وحرمتہا
دون حرمۃ الخمر فلا یکفر مستحلہا لان حرمتہا بالاجتہاد اور حرمت ان اشربہ ثلثہ یعنی بادہ اور سکر اور نقیع کی کمتر ہی خمر کی حرمت سے تو انکا حلال جاننے والا
کافر نہ کہا جاویگا اسواسطے کہ حرمت انکی اجتہاد کے سبب سے ہی اور حرمت خمر کی بدلیل قرآنی قطعی ہی ہم کہتے ہین کہ کفر کی طرف سے کہنا بہتر ہی تکفیر سے اسواسطے
اول نسبت الی الکفر مین خاص اور ثانی مشترک ہی اور خاص دلالت مراد مین اولی ہی مشترک سے کذا فی الطحطاوی والحلال منہا اربعۃ انواع الاول نبیذ التمر
والزبیب ان طبخ ادنی طبخۃ یحل شربہ وان اشتد اور اشربہ سے چار مشروب حلال ہین اول نبیذ تمر اور زبیب ہی یعنی خشک کھجور اور خشک انگور کا پانی
بشرطیکہ تھوڑا سا پکایا جاوے یعنی یہان تک کہ نضج حاصل ہو کذا فی الزیلعی تو اسکا پینا حلال ہی اگرچہ جوش کھا کر قوی ہو جاوے ہم اشتداد کے ساتھ قذف کو
نہین کیا بیان سابق پر اکتفا کر کے چنانچہ رمز مین ہی عینی نے نبیذ تمر کی حرمت مین احادیث وارد ہین اور اسکی حلت مین بھی احادیث وارد ہین تو اگر حرام کو خام پر محمول
بنائی ہوئی کھجور سے ۱۲
کیجیے اور حلال کو مطبوخ پر تو توافق حاصل ہو اور تعارض دفع ہو جاوے وہذا اذا شرب منہ بلا لہو وطرب فلو شرب للہو فقلیلہ وکثیرہ حرام اور یہ یعنی حلت
نبیذ اور تمر اور زبیب کی اسوقت ہی جبکہ وہ پیا جاوے بدون لہو اور طرب کے تو اگر لہو ولعب کے واسطے شرب ہوگا تو اسکا قلیل اور کثیر سب حرام ہی ثم مختار
مین ہی کہ طرب سبکی ہی جو انسان کو شدت حزن یا سرور کے بعد حاصل ہوتی ہی درر مین کہا کہ یہ قید ان اشربہ کے ساتھ مخصوص نہین بلکہ اگر پانی وغیرہ مباحات
کو لہو اور طرب کے ساتھ استعمال کرے فاسقون کی وضع پر تو حرام ہی وما لم یسکر فلو شرب ما یغلب علی ظنہ انہ مسکر فیحرم اور یہ حلت اسوقت تک ہی
جبتک وہ نشا نہ کرے تو اگر اسقدر پیے گا جسقدر کے پینے سے اسکے نشا کرنے کا گمان غالب ہوگا تو وہ پینا حرام ہوگا ہم یعنی قدح اخیر جسنے نشا کر دیا
وہ حرام ہی نہ مشروب تمامہ بحر رائق مین ہی کہ جسنے نو پیالے پیے خمر کے سوا اشربہ حلال سے اور اسکو نشہ نہوا پھر اسنے دسوان پیالہ پیا سو اسنے نشا کیا تو حرام
دسوان پیالہ ہی نہ اگلے پیالے ابو یوسف رح نے کہا کہ اگر مست ہونے کی نیت سے بیٹھا تو قدح اول ہی حرام ہی اور وہان کا بیٹھنا حرام اور اسکی طرف
چلنا حرام ہی کذا فی الطحطاوی والثانی الخلیطان من الزبیب والتمر اذا طبخ ادنی طبخۃ وان اشتد یحل بلا لہو اور اشربہ حلال سے مشروب ثانی خلیطین
ہی یعنی خشک انگور اور خشک کھجور کا مخلوط پانی جبکہ وہ تھوڑا سا پکایا جاوے اگرچہ جوش کھا کر اشتداد اسمین حاصل ہو حلال ہی بدون لہو ولعب
کے ہم علت کی دلیل وہ حدیث ہی جو ابن ماجہ مین عائشہ صدیقہ رض سے مروی ہی کہ ہم مٹھی بھر تمر اور مٹھی بھر زبیب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ
وسلم کے واسطے برتن مین ڈالتے تھے اور پانی اسپر ڈالتے تھے سو جو علی الصباح تر کر رکھتے تھے حضرت صلعم اسکو شام کو پیتے تھے اور جو شام کو بھگو رکھتے
اسکو علی الصباح پیتے تھے اور وہ جو احادیث مین خلیطین سے نہی وارد ہی وہ قحط کی حالت پر محمول ہی تاکہ دو نعمتون کا اجتماع نہووے اور حالانکہ پڑوسی
محتاج ہی بلکہ ایک چیز پڑوسی کو دے اور ایک آپ استعمال کرے اور اباحت فراخ سالی مین تھی یہ توجیہ ابراہیم نخعی رح سے منقول ہی

کذا فی الطحطاوی والثالث نبیذ العسل والتین والبر والشعیرة والذرة یحل سواء طبخ او لا بلا لہو وطرب اور شربہ حلال ہے شہد اور انجیر اور گیہون اور
جو اور جوار کا نبیذ ہے یعنی جیسا ندہ ان چیزون کا حلال ہے خواہ پکایا گیا ہو یا نہیں بدون لہو اور طرب کے والرابع المثلث یعنی وان اشتد وہو ما طبخ
عنب حتی یذہب ثلثاہ ویبقی ثلثہ اذا قصد بہ استمراء الطعام والتداوی والتقوی علی طاعة اللہ ولو للہو لا یحل اجماعاً اور چوتھا شربہ حلال ہے جو تھا مشروب مثلث
انگوری ہے اگرچہ اسمین اشتداد حاصل ہوا اور مثلث انگوری وہ ہے کہ انگور کا رس پکایا جاوے یہان تک کہ اسکی دو تہائیان جاتی رہین اور ایک تہائی باقی
رہے یہ اسوقت حلال ہے جبکہ اسکے پینے سے ہضم طعام اور دوا کرنا اور حق تعالی کی طاعت پر قوت حاصل کرنا مقصود ہوا اور اگر لہو ولعب کے واسطے پیتا ہے تو شیخین رح
اور محمد رح سب کے نزدیک بالاتفاق حرام ہے کذا فی الحقائق ہم شیخین رح کے نزدیک مثلث یعنی شربہ مذکور حلال ہے اور محمد رح اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک حرام ہے منجملہ
دلائل حلت شیخین رح کے ایک دلیل وہ روایت ہے جو نسائی مین سوید بن غفلہ سے مروی ہے کہ ہم نے وہ مکتوب جو امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے
ابو موسی اشعری کو لکھا تھا پڑھا اسمین یہ تھا کہ شام کا قافلہ مشروب غلیظ اسود لایا طلاء ابل کے مانند یعنی گاڑھا سیاہ رنگ مین نے انسے سوال کیا کہ تم اسکو کتنا
پکاتے ہو سو انہون نے مجھکو خبر دی کہ دو تہائیان جلا ڈالتے ہین اسکے دو ثلث خبیث جاتے رہے ایک ثلث بدبو کا اور ایک ثلث اشتداد اور سکر کا سو انہین
لوگون سے حکم کر کہ اسکو پیا کرین اور دوسری روایت نسائی کی یون ہے کہ اپنے مشروب کو تم پکاؤ یہان تک کہ شیطان کا حصہ جاتا رہے سو شیطان کے دو حصے
ہین اور تمہارا ایک حصہ ہے انتہی عینی نے شرح ہدایہ مین کہا کہ ابو حفص کبیر سے مثلث کا سوال ہوا تو جواب دیا کہ اسکا پینا حلال نہین سائل نے کہا کہ تم
امام اعظم رح اور ابو یوسف رح کے خلاف کرتے ہو جواب دیا کہ وہ ہضم طعام کے واسطے حلال کہتے تھے اور ہمارے زمانہ مین لوگ لہو ولعب اور فسق و فجور کیواسطے پیتے
ہین اور ابو یوسف سے امالی مین روایت ہے کہ اگر مستی کے واسطے مثلث پیے تو قلیل اور کثیر سب حرام ہے اور وہان کا بیٹھنا اور اسطرف کا چلنا حرام ہے امام اعظم رح سے
روایت ہے کہ مین نبیذ تمر کو حرام نہین کہتا باعتبار دیانت کے یعنی اسواسطے کہ اکابر دین اسکو استعمال کرتے تھے اور مین اسکو نہین پیتا ہون باعتبار مروت کے انتہی فی العینی
وصح بیع غیر الخمر مما مر اور خمر کے سوا جو شربہ مذکور ہوچکے انکی بیع صحیح ہے یعنی شربہ محرمہ یعنی منصف اور سکر اور نقیع زبیب کی بیع شیخین رح کے نزدیک صحیح ہے لیکن مکروہ ہے
اسواسطے کہ معصیت یعنی گناہ کا قائم ہے کذا فی الطحطاوی ومفادہ صحة بیع الحشیشة والافیون قلت وقد سئل ابن نجیم عن بیع الحشیشة ہل یجوز فکتب لا یجوز فیحمل ان مرادہ
بعدم الجواز عدم الحل قالہ المصنف اور متن کے قول سے بھنگ اور افیون کی بیع کی صحت مستفاد ہوتی ہے یعنی اسواسطے کہ دونون غیر خمر ہین مین کہتا ہون اور ابن نجیم
سے بھنگ کی بیع کا سوال ہوا کہ کیا جائز ہے تو جواب لکھا کہ جائز نہین تو یہ محمول اسپر ہے کہ عدم جواز سے ابن نجیم کی مراد عدم حلت ہے ایسا کہا ہے مصنف رح نے شرح
مین وتضمن ہذہ الاشربة بالقیمة لا بالمثل لمنعنا عن تملیک عینہ وان جاز فعلہ اور تاوان دیا جائیگا ان شرابون کا بسبب تلف کر ڈالنے کے قیمت
سے نہ مثل سے اسواسطے کہ ہم ممنوع ہین انکی ذات کی تملیک سے اگرچہ تملیک کا فعل جائز ہے ہم جواز فعل تملیک سے صحت اور ثبوت مراد ہے کذا فی الطحطاوی
بخلاف الصلیب حیث تضمن قیمتہ صلیبا لانہ مال متقوم فی حقہ وقد امرنا بترکہم وما یدینون زیلعی برخلاف اتلاف صلیب کے یعنی اگر کوئی مسلمان نصرانی ذمی کا چلیپا
تلف کر ڈالے تو اسکے مانند چلیپا کی قیمت کا تاوان دیا جاویگا اسلیئے کہ چلیپا مال متقوم ہے ذمی کے حق مین اور ہم مامور ہین انکے دین کے عدم تعرض
پر کذا فی الزیلعی وحرمہا محمد ای الاشربة المتخذة من العسل والتین ونحوہما قالہ المصنف مطلقاً قلیلہا وکثیرہا وبہ یفتی ذکرہ الزیلعی وغیرہ اور حرام
کہا ہے انکو محمد رح نے مصنف رح نے شرح مین کہا یعنی جو شرابین کہ بنائی جاوین شہد اور انجیر اور انکے مانند سے وہ محمد رح کے نزدیک مطلقاً حرام ہین
خواہ قلیل ہون خواہ کثیر اور اسی قول پر فتوی ہے ایسا ذکر کیا ہے زیلعی وغیرہ نے ہم قہستانی نے کہا خلاصہ یہ ہے کہ حبوب اور حلاوات کا نبیذ یعنی انکا
بوزہ بشروط مذکورہ شیخین رح کے نزدیک حلال ہے تو جو انکو پی کر مست ہوا اسپر حد نہین اور اسکی طلاق واقع نہین اور محمد رح کے نزدیک وہ حرام ہے اور
طلاق واقع ہوگی چنانچہ کافی مین ہے اور محمد رح کے قول پر فتوی ہے چنانچہ کتاب [illegible] وغیرہ مین ہے [illegible] نے کہا قول اصح اور مختار ہمارے زمانہ مین [illegible]

مذکورہ سے جو نشا کرے علی العموم اسکا قلیل و کثیر حرام ہی کسی نوع سے ہو بدلیل حدیث صحیح مسلم کہ کل مسکر خمر و کل مسکر حرام یعنی جو نشہ کرنے والی چیز ہو وہ خمر ہی
اور ہر مسکر حرام ہی اور بدلیل حدیث مسند احمد رح و ابن ماجہ رح و دارقطنی کہ (ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام) یعنی جس چیز کا کثیر نشہ کرتا ہو اسکا قلیل بھی حرام ہی اور فتوی محمد رح
کے قول پر ہی اور بزازیہ میں ہی کہ محمد رح کے نزدیک قلیل اسکا اور کثیر سب حرام ہی فقہا نے کہا اور ہم محمد رح کے قول کو لیتے ہیں اور محمد رح کا مذہب یہ ہی کہ وہ نجس ہی جیسا مذہب شافعی
اور مالک رح اور احمد رح اور داؤد رح ظاہری کا ہی انتہی اور یہ اختلاف شیخین رح اور محمد رح کا چار اشربہ حلال میں ہی اور اشربہ محرمہ میں سے تو قدر قلیل باتفاق شیخین رح اور محمد رح کے
حرام ہی گو کہ اسقدر سے نشہ نہو اگرچہ حد لازم نہوگی بدون نشہ کرنے کے کذا فی الطحطاوی مختصراً و اختارہ شارح الوہبانیۃ و ذکر انہ مروی عن الکل و اقرہ المصنف کیا ہی محمد رح کے قول کو وہبانیہ
کے شارح نے اور ذکر کیا ہی کہ قول مذکور یعنی وجوب حد مروی ہی شیخین رح اور محمد رح سب سے ہم اور جب حد واجب ہوئی تو حرمت ثابت ہو گئی شرح وہبانیہ میں عمادیہ سے
یوں مذکور ہی کہ صدر الاسلام ابوالیسر بزدوی سے حکایت ہی کہ انہنے ہمارے سب اصحاب سے یہ روایت پائی کہ حد واجب ہی اسواسطے کہ جس سے نشہ واقع ہو وہ حرام ہی
اور نشا فساد کا سبب ہی تو حد واجب ہوئی تاکہ اسکے پینے سے لوگ باز رہیں تا روئے زمین سے فساد دفع ہو اور یہ امر تو موجود ہی خمر کے سوا باقی اشربہ میں بھی کذا
فی الطحطاوی ملخصاً و نظمہ فقال س و فی عصرنا فاختر حدوا و اوقعوا طلاقاً لمن سکر الحب سکر و عن کلہم یروی و افتی محمد بتحریم ما قد قل وہو المحرر اہ و تمامہ فی شارح وہبانیہ
اسکو نظم کیا ہی سو یوں کہا ہی کہ ہمارے زمانہ میں وجوب حد مختار ہی اور علما نے طلاق واقع کردی ہی اس شخص کی جو اناج کی شراب یعنی بوزہ سے مست ہوا اور شیخین رح
اور محمد رح سب علما سے وجوب حد مروی ہی اور محمد رح نے قلیل کے بھی تحریم کا فتوی دیا ہی اور یہی قول منقح اور محقق ہی و فی طلاق البزازیۃ و قال محمد ما اسکر کثیرہ
فقلیلہ حرام وہو نجس ایضاً و لو سکر منہا المختار فی زماننا انہ یحد زاد فی الملتقی و وقوع طلاق من سکر منہا تابع للحرمۃ و الکل حرام عند محمد و بہ یفتی و الخلاف انما
ہو عند قصد التقوی اما عند قصد اللہو فحرام اجماعاً انتہی و تمامہ فیما علقتہ علیہ اور بزازیہ کی کتاب الطلاق میں ہی اور محمد رح نے کہا کہ جس چیز کا کثیر نشا کرے
اسکا قلیل بھی حرام ہی اور وہ ناپاک بھی ہی اور اگر اس سے کوئی مست ہو تو ہمارے زمانہ میں قول مختار یہ ہی کہ اسپر حد ماری جاوے ملتقی میں اتنا زیادہ کہا ہی کہ
جو شخص مست ہوا اسکے پینے سے تو اسکی طلاق کا واقع ہونا حرام ہونے کا تابع ہی اور سب مسکرات حرام ہیں محمد رح کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہی اور
یہ خلاف شیخین رح اور محمد رح کا تو قصد تقویت پر مخصوص ہی اور لہو و لعب کے قصد سے تو قلیل اور کثیر جمیع مسکرات کا باجماع شیخین رح اور محمد رح کے حرام ہی
انتہی ما فی الملتقی اور پورا اسکا بیان اس شرح میں ہی جو ہم نے ملتقی پر لکھی ہی زاد القہستانی ان لبن الابل اذا اشتد لم یحل عند محمد خلافاً لہما و السکر منہ حرام
بلا خلاف و الحد و الطلاق علی الخلاف قہستانی نے اسقدر زیادہ بیان کیا کہ اونٹ کا دودھ جب جوش کھا کر مستی لاوے تو محمد رح کے نزدیک حلال
نہیں برخلاف شیخین رح کے اور نشہ ہونا اس سے تو بلا خلاف حرام ہی اور اسکے مست پر حد واقع ہونا اور اسکی طلاق واقع ہونی اسی خلاف پر مبنی ہی یعنی
شیخین رح کے نزدیک واقع نہوگی اور محمد رح کے نزدیک واقع ہوگی و کذا لبن الرماک ای الفرس اذا اشتد لم یحل و صح فی الہدایۃ حلہ و فی الخزانۃ انہ یکرہ تحریماً عند
عامۃ المشائخ علی قولہ اور اسی طرح گھوڑیکا دودھ جبکہ جوش کھاوے حلال نہیں اور ہدایہ میں اسکے حلال ہونیکو صحیح کہا ہی یعنی امام رح کے نزدیک تا عدم سکر اور خزانہ میں یوں
ہی کہ وہ مکروہ تحریمی ہی سب مشائخ کے نزدیک امام رح کے قول پر ہم حلت اسوقت تک ہی جبتک نشا کرے زیلعی میں ہی قول اصح یہ ہی کہ گھوڑی کا دودھ امام رح
کے نزدیک حلال ہی جو سبب ذکر کرنے صاحب ہدایہ کے اسلیے کہ اسکے گوشت کی کراہت احترام کے سبب سے ہی اور اسلیے کہ تا وہ جہاد منقطع نہو جاوے تو یہ کراہت
اسکے دودھ کی طرف متعدی نہوگی انتہی کذا فی الطحطاوی و حل الانتباذ و اتخاذ النبیذ فی الدباء جمع دباۃ وہی القرع حلال ہی نبیذ بنانا تونبوں میں
دبا بتشدید ہی و یہ جمع ہی دباۃ کی جو یعنی کدو ہی و الحنتم جرۃ خضراء و المزفت المطلی بالزفت ای القیر و النقیر الخشبۃ المنقورۃ و ما ورد من النہی نسخ اور حلال
ہی نبیذ بنانا حنتم یعنی سبز گھڑے اور مرتبان میں اور اس برتن میں جسپر زفت یعنی روغن قیر کا ملا ہی اور لکڑی کے کھدے ہوئے برتن میں اور جو حدیث
میں ان ظروف کے استعمال سے نہی وارد ہی سو منسوخ ہی ہم محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الآثار میں عن ابی حنیفۃ رح عن علقمۃ بن مرثد رح عن ابی بریدہ رح عن ابیہ

حدیث مرفوع روایت کی کہ مین نے تمکو زیارت قبور سے منع کیا تھا سو اب زیارت کیا کرو اور بیہودہ گوئی نہ کرو اور محمد رح کو اپنی ماں کی زیارت کا حکم ہوا اور منع کیا تھا قربانی کے گوشت کو کہ تین دن سے زیادہ نہ رکھا جاوے سو اب رکھو جتنا تم چاہو منع اسی واسطے کیا تھا کہ مالدار فقیر پر کشائش کرے اور دُبا اور حنتم اور مزفت مین نبیذ بنانے سے منع کیا تھا سو اب پیو ہر برتن مین اسواسطے کہ برتن کسی چیز کو حلال اور حرام نہین کرتا اور نہ بیہوش کرنے والی چیز کو کذا فی العینی شرح الہدایہ اِن برتنون مین شراب بنائی جاتی ہے سو اگر انمین شراب ہو تو بعد پاک کرنے کے انکا استعمال درست ہے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر پرانا برتن ہو تو تین بار دھو ڈالے اور اگر نیا برتن ہو تو محمد رح کے نزدیک وہ کبھی پاک نہین ہوتا اور ابو یوسف رح کے نزدیک تین بار دھونے اور ہر بار خشک کرنے سے پاک ہو جاتا ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ اسمین بار بار پانی بھرے اور گراتا رہے یہانتک کہ صاف پانی نکلے جسمین نہ شراب کا مزا ہے نہ رنگ نہ بو فتاوی قاضیخان مین ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے **وکرہ شرب دردی الخمر ای عکرہ والامتشاط بالدردی لان فیہ اجزاء الخمر وقلیلہ ککثیرہ کما مر ولکن لا یحد شاربہ عندنا بلا سکر وبہ یحد اجماعا** اور خمر کی تلچھٹ پینا اور اسکو کنگھی مین مل کر بالون مین لگانا مکروہ ہے اسواسطے کہ دُرد اور تلچھٹ مین خمر کے اجزا موجود ہین اور خمر کا قلیل اسکے کثیر کے مانند حرام ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ولیکن اسکے پینے والے پر ہمارے نزدیک حد ماری نجاویگی بدون نشہ کے اور نشہ کے ساتھ بالاجماع حد ماری جاویگی **ویحرم اکل البنج والحشیشۃ ہی ورق القنب والافیون لانہ مفسد للعقل ویصد عن ذکر اللہ وعن الصلوۃ** اور بنج یعنی خراسانی اجوائن اور حشیشہ یعنی ورق القنب اور افیون کا کھانا حرام ہے اسواسطے کہ ہر واحد اشیاء ثلثہ سے مفسد عقل ہے اور یاد خدا اور نماز سے باز رکھتا ہے اور روکتا ہے ہم طحطاوی نے بنج اور حشیش مین عطف تفسیری سمجھا ہے حالانکہ یہ خطا ہے اسلیے کہ بنج بفتح با موحدہ وسکون نون خراسانی اجوائن ہے اور حشیش ورق القنب یعنی بنگ ہے جسکو جاہل فقیر پیتے ہین چنانچہ بنج کی ماہیت مخزن الادویہ مین یون مذکور ہے کہ بنج یعنی خراسانی اجوائن نباتی ست شبیہ بہ برگ بادرنجبویہ وبسیار غلیظ و در طول و عرض ازان نیز برگ تر و بسیار سبز مائل بسیاہی و برگ و ساق غلیظ آن زغب و ثمر آن در غلافی شبیہ بگل انار و شاخہا آن یکی زیر دیگرے و مملو از تخمے شبیہ بحلبہ و بسیار ریزہ تر ازان و غیر مدور و سہ نوع ست سیاہ و سرخ و سفید ہر دو نوع اول با سمیت و غیر مستعمل و نوع سوم کہ سفید ست مستعمل و کمیاب بعضے سرخ آنرا استعمال نمایند اور صاحب مخزن نے قنب مین کہا کہ بفارسی کنب و بنگ و بہندی بھانگ و باصطلاح ورق الخیال و حشیش و حشیشۃ الفقرا گویند درختے ست بلند و ساق آن مجوف و گل آن سفید و تخم آن مدور کہ آنرا شاہدانج و بفارسی شہدانہ گویند انتہی شیخ الاسلام عینی نے شرح ہدایہ مین بنج کی ماہیت صاحب مخزن کے مانند ذکر کی ہے اور کہا تو اس بیان سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کہتے ہین کہ بنج وہ گھاس ہے جسکو قلندریہ استعمال کرتے ہین جو لغت عرب مین حشیش مشہور ہے سو غلط اور خطا ہے بلکہ بنج مغائر ہے حشیش کی اسواسطے کہ حشیش قاتل نہین لیکن مخدر اور مفتر اور مکسل ہے اور اسمین وصف ذمیمہ ہین لہذا متاخرین کا اسکی تحریم پر اجماع واقع ہو گیا ہے شیخ الاسلام خواہر زادہ نے اپنی شرح مین کہا کہ قلیل سقمونیا اور بنج مباح ہے دوا کیواسطے اور جو اسقدر زیادہ ہو اور قتل کرے یا عقل کو زائل کر دے وہ حرام ہے انتہی ما فی العینی طحطاوی نے قہستانی عن شرح اللباب سے نقل کیا کہ بنج دو قسم ہے ایک زائل عقل وہ حرام ہے اسی پر فتوی ہے اور دوسری قسم مباح ہے افیون کے مانند اسواسطے کہ اگرچہ اس سے اختلال عقل ہوتا ہے لیکن زوال عقل نہین ہوتا اور ہدایہ ذخیرہ مین جو اباحت بنج کی مذکور ہے وہ اسی قسم ثانی پر محمول ہے انتہی **لکن دون حرمۃ الخمر فان اکل شیئا من ذلک لا حد علیہ وان سکر بہ بل یعزر بما دون الحد کذا فی الجوہرۃ** خراسانی اجوائن اور بنگ اور افیون حرام ہے لیکن حرمت خمر سے انکی حرمت کمتر ہے سو اگر کوئی شخص انمین سے کھاوے تو اسپر حد نہین اگرچہ اس سے مست ہو جاوے بلکہ اسکو تعزیر دیجاوے حد سے کمتر کذا فی الجوہرۃ **وکذا تحرم جوز الطیب لکن دون حرمۃ الحشیشۃ قالہ المصنف** اور اسی طرح جوز الطیب یعنی جاے پھل حرام ہے لیکن اسکی حرمت بنگ سے کمتر ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اور مصنف رح نے شرح مین حرمت جاے پھل شافعیہ رح سے نقل کی ہے اور اسکو ثابت رکھا ہے اپنے قواعد کے موافق جا

اہ فی الطحطاوی مخزن الادویہ مین مذکور ہے کہ جوز الطیب مسکر ہے ونقل عن المجامع وغیرہ من قال بحل البنج والحشیشۃ فہو زندیق مبتدع بل قال نجم الدین

الزاهر انه یکفر ویباح قتله اور مصنف رح نے شرح مین جامع وغیرہ سے نقل کیا کہ جو بنج اور بھنگ کے حلال ہونے کا قائل ہو وہ ملحد بدعتی ہے بلکہ نجم الدین زاہدی نے کہا
کہ وہ منسوب بہ کفر ہے اور اسکا قتل مباح ہے اور مصنف رح نے جامع الفتاوی سے یہ نقل کیا کہ حافظ الدین نے شرح تمرتاشی سے ذکر کیا کہ شمس الائمہ سرخسی سے حلت اور حرمت
حشیش یعنی بھنگ کا سوال ہوا سو کہا کہ امام ابو حنیفہ رح سے کچھ منقول نہین اسواسطے کہ انکے وقت مین اسکا استعمال مشہور نہ تھا تو اباحت پر باقی رہا اور سلف سے
بھی کچھ منقول نہین مزنی کے زمانے تک جو شاگرد ہین امام شافعی رح کے اور اسد بن عمر شاگرد امام اعظم رح کے عراق و عجم مین تھے وہ اسکی اباحت کے قائل تھے پھر جب اسکی
بلا عام ہوگئی اور یہ فتنہ عالم مین پھیلا اور سفاہت عقلاء پر غالب ہوگئی اسکے استعمال سے تو تمام علماء اور اکابر نے مزنی کے مانند اسکی حرمت کا فتوی دیا اور اسکے
جلانے کا اور اسکے بائع کی تعزیر کا فتوی دیا تو اب شافعی رح اور حنفی رح دونون مذہبون کا اسکے حرام ہونے پر فتوی ہے یہان تک کہ اسکی حلت کے قائل کو زندیق
اور مبتدع کہا ہے اور حکم کیا ہے کہ جو بھنگ سے مست ہو اور طلاق دے تو اسکی طلاق واقع ہوگی زجر اور توبیخ کی وجہ سے کذا فی الطحطاوی قلت ونقل شیخنا النجم الغزی
الشافعی فی شرحه علی منظومة ابیه البدر المتعلقة بالکبائر والصغائر عن ابن حجر المکی انه صرح بتحریم جوز الطیب باجماع الائمة الاربعة وانها مسکرة مین کہتا ہون اور ہمارے
استاد نجم غزی شافعی رح مذہب نے اپنی شرح مین جو انکے باپ بدر الدین کی منظومہ ہے جو کبائر اور صغائر کے بیان مین ہے ابن حجر مکی سے یون کہا ہے کہ اسنے تصریح
کی ہے جائفل کے حرام ہونے پر باتفاق چارون اماموں کے اور یہ کہ وہ نشہ کرتا ہے ثم قال شیخنا النجم والتتن الذی حدث وکان حدوثه بدمشق فی سنة خمسة عشر بعد الالف
یدعی شاربه انه لا یسکر وان سلم له فانه مفتر وهو حرام لحدیث احمد عن ام سلمة قالت نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن کل مسکر ومفتر قال ولیس من الکبائر تناوله
المرة والمرتین ومع نهی ولی الامر عنه حرام قطعا علی ان استعماله ربما اضر بالبدن نعم الاصرار علیه کبیرة کسائر الصغائر انتهی بحرفه پھر کہا ہمارے استاد نجم شافعی
نے کہ تنباکو کو جو نو پیدائش ہے اور اسکی پیدائش دمشق شام مین ایک ہزار پندرہ سال ہجری مین ہوئی اسکا پینے والا یہ دعوے کرتا ہے کہ وہ نشہ
نہین کرتا اگر اسکے عدم سکر کو مان لیجیے تو البتہ وہ مفتر ہے یعنی اگرچہ عقل کو زائل نہین کرتا مگر حواس کو منکسر و ضعیف کرتا ہے اور جو چیز مفتر ہے وہ حرام ہے
بدلیل اس حدیث کے جو مسند احمد مین حضرت ام سلمہ رض سے مروی ہے کہ منع فرمایا رسول خدا صلعم نے ہر مسکر اور مفتر یعنی نشہ کرنے والی اور سست
کرنے والی چیز سے کہا نجم مذکور نے کہ تنباکو کا ایک دو بار استعمال کرنا کبیرہ گناہ نہین اور باوجود منع کردینے سلطان وقت کے وہ یقینا حرام ہے علاوہ
یہ کہ اسکا استعمال اکثر بدن کو ضرر کرتا ہے ہان اسکو ہمیشہ استعمال کرنا کبیرہ گناہ ہے جیسے باقی صغائر کا دوام کبیرہ گناہ ہوجاتا ہے انتہی کلام النجم الشافعی
بلفظه ہم و ابو السعود مفتی روم نے کہا کہ تنباکو کی حرمت علماء شافعیہ رح کے مخالف ہے سواسلیے کہ شافعیہ نے تصریح کی ہے کہ اگر زوجہ حقہ پیتی ہو تو زوج پر اسکا
سامان کردینا واجب ہے انتہی اور ہم نے ثقات شافعیہ رح سے دریافت کیا سو انھون نے کہا کہ جو ابن حجر نے حرمت بیان کی ہے سو قول ضعیف ہے اور مذہب صحیح
یہی ہے کہ تنباکو مکروہ تنزیہی ہے مگر لعارض اور حقہ اسوقت زوج پر واجب ہے جب زوجہ کو اسکی عادت ہو اور ترک اسکا ضرر نکرے تو از قبیل تفکہات ہوگا اور اگر اسکا ترک
ضرر کرتا ہو تو من قبیل علاج کے ہوگا تو اب زوج پر لازم نہوگا انتہی کلام الشافعیة اور یہ جو ضرر بدن کا مذکور کیا سو حقیقت حال یہ ہے کہ یہ امر مختلف ہے باختلاف
مستعملین کے یعنی کسیکو مضر ہے اور کسیکو نافع کذا فی الطحطاوی وفی الاشباه فی قاعدة الاصل الاباحة او التوقف ویظهر اثره فیما اشکل حاله کالحیوان المشکل امره والنبات
المجهول سمیته انتهی قلت فیفهم منه حکم النبات الذی شاع فی زماننا المسمی بالتتن فتنبه اور اشباہ مین اس قاعدہ کے اندر کہ اصل اشیا مین اباحت ہے
یا توقف اور ظاہر ہوتا ہے اثر اس قاعدے کا اس چیز مین جسکا حال معلوم نہین چنانچہ وہ جانور جسکا حال معلوم نہین اور وہ گھاس جسکا زہر ہونا
ثابت نہین ہوتا انتہی کلام الاشباہ مین کہتا ہون تو اس قاعدے سے بوجھا جاتا ہے حکم اس گھاس اور بوٹی کا جو ہمارے زمانہ مین شائع
اور پھیل گئی ہے جسکا نام تتن یعنی تنباکو ہے تو خبردار رہنا ہم یعنی بموجب اس قاعدہ کے کہ اصل اشیا مین اباحت ہے تنباکو مباح ہے
اور بموجب اس قاعدہ کے کہ اصل اشیا مین توقف ہے یعنی نہ اباحت ہے نہ حرمت بلا حکم شرع کے تو نہ مباح ہے نہ حرام ہے وقد کرہہ

شیخنا العمادی فی ہدیتہ الحاقا لہا بالثوم والبصل بالاولی فتدبر اور البتہ تنبا کو کہ ہمارے استاد عمادی نے اپنے رسالہ ہدیتہ العمادی مین مکروہ کہا ہی اسکو لہسن پیاز کے ساتھ بطریق اولی ملحق کرکے سو اسکو غور کرلے ہم مفتی روم ابو سعود رح نے کہا کہ حرام کراہت تنزیہی ہی لہسن پیاز کی الحاق کی دلیل سے اور مکروہ تنزیہی سے جواز نکلتا ہی انتہی اس الحاق سے معلوم ہوتا ہی کہ مسجد مین حقہ پینا مکروہ تحریمی ہی جیسے لہسن پیاز دہان مکروہ تحریمی ہی اور قرآن خوانی کے وقت اسکا استعمال صریح بے ادبی ہی کذا فی الطحطاوی شاہ عبد العزیز محدث رح دہلوی نے جواب استفتا مین بیان کیا ہی کہ جو لوگ (کل دخان حرام) سے قلیان انتہی کو حرام کہتے مین سو یہ حدیث نہین لیکن حقہ کشی کو تین امر لازم مین ایک تو بدبو آنا حقہ کش کے منہہ سے دوسرے ملابست آتش کی تیسرے دھوان نکلنا منہہ سے کہ مشابہ اہل دوزخ کی ہر چند ہر واحد کراہت تنزیہی کا موجب ہی لیکن باجتماع امور ثلثہ کراہت تحریمی ثابت ہوتی ہی انتہی ملخص کلامہ الشریف واللہ اعلم ومن جزم بحرمتہ الحشیشۃ شارح الوہبانیۃ فی الحظر ونظمہ فقال ؎ وفتوا تحریم الحشیش درقۃ + وتطلیق محتش بزجر و فرد وا + لبائعہ التادیب والفسق اثبتوا + وزندقۃ للمستحل وزردوا + اور ان علما مین سے جو بھنگ کی حرمت پر یقین کرچکے ہین شارح وہبانیہ نے بیان کیا ہی اسکو کتاب الحظر مین اور اسکو نظم کیا ہی اور یون کہا ہی اور علما نے فتوی دیا ہی بھنگ کے حرام ہونے اور اسکے جلا دینے اور بھنگ نوش کی طلاق واقع ہونے پر زجر اور توبیخ کی وجہ سے اور ثابت کی ہی علمانے بھنگ فروش کی تعزیر اور فسق اور اسکے حلال کہنے والے کا زندقہ اور کفر ثابت کیا ہی اور اسکو منقح اور محقق بیان کیا ہی واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب الصید

یہ کتاب ہی صید یعنی شکار کے احکام مین ہم قہستانی نے مطرزی سے نقل کیا کہ صید وہ حیوان ممتنع متوحش ہی جسکا پکڑنا ممکن نہین مگر بحیلہ تو ممتنع کی قید سے مرغی اور بط نکل گئی اسلیے کہ ممتنع سے وہ مراد ہی کہ اسکے پانون یا پر ہون جن سے وہ بھاگ سکے اور متوحش کی قید سے کبوتر نکل گیا اسواسطے کہ متوحش سے مراد یہ ہی کہ آدمیون سے پالوف نہو ندرات نہ دن کو اور وحشت طبیعی کی قید سے وہ پالو جانور نکل گیا جو وحشی ہو گیا کہ وہ شکار کرنے سے حلال نہین بلکہ ذکوۃ ضرورت سے حلال ہی اور اسی قید سے متوحش پالوف داخل ہو صید مین چنانچہ پالو ہرن جسکا پکڑنا ممکن نہین مگر بحیلہ لعل مناسبتہ ان کلا منہما یورث السرور شاید کہ مناسبت صید کی کتاب الاشربہ سے یہ ہی کہ دونون چیز مورث سرور ہوتی ہین ہو مباح بخمسۃ عشر شرطا مبسوطۃ فی العنایۃ وسنقررہا فی اثناء المسائل شکار کرنا مباح ہی پندرہ شرطون سے جو مفصل مذکور ہین عنایہ مین اور ہم انکی تقریر بیان کرینگے اس کتاب کے اثنا مسائل مین ہم منجملہ شروط مذکورہ پانچ شرطین ہین شکار کرنے والے مین ۱- ہونا اسکا مسلم یا کتابی ۲ چھوڑنا اسکا کلب یا باز کو ۳ شریک نہونا اسکے چھوڑنے مین غیر مسلم یا کتابی کا ۴ ترک بسم اللہ عمدا نکرنا ۵ چھوڑنے اور شکار کے پکڑنے کے اندر دوسرے کام مین مشغول نہونا اور یہ پانچ شرطین کلب وغیرہ مین ہین ۱ معلم ہونا اسکا یعنی تعلیم یافتہ ہو ۲ جانا اسکا بطریق چھوڑنے کے ۳ عدم مشارکت کلب غیر معلم کی ۴ قتل کرنا شکار کا زخم سے ۵ شکار کا نہ کھانا اور پانچ شرطین شکار مین ہین ۱- یہ کہ اسکی خورش نشید اور ذنب اور جنگل سے نہو ۲ شکار کا حشرات الارض سے نہونا ۴ سوا سینگ کی بی جانور نہونا ۴ قادر ہونا شکار کا اپنے بچانے پر اپنے پانون سے یا پرون سے ۵ مرجانا شکار کا شکار کرنے سے قبل اسکے ذبح کرنے کے کذا فی العالمگیریہ تحریر تھا پہلی تینون شرطین حلت اکل کے واسطے ہین نہ مطلق شکار کیواسطے منح الغفار مین ہی کہ شکار کا سبب مختلف ہوتا ہی شکاری کے اختلاف حال سے اسلیے کہ شکار کرنا کبھی حاجت کی وجہ سے ہوتا ہی اور کبھی اظہار بہادری کے واسطے اور کبھی دل بہلانے کیواسطے اور غایۃ البیان مین ہی کہ شکار کرنا مباح ہی حلال جانور مین اور حرام مین حلال تو کھانے کیواسطے اور حرام جانور کا شکار اور غرض کیواسطے یا اسکی کھال یا بال سے فائدہ لینا یا دفع اذیت کیواسطے منح الغفار مین ہی کہ شکار کرنا مشروع ہی قرآن سے قال اللہ تعالی واذا حللتم فاصطادوا وحرم علیکم صید البر ما دمتم حرما یعنی جب تم حلال ہو یعنی محرم نہو تو شکار کرو اور حرام کردیا گیا تمپر شکار کرنا خشکی میں جبتک تم محرم ہو اور مشروع ہی حدیث سے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے عدی بن حاتم سے کہ جب تو اپنا کتا چھوڑے تو اسپر بسم اللہ کہہ پھر اگر اسنے شکار پکڑ رکھا اور تونے اسکو زندہ پایا تو اسکو ذبح کر اور اگر تونے اسکو مقتول پایا اور حالانکہ کتے نے اسکو نہین کھایا تو اسکو کھا اسواسطے کہ کتے کا پکڑنا بھی ذبح ہی یہ حدیث بخاری

اور مسلم اور مسند احمد میں ہے اور اجماع امت اسکے شروع ہونے پر قائم ہے اور عقل سے بھی اسکی خوبی ثابت ہے اسواسطے کہ یہ قسم ہے اکتساب کی اور کسب مباح ہے
الا فی الحرم او المحرم فی غیر الحرم شکار کرنا مباح ہے مگر محرم کو غیر حرم میں مباح نہیں حلبی نے کہا یوں کہنا بہتر تھا الا المحرم او فی الحرم یعنی شکار مباح ہے مگر محرم کو یا حرم میں
مباح نہیں ہے اسواسطے کہ یہ عبارت دونوں شکار کو شامل ہے شکار محرم کو حل یا حرم میں اور شکار حلال کو حرم میں او للتلہی کما ہو ظاہر یا شکار کرنا مباح ہے مگر لہو و لعب
کے واسطے چنانچہ یہ ظاہر ہے او حرفۃ علی ما فی الاشباہ قال المصنف وانما زدتہ تبعا لہ والا فالتحقیق عندی اباحۃ اتخاذہ حرفۃ لانہ نوع من الاکتساب وکل
انواع الکسب فی الاباحۃ سواء علی المذہب الصحیح کما فی البزازیۃ وغیرہا یا شکار کرنا مباح ہے مگر شکار کا پیشہ اختیار کرنا مباح نہیں یہ عدم اباحت بموجب اشباہ
کے ہے مصنف رح نے شرح میں لکھا کہ میں نے عدم اباحت حرفہ متن میں زیادہ کی اشباہ کی تبعیت سے ورنہ میرے نزدیک شکار کے پیشہ اختیار کرنے کی اباحت
تحقیق ہے اسواسطے کہ یہ بھی ایک قسم ہے اباحت کی اور سب اقسام اباحت کسب برابر ہیں بموجب مذہب صحیح کے چنانچہ بزازیہ وغیرہ میں ہے ہم مصنف شاگرد
ہیں صاحب اشباہ کا اور ادب کی راہ سے اسکے قول ضعیف کو بعض علما نے رد نہ کیا ونصب شبکۃ للصید ملک ما تعلق بہا بخلاف ما اذا نصبہا
للجفاف فانہ لا یملک ما تعلق بہا ایک شخص نے شکار کے واسطے جال لگایا تو وہ مالک ہوگا اس جانور کا جو اسمیں پھنس گیا برخلاف اس صورت
کے جبکہ جال لگایا اسکے خشک کرنے کے لیے تو وہ مالک نہوگا اسکا جو پھنس گیا اسمیں ہم تو اول صورت میں دوسرا شخص شکار کو نہیں لے سکتا اور
دوسری صورت میں جو شخص اسکو پکڑ لے گا مالک ہوگا جال والا اس سے نہیں لے سکتا وان وجد المقلش او غیرہ خاتما او دینارا مضروبا بضرب
الاسلام لا یملکہ ویجب التعریف اور اگر دینار یا کوئی اور شخص انگوٹھی یا اشرفی جسپر اسلام کا سکہ ہے پاوے تو اسکا مالک نہوگا اور اسکی تعریف یعنی
پہچنوانا واجب ہے کہ جسکا ہو سو اسکو لے ہم مقلش بضم میم وسکون قاف وکسر لام وشین معجمہ عرف میں اسکو کہتے ہیں جو زمین میں مالیت کی جستجو
کرتا ہے کذا فی الطحطاوی اور جسپر ضرب کفر کی ہو وہ رکاز میں داخل ہے اعلم ان اسباب الملک ثلثۃ ناقل کبیع وہبۃ وخلافۃ کارث واصالۃ ہو الاستیلاء
حقیقۃ بوضع الید او حکما بالتہیئۃ کنصب شبکۃ لصید لا لجفاف علی المباح الخالی عن مالک فلو استولی فی مفازۃ علی حطب غیرہ لم یملکہ ولم یحل للمقلش
ما یجدہ بلا تعریف معلوم کر کہ ملک کے سبب تین ہیں ایک سبب ناقل ہے یعنی ایک مالک سے دوسرے مالک کی طرف ملکیت منتقل ہو جاوے جیسے
بیع اور ہبہ سے ملک دوسرے کی ہو جاتی ہے اور دوسرا سبب ملک کا خلافت ہے یعنی ایک کے مرنے کے بعد دوسرے کا مالک ہونا چنانچہ میراث اور
تیسرا سبب ملک کا اصالت ہے یعنی استیلا اور قادر ہونا اس مباح چیز پر جو خالی ہے مالک سے خواہ حقیقۃ استیلا اور قدرت ہو تصرف میں کر لینے سے
یا حکما قدرت ہو اسکے تہیہ اور سامان کرنے سے چنانچہ جال کا لگانا شکار کے واسطے نہ جال خشک کرنے کے لیے تو اگر ایک شخص مستولی ہو جنگل میں
غیر شخص کی لکڑی پر تو مالک نہوگا یعنی اسواسطے کہ ملک غیر سے خالی نہیں اور زمین کے تلاش کرنے والے کو حلال نہیں وہ چیز جو پاوے بدون تعریف
کے و تمام التعریف فی المطولات اور شکار کی تعریف تمام بڑی بڑی کتابوں میں ہے ہم تمام تعریف صید کی قہستانی سے ترجمہ میں مذکور ہو چکی ویحل الصید
بکل ذی ناب ومخلب تقدما فی الذبائح من کلب وباز ونحوہما وشرط قابلیۃ التعلیم بشرط کونہ لیس بنجس العین اور حلال ہے شکار کرنا
ہر نیش دار اور چنگل گیر سے کتا ہو یا باز اور مانند انکے چنانچہ چیتا اور شکرا بشرطیکہ قابل ہونے تعلیم کے اور بشرطیکہ اسکے نجس العین نہونے کے کتاب الذبائح
میں نیشدار اور چنگل گیر کی تفصیل ہو چکی یعنی ہر نیشدار اور ہر چنگل والا مراد نہیں اسلیے کہ اونٹ بھی نیش دار ہوتا ہے اور کبوتر چنگل والا لیکن یہ شکار
نہیں کرتے نیش اور چنگل سے ثم فرع علی ما مہد من الاصل بقولہ فلا یجوز الصید بدب واسد لعدم قابلیتہما التعلیم فانہما لا یعملان للغیر الاسد
لعلو ہمتہ والدب لخساستہ والحق بعضہم بالدب الحداۃ لخساستہا ہم مصنف رح نے تفریع کی اس قاعدے پر جسکی تمہید کی اس قول سے تو جائز نہیں
شکار کرنا ریچھ اور شیر سے اسواسطے کہ انہیں تعلیم کی قابلیت نہیں کیونکہ وہ دونوں غیر کے لیے عمل نہیں کرتے شیر اپنی علو ہمت سے غیر کا کام نہیں کرتا

کی وجہ سے اپنی خباست اور حرص کے دوسرے کا کام نہیں کرتا اور بعضوں نے ریچھ کے ساتھ چیل کو بھی ملحق کیا ہے اسکی خباست کی وجہ سے

اور ریچھ بسبب اپنی خباست اور حرص کے دوسرے کا کام نہیں کرتا اور بعضوں نے ریچھ کے ساتھ چیل کو بھی ملحق کیا ہے اسکی خباست کی وجہ سے
ہم اور بعضوں نے بھیڑیے کو بھی اسکے ساتھ ملحق کیا و لاالخنزیر لنجاستہ عاینہ وعلیہ فلا یجوز بالکلب علی القول بنجاستہ عینہ الا ان یقال ان النص
ورد فیہ فنقیہ اور نہ سور سے شکار کرنا درست ہے اسکے نجس العین ہونے کے سبب سے اور بموجب اس قاعدے کے تو کتے سے بھی شکار جائز نہو اس
لوگوں کے نزدیک جو کتے کو نجس العین کہتے ہیں مگر یون جواب دیجیے کہ کتے کے جواز شکار میں نص وارد ہے تو کتا مستثنی ہے اس قاعدے سے سو آگاہ
رہنا وبہ یندفع قول القہستانی ان الکلب نجس العین عند بعضھم والخنزیر لیس بنجس العین عند ابی حنیفۃ علی ما فی التجرید وغیرہ فتامل اور اس جواب سے
قہستانی کا یہ قول مندفع ہوتا ہے کہ کتا نجس العین ہے بعضوں کے نزدیک اور سور نجس العین نہین ابو حنیفہ رح کے نزدیک چنانچہ تجرید وغیرہ مین
ہے سو تامل کرلے بشرط علمہما اعلم ذی ناب ومخلب نیش دار اور چنگل گیر کا شکار حلال ہے انکی تعلیم یا فتگی کی شرط سے وذا بترک الاکل اناما
الشرب من الصید فلا یضر قہستانی ویاتی للثانی الکلب نحوہ وبالرجوع اذا دعوتہ فی البازی ونحوہ اور یہ یعنی انکی تعلیم یا فتگی کتے
وغیرہ مین تین بار نہ کھانے سے ثابت ہوتی ہے اور باز وغیرہ مین پلٹ آنے سے جبکہ تو اسکو بلاوے اور شکار کا خون پی لینا تو مضر تعلیم کا نہیں
چنانچہ قہستانی مین ہے اور آگے مذکور ہوگا یعنی جب تین بار کتا شکار پکڑے اور اسکی کھال اور گوشت اور ہڈی اور پر وغیرہ کچھ نہ کھائے تو اسکا علم
ہونا ثابت ہوگا اسواسطے کہ کتے کی عادت غارتگری اور بے بھاگنا ہے اور باز وغیرہ کی عادت وحشت ہے پھر جب دونون نے اپنی عادت چھوڑی تو
تعلیم یافتگی ثابت ہوئی خواہ باز گوشت دیکھکر پلٹ آتا ہو یا بدون گوشت کے اور اگر باز شکار سے پکڑ کھا دیگا تو یہ اسکی تعلیم یافتگی کو ضرر نہین کرتا ہے کذا
فی الطحطاوی وبشرط وجرحہما فی ای موضع منہ علی الظاہر وبہ یفتی اور شکار حلال ہے بشرط زخم لگانے کتے اور باز کے کسی شکار کے مقام مین بموجب ظاہر الروایۃ
کے اور اسی پر فتوے ہے یعنی فقط گلا زخمی کرنا شرط نہین بلکہ ذکوۃ اضطراری ہر زخم سے ثابت ہو جاتی ہے کہ نجس خون نکل جاتا ہے وعن الثانی یحل بلا جرح و
بہ قال الشافعی اور ابو یوسف رح سے ایک روایت یہ ہے کہ شکار حلال ہوتا ہے بدون زخم کے بھی اور یہی قول ہے امام شافعی رح کا وبشرط ارسال مسلم او
کتابی اور شکار حلال ہوتا ہے بشرطیکہ کتے یا باز کو مسلمان یا اہل کتاب چھوڑے شکار پر یعنی اگر کتا یا باز شکار کا پیچھا کرے بدون ارسال کے اور اسکو پکڑ کے
قتل کرے تو حلال نہوگا وبشرط التسمیۃ عند الارسال ولو حکما فالشرط عدم ترکہا عمدا علی حیوان ممتنع ای قادر عن الامتناع بقوائمہ او بجناحہ
متوحش فالذی وقع فی الشبکۃ او سقط فی البئر او استانس لا تحقق فیہ الحکم المذکور ولذا قال ماکول لان الکلام فی صید الاکل وان حل صید غیرہ
کما سیجیء اذ الحکم حل الانتفاع بالجلد مثلا کما یاتی فتامل اور شکار حلال ہوتا ہے بشرطیکہ بسم اللہ کہے کتے یا باز کے چھوڑتے وقت جانور ممتنع متوحش ماکول
پر اگرچہ بسم اللہ کہنا حقیقۃ نہو بلکہ حکما تو شرط حلت عدم ترک تسمیہ عمدا ہے یعنی ترک تسمیہ نسیانا مضر نہین ممتنع سے اسواسطے کہ جانور اپنے بچانے پر قادر ہو اپنے
پانون سے یا دونون پرون سے متوحش کی قید اسواسطے لگائی کہ جو جانور جال مین پھنسا یا کنوئین مین گر پڑا یا وحشی مانوس ہو گیا تو اسمین حکم مذکور یعنی ارسال
اور زخم سے اسکی حلت ثابت نہوگی بلکہ ذبح کرنے سے وہ حلال ہوگا اور اسی واسطے مصنف رح نے شکار مین ماکول ہونے کی قید لگائی اسواسطے کہ گفتگو بیان حلال
شکار مین ہے اگرچہ غیر ماکول کا بھی شکار کرنا حلال ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا یا عام تر ہے ماکول اور غیر ماکول سے اسواسطے کہ مثلا کھال سے فائدہ حاصل
کرنا حلال ہے چنانچہ آگے آویگا سو تامل کرلے وبشرط ان لا یشرک الکلب المعلم لا یحل صیدہ کلب غیر معلم وکلب مجوسی او لم یرسل او لم یسم علیہ اور شکار
حلال ہوتا ہے اس شرط سے کہ کلب معلم یعنی تعلیم یافتہ کتے کے ساتھ دوسرا کتا شریک نہو گیا ہو جسکا شکار کرنا حلال نہین چنانچہ بدون سکھا کتا اور مجوسی کا کتا یا وہ
کتا جو چھوڑا نہ گیا بلکہ خود کتا شکار پر دوڑ پڑا یا ارسال کے وقت عمدا بسم اللہ کہنا سے ترک ہو تو ان صورتون مین شکار حلال نہوگا وبشرط ان لا یطول
وقفتہ بعد ارسالہ لیکون الاصطیاد مضافا للارسال اور حلال ہے شکار بشرطیکہ کتے یا باز نے چھوڑنے کے بعد شکار پکڑنے مین زیادہ وقفہ

اور توقف نہ کیا ہو یہ اسواسطے شرط ہوا تاکہ شکار کرنا ارسال کی طرف منسوب اور مضاف ہو بخلاف ما اذا کمن ای استخفی کالفہد کما یکمن لیتمکن علی الصید فانہ

الحیلۃ لا الاستراحۃ بخلاف اُس صورت کے جبکہ کتا یا باز دبک رہا اور چھپ گیا چیتے کے مانند یعنی جیسے چیتا دبک رہتا ہے بطریق حیلہ اور گھات نہ بطریق

استراحت و آرام کے یہ بمنزلہ مستثنیٰ کے ہے یعنی اگر توقف کرنا شکار کی گھات میں فرق نہیں کرتا تو اگر چیتا یا کتا یا باز ارسال کے بعد شکار کی گھات میں بیٹھ رہے

نہ بطریق استراحت کے پھر شکار کو پکڑے اور قتل کرے تو کچھ مضائقہ نہیں شکار حلال ہے اگر ارسال کے بعد کچھ کھانے لگے یا پیشاب کرے تو حلال نہیں کذا فی البحر و فیہ عن المجتبی

عن المحیط مختصرا و للفہد خصال حسنۃ ینبغی لکل عاقل ان یعمل بہا کما بسطہ المصنف اور چیتے کے چند عادات بہتر ہیں ہر عاقل کو لائق ہے ویسا کرنا چنانچہ مصنف نے شرح میں انکو

مفصل بیان کیا ہے ہم از انجملہ یہ ہے کہ چیتا دبک رہتا ہے یہاں تک کہ شکار برخاد رہوتا ہے اسی طرح عاقل کو لازم ہے کہ دشمن پر عداوت ظاہر نہ کرے فرصت پانے تک تاکہ

بلا مشقت مطلب حاصل ہو از انجملہ یہ ہے کہ اسکا سکھانا مارنے سے نہیں ہوتا بلکہ کتا اسکے سامنے مارا جاتا ہے اور چیتا اسکو دیکھکر سیکھ جاتا ہے اسی طرح عاقل کو چاہئے

ہر کہ غیر کا حال دیکھکر عبرت پکڑے کما قیل السعید من وعظ بغیرہ) از انجملہ یہ ہے کہ خبیث اور گندہ نہیں کھاتا بلکہ اپنے مالک سے طیب طلب کرتا ہے اسی طرح عاقل

کو لازم ہے کہ نہ کھاوے مگر حلال طیب از انجملہ یہ ہے کہ تین یا چار یا پانچ بار شکار کیواسطے حملہ کرتا ہے اگر نہ پایا تو بیٹھ رہتا ہے کہتا ہے میں اپنی جان کیوں ہلاک کروں غیر کیواسطے انتہیٰ

حاصل ہو اسباب ہے کذا فی المنح عن السرخسی عن الحلوانی فان اکل منہ البازی اکل لان تعلیمہ لیس بترک الاکل پھر اگر شکار میں سے باز نے کچھ کھایا تو وہ بقیہ حلال ہے کھایا

جائیگا اسواسطے کہ اسکی تعلیم کھانا ترک کرنے سے نہیں بلکہ اسکی تعلیم آنا ہے بلانے کے بعد وان اکل الکلب ونحوہ لا یوکل مطلقا عندنا اور اگر کتے یا مانند

اسکے نے شکار سے کچھ کھایا تو باقی نہ کھایا جائیگا ہمارے مذہب میں ہر طرح خواہ اُسکو کھانے کی عادت ہو یا نہو کا کلمہ منہ ای کما لا یوکل الصید الرابع کل الکلب بعد ترکہ

للاکل ثلث مرات لانہ علامۃ الجہل جیسے اُسکا کھانا اُس سے یعنی جیسے وہ شکار کھایا نہیں جاتا جسمیں سے کتے نے کھایا تین بار کھانا چھوڑنے کے بعد یعنی تین بار

اُسنے شکار پکڑا اور نہ کھایا پھر چوتھی بار کھایا تو شکار اُسکا حلال نہیں اسواسطے کہ وہ علامت ہے اُسکی جہالت اور ترک تعلیم کی وکذا لا یوکل ما صاد بعدہ حتی یتعلم ثانیا

بترک الاکل ثلثا اور اسی طرح وہ شکار بھی نہ کھایا جائیگا جو اُسنے شکار کیا بعد کھا جانے کے یہاں تک کہ دوسری بار تعلیم یافتہ ہو جائے تین بار کے چھوڑنے سے یعنی کھانے کے

بعد جب تین بار شکار کرے اور نہ کھاوے تب چوتھی بار شکار حلال ہوگا او ما صاد قبلہ لو بقی فی ملکہ فان ما تلف من الصید لا تظہر فیہ الحرمۃ اتفاقا لفوت المحل وفیہ

اشکال ذکرہ القہستانی یا وہ بھی شکار حلال نہیں جو کتے نے کھانے سے پہلے شکار کیا بشرطیکہ شکار صیاد کی ملک میں باقی رہا ہو اسلیے کہ جس شکار کو وہ تلف کرچکا یعنی

کھا چکا تو اسمیں بالاتفاق امام رح اور صاحبین رح کے حرمت ظاہر نہوگی بسبب فوت ہو جانے محل حرمت کے اور اسمیں اشکال ہے جسکو قہستانی نے ذکر کیا ہم خلاصہ ہے

کہ شکار غیر موجود ہے یا موجود اگر غیر موجود ہے تو اُسکا حکم شارح نے بیان کیا کہ اسمیں حرمت ظاہر نہیں عدم بقاے محل کے سبب سے اور اگر موجود ہے تو جنگل میں موجود ہے یا جیسا

کہ ملک میں موجود ہے اگر جنگل میں ہے تو اُسمیں بالاتفاق حرمت ثابت ہے اور اگر اُسکی ملک میں ہے تو اُسمیں اختلاف ہے سو امام رح کے نزدیک حرام ہے اور صاحبین کے نزدیک

حرام نہیں خواہ مدت دراز ہو یا کوتاہ بقول صحیح حاصل اشکال مذکور یہ ہے کہ حکم وجود کا مقتضی نہیں کیا تو نہیں دیکھتا کہ ہم مردہ لونڈی کی آزادی کا حکم کرتے ہیں امام

کے نزدیک انتہی محصل اشکال یہ ہے کہ انعدام محلیت حرمت اکل کے حکم کا مانع نہیں ہے اور لائق یہ ہے کہ حکم بالحرمۃ کا ثمرہ ظاہر ہو جبکہ شکار رکھا گیا تو مشتری کی بائع سے قیمت پھیرلے

کیونکہ صحیح مردار تھا اور اثر ظاہر ہوتا ہے تو بیع میں اسکے کھانے کے بعد اور اگر یہ کہے کہ حکم وجود کا مقتضی ہے تو جو شخص غیر کا مال غصب یا چوری سے کھا جاوے تو چاہیے کہ حرمت ما

پھر جاوے محل کے فوت ہو جانے سے کذا فی الطحطاوی کصقر فر من صاحبہ فمکث حینا ثم رجع الیہ فارسلہ فصاد لم یوکل لترکہ ما صار بہ معلما فیکون کالکلب اذا اکل

چنانچہ وہ چرغ جو بھاگ گیا یعنی اُڑ گیا اپنے مالک کے پاس سے سو چند مدت چھوٹا رہا پھر پلٹ آیا مالک کے پاس سو اُسنے شکار پر چھوڑا سو اُسنے شکار پکڑا تو وہ

کھایا نہ جاویگا اسلیے کہ چرغ نے وہ فعل چھوڑ دیا جس سے وہ تعلیم یافتہ ہوگیا تھا یعنی اُسنے ترک اجابت کی تو وہ اُس کتے کے مانند جاہل ہوگیا جو شکار سے کھالیتا ہے

ولو اخذ الصیاد الصید من الکلب فقطع منہ بضعۃ والقاہا الیہ فاکلہا او خطف الکلب منہ واکلہا یوکل ما بقی کما لو شرب الکلب من دمہ لانہ من غایۃ علمہ

اور اگر صیاد نے شکار لے لیا کتے سے اور اُس میں سے ایک ٹکڑا کاٹا اور کُتّے کی طرف ڈال دیا سو اُسنے اُسکو کھا لیا یا کُتّا شکار میں سے صیاد کے ہاتھ سے جھپٹا مار کر لے گیا
اور کھا گیا تو باقی شکار حلال کھایا جائیگا جیسے وہ شکار حلال ہے جسکا خون کُتا پی گیا اسواسطے کہ یہ حرکت اُسکی نہایت علم اور دانستگی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اُسنے
وہ چیز لی کہ جو مالک کے لائق نہ تھی یعنی خون اور باقی رکھی وہ چیز جو مالک کے لائق ہے یعنی گوشت کذا فی المنح **ولو نهش الصيد فقطع منه بضعة فاكلها**
ثم ادركه فقتله ولم ياكل منه لا يوكل لاكله حالة الاصطياد اور اگر کتے نے شکار کو دانتوں سے نوچا سو اُس میں سے نصف کاٹا اور کھایا پھر شکار کو پکڑا اور قتل کیا
اور نہ کھایا تو وہ حلال نہیں کھایا جاویگا شکار کرنے کی حالت میں کھا جانے کے سبب سے تو یہ شکار ہوا کلب جاہل کا **ولو القى ما نهشه وتبع الصيد فقتله ولم ياكل منه ثم**
اخذه صاحبه ثم اكل ما القى حل لانه حينئذ لو اكل من نفس الصيد لم يضر كما مر اور اگر کتے نے وہ ٹکڑا ڈالدیا جو نوچا اور پیچھا کیا شکار کا سو اُسکو قتل کیا اور اُس میں سے نہ کھایا
یہانتک کہ اُس سے مالک نے شکار لے لیا پھر کتے نے کھایا جو ڈالا تھا تو شکار حلال ہے اسواسطے کہ اُسوقت میں یعنی شکار کر چکنے کے بعد اگر خود شکار کی ذات سے
کتا کھاتا تو حلت میں ضرر نکرتا چنانچہ عنقریب گذر گیا **واذا ادرك المرسل او الرامي الصيد حيا بحيوة فوق ما في المذبوح ذكاه وجوبا** اور جبکہ کتے یا باز کا
چھوڑنے والا یا تیر انداز شکار کو زندہ پاوے ایسی زندگانی کے ساتھ جو حیات مذبوح سے زیادہ ہے تو اُسکو ذبح کر لے بنابر وجوب کے حکم یعنی اگر شکار کو بعد مقتول
ہونے کے پایا تو وہ حلال ہے ذکوۃ اضطراری کے سبب سے اور اگر زندہ پایا تو حلال نہیں بدون ذبح کرنیکے اسواسطے کہ اُسنے ذکوۃ اختیاری کو ترک کیا باوجود قدرت
کے طحطاوی نے عالمگیری سے نقل کیا کہ اگر فوق ما فی المذبوح حیات باقی نہیں اسطرح پر کہ شکار کا پیٹ پھٹ گیا اور انتڑیاں نکل پڑیں پھر وہ مر گیا تو وہ حلال ہے اور
بعضوں نے کہا کہ یہ قول ہے صاحبین رح کا لیکن امام رح کے نزدیک حلال نہیں ہے اسواسطے کہ جب زندہ ملا تو بدون ذبح کے حلال نہوگا اسی قول پر فتویٰ ہے چنانچہ کافی میں ہے **وشرط**
حله بالرمي التسمية ولو حكما كما مر اور شکار کے حلال ہونے میں تیر مارنے سے بسم اللہ کہنا تیر لگانے کے وقت شرط ہے اگرچہ تسمیہ حکمی ہو چنانچہ گذر گیا یعنی نسیان سے ترک تسمیہ مضر
بحلت نہیں **وشرط الجرح لتحقيق معنى الذكوة** اور شرط ہے زخم لگنا تیر سے تاکہ ذکوۃ کا مطلب یعنی ناپاک خون نکلجانے سے ثابت ہو **وشرط ان لا يقعد عن طلبه لو غاب الصيد**
متحاملا بسهمه فما دام في طلبه يحل وان قعد عن طلبه ثم اصابه ميتا لا يوكل لاحتمال موته بسبب آخر اور یہ شرط ہے کہ تیر انداز بیٹھ نہ رہے شکار کی تلاش سے اگر شکار غائب ہو گیا
اُسکے تیر کو اُٹھائے ہوئے تو جبتک تیر انداز اُسکی طلب میں ہے وہ حلال ہے اور اگر اُسکی تلاش و طلب سے بیٹھ رہا پھر اُسنے شکار کو مردہ پایا تو اُسکا کھانا حلال نہیں اس
احتمال سے کہ شاید شکار کی موت دوسرے سبب سے ہوئی ہو تیر کے زخم کے سوا اسواسطے کہ محرمات میں موہوم متحقق کے مانند ہوتا ہے کذا فی الزیلعی **وشرط في الخانية لحله**
ان لا يتوارى عن بصره وفيه كلام بسطه في الزيلعي وغيره اور فتاویٰ قاضی خان میں حلت شکار کی یہ شرط مذکور کی ہے کہ شکار چھپ نہ گیا ہو تیر انداز کی نظر سے اور اس شرط میں
اعتراض ہے جو زیلعی وغیرہ میں مذکور ہے اور وجہ شرط یہ ہے کہ جب شکار نظر سے غائب ہو شاید اور کسی سبب سے مر گیا ہو خلاصہ اعتراض زیلعی یہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے آخر کلام
میں اس شرط کی طرف اشارہ کیا ہے اور اول کلام طلب اور عدم طلب پر مبنی ہے اور یہی اکثر کتب ہمارے مذہب کی ہے اور مسلم اور احمد اور ابوداؤد اور نسائی میں روایت
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ثعلبہ سے فرمایا کہ جب تونے اپنا تیر مارا اور شکار غائب رہا تجھ سے تین دن پھر تونے اُسکو پایا سو کھا جبتک وہ گندہ نہیں ہو گیا
یہ حدیث اباحت غائب پر دلالت کرتی ہے تو حجت ہے اس شخص پر جو اسکا مانع ہے انتہی ملخص کلام یہ ہے کہ عدم اشتراط اس شرط کا راجح ہے کذا فی الطحطاوی **فان ادركه**
الرامي او المرسل حيا ذكاه وجوبا فلو تركه حرم پھر اگر تیر انداز یا چھوڑنے والا کتے یا باز کا شکار زندہ پاوے تو واجب ہے کہ اُسکو ذبح کرے اور اگر ذبح نہ
کریگا تو شکار حرام ہوگا اور آگے آویگا ھم یہ مسئلہ مکرر ہو گیا **وحيوة المعتبر حيا ما يكون فوق ذكوة المذبوح بان يعيش يوما وروي اكثره مجمع** اور جو حیات کہ یہاں
یعنی ذبح شکار میں معتبر ہے وہ ذکوۃ مذبوح سے زائد ہے اسطرح کہ شکار ایک دن زندہ رہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ اکثر یوم زندہ رہے کذا فی المجمع **والمقدار**
ما لا يتوهم بقاءه كما في الملتقى فلا يعتبر ها هنا حتى لو وقع في الماء لم يحرم اور حیات مذبوح کی مقدار یعنی جسقدر زندگی سے اُسکا باقی رہنا متوہم نہو چنانچہ ملتقی میں ہے سو وہ
یہاں معتبر نہیں یہانتک کہ اگر اُسقدر حیات شکار میں ہو اور صیاد اُسکو ذبح نہ کرے اور وہ پانی میں گر پڑے تو وہ حرام نہوگا ھم صدر الشہید نے ذکر کیا کہ یہ قول باجماع

امام رح اور صاحبین رح کے ہے اور بعضون نے کہا کہ یہ صاحبین رح کے نزدیک ہے اور امام رح کے نزدیک حیات خفیفہ میں بھی ذبح کرنا ضرور ہے متردیہ وغیرہا کے مانند کذا فی الحموی
والمعتبر فی المتردیة واخواتها النطیحة والموقوذة وما اکل السبع والمریضة مطلق الحیوة وان قلت کما مرّ انفا وعلیه الفتوی وتقدم فی الذبائح اور متردیہ
اور اسکے مانند جیسا نطیحہ اور موقوذہ میں جسکو درندے نے کھایا اور بیمار میں مطلق حیات معتبر ہے اگرچہ زندگی نہایت کم ہو چنانچہ ہم نے اسکی طرف اشارہ کر دیا اور
اسی قول پر فتوی ہے اور یہ مقدم مذکور ہو چکا کتاب الذبائح میں ہم متردیہ وہ جانور ہے جو اوپر سے گر پڑے اور نطیحہ وہ جسکو دوسرے جانور نے اپنے سینگ سے مارا اور موقوذہ
وہ ہے جو لاٹھی وغیرہ کے مارنے سے قریب الهلاک ہو گیا یعنی حیوانات مذکور بدون ذبح کے حلال نہیں اور اسی طرح شکار میں بھی حیات قلیلہ خفیفہ کے معتبر ہونے کا
فتوی ہے سید حموی نے کہا تو کھانا شکار مذکور کا حلال نہیں بدون ذبح کے خواہ اسکی زندگی ظاہر اور باہر ہو یا نہو کتے وغیرہ کے زخم سے یا تیر سے اور اسی قول پر فتوی
ہے بدلیل اس آیہ کے (وما اکل السبع الا ما ذکیتم) اور بدلیل حدیث عدی مذکور یعنی اگر کتا شکار کو پکڑ رکھے اور تو اسکو زندہ پا دے تو ذبح کر اسکو کذا فی الطحطاوی فان
ترکها ای الذکاة عمدًا مع القدرة علیها فماتت حرم یعنی اگر صیاد نے شکار کو زندہ پایا اور ذبح کرنے کو ترک کیا عمدًا باوجود قادر ہونے کے پھر وہ مر گیا تو حرام
ہو گیا وکذا یحرم لو عجز عن التذکیة فی ظاهر الروایة وعن ابی حنیفة وابی یوسف یحل وهو قول الشافعی قال المصنف فی شرحه وفی متن الوقایة اشارة الی حله والظاهر ما سمعته
قلت وجه الظاهر ان العجز عن التذکیة فی مثل هذا لا یحل المحرم اور اسی طرح شکار حرام ہو گا ظاہر الروایة میں اگر صیاد عاجز ہو گیا ذبح کرنے سے اسطرح کہ اسکے پاس ذبح کا
ہتھیار نہیں یا وقت تنگ ہے اور امام ابو یوسف رح سے غیر ظاہر الروایة یہ ہے کہ درصورت عجز حلال ہے اور یہی قول ہے شافعی رح کا مصنف رح نے اپنی شرح میں کہا اور
میرے متن میں اور وقایہ کے متن میں اشارہ اسکے حلال ہو جانے کی طرف یعنی قدرت کی قید لگانے سے اور ظاہر الروایة کو تو سن چکا انتہی ما فی شرح المصنف میں کہتا ہوں
اور ظاہر الروایة کی دلیل یہ ہے کہ عاجز ہونا ذبح کرنے سے ایسی صورت میں حرام کو حلال نہیں کر دیتا ہے برخلاف اس صورت کے کہ پانی اور کھانا حاصل کرنے سے عاجز ہو
تو شراب اور مردار کا استعمال مباح ہو گا او ارسل مجوسی کلبه فزجره مسلم فانزجر یا مجوسی نے اپنا کتا چھوڑا شکار پر سو مسلمان نے کتے کو تیز کیا اور ہشکار یا شور
کر کے سو وہ تیز ہو گیا اور اسنے شکار مارا سو وہ شکار حرام ہے ہم ہر چند زجر لغت میں بمعنی منع اور نہی کے ہے لیکن زجر سے یہاں مراد ترغیب اور خواہش دلانا ہے
شکار کرنے پر اور انزجار سے مراد اظہار زیادت طلب ہے چنانچہ عینی شرح ہدایہ اور طحطاوی میں ہے معلوم کرنا چاہیے کہ جب ارسال اور زجر مجتمع ہوں تو ارسال معتبر
ہو گا تو اگر ارسال مجوسی یا مرتد یا بت پرست یا تارک تسمیہ سے ہو اور زجر مسلمان سے تو شکار حرام ہے اور بالعکس اسکے حلال ہے یعنی ایک مسلمان نے کتے کو
شکار پر چھوڑا اور مجوسی نے اسکو تیز کیا تو اعتبار چھوڑنے کا کیا جاویگا اور شکار حلال ہو گا اور اگر ارسال موجود نہو اور زجر موجود ہو تو اب زجر ہی معتبر ہو گا پھر اگر زجر
مسلم سے ہے تو حلال ہے اور اگر مجوسی سے ہے تو حرام ہے او قتله معراض بعرضه وهو سهم لا ریش له سمی به لاصابته بعرضه یا شکار کو معراض نے قتل کیا اپنی عرض سے تو وہ
حرام ہے اور معراض وہ تیر ہے جسمیں پر نہیں اور معراض اسکو اس لیے کہتے ہیں کہ وہ نشانہ پر لگتا ہے اپنی عرض کی طرف سے نہ طول کی طرف سے ہم معراض تو ایسا
محراب تیر ہے بدون پر کا دونون کنارے اسکے باریک اور درمیان میں موٹا وہ نشانہ پر عرض کی جانب سے لگتا ہے نہ تیزی کی طرف سے کذا فی القاموس فلو اصاب
بحده حل اور اگر معراض کے کنارے پر حدت اور تیزی ہے پھر وہ شکار کو تیزی کی طرف سے لگے تو وہ حلال ہے او بندقة ثقیلة ذات حدة حرم
لقتلها بالثقل لا بالحد یا قتل کیا شکار کو بھاری غلیلہ باڑھ والے نے تو شکار حرام ہے بسبب اسکے قتل کرنے کے بوجھ سے اور گرانی سے نہ باڑھ اور تیزی سے
ہم بندقہ بضم با موحدہ وسکون نون مدور مٹی ہے اس سے مارتے ہیں اور اسکو جلاہق بھی کہتے ہیں کذا فی المغرب ہندی میں اسکو غلولہ اور غلیلہ کہتے ہیں جسکو
غلیل سے چلاتے ہیں ولو کانت خفیفة لها حدة حل لقتلها بالجرح ولو لم یجرح لا یوکل مطلقا وشرط فی الجرح الادماء وقیل لا ملتقی وتمامه فیما علقته علیه اور
اگر غلیلہ ہلکا نوکیلا ہو تو شکار حلال ہو گا اس لیے کہ اسوقت میں نوکیلا غلیلہ زخم سے قتل کرتا ہے اور اگر غلیلہ نے شکار کو زخمی نکیا تو اسکا کھانا مطلقاً درست
نہیں خواہ غلیلہ بھاری ہو یا ہلکا گول ہو یا نوکیلا اور زخم میں خون بہنا شرط ہے اور بعضون کے نزدیک شرط نہیں کذا فی الملتقی اور اسکا پورا بیان

الملتقی کی ہماری شرح میں ہے۔ اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ غلیلہ اور پتھر اور بیمعراض اور لاٹھی اور اسکے مانند کا شکار حلال نہیں اگرچہ شکار زخمی ہو گیا ہو اسلیے
کہ اشیاء مذکورہ چیرتی پھاڑتی نہیں ہیں ہاں اگر انکو دراز کیا تیر کے مانند کرے اور اسکا پھینکنا مارنا ممکن ہو اور وہ چیرے پھاڑے اپنی حدت اور تیزی سے تو
کھانا اسکا حلال ہوگا اور اگر اندر زخم ہو گیا بسبب کوفت کے اور ظاہر میں نہ پھٹا تو حلال نہیں اسلیے کہ اس سے خون کا بہنا حاصل نہیں ہوتا انتہی خلاصہ یہ ہے
کہ اگر مَس ثقل اور گرانی سے حاصل ہے تو حلال نہیں اگرچہ خون نکلا ہو چنانچہ دُرر میں اسکی طرف اشارہ ہے اور یہی جواب لکھا شیخ زین صاحب بحر الرائق نے جب
انسے یہ استفتا ہوا کہ جو شخص چڑیوں کا شکار کرتا ہے سیسے و مٹی کی گولی سے اسکا کھانا درست ہے یا نہیں تو جواب لکھا کہ اسکا کھانا حلال نہیں زیلعی میں ہے کہ اس قسم کے
مسائل میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر موت شکار کی زخم سے بالیقین حاصل ہوئی ہے تو وہ حلال ہے اور اگر ثقل اور گرانی سے ہوئی ہے تو بالیقین حرام ہے اور اگر شک ہے آیا زخم کے
زخم سے موت ہوئی یا ثقل سے تو احتیاطاً حلال نہیں انتہی میں کہتا ہوں کہ سیسے کی گولی کے شکار میں احتیاط یہ ہے کہ اسکا کھانا حلال نہیں ہو واسطے کہ گولی تو اندفاع عنیف
کے سبب سے قتل کرتی ہے نہ اپنی حدت اور باڑھ کی تیزی سے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی (ورمی صیدًا فوقع فی ماء) لاحتمال قتلہ بالماء (فیحرم) یا شکار کو تیر مارا سو وہ گر پڑا پانی
میں اور مر گیا تو حرام ہوگا کہ شاید قتل اسکا پانی سے ہوا ہو نہ تیر سے ولو الطیر مائیاً فوقع فیہ فان انغمس جرحہ فیہ حرم والا حل ملتقی اور اگر شکار آبی چڑیا ہو پھر تیر لگنے کے بعد
پانی میں گر پڑی سو اگر اسکا زخم پانی میں ڈوب گیا تو وہ حرام ہو گئی اور اگر پانی میں زخم نہیں ڈوبا تو حلال ہے کذا فی الملتقی اسواسطے کہ پہلی صورت میں احتمال ہے کہ
پانی نے قتل کیا اور دوسری میں احتمال نہیں یہ سب اسوقت ہے جبکہ ایسا زخم لگا ہو جسمیں زندگی کی امید ہو اور اگر ایسا زخم ہو کہ زندگی کی امید نہو تو شکار حلال ہے
کہ وہاں احتمال مذکور منہدم ہے کذا فی العالمگیریۃ (او وقع علی سطح او جبل فتردی منہ الی الارض حرم) فی المسائل کلہا لان الاحتراز عن مثلہ ممکن یا تیر لگنے
کے بعد چڑیا چھت پر یا پہاڑ پر گری پھر وہاں سے زمین پر گر پڑی تو حرام ہے ان سب مسائل میں اسواسطے کہ ایسی صورتوں میں بچنا ممکن ہے حم یعنی یہ ضرور نہیں
کہ جب زخمی چڑیا گرے تو پانی یا چھت یا پہاڑ ہی پر گرے اور اسی طرح کا حکم ہے درخت یا دیوار یا کھڑی برچھی یا پتھر کے کنارہ پر گرنے کا اور اگر چڑیا چھت
یا پہاڑ وغیرہ پر گر کر باقی رہی زمین پر نہ آئی یا اینٹ یا پتھر کے مانند پر گری تو حلال ہے اسواسطے کہ وہ بمنزلہ زمین کے ہے کذا فی الجوہرۃ (فان وقع علی
الارض ابتداءً) اذ الاحتراز عنہ غیر ممکن (حل) پھر اگر تیر کی زخمی چڑیا پہلے سے زمین پر گر پڑی اور مر گئی تو حلال ہے اسواسطے کہ اس سے بچاؤ ممکن نہیں حم یعنی
زمین پر گرنے سے احتراز غیر ممکن ہے تو یہ احتمال کہ شاید زمین کے گرنے سے چڑیا مر گئی ہو تو ساقط الاعتبار ہے ورنہ شکار کے باب کا انسداد ہوگا (ارسل
مسلم کلبہ فزجرہ) ای اغراہ بصیاحہ (مجوسی فانزجر) اذ الزجر دون الارسال والفعل یرفع بما ہو فوقہ کنسخ الحدیث یا مسلمان نے اپنا کتا شکار پر چھوڑا سو مجوسی
نے اسکو زجر کیا یعنی شور کر کے اسکو بھڑکایا اور تیز کر دیا سو وہ تیز ہو گیا اور شکار کو مارا تو شکار حلال ہے اسواسطے کہ زجر کمتر ہے ارسال سے اور فعل رفع ہو جاتا ہے اس
فعل سے جو اس سے فوق ہے یا برابر اسکے ہے نہ کمتر اور ضعیف سے جیسے صحیح حدیث منسوخ ہوتی ہے اصح یا صحیح سے نہ ضعیف سے حم زجر اسواسطے کمتر ہے ارسال
سے کہ زجر مبنی ہے ارسال پر کہ اسکی تاکید ہے تو حلت اور حرمت میں ارسال معتبر ہے نہ زجر (ولم یرسلہ احد فزجرہ مسلم فانزجر) اذ الزجر ارسال حکماً یا کتے
کو کسی نے نہیں چھوڑا پھر مسلمان نے اسکو شکار پر بھڑکایا اور گرم کیا سو وہ گرم اور تیز ہو گیا اور شکار مارا تو حلال ہے اسواسطے کہ زجر ارسال حکمی ہے یعنی بمنزلہ
ارسال کے ہے درصورت عدم ارسال (او اخذ غیر ما ارسل الیہ) لان غرضہ اخذ کل صید تمکن حتی لو ارسلہ علی صیود کثیرۃ بتسمیۃ واحدۃ فقتل الکل اکل الکل
یا کتے نے اور شکار مارا سوائے اسکے جسپر چھوڑا گیا تھا تو وہ حلال ہے اسواسطے کہ صیاد کی غرض ہر ایک اس شکار کا پکڑنا ہے جسپر کتا قادر ہو سکے یہانتک
کہ اگر صیاد نے کتا چھوڑا بہت سے شکاروں پر ایکبار بسم اللہ کہکر سو اُسنے سب شکاروں کو قتل کیا تو سب کا کھانا حلال ہے یعنی خلاصہ یہ ہے کہ تعیین
شکار کا اعتبار نہیں (اکل فی الوجوہ المذکورۃ) لما ذکرنا وجوہ مذکورہ میں ہر شکار حلال اور ماکول ہے ان دلائل سے جنکو ہم نے ذکر کیا حم قولہ اکل جزا ہے
مسئلہ ان وقع اور ما کے معطوفات کی (کصید رمی فقطع عضو منہ) فانہ یوکل (لا العضو) خلافاً للشافعی ولنا قولہ علیہ الصلوۃ والسلام ما ابین من الحی فہو

میتۃ چنانچہ شکار تیر سے زخمی ہوا سو اُسکا کوئی عضو کاٹ لیا گیا تو شکار کا کھانا حلال ہے نہ عضو مقطوع کا برخلاف شافعی رح یعنی اُنکے نزدیک عضو مقطوع کا بھی کھانا
حلال ہے اور ہماری دلیل آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا قول ہے کہ جو عضو جدا کیا گیا زندہ جانور سے وہ مردار ہے ہم ابوداؤد اور ترمذی میں ابو واقد لیثی سے
یوں روایت ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما قطع من البہیمۃ وہی حیۃ فہو میتۃ یعنی جو چیز چوپائے جانور سے کاٹی گئی اور وہ زندہ ہے تو وہ مردار ہے اور مسند
احمد اور ابن شیبہ اور اسحق بن راہویہ اور دارمی اور ابو یعلی کی مسانید میں بھی یہ مضمون مروی ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ وجہ استدلال یہ ہے کہ حدیث
میں زندہ مطلقاً مذکور ہے خواہ حقیقۃً ہو یا حکماً سو جس وقت اُسکا عضو قطع ہوا تو وہ حقیقۃً زندہ تھی کیونکہ حیات اُسمین قائم ہے اور اسی طرح حکماً بھی زندہ
ہے کہ سلامت رہنا اُسکا اس زخم کے بعد متوہم ہے حموی نے کہا قطع اُس عضو کا مراد ہے جسکے قطع کے بعد حیوان زندہ رہے چنانچہ پانوں یا ران یا اقل نصف
راس سے ولو قطعہ ولم یبنہ واحتمل الالتیام اکل العضو ایضا والا لا ملتقی اور اگر عضو قطع کیا اور جدا نہیں کر دیا اور اُسکا بدن سے التیام یعنی ملنا اور جڑ جانا محتمل
ہے تو اُس عضو کا کھانا بھی حلال ہے اور اگر التیام اور مندمل اُسکا نہیں ہوسکتا تو عضو مقطوع کا کھانا حلال نہیں کذا فی الملتقی وان قطعہ الرامی اثلاثا و
الاکثرہ مع عجزہ او قطع نصف راسہ او اکثرہ او قدہ نصفین اکل کلہ لان فی ہذہ الصور لا یمکن حیاۃ فوق حیاۃ المذبوح فلم یتناولہ
الحدیث المذکور اور اگر تیر انداز نے شکار کو تین تہائی قطع کیا اور اُسکا اکثر بدن اُسکی دُم ہی اور دم کے ساتھ رہا یعنی ایک تہائی سر کی طرف رہی اور دو
تہائیاں دُم کی طرف باقی رہیں یا شکار کا نصف سر یا اکثر کاٹا یا شکار کا جسم نصفا نصف پھاڑا سر سے دُم تک تو تمام شکار کا کھانا حلال ہے اسواسطے
کہ ان صورتوں میں اُسکی زندگی مذبوح کی زندگی سے زیادہ ممکن نہیں تو حدیث مذکور اُسکو شامل نہ رہی ہم اسواسطے کہ حدیث مذکور زندہ حقیقی اور حکمی
کو شامل ہے اور ان صورتوں میں حیات حکمی بھی صادق نہیں اسواسطے کہ اُسکی سلامتی اور بقا ایسے زخموں کے بعد متوہم نہیں تو فی الحال اُسکی ذکاۃ
واقع ہوگئی تو وہ بالکل حلال ٹھہرا عینی نے کہا مراد قد سے شق طولانی ہے بخلاف ما لو کان اکثرہ مع راسہ للامکان المذکور برخلاف اس صورت
کے کہ اگر شکار کا اکثر بدن اُسکے سر کے ساتھ رہا تو اُسکا اکثر ماکول ہے نہ اقل امکان مذکور کے سبب سے یعنی اگر ایک تہائی دُم کی طرف کٹ رہی
اور دو تہائیاں سر کے ساتھ باقی رہیں تو سر کی جانب حلال ہے نہ دُم کی طرف اسواسطے کہ جانب سر کی حیات مذبوح کی حیات سے زیادہ ممکن ہے کذا
فی المنح وحرم صید مجوسی ووثنی ومرتد ومحرم لانہم لیسوا من اہل الذکاۃ بخلاف کتابی لان ذکاۃ الاضطرار کذکاۃ الاختیار اور حرام ہے شکار
مجوسی اور بت پرست اور مرتد اور احرام باندھنے والے کا اسلیے کہ اشخاص مذکورین ذبح کرنے کی لیاقت نہیں رکھتے برخلاف اہل کتاب کے
اسواسطے کہ ذبح اضطراری ذبح اختیاری کے مانند ہے وان رمی صیدا فلم یثخنہ فرماہ آخر فقتلہ فہو للثانی وحل اور اگر شکار کو ایک
شخص نے تیر مارا سو اُسکو زخم کاری نہیں لگا پھر دوسرے شخص نے اُسکو تیر مارا تو اُسکو قتل کیا تو وہ شکار دوسرے شخص کا مملوک ہے اور حلال
ہے یعنی اسواسطے کہ دوسرے نے اُسکو حیز امتناع سے خارج کر دیا وان اثخنہ الاول بان اخرجہ عن حیز الامتناع وفیہ من الحیوۃ ما یعیش فالصید
للاول وحرم لقدرتہ علی ذکاۃ الاختیار فصار قاتلا لہ فحرم اور اگر اول شخص نے شکار کے زخم کاری لگایا اسطرح پر کہ حیز امتناع سے اُسکو خارج کر دیا
یعنی اب بھاگ نہیں سکتا اور اُسمین اتنی حیات ہے جس سے جیتا رہے بعد اُسکے دوسرے نے اُسکو تیر مارا اور قتل کیا تو وہ شکار شخص اول کا ہے اور اُسکا
کھانا حرام ہے بسبب قادر ہونے شخص اول کے ذکاۃ اختیاری پر تو دوسرا شخص اُسکا قاتل ہو گیا تو وہ حرام ٹھہرا ہم زیلعی نے کہا جبکہ شخص اول نے اُسکو
زخم کاری لگایا تو وہ حیز امتناع سے خارج ہوگیا اور وہ اُسکے ذبح پر قادر ہو گیا تو اُسپر ذبح کرنا واجب ہوا اور حالانکہ اُسنے اُسکو ذبح نہ کیا اور دوسرا
شخص اُسکا قاتل ٹھہر گیا اسوجہ سے وہ حرام ہو گیا اور جبکہ ترک ذبح مع القدرۃ سے حرمت ثابت ہوتی ہے تو قتل سے بطریق اولی حرمت ثابت ہوگی وضمن
الثانی للاول قیمتہ کلہا وقت اتلافہ غیر ما نقصتہ جراحتہ اور دوسرا شخص پہلے شخص کو تاوان دے اُسکی پوری قیمت کا جو اُسکی قیمت ہے

اسکے تلف کرڈالنے کے وقت سوا اس نقصان کے جو اول کے زخم لگانے سے حاصل ہوا ہو وجہ تاوان یہ ہے کہ ثانی نے غیر کے مملوک شکار کو تلف کردیا اسواسطے کہ پہلا شخص
زخم کاری لگانے سے اسکا مالک ہوگیا تھا تو وقت اتلاف کے اسپر قیمت لازم آوے گی جراحت اول کا نقصان وضع کرکے توضیح اسکی یون ہے کہ وہ شکار دس درم کا تھا
مثلاً سو شخص اول کے زخم سے دو درم کا نقصان ہوگیا پھر دوسرے نے تیر مارا تو آٹھ درم کا اور نقصان ہوا پھر شکار مر گیا تو دوسرا شخص آٹھ درم کا تاوان دے کذا فی
المنح وحل اصطیاد ما یوکل لحمه وما لا یوکل لحمه لمنفعة جلده او شعره او ریشه او لدفع شره وکله مشروع لاطلاق النص اور حلال ہے شکار کرنا اس جانور کا
جسکا گوشت حلال ہے اور جسکا گوشت حلال نہیں ہے اسکی کھال یا بال یا پر کی منفعت سے یا اسکی شر اور اذیت کے دفع کرنے کے واسطے اور سب شکار ماکول اور
غیر ماکول شرع مین درست ہے نص قرآنی کی مطلق دلیل سے یعنی حق تعالی نے فرمایا (واذا حللتم فاصطادوا) یعنی جس وقت حج کا احرام باندھے نہو تو شکار کرو
اس آیت مین ماکول اور غیر ماکول کی قید نہین اور لغت عرب مین ماکول اور غیر ماکول دونون کو شکار کہتے ہین وفی القنیة تجوز ذبح الهرة والکلب لنفع ما والاولی
ذبح الکلب اذا اخذته حرارة الموت اور قنیہ مین ہے کہ بلی اور کتے کا ذبح کرنا کسی منفعت کے واسطے جائز ہے اور بہتر یہ ہے کہ جب کتا مرنے لگے تو اسکو ذبح کرڈالے ہم
جبکہ بلی موذی ہو تو اسکو نہ مارے نہ اسکے کان لے بلکہ اسکو ذبح کرڈالے چنانچہ ذخیرہ مین ہے اور اگر کلب عقور ہو یعنی کاٹتا ہو تو اسکا قتل جائز ہے اور اسکا مالک
تاوان نہین لے سکتا کذا فی الطحطاوی ویطهر لحم غیر نجس العین لخنزیر فلا یطهر اصلا وجلده دلیل الطهر جلده لا لحمه وهذا اصح ما یفتی به کما فی الشرنبلالیة عن المواهب
ہنا وعر فی الطهارة پاک ہو جاتا ہے گوشت اور چمڑا غیر نجس العین کا چنانچہ سور کہ وہ اصلا پاک نہین ہوتا اور بعضون نے کہا کہ غیر ماکول کی کھال پاک ہوجاتی ہے
نہ گوشت اسکا اور یہ قول اقوال مفتی بہا مین صحیح تر ہے چنانچہ شرنبلالیہ مین مواہب سے کتاب الصید مین منقول ہے اور یہ گذر گیا کتاب الطہارة مین اخذ الطیر
لیلا مباح والاولی عدمه قعلمه خانیه پرند کا پکڑنا رات کو مباح ہے اور بہتر یہ ہے کہ ایسا نہ کرے کذا فی الخانیة یکره تعلیم البازی بالطیر الحی
لتعذیبه مکروہ ہے باز کو شکار سکھانا زندہ پرند پر اسلیے کہ پرند کو اس سے تکلیف ہوتی ہے سمع الصائد حس انسان او غیره من الاهلیات
کفرس وشاة فرمی الیه فاصاب صیدا لم یحل شکاری نے آدمی یا اسکے سوا پالو جانور چنانچہ گھوڑے اور بکری کی آہٹ سنی سو اسکی طرف
تیر پھینکا سو شکار کو لگ گیا تو وہ شکار حلال نہین ہم یہ مسئلہ کتب فقہ مین مختلف مذکور ہے ہدایہ مین شکار مذکور کو حلال کہا ہے اور مضمرات مین اسکو قول مختار
قرار دیا ہے منتقی نے اسکو غیر ماکول کہا اسواسطے کہ اسنے تیر مارا اور شکار کرنے کا قصد نہین کیا زیلعی نے اسی کو پسند کیا اسوجہ سے کہ آدمی وغیرہ کی طرف تیر مارنا
اصطیاد نہین ہے اگرچہ تیر شکار کو لگ جاوے کذا فی الطحطاوی بخلاف ما اذا سمع حس اسد او خنزیر فرمی الیه او ارسل کلبه فاذا هو صید حلال لاکل حل
برخلاف اس صورت کے کہ جب شیر یا سور کی آہٹ سنی سو اسکی طرف تیر مارا یا کتا چھوڑا پھر ناگہان وہ شکار ماکول اللحم نکلا تو وہ حلال ہے ولو لم یعلم ان الحس حس صید او غیره
لم یحل جوہرہ لانه اذا اجتمع المبیح والمحرم غلب المحرم اور اگر معلوم نہو کہ آہٹ شکار کی یا غیر شکار کی آہٹ ہے تو حلال نہین کذا فی الجوہرة اسواسطے کہ جب مبیح اور محرم مجتمع ہوتے
ہین تو محرم غالب ہوجاتا ہے احتیاط کی راہ سے رمی ظبیا فاصاب قرنه او ظلفه فمات ان ادماه اکل لوجود الجرح والا لا تیر مارا ہرن کو سو اسکے لگا سینگ
یا کھر کو سو وہ مرگیا اگر اسکو خون آلودہ کردیا تو وہ ماکول ہوگا زخم کے موجود ہوجانے سے اور اگر خون نہین نکلا تو وہ ماکول نہین والعبرة بحالة الرمی فحل الصید
بردته اذا رمی مسلما لا باسلامه اور اہلیت اصطیاد مین تیر اندازی کی حالت معتبر ہے تو شکار حلال ہے تیر انداز کے مرتد ہوجانے سے جبکہ اسنے تیر لگایا ہو اسلام
کی حالت مین اور نہ شکار حلال نہین تیر انداز کے اسلام لانے سے جبکہ اسنے تیر لگایا ہو بت پرستی کی حالت مین ہم عتابیہ مین ہے کہ تیر لگانے اور کلب معلم کے چھوڑنے
کے وقت اسلام شرط ہے تو اگر اسنے تیر مارا یا کتا چھوڑا حالت اسلام مین پھر وہ مرتد ہوگیا تو شکار حلال ہے اور اسکے بالعکس حلال نہین کذا فی العالمگیریہ ووجب
الجزاء بحله اذا رمی محرما لا باحرامه ویجیئ قبیل کتاب الدیات اور بدلا دینا شکار کا واجب ہوگا محرم کے حلال ہوجانے سے جبکہ اسنے تیر مارا حالت احرام مین نہ اسکے
محرم ہوجانے سے یعنے اگر غیر محرم نے تیر مارا شکار کو پھر اسنے احرام باندھا تو جزا واجب نہین اور وہ شکار حلال ہے اور یہ مسئلہ آویگا کتاب الدیات سے پہلے

فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا لو ان بازیا معلما اخذ صیدا فقتلہ ولا یدری ارسلہ انسان او لا لا یؤکل لوقوع الشک فی الارسال ولا اباحۃ بدون الارسال ولو ارسلہ انسان فلو مالکا فواضح او الغیر فلا یجوز ذکرنا ولہ الا باذن صاحبہ زیلعی اگر تعلیم یافتہ باز نے شکار پکڑا پھر اسکو قتل کیا اور معلوم نہیں کہ اسکو کسی انسان نے چھوڑا ہی شکار پر یا نہیں تو اسکا کھانا درست نہیں شک پڑنے کے سبب سے ارسال میں اور حالانکہ شکار کی اباحت نہیں بدون ارسال کے اور اگر باز آدمی نے چھوڑا ہی تو وہ غیر کا مال ہی تو بھی اسکا کھانا درست نہیں بدون مالک کے اذن کے کذا فی الزیلعی قلت قد وقع فی عصرنا حادثۃ الفتوی وہی ان جلا وجد شاۃ مذبوحۃ ببستان ہل یحل الکلام لا ومقتضی ما ذکرناہ لا یحل لوقوع الشک فی ان الذابح ممن تحل ذکوتہ ام لا وہل سمی اللہ تعالی علیہا ام لا میں کہتا ہوں البتہ ہمارے زمانہ میں ایک حادثہ فتوی طلب واقع ہوا وہ یہ ہی کہ ایک مرد نے اپنی بکری کو باغ میں مذبوح پایا تو اسکا کھانا حلال ہی یا نہیں اور جو مسئلہ کہ ہم نے زیلعی سے ابھی ذکر کیا اسکا مقتضا یہ ہی کہ اس بکری کا کھانا حلال نہیں شک واقع ہونے سے اسمیں کہ اسکا ذبح کرنے والا ان لوگوں میں ہی جنکا ذبح حلال ہی یا انہیں سے نہیں ہی اور اگر ہی تو اسنے ذبح کے وقت اللہ تعالی کا نام پاک لیا یا نہیں لیا لکن فی الخلاصۃ من اللقطۃ قوم اصابوا بعیرا مذبوحا فی طریق البادیۃ ان لم یکن قریبا من الماء ووقع فی قلبہ ان صاحبہ فعل ذلک اباحۃ للناس لا باس بالاخذ والاکل لان الثابت بالدلالۃ کالثابت بالصریح انتہی فقد اباح اکلہا بالشرط المذکور فعلم ان العلم بکون الذابح اہلا للذکوۃ لیس بشرط فالہ المصنف لیکن خلاصہ میں ہی کتاب اللقطہ سے کہ ایک قوم نے ذبح کیا ہوا اونٹ پایا جنگل کی راہ میں اگر وہ پانی کے قریب نہوا اور اسکے دل میں یہ بات جم جاے کہ اسکے مالک نے یہ کیا ہی لوگوں پر مباح کرنے کے واسطے تو اسکے لینے اور کھانے میں مضائقہ نہیں اسواسطے کہ جو امر دلالت حال سے ثابت ہو وہ اسکے مانند ہی جو صریح قول سے ثابت ہی انتہی ما فی الخلاصۃ تو صاحب خلاصہ نے اسکا کھانا بشرط مذکور مباح کہا ہی تو اس سے معلوم ہوا کہ اسکا دریافت ہونا کہ ذابح اہل ہی ذکوۃ کا شرط نہیں ہی ایسا کہا ہی مصنف رح نے شرح میں ہم یہ قول سندر اک ہی عدم حلت کے قول پر پانی کے قریب کی قید اسواسطے لگائی کہ جب پانی کے قریب ہوگا تو یہ محتمل ہی کہ پانی میں گر کے مرگیا اور دریائی جانور نے اسکو پھاڑ ڈالا اور پانی کی موج نے اسکو باہر ڈالدیا اور جنگل میں تو معلوم ہوتا ہی کہ اسکی اباحت معتبر ہی خواہ پانی قریب ہووے یا نہ ہووے قلت قد یفرق بین حادثۃ الفتوی واللقطۃ بان الذابح فی الاول غیر المالک قطعا وفی الثانی یحتمل میں کہتا ہوں استفتاء مذکورا ور مسئلہ لقطہ میں یوں فرق بیان کیا جاتا ہی کہ ذبح کرنے والا اول میں غیر مالک ہی یقینا اور ثانی میں احتمال ہی کہ مالک نے ذبح کیا ہو یا غیر مالک نے ہم اس فرق سے کچھ حاصل نہیں کہ اگر بالفرض مالک ہی ذابح ہوا تو یہ تو معلوم نہیں کہ اسکا ذبیحہ حلال ہی یا نہیں کذا فی المحشی والطحطاوی درایۃ بخط ثقۃ سرق شاۃ فذبحہا بتسمیتہ فوجد صاحبہا ہل توکل الاصح لا لکفرہ بتسمیتہ علی الحرام القطعی بلا تملک ولا اذن شرعی انتہی فلیحرر اور میں نے دیکھا فقیہ معتمد کے خط سے یہ مضمون کہ ایک شخص نے بکری چرائی پھر اسکو ذبح کیا بسم اللہ کہکر پھر بکری کے مالک نے اسکو پایا تو اسکا کھانا حلال ہی یا نہیں جواب اسکا یہ ہی کہ صحیح تر قول یہ ہی کہ اسکا کھانا درست نہیں بسبب کافر ہو جانے ذابح کے حرام قطعی پر بسم اللہ کہنے سے بدون ملکیت اور بلا اذن شرعی کے انتہی قولہ تو اسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیے ہم یہ صورت حادثہ فتوی طلب کے مغایر ہی کیونکہ یہاں ذابح اور تسمیہ معلوم ہی اور حرمت وروجہ سے لازم آئی اور وہاں ذابح اور تسمیہ معلوم نہیں اور یہ جو کہا کہ حرام قطعی پر تسمیہ سے کافر ہوگیا سو معتمد قول یہ ہی کہ اسقدر سے کافر نہیں ہوتا بلکہ جب اسکو حلال جانیگا تب کافر ہوگا اور تسمیہ علی الحرام سے اعتقاد حلت کا لازم نہیں اور اسکا مؤید فقہا کا یہ قول کہ شاۃ غصب کی قربانی صحیح ہی چنانچہ مجتبی میں ہی کہ جسنے بکری غصب کی اور قربانی کی تو اسکی قیمت کا تاوان اسپر لازم آیا اور قربانی ادا ہوگئی کیونکہ غصب سابق سے وہ مالک ہوگیا کذا فی الطحطاوی وفی الوہبانیۃ قال ومالات ای اطعمہ کلبا فانہ خبیث حرام نفعہ متعذر + اور وہبانیہ میں کہا اور جو جانور مرگیا وہ کتے کو کھلا کہ وہ ناپاک حرام متعذر النفع ہی یعنی مردار کو کتے کے پاس لانا جائز نہیں لیکن کتے کو اسکی طرف لیجانا جائز ہی چنانچہ شرنبلالی میں ہی مگر ظاہر وہبانیہ مطلقا حرمت پر دلالت کرتا ہی قنیہ کے مانند قنیہ میں یوں ہی کہ ہمارے علما نے کہا کہ مردار سے نفع لینا کسی چیز پر جائز نہیں اور کتوں کو بھی نہ کھلاوے اور شاید کہ یہاں دو قول ہوں کذا فی الطحطاوی وتملیک عصفور لواجدہ آخر + اور اجازت دیگئی تملیک کنجشک کی اسکے پانے والے کو

یعنی ارسال کے وقت اسکی تملیک بر وجہ اباحت مراد ہی تجنیس اور مزید مین ہی کہ ایک مرد نے لینا جانور چھوڑ دیا اور دوسرے نے اسکو لیا اور اسکی دیکھا ور
خبرگیری کی پھر اسکا مالک آیا سو اسکی دو صورتین ہین اگر اسنے چھوڑنے کے وقت یہ کہا کہ جو اسکو پکڑلے ہم نے اسکو اسکا کردیا یا یہ نہ کہا تو پہلی صورت مین مالک اسکو
نہین لے سکتا اسواسطے کہ اسنے تملیک کو مباح کردیا اور دوسری صورت مین اسکو لینا جائز ہی عدم اباحت کے سبب سے یہی قول ہمارا ہی شکار کے چھوڑ دینے مین کذا
فی الطحطاوی مختصراً وعتاقہ لبعض الائمۃ ینکر، اور اسکے عتاق کو یعنی کنجشک کے چھوڑنے کو بعضے علما انکار کرتے ہین یعنی ارسال بلا اباحت کو جائز نہین کہتے ہین شارح وہبانیہ نے
اما لفظ لبعض اسپر دلالت کرتا ہی کہ اکثر علما اسکے مجوز ہین حالانکہ ایسا منقول نہین بلکہ ظاہر یہ ہی کہ مذہب یہی ہی کہ حرام ہی کذا فی الطحطاوی وان یلتقط مع غیرہ جاز اخذہ
اور اگر مالک نے عصفور مرسل کو غیر واجد کے ساتھ پایا تو مالک کو اسکا لینا جائز ہی ہم یہ اس صورت پر محمول ہی جبکہ مالک نے ارسال کے وقت لینے والے پر مباح نہ کردیا ہو
چنانچہ تجنیس اور مزید سے مذکور ہوچکا کذا فی الطحطاوی کقشر الرمان رماہ المفتقر جیسے لینا جائز ہی چھلکا اس انار کا جسکو چھلکے والے نے پھینک دیا ہم بزازیہ مین ہی
شئ حقیر بے قیمت کا زمین سے اٹھا لینا شیخین رحمہ کے نزدیک درست ہی لیکن بعد التقاط مالک اسکا اسکو لے سکتا ہی کذا فی شرح الوہبانیہ لعبد البر وفی معایاتہا سے

ای حلال لایحل اصطیادہ وعیبہ وای ما صیدت ولا ہی تنفر، اور وہبانیہ کی پہیلیون مین یہ ہی وہ کون غیر محرم ہی ارض حرم مین ہی جسکا شکار کرنا حلال نہین اسکا دکھا
جنگل وغیرہ اسکے نہ شکار نہین کیا اور نہ اس سے متنفر ہو وسے نہ بھاگے ہم اسکا جواب شارح نے اگلے قول مین دیا ہو صید دخل دار رجل فغلق علیہ بابہ فلا یملکہ
غیرہ ولو بعذر دخیہ یعنی مراد وہ شکار ہی جو ایک مرد کے گھر مین گھس گیا ہو اسنے اسپر اپنا دروازہ بند کرلیا یعنی قصداً اسطرح سے بند کرلیا کہ اسکے پکڑنے پر قادر
ہوگیا تو اب اسکا کوئی مالک نہوگا سوا صاحب خانہ کے اگرچہ بعد اسکے خروج کے ہم یعنی شکار گھر مین گھسا پھر جب صاحب خانہ نے دیکھا تو دروازہ بند کرلیا
اس طرح کہ وہ نکل نہین سکتا اور صاحب خانہ اسکے پکڑ لینے پر قادر ہی بدون شکار کرنے کے تو صاحب خانہ اسکا آخذ اور مالک ہوگیا اور اگر اسنے دروازہ بند
کرلیا اور حالانکہ شکار اسکو معلوم نہین تو اسکا آخذ اور مالک نہوگا تو اگر پہلی صورت مین شکار باہر نکل گیا اور غیر صاحب خانہ نے اسکو پکڑ لیا تو وہ مالک
نہوگا اور دوسری صورت مین مالک ہوگا چنانچہ شرح وہبانیہ مین ہی قولہ ما صیدت مین نفی صید سے مراد صید حقیقی ہی نہ صید حکمی اور غیر محرم سے غیر صاحب خانہ
مراد ہی کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الرہن

یہ کتاب ہی مسائل رہن یعنی گرو کرنے کے احکام مین مناسبتہ ان کلا من الرہن والصید سبب لتحصیل المال مناسبت کتاب الرہن کی کتاب الصید سے یہ ہی کہ
رہن اور شکار کرنا ہر ایک تحصیل مال کے سبب مین ہو لغۃ حبس الشئ دیعنی رہن لغت مین عبارت ہی حبس شئ سے یعنی چیز کے روکنے اور بند کرنے سے خواہ وہ چیز
مال ہو یا غیر مال وشرعاً حبس شئ مالی ای جعل الشئ محبوساً لان الحابس ہو المرتہن اور اصطلاح شرع مین رہن عبارت ہی مالی چیز کے حبس کرنے سے یعنی
چیز کو محبوس کردینا اسواسطے کہ حبس کرنے والا مرتہن ہی نہ راہن ہم شارح نے حبس شئ کی تفسیر جعل الشئ محبوساً اسواسطے کی تا راہن حابس نہ ٹھہرے اسواسطے کہ حابس تو
مرتہن ہی نہ راہن بلکہ راہن تو شئ کا محبوس کردینے والا ہی اور تعریف مین حبس مرتہن اسواسطے معتبر ہوا کہ کلام ہی اس رہن مین جو راہن کا فعل ہی نہ ارتہان مین جو مرتہن کا
فعل ہی مثلاً زید نے خالد سے سو درم لیے اور اپنا باغ اسکے پاس گرو رکھدیا تو زید راہن ہی اور خالد مرتہن اور باغ مرہون بحق یمکن استیفاءہ ای اخذہ منہ کلا او بعضاً
کان قیمتہ للمرہون اقل من الدین رہن عبارت ہی حبس شئ سے بعوض اس حق کے جسکا حاصل کرنا اور لینا شئ مرہون سے ممکن ہو خواہ تمام حق کا اس سے
لینا ہو سکے یا بعض حق کا چنانچہ اگر قیمت مرہون کی دین سے کم ہو تو بعض حق کا حصول ممکن ہوگا نہ کل کا ہم امکان اخذ کی قید سے وہ چیز نکل گئی جو نہین ٹھہرتی
چنانچہ برف کذا فی الطحطاوی کالدین کاف الاستقصاء لان العین لا یمکن استیفاءہ من الرہن الا اذا صار دیناً حکماً کما سیجئ چنانچہ دین کا حاصل کرلینا مرہون
سے حق مذکور سے دین اسواسطے مراد ہوا کہ عین کا حاصل کرنا مرہون سے ممکن نہین مگر جس وقت کہ عین دین حکمی ہوجاوے چنانچہ دین حکمی کا بیان

بعد ایک سطر کے آتا ہے شارح نے کہا کالدین کا کاف استقصا کا کاف ہے نہ تمثیل کا یعنی حق منحصر ہے دین میں تو دین کل حق ہے نہ بعض ام استیفاء عین مرہون سے اسواسطے ممکن
نہیں کہ عین میں تو صورت مطلوب ہے سو اسکا نکلنا اور جا حاصل ہونا دوسری شے سے ممکن نہیں برخلاف دین کے کہ اسکا استیفاء مرہون سے ممکن ہے اسکو سمجھ لو کذا فی شرح
الوقایہ حقیقۃ وہو دین واجب ظاہرا او باطنا او ظاہرا فقط کثمن عبد او خل وجد حرا او خمرا خواہ دین حقیقۃ ہو اور دین حقیقی وہ ہے جو دونوں ظاہر اور باطن میں واجب
ہو یا فقط ظاہر میں واجب ہو جیسے اس غلام کا ثمن جو آزاد نکلا یا وہ سرکہ جو خمر ثابت ہوا ہم تو بنظر ظاہر رہن صحیح ہے تو تاوان لازم آویگا بائع پر اسکے ہلاک ہوجانے
سے تو اگر غلام اور سرکہ کی قیمت دس درم ہو مثلاً تو بائع پر مشتری کو دس درم دینا لازم ہوگا محمد رح نے مبسوط اور جامع میں تصریح کی کہ مقبوض بحکم رہن فاسد لازم
الضمان ہے یہی قول مختار ہے کذا فی الطحطاوی عن الاختیار او حکما کالاعیان المضمونۃ بالمثل او القیمۃ کما یجئ خواہ دین حکماً ہو چنانچہ وہ اعیان جنکا
ضمان مثل یا قیمت سے ہوتا ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا ہم مضمون بالمثل او القیمۃ کو مضمون بنفسہ بھی کہتے ہیں تاج الشریعۃ نے کہا مضمون بنفسہ وہ ہے جسکے تلف
ہوجانے کے وقت مثل واجب ہے اگر اسکا مثل ہو یا قیمت واجب ہے اگر اسکا مثل نہو چنانچہ مغصوب اسواسطے کہ اگر غاصب مغصوب کے بدلے مالک کے پاس کوئی چیز
رہن رکھدے تو رہن صحیح ہے حالانکہ مغصوب دین نہیں ہے اور چنانچہ مقبوض علی سوم الشراء اور مقبوض بحکم بیع فاسد اور مہر اور بدل خلع اور بدل صلح عن دم العمد اور مضمون بغیرہ
چنانچہ وہ مبیع جو بائع کے پاس ہے تو اسکا تاوان یعنی درصورت تلف ہوجانے کے ثمن سے ہے نہ قیمت سے کذا فی العینی حسن چلپی نے شرح وقایہ کے حاشیہ میں کہا کہ عین مضمون
بنفسہ کے عوض رہن رکھنا صحیح ہے جیسے بعوض دین کے رہن صحیح ہے اسواسطے کہ اسکا مآل کار دین ہے انتہی خانیہ میں ہے رہن رکھنا بعوض ہر دین کے جائز ہے لیکن رہن بعوض
اعیان کی اسطرح ہے کہ رہن بعوض ان اعیان کے جو امانت اور ودیعت و عاریت اور مال مضاربت اور بضاعت میں سو جائز نہیں ہے اور اسی طرح رہن بعین مستاجرہ
باطل ہے اور اسی طرح اعیان مضمونہ بغیرہا سے رہن جائز نہیں چنانچہ بائع نے عین کو بیچا اور بعوض مبیع کوئی چیز رہن رکھدی مشتری کے پاس قبل تسلیم کے تو وہ باطل ہے
تاان مگر اعیان مضمونہ بالقیمۃ سے رہن رکھنا مانند مغصوب کے بالاتفاق جائز ہے اور اسی طرح رہن بعوض مہر اور بدل خلع کے جائز ہے خواہ وہ عین ہو یا دین انتہی ما فی الخانیۃ
مختصراً خلاصہ یہ ہے کہ عین مضمون بنفسہ درحکم دین ہے تو رہن کی یہ تعریف صادق آئی کہ رہن نہیں ہوتا مگر دین میں خواہ دین حقیقی ہو یا حکمی وینعقد بایجاب وقبول حال کونہ
غیر لازم وحینئذ فللراہن تسلیمہ والرجوع عنہ کما فی الہبۃ اور رہن منعقد ہوتا ہے ایجاب و قبول سے درحالیکہ وہ عقد غیر لازم ہے اور اسوقت میں تو راہن کو تسلیم مرہون
کی اور رہن کی عقد سے رجوع کرنا جائز ہے چنانچہ ہبہ میں جائز ہے ہم رہن غیر لازم ہے کیونکہ تبرع کا عقد ہے مانند ہبہ اور صدقہ کے و لہذا راہن پر جبر نہیں رہن رکھنے میں

فاذا سلمہ وقبضہ المرتہن حال کونہ محوزا لا متفرقا کثمر علی شجر مفرغا لا مشغولا بحق الراہن کشجر بدون الثمر ممیزا لا مشاعا و لو حکما بان اتصل المرہون بغیر المرہون
خلقۃ کالشجر وستضح لزم پھر جب راہن نے مرہون تسلیم کردیا مرتہن کو اور مرتہن نے اسپر قبضہ کرلیا اس حالت میں کہ مرہون مجتمع اور مضموم ہے نہ متفرق مانند متفرق
ہونے پھل کے درخت پر خالی نہ مشغول بحق راہن جیسے رہن رکھنا درخت کا بدون پھل کے ممیز اور مقسوم ہے نہ مشاع اگرچہ شیوع حکمی ہو اسطرح کہ مرہون متصل ہو
غیر مرہون سے باعتبار پیدائش کے چنانچہ اتصال درخت کا زمین مرہونہ سے اور یہ آگے واضح ہوگا تو رہن لازم ہوگا بعد تسلیم اور قبض کے بشروط مذکورہ جب
عدم تفرق مرہون کا شرط ہوا تو پھل کا رہن رکھنا بدون درخت کے اور زراعت کا رہن بدون زمین کے جائز نہوا اور جب مرہون کا خالی ہونا حق راہن سے شرط ہوا تو
درخت کا رہن بدون پھل کے اور زمین کا بدون درخت کے اور گھر کا رہن بدون متاع راہن کے جائز نہوا

فاد ان القبض شرط اللزوم کما فی الہبۃ وصحح فی المجتبی انہ
شرط الجواز مصنف رح کا کلام مذکور اسکا مفید ہے کہ قبض مرہون کا عقد رہن کے لازم ہوجانے کی شرط ہے جیسے ہبہ میں قبض لزوم کی شرط ہے اور مجتبی میں اسکی
تصحیح کی ہے کہ قبض جواز رہن کی شرط ہے ہم جبکہ قبض لزوم کی شرط ہوگئی تو مطلب یہ ہے کہ رہن صحیح ہے بدون قبض کے مگر بدون قبض کے لازم نہیں اور
جب جواز کی شرط ہوئی تو مطلب یہ ہے کہ رہن صحیح نہیں بدون قبض کے والتخلیۃ بان الراہن والمرتہن قبض حکما علی الظاہر اور تخلیہ کردینا
درمیان مرہون اور مرتہن کے درحکم قبض کے ہے ظاہر الروایۃ میں یعنی قبض کا حکم جاری ہے تخلیہ میں تو اگر بعد تخلیہ مرتہن اسکو نہ لے

تخلیہ یہ کہ راہن مرہون کو ایسے موضع مین رکھدے کہ مرتہن اُسکے لینے پر قادر ہو
اور وہ ضائع ہو تو تاوان اُسکا مرتہن پر لازم آویگا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود درمختار
یہ ظاہر الروایۃ ہے اور ابو یوسف علیہ الرحمۃ سے روایت ہے کہ منقول مین قبضہ ثابت نہین ہوتا بدون نقل کے کذا فی شرح الوقایۃ کالبیع فانہا فیہ ایضا قبض تخلیہ رہن مین
قبض ہے مانند بیع کے اسواسطے کہ تخلیہ بیع مین بھی قبض ہے وہو مضمون اذا ہلک بالاقل من قیمتہ ومن الدین اور جب مرہون تلف ہو جاوے مرتہن کے پاس تو مرتہن پر
اُسکا تاوان کمتر قیمت اور دین سے لازم آویگا ہم یہ مراد نہین کہ قیمت اور دین دونون سے کمتر ضمان ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ دونون مین سے جو کمتر ہو اُسکا ضمان ہے تو اگر دین اقل
ہو قیمت مرہون سے تو بقدر تاوان ہے مرتہن پر اور اگر قیمت اقل ہے تو وہ تاوان ہے کذا فی شرح الوقایہ تلف ہو جانے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مرتہن مرہون
کو تعدی سے تلف کرڈالے گا تو تمام مرہون کا تاوان اُسپر لازم ہوگا چنانچہ محیط مین ہے اور اگر راہن اس شرط پر گرو رکھے کہ اگر ضائع ہو مرہون تو مفت بلاضمان
ضائع ہو تو رہن جائز ہے اور شرط باطل ہے تو تاوان لازم ہو کیونکہ یہ تبدیل مشروع ہے اور اگر بعض مرہون تلف ہو تو دین قسمت کیا جاویگا مالک درموجود پر مثلاً
اگر گھر ہزار پر رہن رکھا اور اُسکی قیمت ہزار ہے پھر گھر ویران ہو گیا تو ہزار کی قسمت ہوگی عمارت اور زمین کی قیمت پر یوم القبض سے عمارت کا حصہ ساقط ہوگا اور زمین
کا حصہ باقی رہیگا کذا فی الطحطاوی وعند الشافعی ہو امانۃ اور شافعی کے نزدیک مرہون امانت ہے تو تاوان لازم نہ آویگا والمعتبر قیمتہ یوم القبض لا یوم الہلاک
کما توہم فی الاشباہ لمخالفتہ المنقول کما حررہ المصنف اور مرہون کی قیمت وہ معتبر ہے جو اُسکی قیمت یوم القبض ہو یا یوم الہلاک کی قیمت جیسا دھوکا کھایا ہے صاحب اشباہ
نے کیونکہ وہ منقول مذہب کے مخالف ہے چنانچہ مصنف رح نے شرح مین اسکی تحقیق بیان کی ہے المقبوض علی سوم الرہن اذا لم یبین المقدار ای مقدار ما یرید اخذہ
من الدین لیس بمضمون فی الاصح کذا فی القنیۃ والاشباہ جس مرہون پر قبضہ ہو بطریق گفتگوے رہن کے جبکہ مقدار اُس دین کی مذکور نہوئی ہو جسکو راہن طلب
کرتا ہے تو اُسکا تاوان لازم نہین صحیح تر قول مین چنانچہ قنیہ اور اشباہ مین ہے مثلاً راہن نے مرتہن سے کہا کہ یہ چیز مین نے تیرے پاس گرو رکھی کچھ قرض مین تجھسے لونگا
اور مقدار قرض بیان نہ کی اور مرہون ہلاک ہو گیا تو اُسپر تاوان نہین اور اگر مقدار مذکور ہو چکی تو تاوان لازم ہوگا فان ہلک وساوت قیمتہ الدین صار
مستوفیا دینہ حکما سو اگر مرہون مرتہن کے پاس تلف ہو گیا اور اُسکی قیمت دین کے برابر ہے تو مرتہن اپنا دین بحکم شرع پا چکا یعنی جتنا لینا تھا اُتنا تاوان
دینا لازم آیا تو برابر ہو گیا گویا دین بھر پایا او زادت کان الفضل امانۃ فیضمن بالتعدی یا قیمت مرہون کی دین سے زیادہ ہے تو جسقدر زائد ہے وہ امانت
ہے تو اُسکا تاوان تعدی سے لازم ہوگا یعنی جب امانت ٹھہری تو اُسکے ہلاک ہونے سے ضمان نہین مگر جبکہ مرتہن تعدی سے اُسکو ہلاک کریگا او نقصت سقط بقدرہ
ورجع المرتہن بالفضل لان الاستیفاء بقدر المالیۃ یا قیمت مرہون کی کم ہے دین سے تو بقدر قیمت کے دین ساقط ہوگا اور زائد کو مرتہن راہن سے بھر لے
اسواسطے کہ حاصل ہونا تو بقدر مالیت کے ہوتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر دس درم دین ہے اور دس درم مرہون کی قیمت ہے تو ہلاک ہو جانے سے اس صورت مین گویا
مرتہن نے اپنا دین بھر پایا اور اگر پندرہ درم قیمت ہے تو پانچ درم مرتہن کے پاس امانت ہے اور اگر پانچ درم قیمت ہے تو پانچ درم مرتہن راہن سے بھر لیگا وضمن المرتہن
بدعوی الہلاک بلا برہان مطلقا سواء کان من الاموال الظاہرۃ او الباطنۃ وخصہ مالک بالباطنۃ اور تاوان دیگا مرتہن مرہون کے دعوی ہلاک سے بدون
شہادت کے ہر طرح خواہ مرہون اموال ظاہرہ سے ہو چنانچہ اراضی اور غلام وغیرہ خواہ اموال باطنہ سے ہو چنانچہ نقد اور زیور اور امام مالک رح نے تاوان خصوص
باموال باطنہ کیا ہے ولہ طلب دینہ من راہنہ ولہ حبسہ بہ وان کان الرہن فی یدہ لان الحبس جزاء المطل اور مرتہن کو جائز ہے اپنا دین طلب کرنا اُسکے راہن سے
اور اُسکو اختیار ہے راہن کے حبس کرنے کا دین کے سبب سے اسواسطے کہ حبس اور دین کی تاخیر کا بدلا ہے یعنی باوجود قبض مرہون کے دین کا تقاضا کرے اور راہن کو
سرعت اداے دین کے واسطے محبوس کرنا مرتہن کو درست ہے ولہ حبس رہنہ بعد الفسخ للعقد حتی یقبض دینہ او یبرئہ لان الرہن لا یبطل بمجرد الفسخ بل یبقی رہنا
ما بقی القبض والدین معا فاذا فات احدہما لم یبق رہنا زیلعی ودرر وغیرہما اور مرتہن کو جائز ہے محبوس رکھنا مرہون کا عقد رہن کے فسخ ہو جانے کے بعد یہان
تک کہ وہ اپنا دین پاوے یا دین کو معاف کر دے اسواسطے کہ رہن باطل نہین ہو جاتا بمجرد فسخ عقد کے بلکہ رہن باقی رہتا ہے جب تک کہ قبضہ

اور دین ساقط باقی رہیگا پھر جب دونوں میں سے ایک فوت ہوا یعنی قبضہ نہ رہا یا دین کو معاف کر دیا تو اب رہن باقی نہ رہیگا کذا فی الزیلعی والدر المختار
لا الانتفاع به مطلقا لا باستخدام ولا سکنی ولا لبس ولا اجارة ولا اعارة سواء کان من مرتہن او راہن الا باذن کل للآخر جائز نہیں منفعت حاصل کرنا رہن سے یعنی
غلام لونڈی کی خدمت لینے سے نہ مکان کی سکونت کرنے سے نہ کپڑے کے پہننے سے اور نہ اجارہ دینے یا عاریت دینے سے برابر ہے کہ یہ انتفاع مرتہن کرے یا راہن
کسی کو درست نہیں مگر باذن ہر ایک کے دوسرے کو یعنی مرتہن راہن کو انتفاع کی اجازت دے یا راہن مرتہن کو تب البتہ درست ہے اور تعبیر صحیح ہے کہ عدم
انتفاع مرتہن تو سب متون معتبرہ میں مذکور ہے لیکن عدم انتفاع راہن مجمع سے ماخوذ ہے اور غایۃ البیان میں اتقانی سے منقول ہے کہ ہمارے اصحاب نے کہا کہ راہن
کو استیفاد منافع رہن جائز نہیں مگر مرتہن کے اذن سے اور اسی طرح اسمیں تصرف کرنا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وقیل لا یحل للمرتہن لانه ربا اور بعضوں نے کہا
کہ فائدہ لینا مرتہن کو جائز نہیں اگرچہ راہن اجازت دے اسواسطے کہ یہ تو بیاج ہے ہم جب مرتہن نے اپنا دین پورا پایا تو جو منفعت حاصل کی وہ فضل ہے یعنی بیاج ہے
اسی لیے بعض علما اس بات کے قائل ہوے کہ مرتہن کو رہن سے نفع لینا درست نہیں مصنف نے شرح میں اس قول کو دیانت اور تقوی پر محمول کیا ہے اور کتب معتبرہ
میں حلت انتفاع باذن راہن مذکور ہے اسکو حکم اور فتوی پر محمول کیا ہے کذا فی الطحطاوی وقیل ان شرطه کان ربا والا لا اور بعضوں نے کہا کہ اگر عقد رہن میں استیفاد
منافع شرط کر لیا ہے تو بیاج ہے اور اگر شرط نہیں تو بیاج نہیں وفی الاشباه والجواهر اباح الراہن للمرتہن اکل الثمار او سکنی الدار او لبن الشاة المرہونة فاکلها لم یضمن
وله منعه وافاد فی الاشباه انه یکره للمرتہن الانتفاع بذلک وسیجئ آخر الرہن اور اشباہ اور جواہر میں ہے کہ راہن نے مرتہن کو درختوں کا پھل کھانا اور گھر کا رہنا اور مرہون
کی بکری کا دودھ مباح کر دیا سو مرتہن نے وہ کھایا تو اسپر ان منافع کا تاوان نہیں اور راہن کو اباحت کے بعد منع کر دینا بھی جائز ہے پھر اشباہ میں یہ فائدہ بیان کیا
کہ مرتہن کو یہ نفع لینا مکروہ ہے اور اسکا بیان کتاب الرہن کے آخر میں آویگا ہم غالب حال لوگوں کا یہی ہے کہ رہن رکھنے سے انتفاع کا قصد رکھتے ہیں اور اگر انتفاع
متوقع نہو تو قرض نہ دیں تو یہ بمنزلہ شرط کے ہے اسواسطے کہ معروف کالمشروط ہے یہ تائید ہے عدم جواز کی کذا فی الطحطاوی ماتت الشاة فی ید المرتہن
قسم الدین علی قیمة الشاة ولبنها الذی شربه فحظ الشاة یسقط وحظ اللبن یاخذه المرتہن بکری مرگئی مرتہن کے پاس یعنی جو بکری جسکے دودھ
پینے کی راہن نے مرتہن کو اجازت دی تو دین تقسیم کیا جائیگا بکری اور اس دودھ کی قیمت پر جو مرتہن نے پیا تو بکری کا حصہ ساقط ہوگا اور دودھ کا حصہ
مرتہن لے گا ہم ایک مرد نے بکری گرو رکھی اور مرتہن کو اسکا دودھ مباح کیا تو مرتہن کو پینا جائز ہے اور مرتہن ضامن نہیں پھر اگر بکری اسکے بعد مرگئی تو دین کی تقسیم ہوگی
بکری اور دودھ کی قیمت پر سو بکری کا حصہ ساقط ہوگا دین سے اور دودھ کے حصہ کو مرتہن راہن سے پھر لیگا اسواسطے کہ مرتہن کا پینا راہن کے اذن سے بمنزلہ راہن کے
پینے کے ہے کذا فی الخزانة طحطاوی نے یہ مسئلہ عالمگیری عن المحیط سے نقل کیا ہے اسکی عبارت میں کچھ ساقط ہو گیا ہے فلو حصل الانتفاع به قبل اذنه صار متعدیا
ولم یبطل الرہن پھر اگر مرتہن نے مرہون سے فائدہ حاصل کیا قبل از اذن راہن کے تو وہ متعدی ہوگیا اور رہن باطل نہوگا اسکی اس تعدی سے واذا
طلب المرتہن دینه امر باحضار رہنه لئلا یصیر مستوفیا مرتین اور جبکہ مرتہن اپنا دین طلب کرے تو اسکو مرہون کے حاضر کر دینے کا حکم ہوگا تاکہ دو دفعہ
مستوفی نہ ٹھہر جاوے ہم اسواسطے کہ رہن کا قبضہ استیفاد کا قبضہ ہے تو مال پر قبضہ کرنا باوجود قیام ید استیفا جائز نہیں اسواسطے کہ اسمیں مکرر استیفا لازم آتا ہے اس صورت میں
جبکہ مرہون ہلاک ہو جاوے مرتہن کے پاس اور یہ امر محتمل ہے کذا فی الزیلعی لا اذا کان له حمل ومؤنة لانه لم یامنه شرح مجمع مگر اس صورت میں احضار رہن ضرور
نہیں جبکہ مرہون کے حاضر کرنے کے واسطے باربرداری کی حاجت ہو یا مرہون کسی معتمد کے پاس رکھا ہو اسواسطے کہ راہن نے مرتہن کو معتمد نہ سمجھا تب دوسرے
کے پاس رکھا کذا فی شرح المجمع فان احضر سلم له کل دینه اولا ثم سلم المرتہن رہنه تحقیقا للتسویة پھر اگر مرتہن نے مرہون کو حاضر کر دیا تو اسکا پورا دین اسکو
دیا جاویگا پہلے پھر مرتہن اسکے مرہون کو تسلیم کرے تاکہ تعین حق میں برابری ثابت ہو جاوے ہم یعنی حق مرتہن دین میں متعین ہو جاوے جیسے راہن کا حق
مرہون میں متعین ہے یہ علت ہے اختیار کی اور پہلے دین تسلیم کرنے کی یہ علت ہے کہ رہن محبوس ہے استیفاد دین کے واسطے تو جبتک دین حاصل نہو گا مرتہن کو

مرہون کا نا موزوں ہوگا و ان طلب دینہ فی غیر بلد العقد و الرہن فلذلک الحکم ان لم یکن للرہن مؤنۃ و ان کان لہ مؤنۃ سلم دینہ و ان لم یحضرہ لان الواجب
علیہ التسلیم بمعنی التخلیۃ لا النقل من مکان الی مکان اور اگر مرتہن نے اپنا دین طلب کیا عقد رہن کے غیر شہر میں تو اسی طرح احضار کا حکم ہے اگر مرہون کے لانے میں باربرداری
کی مشقت نہو اور اگر اسکے لانے میں مشقت ہو تو دین اسکو دیا جائیگا اگرچہ مرتہن مرہون کو حاضر نہ کرے اسواسطے کہ مرتہن پر تسلیم مرہون بمعنی تخلیہ واجب ہے نہ نقل کرنا مرہون کا
ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف ونقل القہستانی عن الذخیرۃ انہ لم یقدر علی احضارہ حلف مع قیامہ لم یوجر بہ انتہی فلیحفظ اور قہستانی نے ذخیرہ سے یہ نقل کیا کہ اگر مرتہن
مرہون کو حاضر کرنے پر قادر نہو باوجود موجود ہونے مرہون کے تو پھر حاضر کرنے کا حکم نہوگا انتہی قولہ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگرچہ مرتہن عقد رہن کے شہر میں ہو و
لکن للراہن ان یحلفہ باللہ ما ہلک دلیکن راہن کو اختیار ہے کہ مرتہن سے قسم لے خدا کی کہ مرہون موجود ہے تلف نہیں ہوا ہے یعنی درصورت عدم احضار دہذا
کلہ اذا ادعی الراہن ہلاکہ اما اذا لم یدع فلا فائدۃ فی احضارہ وکذا الحکم عند کل نجم حل اور یہ سب مذکور اسوقت ہے جبکہ راہن مرہون کے تلف ہوجانیکا دعوی کرتا ہو
اور اگر ہلاکی کا مدعی نہو تو مرہون کے حاضر کرنے میں کچھ فائدہ نہیں ہے اور اسی طرح کا حکم ہر ایک اُس قسط کے نزدیک جسکی مدت پہونچ گئی ہو یعنی اگر دین
بطور قسط بندی کے ہو اور قسط کی مدت آوے اور مرتہن بقدر قسط کے طلب کرے تو مرتہن پر احضار مرہون کا جبر نہوگا کما حررہ ابن الشحنۃ وقال ولا دفع
مالم یحضر الرہن اوبکل + بغیر مکان العقد دخل لعسیر + چنانچہ مضمون مذکور کو ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے تحریر کیا ہے اور یوں کہا ہے اور تمام دین کا دینا راہن کو
لازم نہیں جبتک مرتہن مرہون کو حاضر نہ کرے یا کہ مرتہن ہو عقد رہن کے غیر شہر میں اور حالانکہ اسکی باربرداری میں دشواری ہے یعنی درصورت عدم دشواری
غیر شہر میں بھی حاضر کرنا ضرور ہوگا خواہ راہن مدعی ہلاک ہو یا نہو + کذا النجم اولا دون دعوی بدینہ ہلاکا وبما فی النہایۃ یذکر + اسی طرح قسط کا حکم ہے کہ بدون
احضار مرہون راہن پر تسلیم قسط لازم نہیں یا کہ مرتہن پر احضار رہن لازم نہیں بدون دعوی ہلاک راہن کے اور یہ تفصیل قول اخیر کی نہایہ شرح ہدایہ میں ہے کو
ہے ہم یہ توزیع قول اشارہ ہے ہدایہ اور نہایہ کے اختلاف کا ہدایہ میں یوں ہے کہ جیسے استیفاء کل دین کے واسطے احضار مرہون ضرور ہے ویسے ہی استیفاء
ہر قسط کے واسطے احضار لازم ہے بسبب احتمال تلف ہوجانے کے اور نہایہ اور زیادات میں یوں ہے کہ اگر راہن مدعی ہلاکہ ہے تو احضار ضرور ہے تا اسکی خاطر جمع
ہوجاوے ورنہ احضار میں کچھ فائدہ نہیں کذا فی الطحطاوی مختصرا ولا یکلف مرتہن قد طلب دینہ احضار رہن قد وضع عند العدل بامر الراہن
اور جس مرتہن نے اپنا دین طلب کیا وہ مکلف نہوگا اُس مرہون کے حاضر کرنے کا جو اُسنے رکھا ہے معتمد شخص کے پاس راہن کے امر سے یعنی اسواسطے کہ
راہن نے مرتہن پر اعتماد نہیں کیا تب اسنے دوسرے کے پاس رکھا ولا احضار ثمن رہن باعہ المرتہن بامرہ ای بامر الراہن حتی یقبضہ لانہ بدلہ
اور نہ مکلف ہوگا مرتہن اس مرہون کے ثمن حاضر کرنے کا جسکو مرتہن نے بیچ ڈالا ہے راہن کے امر سے یہاں تک کہ ثمن پر قبضہ کرے عدم احضار ثمن کی وجہ
اذن ہے راہن کا بیع کے واسطے وحینئذ فاذا قبضہ ای الثمن یکلف احضارہ لقیام البدل مقام المبدل اور اسوقت میں جبکہ مرتہن ثمن پر قبضہ کریگا
تو ثمن حاضر کرنے کا مکلف ہوگا بسبب قائم ہونے بدل کے مقام مبدل کے ہم بدل ثمن ہے اور مبدل مرہون یعنی جیسے مرہون کا حاضر کرنا درصورت طلب دین
لازم ہے اسی طرح بعد قبض ثمن کے ثمن کا حاضر کرنا لازم ہوگا کیونکہ وہ بدل ہے مرہون کا ولا یکلف مرتہن معہ رہنہ تمکین الراہن من بیعہ لیقضی دینہ بثمنہ
لان حکم الرہن الحبس الدائم حتی یقبض دینہ اور جس مرتہن کے ساتھ مرہون ہے وہ اسکا مکلف نہوگا کہ راہن کو بیع مرہون پر قادر کرے تا وہ اپنا دین اُسکے
ثمن سے ادا کرے اسواسطے کہ رہن کا حکم دائمی حبس ہے یا قبض دین ولا یکلف من قضی بعض دینہ او ابرا بعضہ تسلیم بعض رہنہ حتی یقبض البقیۃ من الدین
او یبرہا اعتبارا بحبس المبیع اور جس مرتہن کا کچھ دین ادا کیا گیا یا اُسنے کچھ دین معاف کردیا وہ بعض مرہون کی تسلیم کا مکلف نہوگا جبتک وہ قبضہ نکرے گا
اپنے باقی دین پر یا باقی کو معاف کردیا حبس بیع کے قیاس پر ہم یعنی اگر مشتری نے بعض ثمن ادا کیا تو بائع پر جبر نہیں تسلیم مبیع کا اسیطرح بعض دین کے
قبض یا ابراء سے بعض مرہون کی تسلیم مرتہن پر لازم نہیں ویجب علی المرتہن ان یحفظہ بنفسہ وعیالہ کما فی الودیعۃ اور مرتہن پر یہ واجب ہے کہ مرہون کی

حفاظت کرے اپنی ذات سے اور اپنے اہل وعیال سے جس طرح ودیعت کی حفاظت واجب ہے ھم حفظہ بعیالہ من یساکنہ معتبر نہ النفقہ اور اگر زوجہ خود اپنے زوج کے
(یا تحت رہتا ہے ۱۲)
حفظ میں دے تو اُسپر ضمان نہیں اگرچہ زوجہ پر زوج کا نفقہ نہیں کذا فی الحموی وضمن ان حفظ بغیرہم کما مر فیہا اور مرتہن پر ضمان لازم ہوگا اگر غیر عیال سے اسکی حفاظت
کرادے گا چنانچہ کتاب الودیعۃ میں گذر گیا اور ضمان سے غصب کا ضمان مراد ہے نہ رہن کا ضمان کذا فی الطحطاوی وضمن بایداعہ واعارتہ واجارتہ واستخدامہ
وتعدیہ کل قیمتہ فیسقط الدین بقدرہ اور مرتہن پر ضمان لازم ہوگا اُسکی ودیعت رکھنے اور عاریت دینے اور اجارہ دینے اور خدمت لینے اور تعدی سے مرہون
کی تمام قیمت کا تو دین ساقط ہو جاویگا بقدر اُسکے یعنی اور باقی کا مطالبہ کریگا راہن پر وکذا یضمن کل قیمتہ بجعل خاتم الرہن فی خنصرہ سواء جعل فصہ
لباطن کفہ اولا بہ یفتی برجندی الیسری او الیمنی علی اختیارہ الرضی اور اسی طرح مرتہن تاوان دیگا پوری قیمت کا رہن کی انگوٹھی پہننے سے اپنی بائیں یا داہنی
چھنگلی میں بنابر اُس قول کے جسکو رضی نے پسند کیا ہے خواہ انگوٹھی کے نگین کو اپنی باطن کف میں کرے یا نہ کرے اسی کا فتوی ہے کذا فی البرجندی ھم ضمان اسواسطے
لازم آیا کہ یہ استعمال ہے نہ حفاظت لکن قدمنا فی الحظر عن البرجندی منہا انہ شعار الروافض فانہ یجب التحرز عنہ فتنبہ قلت ولکن جرت العادۃ فی زماننا بلبسہ لذلک
فینبغی لزوم الضمان قیاسا علی مسئلۃ السیف الآتیۃ فلیحرر لیکن ہم نے کتاب الحظر میں مقدم ذکر کیا ہے برجندی سے کہ داہنی چھنگلی میں انگوٹھی پہننا رافضیوں کی علامت
ہے اور اس سے پرہیز کرنا واجب ہے تو آگاہ رہنا میں کہتا ہوں ولیکن ہمارے زمانہ میں تو داہنی چھنگلی میں انگوٹھی پہننے کی عادت جاری ہو گئی ہے تو لازم ہونا
ضمان کا لازم ہے مسئلہ سیف پر قیاس کرنے سے جو آگے آتا ہے تو اُسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے لا بجعلہ فی اصبع اخری الا اذا کان المرتہن امراۃ فیضمن لان
النساء یلبس کذلک فیکون استعمالا لا حفظا ابن الکمال معزیا للزیلعی ضمان لازم نہوگا سوائے چھنگلی کے دوسری انگلی میں پہننے سے مگر جس صورت میں مرتہن
عورت ہوگی تو دوسری انگلی کے پہننے سے بھی تاوان دے گی اسواسطے کہ عورتیں اسی طرح چھنگلی کے سوا اور انگلیوں میں بھی پہنتی ہیں تو انکے حق میں
استعمال ہوا نہ حفظ چنانچہ ابن کمال نے یہ ذکر کیا ہے زیلعی کی طرف نسبت کر کے ھم یہ جو کہا کہ اور انگلی کے پہننے سے ضمان لازم نہوگا تو مراد یہ ہے کہ ضمان غصب
لازم نہوگا اور یہ نہیں کہ اصلا ضمان لازم نہوگا بلکہ اس صورت میں تلف ہو جانے سے قیمت یا دین سے جو کمتر ہوگا اسقدر ضمان لازم آویگا کذا فی الطحطاوی
ومثلہ تقلد سیفی الرہن لا الثلثۃ فان الشجعان یتقلدون فی العادۃ السیفین لا الثلثۃ اور انگوٹھی کے مانند دو تلواروں کا باندھنا ہے نہ تین تلواروں
کا اسواسطے کہ بہادر عادت میں دو تلواریں باندھتے ہیں نہ تین تلواریں یعنی اگر رہن کی دو تلواریں باندھیں تو ضمان لازم ہوگا کیونکہ یہ استعمال ہے
اور اگر تین تلواریں باندھیں تو ضمان لازم نہوگا کیونکہ یہ حفاظت ہے نہ استعمال وفی لبس خاتمہ ای خاتم الرہن فوق آخر یرجع الی العادۃ فان کان
ممن یتجمل بلبس خاتمین ضمن والا کان حافظا فلا یضمن اور رہن کی انگوٹھی پہننے میں دوسری انگوٹھی پر عادت کی طرف رجوع کیا جاویگا تو اگر مرتہن اُن
لوگوں میں سے ہے جو تجمل اور آرایش کرتے ہیں دو انگوٹھیاں پہنکر تو تاوان دیگا اور اگر ان لوگوں میں نہیں تو محافظ ٹھہرے گا تو ضمان نہ دیگا ثم ان
قضی بہا ای بالقیمۃ المذکورۃ من جنس الدین یلتقیان قصاصا بمجردہ ای بمجرد القضاء بالقیمۃ اذا کان الدین حالا وطالب المرتہن الراہن
بالفضل ان کان ثمۃ فضل پھر اگر مرتہن نے قیمت مذکور ادا کی دین کی جنس سے تو ادائے ضمان اور دین دونوں مل کر برابر ہو جاوینگے بمجرد ادا
کرنے قیمت کے جسوقت کہ دین حال ہو نہ موجل اور مرتہن راہن سے زائد کا مطالبہ کریگا اگر وہاں دین زیادہ ہوگا قیمت سے ھم دراہم اور دنانیر دو
جنسیں مختلف ہیں چنانچہ معدن میں مصرح ہے اور شرح حموی سے مستفاد ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی وان کان الدین موجلا فیضمن المرتہن قیمتہ
تکون رہنا عندہ فاذا حل الاجل اخذہ بدینہ اور اگر دین موجل ہو تو مرتہن اُسکی قیمت کا تاوان دے اور قیمت مذکور مرتہن کے پاس
رہے گی پھر جب مدت دین کی آوے گی تو مرتہن اُسکو لے گا اپنے دین کے بدلے وان قضی بالقیمۃ من خلاف جنسہ کان الضمان رہنا
عندہ الی قضاء دینہ لانہ بدل الرہن فاخذ حکمہ اور اگر مرتہن نے قیمت ادا کی جنس دین کے مخالف تو تاوان رہن رہے گا مرتہن کے پاس

اسکے دین کے ادا ہونے تک اسواسطے کہ تاوان بدلا ہی مرہون کا تو بدلے مبدل کا حکم کیا محبوس رہنے میں و اجرة بیت حفظه و حافظه و ماوی الغنم علی
المرتہن اور مرہون کی حفاظت کے گھر کا کرایہ اور اسکی نگہبانی کی اجرت اور بھیڑ بکری کے رہنے کا مکان مرتہن پر لازم ہی و اجرة راعیه لو حیوانا و نفقة الرہن
والخراج والعشر علی الراہن اور مرہون کے چرانے والے کی اجرت اگر مرہون جانور ہو اور نفقہ مرہون کا اور مرہون زمین کا خراج اور عشر راہن پر ہی والاصل فیه
ان کل ما یحتاج الیه لمصلحة الرہن بنفسه و تبقیته فعلی الراہن لانه ملکه وکل ما کان لحفظه فعلی المرتہن لان حبسه له اور قاعدہ کلیہ اسمیں یہ ہی کہ جو چیز ذات مرہون اور
اسکے باقی رکھنے کے مصلحت کیواسطے محتاج الیہ ہو سو وہ راہن پر واجب ہی اسلیے کہ مرہون راہن کی ملک ہی اور جو چیز مرہون کی محافظت کے واسطے ہو سو وہ
مرتہن پر لازم ہی اسواسطے کہ اسکا محبوس رہنا اسکے حق کے واسطے ہی فہم نفس مرہون کے محتاج الیہ چنانچہ طعام اور پانی اور لباس اور اجرت دایہ اور چرانے والے
کی اور چارا اور باغ کی سینچائی وغیر ذلک من المصلحات وعلم انه لا یلزم شیء منه لو اشترط علی الراہن قہستانی عن الذخیرہ اور یہ جان رکھ کہ جو چیز مرتہن پر لازم ہی اسمین
سے کچھ لازم نہوگا اگر مرتہن راہن پر شرط کرلے کذا فی القہستانی عن الذخیرہ ہم چنانچہ زخم مرہون کا اور دوا کی قیمت اور طبیب کی اجرت مرتہن پر لازم ہی بشرطیکہ
مرتہن کے پاس زخم لگا ہو تو شرط کرلینے سے یہ امور راہن پر لازم نہونگے کذا فی الطحطاوی عن القہستانی واما مؤنة رده کجعل الآبق او رد جزء منه کمداواة جرح
الی یده ای الی ید المرتہن فتنقسم علی المضمون والامانة فالمضمون علی المرتہن والامانة مضمونة علی الراہن لو قیمته اکثر من الدین اور مرتہن کے پاس ہو
کے پھیر لانے کا خرچ چنانچہ غلام گریختہ کے لانے والے کا اجر یا اسکے کسی جزء کے پھیر لانے کی اجرت چنانچہ عضو زخمی کا معالجہ سو منقسم ہی مضمون اور امانت پر سو جسقدر
مضمون ہی اسقدر کا خرچ مرتہن پر ہی اور امانت کا خرچ راہن پر ہی بشرطیکہ مرہون کی قیمت دین سے زیادہ ہو مثلاً دین سو درم ہی اور غلام مرہون کی قیمت دو سو درم ہی تو
سو درم کا ضمان مرتہن پر ہی اور زیادہ دین سے امانت ہی سو اگر غلام گریختہ کے پھیر لانے میں دس درم صرف ہوے تو نصف مرتہن پر لازم ہونگے اور نصف راہن پر والا
فعلی المرتہن اور اگر مرہون کی قیمت دین سے زیادہ نہیں یعنی قیمت دین کے برابر ہی یا کم تو اسکا خرچ پھیر لانے کا مرتہن پر ہی نہ راہن پر وکذا معالجة الامراض والقروح وفداء
الجنایة اور اسی طرح کا حکم ہی معالجہ امراض اور زخم اور فدیہ جنایت کا وکل ما وجب علی احدهما فاداه الآخر کان متبرعا الا ان یامره القاضی به ویجعله
دینا علی الآخر فحینئذ یرجع علیه وبمجرد امر القاضی بلا تصریح بجعله دینا علیه لا یرجع کما فی الملتقط اور جو چیز مرتہن یا راہن پر واجب ہو پھر دوسرا اسکو ادا کرے
تو وہ متبرع ہوگا اسکا دعوی نہیں کرسکتا مگر یہ کہ قاضی اسکو اسکا حکم کرے اور اسکو دین ٹھہرا دے دوسرے پر تو اسوقت میں وہ دوسرے سے اپنا خرچ بھر لیگا
اور بمجرد امر قاضی کے بدون اس تصریح کے کہ اسکو دوسرے پر دین ٹھہرا دے رجوع نہیں کرسکتا چنانچہ ملتقط میں مصرح ہی وعن الامام لا یرجع لو صاحبه حاضرا مطلقا
خلافا للثانی وہی مسئلة الحجر بل ہی اور امام رح سے ایک روایت یوں ہی کہ خرچ کرنے والا رجوع نکریگا اگر اسکا ساتھی موجود ہو مطلقا رجوع نہیں خواہ قاضی امر کرے یا نہ
کرے برخلاف ابو یوسف رح کے کہ انکے نزدیک امر اور بدون امر ہر طرح رجوع ہی اور یہ حجر کا مسئلہ ہی کذا فی البحر م یعنی امام رح کے نزدیک مکلف حاضر پر قاضی حجر
نہیں کرسکتا اور ابو یوسف رح کے نزدیک قاضی کو اسکا اختیار ہی فتاوی عالمگیری میں جواہر اخلاطی سے منقول ہی کہ قول اول پر فتوی ہی یعنی با حضور قاضی ایک
دوسرے سے اپنا خرچ بھر لیگا کذا فی الطحطاوی قال الراہن الرہن غیر ہذا وقال المرتہن بل ہذا ہو الذی رہنته عندی فالقول للمرتہن لانه القابض راہن
نے کہا کہ یہ مرہون میرا نہیں اور مرتہن نے کہا کہ یہ وہی مرہون ہی جسکو تو نے میرے پاس رہن رکھا تھا تو مرتہن ہی کا قول معتبر ہوگا اسلیے کہ وہ قابض ہی اور قول معتبر ہوتا ہی
قابض کا بخلاف ما لو ادعی المرتہن رده علی الراہن بعد قبضه فان القول للراہن لانه المنکر برخلاف اس صورت کے کہ اگر مرتہن نے اسکے پھیر دینے کا دعوی کیا اپنے
قبضہ کرنے کے بعد تو اب راہن کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہی یعنی رد عارض مرہون کا وہ منکر ہی فان برہنا فللراہن ایضا ویسقط الدین لاثباته الزیادة
پھر اگر راہن اور مرتہن نے گواہ گذرانے تو بھی راہن ہی کے مقبول ہونگے بسبب زیادت اثبات کے اور دین مرتہن کا ساقط ہو جاویگا ولو قبل قبضه فالقول للمرتہن
لانکاره وقوله فی ضمانه اور اگر اختلاف ہوا اسکے مقبوض ہونے سے پہلے یعنی مرتہن کہتا ہی کہ مرہون تلف ہو گیا راہن کے پاس میرے قبضہ کرنے سے پہلے اور راہن

کہتا ہو بلکہ تیرے قبضہ کرنے کے بعد تلف ہوا تو مرتہن کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ اسکے دخول فی الضمان کا منکر ہی کذا فی الطحطاوی عن البزازیہ وان برہنا فقول
لاثباتہ الضمان بزازیہ اور اگر دونون اپنے دعوی پر گواہ لاوین تو راہن کے گواہ مقبول ہونگے بسبب اسکے ثابت کرنے ضمان کے کذا فی البزازیہ ویجوز لہ السفر بہ بالرہن
اذا کان الطریق آمنا کما فی الودیعۃ وان کان لہ حمل ومؤنۃ اور مرتہن کو جائز ہی مرہون کا سفر مین لیجانا بشرطیکہ راہ بیخوف ہو جیسے ودیعت کو سفر مین لیجانا بطور
اسی طریق جائز ہی اگرچہ مرہون کے لیجانے کے واسطے باربرداری اور خرچ کی حاجت ہو وکذا الانتقال عن البلد وکذا العدل الذی الرہن فی یدہ کما فی العمادیہ سفرا
للعدۃ علی خلاف ما فی فتاوی القاضیخان ونسل ما فی العدۃ قول الامام وما فی الفتاوی قولہما انتہی کلام القنیۃ اور اسی طرح مرہون کو ایک شہر سے دوسرے شہر
مین لیجانا درست ہی اگرچہ مدت سفر ہو اور اسی طرح اس معتمد شخص کو سفر جائز ہی جسکے قبضے مین مرہون ہی چنانچہ عمادیہ مین ہی عدہ سے منقول برخلاف دو فتاوی
کے فتاوی یعنی قاضی خان اور قاضی ظہیر الدین کے فتاوی کے اور شاید کہ جو روایت عدہ مین ہی وہ امام رح کا قول ہی اور جو دونون فتاوون مین ہی وہ صاحبین
کا قول ہی چنانچہ یہ مفہوم ہوتا ہی قنیہ کے کلام سے ہم شاید کہنے کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ فتاوی قاضیخان مین قول صاحبین کا صریحاً مذکور ہی کذا فی الطحطاوی

فائدۃ فی الحدیث اذا عمی الرہن فہو بما فیہ قال ومعناہ اذا اشتبہت قیمتہ بعد ہلاکہ بان قال کل لا ادری کم کانت قیمتہ فہو بما فیہ من الدین کما ذکرہ المصنف اول الباب
فائدہ حدیث مین ہی کہ جب رہن دکھائی نہ پڑے تو وہ بعوض اس دین کے ہی جسمین وہ مرہون ہی شراح حدیث نے کہا مطلب حدیث کا یہ ہی کہ جب مرہون
کی قیمت مشتبہ ہو اسکے ہلاک ہو جانے کے بعد اسطرح پر کہ راہن اور مرتہن ہر ایک کہتا ہو کہ مین نہین جانتا ہون کہ اسکی قیمت کتنی تھی تو مرتہن تاوان
دے اسقدر دین کا جسقدر مین وہ رہن تھا یعنی دین راہن سے ساقط ہو جاویگا جبکہ مرتہن کے پاس مرہون ہلاک ہو جائے ایسا ذکر کیا ہی مصنف رح
نے شرح مین کتاب الرہن کے شروع مین ہم یہ حدیث مسند اور مرسل دونون طرح مروی ہی مسند کی تو دارقطنی نے بسند ضعیف روایت کی ہی اور مرسل
کی ابوداؤد نے اپنے مراسیل مین روایت کی ہی مین کہتا ہون مرسل ابوداؤد صحیح ہی یہ قول سعید ابن قطان کا ہی کذا فی العینی شرح الہدایہ

باب ما یجوز ارتہانہ وما لا یجوز

یہ باب ان مسائل مین ہی کہ کون چیز کا رہن رکھنا جائز ہی اور کسکا جائز نہین لا یصح رہن مشاع لعدم کونہ ممیزا کما مر صحیح نہین رہن رکھنا مشاع یعنی
غیر مقسوم کا اسکے ممتاز اور جدا نہونے کے سبب سے چنانچہ شروع مین گذر گیا مطلقا مقارنا او طاریا من شریکہ او غیرہ یقسم ولا یشاع کا رہن مطلقا صحیح نہین
خواہ شیوع عقد رہن کے متصل ہو یا پیچھے سے طاری ہو گیا خواہ اپنے شریک سے اسکو رہن رکھے یا اور اجنبی سے مشاع قیمت پذیر ہو یا نہو ثم الصحیح انہ فاسد
یضمن بالقبض وجوزہ الشافعی پھر یہ دریافت کرنا چاہیے کہ مذہب صحیح یہ ہی کہ رہن مشاع کا باطل نہین فاسد ہی مرتہن پر اسکا ضمان قبضہ کرنے سے لازم ہوگا اور
رہن مشاع کو امام شافعی رح نے جائز رکھا ہم انعقاد رہن کی شرط یہ ہی کہ مال ہو اور اسکے مقابل بھی مال مضمون ہو تو اگر شرط جواز کی پائی گئی تو رہن صحیح منعقد
ہوگا اور اگر کوئی شرط مفقود ہوئی تو رہن فاسد منعقد ہوگا اور جہان رہن مال نہو چنانچہ آزاد یا خمر ہو یا مقابل اسکے مال مضمون نہو تو رہن اصلا منعقد نہوگا
اسی کا رہن باطل نام ہی وفی الاشباہ ما قبل البیع قبل الرہن الا فی اربعۃ المشاع والمشغول والمتصل بغیرہ والمعلق عتقہ بشرط قبل وجودہ غیر المدبر فیجوز بیعہا
لا رہنہا اور اشباہ مین ہی کہ جو چیز بیع قبول کرتی ہی وہ رہن بھی قبول کرتی ہی یعنی جس چیز کی بیع صحیح ہی اسکا رہن رکھنا بھی صحیح ہی سواے چار چیزون کے
مشاع اور مشغول اور متصل بغیر اور وہ غلام جسکا عتق معلق ہوا کسی شرط سے قبل اسکے وجود کے سواے غلام مدبر کے تو ان چارون کی بیع تو جائز ہی رہن رکھنا
انکا جائز نہین ہم مشغول کو مطلق کہا حالانکہ ایسا نہین ہی کیونکہ مشغول بملک راہن مانع رہن ہی اور مشغول بملک غیر کا رہن جائز ہی اور عتق معلق کی صورت
یہ ہی کہ مالک نے اپنے غلام سے کہا کہ تو اگر اس گھر مین داخل ہوگا تو تو آزاد ہی تو اسکی بیع تو درست ہی مگر رہن درست نہین ہان مگر مدبر مطلق کی بیع بھی
درست نہین لیکن مدبر مقید کی بیع جائز ہی کذا فی الطحطاوی وفیہا الحیلۃ فی جواز رہن المشاع ان یبیعہ النصف بالخیار ثم یرہنہ النصف

ثم یفسخ البیع قال المصنف وفیہ نظر ولعلہ مفرع علی الضعیف فی الشیوع الطاری اور اشباہ میں جواز رہن مشاع کا یہ حیلہ مذکور ہے کہ نصف مشاع کی بیع
بشرط خیار کے کرے پھر مشتری کے پاس نصف باقی کو رہن رکھے پھر بائع شرط خیار کے سبب سے بیع فسخ کر ڈالے مصنف رح نے شرح میں کہا کہ اسمیں
اعتراض ہے اور شاید کہ یہ حیلہ متفرع ہے شیوع طاری میں ضعیف قول پر جسم برہان میں ابو یوسف رح کا ضعیف قول یوں مذکور ہے کہ شیوع طاری تھا بحکم رہن کا
مانع نہیں کذا فی الطحطاوی قلت بل ولا علی الصحیح لانہ بالخیار لا یخلو اما ان یبقی فی ملکہ او یعود بملکہ وعلی کل فالیکون رہن المشاع ابتداء کما بسطہ فی تنویر
البصائر فتنبہ میں کہتا ہوں بلکہ وہ بنا بر قول صحیح کے ضعیف قول پر بھی متفرع نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ شرط خیار دو حال سے خالی نہیں کہ باقی رہے گا اسکی ملک
میں یا اسکی ملک کی طرف عود کریگا اور ہر حال میں مشاع کا رہن ابتدا سے ہوگا چنانچہ مشرح بیان کیا ہے اسکو تنویر البصائر میں تو خبردار رہنا امام شرف الدین غزی کی
تنویر البصائر حاشیہ اشباہ و نظائر میں مذکور ہے کہ یہ حیلہ اسپر متفرع ہے کہ شیوع طاری مضر نہیں بلکہ ظاہر اسپر بھی متفرع نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ جب بائع نے بیع کی
اس شرط پر کہ مجکو اختیار ہے تو مبیع بائع کی ملک سے باہر گیا پھر جب اسکے ملک سے باہر گیا تو اسنے اپنے بعض ملک کو رہن رکھا تو رہن مشاع ابتدا سے ثابت ہوا
اور اگر مشتری نے اپنا خیار شرط کیا تو صاحبین رح کے قول پر ظاہر ہے اسواسطے کہ انکے نزدیک ملک مشتری میں داخل ہوگیا تو رہن رکھنا مشاع کا اپنے شریک کے پاس
لازم آیا اور وہ جائز نہیں اور امام رح کے قول پر اگرچہ مدت خیار میں ملک مشتری میں داخل نہیں ہوا لیکن بعد مدت کے یا مشتری کی ملک میں داخل ہوگا یا بائع کی ملک
میں عود کریگا اور ہر حال میں رہن مشاع کا ابتدا سے ظاہر ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصرا قلت والحیلۃ الصحیحۃ ما فی حیل تتمۃ المفتی اراد رہن نصف دارہ مشاعا فیبیع
نصفہا من طالب الرہن ویقبض منہ الثمن علی ان المشتری بالخیار ویقبض الدار ثم ینقض البیع بحکم الخیار فیبقی فی یدہ بمنزلۃ الرہن بالثمن واعتمدہ ابن المصنف فی
زواہر الجواہر میں کہتا ہوں اور صحیح حیلہ جواز رہن مشاع میں وہ ہے جو تتمۃ المفتی کے حیلوں میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنے گھر میں سے نصف غیر مقسوم کے رہن
رکھنے کا ارادہ کیا تو اسکے نصف کو طالب رہن کے ہاتھ بیع کرے اور اس سے ثمن لے اس شرط پر کہ مشتری کو اختیار ہے اور مشتری گھر پر قبضہ کرے پھر بیع کو
توڑ دے بحکم خیار کے تو نصف گھر مشتری کے قبضہ میں باقی رہیگا بمنزلہ رہن بعوض ثمن کے اور اس حیلہ پر شیخ صالح ابن مصنف رح نے زواہر الجواہر میں اعتماد کیا ہے اور
اسی طرح حموی نے حاشیہ اشباہ میں اس حیلہ کو ثابت رکھا منح الغفار میں ہے کہ اگر مشتری کے پاس تلف ہوگا تو ہالک پر سے ثمن ساقط ہوگا اور اگر عیب دار
ہو جاویگا تو اسکے حساب کے موافق ثمن گھٹ جاویگا وفیہا الشیوع الثابت ضرورۃ لا یضر کما فی الولوالجیۃ ولو جاء بثوبین وقال خذ احدہما رہنا والآخر بضاعۃ عندہ
فان نصف کل منہما یصیر رہنا بالدین لان احدہما لیس باولی من الآخر فشیع الرہن فیہما بالضرورۃ فلا یضر اور زواہر الجواہر میں ہے کہ جو شیوع ضرورت کے سبب سے
ثابت ہو وہ رہن کے واسطے مضر نہیں اسواسطے کہ ولوالجیہ میں ہے کہ اگر ایک شخص دو کپڑے لایا اور بولا کہ انمیں سے ایک کپڑا رہن رکھو اور دوسرا کپڑا بضاعت رکھو اپنے
پاس تو ہر کپڑے سے نصف نصف رہن ٹھہر جاویگا دین کی عوض اسواسطے کہ ایک کپڑا رہن یا بضاعت کے واسطے اولی اور مقدم نہیں تو رہن شائع ہوگا
دونوں کپڑوں میں عدم ترجیح کی ضرورت کے سبب سے تو یہ شیوع ضروری رہن کو ضرر نہیں کرتا ولا رہن ثمرۃ علی نخل دونہ ولا زرع ارض او نخل او بناء
بدونہا اور جائز نہیں رہن رکھنا اس پھل کا جو درخت پر ہے بدون درخت کے اور نہ زمین کی زراعت یا درخت یا عمارت کا بدون زمین کے وکذا عکسہا
کرہن الشجر لا الثمر والارض لا النخل اور اسی طرح کا حکم ہے اسکے عکس میں چنانچہ رہن رکھنا درخت کا بدون پھل اور زمین کا رہن رکھنا بدون درخت کے
ثم اور اگر اخراج شجر کی تصریح نہ کی تو درخت بھی رہن میں بالتبع داخل ہوگا والاصل ان المرہون متی اتصل بغیر المرہون خلقۃ لا یجوز لامتناع قبض المرہون
وحدہ درر اور قاعدہ کلیہ ان مسائل میں یہ ہے کہ جب مرہون متصل ہو غیر مرہون سے باعتبار پیدائش کے تو رہن جائز نہیں بسبب ممتنع ہونے قبض مرہون
کے فقط کذا فی الدرر وعن الامام جواز رہن الارض بلا شجر اور امام رح سے ایک روایت ہے کہ زمین کا رہن بدون درخت کے جائز ہے ولو رہن الشجر بمواضعہا
او الدار بما فیہا جاز ملتقی لانہ متصل اتصال مجاورۃ اور اگر رہن کیا درختوں کو انکے مواضع کے ساتھ یا گھر رہن کیا اسکے ساتھ جو اسکے اندر ہے تو جائز ہے

کذا فی الملتقی اسواسطے کہ وہ متصل ہی باتصال مجاورت اور مشابہت کے وفی القنیۃ رہن دارا لحیطان مشترکۃ بینہ وبین الجیران صح فی الحرصۃ ولا غیر لاتصال السقف بالحیطان المشترکۃ لکونہ متاعا ور قنیہ میں ہی کہ ایک گھر رہن رکہا اور حالانکہ اسکی دیواریں مشترک ہیں فیما بین راہن اور پڑوسیوں کے تو رہن صحیح ہی صحن اور انگنائی میں اور چہت کا متصل ہونا مشترک دیواروں سے مضر رہن کا نہیں اس لیے کہ وہ تابع ہی نہ اصل اور قنیہ میں یوری روایت یون ہی کہ رہن صحیح ہی صحن اور چہت اور راہن کی خاص دیواروں میں کذا فی الطحطاوی ولا رہن الحر والمدبر والمکاتب وام الولد والوقف اور جائز نہیں رہن رکہنا آزاد کا اور غلام مدبر اور غلام مکاتب اور ام ولد اور وقف کا ثم لما ذکر ما لا یجوز رہنہ ذکر ما لا یجوز الرہن بہ فقال ولا بالامانات کودیعۃ وامانۃ جبکہ مصنف رح نے وہ چیزین ذکر کین جنکا رہن رکہنا درست نہین تب انکا ذکر شروع کیا جسکے بدلے رہن رکہنا درست نہین تو مصنف رح نے یون کہا اور رہن جائز نہین بدلے اماتون کے چنانچہ ودیعت اور امانت ہم اور یہی طرح عاریت اور مال مضاربت اور مال شرکت کے بدلے رہن رکہنا جائز نہین اسواسطے کہ رہن کا موجب ید استیفا ہی مرتہن کے واسطے تو رہن کا قبضہ لازم الضمان ہوگا تو ضمان ثابت کا ہونا ضرور ہی تاکہ تعین مضمون واقع ہو اور استیفا دین سے ہوسکے اور امانت کے قبض میں ضمان نہین کہ رہن اسکے بدلے صحیح ہو کذا فی الدرر ولا بالدرک خوف استحقاق المبیع فالرہن بہ باطل بخلاف الکفالۃ لما مر اور رہن بالدرک جائز نہین استحقاق مبیع کے خوف سے تو رہن بالدرک باطل ہی بخلاف کفالت بالدرک کے کہ وہ صحیح ہی چنانچہ گذر گیا اور رہن بالدرک اسواسطے صحیح نہین کہ رہن تو استیفا ہی اور استیفا نہین ہوتا واجب ہونے سے پہلے اسواسطے کہ معنی درک کے تاوان لینا ہی ثمن کا بعد استحقاق مبیع کے تا ثمن پہیر دینے کا حکم ہو اور رہن بالدرک کی تفسیر یہ ہی کہ ایک شخص کوئی جنس بیع کرے اور اسکا ثمن لیوے اور مشتری کو یہ خوف ہو کہ شاید یہ شیء بائع کے سوا کسی اور شخص کی ملک نکلے اور ثمن کے بدلے بائع سے کوئی چیز رہن رکہوے قبل از استحقاق کے تو یہ رہن باطل ہی اور جو رہن اگر تلف ہوگا تو مشتری کے پاس امانت ہوگا ضمان اسکا لازم نہ آویگا خواہ درک حاصل ہو یا نہو برخلاف کفالت کے اسواسطے کہ کفالت بالدرک صحیح ہی وجہ فرق یہ ہی کہ رہن ہوتا ہی استیفا کیواسطے اور استیفا نہین ہو سکتا پہلے اور نہ اضافہ رہن کی زمان مستقبل کی طرف جائز نہین اور کفالت تو عبارت ہی التزام مطالبہ سے اور التزام افعال کا مضاف بمستقبل صحیح ہی ولا بالعین المضمونۃ بغیرہا ای بغیر مثل او قیمتہ مثل المبیع فی ید البائع فانہ مضمون بالثمن فاذا ہلک ذہب بالثمن اور رہن جائز نہین عین مضمون بغیرہا کے بدلے یعنی وہ چیز جسکا تاوان مثل یا قیمت سے نہین چنانچہ مبیع بائع کے پاس اسواسطے کہ اسکا ضمان ثمن سے ہی پہر اگر مبیع بائع کے پاس تلف ہوگیا تو ثمن جاتا رہا ہم بائع نے مشتری کے ہاتہ کوئی چیز بیچی اور مبیع بائع کے پاس ہی بائع نے کوئی چیز مشتری کے پاس بدلے مبیع کے رہن رکہی تو یہ رہن باطل ہی اسواسطے کہ رہن واجب ہوتا ہی دین کے مقابلہ میں اور مبیع بائع کے پاس دین نہین بلکہ اگر مبیع تلف ہوگا تو مشتری کے ذمہ سے ثمن ساقط ہوگا اور وہ بائع کا حق ہی اور یہین ضمان میں کذا فی الدرر ولا بالکفالۃ بالنفس اور رہن جائز نہین حاضر ضامنی کے بدلے یعنی کفیل کا اصیل پر مال واجب نہین جسکے بدلے رہن جائز ہو اور اگر مال ضامن ہو اور اصیل اسکے پاس مال کے بدلے کچھ رہن کرے تو یہ رہن درست ہی کذا فی المنح ولا بالقصاص مطلقا فی نفس او ما دونہا اور رہن جائز نہین بدلے قصاص کے ہر طرح خواہ قصاص جان کا ہو یا اعضا کا اسواسطے کہ استیفا قصاص رہن سے متعذر ہی اور یہ رہن باطل ہی اسواسطے کہ مرہون بعینہ قصاص نہین تو اگر مرہون ہلاک ہوگا تو مالک کا مال ضائع ہوگا بخلاف الجنایۃ خطاء لامکان استیفاء الارش من الرہن برخلاف جنایت خطا کے کہ اسکے بدلے رہن جائز ہی بسبب ممکن ہونے دیت کے مرہون سے یعنی بہا تو مال واجب ہی تو رہن بمقابلہ مال کے جائز ہوگا ولا بالشفعۃ اور رہن جائز نہین بدلے شفعہ کے یعنی رہن لینا جائز نہین اُس مشتری سے جسپر تسلیم بیع شفعہ کے سبب سے واجب ہی اسواسطے کہ مبیع کا مشتری پر ضمان نہین وباجرۃ النائحۃ والمغنیۃ اور رہن جائز نہین نوحہ گر اور گانے والی عورت کی اجرت کے بدلے اسواسطے کہ اسکے مقابلہ مین کوئی چیز لازم الضمان نہین کذا فی الدرر وبالعبد الجانی او المدیون اور رہن جائز نہین غلام قاتل یا غلام مدیون کے بدلے اسواسطے کہ مالک پر اسکا ضمان نہین واذا لم یصح الرہن فی ہذہ الصور فللراہن اخذہ فلو ہلک عند المرتہن قبل الطلب ہلک مجانا اذ لا حکم للباطل فیبقی القبض باذن المالک صدر الشریعۃ وابن کمال اور جب کہ رہن

صحیح نہوا ان سب صورتون مین تو راہن کو مرہون کا لینا مرتہن سے جائز ہی پھر اگر مرہون تلف ہوئیا مرتہن کے پاس راہن کے طلب کرنے سے پہلے تو مفت تلف ہو گیا
اسواسطے کہ رہن باطل کے واسطے کچھ حکم ضمان کا نہین تو باقی رہا قبضہ مرتہن کا مالک کے اذن سے کذا ذکرہ صدر الشریعۃ وابن کمال ولا رہن خمر وارتہانہا
من مسلم او ذمی للمسلم ای لایجوز للمسلم ان یرہن خمرا او یرتہنہا من مسلم او ذمی اور جائز نہین مسلمان کو رہن دینا خمر کا اور نہ خمر کا رہن لینا مسلمان یا ذمی سے یعنی
مسلمان کو یہ جائز نہین کہ خمر کو رہن دے یا خمر کو مسلمان یا ذمی سے رہن لے اسواسطے کہ ایفا اور استیفا حق مسلم مین متعذر ہی اسواسطے کہ مسلم ممنوع
ہی تملک اور تملیک خمر سے ولا یضمن لہ ای للمسلم مرتہنہا اے لو کان ذمیا او مسلما راہن کو خمر کا مرتہن ذمی ہو کر تاوان نہ دیگا یعنی اگر ذمی کے پاس مسلمان خمر کو
(تملک مالک ہونا، تملیک مالک کرنا ۱۲)
رہن رکھے اور وہ تلف ہو جاوے تو ذمی پر تاوان اسکا لازم نہوگا اسواسطے کہ خمر مسلم کے حق مین مال ہی نہین جو اسکا تاوان واجب ہو وفی عکسہ الضمان لتقومہا
عندہم لا عندنا اور اسکے بالعکس مین ضمان ہی یعنی اگر ذمی اپنی خمر مسلمان کے پاس رہن رکھے اور وہ تلف ہو جاوے تو مسلمان پر تاوان دینا لازم ہو گا
اسواسطے کہ خمر ذمیون کے نزدیک مال متقوم ہی نہ ہمارے نزدیک وصح الرہن بعین مضمونۃ بنفسہا ای بالمثل او بالقیمۃ کالمغصوب وبدل الخلع والمہر
وبدل الصلح عن دم عمد اور صحیح ہی رہن عین مضمونہ بنفسہا کے بدلے یعنی جس چیز کا ضمان اسکے مثل سے یا اسکی قیمت سے لازم ہوتا ہو جیسا نچہ غصب کی چیز
اور بدل خلع اور مہر بدل صلح کا عمدا خون سے ہم اسکی تفصیل کتاب الرہن کے شروع مین مذکور ہو چکی اعلم ان الاعیان ثلثۃ عین غیر مضمونۃ اصلا کالامانات وعین
غیر مضمونۃ ولکنہا تشبہ المضمونۃ کالمبیع فی ید البائع وعین مضمونۃ بنفسہا کالمغصوب ونحوہ وتمامہ فی الدرر دریافت کر کہ اعیان یعنی اشیا غیر دین تین قسم
ہین ایک وہ عین ہی جو غیر مضمون ہی یعنی اصلا اسکا ضمان نہین جیسا نچہ امانتین دوسری عین غیر مضمون ہی لیکن وہ مضمون کے مشابہ ہی جیسا نچہ وہ مبیع
کہ ہنوز بائع کے پاس ہی تیسری وہ عین جو مضمون بنفسہا ہی جیسا نچہ مغصوب اور مانند اسکے اور اسکا پورا بیان درر مین ہی تفصیل اسکی درر مین یون
ہی کہ اعیان تین قسم ہین ایک عین تو اصلا مضمون نہین یعنی اسکا تاوان نہین جیسا نچہ امانات اسواسطے کہ ضمان عبارت ہی رد مثل مالک سے یعنی جو چیز تلف
ہو گئی اسکے مانند چیز کو پھیر دینا اگر وہ مثلی چیز ہی یا اسکی قیمت پھیر دینا اگر وہ قیمت والی چیز ہی تو امانت اگر تلف ہو جاوے بدون تعدی کے تو اسکے مقابلہ
مین کچھ ضمان نہین یا امانت تعدی سے تلف ہو تو وہ امانت نہ رہی بلکہ غصب ہو گئی دوسری عین مضمون بنفسہا جیسا نچہ مغصوب اور مانند اسکے اور فقہا
اسکو اعیان مضمونہ بنفسہا کہتے ہین اور مراد یہ رکھتے ہین کہ اعیان کا ضمان فی حد ذاتہا ہی اور وجہ اسکی یہ ہی کہ ضمان عبارت ہی رد مثل مالک سے یا اسکی
رد قیمت سے جیسا نچہ معلوم ہو چکا اور شی مثلی یا قیمتی کی ہلاکت مین اسکا مثل یا قیمت متعین ہو گی تو وہ مضمون فی حد ذاتہا ٹھہری قطع نظر عوارض سے تیسری
وہ عین ہی جسکا ضمان نہین لیکن وہ مشابہ مضمون ہی جیسے مبیع بائع کے قبضہ مین ہو اسواسطے کہ اگر مبیع بائع کے پاس تلف ہو تو کسی پر اسکی مثل یا قیمت کا ضمان
نہین لیکن ثمن ساقط ہو جاویگا ذمہ سے مشتری کے اور ثمن مثل اور قیمت کے مغایر ہی تو بجہت اس اعتبار کے اسکو عین مضمون بغیرہ کہا انتہی ما فی الدرر وصح بالدین
الموعود بان رہنہ لیقرضہ کذا کالالف مثلا فلو دفع الیہ البعض وامتنع لا جبر اشباہ اور رہن صحیح ہی بمقابلہ دین موعود کے اس طرح کہ راہن نے کوئی چیز گرو رکھی تا
مرتہن اسکو قرض دے اسقدر جیسا نچہ مثلا ہزار درم پھر اگر مرتہن اسکو بعض دے یعنی مثلا نصف دے اور باقی نہ دے تو اسپر جبر نہین کذا فی الاشباہ ہم دہ نا
موعود موجود کی برابر قرار دیا گیا باعتبار حاجت کے اور جبکہ مرتہن بعض موعود دے گا تو اسی قدر پر مرہون محبوس رہے گا اور رہن موعود کا ایفا لازم نہین
اسلیے کہ وعدہ رہن کا حقیقت رہن سے قوی تر نہین حالانکہ عقد رہن کے بعد تسلیم مرہون پر جبر نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا فاذا ہلک ہذا الرہن فی
ید المرتہن کان مضمونا علیہ بما وعد من الدین فیسلم الالف للراہن جبرا اذا کان الدین مساویا للقیمۃ او اقل اما اذا کان اکثر فہو مضمون بالقیمۃ
پھر جبکہ یہ رہن مذکور تلف ہو گیا مرتہن کے پاس تو اسپر تاوان لازم ہوگا بقدر وعدہ دین کے تو صورت مذکورہ مین مرتہن ہزار درم راہن کو دیگا زبردستی
اسوقت مین جبکہ دین قیمت مرہون کے برابر ہوگا یا کمتر اور جبکہ قیمت سے زیادہ ہوگا تو وہ مضمون بالقیمت ہی یعنی مرتہن پر قیمت مرہون کا تاوان

لازم ہوگا نہ دین کا بدلا اذا سمی قدر الدین فان لم یسمہ لم یکن مضمونا فی الاصح کما مر فی المقبوض علی سوم الرہن بان رہنہ علی ان یعطیہ شیئا فہلک فی یدہ بلا تسمیۃ کان
بین الامانۃ مذکور فی البزازیۃ وغیرہا والاصح انہ غیر مضمون وقد تقدم ان المقبوض علی سوم الرہن اذا لم یبین المقدار غیر مضمون فی الاصح یعنی دین کو عوض بیع
ہلاکی مرہون سے تاوان لازم ہونا اسوقت ہے جبکہ راہن نے مقدار دین کو معین کر دیا ہو پھر اگر اسنے معین نہ کیا ہو تو اسکا ضمان لازم نہ ہوگا قول اصح
میں چنانچہ یہ گذر گیا اس مرہون کے بیان میں جسپر قبضہ ہو بطلب رہن یہ اسطرح کہ رہن رکھا اس شرط پر کہ راہن کو مرتہن کچھ دین دے سو مرہون
مرتہن کے پاس تلف ہو گیا ضمان اسمیں لازم ہوگا یا نہیں اسمیں خلاف ہے دو داموں میں جو بزازیہ وغیرہا میں موجود ہے اور قول صحیح تر یہ ہے کہ اسمیں
تاوان نہیں ہے اور مقرر متن میں مقدم مذکور ہو چکا کہ مقبوض بطلب رہن جبکہ دین کی مقدار بیان نہو غیر مضمون ہے صحیح تر قول میں وصح برأس مال السلم
وثمن الصرف والمسلم فیہ اور صحیح ہے رہن سلم کی راس المال کے بدلے اور صرف کی ثمن اور مسلم فیہ کے بدلے ہم ہر چند صحت اس رہن کی مطلق دین کی صحت میں داخل
تھی لیکن اسکو علیحدہ اسواسطے مصنف رح نے ذکر کیا تاکہ مسائل آیندہ اسپر مترتب ہوں فان ہلک الرہن فی المجلس تم الصرف والسلم وصار
المرتہن مستوفیا حکما خلافا للثلثۃ پھر اگر مرہون تلف ہوگیا صرف اور سلم کی مجلس عقد میں تو صرف اور سلم کا عقد تمام ہوگیا اور مرتہن پا جانے والا
ٹھہر گیا حکما برخلاف ائمہ ثلثہ کے ہم یعنی مرتہن نے گویا راس المال اور ثمن صرف کا پایا اگر مرہون راس المال کے برابر تھا اور اگر زیادہ تھا
تو فاضل اسکے پاس امانت ہے اور اگر اقل تھا تو بقدر اسکے مستوفی ہوا اور باقی کو رب السلم سے لے وان افترقا قبل نقد وہلاک بطلا ای السلم والصرف
اور اگر عاقدین مجلس عقد سے جدا ہو گئے نقد دینے راس المال یا بدل صرف سے پہلے اور مرہون کے ہلاک ہو جانے سے پہلے تو سلم اور صرف باطل ہو گئے ہم وجہ بطلان
یہ ہے کہ راس المال اور بدل صرف میں قبض شرط ہے سو یہاں قبضہ حقیقی اور حکمی دونوں فوت ہو گئے واما المسلم فیہ فیصح مطلقا اور مسلم فیہ تو مطلقا صحیح ہے خواہ مرہون مجلس
میں تلف ہو گیا یا بعد افتراق کے اسواسطے کہ مسلم فیہ کا قبضہ ہونا مجلس میں واجب نہیں فان ہلک الرہن تم العقد وصار عوضا للمسلم فیہ پھر اگر مرہون
ہلاک ہو گیا تو عقد سلم تمام ہو گیا اور وہ عوض ہو گیا مسلم فیہ کا ولو لم یہلک ولکن تفاسخا السلم وبالمسلم فیہ رہن فہو رہن برأس المال استحسانا لانہ بدلہ فقام
مقامہ اور اگر مرہون ہلاک نہوا ولیکن عاقدین نے عقد سلم کو فسخ کر دیا اور مسلم فیہ کے بدلے رہن ہے تو وہ از روے استحسان کے راس المال کے بدلے رہن ہوگا
اسواسطے کہ راس المال بدل ہے مسلم فیہ کا تو راس المال بجاے مسلم فیہ کے قائم ہو گیا وان ہلک الرہن بعد الفسخ المذکور ہلک بہ ای بالمسلم فیہ فیلزم
رب السلم دفع المسلم فیہ لبقاء الرہن حکما الی ان یہلک اور اگر مرہون ہلاک ہو گیا فسخ مذکور کے بعد تو مسلم فیہ کے بدلے ہلاک ہوا تو رب السلم کو مسلم فیہ کا
دینا لازم ہوگا بسبب باقی رہنے رہن کے حکما اسکے ہلاک ہونے تک ہم یعنی رب السلم پر مسلم فیہ کا مثل مسلم الیہ کو دینا اور راس المال کا لینا واجب ہے اسواسطے
کہ رہن مضمون ہے اسکے بدلے اور لیکن رہن کا حکم اسکی ہلاکی تک باقی ہے تو رب السلم رہن کی ہلاکی سے مسلم فیہ کا مستوفی ہو گیا کذا فی المنح وللاب ان
یرہن بدین کائن علیہ عبدا لطفلہ لان لہ ایداعہ فہذا اولی لہلاکہ مضمونا والودیعۃ امانۃ اور باپ کو جائز ہے اپنے طفل کا غلام رہن رکھنا بدلے اپنی دین
کے جو باپ پر ثابت ہے اسواسطے کہ باپ کو اسکے غلام کا ودیعت رکھنا درست ہے تو رہن رکھنا بطریق اولی درست ہوگا بسبب ہلاک ہونے رہن کے مرتہن پر
تاوان واجب ہو کر اور ہلاک ہونے ودیعت کے امانت ہو کر بلا تاوان والوصی کذلک اور وصی کو بھی اسی طرح صغیر کے غلام کو اپنے دین کے بدلے
رہن رکھنا جائز ہے وقال ابو یوسف لا یملکان ذلک اور ابو یوسف رح نے کہا کہ باپ اور وصی اسکے مالک نہیں یعنی اسکے غلام کے رہن رکھنے کے ثم اذا
ہلک ضمنا قدر الدین للصغیر لا الفضل لانہ امانۃ پھر جبکہ غلام مرہون ہلاک ہو جاے تو باپ اور وصی صغیر کو بقدر دین کے تاوان دے نہ زیادہ کا تاوان اسواسطے کہ
زیادہ امانت ہے اور امانت میں تاوان نہیں وقال التمرتاشی یضمن الوصی القیمۃ لان للاب ان ینتفع بمال الصبی بخلاف الوصی لکن جزم فی الذخیرۃ وغیرہا
بالتسویۃ بینہما اور تمرتاشی نے کہا کہ وصی غلام کی پوری قیمت کا تاوان دے اسواسطے کہ باپ کو صغیر کے مال سے نفع حاصل کرنا درست ہے برخلاف

رضی کے لیکن اسکو درست نہیں لیکن ذخیرہ وغیرہ میں باپ اور وصی کے برابر ہونے کا یقین کیا ہو ولہ ای للاب رہن مالہ عند ولدہ الصغیر بدین لہ
او للصغیر علیہ ای علی الاب اور باپ کو جائز ہے اپنا مال رہن رکھنا اپنے فرزند صغیر کے پاس بدلے اُس دین کے جو صغیر کا دین باپ پر ہو ہم فرزند صغیر
کا دین جیسے اُسکی ماں کا مہر جو باپ کے ذمہ ہو وحبسہ لاجلہ ای لاجل الصغیر بخلاف الوصی فانہ لا یملک ذلک سراجیہ اور باپ اُس مرہون کو فرزند
صغیر کے واسطے محبوس رکھے برخلاف وصی کے کہ وہ اُسکا مالک نہیں ہے کذا فی السراجیہ وکذا عکسہ فللاب رہن متاع طفلہ من نفسہ لانہ بوفور شفقتہ
جعل شخصین وعبارتین کشرائہ مال طفلہ اور اسی طرح کا حکم ہے اسکے بالعکس میں تو باپ کو اپنے طفل کی متاع رہن رکھنا اپنی ذات سے درست ہے اسواسطے
کہ باپ وفور شفقت کے سبب سے دو شخص عاقد کے مانند قرار دیا گیا اور اُسکی ایک عبارت بمنزلہ دو عبارت کے قرار دیگئی چنانچہ باپ کو خرید کرنا
اپنے طفل کا مال جائز ہے یعنے تو فقط باپ کا ایجاب اور قبول بمنزلہ بائع اور مشتری کے ہوگا بخلاف الوصی لانہ وکیل محض فلا یتولی
طرفی العقد فی رہن ولا بیع وتمامہ فی الزیلعی برخلاف وصی کے اسواسطے کہ وہ تو وکیل محض ہے تو وہ مالک نہوگا عقد کے ایجاب اور قبول کا نہ رہن میں نہ بیع
میں اور اسکا پورا بیان زیلعی میں ہے ہم اصل یہ ہے کہ ایک شخص رہن اور بیع کے عقد میں ایجاب اور قبول کا متولی نہیں ہوتا لیکن یہ قاعدہ باپ میں
اُسکی وفور شفقت کے سبب سے متروک ہوا اور وصی باپ کے مانند نہیں کیونکہ اُسکی شفقت قاصر ہے تو حقیقت حال سے عدول نہوگا کذا فی الزیلعی ملخصاً وصح رہن
عبدا وخل وذکیۃ ان ظہر العبد حرا والخل خمرا والذکیۃ میتۃ اور غلام اور سرکہ اور مذبوحہ کے ثمن کے بدلے رہن صحیح ہے اگرچہ ظاہر ہو کہ غلام تو واقع میں
آزاد ہے اور سرکہ شراب اور مذبوحہ مردار ہے ہم فائدہ صحت رہن کا یہ ہے کہ درصورت ہلاکی مرہون کے مرتہن پر ضمان واجب ہوگا اور اگر رہن باطل ہوتا تو ضائع
ہوتا امانت ہوکر کذا فی الطحطاوی وصح ببدل صلح انکار ان اقر بعد ذلک ان لا دین علیہ والاصل ان وجوب الدین ظاہرا یکفی لصحۃ الرہن والکفیل اور رہن
صحیح ہے اُس صلح کے بدل سے جو انکار سے ہوئی اگر اقرار کرے بعد اسکے کہ اُسپر دین نہ تھا واقع میں اور قاعدہ کلیہ وہ ہے جو گذر گیا کہ وجوب ہونا دین کا ظاہر میں
صحت رہن اور کفیل ہونے کے واسطے کفایت کرتا ہے ہم صورت اُسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے صلح کی انکار سے یعنی انکار دین سے اور بدل صلح کے عوض کوئی چیز
رہن رکھدی پھر دونوں نے باہم ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ واقع میں دین نہ تھا تو رہن کا ضمان لازم ہے اور اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ ظاہر میں وجوب
دین صحت رہن کے واسطے کافی ہے حقیقۃً واجب ہونا شرط نہیں کذا فی الدرر وصح رہن الحجرین والمکیل والموزون اور صحیح ہے رہن رکھنا چاندی
اور سونے اور کیلی اور وزنی چیز کا اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ محل استیفاء دین میں کذا فی الدرر فان رہن المذکور بخلاف جنسہ ہلک بقیمتہ وہو ظاہر پھر اگر
چاندی یا سونا یا کیلی یا وزنی کو رہن رکھا اُسکی جنس کے مخالف سے چنانچہ بعوض کتب یا ثیاب کے اور مرہون ہلاک ہو گیا تو بمقابلہ کتب یا ثیاب کی قیمت
کے تلف ہوا اور یہ تو ظاہر ہے مانند سائر اموال کے وان بجنسہ وہلک ہلک بمثلہ وزنا او کیلا لا قیمۃ خلافا لہما من الدین اور اگر اشیاء مذکورہ رہن ہوئیں
اپنے جنس کے ساتھ اور ہلاک ہو گئے تو ہلاک ہوئے بمقابلہ مثل دین کے وزن میں یا کیل میں نہ قیمت میں برخلاف صاحبین رحمہم اللہ کے ہم درصورت اتحاد جنس
دین اور مرہون کے امام رح کے نزدیک تاوان بالمثل ہے وزن یا کیل میں اور صاحبین رح کے نزدیک قیمت مرہون معتبر ہے نہ وزن یا کیل مثلاً بقدر دس
درم کے وزن چاندی رہن رکھی دس درم کے دین پر اور وہ تلف ہو گئی مرتہن کے پاس تو اگر چاندی کی قیمت دس درم تھی تو دین ساقط ہو گیا باتفاق امام رح
اور صاحبین رح کے اور اگر قیمت دس درم سے کمتر ہے تو امام رح کے نزدیک تو دین ساقط ہوا اور صاحبین رح کے نزدیک مرتہن پر اُسکی قیمت کا ضمان ہے
ہے اُسکے خلاف جنس سے کذا فی شرح ملا مسکین ولا عبرۃ بالجودۃ عند المقابلۃ بالجنس ثم ان تساویا فظاہر وان الدین اکثر فالزائد فی ذمۃ الراہن وان الرہن
ازید فالزائد امانۃ درر وصدر الشریعۃ اور اعتبار نہیں مرہون کے جید اور کھرے ہونے کا مقابلہ جنس کے نزدیک پھر اگر دین اور مرہون برابر ہیں تو ظاہر ہے یعنی
دین ساقط ہو گیا اور اگر دین زیادہ مرہون سے ہو تو زائد راہن کے ذمہ پر ہے اور اگر مرہون زائد ہے تو وہ امانت ہے یعنی وہ راہن کا ہے یعنی اگر تلف

ہو گیا تو مرتہن پر اُسکا ضمان نہیں کذا فی الدرر وبصدر الشریعۃ باع عبدا علی ان یرہن المشتری بالثمن شیئا بعینہ او یعطی کفیلا کذلک بعینہ
صح غلام بیچا اس شرط پر کہ مشتری ایک معین چیز رہن رکھدے بدلے ثمن کے یا اسی طرح معین ضامن دے تو بیع صحیح ہے ہم اگر معین رہن نہیں تو اگر مجلس
بیع میں تعیین بائع اور مشتری متفق ہو گئے تو بیع جائز ہے اور اگر اتفاق نہ کیا اور ثمن ادا کیا تو بھی بیع جائز ہے اور نہیں تو فاسد ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی و
لا یجبر المشتری علی الوفاء لما مر انہ غیر لازم اور مشتری پر جبر نہیں وعدہ رہن پورا کرنے پر اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ وہ غیر لازم ہے یعنی رہن اور وعدہ رہن
لازم الوفا نہیں اور وعدہ رہن کا رہن سے فرق نہیں حالانکہ رہن خود لازم نہیں تا عدم تسلیم تو وعدہ رہن کا بطریق اولی لازم نہوگا وللبائع فسخہ
لفوات الوصف المرغوب اور در صورت عدم وفا بائع کو فسخ بیع جائز ہے بسبب فوت ہو جانے وصف مرغوب کے یعنی بائع راضی ہوا تھا شرط مذکور سے
تو بدون اسکے راضی نہوگا پھر جب اسکی رضا تمام نہولی تو اسکو فسخ بیع کا اختیار ہے یا ترک رہن پر راضی ہو جائے الا ان یدفع المشتری الثمن حالا
او یدفع قیمۃ الرہن المشروط رہنا لحصول المقصود فسخ بیع کا بائع کو اختیار ہے مگر یہ کہ مشتری ثمن نقد دے یا مرہون مشروط کی قیمت کو رہن رکھدے
تو فسخ بیع کا اختیار نہ رہیگا بسبب حاصل ہو جانے مقصود کے ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا سوال یہ ہے کہ شرط میں تو رہن معین مذکور ہے اور قیمت اسکی خلاف ہے
حاصل جواب یہ ہے کہ استیفا تو معنی پر ثابت ہے یعنی قیمت پر اور صورت رہن تو امانت ہے تو مقصود رہن سے اسکی قیمت ہے نہ بعینہ صورت فان قال المشتری
للبائع قد اعطاہ شیئا غیر مبیعہ امسک ہذا حتی اعطیک الثمن فہو رہن لتلفظہ بما یفید الرہن والعبرۃ للمعانی خلافا للثانی والثلثۃ اور اگر مشتری
نے سوائے مبیع کے کوئی چیز بائع کو دی اور اُس سے کہا کہ اسکو رکھو یہانتک کہ میں تجکو ثمن دون تو وہ رہن ہوگا بسبب بولنے مشتری کے وہ لفظ جو رہن
کا فائدہ دیتا ہے اور اعتبار معانی کا ہے نہ الفاظ کا برخلاف ابو یوسف رح اور آئمہ ثلثہ کے ہم فتاوی عالمگیری میں ہے کہ رہن کا لفظ اور اُسکا مادہ شرط نہیں و
لو کان ذلک الشئی الذی قال لہ المشتری امسکہ ہو المبیع الذی اشتراہ بعینہ لو بعد قبضہ لانہ حینئذ یصلح ان یکون رہنا بثمنہ اگرچہ وہ چیز جسکو مشتری نے
کہا کہ رکھو یہ وہی مبیع ہو جسکو اُسنے بعینہ خرید کیا تو بھی رہن ثابت ہوگا بشرطیکہ مشتری نے بعد قبضہ کرنے مبیع کے یہ کہا ہو اسواسطے کہ اسوقت میں یعنے
قبضہ کرنے کے بعد وہ اسکی صلاحیت رکھتا ہے کہ مرہون ہو بدلے اپنے ثمن کے ہم یعنی جب مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا تو اُسکی ملکیت اسمین متعین ہو گئی یہانتک
کہ اگر وہ بعد قبضہ تلف ہو تو مشتری کا مال تلف ہوگا نہ بائع کا اور عقد بیع فسخ نہوگا ولو قبلہ لا یکون رہنا لانہ محبوس بالثمن کما مر اور اگر مبیع کے قبض
کرنے سے پہلے مشتری نے کہا کہ اسکو رکھنا ادائے ثمن تو وہ رہن نہوگا اسواسطے کہ وہ تو محبوس ہے بدلے ثمن کے چنانچہ گذر گیا ہم تو اگر مبیع قبل قبض کے تلف ہوگا تو بیع
فسخ ہو گی اور ثمن مشتری کے ذمہ پر سے ساقط ہوگا بقی لو کان المبیع مما یفسد بمکثہ کلحم وخبز فابطأ المشتری وخاف البائع تلفہ جاز بیعہ وشراؤہ ولو باعہ بازید تصدق
بہ لان فیہ شبہۃ باقی رہی یہ صورت کہ اگر مبیع غیر مقبوض جسکو مشتری نے بائع کے پاس رہن رکھا اُس قسم کی چیز ہے جو زیادہ ٹھہرنے سے بگڑ جاتی ہے جیسے
گوشت اور روٹی سو مشتری نے ادائے ثمن میں دیر لگائی اور بائع ڈرا اسکے تلف ہو جانے سے تو اسکا بیچنا اور دوسرے شخص کو اسکا خرید کرنا
جائز ہے اور اگر اسکو بیچا ثمن اول سے زیادہ تو زائد کو خیرات کردے اسواسطے کہ اسمین شبہہ ہے غیر کے مال ہونے کا یعنی مشتری کا ہم طحطاوی نے کہا
یہ بھی احتمال ہے کہ یہ مسئلہ مستقل عام ہو خواہ رہن ہو یا نہو رہن رجل عینا عند رجلین بدین لکل منہما صح وکلہ رہن من کل منہما ولو غیر شریکین
اور اگر ایک مرد نے کوئی چیز دو مردونکے پاس رہن رکھی بدلے اُس دین کے جو دونوں کا ہے تو رہن صحیح ہے اور وہ چیز بالکل دو شخصوں کے پاس مرہون
ہے اگرچہ دونوں شریک نہوں ہم یہ نہیں ہے کہ اسکا نصف ایک شخص کے پاس رہن ہو اور دوسرا نصف دوسرے شخص کے پاس اسواسطے کہ رہن
مضاف ہے جمیع عین کی طرف بصفقہ واحدہ اور اسمین شیوع نہیں اور موجب اسکا حبس بالدین ہے اور وہ متجزی نہیں تو وہ محبوس ٹھہرا ہر شخص کا
اور اسمین کچھ منافات نہیں برخلاف اسکے کہ اگر ہبہ کردے دو شخصوں کو تو امام رح کے نزدیک درست نہیں اسواسطے کہ ہبہ سے مقصود ایجاب ملک ہے

اور عین واحد میں ہر شخص کی ملک کامل متصور نہیں ہو سکتی کذا فی الدرر **فان تہایئا فکل واحد منہما فی نوبتہ کالعدل فی حق الآخر ہذا لو مما لا یتجزأ وان مما یتجزأ فعلی کل حبس النصف فلو دفع لہ کان ضمن عندہ خلافا لہما وجملۃ مسئلۃ الودیعۃ زیلعی** پھر اگر دونوں مرتہنوں نے مرہون مذکور میں باری باندھ لی تو ہر مرتہن اپنی باری میں شخص عادل کے مانند ہے دوسرے مرتہن کے حق میں یہ اس صورت میں ہے جبکہ مرہون اس قسم سے ہو جو قسمت قبول نہیں کرتا جیسے گھوڑا یا غلام اور اگر قسمت پذیر ہو جیسے نمک یا گیہوں تو ہر مرتہن کو نصف مرہون کا حبس لازم ہے اگر ایک دوسرے کو بالکل مرہون دیگا تو امام رح کے نزدیک ضامن ہوگا اور ان لازم ہوگا نہ صاحبین کے نزدیک اور اس مسئلہ کی اصل ودیعت کا مسئلہ ہے کذا فی الزیلعی ہم دافع پر ضمان غصب لازم آویگا زیلعی میں ہے کہ جب شئی قابل قسمت دو شخصوں کے پاس ودیعت رکھے سو ایک مودع نے دوسرے کو بالکل دی تو دافع پر ضمان لازم آویگا خلافاً للصاحبین **فلو ہلک ضمن کل حصتہ لتجزی الاستیفاء** اور اگر مرہون تلف ہوگا تو ہر مرتہن بقدر اپنے حصہ دین کے تاوان دیگا بسبب قسمت پذیر ہونے استیفاء دین کے یعنی عند الہلاک ہر مرتہن اپنے حصہ کا مستوفی ہو گیا اسواسطے کہ استیفا متجزی ہے کذا فی الدرر **فان قضی دین احدہما فکلہ رہن للآخر لما مر ان کل العین رہن فی ید کل منہما بلا تفرق** پھر اگر راہن نے ایک مرتہن کا دین ادا کر دیا تو بالکل مرہون دوسرے مرتہن کے پاس رہن رہیگا بدلیل گذشتہ کہ تمام عین ہر مرتہن کے ہاتھ میں رہن ہے بلا تفرق یعنی بلا تجزی **وان رہنا رجلا رہنا واحدا بدین علیہما صح بکل الدین وبمسکہ الی استیفاء کل الدین اذ لا شیوع** اور اگر دو شخصوں نے ایک مرد کے پاس ایک چیز رہن رکھی عوض اس دین کے جو دونوں پر ہے تو رہن صحیح ہوگا بعوض تمام دین کے اور مرتہن مرہون کو اپنے پاس رکھے گا تمام دین کے حاصل ہونے تک اسواسطے کہ اس صورت میں شیوع نہیں ہے ہم اسواسطے کہ قبض رہن تمام مرہون میں بلا شیوع حاصل ہے کذا فی الدرر **ولو رہن عبدین بالف لا یاخذ احدہما بقضاء حصتہ** اور اگر ایک شخص نے دو غلام بعوض ہزار کے رہن رکھے تو راہن ایک غلام کو اسکا حصہ ادا کرنے سے نہ لیگا بسبب **لحبس الکل بکل الدین کالمبیع فی ید البائع** محبوس ہونے دونوں غلام کے بعوض تمام دین کے اجماعاً جیسے مبیع محبوس رہتا ہے بائع کے پاس تا ادائے کل ثمن **فان سمی لکل واحد منہما شیئا من الدین لہ ان یقبض احدہما اذا ادی ما سمی لہ بخلاف البیع لتعدد العقد بتفصیل الثمن فی الرہن لا البیع ہو الاصح** اور اگر راہن نے ہر غلام کے واسطے کچھ دین مقرر کر دیا یعنی مثلاً یوں کہا کہ یہ غلام بعوض چار سو درم کے رہن رکھتا ہوں اور وہ غلام بعوض چھ سو درم کے رکھتا ہوں تو راہن کو ایک غلام پر قبضہ کرنا جائز ہے جبکہ ادا کرے اسقدر دین جو اسکے واسطے معین کر دیا تھا بخلاف بیع کے بسبب متعدد ہو جانے عقد کے تفصیل ثمن سے رہن میں نہ بیع میں یہی قول صحیح تر ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ عقد رہن کا قبول کرنا ایک غلام میں دوسرے عقد کے صحیح ہونے کے واسطے شرط نہیں برخلاف بیع کے اسواسطے کہ بیع میں امام کے نزدیک تفصیل ثمن سے تعدد عقد کا نہیں ہوتا ولہذا اگر ایک میں بیع قبول کرے نہ دوسرے میں تو بیع باطل ہو جاویگی کل میں اسواسطے کہ بائع کو ضرر ہوتا ہے تفریق صفقہ سے کیونکہ عادت یہ جاری ہے کہ ناقص کو عمدہ کے ساتھ ملا کر بیچتے ہیں اور رہن میں ایسا نہیں ہے اسواسطے کہ راہن کو تفریق سے ضرر نہیں ہوتا اور یہی روایت اصح ہے اور اصل کی روایت میں اس مسئلہ میں اور مسئلہ سابقہ میں کچھ فرق نہیں کذا فی المنح طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح بجائے تفصیل الثمن کے تفصیل البدل کہتا اسواسطے کہ ثمن بیع میں ہوتا ہے نہ رہن میں

وبطل بینۃ کل منہما ای من رجلین علی رجل انہ ای کل واحد رہنہ ہذا الشیء کعبد مثلا عندہ وقبضہ لاستحالۃ کون کلہ رہنا لہذا وکلہ رہنا لذاک فی آن واحد ولا یمکن تنصیفہ للزوم الشیوع فتہاترتا وحینئذ فیہلک امانۃ اذ الباطل لا حکم لہ اور دو مردوں کے گواہ ایک مرد پر باطل ہیں اس قدر میں کہ اس مرد نے اسکے پاس یہ چیز مثلاً غلام کو رہن رکھا اور اسنے اسپر قبضہ کیا اسواسطے کہ تمام غلام کا اسکے پاس رہن ہونا اور سب غلام کا اسکے پاس رہن ہونا ایک آن میں محال ہے اور اسکا نصفا نصف رہن ہونا ممکن نہیں بسبب لازم ہونے شیوع کے تو دونوں گواہیاں ساقط ہو گئیں اور اسوقت میں اگر مرہون ہلاک ہوگا تو امانت ہلاک ہوگا بدون ضمان کے اسواسطے کہ رہن باطل کے لیے کچھ حکم نہیں ہے تمام حق یوں ہے کہ انہ کی ضمیر کا مرجع رجل ہے نہ کل واحد اور رہنہ کی ضمیر مستتر کا مرجع رجل راہن ہے اور ضمیر ظاہر کا مرجع کل واحد ہے اس لیے کہ مرتہن دو مرد ہیں اور راہن ایک مرد ہے کذا فی الطحطاوی لہذا مترجم نے اسی کے

موافق ترجمہ کیا ہے شارح کے موافق لان الحق احق بالاتباع ہذا اذا لم یورخا فان ارخا کان صاحب التاریخ الاقدم اولیٰ وکذا اذا کان الرہن فی ید
احدہما کان ہو اولیٰ الاحق بالقرینۃ بسبقتہ یعنی بطلان شہادتین کا اسوقت ہے جبکہ دونوں نے تاریخ بیان نہ کی ہو سو دونوں نے اگر تاریخ بیان کی ہو تو اگلی تاریخ
والا لائق تر ہے اور اسی طرح جبکہ مرہون ایک مدعی کے پاس ہو تو قابض زیادہ تر حقدار ہے اُسکی سبقت کے قرینہ سے یعنی اُسکا قابض ہونا قبضہ پر دلیل ہے
اُسکے سبقت کی دلوا مات راہنہ ای راہن العبد مثلا وبحال ان الرہن معہما ای فی ایدیہما او لا ولیس العبد معہما فان الحکم وہو نظیر غیر رہن کل نصفہ
کما ومثناہ کان فی ید کل واحد منہما نصفہ ای العبد رہنا بحقہ استحسانا لانقلابہ بالموت استیفاء والشائع یقبلہ و اگر مثلا غلام کا راہن مرگیا اور حال یہ کہ
مرہون اُنکے ساتھ ہے یعنی اُنکے قبضے میں ہے یا قبضے میں دونوں کے نہیں دونوں صورتوں میں ایک ہی حکم ہے کذا فی الزیلعی جو ہم مرتہن اسی طرح گواہ لایا جیسا کہ
ہم نے اُسکو بیان کیا ہے یعنی ہر مرتہن کے گواہ نے یہ گواہی دی کہ میت نے اس غلام کو مدعی کے پاس رہن رکھا اور اُسکا قبضہ اسپر رہا تو ہر مرتہن کے قبضہ
میں نصف نصف غلام رہن رہیگا اُسکے حق یعنی اُسکے دین کے بدلے از روے استحسان کے اسلیے کہ رہن موت راہن کے سبب سے منقلب باستیفا ہو گیا اور شائع
استیفا کو قبول کرتا ہے قیاس یہ ہے کہ رہن مذکور باطل ہے اسواسطے کہ رہن سے مقصود حبس ہے استیفاء دین کیواسطے اور حبس یہاں نہیں ہو سکتا شیوع کے
سبب سے وجہ استحسان یہ ہے کہ عقد تو بالذات مراد نہیں ہوتا بلکہ حکم عقد مراد ہوتا ہے اور حکم رہن کا زندگی راہن میں حبس تھا اور شائع اُسکو قبول نہیں کرتا اور راہن
کی موت کے بعد دین حاصل کرتا ہے مرہون کو بیچکر اُسکے ثمن سے اور شائع اسکو قبول کرتا ہے کذا فی المنح اخذ عمامۃ المدیون لتکون رہنا عندہ لم تکن رہنا

وان ہلکت تہلک ہلاک مرہون قال وہو انما یظہر اذا رضی المطلوب بترکہ رہنا عمادیہ ومفادہ انہ ان رضی بترکہ کان رہنا والا لا وعلیہ تحمل اطلاق السراجیۃ وغیرہا لما
افادہ المصنف دائن نے مدیون کی پگڑی لی تاکہ اُسکے پاس رہن رہے تو وہ پگڑی رہن نہ ٹھہریگی اور جبکہ تلف ہوگی تو بطور مرہون کے تلف ہوگی یعنی ضمان رہن لازم
ہوگا نہ ضمان غصب کا صاحب عمادیہ نے کہا اور یہ حکم یعنی اُسکا ہلاک ہونا بطور مرہون کے ظاہر ہے جبکہ مدیون اُسکے رہن رہنے پر راضی ہو گیا ہو کذا فی العمادیہ
اور اس کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر مالک اُسکے رہن رہنے پر راضی ہوا تو وہ رہن ثابت ہوگا اور اگر راضی نہوا تو رہن نہیں غصب ہے اور شق ثانی کے مستفاد پر
سراجیہ وغیرہا کا اطلاق محمول ہے چنانچہ مصنف رحمہ نے اسکو شرح میں بیان کیا ہے ہم سراجیہ میں یوں ہے کہ جب مدیون کی پگڑی بدون اُسکی رضامندی کے اپنے پاس
رہن رکھنے کیواسطے لی تو وہ رہن نہیں ہے بلکہ غصب ہے انتہی خلاصہ مطلب شارح کا یہ ہے کہ اگر بدون رضاے مدیون پگڑی لی پھر وہ راضی ہو گیا اور پگڑی تلف ہوئی تو
بطور رہن کے تلف ہوئی اور اگر راضی نہوا تو بطور غصب کے تلف ہوئی اور مانند اسکے عالمگیری میں جواہر الفتاوی سے منقول ہے کذا فی الطحطاوی وفی المجتبی لرب المال

ان یمسک مال المدیون رہنا بلا اذنہ وقیل اذا لیس فلہ اخذہ مکان حقہ قضاء عن دینہ واقرہ المصنف اور مجتبی میں ہے کہ مالک مال کو جائز ہے کہ مدیون کے مال کو بدون اُسکی
اجازت کے رہن کے طور پر روک لے اور بعض نے کہا ہے کہ جب مالک کو یاس ہو تو اُسکو اپنے دین کی جگہ پر مدیون کا مال لے لینا اپنے دین کے وصول کرنے کو درست
ہے اور اسکو مصنف رحمہ نے ثابت رکھا ہے دفع ثوبین فقال خذ ایہما شئت رہنا بکذا فاخذہما لم یکن احدہما رہنا قبل ان یختار احدہما سراجیہ مدیون نے
دائن کو دو کپڑے دیے پھر کہا کہ ان دو میں سے ایک کپڑا جسکو تو چاہے رہن رکھ بعوض اسقدر دین کے سو دائن نے دونوں کپڑے لیے تو ان میں سے ایک کپڑا ابھی
رہن نہوگا ایک کے اختیار کرنے سے پہلے کذا فی السراجیہ یعنی جبتک ایک کپڑے کو پسند نکریگا تو رہن ثابت نہوگا فروع مسائل ملحقہ شارح کے غصب الرہن کہلا

الاذا غصب فی حال استعمال مرتہن باذن راہن رہن کا غصب کرنا اُسکے تلف ہو جانے کے مانند ہے تاوان لازم ہونے میں مگر جبکہ غاصب نے غصب کیا اُس
حالت میں جبکہ مرتہن مرہون کو اپنے استعمال میں لایا ہو راہن کی اجازت سے تو مرتہن پر ضمان لازم نہوگا ہم اگر مصحف رہن رکھا اور راہن نے مرتہن کو
اُسمیں پڑھنے کی اجازت دی تو اگر پڑھنے کی حالت میں تلف ہو گیا تو دین ساقط نہوگا یعنی اس لیے کہ ضمان مرتہن پر لازم نہوگا اسلیے کہ رہن کا حکم حبس
ہے پھر جب اُسکو استعمال میں لایا مالک کے اذن سے حکم بدل گیا اور رہن باطل ہو گیا اور اگر تلف ہوا پڑھنے کے بعد تو دین ساقط ہوگا کذا فی العالمگیریۃ

عن الوجیز امرہ بدفعہ للدلال فدفعہ فہلک لم یضمن راہن نے مرتہن کو امر کیا کہ مرہون دلال کو دے یعنی بیچنے کو سو اُسنے اُسکو دیا پھر وہ تلف ہو گیا تو مرتہن پر
ضمان لازم نہوگا حمامی وضع المصحف الرہن فی صندوقہ ووضع علیہ قمقمۃ ماء للشرب فانصب الماء علی المصحف فہلک ضمن حمامی الرہن الا الزیادۃ فانہ امانۃ
مرہون مصحف کو اپنے صندوق میں رکھا اور اُسپر پانی پینے کا کوزہ رکھدیا سو پانی ٹپک پڑا مصحف پر سو وہ بھیگ کے تلف ہو گیا تو حمامی رہن کا تاوان دیگا
یعنی دین اُسکا ساقط ہوگا اور اگر مصحف کی قیمت دین سے زیادہ ہوگی تو اُسکا تاوان لازم نہوگا کیونکہ دین سے زیادہ امانت ہے اور امانت میں
تاوان نہیں والمودع لا یضمن مشتبہا قبضہ امانت دار پر کچھ تاوان نہیں یعنی بدون تعدی کے کذا فی القنیۃ الاجل فی الرہن یفسدہ مدت مقرر رہن کی مفسد ہے اور اسلئے رہن کا
حکم حبس دائمی ہے تا حصول دین کو اور بصورت ہلاکی کے تاوان لازم ہوگا اسواسطے کہ رہن فاسد رہن صحیح کے مانند ہے لزوم ضمان میں بر خلاف رہن باطل کے کذا فی
الصحاح ولو سلطہ علی بیعہ ومات فللمرتہن بیعہ بلا محضر ورثتہ راہن نے مرتہن کو مرہون کی بیع پر مسلط کر دیا اور راہن مر گیا تو مرتہن کو اسکی بیع کا اختیار ہے بدون حاضر ہونے
راہن کے وارثوں کے اور وارث بیع کا نقض نہیں کر سکتا اس لیے کہ حق مرتہن کا اُس سے متعلق ہوگیا ہے اور وہ باطل نہیں ہوسکتا راہن کے مرجانے سے کذا فی
الصحاح ولو غاب الراہن غیبۃ منقطعۃ فرفع المرتہن امرہ الی القاضی لیبیعہ بدینہ ینبغی ان یجوز ولو مات ولا یعلم لہ وارث فباع القاضی دارہ جاز کذا فی متفرقات بیوع
النہر راہن غائب ہو گیا بطور غیبت منقطعہ کے سو مرتہن نے اُسکی نالش کی قاضی سے تا مرہون کو بیچ دے اُسکے دین کے سبب سے تو لائق بقواعد فقہ یہ ہے کہ جائز
ہو اور اگر راہن مر گیا اور اُسکا کوئی وارث معلوم نہیں سو قاضی نے اُسکا گھر بیچ ڈالا تو جائز ہے ایسا مذکور ہے نہر الفائق کی کتاب البیوع کے متفرقات میں
وفی الذخیرۃ لیس للمرتہن بیع ثمرۃ الرہن وان خاف تلفہا لان لہ ولایۃ الحبس لا البیع ویمکن رفعہ الی القاضی حتی لو کان فی موضع لا یمکنہ الرفع
للقاضی او کان بحال یفسد قبل ان یرفع جاز لہ ان یبیعہ اور ذخیرہ میں ہے کہ مرتہن کو جائز نہیں مرہون کا پھل بیچنا اگرچہ اُسکے تلف ہوجانے کا
خوف ہو اسواسطے کہ مرتہن کو حبس مرہون کا اختیار ہے نہ بیع کا اور ممکن ہے اسکا مرافعہ کرنا قاضی کی طرف سے تو اگر ایسے مکان میں ہو کہ اُسکو
قاضی کی طرف سے مرافعہ کرنا ممکن نہو یا وہ پھل ایسا نازک ہو کہ سڑ جاتا ہو مرافعہ کرنے سے پہلے تو مرتہن کو اُسکا بیچنا جائز ہے واللہ اعلم

باب الرہن یوضع علی ید عدل

یہ باب ہے اُس رہن کے احکام میں جو رکھا جاوے عدل یعنی معتمد کے ہاتھ میں جب راہن اور مرتہن کے احکام مذکور ہو چکے تو اب اُنکے نائب کے احکام
شروع ہوئے یعنی عدل کے اور عدل سے یہاں مراد وہ شخص ہے جسکے پاس مرہون رکھنے پر راہن اور مرتہن دونوں راضی ہوگئے اور اُسکی بیع پر راضی ہوئے
مدت کے آنے پر اور وہ راہن کا وکیل ہے مرہون کی بیع میں لیکن وہ تو وکیل مفرد کے مخالف ہے چند مسائل میں چنانچہ بعض مسائل مذکورہ عنقریب مذکور
ہونگے سمی بہ لعدالتہ فی زعم الراہن والمرتہن نائب کا نام عدل اسواسطے رکھا گیا کہ اُسکی عدالت راہن اور مرتہن کے گمان میں ثابت ہے اذا وضعا الرہن
علی ید عدل صح وتم بقبضہ جیسے کہ راہن اور مرتہن نے مرہون کو معتمد کے ہاتھ میں رکھ دیا تو رہن صحیح ہے اور رہن تمام اور لازم ہوگا اُس شخص کے قبضہ
کرنے سے ولا یاخذہ احدہما منہ اور نہ لے گا مرہون کو راہن یا مرتہن معتمد سے یعنی اسواسطے کہ دونوں کے حق مرہون سے متعلق ہیں راہن کا
حق ہے حفظ اور امانت میں اور مرتہن کا حق ہے استیفاء دین میں تو ایک شخص دوسرے کے ابطال حق کا مالک نہوگا وضمن لو دفع الی احدہما
لتعلق حقہما بہ اور معتمد تاوان دے گا اگر مرہون راہن یا مرتہن کو دے گا اس لیے کہ دونوں کا حق اُس سے متعلق ہے یعنی اسواسطے کہ شخص معتمد
راہن کا امانت دار ہے عین کے حق میں اور مرتہن کا امانت دار ہے مالیت کے حق میں اور ہر شخص دوسرے سے اجنبی ہے اور امانت دار پر تاوان
لازم آتا ہے اجنبی کے دینے سے کذا فی الدرر فلو دفعہ فہلک ضمن بالتعدی واخذ منہ قیمتہ وجعلہا عندہ او عند غیرہ ولیس للعدل جعلہا رہنا
فی یدہ لئلا یصیر قاضیا ومقتضیا پھر اگر معتمد نے مرہون ایک کو یعنی راہن یا مرتہن کو دیا سو وہ اُسکے پاس تلف ہوگیا تو معتمد تاوان دے

اپنی تعدی کے سبب سے اور راہن اور مرتہن معتمد سے مرہون کی قیمت لین اور اُس قیمت کو رہن رکھدین اُس معتمد کے پاس یا اُسکے سوا اور شخص کے پاس اور معتمد کو
اُس قیمت کا رہن رکھ لینا اپنے پاس جائز نہین تاکہ معتمد ادا کرنے والا اور قیمت کا تقاضا کرنے والا نہو جاے ہم اسواسطے کہ قیمت مرہون کی معتمد پر واجب
ہے تو اگر قیمت کو اپنے پاس رکھے تو قیمت کا ادا کرنے والا اور تقاضا کرنے والا ٹھہر گیا اور حالانکہ دونون مین تخالف ہے کذا فی المنح وھل للعدل الرجوع مبسوط فی
المطولات اور معتمد کو کیا رجوع کرنا جائز ہے جواب اُسکا مفصل مذکور ہے بڑی کتابون مین ہم زیلعی مین ہے کہ جب مرہون کی قیمت رہن ہوئی معتمد اول کے پاس یا
غیر کے پاس پھر راہن نے دین ادا کیا سو اگر معتمد نے قیمت کا تاوان دیا ہے اسوجہ سے کہ اُسنے مرہون راہن کو دیا تھا تو قیمت مرتہن کے واسطے سالم رہی اُسکو جسکے
پاس ہے اور اگر معتمد نے مرہون کی قیمت کا ضمان دیا ہے اسوجہ سے کہ اُسنے مرہون مرتہن کو دیا تھا تو راہن قیمت کو لیگا جسکے پاس ہو پھر معتمد کو مرتہن سے قیمت پھر لینا
جائز ہے یا نہین جواب اُسکا یہ ہے کہ اگر معتمد نے مرتہن کو مرہون بطور عاریت یا ودیعت کے دیا اور وہ تلف ہو گیا ہو اُسکے پاس تو مرتہن سے اُسکا رجوع درست نہیں اور
اگر مرتہن نے اُسکو خود تلف کر ڈالا ہو تو معتمد مرتہن سے بھر لیگا اور اسی طرح رجوع درست ہے اگر معتمد نے مرہون دینے کے وقت مرتہن سے یون کہا ہو کہ لے اُسکو بدلے
اپنے حق کے یا حبس کے اسکو بدلے اپنے دین کے کذا فی الطحطاوی مختصراً **واذا ہلک یہلک من ضمان المرتہن** اور جبکہ مرہون تلف ہو گیا معتمد کے پاس تو مرتہن
کے ضمان سے تلف ہو گا یعنی مرتہن پر تاوان اُسکا لازم ہو گا **فان وکل الراہن المرتہن او وکل العدل او غیرہما ببیعہ عند حلول الاجل صح توکیلہ لو الوکیل
اہلا لذلک ای للبیع عند التوکیل** پھر اگر راہن مرتہن کو یا معتمد کو یا اُنکے سوا اور شخص کو مرہون کی بیع کا وکیل کرے دین کی مدت آنے کے نزدیک تو یہ وکیل
کرنا صحیح ہے بشرطیکہ وکیل بیع کرنے کی لیاقت رکھتا ہو وکیل کرنے کے وقت یعنی عاقل بالغ ہو **والا یکن اہلا لذلک عند التوکیل لا تصح الوکالۃ وحینئذ فلو وکل
ببیعہ صغیرا لا یعقل فباعہ بعد بلوغہ لم یصح خلافا لہما** اور اگر وکیل اُسکی لیاقت نہ رکھتا ہو توکیل کے وقت تو وکالت صحیح نہوگی اور اسوقت مین تو اگر
راہن نے مرہون کی بیع کا صغیر بے تمیز کو وکیل کیا اور اُسنے اپنے بالغ ہونے کے بعد بیع کی تو بیع صحیح نہوگی امام کے نزدیک برخلاف صاحبین رح کے کہ
اُنکے نزدیک بیع صحیح ہے **فان شرطت الوکالۃ فی عقد الرہن لم ینعزل بعزلہ ولا بموت الراہن ولا المرتہن للزومہا بلزوم العقد فہی تخالف
الوکالۃ المفردۃ من وجوہ احدہا ہذا** پھر اگر وکالت مشروط ہوئی عقد رہن مین تو وکیل معزول نہوگا راہن کے معزول کرنے سے اور نہ راہن کی موت سے اور
نہ مرتہن کی موت سے بسبب لازم ہو جانے وکالت کے عقد رہن کے لزوم کے سبب سے تو رہن کی وکالت مخالف ہے وکالت مفردہ سے بچند وجہ
اُنھین سے ایک وجہ یہ ہے کہ موکل کی موت سے وکیل معزول نہین ہوتا اور وکالت مفردہ مین معزول ہو جاتا ہے ہم شرط وکالت کی یہ صورت ہے کہ راہن
کہے کہ مین نے اسکو رہن رکھا اس شرط پر کہ فلانا شخص مدت کے آنے پر وکیل ہے اسکے بیع کرنے کا کذا فی الحموی **والثانی ان الوکیل ہنا یجبر علی
البیع عند الامتناع** اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وکیل پر یہان یعنی بیع رہن کی وکالت مین جبر کیا جاے گا بیع پر امتناع کے نزدیک ہم وجہ جبر یہ ہے
تا مرتہن کو ضرر نہو اور کیفیت جبر کی یہ ہے کہ حاکم وکیل کو چند روز قید رکھے اگر اسپر بھی وہ اصرار کرے تو حاکم اُسکو بیچڈالے کذا فی الدرر **وکذا لو شرطت بعد الرہن
فی الاصح زیلعی علی خلاف ظاہر الروایۃ وان صححہا قاضی خان وغیرہ علی مانقلہ القہستانی وغیرہ فتنبہ بخلاف المفردۃ** اور اسی طرح توکیل اور وکیل پر جبر
صحیح ہے اور وکالت مشروط ہو گئی ہووے بعد رہن کے صحیح تر قول مین کذا فی الزیلعی برخلاف ظاہر الروایۃ کے اگرچہ قاضیخان وغیرہ نے ظاہر الروایۃ
کو صحیح کہا ہے چنانچہ قہستانی وغیرہ نے اسکو نقل کیا ہے تو خبردار رہو برخلاف وکالت مفردہ کے ہم عالمگیری مین ہے کہ اگر معتمد بیع سے انکار کرے
تو اگر توکیل بعد تمام رہن کے ہوئی ہو تو ابو یوسف علیہ الرحمۃ سے روایت ہے اور اسی قول کو بعض مشائخ نے لیا ہے کہ اُسپر جبر کیا جاے گا چنانچہ
وجیز مین ہے اور یہی قول صحیح ہے چنانچہ محیط سرخسی مین ہے **والثالث انہ یملک بیع الولد والارش** اور تیسری وجہ یہ ہے کہ وکیل مذکور مرہون
کے بچے اور دیت کے بیع کا مالک ہے ہم بیع دیت کی یہ صورت ہے کہ غلام مرہون کو کسی نے قتل کیا خطا کی راہ سے پھر اُسکی دیت مین

اجناس دی تو وکیل کو بیع اجناس کا اختیار ہے والرابع اذا باع بخلاف جنس الدین کان لہ ان یصرفہ الی جنسہ ای الدین بخلاف الوکالۃ المفردۃ اور چوتھی وجہ یہ ہے
کہ جب وکیل نے مرہون کو بجا جنس دین کے برخلاف تو اسکو جنس دین کی طرف پھیرنا درست ہے برخلاف وکالت مفردہ کے کہ وہ صرف کا مالک نہیں والخامس اذا
کان عبدا وقتلہ عبد خطأ فدفع بالجنایۃ کان لہ بیعہ بخلاف المفردۃ متعلق بالجمیع اور پانچویں وجہ یہ ہے کہ جب مرہون غلام ہو اور اسکو دوسرا غلام
از راہ خطا قتل کر ڈالے سو غلام قاتل قتل کے بدلے دیا گیا تو وکیل کو اسکی بیع کا اختیار ہے برخلاف وکالت مفردہ کے یہ مخالفت کا قول پانچوں صورتوں سے متعلق
ہے ولہ بیعہ فی غیبتہ وبعد موتہ ای ورثۃ الراہن کما کان لہ حال حیاتہ البیع بغیر حضرتہ ای حضرۃ الراہن اور وکیل مذکور کو مرہون کا بیچنا راہن کے وارثوں کے
پیچھے درست ہے جیسے اسکو اسکی بیع کا اختیار تھا راہن کی زندگی میں بغیر موجود ہونے راہن کے وتبطل الوکالۃ بموت الوکیل مطلقا اور وکالت باطل ہو جاتی ہے
وکیل کی موت سے ہر طرح خواہ وکیل مرتہن ہو یا معتمد یا غیر انکا اسواسطے کہ وکالت میں میراث جاری نہیں اور موکل وکیل کی رائے پر راضی ہوا تھا نہ اسکی غیر کی
رائے پر وعن الثانی ان وصیہ یخلفہ لکنہ خلاف جواب الاصل اور ابو یوسف رح سے ایک روایت یہ ہے کہ وکیل کا وصی وکیل کا خلیفہ ہے اور مذکورہ میں لیکن یہ روایت
اصل یعنی امام محمد رح کے مبسوط کے جواب کے مخالف ہے کذا فی الطحطاوی ولو اوصی الی آخر ببیعہ لم یصح الا اذا کان مشروطا لہ ذلک فی الوکالۃ اور وکیل مذکور
نے اگر وصیت کی بیع مرہون کی دوسرے شخص کو تو صحیح نہیں مگر جبکہ وکیل کا وصیت کرنا وکالت میں مشروط ہو گیا ہو تو درست ہے صورت اسکی یہ ہے کہ راہن نے اصل
وکالت میں یوں کہا ہو کہ میں نے تجھکو بیع مرہون کا وکیل کیا اور جو تو چاہیں کرے میں نے تجھکو اسکی اجازت دی کذا فی الطحطاوی ولا یملک الراہن ولا المرتہن بیعہ بغیر
رضی الآخر اور مالک نہیں ہے راہن اور مرتہن مرہون کی بیع کا بدون رضامندی دوسرے کے یعنی راہن بدون رضائے مرتہن یا مرتہن بدون رضائے راہن بیع نہیں کر سکتا
اسواسطے کہ مرہون سے دونوں کا حق متعلق ہے تو ایک دوسرے کے حق کو بدون اسکے اذن کے باطل نہیں کر سکتا فان حل الاجل وغاب الراہن اجبر الوکیل علی بیعہ کما ہو الحکم
فی الوکیل بالخصومۃ اذ غاب موکلہ او ابا فانہ یجبر علیہا بان یحبسہ ایاما لیبیع فان لج بعد ذلک باع القاضی دفعا للضرر پھر اگر دین کی مدت آ پہنچی اور راہن غائب ہے تو
وکیل پر جبر کیا جاویگا اسکی بیع کا جیسا کہ یہی حکم ہے خصومت کے وکیل میں جبکہ اسکا موکل غائب ہووے یا وکیل خصومت سے انکار کرتا ہو تو اسپر خصومت یا بیع مرہون کیواسطے
جبر کیا جاویگا اسطرح کہ قاضی اسکو قید رکھے چند روز پھر اگر وہ عدم بیع پر اصرار کرے تو قاضی اسکو بیچ ڈالے دفع ضرر کیواسطے ام طحطاوی نے کہا کہ کیفیت اجبار کی در المختار کے
اکثر نسخوں میں مذکور نہیں وان باعہ العدل فالثمن رہن لقیام الثمن مقام ما کان رہنا فیہلک کہلاکہ اور اگر معتمد نے مرہون بیچ ڈالا تو اسکا ثمن رہن ہوگا بیع کے مانند تو ثمن تلف ہوگا بیع
تلف ہونے کے مانند یعنی مرتہن کا مال تلف ہوگا بسبب باقی رہنے عقد رہن کے اسواسطے کہ ثمن قائم مقام ہے بیع مرہون کے فان اوفی ثمنہ ای ثمن بیعہ المرتہن فاستحق
الرہن وضمن فان کان المبیع ہالکا فی ید المشتری ضمن المستحق الراہن ان شاء لانہ غاصب پھر اگر معتمد نے مرہون بیچا اور اسکا ثمن بیع کے بعد مرتہن کو
دیا پھر مرہون غیر راہن کی ملک ٹھہرا اور اسکا تاوان دیا گیا سو اگر بیع تلف ہو گیا مشتری کے پاس تو مالک مستحق کو اختیار ہے چاہے راہن سے تاوان لے اسواسطے کہ
وہ غاصب ہے جسنے پرایا مال رہن رکھا بلا اذن مالک کے وحینئذ صح البیع والقبض لتملکہ بضمانہ اور اسوقت میں بیع معتمد کی اور قبضہ مرتہن کا ثمن پر معتمد کے ہاتھ سے
صحیح ہو گیا بسبب مالک ہو جانے راہن کے اسکے تاوان دینے سے او ضمن المستحق العدل لتعدیہ بالبیع ثم ہو ای العدل بالخیار ان شاء ضمن الراہن وصحا ایضا یا چاہے مالک
شخص معتمد سے تاوان لے بسبب اسکی تعدی یعنی بیچنے اور تسلیم کرنے کے پھر معتمد تاوان لیگا راہن سے مرہون کی قیمت کا اور اسوقت میں بیع مرہون صحیح ہوگی اور قبضہ مرتہن کا
ثمن پر بھی صحیح ٹھہریگا او ضمن المرتہن ثمنہ الذی اداہ الیہ یا معتمد چاہے مرتہن سے تاوان لے اس ثمن کا جو معتمد نے اسکو ادا کیا یعنی اسواسطے کہ استحقاق سے ظاہر ہو گیا
مرتہن نے ناحق ثمن لیا کذا فی الدرر وہو ای الثمن لہ ای للعدل لانہ بدل ملکہ اور وہ یعنی ثمن مذکور معتمد کا مملوک ہے اسواسطے کہ اصلی مالک کا بدلا ہے جب معتمد
نے مرہون بیع کا تاوان دیا تو مرہون اسکی ملک ہو گیا اور ثمن اسکا بدلا ہے تو ثمن معتمد کا مملوک ہو گیا کذا فی الدرر ویرجع المرتہن علی الراہن بدینہ مردود
لبطلان قبضہ اور مرتہن راہن سے اپنا دین پھیرے بضرورت بطلان قبضہ ثمن یعنی جب معتمد نے مرتہن سے ثمن کا تاوان لیا تو مرتہن کا قبضہ ثمن پر باطل ہو گیا

تو بالضرور مرتہن راہن سے اپنا دین بھرے گا وان کان الرہن قائما فی ید مشتریہ اخذہ المستحق من مشتریہ اور اگر مرہون مبیع موجود ہو مشتری کے پاس تو
مالک مستحق اُسکے مشتری سے لے گا اسواسطے کہ اُسنے اپنا بعینہ مال پایا ورجع ہو ای المشتری علی العدل بالثمن لانہ العاقد اور مشتری معتمد سے اسکا ثمن پھیرے
اسواسطے کہ عاقد بیع کا تو وہی ہے تو عقد کے حقوق اُسی سے متعلق ہونگے ثم یرجع ہو ای العدل علی الراہن بہ ای بثمنہ پھر معتمد راہن سے اسکا ثمن بھرے یعنی اسواسطے
کہ راہن نے معتمد کو عہدہ تاوان میں ڈالا اُسکو وکیل کرکے تو راہن پر اسکی تخلیص واجب ہوگئی کذا فی الدرر واذا رجع علیہ صح القبض وسلم الثمن للمرتہن
اور جب معتمد نے راہن سے تاوان ثمن کا بھر لیا تو قبضہ مرتہن کا ثمن پر صحیح ہوگیا اور ثمن اُسکو مسلم ٹھہرا اور رجع العدل علی المرتہن بثمنہ یا چاہے معتمد
مرتہن سے اسکا ثمن پھیر لے یعنی اسواسطے کہ جب بیع ٹوٹ گئی تو ثمن باطل ٹھہرا اور حالانکہ اُسنے اسکو ثمن جانکر قبضہ کیا تھا پھر جب ثمن ہونا باطل ہوا
تو اسکا نقض قبض بالضرور واجب ہوگیا کذا فی الدرر ثم رجع ہو ای المرتہن علی الراہن بہ ای بدینہ پھر مرتہن ثمن پھیر کر راہن سے اپنا دین بھرے اسواسطے کہ
جب مرتہن نے ثمن پھیر دیا تو اسکا دین پھر ثابت ہوگیا جیسا تھا زاد ہہنا فی الدرر والوقایۃ وان شرطت الوکالۃ بعد الرہن رجع العدل علی الراہن فقط سواء قبض
المرتہن الثمن اولا درر اور درر ووقایہ میں یہاں اسقدر زیادہ بیان کیا ہے اور اگر وکالت بعد عقد رہن کے مشروط ہوئی ہو تو معتمد فقط راہن پر رجوع کرے گا نہ مرتہن پر
خواہ مرتہن نے ثمن پر قبضہ کیا ہو یا نکیا ہو اسواسطے کہ جب توکیل بعد عقد کے ہوئی تو مرتہن کا حق اُس سے متعلق نہوا تو اُسپر رجوع بھی نہوگا اور عدم قبض
ثمن کی صورت یہ ہے کہ معتمد نے مرہون بیچا راہن کے امر سے اور ثمن ضائع ہوگیا معتمد کے پاس بلا تعدی پھر مرہون غیر راہن کا ثابت ہوا تو جو تاوان معتمد
کو لاحق ہوگیا اُسکو راہن سے بھرے گا کذا فی الدرر فان ہلک الرہن عند المرتہن فاستحق الرہن وضمن الراہن قیمتہ ہلک الرہن بدینہ پھر اگر
مرہون ہلاک ہوگیا مرتہن کے پاس سو مرہون غیر راہن کا ملک نکلا اور مالک نے راہن سے اُسکی قیمت کا تاوان لیا تو مرہون تلف ہوگیا مرتہن کے دین کے بدلے
یعنی راہن ادائے ضمان سے اسکا مالک ہوگیا اور ایفاء دین صحیح ہوگیا کذا فی الدرر وان ضمن المرتہن قیمتہ رجع علی الراہن بقیمتہ ای التی ضمنہا للغرر
وبدینہ لانتقاض قبضہ اور اگر مالک نے مرتہن سے اُسکی قیمت کا تاوان لیا تو مرتہن راہن سے مرہون کی قیمت اور اپنا دین بھرے یعنی وہ قیمت جو مرتہن نے
تاوان دے کر بھری اپنے فریب کھانیکے سبب سے اور دین بھرے انتقاض قبض کے سبب سے رجوع قیمت کی وجہ یہ ہے کہ مرتہن نے فریب کھایا راہن کی جہت سے
بسبب تسلیم کے اور رجوع دین کی وجہ یہ ہے کہ جب قبضہ مرتہن کا باطل ہوگیا تو اسکا دین پھر ثابت ہوگیا جیسا تھا کذا فی الدرر وصدر الشریعۃ فرع
تحفہ شارح کا فی الولوالجیہ ذہبت عین دابۃ الرہن یسقط ربع الدین وسیجی ولوالجیہ میں ہے کہ جانور مرہون کی آنکھ جاتی رہی مرتہن کے پاس تو چوتھائی دین
ساقط ہوگیا اور یہ مسئلہ کتاب الجنایات میں آگے آوے گا واللہ اعلم

باب التصرف فی الرہن

والجنایۃ علیہ وجنایتہ ای الرہن علی غیرہ یہ باب ہے مرہون میں تصرف کرنے کا اور مرہون پر جنایت کرنے کا اور مرہون کی جنایت کا غیر مرہون پر توقف
بیع الراہن رہنہ علی اجازۃ مرتہنہ او قضاء دینہ راہن کا بیچنا اپنے مرہون کو اُسکے مرتہن کی اجازت پر یا اسکا دین ادا کرنے پر موقوف ہے
یعنی جب راہن نے مرہون کی بیع کی بلا اذن مرتہن کے تو بسبب متعلق ہونے حق مرتہن کے بیع نافذ نہیں موقوف ہے تو اگر مرتہن نے بیع کی اجازت دی یا راہن نے اسکا دین
ادا کردیا تو بیع نافذ ہوجاوے گی فان وجد احدہما نفذ وصار ثمنہ رہنا فی صورۃ الاجازۃ پھر اگر اجازت یا ادائے دین پایا گیا تو بیع موقوف نافذ اور کامل
ہوگئی اور اسکا ثمن رہن ہوگیا اجازت کی صورت میں یعنی در صورت ادائے دین رہن کی حاجت نہ رہی وان لم یجز المرتہن البیع وفسخ بیعہ لا ینفسخ بفسخہ فی
الاصح اور اگر مرتہن نے بیع کی اجازت نہ دی اور راہن نے بیع کو فسخ کردیا تو بیع فسخ نہوگی اُسکے فسخ کرنے سے صحیح تر قول میں واذا بقی موقوفا فالمشتری
بالخیار ان شاء صبر الی فکاک الرہن او رفع الامر الی القاضی لیفسخ البیع وہذا اذا اشتراہ ولم یعلم انہ رہن ابن کمال اور جب کہ بیع

راہن کی عدم اجازت مرتہن سے موقوف باقی رہی تو مشتری کو اختیار ہے چاہے صبر کرے رہن کے چھوٹنے تک یا اس امر کا مرافعہ کرے قاضی کی طرف تا وہ بیع کو
فسخ کردے اور یہ اختیار مشتری کا موقت ہے جبکہ اسنے خرید کیا اور اسکو اسکا رہن ہونا معلوم نہ تھا کذا ذکرہ ابن کمال ولو باعہ الراہن من رجل ثم باعہ الراہن
ایضا من رجل آخر قبل ان یجیز المرتہن البیع فالثانی موقوف ایضا علی اجازتہ اذ الموقوف لا یمنع توقف الثانی اور اگر مرہون راہن نے ایک مرد کے
ہاتھ بیچا پھر اسکو دوسرے مرد کے بھی ہاتھ بیع کیا اجازت دینے مرتہن سے پہلے تو دوسری بیع بھی مرتہن کی اجازت پر موقوف ہے اول بیع کے مانند اس لیے کہ
بیع موقوف دوسری بیع کی توقف کی مانع نہیں ہوتی فایہما اجاز لزم ذلک وبطل الآخر پھر دونوں میں سے جس بیع کی مرتہن اجازت دیگا وہ لازم ہو جاویگی
اور دوسری بیع باطل ہوگی ولو باعہ الراہن ثم آجرہ او رہنہ او وہبہ من غیرہ فاجاز المرتہن الاجارۃ او الرہن او الہبۃ جاز البیع الاول
لحصول النفع بتحول حقہ للثمن علی ما تقرر فی محلہ تحرر دون غیرہ من ہذہ العقود المذکورۃ اذ لا منفعۃ للمرتہن فیہا فکانت اجازتہ اسقاطا لحقہ فزال المانع
فنفذ البیع اور اگر راہن نے مرہون کو بیچا پھر اسکو اجارہ میں دیا یا کہیں رہن رکھا یا ہبہ کر دیا غیر مشتری کو پھر مرتہن نے اجارہ یا رہن یا ہبہ کو جائز رکھا تو بیع
اول جائز ہوگی نہ اجارہ وغیرہ بسبب حاصل ہونے نفع مشتری کے بیع میں بسبب پھر جانے حق مرتہن کے ثمن کی طرف بنابر اسوجہ کے جو ثابت اور اپنے مقام
میں مرقوم ہے کہ بیع اول جائز ہے نہ اسکے سوا ہبہ عقود مذکورہ میں اسواسطے کہ مرتہن کے واسطے اجارہ وغیرہ میں فائدہ نہیں تو اسکی اجازت اسقاط ہے مرتہن کے
حق کا پھر جب مانع نفاذ دور ہو گیا تو بیع نافذ ہو گئی م مسئلہ اولی میں بیع ثانی اجازت کے سبب سے جائز ہوئی اور اس مسئلہ میں بعد بیع کے اجارہ وغیرہ میں تصرف
جائز ہوا سوا بیع اول کے باوجود اجازت کے تو دونوں میں فرق یہ ہے کہ مرتہن کو بیع میں تو فائدہ ہے اسواسطے کہ اسکا حق بدل بیع یعنی ثمن سے متعلق ہو گیا بخلاف
عقود مذکورہ کے اسواسطے کہ ہبہ اور رہن میں بدل نہیں اور اجارہ میں منفعت بدل ہے نہ عین اور حق مرتہن کا عین کی مالیت میں ہے نہ منفعت میں تو اسکی اجازت
میں حق مرتہن کا اسقاط ہے سو جبکہ مانع نفاذ بیع کا زائل ہو گیا تو بیع نافذ ہو گئی کذا فی الدرر وفی الاشباہ باع الراہن من زید ثم باعہ من المرتہن انفسخ الاول اور
اشباہ میں ہے کہ راہن نے مرہون کو بیچا زید سے پھر اسکو بیچا مرتہن سے تو بیع اول فسخ ہو گئی م یہ گویا استدراک ہے مصنف رح کے اس قول پر کہ بیع ثانی بھی موقوف
ہوتی ہے بیع اول کے مانند یعنی توقف ثانی اول کے مانند وہ ہے جبکہ بیع ثانی غیر مرتہن سے ہو اور اگر مرتہن سے ہو تو بیع ثانی موقوف نہوگی بلکہ نافذ ہو جاویگی
اور بیع اول باطل ہوگی کذا فی الطحطاوی وصح اعتاقہ وتدبیرہ واستیلادہ ای نفذ اعتاق الراہن رہنہ اور صحیح ہے یعنی نافذ ہے راہن کا آزاد کرنا اور
مدبر کرنا مرہون مملوک کو اور مدبر کرنا اور استیلاد یعنی اگر بلا اجازت مرتہن کے راہن مرہون غلام کو آزاد کر دے یا اسکو مدبر کرے تو یہ تصرف نافذ ہوگا
فان کان غنیا وکان دینہ ای المرتہن حالا اخذ المرتہن دینہ من الراہن سو اگر راہن مالدار ہو اور مرتہن کا دین بلا مدت ہو تو مرتہن اپنا دین راہن سے
لے وان موجلا اخذ قیمۃ الرہن بدلہ الی زمان حلولہ فاذا حل استوفی حقہ لو من جنسہ ورد الفضل اور اگر مرتہن کا دین مدت والا ہو تو مرتہن غلام
آزاد کی قیمت راہن سے لے رہن رکھنے کے واسطے عوض غلام کے دین کے مدت پہونچنے تک پھر جب مدت آپہونچے تو مرتہن اپنا حق لیلے اپنا دین
لے بشرطیکہ غلام کی قیمت ہم جنس دین کے ہو اور زیادہ کو پھیر دے یعنی اگر قیمت دین سے زیادہ ہو تو پھیر دے اور اگر کم ہو تو راہن سے طلب کرے
وان کان الراہن معسرا ففی العتق سعی العبد فی الاقل من قیمتہ ومن الدین اور اگر راہن مفلس ہو تو آزاد کرنے میں غلام سعی کرے کمتر مال کے ادا
کرنے میں یعنی اگر اسکی قیمت کمتر ہو دین سے تو قیمت ادا کرے محنت مزدوری کرکے اور اگر دین کم ہو قیمت سے تو دین کو ادا کرے ورجع علی سیدہ غنیا اذ
جسقدر غلام ادا کرے آتا اپنے مالک سے بھر لے جبکہ اسکو مقدور ہو وفی التدبیر والاستیلاد سعی ای کل فی کل الدین بلا رجوع لان کسب المدبر و
ام الولد ملک المولی اور استیلاد میں سعی کرے ہر واحد مدبر اور ام ولد سے تمام دین کے ادا کرنے میں بلا رجوع علی المولی اسواسطے کہ مدبر اور ام ولد
کی کمائی مولے کی مملوک ہے بخلاف غلام آزاد کے فاذا اتلفت الراہن الرہن فحکمہ حکم ما اذا اعتقہ غنیا کما مر اور جبکہ راہن نے مرہون کو تلف

کر دیا تو اسکا حکم مانند ہے اس حکم کے جبکہ بالدار یا مالک غلام مرہون کو آزاد کر دے چنانچہ مذکور ہو چکا ہے یعنی اتلاف راہن اعتاق کے مانند ہے تو اگر دین حال
ہو تو مرتہن راہن سے اپنا دین لے اور اگر دین موجل ہو تو اسکی قیمت لے اور اپنے پاس رہن رکھے مدت کے آنے تک کذا فی الدرر والرہن ان اتلفہ اجنبی
ای غیر الراہن فالمرتہن یضمنہ ای المتلف قیمتہ یوم ہلک فتکون القیمۃ رہنا عندہ کما مر اور اگر مرہون کو شخص اجنبی یعنے غیر راہن نے تلف کیا تو مرتہن
تلف کرنے والے سے اسکی قیمت کا تاوان لیوے وہ قیمت جو تلف ہونے کے دن اسکی تھی سو قیمت اسکی رہن رہیگی مرتہن کے پاس چنانچہ گذر گیا واما ضمانہ
علی المرتہن فتعتبر قیمتہ یوم القبض لانہ مضمون بالقبض السابق زیلعی اور اگر مرہون کو مرتہن نے تلف کیا تو مرتہن پر اسکے تاوان میں یوم القبض کی قیمت معتبر ہوگی
اسلیے کہ مرہون کا ضمان مرتہن پر قبض سابق سے لازم آتا ہے کذا فی الزیلعی و باعارتہ ای المرتہن الراہن من راہنہ یخرج من ضمانہ تسمیتہا عارۃ مجاز
اور عاریت دینا مرتہن کا راہن کو نکالتا ہے مرتہن کو اسکے تاوان سے یعنی اگر مرتہن نے مرہون راہن کو بطور عاریت کے دیا تو مرتہن پر سے ضمان رہن کا
ساقط ہو گیا اور اسکو عاریت کہنا مجاز ہے حم یعنی لفظ اعارہ یہاں مجازاً استعارہ ہے اسواسطے کہ حقیقت اعارہ تملیک منافع ہے اور تملیک نہیں
ہوتی مگر مالک سے اور حالانکہ مرتہن مرہون کا مالک نہیں تو تملیک اسی سے کیونکر ممکن ہوگی فلو ہلک الرہن فی ید الراہن ہلک مجانا لفوات
لوکان اعطاہ بکفیل لم یلزم الکفیل شیء لخروجہ من الرہن نعم لوکان الراہن اخذہ بغیر رضی المرتہن جاز ضمان الکفیل تاتارخانیہ سو اگر مرہون راہن کے
ہاتھ میں تلف ہو گا تو مفت تلف ہو گا یعنی دین مرتہن کا قائم رہیگا کچھ ساقط نہو گا کیونکہ قبض موجب ضمان مرتفع ہو گیا یہاں تک کہ اگر راہن نے
مرتہن کو مرہون مستعار کے سبب سے ضامن دیا ہو تو ضامن پر تاوان لازم نہو گا بسبب خارج ہو جانے مرہون کے رہن سے ہاں اگر راہن نے مرہون کو
لیا ہو بدون رضامندی مرتہن کے تو جائز ہے ضمان ضامن کا کذا فی التاتارخانیہ یعنی کفیل مرہون سے مطالبہ ہو گا کہ مرہون مرتہن کو دلادے کذا فی الطحطاوی
فان عاد قبضہ عاد ضمانہ سو اگر قبضہ مرتہن کا مرہون پر عود کریگا تو اسکا ضمان بھی مرتہن پر پھر ثابت ہو گا وللمرتہن استردادہ منہ الی یدہ اور مرتہن کو
جائز ہے پھیر لانا مرہون مستعار کا راہن کے پاس سے اپنے قبضہ کی طرف سے فلو مات الراہن قبل ذلک ای قبل الاسترداد فالمرتہن احق بہ من سائر
الغرماء لبقاء حکم الرہن پھر اگر راہن مر گیا استرداد مرہون سے پہلے تو مرتہن زیادہ ترحقدار ہے مرہون سے راہن کے باقی قرض خواہوں سے بسبب باقی رہنے
حکم رہن کے ھم رہن کا حکم اسواسطے باقی ہے کہ عاریت عقد لازم نہیں ولو اعارہ او ودعہ احدہما اجنبیا باذن الآخر سقط ضمانہ اور اگر راہن یا
مرتہن نے مرہون عاریت دیا اجنبی کو دوسرے کی اجازت سے تو ضمان اسکا ساقط ہو گیا اسواسطے کہ ضمان تھا قبض کے سبب سے سو باقی نہ رہا و
لکل منہما ان یعیدہ رہنا کما کان اور راہن اور مرتہن میں سے ہر ایک کو یہ اختیار ہے کہ پھر رہن کو قائم کر دے جیسا کہ سابق رہن تھا اسواسطے کہ بقاء
عقد کے سبب دونوں کا حق اسمیں ثابت ہے بخلاف الاجارۃ والبیع والہبۃ والرہن من المرتہن او من اجنبی اذا باشرہا احدہما باذن الآخر
حیث یخرج عن الرہن ثم لایعود الا بعقد مبتدأ لانہا عقود لازمۃ بخلاف اجارہ اور بیع اور ہبہ اور رہن کے مرتہن سے یعنی جبکہ عقود مذکورہ صادر ہووے
راہن سے مرتہن کے واسطے یا اجنبی کے واسطے بشرطیکہ راہن یا مرتہن ان عقود کا مباشر ہوا ہو دوسرے کے اذن سے کیونکہ مرہون نکل جاتا ہے رہن سے بسبب
عقود مذکورہ کے پھر مرہون عود نہیں کرتا رہن کی طرف مگر بعقد جدید ہو اسواسطے کہ عقود مذکورہ لازم ہیں م یعنی اگر راہن نے مرتہن کو مرہون اجارہ دیا تو رہن باطل
ہو گیا اسواسطے کہ اجارہ عقد لازم ہے منعقد نہیں ہوتا مگر بعقد متقاضی رہن کے اور اسی طرح اگر راہن نے اجنبی کو اجارہ دیا اور مرتہن نے جائز رکھا یا مرتہن نے اجارہ
دیا اجنبی کو اور راہن نے اسکو جائز رکھا تو رہن باطل ہو جاویگا اور یہی حکم ہے بیع اور ہبہ کا طحطاوی نے کہا لیکن رہن بعد الرہن میں نظر ہے زیلعی نے کہا اسکو
نہیں کیا بخلاف العاریۃ وبخلاف بیع المرتہن من الراہن لعدم لزومہا بخلاف عاریت مرہون کے اور بخلاف بیع مرتہن کے راہن سے اسکے عدم
لزوم کے سبب سے یعنے عاریت و بیع مرتہن سے حق لازم متعلق نہیں ہوا جو رہن باطل ہو جاوے بقی لو مات الراہن قبل رہنہ

ثانیا فالمرتہن اسوۃ للغرماء باقی رہی یہ بات کہ اگر راہن مرگیا دوسری بار رہن رکھنے سے پہلے تو مرتہن برابر ہو باقی قرضخواہوں کے یعنی مرہون اجارہ دیا راہن نے
مرتہن کو یا اجنبی کو اور نقض اجارہ کرکے دوسری بار اسکو مرتہن کے پاس رہن نہیں رکھا اور راہن مرگیا تو مرتہن احق بالمرہون نہیں بلکہ اور قرضخواہوں کے
برابر ہے اسواسطے کہ اجارہ وغیرہ سے رہن سابق باقی نہ رہا باطل ہوگیا ولو اذن الراہن للمرتہن فی استعمالہ او اعارہ للعمل فہلک الرہن قبل
ان یشرع فی العمل او بعد الفراغ منہ ہلک بالدین لبقاء عقد الرہن اور اگر راہن اذن دے مرتہن کو مرہون کے استعمال کا یا اسکے عاریت
دینے کا کسی کام کے واسطے پھر مرہون تلف ہو عمل کے شروع ہونے سے پہلے یا بعد فارغ ہونے کے عمل سے تو تلف ہوگا دین کے عوض یعنی دین
مرتہن کا ساقط ہوگیا بسبب باقی رہنے عقد رہن کے ہم مراد یہ ہے کہ راہن مرتہن کو استعمال کا اذن دے بدون طلب کرنے مرتہن کے یا کام کیواسطے مرتہن اس
سے عاریت مانگے اور وہ اسکو عاریت دے تو اگر قبل استعمال یا بعد استعمال کے تلف ہوگا تو مرتہن پر ضمان رہن لازم ہوگا کذا فی الدرر ولو ہلک فی حالۃ العمل
والاستعمال ہلک امانۃ لثبوت ید العاریۃ حینئذ اور اگر مرہون تلف ہو عمل اور استعمال کی حالت میں تو امانت ہوکر تلف ہوا یعنی اب ضمان لازم ہوگا بسبب
ثابت ہونے قبض عاریت کے اسوقت میں یعنی اور قبض عاریت مخالف قبض رہن کے تو ضمان ثابت نہوگا ولو اختلفا فی وقتہ ای وقت ہلاکہ فقال المرتہن
ہلک فی وقت العمل وقال الراہن فی غیرہ فالقول للمرتہن لانہ منکر والبینۃ للراہن لانہما اتفقا علی زوال ید الرہن فلا یصدق الراہن فی عودہ الا بحجۃ بزازیہ
اور اگر راہن اور مرتہن نے اختلاف کیا مرہون کے تلف ہونے کے وقت میں سو مرتہن نے کہا کہ تلف ہوا عمل کے وقت میں اور راہن نے کہا کہ عمل کے سوا اور وقت
تلف ہوا تو مرتہن کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے وجوب ضمان کا اور شہادت راہن کی مقبول ہوگی اسواسطے کہ راہن اور مرتہن متفق ہیں رہن کے زوال پر
راہن تو راہن کی تصدیق قبض رہن کے عود کرنے میں نہوگی بدون گواہی کے کذا فی البزازیہ وفیہا اذن للمرتہن فی لبس ثوب الرہن یوما فجاء بہ المرتہن متخرقا وقال
تخرق فی لبس ذلک الیوم وقال الراہن البستہ فیہ ولا تخرق فیہ فالقول للراہن وان اقر الراہن باللبس فیہ ولکن قال تخرق قبل اللبس وبعدہ فالقول للمرتہن
فی قدر ما عاد من الضمان اور بزازیہ میں ہے کہ راہن نے مرتہن کو اذن دیا مرہون کپڑے کے پہننے کا ایکدن سو مرتہن وہ کپڑا لایا پھٹا اور بولا کہ وہ پھٹ گیا
اسی دن کے پہننے میں اور راہن نے کہا کہ تونے اسدن نہیں پہنا اور نہ اسدن میں پھٹا تو راہن کا قول معتبر ہے اور اگر راہن نے اس دن کے پہننے کا اقرار
کیا ولیکن یہ کہا کہ کپڑا پھٹ گیا تھا اسکے پہننے سے پہلے یا بعد پہننے کے تو مرتہن کا قول مقبول ہے عود ضمان کی مقدار میں جب راہن نے پہننے کا اقرار کیا
تو ضمان سے خارج ہوجانے پر دونوں کا اتفاق ہوا تو درصورت تلف ہونے ثوب متخرق کی قیمت لزوم ضمان میں معتبر ہوگی کذا فی الطحطاوی فروع
مسائل ملحقہ شارح کے رہن الاب من مال طفلہ شیئا بدین علی نفسہ جاز فلو الرہن قیمتہ اکثر من الدین فہلک ضمن الاب قدر الدین دون الزیادۃ بخلاف الوصی
فانہ یضمن قیمتہ والفرق ان للاب ان ینتفع بمال الصغیر عند الحاجۃ ولا کذلک الوصی باپ نے اپنے طفل کے مال سے کوئی چیز بدلے اس دین کے جو باپ کی
ذات پر ہے رہن رکھی تو جائز ہے تو اگر مرہون کی قیمت زیادہ تر ہے دین سے اور وہ تلف ہوا تو باپ تاوان دیگا بقدر دین کے زیادہ کا تاوان نہ دیگا
برخلاف وصی کے کہ وہ اسکی پوری قیمت کا تاوان دیگا اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ باپ کو جائز ہے نفع حاصل کرنا صغیر کے مال سے حاجت کے وقت اور
وصی ایسا نہیں کہ اسکو انتفاع صغیر کے مال سے درست ہو ولو ادرک الابن ومات الاب لیس للابن اخذہ قبل قضاء الدین ویرجع الابن فی مال الاب ان کان رہنہ
لنفسہ لانہ مضطر کمعیر الرہن اور اگر صغیر بالغ ہوگیا اور باپ مرگیا تو فرزند کو مرہون کا لینا بدون ادا کرنے دین کے جائز نہیں اور فرزند باپ کے مال سے آیندہ
پھیرلے اگر اسکے باپ نے فرزند کا مال اپنی ذات کے واسطے رہن رکھا ہو رجوع اسواسطے درست ہے کہ فرزند مضطر ہے مرہون کی عاریت دینے والے کے مانند
یعنی فرزند اپنے مال کے خلاص کرنے میں مضطر ہے تو وہ متبرع نہ ٹھہریگا کہ رجوع نہ درست ہو جیسے معیر رہن کو راہن سے رجوع کرنا درست ہے جبکہ وہ اپنے مال
کی تخلیص کیواسطے راہن کا دین ادا کرے کذا فی الطحطاوی ولو رہن شیئا ثم اقر بالرہن لغیرہ لا یصدق فی حق المرتہن ویؤمر بقضاء الدین وردہ الی المقر لہ واگر راہن نے

کوئی چیز رہن رکھی پھر اقرار کیا کہ یہ چیز غیر مرتہن کے پاس رہن تھی تو مرتہن کے حق میں اسکی تصدیق نہوگی اور راہن کو ادائے دین کا حکم کیا جائیگا اور رہن چھڑا کے
پھیر دینے کا مقر لہ کی طرف امر ہوگا داور رہن دار ذخیرہ نا جائز معا جہا جائز اور اگر ایک نے دوسرے کا گھر رہن رکھ لیا پھر اسکے مالک سے رہن رکھنا جائز رکھا تو یہ درست ہے
و بینۃ الراہن علی قیمۃ الرہن اولی اور راہن کے گواہ مرہون کی قیمت پر مقدم ہیں مرتہن کے گواہوں سے یعنی مرہون کے تلف ہونے کے بعد اختلاف پڑا اسکی قیمت
میں راہن کہتا ہے کہ اسکی قیمت سو درم تھی مثلاً اور مرتہن کہتا ہے کہ ۵۰ درم قیمت تھی اور دونوں نے گواہ گذرانے تو راہن کے گواہ مقدم ٹھہرینگے کیونکہ وہ زیادتی
ضمان کے مثبت ہیں وزوائد الرہن کولدہ وثمرہ رہن لاغلۃ دار وارض وعبد فلا یصیر رہنا اور زوائد رہن کی یعنی مرہون کی بڑھوتیاں جیسے مرہون کا بچہ اور
پھل رہن میں داخل ہیں نہ کرایہ گھر و زمین اور غلام کا تو وہ رہن میں داخل نہوگا مع عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ زوائد رہن کی دو قسم ہیں ایک قسم تو رہن
میں داخل نہیں یعنی جو زیادت کہ متولد نہو اور نہ بدلا ہو کسی جزو کا اجزاء عین سے جیسے کسب اور ہبہ اور صدقہ اور مانند اسکے اور ایک قسم رہن میں داخل ہے
یعنی جو مرہون سے متولد ہو جیسے بچہ اور پھل اور اون اور روئیں یا بدلا ہو کسی جزو کا جیسے عضو کا خونبہا اور رہن میں داخل ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اصل کے
ساتھ زوائد بھی محبوس رہینگے مرتہن کے پاس لیکن انکے تلف ہو جانے میں تاوان نہیں تو انکے تلف ہو جانے سے فک رہن سے پہلے کچھ دین ساقط نہوگا کذا فی الخلاصۃ
مختصرا الرہن الفاسد کالصحیح فی ضمانہ رہن فاسد رہن صحیح کے مانند ہے اسکی ضمان میں اور صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنا گھر نصف غیر مقسوم رہن رکھا یا نصف
غلام رہن رکھا ہزار درم قرض لے کر اور درموں کو خرچ کر ڈالا پھر عقد رہن کو توڑا راہن نے فساد کی وجہ سے تو مرتہن کو حبس مرہون تا استیفاء دین درست
ہے اور اگر مرہون تلف ہوگا مرتہن کے پاس فسخ کے بعد تو رہن صحیح کے مانند مرتہن پر تاوان لازم ہوگا کذا فی المنح ملخصا وصح استعارۃ شیء لیرہنہ فیرہن
بما شاء اذا اطلق ولم یقید بشیء اور صحیح ہے عاریت لینا کسی چیز کا تا مستعیر اسکو رہن رکھ لے تو مستعیر رہن رکھے عاریت کی چیز جسقدر رکھنا چاہے اور جسطرح چاہے
بشرطیکہ عاریت دینے والے نے علی الاطلاق دیا ہو اور کسی چیز کی قید نہ لگائی ہو وان قیدہ بقدر او جنس او مرتہن او بلد تقید بہ وحینئذ فان خالف
ما قیدہ بہ المعیر ضمن المعیر المستعیر او المرتہن لتعدی کل منہما اور اگر معیر نے رہن میں مقدار دین کی یا جنس دین کی یا مرتہن کی یا شہر کی قید لگائی یعنی
کہا کہ اس قدر دین پر رہن رکھنا یا فلانے شخص کے بدلے یا فلانے شخص کے پاس یا فلانے شہر میں رہن رکھنا تو رہن اسی قید کے ساتھ مقید ہوگا اور
اسوقت میں تو اگر مستعیر معیر کی قید لگانے سے خلاف کریگا تو معیر تاوان لیگا مستعیر سے یا اسکے مرتہن سے دونوں کی تعدی اور زیادتی کے سبب سے ہم مستعیر کی
تعدی تو صریح ہے مخالفت کرنے سے اور مرتہن کی تعدی یہ ہے کہ اسنے بیگانی چیز پر قبضہ کیا بدون اسکے اذن کے تو مستعیر تو غاصب ہوا اور مرتہن غاصب سے غاصب ٹھہرا
الا اذا خالف الی خیر بان عین لہ اکثر من قیمتہ فرہنہ باقل من ذلک لم یضمن لمخالفتہ الی خیر مگر جبکہ مستعیر نے معیر کی مخالفت کی نیک امر میں اسطرح پر کہ
معیر نے مستعیر کے لیے مستعار کی قیمت سے اکثر معین کر دیا سو مستعیر نے اسکو اس سے کمتر پر رہن رکھا تو مستعیر پر تاوان لازم نہوگا کیونکہ اسنے بہتری میں مخالفت کی
یعنی اس مخالفت میں مالک کا فائدہ ہے نقصان جو تاوان لازم آوے فان ضمن المعیر المستعیر تم عقد الرہن لتملکہ بالضمان پھر اگر معیر نے تاوان لیا مستعیر سے تو
رہن کا عقد کامل ہوگیا بسبب مالک ہو جانے مستعیر کے مستعار کا تاوان دے کر وان ضمن المرتہن یرجع بما ضمن وبالدین علی الراہن کما فی الاستحقاق اور اگر
معیر نے تاوان لیا مرتہن سے تو مرتہن راہن سے دین اور تاوان پھیرے جسقدر کہ اسنے تاوان دیا جیسے استحقاق میں یعنی جب مستحق کو مرتہن نے مرہون کے تلف ہونے کے بعد
تاوان دیا تو مرتہن راہن سے دین اور تاوان پھیریگا جیسے مذکور ہو چکا فان وافق وہلک عند المرتہن صار المرتہن مستوفیا لدینہ پھر اگر مستعیر معیر کے موافق ہوا یعنی
مستعار کو بقدر اجازت معیر کے رہن رکھا اور مستعار تلف ہوگیا مرتہن کے پاس تو مرتہن اپنے دین کا پانے والا ٹھہر گیا بشرطیکہ قیمت اسکی دین کے برابر ہو یا زیادہ
اور اگر قیمت دین سے کم ہوگی تو باقی کو راہن سے لیگا کذا فی الطحطاوی ووجب مثلہ ای مثل الدین للمعیر علی المستعیر وہو الراہن لقضاء دینہ بہ اور دین کے
برابر معیر کے واسطے مستعیر یعنی راہن پر دینا واجب ہوگا بسبب ادا ہونے دین راہن کے مرہون کے سبب سے ان کان کلہ مضمونا والا بقدر المضمون

ضمن قدر المضمون والباقی امانۃ وجوب بقدر دین اُس صورت میں ہے کہ اگر تمام دین مضمون ہو اور اگر تمام دین کا ضمان نہوا ہو تو راہن مستعیر بقدر مضمون کے ضمان دیگا اور باقی امانت ہے وکذا لو تعیب فیذہب من الدین بحسابہ ویجب مثلہ للمعیر اور اسی طرح اگر مستعار مرتہن کے پاس عیب دار ہو گیا تو بقدر حصہ عیب کے دین جاتا رہیگا اور اسی کے مانند معیر کے واسطے مستعیر پر واجب ہوگا ولو افتکہ ای الرہن المعیر اجبر المرتہن علی القبول ثم یرجع المعیر علی الراہن لانہ غیر متبرع لتخلیص ملکہ بخلاف الاجنبی بما ادی ان ساوی الدین القیمۃ وان الدین زید فالزائد تبرع والا قل فلا جبر درر لکن استشکلہ الزیلعی وغیرہ ولذا لم یصرح علیہ فی متنہ مع کمال متابعۃ الدرر فتدبر اور اگر معیر نے فک رہن کا ارادہ کیا تو مرتہن پر اُسکے قبول کرنے پر جبر کیا جاویگا پھر معیر نے جو دین ادا کیا وہ راہن سے بھرلیگا اسواسطے کہ معیر متبرع نہیں کیونکہ وہ مضطر ہے اپنے ملک کی تخلیص کے سبب سے برخلاف اجنبی کے کہ وہ ادا سے دین میں متبرع ہے رجوع معیر اس شرط پر ہے کہ دین برابر ہو قیمت مرہون کے اور اگر دین زائد ہوگا اُسکی قیمت سے تو زائد کا ادا کرنا تبرع ہے یعنی تو اسقدر کا رجوع نہوگا اور اگر دین کم ہے قیمت سے تو مرتہن پر جبر نہیں تسلیم مرہون کا کذا فی الدرر لیکن ادا سے زائد کے تبرع ہونے میں زیلعی وغیرہ نے اشکال کیا ہے اور مصنف نے اُس اشکال کو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں تو اسی واسطے مصنف نے زائد کے تبرع ہونے پر تصریح نہیں کی یعنی اپنے متن میں اسکو ذکر نہیں کیا باوجودیکہ کمال متابعت درر کے سو اسکو تامل کر یعنی باوجودیکہ مصنف اپنے متن میں درر کی کمال متابعت کرتا ہے لیکن اشکال زیلعی وغیرہ کے سبب اُسکو متن کے اندر داخل نہیں کیا ہے تبرع زائد کا اشکال زیلعی نے یوں بیان کیا ہے کہ یہ مشکل ہے اسواسطے کہ تخلیص مرہون حاصل نہیں ہوسکتی بعض دین کے ادا کرنے سے تو معیر مضطر ٹھہرا اور یہ اسواسطے ہے کہ غرض معیر تخلیص سے یہی ہے کہ اُس سے منتفع ہو اور یہ حاصل نہیں ہوسکتا بدون ادا کرنے تمام دین کے اسواسطے کہ مرتہن کو اختیار رہے حبس مرہون کا تا ادا سے کل دین کذا فی الحلبی طحطاوی نے حموی اور شرح قدوری سے جواب اشکال مذکور کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ مصنف پر اُسکی تصریح واجب تھی من شاء فلیرجع الیہ ولو ہلک الرہن المستعار مع الراہن قبل رہنہ وبعد فکہ لم یضمن وان استخدمہ او رکبہ ونحو ذلک من قبل لانہ امین خالف ثم عاد الی الوفاق فلا یضمن خلافا للشافعی اور اگر مرہون مستعار ہلاک ہو گیا راہن کے پاس رہن رکھنے سے پہلے یا بعد فک رہن کے تو راہن پر اُسکا تاوان نہیں اگرچہ قبل اسکے مستعار سے اُسنے خدمت لی ہے یا اُسپر سواری کی ہے اور مانند اُسکے اور استعمال کیا ہے اسلیے کہ راہن امین ہے جسنے مالک کی مخالفت کے بعد اُسکی پھر موافقت کی تو اس موافقت بعد المخالفۃ سے اُسپر ضمان لازم نہوگا برخلاف امام شافعی رح کے لکن فی الشرنبلالیۃ عن العمادیۃ المستاجر والمستعیر اذا خالفا ثم عادا الی الوفاق لا یبرأ عن الضمان علی ما علیہ الفتوی انتہی لیکن شرنبلالیہ میں عمادیہ سے منقول ہے کہ مستاجر یا مستعیر جبکہ دونوں مالک کی مخالفت کریں بعد اسکے پھر موافقت کریں تو پھر واجبا تاوان سے بری الذمہ نہوگا بموجب اُس قول کے جسپر فتوی ہے انتہی ما فی الشرنبلالیۃ بقی لو اختلفا فالقول للراہن لانہ ینکر الایفاء بمالہ باقی یہ مسئلہ کہ اگر معیر اور مستعیر نے اختلاف کیا مرہون کے تلف ہو جانے کے وقت میں تو مستعیر راہن کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ اپنے اتلاف مال کا منکر ہے یعنی وجوب ضمان کا منکر ہے صورت اختلاف یہ ہے کہ معیر کہتا ہے کہ مرہون مستعار تلف ہو گیا مرتہن کے پاس اور مستعیر کہتا ہے بلکہ میرے پاس قبل رہن یا بعد فک رہن تلف ہوا کذا فی الطحطاوی تو مطلب معیر کا یہ ہے کہ بقدر دین مستعیر پر ضمان واجب ہوا اور مستعیر کا مدعا یہ ہے کہ مجھپر ضمان واجب نہو ولو اختلفا فی قدر ما امرہ بالرہن فالقول للمعیر ہدایہ اور اگر دونوں نے اختلاف کیا اس مقدار میں جسقدر پر رہن رکھنے کا معیر نے امر کیا تھا تو معیر کا قول مقبول ہوگا کذا فی الہدایہ یعنی مقدار دین میں اختلاف ہوا معیر اکثر دین کا مدعی ہے تا مستعیر پر تلف ہو جانے کے وقت ضمان زائد لازم آوے اور مستعیر اقل دین کا دعوی کرتا ہے اختلفا فی الدین والقیمۃ بعد الہلاک فالقول للمرتہن فی قدر الدین وقیمۃ الرہن شرح تکملۃ اور اگر راہن اور مرتہن نے مقدار دین یا در قیمت مرہون میں اختلاف کیا بعد ہلاک ہو جانے مرہون کے تو مرتہن کا قول مقدار دین یا قیمت مرہون میں معتبر ہے کذا فی شرح التکملۃ ولو مات مستعیرہ مفلسا مدیونا فالرہن باق علی حالہ فلا یباع الا برضی المعیر لانہ ملکہ اور اگر رہن کا مستعیر مفلس مدیون ہو کر مرگیا تو عقد رہن کا باقی ہے اپنی حالت سابقہ پر مرتہن کے پاس تو

مرہون بیچا نہ جاویگا مگر معیر کی رضامندی سے اسواسطے کہ مرہون معیر کا مملوک ہے ولو اراد المعیر بیعہ وابی المرتہن البیع لا یبیعہ بغیر رضاہ ان کان بہ ای بالرہن
وفاء والا لا یباع الا برضاہ اور اگر معیر بیع مرہون کا ارادہ کرے اور مرتہن نہ مانے تو وہ بیچا نہ جاویگا بدون اسکی رضامندی کے اگر مرہون کی قیمت سے دین کا مرتہن ادا
ہوجائے اور اگر دین ادا نہو تو اسکی بیع نہوگی بلا رضامندی مرتہن کے ولو مات المعیر مفلسا وعلیہ دین امر الراہن بقضاء دینہ فیسترد الرہن
لیحصل کل ذی حق حقہ اور اگر معیر مرجائے مفلس ہوکر اور اسپر دین ہو تو راہن پر امر کیاجائے اپنی ذات دین کے ادا کرنیکا اور مرہون مستعار معیر دیا جاتا تاکہ ہر صاحب
اپنے حق کو پہونچے وان عجز لفقرہ فالرہن علی حالہ کما لو کان المعیر حیا اور اگر راہن مستعیر عاجز ہو اپنے دین کے ادا کرنے سے محتاجی کے سبب سے تو رہن باقی
اپنی حالت پر جیسا کہ اگر معیر زندہ ہو اور مستعیر عاجز ہو تو رہن قائم رہے گا ولورثتہ ای ورثۃ المعیر اخذہ ای الرہن بعد قضاء دینہ لکونہ شفیعا اور معیر کے وارثوں کو
مرہون کا لینا درست ہے بعد ادا کرنے دین مرتہن کے مورث مانند یعنی اگر وارث معیر کے مرتہن کا دین ادا کریں تو مرہون پر قبضہ کریں فان طلب غرماء المعیر من ورثتہ
بیعہ فان وفاء بیع والا فلا یباع الا برضی المرتہن لما مر پھر اگر معیر کے قرضخواہ معیر کے وارثوں سے مرہون مستعار کی بیع طلب کریں تو اگر مرہون
کی قیمت سے دین ادا ہوجائے تو وہ بیچا جاوے اور اگر دین ادا نہو تو نہ بیچا جائے مگر مرتہن کی رضامندی سے چنانچہ عنقریب گذر گیا بدلیل گذشتہ متن انفا معہ
ہے اور اگر دین مرتہن سے فاضل معیر کے قرضخواہوں کو کفایت نکرے تو بدون انکی رضامندی کے بیع درست نہیں اور اگر کفایت کرے تو بیع جائز ہے بدون انکی
رضامندی کے بسبب پہونچ جانے انکے حق کے اور اسی طرح کا حکم ہے اگر معیر یا مستعیر مرجاوے کذا فی الطحطاوی واعلم ان جنایۃ الراہن علی الرہن کلا او بعضا مضمونۃ
اور یہ معلوم کرکہ جنایت راہن کی مرہون کے کل پر یا بعض پر مضمون ہے یعنی تاوان اسکا راہن پر واجب ہے حم یعنی اگر راہن مرہون غلام کو قتل کرے یا کوئی عضو اسکا
کر ڈالے تو راہن پر ضمان واجب ہوگا اسلیے کہ حق مرتہن کا لازم محترم ہے اور مالیت سے اسکی ملک متعلق ہے لہذا مالک اجنبی ٹھہرایا گیا ضمان کے حق میں کجنایۃ المرتہن
علیہ جیسے جنایت مرتہن کی مرہون پر واجب الضمان ہے یعنی اگر مرتہن مرہون کو قتل کریگا تو اسپر تاوان لازم ہوگا وسقط من دینہ ای دین المرتہن بقدرہا ای
الجنایۃ لانہ اتلف ملک غیرہ فلزمہ ضمانہ واذا لزمہ وقد حل الدین سقط بقدرہ ولزمہ الباقی بالاتلاف لا بالرہن اور مرتہن کا دین بقدر جنایت کے ساقط ہوجاوے گا
اسواسطے کہ مرتہن نے غیر کی ملک کو تلف کیا تو اسپر ضمان لازم ہوگا اور جبکہ ضمان لازم ہوا اور دین موجل نہیں ہے تو دین ساقط ہوگا بقدر اسکے اور باقی مرتہن پر
لازم ہوگا مرہون کے تلف کر ڈالنے کے سبب سے نہ رہن کے سبب سے حم مرتہن کو باقی لازم ہوا اسواسطے کہ جو قیمت مرہون کی قدر دین سے زائد ہے وہ امانت ہے
اور مرتہن پر اسکا ضمان تلف کر ڈالنے سے لازم ہوا نہ عقد رہن کے سبب سے تو وہ بمنزلہ ودیعت کے ہے جبکہ مودع اسکو تلف کرے اور اسپر ضمان لازم آوے
کذا فی الدرر وہذا اذا کان الدین من جنس الضمان والا لم یسقط منہ شیء والجنایۃ علی المرتہن اور یہ یعنی سقوط دین بقدر جنایت اسوقت ہے جبکہ دین ضمان کی جنس سے
یعنی دراہم اور دنانیر ہو اور اگر اسکی جنس سے نہو چنانچہ مکیل ہو تو دین سے کچھ ساقط نہوگا اور جنایت مرتہن پر قائم رہیگی وللمرتہن ان یستوفی دینہ اور مرتہن کو درست
ہے کہ اپنا دین پورا بھر لے لکن لو اعور عینہ یسقط نصف دینہ عنہ قہستانی وبرجندی لیکن اگر مرتہن نے غلام مرہون کی ایک آنکھ پھوڑ ڈالی تو مرتہن کا نصف دین ساقط
ہوگا کذا فی القہستانی والبرجندی حم یہ اس صورت میں ہے جبکہ غلام کی قیمت دین کے برابر ہو اسواسطے کہ آنکھ بمقدار نصف دیت ہے اور غلام کی دیت اسکی قیمت ہے
اور اگر مرہون جانور ہو تو اسکی آنکھ پھوڑنے سے ربع دین ساقط ہو گیا چنانچہ مذکور ہوچکا اور اگر دین قیمت سے زیادہ ہو تو سقوط نصف دین کی وجہ ظاہر نہیں
ہوتی تو اس مسئلہ کی تحریر کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وجنایۃ الرہن علیہما ای الراہن والمرتہن وعلی مالہما ہدر اے باطل اور جنایت مرہون راہن اور مرتہن پر
اور دونوں کے مال پر ہدر ہے یعنی باطل ہے یعنی جنایت کے بدلے کوئی چیز واجب نہیں اذا کانت الجنایۃ غیر موجبۃ للقصاص فی النفس ودون الاطراف
اذ لا قود بین طرفی عبد وحر یعنی جنایت غلام مرہون کی باطل ہے جبکہ جنایت قصاص فی النفس کی موجب نہو سوائے اطراف کے اسواسطے کہ غلام
اور آزاد کے ہاتھ یا ناک وغیرہ اطراف میں قصاص نہیں ہے یعنے غلام کا قتل باطل ہے اور اطراف میں تو قصاص ہی نہیں ہے وان کانت

موجبة للقصاص فمعتبرة فیقتص منه ویبطل الدین خانیه وعبارة القهستانی وشرح المجمع یبطل الرهن ور اگر جنایت قصاص کی موجب ہو تو معتبر ہے یعنی قتل عمد
میں غلام سے قصاص لیا جاویگا اور دین باطل ہوگا کذا فی الخانیة اور قہستانی اور شرح مجمع کی عبارت یہ ہے کہ رہن باطل ہوجاویگا میں بطلان دین کی وجہ یہ ہے
کہ جب غلام مرہون قتل ہوا تو محل استیفاء دین باقی نہ رہا اور ظاہر البطلان دین و بطلان رہن میں کچھ خلاف نہیں کذا فی الطحطاوی والجنایة ای الرهن علی ابن
الراهن او علی ابن المرتهن فانها معتبرة فی الصحیح حتی یدفع بها او یفدی وان کانت علی المال یباع کما لو جنی علی الاجنبی اذ هو اجنبی لتباین الاملاک
زیلعی جیسے جنایت مرہون کی راہن کے فرزند یا مرتہن کے فرزند پر ہو اسواسطے کہ وہ معتبر ہے قول صحیح میں تو مرہون دیا جاویگا بسبب جنایت کے یا اسکا فدیہ
دیا جائے اور اگر جنایت مرہون کے مال پر ہو تو وہ بیچا جاوے گا اور صاحب مال کو دیا جاویگا چنانچہ شخص اجنبی پر اُسکی جنایت معتبر ہے فرزند راہن اور
مرتہن پر جنایت اسواسطے معتبر ہوئی کہ فرزند باپ سے اجنبی ہے بتباین املاک کے سبب سے کذا فی الزیلعی ولو رهن عبدا یساوی الفا بالف موجل
فرجعت قیمته الی مائة فقتله رجل وغرم مائة وحل فالمرتهن یقبضها ای المائة قضاء لحقه ولا یرجع علی الراهن بشیء لکونه بلا قتل والاصل ان
نقصان السعر لا یوجب سقوط الدین بخلاف نقصان العین فاذا کان الدین باقیا وید المرتهن ید الاستیفاء فیصیر مستوفیا للکل من الابتداء اور اگر وہ غلام
جو ہزار درم کے برابر ہے ہزار درم موجل پر رہن رکھا پھر اُسکی قیمت پلٹ کر سو درم کی ہوگئی پھر اُسکو ایک مرد نے قتل کیا اور سو درم تاوان دیا اور دین
مرتہن کی مدت آپہونچی تو مرتہن سو درم پر قبضہ کرے اپنے ادا حق کے سبب سے یعنی ادائے بعض حق کے سبب سے اور راہن سے کچھ نہ لے گا جیسے غلام مرہون
کی موت بلا قتل میں راہن پر کوئی چیز نہیں اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ نقصان نرخ سقوط دین کا موجب نہیں برخلاف نقصان عین کے پھر جبکہ دین باقی رہا
اور قبض مرتہن کا قبضہ استیفا ہے تو وہ تمام دین کا پانے والا ٹھہر گیا ابتداء رہن سے ولو باعه ای العبد المذکور بمائة بامر الراهن قبض المائة قضاء
لحقه ورجع بتسعمائة لانه لما کان الدین باقیا وقد اذن ببیعه بمائة کان الباقی فی ذمته کانه استرده وباعه بنفسه اور اگر مرتہن نے غلام مذکور بیچا سو درم کے
راہن کے امر سے تو مرتہن قبضہ کرے گا سو درم پر اپنے حق کے سبب سے اور نو سو درم راہن سے بھر لے گا اسواسطے کہ جب دین باقی رہا اور البتہ راہن نے
اُسکو سو درم کے ساتھ بیچنے کا اذن دیا تھا تو باقی دین یعنی نو سو درم راہن کے ذمہ پر لازم رہے گویا اذن مذکور سے راہن نے مرہون پھیر لیا مرتہن سے اور اُسکو
بذات خود بیچڈالا ولو قتله عبد قیمته مائة فدفع به افتکه الراهن وجوبا بکل الدین وهو الالف لقیام الثانی مقام الاول لحما ودما وقال محمد ان شاء
افتکه بکل دینه او ترکه علی المرتهن بدینه وهو المختار کما فی الشرنبلالیة عن المواهب لکن عامة المتون والشروح علی الاول اور اگر ہزار درم کی قیمت والے
غلام مرہون کو اُس غلام نے قتل کیا جسکی قیمت سو درم ہے پھر قاتل غلام قتیل کے بدلے دیا گیا تو راہن پر واجب ہے کہ غلام مذکور کو تمام دین یعنی ہزار
درم دے کر رہن سے چھوڑاوے بسبب قائم ہوجانے غلام ثانی کے غلام اول کے مقام پر گوشت اور خون میں یعنی آدمی ہونے میں دونوں برابر ہیں اور محمد رح
نے کہا راہن اگر چاہے اُسکا رہن فک کرے مرتہن کا سب دین دے کر یا اُسکو مرتہن کے پاس چھوڑ دے اُسکے دین کے بدلے اور یہی قول محمد رح کا مختار ہے جیسا کہ
شرنبلالیہ میں ہے مواہب الرحمن سے منقول لیکن اکثر فقہ کے متون اور شروح اول قول پر مشتمل ہیں فان جنی ترک التفریع اولی الراهن خطاء فداه المرتهن لانه
ملکه ولو یرجع علی الراهن بشیء پھر اگر غلام مرہون نے ازراہ خطا کسی کو قتل کیا تو مرتہن اُسکا فدیہ دے اسواسطے کہ مرہون اُسکی ملک ہے اور مرتہن فدیہ دیکر
راہن سے کچھ نہ لے گا شارح نے کہا مصنف کو فا تفریع کا ترک کرنا بہتر تھا یعنی اسواسطے کہ یہ مسئلہ مسئلہ سابقہ سے متفرع نہیں ہم تعلیل ملک مرتہن غیر ظاہر ہے تو
اگر شارح یوں کہتا لان الجنایة حصلت فی ضمانه تو بہتر تھا کذا فی الطحطاوی یعنی قتل حاصل ہوا مرتہن کے ضمان میں اسواسطے کہ ضمان جنایہ کا مرتہن پر ہے اور غلام
مرہون کا بالکل اُسکے ضمان میں ہے اور اُسکا دین رقبہ غلام کو مستغرق ہے کذا فی الدرر ولا یملک ان یدفعه الی ولی الجنایة لانه لا یملک التملیک اور مرتہن
مالک نہیں غلام کے دینے کا ولی جنایت کو یعنی مقتول کے مالک یا وارث کو اسواسطے کہ مرتہن تملیک مرہون کا مالک نہیں فان ابی المرتہن من الفداء دفعه الراهن

ان شاء او فداه وسقط الدين بكل قيمتها او اقل من قيمته الدين او ساويا ولو اكثر لسقط قدر قيمة العبد فقط ولا يسقط الباقي من الدين پھر اگر مرتہن نے
فدیہ دینے سے انکار کیا تو راہن دے غلام قاتل کو اگر چاہے یا اسکا فدیہ دے اور دین مرتہن دونوں صورتوں میں یعنی دفع اور فدیہ میں ساقط ہوگا اگر دین کم ہو
مرہون کی قیمت سے یا برابر ہو اور اگر دین قیمت سے زیادہ ہو تو فقط بقدر قیمت غلام کے ساقط ہوگا اور باقی دین ساقط نہوگا ولو استهلك مالا يستغرق رقبته فداه
المرتهن فان ابى باعه الراهن او فداه اور اگر مملوک مرہون تلف کرے اس قدر کو جو اسکی قیمت سے کمتر ہے تو مرتہن مرہون کا فدیہ دے پھر اگر وہ فدیہ نہ دے تو راہن
اسکو بیچ ڈالے یا اسکا فدیہ دے ہم اگر مرتہن فدیہ دیگا تو رہن اور اسکا دین بحال سابق باقی رہیگا اور در صورت انکار مرتہن اگر راہن اسکو بیچے تو جسکا مال تلف کیا ہے
اسکا دین ادا کرے اور اگر فدیہ دیگا راہن تو مرتہن کا دین ساقط ہوگا اور اسکی تفصیل حموی اور عالمگیری میں ہے ولو قتل ولد الرهن انسانا او استهلك مالا دفعه الراهن
خرج عن الرهن او فداه وبقي رهنا مع امه اور اگر مرہون لونڈی کا فرزند قتل کرے کسی انسان کو یا تلف کرے کسی مال کو تو راہن اسکو دیڈالے اور وہ رہن سے
خارج ہوگیا یا راہن اسکا فدیہ دے اور وہ رہن باقی رہیگا اپنی ماں کے ساتھ واما جناية الدابة فهدر وبصير كانه هلك بآفة سماوية وتمامه في الخانية اور جانور
مرہون کی جنایت تو باطل ہے یعنی اگر جانور جانور کو مار ڈالے یا مال کو تلف کرے تو اسکا ضمان نہیں اور اسکا تلف کرنا ایسا ہوگا گویا آفت آسمانی سے وہ تلف
ہوگیا اور اسکا پورا بیان فتاوی قاضی خاں میں ہے مات الراهن باع وصيه رهنه باذن مرتهنه وقضى دينه لقيامه مقامه راہن مرگیا تو اسکا وصی
اسکے مرہون کو بیع کرے اسکے مرتہن کے اذن سے اور اسکا دین ادا کرے بسبب قائم ہونے وصی کے مقام راہن کے فان لم يكن له وصي نصب القاضي
له وصيا وامره ببيعه لان نظره عام پھر اگر راہن میت کا کوئی وصی نہو تو قاضی قائم کرے ایک وصی کو اور اسکو بیع مرہون اور ادائے دین راہن کا امر
کرے اسواسطے کہ قاضی کی نظر عام ہے یعنی قاضی منصوب ہے اسواسطے کہ حقوق مسلمین پر نظر رہے جبکہ وہ عاجز ہوں اپنے کام میں وهذا لو ورثته صغارا فلو
كبارا خلفوا الميت في المال فكان عليهم تخليصه جوهرة اور یہ یعنی بیع وصی کی اسوقت ہے جبکہ وارث راہن کے صغیر نابالغ ہوں سو اگر وہ بالغ جوان ہوں تو
وہ میت کے خلیفہ ہیں مال میں تو انپر چھڑانا مرہون کا لازم ہے کذا فی الجوہرة فروع مسائل ملحقة بشارح کے رهن الوصي لبعض التركة لدين على الميت عند غريم من
غرمائه توقف على رضى البقية ولهم رده فان قضى دينهم قبل الرد نفذ ولو تفرد الغريم جاز وبيع في دينه وصی نے بعض متروکہ رہن رکھا اس دین کے لیے جو میت
پر ہے ایک دائن کے پاس منجملہ اور دین والوں کے تو رہن موقوف رہیگا باقیوں کی رضامندی پر اور انکو رہن کا پھیر دلانا درست ہے پھر اگر وصی نے باقی
لوگوں کا دین ادا کر دیا رد کرانے رہن سے پہلے تو رہن مذکور نافذ ہوجاویگا اور اگر صاحب دین ایک ہی شخص ہو تو رہن جائز ہے اور مرہون بیچا جاویگا ادائے
دین کے واسطے وفي معين المفتي للمصنف لا يبطل الرهن بموت الراهن ولا بموت المرتهن ولا بموتهما ويبقى الرهن رهنا عند الورثة اور مصنف کی کتاب معین المفتی
میں ہے کہ رہن باطل نہیں ہوجاتا راہن کی موت سے اور نہ مرتہن کی موت سے اور نہ راہن اور مرتہن دونوں کے مرجانے سے اور مرہون رہن رہتا ہے وارثوں
کے پاس ہم اسواسطے کہ وارث راہن کے قائم ہیں اور اگر وارث نہیں تو وصی کے پاس رہن قائم رہیگا کذا فی الطحطاوی

فصل فی مسائل متفرقة یہ فصل ہے کتاب الرہن کے مسائل متفرقہ میں رهن عصيرا قيمته عشرة بعشرة فتخمر ثم تخلل وهو يساوي العشرة فهو رهن
بعشرة كما كان انگور کا شیرہ جسکی قیمت دس درم ہے رہن رکھا دس درم پر سو وہ خمر ہوگیا پھر سرکہ ہوگیا اور وہ پھر کر دس درم کے برابر ہے تو وہ دس درم پر
مرہون رہتا ہے جیسا کہ خمر ہونے سے پہلے رہن تھا ہم لائق یوں تھا کہ رہن باطل ہوجاتا اسواسطے کہ خمر ہوجانے سے مال متقوم نہ رہا لیکن باطل نہوا سرکہ ہوجانے
کی صلاحیت سے ولہذا اگر شیرہ خرید کرے اور وہ خمر ہوجاے قبض سے پہلے تو بیع باطل نہیں سرکہ ہوجانے کے احتمال سے پھر جب سرکہ بن گیا تو عارض زائل ہوگیا
ثابت ہونے سے پہلے تو گویا اسکا وجود ہی نہ تھا کذا فی الدرر والحموی ثم المعتبر فيه الزيادة والنقصان القدر لا القيمة على ما افاده ابن الكمال پھر ہمیں یعنی اس
شیرہ میں جو خمر ہوگیا پھر سرکہ بنگیا اسکی زیادتی اور نقصان میں مقدار معتبر ہے نہ قیمت کی کمی بیشی چنانچہ ابن کمال نے اسکو بیان کیا ہے ہم کمی بیشی میں مقدار کا اعتبار

ہوا نہ قیمت کا اسواسطے کہ عصیر اور خمر مقدرات سے ہیں کیونکہ دونوں کیلی ہیں یا وزنی اور کیلی وزنی میں قیمت کا نقصان کچھ بھی سقوط دین کا موجب نہیں
ہوتا کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی وعلیہ الفتوی فان انتقص شیء من قدرہ سقط بقدرہ والا فلا اور بنا بر اعتبار کمی بیشی مقدار کے اگر شیرہ کی مقدار سے کچھ کم
ہوگا تو دین بقدر اسکے ساقط ہوگا اور اگر کم نہوگا تو دین بھی ساقط نہوگا ولو رہن شاۃ قیمتہا عشرۃ بعشرۃ ہذا قید لابد منہ لانہ لو کان قیمتہا اکثر من الدین
یکون الجلد ایضا بعضہ امانۃ بحسابہ فنبہ فماتت بلا ذبح فدبغ جلدہا بما لا قیمۃ لہ فلو لہ قیمۃ ثبت للمرتہن حق حبسہ بما زاد دباغہ وہل یبطل الرہن قولان وہو ای
الجلد یساوی درہما فہو رہن بہ اور اگر وہ بکری جسکی قیمت دس درم ہے دس درم پر رہن رکھی پھر وہ بدون ذبح کرنے کے مر گئی سو اسکی کھال کی بے قیمت
چیز سے یعنی مٹی یا آفتاب کی دھوپ سے دباغت کی گئی اور وہ کھال ایک درم کی ہے تو وہ ایک درم پر رہن ٹھہرے گی شارح نے کہا کہ یہ قید یعنی بکری کی
قیمت دس درم ہونا ضروری ہے اسواسطے کہ اگر اسکی قیمت دین سے زیادہ ہوگی تو کچھ کھال بھی مرتہن کے پاس امانت ٹھہرے گی اسکے حساب کے موافق سو فرمادیا
طحطاوی نے کہا مثلاً اگر دین دس درم ہے اور قیمت بکری کی ۲۰ درم ہے اور کھال ایک درم کی ہے تو کھال نصف درم پر رہن ہوگی انتہی پھر اگر قیمت والی چیز سے
دباغت ہوگی تو جسقدر دباغت سے اسکی قیمت زیادہ ہوجاویگی اُسقدر کے حبس میں مرتہن کا اختیار ہے اور اس صورت میں رہن باطل ہوگا یا نہیں سمیں دو قول ہیں
بعضوں کے نزدیک رہن باطل ہے اور بعضوں کے نزدیک صحیح ہے بلا ذبح کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر بکری ذبح ہوکر مرگئی تو بالکل مضمون ہوگی کذا فی الطحطاوی بخلاف
ما اذا ماتت الشاۃ المبیعۃ قبل القبض فدبغ جلدہا حیث لا یعود البیع بقدرہ علی المشہور والفرق ان الرہن یتقرر بالہلاک والبیع قبل القبض ینفسخ بخلاف اس صورت کے
کہ بکی بکری قبض مشتری سے پہلے مرگئی پھر اسکی کھال کی دباغت ہوئی تو یہاں عود بیع نہوگا بقدر کھال کے بنا بر قول مشہور کے اور فرق رہن اور بیع میں یہ ہے کہ رہن
ثابت ہوجاتا ہے ہلاک مرہون سے اور بیع قبل قبض کے فسخ ہوجاتی ہے مبیع کے تلف ہوجانے سے ولو ابق عبد الرہن وجعل العبد بالدین ثم عاد یعود الدین
والرہن خلافا للزفر اور اگر مرہون غلام بھاگ گیا مرتہن کے پاس اور غلام مذکور دین کے بدلے ٹھہرایا گیا بعد اسکے غلام پھر آیا تو دین اور رہن پھر ثابت ہوگیا بخلاف
زفر کے ونماء الرہن کالولد والثمر واللبن والصوف والوبر والارش ونحو ذلک للراہن لتولدہ من ملکہ اور مرہون کی بڑھوتی یعنی جو چیز مرہون کی ذات سے
پیدا ہو چنانچہ بچہ اور پھل اور دودھ اور اون اور روئیں اور خونبہا اور مانند اسکے وہ راہن کی ملک ہے بسبب اسکے پیدا ہونے کے راہن کی مملوک چیز سے وہو رہن
مع الاصل تبعا لہ اور وہ اصل مرہون کے ساتھ رہن ہے اپنی اصل کے تابع ہوکر بخلاف ما ہو بدل عن المنفعۃ کالکسب والاجرۃ وکذا الہبۃ والصدقۃ فانہا غیر داخلۃ
فی الرہن فتکون للراہن والاصل ان کل ما یتولد من عین الرہن یسری الیہ حکم الرہن وما لا فلا مجمع الفتاوی بخلاف اس بڑھوتی کے جو منفعت مرہون کا بدلا
ہے چنانچہ کمائی اور مزدوری اور اسی طرح ہبہ اور صدقہ اسواسطے کہ وہ رہن میں داخل نہیں اور وہ راہن کا مملوک ہے قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو چیز پیدا
ہو مرہون کی ذات سے تو اسکی طرف رہن کا حکم سرایت کرتا ہے اور جو ذات مرہون سے پیدا نہو تو اسکی طرف رہن کا حکم سرایت نہیں کرتا واذا ہلک النماء
المذکور ہلک مجانا لانہ لم یدخل تحت العقد مقصودا اور جبکہ زیادت مذکورہ متولدہ تلف ہوجاوے مرتہن کے پاس تو رائیگان تلف ہوگی یعنی مرتہن پر اسکا تاوان
لازم نہوگا اسواسطے کہ وہ عقد رہن میں بالقصد داخل نہیں بلکہ بالتبع داخل ہے واذا بقی النماء ای ولو حکما بان اکل بالاذن فانہ لا یسقط حصتہ لا اکلہ منہ فیرجع
علی الراہن کما اذا ہلک الاصل بعد الاکل فان نقسیم الدین علی قیمتہا قہستانی کما ذکرہ بقولہ اور جبکہ زیادت متولدہ باقی رہی یعنی اگرچہ حقیقۃ باقی نہو بلکہ حکما
باقی رہے اسطرح پر کہ کھایا جاوے راہن کے اذن سے اسواسطے کہ حصہ ماکول کا زیادت متولدہ سے ساقط نہیں ہوتا تو مرتہن اسکو بھر لیگا راہن سے چنانچہ جب اصل
مرہون تلف ہوجاوے کھانے کے بعد تو دین قسمت کیا جائیگا یعنی اصل اور زیادت کی قیمت پر کذا فی القہستانی چنانچہ مصنف نے اسکو اپنے قول آئندہ
میں ذکر کیا ہے اور زیلعی میں ہے کہ اگر راہن نے مرتہن کو زوائد رہن کے کھانے کا اذن دیا سو اُسنے کھایا تو اُسپر ضمان نہیں اور اسکا دین کچھ
ساقط نہوگا اور اگر مرہون تلف ہوگیا مرتہن کے پاس تو دین مقسوم ہوگا زیادت ماکولہ اور اصل پر جسقدر اصل کو پہونچیگا وہ ساقط ہوگا

اور جتنا زیادت مالک کو پہونچے گا سو مرتہن راہن سے لیگا اسواسطے کہ اتلاف زیادت کا ہوا مرتہن کے فعل سے راہن کی تسلیط کے سبب تو گویا راہن نے
اسکو لیا اور تلف کیا کذا فی الطحطاوی ملخصا بعد الہلاک الاصل فک بحصتہ من الدین لانہ صار مقصودا بالفکاک والتبع یقابلہ شئ اذا کان مقصودا یعنی جو
زیادت متولدہ باقی رہے بعد ہلاک ہوجانے اصل مرہون کے تو زیادت مذکور خلاص کیجائیگی بقدر اسکے حصہ کے دین سے اسواسطے کہ زیادت مقصود ہوگئی
خلاص کرنے کے سبب سے اور تابع کے مقابل چیز ہوجاتی ہے جبکہ تابع مقصود ہوجاوے وحینئذ یقسم الدین علی قیمتہ یوم الفکاک وقیمۃ الاصل
یوم القبض ویسقط من الدین حصۃ الاصل ذلک النماء بحصتہ کما لو کان الدین عشرۃ وقیمۃ الاصل یوم القبض عشرۃ وقیمۃ النماء یوم الفکاک خمسۃ فثلثا
العشرۃ حصۃ الاصل فیسقط وثلث العشرۃ حصۃ النماء فیفک بہ اور اسوقت میں دین قسمت کیا جائے گا زیادت متولدہ کی قیمت پر خلاص ہونے کے دن
اور اصل کی قیمت پر قبض کے دن اور دین سے حصہ اصل کا ساقط ہوگا اور زیادت خلاص کیجائے گی بقدر اسکے حصہ سے چنانچہ اگر دس درم ہو اور اصل
مرہون کی قیمت قبض کے دن دس درم تھی اور زیادت متولدہ کی قیمت خلاصی کے دن پانچ درم تھی تو دس کی دو تہائیاں یعنی چھ کسر سے زائد اصل کا حصہ ہے
سو ساقط ہوگا اور دس کی ایک تہائی یعنی تین کسر سے زائد حصہ ہے زیادت کا تو تین درم سے زیادہ مذکورہ کا فک رہن کیا جائیگا ولو اذن الراہن المرتہن
فی اکل الزوائد ای اکل زوائد الرہن بان قال لہ مہما زاد فکلہ فاکلہا ظاہرہ یعم اکل ثمنہا وبہ افتی المصنف قال الا ان یوجد نقل مخصص حقیقۃ
الاکل فیتبع فلا ضمان علیہ ای علی المرتہن لانہ اتلفہ باذن المالک اور اگر راہن نے اذن دیا مرتہن کو زوائد مرہون کے کھانے میں اسطرح کہ راہن نے
مرتہن سے کہا کہ جو چیز زیادہ ہو یعنی درخت کا پھل یا حیوان کا دودھ تو اسکو کھا سو مرتہن نے اسکو کھایا تو مرتہن پر اسکا تاوان نہیں ہے اسواسطے کہ اسنے مالک
کے اذن سے تلف کیا شارح نے کہا ظاہر لفظ اکل زوائد کے اکل ثمن کو بھی شامل ہے خواہ پھل یا دودھ کھاوے یا اسکو بیچکر اسکا ثمن کھاوے اور اسی کا
فتویٰ دیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں مصنف نے کہا مگر یہ کتب فقہ میں کوئی نقل مخصص پائی جاوے کہ وہ حقیقت اکل کو خاص کردے تو اسکو اتباع کیا جائے
یعنی درصورت وجود نقل مخصص اکل ثمن زوائد جائز نہوگا والاطلاق یجوز تعلیقہ بالشرط والخطر بخلاف التملیک اور اطلاق یا اباحت کی تعلیق شرط اور خطر پر جائز
ہے برخلاف تملیک کے یعنی جب راہن نے مرتہن کو اکل زوائد کا اذن دیا تو یہ اباحت ہے تملیک نہیں ہے اور اباحت کی تعلیق شرط پر درست ہے نہ تملیک کی
تو راہن کا یہ قول معلق کہ جو چیز مرہون سے زیادہ پیدا ہو یعنی پھل یا دودھ اسکو تو کھا درست اور جائز ہے ولا یسقط شئ من الدین اور ساقط نہوگا مرتہن کے
دین سے کچھ اباحت اکل سے قال فی الجواہر جعل رہن دارا واباح السکنی للمرتہن فوقع بسکناہ خلل وخرب البعض لا یسقط شئ من الدین لانہ لما اباح لہ السکنی اخذ
حکم العاریۃ حتی لو اراد منعہ کان لہ ذلک جواہر اخلاطی میں کہا کہ ایک مرد نے گھر رہن رکھا اور مرتہن کو اسکے اندر رہنا مباح کردیا سو اسکے رہنے سے خلل پڑگیا
اور کچھ مکان ویران ہوگیا تو مرتہن کا دین کچھ ساقط نہوگا اسواسطے کہ جب راہن نے مرتہن کو رہنا مباح کردیا تو رہن نے عاریت کا حکم لیا یہانتک کہ اگر
راہن مرتہن کے رہنے کو منع کرے تو راہن کو اسکا اختیار ہے ہم آئیں اختلاف ہے کہ مرتہن کو زوائد مرہون سے انتفاع لینا باذن راہن درست ہے یا نہیں سو بعضے فقہا اسکو
مکروہ کہتے ہیں اسواسطے کہ وہ سود اور بیاج ہے اور بعضے اسکو مباح کہتے ہیں چنانچہ زیلعی اور جواہر اور قنیہ اور خانیہ میں یا آخر مذکور ہے حموی نے حاشیہ اشباہ میں
کہا کہ اسی قول پر فتویٰ ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وفی المضمرات ولو رہن شاۃ فقال لہ الراہن کل ولدہا واشرب لبنہا فلا ضمان علیہ وکذا لو اذن فی
ثمرۃ البستان فصار اکلہ کاکل الراہن ثم نقل عن التہذیب انہ یکرہ للمرتہن ان ینتفع بالرہن وان اذن لہ الراہن قال المصنف وعلیہ یحمل ما عن محمد بن اسلم من انہ
لا یحل للمرتہن ذلک ولو بالاذن لانہ ربوا قلت وتعلیلہ یفید انہا تحریمیۃ فتامل اور مضمرات میں ہے اور اگر بکری گرو رکھی سو مرتہن سے راہن نے کہا کہ
اس بکری کا بچہ کھا اور اسکا دودھ پی تو مرتہن پر تاوان نہیں اور اسی طرح اگر راہن نے مرتہن کو باغ کے پھلوں میں اذن دیا تو مرتہن کا کھانا راہن کے
کھانے کے برابر ہوا پھر صاحب مضمرات نے تہذیب سے نقل کیا کہ مرتہن کو نفع حاصل کرنا مرہون سے مکروہ ہے اگرچہ اسکو راہن نے انتفاع کا اذن دیا ہے

مصنف نے شرح میں کہا اور یہی کراہت پر محمول ہے جو محمد بن اسلم سے یہ منقول ہے کہ مرتہن کو یہ حلال نہیں اگرچہ انتفاع باذن راہن کے ہو کیونکہ یہ بیاج ہے میں کہتا ہوں
اور تعلیل اسکی اسکے مفید ہے کہ مقرر کراہت تحریمی ہے سو سمجھنا تامل کر وان لم یفتک الراہن الرہن بل بقی عند المرتہن علی حالہ حتی ہلک الرہن فی ید المرتہن
قسم الدین علی قیمۃ الثمار ای الزیادۃ التی اکلھا المرتہن وعلی قیمۃ الاصل فما اصاب الاصل سقط وما اصاب الزیادۃ اخذہ المرتہن من الراہن
کما فی الہدایۃ والکافی والخانیۃ وغیرہا اور اگر راہن نے مرہون چھوڑا بلکہ مرہون بحال سابق مرتہن کے پاس باقی رہا یہاں تک کہ مرہون ہلاک ہو گیا مرتہن کے
ہاتھ میں تو دین بانٹا جاویگا اس زیادت کی قیمت پر جسکو مرتہن کھا گیا اور اصل مرہون کی قیمت پر سو جسقدر اصل مرہون کو پہونچے گا وہ ساقط ہوگا اور جسقدر
دین زیادت کو پہونچے گا اسکو مرتہن راہن سے لیگا چنانچہ ہدایہ اور کافی اور خانیہ وغیرہا میں مذکور ہے ضمان مرتہن کی وجہ یہ ہے کہ مرتہن کا شرب مثلاً راہن کے
اذن سے راہن کے شرب کے برابر ہے تو جیسے راہن کے استعمال سے سقوط دین نہیں ہوتا ویسے ہی مرتہن کے استعمال سے سقوط نہوا کذا فی الخانیۃ وفی الجواہر

الاصل ان الاتلاف باذن الراہن کاتلاف الراہن بنفسہ لتسلیطہ اور جواہر میں ہے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ تلف کرنا راہن کے اذن سے راہن کے ذاتی تلف کرنے
کے برابر ہے بسبب مسلط کر دینے راہن کے وفیہا اباح للمرتہن ینتفع بالمرہون ان یوجرہ قال لا قیل فلو آجرہ ومضت المدۃ فالاجرۃ لہ ام للراہن قال لہ ان آجرہ
بلا اذن وان باذنہ فللمالک وبطل الرہن اور اسی کتاب میں ہے کہ راہن نے مرہون کا نفع مرتہن کو مباح کر دیا تو مرتہن کو مرہون کا اجارہ دینا درست ہے یا نہیں
جواب دیا کہ درست نہیں ہے پھر سوال ہوا کہ اگر مرتہن نے مرہون کو اجارہ میں دیا اور اجارہ کی مدت منقضی ہو گئی تو اسکی اجرت مرتہن کی ہے یا راہن کی جواب دیا کہ
اجرت مرتہن کی ہے اگر اسکو اجارہ دیا بدون اذن راہن کے اور اگر اسکے اذن سے اجارہ دیا تو اجرت مالک کی ہے اور اس صورت میں رہن باطل ہوگا وفیہا

رہن کرما وتسلمہ المرتہن ثم دفعہ للراہن لیسقیہ ویقوم بمصالحہ لا یبطل الرہن اور اسی کتاب میں ہے کہ باغ رہن رکھا اور مرتہن کو تسلیم کیا پھر مرتہن نے راہن کو
باغ دیا تا اسکو سینچے اور اسکے امور ضروریہ کی خبرگیری کیا کرے تو رہن باطل نہوگا رہن کرما واباح ثمرہ ثم باع الکرم فقبض المرتہن الثمن ان ثمرہ حصل بعد
البیع فللمشتری وان قبلہ فللراہن ان قضی دین المرتہن والا یکون رہنا ویحل البیع رجوعا عن الاباحۃ فانہا تقبل الرجوع کما مر باغ رہن رکھا اور اسکا پھل مباح
کر دیا مرتہن کو پھر راہن نے باغ بیچ ڈالا اسو مرتہن نے اسکے ثمن پر قبضہ کیا اگر اسکا پھل بیع کے بعد حاصل ہوا تو مشتری کا پھل ہے اور اگر بیع سے پہلے پیدا ہوا
تو راہن کا ہے بشرطیکہ راہن نے مرتہن کا دین ادا کر دیا ہو اور اگر دین ادا نہیں کیا تو پھل رہن رہے گا یعنی ثمن مقبوض کے ساتھ اور بیع رجوع عن الاباحۃ
ٹھہرائی جاوے گی اسواسطے کہ اباحت قابل ہے رجوع کے چنانچہ مذکور ہو چکا ہے برخلاف اس صورت کے کہ مرتہن پھل کھا گیا اسواسطے کہ اسنے مباح کو
کھایا اور راہن رجوع کا مالک نہیں کھا جانے کے بعد کذا فی الطحطاوی عن المنح وفیہا زرع المرتہن ارض الرہن ان ابیح لہ الانتفاع لا یجب شیء وان لم یبح

لزمہ نقصان الارض وضمان الماء لو من قناۃ مملوکۃ فلیحفظ اور اسی کتاب میں ہے کہ مرتہن نے رہن کی زمین میں زراعت کی اگر اسکے لیے انتفاع مباح
ہے تو کوئی چیز واجب نہیں اور اگر انتفاع مباح نہیں تو مرتہن پر زمین کا نقصان اور پانی کا تاوان لازم ہوگا بشرطیکہ پانی مملوک کاریز کا ہو تو اسکو یاد
رکھنا چاہیے زرعہا الراہن او غرسہا باذن المرتہن ینبغی ان تبقی رہنا ولا یبطل الرہن فتنبہ زمین مرہون میں راہن نے زراعت کی یا درخت لگایا مرتہن
کے اذن سے تو لائق یوں ہے کہ وہ رہن بطور سابق کے باقی رہے اور رہن باطل نہو جاوے تو خبردار رہنا ام رہن باطل نہیں مگر در حکم ضمان باطل ہے یعنی اگر
مرہون راہن کے پاس تلف ہوگا تو مرتہن پر ضمان لازم نہوگا کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ استحق الرہن لیس للمرتہن طلب غیرہ مقامہ مرہون غیر راہن کا
مملوک ثابت ہوا تو مرتہن کو اختیار نہیں کہ بجائے اسکے اور چیز کو طلب کرے رہن رکھنے کے واسطے استحق بعضہ ان شائعا بطل الرہن فیما بقی وان

ممیزا بقی فیما بقی ویحبس بکل الدین لکن ہلکہ بحصتہ بعض مرہون غیر راہن کا مملوک ثابت ہوا تو اگر بعض مذکور شائع غیر مقسوم ہے تو باقی میں بھی رہن
باطل ہوگا اور اگر بعض مذکور ممتاز اور جدا ہے تو باقی میں رہن باقی رہے گا اور بعوض تمام دین کے وہ محبوس رہے گا لیکن اسکا تلف ہو جانا بقدر

اسکے حصہ کے ہوگا اجرہ وغیرہ قم بہا ستر صح وبطلت الاجارۃ ایضا لغیر شخص کو اجارہ دیا جو اسکے بشی مستاجر کے پاس رہن رکھا تو رہن صحیح ہے اور اجارہ باطل
ہوگا ولو استاجرہ من راہنہ فالاجارۃ باطلۃ اور اگر رہن رکھا پھر مرتہن نے راہن کو اجارہ دیا تو اجارہ باطل ہے اور یہ رہن ہے کما کان ای
بحسابہ بنفسہ لان الاباق عیب حدث فیہ مرہون غلام بھاگ گیا تو مرتہن کا دین ساقط ہوگیا اسکے ہلاک ہو جانے کے مانند بعد اسکے اگر غلام پھر آیا تو دین
ساقط ہوگیا بقدر اسکے نقصان کے اسلیے کہ بھاگنا عیب ہے جو اسمین اب پیدا ہوا ثم لما فرغ من الزیادۃ الضمنیۃ ذکر الزیادۃ القصدیۃ فقال ثم جبکہ مصنف
زیادت ضمنی کے بیان سے فارغ ہوا تو اسنے زیادت قصدی کو ذکر کیا تو کہا والزیادۃ فی الرہن تصح اور زیادہ کردینا مرہون مین صحیح ہے جیسے
دس درم کا کپڑا دس درم پر گرو رکھا پھر راہن نے دوسرا کپڑا زیادہ کیا تو دونون کپڑے دس درم پر رہن ہوگئے وتعتبر قیمتہا یوم القبض ایضا اور زیادت
کی قیمت یوم القبض معتبر ہوگی جیسے مرہون اول کی قیمت یوم القبض معتبر ہے و فی الدین لا تصح خلافا للثانی اور دین مین زیادہ کرنا صحیح نہین
برخلاف ابو یوسف رح کے اور زیادت دین کی صورت یہ ہے کہ ایک کپڑا مثلا دس درم پر گرو رکھا پھر پانچ درم مرتہن سے لے کر وہی کپڑا پندرہ درم پر رہن
رکھدیا تو یہ صحیح نہین لیکن زیادت دین کی دین پر قطع نظر رہن سے صحیح ہے اسواسطے کہ استدانت بعد بشغل ذمت کے دین اول کے ادا کرنے سے پہلے بالاجماع جائز ہے
کذا فی الطحطاوی والاصل ان الالحاق باصل العقد انما یتصور اذا کانت الزیادۃ فی معقود بہ او علیہ والزیادۃ فی الدین لیست منہما اور قاعدہ کلیہ
زیادت کا یہ ہے کہ اصل عقد کے ساتھ ملحق کردینا اسی وقت متصور ہوتا ہے جبکہ زیادتی معقود بہ مین مثلا ثمن مین یا معقود علیہ مثلا مبیع مین ہو اور دین مین زیادہ
کردینا دونون قسم سے نہین ہے جسم دین کا معقود بہ نہونا تو ظاہر ہے اور اسکا معقود علیہ نہونا اسوجہ سے ہے کہ دین واجب تھا عقد رہن سے پہلے ولہذا دین
باقی رہتا ہے بعد فسخ رہن کے بھی کذا فی الطحطاوی فان رہن نسخ المتن والشرح بالفاء مع ان شرح فی شرحہ علی انہ انما تصححہا بالواو لا بالفاء لیفید انہا
مسئلۃ مستقلۃ لا فرع للاولی تعنیہ عبدا بالف فدفع عبدا آخر رہنا مکان الاول وقیمۃ کل من العبدین الف فالاول رہن حتی
یردہ الی الراہن والمرتہن فی الآخر امین حتی یجعلہ مکان الاول بان یرد الاول الی الراہن فحینئذ یصیر الثانی مضمونا اور اگر ایک غلام
ہزار پر رہن رکھا پھر دوسرا غلام بطور رہن کے دیا بجائے اول غلام کے اور حال یہ کہ دونون غلامون کی قیمت ہزار ہے تو پہلا غلام رہن ہے جبتک کہ
مرتہن راہن کو دوسرا غلام پھیر دے اور مرتہن دوسرے غلام کے قبض مین امین ہے ضمین یہان تک کہ دوسرے کو بجائے اول کے کرے اس طرح پر کہ
اول غلام راہن کو پھیر دے تو اسوقت مین دوسرے غلام کا ضمان مرتہن پر لازم ہوگا شارح نے کہا کہ متن اور شرح کے نسخے مصدر بفا ہین باوجودیکہ مصنف
نے اپنی شرح مین آگاہ کر دیا ہے کہ اس مسئلہ کو اسی واسطے عطف بواو کیا تاکہ ظاہر ہو کہ یہ مسئلہ مستقل جدا گانہ ہے مسئلہ اولی پر متفرع نہین
سو آگاہ ہو ابراء المرتہن الراہن عن الدین او وہبہ منہ ثم ہلک الرہن فی ید المرتہن ہلک بغیر شیء استحسانا لسقوط الدین الا اذا منعہ من صاحبہ
فیصیر غاصبا بمنعہ مرتہن نے راہن کو دین سے بری الذمہ کیا یا اسکو دین ہبہ کر دیا پھر مرہون مرتہن کے پاس ہلاک ہوگیا تو مفت ہلاک ہوا از روے استحسان کے
بسبب ساقط ہو جانے دین کے جبکہ مرتہن نے مرہون کو مالک سے روکا اور نہ دیا تو وہ غاصب ہو جائیگا اپنے روکنے سے یعنی اگر ہلاک ہوگا تو مرتہن پر تمام قیمت
لازم آویگی ہم درصورت ابرا اور ہبہ کے اسواسطے تاوان لازم نہوا کہ رہن مضمون ہوتا ہے دین کے سبب سے پھر جب دین باقی نہ رہا تو ضمان بھی ساقط ہوگیا ولو قبض
المرتہن دینہ کلہ او بعضہ من راہنہ او غیرہ کمتطوع او شری المرتہن بالدین عینا او صالح عنہ ای عن دینہ علی شیء لانہ استیفاء او حال الراہن مرتہنہ
بدینہ علی آخر ثم ہلک رہنہ معہ ای فی ید المرتہن ہلک بالدین اور اگر مرتہن نے اپنا تمام دین یا بعض دین راہن سے یا اسکے غیر سے چنانچہ کسی احسان کرنے والے
سے قبض کیا یا مرتہن نے بعوض دین کے کوئی چیز راہن سے خرید لی یا راہن کے ساتھ کسی شی پر دین سے صلح کی اسواسطے کہ صلح مذکور استیفاء دین ہے نہ اسقاط یا راہن
نے مرتہن کا حوالہ اپنے مدیون پر کیا پھر مرہون ہلاک ہو گیا مرتہن کے پاس تو بعوض دین کے تلف ہوا ہم وجہ فرق ابرا اور استیفا مین یہ ہے کہ ابرا سے اصل دین

ساقط ہوجاتا ہے اور استیفا سے نہیں یعنی دین ساقط نہیں ہوتا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ قضاء دیون بامثالہا ہے لا بانفسہا پھر جب مرہون تلف ہوگیا تو استیفاء اول
یعنی استیفاء القبض مرہون ثابت ہوگیا اور استیفاء ثانی یعنی استیفاء حقیقی منقوض ہوگیا کذا فی الہدایۃ والزیلعی والدرر ملخصاً درر و ما قبض لی من ادی فی صورۃ
الایفاء راہن او تطوع او شراء او صلح اور مرتہن پھیر دے وہ مال جو اُسنے لیا اسکو جسنے ادا کیا راہن یا محسن کے دینے کی صورت میں یا خرید یا صلح کی صورت میں یعنے اگر
راہن نے کل یا بعض دین ادا کیا ہو مرتہن اسکو پھیر دے یا کسی محسن نے دیا ہو تو اسکو پھیر دے اسی طرح خرید اور صلح میں پھیر دینا واجب ہے تاکہ استیفاء مکرر نہو جاے
وبطلت الحوالۃ دہلاک الرہن بالدین لانہ فی معنی الابراء بطریق الاداء ہدایہ اور حوالہ باطل ہوگیا یعنی مرتہن اب محتال علیہ سے مطالبہ نہیں کر سکتا اور باوجود بطلان
حوالہ مرہون بمقابلہ دین مرتہن کے تلف ہوا اسواسطے کہ عقد حوالہ در معنی ابراء بطریق ادا کے ہے کذا فی الہدایۃ ہم یہ جواب ہے اُس سوال مقدر کا کہ حقدر حوالہ میں دین
قور راہن کے ذمہ سے محتال علیہ کے ذمہ کی طرف منتقل ہوگیا تو اب کون وجہ سے مرہون بمقابلہ دین کے تلف ہوا اسواسطے کہ حوالہ بمعنی ابراء کے ہے تو لائق یوں تھا
کہ مرہون بطریق امانت کے تلف ہوتا حاصل جواب یہ ہے کہ حوالہ اگرچہ ابراء ہے لیکن بطریق ادا کے نہ بطریق اسقاط کے تو عقد حوالہ سے راہن نے گویا مرتہن کا دین
خود ادا کر دیا کذا فی الطحطاوی والعینی ملتقطا ومفادہ عدم بطلان الصلح وان الدین لیس باکثر من قیمۃ الرہن والا فینبغی ان لا یبطل الحوالۃ فی قدر الزیادۃ قہستانی
اور بطلان حوالہ کے قید لگانے سے عدم بطلان صلح مستفاد ہوتا ہے اور یہ کہ دین مرتہن کا قیمت مرہون سے زیادہ نہیں ہے اور اگر دین مرہون کی قیمت سے
زیادہ ہو تو لائق یوں ہے کہ حوالہ باطل نہو زیادت کی مقدار میں کذا فی القہستانی وکذا ای کما یہلک الرہن بالدین فی الصورۃ المذکورۃ یہلک بہ ایضا لو تصادقا
علے ان لا دین علیہ ثم ہلک الرہن بالدین لتوہم وجوب الدین بتصادقہما علی قیامہ فتکون المطالبۃ بہ باقیۃ بخلاف الابراء فانہ یسقط الدین اصلا
اور اسی طرح یعنی جیسے مرہون بمقابلہ دین کے تلف ہوتا ہے استیفا کی صورت مذکورہ میں اسی طرح مرہون تلف ہوتا ہے بمقابلہ دین اُس صورت میں بھی کہ اگر
راہن اور مرتہن نے اسپر اتفاق کیا کہ راہن پر دین ثابت نہیں ہے پھر مرہون تلف ہوگیا تو بمقابلہ دین کے تلف ہوا وجوب دین کے توہم اور احتمال کے سبب سے
بسبب تصادق عاقدین کے قیام دین پر یعنی جب اتفاق نفی دین جائز ہے کہ دونوں یاد کریں اور قیام دین پر اتفاق کریں تو مطالبہ دین کا باقی رہے گا
برخلاف ابراء کے کہ وہ تو اصلا دین کو ساقط کر دیتا ہے یعنی ابراء میں وجوب دین کا توہم بھی باقی نہیں رہتا تو تصادق نفی دین کی صورت میں توہم وجوب دین مقصود
ہے اور ضمان مرہون توہم وجوب سے ثابت ہوتا ہے برخلاف ابراء کہ اسمین توہم وجوب بھی متصور نہیں کذا فی الہدایۃ وشروحہا کل حکم عرف فی الرہن الصحیح فہو
الحکم فی الرہن الفاسد کما فی العمادیۃ جو حکم کہ رہن صحیح میں معروف اور معلوم ہے سو وہی حکم رہن فاسد میں ثابت ہے کذا فی العمادیۃ قال وذکر الکرخی
ان المقبوض بحکم الرہن الفاسد یتعلق بہ الضمان عمادی نے کہا اور کرخی نے ذکر کیا کہ جس چیز پر بحکم رہن فاسد قبضہ ہوا تو اُس سے تاوان متعلق ہے ہم طحطاوی
نے شرح وہبانیہ سے نقل کیا کہ حق یہ ہے کہ تاوان اُس سے اصلا متعلق نہیں واللہ اعلم وفیہا ایضا وفی کل موضع کان الرہن مالا والمقابل بہ
مضمونا الا انہ فقد بعض شرائط الجواز کرہن المشاع ینعقد الرہن لوجود شرط الانعقاد لکن بصفۃ الفساد کالفاسد من البیوع اور یہ بھی
عمادیہ میں ہے کہ اور جس مکان میں مرہون مال ہو اور اسکا مقابل بھی مال مضمون ہو مگر یہ کہ شرائط جواز سے بعضی شرط مفقود ہو جیسے مشاع کا رہن تو عقد
رہن کا منعقد ہوگا بسبب موجود ہونے شرط انعقاد کے لیکن انعقاد فساد کی صفت پر ہوگا بیع فاسد کے مانند وفی کل موضع لم یکن الرہن
کذلک یکن مالا ولم یکن المقابل بہ مضمونا لا ینعقد الرہن اصلا اور جس مقام میں مرہون ایسا نہو یعنی مال نہو چنانچہ خون یا مردار یا آزاد ہو اور
اسکا مقابل بھی مال مضمون نہو چنانچہ اجرت نائحہ اور مغنیہ کی یا حق شفعہ تو رہن اصلا منعقد نہوگا ہم اسکو رہن باطل کہتے ہیں وحینئذ فاذا ہلک
ہلک بغیر شیء بخلاف الفاسد فانہ یہلک بالاقل من قیمتہ ومن الدین اور اسوقت میں یعنی جب رہن منعقد اصلا نہوا باطل ٹھہرا تو جبکہ مرہون مرتہن کے
پاس تلف ہوگا تو اسکا تلف ہوگا مرتہن پر تاوان لازم نہ آویگا برخلاف رہن فاسد کے اسواسطے کہ رہن فاسد میں جبکہ مرہون تلف ہوگا

مرتہن کے پاس سے تو کمتر مال پر قیمت سے اور دین سے تلف ہوگا یعنی قیمت مرہون کی اگر کمتر ہو دین سے تو مرتہن پر قیمت کا تاوان لازم ہوگا اور اگر دین کمتر ہو
قیمت سے تو دین لازم ہوگا سن رات وله غرار فالمرتہن احق به کما فی الرہن الصحیح اور رہن فاسد کا جو راہن مرگیا اور اسکے چند قرض دینے والے ہیں تو
مرتہن زیادہ تر حقدار ہے مرہون کا جیسے رہن صحیح میں مرتہن احق ہے فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا رہن المرہن باطل کما حررناہ فی العاریة معزیا للوہبانیة ایک
مرہون کا بلا ذکر رہن دوسری بار رہن رکھنا باطل ہے چنانچہ ہم نے اسکی کتاب العاریة میں تحریر کیا ہے وہبانیہ سے منقول کرکے کہ رہن کا رہن باطل ہے تو
وہ رہن رہن کرے خواہ مرتہن لیکن اگر مرتہن کے رہن کو راہن جائز رکھے گا تو باطل ہوگا کذا فی الطحطاوی رقی سحایا تھا قال سے ووے رہن یا یرام انفکاکہ و تحنیہ لوات
بالموت یشطر + اور وہبانیہ کی پہیلیوں میں کہا ہے اور کون مرہون ہے جسکا انفکاک مطلوب ہے یعنی اسکا خلاص ہونا ممکن نہیں اور کون قاتل ہے جسکا مقتول
اگر مرجاوے تو موت سے اسکی دیت نصف ہوجاتی ہے سوال اول کا جواب یہ ہے کہ مرہون عدیم الانفکاک نفس ہے حق تعالی نے فرمایا کل نفس بما کسبت رہینة
یعنی ہر جان اپنے اعمال کے سبب سے مرہون ہے خدا کے نزدیک اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ مراد ختنہ کرنے والا ہے جسنے صغیر کا حشفہ قطع کر ڈالا
تو اگر قطع حشفہ سے وہ مرگیا تو اسپر نصف دیت واجب ہے اور اگر صغیر زندہ رہا تو پوری دیت واجب ہے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

کتاب الجنایات

یہ کتاب ہے جنایات کے مسائل میں مناسبتها ان الرہن لصیانة المال وحکم الجنایة لصیانة الانفس والمال وسیلة للنفس فقدم مناسبت کتاب الجنایات
کی کتاب الرہن سے یہ ہے کہ رہن شروع ہوا مال کے محفوظ رہنے کے واسطے اور جنایت کا حکم یعنی قصاص یا دیت اور کفارہ اور حرمان میراث شروع ہوا
جانوں کے محفوظ رہنے کے لیے اور مال وسیلہ ہے جان کا لہذا رہن مقدم مذکور ہوا جنایات پر اسواسطے کہ وسیلہ مقدم ہے ذی الوسیلہ پر ثم مشروعیت قصاص وغیرہ سے
عموم رحمت ارحم الراحمین کی معلوم ہوتی ہے تا نفوس محفوظ رہیں اور قاتل خوف قصاص سے قتل سے باز رہے اور اسکی خوبیاں وہی ہیں جو حدود کی خوبیاں ہیں
اور سبب بھی اسکا وہی ہے جو حدود کا سبب ہے اور جنایت کی شرط یہ ہے کہ محل جاندار ہو کذا فی الطحطاوی ثم الجنایة لغة اسم لما یکتسب من الشر تعبیر در بیان
کرنا چاہیے کہ جنایت لغت عرب میں برے کام کرنے کا نام ہے ثم جنایت مصدر ہے جمع اسکی جنایات ہے ہر چند مصدر کی جمع نہیں آتی لیکن یہاں مصدر بمعنی اسم مفعول
ہے لہذا جمع لانا اسکا درست ہوا وشرعا اسم لفعل محرم حل بمال او نفس وخص الفقہاء الغصب والسرقة بما حل بمال والجنایة بما حل بنفس واطراف اور شرع میں جنایت
اس فعل حرام کا نام ہے جو مال یا جان میں واقع ہو تو اس تعریف میں چوری اور قتل اور غصب اور دوسرے جرم مالی اور بدنی داخل ہیں لیکن فقیہوں نے اپنی اصطلاح
میں غصب اور سرقہ خاص کرلیا ہے اس فعل حرام کے ساتھ جو مال میں واقع ہو اور جنایت خاص کرلی ہے اس فعل ممنوع کے ساتھ جو جان اور اطراف یعنی ہاتھ پاؤں
ناک کان وغیرہ میں واقع ہو ثم جنایت علی النفس کو قتل کہتے ہیں اور جنایت علی الاطراف کو قطع اور جراحت بولتے ہیں ثم قتل عبارت ہے اس فعل سے جو عباد کی طرف
منسوب ہو اور زندگی اسکے سبب سے زائل ہو جاوے اور زوال حیات بلا فعل عبد کو موت کہتے ہیں کذا فی الزیلعی والمراد القتل الذی تتعلق به الاحکام الآتیة من القود
والدیة والکفارة والاثم وحرمان الارث خمسة والا فانواعه کثیرة کرجم وصلب وقتل حربی وہ قتل جس سے احکام آئندہ یعنی قصاص اور دیت اور کفارہ اور گناہ اور حرمان
ارث متعلق ہیں پانچ قسم ہے ورنہ اقسام قتل کے بہت ہیں چنانچہ سنگسار کرنا زانی کا اور سولی دینا قطاع الطریق کا اور کافر حربی کا قتل کرنا ثم یعنی حصر قتل کا
اقسام خمسہ میں باعتبار تعلق احکام آئندہ کے ہے تمام اقسام قتل کا ذکر کرنا یہاں مقصود نہیں اقسام خمسہ یہ ہیں قتل عمد شبہ عمد خطا جاری مجرائے
خطا قتل بالسبب الاول عمد وهو ان یتعمد ضربه ای ضرب الآدمی فی ای موضع من جسده بآلة تفرق الاجزاء کسیف وسلاح ومثقل لو من حدید او ما یشبهه
محدد من خشب وزجاج وحجر وابرة فی مقتل برہان ولیطة وقوله ما عطف علی محدد لانها تشق الجلد وتعمل علی الذکوة حتی لو وضعت فی المذبح
لکان حرمت المذبوح اکل یعنی ان سال بها الدم والا لا کما فی الکفایة قسم اول قتل عمد وہ یہ ہے کہ آدمی کے مارنے کا قصد کیا جاوے کسی مقام میں اسکے بدن سے

بوسیلہ اُس ہتیار کے کہ جو اسکے اجزا بدن کو پھاڑ دے جیسا کہ آلات جنگ اور بھاری وزنی تیز لوہے کی کذا فی جوہرہ یا قصد ضرب ہو بسبب نوک دار یا دہار دار چیز کے جیسا کہ تیز لکڑی اور شیشہ اور پتھر اور سوئی محل قتل مین کذا فی البرہان اور جیسا کہ بانس یا نرکل کا تیز چھلکا یا قصد قتل ہو آگ سے اسواسطے کہ آگ بھی کھال کو پھاڑ دیتی ہی اور ذبح کا عمل کرتی ہی تو اگر آگ کو محل ذبح مین رکھے سو وہ رگون کو جلا دے تو ذبیحہ ماکول ہوگا یعنی اگر آگ کے جلانے سے خون بہے اور اگر خون نہ بہیگا تو کھانا اُسکا درست نہین کذا فی الکفایہ م خلاصہ تعریف قتل عمد یہ ہی کہ عمد وہ ہی جسمین بالقصد ضرب سلاح سے ہو یا جاری مجرای سلاح سے تفریق اجزا مین کذا فی الدر المنتقی شرح طحطاوی مین کہا قتل عمد وہ ہی جسمین قصداً قتل ہو لوہے سے جیسا کہ چھری اور تلوار سے یا جو چیز لوہے کے مانند ہو خواہ اُسمین حدت ہو کہ پھاڑ دے یا حدت نہو لیکن کچل ڈالے جیسے عمود آہنی اور ترازو کے آہنی بانٹ یا قتل تیرے یا سوئی سے گو چھوٹی ہو نشتر ٹیکہ لوہے کا نام اُسپر قائم ہو خواہ غالباً اُس سے ہلاکی ہو یا نہو اسواسطے کہ لوہا احادیث مین منصوص ہی جیسا کہ لا قود الا بالسیف و فی روایۃ لا قود الا بالسلاح و فی روایۃ لا قود الا بالحدید اور منصوص علیہ علت معتبر ہی اور اسی طرح جو چیز لوہے کی جنس سے ہو جیسا کہ پیتل اور رانگا اور چاندی اور سونا اور تانبا خواہ قتل چیر پھاڑ کے ہو خواہ کچل کر اور جو چیز لوہے کی جنس سے نہین تو اگر وہ لوہے کا سا کام کرے تو وہ قتل عمد ہی اور نہین تو عمد نہین جیسا کہ آگ سے جلانا عمد ہی اور اسی طرح جس چیز مین حدت اور تیزی ہو اور وہ تلوار کا عمل کرے جیسے شیشہ اور بانس اور نرکل کا چھلکا اور حدت والا پتھر جو چیز پھاڑ دے یا بدن مین گھس جاے جیسا کہ نوکدار لکڑی تو یہ چیزین تلوار کے مانند عمل کرتی ہین تو یہ قتل عمد ہی انتہی فتاوی قاضی خان مین ہی کہ لوہے مین اور جو لوہے کے مشابہ ہی ظاہر الروایۃ مین یہ ہی کہ قصاص واجب ہونے مین زخم ہونا شرط نہین اور طحطاوی کی روایت مین عن الامام یہ ہی کہ بدون زخم کے قصاص واجب نہین انتہی تو موجب ظاہر الروایت کے بندوق کی گولی کے قتل کرنے مین بلاشک قصاص واجب ہی اسواسطے کہ گولی لوہے کی جنس سے ہی اور طحطاوی کی روایت سے بھی وجوب قصاص ثابت ہی کیونکہ گولی زخمی کر دیتی ہی اور سوئی کے قتل مین دو قول مین ایک وجوب قصاص کا جو برہان سے مذکور ہو چکا اور دوسرا قول یہ ہی کہ سوئی کے قتل سے اصلاً قصاص نہین اسلیے کہ عادت مین اس سے قتل کرنا مقصود نہین ہوتا کذا ذکرہ ابو السعود کذا فی الطحطاوی مختصراً م فتاوی قاضی خان مین اسمین عدم قصاص مذکور ہی واللہ اعلم قلت فی شرح الوہبانیۃ کل ما بہ الذکاۃ بہ القود و الا فلا انتہی مین کہتا ہون کہ شرح وہبانیہ مین ہی کہ جس چیز سے ذبح کرنا حاصل ہوتا ہی اُس چیز کے قتل کرنے سے قصاص مترتب ہوتا ہی اور نہین تو قصاص نہین انتہی و فی البرہان و فی حدید غیر محدد کالصنجۃ روایتان اظہرہما انہ عمد اور برہان مین ہی اور جو لوہے کی چیز نوکدار نہو جیسے ترازو کا بانٹ اُسمین دو روایتین ہین دونون مین ظاہر تر روایت یہ ہی کہ وہ قتل عمد ہی و فی المجتبی و احماء التنور یلقی فیہ القود و ان لم یکن فیہ نار اور مجتبی مین ہی کہ تنور کا گرم کرنا قصاص کیواسطے کفایت کرتا ہی اگرچہ اسمین آگ موجود نہو م منح الغفار مین ہی کہ ایک شخص نے تنور گرم کیا اور کسی انسان کو اسمین گرا دیا یا ایسی جلتی آگ مین ڈالدیا کہ اسمین سے نکل نہین سکتا تو قاتل پر قصاص ہی بغیر لبس سلاح کے خانیہ مین ہی خواہ وہ شخص اُسی دن مرجاے یا صاحب فراش رہے مرتے دم تک اور اگر جلتا پھرتا رہیگا اور پھر مریگا تو قاتل پر قصاص نہین و فی معین المفتی للمصنف الابرۃ اذا اصابت المقتل ففیہ القود و الا فلا فلیحفظ اور معین المفتی مصنف کی کتاب مین ہی کہ سوئی جب محل قتل مین لگ جاے تو اسمین قصاص ہی اور نہین تو قصاص نہین ہی سوئی کے قتل سے تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے و قالا و الثلثۃ ضربہ قصداً بما لا تطیقہ البنیۃ کخشب عظیم عمد اور صاحبین رح اور تینون اماموں رح نے کہا کہ مقتول کو قصداً مارنا اُس چیز سے جسکی ضرب اُٹھانے کی بدن انسانی کو طاقت نہین جیسا کہ بڑا لکڑ قتل عمد ہی م امام رح کے نزدیک یہ قتل عمد نہین بلکہ شبہ عمد ہی جیسا کہ آگے معلوم ہوگا و موجبہ الاثم فان حرمتہ اشد من حرمۃ اجراء کلمۃ الکفر لجوازہ للمکرہ بخلاف القتل اور قتل عمد کا موجب گناہ ہی اسواسطے کہ اُسکا حرام ہونا سخت تر ہی کلمہ کفر کے بولنے سے اسواسطے کہ کلمہ کفر بولنا مکرہ کو درست ہی اور قتل کرنا مکرہ کو بھی درست نہین م حرمت قتل عمد مومن پر قرآن اور حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہی قال اللہ تعالی و من یقتل مومنا متعمدا فجزاؤہ جہنم الایۃ یعنی فرمایا حق تعالی نے کہ جو شخص مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اُسکا بدلا دوزخ ہی فقط یہ آیت قتل ناحق نصیحت کیواسطے کافی ہی اور احادیث تو اسمین بہت ثابت ہین از انجملہ ترمذی اور نسائی مین عبد اللہ بن عمر رض سے مروی ہی کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ زوال دنیا کا عند اللہ آسان تر ہی

مرد مسلمان کے قتل سے اور ترمذی میں ابو سعید خدری اور ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اہل آسمان اور اہل زمین ایک مومن کے خون میں
شریک ہوں تو اللہ تعالیٰ انکو منہ کے بل آگ میں ڈالدے اور نسائی میں حدیث مرفوع ہے کہ ہر گناہ میں مغفرت کی امید ہے مگر وہ مرد جو کافر مرے اور وہ مرد جو مومن کو
قتل کرے اور ابن ماجہ میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مومن کے قتل پر آدھی بات سے اعانت کریگا تو وہ خدا سے ملیگا اور
اسکی دونوں آنکھوں کے مابین لکھا ہوگا کہ اللہ عز وجل کی رحمت سے مایوس ہے اور اجماع امت بھی اسی پر منعقد ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ اعاذنا اللہ وسائر المسلمین من
قتل النفس بغیر حق آمین وموجبہ القود عینا اور موجب قتل عمد کا عین قصاص ہے لازم مالی ہم امام شافعی رح کے نزدیک قتل عمد میں قصاص غیر متعین ہے بلکہ وارث
مقتول کا قصاص اور خونبہا لینے میں مختار ہے اور ہماری دلیل یہ آیت ہے کتب علیکم القصاص فی القتلی یعنی تم پر قصاص لکھا گیا مقتولین میں اور جو خدا نے اپنے
عباد پر لکھا وہ فرض ہے اور اس آیت میں قتل عمد مراد ہے اسواسطے کہ قتل خطا میں دیت واجب ہے بدلیل اس آیت کے ومن قتل مومنا خطأ الآیہ و بدلیل حدیث
عبد اللہ بن عباسؓ کے جو مسند ابن ابی شیبہ میں مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے العمد القود الا ان یعفو ولی المقتول کذا فی العینی یعنی موجب قتل
عمد کا قصاص ہے مگر یہ کہ ولی مقتول کا معاف کردے علمانے تصریح کی ہے کہ یہ حدیث مشہور ہے پھر جبکہ خبر واحد مجمل قرآن کی مبین ہو سکتی ہے چنانچہ مقدار مسح سر میں
مذکور ہے تو حدیث مشہور بطریق اولی مجمل قرآن کا بیان ہو سکے گی خلاصہ یہ ہے کہ ہر چند ظاہر آیت قصاص میں قتل عمد اور قتل خطا کی خصوصیت نہیں لیکن حدیث مشہور اگر
مخصص واقع ہو گئی تو اطلاق آیت کا باقی نہ رہا بمنزلہ مجمل کے ہو گئی تو حدیث مذکور کاشف اجمال ہو گئی واللہ اعلم فلا یصیر مالا الا بالتراضی فیصح صلحا ولو بمثل الدیۃ
او اکثر ابن کمال عن الحقائق جب قتل عمد میں قصاص متعین ٹھہرا تو وہ مال نہو جاویگا مگر باہم کی رضامندی سے تو صحیح ہوگا بطریق صلح کے اگرچہ صلح قصاص دیت
کے برابر ہو یا زیادہ تر چنانچہ ابن کمال نے حقائق سے بیان کیا ہے ہم اولیاء مقتول کو صلح کرنا قصاص سے مال پر جائز ہے خواہ مال تھوڑا ہو یا بہت دیت کی جنس سے
ہو یا غیر جنس ہو حال ہو یا موجل کذا فی الجوہرۃ لا الکفارۃ لانہا کبیرۃ محضۃ وفی الکفارۃ معنی العبادۃ فلا تناط بہا موجب اسکا قصاص ہے نہ کفارہ اسواسطے کہ
قتل عمد گناہ کبیرہ خالص ہے اور کفارہ میں عبادت کے معنی ہیں تو عمد مربوط بکفارہ نہوگا قلت لکن فی الخانیۃ لو قتل مملوکہ او ولدہ المملوک لغیرہ عمدا کان علیہ الکفارۃ
میں کہتا ہوں لیکن خانیہ میں ہے کہ اگر مالک اپنے غلام کو یا غلام کے اس فرزند کو جو قاتل کے سوا اور کا مملوک ہے عمداً قتل کرے تو اسپر کفارہ واجب ہے والثانی شبہہ
وہو ان یقصد ضربہ بغیر ما ذکر ای بما لا یفرق الاجزاء ولو بحجر وخشب کبیرین عندہ خلافا لغیرہ اور دوسری قسم قتل کی شبہ عمد ہے یعنی مشابہ عمد کے وہ یہ ہے کہ مقتول کے
مارنے کا قصد کیا جاوے سوائے اس چیز کے جو قتل عمد میں مذکور ہو چکا یعنی اس چیز سے جو تفریق اجزاء بدن نکرے اگرچہ بڑا پتھر اور بڑا لکڑا ہو یا امام رح کے
نزدیک ہے برخلاف غیر امام کے یعنی صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک یہ عمد میں داخل ہے ثم شبہہ عمد وہ ہے جسمیں تعمد ضرب ہو اس چیز سے جو سلاح نہیں اور نہ قائم مقام
سلاح کے خواہ اس سے غالباً ہلاک ہو چنانچہ سنگ عظیم اور عصائے کبیر اور موگرا دھوبی کا یا ہلاکت غالباً نہو چنانچہ عصائے صغیر اسکو شبہ عمد اس لیے کہا کہ یہ خطا
مشابہ عمد کے ہے کیونکہ اسمیں معنی عمد کے ہیں اس اعتبار سے کہ قاتل نے مارنے کا قصد کیا اور اسمیں خطا کے بھی معنی ہیں اس اعتبار سے کہ قاتل کا قصد قتل ثابت نہیں ہوتا
اس نظر سے کہ اُسنے آلہ تادیب کو استعمال کیا نہ آلہ قتل کو اور عاقل ہر فعل کا قصد کرتا ہے اسکے آلہ خاص سے تو یہ خطا مشابہ عمد ہو گئی کذا فی العینی وموجبہ الاثم
والکفارۃ ودیۃ مغلظۃ علی العاقلۃ سیجیٔ تفسیر ذلک اور شبہ عمد کا موجب گناہ ہے اور کفارہ اور دیت مغلظہ قاتل کے مددگار برادری پر تفسیر دیت مغلظہ کی کتاب الدیات
میں آویگی ہم شبہ عمد میں قتل کا گناہ ہے تعمد ضرب کے سبب سے اور کفارہ ہے اسواسطے کہ وہ خطا ہے آلہ ضرب کے اعتبار سے اور دیت مغلظہ عبارت ہے سو اونٹ کے دینے
سے جسمیں ۲۵ یکسالہ ہوں اور ۲۵ دو سالہ اور ۲۵ سہ سالہ اور ۲۵ چہار سالہ لا القود لشبہہ بالخطاء نظرا الی الآلۃ الا ان یتکرر منہ فللامام قتلہ سیاسۃ لا قصاصا یعنی شبہ عمد میں
قصاص واجب نہیں بسبب اسکے مشابہ ہونے کے قتل خطا سے بنظر آلہ قتل کے مگر یہ کہ قاتل سے شبہ عمد کا قتل چند بار واقع ہو تو حاکم مسلمین کو اسکا قتل سیاست
کی راہ سے جائز ہے کذا فی الاختیار وہو ای شبہ العمد فیما دون النفس من الاطراف عمد موجب للقصاص فلیس فیما دون النفس شبہ عمد اور شبہ عمد جان کے سوائے

آدمی کے اطراف میں عمد ہی قصاص کا موجب تو جان کے سوائے میں شبہہ عمد نہیں بلکہ عمد ہی ہے یعنی اتلاف نفس باختلاف آلہ مختلف ہوتا ہی اور ما ورائے نفس
مختلف نہیں ہوتا مثلاً عصائے کبیر قتل نفس کا آلہ نہیں اور ہاتھ یا پاؤں کے توڑنے کا البتہ آلہ ہی تو عصائے وغیرہ سے اگر ہاتھ یا پاؤں تلف ہوگا تو اسمیں کفارہ اور دیت
نہیں بلکہ قصاص واجب ہی یعنی فاعل کا بھی ہاتھ یا پاؤں توڑا جاویگا والثالث خطاء وھو نوعان لانہ اما خطاء فی ظن الفاعل کان یرمی شخصا ظنہ صیدا او
حربیا او مرتدا فاذا ھو مسلم اور تیسری قسم قتل خطا ہی اور اسکی دو قسمیں ہیں اسواسطے کہ یا خطا اور چوک پڑ گئی فاعل کے گمان میں چنانچہ فاعل نے تیر مارا ایک شخص کو
شکار یا کافر حربی یا مرتد جانکر سو وہ تو نکلا مسلمان نکلا او خطاء فی نفس الفعل کان یرمی غرضا او صیدا فاصاب آدمیا او رمی غرضا فاصابہ ثم رجع عنہ
او تجاوز عنہ الی ما ورائہ فاصاب رجلا او قصد رجلا فاصاب غیرہ او اراد ید رجل فاصاب عنق غیرہ ولو عنقہ فعمد قطعا او اراد رجلا فاصاب حائطا ثم رجع السھم
فاصاب الرجل فھو خطاء لانہ اخطاء فی اصابۃ الحائط ورجوعہ سبب آخر والحکم یضاف لآخر اسبابہ ابن کمال عن المحیط یا خطا واقع ہو نفس فعل میں چنانچہ تیر مارا
نشانہ یا شکار کو سو کسی آدمی کو لگ گیا یا مارا نشانہ کو سو اسپر لگا پھر نشانہ سے پلٹا یا نشانہ سے آگے بڑھ گیا سو کسی مرد کو جا لگا یا فاعل نے ایک مرد کے
مارنے کا قصد کیا سو تیر دوسرے مرد کے لگ گیا یا ارادہ کیا ایک مرد کے ہاتھ پر مارنے کا سو اسکے سوا اور مرد کی گردن پر لگا اور اگر پہلے مرد کی گردن پر لگے گا
تو وہ قتل عمد ہی یقیناً یا ارادہ کیا ایک مرد کا سو تیر دیوار میں لگا پھر تیر وہاں سے پلٹا سو دوسرے مرد کے لگ گیا تو یہ اخیر صورت بھی قتل خطا کی ہی اسواسطے
کہ تیر انداز دیوار کے لگانے میں چوک گیا اور دیوار سے تیر کا پلٹنا یہ دوسرا سبب ہی اور حکم مضاف اور منسوب ہوتا ہی پچھلے سبب کی طرف چنانچہ ابن کمال
نے اسکو نقل کیا ہی محیط سے قال وکذا لو سقط من یدہ خشبۃ او لبنۃ فقتل رجلا یتحقق الخطاء فی الفعل ولا قصد فیہ فکلام صدر الشریعۃ فیہ ما فیہ ابن کمال نے
کہا کہ اگر ایک شخص کے ہاتھ سے لکڑی یا اینٹ چھوٹ پڑی سو اسکے صدمہ سے کوئی مرد قتل ہو جاوے تو اس صورت میں خطا فی الفعل ثابت ہی اور
حالانکہ فاعل کا اسمیں مطلقاً قصد نہیں ہی تو صدر الشریعۃ کے کلام میں وہ خلل ہی جو اسمیں ہی صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں کہا کہ خطا فی الفعل وہ
ہی کہ قصد کرے ایک فعل کا سو اسکے سوا دوسرا فعل صادر ہو جاوے چنانچہ نشانہ کو مارے سو خطا کرے اور شخص کے لگ جاوے انتہی حاصل کلامہ اس کلام
میں قصد کو شرط کیا حالانکہ قصد خطا فی الفعل میں لازم نہیں چنانچہ لکڑی اور اینٹ کے چھوٹ پڑنے کی صورت مذکورہ میں خطا فی الفعل ثابت ہی اور اسمیں
مطلقاً قصد نہیں لیکن عنقریب آوے گا کہ یہ جاری مجراے خطا کی صورت ہی نہ خطا فی الفعل کی کذا فی الطحطاوی مختصرا وفی الوھبانیۃ ومن قاصد
شخص ان اصاب خلافہ فذا خطاء والقتل فیہ معذر + اور وہبانیہ میں ہی اور قصد کرنے والا ایک شخص کا اگر اسکا تیر خلاف اسکے دوسرے شخص کے
لگ جاوے تو یہ قتل خطا ہی اور اسمیں قاتل کا قتل از روے قصاص کے متعذر ہی وقاصد شخص حالۃ النوم الا میت + فیقتص ان ابقی دما منہ ینھر
اور قصد کرنے والا ایک شخص کا مقتول کی حالت نوم میں اگر وہ مرجاوے تو قاتل سے قصاص لیا جاوے اگر اسکا خون سائل باقی رہے یعنے
اگر مقتول کا خون تا موت سائل رہے تو قاتل پر قصاص ہی کذا فی الطحطاوی عن القنیۃ والرابع ما جری مجراہ مجری الخطاء کنائم انقلب علی رجل فقتلہ
لانہ معذور کالمخطی اور چوتھی قسم وہ قتل ہی جو جاری مجراے خطا کی ہی یعنی خطا نہیں بمنزلہ خطا کے ہی جیسے سونے والا منقلب (پلٹ پڑنے والا ۱۲) ہو جاوے کسی مرد پر سو اسکو قتل
کرے اسواسطے کہ سونے والا معذور ہی خطا کرنے والے کے برابر صورت اسکی یہ ہی کہ کوئی شخص بلند چبوترے یا بلند تخت یا چھت کے کنارے پر سوتا ہی سو
کروٹ بدلنے میں اوپر سے گر پڑا اور نیچے کا آدمی مر گیا کچل کر تو نائم معذور ہی خاطی کے مانند تو یہ قتل خطا نہیں بلکہ بمنزلہ خطا کے ہی طحطاوی میں عالمگیری عن المحیط
سے منقول ہی جاری مجراے خطا چنانچہ ایک شخص چھت پر سے کسی آدمی پر گر پڑا اور وہ مر گیا یا اسکے ہاتھ سے اینٹ یا لکڑی گر پڑی اور دوسرا آدمی اسکے صدمہ سے
مر گیا یا ایک شخص جانور پر سوار تھا سو جانور نے دوسرے آدمی کو کچل کر مار ڈالا اور زیلعی میں ہی کہ نائم منقلب کا قتل بمنزلہ خطا کے ہوا اسواسطے کہ یہ حقیقت میں خطا
نہیں اسواسطے کہ نائم کا کچھ قصد ہی نہیں کہ وہ اپنے مقصود کا مخطی (چوکنے والا ہو ۱۲) ٹھہرے تو یہ قتل بمنزلہ خطا کے ٹھہرایا گیا فعل حقیقی کے وجود کے سبب سے انتہی فی الطحطاوی

تو معلوم ہوا کہ خطا کی نسبت صدر الشریعۃ کی طرف صریح خطا ہے وھو ای ھذا النوع من الفعل و ھو الخطاء و ما جری مجراہ یوجب الکفارۃ والدیۃ علی العاقلۃ والاثم دون
اثم القتل اذ الکفارۃ تؤذن بالاثم لترک العزیمۃ اور اس قسم کے قتل کا یعنی قتل خطا اور قتل بمنزلہ خطا کا موجب کفارہ ہے اور دیت قاتل کے مددگارون پر اور گناہ مگر گناہ
قتل ہے اسواسطے کہ کفارہ کا مشروع ہونا خبر دیتا ہے ثبوت گناہ کی بسبب ترک کرنے عزیمت اور احتیاط کے کہ اس صورت مین قتل کا گناہ نہین بلکہ ترک احتیاط کا گناہ ہے
کیونکہ ایسی بے احتیاطی کی کہ دوسرا ہلاک ہو گیا اسواسطے کہ افعال مباحہ کی مباشرت جائز نہین مگر بشرط عدم ایذا پھر جب دوسرے کو اذیت ہوئی تو اسنے احتیاط ترک کی لہذا
وہ گنہگار ہوگا اور خود لفظ کفارہ سے گناہ نکلتا ہے اسواسطے کہ کفارہ یعنی پوشندہ ہے اور پوشش نہین ہے بدون گناہ کے کذا فی الزیلعی و الخامس قتل بسبب کحافر بیر و
واضع حجر فی غیر ملکہ بغیر اذن من السلطان ابن کمال اور پانچوین قسم قتل بسبب ہے جیسے کنوان کھودنے والا اور پتھر رکھنے والا غیر کی ملک مین بلا اذن حاکم کذا ذکرہ ابن
کمال عن شرح الطحاوی و حکم غیر ذلک حفر اور وضع دونون کی تنبیہ ہے چنانچہ درر مین ہے تو اگر اپنے ملک مین کنوان کھودے یا پتھر رکھے گا تو اُسکی طرف سے تعدی ثابت
نہوگی تو دیت اور کفارہ بھی نہوگا کذا فی الطحاوی و کذا او وضع خشبۃ علی قارعۃ الطریق و نحو ذلک الا اذا مشی علی البیر ذکرہ بعد علمہ بالحفر و نحوہ درر اور اسی طرح قاتل
بسبب ہے رکھنے والا لکڑی کا شارع عام مین اور مانند اسکے جو تلف ہو جانے کا سبب ہو چنانچہ اینٹون کا ڈھیر کر دینا راہ مین مگر جبکہ کوئی شخص کنوئین وغیرہ پر چلا گیا ہو
جان بوجھکر کذا فی الدرر ہم اسواسطے کہ جان بوجھکر چلنا خود اپنی جان کو ہلاک کرنا ہے کذا فی الجوہرۃ و موجبۃ الدیۃ علی العاقلۃ اور قتل بسبب کا موجب دیت ہے قاتل کے
مددگارون پر ہم کنوان کھودنا وغیرہ تلف کا سبب ہے اور کھودنے والا متعدی ہے اسمین تو بمنزلہ دافع اور ملقی کے قرار دیا گیا تو دیت واجب ہوئی صیانت نفوس کے واسطے
لا الکفارۃ ولا اثم القتل بل اثم الحفر والوضع فی غیر ملکہ اور اس قتل کا موجب کفارہ نہین اور نہ گناہ قتل کا بلکہ غیر ملک مین کنوان کھودنے اور پتھر وغیرہ رکھنے کا
البتہ گناہ ثابت ہے کذا فی الدرر و کل ذلک یوجب حرمان الارث لو الجانی مکلفا ابن کمال اور قتل کے جمیع اقسام مذکورہ حرمان میراث کے موجب ہین یعنی اگر
کوئی شخص اپنے مورث کو قتل کریگا تو اُسکی میراث قاتل نہ پاویگا بشرطیکہ قاتل عاقل بالغ ہو کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنی اگر قاتل صغیر یا مجنون ہوگا تو میراث سے
محروم نہوگا چنانچہ سید شریف کی شرح سراجیہ مین مصرح ہے الا ھذا ای القتل بسبب لعدم قتلہ جمیع اقسام قتل کی حرمان قاتل کے موجب ہین سوائے اس قسم کے یعنی قتل بسبب
مین قاتل میراث مقتول سے محروم نہوگا اسکے عدم قتل کے سبب سے ہم یعنی قتل بسبب مین بوجہ مباشرت قتل نہین جو موجب حرمان ہو اسواسطے کہ مباشرت عبارت ہے اتصال
فعل قاتل سے مقتول کے ساتھ سو یہان موجود نہین بلکہ قاتل کا فعل زمین سے البتہ متصل ہوا اور مباشرت کے ساتھ خلاف اصل اسکو اسواسطے ملحق کیا ہے تاکہ خون کا زخم
نجاوے کذا فی الحموی و الحقہ الشافعی بالخطاء فی احکامہ اور امام شافعی نے قتل بسبب کو قتل خطا کے ساتھ ملحق کیا ہے اُسکے جمیع احکام مین واللہ اعلم

فصل فیما یوجب القود و ما لا یوجبہ یہ فصل ہے اُس قتل کے بیان مین جو قصاص کا موجب ہے اور جو قتل کہ قصاص کا موجب نہین یجب القود ای القصاص بقتل کل
محقون الدم بالنظر لقاتلہ درر و سیتضح عند قولہ ولو قتل القاتل اجنبی علی التابید عمداً واجب ہے قود یعنی قصاص ہر محفوظ الدم دائمی کے عمداً قتل سے شارح نے
کہا محفوظ الدم سے مراد یہ ہے کہ بنظر اسکے قاتل کے خون اسکا محفوظ ہے کذا فی الدرر اور اُسکا مطلب اسی فصل مین آتا ہے کہ اس قول کے پاس ہم ولو قتل القاتل اجنبی واضح ہوگا
ہم یعنی جو مقتول کہ نظر بقاتل دائما محفوظ الدم ہے یعنی اُسکی خونریزی قاتل کو کبھی مباح نہین تو اسکے قتل عمد سے قصاص واجب ہے یعنی اُسکے بدلے قاتل کو قتل کرنا واجب ہے
محفوظ الدم کی قید سے مباح الدم سے احتراز ہوا جیسے زانی محصن اور حربی اور مرتد اور دوام کی قید سے مستامن سے احتراز ہوا یعنی اُسکا خون تا قیام دار الاسلام محفوظ ہے نہ ہمیشہ
قود بالتحریک قاتل کو قتل کرنا بدلے مقتول کے قاموس مین قصاص کی تفسیر قود کی ہے لیکن طحطاوی نے نہایہ جزری سے نقل کیا ہے کہ قود یہ ہے کہ قاتل کے ساتھ وہ
فعل کیا جاے جو اُسنے مقتول کے ساتھ کیا خواہ وہ فعل قتل ہو یا قطع عضو یا ضرب یا جراحت تو اس صورت مین تفسیر قود کی قصاص کے ساتھ تفسیر بالاعم ہے و ھو ای المسلم
والذمی اور وہ مسلمان اور ذمی ہے یعنی دائمی محفوظ الدم مسلمان اور ذمی ہین سو جو انکو عمداً قتل کریگا وہ اُنکے بدلے مقتول ہوگا اگر کوئی کہے کہ اگر مسلمان اپنے
فرزند مسلمان کو عمداً قتل کرے تو باپ پر قصاص واجب نہین حالانکہ تعریف مذکور مین وہ داخل ہے تو جواب اسکا یہ ہے کہ یہ عوارض سے ہے تو قواعد کے تحت مین

داخل نہوگا اسواسطے کہ قصاص تو یہان واجب تھا اصل مین پھر منقلب بمال ہوگیا اسواسطے کہ اب وہ شبہہ ہے قصاص کے ٹل جانے کا اور اسی طرح عبد وقف کے قتل
عمد مین قصاص واجب نہین بلکہ قصاص منقلب بدیت ہوگا بمراعات نفع وقف کے عارض سے کذا فی الطحطاوی لا المستامن والحربی بمستامن او حربی یعنی انکے قتل عمد سے
قصاص واجب نہین مستامن تو اسوجہ سے کہ اسکا دم دائما محفوظ نہین اور حربی تو مطلقا مباح الدم ہے بشرط ان یکون القاتل مکلفا لما تقرر انہ لیس لصبی ومجنون عمد مقتول
مذکور کے قتل عمد مین قصاص واجب ہے بشرطیکہ قاتل اسکا عاقل اور بالغ ہو سو اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ صغیر اور مجنون کے واسطے عمد نہین فی البزازیة حکم علیہ بالقود
فجن قبل دفعہ للولی انقلب دیة بزازیہ مین ہے قاتل پر حکم حاکم ہوگیا قصاص کا پھر وہ دیوانہ ہوگیا وارث کے دینے سے پہلے تو قصاص بدل کر دیت ہوجاویگا
اور اگر وارث کے دینے کے بعد دیوانہ ہوا تو قصاص ساقط نہوگا کذا فی المنح قتل من یجن ویفیق
یعنی پہلے قاتل عاقل تھا پھر دیوانہ ہوگیا تو قصاص ساقط ہوگا فان جن بعدہ ان مطبقا سقط وان
قتل فی افاقتہ قتل کیا اس قاتل نے جو کبھی دیوانہ ہوجاتا ہے اور کبھی اسکو افاقہ ہوتا ہے تو حالت افاقہ مین مارا جاویگا
غیر مطبق قتل پھر اگر مجنون ہوگیا بعد اسکے اگر جنون مطبق یعنی دائمی ہے تو قصاص ساقط ہوگیا لیکن بطریق استحسان دیت اسکے مال مین واجب ہوگی
کذا فی العالمگیریة اور اگر جنون دائمی نہین تو قتل ہوگا قتل عبد مولاہ لا روایة فیہ وقال ابو جعفر یقتل غلام نے اپنے میان کو قتل کیا تو اسمین کچھ
روایت نہین امام رح اور صاحبین رح سے اور ابو جعفر حنفی فقیہ نے کہا کہ غلام مذکور قتل کیا جاویگا قتل عبد الوقف عمدا لا قود فیہ کسی نے وقف کے غلام
کو قتل کیا تو اسمین قصاص نہین یعنی بمراعات مصلحت وقف تو قاتل سے اسکی قیمت لیجاوے اور دوسرا غلام وقف کے واسطے خرید کیا جاوے قتل ختنہ عمدا وبنتہ فی
نکاحہ سقط القود قاتل نے اپنے داماد کو عمدا قتل کیا اور حالانکہ قاتل کی بیٹی مقتول کے نکاح مین ہے تو قصاص ساقط ہوگا اسواسطے کہ بیٹی اپنے زوج کے قصاص
کی وارث ہوئی باپ پر خانیہ مین ہے کہ اگر مقتول کے وارثون مین قاتل کا فرزند ہو یا فرزند کا فرزند تو قصاص باطل ہے دیت واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی
وبشرط انتفاء الشبہة کولاد وملک وعمم کقولہ اقتلنی فقتلہ فعلیہا کما سیجی اور قتل عمد مین قصاص واجب ہے بشرطیکہ قاتل اور مقتول مین قصاص ٹلجانے کا شبہہ
نہو چنانچہ ولادت یا ملک ہونا یا کوئی امر ولادت اور ملک سے عام تر چنانچہ مقتول کا یون کہنا کہ قاتل سے کہ تو مجھکو قتل کر سو قاتل نے اسکو قتل کرڈالا
شبہہ مذکورہ کی تفصیل آگے آویگی فیقتل الحر بالحر وبالعبد غیر الوقف کما مر خلافا للشافعی تو قتل کیا جاتا ہے آزاد بدلے آزاد کے اور بدلے غلام کے
سوائے غلام وقف کے چنانچہ مذکور ہوچکا کہ عبد وقف کے مقتول ہونے مین قصاص واجب نہین بلکہ اسکی قیمت دینا قاتل پر واجب ہے بخلاف
امام شافعی رح کے اسواسطے کہ انکے اور امام مالک رح اور احمد رح کے نزدیک آزاد بدلے غلام کے مقتول نہوگا بلکہ قاتل پر اسکی قیمت کا تاوان لازم ہوگا
امام شافعی رح کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید مین (الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی) فرمایا ہے یعنی آزاد بدلے آزاد کے مارا جاوے اور غلام بدلے غلام کے
اور عورت بدلے عورت کے تو یہ مقابلہ اسکا مقتضی ہے کہ آزاد بدلے غلام کے مارا نجاوے اسواسطے کہ بنا قصاص مساوات پر ہے اور حالانکہ غلام اور آزاد
مین برابری نہین اسکا جواب شارح نے آئندہ قول مین دیا ولنا اطلاق قولہ تعالی النفس بالنفس فانہ ناسخ لقولہ تعالی الحر بالحر الایة کما رواہ السیوطی فی الدر
المنثور عن النحاس عن ابن عباس اور ہماری دلیل اطلاق ہے اس آیت کا کہ النفس بالنفس یعنی جان بدلے جان کے اسمین آزاد اور غلام کی قید نہین تو یہ آیت الحر بالحر
کی آیت کی ناسخ ہے چنانچہ جلال الدین سیوطی شافعی نے تفسیر در منثور مین نسخ کو نحاس سے عن ابن عباس رض نقل کیا ہے ومنجملہ دلائل حنفیہ کے عموم ہے اس آیت کا
(کتب علیکم القصاص فی القتلی) یعنی مقتولین مین تمپر قصاص کرنا مفروض ہے مقتول عام ہے آزاد ہو یا غلام ازانجملہ قولہ تعالی (ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ
سلطانا) لیکن اگر آزاد اپنے ذاتی غلام کو قتل کرے گا تو قصاص ساقط ہے اجماع کی دلیل سے کذا فی العینی علی انہ تخصیص بالذکر فلا ینفی ماعداہ کیف ولو دل
لوجب ان لا یقتل الذکر بالانثی ولا قائل بہ علاوہ نسخ سے یہ ہے کہ الحر بالحر والعبد بالعبد خاص کر ذکر کیا ہے اور تخصیص بالذکر ماسوائے مذکور کے نفی نہین کرتی ہے
یعنی اس تخصیص سے غلام کے بدلے قتل آزاد کی نفی ثابت نہین ہوتی یہ کیونکر ہو حالانکہ اگر تخصیص ماعدا کی نفی پر دلالت کرتی تو یہ واجب ہوتا کہ مرد

وینبغی ان یعول علیہ الا انتصاب التصحیح بالعمل بہ الا فی مسائل مضبوطۃ لیست ہذہ منہا وقد اقتصر ملا خسرو فی متنہ علی القیاس انتہی یعنی فتبعہ المصنف رحمہ اللہ
علی عادتہ قلت ویعضدہ عامۃ المتون حتی الملتقی مصنف نے شرح میں کہا اور سزاوار یوں ہے کہ استحسان پر اعتماد کیا جاوے بسبب تصریح کرنے علما کے استحسان
عمل کرنے کا مگر چند مسائل مضبوطہ میں کہ یہ مسئلہ انہیں سے نہیں ہے اور البتہ ملا خسرو نے اپنے متن یعنی درر میں قیاس پر اقتصار کیا ہے انتہی کلام المصنف یعنی سو
مصنف بھی درر کا تابع ہو گیا اپنی عادت کے موافق اور عمل بالقیاس کی تائید کرتے ہیں اکثر متون فقہ کے ملتقی الابحر تک **ویقتل العاقل بالمجنون**
والبالغ بالصبی والصحیح بالاعمی والزمن وناقص الاطراف والرجل بالمرأۃ بالاجماع اور قتل کیا جاتا ہے ہوشیار بدلے دیوانے کے اور
بالغ بدلے صغیر کے اور صحیح البدن آنکھ والا بدلے اندھے کے اور طویل المرض اور ناقص الاطراف یعنی لولے لنگڑے کے بدلے اور مرد بدلے عورت کے بالاتفاق
ہم تو اگر تندرست مرد اس مرد کو قتل کرے جسکے دونوں ہاتھ پانوں اور دونوں کان اور ذکر یعنی نارہ اور فوطے مقطوع ہیں اور آنکھیں اسکی پھوٹی ہیں تو قصاص
واجب ہوگا اگر قتل عمد ہو بدلیل عمومات اور اسواسطے کہ قاتل اور مقتول عصمت دم میں متساوی ہیں اور معتبر عصمت ہی کی مساوات ہے نہ اور اسو کی نہیں تو
قصاص کا باب بند ہو جاویگا کذا فی الطحاوی والفرع باصلہ وان علا لاعکسہ خلافا لمالک فیما اذا ذبح ابنہ ذبحا اور قتل بدلے اپنی جڑ کے مقتول ہوگی اگرچہ
جڑ دور کی ہو نہ برعکس اسکے یعنی اصل بدلے فرع کے مقتول نہوگی برخلاف امام مالک رح کے اس خاص صورت میں جبکہ باپ اپنے فرزند کو ذبح کرے گلا کاٹ کر
ہم یعنی گر والد اپنے ولد کو قصداً قتل کرے تو امام مالک رح کے نزدیک باپ قتل ہوگا اور اگر تلوار یا چھری پھینک مارے اور ارادہ قتل کا نہ کرے تو قصاص نہیں
اور جواہر مالکی میں ہے کہ اشہب نے کہا کہ والد بدلے ولد کے کسی حالت میں مقتول نہیں ہوتا اس شبہہ سے کہ حدیث میں ثابت ہے انت ومالک لابیک یعنی تو اور تیرا مال
تیرے باپ کا ہے کذا فی العینی تو ظاہر قصاص والد کی روایت امام مالک رح کے مذہب میں معتمد نہیں فی الکتب المالکیہ میں معتمد قصاص علی العموم مذکور نہوتی واللہ اعلم ای لا یقتص
الاصول وان علوا مطلقا ولو اماما من قبل الام فی نفس او اطراف بفروعہم وان سفلوا لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا یقاد الوالد بولدہ یعنی اصول کا قصاص
نہ لیا جاویگا بدلے انکے فروع کے نہ جان میں نہ اطراف میں اگرچہ اصول دور کی ہوں مطلقاً اور اگرچہ اصول عورتیں ہوں یعنی ماں کی جانب سے اور اگرچہ فروع نیچے ہوں
بدلیل قول نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے قصاص نہیں لیا جاتا باپ کا اسکے بیٹے کے بدلے تم یعنی دادا یا نانا یا اصول کا قصاص نہیں تو اگر باپ بیٹے کو یا دادا دادی پوتے
یا پردادا پردادی پرپوتے کو یا ماں اپنے بیٹے کو یا نانی اپنے ناتی کو یا پرنانی اپنے پرناتی کو قتل کرے تو قصاص قاتل کا نہوگا اور اگر بیٹا اپنے باپ یا دادا دادی یا پردادا پردادی کو یا بیٹا
ماں کو یا نانی یا پرنانی کو قتل عمد کرے گا تو اسپر قصاص جاری ہوگا عینی نے کہا حدیث لا یقاد الوالد بولدہ ترمذی اور ابن ماجہ میں عمر فاروق رض سے مروی ہے دارقطنی ضعیف
معلل بالجزئیۃ فیتعدی من علا لانہم اسباب فی احیائہ فلا یکون سببا لافنائہم ورد یعنی والد بیٹے کا سبب وجود ہے جس سے جزئیت کی علت ثابت ہوتی ہے یعنی تولید عدم قصاص
کی علت ہے تو یہ سبب تولید کا اصول عالیہ کو بھی متعدی ہے اسواسطے کہ اصول اسباب ہیں فرع کے زندہ کرنے میں تو فرع انکے مٹانے کا سبب ہوگا تم ولہذا ولد کو جائز نہیں ہے
باپ کو قتل کرنا اگر اسکو صف کفار میں پاوے یا اسکو زانی محصن دیکھے یا مرتد پاوے کذا فی الہدایہ وحینئذ فتجب الدیۃ فی مال الاب فی ثلث سنین لان ہذا عمد والعاقلۃ لا تعقل
العمد وقال الشافعی تجب حالۃ کبدل الصلح زیلعی وجوہرہ وسیجئ فی المعاقل اور جبکہ اصول پر قصاص واجب نہ ہوا تو باپ وغیرہ پر اصول کے مال میں دیت واجب ہوگی تین برس
کے اندر اسواسطے کہ یہ قتل عمد ہے اور مددگاروں پر دیت عمد کی واجب نہیں ہوتی امام شافعی رح نے کہا کہ اصول پر نقد دیت واجب ہے بدل صلح کے مانند ختم
زیلعی اور جوہرہ میں ہے اور اسکی تفصیل آگے کتاب المعاقل میں آویگی ہم اور اگر اصول خطائی راہ سے فروع کو قتل کریں تو دیت مددگاروں پر واجب ہوگی اور قاتل پر
کفارہ کذا فی العالمگیریۃ وفی الملتقی علی شریک الاب والمولی والمخطی والصبی والمجنون وکل من لا یجب القصاص بقتلہ لما تقرر من عدم تجزی القصاص فلا قتل
الخ عندنا خلافا للشافعی ہم مانند ملتقی میں ہے اور قصاص نہیں باپ یا مالک یا مخطی یا صغیر یا مجنون کے شریک قتل پر اور جسکے قتل کرنے سے قصاص
واجب نہیں اسکے شریک پر یعنی اگر شخص اجنبی باپ کا شریک ہوا اسکے فرزند کے قتل میں یا مالک کا شریک ہوا اسکے غلام کے قتل میں یا مالک شریک ہو قاتل مخطی کا

تو شریک پر بھی قصاص واجب نہیں واللہ ولی اور مخطی کے مانند اسواسطے کہ قصاص کی عدم قسمت پذیری مدلائل ثابت ہو چکی ہے تو قاتل عامد بھی مقتول ہوگا
ہم حنفیوں کے نزدیک برخلاف شافعی کے کذا فی البرہان ولا سید بعبدہ ای بعبد نفسہ ومدبرہ ومکاتبہ وعبد ولدہ مراد اخل تحت قولہم ولا یقتل
قصاصا علی ابیہ قصدا کما سیجی اور نہ قتل ہوگا مالک اپنے ذاتی غلام اور اپنے مدبر غلام اور اپنے مکاتب غلام اور اپنے فرزند کے غلام کے بدلے فرزند کے غلام
کی صورت داخل ہے فقیہوں کے اس قول کے تحت میں اور جو فرزند قصاص کا مالک ہوا اپنے باپ پر تو قصاص ساقط ہے چنانچہ یہ مسئلہ چند سطر کے بعد آویگا اور
مالک پر قصاص اسواسطے واجب نہوا کہ غلام اسکا مال ہے اور انسان پر اپنے مال کے تلف کرنے میں کچھ واجب نہیں ولیکن خانیہ میں ہے کہ حاکم مالک کو تعزیر دے اور ہو
میں ہے کہ مولی پر کفارہ واجب ہے غلام اور مدبر اور مکاتب اور فرزند کے غلام کے قتل میں کذا فی الطحطاوی ولا العبد یملک بعضہ لان القصاص لا یتجزے اور نہ
قتل ہوگا شریک عبد مشترک کے بدلے اسواسطے کہ قصاص قسمت پذیر نہیں ہے جب بعض قصاص ساقط ہوا مالک بعض کے سبب تو کل قصاص ساقط ہوگا عدم تجزی کی وجہ سے
عینی نے کہا شرح ہدایہ میں تو قاتل دوسرے شریک کو بقدر اسکے حصہ کے قیمت ادا کرے ولا العبد الرہن حتی یجتمع العاقدان ای وعبد مرہون کے بدلے تا اجتماع
عاقدین قصاص نہیں ہے یعنی جبتک راہن اور مرتہن دونوں موجود نہونگے تو غلام مرہون کے قاتل سے قصاص نہ لیا جاویگا اسواسطے کہ مرتہن مالک نہیں جو قصاص کا
مالک ہو اور اگر راہن قصاص لینے پر مستقل ہو تو مرتہن کا حق باطل ہوتا ہے لہذا وجوب قصاص میں اجتماع عاقدین شرط ہے تا حق مرتہن اسکی رضامندی سے ساقط ہو جائے
وقال محمد رح لا قود وان اجتمعا جوہرۃ وعلیہ تحمیل ما فی الدرر معزیا للکافی کما فی المنح اور محمد رح نے کہا کہ عبد مرہون کے بدلے قصاص نہیں اگرچہ راہن مرتہن دونوں
موجود ہوں کذا فی الجوہرۃ اور محمد رح کے قول پر محمول ہے وہ روایت جو درر میں کافی سے منقول ہے کذا فی المنح یعنی جو کافی سے درر میں مذکور ہے کہ باوجود اجتماع
عاقدین کے عبد رہن کا قصاص نہیں سو محمد کا مذہب ہے نہ شیخین کا تو بموجب اس مذہب کے جب قصاص ساقط ہوا تو قیمت مقتول لیکر مرتہن کے پاس رہن رہیگی
کذا فی الطحطاوی لکن فی الشرنبلالیہ عن الظہیریۃ انہ اقرب الی الفقہ لیکن شرنبلالیہ میں ظہیریہ سے ہے کہ وہ یعنی محمد کا قول فقہ سے قریب تر ہے بقی لو اختلفا فلہما القیمۃ
تکون رہنا مکانہ باقی رہی یہ صورت کہ اگر راہن اور مرتہن نے قصاص اور قیمت لینے میں اختلاف کیا تو دونوں کیواسطے قیمت دلائی جائیگی اور وہ قیمت بجائے عبد مرہون
مقتول کے رہن رہیگی ولو قتل عبد الاجارۃ فالقود للموجر اور اگر اجارہ کا غلام مقتول ہو تو قصاص لینے کا حق مالک کا ہے نہ مستاجر کا واما المبیع اذا قتل فی ید البائع
قبل القبض فان اجاز المشتری البیع فالقود لہ وان ردہ فللبائع القود وقیل القیمۃ جوہرہ اور غلام فروختہ جبکہ بائع کے پاس قتل کیا جائے قبض مشتری بیع کو جائز
کردے تو قصاص لینا مشتری کا حق ہے اور اگر بیع کو مشتری رد کردے تو قصاص لینا بائع کا حق ہے اور قول ضعیف ابو یوسف رح کا یہ ہے کہ بائع قصاص نہ لے اسکی قیمت
لے کذا فی الجوہرۃ ولا المکاتب وکذا ابنہ وعبدہ شرنبلالیہ قتل عمدا لا حاجۃ لتقیید العمد لانہ شرط فی کل قود عن وفاء ووارث وسیدہ وان اجتمعوا لاختلاف الصحابۃ
فی موتہ حرا او رقیقا فاشتبہ الولی فارتفع القود اور قصاص واجب نہیں بدلے اس مکاتب کے جو عمدا مقتول ہوا وفا ربدل کتابت کے اور وارث اور مولی کو چھوڑ کر
اگرچہ وارث اور مولی ساتھ ہی موجود ہوں بسبب مختلف ہونے صحابہ کرام کے اسکی موت میں آزاد ہو کر یا غلام ہو کر تو اسکے ولی میں اس اختلاف کے سبب سے شبہہ ہوا
تو قصاص مرتفع ہو گیا ولی کے عدم تعین سے اور اسی طرح قصاص نہیں مکاتب مذکور کے فرزند اور غلام کے مقتول ہونے سے کذا فی الشرنبلالیہ شارح نے کہا قتل
عمد کی قید لگانے کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ عمد تو ہر قصاص میں شرط ہے حضرت علی مرتضی رض اور عبد اللہ بن مسعود کے نزدیک مکاتب مذکور آزاد مرا اور زید بن ثابت
کے نزدیک غلام مرا اگر آزاد مرا تو وارث قصاص کا مالک ہے اور اگر غلام مرا تو مولی ولی ہے پھر جب اس اختلاف سے اشتباہ واقع ہوا ولی میں تو قصاص مرتفع ہو گیا
فان لم یدع وارثا غیر سیدہ او ترک وفاء ولا او ترک وارثا ولا وفاء اقاد سیدہ لتعینہ پھر اگر مکاتب مقتول نے کوئی اپنا وارث نچھوڑا سوا
اپنے مولی کے خواہ وفا ربدل کتابت کو اسنے چھوڑا یا نچھوڑا یا وارث کو چھوڑا اگر وفا ربدل کتابت موجود نہیں تو اسکا مولے قصاص لیگا بسبب
متعین ہونے مولے کے ولی ہونے میں وفی اولی الصور الاربع خلاف محمد اور مکاتب کی چار صورتوں میں سے پہلی صورت میں خلاف ہے محمد کا اور پہلی صورت یہ ہے کہ

مکاتب بدل کتابت اور وارث اور مولی کو چھوڑ جائے دوسری صورت یہ ہے کہ مکاتب کا کوئی وارث مولی کے سوا نہین ہے اور بدل کتابت موجود ہے تیسری صورت
یہ ہے کہ سوائے مولے کے کوئی وارث نہین اور بدل کتابت موجود نہین ہے چوتھی صورت یہ ہے کہ مکاتب کا وارث تو ہے مگر بدل کتابت موجود نہین چلپی محشی نے کہا
شارح کو یون کہنا صواب تھا وفی ثانیۃ الصور الاربع خلاف محمد رح یعنی صور اربع مین سے دوسری صورت مین خلاف ہے محمد رح کا چنانچہ ہدایہ مین ہے انتہی
یعنی جب مولے کے سوا کوئی وارث نہو اور بدل کتابت موجود ہو تو محمد رح کے نزدیک اسمین قصاص نہین ہے ویسقط قود ورثہ علی ابیہ اصلہ لان الفرع
لا یستوجب العقوبۃ علی اصلہ اور ساقط ہو جاتا ہے وہ قصاص جسکا بیٹا وارث ہو اپنے باپ پر یا اپنے فرادِ اصل پر وارث کی یعنی اگر اصول سے قتل عمد واقع ہوا اور مقتول
کا وارث فرع اصول ہو وہ قصاص ساقط ہے اسواسطے کہ فرع اپنی اصل پر مستوجب عقوبت کی نہین ہوتی ہے اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے تو
ظاہر حدیث اسپر دلالت کرتا ہے کہ بیٹا مملوک ہے باپ کا تو جیسے حقیقت ملک قصاص کی مانع ہے چنانچہ مولی جبکہ اپنے غلام کو قتل کرے اسیطرح شبہہ ملک کا بھی مانع
ظاہر کے مانع ہے قصاص کا کذا فی العینی وصورۃ المسئلۃ فیما اذا قتل الاب ابا امراتہ مثلا ولا وارث لہ غیرہا ثم ماتت المراۃ فان ابنہا منہ یرث القود الواجب علی ابیہ فیسقط
لما ذکرنا وان تصویر صدر الشریعۃ فثبوتہ فیہ للابن ابتداء لا ارثا عند ابی حنیفۃ وان اتحد الحکم کما لا یخفی اور مسئلہ مذکورہ کی صورت یہ ہے کہ جب باپ نے اپنی جورو کے
باپ یعنی خسر کو قتل کیا اور مقتول کا کوئی وارث نہین سوا اسکی بیٹی کے جو زوجہ ہے قاتل کی پھر وہ عورت وارث مر گئی تو عورت مذکورہ کا بیٹا جو قاتل
کے نطفہ سے ہے وارث ہوگا اس قصاص کا جو واجب ہے اسکے باپ پر تو قصاص ساقط ہو جاویگا اس دلیل سے جسکو ہم نے بیان کیا اور وہ جو صدر الشریعہ
نے شرح وقایہ مین مسئلہ مذکورہ کی صورت بیان کی ہے تو اسمین قصاص کا ثبوت قاتل کے فرزند کیواسطے ابتدا سے ہوتا ہے نہ باعتبار میراث کے امام اعظم
کے نزدیک اگرچہ دونون صورتون مین سقوط قصاص کا حکم یکسان ہے چنانچہ یہ امر ظاہر ہے پوشیدہ نہین ہے صدر الشریعہ نے زوجہ قاتل کو مقتول قرار
دیا ہے اور باقی مسئلہ بحال سابق ہے وفی الجوہرۃ لو عفا المجروح او وارثہ قبل موتہ صح استحسانا لانعقاد السبب لہما اور جوہرہ مین ہے کہ اگر شخص زخمی یا اسکا وارث
معاف کر دے مورث زخمی کی موت سے پہلے تو صحیح ہے باعتبار استحسان کے بسبب منعقد ہونے سبب قصاص کے زخمی اور اسکے وارث دونون کیواسطے اور قیاس
یہ تھا کہ عفو مجروح صحیح نہوتا اسواسطے کہ قصاص یعنی بدلا لینا ابتدا سے وارثون کیواسطے ثابت ہے اسواسطے کہ اگر ابتدا سے ثابت نہوتا تو موت کے بعد بھی ثابت
نہوتا تو مجروح نے غیر کا حق معاف کر دیا لیکن استحسان مین عفو مجروح صحیح ہے اسلیے کہ حق تو مجروح کا ہے اور وارث قائم مقام اسکا ہوتا ہے استیفاء قصاص مین کذا فی
الطحاوی عن المنح مختصرا ولا قود بقتل مسلم مسلما ظنہ مشرکا بین الصفین لانہ احتراز من الخطاء وانما اعادہ لیبین موجبہ بقولہ بل القاتل علیہ کفارۃ ودیۃ قصاص نہین
مسلمان کے قتل کرلینے سے دوسرے مسلمان کو مشرک جانکر مسلمین اور کافرون کی دو صفون کے اندر اسواسطے قصاص نہین کہ ابتدائے فصل مین مذکور ہو چکا کہ یہ
صورت قتل خطا کی ہے اور مصنف نے اسکو دوسری بار اسواسطے ذکر کیا تاکہ اسکا موجب بیان کرے اس قول سے بلکہ قاتل مذکور پر کفارہ اور دیت ہے یعنی قاتل کے
مددگار و نیز دیت ہے قالوا ہذا اذا اختلطوا فان فی صف المشرکین لا یجب شئ لسقوط العصمۃ قال علیہ الصلوۃ والسلام من کثر سواد قوم فہو منہم قلت فاذا کان مکثر
سوادہم منہم وان لم یتزی بزیہم فکیف بمن تزی قالہ الزاہدی قال المصنف حتی لو تشکل جنی بما یباح قتلہ کحیۃ فینبغی الاقدام علی قتلہ اذ تبین انہ جنی
فلا شئ علی القاتل واللہ اعلم علما نے کہا کہ یعنی مسئلہ مذکورہ مین کفارہ اور دیت واجب ہونا اسوقت ہے جبکہ مسلمان اور کفار لڑتے وقت مل گئے ہون تو
اگر مسلمان مشرکون کی صف مین ہو تو اسکے مقتول ہو جانے سے قاتل پر کچھ واجب نہین یعنی نہ کفارہ نہ دیت نہ توبہ اسکی عصمت کے سقوط کے سبب سے
یعنی اسکا خون معصوم نہ رہا مباح ہوگیا بقول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جو کسی قوم کی جماعت بڑھا دے وہ شخص اس قوم مین داخل ہے مین کہتا ہون
جبکہ جماعت کفار کا بڑھانے والا کافرون مین داخل ہوا اگرچہ انکا ہم شکل اور ہم لباس نہو تو کون حال ہوگا اس مسلمان کا جو کافرون کا سا لباس اختیار
کرے انکی وردی پہنے یہ کہا ہے زاہدی نے مصنف نے شرح متن مین کہا تو اگر پایا جن اس جانور کی شکل بیجا سے جس جانور کو قتل کرنا مباح ہے چنانچہ مم.

سانپ تو اُسکے قتل پر تیقید می لائق ہی پھر جبکہ ظاہر ہو کہ وہ سانپ حقیقت میں جن تھا تو شرعاً قاتل پر کوئی چیز واجب نہیں واللہ اعلم ولا یقاد الا بالسیف

وان قتلہ بغیرہ خلافا للشافعی اور قصاص نہ لیا جاوے مگر سیف یعنی تلوار سے اگرچہ قاتل نے مقتول کو تلوار کے سوا اور کسی ہتھیار سے قتل کیا ہو برخلاف امام شافعی کے یعنی اُنکے نزدیک اسی طرح قتل کرنا قاتل کا ضرور ہے جسطرح اُسنے مقتول کو مارا ہو یہ حدیث صدیق اکبر سے سنن ابن ماجہ میں ان لفظ سے مروی ہی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا قود الا بالسیف یعنی قصاص نہیں مگر تلوار سے اور دارقطنی میں علی مرتضیٰ سے حدیث مرفوع مروی ہی لا قود فی النفس وغیرہا الا بحدیدۃ یعنی قتل نفس وغیرہا میں قصاص نہیں مگر لوہے سے کذا فی العینی علی الہدایہ وفی الدرر عن الکافی المراد بالسیف السلاح قلت وبہ صرح فی حج المضمرات حیث قال والتخصیص باسم القود لا یمنع الحاق غیرہ بہ الا تری انا الحقنا الرمح والخنجر بالسیف فی قولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا قود الا بالسیف فما فی السراجیہ من لہ قود قاد بالسیف فلو القاہ فی بئر او قتلہ بحجر او بنوع آخر عزر وکان مستوفیا فیحمل علی ان مرادہ بالسیف السلاح واللہ اعلم اور درر میں کافی سے ہی کہ تلوار سے لوہے کا ہتھیار مراد ہی میں کہتا ہوں اسی کی تصریح کی ہی مضمرات کی کتاب الحج میں رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی حدیث میں کہ لا قود الا بالسیف سو جو سراجیہ میں ہی کہ جو قصاص لینے کا مالک ہی وہ تلوار سے قصاص لے تو اگر وہ قاتل کو کنوئیں میں ڈالے گا یا اُسکو پتھر سے قتل کریگا یا اور کسی طرح سے ہلاک کریگا تو وہ شخص تعزیر دیا جاویگا اور وہ شخص اس قتل ناسزاوار سے قصاص کا پانے والا ہو گیا انتہی کلام السراجیہ تو یہ محمول ہی اسپر کہ صاحب سراجیہ کی مراد تلوار سے ہتھیار ہی واللہ اعلم ولاب المعتوہ القود تشفیا للصدر واذا ملکہ ملک الصلح بالاولی لا العفو مجانا لقطع یدہ ای ید المعتوہ وقتل قریبہ لانہ ابطال حقہ ولا یملکہ اور فرزند ناقص العقل مدہوش کے قطع ید اور اسکے قرابت دار کے قتل کے بدلے اُسکے باپ کو قصاص لینا قاطع اور قاتل سے جائز ہی تشفی صدر اور تسلیہ دل کے واسطے اور جبکہ اُسکا باپ قصاص کا مالک ہوا تو صلح کا بھی بطریق اولی مالک ہوگا نہ معاف کردینے کا یعنی اُسکو قطع اور قتل میں مفت معاف کردینے کا اختیار نہیں سو اسلئے کہ مفت معاف کردینا فرزند مدہوش کے حق کو باطل کردینا ہی اور باپ ابطال حق فرزند کا مالک نہیں جو معتوہ وہ ہی جو بیوقوف ناقص العقل مدہوش ہو بدون دیوانگی کے جسکو اہل ہند بھولا اور بھوندو بولتے ہیں اُسکے قرابت دار سے مراد اُسکا اخیافی بھائی اور اُسکی ماں اور بیٹا ہی باپ کو قصاص کا اسواسطے اختیار رہا کہ صاحب حق تو مدہوش ہی لہذا اُسکا باپ اُسکے قائم مقام ہوا اسلیے کہ فرزند پر شفقت کے سبب سے اسکی تشفی خاطر فرزند کی تشفی قرار دیگئی کذا فی الطحطاوی وقید صلحہ بقدر الدیۃ او اکثر منہ وان وقع باقل منہ لم یصح الصلح وتجب الدیۃ کاملۃ لانہ نظر للمعتوہ اور مشروط ہی باپ کی صلح دیت کی مقدار پر یا اس سے زیادہ پر اور اگر دیت سے کم پر واقع ہوگی تو صحیح نہوگی اور پوری دیت واجب ہوگی اسلیے کہ یہی بہتر اور نافع تر ہی مدہوش کے حق میں والقاضی کالاب فی جمیع ما ذکرنا فی الاصح ومن قتل ولا ولی لہ فللامام قتلہ والصلح لا العفو لانہ ضرر للعامۃ اور قاضی باپ کے مانند ہی جمیع احکام مذکورہ کے اندر قول صحیح تر میں یا سند اُس شخص کے کہ مارا گیا اور اُسکا کوئی وارث نہیں تو حاکم کو اُسکے قاتل کے قتل کرنے کا اور مال پر صلح کرنے کا اختیار ہی نہ مفت معاف کردینے کا اسواسطے کہ مفت معاف کردینے میں لاوارث عوام خلق کا ضرر ہی والوصی کالاخ یصالح عن القتل فقط بقدر الدیۃ والقود فی الاطراف استحسانا لانہ یسلک بہا مسلک الاموال اور وصی مدہوش کے حق میں اُسکے بھائی کے برابر ہی کہ فقط صلح کرسکتا ہی اُسکے قرابت دار کے قتل سے بقدر دیت کے اور وصی کو مدہوش کے اطراف میں قصاص لینا بدلیل استحسان کے جائز ہی اسواسطے کہ اطراف انسانی میں اموال کا طریقہ مسلوک ہی والصبی کالمعتوہ فیما ذکر اور طفل صغیر معتوہ کے مانند ہی جمیع احکام مذکورہ میں یعنی اگر صغیر کا قطع ید ہو یا اُسکے قرابت دار کو قتل کرے تو صغیر کے باپ کو اور قاضی کو قصاص لینے اور صلح کرنے میں اختیار ہی معاف کردینے میں اختیار نہیں اور وصی اور صغیر کا بھائی قصاص نہیں کرسکتا اور نہ عفو کا اُنکو اختیار ہی مگر فقط صلح میں اُنکو اختیار ہی وللکبار القود قبل کبر الصغار خلافا لہما والاصل ان کل ما لا یتجزی اذا وجد سببہ کاملا ثبت لکل علی الکمال کولایۃ انکاح وامان اور مقتول کے عاقل بالغ وارثوں کو قصاص لینے کا اختیار ہی صغیر وارثوں کے جوان ہونے سے پہلے برخلاف صاحبین کے یعنی اُنکے نزدیک قصاص نہوگا جبتک صغیر وارث جوان ہوں اور عدم انتظار کا قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جو چیز قسمت پذیر نہیں جبکہ اُسکا کامل سبب پایا جاوے تو وہ چیز ہر ایک کے

واسطے علی وجہ الکمال ثابت ہوتی ہے جیسے نکاح کر دینے اور کافر کے پناہ دینے کی ولایت ہر شئی عدم قسمت پذیر چنانچہ قصاص اور نکاح اور امان کا جیسا کامل
سبب پایا جاے جیسے قرابت سبب کامل ہے قصاص اور نکاح کا اور اسلام سبب کامل ہے کافر کی امان دینے میں تو ہر وارث کو استیفاء قصاص میں جیسا
ہوگا ولہذا ابن ملجم بعوض علی مرتضی کے مارا گیا اور حضرت کی اولاد صغار تھی جنکے بالغ ہونیکا انتظار نہ ہوا تھا اور یہ امر بحضور صحابہ کرام کے ہوا تو بمنزلہ اجماع کے ہو لیا اور
سبب کامل کی قید سے مسلم اسیر دار الحرب نکل گیا اسواسطے کہ اسکا امان دینا صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی الا اذا کان الکبیر اجنبیا عن الصغیر فلا یملک القود حتی
یبلغ الصغیر اجماعا زیلعی ملخصا مگر جبکہ مقتول کا ولی کبیر بیگانہ ہو ولی صغیر کا تو کبیر قصاص کا مالک نہیں تا بلوغ صغیر باتفاق امام رح اور صاحبین کے کذا فی البحر
تو اس صورت خاص کو یاد رکھنا چاہیئے ابو السعود نے ولی کبیر کی مثال جو اجنبی ہو ولی صغیر سے قاضی اور وصی کی دی ہے طحطاوی نے کہا لیکن اسمیں خلل یہ ہے کہ
وہ کبیر مراد ہے یہاں جو وارث ہو مقتول کا تو تمثیل اسکی یوں بہتر ہے کہ مقتول کی اولاد صغار ہو زوجہ اولی سے زوجہ ثانیہ کے ساتھ ولو قتل القاتل اجنبی وجب
القصاص علیہ فی القتل العمد لانہ معصوم الدم بالنظر لقاتلہ کما مر اور اگر قاتل کو اس شخص نے قتل کیا جو اجنبی ہے مقتول سے یعنی اسکا وارث نہیں ہے تو قاتل کے قاتل پر
قتل عمد میں قصاص واجب ہے اسواسطے کہ قاتل اول معصوم الدم ہے بنظر اپنے قاتل کے چنانچہ اس فصل کے اوائل میں گذر گیا یعنی ہر چند قاتل اول کا خون مباح ہے مقتول
کے وارث کو لیکن باعتبار اجنبی شخص کے اسکا خون مباح نہیں لہذا اجنبی قاتل اسکے بدلے مارا جاویگا والدیۃ علی عاقلتہ ای القاتل فی الخطاء اور دیت قاتل اول
کی قاتل ثانی کے مددگاروں پر واجب ہے قتل خطا میں ولو قال ولی القتیل بعد القتل ای بعد قتل الاجنبی کنت امرتہ بقتلہ ولا بینۃ لہ علی مقالتہ لا یصدق ای ولی القتیل الاجنبی
اور اگر مقتول کے وارث نے قتل اجنبی کے بعد کہا میں نے اس اجنبی کو قاتل کے قتل کرنے کا امر کیا تھا اور اسکے اس قول پر گواہ نہیں تو وارث کے کلام کی تصدیق
نہو گی اور قاتل اجنبی قتل کیا جاویگا ص بزازیہ میں ہے کہ وارث مقتول کو قاتل کا قتل کرنا بذات خود یا غیر سے امر کر کے قتل کروانا جائز ہے استیفاء قصاص ہو کر
ہو گا اور قاتل مامور پر ضمان لازم نہو گا اس صورت میں جبکہ امر وارث کا ظاہر ہو سو اگر اجنبی نے قاتل کو قتل کیا اور وارث کے امر کرنے کا دعوی کیا اور وارث نے
اسکی تصدیق کی تو قرابت نہو گا بدون شہادت کے اور بدون شہادت کے قاتل سے قصاص لیا جاویگا بخلاف من حفر بئرا فی دار رجل فمات فیہا شخص
فقال رب الدار کنت امرتہ بالحفر صدق مجتبی یعنی لانہ یملک استینافہ للحال فیصدق بخلاف الاول لفوت المحل بالقتل کما ہو القاعدۃ برخلاف اس شخص کے
جسنے کنواں کھودا دوسرے مرد کے گھر میں سو آدمی اسمیں گر کے مر گیا اور صاحب خانہ نے کہا کہ میں نے کھودنے والے کو کھودنے کا امر کیا تھا تو صاحب خانہ
کی تصدیق ہو گی بدون شہادت کے اسواسطے کہ صاحب خانہ استیناف اور ابتداء حفر کا فی الحال مالک ہے یعنی بالفعل اپنے گھر میں کنواں کھدوا سکتا ہے وجہ د
محل کے سبب سے لہذا اسکے کلام کی تصدیق ہو گی برخلاف اول صورت کے یعنی ولی مقتول کے اس کلام میں کہ میں نے قتل کا حکم دیا تھا اسواسطے کہ وہاں ابتداء امر بالقتل
فی الحال متصور نہیں بسبب فوت ہو جانے محل کے قتل کے سبب سے چنانچہ یہی قاعدہ ہے تصدیق اور عدم تصدیق کا اور قاعدہ مذکورہ یہ ہے کہ جو شخص ایک خبر کی حکایت
کرے مثلاً یوں اظہار کرے کہ میں نے زوجہ مطلقہ سے رجعت کر لی ہے تو اگر وہ شخص بالفعل استیناف و ابتداء رجعت کا مالک ہے اسطرح کہ ہنوز عدت طلاق کی باقی ہے تو اسکی
تصدیق بلا شہادت ہو گی اور اگر ابتداء رجعت کا فی الحال مالک نہیں اسوجہ سے کہ رجعت کا دعوی کیا بعد عدت کے تو اب اسکی تصدیق بدون شہادت کے نہو گی کذا فی الطحطاوی
وظاہرہ ان حق الولی یسقط اصلا کما لو مات القاتل حتف انفہ وظاہر متن یا ظاہر تعلیل فوت محل اسپر دلالت کرتا ہے کہ ولی مقتول کا حق بالکل ساقط ہو گیا جیسے اس
صورت میں ساقط ہو جاتا ہے جبکہ قاتل اپنے فرش پر اپنی موت مر جاے بدون قتل کرنے کے ولو استوفاہ بعض الاولیاء لم یضمن شیئا اور اگر ورثہ مقتول میں سے کسی ایک نے قصاص
لیا تو اسپر کچھ ضمان لازم نہو گا یعنی نہ قاتل کیواسطے اور نہ باقی وارثوں کیواسطے اگرچہ باقی وارث صغیر ہوں کذا فی الزیلعی وفی الدرر والمجتبی دم بین اثنین فعفا احدہما فقتلہ الآخر
ان علم ان عفو بعضہم یسقط حقہ یقاد والا فلا والدیۃ فی مالہ بخلاف ممسک رجل لیقتل عمداً فقتل ولی القتیل الممسک فعلیہ القود لانہ مما لا یشکل علی الناس اور درر اور مجتبی
میں ہے کہ خون مقتول کے دو وارث ہیں سو ایک وارث نے قصاص عفو کر دیا اور دوسرے وارث نے قاتل کو قتل کیا تو اگر وارث قاتل یہ جانتا ہے کہ بعض ورثہ کا

معاف کرنا حق قصاص دیا حق وارث ثانی کو ساقط کر دیتا ہے تو وارث قاتل سے قصاص لیا جاویگا اور اگر اسکو یہ معلوم نہیں تو اسپر قصاص نہیں ہے اور اسکے مال
مین دیت واجب ہوگی برخلاف اس صورت کے کہ ایک شخص نے دوسرے مرد کو پکڑا کہ وہ عمداً قتل کیا جاوے سو مقتول کے وارث نے پکڑنے والے کو قتل کیا بافعال
قاتل پر قصاص واجب ہوگا اسواسطے کہ یہ صورت اس قسم کی نہیں ہے جیسا کہ سمجھنا لوگون پر مشکل ہووے برخلاف پہلی صورت کے یعنی عفو بعض کے کہ باقی وارثون کا
حق ساقط ہو ناشکل غیر صریح ہے لہذا اسمین ہر صورت علم سقوط قصاص ہے اور نہیں تو دیت ہے اور اسکی صورت مین فقط قصاص ہے نہ دیت جرح انسانا ومات فجرح
فاقام اولیاء المقتول بینة انه مات بسبب الجرح واقام الضارب بینة انه بری من الجراحة ومات بعد مدة فبینة ولی المقتول اولی کذا فی معین الحکام
معزیا للحاوی ایک شخص نے آدمی کو زخمی کیا اور زخمی مرگیا تو مقتول کے وارثون نے گواہ گذرانے کہ وہ زخم کے سبب سے مرگیا اور ضارب نے گواہون سے ثابت کیا کہ وہ اچھا ہو گیا تھا
زخم سے اور مدت کے بعد مرا تو وارث مقتول کے گواہ اولی بالقبول ہین کذا فی معین الحکام عن الحاوی اقام اولیاء المقتول البینة علی انه جرحه زید وقتله واقام
زید البینة علی ان المقتول قال ان زیدا لم یجرحنی ولم یقتلنی فبینة زید اولی کذا فی المشتمل معزیا لمجمع الفتاوے ورثہ مقتول نے اسپر گواہ قائم کیے
کہ مقتول مذکور زید نے زخمی کیا اور قتل کیا اور زید نے گواہ قائم کیے اسپر کہ مقتول نے خود کہا تھا کہ زید نے مجکو زخمی نہین کیا اور نہ مجکو مارا تو زید کے گواہ اولے
بالقبول ہین کذا فی المشتمل عن مجمع الفتاوی ہم اسواسطے کہ زید کے گواہ صاحب حق کے قول پر قائم ہین نفی پر قال المجروح لم یجرحنی فلان ثم مات المجروح
لیس لورثته الدعوی علی الجارح بهذا السبب مطلقاً وقیل ان الجرح معروفاً عند القاضی والناس قبلت بینة مجروح نے کہا کہ مجکو فلانے شخص نے
زخمی نہین کیا پھر زخمی مرگیا تو اسکے وارثون کو زخم لگانے والے پر اس سبب سے دعوی نہین ہو سکتا مطلقاً خواہ اسکا زخم معلوم ہو یا نہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر
زخم قاضی یا لوگون کے نزدیک معلوم ہو تو دعوی وارثون کا مقبول ہے کذا فی القنیه وفی الدرر عن المسعودیة لو عفا المجروح او الاولیاء بعد الجرح قبل الموت جاز العفو
استحساناً اور درر مین مسعودیہ سے منقول ہے کہ اگر مجروح یا اسکے وارثون نے زخم لگنے کے بعد موت سے پہلے معاف کر دیا تو بدلیل استحسان کے معاف کرنا جائز ہے ہم یہ مسئلہ
اس فصل مین مکرر ہو گیا وفی الوہبانیة جریح قال قتلنی فلان ومات فبرہن وارثه علی آخر انه قتله لم تسمع لانه حق المورث وقد اکذبهم اور وہبانیہ مین ہے کہ زخمی نے
کہا کہ مجکو فلانے شخص نے قتل کیا اور وہ مرگیا سو اسکے وارث نے دوسرے شخص پر گواہ قائم کیے کہ دوسرے نے مارا ہے تو گواہ مسموع نہونگے اسواسطے کہ یہ حق ہے
مورث کا اور مورث تو گواہون کو یا وارثون کو یا دونون کو جھوٹا کر گیا ولو قال جرحنی فلان ومات فبرہن ابنه علی ابن آخر انه جرحه خطاء قبلت لقیامها علی حرمانه
الارث اور اگر مجروح نے کہا کہ مجکو فلانے شخص نے زخمی کیا اور وہ مرگیا سو اسکے بیٹے نے دوسرے بیٹے پر گواہ قائم کیے کہ اسنے از راہ خطا اسکو زخمی کیا تھا تو یہ گواہی
مقبول ہوگی بسبب قائم ہونے اس گواہی کے اسکی میراث کے محروم ہونے پر سقاہ سما حتی مات ان دفعه الیه حتی اکله ولم یعلم به فمات لا قصاص ولا دیة
لکنه یحبس ویعزر ایک نے دوسرے کو زہر پلایا یہانتک کہ وہ مرگیا تو اگر اسنے اسکی طرف کر دیا تہا تاکہ اسنے خود کہا لیا اور وہ زہر کو نہ جانتا تہا سو مرگیا تو زہر دینے والے
پر نہ قصاص ہے نہ دیت لیکن وہ محبوس ہوگا اور اسکو تعزیر دیجاویگی ولو اوجره السم ایجاراً یجب الدیة علی عاقلته اور اگر زہر اسکے حلق مین زبردستی ڈال دیا اور وہ مرگیا
تو دیت واجب ہوگی قاتل کے برادری مددگارون پر وان دفعه له فی شربة فشرب ومات منه فکالاول لانه شرب باختیاره الا ان الدفع خدعة فلا یلزم الا التعزیر
والاستغفار خانیة اور اگر اسکو زہر شربت کے اندر ملا کر دیا سو اسنے پیا اور مرگیا اسکے پینے سے سو اسکا حکم اول صورت کے مانند ہے یعنی نہ قصاص ہے نہ دیت اسواسطے
کہ اول اور ثالث دونون صورتون مین مقتول نے زہر کو اپنے اختیار سے پیا نہ جبر سے مگر یہ کہ اسطرح دینا دغا اور فریب ہے تو کچھ لازم نہین مگر تعزیر اور استغفار کذا فی الخانیة
وان قتله بمر بفتح المیم بالعربی فی الایضاح المقتبس ان ما به حدا الحدید او خرجه اجماعا کما نقله المصنف عن المجتبی اور اگر مقتول کو قتل کیا پہاوڑے اور مثل اسکے
سے تو قاتل سے قصاص لیا جاویگا اگر اسکو لوہے کی باڑھ لگی یا اسکی منتھ لگی اور اسنے زخمی کر دیا تو باتفاق روایات کے قصاص لیا جاوے گا جیسا کہ
مصنف نے مجتبی سے نقل کیا ہے شارح نے کہا کہ مر بفتح میم وہ ہتھیار ہے جس سے مٹی کا کام کیا جاتا ہے یعنی پہاوڑہ وغیرہ اور اگر پہاوڑے کے دستہ چوبی سے

قتل کرے تو قاتل پر دیت ہے نہ قصاص لیکن اگر عظیم ہو کہ بدن پر نہ ٹھہرے تو تلوار کے مانند ہے صاحبین کے نزدیک اور کوڑے کے مانند ہے امام رح کے نزدیک کذا فی
الطحطاوی عن الاتقانی وفی الاشباہ حدہ بل قتلہ بالظہرہ ولم یجرحہ لا یقتص فی روایۃ الطحاوی وظاہر الروایۃ انہ یقتص بلا جرح فی حدید ونحاس وذہب ونحوہا وغیرہ فی
الدرر لقاضی خان لکن نقل المصنف عن الخلاصۃ ان الاصح اعتبار الجرح عند الامام لوجوب القود وعلیہ جری ابن الکمال اور اگر چھاڑ دہ بادھار کی طرف سے اسکے نہیں
لگا بلکہ اسکو اسکی پیٹھ کی طرف سے قتل کیا اور اسکے زخم نہیں لگا تو قصاص نہیں لیا جاویگا طحاوی کی روایت میں امام رح سے اور ظاہر الروایۃ امام رح سے یہ ہے
کہ قصاص لیا جاتا ہے بدون زخم کے لوہے اور تانبے اور سونے اور مانند انکے جو لوہے کا ہم جنس ہے اور اس قول کو درر میں قاضی خان کی طرف نسبت کیا ہے
لیکن مصنف نے شرح میں خلاصہ سے یہ نقل کیا ہے کہ جراحت کا اعتبار کرنا صحیح تر قول ہے امام رح کے نزدیک وجوب قصاص کیواسطے اور اسی قول پر ابن کمال
بھی چلا ہے وفی المجتبی ضرب بسیف فی غمدہ فخرق السیف الغمد وقتلہ فلا قود فیہ عند ابی حنیفۃ اور مجتبی میں ہے کہ اس تلوار سے مارا جو نیام کے اندر ہے سو تلوار نے
میان کو پھاڑا اور اسکو قتل کیا تو اسمیں قصاص نہیں قاتل پر امام رح کے نزدیک ہم لیکن قاتل پر دیت ہے حموی نے ولوالجی سے نقل کیا کہ قصاص اسواسطے
نہیں کہ قاتل نے زخم کرنے والے ہتھیار سے اسکو نہیں مارا کالخنق والتغریق خلافا لہما وللشافعی جیسے گلا دبا کر مارنے اور ڈبو دینے میں قصاص نہیں برخلاف
صاحبین رح اور امام شافعی رح کے ہم قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص انسان کو پانی میں ڈبو دے تو اگر پانی کم ہے جس سے غالبا نہیں مرتا اور نجات ممکن ہے تیر کر نکل جانے سے غالبا اور
وہ مرگیا تو یہ خطاء عمد ہے سب کے نزدیک اور اگر پانی زیادہ ہو اسطرح کہ نجات ممکن ہو تیرنے سے اسوجہ سے کہ اسکے ہاتھ پاؤں بستہ نہیں ہیں اور وہ خوب تیراک ہے تو بھی
خطاء عمد ہے اور اگر اسطرح پانی بکثرت ہو کہ نجات ممکن نہو تو امام رح کے قول پر یہ قتل خطاء عمد ہے اور قصاص نہیں اور صاحبین کے قول پر یہ عمد محض ہے اور قصاص ہے اور اگر ایک شخص کو بند کردیا کوٹھری میں سو وہ اسمیں گرسنگی سے مرگیا
ولو ادخلہ بیتا فمات فیہ جوعا لم یضمن شیئا وقالا تجب الدیۃ
تو قاتل پر کچھ تاوان لازم نہیں اور صاحبین رح نے کہا کہ دیت واجب ہے قاضی خان میں محمد رح سے منقول ہے کہ اسپر عقاب بھی کرنا چاہیے ولو دفنہ حیا فمات یجب القصاص
واجب ہے کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط
اور اگر ایک شخص کو زندہ دفن کردیا سو وہ مرگیا محمد رح سے روایت ہے کہ اس سے قصاص لینا چاہیے بخلاف قتل کرنے
مجتبی بخلاف قتلہ بموالاۃ ضرب السوط کما یجیئ
مقتول کے علی الاتصال کوڑا مارنے سے چنانچہ یہ مسئلہ عنقریب آویگا ظہیریہ میں ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ قاتل کے برادری پر دیت ہے کذا فی العالمگیریۃ وفیہ ولو اعتاد الخنق قتل
سیاسۃ ولا تقبل توبتہ لو بعد مسکۃ کالساحر اور مجتبی میں ہے کہ اگر گلا دبا کر مارنے کی کسی کو عادت ہو تو اسکو قتل کرنا چاہیے سیاست کی راہ سے نہ قصاص کی راہ سے اور
اسکی توبہ مقبول نہیں اگر گرفتاری کے بعد وہ توبہ کرے جیسے جادوگر کی توبہ گرفتار ہونے کے بعد مقبول نہیں ہم معلوم ہوا کہ ٹھگوں کا قتل کرنا حاکم کو از راہ سیاست کے
درست ہے کیونکہ ان کو بھی ایسے مارنے کی عادت ہے یہی انکا پیشہ ہے وفیہ قمط رجلا وطرحہ قدام اسد او سبع فقتلہ فلا قود فیہ ولا دیۃ ولیعزر ویحبس الی ان یموت
اور اگر ایک مرد کے ہاتھ پاؤں باندھے اور اسکو شیر یا درندے جانور کے آگے ڈالدیا سو اسنے اسکو قتل کیا تو اسمیں قصاص
زاد فی البزازیۃ وعن الامام علیہ الدیۃ
اور دیت نہیں اور باندھنے والے کو تعزیر دیجائے اور وہ یہاں تک محبوس رہے کہ مرجاوے یعنی اسکو دائم الحبس کرنا چاہیے اور بزازیہ میں اتنا زیادہ مذکور ہے اور امام رح سے
ایک روایت یہ ہے کہ باندھنے والے پر دیت ہے ہم اسیطرح کا حکم ہے اگر آدمی اور درندے یا سانپ یا بچھو کو کوٹھری میں داخل کرکے دروازہ بند کرلیا اور آدمی کو انہوں نے قتل کیا تو
سانپ کو آدمی کے ساتھ داخل کیا یا کوٹھری میں سانپ آگے سے موجود تھا اور اگر صغیر کے ساتھ یہ ستم ہوگا تو جابر پر دیت ہے کذا فی العالمگیریۃ ولو قمط صبیا والقاہ فی
الشمس او البرد حتی مات فعلی عاقلتہ الدیۃ اور اگر صغیر کے ہاتھ پاؤں باندھکر دھوپ یا سردی میں ڈالدیا یہانتک کہ وہ مرگیا تو قاتل کے برادری پر دیت ہے ہم اور مجنون
مرد صغیر کے مانند ہے اس حکم میں کذا فی العالمگیریۃ وفی الخانیۃ قمط رجلا والقاہ فی البحر فرسب وغرق کما القاہ فعلی عاقلتہ الدیۃ عند ابی حنیفۃ ولو سبح ساعۃ ثم غرق
فلا دیۃ لانہ غرق بعجزہ وفی الاول غرق بطرحہ فی الماء اور خانیہ میں ہے کہ ایک مرد کے ہاتھ پاؤں باندھے اور اسکو دریا میں ڈالدیا سو وہ تہ نشین ہو گیا اور ڈوب
گیا بمجرد ڈالنے کے تو باندھنے والے اور گرانے والے کے برادری پر دیت ہے امام رح کے نزدیک اور اگر وہ شخص ساعت بھر تیرا پھر ڈوب گیا تو دیت نہیں

اسواسطے کہ وہ ڈوبا رہنی عاجز ہے اور اس صورت میں اسکے پانی میں گرا دینے سے ڈوبا قطع عنقہ وبقی من الحلقوم قلیلا وفیہ الروح فقتلہ آخر فلا قود
فیہ علیہ لانہ فی حکم المیت ایک نے دوسرے کی گردن کاٹی اور نرخرے میں سے کچھ باقی رہ گیا اور اسمیں روح ہے سو دوسرے آدمی نے اسکو قتل کیا تو اس صورت
میں قاتل ثانی پر قصاص نہیں اسواسطے کہ وہ مقتول اور حکم میت کے ہے تو اگر مقتول مذکور کا بیٹا باپ کی اس حالت نیم جانی میں مرگیا تو مقتول کا بیٹا اپنے باپ
کا وارث ہوگا مقتول اپنے فرزند کا وارث نہوگا کذا فی الطحطاوی عن الذخیرۃ ولو قتلہ وہو فی حالۃ النزع قتل بہ الا اذا کان یعلم انہ لا یعیش منہ کذا فی الخانیۃ
اور اگر ایک نے دوسرے کو قتل کیا حالانکہ مقتول حالت نزع میں تھا تو قاتل اسکے بدلے قتل ہوگا مگر جبکہ یہ معلوم ہو جاے کہ وہ شخص زندہ نرہیگا اس حالت
نزع سے قصاص نہیں قاتل پر کذا فی الخانیۃ ثم خلاصہ میں ہے کہ ایک مرد نے دوسرے کو قتل کیا اور وہ نزع میں ہے تو قاتل قتل کیا جاویگا اگرچہ معلوم ہو کہ وہ زندہ نرہیگا
کذا فی العالمگیریۃ تو معلوم ہوا کہ یہاں دو قول مختلف ہیں طحطاوی نے کہا کہ میں نے خانیہ کو دیکھا تو خلاصہ کے موافق پایا یعنی درصورت عدم توقع زندگی کے بھی قتل
ہوگا لیکن مترجم نے جو خانیہ میں دیکھا تو شارح کی نقل کے مطابق پایا واللہ اعلم غالب کہ اختلاف نسخ باعث ہے اس اختلاف کا وفی البزازیۃ شق بطنہ بحدیدۃ
وقطع آخر عنقہ ان توہم بقائہ حیا بعد الشق قتل قاطع العنق والا قتل الشاق وعزر القاطع اور بزازیہ میں ہے کہ ایک نے دوسرے کا پیٹ لوہے سے پھاڑا اور دوسرے
نے اسکی گردن کاٹی اگر اسکا زندہ باقی رہنا متوہم ہے پھاڑنے کے بعد تو گردن کاٹنے والا قتل کیا جاے اور اگر اسکی زندگی خیال میں نہ آوے تو پیٹ پھاڑنیوالا
قتل کیا جاے اور گردن کاٹنے والا تعزیر دیا جاے ثم قاطع گردن کا قصاص ہوگا اگر قطع عمداً ہو اور اگر خطا سے ہو تو دیت واجب ہوگی اور پیٹ پھاڑنے والے
پر ثلث دیت ہے اگر شق دوسری جانب تک نافذ ہوگئی تو دیت کے دو ثلث واجب ہونگے اور پھاڑنے والے کا قصاص بھی درصورت عمد کے ہے اور خطا میں دیت
واجب ہے کما فی عالمگیریۃ ومن جرح رجلا عمداً فصار ذا فراش ومات یقتص الا اذا وجد ما یقطعہ کجز الرقبۃ وبرء منہ اور جسنے ایک مرد کو عمداً زخمی کیا سو زخمی
صاحب فراش ہوگیا یعنی بستر پر سے چنگا ہوکر نہ اٹھا اور مرگیا تو زخم لگانے والے سے قصاص لیا جاویگا مگر جبکہ وہ چیز پائی جاے جو زخم کو قطع کردے جیسے زخمی
کی گردن کا کاٹنا اور زخم سے چنگا ہو جانا یعنی اگر زخمی کی کسی نے گردن کاٹ ڈالی تو اب جارح پر قصاص نہوگا قاطع پر ہوگا یا کہ زخمی فاقہ پاکر چلنے پھرنے لگا اور مرگیا
تو جارح پر قصاص نہوگا وقدمنا انہ لو عفا المجروح او الاولیاء قبل موتہ صح استحسانا اور اس سے پہلے ہم نے یہ ذکر کیا کہ اگر مجروح نے یا اسکے وارثوں نے مجروح کے مرنے
سے پہلے عفو کردیا تو یہ عفو باعتبار استحسان کے صحیح ہے وان مات شخص بفعل نفسہ وزید واسد وحیۃ ضمن زید ثلث الدیۃ فی مالہ ان کان الفعل عمداً و
الا فعلی عاقلتہ اور اگر ایک شخص مرگیا اپنی ذات کے فعل سے اور زید کے فعل سے اور شیر اور سانپ کے فعل سے تو زید تاوان دے تہائی دیت کا اپنے مال میں اگر زید کا فعل
عمداً ہو اور اگر عمداً نہو تو اسکے برادرون پر دیت ہے صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے سر میں زخم لگایا اور دوسرے مرد نے بھی اسکے سر میں زخم لگایا اور شیر اور سانپ نے
بھی اسکو کاٹا تو مرد اجنبی پر تہائی دیت ہے کذا فی العالمگیریۃ عن الکافی لان فعل الاسد والحیۃ جنس واحد لانہ ہدر فی الدارین وفعل زید معتبر فی الدارین وفعل نفسہ ہدر فی الدنیا
لا العقبی حتی یاثم بالاجماع فصارت ثلثۃ اجناس فیجب علی زید ثلث الدیۃ اسواسطے واجب ہوئی کہ شیر اور سانپ کا فعل ایک جنس ہے اسواسطے کہ وہ باطل ہے اسپر کوئی چیز واجب
نہیں دنیا اور آخرت میں اور زید کا فعل دونوں جہان میں معتبر ہے اور اسکی ذات کا فعل باطل ہے دنیا میں نہ آخرت میں یہانتک کہ وہ گنہگار ہوگا باتفاق تو جنایت
تین جنس ہوگئی یعنی پھر جب تین فعل سے دو فعل غیر معتبر ہوے تو ایک فعل ہی معتبر ٹھہرا لہذا تہائی دیت زید پر واجب ہوئی ومفادہ ان یعتبر فی المقتول التکلیف فیصیر
فعلہ جنسا آخر غیر فعل الاسد والحیۃ وان لا یزید علی الثلث لو تعدد قاتلہ لان فعل الکل جنس واحد ابن کمال اور تثلیث اجناس کی تعلیل سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ مقتول میں
تکلیف شرعی یعنی عقل اور بلوغ معتبر ہو تاکہ مقتول کا فعل دوسری جنس ٹھہرے شیر اور سانپ کے فعل کے سوا اسواسطے کہ اگر مقتول صغیر یا مجنون ہوگا تو اسکا بھی فعل باطل
ٹھہریگا دارین میں شیر اور سانپ کے مانند تو اس صورت میں زید پر نصف دیت لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی اور یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اجناس ثلثہ پر زیادتی نہوگی اگر مقتول
مذکور کے قاتل چند آدمی ہوں اسلیے کہ سب بنی آدم کا فعل جنس واحد ہے یعنی باطل نہیں دارین میں معتبر ہے کذا ذکرہ ابن کمال ویجب قتل من شہر سیفا علی المسلمین یعنی

فی الحال لما نص علیہ ابن الکمال حیث غیر عبارۃ الوقایۃ فقال ویجب دفع من شہر سیفا علی المسلمین ولو بقتلہ ان لم یمکن دفع ضررہ الا بہ صرح بہ فی الکفایۃ
ایضا لانہ من باب دفع الصائل صرح بہ القہستانی وغیرہ ویاتی ما یؤیدہ اور جسنے تلوار میان سے نکالی مسلمانوں پر اسکا قتل واجب ہے یعنی فی الحال بلا توقف اسکا
قتل واجب ہے چنانچہ ابن کمال نے اسکی تصریح کی ہے کیونکہ اُسنے وقایۃ الروایۃ کی عبارت بدل ڈالی ہے سو یوں کہا ہے کہ واجب ہے دفع کرنا اُس شخص کا جسنے تلوار
نکالی مسلمین پر اگرچہ دفع اسکا اسکے مار ڈالنے سے ہو اگر اسکا دفع ممکن نہو بدون قتل کے تصریح کی ہے اس قید کی کفایہ شرح ہدایہ میں یعنی اسواسطے کہ دفع
شاہر دفع صائل کی قسم سے ہے یعنی حملہ کرنے والے کی دفع کے مانند ہے تصریح کی ہے اسکی قہستانی وغیرہ نے اور آگے آویگا وہ کلام جو اسکی تائید کریگا ام ابن کمال
کے کلام سے قتل فی الحال بطریق اشارہ کے نکلتا ہے تصریح اسکی نہیں ہے اسواسطے کہ دفع میں توقف نہیں تو شارح کو یوں کہنا بہتر تھا کما اشار الیہ ابن الکمال کذا فی الطحطاوی
ولا شیء بقتلہ بخلاف جمل الصائل اور تلوار نکالنے والے کے قتل میں کچھ نہیں اسکے قاتل پر نہ قصاص نہ دیت نہ تعزیر برخلاف جمل صائل کے قتل کے یعنی اگر اونٹ آدمی پر
حملہ کرے اور وہ اسکو مار ڈالے تو ہرچند اسکے قتل میں گناہ نہیں لیکن اسکی قیمت دینا قاتل پر واجب ہوگا ولا بقتل من شہر سلاحا علی رجل لیلا او نہارا او فی مصر
او غیرہ او شہر علیہ عصا لیلا فی مصر او نہارا فی غیرہ فقتلہ المشہور علیہ او غیرہ اور کچھ نہیں اسکے مار ڈالنے سے جسنے لوہے کا ہتھیار نکالا اور اٹھایا ایک مرد پر رات
میں یا دن میں خواہ شہر کے اندر ہو یا سوا اسکے جنگل میں یا اسپر لاٹھی اٹھائی رات کو شہر میں یا لاٹھی اٹھائی دن کو شہر کے سوا جنگل وغیرہ میں سو اسکو مار ڈالا جسپر
ہتھیار یا لاٹھی اٹھائی ہے یہ مسئلہ غیر مسئلہ سابقہ کے ہے اسواسطے کہ وہاں جماعت مسلمین پر تلوار کھینچنے والا اور یہاں مرد پر ہتھیار کھینچنے والے کے قتل میں کچھ نہیں مطلقا خواہ
رات ہو یا دن شہر ہو یا غیر شہر اسواسطے کہ ہتھیار بدن پر نہیں ٹھہرتا اندر گھس جاتا ہے اور لاٹھی اٹھانیوالے کے قتل میں رات کو شہر میں اور دن کو جنگل میں کچھ نہیں اسواسطے کہ اگرچہ لاٹھی
بدن میں گھس نہیں جاتی لیکن شہر میں رات کو اور جنگل میں دن کو مظلوم کی فریاد رسی اور مدد نہیں ہوسکتی ہاں اگر دن کو شہر میں لاٹھی اٹھانے والے کو قتل کریگا تو اسکے بدلے
قاتل مارا جاویگا اسواسطے کہ لاٹھی بدن میں نہیں گھستی اور شہر میں دن کو فریاد رسی اور مددگاری منقطع نہیں کذا فی صدر الشریعۃ والطحطاوی ملتقطا وان شہر المجنون علی غیرہ سلاحا
فقتلہ المشہور علیہ عمدا تجب الدیۃ فی مالہ اور اگر مجنون نے غیر شخص پر ہتھیار کھینچا سو اس شخص نے مجنون کو عمدا مار ڈالا تو قاتل کے مال میں دیت واجب ہے یعنی اسپر قصاص
نہیں ومثلہ الصبی والدابۃ بہا وقال الشافعی لا ضمان فی الکل لانہ لدفع الشر اور مجنون کے مانند صغیر اور جانور حملہ گر ہے اور شافعی نے کہا کہ ضمان نہیں سب صورتوں
میں یعنی مجنون شاہر اور صغیر شاہر اور حیوان صائل کے قتل میں اسواسطے کہ یہ قتل دفع شر کیواسطے ہے ہم اور ہماری دلیل یہ ہے کہ مجنون اور صغیر اور حیوان کا فعل متصف
بحرمت نہیں تو بغاوت نہ ثابت ہوئی تو انکے خون کی عصمت ساقط نہوگی اختیار صحیح کے نہونے کے سبب سے ولہذا اگر مجنون یا صغیر کسی کو قتل کرے تو قصاص
نہیں یا جانور کسی کا کچھ نقصان کرے تو اسپر تاوان نہیں پھر جب انکا خون معصوم ہوا مباح نہ ٹھہرا تو قصاص واجب ہوتا لیکن قصاص واجب نہوا وجود مبیح کے سبب سے
یعنی دفع شر نے انکا خون مباح کر دیا پھر جب قصاص دفع شر کی علت سے ساقط ہوا تو خونبہا واجب ہوا کذا فی الزیلعی ولو ضربہ الشاہر فانصرف وکف عنہ علی وجہ
لا یرید ضربہ ثانیا فقتلہ الآخر ای المشہور علیہ او غیرہ کذا عممہ ابن الکمال تبعا للکافی والکفایۃ قتل القاتل لانہ بالانصراف عادت عصمتہ قلت فتحرر انہ مادام شاہرا السیف لم
ضربہ والا فلا فلیحفظ اور اگر ایک شخص کو تلوار کھینچنے والے نے مارا پھر ہٹا اور ادھر سے باز رہا اسطرح کہ دوسری بار مارنے کا ارادہ نہیں رکھتا سو دوسرے نے
اسکو مار ڈالا یعنی جسپر تلوار کھینچی تھی اُسنے مارا یا اسکے سوا اور شخص نے قتل کیا اسی طرح کی تعمیم کی ہے ابن کمال نے کافی اور کفایہ کا تابع ہوکر تو اسکا قاتل قتل کیا جاویگا
اسواسطے کہ تلوار کھینچنے والے کے خون کی عصمت پھر ثابت ہوگئی پلٹ جانے کے سبب سے میں کہتا ہوں تو یہ امر منقح ہوگیا کہ جبتک وہ برہنہ تلوار کھینچے رہیگا تو اسکو اسکا
مارنا درست ہے اور نہیں تو مارنا درست نہیں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے علم طحطاوی نے کہا کہ شارح کی تحریر اور تنقیح ظاہر نہیں اسواسطے کہ گاہے انسان برہنہ شمشیر پیٹھ پھیر کے بھاگ
جاتا ہے اور عود کا ارادہ نہیں رکھتا یعنی تو مطلقا برہنگی شمشیر کی اباحت ضرب کی دلیل نہیں ہوسکتی ومن دخل علیہ غیرہ لیلا فاخرج السرقۃ من بیتہ فتبعہ رب البیت
فقتلہ فلا شیء علیہ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام قاتل دون مالک اور جو ایک شخص کے گھر میں غیر شخص رات کو داخل ہو سو چوری کا مال اسکے گھر سے نکالے

بشرطیکہ قاتل مقتولین کے خون کا وارث ہو وفیہا عن الواقعات لو ابنہ صغیر الفتیص اور بزازیہ میں ہو واقعات سے کہ اگر آمر کا بیٹا صغیر ہو تو قصاص لیا جاوے گا
ھم یعنی اگر ایک شخص نے کہا کہ میرے فرزند کو قتل کر اور فرزند صغیر ہو تو قاتل پر قصاص ہو حموی نے کہا اور یہی حکم ہو برادر صغیر منح الغفار میں ہو کہ یہ محمول ہو قیاس
کے جواب پر اور استحسان کی دلیل سے تو دیت ہو کذا فی الطحطاوی وفی الخانیۃ بعتک دمی بالفلس او بالف فقتلہ الفتیص اور خانیہ میں ہو کہ ایک نے دوسرے سے کہا
کہ میں نے اپنا خون تیرے ہاتھ ایک پیسے یا ہزار کو بیچا سو اُسنے اُسکو قتل کیا تو قصاص لیا جاویگا اسواسطے کہ یہ باطل ہو اور قتل کا اذن نہیں ہو تو یہ قول اقتلنی کے
قول کے مانند نہیں کہ دیت واجب ہوتی نہ قصاص وفی اقتل ابی علیہ دیتہ لانہ اور اس قول میں کہ قتل کر میرے باپ کو دیت واجب ہو قاتل پر مقتول کے فرزند کیواسطے
وفی اقطع یدہ فقطع یدہ الفتیص اور اس قول میں کہ میرے باپ کا ہاتھ کاٹ سو اُسنے اُسکا ہاتھ کاٹا قصاص لیا جاویگا قاطع سے وفی شج ابنی فشجہ لاشئ علیہ فان مات
فعلیہ الدیۃ اور اس قول میں کہ میرے فرزند کا سر پھوڑ ڈال سو اُسنے اُسکا سر پھوڑا تو اُسپر کچھ نہیں پھر اگر وہ مر گیا اس سبب سے تو اُسپر خونبہا ہو وقیل لا تجب
الدیۃ ایضا وصححہ رکن الاسلام کما فی العمادیۃ واستظہرہ الطرسوسی لکن ردہ ابن وہبان اور قول ضعیف یہ ہو کہ اپنی ابن کے اذن قتل پر دیت بھی قصاص کے مانند
واجب نہیں اور اس قول کو رکن الاسلام نے صحیح کہا ہو چنانچہ عمادیہ میں ہو اور طرسوسی نے بھی اسی کی تائید کی ہو لیکن ابن وہبان نے اسکو رد کیا ہو
ھم شروح وہبانیہ میں ہو کہ لائق یہ ہو کہ قول اول یعنی سقوط قصاص اور وجوب دیت اصح ہو اسواسطے کہ عصمت دم موجود ہو اور قصاص گو ساقط
ہو گیا ہو شبہہ اذن سے اور شبہہ وجوب مال کا مانع نہیں ہو قال اقتل عبدی او اقطع یدہ ففعل فلا ضمان علیہ اجماعا چنانچہ اگر مولی نے کہا
کہ میرے غلام کو قتل کر یا اسکا ہاتھ کاٹ سو اُسنے اُسکو قتل کیا اور اُسکا ہاتھ کاٹا تو اُسپر تاوان نہیں بالاتفاق ھم اسواسطے کہ غلام مال میں داخل ہو
اور مال میں اباحت جاری ہو لیکن اس قتل اور قطع میں آمر اور مامور دونوں گنہگار ہیں کذا فی الحموی کقولہ اقطع یدی او رجلی وان سری لنفسہ ومات لان الاطراف
کالاموال فصح الامر چنانچہ اس قول میں ضمان نہیں کہ میرا ہاتھ یا میرا پانوں کاٹ ڈال اگرچہ قطع اُسکی جان تک پہنچ جاوے اور وہ مر جاوے اسواسطے کہ اطراف
اموال کے مانند ہیں تو امر کرنا انمیں صحیح ہوگا ھم سرایت الی النفس اور موت نہ بزازیہ میں ہو نہ منح الغفار میں اور اگر سرایت کو قتل اعتبار کیجیے تو بمنزلہ اقتلنی کے ہمیں بھی
خلاف مذکور جاری ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو قال اقطعہ علی ان تعطینی ہذا الثوب او ہذہ الدراہم فقطع یجب ارش الید لا القود وبطل الصلح بزازیہ اور اگر بولا کہ ہاتھ
کاٹ اس شرط پر کہ تو مجھکو یہ کپڑا یا درہم دے سو اُسنے قطع کیا تو ہاتھ کا خونبہا واجب ہوگا نہ قصاص اور صلح یعنی شرط عطاے ثوب یا درہم باطل ہوگی کذا
فی البزازیہ فروع مسائل ملحقہ شارح کے ہبتہ القصاص لغیر القاتل لا تجوز لانہ لا یجری فیہ التملیک قصاص کا ہبہ کرنا اور شخص کو سواے قاتل کے جائز نہیں اسواسطے کہ
اُسمیں تملیک جاری نہیں ھم اور اسی طرح قاتل کو بھی ہبہ قصاص بدلیل مذکور جائز نہیں کذا فی الحموی حاشیۃ الاشباہ عفو الولی عن القاتل افضل من الصلح والصلح افضل
من القصاص وارث کا معاف کر دینا قاتل سے افضل اور بہتر ہو مال پر صلح کرنے سے اور صلح بہتر ہو قصاص سے ھم عفو وارث سے قاتل کی برارت ہو جاتی ہو دنیا میں
دیت اور قصاص سے لیکن ظلم اقدام علی القتل سے برارت نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ وحاشیۃ ابی السعود وکذا عفو المجروح اور یہی حکم ہو عفو مجروح کا یعنی عفو بہتر
ہو صلح سے اور صلح بہتر ہو بدلا لینے سے لا تصح توبۃ القاتل حتی یسلم نفسہ للقود وہبانیۃ صحیح نہیں توبہ قاتل جبتک اپنی جان کو قصاص کیواسطے تسلیم نکر دے کذا فی الوہبانیہ
ھم یعنی فقط زبان سے توبہ کرنا اور دل میں نادم ہونا کفایت نہیں کرتا جبتک قصاص کیواسطے اپنی جان حاضر نکرے اور یہ بھی شرط صحت توبہ ہو کہ مقتول کے وارثوں سے
خبر کر دے کہ یہ قصور مجھی سے ہوا ہو کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ وغیرہ الامام شرط استیفاء القصاص کالحدود وعند الاصولیین فرق الفقہاء اشباہ امام یعنی حاکم سلطان
شرط استیفاء قصاص ہو یعنی خون کے بدلا لینے میں حدود کے مانند امام کا ہونا شرط ہو علماء اصول کے نزدیک اور فقیہوں نے قصاص اور حدود میں فرق کیا ہو کذا فی الاشباہ
ھم یعنی فقہا کے نزدیک استیفاء حدود کے لیے امام شرط ہو قصاص کیواسطے محیط میں ہو کہ ایک مرد مقتول ہوا عمدا اور اُسکا ایک وارث ہو تو اُسکو قاتل کا قتل کرنا قصاص کی
سے جائز ہو قاضی نے قصاص کا حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو اور قاتل کو تلوار سے قتل کرے اور اُسکی گردن کاٹے اور اگر غیر تلوار سے قتل کا ارادہ کرے تو منع کیا جاوے اور اگر قتل ممنوع کریگا تو تعزیر

دیجائیگی اسپر تاوان نہیں یا کسی طرح قتل کرے مستوفی قصاص ہوگا کذا فی العالمگیریہ و فیہا فی قاعدۃ الحدود تدرأ بالشبہات القصاص کالحدود الا فی سبع یجوز القضاء بعلمہ فی
القصاص دون الحدود اور اشباہ میں الحدود تندرأ بالشبہات کے قاعدہ میں یہ ہے کہ حدود کے مانند قصاص ہے مگر سات صورتوں میں پہلی صورت یہ ہے کہ قاضی کو حکم کرنا اپنی
دانست پر قصاص میں درست ہے نہ حدود میں ہم یہ قول اسپر مبنی ہے کہ قاضی اپنے علم پر فیصلہ کرے سوائے حدود کے لیکن اب فتوی اسپر ہے کہ قاضی کو حکم کرنا اپنی دانست پر
یعنی بدون شہادت کے مطلقاً جائز نہیں کذا فی الحموی شرح الاشباہ القصاص یورث والحد لا ۲ قصاص میں میراث جاری ہے اور حد میں نہیں ہم دوسرا قول یہی ہے کہ قصاص
میں مورث نہیں کذا فی الحموی یصح العفو فی القصاص لا الحد ۳ قصاص کا عفو کرنا صحیح ہے نہ حد کا ہم یہ بعد مرافعہ کے محمول ہے اور قبل مرافعہ کے حد قذف کا عفو کرنا جائز ہے کذا
فی حاشیۃ ابی السعود والتقادم لا یمنع الشہادۃ بالقتل بخلاف الحد سوی حد القذف ۴ مدت کا گذر جانا قتل میں شہادت کا مانع نہیں برخلاف حد کے حد قذف کے سوا ویثبت
باشارۃ الاخرس وکتابتہ بخلاف الحد ۵ اور قصاص ثابت ہوتا ہے گونگے کے اشارہ سے اور اسکے لکھدینے سے برخلاف حد کے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مقتول کے پاس
گونگا آیا اور اسنے تلوار پکڑی اور اپنی ذات کی طرف اشارہ کیا یعنی میں نے اسکو تلوار سے مارا ہے تو اسطرح قصاص ثابت ہوگا اور حد ثابت نہوگی کذا فی الطحطاوی
یجوز الشفاعۃ فی القصاص لا الحد ۶ سفارش کرنا عفو قصاص میں جائز ہے نہ حد میں السابعۃ لابد فی القصاص من الدعوی بخلاف الحد سوی حد القذف ۷ ہم
ساتویں صورت یہ ہے کہ قصاص میں دعوی ضرور ہے نہ حد میں مگر حد قذف میں البتہ دعوی ضرور ہے انتہی ما فی الاشباہ و فی القنیۃ نظر فی باب دار رجل ففقأ الرجل عینہ
لایضمن ان لم یمکنہ تنحیتہ من غیر فقئہا وان امکنہ ضمن اور قنیہ میں ہے کہ ایک شخص دوسرے مرد کے گھر میں جھانکا دروازے کے اندر سے سو اس مرد نے اسکی آنکھ پھوڑدی
تو صاحب خانہ پر ضمان نہیں اگر جھانکنے والے کا ہٹانا بدون آنکھ پھوڑنے کے ممکن نہو اور اگر بدون اسکے وہ ہٹا سکتا ہے تو تاوان اسپر لازم ہوگا
وقال الشافعی لایضمن فیہما اور امام شافعی نے کہا کہ آنکھ پھوڑنے والے پر دونوں صورتوں میں تاوان نہیں ہم ابوہریرہ کی حدیث دلیل ہے امام شافعی کی
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک مرد جھانکے بدون تیرے اذن کے سو تو اسکی آنکھ پھوڑدے کنکرے مار کر تو تجھ کو گناہ نہیں اور ہماری دلیل
یہ حدیث ہے کہ آنکھ میں نصف دیت ہے اور یہ عام ہے ناظر خانہ اور غیر ناظر کو اور اسلیے کہ اگر کوئی باب مفتوح سے نظر کرے یا گھر میں گھس کے دیکھ لے تو بھی مستوجب
قطع یمین نہیں اور حدیث ابوہریرہ مبالغہ فی الزجر پر محمول ہے اور اگر حدیث مذکور کو اس ناظر پر محمول کیجیے کہ کسی طرح نظر سے باز نرہے بدون آنکھ پھوڑنے کے
تو منافات بالکل زائل ہوجاے لیکن مسئلہ آیندہ کے منافی ہے کہ وہ مطلق ہے اسمیں کچھ تفصیل نہیں واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی مختصراً ولو ادخل راسہ فرماہ بحجر ففقأہا
لایضمن اجماعاً انما الخلاف فیمن نظر من خارجہا اور اگر ایک شخص نے اپنا سر اندر کردیا سو صاحب خانہ نے اسکو پتھر سے مارا سو اسکی آنکھ کو پھوڑدیا تو صاحب خانہ پر
ضمان نہیں کذا فی الطحطاوی عن البغیۃ عن کنز الدرس باتفاق حنفی اور شافعی کے اختلاف حنفی اور شافعی تو فقط اس صورت میں ہے جبکہ گھر کے باہر سے نظر کرے واللہ اعلم

باب القود فیما دون النفس

یہ باب ہے ماسواے جان کے قصاص میں یعنی اطراف انسانی کے بدلا لینے میں ہم قصاص مادون النفس ثابت ہے کتاب اور سنت اور اجماع امت سے قال تعالی والجروح قصاص
حدیث میں ثابت ہے کہ ایک عورت نے جاریہ انصار کا دانت توڑا تھا سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا امر فرمایا کذا فی العینی وہو فی کل ما یمکن فیہ رعایۃ حفظ المماثلۃ
اور وہ یعنی قصاص ماوراء النفس ہر ایک اس مقام میں جاری ہے جہاں حفظ مماثلت کی رعایت ممکن ہے یعنی جہاں برابری اعضاء ظالم اور مظلوم کے نقصان کی ہوسکے وہاں بالبنا
جاری ہے اور جہاں حفظ مماثلت متصور نہیں وہاں قصاص نہیں وہاں دیت ہے یا کچھ اور جیسا چہ معلوم ہوگا ہم پھر جب رعایت مماثلت کی بدلا لینے میں لازم ہوئی تو داہنا ہاتھ بائیں
ہاتھ کے بدلے نہ کاٹا جاویگا اور نہ بایاں بدلے داہنے کے اور نہ تندرست ہاتھ لنجے ہاتھ کے بدلے اور نہ عورت کا ہاتھ مرد کے ہاتھ کے بدلے اور نہ مرد کا ہاتھ عورت کے ہاتھ کے بدلے
اور نہ آزاد کا ہاتھ غلام کے ہاتھ کے بدلے اور نہ غلام کا ہاتھ آزاد کے ہاتھ کے بدلے اور نہ غلام کا ہاتھ دوسرے غلام کے ہاتھ کے بدلے ہے اسلیے کہ غلام کے ہاتھ میں نصف قیمت واجب
ہے اور قیمت غلاموں کی مختلف ہوتی ہے اور قصاص نہیں بال میں یا دوسری کھال میں اور رخسار اور پشت اور شکم اور ذقن کے گوشت میں قصاص نہیں اور نہ طمانچہ وغیرہ مارنے میں و نا

کے اعضا کا قصاص ہوگا الا بالمثل تو انگوٹھا بدلے انگوٹھے کے قطع ہوگا اور سبابہ بدلے سبابہ کے اور وسطی بدلے وسطی کے اور خنصر بدلے خنصر کے اور بنصر بدلے بنصر کے
اور اسی طرح دانتوں میں برابری واجب ہے تو ثنیہ توڑا جائے بدلے ثنیہ کے اور داڑھ بدلے داڑھ کے وعلی ہذا القیاس مساوات اعضا واجب ہے انکے منافع اور مرافق کے
تفاوت کے سبب سے کذا فی الطحطاوی مختصرا وحینئذ فیقاد وقاطع الید عمدا من المفصل اور جبکہ رعایت مماثلت ضرور ہوئی تو قصاص لیا جاویگا ہاتھ کاٹنے والے
کا عمداً جوڑ سے یعنی جیسے دوسرے کا ہاتھ پہنچا کا یا کہنی کے جوڑ سے تو قاطع کا بھی ہاتھ وہیں سے کاٹا جاویگا فلو انقطع من نصف ساعد او ساق او من قصبۃ انف لم یقتص
لامتناع حفظ المماثلۃ وہی الاصل فی جریان القصاص سو اگر قطع نصف ساعد یا نصف ساق سے یا ناک کے آدھے بانسے سے ہو تو قصاص نہ لیا جاویگا بسبب ممتنع ہونے
حفظ مماثلت کے اور وہی برابری اصل ہے قصاص کے جاری کرنے میں ہم مبسوط میں ہے کہ جو قطع جوڑ سے ہو تو اسمیں قصاص ہے اسی موضع میں اور جو قطع کہ جوڑ سے نہو بلکہ
ہڈی توڑ کے ہو تو اسمیں ہمارے نزدیک قصاص نہیں انتہی یعنی اسواسطے کہ شاید قاطع کی ہڈی زیادہ کٹجائے یا اسمیں زیادہ خلل ہو جائے تو برابری نہ رہی کذا فی الطحطاوی
یعنی اور قصاص عبارت ہے برابری سے وان کانت یدہ اکبر منہا لاتحاد المنفعۃ قصاص میں جوڑ سے ہاتھ کاٹا جاویگا اگرچہ قاطع کا ہاتھ بڑا ہو مقطوع کے ہاتھ سے بسبب
متحد ہونے منفعت کے یعنی قصاص میں چھوٹے بڑے عضو کا اعتبار نہیں جراحت راس کے سوا کیونکہ دونوں عضو منفعت میں یکسان ہیں کذا فی الزیلعی وکذا الحکم فی
الرجل والمارن والاذن اور اسی طرح کا حکم ہے پاؤں میں اور ناک کے نتھنوں اور کان میں ہم مارن جسم نرم غضروفی ہے ناک میں بانسے کی ہڈی کے نیچے سو تمام مارن کے قطع
میں قصاص ہے اور بعض کے قطع میں قصاص نہیں اسی طرح اگر پاؤں اور کان جوڑ سے منقطع ہوا تو قصاص ہے اور نہیں تو قصاص نہیں عالمگیری میں خزانۃ المفتین سے
منقول ہے کہ لڑکی بینی کے قطع میں حکومت عدل ہے قول صحیح میں وکذا عین ضربت فزال ضوءھا وہی قائمۃ غیر منخسفۃ فیجعل علی وجہہ قطن رطب وتقابل
عینہ بمرآۃ محماۃ اور اسی طرح قصاص لیا جاوے اس آنکھ کا جسپر چوٹ لگی سو اسکی روشنی زائل ہوگئی اور حالانکہ آنکھ قائم ہے دھنسی نہیں گئی تو قصاص لینے کی صورت یہ ہے کہ ضارب
کے منہ پر بھیگی روئی ڈالی جاوے اور اسکے آنکھ کے مقابل میں گرم کیا آئینہ رکھا جاوے ہم یہ حکم خلافت عثمانی میں علی مرتضی کی تجویز سے بحضور صحابہ کرام ہوا عبدالرزاق کے مصنف میں
حکم بن عیینہ سے روایت ہے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کے طمانچہ مارا سو اسکی بینائی جاتی رہی اور آنکھ قائم تھی صحابہ نے قصاص کا ارادہ کیا لیکن کیفیت اسکی معلوم نہ تھی تو علی رضی اللہ
تعالی عنہ آئے اور فرمایا کہ اسکی آنکھ پر روئی رکھی جاوے پھر آفتاب کا سامنا کیا گیا اور اسکی آنکھ کے نزدیک آئینہ کیا گیا تو اسکی بینائی منقطع ہوگئی اور آنکھ قائم رہی کذا فی
العینی ولو قلعت لا قصاص لتعذر المماثلۃ اور اگر آنکھ خانہ چشم سے نکالی جاوے تو اسکو قصاص نہیں بسبب متعذر ہونے مساوات کے فی المجتبی فقاء الیمنی ویسری الفاقی
ذاہبۃ فیقتص وترک اعمی اور مجتبی میں ہے کہ داہنی آنکھ پھوڑی اور پھوڑنے والے کی بائیں آنکھ پھوٹی ہے موجود نہیں تو اس سے بدلا لیا جاویگا اور وہ اندھا چھوڑا جاویگا
وعن الثانی لا قود فی فقئ عین حولاء اور ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ بھینگے کی آنکھ پھوڑنے میں قصاص نہیں ہم مجتبی میں ہے کہ اگر احول کی آنکھ میں حول مضر بصارت
نہو تو قصاص ہے اور اگر مضر ہو تو حکومت عدل ہے اور ابو یوسف رح کے نزدیک مطلقاً قصاص نہیں انتہی تو ظاہر قول اول معتمد ہے اور قول ثانی ضعیف تو شارح کو قول
ضعیف پر اقتصار کرنا مناسب نہ تھا کذا فی الطحطاوی وکذا ہو ایضا فی کل شجۃ یراعی او تحقیق فیہا المماثلۃ کالموضحۃ اور اسی طرح قصاص کا حکم ہے ہر ایک اس زخم
سر میں بھی جسمیں مماثلت اور مساوات کی مراعات ہو سکتی ہے چنانچہ جراحت موضحہ میں ہم موضحہ وہ جراحت ہے جسمیں سر یا چہرے کی کھال اور گوشت قطع ہوکر ہڈی کھل
جاوے چنانچہ مزید تفصیل اسکی آگے معلوم ہوگی ولا قود فی عظم الا السن وان تفاوتا طولا وکبرا لما مر اور قصاص نہیں ہڈی توڑنے میں سوائے دانت کے یعنی
دانت میں قصاص ہے اگرچہ کاسر اور مکسور دونوں کے دانت طول اور جسامت میں متفاوت ہوں بدلیل گذشتہ یعنی اتحاد منفعت ہم اور یہ حدیث جو ہدایہ میں مذکور
ہے کہ لا قصاص فی العظم ثابت نہیں غریب ہے لیکن ابن ابی شیبہ میں عبد اللہ بن عباس رض اور شعبی اور حسن بصری سے مروی ہے کہ لیس فی العظام قصاص یعنی
ہڈیوں میں قصاص نہیں اور شعبی اور حسن سے دانت اور سر کا استثنا عظام سے کتاب مذکور میں مروی ہے کذا فی العینی فتقلع ان قلعت و
قیل تبرد الی اللحم موضع اصل السن ویسقط ما سواہ لتعذر المماثلۃ اذ ربما تفسد لہاتہ وبہ اخذ صاحب الکافی قال المصنف وفی المجتبی

وبہ یفتی تو ظالم کا دانت اکھاڑا جاوے اگر مظلوم کا دانت اکھاڑا گیا ہو اور بعضوں نے کہا کہ دانت ریتا جاوے سوہان سے گوشت تک یعنی دانت کی جڑ کی مقام تک اور ماوراے گوشت کے جسقدر دانت باقی رہے اسکا قصاص ساقط ہے تعذر مماثلت کے سبب سے اسلیے کہ دانت کے اکھاڑنے میں کبھی یا اکثر کو فاسد ہو جاتا ہے اور اسی قول کو صاحب کافی نے لیا ہے مصنف نے شرح میں اسکو کہا ہے اور مجتبی میں ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ بخار ملعی اسی طرح تفسد لثاتہ ہے اور مصنف اور شارح اسکا تابع ہو گیا اور حق یہ ہے کہ تفسد لثاتہ ہے یعنی بجاے ما ہو نشا رخلشہ ہے لثات جمع لثہ بکسر لام بمعنی مسوڑہ یعنی دانت اکھاڑ ڈالنے کے قصاص میں اکھاڑنا نہ چاہیے بلکہ دانت کا ریتنا سوہن سے چاہیے اسواسطے کہ اکھاڑنے سے مسوڑھون میں اکثر خلل واقع ہو جاتا ہے کما تبردالی ان یساویا ان کسرت جیسے دانت ریتا جاتا ہے یہانتک کہ کاسر اور مکسور دونوں کے دانت برابر ہو جاوین اگر مکسور کا دانت توڑا گیا ہو ہم ریتنا اسوقت ہے جبکہ دانت برابر ہو تا ہو ورنہ قصاص نہین خونبہا ہے کذا فی الطحطاوی عن الظہیریہ وفی المجتبی ویوجل حولا فان لم ینبت یقتص وقیل لا یوجل الا البالغ اور مجتبی میں ہے کہ قصاص کیواسطے ایک سال کی مدت مقرر کیجاوے پھر اگر دانت نہ جم آوے تو قصاص لیا جاوے اور دوسرا قول یہ ہے کہ صغیر کے دانت کیواسطے مدت مقرر کیجاتی ہے نہ بالغ کیواسطے ہم طحطاوی میں ہے جب دانت سے کچھ توڑا گیا تو ایکسال تک انتظار کرنا چاہیے پھر جب سال پورا ہو جاوے اور دانت پھر جاوے تو پھیر قصاص ہے سوہان سے سرہت کرا ور ظہیریہ میں ہے کہ دانت کے قصاص کا موضع دانت کے خشک ہونے تک انتظار چاہیے اور ایکسال کا انتظار ضرور نہین مگر مجرد کی روایت میں اور صحیح قول اول ہے اسواسطے کہ بالغ کے دانت کا اگنا نادر ہے کذا فی الطحطاوی فلو مات الصبی فی الحول بری پھر اگر صغیر سال کی مدت میں مر گیا تو فاعل قصاص سے بری الذمہ ہو گیا وقال ابو یوسف فیہ حکومۃ عدل اور ابو یوسف نے کہا کہ اسمین حکومت عدل ہے وکذا الخلاف اذا اجل فی تحریکہ فلم یسقط فعند ابی یوسف یجب حکومۃ عدل الالم ای اجرۃ القلاع والطبیب انتہی وتحقیقہ اور اسی طرح دانت اکھاڑنے کے مانند خلاف ہے جبکہ مدت مقرر کیجاوے دانت کی تحریک میں پھر مدت کے اندر متحرک دانت ساقط نہوا تو ابو یوسف کے نزدیک درد کا خونبہا یعنی دانت اکھاڑنے اور طبیب معالج کی اجرت دینا ضارب پر واجب ہے اور آگے ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے ہم محیط میں ہے کہ جب ضرب سے دانت متحرک ہو گیا تو ایکسال انتظار کرنا چاہیے خواہ مضروب بالغ ہو یا صغیر پھر اگر دانت ساقط نہوا تو ضارب پر کچھ نہین اور اگر سال کے اندر اسی ضرب سے دانت گر گیا تو پھر اگر ضرب عمدا تھی تو قصاص واجب ہے اور اگر خطا کی راہ سے تھی تو دیت واجب ہے کذا فی الطحطاوی اور اس مسئلہ میں ابو یوسف کا وہ قول ہے جو شارح نے مذکور کیا وتوخذ الثنیۃ بالثنیۃ والناب بالناب لا یوخذ الاعلی بالاسفل ولا الاسفل بالاعلی مجتبی والحاصل انہ لا یوخذ عضو الا بمثلہ اور قصاص لیا جاتا ہے سامنے کے دانت کا سامنے کے دانت کے بدلے اور نیش کا نیش کے بدلے اور بدلہ نہین لیا جاتا اوپر کے دانت کا نیچے کے دانت سے اور نہ نیچے کا اوپر کے سے کذا فی المجتبی اور خلاصہ مقام یہ ہے کہ عضو کا بدلا نہین لیا جاتا مگر اسکی مثل اور مانند سے ولا قود عند نا فی طرفی رجل وامراۃ وطرفی حر وعبد وطرفی عبدین لتعذر المماثلۃ بدلیل

اختلاف دیتہم وقیمتہم والاطراف کالاموال اور قصاص نہین ہے ہم حنفیوں کے نزدیک مرد اور عورت کے اطراف میں اور آزاد اور غلام کے اطراف میں اور دو غلاموں کے اطراف میں بسبب متعذر ہونے مساوات کے انکی دیت اور قیمت کے اختلاف کی دلیل سے اور اطراف تو مانند اموال کے ہین یعنی جب اطراف انسانی بمنزلہ مال کے ہوے تو مساوات ضرور ہوئی حالانکہ مرد اور عورت کی دیت میں اور غلام اور آزاد کی دیت اور قیمت اور دو غلاموں کی قیمت میں تفاوت ہے لہذا قصاص متعذر ٹھہرا قلت

ہذا ہو المشہور لکن فی الواقعات لو قطعت امراۃ ید رجل کان لہ القود لان الناقص یستوفی بالکامل اذا رضی صاحب الحق فلا فرق بین حر وعبد ولا بین عبدین ح اقرہ القہستانی والبرجندی میں کہتا ہون یہ یعنی مرد اور عورت اور آزاد اور غلام اور دو غلاموں کے اطراف میں قصاص کا نہونا یہی مذہب مشہور ہے لیکن واقعات میں ہے کہ اگر عورت مرد کا ہاتھ کاٹے تو مرد کو قصاص لینا جائز ہے اسواسطے کہ استیفاء ناقص کامل کی عوض ہو سکتا ہے جبکہ صاحب حق ناقص پر اکتفا کرے اور راضی ہو جاوے تو اسطرح کچھ فرق نہین آزاد اور غلام کے درمیان اور نہ دو غلاموں کے اندر یعنی جبکہ آزاد غلام سے بدلا لینے پر اور عبد اعلی کا مالک عبد ادنی سے بدلا لینے پر راضی ہو جاوے اور اس قول کو قہستانی اور برجندی نے ثابت رکھا ہے ہم شارح نے بلفظ مشہور اشارہ کر دیا کہ قول اول ہی مشہور معتمد ہے

نہ یہ قول وطرف المسلم والکافر سیان للتساوی فی الارش اور اطراف مسلم اور کافر کی برابر ہیں خونبہا کی مساوات کے سبب سے ہم کافر سے ذمی مراد ہے نہ کافر
حربی اور مستامن کذا فی الطحطاوی وقال الشافعی کل من یقتل به یقطع به ومن لا فلا اور امام شافعی نے کہا کہ جو شخص قتل کیا جاتا ہے جسکے بدلے اسکا عضو بھی قطع
کیا جاتا ہے اسکے بدلے اور جو قتل نہیں ہوتا اسکا عضو بھی قطع نہیں ہوتا یعنی انکے نزدیک مسلم کا قتل نہیں ذمی کے بدلے تو اسکے عضو کا بھی قطع نہیں اسکے
عضو کے بدلے ولا فی قطع ید من نصف ساعد لما مر اور قصاص نہیں ہاتھ کے کاٹنے میں نصف ساعد سے بدلیل گذشتہ یعنی رعایت مساوات نہیں ہو سکتی
کمی بیشی کے احتمال سے حالانکہ قصاص عبارت ہے مماثلت اور مساوات سے ولا فی جائفة برئت اور قصاص نہیں اس جائفہ میں جو چنگا ہو گیا ہم جائفہ وہ زخم ہے
جو اندر پیٹ تک پہونچ گیا سینہ کی طرف سے یا پیٹھ یا پیٹ کی طرف سے تو گردن اور حلق اور ہاتھ اور پاؤں میں جائفہ نہیں ہوتا لیکن فوطوں اور مقعد میں جائفہ ہوتا ہے
کذا فی الطحطاوی عن شرح المقدسی فان لم تبرأ فان سارية يقتص والا ينتظر البرء او السراية ابن کمال پھر اگر زخم جائفہ چنگا نہوا سو اگر ساری ہو گیا یعنی زخم کے
صدمہ سے زخمی مر گیا تو جارح سے قصاص لیا جاویگا اور اگر نہ مرا تو صحت یا موت کا انتظار کرنا چاہیے کذا صرح ابن کمال ولسان وذکر ولو من اصلهما به يفتي تصحيح وهبانية
داوره المصنف لانه ينقبض وينبسط قلت لكن جزم قاضي خان بلزوم القصاص وجعله في المحيط قول الامام وعنه قال ابو حنيفة ان قطع ذكره من اصله او من الحشفة اقتص
منه اذ له حد معلوم واقره في الشرنبلالية فليحفظ اور قصاص نہیں زبان اور ذکر کے قطع میں اگرچہ دونوں جڑ سے قطع ہو گئے ہوں اسی قول پر فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیہ
اور اسی کو ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اسواسطے کہ ذکر سمٹتا اور پھیلتا ہے یعنی تو قطع میں کمی بیشی محتمل ہے میں کہتا ہوں لیکن قاضی خان نے لزوم قصاص پر
قطعی حکم کیا ہے اور محیط میں اسکو امام رح کا قول قرار دیا ہے اور محیط کی عبارت یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ نے کہا کہ اگر ذکر جڑ سے قطع ہوا یا سپاری سے تو قاطع سے قصاص
لیا جاوے اسواسطے کہ قطع کی حد معلوم اور متعین ہے اور شرنبلالیہ میں اسکو ثابت رکھا ہے تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیے ہم فتاوی قاضی خان میں ہے کہ ذکر کے
قطع میں عمداً جڑ سے قصاص ہے اور اگر اسکو وسط سے قطع کیا تو قصاص نہیں اور قطع زبان میں قصاص نہیں انتہی اور ہدایہ وغیرہ میں مصرح ہے کہ قطع اصل ذکر سے قصاص
واجب ہونا ابو یوسف کا قول ہے تو معلوم ہوا کہ قاضی خان میں ابو یوسف رح کا قول مذکور ہے نہ امام کا اور عالمگیری میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ بعض ذکر کے قطع میں قصاص
نہیں اور اگر تمام ذکر قطع ہوا تو اصل یعنی امام محمد کی مبسوط میں ذکر یوں ہے کہ اسمیں قصاص نہیں اور ابو یوسف رح سے روایت یوں ہے کہ اسمیں قصاص ہے مضمرات میں ہے کہ
ظاہر الروایت صحیح ہے انتہی واللہ اعلم الا ان يقطع كل الحشفة فيقتص ولو بعضها لا مگر یہ کہ بالکل سپاری قطع ہو جاوے تو اسکا قصاص لیا جاویگا اور اگر تمام نہیں
بلکہ بعض قطع ہوئی تو قصاص نہیں ہم اسواسطے کہ کل حشفہ کی حد قطع معلوم ہے نہ بعض کی وسیجیئ ولا بقطع بعض اللسان اور قطع بعض زبان کا حکم آگے مذکور ہوگا
یجب القصاص فی الشفة ان استقصاها بالقطع لامکان المماثلة والا یستقصها لا یقتص مجتبی وجوہرہ اور قصاص واجب ہے ہونٹ میں اگر قاطع نے قطع کے
سبب سے لب کو نہایت تک پہونچا دیا یعنی رگڑ کے کاٹا کچھ باقی نہ رکھا وجوب قصاص مماثلت کے ممکن ہونے کی وجہ سے ہے اور اگر لب کو رگڑ کے نہیں کاٹا تو قصاص نہ
لیا جاویگا کذا فی المجتبی والجوہرة یعنی قصاص ہوگا عدم مماثلت کے احتمال سے وفی لسان اخرس وصبی لا یتکلم حکومة عدل اور گونگے اور صغیر غیر متکلم کے قطع زبان میں حکومت
عدل ہے ہم حکومت عدل کی تفسیر کتاب الدیات میں معلوم ہوگی کہ عیبدار اور بے عیب کی قیمت ٹھہرائی جاتی ہے تو جسقدر دونوں قیمتوں میں تفاوت ہو وہ دیت مسمی
بحکومت عدل ہے وان کان المقطوع اشل او ناقص الاطراف او کان راس الشاج اکبر من المشجوج خیر المجنی علیه بین القود واخذ الارش
وعلی هذا فی السن وسائر الاطراف التی تقاد اذا کان طرف الضارب والقاطع معیبا خیر المجنی علیه بین اخذ المعیب والارش کاملا اور اگر قاطع لنجا یا ناقص
الاطراف ہو یا سر کے زخمی کرنے والے کا سر بڑا ہو اسکے سر سے جسکے سر کو اسنے زخمی کیا ہے تو زخمی مختار ہوگا قصاص لینے اور دیت کے لینے میں وعلی
هذا القیاس دانت اور باقی ان اطراف میں جنکا قصاص لینا واجب ہے جبکہ عضو ضارب اور قاطع کا عیب دار ہو تو مضروب اور مقطوع عیب دار
عضو کے قصاص لینے اور دیت کامل لینے میں مختار ہے چاہے بدلہ میں عضو عیب دار کٹوا دے چاہے پورا خونبہا لے ہم اختیار اسواسطے دیا گیا کہ

ان صورتوں میں ایسا ہے کہ ان حق متعذر ہے حموی نے ولوالجی سے نقل کیا کہ یہ اسوقت ہے جبکہ قاطع قطع کے وقت شل ہو اور اگر قطع کے وقت اسکا ہاتھ صحیح
سالم ہو اور بعد قطع کے شل ہو جاوے تو مقطوع قصاص بے دیت لیا ویگا اسواسطے کہ مقطوع کا حق ہاتھ میں ثابت تھا اسو ساقط ہو گیا بقدر ہلاک ہو جانے
محل کے کذا فی الشرح ثانی برہان الدین ہذا لو الشلاء ینتفع بہا فلو لم ینتفع بہا فلم یکن محلا للقود فلہ دیۃ کاملۃ بلا خیار وعلیہ الفتوی مجتبی برہان الدین نے کہا یہ اختیار اس
شرط سے ہے کہ شل ہاتھ سے نفع حاصل ہوتا ہو تو اگر اس سے فائدہ حاصل نہ ہوتا ہو تو وہ قصاص کا محل نہیں تو مقطوع کے واسطے پوری دیت متعین ہے بلا اختیار
قصاص اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی المجتبی وفیہ لا تقطع الصحیحۃ بالشلاء اور مجتبی میں ہے کہ صحیح ہاتھ شل ہاتھ کے بدلے قطع نہوگا ویسقط القود بموت القاتل
لفوات المحل اور ساقط ہو جاتا ہے قصاص قاتل کے مرجانے سے کیونکہ محل قصاص باقی نرہا وبعفو الاولیاء اور قصاص ساقط ہو جاتا ہے ورثہ مقتول کے معاف
کر دینے سے وبصلحھم علی مال ولو قلیلا اور قصاص ساقط ہو جاتا ہے وارثوں کے صلح کرنے سے مال پر اگرچہ بالکل کم ہو اسواسطے کہ صلح اسقاط حق ہے بعوض مال کے
اور جن حقوق کا اسقاط بعوض مال کے جائز ہے ان میں عوض کی کچھ تعیین نہیں کذا فی الحموی یعنی جسقدر پر تراضی طرفین ہو دیت کی قدر یا کم وبیش ویجب حالا عند
الاطلاق اور صلح کا مال فی الحال دینا واجب ہوگا عدم تعیین مدت کی صورت میں وبصلح احدھم وعفوہ ولمن بقی من الورثۃ حصتہ من الدیۃ فی ثلث سنین علی
القاتل ہو الصحیح وقیل علی العاقلۃ ملتقی اور قصاص ساقط ہو جاتا ہے ایک وارث کے صلح کرنے اور معاف کر دینے سے اور جو وارث باقی رہا یعنی جسنے صلح اور عفو کچھ نہیں
کیا وہ اپنا حصہ پاویگا دیت سے تین سال کی مدت میں اور باقی دیت قاتل پر واجب ہے بقول صحیح اور بعضوں نے کہا کہ قاتل کے برادروں پر دیت ہے کذا فی الملتقی
امر الحر القاتل وسید العبد القاتل رجلا بالصلح عن دمھما الذی اشترکا فیہ علی الف ففعل المامور الصلح عن دمھما فالالف علی الحر والسید الآمر نصفان
لانہ مقابل بالقود وھو علیھما سویۃ فبدلہ کذلک آزاد قاتل اور غلام قاتل کے مولے نے ایک مرد کو ہزار درم پر صلح کر دینے کا اس خون کے بدلے جسمیں آزاد اور غلام دونوں
شریک تھے امر کیا سو مرد مامور نے دونوں کے خون مشترک سے صلح کی سو ہزار درم دونوں امر کرنیوالوں یعنی آزاد اور مولی پر آدھوں آدھ ہیں یعنی پانچ سو آزاد پر اور پانچ
سو مولے پر ہونگے اسلیے کہ ہزار درم قصاص کے عوض مقابل ہیں اور قصاص دونوں پر برابر ہے تو قصاص کا بدلا بھی اسی طرح دونوں پر برابر ہوگا وتقتل
جمع بمفرد ان جرح کل واحد جرحا مھلکا لان زھوق الروح یتحقق بالتشارکۃ لانہ غیر متجزی بخلاف الاطراف کما سیجیئ اور قتل کیجائیگی جماعت بدلے
ایک مقتول کے اگر جماعت میں سے ہر شخص نے مہلک زخم لگایا ہو اسلیے کہ روح مقتول کا نکلنا ثابت ہوتا ہے مشارکت سے اسواسطے کہ خروج روح امر تجزیہ
پذیر نہیں یعنے تو ایسی چیز کے اشتراک میں ہر واحد مستقل پورا قاتل ٹھہریگا کذا فی الزیلعی برخلاف اشتراک قطع اطراف کے کہ وہ قسمت پذیر ہیں چنانچہ
عنقریب آتا ہے ودلیل نقلی قتل جماعت کی موطا کی یہ حدیث ہے سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ عمر فاروق نے پانچ یا سات مردوں کو قتل کیا بدلے ایک مرد کے اور فرمایا
کہ اگر اہل صنعا اسکے قتل پر اتفاق کرتے اور مدد کرتے تو میں انکو قتل کرتا صنعا شہر ہے یمن کا کذا فی العینی شرح الھدایۃ قصاص جماعت کا محل وہ ہے جبکہ سب لوگ
ساتھ ہی ماریں اور اگر ضرب علی التعاقب ہو اور مقتول مرجاے اور معلوم نہو کہ کسکا زخم کاری تھا اور کسکا کاری نہ تھا تو سب سے قصاص لیا جاویگا اسواسطے کہ زخم کاری اور
غیر کاری پر واقف ہونا متعذر ہے اور جبکہ کاری اور غیر کاری معلوم ہو جاے اور یہ تصور نہیں مگر موت سے پہلے تو اسپر قصاص واجب ہوگا جسکا زخم مہلک اور کاری ہوگا
کذا فی الطحطاوی عن الدر الا کما فی تصحیح العلامۃ قاسم اور اگر جماعت سے ہر شخص کا زخم مہلک نہو تو سب پر قصاص نہیں چنانچہ علامہ قاسم کی تصحیح میں ہے کہ خواہ
کسی کا زخم مہلک نہو یا بعض کا مہلک ہو نہ باقی کا تو جسکا مہلک ہوگا اسپر قصاص ہے اور باقی لوگوں پر تعزیر کذا فی الطحطاوی وفی المجتبی انما یقتلون اذا وجد من کل
جرح یصلح لزھوق الروح فاما اذا کانوا نظارۃ او مغرین او معینین بامساک واحد فلا قود علیھم اور مجتبی میں ہے کہ جماعت کے لوگ تو اسی صورت سے قتل ہونگے
جبکہ ہر شخص سے وہ زخم پایا جاے جو روح نکالنے کی لیاقت اور صلاحیت رکھتا ہو سو جبکہ اہل جماعت تماشائی ہوں یا قاتل کو ورغلاتے ہوں یا
قاتل کے مددگار ہوں ایک شخص کو گرفتار کرکے تو ان لوگوں پر قصاص نہیں اور نہ اسپر خونبہا ہے کذا فی الطحطاوی عن الدر الا ان یعرف [illegible]

بلام العهد فانه لو قتل فرداً جمع احدهم ابوه او مجنون سقط القود قہستانی اور بہتر یہ تھا کہ مصنف لفظ جمع کو معرف بلام تعریف کے لاتا اسواسطے کہ اگر ایک شخص کو
جماعت قتل کرے کہ انہیں سے ایک باپ ہے مقتول کا یا کوئی انہیں دیوانہ ہے تو قصاص ساقط ہوگا کذا فی القہستانی م یعنی اگر لام عہد خارجی ہوتا تو غیر مراد
خارج ہوجاتا بلا تکلف ويقتل فرد بجمع اكتفاء به للباقين خلافا للشافعي ان حضر وليهم اور قتل کیا جاتا ہے ایک شخص جماعت کے بدلے اگر جماعت
مقتولین کا وارث حاضر ہو بسبب کفایت کرنے قصاص فرد کے باقیوں کے واسطے برخلاف شافعی کے م امام شافعی کے نزدیک قاتل جماعت اول
مقتول کے واسطے قتل ہوگا اور باقیوں کے واسطے مال واجب ہوگا اور اگر اول معلوم نہو تو سب کے واسطے قتل ہوگا اور دیات انکے فیما بین قسمت
ہونگی اور ہمارے نزدیک ایک قصاص سب کی طرف سے کافی ہے اسواسطے کہ وارث قاتل کا قاتل ہے بوصف کمال از روے قصاص کے اور اسلیے کہ قتل
اخراج روح کیواسطے صالح ہے اور اخراج روح قسمت پذیر نہیں تو ہر وارث کی طرف مضاف ہوا علی وجہ الکمال کذا فی العینی فان حضر ولي واحد قتل له وسقط عندنا
حق البقية لموت القاتل حتف انفه لفوات المحل كما مر پھر اگر ایک وارث حاضر ہوا تو قاتل اسکے واسطے قتل ہوگا اور ہم حنفیوں کے نزدیک باقی وارثوں کا حق ساقط
ہوگا جیسے ساقط ہوجاتا ہے قصاص قاتل کے مرجانے میں اپنی موت سے بسبب فوت ہوجانے محل قصاص کے چنانچہ گذر گیا قطع رجلان فاكثر يد رجل او رجله
او قلعا سنه ونحو ذلك مما دون النفس جوہرہ دو شخصوں یا زیادہ نے ایک مرد کا ہاتھ یا پاؤں کاٹا یا دونوں نے اسکا دانت اکھاڑا اور مانند اسکے اور کوئی جنایت
قتل نفس کے سوا کی کذا فی الجوهرة بان اخذا السكين فامراها على يده حتى انفصلت فلا قصاص عندنا على واحد منهما او منهم لانعدام المماثلة ہاتھ یا پاؤں
اسطرح پر کاٹا کہ دونوں شخصوں نے چھری کو پکڑ اسکو چلایا اس مرد کے ہاتھ یا پاؤں پر یہاں تک کہ بدن سے جدا ہوگیا تو ہمارے نزدیک قصاص نہیں کسی پر
ان دو میں سے یا جماعت میں سے بسبب نہونے مماثلت اور مساوات کے م اسلیے کہ ہر واحد قاطع ہے بعض کا کیونکہ قطع دونوں کی قوت اور اعتماد سے حاصل
ہوا اور محل یعنی ہاتھ قسمت پذیر ہے تو ہر واحد کی طرف بعض قطع مضاف ہوگا تو مساوات نہوئی دو ہاتھ کے قطع میں اور ایک ہاتھ کے قطع میں بخلاف قتل الانفس
بنفس واحد اسواسطے کہ قتل نفس ہر واحد کی طرف علی وجہ الکمال مضاف ہے خروج روح کی عدم قسمت پذیری کے سبب سے کذا فی الہدایہ وشروحها لان الشرط
في الاطراف المساواة في المنفعة والقيمة بخلاف النفس فان الشرط فيها المساواة في العصمة فقط اور کسی پر قصاص نہیں انعدام مماثلت کے سبب سے اسواسطے کہ
اطراف کے قصاص میں مساوات شرط ہے منفعت اور قیمت میں یعنی وہ یہاں حاصل نہیں برخلاف قصاص نفس کے اسواسطے کہ نفس کے قصاص میں فقط عصمت دم کی
مساوات مشروط ہے کذا فی الدرر یعنی نفس واحدہ اور انفس عصمت دم میں برابر ہیں لہذا ایک جان کے بدلے بہت جانوں کا قصاص ہوتا ہے وضمنا او ضمنوا
ديتها على عددهم بالسوية اور دونوں قاطع یا سب قاطعین ہاتھ کی دیت کا تاوان دیں بقدر اپنے شمار کے برابر وان قطع واحد يمنى رجلين فلهما قطع
يمينه ودية يد بينهما ان حضرا معا اور اگر ایک مرد دو مردوں کے ہاتھ کاٹے تو دونوں کو اسکا دہنا ہاتھ کاٹنا جائز ہے اور ایک ہاتھ کا خونبہا لینا باہم آدھوں آدھ
بانٹ کر بشرطیکہ دونوں شخص ساتھی حاضر ہوں وان حضر احدهما وقطع له فللآخر عليه اي على القاطع نصف الدية لما مر ان الاطراف ليست كالنفوس
اور اگر دونوں میں سے ایک مرد حاضر ہوا اور اسکے بدلے اسکا ہاتھ کاٹا گیا تو دوسرے مرد کے واسطے قاطع پر نصف دیت ہے اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ اطراف
کا حکم نفوس کے مانند نہیں ہے م دیت سے جان کی دیت مراد ہے یعنی ہزار دینار جسکا نصف پانچ سو دینار ہے کذا فی الطحطاوی ولو قضي بالقصاص
بينهما ثم عفا احدهما قبل استيفاء الدية فللآخر القود وعند محمد له الارش اگر دونوں شخصوں کے درمیان قصاص کا حکم قاضی نے دیا سو ایک شخص نے
قصاص معاف کردیا دیت کے حاصل ہونے سے پہلے تو دوسرے شخص کو قصاص لینے کا اختیار ہے اور محمد کے نزدیک قصاص نہیں خونبہا لینے کا اختیار ہے ولو
عبد اقر بقتل عمد خلافا لزفر اور قصاص لیا جاوے گا اس غلام سے جسنے قتل عمد کا اقرار کیا برخلاف زفر کے کہ انکے نزدیک اقرار عمد غلام سے قصاص نہیں
م وجوب قصاص کی وجہ یہ ہے کہ ایسی صورت میں غلام غیر متہم ہے اسواسطے کہ اسمیں اسیکا ضرر ہے ولو اقر بخطاء او بمال لم ينفذ اقراره على مولاه بل يلزمه

رقبتہ الی ان یعتق کما نقلہ المصنف عن الجوہرۃ اور اگر غلام نے قتل خطا یا مال کا اقرار کیا تو اُسکا اقرار اُسکے مالک پر نافذ نہوگا بلکہ اُسکی گردن پر رہیگا آزاد ہونے تک یعنی آزاد ہونے کے بعد اُسپر دیت دینا لازم ہوگا چنانچہ مصنف نے جوہرہ سے نقل کیا ہے قال وظاہر کلام الزیلعی بطلان اقرارہ بالخطاء اصلا

یعنی لا فی حقہ ولا فی حق سیدہ ونحوہ فی احکام العبید من الاشباہ معللا بان موجبہ الدفع او الفداء انتہی فتاملہ مصنف نے کہا اور زیلعی کا ظاہر کلام دلالت کرتا ہے کہ غلام کا اقرار قتل خطا کا اصلا باطل ہے یعنی نہ غلام کے حق میں صحیح ہے نہ اسکے مالک کے حق میں اور اسی کے مانند اشباہ کے احکام عبید میں مذکور ہے زیلعی نے ابطال اقرار ثابت کیا ہے یوں تعلیل بیان کرکے کہ اس اقرار کا موجب دفع غلام ہے یا فدیہ دینا انتہی قول المصنف ہو اسمیں تامل کرم شارح نے بلفظ تامل اشارہ کیا کہ یہ تعلیل زیلعی کی جانب سے ہے نہ اشباہ کی طرف سے اسواسطے کہ اشباہ میں تعلیل ہی مذکور نہیں زیلعی کی پوری تقریر یوں ہے کہ اقرار غلام بقتل خطا باطل ہے اسواسطے کہ موجب اُسکا یا دفع ہے یا فدیہ مالک پر اور غلام پر کچھ واجب نہیں تو اقرار مذکور صحیح نہوگا خواہ غلام محجور ہو یا ماذون فی التجارۃ ہو اسواسطے کہ یہ اقرار باب تجارت سے نہیں تو باطل ہوگا کذا فی الطحطاوی لکن عللہ القہستانی بانہ اقرار

بالدیۃ علی العاقلۃ انتہی فتدبرہ اذ قد اجمع العلماء علی العمل بمقتضی قولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تعقل العواقل عبدا ولا عمدا ولا صلحا ولا اعترافا حتی لو اقر حر

بالقتل خطاء لم یکن اقرارہ اقرارا علی العاقلۃ ای الا ان یصدقوہ وکذا اقرہ القہستانی فی المعاقل فتنبہ لیکن قہستانی شارح نقایہ نے اُسکی تعلیل یوں بیان کی ہے کہ قتل خطا کا اقرار کرنا دیت علی العاقلہ کا اقرار ہے سو اس کلام میں تدبیر اور غور کر کہ منظور فیہ ہے اسلیے کہ علما نے اجماع کیا ہے اس حدیث کے مقتضا پر عمل کرنے کا کہ عواقل دیت غلام کے متحمل نہیں ہوتے اور نہ صلح اور نہ اقرار کے یہانتک کہ اگر آزاد قتل خطا کا اقرار کرے تو یہ اقرار عاقلہ یعنی مددگار وغیرہ پر نہوگا یعنی اُس صورت میں مددگار وغیرہ دیت نہ دینگے جبکہ وہ اقرار کی تصدیق کریں اور اسی مضمون کی تقریر کی ہے قہستانی مذکور نے کتاب المعاقل میں تو خبردار رہیو مرحوم طحطاوی نے شارح کے اس اعتراض کا جواب دیا ہے جسکو اُسکے دریافت کا شوق ہو وہ عبارت طحطاوی کو جو اس ترجمہ کے حاشیہ پر مرقوم ہے ملاحظہ کرے رمی رجلا عمدا فنفذ السہم الی آخر فماتا یقتص للاول لانہ عمد وللثانی الدیۃ علی عاقلتہ لانہ خطاء ایک مرد کے عمدا تیر مارا سو اُسکے بدن کے پار ہوکر دوسرے شخص کے جا لگا سو دونوں مرگئے تو پہلے مرد کے واسطے قصاص لیا جاویگا اسلیے کہ وہ قتل عمد ہے اور دوسرے مرد کے واسطے دیت واجب ہوگی قاتل کے برادری وغیرہ پر اسلیے کہ وہ قتل خطا ہے ہر چند یہ فعل واحد ہے لیکن بعدد اثر کے متعدد ہو گیا کذا فی الزیلعی وقعت حیۃ علیہ فدفعہا عن نفسہ فسقطت

علی آخر فدفعہا عن نفسہ فوقعت علی ثالث فلسعتہ ای الثالث فہلک فعلی من الدیۃ ہذا سئل ابو حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ بحضرۃ جماعۃ فقال لا یضمن الاول

لان الحیۃ لم تضر الثانی وکذلک لا یضمن الثانی والثالث لو کثروا واما الاخیر فان لسعتہ مع سقوطہا فورا من غیر مہلۃ فعلی الدافع الدیۃ لورثۃ

الہالک والا بان لسعتہ فورا لا یضمن ونظم ما علیہ الفقہاء فاستصوبوہ جمیعا وتمامہ من مناقبہ رضی اللہ عنہ صیرفیہ ومجمع الفتاوی سانپ گر پڑا ایک شخص پر سو اُسنے اپنے اوپر سے ہٹا کر پھینکا سو دوسرے شخص پر جا پڑا پھر دوسرے شخص نے اُسکو اپنے اوپر سے ہٹایا تو تیسرے شخص پر جا پڑا اسو تیسرے کو اُسنے کاٹا تو وہ مرگیا تو کون شخص پر خونبہا واجب ہوگا اسطرح سوال ہوا تھا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے جماعت علمار مجتہدین کے روبرو سو امام نے فرمایا کہ اول شخص پر ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ سانپ نے دوسرے شخص کو ضرر نہیں پہونچایا اور اسی طرح دوسرا تیسرا شخص ضمان نہ دیگا اگرچہ تین آدمیوں سے زیادہ لوگ ہوں اخیر شخص سو اُسکا یہ حال ہے کہ اگر اُسکو سانپ نے گرنے کے ساتھ ہی بلا توقف کاٹا تو سانپ کے ہٹانے والے شخص پر خونبہا مرجانیوالے کے وارثوں کیواسطے واجب ہے اور اگر سانپ نے فورا نہیں کاٹا یعنی کچھ ٹھہر کر کاٹا تو ہٹانیوالے پر بھی ضمان دیت کا لازم نہیں آویگا پھر سب عالموں نے ٹھیک ضمان دینے کا اقرار کیا اور یہ مسئلہ بھی منجملہ مناقب امام کے ہے رضی اللہ عنہ کذا فی الصیرفیہ ومجمع الفتاوی ھم فورا کاٹنے سے واقع سبب ٹھہرا موت کا لہذا اُسپر خونبہا واجب ہوا اور اگر مہلت سے کاٹا تو واقع سبب نہ ہوا قال المصنف وبہذا التفصیل اجبت فی حادثۃ الفتوی وہی ان کلبا عقورا وقع علی آخر فالقاہ علی الثانی والثانی علی الثالث

واللہ اعلم مصنف نے شرح مین کہا کہ موجب اسی تفصیل کے مین نے جواب دیا تھا اُس صورت مین جو فتوی طلب ہوا تھا وہ یہہ ہے کہ سگ گزندہ ایک شخص پر گر پڑا اسو
اُسنے دوسرے شخص پر ڈالا اور دوسرے نے تیسرے پر ڈالا واللہ اعلم یعنی واقع اخیر پر دیت لازم ہوگی اگر اُسکے فوراً کاٹنے سے مرگیا اور اگر ٹھہر کے اُسنے کاٹا تو اُسپر
بھی دیت نہین **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے القی حیۃ او عقربا فی الطریق فلدغت رجلا ضمن الا اذا تحولت ثم لدغتہ ایک شخص نے سانپ یا بچھو راہ مین ڈالا
سو اُسنے ایک مرد کو کاٹا یعنی وہ مرگیا تو ڈالنے والے پر دیت لازم ہوگی مگر جبکہ سانپ ڈالنے کی جگہ سے ہٹگیا ہو پھر اُسنے کاٹا تو اُسپر کچھہ ضمان لازم نہوگا
طحطاوی نے کہا کہ مسئلہ سابقہ کا مقتضاے جواب امام یہہ ہے کہ اگر فوراً کاٹیگا تو ضمان ہے اور اگر ڈالنے کے بعد ایک ساعت ٹھہر کر کاٹیگا تو ضمان نہین وضع سیفا فی
الطریق فعثر بہ انسان و مات وکسر السیف فدیتہ علی رب السیف وقیمتہ علی العاثر ایک شخص نے تلوار ڈالدی راہ مین سو ایک آدمی تلوار سے ٹھوکر کھا کر گر پڑا اور مرگیا
اور تلوار ٹوٹ گئی اُسکے گرنے سے تو اُسکا خونبہا تلوار کے مالک پر ہے اور تلوار کی قیمت گرنے والے پر ہے تورثلوج سیرۃ المرعی فطح ثور غیرہ فمات ان شہد علیہ ضمن
والا لا وقال فی البدائع لا ضمان لان الاشہاد انما یکون فی الحائط لا فی الحیوان تاجیہ مار ویل چھوڑ اچراگاہ مین سو اُسنے دوسرے کے بیل کے سینگ
مار سو وہ مرگیا اگر گاؤ مقتول کے مالک نے اُسپر اشہاد کیا ہو یعنی لوگون کو اُسکی شاخ زنی پر گواہ کردیا ہو تو گاؤ قاتل کے مالک پر ضمان لازم ہوگا اور
بدون اشہاد کے تاوان نہین اور بدائع مین کہا کہ مطلقا تاوان نہین اسواسطے کہ اشہاد تو ہوتا ہے دیوار مائل مین نہ جانور مین کذا فی السراجیہ واعلم انہ اذا اشترک

قاتل العمد مع من لا یجب علیہ القود کاجنبی شارک الاب فی قتل ابنہ وکاجنبی شارک الزوج فی قتل زوجتہ ولہ منہا ولد وکعامد مع مخطئ

وعاقل مع مجنون وبالغ مع صغیر وشریک حیۃ وسبع کما فی الخانیۃ فلا قود علی احدہما ای لا قصاص علی واحد منہما فیما ذکرا اور یہہ معلوم کر کہ جب
شریک ہو قاتل عمداً اُس شخص کے ساتھہ جسپر قصاص واجب نہین چنانچہ اجنبی شریک ہوگیا باپ کا اُسکے فرزند کے قتل کرنے مین اور جیسے بیگانہ شریک
ہوگیا زوج کا اُسکی اُس زوجہ کے قتل مین جسکے پیٹ سے زوج کا لڑکا موجود ہے اور جیسے قاتل عامد قاتل مخطی کے ساتھہ اور عاقل مجنون کے ساتھہ اور
قاتل بالغ قاتل صغیر کے ساتھہ اور سانپ اور درندے کا ساتھی تو دونون مین سے ایک پر قصاص نہین یعنی سب صورتون مذکورہ مین کسی پر قصاص نہین ہم
پہلی صورت مین جب باپ سے قصاص ساقط ہوا تو اُسکے ساتھی سے بھی ساقط ہوگیا اور دوسری صورت مین زوج سے اسواسطے قصاص ساقط ہوا کہ
زوجہ کا وارث فرزند ہے سو فرزند اپنے باپ سے قصاص نہین لے سکتا پھر جب اُسپر واجب نہوا تو اسی طرح اُسکے شریک پر بھی واجب نہوا طحطاوی نے کہا
لیکن اجنبی کی شرکت مین باپ یا زوج کے ساتھہ دیت واجب ہوگی دونون کے خاص مال مین اسلیے کہ دونون قاتل عامد ہین اور عامد اور مخطی کی شرکت مین نصف
دیت عامد پر ہے اور نصف باقی مخطی کے برادرون پر اسی طرح عاقل پر نصف دیت ہے اور باقی مجنون کے برادرون پر اور بالغ پر نصف دیت ہے اور باقی صغیر کے
برادرون پر اور سانپ اور درندے کے ساتھی پر نصف دیت ہے اور باقی دیت ساقط ہے دخل رجل بیتہ فرای رجلا مع امراتہ او جاریتہ فقتلہ حل لہ
ذلک ولا قصاص علیہ ہذا ساقط من نسخ المتن ثابت فی نسخ الشرح معزیا للشرح الوہبانیۃ وقد حققناہ فی باب التعزیر داخل ہوا اپنے گھر مین سو ایک مرد کو دیکھا
اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی کے ساتھہ سو اُسکو اُسنے مار ڈالا تو اُسکو یہہ قتل کرنا حلال ہے اور اُسپر قصاص نہین شارح نے کہا یہہ مسئلہ متن کے نسخون سے ساقط اور مصنف
کی شرح کے نسخون مین ثابت ہے منسوب بشرح وہبانیہ اور ہم نے اُسکی تحقیق بیان کی ہے تعزیر کے باب مین ہم سلت قتل مین ظاہر ہے احصان شرط نہین اسواسطے کہ ابن
وہبان نے علت یہہ بیان کی ہے کہ قتل یہان باب حدود سے نہین بلکہ نہی عن المنکر کے باب سے ہے اور اسی طرح بزازی نے مطلق رکھا ہے اور طرسوسی نے کہا کہ
احصان شرط حلت قتل ہے چنانچہ قاضی خان نے اسکو مصرح بیان کیا ہے تو فتاوی صغری کا اطلاق لائق التفات کے نہین ہوا اسواسطے کہ زنا موجب
قتل نہین بدون احصان کے انتہی اور مجتبی مین زاہدی سے منقول ہے کہ اصل یہہ ہے کہ جو شخص مسلمان کو زنا کرتے دیکھے تو اُسکو قتل کرنا حلال ہے اور قتل اسے
باز رہتا ہے آدمی اس خوف سے کہ اُسکو حاکم وغیرہ سچا نجانیگا اسمین کہ اُسنے زنا کرتے دیکھکر قتل کیا ہے انتہی اور منیۃ المفتی مین غایہ سے منقول ہے کہ حلت قتل اسوقت ...

معتبر باقی نہ رہا اثر تعزیر کے حق میں البتہ معتبر ہے وكذا كل جراحة اندملت ولم يبق لها اثر عند ابي حنيفة وعند ابي يوسف في مثله حكومة عدل وعن محمد تجب اجرة الطبيب
وثمن الادوية درر وصدر الشريعة وہدایہ وغیرہا اور اسی طرح غیر معتبر ہے ہر ایک وہ زخم جو بھر گیا ہو اور اسکا نشان باقی نہ رہا ہو امام ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک اور
ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اسکے مانند میں حکومت عدل ہے اور محمد رحمہ سے روایت ہے کہ طبیب کی اجرت اور دواؤں کا ثمن واجب ہوگا چنانچہ درر اور
صدر الشريعة اور ہدایہ وغیرہا میں ہے وتجب حكومة عدل مع دية النفس في مائة سوط جرحته وبقي اثرها بالاجماع لبقاء الاثر ووجوب الارش باعتبار
الاثر ہدایہ وغیرہا اور حکومت عدل دیت نفس کے ساتھ بالاتفاق واجب ہے ان سو کوڑوں میں جنھوں نے زخمی کر دیا اور انکا نشان باقی رہ گیا بلحاظ اثر کے
باقی رہنے کے سبب سے ہے اور عضو کی دیت کا واجب ہونا نشان کے اعتبار سے ہے چنانچہ ہدایہ وغیرہا میں مصرح ہے یعنی نوے کوڑے کا زخم چنگا ہو گیا لیکن اسکا
نشان باقی رہا پھر دس کوڑے کے مارنے سے وہ مرگیا تو حکومت عدل اور دیت نفس واجب ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ دیت ما دون نفس
کی واجب ہوتی ہے عیبناکی اور بدنمائی سے اور عیبناکی پیدا ہوتی ہے نشان کے باقی رہنے سے وفي جواهر الفتاوى رجل جرح رجلا فعجز المجروح عن الكسب يجب
على الجارح النفقة والمداواة اور جواہر الفتاوی میں ہے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کو زخم لگایا تو زخمی کمائی سے عاجز ہو گیا تو زخم لگانے والے پر اسکا
نان ونفقہ اور علاج کرنا واجب ہے یعنی تا بقاء زخم كذا في الطحاوي وفيها رجل جاء بعوان الى رجل فضربه العوان فعجز عن الكسب فمداواة المضروب ونفقته
على الذي جاء بالعوان انتهى قال المصنف والظاهر انه مفرع على قول محمد رحمه الله قلت وقدمنا معزيا للمجتبى عن ابي يوسف نحوه وسنحققه في الشجاج اور
اسی جواہر الفتاوی میں ہے کہ ایک مرد ظالم کے غلام سپاہی کو لایا ایک مرد کے پاس سو اس ظالم نے اسکو مارا سو وہ عاجز ہو گیا اپنے کسب اور کار سے تو
مضروب کی دوا علاج اور کھانا پینا اسپر واجب ہے جو ظالم کو لایا انتہی ما في جواهر الفتاوى مصنف نے کہا اور ظاہر یہ قول محمد رحمہ اللہ کے قول پر متفرع ہے میں
کہتا ہوں اور مانند اسکے ہم مقدم ذکر کر چکے ابو یوسف سے بسبب مجتبی اور آگے شجاج کی فصل میں اسکو ہم محقق بیان کرینگے ھر باب القود فیما دون النفس کے
شروع میں شارح نے مجتبی سے نقل کیا ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک ہر ایک دندان سے حکومت عدل یعنی اجرت طبیب کی واجب ہے ومن قطع اي عمدا او خطاء
بدليل ما ياتي وبه صرح في البرهان كما في الشرنبلالية لكن في القهستاني عن شرح الطحاوي ان الدية على العاقلة في الخطاء ومن ظن انها على القاطع في الخطاء فقد
اخطاء وكذا لو شج او جرح فعفا عن قطعه او شجته او جراحته ثم مات منه ضمن قاطعه الدية في ماله اور جسکا ہاتھ یا پاؤں کاٹا گیا سو اس نے اس قطع یا
سر کھلنے یا جراحت کو معاف کر دیا پھر معاف کرنے والا قطع وغیرہ کے صدمہ سے مرگیا تو اسکا قطع کرنے والا اپنے مال میں سے اسکی دیت کا ضمان دے
شارح نے کہا قطع مطلق فرمایا ہے خواہ عمد ہو یا خطا بدلیل اس مسئلہ کی تفصیل کے جو اسکے بعد آویگا اور اسی اطلاق کرنے کی تصریح کی ہے برہان میں چنانچہ
شرنبلالیہ میں لیکن قہستانی میں شرح طحاوی سے یوں منقول ہے کہ قطع خطا میں قاطع کی برادری پر دیت ہے نہ قاطع پر اور جسنے یہ گمان کیا کہ قاطع پر دیت ہے
خطا میں سو اسنے مقرر خطا کی اور اسی طرح کا حکم ہے اگر اسکا سر کھولا گیا یا وہ زخمی کیا گیا خلافا لهما قلنا انه عفا عن القطع وهو غير القتل بر خلاف صاحبین کے یعنی
انکے نزدیک عفو قطع سے عفو نفس بھی ثابت ہوتا ہے ہم امام کی طرف سے جواب میں کہتے ہیں کہ مقطوع نے قطع کو معاف کیا ہے اور قطع کا مغائر ہے تو قطع کے
عفو سے قتل کا عفو ثابت نہیں ہو سکتا ولو عفا عن الجناية او عن القطع وما يحدث منه فهو عفو عن النفس فلا يضمن شيئا اور اگر عفو کر دیا جنایت سے
یا قطع سے اور اس موت سے جو پیدا ہو قطع سے تو وہ معافی ہے نفس سے تو فاعل کچھ ضمان نہ دیگا اسواسطے کہ جنایت اسم جنس ہے شامل ہے قتل کو اور اس زخم کو جو
موت تک سرایت کرے یا نکرے اور اسی طرح قطع اور جو قطع کے بعد حادث ہو صریح ہے عفو نفس تو باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان لازم نہوگا كذا في الطحاوي وغيره
والخطاء يعتبر من الثلث ماله فان خرج من الثلث فبها والا فعلى العاقلة ثلثا الدية كما في شرح الطحاوي اور اسوقت میں یعنی جبکہ قاتل پر عفو کے سبب سے
ضمان لازم نہوا تو اگر جنایت از راہ خطا ہے تو مقتول کے تہائی مال سے معتبر ہوگی اور اگر مقتول کا خونبہا اسکے تہائی مال سے نکلا فهو المقصود اور اگر اسکے ثلث مال

مین دیت کی گنجائش نہوئی تو عاقلہ یعنی قاتل کے برادرون پر دیت کی دو تہائیان واجب ہونگی کذا فی شرح الطحاوی ھم یعنی اگر جنایت خطا ہو اور اسنے جنایت معاف کر دی تو یہ دیت کی معافی ہی تو مقتول کے ثلث مال سے اسکا اعتبار ہوگا اسواسطے کہ دیت مال ہی اور مقتول کے وارثون کا حق دیت سے متعلق ہی تو مقتول کا عفو کرنا وصیت ٹھہرا لہذا ثلث مال سے صحیح ہوگی برخلاف قتل عمد کے اسواسطے کہ موجب اسکا قصاص ہی اور قصاص مال نہین ہی تو اس سے وارثون کا حق متعلق نہین ہی تو عفو عن القصاص جمیع مال سے صحیح ہی کذا فی شرح الوقایہ فمن ظن انہا علی العاقلۃ فقد اخطا قطعا سو جسنے یہ گمان کیا ہی کہ دیت اس مقتول کی قاطع پر ہی سو وہ یقینًا چوک گیا ومفادہ ان عفو الصحیح لا تعتبر من الثلث ذکرہ القہستانی اور اعتبار ثلث مال سے یہ مستفاد ہوتا ہی کہ صحیح آدمی کا عفو کرنا ثلث سے معتبر نہوگا ایسا ذکر کیا ہی قہستانی شارح نقایہ نے ھم اسواسطے کہ ثلث مال کا اعتبار مرض الموت کے مریض مین ہوتا ہی سو اگر وہ صحیح ہو اسطرح کہ ہاتھ اسکا از راہ خطا قطع ہوگیا اور وہ بستر بیمار پر نرہا صحیح سالم کے مانند چلتا پھرتا رہا اسنے قطع کو عفو کر دیا پھر وہ مر گیا اسکے صدمہ سے دفعتًا تو یہ عفو کل مال مین نافذ ہوگا نہ ثلث مین کذا فی الطحاوی فیعتبر عفو العمد من کلہ لتعلق حق الورثۃ بالدیۃ لا بالقود لانہ لیس بمال اور جنایت عمد کا عفو کل مال سے معتبر ہوگا اسواسطے کہ مقتول کے وارثون کا حق دیت سے متعلق ہی نہ قصاص سے اسواسطے کہ قصاص مال نہین ہی ھم والشجۃ مثلہ ای مثل القطع حکما وخلافا اور سر کا زخم قطع کے مانند ہی حکم مین اور امام رح اور صاحبین رح کے خلاف مین قطعت امرأۃ ید رجل عمدا او خطاء لما یاتی فلو اطلق کما سبق وکالملتقی وغیرہ کان اولی فتامل ایک عورت نے ایک مرد کا ہاتھ کاٹا عمدًا یعنی از راہ خطا ہاتھ کاٹا یہ اطلاق اس تفصیل کی دلیل سے ہی جو بعد اسکے مذکور ہوگی تو اگر مصنف قطع کو مطلق رکھتا عمد کی قید نہ لگاتا جیسے مسئلہ سابقہ مین قطع کو مطلق رکھا تھا اور جس طرح ملتقی وغیرہ مین مطلق مذکور ہی تو بہتر ہوتا سو اسکو تامل کر یعنی اگر مطلق کہتا تو تفصیل آئندہ صحیح ہوتی کذا فی الطحاوی فنکحہا المقطوع یدہ علی یدہ ثم مات منہ ای من السرایۃ فمہرہا الارش ولو عمدا اجماعا سو جس مرد کا ہاتھ کاٹا گیا اسنے ہاتھ کاٹنے والی عورت سے نکاح کیا اپنے ہاتھ پر یعنی اپنے ہاتھ کے دیت کے بدلے نکاح کیا پھر وہ مر گیا تو اگر قطع کی سرایت سے نہ مرتا تو عورت کا مہر ہاتھ کا خونبہا ہوتا یعنی پانچ ہزار درم اگرچہ قطع عمدا ہو باتفاق امام اور صاحبین کے یجب عند ابی حنیفۃ مہر مثلہا والدیۃ فی مالہا ان تعمدت امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس عورت کا مہر مثل واجب ہی اور ہاتھ کی دیت عورت کے مال مین واجب ہی اگر اسنے عمدا ہاتھ کاٹا ہو چونکہ قصاص فی الطرف پر نکاح ہوا تھا اور وہ مال نہ تھا تو مہر ہونے کی صلاحیت نہ رکھتا تھا تو ہاتھ کی دیت مہر ٹھہری تھی کیونکہ مرد اور عورت کے اطراف مین قصاص نہین ہی تاہم جبکہ مرد قطع کے صدمہ سے مر گیا تو ظاہر ہوگیا کہ ہاتھ کی دیت واجب نہ تھی لہذا مہر مثل واجب ہوا اور عورت پر دیت لازم ائی نہ اسکے مددگارون پر اسواسطے کہ عمد مین فاعل پر ضمان ہوتا ہی نہ اسکے مددگارون پر وتقع المقاصۃ بین المہر والدیۃ ان تساویا والا ترادا الفضل اور مہر اور دیت برابر سرابر ہو جاوینگے اگر دونون متساوی ہون اور اگر کم و بیش ہون تو عورت اور مرد زیادہ کو پھیر دینگے ھم یعنی جب مرد پر مہر اور عورت پر اسکی دیت واجب ہوئی تو اگر مہر اور دیت مقدار مین برابر ہین تو باہم مجرا ہو گئے جتنا دینا تھا اتنا لینا معاملہ برابر ہوگیا اور اگر مہر زیادہ ہی تو عورت مرد کے وارثون سے قدر زیادت کو تقاضا کرے اور اگر دیت زیادہ ہی تو مرد کے وارث عورت سے اتنا مطالبہ کرین وعلی عاقلتہا ان اخطاء فی قطع یدہ اور عورت کے مددگارون پر دیت واجب ہی اگر عورت نے از راہ خطا اسکا ہاتھ کاٹا ہو ولا یتقاصان لان الدیۃ علی العاقلۃ فی الخطاء بخلاف العمد فان الدیۃ علیہا والمہر علی الزوج فیتقاصان اور خطا مین مہر اور دیت باہم مجرا نہونگے اسواسطے کہ دیت تو مددگارون پر واجب ہوتی ہی خطا مین برخلاف عمد کے اسواسطے کہ عمد مین عورت پر دیت واجب ہی اور زوج پر مہر تو دونون باہم مجرا ہو کر برابر سرابر ہو جاوینگے قلت وقال صاحب الدرر ینبغی ان تقع المقاصۃ فی الخطاء ایضا لانہا علیہا دون العاقلۃ علی القول المختار فی الدیۃ لکنہ لیس علی اطلاقہ بل فی العجم ونحوہم ممن لا عاقلۃ لہ فلیحفظ مین کہتا ہون اور صاحب درر نے کہا لائق یون ہی کہ خطا مین بھی مہر اور دیت برابر سرابر ہو جاوین اسواسطے کہ دیت خطا مین عورت پر ہی نہ مددگارون پر موجب اس قول کے جو باب دیت مین مختار اور پسندیدہ ہی لیکن وہ قول مختار مطلق نہین ہی بلکہ عجم کے گروہ مین ہی وغیرہم یعنی اسواسطے کہ عجم مین تناصر کا مضمون نہین جو دیت مددگارون پر واجب ہو اور شاید کہ صاحب درر نے جو مطلق کہا ہی تو اسکے محل پر

تناصر کے معنی ہین ایکدوسرے کی مدد کرنا ۱۲

جو اسکے لیے ہے یعنی اطلاق باعتبار جمع کے ہے غرض سب کو یاد رکھنا چاہیے وان نکحہا علی الید وما یحدث منہا او علی الجنایۃ ثم مات منہ وجب لہا فی العمد
مہر المثل ولا شیء علیہا لرضاہ بالسقوط اور اگر دست بریدہ مرد نے عورت قاطعہ سے نکاح کیا قطع ید پر اور اس فعل پر جو پیدا ہو قطع ید سے یا نکاح کیا جنایت کے
بدلے پھر وہ مر گیا اسکے سبب سے تو عمد میں عورت کا مہر مثل واجب ہوگا اور عورت پر کچھ واجب نہیں مرد کیواسطے بسبب راضی ہوجانے مرد کے سقوط قصاص سے
یعنی جب اسنے قصاص کو مہر قرار دیا اور وہ مہر ہونے کی لیاقت نہیں رکھتا تو قصاص اصل سے ساقط ہوگیا ولو خطاء رفع عن العاقلۃ مہر مثلہا ولہا الباقی
وصیۃ لہم انہ لہا فانہ اور اگر قطع بطور خطا کے تھا تو عورت کے مددگاروں سے اسکا مہر مثل مرتفع ہوگیا اور باقی دیت وصیت ہے مددگاروں کیواسطے ہم جنایت
خطا میں دیت پر نکاح ٹھہرا اور دیت مال میں مہر ہونے کی لیاقت ہے سو اگر مہر مثل دیت کے برابر ہے اور مقتول کا کچھ مال نہیں سوائے دیت کے تو مددگاروں پر کچھ واجب نہیں
اسواسطے کہ نکاح کرنا مرض میں حوائج اصلیہ سے ہے تو صحیح مال سے معتبر ہوگا اور اگر مہر مثل دیت سے زیادہ ہے تو زیادتی واجب نہیں اسواسطے کہ عورت تو مہر مثل سے کمتر پر راضی ہوگئی
اور اگر مہر مثل دیت سے کمتر ہو تو زیادتی وصیت ہے مددگاروں کیواسطے اور یہ وصیت صحیح ہے کیونکہ وہ لوگ قاتل نہیں کذا فی شرح الوقایۃ فان خرج من الثلث سقط
والا سقط ثلث المال فقط پھر اگر زیادتی از مہر تہائی مال سے نکلا تو مددگاروں سے ساقط ہوگیا ورنہ فقط تہائی مال ساقط ہوگا ہم یعنی جو مہر مثل سے زیادہ ہے تو اسکو
نظر کرنا چاہیے کہ مقتول کے ثلث مال سے نکل سکتا ہے یا نہیں اگر نکل سکتا ہے تو بھی مددگاروں سے ساقط ہوگیا کیونکہ وہ وصیت ہے انکے حق میں تو وصیت صحیح ہوگی
اسواسطے کہ مددگار اجنبی ہیں مقتول سے اور اگر تہائی سے نکل نہیں سکتا تو بقدر تہائی کے مددگاروں پر ساقط ہوگا اور زیادت کا ادا کرنا مقتول کے وارثوں کیواسطے
مددگاروں پر واجب ہوگا اسواسطے کہ وصیت سوائے تہائی مال کے جاری نہیں ہوتی کذا فی المنح ولو قطعت یدہ فاقتص لہ فمات المقطوع الاول
قتل القاطع الثانی قتل الثانی بالسرایۃ وعن ابی یوسف لا قود لانہ لما اقدم علی القطع فقد ابرأ عما ورائہ وظاہر اشکال ابن الکمال یفید تقویۃ قول ابی یوسف رح وقالہ
المصنف اور اگر ایک شخص کا ہاتھ کاٹا گیا سو اسکا بدلا لیا گیا سو مقطوع اول مر گیا مقطوع ثانی سے پہلے تو مقطوع ثانی قتل کیا جائیگا اسکے بدلے بسبب سرایت
قطع کے اور ابو یوسف رح سے روایت یوں ہے کہ قتل کا قصاص نہیں اسواسطے کہ جب مقطوع اول نے قاطع کے قطع ید پر اقدام کیا تو اسکو بری الذمہ کردیا ماورا
قطع سے اور ابن کمال کا ظاہر اشکال تقویت قول ابو یوسف کا مفید ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ہم خلاصہ اشکال مذکور یہ ہے کہ اگر قطع ید کو مقطوع عفو
کردے پھر مر جاوے تو قاطع پر دیت ہے اسوجہ سے کہ صورت عفو کی سقوط قصاص میں کافی ہے کیونکہ وہ صورت شبہہ ہے تو وہاں انکی عبارت معتبر کی اور یہاں معتبر نہ کی
طحطاوی نے کہا کہ یہ اشکال متون اور شروح کے معارض نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ بحث ہے یعنی روایت نہیں ولو مات المقتص منہ فدیتہ علی عاقلۃ المقتص لہ
خلافا لہما قلت ہذا اذا استوفاہ بنفسہ بلا حکم حاکم واما الحاکم والحجام والختان والفصاد والبزاغ فلا تقیید فعلہم بشرط السلامۃ کالاجیر وتمامہ فی الدرر اور اگر وہ شخص
مر گیا جس سے قطع ید کا بدلا لیا گیا تو اسکی دیت اسکے مددگاروں پر ہے جسکے واسطے بدلا لیا گیا برخلاف صاحبین رح کے کہ انکے نزدیک دیت نہیں ہم کہتا ہوں
یہ یعنی دیت کا واجب ہونا اسوقت ہے جبکہ مقطوع نے بذات خود استیفاء قصاص کرے بدون حکم کرنے حاکم کے اور حاکم اور پچھنے لگانے والا اور ختنہ کرنے والا اور فصد
کھولنے والا اور نشتر زن سو انکا فعل تو مقید بشرط سلامت نہیں ہے مزدور کے مانند اور اسکا پورا بیان درر میں ہے والاصل ان الواجب لا یتقید بوصف السلامۃ
والمباح یتقید بہ اور قاعدہ کلیہ ضمان اور عدم ضمان کا یہ ہے کہ فعل واجب مقید بوصف سلامت نہیں ہوتا اور فعل مباح سلامت رہنے کے ساتھ مقید ہوتا ہے
ہم یعنی چونکہ حاکم پر قصاص لینا اور حجام اور ختان اور فصاد پر عقد اجارہ کے سبب سے فعل کرنا واجب ہے تو درصورت ضرر کے انپر کچھ تاوان نہیں بخلاف فعل مباح
کے کہ اسمیں عدم ضرر شرط ہے ومنہ ضرب الاب ابنہ تادیبا والام والوصی اور منجملہ فعل مباح کے باپ کا مارنا ہے اپنے فرزند کو ادب سکھانے کے واسطے یا ماں کا
یا وصی کا مارنا یتیم کو ومن الاول ضرب الاب والوصی والمعلم باذن الاب تعلیما فمات لا ضمان فضرب التادیب مقید لانہ مباح وضرب التعلیم لا لانہ واجب
اور قسم اول سے یعنی منجملہ فعل واجب کے باپ یا وصی کا مارنا یا معلم کا مارنا باپ کے اذن سے تعلیم دینے کیواسطے پھر صغیر مر گیا تو ضمان نہیں کیونکہ تادیب کیواسطے مارنا سلامتی

رہنے کے ساتھ مشروط ہی اسواسطے کہ تادیب مباح ہی اور تعلیم کے واسطے مارنا باپ اور وصی اور معلم کا مشروط بسلامت نہین اسواسطے کہ تعلیم دین کی واجب ہی
ومحلہ فی الضرب المعتاد واما غیرہ فموجب للضمان فی الکل وتمامہ فی الاشباہ اور عدم ضمان کا محل ضرب ہی عادت کے موافق اور عادت کے سوائے مارنا تو ضمان کا
موجب ہی سب صورتون مین اور پورا بیان اسکا اشباہ مین ہی ہم یعنی اگر ضرب عادت اور رواج کے موافق ہی باعتبار کمیت اور کیفیت اور محل کے سو اسمین ضمان نہین
تو اگر منھ پر یا آلات تناسل پر ضرب واقع ہوا اور صغیر تلف ہو جاے تو ضمان واجب ہی سب کے نزدیک بلا خلاف اگرچہ ایک ہی کوڑا یا چھڑی ماری کذا فی
الطحطاوی عن ابی السعود عن تلخیص الکبری وان قطع ولی القتیل ید القاتل وبعد ذلک عفا عن القتل ضمن القاطع دیۃ الید لانہ استوفی غیر حقہ لکن لا یقتص
للشبہۃ وقالا لاشئ علیہ اور اگر مقتول کے وارث نے قاتل کا ہاتھ کاٹا اور بعد اسکے جنایت قتل کو معاف کر دیا تو قطع کرنے والا قاتل کے ہاتھ کا خونبہا دے
اسواسطے کہ وارث نے اپنے حق کا غیر حاصل کر لیا یعنی اسکا حق قاتل کا قتل تھا نہ قطع لیکن وارث سے قطع کا بدلہ نہ لیا جاویگا شبہہ کے سبب سے اور صاحبین
نے کہا کہ وارث پر کچھ لازم نہین نہ قصاص نہ دیت وضمان الصبی اذا مات من ضرب ابیہ او وصیہ تادیبا ای للتادیب علیہما ای علی الاب والوصی لان
التادیب یحصل بالزجر والتعریک وقالا لا یضمن لو معتادا واما غیر المعتاد ففیہ الضمان اتفاقا اور صغیر کا ضمان جبکہ وہ مر جاے اپنے باپ یا وصی کے مارنے سے
تادیب کیواسطے انھین دونون پر ہی یعنی باپ اور وصی پر اسواسطے کہ ادب سکھانا تو جھڑکنے اور گوشمالی سے حاصل ہوتا ہی اور صاحبین نے کہا کہ ضمان نہین ہی اگر
ضرب عادت کے موافق ہو اور ضرب غیر معتاد مین تو باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان ہی کضرب معلم صبیا او عبدا بغیر اذن ابیہ ومولاہ لف ونشر مرتب
فالضمان علی المعلم اجماعا جیسے معلم کے مارنے مین صغیر اور غلام کو بدون اذن اسکے باپ اور مالک کے ضمان ہی تو معلم پر در صورت عدم اذن باتفاق امام
اور صاحبین کے ضمان ہی شارح نے کہا قولہ ابیہ ومولاہ مین لف ونشر مرتب ہی وان الضرب باذنہما لا ضمان علی المعلم اجماعا قیل ہذا رجوع من ابی حنیفۃ
الی قولہما اور اگر مارنا باپ اور مالک کے اذن سے ہی تو معلم پر باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان نہین بعضون نے کہا کہ یہ یعنی امام کا یہ قول کہ معلم پر ضمان
نہین باپ کے اذن سے رجوع کرنا ہی امام ابوحنیفہ کا صاحبین کے قول کی طرف تمّ تمہ اور کفایۃ المجیب مین مذکور ہی کہ اصح یہ ہی کہ امام نے صاحبین کے قول
کی طرف رجوع کیا ہی لیکن اسمین خلل یہ ہی کہ امام اور صاحبین کا خلاف تو ضرب تادیب مین ہی اور یہان ذکر ہی ضرب تعلیم کا اور تعلیم واجب ہی مقید
بسلامت نہین اور اسمین کچھ خلاف نہین کذا فی الطحطاوی وکذا الضمین زوج امراۃ ضربہا تادیبا لان تادیبہا للمولی کذا عزاہ المصنف لشرح المجمع للعینی قلت
وہو فی الاشباہ وغیرہا کما قدمناہ اور اسی طرح ضمان دیگا وہ شوہر جسنے اپنی جورو کو مارا تادیب کیواسطے سو وہ مر گئی اسواسطے کہ اسکی تادیب ولی کا حق ہی مصنف نے
یہ قول منسوب کیا ہی عینی کی شرح مجمع کی طرف مین کہتا ہون اور یہی قول اشباہ وغیرہ مین بھی مذکور ہی چنانچہ ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہین وفی دیات المجتبی الزوج
والوصی کالاب تفصیلا وخلافا فعلیہم الدیۃ والکفارۃ وقیل رجع الامام الی قولہما وتمامہ تمہ اور مجتبی کے باب الدیات مین ہی کہ شوہر اور وصی باپ کے مانند ہی تفصیل
اور خلاف امام اور صاحبین مین تو امام کے نزدیک باپ اور زوج اور وصی پر دیت اور کفارہ ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ امام نے رجوع کیا ہی صاحبین کے قول
طرف اور اسکا پورا بیان مجتبی مین ہی فروع مسائل الحقہ شارح کے ضرب امراۃ فافضاہا فان کانت تستمسک بولہا ففیہ ثلث الدیۃ والا فکل الدیۃ کسی نے ایک عورت
کو مارا اسواسطے صدمہ سے مسلک اسکے بول اور حیض کا یا مسلک حیض اور غائط کا پھٹ کر ایک ہو گیا تو اگر اسکا پیشاب تھم سکتا ہو تو اسمین تہائی دیت ہی اور
تھم نہ سکتا ہو تو اسمین پوری دیت ہی وان افتض بکرا بالزنا فافضاہا فان بطاوعۃ حدا ولا غرم وان مکرہۃ فعلیہ الحد وارش الافضاء ولا العقر حاوی القدسی
اور ایک مرد نے باکرہ عورت کا ازالہ بکارت کیا زنا سے سو اسکا مسلک بول اور غائط کا پھٹکر ایک ہو گیا تو اگر عورت کی رضامندی سے حرامکاری ہوئی ہو
تو مرد اور عورت دونون پر حد ماری جاوے اور مرد پر مہر نہین ہی اور اگر عورت پر زبردستی کی ہو مرد نے تو مرد پر حد واجب ہی اور خونبہا چیر ڈالنے کا نہ مہر کذا
فی الحاوی القدسی قطع الحجام لحما من عینہ وکان غیر حاذق فعمیت فعلیہ نصف الدیۃ اشباہ حجام نے ایک شخص کی آنکھ سے گوشت کی گٹھی کاٹی اور

سقطت من سطح فلم تفق راسہا

کہ وہ ہوشیار تجربہ کار نہ تھا سو اگر اسکی آنکھ اندھی ہوگئی تو حجام پر آنکھ کی نصف دیت ہے کذا فی الاشباہ وفی القنیۃ سئل نجم الدین عن صبیۃ

فقال کثیر من الجراحین ان شققتم راسہا تموت وقال واحد منہم ان لم تشقوہ الیوم تموت وانا اشقہ وابرئہا فشقہ فماتت بعد یوم او یومین ہل یضمن فتامل

ملیا ثم قال لا اذا کان الشق باذن وکان الشق معتادا ولم یکن فاحشا خارج الرسم قیل لہ فلو قال ان ماتت فانا ضامن ہل یضمن قال لا انتہی

فانت انما لم یعتبر شرط الضمان لما تقرر ان شرطہ علی الامین باطل علی ما علیہ الفتوی انتہی اور قنیہ میں ہے کہ نجم الدین سے سوال ہوا اس صغیرہ کے مسئلہ کا

جو چھت پر سے گر پڑی سو اسکا سر ورم کر گیا تو بہت جراحوں نے کہا کہ اگر اسکے سر کو چیر دیگے تو وہ مرجاویگی اور ایک جراح نے کہا کہ اگر اسکو نہ چیر دیگے آج تو وہ

مرجاویگی اور میں سر کو چیرونگا اور اسکو اچھا کردونگا سو اسنے اسکو چیرا تو وہ مرگئی ایک دن یا دو دن کے بعد کیا اسپر ضمان لازم ہوگا یا نہیں سو نجم الدین نے دیر تک تامل کیا

پھر کہا کہ اسپر ضمان نہیں جبکہ چیرنا اذن سے ہو اور چیرنا عادت کے موافق ہو اور فاحش یعنی رسم اور عادت سے خارج نہو پھر نجم الدین سے کہا گیا کہ اگر جراح نے کہا ہو کہ اگر

صغیرہ مرجاوے تو میں ضامن ہوں یعنی میرے اوپر اسکا خونبہا ہے تو ضمان دیت کا اسپر لازم ہوگا یا نہیں جواب دیا کہ ضمان لازم نہوگا انتہی سوال وجواب من القنیۃ میں

کہتا ہوں شرط ضمان کی معتبر نہوگی اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ امین پر ضمان کا شرط کرنا باطل ہے موجب قول مفتی بہ کے انتہی کلام المصنف فی شرحہ کذا فی الاستاد

باب الشہادۃ فی القتل

واعتبار حالتہ ای حالۃ القتل یہ باب ہے قتل کی گواہی اور حالت قتل کے معتبر ہونے میں القود یثبت للورثۃ ابتداء لا بطریق الخلافۃ من غیر سبق ملک

المورث لان شرعیۃ القود للتشفی بصدور درک الثار والمیت لیس باہل لہ قصاص وارثوں کیواسطے ثابت ہوتا ہے سرے سے بطریق خلافت کے بدون سبقت

ملک مورث کے اسواسطے کہ قصاص کا مشروع ہونا تشفی دل اور مطالبہ خون کے حاصل ہونے کیواسطے ہے اور میت اسکا اہل نہیں یعنی تشفی قلب اور مطالبہ خون کا امر

امام کے نزدیک قصاص کا ثبوت وارثوں کے واسطے ابتداء ہوتا ہے بطریق خلافت کے اور صاحبین کے نزدیک بطریق وراثت کے اور فرق دونوں میں یہ ہے کہ وراثت

سبقت ملک مورث کی مستدعی ہے پھر مورث سے وارث کی طرف ملک منتقل ہوتی ہے اور خلافت اسکی مستدعی نہیں تو خلافت سے مراد یہاں یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے

شخص کے قائم مقام ہو اسکے فعل کے قائم کرنے میں تو قتل میں جب قاتل نے مقتول پر تعدی کی تو حق یہ تھا کہ مقتول اسیطرح قاتل پر تعدی کرتا لیکن مقتول تو قاتل

کے قتل کرنے سے عاجز ہے تو اسکے وارث اسکے قائم مقام ہوگئے بدون اسکے کہ مقتول قتل کا مالک ہوا پھر ملک نے اس سے وارثوں کی طرف انتقال کیا کذا فی شرح الوقایۃ

خلاصہ یہ ہے کہ خلافت حقیقی یہاں مراد نہیں اسواسطے کہ اصل کا قائم ہونا طلب قصاص کیواسطے عقلاً غیر متصور ہے بلکہ خلافت مجازی مراد ہے یعنی مقابل وراثت قولہ تعالی

فقد جعلنا لولیہ سلطانا نص فیہ اور حقتعالی کا یہ قول فقد جعلنا لولیہ سلطانا صریح ہے اس میں یعنی وارثوں کیواسطے ثبوت قصاص کا بطریق خلافت کے ہے نہ بطریق وراثت کے

جم ترجمہ آیت شریفہ کا یہ ہے اور جو مظلوم مارا گیا تو مقرر ہم نے اسکے وارث کیواسطے مواخذہ یا قصاص کا تسلط ٹھہرا دیا وقالا بطریق الارث کما لو انقلب مالا او

صاحبین نے کہا کہ ثبوت قصاص کا وارثوں کو بطریق ارث کے ہے جیسے اس صورت میں جبکہ قصاص منقلب بمال ہوجاوے یعنی قتل خطا میں وثمرۃ الخلاف ما افادہ بقولہ

فلا یصیر احدہم ای احد الورثۃ خصما عن البقیۃ فی استیفاء القصاص خلافا لہما اور امام اور صاحبین کے خلاف کا ثمرہ وہ ہے جسکو مصنف نے بیان کیا اپنے اسقدر قول سے

یعنی جب وارثوں کو ثبوت قصاص کا بطریق میراث کے نہو تو ایک وارث مخاصم نہ ٹھہر جاویگا باقی وارثوں کی طرف سے استیفاء قصاص میں برخلاف صاحبین کے

والاصل ان کل ما یملکہ الورثۃ بطریق الوراثۃ فاحدہم خصم عن الباقین ای قائم مقام الکل فی الخصومۃ وما یملکہ الورثۃ لا بطریق الوراثۃ لا یصیر احدہم خصما عن الباقین اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس

جس چیز کے وارث مالک ہیں بطریق وراثت کے تو وہاں ایک وارث مخاصم ہوتا ہے باقی وارثوں کی طرف سے اور تمام وارثوں کے قائم مقام ہے خصومت میں اور جس چیز

کے وارث مالک ہوتے ہیں نہ بطریق وراثت کے تو وہاں ایک وارث مخاصم نہیں ہوتا باقی وارثوں کی جانب سے اور خصومت میں سب کے قائم مقام نہیں ہوتا جب یہ

قاعدہ معلوم ہوا تو اگر ایک وارث نے متروکہ سے کسی چیز کا دعوی کیا اور گواہ لایا تو سب وارثوں کا حق ثابت ہوگیا تو باقی وارثوں کو تجدید دعوی کی اور گواہی لانے کی حاجت

نہیں اور اسی طرح اگر کسی شخص نے ایک وارث پر کسی چیز کے متروکہ میں سے دعویٰ کیا اور گواہ لایا تو وہ دعویٰ سب وارثوں پر ثابت ہو گیا پھر ہر شخص پر دعویٰ کرنے کی کسی
کو حاجت نہیں ثم فرع علیہ بقولہ فلو اقام حجۃ بقتل ابیہ عمدا مع غیبۃ اخیہ یرید القود لا یقید اجماعا حتی یحضر الغائب بالمنیۃ یحبس لانہ صار متہما پھر مصنف نے قاعدہ
مذکورہ پر تفریع کی بقول خود تو ایک بھائی نے گواہ قائم کیے اپنے باپ کے قتل عمد پر دوسرے بھائی کی غیبت میں قصاص لینے کیواسطے تو حاکم قصاص نہ دے بالاتفاق
غائب کے حاضر ہونے تک لیکن قاتل محبوس کیا جاویگا اسواسطے کہ وہ متہم ہو گیا امام کے نزدیک اسواسطے قصاص نہ ہوگا کہ ایک وارث باقی وارثوں کا قائم مقام
نہیں ہو سکتا اور صاحبین کے نزدیک عفو غائب کے احتمال سے قصاص نہیں فان حضر الغائب یعید ثانیا لیقتلا القاتل وقالا لا یعید پھر اگر غائب بھائی حاضر
ہوا تو اعادہ حجت کرے دوسری بار تا دونوں بھائی قاتل کو قتل کریں اور صاحبین نے کہا کہ اعادہ نہ کرے یعنے اسواسطے کہ انکے نزدیک ملک ورثہ بطریق میراث کے ہے نہ بطریق
خلافت کے وفی القتل الخطاء والدین لا یحتاج الی اعادۃ البینۃ بالاجماع لما مر اور دعویٰ قتل خطا اور دین میں اعادہ شہادت کی حاجت نہیں ہے بالاتفاق
بدلیل گذشتہ یعنی قتل خطا اور دین کا موجب مال ہے اور مال میں ثبوت ملک بطریق میراث کے ہوتا ہے تو ایک وارث باقی وارثوں کے قائم مقام ہوگا فلو برہن القاتل
علی عفو الغائب فالحاضر خصم لانقلابہ مالا وسقط القود اور اگر قاتل گواہ لایا وارث غائب کے عفو کر دینے پر تو وارث حاضر مخاصم ٹھہریگا اسواسطے کہ قصاص منقلب
بمال ہو گیا اور قصاص ساقط ہو گیا ثم حاضر اسواسطے خصم ہوا کہ قاتل نے اسپر حق کا دعویٰ کیا یعنی درصورت عفو کے حاضر کا حق قصاص میں سے ساقط ہو گیا اور قصاص
منقلب بمال ہو گیا اور یہ ممکن نہیں مگر عفو غائب کے اثبات سے لہذا حاضر غائب کی طرف سے مخاصم ٹھہرا پھر جب اسپر حکم ہو گیا تو غائب پر تبعاً حکم ہو گیا پھر اگر غائب آوے
اور عفو کا انکار کرے اور گواہ غائب ہوں یا مر گئے ہوں تو نصف دیت اسکا حق ہوگا کذا فی الطحطاوی وکذا لو قتل عبدہما عمدا او خطاء والحال ان السیدین
احدہما غائب فہو علی التفصیل السابق اور اسی طرح اگر دو مالکوں کے ایک غلام کو عمداً یا خطاً قتل کیا اور حالانکہ دونوں مالکوں میں سے ایک غائب ہے تو اسکا حکم بموجب
تفصیل سابق کے ہے یعنی اگر مالک حاضر گواہ لاویگا تو گواہی مقبول نہوگی بدون اعادہ مالک غائب کے اور اگر قاتل گواہ لاویگا کہ مالک غائب نے عفو کر دیا ہے
تو مالک حاضر خصم ٹھہریگا اور قصاص ساقط ہو جاویگا ولو اخبر ولیا قود بعفو اخیہما ای الثالث فہو ای اخبارہما عفو للقصاص منہما عملا بزعمہما اور اگر قصاص
کے دو وارثوں نے اپنے تیسرے بھائی کے عفو کرنے کی خبر دی تو انکا خبر دینا عفو قصاص ہے انہیں دونوں کی طرف سے انکے گمان پر عمل کرنے کی وجہ سے ہے اسواسطے
کہ ایک وارث کے بھی عفو کرنے سے قصاص قائم نہیں رہتا کیونکہ قصاص قسمت پذیر نہیں ثم ہی رباعیۃ فالاول ان صدقہما ای المخبرین القاتل والاخ الشریک
فلا شئی لہ ای للشریک عملا بتصدیقہ ولہما ثلثا الدیۃ اور اس مسئلہ کی چار صورتیں ہیں سو ایک صورت یہ ہے کہ اگر قاتل اور تیسرے شریک بھائی نے دونوں مخبر وارثوں
کی تصدیق کی تو تیسرے شریک کو دیت میں سے کچھ حصہ نہیں اسکی تصدیق پر عمل کرنے کے سبب سے اور دونوں مخبر بھائیوں کے واسطے دیت کی دو تہائیاں ہیں اسواسطے
کہ دونوں کا حصہ مال ہو گیا اخبار عفو سے والثانی ان کذباہما فلا شئی للمخبرین ولاخیہما ثلث الدیۃ اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر قاتل اور تیسرے بھائی
نے دونوں کی تکذیب کی تو دونوں مخبر بھائیوں کا کچھ حصہ نہیں اور تیسرے بھائی کی تہائی دیت ہے والثالث ان صدقہما القاتل وحدہ فلکل منہم ثلثہا اور
تیسری صورت یہ ہے کہ اگر مخبر دونوں بھائیوں کی فقط قاتل نے تصدیق کی اور تیسرے بھائی نے تکذیب کی تو تینوں بھائیوں کیواسطے تہائی دیت ہے والرابع ان
صدقہما الاخ فقط فلہ ثلثہا لان اقرارہ ارتد بتکذیب القاتل ایاہ ووجب لہ ثلث الدیۃ اور چوتھی صورت یہ ہے کہ اگر مخبر دونوں بھائیوں کی فقط تیسرے بھائی
نے تصدیق کی یعنے اور قاتل نے انکی تکذیب کی تو تیسرے بھائی کو تہائی دیت کی ہے اسواسطے کہ اقرار اسکا مردود ہو گیا قاتل کی تکذیب سے یعنی جب قاتل نے تیسرے
مصدق بھائی کی تکذیب کی تو اسکا عفو کرنا ثابت نہوا لہذا ثلث دیت اسکے واسطے واجب ہوئی ہم شارح نے یہ جواب دیا سوال مقدر کا خلاصہ سوال یہ ہے کہ جب تیسرے
بھائی نے مخبرین عفو کی تصدیق کی تو اسکا حق قاتل پر نہ رہا معاف کر دینے کے سبب سے پھر ثلث دیت کیوں اسکے واسطے واجب ہوئی خلاصہ جواب یہ ہے کہ اسکا اقرار قاتل کی تکذیب سے
ثابت نہ رہا اسواسطے مستحق ثلث کا ہوا ولکنہ یصرف ذلک الی المخبرین استحسانا وہو الاصح زیلعی لانہ صار مقرا لہما بما اقر لہ القاتل ولیکن ثلث مذکور مخبروں کی طرف پھیرا جاویگا

استحسان کی وجہ سے اور یہی قول اصح ہے کذا فی الزیلعی اسواسطے کہ تیسرا بھائی دونوں مخبر بھائیوں کے واسطے اس مال کا مقر ہو گیا جسکا قاتل نے اقرار کیا ہم نے
بیان ہے وجہ استحسان کا یعنی جب قاتل نے مخبرین عفو کی تکذیب کی تو تیسرے بھائی کے واسطے ثلث دیت کا اقرار کیا اسواسطے کہ قاتل کے گمان میں جب قصاص
ساقط ہو گیا مخبرین کے دعوے عفو سے تو تیسرے بھائی کا حصہ منقلب بمال ہو گیا پھر جب تیسرے بھائی نے مخبرین عفو کی تصدیق کی تو البتہ یہ گمان کیا کہ مخبرین کا
حصہ منقلب بمال ہو گیا تو اسکا مقر ٹھہرا جسکا قاتل مقر ہے کذا فی شرح الوقایۃ طحطاوی نے کہا نظیر اسکا وہ مسئلہ ہے کہ مثلاً زید نے اقرار کیا کہ میرے اوپر خالد کے سو درم ہیں
پھر خالد نے کہا کہ وہ درم میرے نہیں ہیں بلکہ محمود کے ہیں تو یہ مال محمود کے واسطے ثابت ہوگا اسی طرح جس ثلث کا قاتل نے تیسرے بھائی کیواسطے اقرار کیا وہ دونوں مخبر
بھائیوں کا ٹھہریگا وان شہد انہ ضربہ فلم یزل صاحب فراش حتی مات یقتص لان الثابت بالبینۃ کالثابت معاینۃ ولا یحتاج الشاہد ان یقول انہ
مات من جراحتہ بزازیہ اور اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ اُسنے اسکو زخمی کرنے والی چیز سے مارا سو وہ ہمیشہ بستر پر پڑا رہا یہانتک کہ مرگیا تو زخم لگانے والے
سے قصاص لیا جاویگا اسواسطے کہ جو شہادت سے ثابت ہے وہ اسکے مانند ہے جو مشاہدہ سے ثابت ہے تو اسکی حاجت نہیں شاہد کو کہ یوں کہے کہ مقتول مرگیا اسکے
زخم سے کذا فی البزازیہ اسواسطے کہ حکم مضاف ہوتا ہے سبب سابق کی طرف یہ سبب توہم کی طرف وان اختلف شاہدا قتل فی الزمان او فی المکان او فی الٰتہ او قال
احدہما قتلہ بعصا وقال الآخر لم ادر بما ذا قتلہ او شہد احدہما علی معاینۃ القتل والاخر علی اقرار القاتل بہ بطلت لان القتل لا یتکرر اور
اگر قتل کے دو شاہد اختلاف کریں زمان قتل یا مکان قتل میں یا قتل کے ہتھیار میں مختلف ہوں یا ایک شاہد کہے کہ اسکو لاٹھی سے مارا اور دوسرا کہے کہ میں نہیں
جانتا ہوں کس ہتھیار سے مارا یا ایک شاہد معاینہ قتل کی گواہی دے دوسرا شاہد قتل قاتل کے اقرار کی گواہی دے تو یہ شہادت باطل ہے اسواسطے کہ قتل دوبارہ
نہیں ہو سکتا ہم تو ان صورتوں میں قاتل پر دیت واجب ہوگی اسواسطے کہ قتل عمد کی دیت مددگاروں پر نہیں ہوتی وکذا تبطل الشہادۃ لو کمل النصاب
فی کل واحد منہما لتیقن القاضی بکذب احد الفریقین ولا اولویۃ اور اسی طرح شہادت باطل ہوگی اگر شہادت کی نصاب شقین کی ہر واحد میں پوری ہو اسواسطے
کہ قاضی کو ایک فریق کا کاذب ہونا بالیقین ثابت ہے اور کسی فریق کیواسطے اولویت و ترجیح ثابت نہیں کہ ایک قبول ہو اور دوسری رد ہو ولو کمل فی احدہما
دون الآخر قبل الکامل منہما لعدم المعارض اور اگر ایک فریق میں نصاب شہادت کی پوری ہو گئی نہ دوسری فریق میں تو نصاب کامل مقبول ہوگی عدم معارض کے
سبب سے یعنی اگر مثلاً زمان قتل میں اختلاف ہوا اور ایک طرف دو شاہد ہیں اور دوسری طرف ایک شاہد تو دو شاہدوں کی گواہی مقبول ہوگی ولو شہدا انہ قتلہ و
قالا جہلنا آلتہ تجب الدیۃ فی مالہ فی ثلث سنین شرنبلالیہ استحسانا حملا علی الادنی وہو الدیۃ وکانت فی مالہ لان الاصل فی الفعل العمد اور اگر دو گواہوں نے گواہی دی
کسی کے قتل کی اور انھوں نے کہا کہ ہمکو قتل کا ہتھیار معلوم نہیں تو قاتل کے مال میں دیت واجب ہوگی تین سال کے اندر کذا فی الشرنبلالیہ بدلیل استحسان کمتر پر محمول کرنیکے
سبب سے اور موجبات قتل میں کمتر تو دیت ہے اور دیت قاتل کے مال میں واجب ہوگی اسواسطے کہ فعل میں فاعل کا عمداً کرنا اصل ہے نہ خطا ہم قیاس میں یہ تھا کہ شہادت
مقبول نہو تی بسبب جہالت قتل کے ہتھیار کے مجہول ہونے سے لیکن بدلیل استحسان اوسنا موجب قتل پر محمول کیا اور شاہدوں کا اظہار جہالت غفلت پر محمول نہوا بلکہ ستر پر محمول کیا
باعتبار حسن ظن کے کہ اُنھوں نے عقوبت ٹلجانے پر جو شرعاً مستحب ہے کوشش کی وان اقر کل واحد منہما ای من الرجلین انہ قتلہ وقال الولی قتلتماہ جمیعا لہ قتلہما عملا باقرارہما
اور اگر دو مردوں میں سے ہر مرد نے یہ اقرار کیا کہ میں نے اسکو قتل کیا اور مقتول کے وارث نے کہا کہ تم دونوں نے اسکو قتل کیا ہے تو وارث کو دونوں کا قتل کرنا جائز ہے
انکے اقرار پر عمل کرنے کے سبب سے ولو کان مکان الاقرار فی المسئلۃ بحالہا شہادۃ لغت الشہادتان لان التکذیب تفسیق وفسق الشاہد یبطل شہادتہ اما فسق
المقر لا یبطل الاقرار اور اگر مسئلہ سابقہ میں بجائے اقرار کے شہادت ہو تو دونوں گواہیاں لغو ہو جاوینگی اسواسطے کہ باہم گواہوں کی تکذیب فاسق کہنا ہے
گواہوں کا اور گواہ کا فاسق ہونا اسکی گواہی کو باطل کرتا ہے لیکن مقر کا فسق اسکے اقرار کو باطل نہیں کرتا یعنی اسواسطے مسئلہ سابقہ میں اقرار لغو نہ ٹھہرا ولو قال الولی
فی صورۃ الاقرار السابقۃ صدقتما لیس لہ ان یقتل واحدا منہما لان فیہ تکذیبہ بالانفراد کل بقتلہ وحدہ اقرار بان الآخر لم یقتلہ بخلاف قولہ قتلتماہ لانہ دعوی ...

القتل بلا تصدیق لتصدیقہما باقرارہما زیلعی اور اگر وارث مقتول نے اقرار کی صورت سابقہ میں کہا کہ تم دونوں صادق ہو اقرار قتل میں تو وارث کو دونوں مقروں میں سے
ایک مقر کا بھی قتل کرنا جائز نہیں اسواسطے کہ وارث کی تصدیق ہر مقر کے تنہا قتل کرنے کی اقرار ہی اسکا کہ دوسرے نے اُسکو قتل نہیں کیا یعنی تو در حقیقت دونوں کا کہنا
ٹھہرا برخلاف اس قول کے جو وارث نے کہا تھا کہ تم دونوں نے اُسکو قتل کیا ہی اسواسطے کہ وہ قول قتل کا دعوی ہی بدون تصدیق کے تو اس صورت میں وارث دونوں کو قتل
کر سکتا انکے اقرار کے سبب سے کذا فی الزیلعی ولو اقر رجل بانہ قتلہ وقامت البینۃ وقال الولی قتلہ کلاھما کان لہ للولی قتل المقر دون المشہود علیہ
لان فیہ تکذیبا لبعض موجبہ کما مر اور اگر ایک مرد نے اقرار کیا کہ میں نے مقتول کو مارا ہی اور گواہ قائم ہوے اسپر کہ دوسرے شخص نے اُسکو قتل کیا ہی اور وارث نے
کہا کہ مقر اور مشہود علیہ دونوں نے اُسکو قتل کیا تو وارث کو مقر کا قتل کرنا جائز ہی نہ مشہود علیہ کا اسواسطے کہ اسمیں بعض موجب شہود کی تکذیب ہی چنانچہ گذر چکا
گذر گیا ھم موجب شہود یہ انفراد ہی یعنی شہادت اسپر قائم ہوئی ہی کہ غیر مقر دوسرے شخص نے اُسکو تنہا قتل کیا ہی اور وارث قتل بالاشتراک کا قائل ہی تو تکذیب
شاہدوں کی ہوئی انفراد میں اور تکذیب تفسیق ہی شاہدوں کی اور تفسیق مبطل شہادت ہی ولو قال الولی لاحد المقرین صدقت انت قتلتہ وحدک کان
لہ قتلہ لتصادقہما علی وجوب القتل علیہ وحدہ اور اگر وارث نے دو اقرار کرنے والوں میں سے ایک اقرار کرنے والے سے کہا کہ تو سچا ہی تو ہی نے اُسکو تنہا قتل کیا ہی
تو وارث کو اُس مقر کا قتل کرنا جائز ہی اسواسطے کہ فقط مقر مذکور کے قتل واجب ہونے پر وارث اور مقر دونوں نے اتفاق کیا ہی باہم کے تصادق سے کما لو قال
ذلک لاحد المشہود علیہما کان لہ قتلہ لعدم تکذیبہ شہود علیہ وانما کذب الآخرین چنانچہ اگر ولی نے اسی طرح دو میں سے ایک مشہود علیہ سے کہا تو وارث
کو اُس مشہود علیہ کا قتل کرنا جائز ہی اسواسطے کہ اُسنے مشہود علیہ کے گواہوں کی تکذیب نہیں کی اُنسے تو اور گواہوں کی تکذیب کی وکذا الحکم الخطا فی کل ما ذکر
ذکرہ الزیلعی اور اسی طرح یعنی قتل عمد کے مانند قتل خطا کا حکم ہی ہر ایک امر مذکور میں ایسا ذکر کیا ہی زیلعی نے لیکن عمد میں قتل واجب ہوا تھا اور خطا میں دیت
واجب ہوگی شہدا علی رجل بقتلہ خطاء وحکم بالدیۃ علی العاقلۃ فجاء المشہود بقتلہ حیا ضمن العاقلۃ الولی لعدم الدیۃ بلا حق او الشہود ورجعوا
ای الشہود علیہ علی الولی لتملکہم المضمون الذی فی ید الولی دو گواہوں نے ایک مرد کے قتل خطا پر گواہی دی اور دیت دینے کا قاتل کے مددگاروں پر حکم
ہوگیا پھر جسکے مقتول ہونے کی گواہی دی گئی تھی زندہ آیا تو قاتل کے مددگار مقتول مفروض کے وارث سے دیت کا تاوان لیں اسواسطے کہ وارث نے ناحق دیت
لی یا گواہوں سے تاوان لیں اور گواہ وارث سے پھر لیں اسواسطے کہ گواہ مالک ہوگئے دیت دے کر اس مال مضمون کے جو وارث کے ہاتھ میں والشہادۃ علی
العمد فی ہذا الحکم کالخطاء فاذا جاء حیا یخیر الورثۃ بین تضمین الولی الدیۃ او الشہود الا فی الرجوع فلا رجوع للشہود علی الولی لانہم ادوا الیہ العوض وہو لیس بمال
وقالا یرجعون کالخطاء اور اس حکم میں قتل عمد پر گواہی قتل خطا کی گواہی کے مانند ہی پھر جبکہ مقتول مفروض زندہ آوے گا تو قتل عمد کے مشہود علیہ کے وارث
مختار ہیں اسمیں کہ مقتول مفروض کے وارث سے دیت کا ضمان لیں یا گواہوں سے تاوان لیں مگر رجوع میں عمد اور خطا برابر نہیں تو مقتول مفروض کے وارث
سے گواہوں کو دیت کا پھیر لینا جائز نہیں اسلیے کہ گواہوں نے وارث مذکور کے لیے قصاص لینا واجب کر دیا تھا اور حالانکہ قصاص مال نہیں اور صاحبین نے
کہا کہ گواہ وارث سے دیت پھیر لینگے قتل خطا کے مانند ھم مقتول مفروض کے وارث کو دیت لینا جائز ہوا نہ قصاص اسواسطے کہ حاکم کے حکم سے شبہہ واقع ہوگیا
اور شبہہ قصاص کا مسقط ہی کذا فی الطحطاوی ولو شہدا علی اقرارہ ای اقرار القاتل بالخطاء او العمد ثم جاء حیا او شہدا علی شہادۃ غیرہما فی
الخطاء وقضی بالدیۃ علی العاقلۃ ثم جاء حیا لم یضمنا اذ لم یظہر کذبہما فی شہادتہما وضمن الولی الدیۃ فی الصورتین للعاقلۃ اذ ظہر انہ اخذہا بغیر حق
اور اگر دو گواہوں نے قتل عمد یا قتل خطا کے قاتل کے اقرار پر گواہی دی پھر مقتول مفروض زندہ آیا یا گواہوں نے اور شاہدوں کی شہادت پر گواہی دی
قتل خطا میں اور قاتل کے مددگاروں پر دیت دینے کا حاکم نے حکم دیا یعنی خطا میں اور قصاص کا حکم دیا قتل عمد میں کذا فی الطحطاوی پھر وہ شخص زندہ آیا تو گواہوں
پر تاوان نہیں اسواسطے کہ گواہی میں اُنکا جھوٹ ظاہر نہیں ہوا اور مقتول مفروض کا وارث دونوں صورتوں میں قاتل کے مددگاروں کو دیت کا

ضمان دے اسواسطے کہ ظاہر ہو گیا اسکے زندہ ہونے سے کہ اُسکے وارث نے مددگار دونی ناحق خونبہا لیا **والمعتبر حالة الرمی فی حق الحل والضمان لا الوصول**
اور حلال ہونے اور ضمان کی لازم ہونے مین تیر اندازی کی حالت مین معتبر ہے نہ تیر لگنے کی حالت ہم اسواسطے کہ لزوم ضمان فعل کے سبب سے ہوتا ہے یعنی تیر مارنا
اسواسطے کہ تیر کا مارنا ہی تو انسان کے تحت قدرت مین ہے نہ تیر کا لگ جانا کیونکہ تیر چھوڑنے کے بعد آدمی کا اصلا اختیار باقی نہین رہتا تو تیر انداز قاتل ٹھہرے گا
تیر اندازی کی حالت سے فقط کذا فی الطحطاوی **وحینئذ فتجب الدیة فی ماله سقط القود للشبهة بردة المرمی الیه قبل الوصول وقالا لاشیء علیه** اور جبکہ تیر اندازی کی
حالت فقط معتبر ہوئی تو دیت واجب ہو گی تیر انداز کے مال مین اور قصاص ساقط ہو گا بسبب شبہہ کے اُس شخص کے مرتد ہو جانے سے جو تیر لگنے سے پہلے مرتد ہو گیا اور
صاحبین نے کہا کہ تیر انداز پر دیت و قصاص کچھ لازم نہین ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مثلاً زید نے خالد کی طرف تیر پھینکا اور تیر اندازی کے وقت خالد مسلمان تھا لیکن
تیر لگنے سے پہلے وہ مرتد ہو گیا تو امام کے نزدیک زید پر دیت اسکی واجب ہے اسواسطے کہ تیر اندازی کا وقت معتبر ہے نہ وصول کا اور تیر اندازی کے حال مین وہ مسلمان
محفوظ الدم تھا اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ تلف واقع ہوا اس محل مین جہان عصمت نہین اور اتلاف غیر معصوم سے کچھ لازم نہین آتا **ولا تجب دیة المرمی الیه باسلامه**
بالاجماع اور دیت مرمی الیه کی اسکے مسلمان ہو جانے سے باتفاق امام اور صاحبین کے واجب نہین ہم یعنی کافر کی طرف تیر مارا اور تیر لگنے سے پہلے وہ اسلام لایا تو اسکی
دیت واجب نہین اسواسطے کہ تیر اندازی کی حالت کا اعتبار ہے اور اُس حالت مین اسکا خون مباح تھا نہ معصوم **وتجب القیمة بعتقه بعد الرمی قبل الاصابة** اور قیمت واجب
ہو گی غلام کے آزاد ہو جانے سے بعد تیر مارنے قبل از وصول کے ہم یعنی تیر مارنے کے وقت غلام تھا پھر وہ آزاد ہو گیا تیر کے لگنے سے پہلے تو تیر انداز پر غلام کی قیمت دینا
واجب ہو گی نہ خونبہا آزاد کا اسواسطے کہ حالت تیر اندازی کا اعتبار ہے نہ تیر لگ جانے کا **وتجب الجزاء علی محرم رمی صیدا فحل فوصل لا علی حلال رماه**
فاحرم فوصل اور بدلا واجب ہے اس محرم پر جسنے حالت احرام مین شکار کی طرف تیر چھوڑا پھر اُسنے احرام ترک کیا پھر اسکے بعد تیر شکار کو لگا اور اُس غیر محرم پر بدلا واجب نہین
جسنے شکار کو تیر مارا پھر اسنے احرام باندھا پھر شکار کو تیر لگا **ولا یضمن من رمی مقضیا علیه برجم فرجع شاهد فوصل** اور اُس شخص پر ضمان لازم نہین جسنے اُس شخص کو
تیر مارا جسکے سنگسار کرنے پر قاضی کا حکم ہو گیا پھر اُسکی زناکاری کا شاہد گواہی سے پھر گیا پھر اُسکے بعد اسکو تیر لگا ہم ایک شاہد کے رجوع کو مصنف نے بیان کیا اسواسطے
کہ چار گواہون مین سے ایک کا بھی رجوع کرنا حد کو ٹال دیتا ہے کذا فی الطحطاوی **وحل صید رماه مسلم فتمجس فوصل** اور حلال ہے وہ شکار جسکو مسلمان نے تیر مارا
پھر مسلمان مجوسی ہو گیا بعد اسکے تیر شکار کو لگا **لا یحل ما رماه مجوسی فاسلم فوصل لما عرفت ان المعتبر حالة الرمی** حلال نہین وہ شکار جسکی طرف مجوسی نے تیر
پھینکا پھر مجوسی مسلمان ہو گیا بعد اسکے تیر شکار کو لگا اسواسطے کہ تو معلوم کر چکا ہے کہ تیر اندازی کی حالت معتبر ہے نہ تیر لگنے کی ہم یہ دلیل ہے جمیع مسائل سابقہ کی
لغز یہ مسائل حیرت انگیز ہین بطور پہیلی کے **ای جان لو مات مجنیه فعلیه نصف الدیة ولو عاش فالدیة فقل ختان قطع الحشفة باذن ابیه** کون جنایت گر ہے اگر
جنایت کردہ مرجاے تو اسپر نصف دیت ہے اور اگر زندہ رہے تو پوری دیت ہے تو اسکا جواب دے کہ وہ ختنہ کرنے والا ہے جسنے صغیر کی سپاری قطع کر ڈالی اُسکے
باپ کی اجازت سے یعنی باپ نے ختنہ کرنے کی اجازت دے سو اُسنے خطا سے سپاری قطع کر ڈالی یہ مسئلہ چند بار مذکور ہو چکا ہے **ای انسان یقطع اذنه فتجب**
نصف الدیة ویقطع راسه نصف عشرها فقل جنین خرج راسه فقطعه ففیه الغرة کون آدمی ہے جسکے کان کاٹنے سے نصف دیت واجب ہے اور اسکے سر کاٹنے
سے دیت کا بیسواں حصہ واجب ہے تو جواب دے کہ یہ اُس بچہ کا وہ بچہ جسکا فقط سر نکلا سو اُسکو قطع کیا تو اُسمین غرہ ہے یعنی پانسو دینار ہم دیت سے مراد
دیت نفس ہے اور نصف دیت پانسو دینار ہے اور اسکا بیسواں حصہ ۵۰ دینار ہے قطع گوش مین نصف دیت اُسوقت ہے جبکہ بچہ قطع کے بعد مردہ نکلے نہ
زندہ کذا فی الطحطاوی **ای شیء یجب باتلافه دیة وثلثة اخماسها فقل دیة الاسنان** اشباه کون چیز ہے جسکے تلف کرنے سے پوری دیت اور دیت کے تین پانچوین
حصے واجب ہین تو جواب دے کہ یہ دانتون کی دیت ہے کذا فی الاشباه ہم اسکا بیان کتاب الدیات مین مفصل آویگا واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم الحلیم

کتاب الدیات

یہ کتاب ہے اقسام دیت کے مسائل میں الدیۃ فی الشرع اسم للمال الذی ہو بدل النفس لا اسم للمفعول بالمصدر لانہ من المنقولات الشرعیۃ دیت یعنی خون بہا
اصطلاح شرع میں اُس مال کا نام ہے جو جان کا بدلا ہے اور یہ نہیں ہے کہ دیت مصدر ہے بمعنی مفعول ہو اسواسطے کہ دیت منقولات شرعیہ سے ہے یعنی اطلاق دیت کا
مال پر حقیقت عرفی ہے فقہا کے نزدیک اور لغت میں دیت مصدر ہے مانند عدت کے وزن اور تعلیل میں یعنی دینے کو اکہ آدمی یا عضو آدمی کے عوض کا نام دیت ہے اور
مال کے عوض کا نام قیمت ہے والارش اسم للواجب فیما دون النفس ارش اُس مال کا نام ہے جو سوائے جان کے عضو آدمی کے بدلے واجب ہو اور گاہے نفس کو بھی ارش
بولتے ہیں لیکن استعمال اکثری یہی ہے جو شارح نے بیان کی دیۃ شبہ العمد مائۃ من الابل ارباعا من بنت مخاض وبنت لبون وحقۃ الی جذعۃ یا دخال الغایۃ اے
دیت شبہ عمد کی سو اونٹنیاں ہیں چار قسم کی یعنی ۲۵ پوری یکسالہ اونٹنیاں اور ۲۵ پوری دو سالہ اور ۲۵ پوری سہ سالہ اور ۲۵ پوری چہار سالہ وہی الدیۃ المغلظۃ
لاغیر اور یہی دیت مغلظہ ہے نہ سوائے اسکے ہم یعنی اسکے سوا چاندی سونے سے شبہ عمد کی دیت نہیں شرنبلالیہ میں ہے کہ اگر اونٹوں کے سوا بھی اور چیزوں سے دیت
جائز ہوتی تو تغلیظ کا فائدہ باقی نہ رہتا والدیۃ فی الخطاء اخماسا منہا ومن ابن مخاض اور قتل خطا کی دیت سو اونٹ ہیں پانچ قسم کے اقسام اربعہ
مذکورہ اور ابن مخاض سے ہم یعنی ۲۰ اونٹنیاں یکسالہ اور ۲۰ دو سالہ اور ۲۰ سہ سالہ اور ۲۰ چہار سالہ اور ۲۰ اونٹ نر پورے یکسال کے او الف دینار من الذہب
او عشرۃ آلاف درہم من الورق یا دیت قتل خطا کی ہزار دینار ہیں سونے کے یا دس ہزار درہم ہیں چاندی کے ہم قاتل کو اختیار ہے خواہ اونٹ دے خواہ دینار
خواہ درہم لیکن شبہ عمد میں اختیار نہیں وقال الشافعی رح اثنا عشر الفا اور امام شافعی رح نے کہا کہ بارہ ہزار درہم دیت ہے وقالا منہا ومن البقر مائتا بقرۃ ومن الغنم الفا شاۃ
ومن الحلل مائتا حلۃ کل حلۃ ثوبان ازار ورداء ہو المختار اور صاحبین نے کہا دیت خطا کی اشیاء مذکورہ سے اور گائے بیل سے دو سو دیت ہے اور بھیڑ بکری سے دو ہزار بکریاں
اور ازار اور رخت پوشیدنی سے دو سو جوڑے ہر جوڑے میں دو کپڑے تہبند اور چادر یہی قول مختار ہے جوڑے کے اندازے میں اور بعضوں نے کہا کہ ہمارے زمانے میں جوڑا
قمیص اور سراویل ہے یعنی کرتا اور پاجامہ برہان میں ہے کہ قیمت ہر گائے بیل کی ۵۰ درہم ہیں اور اسی قدر ہر جوڑے کی قیمت اور ہر بکری کی قیمت ۵ درم ہے
وکفارتہما ای الخطاء وشبہ العمد عتق قن مومن فان عجز عنہ صام شہرین ولاء ولا الطعام فیہما اذ لم یرد بہ النص والمقادیر توقیفیۃ اور کفارہ قتل خطا
اور شبہ عمد کا مملوک مسلمان کا آزاد کرنا ہے پھر اگر قاتل آزاد کرنے سے عاجز ہو تو دو مہینے پے در پے روزہ رکھے اور اُن دونوں کے کفارہ میں ۶۰ مساکین کا
کھانا دینا جائز نہیں اسواسطے کہ نص قرآنی اسمیں وارد نہیں ہے اور مقدرات مذکورہ توقیفی ہیں یعنی نص شارع سے اندازہ ثابت ہوتا ہے اسمیں قیاس
مجتہد کو مطلقاً دخل نہیں وصح اعتاق رضیع احد ابویہ لانہ مسلم تبعا لا الجنین اور صحیح ہے آزاد کرنا اُس غلام شیرخوار کا جسکا باپ یا ماں مسلمان ہے اسواسطے
کہ وہ مسلمان ہے باپ یا ماں کا ساتھ دے کر نہ بچہ شکمی یعنی بچہ شکمی کا آزاد کرنا کفارہ میں صحیح نہیں ودیۃ المرأۃ علی النصف من دیۃ الرجل
فی دیۃ النفس وما دونہا روے ذلک عن علی رضی اللہ عنہ موقوفا ومرفوعا اور عورت کی دیت نصفا نصف ہے مرد کی دیت سے جان کی دیت
میں بھی اور جان کے سوا اعضا کی دیت میں بھی یہ مروی ہے علی رضی اللہ عنہ سے بروایت موقوف بھی اور مرفوع بھی ہم روایت موقوف سنن بیہقی میں ہے عن
ابراہیم النخعی عن علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ قال عقل المرأۃ علی النصف من عقل الرجل فی النفس وفیما دونہا اور روایت مرفوع بھی بیہقی میں ہے
عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیۃ المرأۃ علی النصف من دیۃ الرجل کذا فی شرح الہدایۃ للعینی والذمی والمستامن والمسلم فی الدیۃ
سواء خلافا للشافعی وصحح فی الجوہرۃ انہ لا دیۃ فی المستامن واقرہ فی الشرنبلالیۃ لکن بالتسویۃ جزم فی الاختیار وصححہ الزیلعی اور کافر مطیع الاسلام اور مستامن
یعنی جو کافر حربی دار الاسلام میں آوے پناہ لیکر اور مسلمان دیت میں برابر ہیں برخلاف شافعی کے اور جوہرہ میں اسکی تصحیح کی ہے کہ مستامن میں دیت
نہیں ہے اور شرنبلالیہ میں اسکو ثابت رکھا ہے لیکن اختیار میں ذمی اور مستامن اور مسلم کے برابر ہونے پر یقین کیا ہے اور اسی قول کو صحیح کہا ہے زیلعی نے فی النفس
خبر المبتداء وہو قولہ الاتی الدیۃ اور جان میں یعنی جان کے قتل خطا میں دیت ہے شارح نے کہا کہ فی النفس اور اسی طرح اسکے جمیع معطوفات خبر ہیں مبتدا کی

یعنی دیت کی دو الانف و مارنه و ارنبته وقیل فی ارنبته حکومة عدل علی الصحیح اور ناک میں اور ناک کے نرم نتھنوں میں اور ناک کی نوک قطع کرڈالنے میں پوری دیت ہے
اور بعضوں نے کہا کہ سرینی کے قطع میں دیت نہیں حکومت عدل ہے بنابر قول صحیح کے و الذکر و الحشفة اور آلۂ تناسل اور سر ذکر کے قطع کرڈالنے میں پوری دیت
واجب ہے قطع زبان اور قطع بینی کی پوری دیت میں حدیث ثابت ہے اور باقی اعضا کا انہیں قیاس ہے مبسوط میں ہے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ انسان کے اعضا میں
سے اگر عضو مفرد ہے تو اسمیں کامل دیت ہے اور اگر دو عضو ہیں تو دونوں کے قطع میں پوری دیت ہے اور ایک کے قطع میں نصف دیت ہے اور اگر چار عضو ہیں تو چارون
کے قطع میں پوری دیت ہے اور ایک کے قطع میں چوتھائی دیت ہے اور اگر آدمی میں دس عضو ہیں چنانچہ ہاتھ کی دس انگلیاں تو سب کے قطع میں پوری دیت ہے
اور ایک کے قطع سے دسواں حصہ دیت کا واجب ہے کذا فی العینی و العقل و الشم و الذوق و السمع و البصر و اللسان ان منع النطق افاد ان فی لسان
الاخرس حکومة عدل جوہرہ وہذا ساقط من نسخ الشرح قنیه اور ازالہ عقل اور سونگھنے اور چکھنے اور دیکھنے میں اور قطع زبان میں دیت ہے بشرطیکہ قطع زبان بولنے کا
مانع ہو گیا ہو شارح نے کہا مصنف نے منع نطق کی قید سے اشارہ کردیا کہ گونگے کی زبان قطع کرڈالنے میں دیت نہیں حکومت عدل ہے کذا فی الجوہرۃ اور یہ عبارت
مصنف کی شرح کے نسخوں سے ساقط ہے تو آگاہ رہو ہم قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب اعضا کی جنس منفعت علی وجہ الکمال فوت ہو جائے یا آدمی کا حسن و جمال علی وجہ الکمال
زائل ہو جائے تو پوری دیت واجب ہوتی ہے منفعت اور جمال میں کمال کی قید اسواسطے لگائی کہ عضو ناقص کے فوت ہونے میں چنانچہ گونگے کی قطع زبان میں پوری
دیت واجب نہیں اسلیے کہ جنس منفعت او جمال علی وجہ الکمال فوت نہیں ہوا اور اسی طرح خصی اور نامرد کے قطع آلۂ تناسل میں اور شل ہاتھ اور لنگڑے پاؤں کے قطع میں
اور چشم کور اور دندان سیاہ میں نہ قصاص واجب ہے نہ عمد میں نہ خطا میں بلکہ اسمیں حکومت عدل ہے ابن ابی شیبہ کے مصنف میں روایت ہے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کے
سر میں پتھر مارا زمانہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میں تو اسکا سمع اور زبان اور آلۂ تناسل جاتا رہا تو وہ عورت کے ساتھ قربت نہیں کرسکتا تھا تو عمر رضی اللہ عنہ نے
چار دیتوں کا حکم کیا کذا فی العینی او منع اداء اکثر الحروف والا قسمت الدیة علی عدد حروف الہجاء الثمانیة والعشرین او حروف اللسان الستة عشر تصحیحان فما اصاب
الفائت یلزمه وتمامه فی شرح الوہبانیة وغیرہا یا پوری دیت قطع زبان میں اسوقت ہے جبکہ قطع اکثر حروف کے ادا کرنے کا مانع ہو اور اگر حروف ادا ہوتے
ہوں اور بعض نہ ادا ہوتے ہوں تو دیت کی قسمت ہوگی ابجد کے ۲۸ حروف کے شمار پر یا فقط زبان کے سولہ حروف پر دیت منقسم ہوگی اسمیں دونوں قولوں کی
تصحیح ثابت ہے سو جسقدر کہ دیت فوت ہو جانے والے حرف کو پہونچے گی اسقدر جانی کو لازم ہوگی اور اسکا پورا بیان شرح وہبانیہ وغیرہ میں مذکور ہے ہم منع اکثر حروف
پر کل دیت لازم ہونا قول ضعیف ہے قول صحیح یہ ہے کہ اگر نصف حروف کا نقصان ہو تو نصف دیت واجب ہے اور اگر ثلث یا ربع کا نقصان ہے تو ثلث یا ربع دیت
واجب ہے اور اصل اسمیں یہ ہے کہ علی مرتضی کے زمانہ میں ایک شخص نے دوسرے کی تھوڑی زبان کاٹ ڈالی تھی سو اُس سے حروف پڑھائے گئے جو حرف اس سے نہ نکلا بقدر
اسکے دیت کا حکم کیا کذا فی شرح الوہبانیة لعبد البر اور زبان کے خاص سولہ حروف یہ ہیں ت ث ج د ذ ر ز س ش ص ض ط ظ ل ن ی کذا فی الطحطاوی و اللحیة حلقت
فلم تنبت اور اسی داڑھی میں جو مونڈی گئی پھر اسکے بال نہ جمے پوری دیت ہے ہم اسواسطے کہ ازالہ ریش سے مرد کا جمال علی الکمال جاتا رہتا ہے اور عورت کی داڑھی
مونڈنے میں کچھ دیت نہیں اور مونڈنے سے مطلق ازالہ مراد ہے ویؤجل سنة فان مات فیها برئ اور وجوب دیت میں سال بھر کی مدت مقرر ہوتی ہے پھر اگر وہ شخص سال بھر میں
مرگیا تو مونڈنے والا داڑھی کا بری الذمہ ہو گیا دیت کے دینے سے وفی نصفها نصف الدیة وفیما دونه حکومة عدل کشارب ولحیة عبد فی الصحیح اور آدھی داڑھی مونڈنے میں
آدھی دیت اور آدھی سے کم مونڈنے میں حکومت عدل ہے جیسے مونچھ میں اور غلام کی داڑھی مونڈنے میں حکومت عدل واجب ہے قول صحیح میں ولا شئی فی لحیة کوسج علی ذقنه
شعرات معدودة ولو علی خده ایضا ولکنه غیر متصل فحکومة عدل وان متصلا فکل الدیة اور کچھ لازم نہیں اس کھوسے کی داڑھی مونڈنے میں جسکی ٹھڈی پر گنتی کے چند بال
ہوں اور اگر اسکے رخسار دونوں پر بھی بال ہوں ولیکن متصل نہ ہوں تو اسمیں حکومت عدل ہے اور اگر رخسارہ اور ذقن کے بال متصل ہوں تو پوری دیت واجب ہے
وشعر الراس کذلک ای اذا حلق ولم ینبت کذا روی عن علی رضی اللہ عنہ وعند الشافعی فیها حکومة عدل اور سر کے بالوں کا یہی حکم ہے یعنی جب کہ

سر کے بال پر ... الا کہ نہ اُگیں تو پوری دیت واجب ہے یہ حکم مروی ہے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اور امام شافعی کے نزدیک
اُسمیں حکومت عدل ہے وعلم انہ لا قصاص فی الشعر مطلقاً ولو مات قبل تمام السنة ولم ينبت فلا شيء عليه شعر صدر و ساعد و ساق اور معلوم کر کہ بالوں میں مطلقاً
قصاص نہیں اگرچہ جنایت عمداً ہو اور اگر وہ شخص مر گیا سال پورے ہونے سے پہلے اور بال نہ جمیں تو جانی پر کچھ لازم نہیں ہے سوائے تعزیر کے کذا فی الطحطاوی
جیسے صدر اور ساعد اور ساق کے بال مونڈ ڈالنے میں قصاص نہیں و العینین و الشفتین و الحاجبین و الرجلین و الاذنین و الانثیین ای الخصیتین
و ثدیی المرأة و حلمتہا و الالیتین اذا استاصلہا و الا فحکومة عدل اور دونوں آنکھوں اور دونوں ہونٹھوں اور دونوں بھوؤں اور دونوں پاؤں اور دونوں
کانوں اور دونوں فوطوں اور عورتوں کی دونوں چھاتیوں اور چھاتیوں کی دونوں گھنڈیوں میں اور دونوں چوتڑوں میں پوری دیت واجب ہے بشرطیکہ چوتڑوں کو
بالکل قطع کر ڈالے اور اگر تھوڑا قطع کیا تو اسمیں حکومت عدل واجب ہے کذا فرج المرأة من الجانبین الدية و فی ثدیی الرجل حکومة عدل اور اسی طرح عورت کی
شرمگاہ دونوں جانب سے قطع کرنے میں پوری دیت ہے اور مرد کی پستان کاٹنے میں دیت نہیں حکومت عدل ہے ثم قطع شرمگاہ عورت میں استیصال شرط ہے کہ ہڈی
تک پہونچے اور نہیں تو حکومت عدل واجب ہے کذا فی الطحطاوی و فی کل واحد من ہذہ الاشیاء المزدوجة نصف الدية اور ان دوہری چیزوں میں سے
ایک چیز کے قطع میں نصف دیت واجب ہے یعنی ایک آنکھ یا ایک ہونٹھ یا ایک بھوں یا ایک پاؤں یا ایک کان یا ایک فوطہ یا ایک پستان یا ایک گھنڈی پستان
کی یا ایک چوتڑ کے کاٹنے میں نصف دیت ہے و فی اشفار العینین الاربعة جمع شفرة بضم الشین و فتح الجفن ای اہداب الدية اذا قطعہا و لم تنبت اور آنکھ کے
چاروں پلکوں میں کے بالوں میں پوری دیت ہے بشرطیکہ پلکوں کے بال جڑ سے اکھڑیں اور پھر نہ جمیں شارح نے کہا اشفار جمع ہے شفرہ کی بضم شین اور فتح بھی
جائز ہے شفرہ عبارت ہے پلک سے یا پلک کے بالوں سے ہم اطلاق شفرہ کا پلک پر حقیقت ہے اور پلک کے بالوں پر مجاز ہے اور دونوں میں سے جو مراد لیجیے مطلب صحیح ہے
اسواسطے کہ پلکوں اور انکے بالوں میں پوری دیت ہے کیونکہ دونوں میں آنکھ کی منفعت اور جمال علی الکمال ہے و فی احدہا ربعہا اور ایک پلک میں چوتھائی
دیت واجب ہے ہم ہر آنکھ میں دو پلک ہیں ایک نیچے اور ایک اوپر تو دونوں آنکھوں میں چار پلک ہیں و لو قطع جفون باشفارہا فدية واحدة لانہا کشیء واحد اور اگر قطع
ہوں پلک انکے بالوں کے ساتھ تو ایک ہی دیت ہے اسواسطے کہ پلک اور انکے بال ایک چیز کے مانند ہیں ہم شارح کو یوں کہنا اوضح تھا جفون
باشفارہا کذا فی الطحطاوی و فی جفن لا شعر علیہ حکومة عدل لکن المعتمد ان فی کل دية کاملة جفنا او شعرا اور اس پلک میں جسپر بال نہیں حکومت عدل ہے
لیکن معتمد قول یہ ہے کہ ہر ایک میں پوری دیت ہے خواہ پلک ہو یا اسکے بال ہم طحطاوی نے کہا غایة البیان میں یوں ہے کہ جس پلک میں بال نہیں اسمیں
حکومت عدل مجکو معلوم نہیں کہ سوائے شارح کے قول معتمد مذکور کو کسنے بیان کیا ہے اور ایک نسخہ میں بجائے شعرہ کے شفرہ بالفاء ہے و فی کل اصبع من
اصابع الیدین و الرجلین عشرہا اور دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کی انگلیوں میں سے ہر انگلی میں دیت کا دسواں حصہ واجب ہے یعنی سو
دینار یا ہزار درم یا دس اونٹ ہم ابو داؤد اور نسائی میں ابو موسی اشعری رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انگلیاں برابر ہیں
ہر انگلی میں دس اونٹ ہیں ۔ انتہی و ما فیہا مفاصل ففی احدہا ثلث دية الاصبع و نصفہا ای نصف دية الاصبع لو فیہا مفصلان
کالابہام اور جس انگلی میں مفاصل اور جوڑ تین ہیں تو ایک مفصل کے قطع میں انگلی کی تہائی دیت واجب ہے اور انگلی کی نصف دیت ہے اگر انگلی میں دو جوڑ
ہیں جیسا نچہ انگوٹھے میں و فی کل سن یعنی من الرجل اذ دية سن المرأة نصف دية الرجل خمس من الابل او خمسون دینارا او خمسمائة دراہم
اور ہر دانت میں پانچ اونٹ یا پچاس دینار یا پانسو درم دیت ہے شارح نے کہا دانت سے مرد کا دانت مراد ہے اسواسطے کہ عورت کے دانت کی دیت
مرد کے دانت کی دیت سے آدھی ہے لقولہ علیہ الصلوة و السلام فی کل سن خمس من الابل یعنی نصف عشر دية لو حرا و نصف عشر قیمتہ لو عبدا
دیت مذکور ثابت ہے اس حدیث کی دلیل سے کہ ہر دانت میں پانچ اونٹ ہیں یعنی اگر آزاد ہے تو اسکی دیت کے دسویں حصہ کا نصف یعنی دیت کا

سب بیسوان حصہ دیت اسوقت ہی جبکہ جنایت خطاسے ہو اور اگر عمداً ہی تو اُسمین قصاص ہی اور دیت مین سب
بیسوان حصہ اور اگر غلام ہی تو اسکی قیمت کا بیسوان حصہ ہی **کذا فی العینی فان قلت تزید حینئذ دیۃ الاسنان**
دانت برابر ہین بدلیل اس حدیث مرفوع کے جو بزازیہ مین ابن عباس سے روایت ہی کہ سب دانت برابر ہین **کذا فی العینی**
علی دیۃ النفس ثلثۃ اخماسہا قلت نعم ولا باس فیہ لانہ ثابت بالنص علی خلاف القیاس کما فی الغایۃ وغیرہا وفی الغنایۃ ولیس فی البدن ما یجب
فیہ اکثر من قدر الدیۃ سوی الاسنان پھر اگر تو کہے کہ جب ہر دانت کی دیت پانچ اونٹ ٹھہری تو سب دانتون کی دیت زیادہ ہوتی ہی جان کی دیت
سے تین خمس جیسے دیت کے مین کہتا ہون کہ ہان زیادہ ہوتی ہی اور اُسمین کچھ مضائقہ نہین اسواسطے کہ وہ ثابت ہی نص حدیث سے برخلاف قیاس
کے چنانچہ غایۃ البیان وغیرہا مین مذکور ہی اور غنایہ مین ہی اور بدن مین وہ عضو نہین ہی جسکے فوت کرڈالنے سے دیت نفس سے زیادہ ہو سوا دانت
کے کم آدمی کے ۳۲ دانت ہین ۲۰ ضراس یعنی داڑھین اور چار انیاب یعنی نیش اور چار ثنایا یعنی سامنے کے دانت اور چار ضواحک یعنی جو دانت
کہ ہنسی کے وقت ظاہر ہوجاتے ہین پھر جب ایک دانت مین دیت کا نصف عشر یعنی بیسوان حصہ واجب ہوا تو سب دانتون مین پوری دیت اور
تین خمس واجب ہوئے یعنی سولہ ہزار درم **کذا فی الطحاوی** یا ایک سو ساٹھ اونٹ **وقد توجد نواجذ اربعۃ فتکون اسنانہ ستا وثلثین ذکرہ القہستانی**
قلت وحینئذ فالکوسج دیۃ وخمسا دیۃ وغیرہ اما دیۃ ونصف او ثلثۃ اخماس او اربعۃ اخماس اور گاہے ہوتے ہین چار نواجذ یعنی دندان خرد جنکو بعض اہل شہر
عقل داڑھ کہتے ہین تو اس حساب سے ۳۶ دانت ہوتے ہین یہ ذکر کیا ہی قہستانی نے مین کہتا ہون اور اسوقت مین کوسے دانتون مین ایک دیت واجب
ہی اور دو خمس دیت کے اور کوسے کے سوا یا ایک دیت اور نصف دیت ہی یا تین خمس یا چار خمس دیت کے واجب ہین م مغرب مین ہی کوسج یعنی کوسا معرب
ہی جسکے ذقن پر بال ہون نہ رخسارون پر اور اصمعی نے کہا کوسج وہ ہی جسکے دانت کم ہون اور یہی منقول ہی امام ابوحنیفہ سے قہستانی مین ہی کہ کوسج کے دانت
۲۸ ہوتے ہین اور یہی شناخت ہی اُسکی تو کوسے کے دانتون کی دیت کا ایک دیت اور دو خمس دیت کی ہونا ظاہر ہی قہستانی مین ہی کہ اگر ۳۲ دانت اکھاڑے
جاوین خطا سے تو دیت اور تین خمس واجب ہین یعنی سولہ ہزار درم اور اگر ۳۰ دانت اکھاڑے جاوین تو دیت اور نصف دیت ہی یعنی پندرہ ہزار درم اور اگر ۳۶ دانت
اکھاڑے جاوین تو دیت اور چار خمس واجب ہین یعنی اٹھارہ ہزار درم **کذا فی الطحاوی وعلمت ان المرأۃ علی النصف فتبصر** اور چند بار تو معلوم کرچکا ہی کہ عورت
کی دیت مرد کے نصف پر ہی تو خبردار رہو **ویجب دیۃ کاملۃ فی کل عضو ذہب نفعہ بضرب ضارب کید شلت وعین ذہب ضوءہا وصلب انقطع ماؤہ**
اور دیت کامل واجب ہی ہر ایک اُس عضو مین جسکی منفعت جاتی رہی کسی مارنے والے کے مارنے سے چنانچہ ضرب سے ہاتھ شل ہوگیا یعنی خشک و بیکار ہوگیا او
آنکھ کی روشنی جاتی رہی اور ضرب کے صدمہ سے پیٹھ کی منی منقطع ہوگئی **وکذا لو سلس بولہ او احدبہ ولو زالت الحدوبۃ فلا شئ علیہ ولو بقی اثر الضربۃ فحکومۃ عدل** اور
اسی طرح پوری دیت واجب ہی اگر ضرب سے پیشاب اسکا جاری ہوگیا بند نہین ہوتا یا اُسکو کبڑا کردیا اور اگر ضرب کے بعد کوبڑ زائل ہوگیا تو جانی پر کچھ نہین اور اگر
جانے کے بعد ضرب کا نشان باقی رہا تو اُسمین حکومت عدل ہی **وتجب حکومۃ عدل باتلاف عضو ذہب نفعہ ان لم یکن فیہ جمال کالید الشلاء**
اور حکومت عدل واجب ہی اُس عضو کے تلف کرڈالنے مین جسکی منفعت فوت ہوچکی تھی ضرب ضارب سے پہلے بشرطیکہ اُس عضو مین جمال اور خوشنمائی نہو
چنانچہ لنجا ہاتھ یعنی نہ اُسمین منفعت ہی نہ خوشنمائی تو اُسکے قطع مین دیت نہین حکومت عدل ہی **اوارشہ کاملا ان کان فیہ جمال کالاذن الشاخصۃ**
ہو الاطرش یا عضو مذکور کی پوری دیت واجب ہی اگر عضو مفقود النفع کے ہونے مین جمال اور خوشنمائی ہو چنانچہ گوش مرتفع یعنی اونچا کان قطع کرنے
مین م طحطاوی نے کہا کہ مرجع ضمیر کا شخص ہی سنانصہ سے ماخوذ اور صاحب قاموس نے شخوص یعنی اطرش مذکور نہین کیا انتہی مین کہتا ہون وباللہ التوفیق
کہ شاید شارح نے یون کہا ہوگا وہو الاطرش یعنی درحالیکہ اونچے کان والا بہرا ہی سماعت نہین رکھتا اطرش بروزن افعل یعنی گران گوش لغت مین
ثابت ہی عجب نہین کہ سہو کاتب سے اطرش کا الف اور واو حالیہ کتاب مین رہ گیا ہو والا ہو اطرش کا محصل مفہوم نہین ہوتا کیونکہ اطرش یعنی گرانی گوش مخصوص

ح الی التغییر نہیں ہو سکتی واللہ اعلم وتحیٰی لونسقہ فاتمم فی ذا دا خر بذا الفصل اور یہی فصل یعنی فصل شجاج کے اخیر میں مسئلہ دیکھا اگر عضو کو چھیلا یا پھر گوشت جم گیا

فصل فی الشجاج

یہ فصل ہے شجاج کے مسائل میں شجاج جمع ہے شجہ کی وتختص الشجۃ بما یکون بالوجہ والراس لغۃ اور لغت میں شجہ مخصوص ہے اس جراحت کے ساتھ جو چہرہ اور سر میں ہو کا مکان سر اور چہرہ ہی ذقن تک اور تحت ذقن موضع شجہ نہیں اور داڑھی ہمارے نزدیک چہرہ میں داخل ہے کذا فی العالمگیریہ جو ہی نے کہا حکم خاص شجہ جو جب ہے ؟ ؟ جراحت یعنی مطلق جراحت ملحق بشجہ نہیں اسواسطے کہ وجہ اور راس اکثر مکشوف رہتے ہیں تو انکے زخم میں نہایت عیب اور بدنمائی ہے وما یکون بغیر ہما فجراحۃ او جراحۃ وفیہا حکومۃ عدل کجبنی ومسکین اور جو زخم کہ چہرہ اور سر کے سوا باقی بدن میں ہوتا ہے وہ مسمی بجراحت ہے اور انمیں دیت نہیں بلکہ حکومت عدل ہے کذا فی الجلبی وہی اے الشجاج عشرۃ اور شجاج دس ہیں یعنی چہرہ اور سر کے زخموں کے ذیل نام ہیں الحارصۃ بمہملات وہی التی تحرص الجلد ای تخدشہ پہلے زخم کا نام حارصہ ہے بحا مہملہ ورا مہملہ وصاد مہملہ اور حارصہ وہ زخم ہے جسمیں کھال مخدوش ہو جاوے یعنی چھل جاوے ہندی میں اسکو کھرونچا کہتے ہیں والدامعۃ بمہملات التی تظہر الدم کالدمع والسیلۃ دوسرا زخم دامعہ ہے بدال مہملہ وعین مہملہ دامعہ وہ زخم ہے جسمیں آنسو کے مانند خون نمودار ہو جاوے اور خون کو نہ بہا دے والدامیۃ التی تسیلہ اور تیسرا زخم دامیہ ہے جو خون کو بہادے والباضعۃ التی تبضع الجلد ای تقطعہ اور باضعہ وہ زخم ہے جو کھال کو قطع کر دے والمتلاحمۃ التی تاخذ فی اللحم اور متلاحمہ وہ زخم ہے جو گوشت کو قطع کرے والسمحاق التی تصل الی السمحاق ای جلدۃ رقیقۃ بین اللحم وعظم الراس اور سمحاق وہ زخم ہے جو سمحاق تک پہونچ جاوے سمحاق وہ باریک کھال ہے جو گوشت اور سر کی ہڈی کے درمیان میں ہے والموضحۃ التی توضح العظم ای تظہرہ اور موضحہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو ظاہر کر دے یعنی جسمیں کھال اور گوشت قطع ہو کر ہڈی کھل جاوے والہاشمۃ التی تہشم العظم ای تکسرہ اور ہاشمہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو توڑ دے والمنقلۃ التی تنقلہ بعد الکسر اور منقلہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو منتقل کر دے اسکے توڑنے کے بعد یعنی ہڈی کو ایک موضع سے دوسرے موضع کی طرف کر دے کذا فی العینی والآمۃ التی تصل الی ام الدماغ وہی الجلدۃ التی فیہا الدماغ اور دسواں شجہ زخم آمہ ہے جو ام الدماغ تک پہونچ جاوے ام الدماغ اس کھال کا نام ہے جسکے اندر دماغ ہے یعنی بھیجا وبعدہا الدامغۃ بغین معجمۃ وہی التی تخرج الدماغ ولم یذکرہا محمد للموت بعدہا عادۃ فتکون قتلا لا شجا فعلم بالاستقراء بحسب الآثار انہا لا تزید علی العشرۃ اور جراحت آمہ کے بعد گیارھویں جراحت دامغہ ہے بغین معجمہ اور دامغہ وہ زخم ہے جو بھیجے کو نکال دے اور دامغہ کو محمد رح نے ذکر نہیں کیا اسواسطے کہ اسکے بعد تو موت ہے باعتبار غالب عادت کے تو دامغہ قتل ٹھہری نہ جراحت تو تفحص آثار سے یہ معلوم ہو گیا کہ شجاج دس زخموں سے زیادہ نہیں ہوتے ویجب فی الموضحۃ نصف عشر الدیۃ ان لم یصلع والا ففیہا حکومۃ عدل لان جلدۃ الشعر زینۃ من غیر قہستانی عن الذخیرۃ اور جراحت موضحہ میں دیت کا بیسواں حصہ یعنی پانچ اونٹ یا پانسو درم واجب ہے بشرطیکہ مجروح اصلع نہو یعنی اسکے سر کے بال پیری سے نہ جھڑ گئے ہوں اور نہیں تو اسمیں دیت نہیں بلکہ حکومت عدل ہے اسواسطے کہ اصلع کی کھال غیر اصلع سے کمتر ہے آرائش میں کذا فی القہستانی عن الذخیرۃ وفی الہاشمۃ عشرہا وفی المنقلۃ عشر ونصف عشر اور جراحت ہاشمہ میں دیت کا دسواں حصہ واجب ہے یعنی دس اونٹ اور جراحت منقلہ میں دیت کا دسواں حصہ اور بیسواں حصہ یعنی پندرہ اونٹ واجب ہیں وفی الآمۃ والجائفۃ ثلثہا اور جراحت آمہ اور جراحت جائفہ میں تہائی دیت کی واجب ہے ہم جائفہ کی تفسیر میں اختلاف ہے کہ جائفہ وہ زخم ہے جو سر اور پیٹ میں ہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ جائفہ نہیں ہوتا حلق کے اوپر انتہی سراج وہاج میں ہے کہ جائفہ وہ زخم ہے جو پیٹ کے اندر تک پہونچ پیٹ کی طرف سے یا پیٹھ یا سینہ کی طرف سے یا گردن کی جانب سے اس موضع تک پہونچے جہانتک پانی جانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے تو یہ سب جراحتیں جائفہ ہیں اور جو حلق کے اوپر کا زخم ہے وہ جائفہ نہیں ہے اور جائفہ نہیں ہوتا دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں اور ران اور گردن اور پیٹھ اور کمر میں اور اگر زخم فوطوں اور آلہ تناسل کا پیٹ تک پہونچ جاوے تو وہ بھی جائفہ ہے کما فی الطحطاوی فان نفذت الجائفۃ فثلثاہا لانہا اذا نفذت

علاوہ ازیں ... ۱۲

صارت جائفتین فیجب فی کل ثلثها پھر اگر جائفہ نافذ ہو گیا یعنی پیٹ کا زخم پیٹھ کی طرف پھوٹ نکلا تو دیت کی دو تہائیاں واجب ہیں اسواسطے کہ جب جائفہ
دار پار ہو گیا تو دو جائفہ ہو گئے ایک پیٹ کی جانب سے دوسرا پیٹھ کی طرف سے تو ہر جائفہ میں تہائی دیت کی واجب ہوگی وفی الحارصة والدامعة
والدامیة والباضعة والمتلاحمة والسمحاق حکومة عدل اذ لیس فیها ارش مقدر من جهة السمع ولا یمکن اهداره فوجب فیها حکومة عدل اور
حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق میں دیت نہیں حکومت عدل ہے اسواسطے کہ ان زخموں میں کچھ دیت مقرر نہیں ہے من جهة
السمع یعنی شارع کی جانب سے اور انکا رائیگان چھوڑنا بھی ممکن نہیں ہے تو انمیں حکومت عدل واجب ہوگی ہم مصنف عبد الرزاق میں ابراہیم
نخعی سے مروی ہے کہ ما دون موضحہ میں حکومت عدل واجب ہے کذا فی العینی وهی ای حکومة العدل ان ینظر کم مقدار هذه الشجة من الموضحة
فیجب بقدر ذلک من نصف عشر الدیة قاله الکرخی وصححه شیخ الاسلام اور وہ یعنی حکومت عدل یہ ہے کہ نظر اور تامل کیا جائے کہ اس زخم کی
کتنی مقدار ہے موضحہ سے تو بقدر اسکی دیت کے بیسواں حصہ سے واجب ہوگا یہ قول ہے کرخی کا اور تصحیح کی ہے اس قول کی شیخ الاسلام نے ہم چونکہ موضحہ
کی دیت شرعا نقل ثابت ہے شجاج سے لہذا اسکو مقیس علیہ ٹھہرایا چند کی مقدار کی توضیح یہ ہے کہ مثلا باضعہ کو تامل کیا کہ موضحہ سے کسقدر ہے تو اگر اسکی
مقدار ثلث ہے موضحہ سے تو موضحہ کی ثلث دیت واجب ہوگی اور اگر ربع تو ربع دیت واجب ہوگی وعلی هذا القیاس وجہ تصحیح قول کرخی کی یہ ہے کہ اس میں
رجوع ہے منصوص علیہ کی طرف کذا فی العینی وقیل قاله الطحاوی یقوم المشجوج عبدا بلا هذا الاثر ثم معه فقدر التفاوت بین القیمتین من الحر
من الدیة وفی العبد من القیمة فان نقص اثر عشر قیمته اخذ عشر دیته وکذا فی النصف والثلث اور حکومت عدل کی تفسیر میں دوسرا قول طحاوی کا یہ ہے
کہ مجروح الراس کو غلام قرار دے کر بدوں اس زخم کے اسکی قیمت مقرر کیجائے پھر اس زخم کے ساتھ اسکی قیمت معین کیجائے پھر جسقدر تفاوت ہو دونوں
قیمتوں میں اسی قدر آزاد میں اسکی دیت سے لیا جائے اور غلام میں قیمت سے تو اگر قیمت سے دسواں حصہ کم ہو تو آزاد کی دیت سے دسواں حصہ لیا جاوے
اور اسی طرح نصف اور ثلث میں یعنی اگر زخم سے نصف قیمت کم ہو گئی ہو تو نصف دیت حکومت عدل ہے اور اگر ثلث کم ہو تو ثلث دیت حکومت عدل ہے ہمو
ای هذا التفاوت هی ای حکومة العدل به یفتی کما فی الوقایة والنقایة والملتقی والدرر والخانیة وغیرها وجزم به فی المجمع وہ یعنی تفاوت بین القیمتین وہی
حکومت عدل ہے اسی طحاوی کے قول پر فتوی ہے چنانچہ وقایہ اور نقایہ اور ملتقی اور درر اور خانیہ وغیرہا میں ہے اور مجمع میں اسی قول پر یقین کیا ہے ہم اور
اسی قول کو حلوانی نے لیا ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور اہل علم کا ابن منذر نے کہا یہی قول محفوظ ہے اہل اجتہاد سے کذا فی العینی وفی الخلاصة انما یستقیم قول
الکرخی لو الجنایة فی وجه وراس فلیفتی به ولذا فی غیرهما او تعسر علی المفتی یفتی بقول الطحاوی مطلقا لانه ایسر انتهی ونحوه فی الجوهرة بزیادة اور خلاصہ میں
ہے کہ کرخی کا قول تو خاص اسی صورت میں مستقیم ہے جبکہ جنایت چہرہ اور سر میں ہو تو اسوقت میں کرخی کے قول پر فتوی ہوگا اور اگر چہرہ اور سر کے
سوا اور جگہ زخم ہو یا مفتی پر مشکل پڑے موضحہ پر قیاس کرنا کرخی کے قول پر تو اب طحاوی کے قول پر فتوی دے مطلقا اگرچہ جراحت چہرہ اور
سر میں ہو اسواسطے کہ طحاوی کا قول آسان تر ہے انتهی ما فی الخلاصة اور اسی کے مانند جوہرہ میں ہے زیادت بیان کے ساتھ وقیل تفسیر الحکومة ما
یحتاج الیه من النفقة واجرة الطبیب والادویة الی ان یبرأ اور بعضوں نے کہا تفسیر حکومت عدل کی وہ ہے کہ جسکی حاجت پڑے منجملہ خوراک اور اجرت جراح
اور قیمت ادویہ کے زخمی کے صحیح ہو جانے تک امام طحاوی نے کہا کہ قول مفتی بہ کو تو معلوم کر چکا یعنی تو یہ قول ضعیف قابل اعتماد کے نہیں ہے و
لا قصاص فی جمیع الشجاج الا فی الموضحة عمدا اور قصاص نہیں جمیع شجاج میں مگر موضحہ عمدا میں ہم شجاج ما فوق موضحہ یعنی ہاشمہ اور منقلہ اور آمہ میں
بالاتفاق قصاص نہیں اور ما دون موضحہ یعنی حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق کے قصاص میں اختلاف ہے جو عنقریب مذکور ہوگا وما لا
قود فیه یستوی العمد والخطاء فیه اور جن شجاج میں قصاص نہیں انمیں عمدا اور خطا دونوں برابر ہیں یعنی تو وہاں عمد میں وہ واجب ہے جو خطا میں واجب ہے کذا

فی الطحطاوی عن المحیط لکن ظاہر المذہب وجوب القصاص فیما قبل الموضحۃ ایضا ذکرہ محمد فی الاصل وہو الاصح درر ومجتبی وابن الکمال وغیرہا لامکان المساواۃ بان یسبر غورہا بمسبار ثم تتخذ حدیدۃ بقدرہ فیقطع لیکن ظاہر مذہب وجوب قصاص ہے ان شجاج میں بھی جو موضحہ سے پہلے مذکور ہیں یعنی حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق میں یہ ذکر کیا ہے محمد بن حسن نے اصل یعنی مبسوط میں اور یہی قول یعنی وجوب قصاص ماقبل موضحہ کا صحیح تر ہے کذا فی الدرر والمجتبی وابن الکمال وغیرہا اسواسطے کہ شجاج مذکور میں برابری کرنا ممکن ہے اسطرح پر کہ زخموں کا عمق اور گہراؤ امتحان کیا جائے آلہ امتحان سے مثلاً سلائی وغیرہ سے پھر آہنی چیز بنائی جائے بقدر اسکے پھر اتنا قطع کیا جائے کافی میں ہے کہ یہی قول صحیح ہے بدلیل ظاہر قرآن والجروح قصاص یعنی زخموں میں قصاص ہے اور اعتبار مساوات کا ممکن ہے کذا فی العینی واستثنی فی الشرنبلالیۃ السمحاق فلا قود اجماعا کما لا قود فیما بعدہا کالہاشمۃ والمنقلۃ بالاجماع وعزاہ للجوہرۃ فلیحفظ اور شرنبلالیہ میں سمحاق کو مستثنی کیا ہے تو اسمیں بالاتفاق قصاص نہیں جیسے مابعد موضحہ جیسا کہ ہاشمہ اور منقلہ میں بالاجماع قصاص نہیں اور شرنبلالی نے یہ قول جوہرہ کی طرف نسبت کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ثم قال فی المجتبی ولا قود فی جلد راس وبدن ولحم خد وبطن وظہر ثم جزم الزاہدی بیعنی المجتبی ما کہا اور قصاص نہیں سر اور بدن کی کھال میں اور رخسار اور پیٹ اور پیٹھ کے گوشت میں ہم شاید کہ یہ قول غیر ظاہر الروایۃ ہے یا جلد راس سے فقط سمحاق مراد ہے عالمگیری میں محیط سرخسی سے منقول ہے کہ جو جراحات چہرہ اور سر کے سوا بدن میں واقع ہیں انمیں حکومت عدل ہے جبکہ ہڈی کھل جائے یا ٹوٹ جائے بشرطیکہ اثر باقی رہے اور اگر جراحت کا اثر باقی نہیں رہا تو شیخین کے نزدیک انمیں کچھ نہیں اور محمد رحمہ اللہ کے نزدیک تا حصول صحت قیمت معارف کی لازم ہے کذا فی الطحطاوی ولا فی لطمۃ ووکزۃ ووجاءۃ اور نہ قصاص ہے طمانچہ مارنے اور مکی مارنے اور ضرب ید میں ہم عدم قصاص کو عدم تعزیر لازم نہیں وفی سلخ جلد الوجہ کمال الدیۃ اور چہرہ کی کھال اُکھاڑنے میں پوری دیت ہے وفی کل اصابع الید الواحدۃ نصف دیۃ ولو مع الکف لانہ تبع للاصابع اور ایک ہاتھ کی سب انگلیوں کی قطع میں نصف دیت ہے اگرچہ پانچوں انگلیاں ہتھیلی کے ساتھ کٹ گئی ہوں اسواسطے کہ ہتھیلی انگلیوں کے تابع ہے یعنی نصف دیت ۵۰ اونٹ یا ۵۰۰ دینار یا پانچ ہزار درہم ہے ومع نصف ساعد نصف دیۃ للکف وحکومۃ عدل لنصف الساعد وکذا الساق اور ایک ہاتھ کے قطع اصابع میں نصف ساعد کے ساتھ نصف دیت واجب ہے ہتھیلی کے سبب سے اور حکومت عدل واجب ہے نصف ساعد کے سبب سے اور یہی حکم ہے پنڈلی کا یعنی اگر پاؤں کی انگلیاں آدھی پنڈلی کے ساتھ قطع ہوں تو کف پا کے سبب سے نصف دیت ہے اور پنڈلی کے سبب سے حکومت عدل ہے وفی قطع کف وفیہا اصبع او اصبعان عشرہا او خمسہا لف ونشر مرتب اور اس ہتھیلی کے قطع میں جسمیں ایک انگلی یا دو انگلیاں ہیں دسواں حصہ دیت کا یا پانچواں حصہ دیت کا واجب ہے شارح نے کہا یہ لف ونشر مرتب ہے یعنی ایک انگلی میں دسواں حصہ ہے اور دو انگلیوں میں پانچواں حصہ ولا شیء فی الکف عند ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کما لو کان فی الکف ثلث اصابع فانہ لا شیء فی الکف بالاجماع اذ للاکثر حکم الکل اور کچھ واجب نہیں قطع کف میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک جیسا کہ اگر کف میں تین انگلیاں ہوں تو قطع کف میں کچھ واجب نہیں باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ اکثر کیواسطے کل کا حکم ہے یعنی جسطرح کف میں کچھ واجب نہیں جبکہ پانچوں انگلیاں قطع ہوں تو اسی طرح تین انگلیوں کے قطع ہونے سے کف کا بدلا کچھ نہیں ہے اور یہ مراد نہیں کہ قطع کثیر اصابع سے ہاتھ کی پوری دیت واجب ہے اسواسطے کہ متن میں مذکور ہو چکا کہ ہر انگلی میں دسواں حصہ دیت کا واجب ہے کذا فی الطحطاوی وفی جواہر الفتاوی ضرب ید رجل وبرئ الا انہ لا تصل یدہ الی قفاہ فبقدر النقصان یؤخذ من جملۃ الدیۃ ان نقص الثلثان فثلثا الدیۃ وہکذا واقرہ المصنف اور جواہر الفتاوی میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ کو مارا اور وہ چنگا ہو گیا مگر یہ کہ اسکا ہاتھ گردن کے نیچے نہیں پہونچتا تو بقدر نقصان وصول کے پوری دیت سے لیا جاوے گا اگر نقصان بقدر دو ثلث کے ہے تو دیت کے دو ثلث واجب ہونگے اور اسی طرح ثلث اور ربع اور نصف کو قیاس کرنا چاہیے اور مصنف نے شرح میں اس قول کو ثابت رکھا ہے رد نہیں کیا ہے ولو قطع مفصلا من الاصبع فشل الباقی او قطع الاصابع فشل الکف لزم

دیۃ المقطوع فقط وسقط القصاص فافہمہ وان خالف الدرر کذا ذکرہ الشرنبلالیۃ وسیجی متنا اور اگر انگلی کی ایک پور مفصل سے کاٹی سو باقی انگلی خشک
ہو گئی یا انگلیاں قطع کیں سو ہتھیلی خشک ہو گئی تو فقط دیت مقطوع کی لازم ہو گی اور قصاص ساقط ہو گا سو اسکو سمجھ لے اگرچہ یہ قول درر کے مخالف
ہے ایسا بیان کیا ہے شرنبلالی نے اور آگے متن میں آویگا اور نہایہ میں شرح طحاوی سے اجماعی مسئلہ یوں مذکور ہے کہ جو عضو شل ہو گیا اسکی دیت واجب ہے اگر وہ
انگلی ہے تو انگلی کی دیت ہے اور اگر کف ہے تو کف کی دیت ہے اور زیلعی میں ہے کہ جب تمام انگلی بیکار ہو گئی تو تمام کی دیت واجب ہے اور اگر لائق انتفاع ہے تو
مقطوع کی دیت اور باقی میں حکومت عدل بالاجماع ہے اور یہ شارح اور ماتن کے مخالف ہے کذا فی الطحطاوی وفی الاصبع الزائدۃ وعین الصبی
وذکرہ ولسانہ ان لم تعلم صحتہ بنظر فی العین وحرکۃ فی الذکر وکلام فی اللسان حکومۃ عدل اور پانچ سے زیادہ انگلی میں اور صغیر کی آنکھ اور آلہ تناسل
اور اسکی زبان میں حکومت عدل ہے اگر صحت وسلامتی اسکی معلوم نہو آنکھ میں تو نظر کرنے سے اور آلہ تناسل میں جنبش کرنے سے اور زبان میں بولنے سے ہم
زائد انگلی میں خوشنمائی نہیں جو دیت واجب ہو اور آنکھ وغیرہ سے منافع مخصوصہ مقصود ہیں پس جب وجود منافع معلوم نہیں تو شک سے پوری دیت واجب
نہو گی حکومت عدل واجب ہو گی فان علمت الصحۃ فکالبالغ فی خطائہ او عمدہ اذا ثبت ببینۃ او باقرار الجانی وان انکر او قال لا اعرف صحتہ فحکومۃ العدل جوہرہ
پھر اگر صغیر کی آنکھ وغیرہ کی صحت معلوم ہو تو اب وہ جوان کے مانند ہے خطا یا عمد میں جبکہ گواہی سے یا جانی کے اقرار سے ثابت ہو اور اگر وہ منکر ہو یا کہے میں
اسکی صحت کو نہیں جانتا ہوں تو حکومت عدل واجب ہے کذا فی الجوہرہ ودخل ارش موضحۃ اذہبت عقلہ او شعر راسہ فی الدیۃ لدخول الجزء فی الکل من
قطع اصبعا فشلت الید اور اس موضحہ کی دیت جسکے صدمہ سے عقل اسکی یا اسکے سر کے بال جاتے رہے آدمی کی پوری دیت میں داخل ہو جاوے گی بسبب داخل
ہونے جز کے کل میں مانند اس شخص کے جسنے انگلی دوسرے کی قطع کی سو اسکا ہاتھ خشک ہو گیا تو انگلی کی دیت ہاتھ کی دیت میں داخل ہو جاویگی ہم عقل کے
فوت ہو جانے سے سب اعضا کی منفعت باطل ہو جاتی ہے اسواسطے کہ انتفاع بدون عقل کے متصور نہیں تو گویا وہ مردہ ہو گیا کذا فی المنح وان ذہب
سمعہ او بصرہ او نطقہ لا تدخل لانہا کاعضاء مختلفۃ بخلاف العقل لعود نفعہ للکل اور اگر جراحت موضحہ سے اسکی سماعت یا بصارت یا گویائی جاتی رہی تو موضحہ
کی دیت پوری دیت میں داخل نہو گی اسواسطے کہ سماعت اور بصارت اور گویائی اعضاء مختلفہ کے مانند ہیں برخلاف عقل کے اسواسطے کہ عقل کا نفع سب اعضا
کی طرف رجوع کرتا ہے ہم جب سمع اور بصر اور گویائی کی منفعت خاص خاص علیحدہ علیحدہ ہوئی تو اعضاء مختلفہ کے مانند ہو گئے تو ایک دوسرے میں داخل نہو گا
تو موضحہ کی دیت جدا اور سماعت وغیرہ کی جدا واجب ہو گی ولا قود وان ذہبت عیناہ بل الدیۃ فیہما خلافا لہما اور قصاص نہیں اگر موضحہ سے دونوں
آنکھیں جاتی رہیں بلکہ دونوں میں یعنی موضحہ اور آنکھوں میں دیت واجب ہو گی برخلاف صاحبین رح کے ہم صاحبین کے نزدیک موضحہ میں قصاص اور آنکھوں میں
دیت ہے ولا فی قطع اصبع شل جارہ خلافا لہما اور قصاص نہیں اس انگلی کی قطع سے جسکے پاس کی دوسری انگلی خشک ہو گئی بلکہ دونوں عضو کی دیت واجب
ہو گی برخلاف صاحبین رح کے یعنی انکے نزدیک اول میں قصاص ہے اور دوسری میں دیت ہے کذا فی الطحطاوی ولا فی اصبع قطع مفصلہ الاعلی فشل ما بقی من الاصابع بل
دیۃ المفصل والحکومۃ فیما بقی اور قصاص واجب نہیں اس انگلی میں جسکا مفصل اعلی کاٹا گیا ہو باقی انگلیاں خشک ہو گئیں بلکہ مفصل کی دیت اور باقی میں حکومت
عدل واجب ہے ہم یہ وہ مسئلہ ہے جسکو شارح نے کہا تھا کہ متن میں آویگا ولا قود بکسر نصف سن سودا او اصفر او احمر باقیہا بعد کسرہا بل کل دیۃ السن اذا فات منفعۃ
المضغ والا فسواد بما یری حالۃ التکلم فالدیۃ ایضا والا فحکومۃ عدل زیلعی فقول الدرر والا فلا شیء فیہ فیہ ما فیہ اور قصاص نہیں نصف دانت توڑنے میں جسکا
نصف باقی توڑنے کے بعد سیاہ یا زرد یا سرخ ہو گیا بلکہ دانت کی تمام دیت واجب ہو گی جب کہ چبانے کی منفعت فوت ہو جاوے اور اگر چبانا
فوت نہو گا تو اس صورت میں اگر کو دانت نظر آتا ہو بولنے کے وقت تو بھی دیت ہے اور اگر نظر نہ آتا ہو تو حکومت عدل ہے کذا فی الزیلعی تو درر کے یوں
کہنے میں کہ اگر چبانا فوت نہیں ہے تو اسمیں کچھ واجب نہیں اعتراض اور خلل ہے ہم خلل یہ ہے کہ اسمیں نفی مطلق مذکور ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ باوجود عدم

فوت منفعۃ اگر نظر آتا ہو تو دیت نہیں بد نمائی کے سبب سے اور نہیں تو حکومت عدل ہے کما صرح بہ الزیلعی ثم الاصل ان الجنایۃ متی وقعت علی محلین متباینین حقیقۃ فارش احدہما لا یمنع قود الآخر ومتی وقعت علی محل واحد فتسبین فارش احدہما یمنع القود پھر دریافت کرنا چاہیے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب جنایت واقع ہو دو مکان میں جو فی الحقیقت جدا گانہ ہیں چنانچہ ہاتھ اور پانون تو ایک مکان کی دیت دوسرے مکان کے قصاص کی مانع نہیں ہے اور جبکہ جنایت ایک مکان میں واقع ہوا اور دو چیزون کو تلف کر دے چنانچہ جراحت موضحہ سے عقل زائل ہو جائے تو ایک کی دیت دوسرے کے قصاص کی مانع ہے ثم زیلعی ہے کہ امام رحمہ اللہ کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جب فعل واحد موجب مال کا ہو بعض میں تو قصاص ساقط ہوگا خواہ ایک عضو ہو یا دو عضو ہون اور صاحبین کے نزدیک دو عضو میں باوجود وجوب مال کے قصاص واجب ہے اور اگر ایک عضو ہے تو قصاص واجب نہیں کذا فی الطحاوی ویجب الارش علی من اقاد سنہ بعد سنۃ حول ثم نبتت بعد ذلک لتبین انہ خطاء حینئذ وسقط القود للشبہۃ اور دیت واجب ہے اس شخص پر جسنے اپنے دانت کا قصاص لیا سال گذرنے کے بعد پھر بعد اسکے اسکا دانت جم نکلا دیت واجب ہے بسبب خطا ظاہر ہو جانے کے ابتداء قصاص میں موقت اور قصاص لینے والے کا قصاص ساقط ہے شبہہ کے سبب سے یعنی شبہہ وجوب قصاص سے دانت جمنے سے پہلے وفی الملتقی وقہستانی فی القصاص العین والموضحۃ حولا وکذا لو ضرب سنہ فتحرک لکن فی الخلاصۃ الکبیر الذی لا یرجی نباتہ لا یؤجل یعنی قلت وقد یوفق بانہ المصنف وغیرہ عن النہایۃ الصحیح تاجیل البالغ کبیر الا انہ سنۃ لان نباتہ نادر اور ملتقی میں ہے کہ انتظار کرے آنکھ اور موضحہ کے قصاص لینے میں سال بھر اور اسی طرح انتظار کرنا چاہیے قصاص لینے میں اگر دانت پر ضرب واقع ہوئی سو وہ ہل گیا لیکن خلاصہ میں ہے کہ جس جوان کے دانت جم آنے کی توقع نہیں آئین تاجیل اور انتظار نہیں اسی قول پر فتوی ہے اور گاہے توفیق بین القولین کی جاتی ہے اس قول سے جسکو مصنف وغیرہ نے نہایہ سے نقل کیا ہے کہ قول صحیح یہ ہے کہ تاجیل بالغ کی اسکے چنگے ہو جانے کے واسطے ہے نہ تاجیل یکسالی کی اسواسطے کہ دانت کا جمنا بالغ میں نادر الوقوع ہے ھم وجہ توفیق یہ ہے کہ عدم تاجیل سال پر خلاصہ کا کلام محمول ہے اور جو تاجیل کا قائل ہے تو مراد اس سے تاجیل الی الصحۃ ہے لیکن تعبیر بلفظ صحیح ہے کے مفید ہے کہ سال کی تاجیل میں خلاف ہے عالمگیریہ میں ہے کہ اگر دانت ضرب سے ساقط ہو گیا تو موضع دانت کی صحت تک انتظار کرنا چاہیے یکسال انتظار نکرنا چاہیے مگر مجرد کی روایت میں اور صحیح پہلا قول ہے انتہی اور نزدیک ثابت کی تعلیل اسکی مفید ہے کہ موضحہ میں اور متحرک دانت میں یکسال کی مدت مسلم ہے کذا فی الطحاوی او قلعہا فرد آخر وصاحبہا الی مکانہا ونبتت علیہا اللحم لعدم عود العروق کما کانت یا ایک نے دوسرے کا دانت اکھاڑا سو دانت والے نے دانت کے مکان پر پھرا سکو رکھ دیا اور اسپر گوشت جم گیا تو دانت کی دیت واجب ہے اسواسطے کہ رگین عود نہین کرتین جسطرح پہلے تھین وفی النہایۃ قال شیخ الاسلام ان عادت الی حالتہا الاولی فی المنفعۃ والجمال لا شئ علیہ کما لو نبتت اور نہایہ میں ہے شیخ الاسلام نے کہا کہ اگر دانت اپنی پہلی حالت پر عود کرے منفعت و جمال میں تو جانی پر کچھ واجب نہیں جیسے اس صورت میں کہ اگر دانت جڑ سے جم اُٹھے وکذا الاذن اذا الصقہا فالتحمت یجب الارش لانہا لا تعود الی ما کانت علیہ درر اور اسی طرح کان جب کہ اسکو قطع کے بعد چپکا یا یعنی ٹانکے دے کر سو گوشت سے جم گیا دیت واجب ہے اسواسطے کہ پھر ویسا نہیں ہو سکتا جیسا کہ پہلے تھا کذا فی الدرر الا ان قلعت سن فنبتت اخری فانہ یسقط الارش عندہ کسن الصغیر خلافا لہما مگر یہ کہ دانت اکھاڑ گیا پھر وہان دوسرا دانت جم اُٹھا تو امام رح کے نزدیک دیت ساقط ہو جاتی ہے جیسے صغیر کے دانت میں بالاتفاق دیت ساقط ہے برخلاف صاحبین رحمہم صاحبین کے نزدیک بالغ کے دانت اکھاڑنے اور پھر جمنے میں پوری دیت ہے اسواسطے کہ جنایت موجب دیت تو واقع ہو چکی اور دوبارہ دانت کا جم اُٹھنا یہ نعمت جدیدہ حق تعالی کی طرف سے ہے ولو نبتت معوجۃ فحکومۃ عدل اور اگر دانت ٹیڑھا جما تو اسمین حکومت عدل ہے ولو نبتت الی النصف فعلیہ نصف الارش اور اگر نصف تک دانت جما تو اسپر نصف دیت واجب ہے ولا شئ فی ظفر نبت کما کان اور اس ناخن میں کچھ دیت نہیں جو جم اُٹھا جسطرح کہ پہلے تھا اور اگر قطع کے بعد ناخن نہ جما تو اسمین حکومت عدل ہے اسواسطے کہ شرع میں اسکی دیت معین ثابت نہیں کذا فی الطحاوی من الاختیار ۔ والتحم شجۃ او التحم جرح حاصل ذلک بضرب ولم یبق لہ اثر فانہ لا شئ فیہ یا سر کا زخم بھر کر چنگا ہو گیا

یا ایسا کان کا زخم جو عمل میں آیا تھا کوڑے وغیرہ کی ضرب سے چنگا ہو گیا اور اسکا نشان باقی نہ رہا تو اسمین کچھ دیت نہین ہے اسواسطے کہ موجب دیت کا بدنمائی اور زوال نفع ہے سو نکلے ہو لیے اور نشان مٹجانے سے زائل ہو گیا اور فقط درد کسی شی کا موجب نہین جیسے ضرب دردناک غیر فاحش مین اور دشنام مولم مین کچھ دیت نہین ہان تعزیر مین حاکم کو اختیار ہے وقال ابو یوسف علیہ ارش الالم وہی حکومۃ عدل وقال محمد قدر ما انفقہ من النفقۃ الی ان یبرأ من اجرۃ الطبیب وثمن الدواء اور ابو یوسف نے کہا کہ جارح پر درد کا خونبہا ہے یعنی حکومت عدل ہے اور محمد رح نے کہا جسقدر زخمی کو خرچ لائق ہوا ہے صحت ہونے تک طبیب کی اجرت اور دوا کے ثمن سے وہ جارح پر لازم ہوگا وفی شرح الطحاوی فسر قول ابی یوسف رح ارش الالم باجرۃ الطبیب والمداواۃ فعلیہ لا خلاف بینہما قالہ المصنف وغیرہ قلت وقد قدمنا نحوہ عن المجتبی اذا کرنا عنہ روایتین قنیبہ اور طحاوی کی شرح مین ہے ابو یوسف کے قول یعنی خونبہاے درد کی تفسیر اجرت طبیب اور مداوات واقع ہوئی ہے تو بموجب اس تفسیر کے ابو یوسف اور محمد رح کے قول مین مخالفت باقی نہ رہی ایسا کہا ہے مصنف وغیرہ نے مین کہتا ہون اور البتہ مانند اسکے ہم پہلے ذکر کرچکے ہین مجتبیٰ سے صاحب مجتبی نے اس مسئلہ کی شرح مین ابو یوسف سے دو روایتین مذکور کی ہین سو خبردار رہیو دو روایتون سے ایک روایت محمد کے موافق ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ صحیح سالم غلام کی قیمت کیجاے پھر اسکی قیمت اس درد کے ساتھ کیجاے شارح نے بلفظ تنبیہ اشارہ کیا کہ شرح طحاوی کی تفسیر ابو یوسف کی ایک روایت کے موافق البتہ ہو سکتی ہے کذا فی الطحطاوی ولا یقاد جرح الا بعد برئہ خلافا للشافعی اور قصاص نہین لیا جاتا زخم کا مگر اسکے چنگے ہو جانے کے بعد برخلاف شافعی کے ہم مسند احمد اور دار قطنی مین حدیث مروی ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے قصاص لینے سے منع فرمایا جبتک زخمی چنگا ہو جاے اور دلیل عقلی یہ ہے کہ جراحات مین انجام انکا معتبر ہے شاید کہ زخم کی شدت سے زخمی مرجاے تو اب جراحت قتل ہو گی تو زخم ہونا بعد صحت کے نہین معلوم ہو سکتا کذا فی المنح وعمد الصبی والمجنون والمعتوہ خطأ بخلاف السکران والمغمی علیہ اور صغیر اور مجنون اور بدفہم اور بیہوش کا عمد خطا ہے برخلاف مست اور غش والے کے کہ انکا عمد خطا نہین وعلی عاقلتہ الدیۃ ان بلغت نصف العشر فاکثر والا ففی مالہ درر اور صغیر یا مجنون کے عمد مین اسکے مددگارون پر دیت ہے اگر دیت بیسوین حصہ تک پہونچے یا زیادہ اور صغیر یا مجنون عجمی نہو یعنی عربی ہو اور اگر بیسوین حصہ سے دیت کم ہو یا صغیر وغیرہ عجم کا رہنے والا ہو تو خود صغیر کے مال مین دیت واجب ہو گی کذا فی الدرر ولا کفارۃ ولا حرمان ارث خلافا للشافعی اور صغیر اور مجنون کے قتل عمد مین نہ کفارہ ہے نہ میراث مقتول سے محروم ہونا برخلاف شافعی کے ہم کفارہ اسواسطے نہین کہ صغیر اور مجنون پر گناہ ثابت نہین اور حرمان میراث عقوبت ہے اور صغیر اور مجنون لائق عقوبت کے نہین ولو جن بعد القتل قتل وقیل لا وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی اور اگر قاتل دیوانہ ہو گیا بعد قتل کے تو وہ قصاص مین قتل کیا جاوے گا اور بعضون نے کہا کہ قتل نہو گا اور اسکا پورا بیان ہماری ملتقی کی شرح مین ہے صبی ضرب سن صبی فانتزعہا ینتظر بلوغ الصبی المضروب ان بلغ ولم ینبت فعلی عاقلتہ الدیۃ ولو من العجم ففی مالہ درر وتحقیقہ فی المعاقل ایک صغیر نے دوسرے صغیر کے دانت پر مارا سو اسکو اکھاڑا تو انتظار کرنا چاہیے صغیر مضروب کے بالغ ہونے تک پھر اگر وہ بالغ ہوا اور دانت نہ نکلا تو اسکے مددگار دینگے دیت ہے اور اگر صغیر ضارب عجم کا رہنے والا ہے تو خود اسکے مال مین دیت ہے اور ہم عجمیون سے دیت کی تحقیق بیان کرینگے کتاب المعاقل مین مہمۃ فائدہ ضروریہ حکومۃ العدل لا تتحملہا العاقلۃ مطلقا علی الصحیح کما فی تنویر البصائر معزیا للتتارخانیہ حکومت عدل کو عاقلہ یعنی جانب کے مددگار متحمل نہین ہوتے بنا بر قول صحیح کے ہر طرح یعنی خواہ حکومت عدل موضحہ کی دیت سے کم ہو یا زیادہ یا برابر چنانچہ تنویر البصائر مین ہے منسوب بفتاوی تاتارخانیہ

فصل فی الجنین یہ فصل ہے بچہ شکمی کے مسائل مین جنین اس بچہ کا نام ہے جو ہنوز اپنی ماں کے پیٹ مین ہے ضرب بطن امرأۃ حرۃ حامل فخرج الامۃ والبیمۃ یصحح حکمہما قلت بل للشہر حریۃ الجنین دون امہ کامۃ علقت من سیدہا ومن المغرور فتجب الغرۃ علی العاقلۃ درر عن الزیلعی فالعجب

من المصنف لیفت لم یذکرہ ایک مرد نے حاملہ آزاد عورت کے پیٹ پر مارا شارح نے کہا آزاد عورت کی قید سے لونڈی اور جانور کا حکم خارج ہو گیا اور دونوں کا حکم
آگے آویگا میں کہتا ہوں بلکہ بچہ پیٹ کا آزاد ہونا شرط ہے نہ اُسکی ماں کا چنانچہ وہ لونڈی جو اپنے مالک سے حاملہ ہوئی یا مرد فریب خوردہ سے حاملہ ہوئی تو اُسکے
بچہ مر جانے میں غرہ یعنی دیت ہے قاتل کی عاقلہ پر کذا فی الدر عن الزیلعی تو مصنف سے تعجب ہے کہ اُسنے حریت جنین کی شرط کو کیونکر نہ بیان کیا یعنی باوجودیکہ
مصنف صاحب درر کی اکثر متابعت کرتا ہے یہاں اُسکے مخالف بیان کیوں کیا م ضرب شکم شامل ہے نہ قید تو یہی حکم ہے ضرب پشت کا شرح تنویر میں ہے کہ ضرب جنین
کی شرط ہے کذا فی الطحطاوی ولو کانت المرأۃ کتابیۃ او مجوسیۃ او زوجتہ فالقت جنینا میتا حرا وجب علی العاقلۃ غرۃ غرۃ الشہر اولہ غرۃ اول مقادیر الدیات
اگرچہ عورت مضروبۃ البطن اہل کتاب سے ہو یا مجوسی یا قاتل کی زوجہ ہو سو صدمہ ضرب سے عورت نے بچہ مردہ آزاد پیٹ سے گرایا تو قاتل کی عاقلہ پر غرہ واجب ہے
شارح نے کہا غرہ شہر عبارت ہے اول شہر سے اور یہ دیت جسکا غرہ نام ہے اول مقادیر دیات سے ہے م شارح نے یہ وجہ تسمیہ بیان کی غرہ بفتح غین معجمہ وتشدید را عبارت ہے
عمدہ مال سے چنانچہ گھوڑا اور اونٹ اور غلام اور لونڈی کذا فی المغرب شیخ الاسلام کی مبسوط میں ہے کہ بدل جنین کا غرہ نام رکھا اسواسطے کہ اُسمیں غلام کا دینا واجب ہے
اور غلام کو غرہ کہتے ہیں اور دوسری وجہ تسمیہ شارح کی موافق مذکور ہے کذا فی العینی نصف عشر الدیۃ ای دیۃ الرجل لو الجنین ذکرا وعشر دیۃ المرأۃ لو انثی وکل منہما
خمسمائۃ درہم غرہ عبارت ہے دیت کے بیسویں حصہ سے یعنی مرد کی دیت کا بیسواں حصہ اگر جنین مرد ہو اور عورت کی دیت کا دسواں حصہ اگر جنین عورت ہو اور دونوں
پانسو درہم ہیں م مرد کی دیت دس ہزار درہم ہے تو اُسکا بیسواں حصہ پانسو درہم ہے اور عورت کی دیت پانچہزار درہم ہے تو اُسکا بھی دسواں حصہ پانسو درہم ہوا فی سنۃ وقال
الشافعی فی ثلث سنین کالدیۃ وقال مالک فی مالہ ولنا فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم جنین مردہ میں غرہ یعنی پانسو درہم واجب ہیں قاتل کے عاقلہ پر ایکسال کے اندر اور
امام شافعی نے کہا تین برس کے اندر دیت کے مانند واجب ہیں اور امام مالک نے کہا کہ قاتل کے مال میں واجب ہے اور ہماری دلیل فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے م معجم طبرانی
میں حدیث طویل سے مروی ہے غرۃ عبد او امۃ خمسمائۃ اور صحیحین میں ابی بکرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی لحیان کی عورت کے جنین میں غرہ عبد یا امۃ کا حکم کیا لیکن اسمیں
... ہ کا ذکر نہیں اور محمد بن حسن کے موطا میں سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس جنین میں جو اپنی ماں کے پیٹ میں مقتول ہوا غرہ عبد یا ولیدہ کا حکم کیا اور
مصنف ابن ابی شیبہ میں جابر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنین میں عاقلہ قاتل پر غرہ قرار دیا کذا فی العینی فان القتہ حیا فمات فدیۃ کاملۃ پھر اگر حاملہ نے زندہ بچہ ڈالا
پھر وہ مر گیا تو پوری دیت واجب ہے ضارب پر وان القتہ میتا فماتت الام فدیۃ فی الام وغرۃ فی الجنین لما تقرر ان الفعل یتعدد بتعدد اثرہ اور اگر حاملہ نے مردہ بچہ گرایا پھر
ماں اُسکی مر گئی تو ماں میں دیت واجب ہے اور بچہ میں غرہ اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ فعل متعدد ہو جاتا ہے اپنے اثر کے تعدد سے م چنانچہ ایک شخص نے تیر مارا اسواسمیں سے
پار ہو کر دوسرے کو قتل کیا تو تیر انداز پر دو دیتیں واجب ہیں اگر دونوں فعل از راہ خطا ہیں اور اگر اول عمد ہے تو قصاص اور دیت واجب ہے کذا فی الطحطاوی وصرح بالذخیرۃ
بتعدد الغرۃ لو میتین فاکثر انتہی قلت وظاہرہ تعدد الدیۃ لم ارہ فلیراجع اور ذخیرہ میں تعدد غرہ کی تصریح کی ہے کہ اگر دو بچے مردہ ہو کر ساقط ہوں یا زیادہ انتہی ما فی الذخیرۃ میں
کہتا ہوں اور ظاہر تعلیل سے دیت کا بھی متعدد ہونا معلوم ہوتا ہے اور میں نے اُسکو مصرح نہیں دیکھا تو کتب فقہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے م جوہرہ میں ہے کہ اگر حاملہ دو جنین
گرادے تو دو غرہ واجب ہیں اور اگر ایک زندہ نکل کر مر جاوے اور دوسرا مردہ نکلے تو غرہ اور دیت واجب ہے ضارب پر اور اگر ماں مر گئی پھر دو بچے مردہ ہوئے تو فقط ماں کی
دیت واجب ہے اور اگر ماں کے مرنے کے بعد دو جنین نکلے پھر مر گئے تو تین دیتیں واجب ہیں کذا فی الطحطاوی وان ماتت فالقتہ میتا فدیۃ فقط وقال الشافعی غرۃ و
دیۃ اور اگر ماں مر گئی اور اُسنے مردہ بچہ گرایا تو فقط ماں کی دیت ہے اور امام شافعی نے کہا کہ غرہ جنین اور دیت ماں کی واجب ہے م امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ ظاہر ماں
کا مرنا موت جنین کا سبب ہے کیونکہ اُسکا جینا اُسکے جینے سے ہے اور اُسکا دم لینا اُسکے دم لینے سے تو جنین کی موت اُسکی ماں کی موت سے ثابت ہوتی ہے اور یہ
احتمال بھی ہے کہ صدمۂ ضرب سے جنین مرا ہو تو شک سے ضمان نہیں ہوتا وان القتہ حیا بعد ما ماتت یجب علیہ دیتان کما اذا القتہ حیا وماتا اور اگر حاملہ
عورت نے زندہ بچہ گرایا اپنے مر جانے کے بعد تو ضارب پر دو دیتیں واجب ہیں چنانچہ اُس صورت میں دو دیتیں واجب ہیں جبکہ عورت نے زندہ بچہ ڈالا پھر بچہ اور عورت دونوں

مر گئے وما یجب فیہ من غرۃ او دیۃ یورث عنہ ویرث منہ اھ اور جنین میں جو چیز از قسم غرہ یا دیت کے واجب ہے وہ مورث ہے یعنی جنین کے وارث اسکو بطریق میراث
کے پا دینگے اور اُسکی ماں اسکی میراث پاوے گی ولا یرث ضاربہ منہا فلو ضرب بطن امرأتہ فالقت ابنہ میتا فعلی عاقلۃ الاب غرۃ ولا یرث
منہا لانہ قاتل اور جنین کا مارنے والا غرہ جنین کی میراث نپاوے گا تو اگر ایک مرد نے اپنی عورت کے پیٹ پر مارا سو ضارب کا بیٹا اُسکے پیٹ سے گر پڑا مردہ تو
باپ کی عاقلہ پر غرہ ہے اور باپ اُسکا غرہ سے میراث نپاویگا اسواسطے کہ وہ قاتل ہے یعنی قاتل ہے ناحق بطریق مباشرت کے اور قاتل کیواسطے میراث مقتول کی نہیں نص سے
وفی جنین الامۃ الرقیق الذکر نصف عشر قیمتہ لو حیا وعشر قیمتہ لو انثی لما تقرر ان دیۃ الرقیق قیمتہ اور لونڈی کی جنین مملوک مذکر میں اُسکی قیمت کا بیسواں
حصہ واجب ہے اگر وہ زندہ پیدا ہوا اور قیمت کا دسواں حصہ واجب ہے اگر جنین مونث ہے اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ مملوک کی دیت اُسکی قیمت ہے ہم تعیین قیمت
جنین کا طریقہ یہ ہے کہ بعد انفصال جنین مردہ کے اُسکے رنگ اور صورت کے موافق تامل کرے کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو اُسکی اس مکان میں اتنی قیمت ہوتی اسی حساب سے
بیسواں یا دسواں حصہ واجب ہوگا کذا فی العینی یہاں سوال ہوتا ہے کہ لازم آتا ہے کہ جو واجب ہے مونث میں وہ زیادہ ہو جو واجب ہے اسواسطے کہ وہم اکثر ہی نسبتہ سے اسکا
جواب شارح نے اپنے اگلے قول میں دیا ولا یلزم زیادۃ الانثی لزیادۃ قیمۃ الذکر غالبا اور لازم نہیں آتی زیادتی مونث کی مذکر پر بسبب زائد ہونے قیمت مذکر کے
غالبا ام یعنی اسواسطے کہ عادت میں غلام کی قیمت زیادہ ہوتی ہے لونڈی سے مثلاً اگر لونڈی کی قیمت ہزار درم ہو تو اُسکے ہم صورت غلام کی قیمت دو ہزار ہوتی ہے
تو اب بیسواں حصہ غلام کی قیمت کا لونڈی کے دسویں حصہ سے کم نہوگا کذا فی صدر الشریعۃ وفیہ اشارۃ الی انہ اذا لم یبن الوقوف علی کونہ ذکرا او انثی فلانثی علیہ او زیادۃ
کی دیت کے تفاوت میں اشارہ ہے اسطرف کہ جب جنین کے مذکر یا مونث ہونے پر وقوف حاصل نہو تو ضارب پر کچھ ضمان نہیں ہم طحطاوی نے کہا کہ اسمیں شارح تابع ہوگیا ہے
قہستانی کا اور شمنی میں یوں مذکور ہے کہ اگر جنین کا مذکر اور مونث ہونا معلوم نہو تو متیقن پر عمل کرنا چاہیے خنثی مشکل کے مانند انتہی عینی میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ جب جنین
کی ذکورت اور انوثت معلوم نہو تو متیقن ماخوذ ہے خنثی مشکل کے مانند چنانچہ کسی نے خنثی مشکل کو از راہ خطا قتل کیا تو متیقن واجب ہے اسی طرح یہاں یقینی امر پر عمل کرنا چاہیے انتہی
کما لو القی بلا راس لانہ انما یجب القیمۃ اذا نفخ فیہ الروح ولا نفخ من غیر راس ذخیرہ چنانچہ اگر جنین لونڈی کے پیٹ سے گرایا گیا بدون سر کے تو اُسمیں کچھ واجب نہیں
اسواسطے کہ قیمت تو اُسی صورت میں واجب ہوتی ہے جبکہ جنین میں روح پھونکی گئی ہو اور روح کا پھونکنا بدون سر کے نہیں کذا فی الذخیرۃ فی مال الضارب لا الامۃ حالا
جنین مملوک میں اُسکی قیمت کا بیسواں حصہ یا دسواں حصہ اُس شخص کے مال میں واجب ہے فی الحال جسنے لونڈی کو مارا ام ضارب کے مال کیواسطے واجب ہوا کہ عاقلہ پر دیت
مملوک کی واجب نہیں اور اُس مال کا مالک لونڈی کا مالک ہے نہ لونڈی چنانچہ آگے معلوم ہوگا ولو القتہ حیا وقد نقصتہا الولادۃ فعلیہ قیمۃ الجنین لا نقصانہا فلو قیمتہ وفا
یہ والا فعلیہ اتمام ذلک مجتبی اور اگر لونڈی نے زندہ بچہ گرایا اور حالانکہ ولادت نے لونڈی کو ناقص کر دیا تو ضارب پر جنین کی قیمت واجب ہے نہ لونڈی کے
نقصان کی قیمت اسپر جبکہ جنین کی قیمت سے نقصان ولادت کا استیفا ہو سکے اور اگر قیمت سے جبر نقصان نہوگا تو ضارب پر اُسکا پورا کر دینا واجب ہوگا کذا فی المجتبی
ہم مثلاً لونڈی کی قیمت سو درم تھی اور بعد ولادت کے ۵۰ درم کی قیمت ہو گئی تو اگر جنین کی قیمت ۵۰ درم ہے یا زیادہ تو نقصان ولادت کا عوض ضارب پر واجب نہیں اور
اگر جنین کی قیمت ۲۵ درم ہے تو ضارب پر ۲۵ درم نقصان ولادت کے بھی دینے لازم ہونگے وقال ابو یوسف فیہ نقصانہا کالبہیمۃ اور ابو یوسفؒ نے کہا کہ لونڈی کے
جنین میں لونڈی کا نقصان ضارب پر لازم ہے جیسے جانور کے نقصان میں جانور کا نقصان معتبر ہے بچے کی قیمت بالاتفاق وقال الشافعی فیہ عشر قیمۃ الام صدر الشریعۃ
ولا یخفی انہا للمولی اور شافعی نے کہا کہ لونڈی کے جنین میں اُسکی ماں کی قیمت کا دسواں حصہ واجب ہے کذا فی صدر الشریعۃ اور یہ تو مخفی نہیں ہے کہ قیمت تو مالک
جاریہ کی ہے فان حررہ ای الجنین سیدہ بعد ضربہ ضرب بطن الامۃ فالقتہ حیا فمات ففیہ قیمتہ حیا للمولی لا دیۃ وان مات بعد العتق لان المعتبر حالۃ
الضرب پھر اگر جنین کو اُسکے مالک نے آزاد کر دیا بعد ضرب شکم جاریہ کے سو لونڈی نے زندہ بچہ گرا دیا پھر وہ مر گیا تو اُسمیں بچہ زندہ کی قیمت مالک کے
واسطے ہے نہ دیت بچہ کی اگرچہ وہ بعد آزاد کرنے کے مر گیا ہو اسواسطے کہ وقت ضرب کا اعتبار ہے یعنی قتل اُسکا ضرب سابق سے ہے اور وقوع ضرب حالت رق میں ہوا تھا

کذا فی صدر الشریعۃ وعند الثلثۃ یجب دیتہ وھو روایۃ عنا اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک دیت جنین کی واجب ہے نہ قیمت اور یہ قول ہمارے بعض مشائخ سے مروی ہے
چنانچہ فخر الاسلام بزدوی نے شرح جامع صغیر میں بعض مشائخ مذہب سے نقل کیا ہے کذا فی الطحطاوی ولا کفارۃ فی الجنین عندنا وجوبا بل ندبا زیلعی ان ورع جنایا
اور کفارہ واجب نہیں قتل جنین میں ہمارے نزدیک اگر مردہ گرا ہو بلکہ کفارہ مستحب ہے کذا فی الزیلعی عدم نفی وجوب اسواسطے ہے کہ کفارہ شرع میں ثابت ہوا ہے نفس
کاملہ میں تو اسکے غیر میں متعدی نہوگا وجہ استحباب یہ ہے کہ ضارب مرتکب امر ممنوع کا ہوا تو تقرب الی اللہ کرنا اور اپنے فعل بد سے استغفار کرنا افضل ہے کذا فی النہایۃ
وشرح وھبانیۃ وان خرج حیا فمات ففیہ الکفارۃ کذا صرح بہ فی الحاوی القدسی وھو مفہوم من کلامھم لتصریحھم بوجوب الدیۃ حینئذ فتجب الکفارۃ فیہ بمالا یخفے
فلیحفظ اور اگر بچہ زندہ پیٹ سے نکلا پھر وہ مرگیا تو اسمیں ضارب پر کفارہ ہے اسی طرح تصریح کی ہے حاوی قدسی میں اور وہ یعنی زندہ کرنے میں کفارہ مفہوم ہوتا ہے
فقہا کے کلام سے اسلیے کہ فقہا نے درصورت زندگی جنین اور پھر اسکے مرجانے میں وجوب دیت کی تصریح کی ہے پھر جب دیت واجب ہوئی تو کفارہ بھی واجب ہوگا
اسمیں چنانچہ یہ امر مخفی نہیں تو اس تفصیل کو یاد رکھنا چاہیے یعنی اسواسطے کہ اکثر کتب فقہ میں یہ مسئلہ مصرح نہیں وما استبان بعض خلقہ کظفر وشعر کتام فیما ذکر من
الاحکام وعدۃ ونفاس کما مر فی بابہ اور جس جنین کا کچھ جسم ظاہر اور پیدا ہوا چنانچہ ناخن اور بال وہ پورے بدن والے جنین کے مانند ہے اُن احکام میں جو مذکور ہوچکے
اور عورت کی عدت اور نفاس کے احکام میں چنانچہ اپنے باب میں گذر گیا وضمن الغرۃ عاقلۃ امرأۃ حرۃ فی سنۃ واحدۃ وان لم یکن لھا عاقلۃ ففی مالھا فی سنۃ
ایضا صدر الشریعۃ ولم تاثم مالم یستبن بعض خلقہ درر فی الحظر اسقطت میتا عمدا بدواء او فعل کضربھا بطنھا بلا اذن زوجھا اور جس عورت آزاد نے مردہ بچہ ساقط
کردیا عمداً بدون اذن اپنے شوہر کے کسی دوا یا کسی فعل سے جیسے اپنے پیٹ پر مارے تو عورت کی عاقلہ پر غرہ کا ضمان واجب ہے ایکسال کی مدت میں اور اگر عورت
کا عاقلہ نہو تو خود عورت کے مال میں بھی غرہ واجب ہے سال کے اندر کما فی صدر الشریعۃ اور عورت گنہگار نہوگی اسقاط سے جبتک جنین کا بعض بدن ظاہر نہیں
ہوا اور یہ مسئلہ کتاب الحظر میں نظم مذکور ہوچکا مؤلف شارح کو یوں کہنا مناسب تھا کہ اسقاط سے عورت گنہگار رہوگی اسواسطے یہاں کلام ہے وجوب غرہ میں اور وہ
واجب نہیں ہوتا مگر جبکہ بعض اعضاء بدن ظاہر ہوں پھر شارح یوں کہتا اور اگر بعض اعضاء بدن ظاہر نہوے ہوں تو اسقاط میں گناہ نہیں کذا فی الطحطاوی
فان اذن او لم تتعمد لا غرۃ لعدم التعدی پھر اگر عورت کو اسکے شوہر نے اسقاط کا اذن دیا یا عورت نے اسقاط کا ارادہ نہیں کیا اور اسقاط ہوگیا تو غرہ جنین
کا واجب نہیں عدم تعدی کے سبب سے یعنی دونوں صورتوں میں عورت کا کچھ قصور نہیں ہے زیلعی اور صاحب کافی نے درصورت اذن شوہر عدم وجوب غرہ مذکور کیا ہے لیکن تمرتاشی
نے کہا کہ یہ قول ضعیف پر مبنی ہے نہ قول صحیح پر اسواسطے کہ نفوس میں اباحت جاری نہیں تمامہ فی حاشیۃ الطحطاوی ولو امرت امرأۃ ففعلت لا تضمن المامورۃ اور اگر
زوجہ نے دوسری عورت کو اسقاط جنین کا امر کیا سو اسنے گرایا تو عورت مامورہ پر ضمان نہیں ولو ام الولد ففعلتہ بنفسھا حتی اسقطتہ فلا شئ علیھا لاستحالۃ الدین علی مملوکہ
مالم یستحق فحینئذ تجب للمولی الغرۃ لانہ مغرور اور ام ولد جبکہ بذات خود اسقاط جنین کرے تو اسپر کچھ واجب نہیں بسبب محال ہونے دین کے مملوک پر یعنی غرہ جنین کا
دین ام ولد پر نہیں ہوسکتا جبکہ وہ لونڈی مستحق ملک غیر نہو پھر جبکہ وہ غیر مولی کی ملک ثابت ہوگی تو مولے کے واسطے غرہ ثابت ہے اسواسطے کہ وہ مغرور ہے
یعنی فریب خوردہ ہے کہ غیر کے ملک میں تصرف کیا اپنے ملک جان کر خرید وغیرہ کے سبب سے جو ولد مغرور کی صورت یہ ہے کہ لونڈی خریدی اور تصرف میں
لایا سو وہ حاملہ ہوگئی پھر لونڈی نے پیٹ گرایا دوا سے یا ضرب سے پھر لونڈی غیر بائع کی ملک ثابت ہوئی تو قاضی مستحق کے واسطے جاریہ اور اسکے عقر کا
حکم کرے اور مشتری بائع سے ثمن پھیر لے اور مستحق سے کہا جائے کہ تیری لونڈی نے اپنے ولد کو قتل کیا اور وہ آزاد تھا کیونکہ وہ مغرور کا ولد ہے اور جنین آزاد میں
غرہ واجب ہے تو یا لونڈی اسکو دے یا غرہ جنین کا کذا فی العالمگیریۃ مختصرا وفی الواقعات شربت دواء لتسقطہ عمدا فان القتہ حیا فمات فعلیھا الدیۃ
والکفارۃ وان میتا فالغرۃ ولا ترث فی الحالین اور واقعات میں ہے کہ عورت نے دوا پی تا بچہ عمداً گرادے پھر اگر بچہ گرایا زندہ بعد اُس کے وہ
مرگیا تو عورت پر دیت اور کفارہ واجب ہے اور اگر مردہ بچہ گرایا تو غرہ واجب ہے اور عورت دونوں حالت میں وارث جنین کی نہوگی وتجب

فی جنین البہیمۃ بالنقصت الام ان نقصت وان لم تنقص الام لایجب فیہ شئی سراجیہ اور جانور کے بچہ گرانے میں ماں کا نقصان واجب ہے اگر ولادت سے اسکی قیمت ناقص ہوگئی ہو اور اگر ماں میں نقصان نہیں ہوا تو اسمیں کچھ بچہ کی عوض واجب نہیں کذا فی سراجیہ فرع مسئلہ لطیفہ شارح کافی البزازیہ

ضرب بطن امراتہ بالسیف فقطع البطن ووقع احد الولدین حیا مجروحا بالسیف والاخر میتا وبہ جراحۃ بالسیف وماتت ایضا یقتص لاجل الزوجۃ لانہ عمد وعلی عاقلتہ دیۃ الولد الحی اذ مات وتجب غرۃ الولد المیت لانہ لما ضرب ولم یعلم بالولدین فی بطنہا کان الضرب خطاء بزازیہ میں ہے ایک مرد نے اپنی عورت کے پیٹ پر تلوار ماری تلوار نے اسکے پیٹ کو کاٹا اور اسکے پیٹ سے دو بچون میں سے ایک بچہ زندہ تلوار سے زخمی ہوکر گر پڑا اور دوسرا مردہ گر پڑا اور اسپر تلوار کا زخم نمودار ہے اور عورت بھی مرگئی تو مرد سے قصاص لیا جاویگا زوجہ کے سبب سے اسواسطےکہ یہ قتل عمد ہے اور مرد کے عاقلہ پر ولد زندہ کی دیت ہے جبکہ وہ مرگیا ہو اور ولد میت کا بھی غرہ عاقلہ قاتل پر واجب ہے اسواسطے کہ جب مرد نے تلوار ماری اور وہ اسکے پیٹ کے دو بچون کو نجانتا تھا تو یہ ضرب از راہ خطا کے ٹھہری اور خطا میں دیت عاقلہ پر ہوتی ہے نہ ضارب پر

باب مایحدثہ الرجل فی الطریق وغیرہ

یہ باب ہے ان مسائل میں کہ مرد راہ وغیرہ میں کچھ احداث کرے اور بناوے لما ذکر القتل مباشرۃ شرع فیہ تسببا فقال جبکہ مصنف قتل بطریق مباشرت کو ذکر کرچکا تو اب شروع کیا اس قتل میں جو بطریق تسبب کے ہے سواسنے اگلا قول کہا قتل بطریق مباشرت کے یہ ہے کہ قاتل مقتول پر بلاواسطہ آلہ قتل کو استعمال کرے اور قتل بالسبب یہ ہے کہ مثلا دیوار بنائی اور اسکے نیچے دبکر کوئی مرگیا اخرج الی الطریق العامۃ کنیفا ہو بیت الخلاء او میزابا او جرصنا کبرج وجذع وممر علو وحوض طاقۃ ونحوہا عینی او دکانا جاز احداثہ ان لم یضر بالعامۃ ولم یمنع منہ فان ضر لم یحل لما تجئ شارع عام میں پاخانہ اور سنڈاس یا پرنالہ نکالا یا جرصن بنایا جیسا برج اور چھجا اور چھتا مثل طاق کا حوض یا مانند اسکے اور چیز کذا فی العینی یا دوکان باہر نکالی تو اشیاء مذکورہ سے ہر چیز کا بنانا درست ہے اگر لوگونکو اس احداث سے ضرر نہو اور کوئی منع بھی نہ کرے پھر اگر ضرر ہوگا تو اشیاء مذکورہ کا بنانا حلال نہیں جیسا کہ آگے آویگا جرصن بضم جیم وصاد و سکون را مہملہ تخفیف نون عربی لفظ نہیں لیکن مستعمل ہے اور اسکی تفسیر میں اختلاف ہے بعضون نے کہا کہ جرصن برج ہے اور بعضون نے کہا چھجا وغیرہ ذلک شارح نے اکثر اقوال کو جمع کرکے اشارہ کیا کہ سب اقوال کا ایک ہی حکم ہے خلاف نہیں مگر تفسیر میں کذا فی الطحاوی ولکل واحد من اہل الخصومۃ ولو ذمیا منعہ ابتداء ومطالبتہ بنقضہ ورفعہ بعدہ ای بعد البناء سواء کان فیہ ضرر اولا وقیل انما ینقض بخصومتہ اذا لم یکن لہ مثل ذلک والا کان تعنتا زیلعی اور اگر اہل خصومت سے اگرچہ وہ ذمی ہے ہر شخص کو اسکا روک دینا ابتداء اسکے اور اسکے توڑ ڈالنے کا مطالبہ کرنا بنچکنے کے بعد جائز ہے خواہ اسمیں ضرر ہو یا نہو اور صفار کا قول ضعیف یہ ہے کہ خصومت سے توڑنا بن چکنے کے بعد ثبوت ہے جبکہ مانع نے ویسا مکان نہ بنایا ہو اور نہیں تو روکنا ناحق عناد ہے کذا فی الزیلعی ہم زیلعی نے کہا کہ اس مسئلہ میں تین امور منع میں کلام ہے اول راہ کے احداث میں ثانی خصومت منع احداث میں اور رفع بعد الاحداث میں اور ثالث ضمان میں احداث کا حال تو یہ ہے کہ شمس الائمہ نے کہا کہ اگر راہ والون کو ضرر نہوتا ہو کشادگی راہ کے سبب تو احداث جائز ہے جبتک کوئی منع نکرے اور خصومت کا حال یہ ہے کہ امام رح کے نزدیک ہر شخص کو اختیار ہے قبل از احداث روکنے کے اور بعد احداث کے توڑ ڈالنے کا اگر کسی کو ضرر نہو ویسے بشرطیکہ اسنے بلا اذن سلطان کے بنایا ہو اور ابو یوسف رح نے کہا کہ ابتدا میں روکنے کا ہر شخص کو اختیار ہے اور بن چکنے کے بعد توڑنیکا اختیار نہیں اور محمد نے کہا کہ اگر ضرر نہوتا ہو تو نہ منع کا اختیار ہے نہ رفع کا اور اہل خصومت مسلمان عاقل بالغ آزاد اور ذمی ہے اسواسطےکہ شارع عام میں انکو چلنے کا اور اپنے جانور وغیرہ کے چلانے کا اختیار ہے تو خصومت نقض کا بھی اختیار ہوگا بر خلاف غلام اور بچہ کے کہ وہ اہل خصومت کے نہیں کذا فی الطحاوی ہذا کلہ اذا بنی لنفسہ بغیر اذن الامام یہ تمام مذکور اس وقت ہے جبکہ شارع عام میں اپنے ذات کیواسطے بنایا ہو بدون حکم سلطان کے ہم سو اگر حکم سلطانی ہوگیا ہو تو اب کسی کو منازعت کرنا جائز نہیں لیکن سلطان کو مناسب نہیں حکم دینا اگر لوگونکو ضرر ہوتا ہو تنگی راہ سے اور باوجود اسکے سلطان کو مصلحت معلوم ہو اور حکم دے تو جائز ہے جیسا کہ حموی میں ہے مسکین و قہستانی میں لکھا ہے کہ در صورت ضرر کے احداث جائز نہیں بلا خلاف خواہ سلطان حکم کرے یا نہ کرے کذا فی الطحاوی زاد الصفار ولم یکن للمطالب مثلہ صفار نے اتنا زیادہ کیا ہے کہ مطالبہ کرنے والے کا ویسا مکان نہو تب خصومت درست ہے

قول ضعیف ہے جو مذکور ہوچکا تو اعادہ کی کچھ حاجت نہ تھی کذا فی الطحطاوی وان بنی للمسلمین کمسجد ونحوہ او بنی باذن الامام لا ینقض و مطلب
یہ کہ عام میں نفع مسلمین کیواسطے مکان بنایا گیا جیسے مسجد اور مانند اسکے یا بحکم امام بنایا گیا تو وہ توڑا نجائیگا اور فقہا کے کلام سے صریحًا معلوم ہوتا ہے کہ مسجد
کا بنانا راہ میں درصورت عدم ضرر خلق اللہ کے جائز ہے اور عدم نقض کا موضوع عدم ضرر ہے اور اگر عوام کو ضرر ہوتا تو نقض اور منع اسپر بھی وارد ہوگا کما لا یخفی اور اسپر
دلیل اگلا قول ہے کہ جو سبکو ضرر کرے اسکا احداث جائز نہیں اور جو جائز نہیں وہ قائم نرکھا جاویگا اگرچہ امام نے اذن دیا ہو یا نفع مسلمین کیواسطے بنا ہو کذا فی الطحطاوی و
ان کان یضر بالعامۃ لا یجوز احداثہ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام اور اگر اکثر خلق کو ضرر کرتا ہو تو احداث اور اسکا بنانا جائز نہیں بدلیل حدیث نبی
علیہ الصلوۃ والسلام کے لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام یعنی ضرر پہونچانا اور ضرر کا بدلا دینا اسلام کا طریقہ نہیں ہے یہ حدیث جابر سے طبرانی میں اور عبادہ بن صامت سے ابن ماجہ میں
اور ابن عباس سے ابن ماجہ میں اور ابوسعید خدری سے مستدرک حاکم میں اور ابوہریرہ سے دارقطنی میں اور عائشہ صدیقہ سے دارقطنی میں مروی ہے باختلاف بعض الفاظ ابن اثیر
کہا کہ ضرر ضد ہے نفع کا تو مطلب حدیث کا یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی کو ضرر نہ پہونچائے یعنی اسکی حق تلفی نہ کرے اور ضرار ضرر کی جزا دینے سے ہے اسکو ضرر پہونچا کر اور بعضوں نے کہا کہ ضرر وہ ہے
کہ دوسرے کو ہو اور تجھکو اس میں نفع ہو اور ضرار وہ ہے کہ دوسرے کو تو مضرت پہونچاوے اور تجھکو اس میں کچھ نفع نہیں اور بعضوں نے کہا کہ ضرر ایک طرف سے ہے اور ضرار دونوں
طرف سے ہے اور بعضوں نے کہا ضرار اور ضرر ایک معنی میں ہیں غرض تکرار سے تاکید ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ عنایہ میں اکمل نے کہا لا ضرر ابتداء ولا ضرار جزاء یعنی بدلا لینے میں
اپنے مقدار حق سے تعدی نکرنا چاہیے اسواسطے کہ ضرار بمعنی مضارہ ہے یعنی تو اسکو ضرر پہونچاوے جسنے تجھکو ضرر پہونچایا واللہ اعلم والقعود فی الطریق للبیع والشراء یجوز ان
لم یضر باحد والا فلا علی ہذا التفصیل السابق اور راہ میں بیٹھنا بیچنے اور خریدنے کیواسطے جائز ہے اگر کسی کو ضرر نہوتا ہو اور نہیں تو جائز نہیں بموجب اسی تفصیل سابق کے
ہم قہستانی نے کہا اور یہی حکم ہے راہ میں درخت لگانیکا وہذا فی النافذ وفی غیر النافذ لا یجوز ان یتصرف باحداث مطلقًا اضرہم اولا الا باذنہم لانہ کالملک الخاص بہم
اور یہ حکم احداث کا شارع عام نافذ کا تھا جو دوسری طرف سے بند نہیں ہے اور کوچۂ غیر نافذہ میں تو کوئی چیز احداث کرنے سے تصرف کرنا مطلقًا جائز نہیں خواہ
اہل محلہ کو احداث ضرر کرتا ہو یا ضرر نکرتا ہو مگر اہل محلہ کے اذن سے البتہ بنانا جائز ہے اسواسطے کہ کوچۂ غیر نافذہ انکی ملک خاص کے مانند ہے شارح اس تعبیر میں صاحب
درر کا تابع ہوگیا اور ہدایہ میں مصرح ہے کہ کوچۂ غیر نافذہ اہل محلہ کا مملوک ہے ثم الاصل فیما جہل حالہ ان یجعل حدیثا لو فی الطریق العامۃ وقدیما لو فی الطریق الخاصۃ ترجمہ
پھر دریافت کرنا چاہیے کہ قاعدۂ کلیہ اس احداث میں جسکا قدیم اور جدید ہونا معلوم نہیں یہ ہے کہ اگر شارع عام میں ہے تو جدید ہے اور اگر محلہ کی خاص راہ میں ہے
تو قدیم ہے کذا فی البرجندی ہم تو اگر احداث جدید ہے تو امام کو اسکا توڑنا جائز ہے اور اگر قدیم ہے تو کسی کو توڑنا درست نہیں کذا فی الطحطاوی عن القہستانی فان مات
احد من الناس بسقوطہا علیہ فدیتہ علی عاقلتہ ای عاقلۃ المخرج للتسبب پھر اگر کوئی آدمی اشیاء مذکورہ کے اسپر ساقط ہونے سے مرگیا تو اسکا خونبہا مکان نکالنے
والے کے عاقلہ پر واجب ہے بسبب اسکی سبب سازی کے یعنی سبب ہلاکت بانی مکان ہے لہذا اسکے مددگاروں پر دیت لازم ہوئی کما تدی العاقلۃ لو حفر
بئرا فی طریق او وضع حجرا او ترابا او طینا ملتقی فتلف بہ الانسان لانہ سبب جیسے عاقلہ پر دیت دینا لازم ہوتا ہے اگر کنوان کھودا راہ میں یا پتھر رکھا یا خاک یا
مٹی راہ میں ڈھیر کی کذا فی الملتقی سو اسکے سبب سے کوئی آدمی مرگیا اسواسطے کہ حافر اور واضع سبب ہے ہلاکت کا فان تلف بہ ای بواحد من المذکورات
بہیمۃ ضمن فی مالہ ان لم یاذن بہ الامام پھر اگر ایک کسی چیز سے اشیاء مذکورہ میں سے یعنی بیت الخلا یا میزاب یا برج وغیرہ یا دوکان یا راہ کے کنوئیں یا پتھر سے
کوئی جانور تلف ہوگیا تو محدث کے مال میں تاوان لازم ہوگا اگر امام نے اسکا اذن نہ دیا ہو اسوجہ تاوان تعدی ہے محدث کی اور عاقلہ پر اسواسطے تاوان لازم نہوا کہ
عاقلہ پر نفس کا تاوان لازم ہوتا ہے نہ مال کا اور اگر سلطان کے حکم سے اشیاء مذکورہ کو احداث کیا تو تاوان لازم نہوگا بعدم تعدی کے سبب سے اسواسطے کہ سلطان کو
اختیار کامل ہے راہ میں کیونکہ وہ نائب ہے خلق اللہ کا تو اسکا فعل ایسا ہے جیسے مالک کا فعل اپنے ملک میں چنانچہ قہستانی میں ہے اور اذن سلطان کیمانند ارباب محلہ کا اذن
ہے غیر نافذہ کوچہ میں تو عدم اذن امام راجع ہے اول کلام تک یعنی فان مات احد تک کذا فی الطحطاوی فان اذن الامام فی ذلک ومات واقع فی بئر طریق

جوعا او عطشا او غما لا ضمان به یفتی خلافا لمحمد پھر اگر سلطان نے انہیں یعنی کنیف وغیرہ کے احداث میں اذن دیا اور کوئی شخص مرگیا یا راہ کے کنوئیں کا گرنے والا
بھوک یا پیاس یا غم سے مرگیا تو تاوان نہیں اسی قول پر فتوی ہے برخلاف محمد کے کہ انکے نزدیک سب صورتوں میں ضمان ہے اور غم سے یہاں مراد دم کا رکنا ہے کنوئیں
کی ہوا سے ان اشیا میں ضمان اسواسطے نہوا کہ کنوئیں کا گرنے والا جوع یا عطش یا غم سے مرگیا نہ وقوع سے اور ضمان اسوقت واجب ہوتا ہے جبکہ وقوع کے سبب سے
مرجائے کذا فی الزیلعی ولو سقط المیزاب فاصاب ما کان فی الداخل رجلا فقتله فلا ضمان لعدم التعدی لکونه فی ملکه فلم یکن متعدیا اور اگر پرنالہ ساقط ہوا اور پرنالہ
کا وہ سرا جو دیوار میں داخل تھا کسی مرد کے لگا سو اسکو قتل کیا تو اصلا ضمان نہیں اسواسطے کہ پرنالہ کی طرف داخلی تو صاحب خانہ کی ملک میں ہے تو مالک خانہ کی تعدی
نہوئی جو اسپر تاوان آتا وان اصابه الخارج او وسطه فرادیة فالضمان علی واضعه لتعدیه اور اگر پرنالہ کا باہر والا سرا یا اسکا درمیان کسی کے لگا کذا فی البزازیہ تو پرنالہ لگانے
والے پر ضمان واجب ہے اسکی تعدی کے سبب سے اور تعدی یہ ہے کہ راہ کی ہوا میں اسنے پرنالہ نصب کیا کذا فی الزیلعی اور لہذا پرنالہ لگانے میں ضرورت بھی نہیں
اسواسطے کہ دیوار میں خفی پرنالہ ہوسکتا ہے کذا فی الہدایہ طحطاوی نے کہا کہ ضمان اسی صورت میں ہے جبکہ سلطان یا اہل محلہ نے پرنالہ لگانے کا اذن نہ دیا ہو چنانچہ
مذکور ہوچکا اور تعدی کی تعلیل بھی اسپر دلالت کرتی ہے اور ضمان واجب ہے واضع کی عاقلہ پر اور اسی طرح مسائل مذکورہ میں انتہی ولو مستاجرا او مستعیرا او غاصبا
ضمان واضع پر ہے اگرچہ واضع مستاجر یا مستعیر یا غاصب ہو ولا یبطل الضمان بالبیع لبقاء فعله وهو الموجب للضمان بخلاف الحائط المائل لما سیجئ زیلعی اور ضمان
باطل نہیں ہوجاتا اس مکان کی بیع سے بسبب باقی رہنے واضع کے فعل کے اور وہ یعنی فعل واضع ضمان کا موجب ہے برخلاف دیوار مائل کے چنانچہ زیلعی نے اسکو
مشرح بیان کیا ہے خلاصہ زیلعی یہ ہے کہ بائع پر ضمان اسواسطے ہے کہ فعل اسکا منسوخ نہیں ہوگیا اسکی ملک زائل ہونے سے برخلاف دیوار مائل کے جبکہ اشہاد بیع تھا
کے بعد پھر ملک مشتری میں دیوار گر پڑی اور کوئی مرگیا تو نہ بائع پر ضمان ہے نہ مشتری پر اسلیے کہ مشتری پر اشہاد نہیں ہوا حالانکہ وہ شرط ہے اور بائع کے حق میں
اشہاد اول باطل ہوگیا عدم ملک سے کذا فی الطحطاوی ولو اصابه الطرفان من المیزاب وعلم ذلک وجب علی واضعه النصف وهدر النصف ولو لم یعلم ای
طرف منهما اصابه ضمن النصف استحسانا زیلعی اور اگر کسی مرد کو پرنالہ کی دونوں طرفین داخلی اور خارجی پہنچیں اور وہ ہلاک ہوگیا اور وہ یعنی دونوں طرفوں کا اسپر پڑنا
معلوم ہوا تو پرنالہ لگانے والے پر نصف دیت واجب ہے اور نصف دیت باطل اور رائیگان ہے اور اگر معلوم نہیں کہ دونوں طرفوں سے کون طرف اسپر گری تو واضع پر
نصف دیت کا ضمان بدلیل استحسان کے واجب ہے کذا فی الزیلعی اور قیاس یہ تھا کہ درصورت عدم علم کچھ واجب نہوتا کیونکہ اگر طرف خارجی سے موت ہوئی تو ضمان ہے
اور اگر داخلی سے ہے تو ضمان نہیں شک سے وجہ استحسان یہ ہے کہ ایک حال میں پورا ضمان ہوسکتا ہے اور دوسرے حال میں کچھ بھی نہیں ہوتا تو نصف ضمان لازم ہوگا کذا
فی الطحطاوی ومن نحی حجرا وضعه آخر فعطب به رجل ضمن لان فعل الاول انتسخ بفعل الثانی اور جسنے کنارہ پر کردیا اس پتھر کو جو دوسرے شخص نے راہ میں رکھا تھا پھر اس
پتھر سے کوئی مرد ٹھوکر کھاکے مرگیا تو کنارے پر کرنیوالا ضمان دیگا اسواسطے کہ اول شخص کا فعل یعنی راہ میں رکھنے والے کا منسوخ ہوگیا دوسرے شخص کے فعل سے
یعنی تو سبب ہلاک شخص ثانی ٹھہرا انه اولا کمن حمل علی راسه او ظهره شیئا فی الطریق فسقط منه علی آخر او ادخل حصیرا او قندیلا او حصاة فی مسجد غیره او
جعل فیه حصی او بواری ابن کمال او جلس فیه لا للصلوة ولو لقران او تعلیم فعطب به احد الا ما کان حمل الا لما اس شخص کے مانند جسنے اپنے سر یا پیٹھ پر کوئی چیز دھری
راہ میں سو وہ انمیں سے کچھ دوسرے شخص پر گر پڑا یا چٹائی یا قندیل یا کنکری غیر کی مسجد میں لیگیا یعنی مسجد میں کنکریوں یا چٹائیوں کا فرش کیا کذا ذکرہ ابن کمال یا
سوائے نماز اور نفل کے واسطے مسجد میں بیٹھا اگرچہ قرآن یا تعلیم کیواسطے بیٹھا ہو سو کوئی شخص اسکے سبب سے تلف ہوگیا چنانچہ اندھا چٹائی میں الجھا یا پتھر کنکریوں میں ٹھوکر
کھاکر مرگیا تو حامل یا مدخل یا جالس پر ضمان لازم ہوگا برخلاف صاحبین کے لا یضمن من سقط منه رداء لبسه علیه ضمان لازم نہوگا اس شخص پر جسپر سے وہ چادر
گر پڑی جسکو وہ اوڑھے تھا اور اسکے سبب سے کوئی تلف ہوگیا ہم حامل اور لابس میں فرق یہ ہے کہ حامل شی اسکی محافظت کا قصد رکھتا ہے تو تقیید بالسلامة
اسپر کچھ حرج نہیں اور لابس ملبوس کی حفاظت کا قصد نہیں رکھتا تو تقیید بالسلامة میں اسپر حرج ہے کذا فی الطحطاوی وادخل هذا الاتیان المذکور

فی مسجد حیہ ای محلتہ لان تدبیر المسجد لاہلہ دون غیرہم فیصل فعل غیرہم مباحًا فیتقید بالسلامۃ یا اشیاء مذکور یعنی چٹائی یا قندیل یا پتھریان اپنے محلہ کی مسجد میں لٹکایا اور کوئی شخص اُس کے سبب سے ہلاک ہو گیا تو اُسپر ضمان نہیں اسواسطے کہ تدبیر مسجد کی اہل محلہ پر ہے اُنکے سوا اور لوگ ہیں تو غیر شخص کا فعل مباح ہے تو مقید بسلامت ہوگا اور ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ اہل محلہ پر تدبیر مسجد واجب ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اہل محلہ اور غیر اہل محلہ دونوں کا فعل مباح ہے لیکن اہل محلہ کا فعل مباح مطلق ہے بلا قید سلامت اور غیر کا فعل مباح بقید سلامت ہے کذا فی الطحطاوی او جلس فیہ للصلوٰۃ الحاصل ان الجالس فی مسجد حیہ او غیرہ لا یضمن لو کان لغیر الصلوٰۃ یضمن مطلقًا خلافًا لہما واستظہر فی الشرنبلالیۃ معزیا للزیلعی وغیرہ قولہما وقد حققہ فی شرح الملتقی یا بیٹھا مسجد میں نماز کے انتظار کے واسطے اور کوئی شخص اسپر گر کے تلف ہو گیا تو جالس پر ضمان نہیں خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص نماز کے واسطے اپنے محلہ کی مسجد یا غیر محلہ کی مسجد میں بیٹھا تو اسپر ضمان نہیں اور نماز کے سوا اور فعل کے واسطے بیٹھا تو اسپر ضمان ہے مطلقًا خواہ اپنی مسجد میں ہو یا غیر محلہ کی مسجد میں برخلاف صاحبین کے یعنی اُنکے نزدیک جالس مسجد پر ضمان نہیں خواہ نماز کے واسطے جلوس ہو یا نہو اور شرنبلالیہ میں صاحبین کے قول کی تقویت کی ہے زیلعی وغیرہ کی طرف نسبت کر کے اور ہم نے اسکو تحقیق بیان کیا ہے شرح ملتقی میں ہم زیلعی میں حلوانی سے منقول ہے کہ اکثر مشائخ نے صاحبین کے قول کو لیا ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے اور صدر الاسلام سے منقول ہے کہ صاحبین کا قول ظاہر ہے اسلیے کہ جلوس نماز کی ضروریات سے ہے تو نماز کے ساتھ ملحق ہے اور عینی میں ہے کہ صاحبین کے موافق ائمہ ثلثہ کا قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الطحطاوی فیہ کوتاہ تر

لیبنی او لیحفر لہ فی فناء حانوتہ او دارہ فتلف بہ شئ ان قبل فراغہ فعلی الاجیر وان بعدہ فعلی الآمر لما لو کان فی غیر فنائہ ولم یعلم الاجیر فان علمہ فعلیہ لما لو امرہ بالبناء فی وسط الطریق لفساد الامر اور ملتقی میں ہے کہ اگر مزدور لگایا تاکہ عمارت بناوے یا اُسکے واسطے کنواں کھودے اُسکی دوکان یا گھر کے پیش دروازے میں سو اُسکے سبب سے کوئی چیز تلف ہو گئی اگر ہلاک ہوئی قبل تعمیر یا حفر کے تو ضمان اُسکا مزدور پر ہے اور اگر بعد فراغت کے ہلاک ہوئی تو امر کرنے والے پر چنانچہ اگر تعمیر اور حفر مستاجر کی پیش در ہو اور مزدور اسکو نجانتا ہو تو مستاجر پر ضمان ہے پھر اگر مزدور جانتا ہو تو مزدور پر ہے چنانچہ اگر اُسنے تعمیر کے واسطے امر کیا درمیان راہ کے اور کوئی تلف ہوا تو مزدور پر ضمان ہے فساد امر کے سبب سے یعنی راہ مملوک مستاجر کی نہ تھی تو اسکا امر کرنا باطل تھا پھر جب باوجود اسکے مزدور نے تعمیر پر اجرت لی لہذا مزدور پر ضمان آیا نہ مستاجر پر ولو قال الآمر ہو فنائی ولیس لی فیہ حق الحفر فعلی الاجیر قیاسا ای لعلمہ بفساد الامر فما امرہ وعلی المستاجر استحسانا انتہی قلت وقد قدم ہو وغیرہ القیاس ہنا وظاہرہ ترجیحا سیما علی اسلوب روایۃ صاحب الملتقی من تقدیمہ الاقوی فتامل اور اگر مستاجر نے کہا کہ یہ میرا پیش دروازہ ہے اور ہمیں مجکو کنواں کھودنے کا حق نہیں ہے یعنی پھر باوجود اسکے مزدور نے وہاں کھودا اور کوئی چیز تلف ہو گئی تو ضمان مزدور پر ہے قیاس کی راہ سے یعنی اسواسطے کہ مزدور کو امر مستاجر کا فساد معلوم ہو گیا تو مستاجر نے اسکو فریب نہیں دیا اپنی حقیقت ظاہر کر کے اور مستاجر پر ضمان ہے استحسان کی راہ سے انتہی کلام الملتقی میں کہتا ہوں دربارہ صاحب ملتقی وغیرہ نے یہاں قیاس کو استحسان پر مقدم ذکر کیا ہے اور تقدیم اُسکی ترجیح پر دلالت کرتی ہے خصوصًا صاحب ملتقی کی عادت پر کہ وہ قوی تر قول کو مقدم ذکر کرتا ہے سو اسکو تامل کرو وجہ استحسان یہ ہے کہ مستاجر نے کھودنے کا امر ظاہر اپنے ملک میں کیا اسواسطے کہ پیش دروازہ میں آدمی کو مٹی ڈالنا اور لکڑیاں رکھنا اور گھوڑا باندھنا وغیرہ ذلک من التصرفات درست ہیں تو امر صحیح ہوا نہ فاسد تو ضمان مستاجر پر ہوگا نہ مزدور پر ومن جعل قنطرۃ بلا اذن الامام فی طریق بامر السلطان او فی ملکہ او وضع خشبۃ فیہا ای الطریق او قنطرۃ بلا اذن الامام وکذا کل ما فعل فی طریق العامۃ فتعمد رجل المرور علیہا لم یضمن لان الاضافۃ الی المباشرۃ اولی من المتسبب اور جسنے چاہ آب راہ میں کھودا سلطان کے حکم سے یا اپنی ملک میں کھودا یا لکڑی رکھی راہ میں یا پل بنایا بدون اذن سلطان کے اور اسی طرح کا حکم ہے ہر ایک اُس چیز میں جو شارع عام میں بنائی گئی پھر کسی مرد نے اسپر عمدًا گذر کیا اور وہ تلف ہو گیا تو حافر اور واضع اور بانی پر ضمان نہیں اسواسطے کہ ہلاکت کا نسبت کرنا مباشر کی طرف اولیٰ ہے مسبب کی طرف سے یہ تعلیل ہے پچھلے دو مسئلوں کی زیلعی نے کہا کہ چاہ آب راہ میں بادن امام کھودنا یا اپنے ملک میں کھودنا تعدی نہیں ہے اور وضع خشبہ اور قنطرہ اگرچہ تعدی ہے لیکن اُسپر عمدًا چلنا نسبت ولی الواضع کا

قاطع ہے اسواسطے کہ واضع متسبب ہے اور چلنے والا مباشر ہے کذا فی الطحطاوی وبهذا تبين ان المتسبب انما يضمن في حفر البئر ووضع الحجر اذا لم يتعمد الواقع المرور وكذا
فی المجتبی اور اس کلام یعنی عدم ضمان تعمد سے ظاہر ہو گیا کہ تسبب پر اسی صورت میں ضمان لازم ہوتا ہے کنواں کھودنے اور پتھر راہ میں رکھنے سے جبکہ اسکا گرنے والا
بالقصد اسپر مرور نہ کرے کذا فی المجتبی وفيه حفر في طريق مكة او غيرها من الفيافي لم يضمن بخلاف الامصار قلت وبهذا عرف ان المراد بالطريق في الكتب الطريق في
الامصار دون الفيافي والصحارى لانه لا يمكن العدول عنه في الامصار غالبا دون الصحارى اور مجتبی میں ہے کہ مکہ معظمہ یا اسکے سوا میدانوں کی راہ میں کنواں کھودا
اور اسمیں گرکے کوئی تلف ہو گیا تو کھودنے والے پر ضمان نہیں برخلاف شہروں کے میں کہتا ہوں اور اس مسئلہ سے معلوم ہو گیا کہ راہ سے مراد کتب فقہ میں شہروں
کی راہیں ہیں نہ بیابان اور جنگلوں کی اسواسطے کہ شہروں میں راہ معین سے ہٹکر چلنا اکثر ممکن نہیں ہوتا نہ میدانوں کی راہ میں **ولو استاجر رجل اربعة يحفرون له**
فوقعت البئر عليهم جميعا من حفرهم فمات احدهم فعلى كل واحد من الثلاثة الباقية ربع الدية ويسقط ربعها لان البئر وقع عليهم بفعلهم فقد مات من
جناية وجناية اصحابه فيسقط ما قابل فعله خانية وغيرها زاد في الجوهرة وهذا لو البئر في الطريق فلو في ملك المستاجر فينبغي ان لا يجب شيء لان الفعل مباح فما حدث
غیر مضمون انتہی اور اگر ایک مرد نے چار شخصوں کو مزدوری پر لگایا اپنا کنواں کھودنے کو سو کنواں اُن سب پر پھٹ کر گر پڑا اُنکے کھودنے کے سبب سے سو ان میں
سے ایک شخص مرگیا تو باقی تین شخصوں سے ہر شخص پر چوتھائی دیت واجب ہے اور چوتھائی دیت ساقط ہوگی اسواسطے کہ کنواں اُنپر گرا اُنکے فعل کے سبب سے
تو مرنے والا مرگیا اپنی جنایت اور اپنے ساتھیوں کی جنایت سے تو اسقدر دیت ساقط ہوگئی جو میت کے فعل کے مقابل واقع ہوگئی کذا فی الخانیة وغیرہا
جوہرہ میں اتنا زیادہ ذکر کیا ہے اور یہ حکم اس شرط پر ہے جبکہ کنواں راہ میں ہو سو اگر مستاجر کی ملک میں ہوگا تو لائق یوں ہے کہ کچھ دیت واجب نہو اسواسطے کہ وہ
فعل مباح ہے سو جو حادث ہوگا اسکا ضمان نہیں انتہی ما فی الجوهرة قلت ويؤخذ منه جواب حادثة هي ان رجلا له كرم وارضه تارة تكون مملوكة وعليها الخراج كاراضي
بيت المال وتارة تكون للوقف وتارة في يده مدة طويلة يؤدي خراجها ويملك الانتفاع بها بغرس او غيره فيستاجر هذا الرجل جماعة يحفرون له بئرا ليغرس فيها
اشجار العنب وغيره فتسقط على احدهم بل لورثته مطالبة بديته قال المصنف والحكم فيها وشبهها عدم وجوب شيء على المستاجر وكذا على الاجراء كما يفيده كلام الجوهرة
ويحمل اطلاق الفتاوى على ما وقع بقيد الاتحاد الحكم والحادثة والله اعلم میں کہتا ہوں اور جوہرہ کے کلام سے جواب ایک استفتا کا معلوم ہوتا ہے وہ حادثہ
یہ ہے کہ ایک مرد کے درخت انگور ہیں اور انگور کی زمین گاہے مملوک ہوتی ہے اور اسپر خراج ہے جیسے بیت المال کی اراضی اور کبھی زمین وقف کی ہوتی ہے
اور گاہے صاحب انگور کے قبضے میں مدت دراز تک رہتی ہے کہ وہ اسکا خراج دیا کرتا ہے اور اس زمین سے نفع لینے کا مالک ہوتا ہے درخت وغیرہ لگاکر سو اس
مرد صاحب انگور نے جماعت کو مزدوری پر لگایا کنواں کھودنے کے واسطے تاکہ اس زمین میں انگور وغیرہ کے درخت لگادے سو کنواں پھٹ پڑا ایک
مزدور پر تو اُسکے وارثوں کو مستاجر سے دیت کا مطالبہ جائز ہے یا نہیں مصنف نے شرح میں کہا اس حادثہ اور اسکے مانند میں عدم وجوب ضمان کا حکم ہے مستاجر
پر اور اسی طرح اور مزدور پر کچھ واجب نہیں چنانچہ جوہرہ کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے اور فتاوی کا اطلاق مقید پر محمول ہے یعنی جو کتب فتاوی میں مذکور ہے
بلا قید کہ جو کھودنے میں تلف ہوا اسکا ضمان ہے سو مراد حفر فے الطریق ہے نہ حفر فے الملک اتحاد حکم اور حادثہ کے سبب سے واللہ اعلم یہ جو کہا کہ زمین
گاہے مملوک ہے اور گاہے وقف اور گاہے تصرف مستاجر میں ہے مدت طویل سو مراد اس سے یہ ہے کہ وہ زمین خالی نہیں اشیاء مذکورہ سے اور یہ
مراد نہیں کہ ایک زمین گاہے مملوک ہے اور گاہے وقف اور جواب استفتا میں یہ خلل ہے کہ حادثہ انگور متفرع ہے صاحب جوہرہ کی بحث اور تجویز پر اور
فقہائے دین سے منصوص نہیں تو حکم متحد نہیں ہو سکتا اور حادثہ بھی مختلف ہے کیونکہ حفر فی الملک فی الطریق کی مغائر ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی
فروع مسائل ملحقہ شارح کے لو استاجر رب الدار الفعلة لاخراج جناح او ظلة فوقع فقتل انسانا ان قبل فراغهم عن عمله فالضمان عليهم لانه حينئذ لم يكن مسلما لرب
الدار اور اگر صاحب خانہ نے مزدور لگائے چھجا یا چھپتا نکالنے کے واسطے سو چھجا یا چھپتا گر پڑا اسو اُسنے کسی آدمی کو قتل کیا انکے فراغت عمل سے پہلے تو ضمان کا بار انپر

ہے نہ صاحب خانہ پر اسواسطے کہ اسوقت مین یعنی قبض یا فراغ صاحب خانہ کے واسطے دو مسلم نہین ہوا فتضمن لتقرر الملک حیث برئ و سلّم حیث الطریق اور
ضمان دیگا اگر پانی گذرنے سے جس کا استعمال اس سے آدمی پھسل جاتا ہے دو حصہ کا تمام راہ مین ہو اور اگر چھڑکاؤ تھوڑا ہو یا تمام راہ مین چھڑکاؤ نہیں ہے تو ضمان
نہیں فلو رش فناء حانوت باذن صاحبہ فالضمان علی الآمر استحسانا و تمامہ فی الملتقی اور اگر پانی چھڑکا دکان کے سامنے صاحب دکان کے اذن سے تو حکم دینے
والے پر ضمان ہے استحسان کی راہ سے اور پورا اسکا بیان ملتقی مین ہے

فصل فی الحائط المائل یہ فصل ہے دیوار مائل یعنی جھکی دیوار کے مسائل میں مال حائط الی طریق العامۃ ضمن ربہ ای صاحبہ ما تلف بہ من نفس انسان
او حیوان او مال جھک گئی دیوار شارع عام کی طرف تو دیوار کا مالک یعنی اسکا صاحب ضمان دیگا اس چیز کا جو تلف ہو گئی دیوار کے گرنے سے خواہ وہ چیز
یا ملک جان ہو آدمی یا جانور کی یا مال ہو ہم شارح نے مالک کی تفسیر صاحب کر کے اشارہ کیا کہ مالک سے حقیقی مالک مراد نہیں بلکہ مالک سے مراد وہ شخص ہے جسکو
تصرف اور تفریغ کا اختیار ہو اگرچہ وہ صغیر کا وصی ہو یا اسکا دادا یا راہن یا مکاتب چنانچہ شارح بیان کریگا ان طالب ربہ حقیقۃ او حکما کالوقف والیتیم کما
المسجد فضمن عاقلۃ الوقف ضمان تلف لازم ہوگا بشرطیکہ دیوار کے مالک سے مطالبہ کیا ہو خواہ وہ حقیقۃً مالک ہو یا حکماً مالک ہو چنانچہ وقف کی دیوار اور یتیم
کا اگرچہ دیوار مائل مسجد کی ہو تو عاقلہ وقف پر ضمان لازم آویگا وکالیتیم الولی والراہن والمکاتب والعبد التاجر او ناظر وقف کے مانند ولی اور راہن اور مکاتب اور عبد تاجر
غلام ہے ہم ولی سے مراد صغیر کا ولی ہے جیسے اسکا باپ اور دادا راہن کا ذکر اسواسطے کیا کہ مرتہن یا مالک مرہون کا نہیں کہ اس سے مطالبہ ہو بلکہ مالک راہن ہے اور وہ قادر
ہے ہدم دیوار پر فک رہن کے بعد پھر دیوار بنا کر مرتہن کے قبضہ میں کر دے اور مکاتب کی دیوار ساقط ہو کر اگر کوئی چیز تلف ہو گئی حالت کتابت مین تو اگر وہ چیز انسان ہے تو وہ
اسکی قیمت اور دیت مقتول مین اقل ہوگا وہ مکاتب پر لازم ہوگا اور اگر وہ چیز مال ہے تو اسکی ادا سے قیمت مین سعی مکاتب پر واجب ہوگی اور اگر عبد تاجر کی دیوار سے مال
تلف ہوگا تو اسکی گردن سے متعلق ہے اور اگر جان ہے تو اسکے مالک کی عاقلہ پر دیت ہے کذا فی الطحطاوی وکذا احد الشرکاء ولو ورثۃ استحسانا اور اسی طرح ناظر وقف کے
مانند شریکوں مین سے ایک شریک ہے اگرچہ اشخاص مذکورین اسکے وارث ہوں باعتبار استحسان کے ہم وجہ استحسان یہ ہے کہ احد الشرکاء قادر ہے اسپر کہ باقی شریکون
سے مطالبہ کرے تا وہ مجتمع ہو کر دیوار کو ڈھا دین تو ایک شریک بقدر اپنے حصہ کے ضمان دیگا اور قیاس یہ تھا کہ ایک شریک پر ضمان لازم نہوتا کیونکہ وہ ہدم
دیوار کا مالک نہیں ہم نے الظہیریۃ لو مات رجل عن ابن فقط و دین مستغرق صح الاشہاد علی الابن وان لم یملک الدار برجندی وغیرہ ظہیریہ مین ہے کہ اگر دیوار کا مالک
مر گیا فقط ایک بیٹا اور دین مستغرق ترکہ چھوڑ کر تو بیٹے پر گواہ کرنا صحیح ہے اگرچہ بیٹا گھر کا مالک نہیں کذا فی البرجندی وغیرہ ہم تو اگر اشہاد کے بعد انسان تلف ہوگا
تو باپ کی عاقلہ پر دیت لازم ہوگی نہ فرزند کی عاقلہ پر کذا فی المنح بنقضہ متعلق بطلب مکلف مسلم او ذمی یعنی من اہل الطلب فیشترط فی الصبی والعبد اذن ولیہ ومولاہ بالخصومۃ
زیلعی حر او مکاتب ضمان لازم ہوگا اگر مالک دیوار سے اسکے توڑنے اور ڈھا دینے کا مطالبہ کیا ہو مکلف نے مسلمان ہو یا ذمی آزاد ہو یا مکاتب شارح
نے کہا مکلف سے مراد اہل ہے طلب کا نہ بالغ تو صغیر کی طلب مین اسکے ولی کا اور غلام کی طلب مین اسکے مالک کا اذن خصومت کے واسطے شرط ہے کذا
فی الزیلعی وان لم یشہد وجوب ضمان مین طلب نقض شرط ہے اگرچہ اسپر اشہاد (گواہ کرنا ١٢) واقع نہوا ہو ہم تو وجوب ضمان مین طلب شرط ہے نہ اشہاد اور اشہاد جو کتب
فقہ مین مذکور ہے تو اسواسطے ہے کہ اگر مالک دیوار یا اسکے مددگار طلب ہدم کا انکار کرین تو اسکے اثبات پر قدرت حاصل رہے تو اشہاد باب احتیاط سے ہے
چنانچہ طلب شفعہ پر شاہد کرنا بوجہ احتیاط ہے نہ بوجہ شرط اور طلب کرنا ایسا ہے ایک لفظ سے صحیح ہے جس سے طلب نقض مفہوم ہو چنانچہ یون کہا کہ تیری دیوار
خطرناک ہے یا مائل ہے سو اسکو گرا دے تا ساقط ہو کر کسی چیز کو تلف نہ کرے یا یون کہے کہ دیوار کو گرا دے کہ وہ جھک رہی ہے اور اشہاد کی صورت یہ ہے کہ طلب مذکور
شاہدون کے سامنے ہو یا یون کہے کہ اس مرد سے دیوار ڈھانے کو کہ چکے ہیں اور اگر مالک دیوار سے یون کہے کہ تجکو دیوار کا ڈھانا مناسب ہے تو یہ طلب نہین
ہے اور نہ اشہاد بلکہ یہ مشورہ ہے کذا فی الزیلعی ولا یصح الطلب قبل المیل لعدم التعدی اور طلب نقض صحیح نہین دیوار کے جھکنے سے پہلے عدم تعدی کے سبب سے

واشہاد ان علم بتقصیرہ وہو تمکنہ من نقضہ فی مدۃ یقدر علی نقضہ فیہا صاحب دیوار مائل پر ضمان واجب ہے طلب کے بعد اس حالت میں کہ اُس نے دیوار کو نہ
گرایا اور حالانکہ وہ اُسکے گرانے کا مالک ہے اسقدر مدت میں جسمیں اُسکے ڈھانے پر قادر ہے یعنی طلب کے بعد فوراً بلا مہلت ضمان واجب نہیں تو اگر طلب پر اشہاد ہوا
اور دونوں دیوار گر پڑی اور مالک نے اتنی فرصت نہ پائی کہ گرانے پر قادر ہوتا تو ضمان تلف اُسپر لازم نہوگا بعلت عدم قدرت علی النقض لان دفع الضرر العام واجب
اہل دیوار پر اسواسطے ضمان تلف لازم ہے کہ ضرر عام کا دفع کرنا واجب ہے اگر ضمان واجب نہو تو تفریغ ممتنع ہو تو راہ بند ہوجائے گرنے کے خوف سے تو راہ بند ہوجانے
سے خلق بندگان کا ضرر ہے اور ضرر عام کا دفع کرنا واجب ہے اور یہ امر اکثری ہے کہ ضرر خاص کا تحمل ضرر عام کے دفع کیواسطے واجب ہوتا ہے چنانچہ کفار پر تیر مارنا اگرچہ کفار نے
اطفال مسلمین کو سپر بنایا ہو اور چنانچہ ہلاک جان کے خوف سے اُس ہاتھ کا کاٹنا جو سڑتا جاتا ہو کذا فی الطحطاوی ثم ما تلف بہ من النفوس فعلی العاقلۃ ومن الاموال فعلیہ لان
العاقلۃ لا تعقل المال پھر معلوم کرنا چاہیے کہ جو دیوار کے گرنے سے جان آدمی کی تلف ہوگئی تو اسکی دیت صاحب دیوار کے مددگار ونپر ہے اور جو مال تلف ہووے تو اُسکا ضمان
صاحب دیوار پر ہے اسواسطے کہ مددگار تلف مال کا ضمان نہیں دیتے ولا ضمان الا بالاشہاد علی ثلثۃ اشیاء علی التقدم علیہ وعلی الہلاک بالسقوط علیہ وعلی کون الجدار ملکا لہ
ای من وقت الاشہاد الی وقت السقوط ولذا قال اور ضمان نہیں مگر تین چیز پر گواہ لانے سے ایک اسپر کہ صاحب دیوار کی طرف طلب ہدم مقدم ہوچکی دوسرے اسپر کہ
ہلاکت ہوئی اسپر گر پڑنے کے سبب تیسرے اسپر کہ دیوار اسکی ملک ہے یعنی اشہاد کے وقت سے سقوط کے وقت تک اُسکی ملک میں باقی ہے لہذا مصنف نے قول
آئندہ کو ذکر کیا ولو تقدم الیہ من لا یملک نقضہ ممن یسکنہا باجارۃ او اعارۃ او الی المرتہن او الی المودع لا یعتد بہ لعدم قدرتہم علی التصرف اور اگر
طلب ہدم اُس شخص سے متقدم ہوئی جو دیوار توڑنے کا مالک نہیں اُن لوگوں میں سے جو گھر میں رہتا ہے اجارہ یا عاریت کے سبب سے یا مرتہن یا امانت دار کی طرف
طلب ہوئی تو اس طلب و اشہاد کا کچھ اعتبار نہیں انکی عدم قدرت کے سبب سے تصرف پر یعنی وہ لوگ ہدم وغیرہ کے تصرف پر قادر نہیں وحینئذ فلو سقط بعد التقدیم
لمن ذکر واتلف شیئاً فلا ضمان اصلا لا علی ساکن ولا مالک اور اس صورت میں اگر دیوار ساقط ہوئی اشخاص مذکورین کی تقدم طلب کے بعد اور دیوار نے
ساقط ہوکر کوئی چیز تلف کی تو اصلا ضمان نہیں نہ گھر کے رہنے والے پر نہ مالک پر ساکن پر اسواسطے ضمان نہیں کہ وہ مالک نہیں اور مالک پر اسواسطے نہیں کہ اسپر
نہ اشہاد ہوا نہ طلب کما لو خرج الحائط عن ملکہ ببیع او غیرہ کہبۃ حاوی القدسی وکذا لو جن مطبقا او ارتد ولحق وحکم بلحاقہ ثم عاد وافاق خانیہ چنانچہ اس صورت
میں ضمان نہیں کہ دیوار خارج ہوگئی اُسکی ملک سے بیع کے سبب یا غیر بیع کے سبب سے چنانچہ ہبہ کرنے کے سبب سے کذا فی الحاوی القدسی اور اسی طرح
ضمان نہیں اگر مالک دیوار کا مجنون ہوگیا جنون مطبق یا مرتد ہوگیا اور دار الحرب میں جا ملا اور اُسکے لحاق کا حکم ہوگیا پھر وہ دار الاسلام پر آگیا یا مجنون ہوشیار
ہوگیا کذا فی الخانیہ ظاہرہ ان الہبۃ بلا تسلیم ضرورۃ بطلان الاشہاد کے واسطے اسواسطے ہبہ کا کچھ حکم نہیں قبل تسلیم کے تو یہ جو شارح اگلے قول میں کہیگا لزوال ولایتہ
بالبیع ونحوہ وغیرہ ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی فیبعد الاشہاد ولو قبل القبض لزوال ولایتہ بالبیع ونحوہ وان عاد ملکہ بعدہ حاوی وخانیہ فخروج الملک بعد الاشہاد
سے ضمان لازم نہیں آتا اگرچہ سقوط دیوار کا قبض مشتری سے پہلے ہو بسبب زائل ہوجانے اُسکی ولایت کے بیع اور اُسکے مانند سے اگرچہ ملک بائع کی پھر عود
کرے بعد اسکے کذا فی الحاوی والخانیہ ثم ضمان واجب ہوتا ہے ترک ہدم سے پھر جب بیع کی تو قادر نہ رہا ہدم پر اور اگر بیع کے بعد پھر مالک ہوگا تو بھی ضمان
لازم نہوگا مگر اشہاد ثانی سے تجدد ملک کے سبب سے بخلاف نحو الجناح لبقاء فعلہ کما مر بخلاف مانند جناح کے بسبب باقی رہنے فعل بائع کے چنانچہ فصل سابق
میں زیلعی سے مذکور ہو چکا اشراع جناح عبارت ہے اخراج جذوع دیوار سے یعنی دیوار سے دھنیاں راہ کی طرف باہر نکالنا اور اسپر عمارت بنانا کذا فی
صدر الشریعۃ اہل ہند اسکو چھجا اور برآمدہ کہتے ہیں اور جناح کی مانند کنیف اور میزاب ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر راہ کی طرف اخراج جناح کیا یا مانند اسکے کچھ بنایا پھر اسکو بیچا پھر
وہ ساقط ہوکر تلف کا موجب ہوا تو ضمان بائع پر ہے نہ مشتری پر اسواسطے کہ نفس وضع جنایت ہے تو زوال ملک اس حال کو نہیں بدلتا اور دیوار کا جھکنا خود
جنایت نہیں بلکہ ترک ہدم دیوار مائل جنایت ہے سو بیع کے بعد ہدم پر قدرت نہیں وان مال الی دار انسان من مالک او ساکن باجارۃ او بغیرہا والاضافۃ

لا ذی الاجارة قہستانی فالطلب الیہ لان الحق لہ اور اگر دیوار مائل ہوئی کسی آدمی کے گھر کی طرف خواہ وہ مالک ہو یا رہنے والا ہو کرایہ وغیرہ سے تو اس آدمی کو
طلب ہدم کا اختیار ہے اسواسطے کہ خاص حق اسی کا ہے قہستانی نے کہا اور انسان کی اضافت کثرت تعلق اور ارتباط کی وجہ سے ہے یعنی تو مالک اور کرایہ دار
دونوں کو صاحب خانہ کہنا صحیح ٹھہرا فصح تاجیلہ وابراؤہ منہا ای من الجنایة تو صاحب خانہ کی تاجیل اور جنایت سے ابرا کرنا صحیح ہے یعنی اگر ایک شخص کے گھر کی طرف
دیوار مائل ہے اور اسنے مالک دیوار کو مہلت دی کہ اتنی مدت میں گرا کر بنا لینا یا کہا مجھے ضمان تلف نہیں تو یہ جائز ہے پھر اگر اس مدت کے اندر تلف ہوگا تو مالک دیوار
پر ضمان لازم نہوگا کیونکہ صاحب حق کو اپنے حق کا اسقاط کرنا جائز ہے کذا فی العینی وان مال الی الطریق فاجلہ القاضی او من طلب النقض لا یصح لان الحق لعامة
وتصرف القاضی فی حق العامة نافذ فیما ینفعهم لا فیما یضرهم ذخیرہ بخلاف تاجیل من بالدار اور اگر دیوار مائل ہوئی راہ کی طرف سو اسکو قاضی نے مہلت دی مدت
معین کی یا اسنے مہلت دی جسنے ہدم دیوار کی طلب کی تھی تو دیوار کا مالک بری الذمہ نہوگا ضمان تلف سے اسواسطے کہ شارع عام میں سب کا حق ہے اور قاضی
کا تصرف حق عام میں نافذ ہے اسمیں جو انکو نفع کرے نہ اسمیں جو انکو ضرر کرے کذا فی الذخیرہ برخلاف تاجیل صاحب خانہ کہ وہاں اسی کا خاص حق ہے ولو مال
بعضہ للطریق وبعضہ للدار فای طلب صح الطلب لانہ اذا صح الاشہاد فی البعض صح فی الکل برجندی اور اگر بعض دیوار راہ کی طرف مائل ہوئی اور بعض کسی کے گھر
کی طرف تو جو شخص طلب ہدم کریگا تو طلب کرنا صحیح ہوگا اسواسطے کہ جب بعض میں اشہاد صحیح ہوا تو کل میں صحیح ہوگا کذا فی البرجندی ہم چونکہ دیوار واحد ہے تو بعض کا
کا اشہاد صحیح ہوگا اسقدر دیوار میں جو انکی ملک کی طرف مائل ہے اور اسقدر میں بھی جو راہ کی طرف مائل ہے اسواسطے کہ الجنایہ بھی منجملہ عامہ کے ہے اور اگر صاحب اشہاد اہل خانہ
کا غیر ہے تو اسقدر دیوار میں اشہاد صحیح ہوگا جو راہ کی طرف مائل ہے اور جب بعض دیوار میں صحیح ہوا تو کل میں بھی صحیح ہوگا کذا فی الخانیة طحطاوی نے کہا تو اس سے
معلوم ہو گیا جو شارح کے کلام میں ہے یعنی اجمال نقل فان بنی مائلا ابتداء ضمن بلا طلب کما فی اشراع الجناح ونحوه کمیزاب لتعدیہ پھر اگر دیوار مائل بنائی
شروع سے تو ضمان تلف مالک دیوار پر لازم ہوگا جیسا کہ برآمدہ وغیرہ نکالنے میں جیسا کہ میزاب میں ضمان لازم ہے بلا طلب بسبب اسکی تعدی کے مائل بنانے
سے حائط بین خمسة اشہد علی احدہم فسقط علی رجل ضمن عاقلتہ خمس الدیة ای خمس ما تلف بہ من مال او نفس لتمکنہ من اصلاحہ بمرافعتہ للحاکم ایک دیوار
مائل پانچ شریکوں میں مشترک ہے ایک شریک پر اشہاد واقع ہوا پھر وہ دیوار گر پڑی ایک مرد پر تو صاحب دیوار کے مددگاروں پر پانچواں حصہ دیت کا
لازم ہوگا یعنی جو چیز تلف ہوگئی دیوار سے مال ہو یا جان اسکے پانچویں حصہ کا ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ ایک شریک اصلاح دیوار پر قادر ہے اسکی حاکم
سے نالش کرے یہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی ایک شریک ہدم دیوار پر قادر نہیں تو اسپر اشہاد کیونکر صحیح ہوا خلاصہ جواب یہ ہے کہ اگرچہ وہ ہدم پر قادر نہیں
لیکن اسکی اصلاح پر قادر ہے حاکم سے اطلاع کرکے اسواسطے کہ مقصود ازالہ ضرر ہے جس طرح سے ہو ہدم پر منحصر نہیں دار بین ثلثة حفر احدہم فیہا بئرا او بنی حائطا
فعطب بہ رجل ضمن ثلثی الدیة لتعدیہ فی الثلثین وقد حصل التلف بعلة واحدة فیعتبر بالحصة ایک گھر تین شخصوں میں مشترک ہے ایک نے اسمیں
کنواں کھدایا دیوار بنائی سو اسکے صدمہ سے ایک مرد مر گیا تو حافر اور بانی دیت کی دو تہائیوں کا ضمان دیگا بسبب اسکی تعدی کے دو تہائیوں میں یعنی
دو شریکوں کے حصوں میں اور البتہ تلف حاصل ہوا ایک ہی علت سے تو بقدر حصہ معتبر ہوگا ہم موت کی علت واحدہ قتل ہلاک ہے تو اسکی قسمت ہوگی اجزا
بقدر ملک کے کذا فی الہدایة وشرحہا للعینی وقالا انصافا لان التلف قسمان معتبر وہدر اور صاحبین نے کہا کہ پانچ شریکوں کے اور تین شریکوں کے مسئلہ میں دیت نصفا نصف
ہے اسلئے کہ تلف دو قسم ہے ایک قسم معتبر ہے اور دوسری رائگاں ہم جس شریک پر اشہاد ہوا تو اسکے حصہ میں تلف معتبر ہے اور جس شریک پر اشہاد نہیں ہوا تو اسکے حصہ میں
تلف باطل اور رائگان ہے اور کنواں کھودنے میں باعتبار اپنے ملک کے حافر متعدی نہیں ہے اور باعتبار ملک شریکوں کے متعدی ہے تو دو قسمیں ہو گئیں تو نصفا نصف
انقسام ہو گیا کذا فی الزیلعی یعنی عاقلہ متعدی پر نصف دیت لازم ہوگی اور نصف رائگان الاشہاد علی الحائط اشہاد علی النقض بالکسر ای النقض من
الجدار دیوار مائل پہ اشہاد وہی دیوار افتادہ منقوض پر اشہاد ہے یعنے ایک ہی اشہاد کفایت کرتا ہے دونوں کے ضمان تلف میں شارح نے کہا کہ

قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی راہ میں چلنا مباح ہے بشرط سلامت رہنے کے اس امر سے جس سے بچنا اور باز رہنا ممکن ہے اور ممکن الاحتراز کی قید اسواسطے
لگائی کہ اگر سلامت علی الاطلاق شرط ہو تو راہ کا چلنا بند ہو جائے اور احتراز جانور کے روندنے اور کاٹنے وغیرہ سے ممکن ہے کیونکہ وہ چلنے کی ضرورت سے نہیں لہذا
انہیں سلامت مشروط ہوئی برخلاف دم ہلانے اور منہ کے لگام چبانے کے کہ اس سے احتراز ممکن نہیں جانور کے سوار کو تو وہ شرط بھی نہیں ضمن الراکب فی طریق العامۃ
ما وطئت دابتہ وما اصابت بیدہا او رجلہا او راسہا او کدمت بفمہا او خبطت بیدہا او صدمت ضامن ہے شارع عام میں سوار اس چیز کا جو
اسکے جانور نے روندا اور کچلا اور جو تلف کیا جانور نے اپنے ہاتھ یا پاؤں یا سر سے یا کاٹا اپنے منہ سے یا مارا اپنے ہاتھ سے یا دھکا دیا اپنے بدن سے فلو حدثت
المذکورات فی السیر فی ملکہ لم یضمن بہا الا فی الوطی وہو راکبہا لانہ مباشرۃ تقتلہ فیحرم المیراث تو اگر امور مذکورہ اپنی زمین میں جانور کے چلنے میں
حادث اور پیدا ہوں تو جانور کا مالک ضامن نہ ہوگا مگر کچلنے میں ضمان لازم ہوگا جبکہ مالک اسپر سوار ہو اسواسطے کہ کچلوانا قتل مقتول کی مباشرت ہے اسی وجہ
سببسے تو قاتل مقتول کی میراث سے محروم ہوگا اور ہر چند مقتول جانور کے بوجھ سے بھی تلف ہوتا ہے لیکن اسکا بوجھ سوار کے تابع ہے کیونکہ اسکا چلنا سوار
کی طرف منسوب اور مضاف ہے چنانچہ بولتے ہیں کہ سوار نے سنگ بھر چلا اور حالانکہ وہ زمین پر جالس ہے تو سوار پر کفارہ اور دیت لازم ہوگی اور میراث سے محروم
ہوگا اسواسطے کہ مباشرت ملک اور غیر ملک میں برابر ہے کذا فی العینی ولو حدثت فی ملک غیرہ باذنہ فہو کملکہ فلا یضمن الا اذا وطئ بہا راکبہا معراجہا قہستانی اور
اگر غیر کی ملک میں اسکی اجازت سے امور مذکورہ حادث ہوں تو غیر کی ملک بمنزلہ اسکی ملک کے ہے تو سوار پر ضمان لازم نہوگا یعنی مگر کچلنے میں البتہ ضمان لازم ہوگا
چنانچہ جبکہ جانور کا مالک اسکے ساتھ نہو یعنی راہ میں اور جانور سے کچھ تلف ہو تو مالک پر ضمان لازم نہوگا کذا فی القہستانی والا یاذنہ ضمن بالتلف مطلقا
لتعدیہ اور اگر غیر کی ملک میں جانور کا ادخال بدون مالک کے اذن سے ہو تو مالک پر ضمان لازم آویگا اسکے تلف کرنے کا اسکی تعدی کے سبب سے مطلقا خواہ جانور کے ساتھ
مالک ہو یا نہو خواہ تلف کچلنے سے ہو یا اور طرح زیلعی میں ہے کہ اگر جانور غیر کی ملک میں داخل ہوا اور جانور کا مالک اسکے ساتھ نہیں ہے تو کچھ ضمان نہیں اور اگر جانور کے
مالک نے اسکو داخل کیا تو سب صورتوں میں ضمان اسپر لازم ہوگا تعدی کے سبب سے کذا فی الشلبی لا یضمن الراکب ما نفحت برجلہا او ذنبہا سائرۃ خلافا
للشافعی ضمان نہ دیگا سوار چلتے ہوئے جانور کے پاؤں یا دم کے مارنے کا برخلاف شافعی کے اسواسطے کہ چلنے کی حالت میں اس سے احتراز ممکن نہیں تو اگر سوار
جانور کو کھڑا کریگا راہ میں اور ضرب مذکور واقع ہوگی تو ضمان لازم آویگا اسلیے کہ ٹھہرانے سے احتراز ممکن ہے اگرچہ ضرب سے احتراز ممتنع ہے کذا فی الدرر وعطبۃ انسان
بکار ثتہا وبالت سائرۃ او وقفت لاجل ذلک لان بعض الدواب لا یفعلہ الا واقفا یا کوئی آدمی تلف ہو گیا جانور کے لید کرنے یا پیشاب کرنے سے راہ میں تو ضمان
نہیں خواہ جانور چلتا ہو یا ٹھہر گیا ہو لید پیشاب کیواسطے اسلیے کہ بعضے جانور لید پیشاب نہیں کرتے ہیں بدون کھڑے ہوئے فلو اوقفہا لغیرہ فبالت ضمن
لتعدیہ بایقافہا پھر اگر اسنے جانور کو لید پیشاب کے سوا اور کام کیواسطے ٹھہرایا اور اسنے پیشاب کیا یعنی اور اس سے کچھ تلف ہو گیا تو ضمان لازم آویگا اسکے ٹھہرانے
کی تعدی کے سبب سے یعنی راہ اسواسطے موضوع نہیں کہ جانور اسمیں آخر کیواسطے ٹھہرایا جاوے تو ٹھہرانا تعدی ٹھہرا الا فی موضع اذن الامام بایقافہا فما
فلا یضمن ومنہ سوق الدواب واما باب المسجد فکالطریق الا اذا اعد الامام لہا موضعا مگر راہ کے اس مکان میں کھڑے رہنے سے ضمان نہیں جہاں سلطان نے جانور
کھڑے کرنے کا حکم دیا اور ازانجملہ نخاس ہے اور مسجد کا دروازہ تو بمنزلہ راہ کے ہے وجوب ضمان میں مگر جبکہ سلطان نے جانوروں کے کھڑے کرنے کیواسطے کوئی مکان
وہاں مقرر کر دیا ہو فان اصابت بیدہا او رجلہا حصاۃ او نواۃ او اثارت غبارا او حجرا صغیرا ففقأ عینا او فسد ثوبا لم یضمن لعدم امکان الاحتراز
عنہ ولو الحجر کبیرا ضمن لامکانہ پھر اگر جانور نے اپنا ہاتھ یا پاؤں مارکے کنکری یا کھجور کی گٹھلی اچھالی یا چھوٹا پتھر یا غبار اڑایا سو اسنے آنکھ پھوڑی یا کپڑا بگاڑا
تو سوار پر ضمان نہیں اسواسطے کہ اس سے احتراز ممکن نہیں اور اگر پتھر بڑا ہے تو ضمان دیگا بسبب امکان احتراز کے وضمن السائق والقائد ما ضمنہ الراکب وصحح فی الدرر انہ
وبعکس اور ضمان دیگا جانور کا کھینچنے والا اور پیچھے سے ہانکنے والا اس چیز کا جسکا سوار ضمان دیتا ہے اور درر میں تصحیح کی ہے کہ یہ قول متروک اور بعکس ہے اطراد عبارت

اثبات کے تلازم سے اور انعکاس عبارت جو نفی کے تلازم سے خلاصہ یہ ہی کہ جہان راکب پر ضمان آتا ہی وہان کھینچنے والے اور ہانکنے والے پر بھی ضمان آتا ہی اور
جس موضع مین راکب پر ضمان نہین وہان انپر بھی ضمان نہین اور یہ قول صحیح کے مقابل مختصر قدوری کا قول ہی کہ سائق ضامن ہی جانور کے ہاتھ اور پانون
کے روندنے کا اور قائد ہاتھ کے روندنے کا ضامن ہی نہ پانون کے روندنے کا والراکب علیہ الکفارۃ فی الوطی کما مر اور سوار پر کفارہ واجب ہی کچلنے
مین چنانچہ گذر گیا امام طحطاوی نے کہا کہ اس باب مین تو راکب کا کفارہ مذکور نہین ہو چکا لا علیہما ای لا علی سائق وقائد ان دونون پر یعنی کھینچنے والے اور
ہانکنے والے پر کفارہ نہین ہم سائق اور قائد متسبب ہین اور راکب مباشر ہی اور کفارہ مباشرت کا حکم ہی نہ تسبب کا اور اسی طرح کچلنے سے راکب کے حق مین حرمان میراث اور وصیت
متعلق ہی نہ سائق اور قائد کے حق مین کذا فی الشرح ولو کان سائق وراکب ضمن السائق علی الصحیح خلافا لما جزم بہ القہستانی وغیرہ لان الاضافۃ الی المباشر
اولی من المتسبب کما مر الا اذا کان سببا لا یعمل بانفرادہ فلا فا کما ہنا اما فی سبب یعمل بانفرادہ فیشترکان کما یاتی فی مسئلۃ نخس الدابۃ باذن راکبہا فلیحفظ
اور اگر ایک جانور کا ایک کھینچنے والا ہو اور دوسرا اسپر سوار ہو یعنی اور وہ جانور کچھ تلف کر ڈالے تو کھینچنے والے پر ضمان نہ آویگا بلکہ سوار پر ضمان لازم ہوگا
بنا بر قول صحیح کے برخلاف اُس قول کے کہ قہستانی وغیرہ نے اُسپر یقین کیا ہی اسواسطے کہ فعل کی اضافت مباشر کی طرف مقدم ہی متسبب کی اضافت سے چنانچہ
مذکور ہو چکا یعنی اولویت مباشر کی تسبب سے اُسوقت ہی جبکہ ایسا سبب ہو کہ تلف کرنے مین اکیلا عمل نہ کرتا ہو چنانچہ یہان ہی یعنی کھینچنے مین لیکن اس سبب مین جو
تلف کر ڈالنے مین تنہا عمل کرتا ہو تو راکب اور سائق دونون ضمان مین شریک ہونگے چنانچہ بیان اسکا جانور کے کونچنے کے مسئلہ مین آویگا راکب کے اذن سے تو
اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم راکب نے کہا دوسرے سے کہ لکڑی سے اس جانور کو کونچ اور وہ کونچنے سے بھاگا اور کوئی چیز تلف ہوئی تو دونون پر ضمان لازم آویگا اسلیے کہ فقط
کونچنا اتلاف مین کفایت کرتا ہی وضمن عاقلۃ کل فارس او راجل دیۃ الاخر ان اصطدما وماتا منہ فوقعا علی القفا لو کانا حرین لیسا من العجم الا ما بینا
ولا وقعا علی وجوہہما اور ضمان دے عاقلہ ہر سوار یا پیدل کا دوسرے سوار یا پیدل کی دیت کا اگر دونون نے باہم ٹکر کھائی ہو اور مر گئے ہون اس صدمہ سے سو
دونون چیت گر پڑے بشرطیکہ دونون آزاد ہون عجمی نہون اور ٹکر لگانے کے قاصد نہون ورنہ دونون مُنہ کے بل پٹ گرے ہون ہم وجہ ضمان یہ ہی کہ ہر واحد کی موت
دوسرے کی طرف مضاف ہی لیکن ضمان علی الاطلاق نہین بلکہ تقابل طرفین پر محمول ہی اسواسطے کہ اختیار مین ہی کہ ایک مرد نے سفر کیا جانور پر پھر دوسرا اسوار پیچھے سے
آیا اور اُسنے ٹکر کھائی سو پچھلا تلف ہوگیا تو اگلے سوار پر ضمان نہین اور اگر اگلا تلف ہوا تو پچھلے پر ضمان ہی اور یہی حکم ہی دو کشتیون کے ٹکر کھانے کا کذا فی الطحطاوی
ولو کانا عبدین او وقعا علی الوجہ ابن کمال یہدر دمہما فی العمد والخطاء شرنبلالیہ وغیرہا اور اگر دونون سوار یا پیدل غلام ہون یا ٹکر کھا کر پٹ گرین مُنہ کے بل
کذا ہو ابن کمال تو انکا خون رائگان ہی عمداً اور خطاً مین کذا فی الشرنبلالیہ وغیرہا ولو کانا من العجم فالدیۃ فی مالہم کما مر مرارا اور اگر دونون عجمی ہون یعنی عرب نہون تو
دیت انکے مال مین ہی نہ عاقلہ پر چنانچہ چند بار مذکور ہو چکا کہ عجم کا عاقلہ نہین ولو کانا عامدین فعلی کل نصف الدیۃ اور اگر دونون نے عمداً ٹکر کھائی ہو اور مر گئے
ہون تو ہر شخص پر نصف دیت ہی ہم اسواسطے کہ ہر شخص تلف ہوا اپنے فعل سے اور دوسرے کے فعل سے تو نصف دیت معتبر ہوگی اور نصف باطل کفایہ مین ہی کہ نصف
دیت عمد مین ہر واحد کی عاقلہ پر واجب ہی اور خطا مین پوری دیت ہی کذا فی الدرر ولو وقع احدہما علی وجہہ ہدر دمہ فقط اور اگر ایک شخص مُنہ کے بل پٹ گر پڑا تو فقط
اُسکا خون رائگان ہی یعنی اُسکا خون رائگان نہین جو چیت گرا ولو احدہما حرا والآخر عبدا فعلی عاقلۃ الحر قیمۃ العبد فی الخطاء ونصفہا فی العمد اور اگر دونون مین سے
ایک آزاد ہو اور دوسرا غلام تو آزاد کی عاقلہ پر غلام کی پوری قیمت ہی خطا مین اور نصف قیمت ہی عمد مین ہم یہ مسئلہ مذہب مشہور اور حدیث ماثور کے مخالف ہی کیونکہ
عاقلہ پر عمد کی دیت اور غلام کی دیت واجب نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی کما لو تجاذب رجلان حبلا فانقطع الحبل فسقطا وماتا علی القفا ہدر
دمہما بموت کل بقوۃ نفسہ چنانچہ اگر دو مردون نے باہم ایک رسی کھینچی سو رسی ٹوٹ گئی سو دونون گر پڑے اور مر گئے چیت گر کے تو انکا خون باطل اور رائگان
ہی اسواسطے کہ ہر شخص کی موت ہوئی اپنی ذات کے زور سے فان وقعا علی الوجہ وجب دیۃ کل واحد منہما علی عاقلۃ الآخر بقوۃ صاحبہ پھر اگر دونون

گرے منہ کے بل تو ہر ایک کی دیت دوسرے کے عاقلہ پر واجب ہوگی بسبب مرجانے ہر ایک کے اپنے ساتھی کی قوت سے **فان تعاکسا فوقع احدہما علی القفا والآخر علی الوجہ فدیۃ الواقع علی الوجہ علی عاقلۃ الآخر لموتہ بقوۃ صاحبہ وہدر دم من وقع علی القفا لموتہ بقوۃ نفسہ** پھر اگر دونوں متعاکس گرے یعنی ایک شخص چت گرا اور دوسرا منہ کے بل تو منہ کے بل گرنے والے کی دیت دوسرے شخص کی عاقلہ پر ہے بسبب اُسکے مرنے کے اپنے ساتھی کی قوت سے اور رائگان ہوا اُسکا خون جو چت گرا بسبب اُسکے مرنے کے اپنی ذات کے زور سے **ولو قطع انسان الحبل علیہما فوقع کل منہما علی القفا فماتا فدیتہما علی عاقلۃ القاطع للتسبیب بالقطع** اور اگر ایک انسان نے وہ رسی کاٹ دی جسکو دو شخص تانے تھے سو دونوں شخص چت گر پڑے اور دونوں مرگئے تو دونوں کی دیت کاٹنے والے کی عاقلہ پر ہے کیونکہ قاطع قطع کرنے سے دونوں کی موت کا سبب ٹھہرا **وعلی سائق دابۃ وقع اداتہا ای آلاتہا کسرج ونحوہ علی رجل فمات وقائد قطار بالکسر قطار الابل وطئ بعیر منہ رجلا الدیۃ** اور اس جانور کے کھینچنے والے پر جسکا ساز و سامان جیسا کہ زین اور مانند اُسکے کوئی اور چیز گر پڑی ایک مرد پر سو وہ مرگیا دیت واجب ہے اور اونٹ کی اس قطار کے ہانکنے والے پر جسمیں سے ایک اونٹ نے کسی مرد کو کچلا اور وہ مرگیا دیت واجب ہے شارح نے کہا قطار بکسر قاف عبارت ہے اونٹ کی قطار سے **وان کان معہ سائق ضمنا لاستوائہما فی التسبب لکن ضمان النفس علی العاقلۃ وضمان المال فی مالہ ہذا لو السائق من جانب من الابل ولو توسطہا واخذ بزمام واحد ضمن ما خلفہ وضمنا ما قدامہ ولو راکب وسطہا یضمنہ فقط مالم یاخذ بزمام ما خلفہ** اور اگر اونٹ کی قطار ہانکنے والے کے ساتھ کوئی شخص قطار کا آگے کھینچنے والا ہوگا اور کوئی کچل کے مرجائیگا تو دونوں پر ضمان لازم آویگا اسواسطے کہ موت کے سبب انگیزی میں قائد اور سائق دونوں برابر ہیں لیکن جان کا ضمان عاقلہ پر ہے اور مال کا ضمان خود اُسکے مال میں ہے یہ اس صورت میں ہے کہ اگر قطار کا ہانکنے والا اونٹوں کی ایک جانب پر سوار ہو سو اگر ہانکنے والا قطار کے بیچ میں ہو اور ایک اونٹ کی نکیل پکڑے ہو تو پچھلی قطار کا ضامن ہوگا یعنی اسواسطے کہ جب قطار سے زمام منقطع ہوئی تو قائد مقدم خلف سائق کا قائد رہا اور سائق اور قاعد ضمان دینگے اپنے آگے کی قطار کا اور جو قطار کے اندر ایک اونٹ پر سوار ہے وہ فقط اسی اونٹ کا ضمان دیگا جبتک کہ پچھلی قطار کی نکیل نہ پکڑی ہو ضم زیلعی میں ہے کہ ایک مرد ایک اونٹ پر سوار ہو درمیان قطار کے اور کسی اونٹ کو ہانکتا نہو تو اگلے اونٹوں کی جنایت کا ضمان نہ دیگا اسواسطے کہ وہ اُنکا ہانکنے والا نہیں ہے اور اسی طرح پچھلے اونٹوں کا ضمان اسپر نہیں کیونکہ وہ اُنکا کھینچنے والا نہیں لیکن اگر پچھلے اونٹوں کی نکیل پکڑے ہوگا تو ضمان اسپر لازم ہوگا ہاں جس اونٹ پر وہ سوار ہے اُسکی جنایت کا ضمان اُسپر لازم ہوگا اور کچلنے کے سوا اور جنایت کا ضمان کھینچنے والے پر بھی ہے لیکن کچلنے کا ضمان خاص سوار پر ہے اسواسطے کہ وہ مباشر ہے انتہے طحطاوی نے کہا شارح کی عبارت اختصار سے موہم ہوگئی **فان قتل بعیر ربط علی قطار سائر بلا علم قائدہ رجلا مفعول قتل ضمن عاقلۃ القائد الدیۃ رجعوا بہا علی عاقلۃ الرابط لانہ دیۃ لا خسران لما توہمہ صدر الشریعۃ** پھر اگر اس اونٹ نے مرد کو قتل کیا جو باندھا گیا تھا چلتی قطار پر اُسکے کھینچنے والے کے بدون علم کے تو کھینچنے والے کی عاقلہ پر دیت مقتول کا ضمان لازم ہوگا اور کھینچنے والے کی عاقلہ باندھنے والے کی عاقلہ سے دیت کو بھرلے گی اسلیے کہ اس دیت دینے میں نقصان نہیں جیسا کہ صدر الشریعۃ نے وہم کیا ہے صدر الشریعۃ نے کہا لائق یوں ہے کہ باندھنے والے کے مال میں دیت لازم ہو اسواسطے کہ اُسنے اُنکو نقصان مال میں ڈالا عاقلہ قائد پر اسواسطے لازم ہوئی کہ اُسکو ممکن تھا کہ قطار میں اونٹ باندھنے سے روکتا پھر جب اُسنے حفاظت ترک کی تو متعدی ٹھہرا انتہے اور یہ تسبیب ہے اور اسمیں عاقلہ پر دیت آتی ہے اور رجوع کی وجہ یہ ہے کہ رابطہ نے اسکو اس بلا میں ڈالا **فلو ربط والقطار واقف ضمنہا عاقلۃ القائد بلا رجوع لقودہ بلا اذن** پھر اگر اونٹ باندھا اور حالانکہ قطار کھڑی ہے تو قائد کی عاقلہ دیت کا ضمان دینگی بدون رجوع کے یعنی عاقلہ رابطہ سے دیت کا تقاضا کرنا اور لینا اُنکو جائز نہوگا بسبب کھینچنے قائد کے بدون اذن رابطہ کے ہم برخلاف چلتی قطار کے کہ اسمیں اذن کھینچنے کا دلالت حال سے ثابت ہے **ومن ارسل بہیمۃ او کلبا ملتقی وکان خلفہا سائقا فاصابت فی فورہا ضمن لانہ الحامل لہا وان لم یمش خلفہا فما دامت فی فورہا فسائق حکما وان تراخی انقطع السوق فالمراد بالسوق المشی خلفہا والمراد بالبہیمۃ الکلب زیلعی** اور جس نے جانور یا کتا چھوڑا کذا فی الملتقی اور چھوڑنے والا اُسکے پیچھے ہانکنے والا ہے سو جانور نے فی الفور کچھ تلف کیا تو اُسپر ضمان لازم ہوگا اسلیے کہ وہی تو جانور کا حامل اور باعث ہے اور اگر جانور کے پیچھے نہ چلتا ہو تو جبتک کہ جانور اپنے فور میں ہے یعنی چھوڑنے کے بعد نہیں ٹھہرا تو وہ شخص سائق ہے حکماً اور اگر ٹھہر گیا تو ہانکنا منقطع ہوگیا

تو ہانکنے سے یہاں مراد جانور کے پیچھے ہونا ہے اور جانور سے مراد کتا ہے کذا فی الزیلعی ہم در الملتقی میں ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ جانور اور کتے کا چھوڑنے والا ضامن ہے
ہر حال میں یعنی اُسنے ہانکا ہو یا نہ ہانکا ہو اور اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ قہستانی نے بیان کیا ہے فتاوی عالمگیری میں ہے کہ مشائخ نے ابو یوسفؒ کا قول لیا ہے
فقیہ ابو اللیث نے کہا یہی قول مختار ہے اور اگر گدھا چھوڑا سو کسی کے کھیت میں گیا اور اُسکو فاسد کیا اگر اُسنے چھوڑا اور ہانک دیا کھیت کی طرف اسطرح کہ وہ
اُسکے پیچھے تھا تو اُسپر ضمان ہے اور اگر وہ اُسکے پیچھے نہیں تھا لیکن گدھا فی الفور کھیت میں جا پڑا اور داہنے بائیں جھکا جسطرف اُسنے چھوڑا تھا اسی طرف گیا سو
کھیت کو اُسنے خراب کیا تو بھی ضمان اُسپر لازم ہوگا اور اگر داہنے بائیں گیا پھر کھیت میں جا پڑا تو اگر وہاں کئی راہیں ہونگی تو وہ ضامن نہیں اور ایک ہی راہ ہے تو اُسپر
ضمان لازم ہوگا اور اگر اُسنے چھوڑا سو وہ ساعت بھر ٹھہر گیا پھر کھیت کی طرف گیا اور خراب کیا تو چھوڑنے والے پر ضمان نہیں ہے انتہے اس تقریر سے کلام شارح کی توضیح
ہو گئی اور چونکہ حکم کتے پر خاص نہیں تو اس قول کو کہ جانور سے کتا مراد ہے حذف کرنا مناسب تھا کذا فی الطحطاوی مختصرا وان ارسل طیرا ساقہ او لا او دابۃ او کلبا و
لم یکن سائقا لہ او انفلتت دابۃ بنفسہا فاصابت مالا او آدمیا نہارا او لیلا لا ضمان فی الکل لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام العجماء جبار ای المنفلتۃ ہدر اور
اگر پرندہ چھوڑا خواہ اُسکو ہانکا ہو یا نہ ہانکا ہو یا جانور چوپایا یا کتا چھوڑا اور حالانکہ اُسکو نہیں ہانکا یا جانور بذات خود چھوٹ بھاگا سو مال یا آدمی کو اُسنے تلف کیا رات
میں یا دن میں تو ضمان نہیں سب صورتوں میں بدلیل قول نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ جانور کا زخم باطل ہے یعنی جانور گریختہ کا فعل رائگان ہے اُسپر ضمان نہیں ہم رد ابوداؤد
اور ابن ماجہ میں یہ حدیث یوں مروی ہے کہ العجماء جرحہا جبار یعنی جانور کا زخمی کرنا رائگان ہے اُسپر ضمان نہیں امام محمدؒ نے کہا کہ جانور سے مراد گریختہ جانور ہے تو اُسکا فعل
باطل ہے نہ وہ جانور جو چھوڑ دیا گیا اسواسطے کہ افساد مسلکا فور ارسال میں رائگان نہیں اور امام شافعیؒ اور مالکؒ اور محمدؒ اور اکثر فقہاء حجاز نے کہا کہ جانور کے فعل کا دن
میں ضمان نہیں رات میں ضمان ہے کذا فی العینی کما لو جمحت الدابۃ بہ ای بالراکب ولو سکران وہم لم یقدر الراکب علی ردہا فانہ لا یضمن کالمنفلتۃ لانہ حینئذ لیس بمسیر لہا
فلا یضاف سیرہا الیہ حتی لو اتلفت انسانا فدمہ ہدر عمادیہ چنانچہ اگر جانور نے سرکشی اور شرارت کی سوار سے اگرچہ وہ مست ہو اور سوار قادر نہ ہو اُسکے پھیرنے پر
ضمان لازم نہوگا خود بخود چھوٹے جانور کے مانند اسواسطے کہ اسوقت میں سوار اُسکا چلانے والا نہیں ہے تو جانور کا چلنا سرکشی کی حالت میں سوار کی طرف منسوب نہوگا
تو اگر اُس حالت میں جانور کسی انسان کو تلف کریگا تو اُسکا خون باطل ہے اُسکا کچھ ضمان نہیں کذا فی العمادیہ ومن ضرب دابۃ علیہا راکب او نخسہا بعود بلا اذن
الراکب فنفحت او ضربت بیدہا او نخسہا آخر غیر الطاعن او نفرت فصدمتہ فقتلتہ ضمن ہو ای الناخس لا الراکب اور جسنے اس جانور کو مارا جسپر کوئی سوار ہے
یا لکڑی سے جانور کو کونچا بدون اذن سوار کے سو جانور نے اپنے پاؤں یا ہاتھ سے کونچنے والے کے سوا اور شخص کو مارا یا جانور بھڑکا سو اُسنے اُسکو کچلا اور قتل کیا تو کونچنے والا
ضامن ہے نہ سوار ہم راکب کے مانند سائق اور قائد ہے عدم ضمان میں کونچنے کو اسواسطے مخصوص کیا کہ اگر گھوڑے کی پیٹھ پر ہاتھ رکھا اور جانور کسی کو تلف کرے تو ہاتھ
رکھنے والے پر ضمان نہیں کذا فی الطحطاوی عن القہستانی والمنیۃ وقال ابو یوسفؒ یضمنان نصفین کما لو کان یوقفا دابۃ علی الطریق لتعدیہ فی الایقاف ایضا اور ابو یوسفؒ
نے کہا کہ کونچنے والا اور سوار دونوں نصفا نصف دیت کا ضمان دیں چنانچہ اگر سوار نے جانور کو راہ میں کھڑا کیا ہو تو دونوں پر ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ سوار کی بھی
تعدی ثابت ہے راہ میں کھڑے کرنے سے جیسے کونچنے والے کی تعدی ہے ولو کان باذنہ وثبت اثر ای فورہا فدمہ علیہما اور جیسے اگر کونچا سوار کے اذن سے ہو اور جانور کسی
کچلنے کو نچنے کے ساتھ ہی بلا توقف تو مقتول کا خون دونوں شخصوں پر ہے ہم دونوں پر خون اُسوقت ہوگا جبکہ جانور اپنے مقام سے نہ ہٹا ہو اور نہیں تو فقط الناخس پر ہوگا نہ
راکب پر کذا فی الطحطاوی عن الملتقی ولو نفحت الناخس فدمہ ہدر اور اگر کونچنے والے کو جانور نے تلف کیا تو اُسکا خون رائگان ہے ولو القت الراکب فقتلتہ فدیتہ علی عاقلۃ
الناخس ثم الناخس انما یضمن لو الوطء فور النخس والا فالضمان علی الراکب لانقطاع اثر النخس درر و بزازیہ اور اگر جانور نے سوار کو گرایا سو اُسکو قتل کیا تو اُسکا خون
کونچنے والے کے عاقلہ پر ہے پھر دریافت کرنا چاہیے کہ کونچنے والے پر اسی صورت میں ضمان لازم ہوگا اگر کچلنا کونچنے کے فی الفور ہوا اور نہیں تو سوار پر ضمان
لازم ہوگا کونچنے کے انقطاع اثر کے سبب سے کذا فی الدرر و بزازیہ وضمن فی فقء عین دابۃ او شاۃ قصاب او غیرہا نقصہا لانہا للحم او

مرغی کی آنکھ یا قصاب کی بکری یا گاے کی آنکھ پھوڑنے مین بقدر اسکے نقصان کے ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ وہ تو گوشت کیواسطے ہو یعنی قصاب کی بکری
گوشت مقصود ہوتا ہی تو بقدر نقصان کے ضمان لازم ہوگا اور نقصان دریافت کرنے کا یہ طریقہ ہو کہ تندرست بکری کی قیمت کیجاوے اور آنکھ پھوٹے کی قیمت
مقرر کیجاوے تو جسقدر تندرست کی قیمت زیادہ ہوگی اتنا ضمان لازم ہوگا اور یہی حکم ہی کبوتر اور کتے اور بلی کی آنکھ پھوڑنے کا کذا فی الطحطاوی وفی عینیہا یخیر بان
ترکہا علی المتلف وضمنہ قیمتہا او امسکہا وضمنہ النقصان زیلعی اور مرغی اور قصاب کی بکری کی دونون آنکھ پھوڑنے مین اُسکے مالک کو اختیار ہو چاہے پھوڑنے والے
کو چھوڑ دے یعنی اُسکو دے اور اسکی قیمت کا تاوان اس سے لے یا اُسکو اپنے پاس رکھے اور نقصان کا تاوان لے کذا فی الزیلعی وفی عین بقرۃ جزار وجزور وفی ابلہ فائدۃ
الاضافۃ عدم اعتبار الاعداد للحم فی الحکم الاتی ابن کمال وحمار وبغل وفرس ربع القیمۃ اور اونٹ حلال کرنے والے کی گاے بیل اور اسکے اونٹ کی آنکھ پھوڑنے
مین اور گدھے اور خچر اور گھوڑے کی آنکھ پھوڑنے مین چوتھائی قیمت کا ضمان ہو شارح نے کہا کہ اضافت کا فائدہ یہ ہی کہ گوشت کیلیے ہونے کا اعتبار نہین ہو
ربع قیمت کے حکم مین کذا ذکرہ ابن کمال امام شترکش کی گاے بیل اور اونٹ مین اسواسطے یہ مسئلہ موضوع ہوا تا کوئی یہ وہم نکرے کہ وہ دونون گوشت کے واسطے مقصود
ہین تو اُسکا حکم بکری کے مانند ہی بلکہ خواہ گاے بیل اور اونٹ کھیتی کے واسطے ہو یا سواری کے واسطے انمین چوتھائی قیمت ہی جسطرح غیر ماکول اللحم جیسا خچر اور
گدھے مین چوتھائی قیمت ہی کذا فی المنح عن شروح الھدایۃ لان اقامۃ العمل بہا انما یکون باربع اعین عیناہا وعینا مستعملہا فصارت کانہا ذات اعین اربع
وقال الشافعی رضی اللہ عنہ کالشاۃ والفرق ماقدمناہ اونٹ اور بیل اور گھوڑے کی آنکھ مین چوتھائی قیمت اسواسطے واجب ہوئی کہ انسے کام لینا تو چار
آنکھون سے ہوتا ہی دو آنکھین جانور کی اور دو آنکھین کام لینے والے کی یعنی مزارع یا سوار کی تو گویا ان جانورون کی چار آنکھین ہوگئین اور امام شافعی رضی اللہ
عنہ نے کہا کہ انکا حکم بکری کے مانند ہی یعنی بقدر نقصان ضمان لازم ہی اور فرق بکری اور ان جانورون مین وہ ہی جسکو ہم پہلے ذکر کر چکے یعنی بکری تو گوشت
کے واسطے اور اونٹ گھوڑا بیل کھیتی یا سواری کے واسطے ہین تو حکم مین کیونکر برابر ہونگے لکن یرد علیہ انہ لو فقاء عینی حمار مثلا ان یضمن نصف قیمتہ ولیس
کذلک کما مر فالاولی التمسک بما روی انہ علیہ الصلوۃ والسلام قضی فی عین الدابۃ ربع القیمۃ لیکن چار آنکھون کی تعلیل پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہی کہ اگر مثلا
گدھے کی دونون آنکھون کو پھوڑے تو نصف قیمت کا ضمان دے اور حالانکہ ایسا حکم نہین چنانچہ زیلعی سے عنقریب مذکور ہو چکا کہ دونون آنکھین پھوڑنے مین
مالک مختار ہی چاہے سب قیمت لے اور چاہے اُسکو اپنے پاس رکھے اور نقصان کا ضمان لے تو استدلال کرنا اس حدیث سے بہتر ہی جو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے مروی ہی کہ جانور کی آنکھ مین چوتھائی قیمت کا حکم فرمایا امام معجم طبرانی مین زید بن ثابت سے مروی ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کی آنکھ
مین اُسکی چہارم قیمت کا حکم دیا اور مصنف عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ مین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے یہی حکم مروی ہی کذا فی العینی شرح الھدایہ والتقیید
بالعین لانہ لو قطع اذنہا او ذنبہا یضمن نقصانہا وکذا لسان الثور والحمار وقیل جمیع القیمۃ کما لو قطع احدے قوائمہا فانہ یضمن قیمتہا وعلیہ الفتوی ان
لو غیر ماکول وان ماکولا خیر کما مر فی العینین لکن فی العیون ان امسکہ لا یضمنہ شیئا عند ابی حنیفۃ وعلیہ الفتوی وجرحا کقطعہا اور آنکھ کی قید اسواسطے
لگائی کہ اگر جانور کا کان یا دم کاٹے گا تو اسکے نقصان کا ضمان دے گا اور اسی طرح بیل اور گدھے کی زبان کاٹنے مین ضمان ہی نقصان کا اور قول
ضعیف ہی کہ سب قیمت کا ضمان لازم ہوگا چنانچہ اگر پانون کاٹے گا جانور کا تو اُسکی پوری قیمت کا ضمان دے گا اور اسی قول پر فتوی ہی یعنے اگر
جانور ماکول اللحم نہو اور اگر حلال ماکول اللحم ہوگا تو مالک مختار ہی چنانچہ اُسکی تفصیل دونون آنکھون کے پھوڑ ڈالنے مین مذکور ہو چکی لیکن عیون مین
یون مذکور ہی کہ اگر مالک غیر ماکول اللحم پانون کٹے جانور کو اپنے پاس رکھ لے گا تو کاٹنے والا اُسکا کچھ ضمان نہ دیگا ابو حنیفہ کے نزدیک اور اسی
قول پر فتوے ہی اور جانور کا لنگڑا ہوجانا پانون کٹ جانے کے مانند ہی یعنی ماکول اور غیر ماکول کے لنگڑا کر دینے مین کل قیمت لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی
فروع مسائل لحقۃ شارع کے نقل المصنف عن الدرر الکلب یاکل عنب الکرم فاشہد علیہ فیہ فلم یحفظہ حتی اکل العنب لم یضمن وانما یضمن فیما اشہد

لیہ فیما یخاف تلف بنی ادم کالحائط المائل ونطح الثور وعقر کلب عقور فیضمن اذا لم یحفظہ انتہی قال المصنف ویمکن حمل المتلف فی قول الزیلعی وان
تلف الکلب نعلی صاحبہ الضمان ان کان تقدم الیہ قبل الاتلاف والا فلا کالحائط المائل علی الآدمی انتہی فیحصل التوفیق مصنف نے شرح وہبانیہ
درر سے یہ نقل کیا کہ ایک شخص کا کتا ہے کہ انگور کے درختوں سے انگور کھا جاتا ہے سو باغ کے مالک نے کتے کے مالک پر لوگوں کو گواہ کیا اُسکے کھانے
مین سو کتے کے مالک نے کتے کی حفاظت نہ کی یہان تلک کہ وہ اِشہاد کے بعد بھی انگور کھا گیا تو اُسپر ضمان لازم نہوگا ضمان تو اِسی صورت خاص مین لازم ہوتا ہے جبکہ
اِشہاد ہوا ہو اس امر مین جسمین بنی آدم کے تلف ہو جانے کا خوف ہو چنانچہ دیوار مائل اور بیل کے سینگ مارنے اور گزندہ کتے کے کاٹنے مین تو مالک ضمان دیگا
جبکہ اُسکی محافظت نکریگا انتہی قول الدرر مصنف نے کہا اور ممکن ہے حمل کرنا تلف شدہ کا آدمی پر زیلعی کے اس قول مین اور کتا تلف کرے تو اُسکے مالک پر ضمان ہے اگر آگے
اُسپر گواہ کر چکا ہو تلف کرنے سے پہلے اور نہین تو ضمان نہین ہے دیوار مائل کے مانند تو اس حمل کرنے سے درر اور زیلعی دونوں کے قولوں مین اتفاق حاصل ہوگا (یعنی اطلاق
زیلعی کا آدمی پر محمول ہے تو اب اختلاف باقی نرہا دونوں قولوں مین) طحطاوی نے کہا قولہ علی الآدمی متعلق ہے قول حمل المتلف سے قلت وقد وقع الاستفتاء عمن لہ نحل یضعہ فی
بستانہ فتخرج فتاکل عنب الناس وفواکھھم ہل الضمین رب النحل بما اتلفہ النحل من العنب ونحوہ ام لا وہل یامر بتحویلہ عنہم الی مکان آخر ام لا والجواب انہ لا ضمین علیہ مطلقا
شہدوا علیہ ام لا اخذا من مسئلۃ الکلب بل اولے وکذا ذکرہ المصنف فی معینہ لکن رأیت فی فتاواہ انہ افتی بالضمان فی مسئلۃ النحل فراجعہ عند الفتویٰ مین
کہتا ہون اور البتہ واقع ہوا تھا استفتا اس شخص کے حال سے جسکے تصرف مین شہد کی مکھیان ہین وہ اُنکو اپنے باغ مین رکھتا ہے سو مکھیان وہان سے نکلتی ہین اور
آدمیون کے انگور اور اُنکے میوے کھا جاتی ہین کیا مکھیون کے مالک پر مکھیون کے انگور وغیرہ تلف کرنے کا ضمان لازم ہوگا یا نہین اور اُنکے پاس سے دوسرے مکان
کی طرف مکھیون کے اُٹھا لیجانے کا حکم ہوگا یا نہین جواب استفتا یہ ہے کہ مکھیون کے مالک پر مطلقاً کچھ ضمان لازم نہوگا خواہ لوگون نے اُسپر اِشہاد کیا ہو یا نہ کیا ہو
یہ جواب ماخوذ ہے کتے کے مسئلے سے بلکہ یہ جواب مسئلہ کلب کے جواب سے اولیٰ ہے یعنی اسواسطے کہ کتے کی خوراک بند کرنی ممکن ہے اور مکھیون کی خوراک اسطرح ممکن
نہین اور اِسی طرح کا جواب مصنف نے معین المفتی مین ذکر کیا ہے لیکن مین نے مصنف کے فتاویٰ مین دیکھا ہے کہ اُنہوں نے مکھیون کے مسئلے مین وجوب ضمان کا فتویٰ
دیا ہے تو اسکی طرف مراجعت کیجیو فتویٰ دینے کے وقت م ظاہر مسئلہ کلب معتبر ہے جو درر مین مذکور ہے وجود نص کے سبب سے کذا فی الطحطاوی واما تحویلہ من ملکہ فلا یومر بذلک
علی ما ہو ظاہر المذہب واما جواب المشائخ فینبغی ان یومر بتحویلہ اذا کان الضرر بینا علی ما علیہ الفتوی اور مکھیون کا اُٹھانا اُسکے ملک سے سو مالک کو تو اُسکا حکم نہوگا
بنا بر ظاہر مذہب کے اور مشائخ کا جواب تو یہ ہے کہ لائق یون ہے کہ اسکے اٹھانے کا حکم کیا جاے جبکہ لوگون کا صریح ضرر ہوتا ہو بنا بر قول مفتیٰ بہ وفی البزازیۃ حمار یاکل حنطۃ
انسان فلم یمنعہ حتی اکل الصحیح ضمانہ اور بزازیہ مین ہے کہ گدھا کسی آدمی کے گیہون کھاتا ہے سو دیکھنے والے نے اُسکو نروکا یہان تک کہ وہ کھا گیا تو قول صحیح یہ ہے کہ اُسپر
ضمان ہے ادخل غنما او ثورا او فرسا او حمارا فی زرع او کرم ان سائقا ضمن ما اتلف والا لا وقیل یضمن وتمامہ فی البزازیۃ کسی آدمی نے بھیڑ یا بکری یا بیل یا گھوڑا یا
گدھا داخل کر دیا کھیت یا انگورستان مین اگر اُسنے داخل کیا ہے ہانکنے کے طور پر تو جو اُسنے تلف کر دیا اُسکا ضمان دیگا اور اگر ہانکا نہین ہے تو ضمان نہین اور قول ضعیف یہ
ہے کہ بہر صورت ضمان دے گا اور پورا اسکا بیان بزازیہ مین ہے فائدہ اپنے باغ یا کھیت مین ایک مرد کا جانور پایا اور اُسنے کچھ خراب کر دیا سو اُسکو باندھ
رکھا باغ یا کھیت کے مالک نے سو وہ مر گیا سو اُسپر جانور کی قیمت کا دینا لازم ہے گا چنانچہ محیط مین ہے ایک شخص نے جانور کسی کے گھر مین کر دیا بدون اسکے
اذن کے سو صاحب خانہ نے اسکو نکال دیا اور وہ تلف ہو گیا سو اُسپر تاوان نہین اور اگر کپڑا کسی کے گھر مین رکھدیا بدون اذن کے اور صاحب خانہ
نے اُسکو پھینک دیا اور وہ تلف ہو گیا مالک کی غیبت مین تو قیمت ثوب کا اُسپر ضمان لازم ہو گا چنانچہ ذخیرے مین ہے جسنے پنجرے کی کھڑکی کھول دی
سو چڑیا اُڑ گئی یا اصطبل کا دروازہ کھول دیا سو جانور نکل گیا اور گم ہو گیا تو کھولنے والے پر ضمان نہین اور محمد کے نزدیک ضمان ہے چنانچہ کافی مین ہے
الکل من العالمگیریۃ

باب جنایۃ المملوک والجنایۃ علیہ

یہ باب ہے مملوک یعنی لونڈی غلام کی جنایت میں اور مملوک پر جنایت کرنے کے احکام میں علم ان جنایات المملوک لا توجب الا دفعا واحدا لو محلا معلوم کر کہ مملوک
کی جنایات موجب نہیں ہوتی مگر ایکبار دے ڈالنے کی اگر مملوک دینے کا محل ہو ہم اگر ایک غلام کی جنایات کثیرہ ہوں اشخاص متعددہ میں تو سب مقتولوں کے وارثوں کو
وہ غلام دیا جائیگا دفعۃ واحدۃ تو سب کے وارث بقدر جنایات کے اسمیں اپنا اپنا حصہ کرلینگے بشرطیکہ غلام دینے کا محل ہو یعنی جبکہ اسکے واسطے حریت کے اسباب منعقد
نہو گئے ہوں جیسا کہ تدبیر اور استیلاد اور کتابت کذا فی الطحطاوی والا فقیمۃ واحدۃ اور اگر مملوک محل دفع نرہا ہو یعنی حریت کے اسباب ثلثہ مذکورہ سے کوئی
سبب منعقد ہو گیا تو ایک قیمت مولی کو دینا ہوگی تو سب وارث بقدر اپنے حصوں کے اسکو بانٹ لینگے ولو فدی ثم جنی فکالاولی ثم وثم اور اگر لونڈی غلام کا
فدیہ دیا یعنی اسکے قتل کرنیکے بدلے مال دیا پھر اسنے فدیہ دینے کے بعد جنایت کی مثلا کسی کو قتل کیا تو وہ اول بار کے مانند ہے پھر تیسری جنایت پھر چوتھی جنایت میں الی
غیر النہایۃ اسی طرح کا حکم ہے ہم یعنی جب فدیہ دینے کے بعد دوسری تیسری بار پھر جنایت کریگا تو مولی اول بار کے مانند دفع اور فدیہ دینے میں مختار رہیگا اسواسطے کہ جب
پہلی جنایت سے پاک ہو گیا فدیہ دینے سے تو گویا اسنے جنایت ہی نہیں کی اور دوسری یا تیسری جنایت گویا ابتداء جنایت ہے بخلاف المدبر وامہ فانہ لا تجب الا قیمۃ واحدۃ
وستیفصح بخلاف مدبر اور ام ولد اور مکاتب کے کہ انکی جنایات میں سوائے ایک قیمت کے کچھ واجب نہیں اور اس اجمال کی تفصیل آگے واضح ہوگی جنی عبد خطاء التقیید بالخطاء ہنا انما
یفید فی النفس لان العمد فیقتص اما فی ما دونہا فلا یفید لاستواء خطاءہ وعمدہ فیما دونہا ثم انما تثبت الخطاء بالبینۃ واقرار مولاہ وعلم القاضی لا باقرارہ اصلا بدائع قلت لکن قولہ
وعلم القاضی علی غیر المفتی بہ فانہ لا یعمل بعلم القاضی فی زماننا شرنبلالیۃ عن الاشباہ وتقدم دفعہ مولاہ ان شاء فیملکہ ولیہا او ان شاء فداہ بارشہا
حالا مملوک نے از راہ خطا جنایت کی یعنی کسی کو قتل کیا تو اسکا مالک اگر چاہے بدلے جنایت قتل کے مملوک کو دے تو جنایت کا ولی یعنی مقتول کا وارث
مالک ہوجائیگا مملوک کا اور اگر مالک چاہے فی الحال فدیہ دے اسکی دیت کا شارح نے کہا خطا کی قید یہاں لگانا فقط جنایت نفس میں مفید ہے اسواسطے کہ
مملوک کے قتل عمد میں قصاص لیا جاتا ہے اور جان کے سوا اطراف کی جنایت میں تو خطا کی تقیید مفید نہیں ہے اسلیے کہ ما دون نفس میں مملوک کی خطا و عمد برابر ہیں پھر خطا
تو ثابت نہیں ہوتی مگر گواہوں سے اور اسکے مالک کے اقرار سے اور قاضی کی دانست سے نہ مملوک کے اقرار سے اصلا کذا فی البدائع میں کہتا ہوں لیکن علم قاضی کا حجت ہونا قول
مفتی بہ نہیں ہے اسلیے کہ قاضی کے علم پر ہمارے زمانے میں عمل جائز نہیں جیسا کہ شرنبلالیہ میں منقول ہے اشباہ سے اور یہ تو پہلے مذکور ہو چکا ہے ہم فی الحال دینا دفع اور فدیہ دونوں
سے متعلق ہے دفع میں تو وجہ یہ ہے کہ اعیان میں تاجیل جائز نہیں اور فدیہ کی وجہ یہ ہے کہ وہ بدلا ہے عین یعنی مملوک کا تو اعیان کے مانند ہوا عدم تاجیل میں لیکن الواجب الاصلی
ہو الدفع علی الصحیح ولذا سقط الواجب بموتہ بخلاف موت الحر کما ذکرہ المصنف وغیرہ لیکن جنایت مملوک میں واجب اصلی دفع ہے نہ فدیہ بر قول صحیح ولہذا واجب ساقط
ہو جاتا ہے مملوک کے مرجانے سے بر خلاف آزاد قاتل کے موت کے کہ وہاں واجب ساقط نہیں ہوتا جیسا کہ مصنف وغیرہ نے اسکو ذکر کیا ہے ہم عبد قاتل کی موت سے واجب
اسواسطے ساقط ہوجاتا ہے کہ محل باقی نرہا اور اگر آزاد قاتل مرگیا یعنی قتل خطا میں تو واجب ساقط نہوگا اسکی عاقلہ پر واجب ہوگا کذا فی الدرر لکن فی الشرنبلالیۃ عن السراج
والجوہرۃ عن البزدوی ان الصحیح ہو الفداء حتی لو اختارہ ولم یقدر علیہ اداہ متی وجد ولا یبراء بہلاک العبد لیکن شرنبلالیہ میں سراج سے اور جوہرہ میں بزدوی سے یوں ہے کہ
صحیح قول یہ ہے کہ واجب اصلی جنایت مملوک میں فدیہ ہے نہ دفع تو اگر مولی فدیہ دینے کو اختیار کرے اور قادر نہو اسکے ادا کرنے پر تو جب پاوے اسکو ادا کرے اور مولی
بری الذمہ نہوگا غلام قاتل کے مرجانے سے وعللہ الزیلعی وغیرہ بانہ اختار اصل حقہم فیبطل حقہم فی العبد عند ابی حنیفۃ رح انتہی ومفادہ ان الاصل عندہ الفداء لا الدفع
اور زیلعی وغیرہ نے صحت اختیار کی علت یوں بیان کی ہے کہ مولے نے ورثہ مقتول کا اصل حق اختیار کیا تو اب وارثوں کا حق باطل ہو گیا غلام میں ابو حنیفہ
رحمہ اللہ کے نزدیک انتہی ما نقلہ الزیلعی اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے کہ امام کے نزدیک فدیہ اصل ہے نہ دفع وافاد شارح المجمع ان تعلیل
الامام ان الواجب احدہما وانہ متی اختار احدہما تعین اور شارح مجمع یعنی ابن ملک نے امام رح کی تعلیل میں بیان کیا ہے کہ جنایت عبد میں

دفع اور فدیہ میں سے ایک چیز واجب ہے اور جبکہ مولے نے دفع اور فدیہ کو اختیار کیا تو وہی چیز متعین ہو جاتی ہے لکنہ قدم ان الدفع ہو الاصل وانہ یعین فی لفظ الکتاب دلالۃ علیہ لیکن شارح مجمع نے پہلے اسکو بیان کیا ہے کہ واجب اصلی دفع ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ کتاب کی عبارت میں واجب اصلی پر دلالت نہیں ہے مجمع محیط میں ہے کہ امام محمد نے اصل یعنی مبسوط میں کہا کہ جب غلام آدمی پر جنایت موجب مال کی کرے تو اسکے مولی کو اختیار ہے چاہے غلام دے چاہے فدیہ ہمارا یہی مذہب ہے مگر یہ کہ واجب اصلی دفع ہے انتہے تو اس نص سے خلاف مرتفع ہو گیا اور فدیہ اختیار کرنے کے بعد غلام کی موت سے اسواسطے فدیہ باطل نہوگیا کہ تعیین کا اختیار مولی کو ہے سو اسنے فدیہ ہی کو اختیار کیا تو یہ عارضی امر کے سبب سے ہے یعنی اختیار کر لینے سے اور زیلعی کا کلام تعلیل میں مضطرب ہے واللہ اعلم بالصواب کذا فی الطحطاوی فان فداہ فجنی بعدہ فہی کالاولی حکما سو اگر مولی نے غلام کی جنایت کا فدیہ دیا پھر بعد اسکے غلام نے پھر جنایت کی تو دوسری جنایت پہلی جنایت کے مانند ہے حکم میں یعنی مولی دفع اور فدیہ میں یہاں بھی مختار ہے فان جنی جنایتین دفعہ بہما الی ولیہما او فداہ بارشہما پھر اگر غلام نے دو جنایتیں کیں تو ان جنایتوں میں مولی غلام کو انکے وارثوں کو دے یا دونوں کی دیت کا فدیہ دے وان وہبہ المولی وباعہ او اعتقہ او دبرہ او استولدہا غیر عالم بہا بالجنایۃ ضمن الاقل من قیمتہ ومن الارش وان علم بہا غرم الارش فقط اجماعا اور اگر مولی نے غلام کسی کو ہبہ کر دیا یا اسکو بیچ ڈالا یا آزاد کیا یا مدبر کیا یا لونڈی کو ام ولد بنایا جنایت کی ناواقفی میں تو مولی ضمان دے قیمت اور دیت میں سے کمتر چیز کا یعنی اگر قیمت کم ہے دیت سے تو قیمت کو دے اور اگر دیت کم ہے قیمت سے تو دیت دے اور اگر جنایت کو جان کر ہبہ یا بیع کی تو فقط دیت ضمان دے بالاتفاق کبیعہ عالما بہا جیسے غلام کی بیع سے دیت واجب ہوتی ہے جنایت جاننے پر طحطاوی نے کہا یہ مسئلہ مکرر ہو گیا کیونکہ وان علم بہا غرم الارش میں داخل ہے وکتعلیق عتقہ بقتل زید او رمیہ او شجہ ففعل العبد ذلک کما یصیر فارا بقولہ ان دخلت فانت طالق ثلثا اور جیسے دیت واجب ہوتی ہے تعلیق عتق غلام میں قتل زید کے ساتھ یا اسکے تیر مارنے یا اسکے سر پھوڑنے کی تعلیق کے ساتھ سو غلام نے ویسا ہی کیا جیسے زوج فار ہو جاتا ہے اس تعلیق سے کہ اگر میں بیمار ہوں تو تو مطلقہ ہے تین بار یعنی تو عورت وارثہ ہوگی زوج کی ہم اگر مولے نے کہا اپنے غلام سے کہ اگر تو زید کو قتل کرے تو تو آزاد ہے سو اسنے زید کو قتل کیا یا مولی نے کہا اگر تو زید کے تیر مارے تو تو آزاد ہے سو اسنے تیر مارا یا کہا اگر تو اسکے سر کو زخمی کرے تو تو آزاد ہے سو اسنے زخم لگایا تو مولے پر دیت کا ضمان لازم ہوگا اسلیے کہ اسنے فدیہ اختیار کیا کیونکہ اسکو آزاد کیا وجود جنایت کی تقدیر پر کذا فی الدرر وان قطع عبد ید حر عمدا ودفع الیہ فاعتقہ فمات من السرایۃ فالعبد صلح بہا ای بالجنایۃ لان عتقہ دلیل تصحیح الصلح اور اگر غلام نے آزاد کا ہاتھ عمدا کاٹا اور غلام اسکو دیا گیا سو اسنے آزاد کر دیا پھر آزاد مر گیا زخم کی سرایت سے تو غلام صلح ٹھہر گیا جنایت کی اسواسطے کہ اسکا آزاد کرنا تصحیح صلح کی دلیل ہے ہم اسواسطے کہ اعتاق پر اقدام کرنا تصحیح صلح کے قصد پر دلالت کرتا ہے اور اس صلح کی صحت نہیں بدون اسکے کہ جنایت سے اور جو اس سے حادث ہو صلح قرار دیجائے پھر جب اسنے آزاد کر دیا تو صلح در ضمن اعتاق صحیح ہو گئی ابتداء سے وان لم یعتقہ وقد سری رد علی سیدہ فیقتل او یعفی لبطلان الصلح اور اگر مقطوع الید نے غلام مذکور کو آزاد نہ کیا اور حالانکہ قطع کے صدمہ سے وہ مر گیا ہو تو غلام اسکے مالک کو پھیر دیا جاوے سو وہ قتل ہو قصاص میں یا معاف کر دیا جائے بسبب باطل ہو جانے صلح کے فان جنی ماذون لہ مدیون خطاء فاعتقہ سیدہ بلا علم بہا غرم لرب الدین الاقل من قیمتہ ومن دینہ وغرم لولیہا الاقل منہا ای القیمۃ ومن الارش اور اگر غلام ماذون مدیون نے از راہ خطا جنایت کی ہو اسکے مالک نے اسکو آزاد کر دیا ناواقفی جنایت سے تو صاحب دین کو مالک ضمان دے قیمت اور دین سے کمتر کا یعنی اگر قیمت غلام کی دین سے کم ہے تو قیمت کا ضمان اور اگر دین کم ہے تو دین کا تاوان دے اور جنایت کے وارث کو ضمان دے قیمت اور دیت سے کمتر کا یعنی اگر قیمت کم ہے دیت سے تو قیمت دے اور اگر دیت کم ہے قیمت سے تو دیت دے ولو اتلفہ العبد لجانی اجنبی فقیمتہ واحدۃ لاولاہ وللاخیر اور اگر غلام جانی کو اجنبی شخص نے تلف کر ڈالا تو اسپر ایک قیمت واجب ہے غلام کے مالک کیواسطے نہ سوائے اسکے یعنی صاحب دین اور وارث مقتول کا مواخذہ قاتل پر نہ ہوگا اسواسطے کہ حق دونوں کا متعلق ہے مالک رقبہ سے پھر جب مولے قیمت پا دیگا تو اسکو صاحب دین لے گا

اسواسطے کہ قیمت غلام کی مالیت ہی اور صاحب دین مقدم ہی مالک سے وارث مقتول پر کذا فی الزیلعی فان ولدت ماذونۃ مدیونۃ بیعت مع ولدھا فی الدین ان کانت
الولادۃ بعد لحوق الدین فلو ولدت ثم لحقہا الدین لم یتعلق حق الغرماء بالولد بخلاف اکسابہا پھر اگر ماذون مدیون لونڈی جنی تو اپنے بچے کے ساتھ بیچی جاوے گی دین
میں بشرطیکہ ولادت ہوئی ہو دین کے لاحق ہونے کے بعد سو اگر وہ جنی پھر دین اسکو لاحق ہوا تو دین والوں کا حق لونڈی کے بچے سے متعلق نہوگا برخلاف اسکی
کمائیوں کے یعنی کمائی میں انکا حق متعلق ہی نہ اسکے ولد میں ہم یہ مسئلہ اس باب میں مقصود بالذکر نہیں ہی کیونکہ اسمیں جنایت مذکور نہیں بلکہ بالتبع مذکور ہوا ہی تاکہ
اسمیں اور مسئلہ آیندہ میں فرق ظاہر ہو جاوے فان جنت فولدت لم یدفع الولد لہ ای لولی الجنایۃ لتعلقہا بذمۃ المولی لا ذمتہا بخلاف الدین پھر اگر
ماذون مدیون لونڈی نے جنایت کی پھر وہ جنی تو لڑکا جنایت کے وارث کو نہ دیا جائیگا اسواسطے کہ موجب جنایت مولی کے ذمہ پر ہی نہ لونڈی کے ذمہ پر
برخلاف دین کے کہ وہ لونڈی کے ذمہ پر ہی نہ مولی پر عبد رجل زعم رجل ان سیدہ حررہ فقتل العبد المعتق ولیہ ای ولی الزاعم عتقہ خطاء فلاشئ
للحر علیہ لانہ بزعمہ عتقہ اقر انہ لا یستحق العبد بل الدیۃ لکنہ لا یصدق علی العاقلۃ الا بحجۃ ایک مرد کا ایسا غلام ہی جسکو دوسرا مرد کہتا ہی کہ اسکے مالک نے
اسکو آزاد کر دیا ہی سو اس غلام آزاد نے آزادی ظاہر کرنے والے کے ولی کو قتل کیا خطا کی راہ سے تو اس غلام پر کچھ لازم نہیں حر زاعم کے واسطے
اسلیے کہ اسکی آزادی کے کہنے سے اسنے اسکا اقرار کیا کہ وہ غلام کا مستحق نہیں ہی بلکہ دیت کا مستحق ہی الا اسکی تصدیق نہوگی عاقلہ پر مگر حجت شرعی سے ہم عاقلہ
یہاں مراد غلام کا مولی ہی فان قال معتق رقبہ معروف لرجل قتلت اخاک خطاء قبل عتقی فقال الاخ الذی ہو المولی الاول بعدہ
صدق الاول لانہ منکر للضمان پھر اگر اس معتق نے جسکا مملوک ہونا ایک مرد کا مشہور ہی یہ کہا اپنے اس مولی سے جسنے اسکو آزاد کیا ہی کہ میں نے تیرے بھائی کو
از راہ خطا قتل کیا تھا اپنے آزاد ہونے سے پہلے سو مولی نے جو مقتول کا بھائی ہی کہا یوں نہیں ہی بلکہ تو نے آزاد ہونے کے بعد قتل کیا تو اول شخص یعنی غلام
مذکور کی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ وہ لزوم ضمان کا منکر ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح مصنف اور حموی کا تابع ہوا ہی اس مسئلہ کی تصویر میں
حالانکہ یہ صحیح نہیں ہی بلکہ تصویر غیر مولی سے صحیح ہی چنانچہ اور کتابوں میں مصرح ہی ان قال لہا قطعت یدک و انت امتی فقالت ہی لا بل فعلتہ بعد
العتق فالقول لہا لانہ اقر بسبب الضمان ثم ادعی ما یبرئہ فلا یکون القول لہ اور اگر مولی نے اپنی لونڈی سے کہا کہ میں نے تیرا ہاتھ کاٹا تھا جبکہ تو میری لونڈی تھی
اور اسنے کہا نہیں بلکہ تو نے ہاتھ کاٹا تھا آزاد کرنے کے بعد تو لونڈی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ مولی نے ضمان کے سبب یعنی قطع کا اقرار کیا پھر اس چیز کا دعوی
کیا جو ضمان سے بری الذمہ اسکو کرے تو اسکا قول معتبر نہوگا وکذا القول لہا فی کل ما اخذہ المولی منہا من المال لما ذکرنا استحسانا اور اسی طرح لونڈی کا قول
معتبر ہی ہر ایک اس چیز میں جو مولی نے لونڈی سے مال لیا اس دلیل سے جسکو ہم نے ذکر کیا بطریق استحسان کے الا الجماع والغلۃ فالقول لہ لاسنادہ بحالۃ معہودۃ
منافیۃ للضمان مگر جماع اور لونڈی کی کمائی میں لونڈی کا قول معتبر نہوگا تو اسمیں میاں کا قول مقبول ہوگا بسبب اسکے منسوب ہونے کے اس حالت معہودی کیطرف
جو تاوان کے مخالف ہی ہم اسواسطے کہ اپنی لونڈی کا جماع کرنا اگرچہ وہ مدیونہ ہو مال کا موجب نہیں اور اسی طرح اپنی لونڈی کی کمائی لینا تاوان کا موجب نہیں اگرچہ
لونڈی قرضدار ہو کذا فی الزیلعی عبد محجور او صبی امر صبیا بقتل رجل فقتلہ فدیتہ علی عاقلۃ القاتل لان عمد الصبی خطاء غلام محجور یا صغیر نے دوسرے صغیر کو ایک
مرد کے قتل کرنے کا امر کیا سو اسنے اسکو مار ڈالا تو مقتول کا خونبہا قاتل کے مددگاروں پر ہی اسواسطے کہ صغیر کا قتل عمد قتل خطا کے برابر ہی حکم میں ورجعوا علی العبد
بعد عتقہ وجہل لا الا علی الصبی الآمر ابدا لقصور اہلیتہ اور صغیر قاتل کے مددگار غلام آمر سے دیت پھیر لینگے اسکے آزاد ہونے کے بعد اور قول ضعیف میں رجوع
نہیں غلام آزاد پر لیکن صغیر آمر پر کبھی رجوع نہیں یعنی بالغ ہونے کے بعد بھی قصور اہلیت کے سبب سے وان کان المامور عبدا قتلہ دفع السید القاتل او فداہ فی الخطاء
اور اگر غلام کا مامور بھی غلام ہو آمر کے مانند تو مالک غلام قاتل کو وارثوں مقتول کے حوالہ کرے یا غلام کا فدیہ دے قتل خطا میں ولا رجوع لہ علی الآمر فی الحال ویرجع بعد عتق العبد
بالاقل من الفداء وقیمۃ العبد لانہ مختار فی دفع الزیادۃ لا مضطر اور قاتل مامور کے مالک کو آمر پر رجوع کرنا جائز نہیں بالفعل اور غلام آزاد ہونے کے بعد فدیہ اور قیمت

یعنی غلام قاتل کے مالک کو اختیار تھا غلام کے دینے اور فدیہ دینے میں غلام میں جو کمتر ہو وہ مالک بھرے اسواسطے کہ مالک رفع زیادت میں مختار ہے نہ مجبور

جبکہ اسنے فدیہ زائد از قیمت اختیار کیا تو زائد کا تاوان لازم نہوگا **وکذا الحکم فی العمد ان کان العبد القاتل صغیرا لان عمدہ خطاء** اور اسی طرح

قتل عمد کا حکم ہے اگر قاتل غلام صغیر ہو اسواسطے کہ صغیر کا قتل عمد خطا کے مانند ہے حکم میں **فان کان کبیرا اقتص منہ** اور اگر قاتل غلام بالغ ہو تو اس سے قصاص

لیا جاے **عبد حفر بیرا فاعتقہ مولاہ ثم وقع فیہا انسان او اکثر فہلک فلا شئ علیہ لان جنایۃ العبد لا توجب علیہ شیئا** غلام نے کنواں کھود اسوا اسکے

نے اسکو آزاد کیا پھر اسمیں چند آدمی یا ایک آدمی گر پڑا سو مر گیا تو اسپر کچھ لازم نہیں اسلیے کہ غلام کی جنایت اسپر کچھ واجب نہیں کر دیتی ہے اور مدام عتق میں کچھ

یہی حکم ہے **ویجب علی المولی قیمۃ واحدۃ ولو الواقع الفا** زیلعی اور کنواں کھودنے والے کے مالک پر ایک قیمت غلام کی واجب ہوگا اگرچہ ہزار آدمی کنوین

میں گر کے مر گئے ہوں کذا فی الزیلعی **فان قتل عبد عمدا رجلین حرین لکل منہما ولیان فعفا احد ولیی کل منہما دفع السید نصفہ الی الآخرین او**

فداہ بدیۃ کاملۃ لانہ بذلک العفو سقط القود وانقلب مالا وہو دیتان وقد سقط دیۃ نصیب العافیین وبقی دیۃ نصیب الساکتین او

دفع نصفہ لہما پھر اگر ایک غلام نے ان دو آزاد مردوں کو عمدا قتل کیا کہ ہر ایک مقتول کے دو وارث ہیں سو دونوں گروہوں میں سے ایک ایک وارث نے

قصاص عفو کیا تو مالک غلام ان دو دو وارثوں آزاد کو دے جنہوں نے معاف نہیں کیا یا غلام کا فدیہ دے پوری دیت دے کر اسواسطے کہ اس معافی سے قصاص ساقط

ہو کر منقلب بمال ہو گیا اور مال تو پوری دو دیتیں ہیں اور حالانکہ معاف کرنے والوں کے حصے کی دیت تو ساقط ہو گئی اور سکوت کرنے والے دو دو وارثوں کے حصوں کی

دیت باقی رہ گئی یا مالک چاہے نصف غلام دونوں وارثوں کو دے **فان قتل العبد احدہما عمدا والآخر خطاء وعفا احد ولیی العمد فدی بدیۃ لولی الخطاء**

وبنصفہا لاحد ولی العمد الذی لم یعف پھر اگر غلام نے ایک مرد کو عمدا قتل کیا اور دوسرے کو خطاء قتل کیا اور قتل عمد کے دو وارثوں میں سے ایک وارث نے

قصاص میں معاف کیا تو مالک پوری دیت کا فدیہ دے قتل خطا کے دو وارثوں کو اور نصف دیت فدیہ دے قتل عمد کے اس ایک وارث کو جسنے عفو نہیں کیا **او دفع**

الیہما وقسم اثلاثا عولا عندہ وارباعا منازعۃ عندہما یا مالک غلام دے قتل خطا کے دو وارثوں کو اور تین تہائی بانٹ دے بطریق عول کے امام کے نزدیک اور

چار حصے کر ڈالے بطریق منازعت کے صاحبین کے نزدیک اور وجہ اسکی یہ ہے کہ خطا کے وارثوں کا حق پوری دیت دس ہزار درم ہیں ہے اور عمد کے وارثوں کا حق قصاص

میں ہے پھر جب ایک وارث نے عفو کیا تو دوسرے وارث کا حصہ مال ہو گیا یعنی پانچ ہزار درم نصف دیت تو اگر مالک فدیہ دے تو دس ہزار خطا کے وارثوں کو دے

اور پانچ ہزار عمد کے ایک وارث کو جسنے معاف نہیں کیا اور اگر مالک غلام کو دفع کرے تو تین تہائی کرے دو تہائیاں خطا کے وارثوں کو دے اور ایک تہائی قتل

عمد کے ایک وارث کو بطریق عول کے اسواسطے کہ انکا حق دیت میں بھی اسی طرح ہے یہ مذہب ہے امام کا اور صاحبین رح کے نزدیک چار حصے ہوں گے

بطریق منازعت کے تین چوتھائیاں خطا کے وارثوں کو اور ایک چوتھائی اسکو جسنے عفو نہیں کیا اس لیے کہ نصف غلام تو خطا کے وارثوں کے واسطے

مسلم ہے بلا منازعت اور نصف باقی میں منازعت واقع ہوئی دونوں فریق کی تو اسکو نصفا نصف کر دیا کذا فی الزیلعی **فان قتل عبدہما قریبہما وعفا**

احدہما بطل کلہ وقالا یدفع الذی عفا نصف نصیبہ للآخر او یفدیہ بربع الدیۃ وقیل محمد مع الامام ووجہہ انہ انقلب بالعفو مالا والمولی لا یستوجب

علی عبدہ دینا فلا یخلفہ فیہ الورثۃ پھر اگر دو شخصوں کے غلام نے مالکوں کے قرابت دار کو قتل کیا اور ایک مالک نے قصاص عفو کیا تو تمام قصاص باطل

ہو گیا اور صاحبین نے کہا کہ جس مالک نے عفو کیا وہ اپنا آدھا حصہ دوسرے مالک کو دے یا اسکا فدیہ دے چوتھائی دیت دے کر اور بعضوں نے کہا

کہ محمد امام کے ساتھ ہیں اس مسئلے میں امام کی دلیل یہ ہے کہ قصاص عفو سے منقلب بمال ہو گیا اور مالک اپنے غلام پر مستوجب دین کا نہیں ہوتا تو اسکے وارث

اسمیں اسکے خلیفہ نہونگے ہم عطا دی نے کہا مالک تو دونوں زندہ موجود ہیں تو مورث اور وارث کا یہاں کیا ذکر ہے

فصل فی الجنایۃ علی العبد یہ فصل ہے اس جنایت کے بیان میں جو عبد پر واقع ہو ہم عبد سے مراد مملوک ہے تو غلام اور لونڈی دونوں کو شامل ہے دیۃ العبد

قیمتہ فان بلغت ہی دیۃ الحر وبلغت قیمۃ الامۃ دیۃ الحرۃ نقص من کل دیۃ عبد وامۃ عشرۃ دراہم اظہارا لانحطاط رتبۃ الرقیق عن الحر وتعیین العشرۃ
باثر ابن مسعود رضی اللہ عنہ دیت مملوک کی اسکی قیمت ہے سو اگر غلام کی دیت آزاد مرد کی دیت کے برابر پہونچ جاوے یعنی قیمت غلام کی دس ہزار درہم ہو اور
لونڈی کی قیمت آزاد عورت کی دیت کے برابر پہونچے تو غلام اور لونڈی کی دیت سے دس درہم گھٹائے جاوینگے تاکہ رتبہ مملوک کا انحطاط رتبہ آزاد سے ظاہر ہو
اور دس درہم کا تعیین کرنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اثر سے ثابت ہے وعنہ من الامۃ خمسۃ اور امام سے دوسری روایت ہے کہ لونڈی کی دیت سے پانچ درہم
کیے جاوین وتکون جنیتہ علی العاقلۃ فی ثلث سنین خلافا لابی یوسف رح اور اسوقت مین دیت غلام کی قاتل کے مددگارون پر واجب ہوگی تین برس کی مدت
مین برخلاف ابو یوسف کے یعنی انکے نزدیک نقصان دس درہم کا معتبر نہین کذا فی الطحطاوی وفی الغصب یجب القیمۃ بالغۃ ما بلغت بالاجماع اور مملوک کے
غصب مین اسکی قیمت غاصب پر واجب ہے بالاتفاق جہانتک اسکی قیمت پہونچے یعنی اگرچہ آزاد کی دیت سے زیادہ ہو وما قدر من دیۃ الحر قدر من قیمتہ
وحینئذ ففی یدہ نصف قیمتہ بالغۃ ما بلغت فی الصحیح درر وقیل لا یزاد علی خمسۃ آلاف الا خمسۃ وجزم بہ فی الملتقی اور جو مقرر ہے اعضاء حر کی دیت سے وہی مقرر ہے
مملوک کی قیمت سے اور اسوقت مین تو مملوک کے ہاتھ مین اسکی نصف قیمت ہے قول صحیح مین جسقدر کہ اسکی قیمت ہو کذا فی الدرر اور قول ضعیف ہے کہ پانچ درہم کم پانچہزار درہم سے زیادہ نہوگی
اور اسی قول پر یقین کیا ہے ملتقی الابحر مین یہی قول اخیر ہے اکثر کتب مین چنانچہ ہدایہ اور خلاصہ اور مجمع البحرین اور اختیار اور فتاوی ولوالجی اور ملتقی اور مجتبی مین کذا فی الطحطاوی
ویجب حکومۃ عدل فی لحیتہ فی الصحیح وقیل کل قیمتہ اور حکومت عدل واجب ہے غلام کی داڑھی مین بقول صحیح اور قول ضعیف مین تمام قیمت واجب ہے یہ اسی صورت مین
حکم ہے جبکہ داڑھی مونڈنے کے بعد نہ جمے قطع ید عبد فحررہ سیدہ فسری فمات منہ فلہ ای للعبد ورثۃ غیرہ وغیر المولی لا یقتص لاشتباہ من لہ الحق ایک شخص نے غلام کا ہاتھ کاٹا
پھر اسکے مالک نے اسکو آزاد کردیا تو زخم سرایت کرگیا تو وہ اس زخم سے مرگیا اور اس غلام آزاد کے وارث اور بھی ہین مولی کے سوا تو قاطع سے قصاص نہ لیا جاویگا صاحب حق کے
اشتباہ کی وجہ سے یعنی اگر جراحت کا وقت اعتبار کیجیے تو صاحب حق مالک ہے اور اگر موت کا وقت اعتبار کیجیے تو فقط وارث مستحق ہین یا مالک بھی تو جہالت مستحق مانع
قصاص ہوگی لیکن دیت فقط وارث کی ہے یا مالک کی بھی کذا فی الطحطاوی والا یکن لہ غیر المولی اقتص منہ خلافا لمحمد اور اگر اسکا کوئی وارث نہین سوا مولی کے تو قاطع
سے قصاص لیا جاویگا برخلاف مذہب محمد رح قال لعبدیہ احدکما حر فشجا فبین المولی العتق فی احدہما بعد الشج فارشہما للسید لان البیان کالانشاء مالک نے اپنے
دو غلامون سے کہا کہ ایک غلام تم دونون مین سے آزاد ہے پھر دونون کے سر زخمی ہوے پھر مالک نے زخم سر کے بعد ایک غلام کی آزادی بیان کردی یعنی یون کہا کہ مین نے
اس غلام کو آزاد کیا تھا تو دونون کی دیت مالک کی ہے اسواسطے کہ بیان کرنا انشاء کے برابر ہے یعنی گویا زخم کے بعد اب اسنے آزاد کیا ولو قتلا فدیۃ حر وقیمۃ عبد لو القاتل واحدا
معا وقیمتہما لو سواء اور اگر دونون غلام مذکور مقتول ہوے تو دیت آزاد کی اور قیمت غلام کی واجب ہوگی بشرطیکہ ایک ہی قاتل نے دونون کو ساتھی قتل کیا ہو اور دونون
کی قیمت برابر ہو وجہ فرق یہ ہے کہ زخم کے بعد آزادی محل ہے تو بیان وہان انشاء ٹھہر گیا اور موت کے بعد آزادی محل نہین تو یہان بیان انشاء نہوگا محض بیان اظہار
ٹھہرے گا اور اگر قیمت مختلف ہوگی تو ہر واحد کی نصف قیمت اور آزاد کی دیت واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی مختصرا وان قتل کلا واحد معا او علی التعاقب ولم یدر
الاول فقیمۃ العبدین زیلعی اور اگر دونون غلامون کو دو شخصون نے ساتھی یا آگے پیچھے مارا اور پہلا مقتول معلوم نہین تو قاتلون پر دو غلامون کی قیمت واجب
ہوگی کذا فی الزیلعی ہم قولہ وان قتل کلا واحد معا مخالف مقصود ہے ترجمہ اسکا یہ ہے کہ اگر ہر غلام کو ایک شخص نے ساتھی قتل کیا اور یہ پہلی صورت ہے چونکہ کو موہم تھی
طحطاوی نے کہا شارح کو یون کہنا تھا واو قتلہما شخصان معا لہذا مترجم نے عبارت صحیح کا ترجمہ کیا خلافا لعبارۃ الشارح اور اگر پہلا مقتول معلوم ہو تو اسکے
قاتل پر قیمت واجب ہوگی اور دوسرے قاتل پر دیت آزاد کی واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی فقا رجل عینی عبد خیر مولاہ انشاء دفع مولاہ عبدہ المفقوء للفاقی
واخذ منہ قیمتہ کاملۃ او امسکہ ولا یاخذ منہ النقصان وقالا لہ اخذ النقصان وقال الشافعی ضمنہ القیمۃ وامسک الجثۃ العمیاء ایک مرد نے غلام کی دونون
آنکھیں پھوڑدین تو اسکے مالک کو اختیار ہے چاہے اپنا آنکھ پھوٹا غلام آنکھ پھوڑنے والے کو دے اور اس سے پوری قیمت لے یا چاہے اسکو اپنے پاس رکھے

ور اس سے نقصان نہ لے اور صاحبین نے کہا مالک کو نقصان لینا جائز ہے اور امام شافعی نے کہا اُسکو عوض نے دے اسے غلام کی قیمت کا ضمان ہے اور غلام کا اندھا
ہر اپنے پاس رکھے ولو جنی مدبر او ام ولد ضمن السید الاقل من القیمۃ ومن الارش لقیام قیمتہما مقامہما اور اگر غلام مدبر یا ام ولد جنایت کرے تو مالک تاوان
دے کمتر مال کا قیمت اور دیت سے یعنی اگر قیمت کم ہو دیت سے تو قیمت دے اور اگر دیت کم ہو قیمت سے تو دیت دے اسلیے کہ مدبر اور ام ولد کی قیمت قائم مقام ہے
اُنکے ہم مناسب یہ تھا کہ یہ مسئلہ باب سابق میں مذکور ہوتا اسواسطے کہ مدبر اور ام ولد قاتل ہے نہ مقتول فان دفع القیمۃ بقضاء فجنی المدبر او ام ولد جنایۃ
اخری شارک الثانی الاول اذ لیس فی جنایاتہ کلہا الا قیمۃ واحدۃ ولا شیء علی المولی لانہ مجبور علی الدفع پھر اگر مالک نے قیمت دی قاضی کے حکم سے پھر
مدبر یا ام ولد نے دوسری جنایت کی تو دوسرے مقتول کا وارث شریک ہوگا مقتول اول کے وارث کا اسواسطے کہ مدبر کی تمام جنایات میں سوا ایک
قیمت کے اور کچھ واجب نہیں اور مالک پر کچھ واجب نہیں اسواسطے کہ وہ مجبور ہے قیمت کے دینے پر یعنی بحکم قاضی وان دفع القیمۃ لولی الاولی بغیر قضاء اتبع
السید بحصتہ من القیمۃ ورجع بہا علی الاول لانہ قبضہ بغیر حق لان المولی لا یجب علیہ الا قیمۃ واحدۃ اور اگر مالک نے پہلے جنایت کے وارث کو قیمت
دی بدون حکم قاضی کے تو مقتول ثانی کا وارث پیچھا کرے مالک کا قیمت لینے کے واسطے بقدر اپنے حصے کے اور مالک اسقدر پھر لے مقتول اول کے وارث
سے اسلیے کہ وارث اول نے تمام قیمت پر ناحق قبضہ کیا اسواسطے کہ مالک پر تو سوا ایک قیمت کے کچھ واجب نہیں او اتبع ولی الجنایۃ الاولی یا وارث ثانی
وارث اول کا پیچھا کرے یعنی نصف قیمت اُس سے بانٹ لے اسواسطے کہ اُسنے اُسکا حق ناحق لیا وقالا لاشیء علی المولی اور صاحبین نے کہا قیمت بلا قضاء دینے
میں مالک پر کچھ لازم نہیں وان اعتق المولی المدبر وقد جنی جنایات لم تلزمہ ای المولی الا قیمۃ واحدۃ علم بالجنایۃ قبل العتق او لا لان حق الخ
لم یتعلق بالعبد فلم یکن مفوتا بالاعتاق اور اگر مالک نے مدبر کو آزاد کیا اور حالانکہ اُس سے جنایات متعددہ صادر ہوئے تو مولے پر سوا ایک قیمت کے کچھ
لازم نہوگا خواہ مالک کو قبل از عتق جنایت کا علم ہوا ہو یا نہوا ہو اسواسطے کہ وارث کا حق غلام کی ذات سے متعلق نہیں تو مالک آزاد کرنے سے اُس کے
حق کا ضائع کرنے والا نہ ٹھہرا وام الولد کالمدبر فیما مر اور ام ولد مدبر کے مانند ہے حکم مذکور میں یعنی مسئلہ اعتاق میں اقر المدبر او ام الولد بجنایۃ توجب
المال لم یجز اقرارہ لانہ اقرار علی المولی بخلاف ما اذا اقر بالقتل عمدا فانہ یصح اقرارہ علی نفسہ فیقتل بہ اور اگر مدبر یا ام ولد نے اس جنایت
کا اقرار کیا جو مال کی موجب ہے تو اُسکا اقرار جائز نہیں اسواسطے کہ یہ اقرار ہے مولے کے ضرر پر برخلاف اُسکے جب کہ اُسنے قتل عمد کا اقرار کیا تو اسکا اقرار
صحیح ہوگا اپنی ذات پر تو اپنے اقرار کے سبب سے مارا جاوے گا ولو جنی المدبر خطاء فمات لم تسقط قیمتہ عن مولاہ اور اگر مدبر نے جنایت کی بطور خطا
کے پھر وہ مرگیا تو اُسکی قیمت اُسکے مالک سے ساقط نہوگی ولو قتل المدبر مولاہ خطاء سعی فی قیمتہ اور اگر مدبر نے اپنے مالک کو بطریق خطا کے قتل کیا تو
کوشش کرے اپنی قیمت میں یعنی محنت مزدوری کرکے اپنی قیمت مالک کے وارث کو دے ولو عمدا قتلہ الوارث او استسعاہ فی قیمتہ ثم قتلہ درر اور
اگر مدبر نے اپنے مالک کو عمداً قتل کیا تو وارث اُسکو قتل کرڈالے یا وارث چاہے اُس سے محنت مزدوری کروادے اُسکی قیمت حاصل کرنے میں پھر حصول قیمت
کے بعد اُسکو قتل کرے کذا فی الدرر

فصل فی غصب القن وغیرہ یہ فصل ہے مملوک وغیرہ کے غصب کے احکام میں غیر مملوک سے مدبر اور صبی مراد ہے قطع ید عبدہ فغصبہ رجل وسرے
فمات منہ ضمن الغاصب قیمتہ اقطع مالک نے اپنے غلام کا ہاتھ کاٹا سو اُسکو غصب کیا ایک مرد نے اور زخم نے سرایت کی سو وہ اُسی زخم سے مرگیا تو غاصب
تاوان دے ہاتھ کٹے غلام کی قیمت کا وان قطع یدہ وہو فی ید غاصب فمات منہ بری الغاصب لصیرورتہ متلفا فیصیر مستردا اور اگر مالک نے غلام
کا ہاتھ کاٹا اور حالانکہ غلام غاصب کے پاس ہے سو وہ اسی زخم سے مرگیا تو غاصب بری الذمہ ہوگیا قیمت دینے کے تاوان سے بسبب ہو جانے مالک کے
تلف کرنے والا تو مالک پھیر لینے والا ٹھہر جاوے گا غصب عبد محجور مثلہ فمات فی یدہ ضمن لان المحجور مواخذ بافعالہ لا باقوالہ الا بعد عتقہ غلام

غیر ماذون نے اپنے مانند دوسرے کا غلام غیر ماذون غصب کیا سو وہ اسکے قبضے میں مرگیا سو وہ تاوان دے گا اسکی قیمت کا اسواسطے کہ غیر ماذون اپنے افعال
میں ماخوذ ہے نہ اپنے اقوال میں مگر آزاد ہونے کے بعد اقوال میں بھی ماخوذ ہوگا مدبر جنی عند غاصبہ فردہ ثم جنی عند سیدہ اخرے ضمن السید قیمتہ لہما نصفین
مدبر نے جنایت کی اپنے غاصب کے پاس سو غاصب نے اسکو پھیر دیا مالک کو مدبر نے اپنے مالک کے پاس دوسری جنایت کی تو مالک اسکی قیمت کا
تاوان دے دونوں مقتولوں کے وارثوں کو نصفا نصف یعنی نصف قیمت مقتول اول کے وارث کو دے اور نصف باقی دوسرے کے وارث کو ورجع
المولی بنصف قیمتہ علی الغاصب ودفعہ ای دفع المولی نصف قیمتہ الی ولی الجنایۃ الاولی لان حقہ لم یجب الا والمزاحم قائم اور مالک مدبر کی
نصف قیمت بھرلے غاصب سے اور سولے وہی نصف قیمت جنایت اول کے وارث کو دے اسلیے کہ اسکا حق واجب نہوا تھا مگر اس حال میں کہ مزاحم موجود تھا
ہم طحطاوی نے کہا حلبی نے زیلعی سے امام اور ابو یوسف کی دلیل یوں نقل کی ہے کہ مقتول اول کا حق تمام قیمت میں تھا اسواسطے کہ جب وہ مقتول ہوا تھا تو کوئی
مزاحم اور منازع اسکا نہ تھا اور کمی جو ہوئی تو مقتول ثانی کی مزاحمت کے سبب سے ہوئی پھر جبکہ غلام کا بدلا مالک کے ہاتھ میں آیا خارج از حق غیر تو وارث اول اسکو لیگا
تاکہ اسکا حق پورا ہو جاوے انتہے تو اس بیان سے معلوم ہوا کہ شارح کی عبارت میں خلل ہے شارح کو یوں کہنا مناسب تھا لان حقہ وجب حین لا مزاحم یعنی مقتول اول
کے وارث کا حق اس وقت واجب ہوا تھا جبکہ اسکا کوئی مزاحم نہ تھا ثم رجع المولے بہ علی الغاصب لانہ اخذ منہ بسبب کان عند الغاصب پھر دوسری بار
مالک نصف قیمت غاصب سے بھرلے اسواسطے کہ مولی سے جو لیا گیا اس سبب سے لیا گیا جو غاصب کے پاس ہوا ولو بعکسہ بان جنی عند مولاہ ثم غاصبہ لا یرجع المولے
علی الغاصب بہ ثانیا لان الجنایۃ الاولے کانت فی ید المالک اور مسئلہ سابقہ کے بالعکس یعنی مدبر نے جنایت کی اپنے مالک کے پاس پھر جنایت کی اپنے غاصب کے
پاس تو مالک غاصب سے دوسری بار نصف قیمت نہ بھرلیگا اسواسطے کہ پہلی جنایت اسکے مالک کے پاس واقع ہوئی ہے نہ غاصب کے پاس والقن فی
الفصلین کالمدبر غیر ان المولی یدفع العبد نفسہ ہنا وثمہ ای فی المدبر القیمۃ کما مر اور غلام خالص دونوں صورت میں یعنی خواہ غاصب کے پاس جنایت
واقع ہو خواہ مالک کے پاس مدبر کے مانند ہے سوائے اس بات کے کہ مالک یہاں خود غلام کو دے گا اور وہاں یعنی جنایت مدبر میں قیمت دیگا چنانچہ مذکور ہو چکا
مدبر جنی عند غاصبہ فردہ فغصبہ ثانیا فجنی عنده کان علی سیدہ قیمتہ لہما ورجع بقیمتہ علی الغاصب لکونہما عنده ودفع المولی نصفہا
ای القیمۃ الماخوذۃ ثانیا الی ولی الجنایۃ الاولی ورجع المولے بذلک النصف علی الغاصب مدبر نے جنایت کی اپنے غاصب کے پاس پھر اسنے مالک کو پھیر دیا
پھر غاصب نے دوبارہ غصب کیا سو اسنے غاصب کے پاس پھر جنایت کی تو اسکے مالک پر قیمت مدبر کی دونوں مقتولوں کے واسطے واجب ہوگی اور مالک قیمت
بھرلے غاصب سے اس لیے کہ دونوں جنایتیں غاصب کے پاس واقع ہوئیں اور سولے نصف قیمت ماخوذہ جنایت اول کے وارث کو دوسری بار دے اور وہی
نصف قیمت جو وارث اول کو دے غاصب سے بھرلے وام الولد فی کلہا کالمدبر اور ام ولد ان سب صورتوں میں مدبر کے مانند ہے غصب رجل صبیا حرا لا یعبر عن نفسہ
والمراد بغصبہ الذہاب بہ بلا اذن ولیہ فمات فی یدہ فجاۃ او بحمی لم یضمن ایک مرد نے وہ صغیر آزاد جو اپنا حال بیان نہیں کر سکتا غصب کیا
پھر وہ آزاد غاصب کے ہاتھ میں مرگیا ناگہان یا تپ کے سبب سے تو مرد پر تاوان نہیں غصب سے مراد صغیر کا لیجانا ہے بدون اجازت اسکے ولی کے ہم یعنی غصب کے
معنی مجازی یہاں مراد ہیں اسلیے کہ آزاد میں غصب ثابت نہیں ہوتا ضمان اسواسطے ثابت نہوا کہ موت ناگہانی اور تپ آنا ہر مقام میں ممکن مختلف باختلاف الاماکن
نہیں ہے وان مات بصاعقۃ او نہش حیۃ فدیتہ علی عاقلۃ الغاصب استحسانا لتسببہ بنقلہ لمکان الصواعق والحیات حتی لو نقلہ لموضع یغلب فیہ
الحمی والامراض ضمن فتجب فیہ الدیۃ علی العاقلۃ لکونہ قتلا تسببا ہدایۃ وغیرہا اگر صغیر مذکور مرگیا بجلی کے گرنے سے یا سانپ کے کاٹنے سے تو اسکی دیت
غاصب کی عاقلہ پر ہے بدلیل استحسان کے اسواسطے کہ غاصب سبب پڑا ہے بجلیوں یا سانپوں کے مکان کی طرف نقل کرنے کا تو اگر غاصب صغیر کو اس مکان میں
لے گیا جہاں اکثر تپ اور امراض لاحق رہتے ہیں تو ضمان لازم ہوگا تو اسمیں بھی عاقلہ پر دیت واجب ہوگی قتل تسبب کا موجب ہونے سے کذا فی الہدایہ

وغیرہا قلت وبقی لو نقل الحر الکبیر لہذہ الاماکن تعدیا ان مقیدا ولم یمکنہ التحرز عنہ ضمن وان لم یمنعہ من حفظ نفسہ لا لانہ بتقصیرہ فحکم صغیر ککبیر مقید عنایہ میں
کہتا ہوں باقی رہ گئی ایک صورت کہ اگر آزاد بالغ کو کوئی شخص اُن مکانات کی طرف لے گیا زبردستی اگر مقید کرکے اسطرح لے گیا کہ اُسکو بچنا اُس سے
ممکن نہیں تو قاتل پر ضمان لازم ہوگا اور اگر بالغ اُسکو مانع نہوا اپنی ذات کی حفاظت سے تو ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ بالغ کی تقصیر کے سبب سے ہوا تو صغیر کا حکم کبیر
کے مانند مقید بقید مذکور ہے کذا فی العنایہ ولو غصب صبیا فغاب عن یدہ حبس الغاصب حتی یجئ بہ او یعلم موتہ خانیۃ کما لو خدع امرأۃ رجل حتی وقعت الفرقۃ بینہما
فانہ یحبس حتی یردہا او تموت خلاصہ اور اگر صغیر کو غصب کیا پھر وہ غائب ہوگیا اُسکے پاس سے تو غاصب محبوس رہیگا یہانتک کہ اُسکو لے آوے یا اُسکی موت
معلوم ہوجاوے کذا فی الخانیۃ چنانچہ اگر ایک مرد کی عورت کو فریب سے لیگیا یہانتک کہ زوجین میں جدائی پڑ گئی اسطرح کہ زوج کو معلوم نہیں کہ زوجہ کہاں ہے تو وہ
شخص محبوس رہیگا یہانتک کہ اُسکو پھیر لادے یا عورت مرجاوے یعنی اُسکی موت معلوم ہوجاوے کذا فی الخلاصۃ امر ختانا لیختن صبیا ففعل الختان ذلک فقطع
حشفتہ ومات الصبی من ذلک فعلی عاقلۃ الختان نصف دیتہ وان لم یمت فعلی عاقلتہ کلہا وقد تقدمت فی باب ضمان الاجیر وفی معایات الوہبانیۃ
وس ذا الذی ان یجنیہ فما شئ علیہ اذا مات بالموت یشطر ختنہ کرنے والے کو حکم کیا کہ صغیر کا ختنہ کرے سو اُسنے ختنہ کیا تو اُسکی سپاری کاٹ ڈالی اور
لڑکا مرگیا اس سبب سے تو ختنہ کرنے والے کی عاقلہ پر نصف دیت ہے اور اگر وہ نہ مرا تو اُسکی عاقلہ پر پوری دیت ہے اور یہ مسئلہ ضمان اجیر کے باب میں سابق مذکور
ہوچکا اور وہبانیہ کی چیستان میں یہ مسئلہ یوں مذکور ہے کہ وہ کون جانی ہے اگر اُسکا مجنی مرے تو اُسپر وہ واجب ہے جبکہ نہ مرے نصف اُسکا واجب ہو موت سے یعنی اگر
نہ مرے تو پوری دیت واجب ہو اور مرے تو نصف واجب ہو وہ کون جنایت کرنیوالا ہے جواب یہ ہے کہ وہ ختنہ کرنیوالا ہے جسکا تصور کیا گیا ۱۲ مترجم حمل صبیا علی دابۃ وقال امسکہا
لی فسقط الصبی ولم یکن منہ تسییر فمات کان علی عاقلتہ من حملہ ای دیۃ الصبی کان الصبی ممن رکب مثلہ او لا رکب وتمامہ فی الخانیۃ مانند اس شخص کے
جسنے صغیر کو جانور پر چڑھایا اور کہا جانور کو تھامے رکھ میرے واسطے سو صغیر گر پڑا اور اُسنے جانور کو ہانکا نہ تھا پھر وہ مرگیا تو چڑھانے والے کی عاقلہ پر صغیر کی دیت
واجب ہے خواہ اتنی عمر کا لڑکا سوار ہوتا ہو یا سوار نہوتا ہو اور اسکا پورا بیان خانیہ میں ہے الصبی اودع عبد افقتلہ ای قتل الصبی العبد المودع ضمن عاقلتہ ای الصبی
قیمتہ مانند اس صغیر کے جسکے پاس غلام ودیعت رکھا گیا سو اُسنے اُسکو قتل کیا یعنی صغیر نے غلام مودع کو قتل کیا تو صبی کا عاقلہ غلام کی قیمت کا ضمان
دیگا فان اودع طعاما بلا اذن ولیہ ولیس ماذونا فی التجارۃ فاکلہ لم یضمن لانہ سلطہ علیہ وقال ابو یوسف رح والشافعی یضمن پھر اگر صغیر کے پاس کھانا ودیعت
رکھا گیا بدون اسکے ولی کے اذن کے اور صغیر ماذون فی التجارۃ بھی نہیں ہے سو صغیر نے کھانا کھا لیا تو اُسپر ضمان نہیں اسواسطے کہ صاحب طعام نے صغیر کو طعام پر
مسلط کردیا اور ابو یوسف اور شافعی نے کہا کہ ضمان دیگا وکذا لو اودع عبد محجور مالا فاستہلکہ ضمنہ بعد عتقہ وعند ابی یوسف والشافعی فی الحال اور اسی طرح اگر
غلام محجور کے پاس مال ودیعت رکھا گیا سو اُسنے اُسکو تلف کیا تو اُسکا تاوان دیگا آزاد ہونے کے بعد اور ابو یوسف اور شافعی کے نزدیک فی الحال تاوان دیگا و
کذا الخلاف لو اعیرا واقرضا اور اسی طرح اختلاف ہے اگر صغیر اور غلام محجور کو عاریت دی گئی یا قرض دیا گیا ہو یعنی صغیر اور غلام نے کوئی چیز عاریت لی یا بطور قرض کے
پھر تلف کی تو صغیر غیر ماذون پر ضمان نہیں بالغ ہونے کے بعد بھی اور غلام پر آزاد ہونے کے بعد ضمان ہے اور شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک فی الحال ضمان ہے
کذا فی الطحطاوی ولو کان باذن او ماذونا ضمن بالاجماع اور اگر رعایت یا قرض اذن سے ہو یا وہ ماذون فی التجارۃ ہو تو بالاتفاق ضمان لازم ہوگی لو استہلک
الصبی مال الغیر بلا ودیعۃ ضمنہ فی الحال چنانچہ اگر صغیر نے غیر کا مال بدون ودیعت کے تلف کیا تو اُسکا ضمان بالاتفاق لازم ہوگا فی الحال قلت وہذا کلہ
لو الصبی عاقلا والا فلا یضمن بالاجماع وتمامہ فی العنایۃ والشرنبلالیہ عن الشلبی ومسکین علی خلاف ما فی الملتقی والہدایۃ والزیلعی فلیحفظ میں کہتا ہوں اور
یہ تمام مذکور اس صورت میں ہے جبکہ صغیر عاقل اور فہمیدہ ہے اور اگر عاقل نہو تو اُسپر ضمان لازم نہیں ہے بالاتفاق اور اسکی پوری تفصیل عنایہ اور شرنبلالیہ میں شلبی اور مسکین سے
منقول بر خلاف ملتقی و ہدایہ اور زیلعی کے تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ۱۲ م تو معلوم ہوا کہ وجوب ضمان کیواسطے اشتراط عقل صغیر اور عدم اشتراط میں اہل مذہب کے دو طریقے ہیں

باب القسامة

یہ باب ہے قسامہ کے مسائل میں۔ ھی قسامہ بالفتح میں اختلاف ہے درباب لغت کا۔ بعضوں نے کہا مصدر ہے مانند قسم کے۔ اور بعضوں نے کہا اسم مصدر ہے کذا فی الطحطاوی۔ بمعنی القسم وھو الیمین مطلقا قسامہ لغت عرب میں بمعنی قسم کے ہے اور وہ یمین اور حلف ہے مطلقا یعنی خواہ ایک آدمی قسم کھائے یا زیادہ۔ وشرعا الیمین باللہ تعالی بسبب مخصوص وعدد مخصوص علی شخص مخصوص علی وجہ مخصوص سیاتی بیانہ۔ اور قسامہ اصطلاح شرع میں قسم ہے اللہ تعالی کے نام کی سبب مخصوص اور عدد مخصوص کی جہت سے مخصوص شخص پر بابت وجہ مخصوص کے اور بیان اسکا عنقریب آتا ہے۔ ہم قسامہ عبارت ان قسموں سے ہے جو پچاس آدمیوں سے لیجاویں۔ اور قسامہ کا سبب اس مقتول کا پایا جانا ہے محلہ یا اور کسی جگہ جسکا قاتل معلوم نہیں ہے۔ اور شرط قسامہ یہ ہے کہ مرد عاقل بالغ آزاد ہو تو عورت اور مجنون اور صغیر اور غلام پر قسامہ نہیں۔ اور یہ بھی شرط ہے کہ میت پر قتل کا اثر موجود ہو۔ اور رکن اسکا یہ ہے کہ یوں کہیں کہ ہم نے اسکو نہیں قتل کیا اور نہ ہم اسکے قاتل کو جانتا ہوں۔ اور حکم قسامہ کا یہ ہے کہ دیت واجب ہوتی ہے تین برس کے اندر۔ اور مشروع ہونا قسامہ کا ثابت ہے احادیث صحیحہ اور اجماع سے کذا فی الطحطاوی۔ مختصر عینی نے شرح ہدایہ میں کہا کہ قسامہ کی خوبی اور اسکی مشروعیت میں حکمت یہ ہے کہ خونریزی کو لوگ حفاظت سے بچیں اور مفت ضائع ہونے خون سے بچیں اور جس پر قتل کی تہمت لگی ہے وہ قصاص سے خلاصی پاوے۔ میت حر ولو صبیا او مجنونا بہ جرح او اثر ضرب او خنق او خروج دم من اذنہ او عینہ وجد فی محلۃ او وجد بدنہ او اکثرہ من ای جانب کان او نصفہ مع راسہ۔ آزاد مردہ جسمیں زخم ہے یا مار یا گلا دابنے کا نشان ہے یا خون کا بہنا ہے اسکے کان یا آنکھ سے وہ ایک محلہ میں پایا گیا یا اسکا بدن یا اکثر بدن کسی طرف یعنی سر کی طرف سے یا پاؤں کی جانب سے پایا گیا یا نصف جسم سر کے ساتھ ملا اگرچہ میت مذکور لڑکا یا مجنون ہے کذا فی الشرنبلالیہ۔ اگر غلام خالص غیر ملک مولی میں مقتول پایا جاوے تو اسمیں قسامہ ثابت ہے اور قیمت اسکی واجب ہے تین سال میں چنانچہ شرنبلالیہ میں ہے تو اگر شارح آزاد کی قید میت میں نہ لگاتا تو بہتر تھا کذا فی الطحطاوی۔ والنفس وان ورد فی البدن لکن للاکثر حکم الکل حتی لو وجد اقل من نصفہ ولو مع راسہ لا شئ لئلا یودی لتکرار القسامۃ فی قتیل واحد وھو غیر مشروع۔ اور نفس اگرچہ بدن میں وارد ہے لیکن اکثر بدن بمنزلہ تمام بدن کے ہے تو اگر نصف بدن سے کمتر پایا جاوے اگرچہ نصف اسکے ساتھ سر بھی ہو تو قسامہ ثابت نہ ہوگا تاکہ دوبار قسامہ ثابت نہ ہو ایک مقتول میں اور تکرار قسامہ شرع میں ثابت نہیں یعنی اگر کمتر نصف بدن میں قسامہ ہوتا تو ایک شخص میں دوبار قسم کھانے کی نوبت پہونچتی ایکبار اکثر بدن کے ملنے سے اور دوسری بار اقل بدن کے ملنے سے اور یہ شرع میں درست نہیں۔ ولم یعلم قاتلہ اذ لو علم کان ھو الخصم وسقطت القسامۃ۔ اور میت مذکور کا قاتل معلوم نہو کیونکہ اگر قاتل معلوم ہوگا تو وہ صاحب خصومت ہوگا اور قسامہ ساقط ہو جاویگا۔ وادعی ولیہ القتل علی اھلھا ای المحلۃ کلھم او ادعی علی بعضھم حلف خمسون رجلا منھم۔ اور اس میت کا وارث قتل کا دعوی کرے تمام محلے والوں پر یا دعوی کرے بعضوں پر تو ان شخصوں سے یعنی پچاس مرد قسم کھاویں۔ یختارھم الولی باللہ ما قتلناہ ولا علمنا لہ قاتلا ای یحلف کل منھم باللہ ما قتلت ولا علمت لہ قاتلا۔ قسم کھاویں پہلے اہل محلہ میں سے پچاس مرد کو وارث مقتول کا اختیار کرے کہ قسم خدا کی ہم نے اسکو قتل نہیں کیا اور نہ ہم اسکے قاتل کو جانتے ہیں اسطرح کہ ہر مرد انمیں سے قسم کھاوے کہ خدا کی قسم میں نے اسکو قتل نہیں کیا اور نہ میں اسکے قاتل کو جانتا ہوں۔ ہم ہر شخص بصیغہ واحد قسم کھاوے نہ بصیغہ جمع اس احتمال سے کہ فقط ایک ہی شخص نے اسکو قتل کیا ہو تو صیغہ جمع میں وہ سچا ٹھہریگا یعنی سب لوگوں نے اسکو نہیں مارا بلکہ ایک نے مارا اور اگر سب نے مارا ہوگا تو بھی صیغہ واحد سے ہر شخص قاتل ٹھہریگا۔ لا یحلف الولی وقال الشافعی ان کان ثمۃ لوث استحلف الاولیاء خمسین یمینا ان اھل المحلۃ قتلوہ ثم یقضی بالدیۃ علی المدعی علیہ وقضی مالک بالقود ولو الدعوی بالعمد۔ قسم کھلاوے وارث اور امام شافعی نے کہا کہ اگر وہاں لوث ہو یعنی نشان قرینہ اور اشتباہ ہو تو وارثوں سے پچاس بار قسم لیجاوے کہ اہل محلہ نے اسکو قتل کیا ہے پھر دیت کا حکم کیا جاوے مدعا علیہ پر اور امام مالک نے قصاص کا حکم کیا ہے اگر قتل عمد کا دعوی ہو۔ ہم لوث یہ کہ قتل کی علامت ایک شخص پر پائی جاوے یا ظاہر حال مدعی کی صداقت کا شاہد ہو یعنی اہل محلہ مقتول سے ظاہری عداوت رکھتے ہوں یا ایک شاہد عادل یا چند شخصوں غیر عادل گواہی دیتے ہوں کہ محلے والوں نے اسکو قتل کیا ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کو لکھا کہ یہ مقتول تمہارے اندر پایا گیا سو تمہاری بچاؤ کی کیا صورت ہے سو یہودیوں نے لکھا کہ ایسا حادثہ بھی بنی اسرائیل میں واقع ہوا تھا سو خدا نے موسی علیہ السلام پر کچھ حکم اتارا تھا اگر تم نبی ہو تو خدا سے اس حکم کو دریافت کرو تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو لکھا کہ خدا نے مجھکو بتایا کہ تم میں سے پچاس مرد کو اختیار کروں سو وہ خدا کی قسم کھاویں کہ ہم نے اسکو قتل نہیں کیا ہے اور

نہ ہم اُسکے قاتل کو جانتے ہیں پھر تم اُسکا خونبہا ادا کرو تو یہودیوں نے کہا کہ تم نے ہم لوگوں میں ناموس یعنی وحی ربانی کا حکم کیا کذا فی الدر عن الزیلعی عینی نے شرح ہدایہ میں کہا کہ ہماری دلیل یہ حدیث ہے ترمذی کی کہ البینۃ علی المدعی والیمین علی المدعی علیہ اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن نصف حدیث صحاح ستہ میں متفرق موجود ہے صحیح مسلم تو یوں ہے ولکن الیمین علی المدعی علیہ اور باقی صحاح میں یوں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعی علیہ پر قسم کا حکم کیا تو معلوم ہوا کہ وظیفہ مدعی علیہ کا قسم ہے اور مدعی کا وظیفہ قسم نہیں ہے اس تقریر سے ترمذی کی حدیث قوی ہو گئی انتہی

ثم قضی علی اہلہا بالدیۃ لاطلاقہا ای ان وقعت الدعوی بقتل عمد وان وقعت الدعوی بخطاء فقد یقال ای فیقضی بالدیۃ علی عواقلہم کما فی شرح المجمع معزیا للذخیرۃ والخانیۃ ونقل ابن الکمال عن المبسوط ان فی ظاہر الروایۃ القسامۃ علی اہل المحلۃ والدیۃ علی عواقلہم ای فی ثلث سنین وکذا قیمۃ القن توخذ فی ثلث سنین شرنبلالیۃ

پھر اہل محلہ کی قسم کے بعد اُنپر دیت کا حکم کیا جاوے لیکن نہ ہر طرح کے دعوے میں بلکہ اگر قتل عمد کا دعوے واقع ہوا ہو تو انپر دیت کا حکم ہوگا اور اگر قتل خطا کا دعوے واقع ہوا ہو تو اہل محلہ کے عواقل یعنی مددگاروں پر دیت کا حکم ہوگا چنانچہ شرح مجمع میں ہے ذخیرہ اور خانیہ سے منقول اور ابن کمال نے مبسوط سے نقل کیا ہے کہ ظاہر الروایہ میں اہل محلہ پر قسامہ ہے اور اُنکے مددگاروں پر دیت ہے یعنی تین سال کے اندر اور اسی طرح غلام مقتول کی قیمت تین سال میں لیجاوے گی کذا فی الشرنبلالیۃ

وان لم یتم العدد کرر الحلف علیہم لیتم خمسین یمینا اور اگر اہل محلہ میں پچاس عدد کا شمار پورا نہو تو مکرر قسم لیجاوے اُنسے تاکہ پچاس قسمیں پوری ہوجاویں **وان تم العدد واراد الولی تکرارہ لا** اور اگر پچاس کا شمار پورا ہوگیا اور وارث نے تکرار قسم کا ارادہ کیا تو مکرر قسم نہ لیجاوے گی **ومن نکل منہم حبس حتی یحلف علی الوجہ المذکور** اور جو شخص اُنمیں سے قسم نہ کھائے تو قید کیا جاوے

ہذا فی دعوی القتل العمد اما فی الخطاء فیقضی بالدیۃ علی عاقلتہم ولا یحبسون ابن کمال معزیا للخانیۃ اور جو شخص اُنمیں سے قسم نہ کھائے تو قید کیا جاوے یہانتک کہ قسم کھاوے اسطرح جو یہاں مذکور ہو چکی یہ حکم ہے قتل عمد کے دعوے میں اور قتل خطا میں تو اُنکے مددگاروں پر دیت کا حکم ہوگا اور وہ محبوس نہونگے چنانچہ ابن کمال نے خانیہ سے نقل کیا ہے

ولو اقر علی نفسہ او عبدہ قبل اقرارہ ولو علی غیرہ فصدقہ الولی سقط التحلیف عن اہل المحلۃ اور اگر ایک شخص نے اپنی ذات یا اپنے غلام پر قتل کا اقرار کیا تو اُسکا اقرار مقبول ہوگا اور اگر غیر شخص پر قتل کا اقرار کیا سو مقتول کے وارث نے اُسکی تصدیق کی تو اہل محلہ سے قسم لینا ساقط ہوگیا

ولا قسامۃ علی صبی ومجنون وامراۃ وعبد اور قسامہ نہیں صغیر اور دیوانے اور عورت اور غلام پر اسواسطے کہ صغیر اور مجنون قسم کے لائق نہیں اور عورت اور غلام نصرت کے لائق نہیں اور قسم ہوتی ہے مددگاروں پر

ولا قسامۃ ولا دیۃ فی میت لا اثر بہ لانہ لیس بقتیل لان القتیل عرفا ہو فائت الحیوۃ بسبب مباشرۃ الحی وہذا مات حتف انفہ والغرامۃ تتبع فعل العبد اور نہ قسامہ ہے نہ دیت اُس میت میں جسمیں قتل اور ضرب کا کچھ نشان نہیں اسلیے کہ وہ مقتول نہیں ہے کیونکہ مقتول عرف میں وہ ہے جسکی زندگی فوت ہوگئی ہو زندہ کے کرتب سے اور وہ میت تو اپنی موت مرگیا ہے اور تاوان تابع ہوتا ہے عبد مکلف کے فعل سے

او یسیل دم من فمہ او انفہ او دبرہ او ذکرہ لان الدم یخرج منہا عادۃ بلا فعل احد بخلاف الاذن والعین یا خون بہتا ہو میت کے منہ یا ناک یا مقعد یا ذکر سے تو قسامہ اور دیت نہیں اسواسطے کہ خون نکلتا ہے اُن مکانات سے عادت میں بدون فعل انسان کے برخلاف کان اور آنکھ کے

او نصفہ ای ولا قسامۃ فی نصف میت شق طولا او اقل منہ ای من نصفہ ولو معہ الراس لما مر یا اسکے نصف میں یعنی قسامہ نہیں میت کے اُس نصف بدن میں جو طول میں پھاڑ گیا یا نصف سے کمتر بدن میں قسامہ نہیں اگرچہ اقل بدن کے ساتھ سر بھی ہو بدلیل گذشتہ یعنی مذکور ہو چکا کہ قسامہ نہیں مگر تمام بدن یا اکثر بدن میں

او علی رقبتہ ای المیت حیۃ ملتویۃ لان الظاہر انہ مات بہا بزازیۃ یا میت کی گردن پر سانپ لپٹا ہوا ہے تو قسامہ اور دیت نہیں اسواسطے کہ ظاہر حال یہ ہے کہ وہ سانپ کے سبب سے مرگیا ہے کذا فی البزازیہ

وما تم خلقہ کالکبیر ای وجد سقط تام الخلقۃ بہ اثر الضرب وجبت القسامۃ والدیۃ فی ظہیریۃ یا تخالفہ اور جسکی پیدائش پوری ہو چکی وہ بڑے آدمی کے برابر ہے یعنی تندرست بچہ پیٹ سے گرایا گیا جسمیں ضرب کی نشانی موجود ہے تو قسامہ اور دیت واجب ہے اور ظہیریہ میں اسکے مخالف ہے یعنی اسمیں قسامہ اور دیت نہیں

فان ادعی الولی علی واحد من غیرہم کان ابراء منہم لاہل المحلۃ وسقطت القسامۃ عنہم پھر اگر وارث نے اہل محلہ کے سوا ایک شخص پر قتل کا دعوی کیا تو یہ اُسکی طرف سے ابرا ہے محلے والوں کے واسطے

اور قسامہ انکے اوپر سے ساقط ہو گیا فان ادعی الولی علی معین منہم لاسقط وقیل تسقط اور اگر وارث نے محلے والون مین سے ایک شخص پر قتل کا دعوی کیا تو باقیون سے قسامہ ساقط نہین ہوتا اور قول ضعیف مین ساقط ہو جاتا ہی تم قول اول ظاہر الروایۃ ہی اور قول ثانی ابو یوسف سے مروی ہی کذا فی الطحطاوی قتیل علی دابۃ معہا سائق او قائد او راکب فدیتہ علی عاقلتہ دون اہل المحلۃ لانہ فی یدہ فصار کانہ فی دارہ ایک مقتول ہی اس جانور پر جسکے ساتھ ایک ہانکنے والا یا کھینچنے والا یا سوار ہی تو انکی دیت سائق یا قائد یا راکب کے مددگارون پر ہی نہ اہل محلہ پر اسواسطے کہ وہ مقتول اُسکے قبض و تصرف مین ہی تو گویا اُسکے گھر مین ہی ولو اجتمع فیہا سائق و قائد و راکب فالدیۃ علیہم جمیعا وان لم یکن ملکا لہم عملا بیدہم وقیل القسامۃ والدیۃ علی مالک الدابۃ کالدار وقیل لا تجب علی السائق الا اذا کان یسوقہا مختفیا وبہ جزم فی الجوہرۃ اور اگر جانور مین سائق اور قائد ور راکب تینون مجتمع ہون تو دیت ان سب پر ہی اگرچہ جانور انکا مملوک نہو بنا بر انکے قبض و تصرف کے اور بعضون نے کہا کہ قسامہ اور دیت جانور کے مالک پر ہی جیسے گھر کے مالک پر قسامہ اور دیت واجب ہی اور بعضون نے کہا کہ ہانکنے والے پر واجب نہین مگر جبکہ وہ جانور کو مخفی ہانکتا ہو اور اسی اخیر قول پر یقین کیا ہی جوہرہ مین وان لم یکن معہا احد فالدیۃ والقسامۃ علی اہل المحلۃ التی فیہا القتیل علی الدابۃ اور اگر جانور کے ساتھ کوئی نہو تو دیت اور قسامہ ان محلے والون پر ہی جنکے محلے مین مقتول جانور پر پایا گیا وان مرت دابۃ علیہا قتیل بین قریتین او قبیلتین فعلی اقربہما لما روی انہ صلی اللہ علیہ وسلم امر فی قتیل وجد بین قریتین بان یذرع فوجد الی احدہما اقرب بشبر فقضی علیہم بالقسامۃ ولو استویا فعلیہما وقید الدابۃ اتفاقی قہستانی اور اگر ایک جانور گذرا جسپر مقتول ہی دو گانون مین یا دو قوم کے درمیان تو جو اُنمین نزدیک تر ہوگا اُسپر قسامہ اور دیت ہی اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہی کہ حضرت نے اُس مقتول مین جو دو گانون کے درمیان پایا گیا یہ حکم کیا کہ دونون کی مسافت ناپی گئی تو وہ مقتول ایک گانون کی طرف بالشت بھر نزدیک ٹھہرا تو انھین لوگون پر قسامہ کا حکم ہوا اور اگر دونون گانون برابر ہون بالکل و کاست تو دونون پر قسامہ ہوگا اور جانور کی قید اتفاقی ہی شرط نہین ہی کذا فی القہستانی ثم قرب کا اعتبار تو اسوقت ہی جبکہ مباح زمین ہو اور اگر زمین مملوک ہی تو مکان کا اعتبار ہی چنانچہ بزازیہ مین یون مصرح ہی کہ اگر مقتول پایا گیا ایک گانون کی زمین مین لیکن وہ متصل ہی دوسرے گانون کے گھرون سے تو اگر زمین مالک ہی تو مالک پر قسامہ ہی اور نہین تو نزدیک تر پر ہی تو ملک کا اعتبار کیا نہ قریب کا تو قرب کا وہان اعتبار ہی جہان زمین کسی کی مملوک نہین کذا فی الطحطاوی عن المنح بشرط سماع الصوت منہم ہکذا عبارۃ الزیلعی وعبارۃ الدرر وغیرہا منہ وعبارۃ البرجندی نقلا عن الکافی یسمعون صوتہ لان حینئذ یلحقہ الغوث فینسبون الی التقصیر فی النصرۃ نزدیک تر اہل قریہ پر قسامہ اور دیت ہی بشرطیکہ اُنکی آواز مُسن پڑتی ہو اسی طرح کی عبارت ہی زیلعی کی اور درر وغیرہ کی عبارت یون ہی بشرطیکہ مقتول کی آواز اہل قریہ کو سُن پڑتی ہو اور برجندی کی عبارت کافی سے یون منقول ہی کہ اہل قریہ اُسکی آواز سُنتے ہون اسواسطے کہ سماعت آواز کے وقت فریاد رسی لاحق ہو سکتی ہی تو اہل قریہ مددگاری مین منسوب بہ تقصیر ہونگے ثم طحطاوی نے کہا کہ دونون عبارتون کا مآل ایک ہی جب اہل قریہ کی آواز مقتول کے پاس پہونچتی ہوگی تو غالبا مقتول کی آواز بھی گانون تک پہونچے گی والا بان کان فی موضع لا یسمع منہ الصوت لا تلزمہم نصرتہ فلا ینسبون الی التقصیر فلا یجعلون قاتلین تقدیرا اور نہین تو نہین یعنی اگر مقتول ایسے مکان مین ہو کہ اُسکی آواز نہ سُنی جاتی ہو تو اہل قریہ کو اُسکی مددگاری لازم نہین تو وہ منسوب بہ تقصیر نہونگے تو وہ تقدیرا قاتل بھی نہ ٹھہرائے جاوینگے ثم یعنی قسامہ اور دیت اہل قریہ پر اسوجہ سے ہی کہ جب مقتول کی انھون نے مدد نہ کی تو گویا وہی اسکے قاتل ٹھہرے لہذا اُنپر دیت لازم ہوئی پھر جب وہ ایسے بعید مکان مین مقتول ہوا کہ اُسکی آواز گانون تک نہین پہونچ سکتی تو وہ عدم نصرت مین معذور ہین تو اُنکی تقصیر ثابت نہ ہوئی تو خونبہا بھی اُنپر لازم نہ آیا ویراعی حال المکان الذی وجد فیہ القتیل فان کان مملوکا تجب القسامۃ علی الملاک والدیۃ علی عاقلتہم وکذا لو موقوفا علی ارباب معلومین لان العبرۃ للملاک والولایۃ کما افادہ المصنف مستندا للولوالجیۃ والبزازیۃ قلت وسیجئ التصریح بہ فی المتن تبعا للدرر وغیرہا وحینئذ فلا عبرۃ للقرب الا اذا وجد فی مکان مباح لا ملک فیہ لاحد ولا ید اور رعایت ہوگی اُس مکان کے

حال کی جسمین مقتول پایا گیا سو اگر وہ مکان مملوک ہوگا تو قسامہ واجب ہوگا اُسکے مالکون پر اور دیت واجب ہوگی اُنکے مددگارون پر اور اسی طرح اگر وہ
مکان معین لوگون پر وقف ہوگا تو مستحقون پر قسامہ ہے اور دیت اُنکے مددگارون پر ہے اسلیے کہ ملک اور ولایت یعنی تصرف کا اعتبار ہے چنانچہ مصنف نے شرح مین
ولوالجیہ اور بزازیہ سے نقل کیا ہے مین کہتا ہون اور عنقریب اسکی تصریح آویگی متن مین درر وغیرہ کی پیروی سے تو اُسوقت مین قرب مکان کا کچھ اعتبار نہین مگر جبکہ مقتول
اُس مکان مباح مین پایا جاے جسمین نہ کسی کی ملک ہے نہ قبضہ اور تصرف اور محیط سرخسی مین ہے کہ جب مقتول ملا بیابان مین تو اگر وہ کسی کا مملوک ہے تو قسامہ اور دیت
مالک اور اسکی قوم پر ہے اور اگر کسی کی ملک نہین تو اگر مقتول کی آواز سُنی جاتی ہو کسی شہر سے تو اُنپر قسامہ ہے اور اگر آواز نہ سُن پڑتی ہو تو اگر اُس جنگل سے
اہل اسلام کو فائدہ ہوتا ہو لکڑی اور گھانس سے تو دیت اُسکی بیت المال سے دیجاے اور اگر اہل اسلام کو وہان سے کچھ فائدہ نہین ہوتا تو اُسکا خون رایگان ہے اور
اسی طرح کا حکم ہے اگر بیابان مین مقتول پایا جاوے اور اُسکی قریب مین آبادی نہو کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریۃ ولا علی ذی الملک والید اور اگر مکان مملوک
یا وقف ہے تو قسامہ صاحب ملک اور صاحب تصرف پر ہے والمراد بالولایۃ والید الخصوص ولو لجماعۃ یحصون فلو لعامۃ المسلمین فلا قسامۃ ولا دیۃ علی احد بدائع اور
ولایت اور قبضہ سے جو اوپر مذکور ہوے ہین ولایت اور قبضہ خاص مراد ہے اگرچہ قبضہ جماعت معین کا ہو تو اگر تمام مسلمین کا تصرف ہوگا تو اس مکان کے مقتول
کا نہ کسی پر قسامہ ہے نہ دیت کذا فی البدائع للکن سیجئ وجوبہا فی بیت المال فتامل لیکن وجوب دیت کا بیت المال مین عنقریب آ دیگا سو تامل کرو طحطاوی نے کہا
کہ اگر بدائع کی نفی کو اہل قریہ پر محمول کیجیے تو وجوب بیت المال سے کچھ منافات نہین والمراد بالید ایضا الید المحققۃ واما الاراضی التی لہا مالک اخذہا وال ظلما
فینبغی ان یکون القتیل فیہا ہدرا لانہ لیس علی الغاصب قہستانی عن الکرمانی فلیحرر اور یہ بھی ہے کہ قبضہ اور تصرف سے حقدار کا تصرف مراد ہے اور جن
زمینون کے مالک ہین پر حاکم نے زبردستی اُنکو چھین لیا ہے تو لائق بقواعد فقہ کے یہ ہے کہ اُسکے اندر مقتول کا خون رایگان ہو اسواسطے کہ غاصب پر دیت
نہین ہے کذا فی القہستانی عن الکرمانی تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے مذہب کی روایت سے وان مباحا للکنہ فی ایدی المسلمین تجب الدیۃ فی بیت المال
لما ذکرنا انہ اذا کان بحال یسمع منہ الصوت یجب علیہ الغوث کذا فی الولوالجیۃ اور اگر مکان مباح ہو لیکن مسلمان کے قبضے مین ہو تو دیت واجب ہے بیت المال
مین اسوجہ سے جو ہم نے یہ ذکر کیا ہے کہ جب وہ اسطرح پر ہو کہ وہان سے آواز سُنی جاتی ہو تو فریادرسی واجب ہوگی کذا فی الولوالجیۃ ہم جیسا سرخسی سے نقل ہو چکا ہے
کہ وجوب دیت کا محل بیت المال وہ ہے جہان سے آواز مسموع نہ ہوتی ہو تو شارح کی یہ تعلیل بلا وجہ ہے کذا فی الطحطاوی وفیہا ولو وجد قتیل فی ارض جل
الی جانب قریۃ لیس صاحب الارض منہا ای من اہل القریۃ فہی علیہ ای علی رب الارض لا علی اہلہا ای القریۃ لان العبرۃ للملک والولایۃ
انتہی قلت فہذا صریح فی ان القرب انما یعتبر اذا وجد فی ارض مباحۃ لا مملوکۃ ولا موقوفۃ لان تدبیرہ لاربابہ وسیجئ متنا فتنبہ اور ولوالجیہ مین ہے اور اگر
مقتول پایا جاے ایک مرد کی اُس زمین مین جو ایک گانون کی طرف متصل ہے اور مالک زمین اُس گانون کا رہنے والا نہین ہے تو دیت اُسکی مالک زمین پر ہے نہ
اہل قریہ پر اسواسطے کہ اعتبار ملک اور تصرف کا ہے انتہی مافی الولوالجیۃ مین کہتا ہون تو یہ روایت صریح ہے اُسمین کہ قرب مکان اُسی صورت مین معتبر ہے جبکہ
مقتول پایا جاے زمین مباح مین نہ مملوک اور موقوف مین اسواسطے کہ تدبیر مملوک یا موقوف کی اُسکے لوگون پر ہے اور عنقریب یہ مسئلہ متن مین آویگا تو آگاہ رہنا
وان وجد فی دار انسان فعلیہ القسامۃ ولو عاقلتہ حضورا دخلوا فی القسامۃ ایضا خلافا لابی یوسف رح ملتقی اور اگر مقتول پایا گیا کسی آدمی کے
گھر مین تو اُسپر قسامہ ہے اور اگر اُسکے مددگار موجود ہین تو وہ بھی قسامہ مین داخل ہونگے برخلاف ابو یوسف کے کذا فی الملتقی والدیۃ علی عاقلتہ ان
ثبت انہا لہ بالحجۃ کما سیجئ وکان لہ عاقلۃ والا فعلیہ اور دیت اُس آدمی کے مددگارون پر ہے اگر ثابت ہو حجت سے کہ وہ لوگ اُسکے مددگار ہین اور وہ
شخص مددگار رکھتا ہو اور اگر اُسکے مددگار نہین ہین تو اُسی آدمی پر دیت واجب ہے ہم حجت سے مراد گواہ ہین یا مددگارون کا اقرار وہی ای الدیۃ والقسامۃ علی
اہل الخطۃ الذین خطلہم الامام اول الفتح ولو بقی منہم واحد اور وہ یعنی دیت اور قسامہ اہل خطہ پر ہے اہل خطہ وہ ہین جنکو امام نے خط لکھدیا ملکیت کا ابتدا

اور قسامہ اُنکے اوپر سے ساقط ہوگیا فان ادعی الولی علی بعینہ منہم لاسقطا وقیل تسقط اور اگر وارث نے محلے والوں میں سے ایک شخص پر قتل کا دعوی کیا تو اسنے
قسامہ ساقط نہیں ہوتا اور قول ضعیف میں ساقط ہوجاتا ہے ثم قول اول ظاہر الروایۃ ہے اور قول ثانی ابو یوسف سے مروی ہے کذا فی الطحطاوی قتیل علی دابۃ معہا سائق
او قائد او راکب فدیتہ علی عاقلتہ دون اہل المحلۃ لانہ فی یدہ فصار کانہ فی دارہ ایک مقتول ہے اس جانور پر جسکے ساتھ ایک ہانکنے والا یا کھینچنے والا یا سوار ہے تو اسکی
دیت سائق یا قائد یا راکب کے مددگاروں پر ہے نہ اہل محلہ پر اسواسطے کہ وہ مقتول اُسکے قبض و تصرف میں ہے تو گویا اُسکے گھر میں ہے ولو اجتمع فیہا سائق و
قائد و راکب فالدیۃ علیہم جمیعا وان لم تکن ملکا لہم عملا بیدہم وقیل القسامۃ والدیۃ علی مالک الدابۃ کالدار وقیل لاتجب علی السائق الا اذا کان یسوقہا
مختفیا وبہ جزم فی الجوہرۃ اور اگر جانور میں سائق اور قائد و راکب تینوں مجتمع ہوں تو دیت ان سب پر ہے اگرچہ جانور اُنکا مملوک نہو بنا بر اُنکے قبض و تصرف
کے اور بعضوں نے کہا کہ قسامہ اور دیت جانور کے مالک پر ہے جیسے گھر کے مالک پر قسامہ اور دیت واجب ہے اور بعضوں نے کہا کہ ہانکنے والے پر واجب نہیں مگر جبکہ
وہ جانور کو مخفی ہانکتا ہو اور اسی اخیر قول پر یقین کیا ہے جوہرہ میں وان لم یکن معہا احد فالدیۃ والقسامۃ علی اہل المحلۃ التی فیہا القتیل علی الدابۃ اور اگر جانور کے
ساتھ کوئی نہو تو دیت اور قسامہ ان محلے والوں پر ہے جنکے محلے میں مقتول جانور پر پایا گیا وان مرت دابۃ علیہا قتیل بین قریتین او قبیلتین فعلی اقربہما
لما روی انہ صلی اللہ علیہ وسلم امر فی قتیل وجد بین قریتین بان یذرع فوجد الی احدہما اقرب بشبر فقضی علیہم بالقسامۃ ولو استویا فعلیہما وقید الدابۃ اتفاقی
قہستانی اور اگر ایک جانور گذرا جسپر مقتول ہے دو گاؤں میں یا دو قوم کے درمیان تو جو اُنمیں نزدیک تر ہوگا اُسپر قسامہ اور دیت ہے اسواسطے کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ حضرت نے اُس مقتول میں جو دو گاؤں کے درمیان پایا گیا یہ حکم کیا کہ دونوں کی مسافت ناپی گئی تو وہ مقتول ایک
گاؤں کی طرف بالشت بھر نزدیک ٹھہرا تو انھیں لوگوں پر قسامہ کا حکم ہوا اور اگر دونوں گاؤں برابر ہوں بلا کم و کاست تو دونوں پر قسامہ ہوگا اور جانور
کی قید اتفاقی ہے شرط نہیں ہے کذا فی القہستانی ثم قرب کا اعتبار تو اُسوقت ہے جبکہ مباح زمین ہو اور اگر زمین مملوک ہے تو مکان کا اعتبار ہے چنانچہ بزازیہ میں
یوں مصرح ہے کہ اگر مقتول پایا گیا ایک گاؤں کی زمین میں لیکن وہ متصل ہے دوسرے گاؤں کے گھروں سے تو اگر زمین ملک ہے تو مالک پر قسامہ ہے
اور نہیں تو نزدیک تر ہے تو ملک کا اعتبار کیا نہ قریب کا تو قرب کا وہاں اعتبار ہے جہاں زمین کسی کی مملوک نہیں کذا فی الطحطاوی عن المنح بشرط
سماع الصوت منہم ہکذا عبارۃ الزیلعی وعبارۃ الدرر وغیرہا منہ وعبارۃ البرجندی نقلا عن الکافی یسمعون صوتہ لان حینئذ یلحقہ الغوث فینسبون
الی التقصیر فی النصرۃ نزدیک تر اہل قریہ پر قسامہ اور دیت ہے بشرطیکہ اُنکی آواز سُن پڑتی ہو اسی طرح کی عبارت ہے زیلعی کی اور درر وغیرہ کی عبارت یوں
ہے بشرطیکہ مقتول کی آواز اہل قریہ کو سُن پڑتی ہو اور برجندی کی عبارت کافی سے یوں منقول ہے کہ اہل قریہ اُسکی آواز سنتے ہوں اسواسطے کہ سماعت آواز
کے وقت فریاد رسی لاحق ہوسکتی ہے تو اہل قریہ مددگاری میں منسوب بہ تقصیر ہونگے ثم طحطاوی نے کہا کہ دونوں عبارتوں کا مآل ایک ہی ہے جب اہل قریہ کی آواز
مقتول کے پاس پہونچتی ہوگی تو غالباً مقتول کی آواز بھی گاؤں تک پہونچے گی والا بان کان فی موضع لایسمع منہ الصوت لاتلزمہم لانہم لاینسبون الی
التقصیر فلا یجعلون قاتلین تقدیرا اور نہیں تو نہیں یعنی اگر مقتول ایسے مکان میں ہو کہ اُسکی آواز نہ سُنی جاتی ہو تو اہل قریہ کو اُسکی مددگاری لازم نہیں
تو وہ منسوب بہ تقصیر نہونگے تو وہ تقدیراً قاتل بھی نہ ٹھہرائے جائینگے ثم یعنی قسامہ اور دیت اہل قریہ پر اسوجہ سے ہے کہ جب مقتول کی انھوں نے مدد نہ کی
تو گویا وہی اُسکے قاتل ٹھہرے لہذا اُنپر دیت لازم ہوئی پھر جب وہ ایسے بعید مکان میں مقتول ہوا کہ اُسکی آواز گاؤں تک نہیں پہونچ سکتی تو وہ عدم نصرت
میں معذور ہیں تو اُنکی تقصیر ثابت نہ ہوگی تو خونبہا بھی اُنپر لازم نہ آیا ویراعی حال المکان الذی وجد فیہ القتیل فان کان مملوکا تجب القسامۃ
علی الملاک والدیۃ علی عاقلتہم وکذا لو موقوفا علی ارباب معلومین لان العبرۃ للملک والولایۃ کما افادہ المصنف مستندا للولوالجیۃ والبزازیۃ قلت
وسیجی التصریح بہ فی المتن تبعا للدرر وغیرہا وحینئذ فلا عبرۃ للقرب الا اذا وجد فی مکان مباح لاملک فیہ لاحد ولا ید اور مراعات ہوگی اُس مکان کے

حال کی جسمین مقتول پایا گیا سو اگر وہ مکان مملوک ہوگا تو قسامت واجب ہوگا اُسکے مالکون پر اور دیت واجب ہوگی اُنکے مددگارون پر اور اسیطرح اگر وہ مکان معین لوگون پر وقف ہوگا تو مستحقون پر قسامت ہے اور دیت اُنکے مددگارون پر ہے اسلیے کہ ملک اور ولایت یعنی تصرف کا اعتبار ہے چنانچہ مصنف نے شرح مین ولوالجیہ اور بزازیہ سے نقل کیا ہے مین کہتا ہون اور عنقریب اسکی تصریح آویگی متن مین درر وغیرہ کی پیروی سے تو اُسوقت مین قرب مکان کا کچھ اعتبار نہین مگر جبکہ مقتول اُس مکان مباح مین پایا جاے جسمین نہ کسی کی ملک ہے نہ قبضہ اور تصرف م محیط سرخسی مین ہے کہ جب مقتول ملا بیابان مین تو اگر وہ کسی کا مملوک ہے تو قسامہ اور دیت مالک اور اسکی قوم پر ہے اور اگر کسی کی ملک نہین تو اگر مقتول کی آواز سُنی جاتی ہو کسی شہر سے تو اُنپر قسامہ ہے اور اگر آواز نہ سُن پڑتی ہو تو اگر اُس جنگل سے اہل اسلام کو فائدہ ہوتا ہو لکڑی اور گھانس سے تو دیت اُسکی بیت المال سے دیجاے اور اگر اہل اسلام کو وہان سے کچھ فائدہ نہین ہوتا تو اُسکا خون رایگان ہے اور اسیطرح کا حکم ہے اگر بیابان مین مقتول پایا جاوے اور اُسکی قریب مین آبادی نہو کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریۃ والا فعلی ذی الملک والید اور اگر مکان مملوک یا وقف ہے تو قسامہ صاحب ملک اور صاحب تصرف پر ہے والمراد بالولایۃ والید المخصوص ولو لجماعۃ یخصون فلو لعامۃ المسلمین فلا قسامۃ ولا دیۃ علی احد بدائع اور ولایت اور قبضہ سے جو اوپر مذکور ہوے ہین ولایت اور قبضہ خاص مراد ہے اگرچہ قبضہ جماعت معین کا ہو تو اگر تمام مسلمین کا تصرف ہوگا تو اس مکان کے مقتول کا نہ کسی پر قسامہ ہے نہ دیت کذا فی البدائع لکن سیجئ وجوبہا فی بیت المال فتامل لیکن وجوب دیت کا بیت المال مین عنقریب آویگا سو تامل کرو طحطاوی نے کہا کہ اگر بدائع کی نفی کو اہل قریہ پر محمول کیجیے تو وجوب بیت المال سے کچھ منافات نہین والمراد بالید الید المستحقۃ واما الاراضی التی لہا مالک اخذہا وال ظلما فینبغی ان یکون القتیل فیہا ہدرا لانہ لیس علی الغاصب دیۃ قہستانی عن الکرمانی فلیحرر اور یہ بھی ہے کہ قبضہ اور تصرف سے حقدار کا تصرف مراد ہے اور جن زمینون کے مالک ہین پر حاکم نے زبردستی اُنکو چھین لیا ہے تو لائق بقواعد فقہ کے یہ ہے کہ اُسکے اندر مقتول کا خون رایگان ہو اسواسطے کہ غاصب پر دیت نہین ہے کذا فی القہستانی عن الکرمانی تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے مذہب کی روایت سے **وان مباحا لکنہ فی ایدی المسلمین تجب الدیۃ فی بیت المال** لما ذکرنا انہ اذا کان بحال یسمع منہ الصوت تجب علیہم الغوث کذا فی الولوالجیۃ اور اگر مکان مباح ہو لیکن مسلمان کے قبضے مین ہو تو دیت واجب ہے بیت المال مین اسوجہ سے جو ہم نے یہ ذکر کیا ہے کہ جب وہ اسطرح پر ہو کہ وہان سے آواز سُنی جاتی ہو تو فریادرسی واجب ہوگی کذا فی الولوالجیۃ م محیط سرخسی سے نقل ہو چکی ہے کہ وجوب دیت کا محل بیت المال وہ ہے جہان سے آواز مسموع نہ ہوتی ہو تو شارح کی یہ تعلیل بلاوجہ ہے کذا فی الطحطاوی دفیہا **ولو وجد قتیل فی ارض رجل الی جانب قریۃ لیس صاحب الارض** منہا ای من اہل القریۃ **فہی علیہ** ای علی رب الارض **لا علی اہلہا** ای القریۃ لان العبرۃ للملک والولایۃ انتہی قلت فہذا مصرح بہ ان القرب انما یعتبر اذا وجد فی ارض مباحۃ لا مملوکۃ ولا موقوفۃ لان تدبیرہ لاربابہ وسیجئ متنا فتنبہ اور ولوالجیہ مین ہے اور اگر مقتول پایا جاے ایک مرد کی اُس زمین مین جو ایک گانون کی طرف متصل ہے اور مالک زمین اُس گانون کا رہنے والا نہین ہے تو دیت اُسکی مالک زمین پر ہے نہ اہل قریہ پر اسواسطے کہ اعتبار ملک اور تصرف کا ہے انتہے ما فی الولوالجیۃ مین کہتا ہون تو یہ روایت صریح ہے اسمین کہ قرب مکان اُسی صورت مین معتبر ہے جبکہ مقتول پایا جاے زمین مباح مین نہ مملوک اور موقوف مین اسواسطے کہ تدبیر مملوک یا موقوف کی اُسکے لوگون پر ہے اور عنقریب یہ مسئلہ متن مین آویگا تو آگاہ رہنا **وان وجد فی دار انسان فعلیہ القسامۃ** ولو عاقلتہ حضورا دخلوا فی القسامۃ ایضا خلافا لابی یوسف رح ملتقی اور اگر مقتول پایا گیا کسی آدمی کے گھر مین تو اُسپر قسامہ ہے اور اگر اُسکے مددگار موجود ہین تو وہ بھی قسامہ مین داخل ہونگے برخلاف ابو یوسف کے کذا فی الملتقی **والدیۃ علی عاقلتہ** ان ثبت انہا لہ بالحجۃ لما سیجئ وکان لہ عاقلۃ والا فعلیہ اور دیت اُس آدمی کے مددگارون پر ہے اگر ثابت ہو حجت سے کہ وہ لوگ اُسکے مددگار ہین اور وہ شخص مددگار رکھتا ہو اور اگر اُسکے مددگار نہین ہین تو اُسی آدمی پر دیت واجب ہے م حجت سے مراد گواہ ہین یا مددگارون کا اقرار وہی ای الدیۃ والقسامۃ علے **اہل الخطۃ** الذین خطہم الامام اول الفتح ولو بقی منہم واحد اور وہ یعنی دیت اور قسامہ اہل خطہ پر ہے اہل خطہ وہ ہین جنکو امام نے خط لکھدیا ملکیت کا ابتدا

شیخ اسلام میں اگرچہ اُنمیں سے ایک ہی شخص باقی رہا ہو م خطہ بالکسر عبارت ہے مکان محدود سے اہل خطہ سے مراد املاک قدیمہ کے لوگ ہیں جو مالک ہوئے زمین
کے جبکہ امام نے شہر فتح کیا اور اُسکو غازیوں میں بانٹ دیا اور ہر ایک کو خط لکھدیا تاکہ اُنکے حصے جُدے جُدے ہوجاویں کذا فی العینی دون السکان والمشترین
وقال ابو یوسف کلہم مشترکون نہ وہاں کے رہنے والے اور خریداروں پر اور ابو یوسف نے کہا کہ اصل مالک اور ساکن اور خریدار دیت اور قسامہ میں شریک ہیں فان
باع کلہم فعلی المشترین بالاجماع پھر اگر وہاں سب مالکوں نے مکانات بیچڈالے تو دیت اور قسامہ خریداروں پر واجب ہے باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے وان وجد
فی دار بین قوم لبعض اکثر فہی علی عدد الرؤس کالشفعة اور اگر مقتول پایا گیا اس گھر میں جو مشترک ہے درمیان ایک قوم کے بعضوں کا حصہ زیادہ ہے تو
قسامہ اور دیت آدمیوں کے شمار پر ہے شفعہ کے مانند ہے مثلاً ایک شخص کا حصہ آدھا ہے اور دوسرے کا دسواں اور تیسرے کا باقی تو قسامہ اور دیت اُنکے عاقلہ پر
تینوں پر برابر ہے اسواسطے کہ قلیل اور کثیر کا مالک حفظ اور تدبیر میں برابر ہے کذا فی الطحطاوی وان بیعت ولم تقبض حتی وجد فیہا قتیل فعلی عاقلة البائع اور اگر
گھر بیع ہوگیا اور ہنوز مشتری کے قبضے میں نہیں آیا کہ اُسمیں مقتول پایا گیا تو قسامہ اور دیت بائع کے عاقلہ پر ہے وفی البیع بخیار علی عاقلة ذی الید خلافا لہما اور بیع
بشرط خیار میں صاحب قبض کی عاقلہ پر دیت اور قسامہ ہے برخلاف صاحبین کے خواہ خیار بائع کا ہو خواہ مشتری کا خواہ دونوں کا ولا تعقل عاقلة حتی تشہد الشہود
انہا ای الدار التی فیہا قتیل لذی الید ولو ہو القتیل کما سیجی اور عاقلہ یعنی مددگاروں پر دیت دینا لازم نہوگا جبتک شاہد گواہی ندیں اسکی کہ جس گھر میں
مقتول ہے وہ قابض اور متصرف شخص کا ہے اگرچہ قابض ہی مقتول ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا یعنی اگر ذی الید خود مقتول ہو تو بھی اُسکی عاقلہ پر دیت لازم
نہوگی جبتک گواہوں سے ذی الید کی ملک ثابت نہ ہوگی ولا یکتفی بمجرد الید حتی لو کان بلا بینة لم تعقل عاقلتہ ولا نفسہ درر اور عاقلہ پر وجوب دیت کیواسطے فقط قبض اور تصرف بدون
شہادت کے کفایت نہ کریگا تو اگر ثبوت ملک کا فقط قبض ہی سے ہوگا تو قابض کا عاقلہ کسی مقتول فی الدار کی دیت نہ دیگا اور نہ قابض مقتول کی دیت دیگا
کذا فی الدرر معللا بانہ لا یمکن الایجاب علی الورثة للورثة لیکن صاحب درر نے عدم وجوب دیت کو ذکر کیا ہے یہ علت بیان کرکے کہ کچھ دیت کا واجب کرنا وارثوں پر وارثوں
کیواسطے ممکن نہیں ہے مقتول کا گھر ظہور قتل کی حالت میں وارثوں کا ملک ہوگیا اور وارثوں کے مددگار اسکے متحمل ہوتے ہیں جو وارثوں پر واجب ہوتا ہے تا وارثوں پر
تخفیف ہو تو اگر مددگاروں پر دیت واجب ہو اور وارثوں کو ملی تو گویا وارثوں کا ضرر ہوا وارثوں کے نفع کے واسطے اور یہ ممکن نہیں صاحب درر نے یہ تعلیل
صاحبین کے مذہب کی بیان کی ہے اور امام کا یہ مذہب ہے کہ وارثوں کے عاقلہ پر دیت واجب ہے چنانچہ شارح امام کی طرف سے اس تعلیل کا جواب دیگا اور یہ
متن اور شرح میں آیندہ بھی مذکور ہوگا ثم الورثة یخلفون فیکون الایجاب علی الورثة للمیت لا للورثة کذا قیل پھر معلوم کرنا چاہیے کہ وارث مقتول کے خلیفے ہوتے ہیں
تو ایجاب دیت کا وارثوں پر ہوتا ہے میت کے نفع کے واسطے نہ وارثوں کے نفع کے واسطے چنانچہ بعضوں نے یہ بیان کیا ہے تعلیل مذکور کے جواب میں قلت
وقد یقال بلکہ ان ہو لا یدی لنفسہ فغیرہ بالاولی لقوة الشبہة فتامل میں کہتا ہوں جبکہ صاحب خانہ اپنی ذات کی دیت نہیں دیتا ہے تو صاحب خانہ کے
سوا سے اور شخص پر بطریق اولی دیت واجب نہوگی عدم وجوب کے شبہہ قوی ہونے سے سو اُسکو تامل کرو وان وجد فی الفلک فالقسامة والدیة درر علی
من فیہا من الرکاب والملاحین اتفاقا لانہ فی ایدیہم کالدابة اور اگر مقتول پایا گیا ناؤ میں تو قسامہ اور دیت (کذا فی الدرر) ان لوگوں پر ہے جو ناؤ کے
اندر سوار ہیں اور ملاحوں پر بالاتفاق اسواسطے کہ کشتی اُنکے قبضے میں جانور کے مانند ہے ہم وجوب دیت میں مالک اور غیر مالک اور ناؤ کے کھینچنے والے سب
برابر ہیں وکذا العجلة حکمہا کالفلک اور اسی طرح گاڑی کا حکم کشتی کے مانند ہے یعنی اُسکے مقتول کی دیت اور قسامہ گاڑی کے سواروں پر ہے وفی مسجد
محلة وشارعہا الخاص باہلہا کما افادہ ابن الکمال مستندا للبدائع وقد حققہ ملا خسرو واقرہ المصنف علی اہلہا اور اگر مقتول پایا گیا محلہ
کی مسجد میں اور محلہ کے کوچے میں تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہے کوچہ محلہ سے مراد وہ کوچہ خاص ہے جسمیں فقط اہل محلہ آتے جاتے ہوں چنانچہ
ابن کمال نے بدائع سے اسکی سند بیان کی ہے اور ملا خسرو نے اسکی تحقیق درر میں مذکور کی ہے اور مصنف نے اسی کو اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے

عم ملا خسرو کا بیان ابن کمال کے موافق نہین جیسا کہ شارح سمجھا ہی اسواسطے کہ ملا خسرو نے شارع یعنی راہ کی دو قسمین بیان کین اسطرح کہ راہ دو قسم ہی ایک تو شارع
محلہ ہی جسمین اکثر اہل محلہ چلتے پھرتے ہون اور گاہے اہل محلہ کے سوا اور لوگ بھی آتے جاتے ہون اور دوسرا شارع عام ہی جسمین جمیع خواص برابر ہون جیسے بازارون کی
راہین اور خارج شہر کی راہین انتہی تو شارع محلہ کو مخصوص باہل محلہ نہین قرار دیا ہی ابن کمال کے مانند طحطاوی نے کہا تو تحقیق یہ ہی کہ متن مین شارع محلہ کہنا احتراز ہی
شارع عام سے یعنی شارع محلہ مین اہل محلہ پر دیت ہی اور شارع عام مین بیت المال پر دیت ہی مسجد محلہ کی قید سے وہ مسجد خارج ہو گئی جسمین مسافر نماز پڑھتے ہون
تو وہان قسامۃ اور دیت مسجد کے بنانے والے پر ہی اور اگر بانی معلوم نہو تو متصل گھر کے مالک کے عاقلہ پر ہی کذا فی الطحطاوی وسوق مملوک علی الملاک وعند
ابی یوسف علی السکان ملتقی اور اگر مقتول پایا گیا مملوک بازار مین تو اُسکے مالکون پر قسامۃ اور دیت ہی اور ابو یوسف کے نزدیک بازار کے رہنے والون پر
واجب ہی کذا فی الملتقی وفی غیرہ ای غیر المملوک والشارع الاعظم ہو النافذ والسجن والجامع وکل مکان یکون التصرف فیہ لعامۃ المسلمین لا لواحد منہم
ولا لجماعۃ یحصون لا قسامۃ ولا دیۃ علی احد ابن کمال وانما الدیۃ فی بیت المال لان الغرم بالغنم اور اگر قتیل پایا گیا بازار غیر مملوک مین اور شارع عظم
یعنی شاہراہ کشادہ مین اور قیدخانہ اور جامع مسجد اور ہر ایک اُس مکان مین جسمین تمام مسلمین کا تصرف برابر ہی نہ ایک مسلمان کا نہ مخصوص جماعت کا
تو ایسے مکانون مین قسامۃ نہین اور نہ کسی پر دیت ہی کذا صرح ابن کمال اور ایسے مقتول کی دیت تو بیت المال مین ہی اسواسطے کہ تاوان بمقابلہ
منفعت کے ہی یعنی چونکہ تمام اہل اسلام جامع مسجد اور مجلس اور شاہراہ سے منتفع ہوتے ہین تو تاوان بھی انپر ہوگا یعنی مقتول کی دیت دیجاویگی بیت المال
سے جو سب مسلمانون کے واسطے موضوع ہی عینی نے کہا بیت المال یعنی خزانہ سلطانی عامہ مسلمین کا مال ہی تو سب مسلمان اسمین شریک ہین سو خدا کی لعنت
ان ظالمون پر جو بیت المال کو اپنا مال جانکر صرف کرتے ہین اور اسکے مستحقون کو محروم رکھتے ہین ثم انما تجب الدیۃ فیما ذکر علی بیت المال ان کان نائیا
ای بعیدا عن المحلات والا یکن نائیا بل قریبا منہا فعلی اقرب المحلات الیہ الدیۃ والقسامۃ لانہ محفوظ بحفظ اہل المحلۃ فتکون القسامۃ والدیۃ
علی اہل المحلۃ پھر اسکو دریافت کرنا چاہیے کہ مکانات مذکورہ کے مقتول کی دیت جو بیت المال پر واجب ہوتی ہی تو ایک شرط سے واجب ہوتی ہی اور وہ شرط
مذکورہ یہ ہی کہ جامع مسجد اور شارع عام وغیرہ دور واقع ہون محلون سے اور اگر دور نہون بلکہ قریب ہون اُنسے تو جو وہان سے قریب تر محلہ ہوگا اُسپر دیت اور قسامہ
واجب ہوگا اسواسطے کہ وہ مقام اہل محلہ کی حفاظت سے محفوظ ہی تو قسامہ اور دیت اہل محلہ پر واجب ہوگا وکذا فی السوق النائی اذا کان من یسکنہا فی اللیالی اور
اسی طرح کا حکم ہی بازار بعید مین جبکہ لوگ اُسمین رات کو رہتے ہون یعنی دن کی سکونت کا اعتبار نہین وکان لاحد فیہا دار مملوکۃ تکون القسامۃ والدیۃ علیہ لانہ یلزمہ
صیانۃ ذلک الموضع فیوصف بالتقصیر فیجب علیہ موجب التقصیر کما فی العنایۃ معزیا للنہایۃ قلت وبہ افتی المرحوم ابو السعود مفتی الروم واعتمدہ المصنف
وان خلا عنہ المتون لانہ مصرح بہ فی غالب الفتاوے والشروح فلیحفظ یا کسی کا اس بازار بعید مین گھر ہو مملوک تو قسامہ اور دیت اُسی شخص پر ہی
اسواسطے کہ اسکو حفاظت اس مکان کی لازم ہی تو وہ شخص موصوف بتقصیر ہوگا تو اُسپر تقصیر کا موجب یعنی قسامہ اور دیت واجب ہوگا
چنانچہ عنایہ مین ہی نہایہ سے منقول مین کہتا ہون اور اسی کا یعنی وجوب قسامہ اور دیت کا اقرب محلات پر کذا فی الطحطاوی عن المصنف
فتوے دیا ہی مرحوم ابو مسعود مفتی روم نے اور مصنف نے اسپر اعتماد کیا ہی اس متن مین اگرچہ متون فقہ کے وجوب اقرب محلات سے خالی ہین
اسواسطے کہ یہ شرط مفصل موجود ہی اکثر فتاوون اور شرحون مین تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے وہدر لو وجد فی بریۃ وفی وسط الفرات
اذا کان یمر بہ الماء لا محتبسا لما سیجئ اذ لا ید لاحد وقیل اذا کان موضع انبعاث مائہ فی دار الاسلام تجب الدیۃ فی بیت المال لانہ فی
اید المسلمین ابن کمال اور بلا وجوب دیت خون رائیگان ہی اگر مقتول پایا جاے جنگل مین اور دریاے فرات کے درمیان مین بشرطیکہ مقتول کو
پانی بہاتا ہو لاش اُسکی محتبس نہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا اسواسطے خون رائیگان ہوا کہ وہان کسی کا تصرف نہین اور قول ضعیف یہ ہی کہ اگر دریا

کے پانی نکلنے کا منبع دار الاسلام مین ہو تو دیت اسکی بیت المال مین واجب ہوگی اسلیے کہ دار الاسلام مسلمانون کے قبضے مین ہے کذا ذکرہ ابن الکمال
ثم فرات کا ذکر تخصیص کے واسطے نہین ہے بلکہ فرات سے مراد نہر عظیم ہے جسمین پانی جاری ہو کذا فی العینی شرح الہدایۃ و فی نہر صغیر ہو ما یستحق بہ الشفعۃ
علی اہلہ لاختصاصہم بہ اور نہر صغیر جسکے سبب سے شفعہ کا استحقاق ثابت ہوتا ہے اسکے مقتول مین اس نہر کے مالکون پر قسامہ اور دیت واجب ہوگا انکی
خصوصیت کی وجہ سے نہر کے ساتھ ہم استحقاق شفعہ اس نہر صغیر مین ہے جسمین چھوٹی کشتی جاری نہو اور بعضون نے کہا جسکے لوگ متعین ہون کذا فی الطحطاوی سے
ولو کانت البریۃ مملوکۃ او وقفا لاحد لکما مر یقینی او کانت قریبۃ من القریۃ او دار الاخبیۃ او الفسطاط او بحیث یسمع منہ الصوت تجب علی المالک
ای ذی الید او علی اہل القریۃ او اقرب الاخبیۃ زیلعی اور اگر جنگل مملوک یا کسی شخص پر وقف ہو چنانچہ وقف کا مسئلہ مذکور ہو چکا اور آگے آوے گا
یا جنگل قریب ہو گانون سے یا قریب ہو کمل کے خیمون سے یا کپڑے کے خیمون سے اسطرح پر کہ مقتول کی آواز وہان مسموع ہوتی ہو تو قسامہ اور دیت واجب ہوگا
مالک پر یا قابض وقف پر یا اہل قریہ پر یا اقرب خیمون کے رہنے والون پر کذا فی الزیلعی ہم عبارت مین لف نشر مرتب واقع ہے ولایت مین اہل مواشی اکثر
خانہ بدوش رہتے ہین خیمون مین کبھی اس جنگل کبھی اس جنگل مین جیسے ہندوستان مین کنجر کی قوم ولو محتبسا بالشط او بالجزیرۃ او مربوطا او ملقی علی الشط
فعلی اقرب المواضع الیہ من القری والامصار زاد فی الخانیۃ والاراضی و اقرہ المصنف اذا کان یصل صوت اہل الارض و القری الیہ
والا لکما مر اور اگر مقتول اٹک رہا ہو دریا کے کنارے پر یا ٹاپو کے کنارے یا وہان بندھا ہو یا کنارے پر پڑا ہو تو جو وہان سے قریب تر مکان ہوگا دیہات
یا شہرون سے وہان کے باشندون پر قسامہ اور دیت واجب ہے خانیہ مین اتنا زیادہ کہا ہے اور قریب تر اراضی پر بھی واجب ہوگا اور مصنف نے اسکو ثابت
رکھا ہے بشرطیکہ جب اہل زمین اور دیہات والون کی وہان آواز پہونچتی ہو اور اگر آواز وہان تک نہ پہونچتی ہوگی تو قسامہ اور دیت واجب نہوگا چنانچہ مذکور
ہوچکا وان التقی قوم بالسیوف فاجلوا ای تفرقوا عن قتیل فعلی اہل المحلۃ لان حفظہا علیہم الا ان یدعی الولی علی اولئک او یدعی علی
بعض معین منہم فلم یکن علی اہل المحلۃ شیء ولا علی اولئک حتی یبرہن لان بمجرد الدعوی لا یثبت الحق ویبرء اہل المحلۃ لان قولہ حجۃ علیہ اور اگر ایک
قوم باہم بھڑ گئی تلوار کھینچ کر پھر ایک مقتول کو چھوڑ کر متفرق ہو گئی تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہے اسواسطے کہ حفاظت محلہ کی انکے ذمہ ہے مگر یہ کہ وارث
مقتول کا اس قوم متفرق پر قتل کا دعوی کرے یا انمین سے بعض معین پر دعوی کرے تو اہل محلہ پر کچھ واجب نہوگا اور نہ اس قوم پر تا وقتیکہ وارث
اپنا دعوی گواہون سے ثابت کرے اسواسطے کہ فقط دعوی سے حق ثابت نہین ہوتا بدون حجت کے اور اہل محلہ بھی بری الذمہ ہو گئے اسواسطے کہ
وارث مدعی کا قول اسکی ذات پر حجت ہے اہل محلہ کے بری الذمہ ہونے مین و مستحلف علی صیغۃ اسم المفعول قال قتلہ زید حلف باللہ ما قتلت ولا
عرفت لہ قاتلا غیر زید ولا یقبل قولہ فی حق من یزعم انہ قتلہ اور جسپر قسم عائد ہے اہل قسامہ سے اسنے کہا کہ مقتول کو زید نے قتل کیا تو وہان یون قسم کھائے
کہ خدا کی قسم مین نے مقتول کو قتل نہین کیا اور نہ مین اسکے قاتل کو جانتا ہون سواے زید کے اور اسکا قول مقبول نہوگا اس شخص کے حق مین جسکو وہ قاتل
گمان کرتا ہے شارح نے کہا مستحلف بصیغہ مفعول ہے نہ اسم فاعل و بطل شہادۃ بعض اہل المحلۃ بقتل غیرہم خلافا لہما او بقتل واحد منہم بعینہ للتہمۃ اور بعض
اہل محلہ کی گواہی غیر اہل محلہ کے حق مین باطل ہے برخلاف صاحبین کے یا اہل محلہ سے ایک معین پر قتل کی گواہی دین تو باطل ہے تہمت کے سبب سے یعنی ایک شخص
محلہ مین قتل ہوا اور وارث نے دعوی کیا کہ محلے والون کے سواے اور قوم نے اسکو قتل کیا یا دعوی کیا کہ اہل محلہ مین سے ایک معین شخص نے اسکو قتل کیا ہے اور اہل محلہ
سے دو شخصون نے اسکی گواہی دی تو یہ گواہی باطل ہے امام کے نزدیک تہمت کی علت سے اسواسطے کہ خصومت تمام اہل محلہ کے ساتھ قائم ہے اور قسامہ اور دیت سب پر
واجب ہے اور شاہد چاہتے ہین کہ اپنے اوپر سے خصومت کو ٹال کر غیر پر ڈالین تو وہ متہم ٹھہرے تو گواہی انکی مقبول نہوگی کذا فی الدرر و من جرح فی حی فنقل منہ فبقی
ذا فراش حتی مات فالدیۃ والقسامۃ علی ذلک الحی خلافا لابی یوسف اور جو شخص زخمی ہوا کسی قبیلہ اور برادری مین سو وہان سے زندہ اٹھایا گیا سو بستر پر

پڑا رہا یہاں تک کہ مر گیا تو دیت اور قسامہ اُسی قبیلہ پر ہے برخلاف ابو یوسف رح کے کہ قسامہ اور دیت نہیں اُسپر فلو معہ جریح بہ رمق فحملہ آخر الی اہلہ فمکث مدۃ فمات لم یضمن
الحامل عند ابی یوسف رح وفی قیاس قول ابی حنیفۃ رح یضمن اگر ایک شخص کے ساتھ ایسا زخمی ہو جسکی زندگی کی رمق باقی ہو سو اُسکو دوسرا شخص اپنے گھر اٹھا لایا
سو وہاں ایک مدت رہا پھر مر گیا تو اٹھانے والا ضمان نہ دیگا ابو یوسف کے نزدیک اور امام کے قول کے قیاس میں ضمان لازم ہوگا حامل پر یعنی اسواسطے کہ اُسکا قبضہ بمنزلہ
محلہ کے ہے تو اُسکے پاس زخمی ہونا ایسا ہے جیسے محلے میں موجود ہونا زخمی کا کذا فی الدرر وفی رجلین بلا ثالث وجد احدہما قتیلا ضمن الآخر لان الظاہر ان
الانسان لا یقتل نفسہ دیتہ عند ابی حنیفۃ خلافا لمحمد اور بغیر تیسرے شخص کے دو مردوں میں ایک شخص مقتول پایا گیا تو دوسرا شخص اُسکی دیت کا ضمان دیگا امام کے نزدیک
اسواسطے کہ ظاہر حال یہ ہے کہ آدمی اپنی ذات کو آپ قتل نہیں کرتا برخلاف محمد رح کے یعنی اُنکے نزدیک ضمان نہیں اس احتمال سے کہ شاید اُسنے اپنی جان آپ ہلاک کی ہو
وفی قتیل قریۃ لامرأۃ کرر الحلف علیہا وتدی عاقلتہا وعند ابی یوسف القسامۃ علی العاقلۃ ایضا اور عورت کے گاؤں کے مقتول میں عورت پر بار بار قسم دی جائیگی
یعنی پچاس بار اور عورت کے مددگار دیت دینگے اور ابو یوسف کے نزدیک مددگاروں پر قسم بھی لازم ہوگی یعنی اسواسطے کہ قسامہ ہوتا ہے اہل نصرت پر اور عورت
اہل نصرت نہیں صغیر کے مانند اور طرفین کی یہ دلیل ہے کہ قسامہ نفی تہمت کے واسطے ہے اور تہمت عورت سے بھی ہو سکتی ہے کذا فی الدرر قال المتاخرون والمرأۃ
تدخل فی التحمل مع العاقلۃ فی ہذہ المسئلۃ کذا فی الملتقی وہو الاصح ذکرہ الزیلعی متاخرین فقہا نے کہا اور عورت داخل ہے عاقلہ کے ساتھ تحمل دیت میں اس مسئلہ کے اندر
کذا فی الملتقی اور یہی قول صحیح تر ہے چنانچہ زیلعی نے اسکو ذکر کیا ہے ہم زیلعی نے کہا عورت تحمل دیت میں اسلیے داخل ہے کہ وہ بمنزلہ قاتل کے ہے تو عاقلہ کی شریک
ہوگی نہایہ میں کہا کہ اس مسئلہ کی قید اسواسطے لگائی کہ عورت تحمل دیت میں کسی صورت میں داخل نہیں سوائے اس مسئلہ کے کذا فی الطحطاوی وان وجد
قتیل فی دار نفسہ فالدیۃ علی عاقلۃ ورثتہ عند ابی حنیفۃ رح وعندہما وزفر لا شیء فیہ ای فی القتیل المذکور وبہ یفتی کذا ذکرہ ملا خسرو تبعا لما رجحہ صدر
الشریعۃ وتبعہما المصنف اور اگر ایک شخص مقتول پایا گیا اپنے خاص گھر میں تو اُسکے وارثوں کے عاقلہ پر دیت ہے ابو حنیفہ کے نزدیک اور صاحبین رح اور زفر
کے نزدیک مقتول مذکور میں کچھ نہیں ہے اور اسی عدم وجوب کے قول پر فتویٰ ہے ایسا ذکر کیا ہے ملا خسرو نے درر میں اس قول کا تابع ہو کر جسکی صدر الشریعہ نے
ترجیح دی اور مصنف ملا خسرو اور صدر الشریعۃ دونوں کا تابع ہوا ہے وخالفہم ابن الکمال فقال لہما ان الدار فی یدہ حین وجد الجرح فیجعل کانہ قتل نفسہ فیکون ہدرا ولہ
ان القسامۃ انما تجب بظہور القتل وحال ظہورہ الدار للورثۃ فدیتہ علی عاقلتہم اور صدر الشریعۃ وغیرہ کے خلاف کیا ہے ابن کمال نے سو یوں کہا ہے کہ صاحبین کی
دلیل یہ ہے کہ البتہ گھر مقتول کے قبضہ اور تصرف میں تھا جبکہ زخم حاصل ہوا تو یہ قرار دیا گیا کہ گویا اُسنے اپنی جان کو آپ قتل کیا تو خون اُسکا رائگان ہوگا اور امام
کی دلیل یہ ہے کہ قسامہ تو قتل ہی ظاہر ہونے سے واجب ہوتا ہے اور قتل ظاہر ہونے کی حالت میں گھر وارثوں کا ہو گیا تو دیت مقتول کی وارثوں کے عاقلہ پر
ہوگی لا یقال العاقلۃ انما یحملون ما یجب علی الورثۃ تخفیفا لہم ولا یمکن الایجاب علی الورثۃ للورثۃ لان الایجاب لیس للورثۃ بل للمقتول حتی یقضی منہ دیونہ وتنفذ
وصایاہ ثم یخلفہ الوارث فیہ وہو نظیر الصبی والمعتوہ ان قتل اباہ تجب الدیۃ علی عاقلتہ ویکون میراثا لہ فتنبہ یوں نہ کہا جائے گا کہ عاقلہ تو اسی مال کے
متحمل ہوتے ہیں جو وارثوں پر واجب ہوتا ہے تا کہ وارثوں پر تخفیف ہو اور ممکن نہیں وارثوں پر واجب کرنا وارثوں کے فائدے کے واسطے اس لیے
کہ اس سوال کا یوں جواب دیا جاوے گا کہ یہاں ایجاب مال کا وارثوں کے لیے نہیں بلکہ مقتول کے واسطے ہے تا آنکہ اسی مال سے مقتول کے دین ادا
کیے جاوینگے اور اُسکی وصیتیں اسی سے نافذ ہونگی پھر مقتول کے وارث مقتول کے خلیفہ ہونگے اس مال میں اور وہ صغیر اور مدہوش کے مانند ہے اگر صغیر یا مدہوش
اپنے باپ کو قتل کرے تو دیت واجب ہوگی صغیر یا مدہوش کی عاقلہ پر اور وہی دیت صغیر یا مدہوش کی میراث ہوگی تو خبردار رہنا ولو وجد فی ارض موقوفۃ
او دار کذلک ای موقوفۃ علی ارباب معلومۃ فالقسامۃ والدیۃ علی اربابہا لان تدبیرہ الیہم اور اگر مقتول پایا گیا وقف کی زمین یا اسی طرح وقف
کے گھر میں جو معین لوگوں پر وقف ہے تو قسامہ اور دیت وقف کی لوگوں پر ہے اسواسطے کہ وقف کی تدبیر انہیں لوگوں پر ہے وان کانت الارض او الدار

کے پانی نکلنے کا منبع دار الاسلام مین ہو تو دیت اسکی بیت المال مین واجب ہوگی اسلیے کہ دار الاسلام مسلمانوں کے قبضے مین ہو کذا ذکرہ ابن کمال
ضم ذات کا ذکر تخصیص کے واسطے نہین ہی بلکہ ذات سے مراد نہر عظیم ہی جسمین پانی جاری ہو کذا فی العینی شرح الہدایۃ وفی نہر صغیر ہو یستحق بہ الشفعۃ
علے اہلہ لاختصاصہم بہ اور نہر صغیر جسکے سبب سے شفعہ کا استحقاق ثابت ہوتا ہی اسکے مقتول مین اس نہر کے مالکون پر قسامہ اور دیت واجب ہوگا اُنکی
خصوصیت کی وجہ سے نہر کے ساتھ اور استحقاق شفعہ اس نہر صغیر مین ہی جسمین چھوٹی کشتی جاری نہو اور بعضون نے کہا جسکے لوگ معین ہون کذا فی الحصادی
ولو کانت البریۃ مملوکۃ او وقفا لاحد کما مر بحیث یسمع او کانت قریبۃ من القریۃ او الاخبیۃ او الفسطاط بحیث یسمع منہ الصوت یجب علی المالک
ای ذی الید او علے اہل القریۃ او اقرب الاخبیۃ زیلعی اور اگر جنگل مملوک یا کسی شخص پر وقف ہو چنانچہ وقف کا مسئلہ مذکور ہو چکا اور آگے آوے گا
یا جنگل قریب ہو گانون سے یا قریب ہو کمل کے خیمون سے یا کپڑے کے خیمون سے اسطرح پر کہ مقتول کی آواز وہان مسموع ہوتی ہو تو قسامہ اور دیت واجب ہوگا
مالک پر یا قابض وقف پر یا اہل قریہ پر یا اقرب خیمون کے رہنے والون پر کذا فی الزیلعی م عبارت مین لف ونشر مرتب واقع ہی ولایت مین اہل مواشی اکثر
خانہ بدوش رہتے ہین خیمون مین کبھی اس جنگل کبھی اُس جنگل مین جیسے ہندوستان مین کنجر کی قوم ولو محتبسا بالشط او بالجزیرۃ او مربوطا او ملقی علے الشط
فعلی اقرب المواضع الیہ من القری والامصار زاد فی الخانیۃ والاراضی وقررہ المصنف اذا کان یسمع صوت اہل الارض والقری الیہ
والا فہدر اور اگر مقتول اٹک رہا ہو دریا کے کنارے پر یا ٹاپو کے کنارے یا وہان بستہ ہو یا کنارے پر پڑا ہو تو جو وہان سے قریب تر مکان ہوگا دیہات
یا شہرون سے وہان کے باشندون پر قسامہ اور دیت واجب ہی خانیہ مین اتنا زیادہ کہا ہی اور قریب تر اراضی پر بھی واجب ہوگا اور مصنف نے اسکو ثابت
رکھا ہی بشرطیکہ جب اہل زمین اور دیہات والون کی وہان آواز پہونچتی ہو اور اگر آواز وہان تک پہونچتی نہو گی تو قسامہ اور دیت واجب نہوگا چنانچہ مذکور
ہو چکا وان التقی قوم بالسیوف فاجلوا ای تفرقوا عن قتیل فعلی اہل المحلۃ لان حفظہا علیہم الا ان یدعی الولی علے اولئک او یدعی علے
بعض معین منہم فلم یکن علے اہل المحلۃ شیء ولا علی اولئک حتی یبرہن لان بمجرد الدعوی لا یثبت الحق وبری اہل المحلۃ لان قولہ حجۃ علیہ اور اگر ایک
قوم باہم بھڑ گئی تلوارین کھینچ کر پھر ایک مقتول کو چھوڑ کر متفرق ہو گئی تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہی اسواسطے کہ حفاظت محلہ کی اُنکے ذمہ ہی مگر یہ کہ وارث
مقتول کا اس قوم متفرق پر قتل کا دعوی کرے یا انمین سے بعض معین پر دعوی کرے تو اہل محلہ پر کچھ واجب نہوگا اور نہ اُس قوم پر تاوقتیکہ وارث
اپنا دعوی گواہون سے ثابت کرے اسواسطے کہ فقط دعوی سے حق ثابت نہین ہوتا بدون حجت کے اور اہل محلہ بھی بری الذمہ ہو گئے اسواسطے کہ
وارث مدعی کا قول اسکی ذات پر حجت ہی اہل محلہ کے بری الذمہ ہونے مین ومستحلف علی صیغۃ اسم المفعول قال قتلہ زید حلف باللہ ما قتلتہ ولا
عرفت لہ قاتلا غیر زید ولا یقبل قولہ فی حق من زعم انہ قتلہ اور جسپر قسم عائد ہی اہل قسامہ سے اُسنے کہا کہ مقتول کو زید نے قتل کیا تو وہان یون قسم کھائے
کہ خدا کی قسم مین نے مقتول کو قتل نہین کیا اور نہ مین اُسکے قاتل کو جانتا ہون سوا زید کے اور اسکا قول مقبول نہوگا اُس شخص کے حق مین جسکو وہ قاتل
گمان کرتا ہی شارح نے کہا استحلف بصیغہ مفعول ہی نہ اسم فاعل وبطل شہادۃ بعض اہل المحلۃ بقتل غیرہم خلافا لہما او بقتل واحد منہم بعینہ للتہمۃ اور بعض
اہل محلہ کی گواہی غیر اہل محلہ کے حق مین باطل ہی برخلاف صاحبین کے یا اہل محلہ سے ایک معین پر قتل کی گواہی دین تو باطل ہی تہمت کے سبب سے یعنی ایک شخص
محلہ مین قتل ہوا اور وارث نے دعوی کیا کہ محلے والون کے سوا اور قوم نے اُسکو قتل کیا یا دعوی کیا کہ اہل محلہ مین سے ایک معین شخص نے اُسکو قتل کیا ہی اور اہل محلہ
سے دو شخصون نے اُسکی گواہی دی تو یہ گواہی باطل ہی امام کے نزدیک تہمت کی علت سے اسواسطے کہ خصومت تمام اہل محلہ کے ساتھ قائم ہی اور قسامہ اور دیت بسبب
واجب ہوا اور شاہد چاہتے ہین کہ اپنے اوپر سے خصومت کو ٹال کر غیر پر ڈالین تو وہ متہم ٹھہرے تو گواہی اُنکی مقبول نہوگی کذا فی الدرر ومن جرح فی حی فنقل منہ فبقی
ذا فراش حتی مات فالدیۃ والقسامۃ علی ذلک الحی خلافا لابی یوسف اور جو شخص زخمی ہوا کسی قبیلہ اور برادری مین سو وہان سے زندہ اٹھایا گیا سو بستر پر

پڑا رہا یہاں تک کہ مر گیا تو دیت و قسامہ اسی قبیلہ پر ہے برخلاف ابو یوسف رح کے کہ قسامہ اور دیت نہیں لاثر فلو مع جرح به رمق فحمله آخر الی اهله فمکث مدة فمات لم یضمن
الحامل عند ابی یوسف رح وفی قیاس قول ابی حنیفة رح یضمن اگر ایک شخص کے ساتھ ایسا زخمی ہے جسکی زندگی کی رمق باقی ہے سو اُسکو دوسرا شخص اپنے گھر اٹھا لایا
سو وہاں ایک مدت رہا پھر مر گیا تو اٹھانے والا ضمان نہ دیگا ابو یوسف کے نزدیک اور امام کے قول کے قیاس میں ضمان لازم ہوگا حاصل یہ یعنی اسواسطے کہ اسکا قبضہ منزلہ
محلہ کے ہے تو اسکے پاس زخمی ہونا ایسا ہے جیسے محلے میں موجود ہونا زخمی کا کذا فی الدرر وفی رجلین بلا ثالث وجد احدهما قتیلا ضمن الآخر لان الظاهر ان
الانسان لا یقتل نفسه دیته عند ابی حنیفة خلافا لمحمد اور ایسے دو مرد جنکے ساتھ تیسرا شخص نہیں ان دونوں میں ایک شخص مقتول پایا گیا تو دوسرا شخص اُسکی دیت کا ضمان دیگا امام کے نزدیک
اسواسطے کہ ظاہر حال یہ ہے کہ آدمی اپنی ذات کو آپ قتل نہیں کرتا برخلاف محمد رح کے یعنی انکے نزدیک ضمان نہیں اس احتمال سے کہ شاید اُسنے اپنی جان آپ ہلاک کی ہو
وفی قتیل قریة لامرأة کرر الحلف علیها وتدی عاقلتها وعند ابی یوسف القسامة علی العاقلة ایضا اور عورت کے گاؤں کے مقتول میں عورت پر بار بار قسم دی جاوے گی
یعنی پچاس بار اور عورت کے مددگار دیت دینگے اور ابو یوسف کے نزدیک مددگاروں پر قسم بھی لازم ہوگی یعنی اسواسطے کہ قسامہ ہوتا ہے اہل نصرت پر اور عورت
اہل نصرت نہیں صغیر کے مانند اور طرفین کی یہ دلیل ہے کہ قسامہ نفی تہمت کے واسطے ہے اور تہمت عورت سے بھی ہو سکتی ہے کذا فی الدرر قال المتاخرون والمرأة
تدخل فی التحمل مع العاقلة فی هذه المسئلة کذا فی الملتقی وهو الاصح ذکره الزیلعی متاخرین فقہا نے کہا اور عورت داخل ہے عاقلہ کے ساتھ تحمل دیت میں اس مسئلہ کے اندر
کذا فی الملتقی اور یہی قول صحیح تر ہے چنانچہ زیلعی نے اسکو ذکر کیا ہے ہم زیلعی نے کہا عورت تحمل دیت میں اسلیے داخل ہے کہ وہ بمنزلہ قاتل کے ہے تو عاقلہ کی شریک
ہوگی نہایہ میں کہا کہ اس مسئلہ کی قید اسواسطے لگائی کہ عورت تحمل دیت میں کسی صورت میں داخل نہیں سوائے اس مسئلہ کے کذا فی الطحطاوی وان وجد
قتیل فی دار نفسه فالدیة علی عاقلة ورثته عند ابی حنیفة رح وعندهما وزفر لا شیء فیه ای فی القتیل المذکور وبه یفتی کذا ذکره ملا خسرو وتبعا لما رجحه صدر
الشریعة وتبعها المصنف اور اگر ایک شخص مقتول پایا گیا اپنے خاص گھر میں تو اُسکے وارثوں کے عاقلہ پر دیت ہے ابو حنیفہ کے نزدیک اور صاحبین رح اور زفر
کے نزدیک مقتول مذکور میں کچھ نہیں ہے اور اسی عدم وجوب کے قول پر فتوی ہے ایسا ذکر کیا ہے ملا خسرو نے درر میں اس قول کا تابع ہوکر جسکی صدر الشریعہ نے
ترجیح دی اور مصنف ملا خسرو اور صدر الشریعہ دونوں کا تابع ہوا ہے وخالفهم ابن الکمال فقال لهما ان الدار فی یده حین وجد الجرح فیجعل کانه قتل نفسه فیکون هدرا وله
ان القسامة انما تجب بظهور القتل وحال ظهوره الدار لورثته فدیته علی عاقلتهم اور صدر الشریعہ وغیرہ کے خلاف کیا ہے ابن کمال نے سو یوں کہا ہے کہ صاحبین کی
دلیل یہ ہے کہ البتہ گھر مقتول کے قبضہ اور تصرف میں تھا جبکہ زخم حاصل ہوا تو یہ قرار دیا گیا کہ گویا اُسنے اپنی جان کو آپ قتل کیا تو خون اُسکا رائگان ہوگا اور امام
کی دلیل یہ ہے کہ قسامہ تو قتل ہی ظاہر ہونے سے واجب ہوتا ہے اور قتل ظاہر ہونے کی حالت میں گھر وارثوں کا ہو گیا تو دیت مقتول کی وارثوں کے عاقلہ پر
ہوگی لا یقال العاقلة انما یتحملون ما یجب علی الورثة تخفیفا لهم ولا یمکن الایجاب علی الورثة للورثة لان الایجاب لیس للورثة بل للمقتول حتی یقضی منه دیونه وتنفذ
وصایاه ثم یخلفه الوارث فیه وهو نظیر الصبی والمعتوه ان قتل اباه تجب الدیة علی عاقلته وتکون میراثا له فتنبه یوں نہ کہا جاوے گا کہ عاقلہ تو اسی مال کے
متحمل ہوتے ہیں جو وارثوں پر واجب ہوتا ہے تا کہ وارثوں پر تخفیف ہو اور ممکن نہیں وارثوں پر واجب کرنا وارثوں کے فائدے کے واسطے اس لیے
کہ اس سوال کا یوں جواب دیا جاوے گا کہ یہاں ایجاب مال کا وارثوں کے لیے نہیں بلکہ مقتول کے واسطے ہے تا اُسکے اسی مال سے مقتول کے دین ادا
کیے جاوینگے اور اسکی وصیتیں اسی سے نافذ ہونگی پھر مقتول کے وارث مقتول کے خلیفہ ہونگے اس مال میں اور وہ صغیر اور مدہوش کے مانند ہے اگر صغیر یا مدہوش
اپنے باپ کو قتل کرے تو دیت واجب ہوگی صغیر یا مدہوش کی عاقلہ پر اور وہی دیت صغیر یا مدہوش کی میراث ہوگی تو خبردار رہنا ولو وجد فی ارض موقوفة
او دار کذلک ای موقوفة علی ارباب معلومة فالقسامة والدیة علی اربابها لان تدبیره الیهم اور اگر مقتول پایا گیا وقف کی زمین یا اسی طرح وقف
کے گھر میں جو معین لوگوں پر وقف ہے تو قسامہ اور دیت وقف کی لوگوں پر ہے اسواسطے کہ وقف کی تدبیر انہیں لوگوں پر ہے وان کانت الارض او الدار

موقوفة على المسجد فهو كما لو وجد فيه اي في المسجد زيلعي و درر و سراجية وغيرها وقد قدمناه اور اگر زمین یا گھر مسجد پر وقف ہو تو وہ ایسا ہی ہے جیسے کہ مقتول مسجد کے
اندر پایا جاوے چنانچہ زیلعی اور درر اور سراجیہ وغیرہا میں ہے اور ہم نے وقف کا مسئلہ اول ذکر کر دیا ہے ہم اگر محلہ کی مسجد پر وقف ہو تو اسکا حکم مسجد محلہ کے
مانند ہے اور اگر جامع مسجد پر وقف ہو تو اسکا جامع مسجد کا حکم ہے قلت والتقييد بكون الارباب الموقوف عليهم معلومين ليخرج غير المعلومين كما لو كان وقفا
على الفقراء والمساكين فان الظاهر ان الدية تكون في بيت المال لانه حينئذ تكون من جملة ما اعد لمصالح المسلمين فاشبه الجامع قاله المصنف
بحثا میں کہتا ہوں اور موقوف علیہم لوگوں میں معین ہونے کی قید اسواسطے لگائی تاکہ غیر معین لوگوں پر جو وقف ہے نکل جاوے چنانچہ فقیروں اور غیر معین محتاجوں
پر وقف ہو تو ظاہر یہ حکم ہے کہ وہاں کے مقتول کی دیت بیت المال میں ہوگی اسلیے کہ وقف مذکور اسوقت میں ہوگا منجملہ ان اشیاء کے جو مصالح مسلمین
کے واسطے مہیا ہیں تو جامع مسجد کے مشابہ ٹھہرا یعنی اور جامع مسجد کی دیت بیت المال میں ہوگی تو اسکی بھی بیت المال سے ہوگی ایسا کہا ہے مصنف نے
اپنی شرح میں بحث کی راہ سے نہ روایت کی طریق سے ولو وجد في معسكر في فلاة غير مملوكة ففي الخيمة والفسطاط على من يسكنهما اور اگر مقتول
پایا گیا اس لشکرگاہ میں جو بیابان غیر مملوک میں واقع ہے تو اگر خیمہ اور ڈیرہ میں مقتول ہے تو اسکے رہنے والوں پر قسامہ اور دیت ہے وفي خارجهما اي الخيمة
والفسطاط ان كانوا اي ساكنوا خارجهما قبائل فعلى قبيلة وجد القتيل فيها اور اگر مقتول پایا گیا خیمہ اور ڈیرہ کے باہر تو اگر خارج کے رہنے والے قوم
قوم ہوں تو جس قوم میں مقتول پایا گیا اسی قوم پر قسامہ اور دیت ہے ولو بين القبيلتين كان حكمه كما مر بين القريتين اور اگر دو قوم کے درمیان
پایا گیا تو اسکا حکم ویسا ہے جیسا درمیان دو گانوں کا حکم مذکور ہو چکا یعنی جس قوم سے نزدیک ہوگا مقتول اسی قوم پر واجب ہے اور اگر دونوں برابر
ہیں تو دونوں پر واجب ہے ولو نزلوا جملة مختلطين فعلى كل العسكر اور اگر لشکری لوگ ملے جلے مختلف اترے ہیں تو تمام لشکر پر واجب ہے ولو كانوا قد قاتلوا
عدوا فلا قسامة ولا دية ملتقى اور اگر اہل لشکر کفار سے لڑے ہوں اور وہاں مقتول پایا گیا تو نہ قسامہ ہے نہ دیت كذا في الملتقى ولو كانت الارض التي نزل
فيها العسكر مملوكة فعلى المالك بالاجماع لانهم سكان ولا يزاحمون المالك في القسامة والدية درر لكن في الملتقى خلافا لابي يوسف فتنبه اور
اگر وہ زمین جسمیں لشکر اترا مملوک ہو تو اسکے مالک پر قسامہ اور دیت واجب ہے بالاتفاق اسواسطے کہ اہل لشکر وہاں کے ساکن ہیں مالک زمین
کے مزاحم نہیں قسامہ اور دیت میں كذا في الدرر لیکن ملتقی میں خلاف ابو یوسف کا مذکور ہے تو آگاہ رہنا یعنی صاحب درر کا متفق علیہ کہنا صحیح
نہیں وفيها لو وجد في قرية لايتام لم يكن على الايتام قسامة وهي على عاقلتهم لانهم ليسوا من اهل اليمين اور ملتقی میں ہے کہ اگر
مقتول پایا گیا یتیموں کے گانوں میں تو یتیموں پر قسامہ نہیں اور وہ یعنی قسامہ ہے انکے عاقلہ پر اسواسطے کہ چھوٹے لڑکے قسم کے لائق نہیں و
ان كان فيهم مدرك فعليه لانه من اهل اليمين ولوالجية اور اگر یتیموں میں کوئی بالغ ہو تو اسپر قسامہ واجب ہے اسواسطے کہ وہ قسم کھانے کی لیاقت
رکھتا ہے كذا في الولوالجية فروع مسائل ملحقة شارح کے لو وجد في دار صبي او معتوه فعلى عاقلتهما اگر مقتول پایا گیا صغیر یا مدہوش کے گھر میں تو انکے مددگاروں پر
قسامہ اور دیت ہے ولو في دار ذمي حلف خمسين يمينا ودى من ماله ولو تعاقلوا فعلى عاقلتهما اور اگر مقتول پایا گیا ذمی کے گھر میں تو پچاس قسمیں کھاوے اور اپنے
مال سے دیت دے اور اگر ذمیوں کے عاقلہ ہوتے ہوں تو دونوں یعنی یہود اور نصاری کی عاقلہ پر دیت واجب ہوگی ہم یہودی یوں قسم کھاوے کہ اس خدا کی قسم
جسنے توریت اتاری میں نے اسکو نہیں مارا اور نہ میں اسکے قاتل کو جانتا ہوں اور نصرانی قسم خدا کی کھاوے جسنے انجیل اتاری كذا في الطحطاوي ولو مر رجل في محلة
فاصابه سهم او حجر ولم يدر من اين اوما مات منه فعلى اهل المحلة القسامة والدية سراجية اور اگر ایک مرد گذرا ایک محلہ میں سو اسکو تیر لگا یا پتھر اور اسکو معلوم نہیں کہ
کدھر سے آیا اور وہ اسی صدمہ سے مرگیا تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہے كذا في السراجية وفي الخانية وجد بهيمة او دابة مقتولة فلا شيء فيها اور خانیہ میں ہے کہ چوپایہ
یا جانور مقتول پایا تو اسمیں قسامہ اور دیت کچھ نہیں وان وجد مكاتب او مدبر او ام ولد قتيلا في محلة فالقسامة والقيمة على

عوا قام في ثلث سنين اور اگر مکاتب یا مدبر یا ام ولد مقتول پایا جائے محلہ میں تو قسامہ اور ہر ایک کی قیمت اہل محلہ کے مددگاروں پر واجب ہے تین سال کے اندر ولو
وجد العبد قتيلا في دار مولاه فهدر الا مديونا فقيمته على مولاه للغرمائه حالة والا مكاتبا فقيمته على مولاه مؤجلة اور اگر غلام مقتول پایا گیا اپنے مالک کے گھر میں تو
خون اسکا رائگان ہے مگر یہ کہ غلام ماذون یا مدیون ہو تو اسکی قیمت اسکے مالک پر واجب ہے بالفعل اسکے قرض دینے والوں کے لیے اور مگر مکاتب کہ یعنی
اگر مکاتب مقتول پایا گیا مالک کے گھر میں تو اسکی قیمت اسکے مالک پر واجب ہے تین سال کی مدت میں ہم مکاتب کی قیمت سے بدل کتابت ادا کیا جائے
اور اسکی آزادی کا حکم کیا جائے اور جو بدل کتابت دے کر باقی رہے وہ اسکے وارثوں کی میراث ہے کذا فی العالمگیریۃ ولو وجد المولى قتيلا في دار ماذونه
مديونا اولا فعلى عاقلة المولى اور اگر مالک مقتول پایا گیا اپنے غلام ماذون فی التجارۃ کے گھر میں خواہ غلام مدیون ہو یا نہیں تو مالک کی عاقلہ پر دیت
ہے یعنی قسامہ اور دیت ولو وجد الحر قتيلا في دار ابيه او امه او المرأة في دار زوجها فالقسامة والدية على العاقلة ولا يحرم من الميراث اور اگر آزاد مرد مقتول
پایا گیا اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر میں یا عورت اپنے زوج کے گھر میں مقتول پائی گئی تو قسامہ اور دیت والدین یا زوج کی عاقلہ پر ہے اور صاحب خانہ میراث
سے محروم نہیں واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب المعاقل

یہ کتاب ہے احکام معاقل کے بیان میں ہی جمع معقلة بفتح فسكون فضم وه یعنی معاقل جمع ہے معقلہ کی بفتح میم و سکون عین و ضم قاف جیسے مکرمہ بضم را کے جمع مکارم
ہے وهي الدية وتسمى عقلا لانها تعقل الدماء من ان تسفك اي تمسكها ومنه العقل لانه يمنع القبائح اور وہ یعنی معقلہ دیت ہے اور دیت کو عقل بفتح عین و سکون
قاف بھی کہتے ہیں یعنی اسواسطے کہ عقل بمعنی منع ہے اور دیت خونوں کو باز رکھتی اور روکتی ہے خونریزی سے وہ یعنی دانش و خردمندی کو عقل کہتے ہیں اسواسطے کہ
عقل انسان کو ارتکاب قبائح سے باز رکھتی ہے تم جبکہ معقلہ سے دیت مراد ہوئی حالانکہ کتاب الدیات مقدم مذکور ہو چکی اور اس کتاب میں دیت کا کچھ ذکر نہیں بلکہ
انکا ذکر ہے جنپر دیت واجب ہے جسکو عاقلہ کہتے ہیں تو بجائے کتاب المعاقل کے کتاب العواقل کہنا صواب ہے چنانچہ صاحب برہان نے کتاب العواقل کہا ہے بعضوں
نے اسکا یوں جواب دیا ہے کہ کلام میں مضاف محذوف ہے یعنی کتاب اہل المعاقل تو مجاز بحذف کی قسم سے ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا والعاقلة اهل الديوان
وهم العسكر وعند الشافعي اهل العشيرة وهم العصبات اور عاقلہ یعنی جنپر دیت واجب ہوتی ہے عبارت ہے اہل دیوان سے اور وہ لشکری لوگ ہیں اور امام شافعی کے
نزدیک عاقلہ برادری کے لوگ یعنی عصبات ہیں ہم دیوان عبارت ہے ان اوراق سے جنمیں اہل لشکر کے نام اور انکا سالیانہ یا ششماہی یا ماہیانہ لکھا جاتا ہے جسکو
دفتر کہتے ہیں عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اول دیوان مقرر کیا اور اہل دیوان پر دیت معین کی صحابہ کبار کے سامنے بلا رد و انکار چونکہ انسان کی جان محترم چیز ہے
تو باطل اور رائگان نہیں ہو سکتی اور قاتل مخطی پر وجوب دیت بلا وجہ ہے اسواسطے کہ وہ معذور ہے اور خطا اس سے مرفوع ہے اور اگر تمام دیت اسپر واجب کیجئے تو
وہ نیست و نابود ہو جائے تو قاتل کے عاقلہ پر یعنی مددگاروں پر ڈالی گئی اسواسطے کہ آدمی احتیاط اور احتراز میں اپنی قوت اور زور کے سبب سے قصور کرتا ہے کچھ پروا نہیں
کرتا اور یہ زور آدمی کو حاصل ہوتا ہے غالبا اپنے انصار اور حمایتیوں کے بھروسے پر تو مددگار خطا کار ٹھہرے مددگاری میں کیونکہ وہی تو سبب ہیں اسکی بیباکی اور تعدی کے
تو انکی تقصیر ثابت ہے کہ مخطی کو انہوں نے کیوں محفوظ نہ رکھا بے احتیاطی سے تو انہیں پر دیت کا ڈالنا اولے اور انسب ہوا عینی نے شرح ہدایہ میں کہا اگر کوئی کہے
صحابہ کا اجماع مذکور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے مخالف ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت اہل نسب پر مقرر کی اسکا جواب دینگے کہ یہ
اجماع حکم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہے اسواسطے کہ آپ نے اہل نسب پر دیت مقرر کی باعتبار نصرت اور مددگاری کے ولہذا نسوان اور صبیان اہل نسب پر
دیت نہیں اسواسطے کہ وہ مددگاری کے لائق نہیں پھر جب عمر فاروق نے تدوین دیوان کی تو مددگاری دیوان کے ساتھ ہو گئی لہذا اہل دیوان عاقلہ ٹھہر گئے تو یہ نسخ
نہیں بلکہ معنی نصرت کی تقریر ہے لمن هو منهم اهل الشكر عاقلہ ہیں اسکے جو انہیں سے ہے یعنی سپاہی لشکر کے نہ ہر قاتل کے یعنی جس رسالے یا پلٹن میں قاتل ہوگا انہیں پر دیت واجب

ہو گی فتجب علیہم کل دیۃ وجبت بنفس القتل خرج ما انقلب مالا بصلح او شبہۃ کقتل الاب ابنہ عمدا فدیتہ فی مالہ کما مر فی الجنایات سو اہل لشکر پر واجب ہو گی
ہر ایک وہ دیت جو نفس قتل سے واجب ہوئی ہے نفس قتل کی قید سے وہ قتل نکل گیا جو منقلب بمال ہو گیا صلح کے سبب سے یا شبہ کی وجہ سے جیسے باپ کا قتل
کرنا عمداً اپنے بیٹے کو تو اس قتل کی دیت باپ کے مال میں ہے چنانچہ گذر گیا کتاب الجنایات میں م نفس قتل سے دیت واجب ہوتی ہے قتل شبہ عمد میں اور قتل خطا میں
اور جاری مجرائے خطا میں چنانچہ اسکی تصریح کتاب الجنایات میں مذکور ہو چکی فتوخذ من عطایاہم او من ارزاقہم والفرق بین العطیۃ والرزق ان الرزق ما یفرض
فی بیت المال بقدر الحاجۃ والکفایۃ مشاہرۃ او میاومۃ والعطاء ما یفرض فی کل سنۃ لا بقدر الحاجۃ بل بصبرہ وعنائہ فی امر الدین سو دیت لیجائیگی اہل لشکر کے
عطا سے یا انکے رزق سے اور فرق عطا اور رزق میں یہ ہے کہ رزق وہ ہے جو بیت المال سے مقرر ہو بقدر حاجت اور کفایت کے بطریق ماہواری یا روزینہ کے
اور عطا وہ ہے جو بیت المال میں معین ہو بطریق حاجت کے نہیں بلکہ اسکی شکیبائی اور مضبوطی اور محنت کشی کے سبب سے دین کے کام میں فی ثلث سنین من وقت
القضاء وکذا یجب فی مال القاتل عمدا وان قتل الاب ابنہ یوخذ فی ثلث سنین عندنا وعند الشافعی یجب حالا لشکر کی وجہ معین سے دیت لیجائیگی تین سال میں
قاضی کے حکم کرنے کے وقت سے یعنی جبسے کہ قاضی نے وجوب دیت کا حکم کیا اسوقت سے تین سال کا حساب شروع ہو گا اور اسی طرح دیت واجب ہے قاتل عمد
کے مال میں اسطرح جیسے کہ باپ نے اپنے بیٹے کو مار ڈالا تو ہمارے نزدیک تین سال میں دیت لیجاویگی اور امام شافعی کے نزدیک بالفعل واجب ہو گی ثم قضا کے بعد سنین مستقبلہ
کی عطا سے دیت لیجاویگی اور اگر سنین ماضیہ کی عطا جمع ہو قبل قضا کے پھر لشکریوں کو قضا کے بعد حاصل ہو تو اس سے دیت نہ لیجاویگی اور اگر دس آدمیوں نے ایک آدمی کو
قتل کیا بطریق خطا کے تو ہر ایک شخص کی عاقلہ پر دیت کا دسواں حصہ تین سال میں واجب ہو گا کذا فی الطحطاوی فان خرجت العطایا فی اکثر من ثلث او اقل
توخذ منہ لحصول المقصود پھر اگر عطایا تین سال سے زیادہ مدت میں یا کمتر مدت میں بیت المال سے نکلے تو اس سے دیت لیجاویگی مطلب حاصل ہونے کے سبب سے م یعنی اگر تین
سال آئندہ کی عطا ایک ہی سال میں ملے تو تمام دیت اس سے لیجاویگی کذا فی الزیلعی اور اگر تین سال کا رزق ایک سال کے تین مہینے میں ملا تو اس سے دیت نہ لیجاویگی اسلیے کہ رزق بقدر
حاجت کے مقرر ہوتا ہے تو اگر اسمیں سے لیا جاوے تو انکو تکلیف اور حرج ہو گا برخلاف عطا کے کذا فی المجتبی وان لم یکن القاتل من اہل الدیوان فعاقلتہ قبیلتہ واقاربہ
وکل من یتناصر ہو بہ تنویر البصائر اور اگر قاتل لشکری نہیں ہے تو اسکا عاقلہ اسکا قبیلہ اور اسکے قریب لوگ ہیں اور جن لوگوں سے وہ قاتل مددگاری چاہتا ہو کذا فی تنویر البصائر
م قبیلہ اور عشیرہ عبارت ہے عصبات نسبیہ سے یعنی یکجدی لوگ خلاصہ یہ ہے کہ وجوب دیت میں تناصر اور مددگاری کا اعتبار ہے تو اگر اہل محلہ یا اہل بازار یا اہل قریہ یا برادری کے
لوگ اسطرح پر ہوں کہ جب انمیں سے کسی شخص کو کوئی امر پیش آتا ہو تو وہ لوگ اسکی کفایت اور مددگاری کیواسطے مستعد ہو جاتے ہیں تو وہی لوگ اسکے عاقلہ ہیں اور اگر اسکے مددگار
چند قسم کے لوگ ہیں لشکر والوں سے اور برادری اور محلہ اور بازار سے تو لشکر والے لوگ مقدم اور اولی ہیں پھر انکے بعد برادری کے لوگ پھر لوگ اہل محلہ پھر بازاری لوگ اور اگر قاتل عجمی
ہے کہ نہ اسکا دیوان ہے نہ برادری نہ کوئی مددگار تو اسکی دو صورتیں ہیں یا اسکے مقتول کی دیت بیت المال میں ہے یا خود اسکے مال میں ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً ثم عرف
وتقسم الدیۃ علیہم فی ثلث سنین ثم السنین بمعنی العطیات قہستانی فلیحفظ اور دیت تقسیم ہو گی عاقلہ پر تین سال کے اندر پھر جاننا چاہیے کہ سنین یعنی عطیات کے ہے
کذا فی القہستانی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م طحطاوی نے کہا ثم السنین بمعنی العطیات کی حاجت نہیں اسواسطے کہ ماتن کے قول فان خرجت العطایا میں مضمون مذکور
ہو گیا لا یوخذ فی کل سنۃ الا درہم او درہم وثلث ولم تزد علی کل واحد من کل الدیۃ فی ثلث سنین علی اربعۃ علی الاصح اور نہ لیجاوے دیت ہر سال میں مگر
ایکدرم یا ایکدرم اور تہائی درم کی اور زیادہ نہ لیا جائیگا عاقلہ کے ہر شخص پر تین سال کی مدت میں چار درم سے بنا بر صحیح تر قول کے م اگر ہر شخص سے ایکدرم لیا گیا تو کل تین
سال میں تین درم ہوئے اور اگر ایکدرم اور تہائی درم کی لیگئی تو چار درم ہوئے طحطاوی نے کہا یہ قول صحیح تر محمدؒ سے منصوص ہے اور غیر اصح قدوری کی روایت ہے کہ ہر سال
میں ہر شخص سے چار درموں سے زیادہ نہ لیا جاوے فان لم تتسع القبیلۃ لذلک ضم الیہ اقرب القبائل نسبا علی ترتیب العصبات پھر اگر
قاتل کا قبیلہ یعنی یکجدی برادری اسکے واسطے یعنی دیت پوری ہونے کے واسطے گنجائش نہ کرے تو جو قبیلہ انکے ساتھ زیادہ تر قرابت رکھتا ہے نسب کی

راہ سے دد دلالیا جاے عصبات کی ترتیب پر ہم ترتیب عصبات یہ ہی کہ اول بھائی ہین پھر انکے فرزند پھر چچا پھر انکے فرزند مگر قاتل کے باپ اور فرزند مین اختلاف ہی
بعضون کے نزدیک عاقلہ مین داخل ہین اور بعضون کے نزدیک نہین مجتبی مین کہا الحاصل سنئے اگر اہل لشکر اظہر ہی تو اُسکے ساتھ قرابت اور نسب اور اولاد اور قرب
سکنی وغیرہ کی مددگاری کا کچھ حکم ظاہر نہوگا اور بعد لشکر کے نسب کی مددگاری ہی تو بنابرین اگر قاتل صیاد ین سے ہو تو اُسکے عاقلہ صیاد ہین اور اُنکے اتباع
نہ اُسکا قبیلہ اور اہل محلہ اسواسطے کہ اہل حرفہ کی باہم مددگاری نہایت ہوتی ہی کذا فی الطحطاوی والقاتل عندنا کاحدہم اور ہم حنفیون کے نزدیک قاتل
بھی عاقلہ مین سے ایک شخص کے مانند ہی ہم یعنی دیت دینے مین وہ بھی شریک ہی عاقلہ کا اسواسطے کہ جنایت تو اسی سے ظاہر ہوئی تو اُسکو خارج کرنا عاقلہ سے
بیوجہ ہی خلافا للشافعی ولو القاتل امرأة او صبیا او مجنونا فیشارکہم علی الصحیح زیلعی اگرچہ قاتل عورت ہو یا صغیر یا مجنون سو نہین سے ہر ایک عاقلہ کا شریک ہوگا
بنابر قول صحیح کے کذا فی الزیلعی یعنی صغیر اور مجنون کا ولی اُنکے مال سے حصہ رسد دیت دیگا وعاقلۃ المعتق قبیلۃ سیدہ اور غلام آزاد کا عاقلہ اُسکے مالک کا قبیلہ
ہی یعنی مالک کے ساتھ کذا فی الطحطاوی عن البرہان ویعقل عن مولی الموالاۃ مولاہ وقبیلۃ مولاہ اور ولاء موالات کی طرف سے اُسکا مولی اور اُسکے مولی کا
قبیلہ دیت دیگا واعلم انہ لاتعقل العاقلۃ جنایۃ عبد ولا عمد وان سقط قودہ بشبہۃ او قتلہ ابنہ عمدا کما مر اور معلوم کر کہ عاقلہ دیت نہین دیتی غلام اور قتل عمد کی جنایت
کی اگرچہ قتل عمد کا قصاص ساقط ہو گیا ہو شبہہ سے یا باپ کے قتل کرنے سے اپنے فرزند کو عمدا چنانچہ مذکور ہو گیا ولا ما لزم بصلح او اعتراف ولا ما دون نصف
عشر الدیۃ لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتعقل العواقل عمدا ولا عبدا ولا صلحا ولا اعترافا ولا مادون ارش الموضحۃ بل الجانی اور عاقلہ نہین دیتے وہ مال جو لازم ہو قتل عمد
یا قتل خطا کی صلح سے یا قاتل کے اقرار سے اور نہ وہ مال جو دیت کے بیسوین حصہ سے کم ہی بدلیل قول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ عاقل دیت نہین دیتے
قتل عمد کی اور نہ غلام کی اور نہ صلح کی اور نہ اقرار کی اور نہ موضحہ کی دیت سے کمتر مال کی بلکہ قاتل اس دیت کو آپ ادا کرے ہم اس حدیث کو محمد بن حسن نے ابن عباس
پر موقوف نقل کیا ہی اور حدیث مرفوع تو غریب ہی لیکن موضحہ کی دیت حدیث مین نہین بلکہ ابراہیم نخعی سے منقول ہی کذا فی العینی الا ان یصدقوہ فی اقرارہ او تقوم
حجۃ وانما قبلت البینۃ ہنا مع الاقرار مع انہا لاتعتبر معہ لانہا تثبت ما لیس بثابت باقرار المدعی علیہ وہو الوجوب علی العاقلۃ مگر یہ کہ عاقلہ قاتل کے اقرار کی تصدیق
کرین یا گواہی سے قتل ثابت ہو تو عاقلہ پر دیت لازم ہوگی اور یہان گواہی اقرار کے ساتھ اسواسطے مقبول ہوئی باوجودیکہ گواہی اقرار کے ساتھ معتبر نہین ہوتی
اسواسطے کہ گواہی اُسکو ثابت کرتی ہی جو مدعا علیہ کے اقرار سے ثابت نہین یعنی واجب ہونا مال کا عاقلہ پر ولو تصادق القاتل واولیاء المقتول علی ان قاضی
کذا قضی بالدیۃ علی عاقلتہ بالبینۃ وکذبہما العاقلۃ فلاشئی علیہما ای علی العاقلۃ لان تصادقہما لیس بحجۃ علیہم ولا علیہ فی مالہ الا حصتہ لان تصادقہما
حجۃ فی حقہما زیلعی اور اگر قاتل اور مقتول کے وارثون نے باہم تصدیق کی اسپر کہ فلانے شہر کے قاضی نے دیت کا حکم کیا قاتل کی عاقلہ پر گواہی کے سبب سے اور عاقلہ نے
ان دونون کی تکذیب کی تو عاقلہ پر کچھ دینا واجب نہین ہی اسواسطے کہ قاتل اور اولیا مقتول کے باہم تصدیق عاقلہ پر حجت نہین ہی اور نہ خود قاتل پر حجت ہی اُسکے
مال مین مگر بقدر اُسکے حصے کے اسلیے کہ قاتل اور وارثون کا تصادق آنہین دونون کے حق مین حجت ہی کذا فی الزیلعی ہم قاتل کے مال مین عاقلہ کا حصہ رسد اقرار اُسکا حجت ہی
بشرطیکہ اُسکے واسطے عطا مین ہو چنانچہ عالمگیری مین ہی کافی سے اور ظاہر اعطا تو اہل لشکر مین ہوتی ہی نہ قبائل مین کذا فی الطحطاوی واعلم ان الخصم فی ذلک
ہو الجانی لان الحق علیہ ولو کان صبیا فالخصم ابوہ خانیہ قلت یوخذ من قولہ الخصم ہو الجانی لا العاقلۃ جواب حادثۃ الفتوی وہی ان صبیا فقا عین صبیۃ ثم مات
فاراد ولیہا تحلیف العاقلۃ علی نفی فعل الصبی والجواب انہ لایحلف لان ذلک فرع صحۃ الدعوی وہی غیر متوجہ علی العاقلۃ وبقی ہنا شئی وہو ان العاقلۃ
لو اقروا بفعل الجانی ہل یصح اقرارہم بالنسبۃ الیہم حتی تقضی علیہم بالدیۃ ام لا فان قلت نعم ینبغی ان یجری الحلف فی حقہم لظہور فائدۃ قالہ المصنف.
بحثا فلیحرر اور معلوم کر کہ خصم یعنی دعوے قتل مین خصم یعنی مدعا علیہ قاتل ہی اسواسطے کہ حق اُسیپر ثابت ہی اور اگر قاتل صغیر ہو تو مدعا علیہ اُسکا
باپ ہی کذا فی الخانیہ مین کہتا ہون کہ اُسکے اس قول سے کہ مدعا علیہ قاتل ہی نہ عاقلہ ماخوذ ہوتا ہی حادثہ فتوی کا جواب وہ استفتا یہ ہی کہ صغیر نے صغیرہ کی

اگر وہ چھوڑ کر سو وہ مرگئی تو صغیرہ کے وارث نے چاہا عاقلہ کا قسم دینا صغیر کی نفی فعل پر اور جواب اسکا یہ ہے کہ قسم وارد نہوگی اسواسطے کہ لزوم قسم دعوی
صحیح ہونے کی فرع ہے اور حالانکہ دعوی عاقلہ پر متوجہ نہیں ہے اور یہان گفتگو کچھ باقی ہے کہ اگر عاقلہ نے قاتل کے فعل کا اقرار کیا تو انکا اقرار بہ نسبت
انکے صحیح ہوگا تا انکہ انپر وجوب دیت کا حکم ہو یا اقرار انکا صحیح نہیں تو اگر یون جواب دو کہ ہان تو لائق یون ہے کہ قسم انکے حق مین جاری ہو اسکے فائدہ
ظاہر ہونے کے سبب سے فائدہ سے مراد لزوم دیت ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین بحث کی راہ سے تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے مع تکلیف عاقلہ
قول سابق کے مخالف ہے کہ عاقلہ خصم نہیں تو انپر قسم بھی نہیں اور اگر یون جواب دیجیے کہ یہ غیر مدعا علیہ کا اقرار ہے تو اسپر قسم جاری نہوگی تو صریح ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی
وان جنی حر علی نفس عبد خطاء فھی علی عاقلتہ یعنی اذا قتلہ لان العاقلۃ لاتحمل اطراف العبد وقال الشافعی لاتحمل النفس ایضا اور اگر آزاد نے جنایت کی
غلام کی جان پر خطا کی راہ سے تو اسکی دیت آزاد کی عاقلہ پر ہے جنایت سے مراد یہی ہے کہ آزاد غلام کو قتل کرے اسواسطے کہ عاقلہ غلام کی اطراف کی دیت کے
متحمل نہیں اور امام شافعی نے کہا کہ عاقلہ قتل نفس کی دیت کے بھی متحمل نہیں ولا یدخل صبی وامراۃ ومجنون فی العاقلۃ اذا لم یتناصروا یعنی لو القاتل غیرہم و
الا فیدخلون علی الصحیح کما مر اور صغیر اور عورت اور دیوانہ عاقلہ مین داخل نہیں جبکہ وہ باہم مددگاری نہ کرتے ہون یعنی اگر صغیر وغیرہ قاتل نہون تو عاقلہ مین داخل نہیں
اور اگر صغیر وغیرہ سے قتل ظاہر ہوا ہو تو عاقلہ مین داخل ہونگے بنا بر قول صحیح کے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا اور عدم تناصر کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر انسے مددگاری
کی درخواست ہوتی ہو تو عاقلہ مین داخل ہونگے وجوب دیت مین کذا فی الطحطاوی ولا یعقل کافر عن مسلم ولا بالعکس لعدم التناصر اور کافر دیت نہیں دیتا
مسلمان کی طرف سے اور نہ مسلمان کافر کی طرف سے عدم تناصر کی وجہ سے والکفار یتعاقلون فیما بینہم وان اختلفت مللہم لان الکفر کلہ ملۃ واحدۃ یعنی ان
تناصروا والا ففی مالہ فی ثلث سنین کالمسلم کما بسطہ فی المجتبی اور کافر فیما بین خود با ایک دوسرے کے عاقلہ ہونگے اگرچہ انکے دین مختلف ہون اسواسطے
کہ کفر بالکل ایک ہی دین ہے یعنی بشرطیکہ ایک دوسرے کی مددگاری کرتے ہون اور اگر تناصر انمین رائج نہو تو فقط قاتل کے مال مین دیت مقتول کی واجب
ہے تین سال کے اندر مسلمان کے مانند چنانچہ مجتبی مین اسکو مشرح بیان کیا ہے مجتبی مین ہے کہ دو تاجر مسلمان دار الحرب مین وارد ہین سو ایک مسلمان نے
دوسرے کو قتل کیا تو اسکی دیت قاتل کے مال مین واجب ہے کذا فی الطحطاوی واذا لم یکن للقاتل عاقلۃ کلقیط وحربی اسلم فالدیۃ فی بیت المال فی ظاہر
الروایۃ وعلیہ الفتوی درر وبزازیۃ وجعل الزیلعی روایۃ وجوبہا فی مالہ روایۃ شاذۃ اور جبکہ قاتل کا کوئی عاقلہ مددگار نہو چنانچہ لقیط کا یا وہ حربی جو مسلمان ہوا تو اسکے
مقتول کی دیت بیت المال مین ہے ظاہر الروایۃ مین اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الدرر والبزازیۃ اور زیلعی نے مال قاتل مین وجوب دیت کی روایت کو روایت شاذ
قرار دیا ہے یعنی جبکہ قاتل کا کوئی عاقلہ نہو تو اسکے مال مین دیت واجب ہے اس روایت کو زیلعی نے غیر معتمد کہا ہے قلت وظاہر ما فی المجتبی عن خوارزم من
ان تناصرہم قد انعدم وبیت المال قد انہدم یرجح وجوبہا فی مالہ فیؤدی فی کل سنۃ ثلثۃ دراہم او اربعۃ کما نقلہ فی المجتبی عن الناطقی قال وہذا احسن لا بد
من حفظہ واقرہ المصنف فلیحفظ فقد وقع فی کثیر من المواضع انہا فی ثلث سنین فافہم مین کہتا ہون اور مجتبی کا ظاہر کلام ملک خوارزم کی حکایت
حال سے یہ ہے کہ وہان کے لوگون کی باہم مددگاری نیست و نابود ہو گئی اور بیت المال منہدم اور بے نشان ہو گیا تو یہ حال ترجیح دیتا ہے واجب ہونے
دیت کو قاتل کے مال مین تو قاتل ہر سال تین یا چار درم ادا کرتا رہے چنانچہ اسکو مجتبی مین ناطقی سے نقل کیا ہے صاحب مجتبی نے کہا اور یہ قول خوب
ہے اسکا یاد رکھنا ضرور ہے اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو ثابت رکھا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے سو البتہ مجتبی یا غیر مجتبی کے اکثر مواضع مین درج ہوا
کہ بالکل دیت کا ادا کرنا تین سال مین ہے تو اسکو سمجھ لے کذا فی الطحطاوی وہذا اذا کان القاتل مسلما فلو ذمیا ففی مالہ اجماعا بزازیۃ اور یعنی
جب عاقلہ نہو تو بیت المال سے دیت واجب ہے اسوقت ہے جبکہ قاتل مسلمان ہو سو اگر قاتل ذمی ہے تو اسی کے مال مین بالاتفاق دیت ہے کذا فی البزازیۃ
ومن لہ وارث معروف مطلقا ولو بعیدا او محرما برا او کتر لا یعقلہ بیت المال وہو الصحیح کما بسطہ فی الخانیۃ اور جس قاتل کا مشہور

وارث ہو کسی طرح کا وارث ہو اگرچہ وارث بعید ہو یا محروم المیراث غلام یا کافر ہونیکے سبب سے تو اُسکے مقتول کی دیت بیت المال نہ دیگا اور یہی قول
صحیح ہی چنانچہ اُسکو خانیہ میں شرح بیان کیا ہی **ولا عاقلة للعجم** وبہ جزم فی الدرر قاله المصنف لعدم تناصرہم عجمیوں کا یعنی عرب کے سوا اور ملک کے رہنے
والوں کا عاقلہ نہیں اسی پر یقین کیا ہی درر میں یہ کہا ہی مصنف نے اپنی شرح میں اُنکے عدم تناصر کے سبب سے وقیل لہم عواقل لانہم تناصرون کالاساکفة
والصیادین والصرافین والسراجین فاہل محلة القاتل وصنعته عاقلته وکذا کسا طلبة العلم قلت وبہ افتی الحلوانی وغیرہ خانیة اور بعضوں نے کہا کہ عجمیوں کیواسطے
بھی عاقلہ ثابت ہیں اسواسطے کہ وہ باہم حمایت اور مددگاری کرتے ہیں چنانچہ کفشگر اور صیاد اور صراف اور زین گر لوگ تو قاتل کے اہل محلہ اور اہل پیشہ اُسکے عاقلہ ہیں
اور اسی طرح طالب علم باہم اگر عاقلہ ہیں میں کہتا ہوں اور اسی کا فتوی دیا ہی شمس الائمہ حلوانی وغیرہ نے کذا فی الخانیة زاد فی المجتبی والحاصل ان التناصر اصل فی
ہذا الباب ومعنی التناصر انہ اذا حزبہ امر قاموا معہ فی کفایته وتمامہ فیہ مجتبی میں یہ زیادہ کہا ہی اور خلاصہ یہ ہی کہ اس باب یعنی اثبات عاقلہ میں تناصر اصل ہی
اور تناصر سے مراد یہ ہی کہ جب اُسکو کوئی سختی اور مصیبت پیش آوے تو لوگ اُسکے ساتھ اٹھ کھڑے ہوں اُسکی کاربرآری میں یعنی اُسکو بچالیں اُسکی تکلیف تمام
دین اور اُسکا پورا بیان مجتبی میں ہی وفی منیة البصائر معزیا للحافظیة والحق ان التناصر فیہم بالحرف فہم عاقلته الخ فلیحفظ داوہ القہستانی اور منیۃ البصائر میں
حافظیہ سے منقول ہی اور حق یہ ہی کہ عجمیوں میں تناصر پیشوں کی وجہ سے ہی تو اہل پیشہ وہی عاقلہ ہیں الخ اسکو یاد رکھنا چاہیے اور اسی قول کو
قہستانی نے ثابت رکھا ہی لکن حرر شیخنا الحانوتی ان التناصر منتف الآن لغلبة الحسد والبغض وتمنی کل واحد المکروہ لصاحبه فتنبہ لیکن ہمارے استاد حانوتی نے
اسکی تحریر اور تنقیح کی ہی کہ بالفعل تناصر موجود نہیں حسد اور بغض کے غلبہ کے سبب سے اور ہر شخص اپنے ہم پیشہ کی بدحالی کا آرزومند ہی تو آگاہ رہیو یہ وہی
قول ہی جو زاہدی صاحب مجتبی نے عرف خوارزم کا بیان کیا ہی قلت وحیث لا قبیلة ولا تناصر فالدیة فی مالہ وبیت المال میں کہتا ہوں اور جہاں نہ قبیلہ اور نہ برادری
ہی اور نہ حمایت اور نہ مددگاری تو وہاں دیت قاتل کے مال میں ہی یا بیت المال میں ہم وجوب دیت کا بیت المال میں ظاہر الروایة مفتی بہ ہی اور وجوب مال قاتل کے
مال میں روایت شاذہ ہی چنانچہ مذکور ہو چکا میں کہتا ہوں مدار تناصر پر ہی چنانچہ فقہا نے اسکی تصریح کی ہی تو جس قوم میں تناصر اور حمایت کرنا رائج ہی تو وہ لوگ اُسکے
عاقلہ ہیں اور اگر حمایت نہیں کرتے تو عاقلہ نہیں کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحلیم

کتاب الوصایا

یہ کتاب ہی وصایا کے احکام میں وصایا جمع ہی وصیت کی وصیت شرعا عبارت ہی تملیک بعد الموت سے چونکہ دنیا میں انسان کا آخر حال موت ہی تو اس کتاب کا آخر
کتاب میں لانا قبل از میراث مناسب ہوا وصیت اسم ہی بمعنی مصدر اور موصی بہ کو یعنی جس چیز کی وصیت کیجاوے اُسکو بھی وصیت کہتے ہیں اور ایصا عبارت ہی غیر کو وصی
کرنے سے تاکہ غیر اُسکی غیبت میں کام کرے خواہ موصی زندہ ہو یا مردہ مثلاً زید نے خالد سے کہا کہ یہ باغ محمود کو دینا میرے موت کے بعد تو زید تو موصی ہی اور خالد وصی ہی اور
باغ موصی بہ ہی اور محمود موصی لہ یعم الوصیة والایصاء یقال اوصی الی فلان ای جعله وصیا والاسم منه الوصایة وسیجیء فی باب مستقل واوصی لفلان بمعنی
ملکه بطریق الوصیة وصایا عام اور شامل ہی وصیت اور ایصا کو بولتے ہیں اوصی الی فلان یعنی اُسکو وصی کیا اور وصایة اسم ہی ایصا سے اور وصی کے
مسائل جدا باب میں آگے آوینگے اور بولتے ہیں اوصی لفلان یعنی اُسکو مالک کیا بطریق وصیت کے ہم طحطاوی نے کہا لام اور الی کا تفرقہ کتب لغت سے
معلوم نہیں ہوتا تو اگر یہ تفرقہ اصطلاحی ہی تو اصطلاح میں کچھ نزاع کا مقام نہیں اور یہی معلوم ہوتا ہی صاحب درر کے کلام سے اور شارح اس بیان میں تابع ہی صاحب
درر کا فتنبہ ہی **تملیک مضاف** الی ما بعد الموت عینا کان او دینا تو شوقت میں یعنی بعد تفرقہ وصیت اور ایصا کے معلوم کرنا چاہیے کہ وصیت تملیک ہی
مضاف بما بعد موت کے خواہ تملیک کی شی عین ہو یا دین قلت یعنی بطریق التبرع لیخرج نحو الاقرار بالدین فانه نافذ من کل المال کما سیجیء میں کہتا ہوں تملیک سے
تملیک بطریق احسان کے مراد ہی تاکہ مانند اقرار کرنے دین کے وصیت سے نکل جاوے اسواسطے کہ دین کا اقرار نافذ ہی تمام مال سے چنانچہ آگے آویگا

انکو بچوڑی سو وہ مرگئی تو صغیر وکے وارثوں نے چاہا قسم دینا اللہ کا صغیر کی نفی فعل پر اور جواب اسکا یہ ہے کہ قسم مدار دعویٰ کی ہے اسواسطے کہ لزوم قسم دعویٰ
صحیح ہونے کی فرع ہے اور حالانکہ دعویٰ عاقلہ پر متوجہ نہیں ہوا اور یہان گفتگو کچھ باقی ہے کہ اگر عاقلہ نے قاتل کے فعل کا اقرار کیا تو انکا اقرار بہ نسبت
انکے صحیح ہوگا تا انکہ انپر وجوب دیت کا حکم ہو یا اقرار انکا صحیح نہیں تو اگر یون جواب دو کہ یہان تو لائق یون ہے کہ قسم انکے حق میں جاری ہو انکے فائدہ
ظاہر ہونے کے سبب سے فائدے سے مراد لزوم دیت ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں بحث کی رو سے تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے ہم تکلیف عاقلہ
قول سابق کے مخالف ہے کہ عاقلہ خصم نہیں تو انپر قسم بھی نہیں اور اگر یون جواب دیجیے کہ یہ خبر مدعا علیہ کا اقرار ہے تو اسپر قسم جاری ہونے کی توجیہ ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی
وان جنی حر علی نفس عبد خطاء فہی علی عاقلتہ یعنی اذا قتلہ لان العاقلۃ تتحمل اطراف العبد وقال الشافعی لا تتحمل نفس العبد اور اگر آزاد نے جنایت کی
غلام کی جان پر خطا کی راہ سے تو اسکی دیت آزاد کی عاقلہ پر ہے جنایت سے مراد یہ ہے کہ آزاد غلام کو قتل کرے اسواسطے کہ عاقلہ غلام کی اطراف کی دیت کے
متحمل نہیں اور امام شافعی نے کہا کہ عاقلہ قتل نفس کی دیت کے بھی متحمل نہیں ولا مدخل لصبی وامراۃ ومجنون فی العاقلۃ اذا لم یباشروا الجنایۃ لو القاتل غیرہم
فلا یدخلون علی الصحیح کما مر اور صغیر اور عورت اور دیوانہ عاقلہ میں داخل نہیں جبکہ وہ باہم مددگاری نہ کرتے ہوں یعنی اگر صغیر وغیرہ قاتل نہوں تو عاقلہ مین داخل نہیں
اور اگر صغیر وغیرہ سے قتل ظاہر ہوا ہو تو عاقلہ میں داخل ہونگے بنابر قول صحیح کے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا عدم تناصر کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر انسے مددگاری
کی درخواست ہوتی ہو تو عاقلہ میں داخل ہونگے وجوب دیت میں کذا فی الطحطاوی ولا یعقل کافر عن مسلم وبالعکس لعدم التناصر اور کافر دیت نہین دیگا
مسلمان کی طرف سے اور نہ مسلمان کافر کی طرف سے عدم تناصر کی وجہ سے والکفار یتعاقلون فیما بینہم وان اختلفت مللہم لان الکفر کلہ ملۃ واحدۃ ولو تیقن انہ
تناصروا والا ففی مالہ فی ثلث سنین کالمسلم کما بسطہ فی المجتبی اور کافر فیما بین خود ایک دوسرے کے عاقلہ ہونگے اگرچہ انکے دین مختلف ہون اسواسطے
کہ کفر بالکل ایک ہی دین ہے یعنی بشرطیکہ ایک دوسرے کی مددگاری کرتے ہون اور اگر تناصر باہم رائج نہو تو فقط قاتل کے مال میں دیت مقتول کی واجب
ہے تین سال کے اندر مسلمان کے مانند چنانچہ مجتبی میں اسکو شرح بیان کیا ہے مجتبی میں ہے کہ دو تاجر مسلمان دار الحرب میں وارد ہوئے ایک مسلمان نے
دوسرے کو قتل کیا تو اسکی دیت قاتل کے مال میں واجب ہے کذا فی الطحطاوی ولو لم یکن للقاتل عاقلۃ [illegible] فالدیۃ فی بیت المال فی ظاہر
الروایۃ وعلیہ الفتوی درر وبزازیۃ وجعل الزیلعی روایۃ وجوبہا فی مالہ روایۃ شاذۃ اور جبکہ قاتل کا کوئی عاقلہ مددگار نہو چنانچہ لقیط کا یا وہ حربی جو مسلمان ہوا تو اسکے
مقتول کی دیت بیت المال میں ہے ظاہر الروایۃ میں اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الدرر والبزازیۃ اور زیلعی نے مال قاتل میں وجوب دیت کی روایت کو روایت شاذ
قرار دیا ہے یعنی جبکہ قاتل کا کوئی عاقلہ نہو تو اسکے مال میں دیت واجب ہے اس روایت کو زیلعی نے غیر معتمد کہا ہے قلت وظاہر ما فی المجتبی عن خوارزم
ان تناصرہم قد انعدم وبیت المال قد انہدم یرجح وجوبہا فی مالہ یؤدی فی کل سنۃ ثلثۃ دراہم او اربعۃ کما نقلہ فی المجتبی عن الناطفی قال وہذا احسن ما ہو
من حفظہ و اقرہ المصنف فلیحفظ لتعدد وقوع ذلک فی کثیر من المواضع فی زماننا میں کہتا ہون اور مجتبی کا ظاہر کلام ملک خوارزم کی حکایت
حال سے یہ ہے کہ وہان کے لوگون کی باہم مددگاری نیست و نابود ہوگئی اور بیت المال منہدم اور بے نشان ہو گیا تو یہ حال ترجیح دیتا ہے واجب ہونے
دیت کو قاتل کے مال میں تو قاتل ہر سال تین یا چار درم ادا کرتا رہے چنانچہ اسکو مجتبی میں ناطفی سے نقل کیا ہے صاحب مجتبی نے کہا اور یہ قول خوب
ہے اسکا یاد رکھنا ضرور ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں اسکو ثابت رکھا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے سوا البتہ مجتبی یا غیر مجتبی کے اکثر مواضع میں وقوع ہوگا
کہ بالکل دیت کا ادا کرنا تین سال میں ہے تو اسکو سمجھ لے کذا فی الطحطاوی وہذا اذا کان القاتل مسلماً فلو ذمیا ففی مالہ اجماعا بزازیۃ اور یہ حکم
جب عاقلہ نہو تو بیت المال سے دیت واجب ہے اسصورت میں ہے جبکہ قاتل مسلمان ہو سو اگر قاتل ذمی ہو تو اسی کے مال میں بالاتفاق دیت ہے کذا فی البزازیۃ
ومن لہ وارث معروف مسلماً او لا نسبیا او محرماً برقی او کثر لا یعقلہ بیت المال وہو الصحیح کما بسطہ فی الخانیۃ اور جس قاتل کا مشہور

وارث ہو کسی طرح کا وارث ہو اگرچہ وارث بعید ہو یا محروم المیراث غلام یا کافر ہونیکے سبب سے تو اُسکے مقتول کی دیت بیت المال نہ دیگا اور یہی قول
صحیح ہی چنانچہ اُسکو خانیہ مین شرح بیان کیا ہی ولا عاقلۃ للعجم وبہ جزم فی الدرر قالہ المصنف لعدم تناصرہم عجمیون کا یعنی عرب کے سوا اور ملک کے رہنے
والون کا عاقلہ نہین اسی پر یقین کیا ہی درر مین یہ کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین انکے عدم تناصر کے سبب سے وقیل لہم عواقل لانہم تناصرون کالاساکفۃ
والصیادین والصرافین والسراجین فاہل محلۃ القاتل وصنعتہ عاقلتہ وکذلک طلبۃ العلم قلت وبہ افتی الحلوانی وغیرہ خانیۃ اور بعضون نے کہا کہ عجمیون کیواسطے
بھی عاقلہ ثابت ہین اسواسطے کہ وہ باہم حمایت اور مددگاری کرتے ہین چنانچہ کفشگر اور صیاد اور صراف اور زین گر لوگ تو قاتل کے اہل محلہ اور اہل پیشہ اُسکے عاقلہ ہین
اور اسی طرح طالب علم باہمدگر عاقلہ ہین مین کہتا ہون اور اسی کا فتوی دیا ہی شمس الائمہ حلوانی وغیرہ نے کذا فی الخانیۃ زاد فی المجتبی والحاصل ان التناصر اصل فی
ہذا الباب ومعنی التناصر انہ اذا حزبہ امر قاموا معہ فی کفایتہ وتمامہ فیہ مجتبی مین یہ زیادہ کہا ہی اور خلاصہ یہ ہی کہ اس باب یعنی اثبات عاقلہ مین تناصر اصل ہی
اور تناصر سے مراد یہ ہی کہ جب اُسکو کوئی سختی اور مصیبت پیش آوے تو لوگ اسکے ساتھ اُٹھ کھڑے ہون اُسکی کاربرآری مین یعنی اُسکو بچالین اُسکی تکلیف ٹال
دین اور اسکا پورا بیان مجتبی مین ہی وفی تنویر البصائر معزیا للمحافظۃ والحق ان التناصر فیہم بالحرف فہم عاقلتہ الخ فلیحفظ واقرہ القہستانی اور تنویر البصائر مین
حافظیہ سے منقول ہی اور حق یہ ہی کہ عجمیون مین تناصر پیشون کی وجہ سے ہی تو اہل پیشہ وہی عاقلہ ہین انتہی تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے اور اسی قول کو
قہستانی نے ثابت رکھا ہی لکن حرر شیخنا الحانوتی ان التناصر منتف الآن لغلبۃ الحسد والبغض وتمنی کل واحد المکروہ لصاحبہ فتنبہ لیکن ہمارے اُستاد حانوتی نے
اسکی تحریر اور تنقیح کی ہی کہ بالفعل تناصر موجود نہین حسد اور بغض کے غلبہ کے سبب سے اور ہر شخص اپنے ہم پیشہ کی بدحالی کا آرزومند ہی تو آگاہ رہیو یہ دیگر
قول ہی جو زاہدی صاحب مجتبی نے عرف خوارزم کا بیان کیا ہی قلت وحیث لا قبیلۃ ولا تناصر فالدیۃ فی مالہ وبیت المال مین کہتا ہون اور جہان نہ قبیلہ اور نہ برادری
ہی اور نہ حمایت اور نہ مددگاری تو وہان دیت قاتل کے مال مین ہی یا بیت المال مین ہی م وجوب دیت کا بیت المال مین ظاہر الروایۃ مفتی بہ ہی اور وجوب مال قاتل کے
مال مین روایت شاذ ہی چنانچہ مذکور ہوچکا مین کہتا ہون مدار تناصر پر ہی چنانچہ فقہا نے اسکی تصریح کی ہی تو جس قوم مین تناصر اور حمایت کرنا رائج ہی تو وہ لوگ اُسکے
عاقلہ ہین اور اگر حمایت نہین کرتے تو عاقلہ نہین کذا فی الطحطاوی والحمد للہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحلیم

کتاب الوصایا

یہ کتاب ہی وصایا کے احکام مین وصایا جمع ہی وصیت کی وصیت شرعاً عبارت ہی تملیک بعد الموت سے چونکہ دنیا مین انسان کا آخر حال موت ہی تو اس کتاب کا آخر
کتاب مین لانا قبل از میراث مناسب ہوا وصیت اسم ہی بمعنی مصدر اور موصی بہ کو یعنی جس چیز کی وصیت کیجاے اُسکو بھی وصیت کہتے ہین اور ایصا عبارت ہی غیر کو وصی
کرنے سے تاکہ غیر اُسکی غیبت مین کام کرے خواہ موصی زندہ ہو یا مردہ مثلاً زید نے خالد سے کہا کہ یہ باغ محمود کو دینا میرے موت کے بعد تو زید تو موصی ہی اور خالد وصی ہی اور
باغ موصی بہ ہی اور محمود موصی لہ یعم الوصیۃ والایصاء یقال اوصی الی فلان ای جعلہ وصیا والاسم منہ الوصایۃ وسیجئ فی باب مستقل واوصی لفلان بمعنی
ملکہ بطریق الوصیۃ ووصایا عام اور شامل ہی وصیت اور ایصا کو بولتے ہین اوصی الی فلان یعنی اُسکو وصی کیا اور وصایۃ اسم ہی ایصا سے اور وصی کے
مسائل جدا باب مین آگے آوینگے اور بولتے ہین اوصی لفلان یعنی اُسکو مالک کیا بطریق وصیت کے کہ طحطاوی نے کہا لام اور الی کا تفرقہ کتب لغت سے
معلوم نہین ہوتا تو اگر یہ تفرقہ اصطلاحی ہی تو اصطلاح مین کچھ نزاع کا مقام نہین اور یہی معلوم ہوتا ہی صاحب درر کے کلام سے اور شارح اس بیان مین تابع ہی صاحب
درر کا فحینئذ ہی تملیک مضاف الی ما بعد الموت عینا کان او دینا تو موقوف ہین یعنی بعد تفرقہ وصیت اور ایصا کے معلوم کرنا چاہیے کہ وصیت تملیک ہی
مضاف بما بعد موت کے خواہ تملیک کی شی عین ہو یا دین قلت یعنی بطریق التبرع لیخرج نحو الاقرار بالدین فانہ نافذ من کل المال کما سیجئ مین کہتا ہون تملیک سے
تملیک بطریق احسان کے مراد ہی تاکہ مانند اقرار کرنے دین کے وصیت سے نکل جاے اسواسطے کہ دین کا اقرار نافذ ہی تمام مال سے چنانچہ آگے آوے گا

یعنی بخلاف وصیت کے کہ وہ ثلث مال سے نافذ ہے ہم بعضون نے کہا یا قرار دین عبارت ہے اظہار ما فی الذمہ سے نہ تملیک بعد الموت سے تو وہ تو حقیقۃً تملیک کے تعریف سے خارج
ہے ارادہ احسان کی کچھ حاجت نہین ولا ینافیہ وجوبہا لحقہ تعالی فتامل اور تبرع کے مخالف نہین وصیت کا واجب ہونا حق تعالے کے حق کے سبب سے سو اسکو تامل کرو جو
ہے سوال مقدر کا تقریر سوال یہ ہے کہ جب وصیت کی یہ تعریف ہوئی کہ وہ تملیک ہے بطریق تبرع اور احسان کے اور حالانکہ زکوۃ اور کفارات وغیرہ حقوق ربانی مین وصیت
ہے پھر جب واجب ہوئی تو تبرع کہان اسواسطے کہ تبرع عبارت ہے عدم وجوب سے شارح نے جواب دیا کہ یہ وجوب منافی تبرع کے نہین ہے اور یہ لفظ تامل وقت جواب کی
طرف اشارہ کیا یعنی وجوب حق اللہ جب موت سے ساقط ہوگیا تو تبرع کے مشابہ ہوگیا اور دیون عباد کے مانند ہوا کذا فی الحلبی ہی علی ما فی المجتبی اربعۃ اقسام واجبۃ بالزکوۃ
والکفارات وفدیۃ الصیام والصلوۃ التی فرط فیہا ومباحۃ لغنی ومکروہ لاہل الفسق والا مستحبۃ اور بنا بر اس کلام کے جو مجتبی مین ہے وصیت چار قسم ہے واجب ہے وصیت
واسطے زکوۃ اور کفارات اور فدیہ صیام اور صلوۃ کے جنکے ادا کرنے مین مسلمان نے قصور کیا اور وصیت مباح ہے مالدار کے واسطے اور مکروہ ہے فاسق فاجرون کے
واسطے اور انکے سوا وصیت مستحب ہے ہم وجوب زکوۃ وغیرہ کی وصیت زیلعی مین مذکور ہے تو اسکو زیلعی کی طرف نسبت کرنا مناسب تھا اور مجتبی مین اسکو مستحب
مین شمار کیا ہے عبارت مجتبی کا ترجمہ یہ ہے کہ وصیت چار قسم ہے واجب ہے چنانچہ ردّ ودائع اور دیون مجہولکی وصیت اور مستحب ہے چنانچہ کفارات اور فدیہ
صلوۃ اور صیام اور اسکے مانند کی وصیت اور مباح ہے جیسے اغنیاء اجانب اور اقارب کے واسطے وصیت اور مکروہ ہے جیسے اہل فسوق اور معاصی کو واسطے
وصیت کرنا انتہی کذا فی الطحطاوی ولا تجب للوالدین والاقربین لان آیۃ البقرۃ منسوخۃ بآیۃ النساء اور وصیت کرنا والدین اور اقرباء کے واسطے واجب نہین
اسواسطے کہ سورۂ بقر کی آیت سورۂ نساء کی آیت سے منسوخ ہے ہم سورۂ بقر کی یہ آیت ہے کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیۃ للوالدین والاقربین
یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ مفروض ہوا تمپر جب حاضر ہو تم مین سے کسی شخص کو موت اگر کچھ مال چھوڑے وصیت کرنا مان باپ اور قرابت والون کے واسطے اور
سورۂ نساء کی آیت سے آیۃ المواریث مراد ہے جو ناسخ ہے سورۂ بقر کی آیت مذکور کو یہی مذہب ہے ابن عمر اور عکرمہ اور مجاہد اور مالک اور شافعیؒ اور اکثر اہل تفسیر کا اور
ہمارے اکثر اصحاب نے کہا ہے کہ سورۂ بقر کی آیت منسوخ ہے اس حدیث سے جو چند صحابہ کبار سے مروی ہے از انجملہ ابو امامہ باہلی کی حدیث ہے جو ابوداؤد اور ترمذی اور
ابن ماجہ مین مروی ہے کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب فقال ان اللہ تعالی قد اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ لوارث یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا پھر
فرمایا کہ حق تعالی نے ہر حقدار کا حق عطا کیا تو اب وصیت نہین وارث کیواسطے ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے اور اس حدیث مشہور کو اکثر علما نے قبول کیا اور ایسی حدیث
مشہور سے نسخ کتاب جائز ہے ہمارے نزدیک اور یہ بحث ہے امام شافعیؒ پر کہ وہ نسخ کتاب کی حدیث سے معتقد نہین کذا فی العینی شرح الہدایہ وسببہا ما ہو سبب التبرعات
وصیت کا سبب وہ ہے جو تبرعات یعنی عبادات غیر واجبہ کا سبب ہے ہم حموی نے کہا وصیت کا وہ سبب ہے جو وصیت کے محاسن مین مذکور ہے یعنی جو اعمال فوت ہوگئے ہین
انکا تدارک کرنا مال کو صرف کرکے اس حالت مین کہ مال کی کچھ حاجت نرہے تاکہ انجام مین کام آوے مجتبی مین ہے کہ اہم وظائف دینیہ معارف یقینیہ کے بعد تلافی تقصیر
اور اصلاح فساد کی معرفت ہے اور مظالم اور حقوق عباد کا تدارک کرنا اور اعمال کا زیادہ کرنا انقراض آمال کے وقت ہے اسواسطے کہ ہر مخلوق زندہ کے واسطے موت ضروری
ہے اور وہ امر وصیت ہے جسکو قرآن مجید مین تاکید فرمایا ہے آیۃ المواریث مین اسطرح کہ من بعد وصیۃ یوصی بہا او دین اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
حق تعالی نے تمہارے تہائی مال تمپر تصدق کیا تمہاری آخر عمر مین تمہارے اعمال زیادہ ہونے کے واسطے اور فرمایا کہ اس مرد کو حلال نہین جو خدا کا اور پچھلے دن
کا ایمان رکھتا ہو اور وہ مالدار ہو اور وصیت کرنے کا ارادہ رکھتا ہو یہ کہ سو رہے مگر اسکی وصیت اسکے سر کے پاس ہو انتہی حموی نے قاضی خان سے
فرع نفیس یاد رکھنے کے لائق نقل کی وہ یہ ہے کہ جب آدمی نے وصیت کا ارادہ کیا اور اسکی اولاد صغار ہے شیخین نے کہا کہ مال کا چھوڑ جانا اپنی اولاد کے
واسطے افضل ہے اور اگر اولاد کبار ہے اور مال تھوڑا ہے امام رحمہ نے کہا کہ اسکو وصیت کرنا لائق نہین اور اگر مال زیادہ ہے اور وارث غنی ہین تو امور واجبہ سے
وصیت کی ابتدا کرے اور اگر اسپر کچھ واجب نہین رہا تو اہل قرابت کے واسطے وصیت کرے اور اگر اقربا اغنیا ہین تو پڑوسیون کے واسطے وصیت کرے

کذا فی الطحطاوی وشرائطہا کون الموصی اہلا للتملیک فلم تجز من صغیر ومجنون ومکاتب الا اذا اضاف لعتقہ کما سیجیء اور وصیت کی شرطوں میں سے
ہونا ہے موصی کا لائق مالک کرنے کے تو وصیت جائز نہیں ہے صغیر اور مجنون اور مکاتب سے مگر جبکہ مکاتب وصیت کو اپنے آزاد ہو جانے کی طرف نسبت کرے تو
جائز ہے چنانچہ آگے آویگا وعدم استغراقہ بالدین لتقدمہ علی الوصیۃ کما سیجیء اور عدم استغراق مال کا دین کے ساتھ شرط ہے بسبب مقدم ہونے دین کے وصیت پر
چنانچہ آگے آویگا وکون الموصی لہ حیا وقتہا تحقیقا او تقدیرا لیشمل الحمل الموصی لہ فافہمہ فان بہ یسقط ایراد الشرنبلالیہ اور موصی لہ جسکے لیے وصیت کی گئی اسکا زندہ
ہونا وصیت کے وقت شرط ہے خواہ وہ تحقیقا زندہ ہو یا تقدیرا تاکہ حمل موصی لہ کو حیات تقدیری شامل رہے سو اسکو توجہ لے کہ اس تعمیم سے شرنبلالیہ کا اعتراض ساقط
ہوتا ہے ہم صاحب درر نے کہا کہ موصی لہ کی حیات وصیت کے وقت شرط ہے اسواسطے کہ اگر وہ میت ہے تو وصیت باطل ہے شرنبلالی نے اسپر اعتراض کیا کہ حمل کیواسطے وصیت
کرنا صحیح ہے وہاں حیات کہاں ہے شارح نے اسکا جواب دیا حیات تقدیری کا لفظ زیادہ کرکے وکونہ غیر وارث وقت الموت اور موصی لہ کا موت کے وقت وارث نہونا شرط ہے
ہم یعنی موصی لہ موصی کا وارث نہو موصی کی موت کے وقت اور اگر وصیت کے وقت وارث ہو اور موت کے وقت وارث نہو تو وصیت صحیح ہے زیلعی میں ہے کہ اگر ایک شخص نے اپنے
بھائی کیواسطے وصیت کی اور حالانکہ وہ وارث ہے پھر موصی کا بیٹا پیدا ہوا تو بھائی کے حق میں وصیت صحیح ہے یعنی اسواسطے کہ بیٹا پیدا ہونے سے بھائی موصی کا وارث نرہا موت کے
وقت اور اگر موصی کا بیٹا ہے اور اسنے اپنے بھائی کیواسطے وصیت کی پھر بیٹا مرگیا قبل از موت موصی کے تو وصیت باطل ہے کیونکہ موصی لہ وارث ہے موت کے وقت اگرچہ وہ
وصیت کے وقت وارث نہ تھا ولا قاتلا اور موصی لہ کا قاتل نہونا موصی کا شرط ہے وصیت کی خواہ اسنے وصیت قبل از قتل کی ہو پھر اسنے قتل کیا ہو یا بعد زخمی ہونے کے وصیت کی ہو
ہر صورت وصیت باطل ہے کذا فی الزیلعی وہل یشترط کونہ معلوما قلت نعم کما ذکرہ ابن سلطان وغیرہ فی الباب الآتی اور کیا شرط ہے ہونا موصی لہ کا معلوم یا نہیں میں کہتا ہوں ہاں
اسکا معلوم ہونا شرط ہے چنانچہ ابن سلطان وغیرہ نے اسکو ذکر کیا ہے باب آیندہ میں ہم موصی لہ کا علم بالوصف کافی ہے چنانچہ فقرا اور مساکین کذا فی الطحطاوی وکون الموصی
قابلا للتملیک بعد موت الموصی بعقد من العقود مالا او نفعا موجودا للحال او معدوما اور شرط ہے وصیت کی ہونا موصی بہ کا یعنی جس چیز کی وصیت ہو وہ
بعد موت موصی کے قابل ہو تملیک کے واسطے کسی عقد کے عقود سے خواہ وہ مال ہو یا منفعت بالفعل موجود ہو یا معدوم ہو یعنی علی خطر الوجود ہو جیسے باغ
کے پھلوں کی وصیت کرنا فلانے شخص کے واسطے جبتک کہ وہ زندہ رہے یا ثلث مال کی وصیت کی اور حالانکہ موصی کا کچھ مال نہیں پھر اسنے مال پیدا کیا تو موصی لہ ثلث
ان کا مستحق ہوگا اسکی موت کے وقت اگر ثلث کی وصیت ہو کذا فی الطحطاوی مختصرا وان یکون بمقدار الثلث اور یہ شرط ہے کہ موصی بہ بمقدار ثلث مال کے ہو ہم طحطاوی نے
کہا یہ لزوم وصیت کی شرط ہے ورکنہا قولہ اوصیت بکذا لفلان وما یجری مجراہ من الالفاظ المستعملۃ فیہا اور وصیت کا رکن موصی کا یہ قول ہے کہ میں نے
وصیت کی اس چیز کی فلانے شخص کے واسطے اور جو اسکے قائم مقام ہے ان الفاظ سے جو وصیت میں مستعمل ہوتے ہیں ہم چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے اپنا تہائی مال اپنی موت کے
بعد فلانے شخص کے لیے ٹھہرایا وفی البدائع رکنہا الایجاب والقبول وقال زفر الایجاب فقط اور بدائع میں ہے کہ وصیت کا رکن ایجاب اور قبول ہے اور زفر نے کہا کہ فقط ایجاب
رکن ہے ہم غایۃ البیان میں ہے ہمارے نزدیک وہ قبول شرط ہے وصیت کی جو موت کے بعد ہو تو جو قبول یا رد کہ موصی کی زندگی میں ہو وہ باطل ہے اسواسطے کہ وصیت تملیک
متعلق بموت ہے تو موت سے پہلے قبول اور رد شمار کے لائق نہیں اسواسطے کہ قبول نہیں ہوتا ایجاب سے پہلے انتہی ملخصا قلت المراد بالقبول ما یعم الصریح والدلالۃ بان
یموت الموصی لہ بعد موت الموصی بلا قبول کما سیجیء میں کہتا ہوں اور قبول سے وہ مراد ہے جو شامل ہو صریح اور دلالت کو اسطرح کہ موصی لہ مر جاے موصی کی موت کے بعد
بدون قبول کرنے کے چنانچہ آگے آویگا ہم موصی لہ کا مرنا موصی کے بعد یہی قبول ہے تو وصیت کی چیز کا وارث ہوگا موصی لہ کا وارث اور قبول بالفعل قبول بالقول کے
برابر ہے چنانچہ موصی کی وصیت کو جاری کرنا اور اسکے وارثوں کے واسطے خریدنا یا اسکا دین ادا کرنا کذا فی العالمگیریۃ عن محیط السرخسی وحکمہا کون الموصی بہ ملکا
جدیدا للموصی لہ کما فی الہبۃ فیلزمہ استبراء الجاریۃ الموصی بہا اور حکم یعنی اثر مترتب وصیت کا ہونا موصی بہ کا ملک جدید موصی لہ کی چنانچہ ہبہ میں
ملک جدید حاصل ہوتی ہے موہوب لہ کی تو موصی لہ کو وصیت کی جاریہ کا استبرا لازم ہوگا وتجوز بالثلث للاجنبی عند عدم المانع وان لم یجز الوارث

ذلک اور تہائی مال کی وصیت جائز ہے اجنبی شخص کے واسطے درصورت عدم مانع کے اگرچہ موصی کے وارث اُسکو جائز نہ رکھیں ہم مانع وصیت جیسے قتل
مستغرق بدین ہونا وارث کی اجازت کی حاجت نہیں حدیث مذکور کی دلیل سے یعنی حق تعالی نے تمہارا تہائی مال تم پر تصدق کیا تمہاری آخر عمر میں تاکہ تمہارے
اعمال زیادہ ہوں لا الزیادۃ علیہ الا ان تجیز ورثتہ بعد موتہ ولا تعتبر اجازتہم حال حیوتہ اصلا بل بعد وفاتہ وہم کبار نہیں جائز ہے تہائی مال سے زیادہ وصیت
کرنا مگر اس صورت میں جائز ہے جبکہ موصی کے وارث بالغ اسکی موت کے بعد اجازت دیں اور وارثوں کی اجازت موصی کی زندگی میں اصلا معتبر نہیں بلکہ اُسکی وفات کے
بعد معتبر ہے ہم حیات موصی میں وارثوں کی اجازت اسواسطے معتبر نہوئی کہ ہنوز انکا حق ثابت نہیں اسواسطے کہ میراث کا حق مورث کی موت سے ثابت ہوتا ہے
اور اگر وارث صغیر ہے تو وارث کبیر کی اجازت وارث صغیر کے حق میں نافذ نہوگی اور نہ اُسکے ولی کی تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنا جائز نہیں سعد بن وقاص کی
حدیث سے جو صحاح ستہ میں مروی ہے سعد نے کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا مال بہت ہے اور میری بیٹی فقط وارث ہے تو میں اپنے تمام مال کی وصیت
کرتا ہوں تو فرمایا کہ نہیں پھر میں نے کہا کہ دو تہائی مال کی وصیت کرتا ہوں فرمایا نہیں کہا نصف مال کی وصیت کروں فرمایا نہیں کہا تہائی مال کی
وصیت کروں فرمایا تہائی مال کی وصیت کر اور تہائی بہت ہے یعنی وصیت کے واسطے یعتبر کونہ وارثا او غیر وارث وقت الموت لا وقت الوصیۃ علی
عکس اقرار المریض للوارث یعنی وارث یا غیر وارث ہونا موصی کی موت کے وقت معتبر ہے نہ وصیت کے وقت برعکس اقرار کرنے مریض کے وارث کے واسطے
مریض کے اقرار میں وارث ہونا یا غیر وارث ہونا اقرار کے وقت معتبر ہے اسواسطے کہ اقرار تصرف ہے فی الحال بخلاف وصیت کے تو اگر مریض نے اقرار کیا ایک
شخص کے واسطے اور حالانکہ وہ اُسکا وارث نہیں تو اقرار جائز ہے اگرچہ وہ شخص بعد اُسکے اُسکا وارث ہو جاوے لیکن یہ شرط ہے کہ وہ وارث ہو جاوے سبب
کی جہت سے بعد اقرار کے چنانچہ عورت اجنبی کے واسطے اقرار کیا پھر اُس سے نکاح کیا اور اگر وارث ہو قدیم سبب کی جہت سے تو اقرار صحیح نہوگا چنانچہ اپنے ایک
بھائی کے واسطے اقرار کیا جو محجوب تھا مقر کے فرزند کے سبب سے پھر بعد اسکے فرزند مرگیا کذا فی الطحطاوی و ندبت باقل منہ و عند غنی ورثتہ او استغنائہم
بحصتہم اور مستحب ہے کمتر از ثلث سے وصیت کرنا اگرچہ وصیت کمتر از ثلث کی وارثوں کی تونگری کے ساتھ ہو یا میراث کے حصوں کے سبب سے اُنکو استغنا
حاصل ہو اور کمتر کہا اس لئے کہ ندب ترکہا بلا احدہما ای غنی او استغناء لانہ حینئذ صلۃ و صدقۃ جیسے وصیت کا ترک کرنا مستحب ہے بدون تونگری یا
استغنا ورثہ کے یعنی جبکہ وارث نہ خود مالدار ہوں نہ میراث کے حصوں سے اُنکو استغنا حاصل ہو تو اس صورت میں ترک وصیت مطلقاً مستحب ہے اسواسطے
کہ ترک وصیت اسوقت میں صلہ رحمی بھی ہے اور صدقہ بھی ہے ہم یعنی جب وارث محتاج ہیں اور مورث مال چھوڑ گیا تو اُسکو صلہ رحمی کا بھی ثواب ملیگا اور
خیرات کا بھی اور وصیت میں اجنبی پر فقط خیرات کرنے کا ثواب ہے حالانکہ قرابت دار پر خیرات کرنا افضل ہے اجنبی کی خیرات سے چنانچہ مسند احمد میں ابوایوب
انصاری سے حدیث مرفوع مروی ہے کہ افضل الصدقۃ علی ذی الرحم الکاشح کذا فی العینی یعنی بہتر صدقہ اُس قرابت دار پر ہے جو عداوت مخفی رکھتا ہے [illegible] میں
طحطاوی میں قہستانی عن الظہیریہ سے منقول ہے کہ مقدار استغنا امام کے نزدیک یہ ہے کہ ہر وارث چار ہزار درہم کا وارث ہو اور فضلی سے روایت ہے کہ ہر وارث
دس ہزار درہم کی میراث پاوے و تؤخر عن الدین لتقدم حق العبد اور وصیت متاخر ہے دین سے یعنی ادائے دین کے بعد وصیت کا رتبہ ہے بسبب
مقدم ہونے حق العبد کے ہم حق العبد حق الشرع پر مقدم ہے اگرچہ حق شرع واجب ہو اسواسطے کہ شرع کا حق نماز اور زکوۃ وغیرہ کا ساقط ہو جاتا ہے
موت سے چنانچہ اپنے محل میں مذکور ہے تو وصیت شرع کے مانند ہوئی کذا فی المنح و صحت بالکل عند عدم ورثتہ ولو حکما کمستامن لعدم انتظام
اور وصیت صحیح ہے تمام مال کی عدم ورثہ کی حالت میں اگرچہ موصی کا حکماً وارث ہو مانند مستامن کے عدم انتظام کے سبب سے ہم یعنی جب کہ
مستامن نے اپنے تمام مال کی وصیت کی تو وصیت صحیح ہے اگرچہ اُسکے دار الحرب میں وارث ہوں کذا ذکرہ ابو السعود درر میں ہے تعلق حق وارث
مانع تھا صحت وصیت کا پھر جبکہ وارث منتفی ہوا تو وصیت صحیح ہو گئی و المملوکۃ بثلث مالہ اتفاقا فلو کون وصیتہ بالعتق فان خرج من الثلث

فیہا والاعتق فی بقیتہ قیمتہ وان فضل من الثلث شئی فہولہ اور اپنے غلام کے واسطے تہائی مال کی وصیت صحیح ہے بالاتفاق اور یہ اُسکی آزادی کی وصیت
ہوگی تو اگر غلام نکل آیا تہائی مال سے تو آزاد ورنہ اپنی باقی قیمت کے ادا مین کوشش کرے اور اگر تہائی مال قیمت سے زیادہ ٹھہرا تو وہ اس غلام کا
ہے مثلاً اگر موصی کا مال درم اور دینار ہے تو اگر تمام مال ۳۰۰ درم ہے اور غلام کی قیمت سو درم ہے تو غلام آزاد ہوگیا اور اگر اُسکی قیمت ۱۲۰ درم ہے تو ۲۰ درم کی کمائی
کرکے ادا کرے تب آزاد ہوا اور اگر اُسکی قیمت ۸۰ درم ہے تو ۲۰ درم غلام پا دیگا اور اگر موصی کا مال نقد نہین اسباب ہے تو اُسکی تفصیل فتاوے عالمگیری مین
مذکور ہے و بدنانیر و دراہم مرسلۃ لا تصح فی الاصح کما لا تصح بعین من اعیان مالہ اور اگر اپنے غلام کے واسطے دنانیر یا دراہم غیر متعینہ کی وصیت کی تو صحیح
نہین جیسے وصیت صحیح نہین موصی کے اجناس مال سے ایک جنس کی ہم درر مین خلاصہ سے منقول ہے کہ اگر غلام کے واسطے اپنے مال سے کسی جنس کی وصیت
کی تو صحیح نہین اور اگر ثلث مال کی مطلقاً وصیت کی تو صحیح ہے اور یہ عتق کی وصیت ٹھہر جائیگی اور اگر دس درم یا دس دینار غیر معین کی وصیت کی تو امام سغنی
نے کہا کہ اصح یہ ہے کہ صحیح نہین جیسے جنس کی وصیت صحیح نہین انتہی طحطاوی نے کہا دینار اور درم مین عدم تعیین کی قید اسواسطے لگائی کہ اسکی صحت
اسے دہم ہی اور تعیین کی صورت مین تو جنس کے مانند وصیت صحیح نہین و صحت لمکاتبہ نفسہ او لمدبرہ او لام ولدہ استحسانا لالمکاتب وارثہ
اور وصیت صحیح ہے اپنے ذاتی مکاتب کے واسطے اور اپنے مدبر اور اپنے ام ولد کے واسطے بطریق استحسان کے نہ اپنے وارث کے مکاتب کے واسطے وصیت
للحمل وبہ کقولہ اوصیت بحمل جاریتی او دابتی ہذہ لفلان اور وصیت صحیح ہے حمل کے واسطے اور حمل کی وصیت غیر کے واسطے درست ہے چنانچہ مالک کا یون کہنا
کہ مین نے وصیت کی اپنی اس لونڈی کے حمل کی یا اپنے اس جانور کے حمل کی فلانے شخص کے واسطے ہم اور حمل کے واسطے اسطرح وصیت ہے کہ مالک کہے کہ
مین نے فلانی لونڈی کے حمل کیواسطے اسقدر درمون کی وصیت کی کذا فی الدرر ثم انما تصح ان ولد الحمل لاقل من ستۃ اشہر لو زوج الحامل حیا ولو میتا ذمی ستۃ
حین الوصیۃ فلاقل من سنتین بدلیل ثبوت نسبہ اختیار و جوہرہ پھر معلوم کرنا چاہیئے کہ وصیت مذکورہ اسی وقت صحیح ہوگی جبکہ بچہ پیدا ہوا ہو چھ مہینے کی مدت
سے کمتر مین اگر حاملہ کا زوج زندہ ہو اور اگر شوہر اُسکا مردہ ہو اور حالانکہ حاملہ عدت مین ہو وصیت کے وقت تو دو سال سے کمتر مدت موت یا طلاق سے کذا فی
الطحطاوی شرط ہے بدلیل ثابت ہونے اسکے نسب کے کذا فی الاختیار والجوہرۃ ولا فرق بین الآدمی وغیرہ من الحیوانات اور کچھ فرق نہین آدمی وغیرہ مین حیوانات
سے یعنی حمل موصی لہ اور موصی بہ مین آدمی اور غیر آدمی برابر ہین فلو اوصی لما فی بطن دابۃ فلان لینفق علیہ صح تو اگر وصیت کی اُس بچہ کے واسطے جو فلانے کے جانور
کے پیٹ مین ہے تا اُسپر صرف کیا جائے تو صحیح ہے و مدۃ الحمل للآدمی ستۃ اشہر وللفیل احدی عشرۃ سنۃ وللابل والخیل والحمار سنۃ وللبقر تسعۃ اشہر وللشاۃ خمسۃ اشہر و
للسنور شہران وللکلب اربعون یوما وللطیر احد و عشرون یوما قہستانی معزیا للاستیفاء اور مدت حمل یعنی اقل مدت حمل کی آدمی کے لیے چھ مہینے ہین اور
ہاتھی کے لیے گیارہ برس ہین اور اونٹنی اور گھوڑی اور گدھی کے واسطے ایک سال ہے اور گاے کے واسطے نو مہینے اور بھیڑ بکری کے واسطے پانچ مہینے
اور بلی کے واسطے دو مہینے اور کتے کے واسطے چالیس دن ہین اور چڑیا کے لیے ۲۱ دن ہین چنانچہ قہستانی مین ہے منسوب باستیفا من وقتہا ای وقت
الوصیۃ وعلیہ المتون وصیت کے وقت سے اقل مدت حمل کا اعتبار ہے اور اسی قول پر متون فقہ کے شامل ہین ہم شارح نے اشارہ کیا کہ یہی قول معتمد
ہے اور اقوال سے وفی النہایۃ من وقت موت الموصی اور نہایہ مین ہے کہ موت موصی کے وقت اقل مدت حمل کا شمار ہے وفی الکافی ما یفید انہ من الاول
ان کان لہ ومن الثانی ان کان بہ اور کافی مین وہ عبارت ہے جو اسکے مفید ہے کہ اگر حمل موصی لہ ہے تو ابتداے مدت حمل وصیت کے وقت سے
شمار ہوگی اور اگر حمل موصی بہ ہے تو موصی کی موت سے شمار ہوگا زاد فی الکنز ولا تصح الہبۃ للحمل لعدم قبضہ ولا ولایۃ لاحد علیہ لیقبض عنہ زیلعی وغیرہ کنز
مین اسقدر زیادہ بیان کیا اور صحیح نہین ہبہ حمل کے واسطے اُسکے عدم قبض کے سبب سے اور نہ اُسپر کسی کی ولایت ہے تاکہ ولی اُسکی طرف
سے موہوب پر قبضہ کرے کذا فی الزیلعی وغیرہ فلو صالح ابو الحمل عنہ بما اوصی لہ لم یجز لانہ لا ولایۃ للاب علی الجنین ولو الجنیہ تو اگر بچہ شکمی کا باپ

اسکی طرف سے مسامحہ کرے بعوض اُسکے جو بچے کے واسطے وصیت ہوا تو جائز نہوگا اسواسطے کہ باپ کی ولایت ثابت نہین بچہ شکمی کے اوپر کذا فی
الولوالجیۃ قلت وبہ علم جواب حادثۃ الفتوی وہی انہ لیس للوصی ولو مختارا التصرف فیما وقف للحمل بل قالوا الحمل لا یلی ولا یولی علیہ مین کہتا ہون اور
بیان سابق سے حادثہ فتوی کا جواب معلوم ہوگیا وہ یہ ہے کہ وصی اگرچہ مختار ہو اسکو تصرف کرنا جائز نہین اسمین جو حمل کے واسطے وقف ہوا بلکہ
فقہا نے کہا ہے کہ حمل یعنی بچہ شکمی کی ولایت نہین کسی پر اور نہ کسی کی ولایت اُسپر ہے وصحت بالامۃ الاحملہا اور لونڈی کی وصیت بدون اُسکے حمل
کے صحیح ہے یعنی اگر یون کہے کہ مین نے وصیت کی اس لونڈی کی فلانے شخص کے واسطے مگر اُسکے پیٹ کا بچہ وصیت مین داخل نہین تو صحیح ہے لما تقرر
ان کل ما یصح افرادہ بالعقد صح استثناؤہ منہ والا فلا لونڈی کی وصیت بدون حمل کے اسواسطے صحیح ہے کہ ثابت ہوچکا ہے اصول مین کہ جسکا علیحدہ ذکر کرنا عقد
مین صحیح ہے تو اُسکا نکال لینا بھی عقد سے صحیح ہے اور جو ایسا نہین اُسکا نکالنا بھی صحیح نہین یعنی چونکہ افراد حمل کا عقد وصیت مین درست ہے تو اُسکا استثنا بھی
وصیت سے صحیح ہوگا ومن المسلم للذمی وبالعکس اور وصیت صحیح ہے مسلمان سے کافر ذمی کے واسطے اور اسکے بالعکس ذمی کی وصیت مسلمان کیواسطے
درست ہے دلیل صحت اول کلام الٰہی ہے (لاینہاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروہم) یعنی نہین روکتا تمکو
اللہ تعالی اُن کافرون کے احسان کرنے سے جو تم سے نہین لڑے دین مین اور نہین نکالا تمکو تمھارے گھرون سے اور صحت ثانی کی دلیل یہ ہے کہ بعقد ذمہ ذمی
مسلمان کے برابر ہوگیا معاملات مین تو احسان دونون طرف سے درست ہوا حیات مین اسی طرح ممات مین بھی کذا فی الدرر لا حربی فی دارہ
اور وصیت جائز نہین مسلمان کو کافر حربی کے واسطے دار الحرب مین اسواسطے کہ وصیت حسن سلوک اور احسان ہے اور ہم ممنوع ہین کفار مقاتلین کے
احسان سے لقولہ تعالی (انما ینہاکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین) حق تعالی نے فرمایا کہ یہی بات ہے کہ اللہ تعالی تمکو روکتا ہے اُن کافرون کے
احسان سے جو تم سے دین مین لڑے ہین کذا فی الدرر عن الجامع الصغیر قید بدارہ لان المستامن کالذمی کما افادہ المنلا خسرو مصنف نے عدم جواز
وصیت مین دار الحرب کی قید لگائی اسواسطے کہ مستامن ذمی کے مانند ہے صحت وصیت مین چنانچہ یہ فائدہ ملا خسرو نے درر مین بیان کیا ہے بحث
کی راہ سے ہم ملا خسرو نے کہا کہ جامع صغیر مین عدم جواز وصیت حربی کے واسطے مذکور ہے اور سیر کبیر مین جواز مفہوم ہوتا ہے وجہ توفیق بین الکتابین
یہ ہے کہ عدم جواز مقید بدار الحرب ہے تو یہ احتراز ہے اُس حربی سے جو دار الحرب مین نہین یعنی مستامن یہی مراد ہے سیر کبیر مین کہ حربی مستامن کے واسطے درست
ہے انتہی طحطاوی نے کہا کہ فائدہ مذکور کے بیان کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ مستامن کا مسئلہ مصرح مذکور ہے کتب فقہ مین قلت وبہ صرح
الحدادی والزیلعی وغیرہما وسیجی متنا فی وصایا الذمی مین کہتا ہون اور جواز وصیت مستامن کی تصریح کی ہے حدادی اور زیلعی وغیرہما نے اور آگے
متن آویگا ذمی کی وصایا مین ولا لوارثہ وقاتلہ مباشرۃ لاتسببا کما مر اور درست نہین ہے وصیت اپنے وارث اور اپنے قاتل کے واسطے جس نے
موصی کو بطریق مباشرت کے قتل کیا ہو نہ بطریق تسبب کے چنانچہ مذکور ہوچکا کہ تسبب قتل حقیقی نہین ہم حدیث مرفوع مین وارد ہے کہ لا وصیۃ للقاتل قتل
تسبب جیسے وضع حجر غیر ملک مین کذا فی الدرر خواہ وصیت قبل از قتل کے ہو یا بعد جراحت کے بدلیل اطلاق حدیث کے کذا فی المنح الا باجازۃ ورثتہ لقولہ
علیہ الصلوۃ والسلام لا وصیۃ لوارث الا ان یجیز الورثۃ یعنی عند وجود وارث آخر کما یفیدہ آخر الحدیث وتحققہ وارث کے واسطے وصیت درست نہین مگر موصی
کے وارثون کی اجازت سے درست ہے بدلیل قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ وصیت نہین وارث کے واسطے مگر یہ کہ وصیت کو وارث جائز رکھین یعنی جب دوسرا
وارث موجود ہو تب وارث کیواسطے وصیت درست نہین چنانچہ آخر حدیث اسپر دلالت کرتا ہے چنانچہ اسکی تحقیق ہم عنقریب بیان کرینگے وہم کبار عقلاء فلم تجز اجازۃ
صغیر ومجنون اور اجازت دینے والے وارث بالغ عاقل ہون تو وارث صغیر اور مجنون کی اجازت جائز نہوگی واجازۃ المریض کابتداء وصیۃ اور وارث
مریض کی اجازت ابتداء وصیت کے مانند ہے یعنی اگر وارث بالغ مریض نے وصیت کی اجازت دی تو اگر اُسکو شفا ہوگئی تو وصیت صحیح ہوگئی اور

اور بیمار مرگیا اُسی مرض سے تو اگر موصی لہ مریض کا بھی وارث ہی تو اجازت مریض کی جائز نہوگی جبتک مریض کے اور وارث اُسکی موت کے بعد اجازت
نہ دین اور اگر موصی لہ اجنبی ہی وارث نہین تو اجازت جائز ہی اور تہائی مال سے معتبر ہی کذا فی المنح ولو اجاز البعض ورد البعض جاز علی المجیز بقدر حصتہ
اور اگر بعضے وارثون نے اجازت دی اور بعضون نے نہ دی تو اجازت دینے والے پر بقدر اُسکے حصے کے وصیت جائز ہوگی او یکون القاتل صبیا او مجنونا
فیجوز بلا اجازۃ لانہما لیسا اہلا للعقوبۃ یا کہ قاتل صغیر یا مجنون ہو تو وصیت جائز ہی بدون اجازت وارثون کے اسواسطے کہ دونون عقوبت کے لائق نہین
او ولم یکن لہ وارث سواہ کما فی الخانیۃ ای سوی الموصی لہ القاتل او الوارث حتی لو اوصی لزوجتہ او ہی لہ ولم یکن ثمہ وارث آخر تصح الوصیۃ ابن الکمال
یا موصی کا کوئی وارث نہو سواے اُسکے کذا فی الخانیۃ یعنی سواے قاتل اور وارث موصی لہ کے تو اگر وصیت کی اپنی زوجہ کو یا زوجہ نے وصیت کی اپنے
زوج کو اور وہان کوئی وارث نہین تو وصیت صحیح ہوگی کذا ذکرہ ابن الکمال زاد فی المجتبیٰ فلو اوصت لزوجہا بالنصف کان لہ الکل یعنی مجتبیٰ مین اتنا زیادہ
کیا تو اگر زوجہ نے اپنے زوج کیواسطے نصف مال کی وصیت کی تو تمام مال اُسکا ہوگا یعنی جبکہ زوجہ کا کوئی وارث نہو سواے زوج کے تو نصف مال بطریق
وصیت کے اُسکا ہوا اور نصف بطریق میراث کے قلت وانما قید وا بالزوجین لان غیرہما لا یحتاج الی الوصیۃ لانہ یرث الکل برد او رحم وقد قدمناہ فی الاقرار معزیا
للملتقی بلا الیہ مین کہتا ہون اور فقیہون نے زوجین کی اسی واسطے قید لگائی کہ زوجین کے سوا اور وارث کو وصیت کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ وہ وارث ہوگا تمام مال کا
میراث کی یا قرابت کی وجہ سے اور لہ تحقیق ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہین کتاب الاقرار مین ملتقی بلا الیہ کی طرف نسبت کرکے وفی فتاوی النوازل اوصی لرجل بکل مالہ ومات
ولم یترک وارثا والا امراتہ فان لم تجز فلہا السدس والباقی للموصی لہ لان لہ الثلث بلا اجازۃ فبقی الثلثان فلہا ربعہما وہو سدس الکل ولو کان مکانہا زوج
وان لم یجز فلہ الثلث والباقی للموصی لہ اور فتاوی نوازل مین ہی کہ وصیت کی ایک مرد کے واسطے اپنے تمام مال کی اور موصی مرگیا اور کوئی وارث نچھوڑا سواے
اپنی زوجہ کے تو اگر زوجہ نے وصیت کی اجازت نہ دی تو زوجہ کیواسطے ششم حصہ ہی اور باقی موصی لہ کا ہی اس لیے کہ موصی لہ کا تلث مال تو بلا اجازت ہی تو باقی رہین
دو تہائیان تو زوجہ کی میراث چہارم حصہ ہی اور وہ ششم حصہ ٹھہرا کل مال کا اور اگر زوجہ کے بجاے زوج ہو اور وارث وصیت کرنے والے کا سوا اگر زوج نے وصیت کی
اجازت نہ دی تو زوج کی میراث تہائی مال ہی اور باقی مال موصی لہ کا ہی ثم جب زوجہ نے وصیت کی اجازت نہ دی تو زوج کے مال کے چھ سہم ہونگے تہائی وصیت کی
نکل کر چار سہم باقی رہے اُنمین چوتھائی زوجہ کی میراث ہی یعنی ایک سہم اور وہ ششم حصہ ہی کل مال کا اسواسطے کہ میراث معتبر ہوتی ہی باقی سے بعد اخراج وصیت کے
اور اگر زوج وارث نے وصیت جائز رکھی تو اُسکی میراث تہائی ہی یعنی دو سہم اور وہ نصف ہی باقی کا یعنی چار سہم کا ولا من صبی غیر ممیز اصلا ولو فی وجوہ الخیر خلافا
للشافعی اور وصیت مطلقا صحیح نہین اُس صغیر سے جسکو نیک و بد کی امتیاز نہین اگرچہ اُسنے امور نیک مین وصیت کی ہو برخلاف امام شافعی کے کہ نیک کام مین اُنکے
نزدیک صحیح ہی وکذا لا تصح من ممیز الا فی تجہیزہ وامر دفنہ فیجوز استحسانا اور اسی طرح صغیر باتمیز سے وصیت صحیح نہین مگر اُسکی تجہیز اور دفن کے امر مین تو وصیت استحسانًا
جائز ہی لیکن تجہیز اور تکفین مین مصلحت کی مراعات ہوگی خلاصہ مین ہی کہ اگر وصیت کی ہزار درم کے کفن کی تو متوسط کفن دیا جائیگا اور دو کپڑون کی وصیت کی
کفن مین تو شرائط وصیت کی رعایت نہوگی اور اگر پانچ یا چھ کپڑون کی وصیت کی تو شرائط سنت کی رعایت ہوگی اور اگر وصیت کی کہ فلانے قبرستان مین
فلانے زاہد کے پاس اُسکو دفن کرین تو شرائط کی مراعات ہوگی اگر زیادہ صرف نہو کذا فی الطحطاوی وعلیہ تحمل اجازۃ عمر رضی اللہ عنہ لوصیۃ یافع یعنی المراہق
اور اسی پر یعنی تجہیز اور تکفین پر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اجازت قریب البلوغ صغیر کی وصیت کیواسطے محمول ہی یعنی فاروق اعظم نے جو صغیر کی وصیت
کو جائز رکھا تھا تو وہ وصیت تجہیز یا تکفین پر محمول ہی نہ مطلقًا یا مراہق سے بالغ مراد ہی کذا فی شرح الحموی وان وصلیۃ مات بعد الادراک او اضافہ
الیہ کان ادرکت فثلثی لفلان لم یجز لقصور ولایتہ فلا یملکہ تنجیزا وتعلیقا کما فی الطلاق بخلاف العبد لما افادہ بقولہ صغیر کی وصیت صحیح نہین اگرچہ وہ بلوغ
کے بعد مرگیا ہو یا وصیت کو بلوغ کی طرف نسبت کیا ہو اسطرح پر کہ اگر مین جوان بالغ ہون تو میرا تہائی مال فلانے شخص کے واسطے ہی تو وصیت جائز

نہوگی صغیر کے قصور ولایت کے سبب سے تو اُسکا مالک نہوگا بغیر کسی طریق سے تعلیق کے طریق سے چنانچہ طلاق مین اُسکو ملک نہین برخلاف غلام کے چنانچہ
مصنف نے اپنے آیندہ قول مین اُسکو مذکور کیا ہے ولا من عبد ومکاتب وان ترک المکاتب وفاء وقیل عندہما تصح فی صورۃ ترک الوفاء درر اور وصیت
صحیح نہین غلام اور مکاتب سے اگرچہ مکاتب نے ادا بدل کتابت کے واسطے مال چھوڑا ہو اور بعضون نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک وصیت صحیح ہے درصورت
ترک کرنے ادائے مال کتابت کے کذا فی الدرر الا اذا اضافہا کل منہما وعبارۃ الدرر اضافاہا الی العتق فتصح لزوال المانع وہو حق المولی مگر جبکہ غلام یا
مکاتب ہر ایک شخص نے وصیت کو عتق کی طرف نسبت کیا تو وصیت صحیح ہوگی مانع کے زوال کی وجہ سے اور وہ مانع وصیت حق ہے مولے کا اور درر کی عبارت
یون ہے اضافاہا یعنی غلام اور مکاتب دونون نے وصیت کو عتق کی طرف مضاف کیا ہو یعنی غلام اور مکاتب کی وصیت حق مولے کے سبب سے جائز نہ تھی پھر
جب وصیت کی تعلیق آزادی پر ہوگی تو اب مولی کا حق باقی نہ رہا تو وصیت صحیح ہو گئی ولا من معتقل اللسان بالاشارۃ الا اذا امتدت عقلتہ حتے
صار لہ اشارۃ معہودۃ فہو کاخرس اور وصیت جائز نہین بستہ زبان سے بطریق اشارہ کے مگر جبکہ اُسکی بستگی زبان کی ممتد ہو گئی یہان تک کہ اُسکا
اشارہ کرنا معلوم ہو گیا ہو تو اب بستہ زبان گونگے کے مانند ہے معتقل اللسان وہ ہے جو کلام کرنے پر قادر نہو مگر تکلف سے کذا فی الحموی درر مین ہے کہ گونگے کا
اشارہ اور لکھنا بیان کے مانند ہے برخلاف معتقل اللسان کی وصیت اور نکاح اور طلاق اور خرید اور قصاص کے وجہ فرق یہ ہے کہ اشارہ قائم مقام عبارت
کے ہوتا ہے جبکہ وہ معہود اور معلوم ہو گیا ہو سو گونگے مین تو معلوم ہے نہ بستہ زبان مین وقدر الامتداد بسنۃ وقیل اذا امتدت الی موتہ جاز اقرارہ بالاشارۃ والاشہاد
علیہ وکان کاخرس قالوا وعلیہ الفتوی درر وتجیء فی مسائل شتی اور بستگی زبان کا امتداد ایک سال پر معین کیا گیا اور بعضون نے کہا جبکہ بستگی اُسکی موت
تک ممتد ہو گئی تو اُسکا اقرار اشارہ سے جائز ہے اور اُسپر گواہ ہونا درست ہے اور بستہ زبان گونگے کے مانند ہو گیا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الدرر اور یہ مسئلہ
آگے آویگا مسائل شتی کی کتاب مین وانما یصح قبولہا بعد موتہ لان اوان ثبوت حکمہا بعد الموت اور وصیت کا قبول کرنا صحیح نہین مگر موصی کی موت کے
بعد اسواسطے کہ ثبوت حکم وصیت کا وقت تو بعد موت کے ہے تو اگر موصی کی موت کے بعد موصی لہ نے وصیت قبول نہ کی تو وصیت موقوف
رہے گی اُسکے قبول کرنے پر موصی لہ کے ملک مین داخل نہوگی بدون قبول کے اور موصی کے وارث کی ملک سے بھی خارج ہے کذا فی الاتقانی
فبطل قبولہا وردہا قبلہ تو وصیت کا قبول کرنا اور رد کرنا موصی کی موت سے پہلے باطل ہے وانما تملک بالقبول الا اذا مات موصیہ ثم
بلا قبول فہو اے المال الموصی بہ لورثتہ بلا قبول استحسانا کما مر اور وصیت کی چیز موصی لہ کی ملک بدون قبول کرنے کے نہین ہوتی مگر جبکہ ایسا
موصی مرے پھر موصی لہ مرے بدون قبول کرنے کے تو وہ یعنی مال موصی بہ موصی لہ کے وارث کا ہے بدون قبول کے استحسان کی دلیل سے چنانچہ گذر چکا وجہ
استحسان یہ ہے کہ وصیت تو موصی کی طرف سے اسطرح تمام ہو گئی کہ فسخ کی متحمل نہین مگر موقوف تھی موصی لہ کے حق کے سبب سے پھر جب موصی لہ مر گیا تو
تو اُسکی ملک مین وصیت کا مال داخل ہو گیا چنانچہ اُس بیع مین جسمین مشتری کا خیار شرط تھا پھر مشتری مر گیا اجازت سے پہلے کذا فی شرح الدرر وکذا لو اوصی
للجنین یدخل فی ملکہ بلا قبول استحسانا لعدم من یلی علیہ لیقبل عنہ لما مر اور اسی طرح اگر بچہ شکم کیواسطے وصیت کی تو وہ اُسکے ملک مین داخل ہوگا بدون قبول کے
استحسان کی وجہ سے بسبب نہونے اُس شخص کے جسکی ولایت ہو اُسپر تاکہ وہ اُسکی طرف سے قبول کرے چنانچہ مذکور ہو گیا ولہ ای للموصی الرجوع عنہا بقول صریح
او فعل یقطع حق المالک عن الغصب بان یزیل اسمہ واعظم منافعہ کما عرف فی الغصب اور موصی کو جائز ہے پھر جانا وصیت سے صریح قول سے یا ایسے فعل سے
جو مالک کے حق کو قطع کر لیتا ہو مغصوب سے اسطرح کہ اُس چیز کا نام بدل ڈالے اور اُسکا بڑا فائدہ زائل کر دے چنانچہ کتاب الغصب مین معلوم ہو چکا ہے چنانچہ
کپڑے کی وصیت کی پھر اُسکو قطع کیا اور سیا تو اب اُسکا نام قبا اور قمیص ہو گیا او فعل یزید فی الموصی بہ ما یمنع تسلیمہ الا بہ کلت السویق الموصی بہ بسمن وبناء
فی الدار الموصی بہا بخلاف تجصیصہا وہدم بنائہا لانہ تصرف فی التابع یا ایسا فعل ہو جو موصی بہ مین اُسکو زیادہ کر دے جو موصی بہ کی

تسلیم کا مانع ہو بدون اسکے جیسے موصی بہ ستو کو گھی کے ساتھ لت کرنا اور جیسے عمارت بنانا موصی بہا گھر میں برخلاف اس گھر کے چونہ کاری کے اور اسکی
عمارت ڈھانے کے اسواسطے کہ وہ تصرف ہی تابع میں نہ اصل میں وتصرف عطف علی القول صریح وعطف ابن الکمال تبعا للدرر با وعلیہ فہو مثال الثانی کون فعلہ
یفید رجوعہ عنہا لما یفیدہ متن الدرر فتدبر یزیل ملکہ فانہ رجوع عاد لملکہ ثانیا ام لا کالبیع والہبۃ اور موصی کو رجوع جائز ہی ایسے تصرف سے جو اسکے ملک کو
زائل کردے جیسا کہ بیع اور ہبہ تو یہ تصرف رجوع ہی وصیت سے خواہ وہ چیز موصی کی ملک میں دوسری بار آوے یا نہ آوے شارح نے کہا قولہ وتصرف عطف ہی بقول
صریح پر اور ابن کمال نے درر کا تابع ہو کر اسکو بلفظ او عطف کیا ہی اور اس تقدیر پر تو تصرف اصل ثانی کی شے ہی اسکے فعل کے افادہ رجوع ہونے میں چنانچہ درر کا متن اسکا
مفید ہی سو اسکو غور کر لے وکذا اذا خلطہ بغیرہ بحیث لا یمکن تمیزہ اور اسی طرح رجوع عن الوصیۃ ہی جبکہ موصی نے موصی بہ کو ملا دیا غیر سے اسطرح کہ اسکا
جدا کرنا ممکن نہیں لا یکون راجعا بغسل ثوب اوصی بہ لانہ تصرف فی التبع موصی وصیت سے راجع نہوگا اس کپڑے کے شوب دینے سے جسکی اسنے وصیت
کی اسلیے کہ یہ تصرف ہی تابع میں نہ اصل میں وعلم ان التغییر بعد موت الموصی لا یضر اصلا اور یہ معلوم کر کہ تغییر کرنا موصی کی موت کے بعد اصلا
ضرر نہیں کرتا وصیت میں ولا بجحودہا درر وکنز ووقایۃ وفی المجمع یفتی ومثلہ فی العینی ثم نقل عن العیون ان الفتوی علی انہ رجوع وفی السراجیۃ وعلیہ
الفتوی واقرہ المصنف اور موصی راجع نہیں ہوتا وصیت کے انکار کرنے سے اسی طرح ہی درر اور کنز اور وقایہ کے متن میں اور مجمع میں ہی کہ
اسی قول کا فتوی ہی اور مانند اسکے عینی شرح مجمع میں ہی پھر عینی نے عیون سے نقل کیا کہ فتوی اسپر ہو کہ انکار رجوع ہی وصیت سے اور سراجیہ
میں ہی کہ اس قول پر فتوی ہی اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہی اپنی شرح میں ہم معلوم ہو کہ یہاں دونوں قول پر فتوی ہی علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں نسفی کی شرح
جامع کبیر سے نقل کیا کہ قدوری نے اپنے مختصر میں اس مسئلہ کا خلاف نہیں ذکر کیا اور نہ محمد رح نے اپنی کتابوں میں لیکن کتاب الوصایا میں انکار کو رجوع کہا
اور جامع کبیر میں رجوع نہیں کہا اسوجہ سے مشائخ میں اختلاف واقع ہوا بعضوں نے کہا کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں اور بعضوں نے کہا کہ
جامع کا قول قیاس کا جواب ہی اور کتاب الوصایا کا قول استحسان کا جواب ہی انتہی وکذا لا یکون راجعا بقولہ کل وصیۃ اوصیت بہا فحرام او ربا
او اخرتہا اور اسی طرح موصی راجع نہوگا اس قول سے کہ جو وصیت کہ میں نے کی وہ حرام خواہ بیاج ہی یا اس وصیت میں تاخیر ڈالی میں نے بخلاف قولہ
ترکتہا برخلاف اس قول کے کہ میں نے وصیت کو ترک کیا یعنی یہ رجوع ہی وصیت سے ہم تاخیر رجوع نہیں اور ترک رجوع ہی اسواسطے کہ ترک شی اسقاط ہی اور تاخیر اسقاط
نہیں وبخلاف قولہ کل وصیۃ اوصیتہا فہی باطلۃ او الذی اوصیت بہ لزید فہو لعمرو او لفلان وارثی فکل ذلک رجوع عن الاول وتکون اجازۃ
بالاجازۃ کما مر برخلاف اس قول کے کہ جو وصیت میں نے کی وہ باطل ہی یا جو وصیت کہ میں نے زید کے واسطے کی وہ عمرو کیواسطے ہی یا فلانے میرے وارث
کے واسطے ہی تو ہر ایک یہ قول رجوع ہی اول سے اور وارث کی وصیت ثابت ہوگی دوسرے وارث کی اجازت سے چنانچہ مذکور ہوچکا کہ وارث کے حق میں وصیت
بدون اجازت اور وارثونکے درست نہیں ولو کان فلان الآخر میتا وقتہا فالاولی من الوصیتین بحالہا لبطلان الثانیۃ اور اگر دوسرا فلان شخص مردہ ہو
وصیت کے وقت تو دو وصیتوں میں سے پہلی وصیت بحال خود قائم ہی بسبب باطل ہونے دوسری وصیت کے ولو حیا وقتہا فمات قبل الموصی بطلت
الاولی بالرجوع والثانیۃ بالموت اور اگر دوسرا موصی لہ زندہ ہی وصیت کے وقت پھر مر گیا موصی سے پہلے تو پہلی وصیت تو باطل ہوگئی رجوع کرنے
سے اور دوسری وصیت باطل ہوگئی موصی لہ کی موت سے وتبطل ہبۃ المریض ووصیتہ لمن نکحہا بعدہما ای بعد الہبۃ والوصیۃ لما تقرر انہ یعتبر لجواز الوصیۃ
کون الموصی لہ وارثا او غیر وارث وقت الموت لا وقت الوصیۃ اور مریض کا ہبہ اور اسکی وصیت باطل ہی اس عورت کے واسطے جس سے موصی نے
نکاح کیا ہبہ اور وصیت کے بعد اس لیے کہ ثابت ہوچکا ہی کہ جواز وصیت کے واسطے موصی لہ کا وارث یا غیر وارث ہونا موت کے وقت معتبر ہی
نہ وصیت کے وقت ہم وصیت تو اسوجہ سے باطل ہی کہ عورت اگرچہ وصیت کے وقت وارث نہیں مگر موت کے وقت وارث ہوگی نکاح سے اور

اور حالانکہ وارث کے واسطے وصیت جائز نہین اور ہبہ مریض کا اسواسطے درست نہوا کہ اگرچہ ہبہ منجز ہی صورت مین لیکن مرض کے سببسے وہ حکما مضاف
الی ما بعد الموت ہی اسواسطے کہ ہبہ واقع ہو گیا ہی وصایا کے موقع مین کیونکہ تبرع ہی تو اسکا حکم ثابت ہوگا موت کے نزدیک بخلاف الاقرار لانہ یعتبر کون
المقرلہ وارثا او غیر وارث یوم الاقرار فلو اقر لہا فنکحہا فمات جاز بخلاف اقرار کے اسواسطے کہ مقرلہ کا وارث یا غیر وارث ہونا اقرار کے دن معتبر ہی تو اگر عورت
کے واسطے اقرار کیا پھر اُس سے نکاح کیا پھر مرگیا تو اقرار جائز ہی کیونکہ اقرار کے وقت عورت وارث نہ تھی پھر نکاح سے وارث ہوئی تو یہ اقرار کے واسطے مضر
نہین و یبطل اقرارہ و وصیتہ و ہبتہ لابنہ کافرا او عبدا او مکاتبا ان اسلم او عتق بعد ذلک لقیام البنوۃ وقت الاقرار فیورث تہمۃ الایثار اور باطل ہی
اُسکا اقرار اور اُسکی وصیت اور اُسکا ہبہ اپنے فرزند کافر کے لیے یا غلام یا مکاتب کے لیے اگر فرزند مسلمان ہو گیا ہو یا غلام اور مکاتب کو آزاد کیا ہو بعد
اس اقرار اور ہبہ اور وصیت کے بسبب قائم ہونے فرزند کے اقرار کے وقت تو یہ تہمت ایثار کا مورث ہی ہبہ اور وصیت کا حال تو مذکور ہو چکا کہ اُنمین
موت کا حال معتبر ہی اور اقرار اگرچہ ملزم بنفسہ ہی لیکن ارث کا سبب یعنی فرزندی اقرار کے وقت موجود ہی تو یہ تہمت ایثار کی موہم ہی تو اقرار تہمت کے
اعتبار سے ملحق بوصیت ہو گیا کذا فی الدرر وہبۃ مقعد و مفلوج و اشل و مسلول بہ علۃ السل وہو قرح فی الریۃ من کل مالہ ان طالت مدتہ
سنۃ ولم یخف موتہ منہ والا تطل وخیف موتہ فمن ثلثہ لانہا امراض مزمنۃ لا قاتلۃ اور مقعد اور مفلوج اور اشل اور مسلول کا ہبہ اُسکے تمام مال سے
نافذ ہی اگر مرض کی مدت ایک سال تک دراز ہو گئی ہو اور اُس مرض سے موت کا خوف نہو اور اگر مرض کی مدت دراز نہوئی ہو یعنی ایک سال نہ گذرا ہو
اور موت کا خوف ہو تو اُسکا ہبہ تہائی مال سے نافذ ہوگا اسواسطے کہ وہ امراض مزمنہ متطاولہ ہین قاتل اور مہلک نہین شارح نے کہا مسلول وہ ہی جسکو
سل کی بیماری ہو اور وہ پھیپھڑے کا قرحہ ہی مقعد بضم میم وہ بیمار ہی جو چلنے پھرنے سے عاجز ہو پانون کی بیماری سے اور مفلوج وہ جسکو فالج کی بیماری ہو
یعنی آدھا دھڑ حس و حرکت سے رہ گیا ہو اور اشل وہ جسکے ہاتھ مین رعشہ ہو یعنی ہاتھ کانپتا ہو خلاصہ یہ ہی کہ یہ امراض مزمنہ اُسکو عارض ہون اور وہ کوئی
تبرع کا تصرف کرے پھر مرجائے برس سے پہلے تو یہ مرض الموت ہی تو اُسکا تصرف ثلث مال سے نافذ ہوگا اور اگر بعد سال کے مرا تو مرض الموت نہین اسواسطے
کہ جب سال کی چارون فصلون مین جنمین مظنہ تھا ہلاک ہونے کا زندہ رہا بچ گیا تو اُسکا مرض بمنزلہ طبیعت اور عادت کے ہو گیا بفیعوں کے حکم مین نہ رہا یہانتک کہ
علاج کے بھی لائق نہ رہا کذا فی الدرر قیل مرض الموت ان لا یخرج لحوائجہ بنفسہ وعلیہ اعتمد فی التجرید براز یہ بعضون نے کہا کہ مرض الموت یہ ہی کہ آدمی اپنی حاجتون کے واسطے
نہ نکلتا ہو اور اسی قول پر اعتماد کیا ہی تجرید مین کذا فی البزازیہ وفی المختار انہ ما کان الغالب منہ الموت وان لم یکن صاحب فراش قہستانی عن ہبۃ الذخیرۃ اور قول
مختار یہ ہی کہ مرض الموت وہ ہی جس سے موت غالب الوقوع ہو اگرچہ بیمار صاحب فراش نہو کذا فی القہستانی عن ہبۃ الذخیرۃ واذا اجتمع الوصایا قدم الفرض
ان اخرہ الموصی وان تساوت قوۃ قدم ما قدم اذا ضاق الثلث عنہا اور اگر مجتمع ہون چند قسم کی وصیتین یعنی فرض اور واجب اور نفل تو فرض مقدم ہوگا اگرچہ
اُسکو موصی نے موخر کیا ہو اور اگر وصایا برابر ہون فرض یا نفل ہونے مین تو وہ مقدم ہوگا جسکو موصی نے مقدم کیا اگر تہائی مال تمام وصایا کی گنجائش
نرکھتا ہو قہستانی نے کہا ابتدا کرنا چاہیے اُس فرض سے جو حق العبد ہی پھر اُس فرض سے جو حق اللہ ہی پھر واجب پھر نفل الیسا مروی ہی فقہاسے کذا
فی الطحطاوی قال الزیلعی کفارۃ قتل وظہار ویمین مقدمۃ علی الفطر لوجوبہا بالکتاب دون الفطر والفطرۃ علی الاضحیۃ لوجوبہا اجماعا دون الاضحیۃ زیلعی نے
کہا کہ قتل اور ظہار اور قسم کا کفارہ مقدم ہی صدقہ فطر پر اسواسطے کہ کفارات مذکورہ کا وجوب کتاب اللہ سے ثابت ہی نہ صدقہ فطر کا اور صدقہ فطر مقدم
ہی قربانی پر بسبب واجب ہونے صدقہ فطر کے اجماع سے نہ قربانی یعنی قربانی کا وجوب اجماع سے ثابت نہین وفی القہستانی عن الظہیریۃ عن الامام انہ
یبدا بکفارۃ قتل ثم یمین ثم ظہار ثم افطار ثم النذر ثم الفطر ثم الاضحیۃ وقدم العشر علی الخراج اور قہستانی مین ظہیریہ سے امام طواویسی سے یون مروی ہی کہ
ابتدا کیجائے کفارۂ قتل سے پھر کفارۂ ظہار سے پھر کفارۂ افطار سے پھر نذر سے پھر صدقۂ فطر سے پھر قربانی سے اور عشر مقدم کیا جائے خراج پر وفی البرجندی

مذہب ابی حنیفۃ اخرا ان حج النفل افضل من الصدقۃ اور برجندی مین ہی کہ امام ابو حنیفہ کا پچھلا مذہب یہ ہی کہ حج نفل افضل ہی خیرات سے حم اول یہ مذہب
تھا کہ صدقہ افضل ہی حج سے پھر جب حج کی مشقت امام نے دیکھی تو حج کو افضل کہا صدقہ سے کذا فی الطحطاوی اوصی بحج ای حجۃ الاسلام احج عنہ
راکبا وصیت کی حج کی یعنی فرض حج کی تو اسکا وارث یا وصی موصی کی طرف سے حج کرادے سوار کرکے موصی کے شہر سے اسواسطے کہ موصی پر حج
فرض تھا اپنی وطن سے سوار ہوکر نہ پیدل تو اسی طرح سے اسکے نائب پر فرض ہوگا فلو لم تبلغ النفقۃ من بلدہ فقال رجل انا احج عنہ بہذا المال ماشیا لا یجزیہ
قہستانی معزیا للتتمۃ سو اگر خرچ کفایت کرے موصی کے شہر سے سو ایک مرد نے کہا کہ مین حج کرونگا میت کی طرف سے اسی قدر مال قلیل پر پیدل تو یہ حج
کفایت نکریگا میت کی طرف سے چنانچہ قہستانی مین ہی تتمہ سے منقول ان کفی نفقتہ ذلک والا فمن حیث تکفی اگر خرچ کفایت کرے سوار ہوکر وطن سے
اور اگر کفایت نکرے تو جس مکان سے کفایت کرے وہان سے سوار کرکے نائب کو حج کیواسطے روانہ کرے وان مات حاج فی طریقہ واوصی بالحج عنہ یحج من
بلدہ راکبا وقالا من حیث مات استحسانا بدایۃ ومجتبی وملتقی قلت ومفادہ ان قولہ قیاس وعلیہ المتون فکان القیاس ہنا ہو المعتمد فافہم اور اگر حج کا جانیوالا
راہ مین مرگیا اور اسنے وصیت کی اپنے عوض حج کروانے کی تو حج کروانا چاہیے میت کے شہر سے سوار کرکے اور صاحبین نے کہا جہان سے مرگیا وہان سے
چاہیے استحسان کی وجہ سے کذا فی الہدایۃ والمجتبی والملتقی مین کہتا ہون اور یہان سے مستفاد ہوتا ہی کہ امام رح کا قول قیاس ہی اور اسی پر متون فقہ کی
مشتمل ہین تو یہان قیاس ہی معتمد ہوا استحسان سے سو اسکو سمجھ رکھو جہان قیاس اور استحسان جمع ہوتے ہین تو استحسان مقدم ہوتا ہی مگر یہان قیاس ہی
مقدم ٹھہرا ان بلغ نفقتہ ذلک والا فمن حیث تبلغ اگر اسکا خرچ کفایت کرے سواری کو وطن سے اور اگر کفایت نکرے تو جہان سے کفایت کرے وہین
سے سوار کرکے حج کروانا چاہیے بالاتفاق ومن لا وطن لہ فمن حیث مات اجماعا اور جس شخص کا وطن نہو تو جہان وہ مرگیا وہان سے حج کروانا چاہیے بالاتفاق
امام اور صاحبین کے اوصی بان یشتری بکل مالہ عبد فیعتق عنہ عن الموصی ولم تجز الورثۃ بطلت یہ وصیت کی کہ اسکے مال سے غلام خرید کیا جاوے
پھر آزاد کیا جائے موصی کی طرف سے اور اسکے وارثون نے اسکو جائز نرکھا تو وصیت باطل ہی کذا اذا اوصی بان یشتری لہ عبد بالف درہم و
زاد الالف علی الثلث وقالا یشتری بکل الثلث فی المسئلتین مجمع اسی طرح جبکہ وصیت کی یہ کہ خرید کیا جاوے اسکے واسطے غلام ہزار درم سے اور ہزار
درم ثلث مال سے زیادہ ہین تو وصیت باطل ہی اور صاحبین نے کہا کہ تمام ثلث سے دونون صورتون مین غلام خرید کیا جاے کذا فی المجمع مریض اوصی بوصایا
ثم برئ من مرضہ ذلک وعاش سنین ثم مرض فوصایاہ باقیۃ ان لم یقل ان مت من مرضی ہذا فقد اوصیت بکذا کذا فی الخانیۃ بیمار نے
چند وصیتین کین پھر وہ چنگا ہوگیا اپنی اس بیماری سے اور چند سال زندہ رہا پھر بیمار ہوا تو اسکی وصیتین باقی ہین اگر اسنے یون نکہا ہو کہ مین اپنے اس مرض سے
مرگیا تو مین نے یہ وصیت کی کذا فی فتاوے قاضیخان اوصی بوصیۃ ثم جن ان اطبق الجنون حتی بلغ ستۃ اشہر بطلت والا لا موصی نے وصیت کی پھر
وہ مجنون ہوگیا اگر اسکا جنون دیر تک ٹھہرا یہانتک کہ چھ مہینے تک پہونچا تو وصیت باطل ہی ورنہ باطل نہین وکذا لو اوصی ثم اخذ بالوسواس
فصار معتوہا حتے مات بطلت خانیۃ اور اسی طرح اگر وصیت کی پھر موصی کو وسواس نے لیا سو وہ مدہوش اور غافل ہوگیا یہانتک کہ مرگیا تو وصیت باطل ہی کذا فی الخانیہ
اوصی بان یعار بیتہ من فلان او بان یسقی عنہ الماء شہرا فی الموسم او فی سبیل اللہ فہو باطل فی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ خانیہ یہ وصیت کی کہ موصی کا گھر عاریتا
دیا جاوے فلانے شخص کو یا یہ کہ پانی پلایا جاوے موصی کی طرف سے مہینے بھر حج کے موسم مین یا خدا کی راہ مین تو وہ باطل ہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول مین
کذا فی الخانیۃ لما لو اوصی بہذا التبن لدواب فلان فان الوصیۃ باطلۃ ولو قال یعلف بہا دواب فلان جاز خانیہ اگر یون وصیت کی کہ یہ بھوسہ فلانے
شخص کے جانورون کے لیے خاص ہی تو وصیت باطل ہی اور اگر یون کہا کہ اس بھوسے سے فلانے جانورون کو چارہ دیا جاے تو وصیت جائز ہی ولو اوصی بان ینفق
علی فرس فلان کل شہر کذا جاز وتبطل ببیعہ اور اگر یہ وصیت کی کہ فلانے کے گھوڑے پر ہر مہینے مین اسقدر خرچ کیا جاے تو جائز ہی اور گھوڑے کے

کا بیچ ڈالنا وصیت کو باطل کردیگا انتہی خانیہ مین ہی محمد رح نے کہا یہ وصیت صاحب فرس کے واسطے ہی پھر اگر گھوڑا مر گیا یا مالک نے اُسکو بیچا تو وصیت باطل
ہوگی انتہی ولو اوصی بسکنی دارہ لرجل ولا مال لہ سواہا جاز ولہ سکناہا مادام حیا ولیس للورثۃ بیع ثلثیہا وقال ابو یوسف لہم ذلک ولہم ان یقاسموہ الورثۃ ایضا ویفرز
الثلث خانیہ اور اگر وصیت کی اپنے گھر کی سکونت کی ایک مرد کے واسطے اور موصی کا کچھ مال نہین سوائے اُس گھر کے تو جائز ہی اور موصی لہ کو اُس مین رہنا یعنی تہائی
گھر مین درست ہی جبتک وہ زندہ رہے اور مورث کے وارث کو اُسکے گھر کی دو تہائیان بیچنا درست نہین اور ابو یوسف رح نے کہا کہ وہ یعنی بیع ثلثین جائز ہی وارث کو
اور یہ بھی جائز ہی کہ وارث وارثون سے مقاسمہ کرے اور تہائی وصیت کی جدا کردے کذا فی الخانیۃ ولو اوصی بقطنہ لرجل وبحبتہ لاخر ولو اوصی بلحم شاۃ معینۃ
لرجل وبجلدہا للاخر واوصی بحنطۃ فی سنبلہا لرجل وبالتبن لاخر جازت الوصیۃ لہما وعلی الموصی لہما ان یدوسا ویسلخ الشاۃ اور اگر اپنی کپاس کی
وصیت کی ایک مرد کے واسطے اور اسکے بنولون کی وصیت کی دوسرے شخص کے لیے اور معین بکری کے گوشت کی وصیت کی ایک مرد کے واسطے اور اُسکی کھال کی
وصیت کی دوسرے کے واسطے اور وصیت کی اُس گیہون کی جو بالیون کے اندر ہی ایک مرد کے واسطے اور بھوسے کی وصیت کی دوسرے کے واسطے تو یہ وصیت دونون
مردون کے واسطے جائز ہی اور دونون پر لازم ہی گیہون کا ماندنا اور بکری کی کھال گوشت سے جدا کرنا اور اسی طرح دونون پر لازم ہی کپاس کا اوٹنا یعنی تاکہ ہر ایک کا
حصہ جدا ہو جاوے اوصی بثلث مالہ لبیت المقدس جاز ذلک وینفق فی عمارۃ بیت المقدس وفی سراجہ ونحوہ قالوا وہذا یفید جواز النفقۃ من وقف المسجد
علی قنادیلہ وسرجہ وان یشتری بذلک الزیت والنفط للقنادیل فی رمضان خانیہ وصیت کی اپنے تہائی مال بیت المقدس کے واسطے تو یہ جائز ہی اور وہ مال
خرچ کیا جاوے بیت المقدس کی عمارت مین اور اُسکے چراغ مین اور مانند اُسکے علمانے کہا کہ یہ دلیل ہی اسکی کہ مسجد کے وقف سے خرچ کرنا مسجد کی قندیلون اور
اُسکے چراغون پر جائز ہی اور یہ جائز ہی کہ مسجد کے وقف سے تیل اور روغن قندیلون کے واسطے رمضان مین خرید کیا جاوے کذا فی الخانیہ وفی المجتبی اوصی بثلث مالہ
للکعبۃ جاز ویصرف لفقراء الکعبۃ لا غیر وکذا المسجد والمقدس اور مجتبی مین ہی کہ اپنے تہائی مال کی وصیت کی کعبہ شریف کے واسطے تو جائز ہی اور وہ مال کعبہ معظم
کے محتاجون کے واسطے صرف کیا جاوے نہ اور کام مین اور اسی طرح کا حکم مسجد اور بیت المقدس کی وصیت کا ہی ہم یہ دوسرا قول ہی متن کے مخالف کذا فی
الطحطاوی وفی الوصیۃ لفقراء الکوفۃ جاز لغیرہم اور فقراے کوفہ کی وصیت مین اُنکے سوا اور محتاجون پر صرف کرنا جائز ہی ہم اور یہی حکم ہی فقراے مکہ اور
فقراے مدینہ کا کذا فی العالمگیریۃ وفی الخانیۃ اوصی بعبدہ یخدم المسجد ویوذن فیہ جاز ویکون کسبہ لوارث الموصی اور خانیہ مین ہی کہ وصیت کی اپنے غلام کو کہ مسجد
کی خدمت کرے اور اُس مین اذان دے تو وصیت جائز ہی اور کمائی اس غلام کی موصی کے وارث کی ہی ولو اوصی بثلث مالہ لاعمال البر لا یصرف ثلثہ لبناء
السجن لان اصلاحہ علی السلطان اور اگر اپنے تہائی مال کی وصیت نیک کامون کے واسطے کی تو اُسکا تہائی مال قیدخانہ بنانے مین صرف نکیا جائیگا
اسواسطے کہ اُسکی اصلاح بادشاہ پر ہی اوصی بان یتخذ الطعام بعد موتہ للناس ثلثۃ ایام فالوصیۃ باطلۃ کما فی الخانیۃ عن ابی بکر البلخی یہ وصیت کی
کہ موصی کی موت کے بعد کھانا تیار کیا جاوے لوگون کے واسطے تین دن تو یہ وصیت باطل ہی چنانچہ خانیہ مین ابو بکر بلخی سے مروی ہی وفیہا عن ابی جعفر اوصی
باتخاذ الطعام بعد موتہ ویطعم الذین یحضرون التعزیۃ جاز من الثلث ویحل لمن طال مقامہ ومسافتہ لا لمن لم یطل ولو فضل طعام ان کثیرا یضمن والا لا انتہی
اور خانیہ مین ابو جعفر سے منقول ہی کہ وصیت کی کھانا تیار کرنے کی اپنی موت کے بعد اور وہ کھلایا جاوے اُنکو جو ماتم پرسی کے واسطے آوین تو جائز ہی
تہائی مال سے اور وہ کھانا حلال ہی اُسکو جو ماتم داری مین بہت ٹھہرا یا اُسکے مکان کی مسافت دراز ہی نہ اُسکو حلال ہی جسکی مسافت بعید نہین اور نہ
زیادہ مقام کیا اور اگر کھانا بچ رہا تو اگر کثیر ہی تو اُسکا تاوان وصی پر ہی اور اگر قلیل ہی تو تاوان نہین انتہی ما فی الخانیۃ قلت وحمل المصنف الاول علی ما اذا کان یجمع
النائحات بقیۃ ثلثۃ ایام فتکون وصیۃ لنفس فتبطل والثانی علی ما اذا کان لغیرہن مین کہتا ہون اور مصنف نے اپنی شرح مین قول اول کو یعنے ابو بکر
بلخی کے قول کو جو بطلان وصیت مین ہی محمول کیا ہی اُس کھانے پر جسکے واسطے نوحہ گر عورتین جمع ہوتی ہین باقی تین دن مین

تو وصیت ہوئی نوحہ گروں کے واسطے تو باطل ٹھہری اور قول ثانی یعنی ابو جعفر کے جواز وصیت کو اُس کھانے پر جو سواے نوحہ گر اور لوگوں کے واسطے پکایا جائے
ہم نوحہ گروں کے واسطے وصیت کا باطل ہونا ظاہراً تین دن پر مخصوص نہیں کیونکہ وہ تو گناہ ہے یعنی تین دن کے بعد بھی نوحہ گری گناہ ہے کذا فی الطحطاوی فروع

مسائل ملحقہ شارح کے اوصی بان یصلی علیہ فلان او یحمل بعد موتہ الی بلد آخر او یکفن فی ثوب کذا او یطین قبرہ او یضرب علی قبرہ قبۃ او لمن یقرء عند قبرہ شیئا معینا
فہی باطلۃ سراجیہ وتحقیقہ یہ وصیت کی کہ نماز پڑھے اُسپر فلانا شخص یا موت کے بعد اُسکی لاش کو اُٹھا لیجاویں دوسرے شہر کی طرف یا اُسکا کفن دیا جائے
فلانے کپڑے میں یا اُسکی قبر پر کہگل کیجائے یا اُسکی قبر پر قبہ یا خیمہ قائم کیا جائے یا جو اُسکی قبر کے پاس قرآن پڑھے اسکو کچھ معین مال دیا جائے تو ہر ایک وصیت
باطل ہے کذا فی السراجیہ اور ہم اسکی تحقیق عنقریب بیان کرینگے ہم شارح نے وصیت بالخدمت کے باب سے پہلے کہا ہے کہ مختار یہ ہے کہ قبر کی کہگل مکروہ نہیں اور
قرآن پڑھنا قبر پر اور قاری کو دینا لینا جائز ہے طحطاوی نے کہا دوسرے شہر میں نعش لیجانے کی وصیت اسواسطے درست نہیں کہ نقل کرنا مکروہ ہے اور قبر پر
قبہ وغیرہ قائم کرنا مکروہ ہے لہذا اُسکی وصیت باطل ہے اوصی بثلث مالہ للہ تعالی فہی باطلۃ وقال محمد تصرف لوجوہ البر وصیت کی اپنے تہائی مال کی خدا تعالے
کے واسطے تو یہ باطل ہے امام کے نزدیک اور محمد نے کہا وصیت مذکورہ صرف کیجائے نیک کاموں میں ہم وجہ بطلان یہ ہے کہ تمام اشیا حق تعالے کی ملک ہیں
تو لام تملیک کی کچھ وجہ نہیں بدون تاویل اور توجیہ کے والعبرۃ للظاہر کذا فی الطحطاوی قال اوصیت لفلان بالف وھو عشر مالی لم یکن لہ الا الالف کہا کہ میں نے
وصیت کی ہزار درم کی فلانے شخص کے واسطے اور حالانکہ ہزار درم میرے تمام مال کا دسواں حصہ ہے تو موصی لہ کے واسطے سواے ہزار درم کے کچھ
نہیں ہم جبکہ ہزار درم ثلث مال سے خارج ہو سکیں تو اسکو ہزار درم ملینگے خواہ ہزار دسویں حصے سے زیادہ ہوں یا کم کذا فی الطحطاوی وفی اوصیت لہ بجمیع

مافی ہذا الکیس وھو الف فاذا فیہ الفان ودنانیر وجواہر فکلہ لہ ان خرج من الثلث مجتبی اور اس قول میں کہ میں نے فلانے کے واسطے وصیت کی اُس تمام
مال کی جو اس تھیلی کے اندر ہے اور حالانکہ وہ ہزار درم ہیں پھر جو اُسمیں دیکھا تو دو ہزار درم اور اشرفیاں اور جواہر ہیں تو وہ مال بالکل موصی لہ کا ہے بشرطیکہ وہ
ثلث مال سے خارج ہووے کذا فی المجتبی قال لمدیونہ اذا مت فانت بری من دینی علیک صحت وصیتہ ولو قال ان مت لا یبرأ للمخاطرۃ اپنے مدیون
سے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو تو بری الذمہ ہے میرے اُس دین سے جو تجھپر ہے تو وصیت صحیح ہے یعنی بعد موت کے وہ بری الذمہ ہو جاوے گا اور اگر یوں کہا
کہ اگر میں مر جاؤں تو تو بری الذمہ ہے میرے دین سے تو مدیون بری الذمہ نہو گا مخاطرہ کے سبب سے ہم مخاطرہ سے مراد اُسپر تعلیق ہے جو ہنوز موجود نہیں لیکن
اُسکا ہونا مترقب ہے کذا فی الطحطاوی یدخل المجنون فی الوصیۃ للمرضی دیوانہ داخل ہے بیماروں کی وصیت میں یعنی جو مال بیماروں کے واسطے وصیت
میں متعین ہوا تو مجنون پر بھی صرف ہو گا اس لیے کہ جنون بھی بیماری ہے وفی الوصیۃ للعلماء یدخل المتکلمون فی بلاد خوارزم دون بلادنا اور جو مال عالموں کے
واسطے وصیت ہوا اُسمیں ملک خوارزم کے متکلم داخل ہیں نہ ہمارے ملک کے متکلم ہم متکلم وہ جو علم عقائد میں گفتگو کرتا ہو طحطاوی نے کہا شاید کہ خوارزم کے
متکلم شبہات مخالفین کا اتباع نکرتے ہونگے بلکہ لوگوں کو اعتقادات واجبہ کی تعلیم کرتے ہونگے اور غیر ملکوں کے متکلم شبہات فلاسفہ وغیرہ کو بیان کیا کرتے
ہونگے بدون رد اور انکار کے تو وہ ضال اور مضل ٹھہرے اُنکو علم الٰہی سے کچھ نصیبہ نہیں ولو اوصی للعقلاء یصرف للعلماء الزاہدین لانہم ہم العقلاء فی
الحقیقۃ قنیہ اور اگر وصیت کی عقلمندوں کے واسطے تو اُسکو صرف کرنا چاہیے تارک الدنیا عالموں پر اس لیے کہ فی الحقیقۃ عقلمند وہی ہیں کذا فی
القنیہ ہم عاقل انجام بین کو کہتے ہیں تو حقیقت میں تارک الدنیا عاقل ہے جسنے دنیاے ناپایدار کا انجام غور کرکے اُسکو چھوڑ دیا تھا طحطاوی نے کہا
درالمختار کے نسخوں میں بجاے لفظ قنیہ کے فتنہ کا لفظ ہے اور صواب یہ ہے کہ قنیہ ہے اس لیے کہ یہ عبارت قنیہ کی ہے چنانچہ منح الغفار میں ہے اور اگر
ایسا ہو تو سراج وہاج کی عبارت ٹھہرے گی اسلیے کہ آخر فروع میں سراج مذکور ہے واللہ اعلم واعلم ان الوصیۃ فی ید الموصی او ورثتہ بمنزلۃ الودیعۃ سراج
جاننا چاہیے کہ مال وصیت موصی اور اُسکے وارثوں کے قبضہ میں بجاے امانت کے ہے کذا فی السراج یعنی اگر مال مذکور تلف ہو جائیگا تو اُنکو ضمان دینا لازم نہو گا

گمراہ کنندہ ۱۲

باب الوصیۃ بثلث المال

یہ باب ہے تہائی مال کی وصیت کے مسائل میں (اذا اوصی لزید بثلث ماله ولآخر بثلث ماله ولم تجز الورثة فثلثه لهما نصفان اتفاقا) جبکہ اپنے تہائی مال کی
وصیت کی زید کے واسطے اور دوسرے شخص کے واسطے بھی تہائی مال کی وصیت کی اور وارثوں نے اجازت نہ دی تو تہائی مال دونوں شخصوں میں نصفا نصف
ہوگا باتفاق امام اور صاحبین رحمہم اللہ کے اسواسطے کہ ثلث مال دونوں کے حق کی گنجائش نہیں رکھتا کیونکہ عدم اجازت کی حالت میں تہائی مال سے وصیت زیادہ نہیں
ہوسکتی اور استحقاق کے سبب میں دونوں برابر ہیں اور محل شرکت کے قابل ہے لہذا ثلث مال دونوں میں نصفا نصف ہوگا کذا فی الزیلعی (وان اوصی بثلث ماله
لزید ولآخر بسدس ماله فالثلث بینهما اثلاثا اتفاقا) اور اگر تہائی مال کی وصیت کی زید کے واسطے اور دوسرے شخص کے واسطے اپنے مال کے چھٹے حصے کی وصیت کی
تو تہائی دونوں شخصوں پر تین تہائی ہوگی باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے یعنی دو سہم صاحب ثلث کے اور ایک سہم صاحب سدس کا (وان اوصی لاحدهما بجمیع ماله
ولآخر بثلث ماله ولم تجز الورثة ذلك فثلثه بينهما نصفان) اي الوصية (بالاكثر من الثلث اذا لم تجز تقع باطلة فيجعل كانه اوصى لكل بالثلث فينصف) اور اگر وصیت
کی ایک شخص کے واسطے اپنے تمام مال کی اور دوسرے کے واسطے تہائی مال کی اور وارثوں نے اسکو جائز نہ رکھا تو اسکے مال کی تہائی دونوں میں نصفا نصف ہوگی
اسواسطے کہ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت بسبب ورثہ کی اجازت نہ ہوئی تو وہ باطل ٹھہر گئی تو یہ قرار دیا گیا کہ گویا اسنے ہر شخص کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی ہے
وہ تہائی دونوں میں نصفا نصف ہوگی یہ مذہب ہے امام رح کا (وقالا ارباعا لان الباطل مازاد على الثلث فاضرب الكل في الثلث تحصل اربعة فيجعل ثلث المال) اور صاحبین رح
نے کہا کہ ثلث مال کے چار حصے کیے جاویں اسواسطے کہ باطل وصیت وہ ہے جو تہائی پر زیادہ ہے تو کل کو ضرب کر ثلث میں چار حاصل ہونگے وہی چار سہم ثلث مال
میں قرار دیے جاوینگے ط (طحطاوی) نے کہا کہ شارح کی عبارت غیر مستقیم ہے یعنی اسمیں دقت ہے مطلب ظاہر نہیں درر کی عبارت یوں ہے کہ صاحبین کے نزدیک
چار سہم کیے جاوینگے تین سہم اسکے واسطے جسکے لیے تمام مال کی وصیت ہوئی اور ایک سہم اسکے لیے جسکے واسطے تہائی کی وصیت ہوئی اسواسطے کہ وصیت زائد از
ثلث برایں معنی باطل ہے کہ موصی لہ اسکا مستحق نہیں ہوتا لیکن وہ معتبر ہے اس امر میں کہ موصی لہ اسکے سبب سے ثلث مال سے لیگا بقدر حصہ اس امر کے اسلیے
کہ اس مطلب کے ابطال کا کوئی موجب نہیں تو ثلث کا مخرج تین ہے تو ثلث ایک ہوا اور کل تین تو چار سہم ہوگئے تو ثلث مال ان چار سہام پر قسمت ہوگیا انتہی مختصرا
(ولا يضرب الموصى له باكثر من الثلث عند ابي حنيفة) المراد بالضرب المصطلح بين الحساب فعنده سهام الوصية اثنان فاضرب بنصيب كل في الثلث يكون سدسا فلكل
سدس المال وعندهما اربعة لما قدمنا) اور امام کے نزدیک ضرب واقع نہ کریگا وہ موصی لہ جسکے لیے ثلث مال سے زیادہ وصیت ہوئی شارح نے کہا ضرب سے مراد وہ ضرب
ہے جو اہل حساب میں مصطلح ہے تو امام کے نزدیک وصیت مذکورہ کے سہام دو ہیں تو ضرب کر ہر ایک کے نصف کو ثلث میں تو سدس ہوگا ہر شخص کے واسطے مال کا
چھٹا حصہ ہے اور صاحبین کے نزدیک سہام وصیت کے چار ہیں چنانچہ ہم نے انکو آگے بیان کر دیا ہے شارح کو یوں کہنا اولی تھا فاضرب نصفهما او فاضرب نصیب
کل ضرب مصطلح عبارت ہے اس عدد کے حاصل کرنے سے جسکی نسبت احد المضروبین کے ساتھ ویسی ہی جیسے دوسرے کی نسبت ایک کے ساتھ کذا فی الطحطاوی (الا في ثلاث
مسائل وهي المحاباة والسعاية والدراهم المرسلة اي المطلقة غير المقيدة بثلث او نصف او نحوهما) اگر ثلث کا موصی لہ ضرب نہیں کرتا مگر تین مسئلوں میں ضرب
واقع ہوتی ہے اور وہ تین مسئلے یہ ہیں ایک محابات دوسرے سعایت تیسرے دراہم مرسلہ یعنی مطلق درہم جنمیں ثلث یا نصف کی یا انکے سوا اور کوئی قید مذکور نہیں
محابات لغت عرب میں بمعنی مسامحہ اور عطا کے ہے اور یہاں محابات سے مراد وہ بیع ہے جو ثمن معتدل سے کمتر ہو کذا فی الطحطاوی (ومن صور ذلك ان يوصي لرجل
بالف درهم مثلا او يحابيه في بيع بالف درهم او يوصي بعتق عبد قيمته الف درهم وهي ثلثا ماله ولآخر بثلث ماله ولم تجز فالثلث بينهما اثلاثا اجماعا) اور اسکے منجملہ
مسئلہ کی یہ مثال ہے کہ وصیت کی ایک مرد کے واسطے ہزار درم کی مثلاً یا ایک شخص سے بیع کی ہزار درم ثمن کی بطریق محابات کے یا وصیت کی اس
غلام کے آزادی کی جسکی قیمت ہزار درم ہے اور حالانکہ ہزار درم اسکے تمام مال کی دو تہائیاں ہیں اور دوسرے شخص کے واسطے تینوں مثالوں میں اپنے

ثلث مال کی وصیت کی اور وارثوں نے یہ وصیت جائز رکھی تو کل مال کی تہائی دونوں موصی لہ میں تین تہا و بالاتفاق ہوگی یعنی دو سہم ہزار درہم کے موصی لہ کو اور ایک
سہم تہائی کی موصی لہ کو ملے گا علامہ طحطاوی نے اپنی شرح میں کہا کہ محابات کی صورت یہ ہے کہ ایک مرد کے دو غلام ہیں ایک کی قیمت ۳۰ درہم ہے اور دوسرے کی ۶۰ درہم سو اسنے وصیت
کی کہ پہلا غلام زید کے ہاتھ دس درہم پر بیع ہوا اور دوسرا غلام عمرو کے ہاتھ ۲۰ درہم پر بیع ہوا اور موصی کا سوائے ان دو غلاموں کے کچھ اور مال نہیں ہے تو زید کے حق میں
۲۰ درہم کی وصیت ہوئی اور عمرو کے حق میں ۴۰ درہم کی ہوئی تو ثلث مال دونوں موصی لہ میں تین تہا و ہوگا تو پہلا غلام زید کے ہاتھ ۲۰ درہم پر
بیچا جائیگا اور دس درہم اسکے واسطے وصیت ٹھہری اور دوسرا غلام عمرو کے ہاتھ ۴۰ درہم پر اور ۲۰ درہم انکی وصیت ہوئی تو زید اور عمرو نے تہائی سے
بقدر وصیت کے لیا اگر ثلث وصیت سے زیادہ ہوگیا اور سعایت کی صورت یہ ہے کہ موصی نے دو غلاموں کو آزاد کیا جنکی قیمت وہی ہے جو محابات میں مذکور
ہو چکی اور اسکا کچھ مال غلاموں کے سوائے نہیں تو اول کے واسطے ثلث مال کی وصیت ہوئی اور ثانی کے واسطے دو ثلث کی تو وصیت کے سہام تین تہا و ہونگے ایک
سہم اول کا اور دو سہم ثانی کے تو ثلث مال بھی اسی طرح تین سہم ہوگا تو اول غلام کا ثلث آزاد ہوگا اور وہ دس درہم ہے اور وہ سعایت اور کوشش کرے ۲۰ درہم میں اور
ثانی غلام کا ثلث آزاد ہوگا وہ ۲۰ درہم ہے اور سعایت کریگا ۴۰ درہم میں تو ہر ایک موصی لہ نے ضرب کی بقدر اپنی وصیت کے اگرچہ زائد ہے ثلث پر اور دراہم مرسلہ کی
صورت یہ ہے کہ زید کے واسطے وصیت کی ۳۰ درہم کی اور دوسرے کے لیے وصیت کی ۶۰ درہم کی اور اسکا کل مال ۹۰ درہم ہے اور وارثوں نے اس وصیت کو جائز رکھا تو ہر موصی لہ
ضرب کریگا بقدر اپنی وصیت کے تو ادا کیجائیگی ثلث مال میں ضرب کریگا اور ثانی مال کی ثلثین میں کذا فی الطحطاوی وفی المنح وبمثل نصیب ابنہ صحت لہ ابن اولا اور اپنے
فرزند کے حصہ کے مانند وصیت کی تو صحیح ہے خواہ اسکا بیٹا ہو یا نہو وبنصیب ابنہ لا لان لہ ابن موجود اور اپنے فرزند کے حصہ کی دوسرے کے واسطے وصیت کی تو صحیح نہیں
اگر اسکا بیٹا موجود ہو اس واسطے کہ حصہ فرزند کا قرآن سے ثابت ہے پھر جب انکی وصیت اور شخص کے واسطے ہوئی تو اسنے فرض الٰہی کو بدل ڈالا تو صحیح نہوگا کذا فی المنح
برخلاف مسئلہ سابقہ کے اس واسطے کہ مثل شی غیر شی ہے وان لم یکن لہ ابن صحت عنایہ وجوہرہ زاد فی شرح التکملۃ وصار کما لو اوصی بنصیب ابن لو کان انتہی اور اگر
موصی کا فرزند نہو تو وصیت صحیح ہوگی کذا فی العنایہ والجوہرہ شرح تکملہ میں اتنا زیادہ کہا ہے اور یہ ہوگیا مانند اسکے کہ اگر وصیت کی حصہ فرزند کی اگر وہ ہوتا
انتہی ما فی شرح التکملۃ وفی المجتبی ولو اوصی بمثل نصیب ابن لو کان فلہ النصف انتہی اور مجتبی میں ہے اور اگر وصیت کی نصیبہ فرزند اگر وہ ہوتا تو موصی لہ کو نصف
مال ہے انتہی ما فی المجتبی ام لیکن زیادہ عن الثلث اجازت ورثہ پر موقوف ہے ونقل المصنف عن السراج الثلث فتنبہ اور مصنف نے اپنی شرح میں سراج سے
وہ قول نقل کیا جو مجتبی کے مخالف ہے یعنی مجتبی میں نصف مال مذکور ہے اور سراج میں ثلث مسطور ہے کذا فی الطحطاوی ولہ فی الصورۃ الاولی ثلث ان اوصی
مع ابنین اور موصی لہ کے واسطے پہلی صورت میں تہائی ہے اگر موصی نے دو فرزندوں کے ساتھ وصیت کی ہو یعنی دو فرزندوں کے ساتھ موصی لہ کے لیے بمثل
حصہ فرزند کے وصیت کی تو اسکو تہائی مال ملے گا تو گویا موصی نے موصی لہ کو تیسرا فرزند قرار دیا ونصف مع ابن واحد ان جاز اور موصی لہ کے واسطے ایک فرزند
کے ساتھ نصف ہے اگر فرزند جائز رکھے وتسلم البنات اور بیٹیوں کے مانند بیٹیوں کا حکم ہے یعنی اگر بمثل حصہ دختر وصیت کی اور اسکے ایک بیٹی ہے تو موصی لہ کو نصف
ہے اگر وہ اجازت دے ورنہ ثلث ہے کذا فی المنح والاصل انہ متی اوصی بمثل نصیب بعض الورثۃ یزاد مثلہ علی سہام الورثۃ مجتبی اور قاعدہ یہ ہے کہ جب وصیت کرے
کسی وارث کے حصہ کے برابر ملنے کی تو ورثہ کے سہام پر اسی حصہ کا مثل زیادہ کرلیا جاتا ہے کذا فی المجتبی چنانچہ اوپر کی مثالوں میں مفصل گذرا وبجزء او سہم من مالہ
فالبیان الی الورثۃ یقال لہم اعطوہ ما شئتم ثم التسویۃ بین الجزء والسہم عرفنا واما اصل الروایۃ فبخلافہ اور وصیت کی اپنے مال میں سے ایک جزء یا ایک سہم کی تو اسکا
بیان وارثوں کی طرف ہے تو وارثوں سے کہا جاویگا کہ موصی کو دو جتنا تمہارا جی چاہے پھر یہ دریافت کرنا چاہیے کہ برابری درمیان جزء اور سہم کے یہ ہمارے زمانہ
کا عرف ہے اور اصل روایت تو اسکے مخالف ہے وارثوں کو بیان اسواسطے مفوض ہوا کہ جزء اور سہم کا مدلول مجہول ہے قلیل اور کثیر کو شامل ہے اور وصیت جہالت سے منع
نہیں اور وارث موصی کے اسکے قائم مقام ہیں بیان کرنے میں شرح وقایہ میں ہے کہ سہم عبارت ہے سدس سے امام کے قول میں بنا بر عرف بعض اشخاص کے منح الغفار میں ہے کہ

لفظ نصیب اور نقص اور بعض اور حظ اور شیء کا سہم اور جزء کے مانند ہے کذا فی العطا دی وان قال سدس مالی لہ ثم قال ثلثہ لہ واجازوا لہ ثلث ای
حقہ الثلث فقط وان اجازت الورثۃ لدخول السدس فی الثلث مقدما کان او مؤخرا اخذا بالتیقن وبہذا اندفع سوال صدر الشریعۃ واشکال ابن الکمال اور اگر
بولا کہ میرے مال کا سدس یعنی چھٹا حصہ فلانے شخص کے واسطے پھر بولا کہ میرے مال کی تہائی اسکے واسطے ہے اور اسکے وارثون نے اجازت دی تو موصی لہ
کے واسطے تہائی مال ہے یعنی اسکا حق فقط ثلث ہے اگرچہ وارثون نے اجازت دی ہے بسبب داخل ہونے سدس کے ثلث مین خواہ ثلث مقدم مذکور ہو خواہ مؤخر
اعتبار تیقن کے سبب سے اور اس تقریر سے صدر الشریعۃ کا سوال اور ابن کمال کا اشکال دفع ہوگیا صدر الشریعۃ کا خلاصہ سوال یہ ہے کہ ثلث اور سدس کا قول اگر
اخبار ہے تو کذب ہے اور اگر انشا ہے تو واجب ہے کہ موصی لہ کے واسطے نصف مال واجب ہو اسواسطے کہ ثلث و سدس نصف ہوتا ہے خلاصہ جواب یہ ہے کہ وصیت
مین احتمال ہے کہ سدس ثلث مین داخل ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ داخل نہو بلکہ زیادت سدس کی ثلث پر مراد ہو لیکن چونکہ دخول سدس کا ثلث مین یقینی ہے لہذا یہی معتبر
ہوا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ آدمی ثلث سے زیادہ کی وصیت کا مالک نہین تو موصی کے کلام کا محمل صحیح یہ ہے کہ نصف کا ارادہ مراد نہو وفی سدس مالی مکررا لہ سدس
لان المعرفۃ قد اعیدت معرفۃ اور اس وصیت مین کہ سدس مالی کا لفظ مکرر کہا تو سدس ملیگا اسواسطے سدس ہے اسواسطے کہ معرفہ دوبارہ مذکور ہوا معرفہ ہوکر یعنی موصی
نے یون کہا کہ میرا سدس مال اسکے واسطے ہے پھر بھی کہا کہ میرا سدس مال اسکا ہے خواہ اسی مجلس مین تکرار کی یا دوسری مجلس مین تو سدس اسکا حق ہے اسواسطے کہ اعادہ
معرفہ مین ثانی عین ہوتا ہے اول کا اور یہان معرفہ لفظ ہے سدس کا اسواسطے کہ وہ مضاف ہے مال کی طرف وبثلث دراہمہ او غنمہ او ثیابہ متفاوتۃ فلو متحدۃ فکالاولی
او عبیدہ ان ہلک ثلثاہ فلہ جمیع مابقی فی الاولین ای الدراہم والغنم اور موصی کے دراہم یا اسکی بھیڑ بکریون یا اسکے مختلف کپڑون کی یا اسکے غلامون کی
ثلث کی وصیت مین اگر دو ثلث تلف ہوجاوین تو موصی لہ کیواسطے وہ ہے جو سب باقی رہ گیا اول دو مثالون مین یعنی درمون مین اور بھیڑ بکریون مین شارح نے کہا
اور اگر کپڑے متحد الجنس ہین تو وہ درمون کے مانند ہین یعنی موصی نے کہا کہ میرے ثلث درہم یا ثلث غنم فلانے کے واسطے ہین پھر درم اور غنم کی دو تہائیان تلف
ہوگئین تو موصی لہ کے واسطے تمام مابقی ہے مثلاً اگر نو درم مال تھا سو چھ درم ضائع ہوگئے تو باقی تین درم موصی لہ کا حق ہے ان خرج من ثلث باقی جمیع معاف
مالہ اخی چلپی اگر موصی کی جمیع اقسام مال کی ثلث سے نکلے تب جمیع باقی کو موصی لہ پاویگا کذا ذکرہ اخی چلپی وثلث الباقی فی الآخرین ای الثیاب والعبید و
ان خرج الباقی من ثلث کل المال اور پچھلی دو مثالون مین یعنی کپڑون اور غلامون مین باقی کا ثلث ہے موصی لہ کے واسطے اگرچہ باقی تمام مال کی تہائی سے
نکلے ہم یعنی اگر نو کپڑے ہم قیمت ہین اور انمین سے چھ کپڑے یا چھ غلام ضائع ہوگئے باقی رہے تین تو اس باقی کی تہائی یعنی ایک کپڑا یا ایک
غلام موصی لہ کا ہے برخلاف درہم اور غنم کے کہ انمین جمیع مابقی موصی لہ کا حق ہے والاول کل متحد الجنس کمکیل او موزون وثیاب متحدۃ وضابطہ ما یقسم
جبرا والثانی کل مختلف الجنس وضابطہ مالا یقسم جبرا اور اول یعنی درم اور غنم کی مانند ہے ہر چیز متحد الجنس چنانچہ کیلی اور وزنی اور کپڑے ایک قسم کے اور
قاعدہ کلیہ اسکا یہ ہے کہ اس چیز کی قسمت زبردستی ہوسکتی ہو اور ثانی یعنی ثیاب اور عبید کے مانند ہے ہر چیز مختلف الجنس اور اسکا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ وہ چیز
قسمت پذیر نہوتی ہو زبردستی سے ہم اشیاء متحد الجنس اگر وارثون مین مشترک ہون اور بعض وارث قسمت کے طالب ہون اور بعضے نہ چاہتے ہون تو قاضی
انکو تقسیم کریگا زبردستی سے اور اگر مختلف الجنس ہین تو انکی تقسیم جبری نہوگی وبالف ولہ دین من جنس الالف وعین فان خرج الالف
من ثلث العین دفع الیہ اور موصی نے ہزار درم کی وصیت کی اور حالانکہ اسکا مال دین ہے لوگون پر ہزار درم کی جنس سے اور عین بھی ہے تو اگر ہزار درم
عین کی تہائی سے نکلے تو اسکو وہی دیا جاوے ہم یعنی اگر اسکا تین ہزار کا متروکہ نقد ہے تو اسی نقد مین سے ایک ہزار درم موصی لہ کو دیے جاوین والا
یخرج فثلث العین یدفع لہ وکلما خرج شیء من الدین یدفع الیہ ثلثہ حتی یستوفی حقہ وہو الالف اور اگر ہزار درم نہ نکلین نقد متروکہ سے
تو تہائی نقد کی اسکو دیجاوے اور جس قدر دین سے وصول ہوتا جاوے تو اسکی تہائی سے اسکو ملتی جاوے یہان تک کہ اسکا حق ہزار درم

عبارت ہو ایجاب بعد موت سے ہم طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ فقیر کی قید مذکور نہوتی تا اطلاق صحیح ہوتا اذا لم یکن الموصی به معینا او نوعا معینا الثلث ان
مذکور اسوقت ملے گا جبکہ وصیت کی چیز عین یا نوع عین نہو اما اذا اوصی بعین او نوع من ماله کثلث غنمه فهلکت قبل موته بطلت لتعلقها بالعین فیبطل
بفواتها ولو اکتسب غیرها لیکن جبکہ وصیت عین کی کی یا اپنے مال سے ایک نوع کی وصیت کی چنانچہ ثلث غنم کی وصیت کی پھر وہ تلف ہو گئی موصی کے مرنے سے
پہلے تو وصیت باطل ہو گئی بسبب متعلق ہونے وصیت کے عین سے تو وصیت باطل ہوگی اسکے فوت ہو جانے سے اگرچہ اسنے سوائے اس غنم کے اور غنم کو حاصل
کیا ہو ولو لم یکن له غنم عند الوصیة فاستفادها ثم مات صحت فی الصحیح لان تعلقها بالنوع کتعلقها بالمال اور اگر موصی کی غنم وصیت کے وقت
نہوں پھر وہ غنم کو حاصل کرے پھر مرجائے تو وصیت صحیح ہے قول صحیح میں اس لیے کہ تعلق وصیت کا نوع سے ویسا ہے جیسے وصیت کا تعلق مال سے یعنی
وجود عند الموت کا اعتبار ہے ولو قال له شاة من مالی ولیس له غنم یعطی قیمة الشاة اور اگر بولا زید کے واسطے گوسپند ہے میرے مال سے اور حالانکہ اسکی
ملک میں بھیڑ بکری کا گلہ نہیں ہے تو اسکو گوسپند کی قیمت دیجاوے گی بخلاف قوله شاة من غنمی ولا غنم له یعنی لا شاة له فانها تبطل برخلاف اس قول
کے کہ اسکے واسطے ایک گوسپند ہے میری غنم یعنی بھیڑ بکریوں سے اور حالانکہ اسکی ملک میں غنم نہیں ہے یعنی ایک گوسپند بھی نہیں تو وصیت باطل ہے وجہ فرق
بین المسئلتین یہ ہے کہ پہلی صورت میں جب گوسفند کو مال کی طرف مضاف کیا تو معلوم ہو گیا کہ مالیت گوسفند کی وصیت مراد ہے اور مالیت حاصل ہوتی ہے مطلق
مال میں اور دوسری صورت میں جب گوسفند کو غنم کی طرف مضاف کیا تو معلوم ہو گیا کہ عین گوسفند مراد ہے اسواسطے کہ موصی نے گوسفند کو غنم کا ایک جزو قرار دیا
وکذا لو لم یضفها لماله ولا غنم له وقیل تصح اور اسی طرح اگر گوسفند کو اپنے مال کی طرف مضاف نکیا اور حالانکہ اسکے ملک میں غنم نہیں تو وصیت باطل ہے اور قول
ضعیف یہ ہے کہ وصیت صحیح ہے وکذا الحکم فی کل نوع من انواع المال کالبقر والثوب ونحوهما زیلعی اور اسی طرح گوسفند کے مانند حکم ہے ہر قسم میں اقسام
مال سے چنانچہ گائے بیل اور کپڑا اور مانند اسکے کذا فی الزیلعی وثلثه لامهات اولاده وهن ثلث وللفقراء والمساکین لهن ای امهات الاولاد ثلثة اسهم
من خمسة وسهم للفقراء وسهم للمساکین وعند محمد تقسیم سباعا لان لفظ الفقراء والمساکین جمع واقله اثنان قلنا ال الجنسیة تبطل الجمعیة اور اگر وصیت کی اپنی امہات اولاد کے
واسطے اور فقیروں اور مسکینوں کے واسطے تہائی مال کی اور حالانکہ ام ولدیں تین ہیں تو انکے واسطے تین سہم ہیں پانچ سہموں میں سے اور فقیروں کے واسطے ایک
سہم ہے اور مسکینوں کے واسطے ایک سہم امام رح کے نزدیک اور محمد رح کے نزدیک تقسیم ہوگی سات حصے ہو کر اسواسطے کہ فقرا اور مساکین کا لفظ جمع ہے اور اقل جمع دو ہیں
ہم جواب کہتے ہیں امام کی طرف سے کہ فقرا اور مساکین پر الف لام ہے جنس کا اور الف لام جنسی جمع ہونے کو باطل کر دیتا ہے یعنی تو یہاں ظاہر میں جمع کا صیغہ ہے اور حقیقت
میں مفرد ہے وثلثه لزید وللمساکین لزید نصفه ولهم نصفه وعند محمد رح اثلاثا کما مر اور اگر وصیت کی تہائی مال کی زید اور مساکین کے واسطے تو زید کے لیے نصف
ہے ثلث کا اور مساکین کے واسطے نصف باقی ہے اور محمد رح کے نزدیک تین حصے ہونگے ایک حصہ زید کا اور دو حصے مساکین کے واسطے اسلیے کہ اقل جمع دو ہیں چنانچہ
مذکور ہو چکا ولو اوصی بثلثه لزید وللفقراء والمساکین قسم اثلاثا عند الامام واخماسا عند ابی یوسف رح واسباعا عند محمد اختیار اور اگر وصیت کی اپنے تہائی مال کی زید
اور فقیروں اور مسکینوں کے واسطے تو تہائی کی تقسیم ہوگی تین حصے ہو کر امام رح کے نزدیک اور دو حصے ہو کر ابو یوسف کے نزدیک اور پانچ حصے ہو کر محمد کے نزدیک کذا
فی الاختیار شرح المختار ولو اوصی للمساکین کان له صرفه الی مسکین واحد وقال محمد لاثنین علی الاصح فلا یجوز صرف للمساکین لاقل من اثنین عنده والخلاف فیما
اذا لم یشر للمساکین فلو اشار لجماعة وقال ثلث مالی لهذه المساکین لم یجز صرفه لواحد اتفاقا اور اگر وصیت کی مسکینوں کے واسطے تو وصی کو جائز ہے اسکا صرف کرنا ایک
مسکین پر یعنی بطلان جمعیت کی وجہ سے اور محمد رح نے کہا کہ دو مسکین پر صرف کرنا لازم ہے بدلیل گذشتہ یعنی اقل جمع دو ہیں تو جو مال کہ مساکین کے واسطے ہے اسکا
صرف کرنا دو مسکینوں سے کمتر پر جائز نہیں محمد رح کے نزدیک اور یہ خلاف اس صورت میں ہے جبکہ موصی نے مساکین کی طرف اشارہ کر کے معین نہیں کر دیا سو اگر اسنے
ایک جماعت کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ میرا تہائی مال ان مسکینوں کے واسطے ہے تو اسکا صرف کرنا ایک مسکین کی طرف باتفاق امام اور محمد کے جائز نہیں

ولو اوصی لفقراء بلخ فاعطی غیرہم جاز عند ابی یوسف وعلیہ الفتوی خلاصہ وشرنبلالیہ اور اگر وصیت کی بلخ کے فقیرون کے واسطے سو وصی نے اُنکے سوا اور فقیرون کو دیا
تو ابو یوسف کے نزدیک جائز ہی اور اسی پر فتویٰ ہی کذا فی الخلاصۃ والشرنبلالیہ وبمائۃ لرجل وبمائۃ لآخر فقال لآخر اشرکتک معہما فلہ ثلث کل مائۃ لتساویہما
فالثلث المساواۃ فلکل ثلث المائۃ اور اگر وصیت کی سو درم کی ایک مرد کے واسطے اور سو درم کی دوسرے کے واسطے پھر تیسرے مرد سے موصی نے کہا کہ مین نے
تجکو شریک کر دیا اُن دونون مردون کے ساتھ تو تیسرے مرد کے واسطے ہر سیکڑے کی تہائی ہی اسواسطے کہ پہلے دو مردون کا حصہ برابر ہی تو ممکن ہوگئی تینون کی برابری
تو ہر مرد کو سیکڑے کی دو تہائیان ملینگی ولو باربعمائۃ مثلا لہ وبمائتین لآخر فقال لآخر اشرکتک معہما فلہ نصف الکل منہما لتفاوت نصیبہما فیساوے
کلا منہما اور اگر مثلاً ۴۰۰ درم کی وصیت کی ایک مرد کے واسطے اور دو سو درم کی وصیت کی دوسرے کے واسطے پھر تیسرے مرد سے موصی نے کہا کہ مین نے تجکو دونون کے
ساتھ شریک کر دیا تو تیسرے مرد کو ہر ایک کے حصہ سے ملے گا بسبب تفاوت ہونے دونون کے حصونکے تو تیسرا مرد دونون کے برابر ہوگا ہم جب دونون کا حصہ
متفاوت ہو تو تینون شخصون کی برابری ممکن نہین تو شرکت کو حمل کیا ثالث کی مساوات پر دونون کے ساتھ تاکہ لفظ اشتراک کا مفہوم بقدر امکان صحیح ہووے
وبثلث مالہ لرجل ثم قال لآخر اشرکتک او ادخلتک معہ فالثلث بینہما لما ذکرنا اور اگر تہائی مال کی وصیت کی ایک مرد کے واسطے پھر دوسرے
سے کہا کہ مین نے تجکو شریک کیا اُسکے ساتھ یا تجکو داخل کر دیا اُسکے ساتھ تو تہائی مال دونون مین نصفا نصف ہی بدلیل مذکور یعنی شرکت مقتضی ہی مساوات کی
اور یہان مساوات ممکن ہی وان قال لورثتہ لفلان علی دین فصدقوہ فانہ یصدق وجوبا الی الثلث استحسانا اور اگر اپنے وارثون سے کہا کہ فلانے شخص
کا مجھپر دین ہی تو اُسکی تم تصدیق کیجیو تو اُسکی تصدیق کیجاویگی باعتبار وجوب کے تہائی مال تک استحسان کی وجہ سے ہم وجہ استحسان یہ ہی کہ اصل حق دین ہی اور مقدار
اُسکی بطریق وصیت کے ثابت ہو سکتی ہی اور قیاس یہ ہی کہ تصدیق نہو اسواسطے کہ مدعی کی تصدیق نہین ہوتی بدون حجت کے کذا فی صدر الشریعۃ بخلاف قولہ
کل من ادعی علی شیئا فاعطوہ لانہ خلاف الشرع برخلاف اس قول کے جو شخص مجھپر کسی چیز کا دعوی کرے تو اُسکو دیجیو تو اسمین تصدیق نہوگی اسلیے کہ یہ خلاف شرع ہی
ہم یعنی تصدیق مدعی کی بلا حجت خلاف شرع ہی الا ان یقول ان رای الوصی ان یعطیہ فیجوز من الثلث ویصیر وصیۃ مگر یہ کہ قائل مذکور یون کہے کہ اگر
وصی اُسکا دینا مناسب اور مصلحت دیکھے تو تہائی مال سے دینا جائز ہی اور یہ قول وصیت ہوجاویگا ہم وصیت ہوجانے کی یہ وجہ ہی کہ اُسنے وصی کو تفویض کیا کذا
فی الطحاوی ولو قال ما ادعی فلان من مالی فہو صادق فان سبق منہ دعوی فی شئی معلوم فہولہ والا لا مجتبی اور اگر بولا کہ فلانا شخص جو دعوی کرے مال سے تو وہ
سچا ہی تو اگر اس شخص سے کوئی دعوے شئی معین مین سابق ہو چکا ہو تو وہ شئی مدعی کی ہی اور اگر تقدیم دعوی نہین تو وہ چیز اُسکی نہین کذا فی المجتبی فان
اوصی بوصایا مع ذلک ای مع قولہ لورثتہ لفلان علی دین فصدقوہ عزل الثلث لاصحاب الوصایا والثلثان للورثۃ پھر اگر موصی نے چند وصیتین
کین اُسکے ساتھ یعنی اس قول کے ساتھ جو اُسنے اپنے وارثون سے کہ فلانے شخص کا مجھپر دین ہی تو اُسکی تصدیق کیجیو تو تہائی مال جدا کیا جاویگا وصیتوالون
کے واسطے اور دو تہائیان جدا ہونگی وارثون کے واسطے ہم یعنی ایک شخص نے اپنے وارثون سے کہا کہ فلان شخص کا مجھپر دین ہی تو اگر وہ دعوے کرے
تو اُسکی تصدیق کرنا پھر اس قول کے بعد اُسنے چند اشخاص کے واسطے وصیتین کین تو اُسکے مال سے تہائی اہل وصایا کے لیے جدا کرنا چاہیے اور دو تہائیان
وارثون کے لیے اسواسطے کہ وصیت اور میراث معلوم ہین اور دین مجہول ہی تو معلوم کا مزاحم نہوگا لہذا معلوم کی تقدیم ہوئی مجہول پر وقیل لکل من اصحاب
الوصایا والورثۃ صدقوہ فیما شئتم وما بقی من الثلث فللوصایا اور کہا جاوے گا اہل وصایا اور وارثون کے ہر فریق سے کہ مدعی کے دین
کی تصدیق کرو جسقدر مین کہ تم چاہو اور جو باقی رہے تہائی سے وہ اہل وصایا کا ہی ہم پھر جب کہ فریق نے اقرار کیا تو معلوم ہوگیا کہ ترکہ مین دین ہی دونون
حصون مین تو ہر فریق کا اقرار اُسکے حصہ مین نافذ ہوگا کذا فی العالمگیریۃ والدین وان کان مقدما علیہما الا انہ مجہول اور دین اگرچہ مقدم ہی
وصیت اور میراث کے دونون حقون پر مگر وہ مجہول ہی معلوم نہین ہم یہ جواب سوال مقدر کا ہی کہ دین تو وصیت اور میراث پر مقدم ہی پھر اُسکی کیا

وجہ کہ وصیت کی تہائی اور میراث کی دو تہائیاں جدا ہو گئیں بدون اعتبار دین کے خلاصہ جواب یہ ہے کہ عدم تقدیم دین یہاں اُسکے عدم تعین کے
سبب سے ہوئی و طریق تعیینہ ما ذکرنا اور دین مذکور کے مقرر اور معین ہو جانے کا طریقہ وہ ہے جو مذکور ہو گیا یعنی تصدیق فریقین فی ذیہ فخذ الورثۃ ثلثی وتزرا
دا الموصی لہم ثلث ما اقروا بہ وما بقی فلہم جسقدر دین کا وارثوں نے اقرار کیا وہ اُنکی دو تہائیوں سے لیا جاویگا اور جو اہل وصایا نے اقرار کیا وہ انکی تہائی سے لیا جاویگا
اور جو باقی رہیگا بعد دین ادا کرنے کے وہ اُنکا ہے یعنی جو دو تہائیوں میں باقی رہیگا وہ وارثوں کا ہے اور جو ایک تہائی سے باقی رہیگا وہ اہل
وصایا کا ہے ویحلف کل علی العلم لو ادعی الزیادۃ اور ہر فریق قسم کھائے اپنی دانست پر اگر مدعی کچھ زیادہ دعوی کرے یعنی ہر فریق یوں قسم کھاوے کہ ہم
اسی قدر دین کو جانتے ہیں قلت بقی لو کانت الوصایا دون الثلث ہل یعزل الثلث کلہ ام بقدر الوصایا لم ارہ باقی رہا یہ احتمال کہ اگر وصیتیں
تہائی مال سے کم ہو تو کیا پوری تہائی نکال رکھی جاویگی یا بقدر وصیت کے میں نے اسکی تصریح کتب فقہ میں نہیں دیکھی وبقی ایضا ہل
یلزمہم ان یصدقوہ فی اکثر من الثلث یراجع ابن الکمال اور یہ بھی احتمال باقی ہے کہ آیا انکو لازم ہے یہ کہ مقر لہ کی تصدیق کریں ثلث سے زیادہ میں
اسلئے واسطے ابن کمال کی طرف رجوع کرنا چاہیے ہم یہ اصل اعتراض ہے زیلعی کا سو ابن کمال نے فقط زیلعی کا اعتراض بدون جواب کے ذکر
کیا ہے اور بعضوں نے ضعیف جواب دیا جس سے زیلعی کا اشکال ساقط نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی مختصرا ولاجنبی ووارثہ او قاتلہ النصف
الوصیۃ وبطل وصیتہ للوارث والقاتل لانہما من اہل الوصیۃ علی ما مر ولذا تصح باجازۃ الورثۃ اور اگر وصیت کی اجنبی شخص اور اپنے وارث یا اپنے
قاتل کے واسطے تو اجنبی کو نصف وصیت ملے گی اور اسکی وصیت وارث اور قاتل کے حق میں باطل ہوگی اجنبی کو نصف ملے گا نہ کل اسواسطے کہ وارث
اور قاتل وصیت کے مستحق ہیں بنا بر اُس قول کے جو گذر گیا اور اسی واسطے وصیت وارث اور قاتل کے واسطے صحیح ہو جاتی ہے وارث کی اجازت سے
ہم برخلاف اس وصیت کے کہ موصی نے زندہ اور مردہ کے واسطے وصیت کی تو سب کا مالک زندہ ہوگا اسواسطے کہ مردہ وصیت کا مستحق نہیں تو
مزاحم بھی نہو گا بخلاف ما اذا اقر بعین او دین لوارثہ ولاجنبی حیث لا یصح فی حق الاجنبی ایضا لانہ اقرار بعقد سابق بینہما فاذا لغا بعضہ
لغا باقیہ فرد برخلاف اُسکے جبکہ عین یا دین کا اقرار کیا اپنے وارث اور اجنبی کے واسطے کیونکہ وصیت صحیح نہیں اجنبی کے حق میں بھی اس سبب سے کہ
اقرار ہے عقد سابق کا یعنی دونوں کی شرکت کا زمانہ ماضی میں پھر جبکہ بعض لغو ہو گیا تو باقی بھی بالضرور لغو ٹھہرا ہم عدم صحت کی وجہ یہ ہے کہ وصیت
انشاء تصرف ہے یعنی وارث اور اجنبی کے واسطے تملیک ابتدائی ہے اور اقرار اخبار ہے موجود سابق سے اور حالانکہ اُسنے خبر دی ہے وصف شرکت
زمانہ ماضی میں تو اب اقرار کا اثبات بدون شرکت کے نہیں ہو سکتا کیونکہ اُسکی خبر کے مخالف ہے اور نہ اثبات اقرار کا شرکت کے ساتھ ممکن ہے اسواسطے
کہ وارث اسمیں شریک ہوا جاتا ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی مختصرا قیل ہذا اذا تصادقا فان انکر احدہما شرکۃ الآخر صح اقرارہ فی حصۃ الاجنبی
عند محمد رح وعندہما تبطل فی الکل لما قلنا زیلعی بعضوں نے کہا یعنی عدم صحت اقرار مُوقت ہے جبکہ وارث اور اجنبی ایک دوسرے کی تصدیق کریں پھر
اگر ایک دوسرے کی شرکت کا انکار کرے تو وارث کا اقرار اجنبی کے حصہ میں صحیح ہو گا محمد رح کے نزدیک اور شیخین کے نزدیک سب کے حصے میں باطل ہو اسی
وجہ سے جو ہم نے بیان کی کذا فی الزیلعی ولو اوصی بثیاب متفاوتۃ جید ووسط ورد لثلثۃ انفس لکل منہم ثوب فضاع منہا ثوب
ولم یدر ای ہو والوارث یقول لکل منہم ہلک حقک بطلت الوصیۃ لجہالۃ المستحق کوصیتہ لاحد ہذین الرجلین اور اگر وصیت کی
عمدہ اور متوسط اور ناقص متفاوت کپڑوں کی تین شخصوں کے واسطے ہر آدمی کے لیے ایک کپڑا پھر اُن تینوں کپڑوں سے ایک کپڑا ضائع
ہو گیا اور معلوم نہیں کہ کون تلف ہوا اور موصی کا وارث کہتا ہے ہر ایک آدمی سے کہ تیرا حق تلف ہو گیا تو وصیت باطل ہو گئی مستحق کے معلوم
نہونے سے جیسے اِن دو مردوں میں سے ایک مرد کے واسطے وصیت باطل ہے یعنی اگر موصی نے کہا کہ ان دو شخصوں میں سے ایک شخص کے واسطے میں نے

وصیت کی تو یہ وصیت باطل ہے جہالت کے سبب سے یعنی معلوم نہیں کہ کس شخص کے واسطے وصیت کی **الا ان یسامحوا ویسلموا ما بقی منہا فتعود صحیحۃ**
لزوال المانع وہو الجحود مگر یہ کہ موصی کے وارث مسامحت کریں اور باقی کپڑوں کو تسلیم کریں تو وصیت صحیح ہو جاوے گی مانع صحت کے زوال سے یعنی وارثوں کا
انکار مانع تھا صحت کا سو تسلیم سے زائل ہو گیا **فتقسم لذی الجید ثلثاہ ولذی الردی ثلثاہ ولذی الوسط ثلث کل واحد منہما لان التسویۃ بقدر**
الامکان تو عمدہ کپڑے والے کے واسطے عمدہ کی دو تہائیاں اور ناقص والے کے واسطے ناقص کی دو تہائیاں اور متوسط کپڑے والے کے واسطے دونوں کپڑوں
میں سے ایک ایک تہائی تقسیم کیجاوے گی اس واسطے کہ یہ برابر کرنا ہے بقدر امکان کے **ولو اوصی احد الشریکین ببیت معین من دار مشترکۃ وقسم ووقع**
فی حظہ فہو للموصی لہ والا فلہ مثل ذرعہ صرح صدر الشریعۃ وغیرہ بوجوب القسمۃ فلو قال قسم فان وقع الی آخرہ لکان اولی اور اگر گھر کے دو شریکوں
میں سے ایک شریک نے مشترک گھر سے ایک معین کوٹھری کی وصیت کی اور وہ گھر بانٹا گیا اور وہ کوٹھری موصی کے حصے میں پڑی تو وہ موصی لہ کی ہے اور
اگر موصی کے حصے میں واقع نہ ہوئی تو موصی لہ کے واسطے کوٹھری کے برابر گزوں سے زمین ناپ دیجاوے گی صدر الشریعۃ وغیرہ میں وجوب قسمت کی تصریح کی ہے تو
اگر ماتن یوں کہتا قسمت کیجاوے پھر اگر کوٹھری اسکے حصے میں آوے الی آخر الکلام تو بہتر ہوتا **والاقرار ببیت معین من دار مشترکۃ مثلہا ای مثل الوصیۃ**
فی الحکم المذکور اور اقرار کرنا معین کوٹھری کا مشترک گھر سے وصیت کے مانند ہے حکم مذکور میں یعنی اگر احد الشریکین نے کہا کہ یہ کوٹھری فلانے شخص کی ہے پھر اس
گھر کی تقسیم ہوئی اور وہ کوٹھری مقر کے حصہ میں واقع ہوئی تو اسکا مالک مقر لہ ہوگا اور اگر اسکے حصے میں نہ پڑی تو اسکے برابر زمین ناپ دیجاوے گی تو یہاں وصیت
اور اقرار کا یکساں حکم ہے **وبالف عین** ای معین بان کانت ودیعۃ عند الموصی **من مال آخر فاجاز رب المال الوصیۃ بعد موت الموصی ودفعہ الیہ صح**
اور ہزار درم عین یعنی معین کی دوسرے شخص کے مال سے جو موصی کے پاس امانت تھیں وصیت کی پھر صاحب مال نے موصی کی موت کے بعد وصیت اسکی جائز رکھی اور
ہزار درم موصی لہ کو تسلیم کیے تو درست ہے **ولہ المنع بعد الاجازۃ** لان اجازتہ تبرع فلہ ان یمتنع من التسلیم واما بعد الدفع فلا رجوع لہ لتبرع تملیکہ اور صاحب مال کو
بعد اجازت وصیت کے ہزار درم کا نہ دینا جائز ہے اس واسطے کہ اسکو اجازت دینا بطریق احسان کے تھا اسپر واجب نہ تھا تو اسکو جائز ہے کہ تسلیم سے باز رہے اور
تسلیم کرنے کے بعد تو اسکو پھیر لینا جائز نہیں کذا فی شرح التکملۃ **بخلاف ما اذا اوصی بالزیادۃ علی الثلث او لقاتلہ او لوارثہ فاجازہا الورثۃ** حیث لا یکون
لہم المنع بعد الاجازۃ بل یجبرون علی التسلیم لما تقرر ان المجاز لہ یتملکہ من قبل الموصی عندنا وعند الشافعی من قبل المجیز برخلاف اسکے جبکہ موصی نے تہائی سے زیادہ
وصیت کی یا اپنے قاتل یا وارث کے واسطے وصیت کی پھر اسکے وارثوں نے وصیت کو جائز رکھا اس واسطے کہ یہاں وارثوں کو اجازت کے بعد منع جائز نہیں
بلکہ انپر زبردستی ہوگی تسلیم کرنے پر اس واسطے کہ یہ قاعدہ ثابت ہو چکا ہے کہ مجاز لہ یعنی جسکے لیے اجازت واقع ہوئی موصی بہ کا مالک ہوتا ہے موصی کی جانب سے
ہم حنفیوں کے نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک وہ مالک ہوتا ہے اجازت دینے والے کی طرف سے ہم اس واسطے کہ وصیت اپنے مخرج میں صحیح ہے کیونکہ موصی کی ملک
میں واقع ہے اور امتناع تھا وارثوں کے حق سے پھر جب وارثوں نے اجازت دی تو انکا حق ساقط ہو گیا تو وصیت نافذ ہو گئی موصی کی طرف سے کذا فی الدرر **ولو اقر**
احد الابنین بعد القسمۃ بوصیۃ ابیہ بالثلث صح اقرارہ فی ثلث نصیبہ لا غیر استحسانا لانہ اقر لہ بثلث شائع فی کل الترکۃ وہی معہما فیکون مقرا بثلث ما معہ وثلث ما مع
اخیہ اور اگر دو فرزندوں میں سے ایک فرزند نے اپنے باپ کے ثلث مال کی وصیت کا اقرار کیا بعد قسمت متروکہ کے تو اسکا اقرار اسکے حصے کی تہائی میں صحیح ہے
نہ اسکے نصف حصے میں اس واسطے کہ فرزند نے موصی لہ کے واسطے تمام ترکہ میں ثلث شائع کا اقرار کیا ہے اور ترکہ دونوں فرزندوں کے پاس ہے تو وہ مقر ٹھہرا
اس مال کی تہائی کا جو اسکے پاس ہے اور اس مال کی تہائی کا جو اسکے بھائی کے پاس ہے یعنی تو اسکا اقرار اسکے حق میں مقبول ہے نہ اسکے بھائی کے حق میں بخلاف
ما لو اقر ابن بدین علی ابیہ حیث یلزمہ کلہ لتقدم الدین علی المیراث برخلاف اسکے کہ اگر ایک فرزند نے اقرار کیا دین کا اپنے باپ پر اس واسطے کہ اسکو تمام دین
دینا لازم ہوگا بسبب مقدم ہونے دین کے میراث پر تو مقر لہ مقر سے تمام متروکہ لے گا تا استیفا دین اور اگر فاضل نہوگا تو مقر کو کچھ نہ ملے گا اور وصیت کا

اقرار ایسا نہیں ہے اسلیے کہ موصی لہ وارثون کا شریک ہے تو موصی لہ کچھ نہ پاوے گا جبتک وارث کو دونا نہ ملے کذا فی المنح **وبامۃ فولدت بعد موت الموصی ولدا وکلاہما یخرجان من الثلث فہما للموصی لہ** اور اگر وصیت کی لونڈی کی سو وہ بیٹا جنی موصی کے مرجانے کے بعد اور لونڈی اور اسکا بیٹا موصی کی تہائی مال سے نکلتے ہین تو وہ دونون موصی لہ کیلیے ہین **وان لا یخرجا اخذ الثلث منہما ثم منہ لان التبع لا یزاحم الاصل وقالا یاخذ منہما علی السواء** اور اگر دونو ثلث مال سے نہ نکلین تو موصی لہ تہائی لیگا لونڈی سے پھر اسکے ولد سے اسواسطے کہ تابع مزاحم نہین ہوتا اصل کا اور صاحبین نے کہا کہ دونون سے برابر لیگا صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص کے ۶۰۰ درم اور ایک لونڈی ہے ۳۰۰ درم کی قیمت سو اسنے لونڈی کی وصیت کی ایا سعد کے واسطے پھر وہ لڑکا جنی ۳۰۰ درم کی قیمت کا تو اب موصی کا مال ۱۲۰۰ درم کا ہوا تو مال کی تہائی ۴۰۰ درم ہے تو امام کے نزدیک موصی لہ کو پوری لونڈی ملیگی اور تہائی لڑکا اور صاحبین کے نزدیک ہر ایک سے دو تہائیان لیگا اسواسطے کہ لڑکا وصیت مین بالتبع داخل ہے اور خارج ہوگا وصیت سے بسبب انفصال کے اور امام کی دلیل یہ ہے کہ ماں اصل ہے اور لڑکا تابع اور تابع اصل کا مزاحم نہین ہوتا تو اگر دونون مین وصیت نافذ ہو تو بعض اصل مین وصیت تمام نہ ہی اور یہ جائز نہین ہے کذا فی الطحطاوی **ہذا اذا ولدت قبل القسمۃ وقبول الموصی لہ فلو بعدہا للموصی لہ لانہ نما ملکہ وکذا لو بعد القبول وقبل القسمۃ علی ما ذکر القدوری** یہ حکم مذکور اسوقت ہے جبکہ لونڈی قسمت ترکہ سے اور موصی لہ کے قبول کرنے سے پہلے جنی ہو تو اگر بعد قسمت اور بعد قبول کے جنی ہو تو وہ لڑکا موصی لہ کا ہے اسواسطے کہ اسکی ملک کی بڑھوتی ہے اور اسی طرح لڑکا موصی لہ کا ہے اگر قبول کے بعد اور قسمت سے پہلے پیدا ہو بنا بر اس قول کے جو قدوری نے ذکر کیا ہے **ولو قبل موت الموصی فللورثۃ** اور اگر لونڈی جنی موصی کی موت سے پہلے تو لڑکا وارثون کا ہے اسواسطے کہ وہ وصیت کی تحت مین داخل نہوا اور میت کی ملک پر باقی رہا کذا فی العالمگیریۃ **والکسب کالولد فیما ذکر** اور لونڈی کی کمائی ولد کے مانند ہے حکم مذکور مین

باب العتق فی المرض

باب ہے بیمار کے آزاد کرنے مین چونکہ اعتاق فی المرض بمعنی وصیت ہے اسواسطے کہ وہ تبرع ہے اسوقت مین جبکہ وارثون کا حق متعلق ہو گیا لہذا اسکو کتاب الوصایا مین مذکور کیا لیکن اسکو صریح وصیت سے متاخر کیا اسواسطے کہ صریح اصل ہے **یعتبر حال العقد فی تصرف منجز ہو الذی اوجب حکمہ فی الحال** حالت عقد کا اعتبار ہوتا ہے تصرف منجز مین منجز وہ ہے جو اپنے حکم کو فی الحال واجب کر دے ہم اور تصرف مضاف الی الموت تصرف منجز کے مقابل ہے سو آگے مذکور ہوگا **فان کان فی الصحۃ فمن کل مالہ والا فمن ثلثہ** تو اگر تصرف منجز صحت کی حالت مین ہو تو اسکے تمام مال سے نافذ ہوگا اور اگر مرض کی حالت مین ہو تو اسکی تہائی مال سے نافذ ہوگا **والمراد التصرف الذی ہو انشاء ویکون فیہ معنی التبرع فان الاقرار بالدین فی المرض ینفذ من کل المال والنکاح فیہ ینفذ بقدر مہر المثل من کل المال** اور جو تصرف منجز کہ ثلث مال سے نافذ ہوتا ہے حالت مرض مین مراد اس سے وہ تصرف ہے جو انشا ہے اور اسمین تبرع کا معنی ہے تو مرض مین دین کا اقرار تمام مال سے نافذ ہے اور نکاح مرض مین بقدر مہر مثل کے نافذ ہے کل مال سے ہم اقرار احتراز ہے انشا سے اسواسطے کہ اقرار تصرف اخباری ہے نہ انشائی اور نکاح احتراز ہے معنی تبرع سے اسواسطے کہ نکاح تصرف انشائی ہے لیکن اسمین تبرع نہین ہے **والمضاف الی موتہ وہو ما اوجب حکمہ بعد موتہ کانت حر بعد موتی او ہذا لزید بعد موتی من الثلث وان کان فی الصحۃ** اور جو تصرف کہ عاقد کی موت کی طرف مضاف ہے وہ ثلث مال سے نافذ ہوتا ہے اگرچہ وہ صحت مین واقع ہوا ہو تصرف مضاف الی الموت وہ ہے جو اپنے حکم کو بعد موت عاقد کے واجب کرے چنانچہ یون کہنا اپنے غلام سے کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہے یا یہ چیز زید کی ہے میری موت کے بعد **ومرض صح منہ کالصحۃ** اور جس بیماری سے عاقد چنگا ہو جاوے وہ صحت کے مانند ہے اس لیے کہ وارث اور غریم کا حق متعلق نہین ہوتا مریض کے مال سے مگر اسکے مرض الموت مین اور چنگا ہو جانے سے ظاہر ہو گیا کہ اسکا مرض جو تھا مرض الموت نہ تھا **والمقعد والمفلوج والمسلول اذا تطاول ولم یقعدہ فی الفراش کالصحیح مجتبی ثم رمز حد التطاول سنۃ وفی المرض المعتبر المبیح لصلوۃ قاعدا** اور جا بیٹھا اور مفلوج اور مسلول کا

مرض جب متطاول اور مزمن ہو جاوے اور اسکو بستر پر نہ ڈالدے تو وہ تندرست کے برابر ہی احکام شرعی مین کذا فی المجتبی پھر صاحب مجتبی نے تطاول
مرض کی حد بیان کی ہی کہ ایکسال ہی اور مرض معتبر کی حد وہ ہی جو مباح کردے نماز کو بیٹھے ہم مرض معتبر یعنی جس مرض مین نفوذ تصرف انشاء کا ثلث
مال سے معتبر ہی کذا فی الطحطاوی اعتاقہ ومحاباتہ وہبتہ ووقفہ وضمانہ کل ذلک حکمہ کحکم وصیتہ مریض کا اعتاق اور محابات اور ہبہ اور اسکا وقف
اور ضامن ہونا اس ہر ایک کا وصیت کے حکم کے مانند ہی عقود مذکورہ وصیت نہین ہین بلکہ وصیت کے مشابہ ہین اسواسطے کہ وصیت عبارت ہی ایجاب
بعد الموت سے اور یہ تصرفات منجز ہین فی الحال لیکن چونکہ مرض مین واقع ہوے تو در حکم وصیت ہو گئے حق ورثہ کے تعلق کی وجہ سے محابات کی صورت یہ ہی
کہ سو درم کی چیز ۵۰ درم کو بیچے یا ۵۰ درم کی چیز سو درم کو خرید کرے تو قیمت مثل سے زاید خریدے اور قیمت مثل سے ناقص بیع مین اسی کا نام محابات ہی
کذا فی الطحطاوی فیعتبر من الثلث کما قدمنا فی الوقف ان وقف المریض المدیون بمحیط باطل فلیحفظ ولیحرر جبکہ تصرفات مذکورہ وصیت کے مانند ہوے
تو ثلث مال سے معتبر ہونگے چنانچہ ہم نے آگے ذکر کیا ہی کتاب الوقف مین یہ کہ مریض مدیون بدین محیط کا وقف باطل ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے اور تحریر اور
تنقیح کرنا چاہیے ویزاحم اصحاب الوصایا فی الضرب اور اہل وصایا سے مزاحمت واقع ہوگی ضرب حصص مین یعنی عبد معتق اور محابی اور موہوب لہ اور
قیم اور مضمون لہ ضرب حصص کرینگے اصحاب وصایا کے ساتھ تو اگر ثلث مال سب کے واسطے کفایت ہو گیا فہو المراد ورنہ حصہ رسد لینگے اور قیمت مین ہر ایک حصہ
معتبر ہوگا مزاحمت کا مطلب یہی مجھ پر کھلا ہی کذا فی الطحطاوی وطلسع العبد ان اجیز عتقہ لان المنع لحقہم فیسقط بالاجازۃ اور غلام سعی نکرے گا اپنے استخلاص میں
اگر اسکے عتق کی اجازت ہو گئی وارثون کی طرف سے اسواسطے کہ منع عتق تھا وارثون کے حق کے سبب سے تو وہ ساقط ہو جاوے گا انکی اجازت سے فان
حابی فحرر فحابا ۃ احق بھی اے الحابا ۃ احق پھر اگر مریض نے محابات کی پھر غلام کو آزاد کیا اور اسکا ثلث مال محابات اور اعتاق سے تنگی کرتا ہی
یعنی تہائی مین دونون تصرف کی گنجائش نہین ہی تو وہ یعنی محابات مقدم ہی اعتاق پر ہم صورت اسکی یہ ہی کہ ۲۰۰ درم کی قیمت کا غلام ایک سو درم کو
بیچا پھر اس غلام کو جسکی قیمت سو درم ہی آزاد کیا اور مریض کا کچھ مال نہین سوا ان دو غلامون کے تو ثلث مال یعنی سو درم محابات مین صرف ہو گئے
کذا فی الدرر وبعکسہ بان حرر فحابی استویا اور اول صورت کے بالعکس یعنی اول اعتاق کیا پھر محابات کی تو دونون برابر ہین ہم صورت اسکی یہ ہی کہ
جس غلام کی قیمت سو درم ہی آزاد کیا پھر وہ غلام جسکی قیمت دو سو درم ہی سو درم کو بیچا تو ثلث مال یعنی سو درم کی تقسیم دونون مین نصفا نصف ہوگی تو
عبد معتق نصف مفت آزاد ہوگا اور نصف قیمت مین سعی کرے گا اور صاحب محابات دوسرے غلام کو ۵۰ درم دیکر خرید کرے گا کذا فی الدرر وقالا
عتقہ اولی فیہما اور صاحبین نے کہا کہ غلام کا آزاد ہونا دونون صورتون مین مقدم ہی ووصیتہ بان یعتق عنہ بہذہ المائۃ عبد لا تنفذ الوصیۃ بما بقی
ان ہلک درہم لان القربۃ تتفاوت بتفاوت قیمۃ العبد اور مریض کی وصیت اسطرح پر ہی کہ اسکی طرف سے غلام آزاد کیا جاوے ان سو درمون سے
خرید کرکے تو وصیت نافذ نہوگی باقی درمون سے اگر ایک درم بھی سو درمون سے تلف ہو وے اسواسطے کہ تقرب الی اللہ متفاوت ہو جاتا ہی قیمت عبد کے
تفاوت سے بخلاف الحج برخلاف حج کی وصیت کے یعنی اگر وصیت کی کہ اسقدر درمون سے میری طرف سے حج کیا جاوے پھر ان درمون سے ایک درم یا
زیادہ تلف ہو گئے تو وصیت قائم ہی باطل نہین وقالا ہما سواء اور صاحبین نے کہا کہ عتق اور حج کی دونون وصیتین صحیح ہین کوئی باطل نہین وتبطل
الوصیۃ بعتق عبدہ بان اوصی بان یعتق الورثۃ عبدہ بعد موتہ ان جنی بعد موتہ فدفع بالجنایۃ کما لو بیع بعد موتہ بالدین اور باطل ہوتی ہی وصیت
اپنے غلام کے آزادی کی یعنی یون وصیت کی کہ وارث اسکے غلام کو اسکے مرنے کے بعد آزاد کرین تو وصیت باطل ہوگی اگر غلام سے بعد موت موصی کے
جنایت واقع ہوئی سو غلام جنایت مین دیا گیا چنانچہ اس صورت مین وصیت باطل ہوتی ہی اگر وہ بیچا گیا موت کے بعد موصی کے دین مین ہم وجہ
بطلان یہ ہی کہ ولی جنایت کا حق مقدم ہی موصی اور موصی لہ کے حق پر اور اسی طرح دائن کا حق مقدم ہی وان فدی الورثۃ العبد لا تبطل

وکان الفداء فی مالہم بالتزامہم اور اگر وارثوں نے غلام کا فدیہ دیا تو وصیت باطل نہوگی اور یہ فدیہ دینا وارثوں کے ذاتی مال میں ہوگا انکے التزام کے
سبب سے یعنی انھوں نے اپنے اوپر خود لازم کر لیا تو وہ متبرع ٹھہرے ولو اوصی بثلثہ ای ثلث مالہ لبکر وترک عبدا فاقر کل من الوارث وبکر ان المیت اعتق
ہذا العبد فادعی بکر عتقہ فی الصحۃ لینفذ من کل المال وادعی الوارث عتقہ فی المرض لینفذ من الثلث ویقدم علی بکر فالقول للوارث مع الیمین
لانہ ینکر استحقاق بکر اور اگر وصیت کی اپنے تہائی مال کی بکر کے واسطے اور موصی نے ایک غلام چھوڑا اسو اقرار کیا وارث اور بکر ہر ایک شخص نے کہ میت نے
اس غلام کو آزاد کیا ہے پھر بکر نے دعوی کیا اسکی آزادی کا موصی کی صحت میں تاکہ آزادی تمام مال سے نافذ ہو اور وارث نے اسکی آزادی کا دعوی کیا
مرض موصی میں تاکہ عتق نافذ ہو ثلث مال سے اور مقدم ہو بکر پر یعنی اسواسطے کہ مرض کا عتق اگرچہ وصیت ہے مگر ثلث مال کی وصیت پر مقدم ہے کذا فی الدر
تو وارث کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہے اسلیے کہ وارث استحقاق بکر کا منکر ہے اور قول معتبر ہوتا ہے منکر کا قسم کے ساتھ ولا شئی لزید کذا فی نسخ المتن
والشرح قلت صوابہ لبکر لانہ المذکور اولا وغایۃ الامر ان القوم مثلوا بزید فغیرہ المصنف اولا ونسیہ ثانیا واللہ اعلم اور زید کے واسطے کچھ نہیں اسی طرح
متن اور شرح کے نسخہ میں لا شئی لزید مرقوم ہے میں کہتا ہوں یوں کہنا ٹھیک ہے ولا شئی لبکر یعنی بکر کے واسطے کچھ نہیں اسواسطے کہ اس مسئلہ میں لفظ
بکر کا اول مذکور ہے غایۃ الامر یہ ہے کہ قوم نے یعنی فقیہوں نے اس مسئلہ میں زید کی تمثیل دی ہے سو مصنف نے اولا تمثیل کو بدلا اور آخر میں تغیر کو
بھول گیا واللہ اعلم الا ان یفضل من ثلثہ شئی من قیمۃ العبد مگر یہ کہ موصی کے ثلث مال سے کچھ فاضل بچے غلام کی قیمت سے تو فاضل مال کو
بکر لیگا مثلا ثلث مال سو درم ہے اور غلام کی قیمت ۸۰ درم ہے تو ۲۰ درم بکر کو ملینگے او تقوم حجۃ علی دعواہ فان الموصی لہ خصم لانہ یثبت حقہ و
کذا العبد یا گواہی کی حجت قائم ہو بکر کے اس دعوے پر کہ اعتاق صحت میں تھا اسواسطے کہ بکر موصی لہ مدعی ہے کیونکہ وہ اپنے حق کا مثبت ہے اور اسی
طرح غلام بھی مدعی ہے ولو ادعی رجل دینا علی المیت وادعی العبد عتقا فی الصحۃ ولا مال لہ غیرہ فصدقہما الوارث یسعی فی قیمتہ ویدفع
الی الغریم وقالا یعتق ولا یسعی فی شئی اور اگر دعوے کیا ایک مرد نے دین کا میت پر اور غلام نے عتق کا دعوی کیا صحت میں اور حالانکہ میت کا
کچھ مال نہیں ہے سوا اس غلام کے سو وارث نے دونوں مدعیوں کی تصدیق کی تو غلام سعی کرے اپنی قیمت کے ادا کرنے میں اور وہ قیمت صاحب
دین کو دیجائے اور صاحبین نے کہا کہ غلام آزاد ہو جاویگا اور کوشش قیمت میں نکریگا صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ دین اور عتق ساتھ ہی ظاہر ہوئے وارث کا
تصدیق سے ایک کلام میں تو گویا ساتھ ہی واقع ہوئے اور صحت کا عتق موجب سعایت کا نہیں امام کی دلیل یہ ہے کہ دین کا اقرار قوی تر ہے عتق سے واسلئے جمیع
احوال کل مال سے معتبر ہے اور اقوی مدفوع نہیں ادنی سے اور اسکا مقتضی یہ ہے کہ اصل عتق باطل ہوتا لیکن وہ بعد الوقوع انتقاض کا محتمل نہیں تو اسکو باعتبار معنی
منتقض کیا ایجاب سعایت سے کذا فی الدر ملخصا وعلی ہذا الخلاف لو ترک ابنا والف درہم فادعی رجل دینا وآخر ودیعۃ وصدقہما الابن فالالف
بینہما نصفان عندہ وقالا الودیعۃ اقوی اور بنا بر خلاف مذکور کے اگر میت نے ایک بیٹا اور ہزار درم چھوڑے سو ان درموں کے دین ہونے کا ایک مرد
نے دعوی کیا اور دوسرے نے انکی ودیعت ہونے کا دعوے کیا اور میت کے فرزند نے دونوں کی تصدیق کی تو ہزار درم دونوں مدعیوں میں نصفا نصف
ہیں امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ ودیعت قوی تر ہے دین سے ہم اس مسئلہ میں اولیت میں خلاف ہے برخلاف مسئلہ سابقہ کے تو علی ہذا الخلاف
کہنا شارح کا بلا وجہ ہے کذا فی الطحطاوی قلت وعکس فی الہدایۃ فقال عندہ الودیعۃ اقوی وعندہما سواء والاصح ما ذکرنا لما فی الکافی وتمامہ
فی الشرنبلالیۃ فلیحفظ میں کہتا ہوں اور ہدایہ میں اسکے بالعکس کہا ہے سو یوں کہا ہے کہ امام کے نزدیک ودیعت قوی تر ہے اور صاحبین کے
نزدیک دین اور ودیعت برابر ہے اور صحیح تر وہ قول ہے جو ہم نے ذکر کیا چنانچہ کافی میں ہے اور اسکا پورا بیان شرنبلالیہ میں ہے تو اسکو یاد
رکھنا چاہیئے ہم شرنبلالیہ میں یوں ہے کہ صاحب ہدایہ سے پہلے بزرگوں نے خلاف امام اور صاحبین کا بالعکس نقل کیا ہے کذا فی الطحطاوی

باب الوصیۃ للاقارب وغیرہم

یہ باب ہی وصیت اقارب وغیرہم کے بیان مین جارہ من لصق بہ وقالا من یسکن فی محلتہ ویجمعہم مسجد المحلۃ وہو استحسان وقال الشافعی الجار الی اربعین دارا من کل جانب آدمی کا ہمسایہ ادر پڑوسی وہ ہی جو اسکے گھر مین ملاصق اور متصل ہو اور صاحبین نے کہا کہ جو ایک محلہ مین رہتا ہو اور محلہ کی مسجد انکی جامع ہو یعنی اسی مسجد مین سب اہل محلہ نماز پڑھتے ہون اور یہ قول صاحبین کا استحسان ہی اور امام شافعی نے کہا کہ پڑوسی ہر گھر تک ہوتا ہی ہر طرف سے ہم محمد نے املا مین کہا جب وصیت کی اپنے ہمسایون کے واسطے تو یہ وصیت اسکے گھر کے ملاصقین کے واسطے ہی خواہ انکے دروازے قریب ہون یا بعید امام کے نزدیک کذا فی العینی وصہرہ کل ذی رحم محرم من عرسہ کآبیہا وعمہا واخواتہا وخوالہا وغیرہم بشرط موتہ وہی منکوحتہ او معتدتہ من رجعی اور آدمی کا صہر یعنی سسرال کے لوگ وہ ہین جو مرد کی جورو کے محرم قرابت دار ہین چنانچہ عورت کے باپ دادے اور اسکے چچے اور اسکے ماموں اور اسکی بہنین اور انکے سوا سے اور محرم لوگ بشرطیکہ مرد مر گیا ہو اور وہ عورت اسکے نکاح مین یا طلاق رجعی کی عدت مین ہو فلو من بائن لا یستحقہا وان ورثت منہ سوا اگر عورت طلاق بائن کی عدت مین ہو تو صہر مستحق وصیت کا نہوگا اگرچہ عورت زوج کی وارث ہوگی قال الحلوانی ہذا فی عرفہم واما فی عرفنا فیختص بابویہا عنایہ وغیرہا واقرہ القہستانی قلت لکن جزم فی البرہان وغیرہ بالاول واقرہ فی الشرنبلالیہ حلوانی نے کہا کہ یہ صہر کی تعریف متقدمین کے عرف مین تھی اور ہمارے عرف مین تو صہر کا لفظ عورت کے والدین کو مخصوص ہی یعنی خسر اور خوشدامن کذا فی العنایہ وغیرہا اور قہستانی نے اسکو ثابت رکھا ہی مین کہتا ہون لیکن برہان وغیرہ مین اول قول پر یقین کیا ہی اور شرنبلالیہ مین اسکو ثابت رکھا ہی ثم نقل عن العینی ان قول الہدایہ وغیرہا انہ صلی اللہ علیہ وسلم لما تزوج صفیۃ صوابہ جویریۃ بنت الحارث قلت فلیحفظ ہذہ الفائدہ پھر شرنبلالیہ مین عینی شارح ہدایہ سے یہ نقل کیا کہ ہدایہ وغیرہ کا یہ قول کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ حضرت صفیہ سے نکاح کیا الخ اور ٹھیک یہ ہی کہ حضرت جویریہ بنت حارث سے نکاح کیا مین کہتا ہون تو اس فائدہ کو یاد رکھنا چاہیے ہم عینی نے سنن ابو داؤد وغیرہ سے نقل کیا کہ جویریہ بنت حارث ثابت بن قیس کے حصہ مین واقع ہوئین انھون نے انکو مکاتب کیا ادائے بدل کتابت کے واسطے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئین حضرت نے انسے نکاح کیا جب اصحاب نے یہ سنا تو جو لوگ حضرت جویریہ کی برادری کے اصحاب کے حصے مین آئے تھے انھون نے انکو آزاد کر دیا حضرت کے اکرام کے واسطے اور کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصہار ہین اور وہ سو خانہ دار تھے انتہی مختصرا وختنہ زوج کل ذی کذا فی النسخ قلت الموافق لعامۃ الکتب ذات رحم محرم منہ کازواج بناتہ وعماتہ اور انسان کا ختن اسکے ہر محرم عورت کا شوہر ہی چنانچہ اسکی بیٹیون اور پھوپھیون کے شوہر شارح نے کہا متن کے نسخون مین اسی طرح کل ذی رحم واقع ہی اور اکثر کتب فقہ کے موافق کل ذات رحم ہی وکذا کل ذی رحم من ازواجہن قیل ہذا فی عرفہم وفی عرفنا الصہر ابو المرأۃ وامہا والختن زوج المحرم فقط زیلعی وغیرہ زاد القہستانی وینبغی فی دیارنا ان یختص الصہر بابی الزوجۃ والختن بزوج البنت لانہ المشہور اور اسی طرح ختن عبارت ہی بنات اور عمات کے شوہرون کے ہر قرابت دار سے بعضون نے کہا یہ تعریف صہر اور ختن کی متقدمین فقہا کے عرف کے موافق ہی اور ہمارے عرف صہر خسر اور خوشدامن ہی اور ختن فقط محرم کا شوہر ہی کذا فی الزیلعی وغیرہ قہستانی نے اتنا زیادہ ذکر کیا ہی اور ہمارے ملک مین یون لائق ہی کہ صہر خسر پر خاص کیجیے اور ختن بیٹی کے شوہر یعنی داماد پر خاص کیجیے اسواسطے کہ اب یہی مشہور ہی ھم یہ اشارہ اس طرف ہی کہ دیار روم کا رواج اور عرف معتبر ہی اور ایک ملک کا عرف دوسرے ملک پر جاری نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی واہلہ زوجتہ وقالا کل من فی عیالہ ونفقتہ غیر ممالیکہ وقولہما استحسان شرح الملتقی قالہ ابن الکمال وہو مؤید بالنص قال اللہ تعالی فنجیناہ واہلہ الا امراتہ انتہی قلت وجوابہ فی المطولات اور اہل عبارت ہی اسکی زوجہ سے اور صاحبین نے کہا کہ جو اسکے عیال اور نفقہ مین داخل ہی سوا اسکی لونڈی اور غلام کے وہ اسکے اہل ہین

اور قول صاحبین کا استحسان ہے یعنی تو یہی قول راجح ہے کذا فی شرح التکملہ ابن کمال نے کہا اور رد یعنی صاحبین کا قول مؤید بنص قرآنی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے
نجات دی لوط اور اُسکے اہل کو سوائے اُسکی عورت کے انتہی قولہ میں کہتا ہوں اور جواب اس استدلال کا امام کی طرف سے بڑی کتابوں میں مذکور ہے ہم استدلال مذکور کا
جواب یہ ہے کہ قرینہ عموم کا وہاں موجود ہے یعنی استثنا اور امام کی دلیل یہ ہے کہ لفظ اہل کا حقیقت ہے زوجہ کے واسطے بدلیل النصوص وعرف قال تعالیٰ وسار باہلہ وقال
لاہلہ امکثوا ومنہ قولہم تاہل ببلدۃ کذا اور مطلق منصرف ہوتا ہے حقیقت مستعملہ کی طرف کذا فی الطحطاوی مختصرا **وآلہ اہل بیتہ وقبیلتہ التی ینسب الیہا وحینئذ**
یدخل فیہ کل من ینسب الیہ من قبل آبائہ الی اقصی اب لہ فی الاسلام سوی الاب الاقصی لانہ مضاف الیہ قہستانی عن الکرمانی اور آدمی کی آل عبارت
ہیں اُسکے اہل بیت اور اُسکے اُس قبیلے سے جسکی طرف وہ منسوب ہوتا ہے اور اسوقت میں یعنی جبکہ آل سے اہل بیت اور قبیلہ مراد ہو تو آل میں داخل ہے ہر ایک وہ
شخص جو موصی کی طرف منسوب ہے اُسکے باپ دادا کی جانب سے اسلام میں اُسکے پہلے سرے کے باپ تک یدر اقصے کے سوا اسواسطے کہ پدر اقصی مضاف الیہ ہے
یعنی اور وصیت نہیں مگر مضاف کے واسطے کذا فی القہستانی عن الکرمانی ہم پدر اقصی اسلام میں مثلاً علی یا عباس رضی اللہ عنہما تو اگر علوی نے وصیت کی
اپنی آل کے واسطے تو اسمیں داخل ہے جو علی مرتضی کی طرف منسوب ہے نسب آبائی کی جانب سے نہ وہ شخص جسکا ننہال ہے سادات میں **الاقرب والابعد**
والذکر والانثی والمسلم والکافر والصغیر والکبیر فیہ سواء قریب تر اور بعید تر اور مرد اور عورت اور مسلمان اور کافر اور صغیر اور کبیر آل میں سب برابر ہیں
ویدخل فیہ الغنی والفقیر ان کانوا لایحصون کما فی الاختیار اور آل میں غنی اور فقیر داخل ہیں اگر وہ منحصر نہوں کذا فی الاختیار ہم عبارت اختیار کی یوں
ہے وان کانوا لایحصون کذا فی الطحطاوی عن المکی یعنی آل غنی اور فقیر سب داخل ہیں اگرچہ وہ لوگ غیر منحصر ہوں اور یہی حق ہے سہو کاتب سے واو ساقط
ہوگیا **ویدخل فیہ ابوہ وجدہ وابنہ وزوجتہ** کما فی شرح التکملہ یعنی اذا کانوا لایرثون اور آل میں داخل ہے موصی کا باپ اور دادا اور اُسکا بیٹا اور اُسکی زوجہ
کذا فی شرح التکملہ یعنی جبکہ وہ اُسکے وارث نہوں ہم عدم میراث کی قید اسواسطے لگائی کہ وصیت نافذ ہوتی ہے غیر وارث کے حق میں **ولا یدخل فیہ اولاد**
البنات واولاد الاخوات ولا احد من قرابۃ امہ لان الولد ینسب لابیہ لا لامہ اور موصی کی آل میں داخل نہیں اُسکی بیٹیوں کی اولاد اور نہ اُسکی بہنوں کی اولاد
اور نہ کوئی وہ شخص جو اُسکی ماں کا قرابت دار ہے اسواسطے کہ بیٹا باپ کے نسب میں داخل ہوتا ہے نہ ماں کے نسب میں **وجنسہ اہل بیت ابیہ** لان الانسان
یتجنس بابیہ لا بامہ اور موصی کی جنس اُسکے باپ کے اہل بیت ہیں اسواسطے کہ انسان متجانس ہوتا ہے اپنے باپ کا نہ اپنی ماں کا ہم غایۃ البیان میں ہے کہ جنس
عبارت ہے نسب سے اور نسب معتبر ہے باپ کی طرف سے **وکذا اہل بیتہ واہل نسبہ کآلہ وجنسہ فحکمہ حکمہ** اور اسی طرح موصی کے اہل بیت اور اُسکے اہل نسب
اور اُسکی آل اور اُسکی جنس کی مانند ہیں تو اہلبیت اور اہل نسب کا حکم آل اور جنس کے مانند ہے **ولو اوصت المرأۃ لجنسہا او لاہل بیتہا لا یدخل**
ولدہا اے ولد المرأۃ لانہ ینسب الی ابیہ لا الیہا اور اگر عورت نے اپنی جنس یا اپنے اہلبیت کے واسطے وصیت کی تو اُس عورت کا بیٹا وصیت میں
داخل نہیں اسواسطے کہ بیٹا اپنے باپ کی طرف منسوب ہوتا ہے نہ ماں کی طرف **الا ان یکون ابوہ** اے الولد **من قوم ابیہا فحینئذ یدخل لانہ من جنسہا**
درر وکافی وغیرہا قلت ومفادہ ان الشرف من الام فقط غیر معتبر کما فی اواخر فتاوی ابن نجیم افتی شیخنا الرملی نعم لہ مزیۃ فی الجملۃ مگر یہ کہ باپ اُس فرزند
کا اس عورت موصیہ کے باپ کی قوم سے ہو تو اُسوقت میں اُس عورت کا بیٹا بھی وصیت میں داخل ہوگا اسواسطے کہ وہ اُسکا ہم جنس اور ہم نسب ہے
کذا فی الدرر والکافی وغیرہما میں کہتا ہوں تو اس تقریر سے یہ مفاد ہوا کہ شرف یعنی سیادت فقط ماں کی طرف سے غیر معتبر ہے چنانچہ فتاوی ابن نجیم
کے اواخر میں مذکور ہے اور اسی کا فتوی دیا ہے ہمارے اُستاد خیر الدین رملی نے ہاں یہ البتہ ہے کہ سیدہ کے فرزند کو فی الجملہ فضیلت اور بزرگی ہے اُسپر
جسکی ماں سیدہ نہیں لاتصالہ بالبضعۃ الہاشمیۃ کذا فی الطحطاوی ہم فتاوی عالمگیری میں بدائع سے منقول ہے کہ حسب اور نسب مخصوص بہ پدر
ہے نہ بمادر جسکی ماں سیدہ ہو اور باپ سید نہو تو اُسکو زکوۃ کا مال لینا حرام نہیں اور وہ ہاشمیہ کا کفو اور ہمسر نہیں اور اُسپر وہ مال نہیں جو سادات پر

نفت ہوا لاخص و ثقف اور یہ حدیث ہی کہ کل نسب ابن انثیٰ فہو لابیہ الا ما کان من فاطمۃ فانہ ابی تو آمین اگرچہ عورت کا نسب معتبر ہوا تو خصوصیات
سے ہی چنانچہ لفظ حدیث مفید ہے اسکی آتی کذا فی الطحطاوی وان اوصی لاقاربہ او لذی قرابتہ کذا النسخ قلت صوابہ لذوی او لارحامہ
او انسابہ فہی للاقرب فالاقرب من کل ذی رحم محرم منہ اور اگر وصیت کی اپنے اقارب کے واسطے یا اپنے قرابت والوں کے واسطے یا اپنے
ذوی الارحام یا اپنے اہل انساب کے واسطے تو یہ وصیت ہی قریب تر کے واسطے پھر اسکے بعد جو اور قریب تر ہو موصی کے ہر قرابت دار محرم سے شارح
نے کہا متن کے نسخوں میں اسی طرح لذی قرابتہ مرقوم ہے میں کہتا ہوں لذوی قرابتہ بصیغہ جمع ٹھیک ہے ہم لذی قرابتہ مفرد ہے اور یہ مسئلہ مفروض بصیغہ جمع
ہے لہذا شارح نے صیغہ جمع کو صواب کہا اور مترجم نے اسی وجہ سے صیغہ جمع کا ترجمہ کیا ولا یدخل الوالدان قیل من قال للوالد قریبا فہو عاق
والوالد ولو ممنوعین بکفر او رق کما یفیدہ عموم قولہ الوارث اور اقارب کی وصیت مذکورہ میں ماں باپ اور بیٹا اور وارث موصی کا داخل نہیں اگرچہ
والدین اور فرزند ممنوع المیراث ہوں بسبب کفر یا مملوکیت کے چنانچہ عموم وارث سے یہ ثابت ہوتا ہے بعضوں نے کہا کہ جو فرزند اپنے باپ کو قریب
کہے وہ نافرمان ہے ہم دہنہ نافرمانی کی یہ ہے کہ اہل لغت کے عرف میں قریب اسکو کہتے ہیں جو غیر سے تقرب کرے اور شخص کے واسطے سے اور تقرب والد کا ولد
سے بنفسہ ہے لا بغیرہ کذا فی الزیلعی واما الجد وولد الولد فیدخل فی ظاہر الروایۃ وقیل لا واختارہ فی الاختیار اور دادا اور پوتا تو اقارب کی وصیت
میں داخل ہیں ظاہر الروایۃ میں اور بعضوں نے کہا داخل نہیں اور اسی کو پسند کیا ہے اختیار شرح مختار میں ہم فتاوی عالمگیری میں بدائع سے نقل کیا کہ
عدم دخول کا قول صحیح ہے ویکون للاثنین فصاعدا یعنی اقل الجمع فی الوصیۃ اثنان کما فی المیراث اور اقارب کی وصیت مذکورہ دو شخصوں اور
زیادہ کے واسطے ہوگی یعنی اس لیے کہ وصیت میں میراث کے مانند اقل جمع دو ہیں ہم امام نے اس وصیت میں چار شرطوں کو اعتبار کیا ہے اول
یہ کہ مستحق دو شخص ہیں یا زیادہ دوسری یہ کہ موصی کا قرابت دار ہو تیسری یہ کہ اقرب فالاقرب معتبر ہے اور ابعد محجوب ہے اقرب کے وجود سے مانند
میراث کے چوتھی یہ کہ موصی کا وارث نہو اور عورت اور مرد اس میں برابر ہیں کذا فی العالمگیریۃ فان کان لہ للموصی عمان وخالان فہی لعمیہ کالارث
وقالا اربا عا تو اگر وصیت اقارب میں موصی کے دو چچا اور دو ماموں ہوں تو وصیت اسکی دونوں چچاؤں کے واسطے میراث کے مانند ہے اور صاحبین نے
کہا چار حصے ہونگے دو حصے چچاؤں کے واسطے اور دو حصے ماموں کے واسطے ہم شارح نے تمثیل میراث سے اسکا اشارہ کیا کہ تساوی وسائط کے وقت
جہت اقوی معتبر ہے تو چچا مقدم ہونگے ماموں پر کذا فی الطحطاوی ولو لہ عم وخالان کان لہ النصف ولہما النصف وقالا اثلاثا اور اگر موصی کا
ایک چچا اور دو ماموں ہوں تو چچا کے واسطے نصف مال ہے وصیت کا اور دونوں ماموں کے واسطے نصف باقی ہے اور صاحبین نے کہا تینوں تہا و
مال ہوگا یعنی ہر ایک کو تہائی ملے گا برابر ولو عم واحد لا غیر فلہ نصفہا ولیرد النصف الآخر الی الورثۃ لعدم من یستحقہ اور اگر موصی کا ایک چچا ہو اور
کوئی تو اسکے واسطے نصف وصیت ہے اور نصف ثانی اسکے وارثوں کو دیا جائے کیونکہ اسکا کوئی مستحق نہیں ولو عم وعمۃ استویا لاستواء قرابتہما اور اگر
موصی کا ایک چچا اور ایک عمہ ہے تو وہ دونوں برابر ہیں اسواسطے کہ دونوں قرابت یکساں برابر ہے ولو انعدم المحرم بطلت خلافا لہما اور اگر موصی کا کوئی
محرم نہو تو اقارب کی وصیت باطل ہوگئی برخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کے نزدیک اگر محرم نہونگے تو غیر محرم کی طرف وصیت صرف ہوگی اس لیے
کہ انکے نزدیک اقارب میں داد ہال اور ننہال کے سب رشتہ دار داخل ہیں کذا فی الطحطاوی ولولد فلان فہی للذکر والانثی سواء لان اسم الولد یعم الکل
حتی الحمل اور اگر وصیت کی فلانے شخص کے ولد کے واسطے تو یہ وصیت مرد اور عورت کے واسطے برابر ہے اسواسطے کہ ولد کا اسم مرد اور عورت دونوں کو
شامل ہے یہاں تک کہ پیٹ کے بچے کو بھی شامل ہے ولا یدخل ولد ابن مع ولد صلب اور داخل نہوگا پوتا فرزند صلبی کے ساتھ فلو لہ بنات لصلبہ وبنو ابن
فہی للبنات عملا بالحقیقۃ اور اگر فلانے شخص کے صلبی بیٹیاں اور پوتے ہوں تو وصیت بیٹیوں کے واسطے ہے حقیقت میں عمل کرنے کی راہ سے

یعنی پوتوں کو ولد کہنا باعتبار مجاز کے ہے اور بیٹوں کو بنا بر حقیقت کے ہے اور حالانکہ حقیقت مقدم ہے مجاز پر فلو تعذرت صرف الی المجاز تحرزا عن
التعطیل پھر اگر حقیقت متعذر ہو تو کلام پھیرا جاویگا مجاز کی طرف تاکہ کلام یا وصیت بیکار اور بیہودہ نہ ٹھہرے ھم جبکہ فلانے شخص کی اولاد کے واسطے
وصیت کی اور اُسکی اولاد صلبی نہیں ہے تو اب وصیت میں پوتے داخل ہونگے کذا فی عالمگیریۃ ولا یدخل اولاد البنات وعن محمد یدخلون اختیار اور بیٹیوں کی
داخل نہو گی اور محمد سے ایک روایت ہے کہ داخل ہوگی کذا فی الاختیار ولورثۃ فلان للذکر مثل حظ الانثیین اعتبارا للوراثۃ اور اگر وصیت کی فلانے
کے وارثوں کے واسطے تو مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملے گا اسواسطے کہ موصی نے وراثت کا اعتبار کیا لہذا بطور میراث کے دیا جاوے گا وشرط
صحتہا ای الوصیۃ ههنا ای فی الوصیۃ لورثۃ فلان وفی معناہا العقب فلان موت الموصی لورثتہ او عقبہ قبل موت الموصی لان الورثۃ والعقب
انما یکون بعد الموت اور بیان یعنے فلانے کے وارثوں کی وصیت میں اور جو اُسکے معنی میں ہو چنانچہ عقب فلانے کے وصیت میں صحیح
ہونے وصیت کی شرط یہ ہے کہ فلانا شخص جسکے وارثوں اور پس ماندوں کے واسطے وصیت ہوئی مر گیا ہو موصی کی موت سے پہلے اسواسطے
کہ وارث اور پس ماندہ صادق نہیں آتا مگر اُسکی موت کے بعد ثم انکان معہم موصی لہ آخر قسم بینہم وبینہ علی عدد الرؤس ثم ما اصاب الورثۃ
یقسم بینہم للذکر کالانثیین کما مر پھر اگر وارثوں کے ساتھ دوسرا موصی لہ بھی ہو تو مابین ورثہ اور مابین دوسرے موصی لہ کے تقسیم علی عدد الرؤس
ہوگی پھر جو وارثوں کو حصہ ملے گا تو اُنکے مابین مرد کو دونا اور عورت کو نصف اُسکا تقسیم ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا فلو مات الموصی قبل موتہ
ای الموصی لورثتہ او عقبہ بطلت الوصیۃ لورثتہ او عقبہ پھر اگر وصیت کرنے والا مر گیا اُس شخص کے مرنے سے پہلے جسکے وارثوں اور عقب کے
واسطے وصیت ہوئی تو اُسکے وارثوں اور عقب کے واسطے وصیت باطل ہو گئی ثم انکان معہم موصی لہ آخر کقولہ اوصیت لفلان ولورثتہ وعقبہ کانت الوصیۃ
کلہا لفلان الموصی لہ دون ورثتہ وعقبہ لان الاسم لایتناولہم الا بعد الموت وتمامہ فی السراج پھر اگر وارثوں کے ساتھ دوسرا شخص موصی لہ ہو چنانچہ
موصی کا یہ قول کہ میں نے وصیت کی فلانے شخص کے لیے اور اُسکے وارثوں اور عقب کے لیے تو بالکل وصیت فلانے موصی لہ کے لیے ہوگی نہ
اُسکے وارثوں اور عقب کے واسطے اس لیے کہ وارثوں کا اسم شامل نہیں اُنکو بعد مرجانے اُس شخص کے اور اُسکا پورا بیان سراج وہاج میں ہے وعقبہ
عقبہ ولدہ من الذکور والاناث فان مات فولد ولدہ وکذلک ولا یدخل اولاد الاناث لانہم عقب آبائہم لا لہ اور سراج وہاج میں ہے اور عقب آدمی کا
اُسکا ولد ہے خواہ مرد ہو یا عورت پھر اگر اولاد صلبی مر گئی تو اُسکے فرزند کی اولاد اسی طرح ہے یعنی اُنمیں بھی مرد عورت برابر ہیں اور عورتوں کی اولاد
عقب میں داخل نہیں اسواسطے کہ وہ اپنے باپوں کی عقب ہیں نہ اُسکے یعنی نانی نانا کا عقب اپنے باپ دادا کا عقب ہے طحطاوی نے کہا شارح
کو فولد ابنہ کذلک کہنا بہتر تھا اسواسطے کہ ولد مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے وفی ایتام بنیہ ای بنی فلان والیتیم اسم لمن مات ابوہ قبل
الحلم قال صلی اللہ علیہ وسلم لایتم بعد البلوغ وعمیانہم وزمنانہم وارامہم الارمل الذی لایقدر علی شئ رجلا کان اوامرأۃ ویؤیدہ قولہ
دخل فی الوصیۃ فقیرہم وغنیہم وذکرہم وانثاہم اور اگر وصیت کی فلانے شخص کے یتیم فرزندوں میں اور اُنکے اندھوں اور لنگڑوں اور
اُنکے مساکین میں تو وصیت میں داخل ہونگے بنی فلان کے فقیر اور غنی اور اُنکے مرد اور عورت شارح نے کہا یتیم نام ہے اُس شخص کا جسکا باپ
مر گیا قبل بلوغ کے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بالغ ہونے کے بعد یتیمی نہیں آرامل جمع ہے ارمل کی ارمل وہ ہے جو کسی چیز پر قادر نہو یعنی
محتاج اور مسکین خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور اس عموم کی تائید کرتا ہے مصنف کا قول یہ قول کہ اسمیں عورت اور مرد یکساں ہیں وقسم سویۃ ان
احصوا بغیر کتاب او حساب فانہ حینئذ یکون تملیکا لہم اور مال برابر تقسیم ہوگا اگر بنی فلان کے یتیم اور اندھے متعین اور منحصر ہوں بدون لکھنے
اور حساب کرنے کے تو اُسوقت میں یعنے جبکہ منحصر ہوں تو مال وصیت تملیک ٹھہرے گا اُنکے واسطے ہم علم انحصار اور انحصار کی تعریف
شارح ۱۲

ابو یوسف کے نزدیک یہ ہے کہ احصا ہو سکیں بدون لکھنے اور حساب کرنے کے اور محمد نے کہا جبکہ سو سے زیادہ ہوں اور بعضوں نے کہا کہ یہ حاکم کی رائے پر مفوض ہے اور
محمد کا قول آسان تر ہے کذا فی فتاوی قاضی خان ولا الفقراء لہم بل یعطی الوصی من شاء منہم شرح التکملۃ لتعذر التملیک حینئذ فیراد بہ القربۃ اور اگر یتیم وغیرہ غیر منحصر ہوں
تو وصیت کا مال اُنکے محتاجوں کو دیا جاوے وصی کو اختیار ہے اُنمیں سے جسکو چاہے دے کذا فی شرح التکملہ بسبب متعذر ہونے تملیک کے اسوقت میں
تو اُس سے قربت مراد ہوگی جو ذہن میں ہے اسواسطے کہ وصیت سے مقصود قربت ہے اور قربت ہوتی ہے دفع احتیاج اور گرسنگی میں اور یتیم اور نابینا اور لنگ کے
اسما محتاجی پر دلالت کرتے ہیں تو محتاجوں پر عمل کرنا جائز ہوا کذا فی الطحطاوی وفی بنی فلان یختص بذکورہم ولو اغنیاء اور اگر وصیت کی بنی فلان میں یعنی
فلانے کے فرزندوں میں تو یہ اُنکے مردوں کے ساتھ مخصوص ہے اگرچہ مالدار ہوں الا اذا کان فلان عبارۃ عن اسم قبیلۃ او اسم فخذ فیتناول الاناث
لان المراد حینئذ مجرد الانتساب کما فی بنی آدم مگر جبکہ فلان عبارت ہو قبیلہ کے نام سے یا فخذ کے نام سے تو بنی فلان کا لفظ عورتوں کو بھی شامل ہوگا اسواسطے
کہ اسوقت میں فقط انتساب مراد ہے جیسے کہ بنی آدم کے لفظ میں عورتیں بھی داخل ہیں جبکہ بنی فلان کے واسطے وصیت کی تو اسکی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ فلان
باپ ہے قبیلہ کا یعنی جماعت کثیرہ کا جیسا کہ تمیم بنی تمیم کا اور اسد بنی اسد کا یا کہ فلان پدر خاص ہے جماعت کثیرہ کا پدر نہیں تو معلوم کرنا چاہیے کہ عشائر کی
اسامی سے پہلا نام شعب بفتح شین ہے پھر قبیلہ پھر عمارہ پھر بطن پھر فخذ پھر فصیلہ تو مضر قریش کا شعب ہے اور کنانہ قبیلہ اور قریش عمارہ اور قصی بطن اور ہاشم
فخذ اور عباس فصیلہ کذا فی العالمگیریۃ مختصرا ولہذا یدخل فیہ ایضا مولی العتاقۃ ومولی الموالاۃ وحلفاؤہم یعنی وہم یحصون والا فالوصیۃ باطلۃ اور اسی
واسطے یعنی جبکہ فلان عبارت ہو جماعت کثیرہ سے تو اسمیں موالے عتاقت اور موالے موالات اور اس جماعت کے ہم قسم لوگ بھی بنی فلان میں داخل ہو جاتے
ہیں یعنی جب کہ وہ لوگ متعین اور منحصر ہوں اور اگر غیر منحصر ہوں تو وصیت باطل ہے والاصل ان الوصیۃ متی وقعت باسم ینبئ عن الحاجۃ کالایتام بنی فلان تصح وان
لم یحصوا لانہا للہ تعالی وہو معلوم وان کان لاینبئ عن الحاجۃ فان احصوا صحت ویجعل تملیکا والا بطلت وتمامہ فی اختیار اور مسائل مذکورہ میں قاعدہ کلیہ
یہ ہے کہ جب وصیت واقع ہوئی ایسے لفظ سے جو مخبر ہے حاجت سے جیسا کہ بنی فلان کے یتیم تو وصیت صحیح ہے اگرچہ وہ لوگ غیر منحصر ہوں بنابر تقریر گذشتہ یعنی اس
حالت میں محتاج اور مسکین مراد ہونگے بسبب واقع ہونے وصیت کے خدا تعالی کے واسطے اور وہ معلوم ہے اور اگر لفظ وصیت کا احتیاج پر دلالت نہیں کرتا تو
اگر موصی لہم منحصر ہیں تو وصیت صحیح ہے اور اب وصیت تملیک قرار دیجاویگی اور اگر وہ لوگ غیر منحصر ہیں تو وصیت باطل ہے اور اسکا پورا بیان اختیار شرح مختار میں ہے
اوصی من لہ معتقون ومعتقون لموالیہ بطلت لان اللفظ مشترک ولا عموم لہ عندنا ولا قرینۃ تدل علی احدہما جسکے آزاد کرنے والے اور آزاد کردہ دونوں
موجود ہیں اُسنے وصیت کی اپنے مولی کے واسطے تو وصیت باطل ہے اسواسطے کہ مولی لفظ مشترک ہے اور مشترک کے واسطے عموم ثابت نہیں ہم حنفیوں کے نزدیک
اور کوئی قرینہ قائم نہیں جو ایک معنی پر دلالت کرتا ہے مولی کا لفظ آزاد کنندہ اور آزاد کردہ دونوں کو شامل ہے باعتبار لغت کے تو لفظ مشترک ٹھہرا اور مشترک کے
سب معانی مراد لینا ہمارے نزدیک درست نہیں اور کوئی قرینہ نہیں کہ مولی سے آزاد کنندہ مراد ہیں یا آزاد کردہ لہذا وصیت مذکورہ باطل ٹھہری ولا فرق فی ذلک
عند عامۃ اصحابنا بین النفی والاثبات اور ہمارے اکثر اصحاب کے نزدیک اسمیں کچھ فرق نہیں ہے درمیان نفی اور اثبات یعنی خواہ کلام منفی ہو یا مثبت مشترک کا
لفظ عموم کا مفید نہیں ہے جمہور حنفیہ کے نزدیک واختار شمس الائمۃ وصاحب الہدایۃ انہ یعم اذا وقع فی حیز النفی اور شمس الائمہ اور صاحب ہدایہ نے یہ اختیار
کیا ہے کہ مشترک عام ہوتا ہے جبکہ نفی کی تحت میں واقع ہو اور صاحب درر نے صاحب ہدایہ کے قول کو پسند کیا ہے اس دلیل سے کہ نفی مشترک میں منافی نہیں
اور باقی علما نے اسکا جواب دیا ہے جیسا کہ قول آیندہ میں معلوم ہوگا وحینئذ فقولہم لو حلف لایکلم موالی فلان یعم الاعلی والاسفل لا لوقوعہ فی النفی بل لان
الحامل علی الیمین بغضہ وہو غیر مختلف عنایۃ واقرہ المصنف اور اسوقت میں یعنی جبکہ معلوم ہوا کہ جمہور کے نزدیک کچھ فرق نہیں مابین نفی اور اثبات کے
بعدم جواز عموم مشترک میں تو فقہا کا یہ قول کہ اگر قسم کھائی کہ کلام نہ کریگا فلانے شخص کے موالی سے تو لفظ موالیہ کا عام ہے مولائے اعلی یعنی آزاد کنندہ

اور مولاے اسفل یعنی آزاد کردہ کو نہ اسوجہ سے کہ عموم حاصل ہوا ہے مشترک واقع ہونے نفی میں بلکہ اسوجہ سے کہ قسم کھانے پر فلانے شخص کا بغض باعث
ہے اور بغض غیر مختلف ہے مابین الاعلی والاسفل کذا فی الغایہ اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں ہم شمس الائمہ اور صاحب ہدایہ کے نزدیک
قسم مذکور میں عموم مشترک کا قرینہ نفی ہے اور علما کے نزدیک علت عموم بغض ہے نفی الا اذا عینہ ای الاعلی او الاسفل قبل موتہ فحینئذ یصح لزوال المانع مگر جبکہ
موالی کی وصیت میں موصی تعیین کردے مولاے اعلی کی یا اسفل کی اپنی موت سے پہلے تو اب وصیت باطل نہ ٹھہرے گی صحیح ہوجاوے گی بزوال مانع کے
سبب سے یعنی مانع صحت عدم تعیین تھی سو اب زائل ہوگئی اسکے بیان سے ویدخل فیہ ای الموالی من اعتقہ فی صحتہ ومرضہ اور موالی میں داخل ہے وہ غلام
جسکو موصی نے آزاد کیا اپنی صحت اور بیماری میں ولا یدخل فیہ مدبروہ وامہات اولادہ وعن ابی یوسف یدخلان اور موالی میں داخل نہیں موصی کے غلام
مدبر اور امہات اولاد اور ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ وہ بھی داخل ہیں ہم عدم دخول کی علت یہ ہے کہ مدبر اور ام ولد آزاد ہوتے ہیں مالک کی موت کے
بعد اور وصیت مضاف ہوتی ہے موت کی حالت کی طرف تو قبل از موت تحقیق اسم کا ضرور ہے کذا فی الدرر اوصی بثلث مالہ الی الفقہاء دخل فیہا من
یدقق النظر فی المسائل الشرعیۃ وان لم یحفظ ثلث مسائل مع ادلتہا کذا فی القنیہ اپنے تہائی مال کی وصیت کی فقیہوں کے واسطے تو فقیہوں میں وہ شخص داخل
ہوگا جو نظر دقیق اور فکر عمیق رکھتا ہو مسائل شرعیہ میں اگرچہ تین ہی مسئلوں کو انکے دلائل کے ساتھ جانتا ہو کذا فی القنیہ یعنی بدون علم دلائل کے فقیہ نہیں قال
حتی قیل من حفظ الوفا من المسائل لم یدخل تحت الوصیۃ صاحب قنیہ نے کہا یہاں تک کہ بعضے فقیہوں نے کہا کہ جو شخص ہزاروں مسئلے یاد رکھتا ہو یعنی بدون
دلائل کے وہ فقہا کے تحت وصیت میں داخل نہوگا ہم فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ ہمارے نزدیک فقیہ جو فقہ درائی میں اقصی مرتبہ کو پہونچ گیا ہو اور متفقہ یعنی جو مسائل جانتا ہو
بدون دلائل کے وہ فقیہ نہیں ہے اور اسکو وصیت مذکورہ میں حصہ نہیں کذا فی الطحطاوی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اس زمانے کے عالموں پر فقیہ کا اطلاق کیا ب ہے
الا ما شاء اللہ تو علما اس مسائل دان متفقہ ہیں فقیہ نہیں اوصی بان یطین قبرہ او یضرب علیہ قبۃ فہی باطلۃ کما فی الخانیۃ وغیرہا وقدمنا عن السراجیۃ وغیرہا
وصیت کی کہ مٹی لگائی جاوے اسکی قبر پر یا اسکی قبر پر قبہ یا گنبد بنایا جاوے تو وصیت باطل ہے چنانچہ فتاوی قاضیخان وغیرہ میں ہے اور یہ مسئلہ ہم سراجیہ وغیرہ سے آگے
مذکور کر چکے ہیں لکن قدمنا منہا فی الکراہیۃ انہ لا یکرہ تطیین القبور فی المختار فینبغی ان یکون القول ببطلان الوصیۃ بالتطیین مبنیا علی القول بالکراہۃ لانہا حینئذ وصیۃ
بالمکروہ قالہ المصنف لیکن ہم سراجیہ سے کتاب الکراہیۃ میں مذکور کر چکے ہیں کہ قبروں پر مٹی لگانا قول مختار میں مکروہ نہیں ہے تو لائق یہ ہے کہ مٹی لگانے کی
وصیت کا باطل ہونا کراہت کے قول پر مبنی ہے اسواسطے کہ اسوقت وصیت ہے مکروہ کی اور حالانکہ وہ جائز نہیں ایسا کہا مصنف نے اپنی شرح میں ہم یہ استدراک
ہے فقط مٹی لگانے پر اور گنبد بنانے کا تعرض نہیں کیا تو وہ بالاتفاق مکروہ ہے قلت وکذا ینبغی ان یکون القول ببطلان الوصیۃ لمن یقرء عند قبرہ بناء علی القول بکراہۃ
القراءۃ علی القبور او بعدم جواز الاجارۃ علی الطاعات اما علی المفتی بہ من جوازہا فینبغی جوازہا مطلقا وتمامہ فی حواشی الاشباہ من الوقف میں کہتا ہوں اور اسی طرح یہ
لائق ہے کہ بطلان وصیت کا قول اس شخص کے واسطے ہے جو قرآن شریف پڑھے موصی کے قبر کے پاس بنا بر قول کراہت قراءۃ کے قبور پر یا اسوجہ سے کہ طاعات پر اجارہ جائز
نہیں لیکن بنا بر قول مفتی بہ کے کہ قراءۃ علی القبور اور اجارہ دونوں جائز ہیں تو دونوں کا جائز ہونا سزاوار اور لائق بدلیل یہ ہے مطلقا یعنی خواہ عدم جواز کی علت قراءۃ
علی القبور ہو یا عدم جواز اجارہ علی الطاعات ہو اور اسکا پورا بیان حواشی اشباہ میں ہے کتاب الوقف سے وحرر فی تنویر البصائر انہ یتعین المکان الذی عینہ الواقف
لقراءۃ القرآن او للتدریس فلو لم یباشر فیہ لا یستحق المشروط لہ لما فی شرح المنظومۃ یجب اتباع شرط الواقف والمباشرۃ فی غیر المکان الذی عینہ الواقف تفوت غرضہ
من احیاء ذلک البقعۃ قال وحققتہ فی الدرۃ المضیئۃ فی مسئلۃ استحقاق الجامکیۃ اور تنویر البصائر حاشیہ اشباہ میں یہ تحریر اور تنقیح کی ہے کہ جس مکان کو وقف
کرنے والا متعین کردے قرآن پڑھنے یا تدریس کے لیے تو وہ متعین ہوتا ہے تو اگر اس مکان میں قراءۃ یا تدریس واقع نہو تو قاری یا مدرس مستحق نہوگا اس مال کا
جو اسکے واسطے مشروط ہوا اسواسطے کہ شرح منظومہ میں ہے کہ واجب ہے اتباع کرنا شرط وقف کا اور جس مکان کو واقف نے معین کردیا ہے اسکے غیر میں پڑھنے یا درس

کرنے سے وقف کی غرض فوت ہوتی ہے یعنی اُس کا اُنکو متبرک کرنا حاصل نہیں ہوتا صاحب درمختار نے کہا اور تحقیق اس مسئلہ کی اُس رسالہ میں ہے جسکا نام الدرۃ السنیۃ فی مسئلۃ استحقاق بحال الجہۃ

باب الوصیۃ بالخدمۃ والسکنی والثمرۃ

یہ باب ہے خدمت اور سکونت اور پھل کی وصیت کے احکام میں ہے جب مصنف نے وصایا اعیان سے فراغت پائی تو باب وصایا منافع کو شروع کیا صحت الوصیۃ بخدمۃ عبدہ وسکنی دارہ مدۃ معلومۃ وابدا صحیح ہے وصیت کرنا اپنے غلام کی خدمت کا اور اپنے گھر کی سکونت کا معین مدت تک اور ہمیشہ کو ہم اسواسطے کہ تملیک منافع کی حالت حیات میں صحیح ہے بعوض اور بلا عوض سو اسی طرح ممات کے بعد بھی صحیح ہے جیسے اعیان کی تملیک صحیح ہے ویکون محبوسا علے ملک المیت فی حق المنفعۃ کما فی الوقف کما بسطہ فی الدرر اور غلام وغیرہ محبوس رہیگا میت کی ملک پر منفعت کے حق میں جیسے وقف میں موقوف محبوس رہتا ہے واقف کی ملک پر امام کے نزدیک چنانچہ درر میں مفصل ذکر ہوا ہے اور صاحبین کے نزدیک موقوف محبوس ہے علی ملک اللہ تعالی وبغلتہما اور غلام اور گھر کے غلہ یعنی انکی حاصلات اور کرایہ کی وصیت صحیح ہے فان خرجت الرقبۃ من الثلث سلمت الیہ ای الی الموصی لہ لہما ای لاجل الوصیۃ سو اگر غلام یا گھر کا رقبہ موصی کی تہائی مال سے باہر ہو تو غلام یا گھر موصی کو سپرد کیا جائے وصیت کی وجہ سے والا تخرج من الثلث تقسم الدار اثلاثا ای فی مسئلۃ الوصیۃ بالسکنی اور اگر رقبہ تہائی مال سے باہر نہو تو گھر تین تہاؤ تقسیم کیا جائے وصیت بالسکنی کے مسئلہ میں یعنی تہائی گھر میں موصی لہ رہے اور دو تہائیوں میں وارثوں کا ضبط رہے اما فی الوصیۃ بالغلۃ فلا تقسم علی الظاہر اور گھر کے حاصلات کی وصیت میں تو گھر تقسیم نہوگا بنا بر ظاہر مذہب کے ہم نقایہ اور اُسکی شرح قہستانی میں ہے کہ اگر ثلث مال گنجایش نرکھتا ہو تو گھر یا غلہ اثلاثا تقسیم کیا جائے اسطرح پر کہ موصی لہ تہائی گھر میں رہے اور وارث باقی میں یا موصی لہ گھر لیکر ایک دن لے اور وارث دو دن تا انقضاء مدت وصیت کذا فی الطحطاوی وتہایا العبد فیخدمہم اثلاثا اور موصی لہ اور وارث باری مقرر کرلیں غلام میں تو وہ اُنکی خدمت کرے تین تہاؤ یعنی ایکدن موصی لہ کی خدمت کرے اور دو دن وارثوں کی ہم چونکہ اجزاء غلام کی قسمت ممکن نہیں لہذا آپس میں باری معین ہو گی برخلاف گھر کے کہ اُسکے اجزا کی تقسیم ممکن ہے ہذا اذا لم یکن لہ مال غیر العبد والدار واما بخدمۃ العبد وسکنۃ الدار بقدر ثلث جمیع المال کما افادہ صدر الشریعۃ یہ مذکور اسوقت ہے جبکہ موصی کا کچھ اور مال نہو سوا غلام اور گھر کے اور اگر اور مال بھی ہو تو غلام کی خدمت اور گھر کی تقسیم تمام مال کی تہائی کی مقدار پر ہو گی چنانچہ صدر الشریعۃ نے اسکو بیان کیا ہے تو اگر موصی کا مال اتنا ہو کہ اُسمیں سے غلام کے دو ثلث یا تین ربع خارج ہو تو قسم میں تو غلام موصی لہ کی دو دن یا تین دن خدمت کرے اور ایک دن وارثوں کی خدمت کرے کذا فی الطحطاوی ولیس للورثۃ بیع ما فی ایدیہم من ثلثیہما علی الظاہر لثبوت حقہ فی سکنے کلہا بظہور مال آخر او بخراب ما فی یدہ فحینئذ یزاحمہم فی باقیہا والبیع ینافیہ فمنعوا عنہ وعن ابی یوسف ان لہم ذلک اور وارثوں کو جائز نہیں بیچنا گھر کی دو تہائیوں کا جو اُنکے قبضہ میں ہے بنا بر ظاہر مذہب کے بسبب ثابت ہونے حق موصی لہ کے تمام گھر کی سکونت میں اور مال کے ظاہر ہونے یا ویران ہو جانے اُس تہائی گھر سے جو موصی لہ کے قبضے میں ہے تو اسوقت میں موصی لہ وارثوں سے مزاحمت کریگا باقی گھر میں اور بیچنا وارثوں کا اس مزاحمت کے مخالف ہے تو اسواسطے وارث باز رکھے گئے بیع سے اور ابو یوسف سے یہ روایت ہے کہ وارثوں کو بیع کرنا جائز ہے ولیس للموصی لہ بالخدمۃ والسکنے ان یواجر العبد او الدار لان المنفعۃ لیست بمال علی اصلنا فاذا ملکہا بعوض کان مملکا اکثر مما ملکہ یعنی وہو لا یجوز اور جسکے واسطے خدمت یا سکونت کی وصیت ہوئی اُسکو غلام یا گھر کا اجارہ دینا جائز نہیں اسواسطے کہ منفعت مال نہیں ہے ہمارے قاعدے کے بموجب پھر جب موصی لہ نے منفعت کو دوسرے شخص کی ملک میں دیا عوض لیکر تو موصی لہ جسقدر کا مالک ہوا تھا اُس سے زیادہ تر کا مالک کرنیوالا ٹھہر جاتا کہ یہ جائز نہیں کہ آدمی اپنی ملک سے زیادہ غیر کو مالک کر سکے ولا للموصی لہ بالغلۃ استخدامہ ای العبد او سکناہا ای الدار فی الاصح وغلۃ الدار الموقوفۃ علیہ وعلیہ الفتوی شرح الوہبانیۃ لان حقہم فی المنفعۃ لا العین وقد علمت الفرق بینہما اور جسکے واسطے غلہ یعنی حاصلات کی وصیت ہوئی اُسکو جائز نہیں خدمت میں لانا غلام کا یا سکونت کرنا گھر کا قول صحیح میں اور اسی کے مانند ہے وقف کا گھر یعنی اگر گھر کا غلہ وقف ہو تو سکنی اُسکا جائز نہیں اور اسی پر فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ اسواسطے کہ موصی لہ اور اہل وقف کا حق منفعت میں ہے نہ عین میں اور تجھکو دونوں کے درمیان فرق معلوم ہو چکا ہم غلہ عبارت ہے دراہم

اور زمانہ سے تو غلہ متغائر ہوا استخدام اور سکنی کا و لا یخرج الموصی لہ العبد الموصی بخدمتہ من الکوفۃ مثلا الا اذا کان ذلک مکانہ و اہلہ فی موضع آخر ان خرج
من الثلث والا فلا یخرجہ الا باذن الورثۃ لبقاء حقہم فیہ اور باہر نہ لیجائے موصی لہ غلام موصی بہ کو کوفہ سے مثلاً مگر جبکہ وہ اسکا مکان ہو اور موصی لہ کے اہل و عیال
دوسرے مکان میں ہوں تو غلام کا لیجانا وہاں جائز ہے بشرطیکہ غلام موصی کے ثلث مال سے خارج ہوتا ہو اور اگر خارج نہوتا ہو تو موصی لہ اسکو باہر نہ لیجائے بدون
اذن وارثوں کے بسبب باقی رہنے حق ورثہ کے غلام میں ہم خلاصہ یہ ہے کہ اگر غلام مذکور ثلث مال سے خارج ہو سکتا ہے تو موصی لہ اسکو موصی کے شہر سے باہر نہ لیجا
اگر موصی اور موصی لہ ایک ہی شہر میں رہتے ہیں اور اگر موصی لہ اور اسکے اہل و عیال دوسرے شہر میں رہتے ہیں تو اسکو باہر لیجانا درست ہے اسواسطے کہ وصیت نافذ
ہوتی ہے موصی کے مقصود کے موافق تو جب موصی لہ کا وطن دوسرا شہر ہے تو موصی کا مطلب یہ ہے کہ موصی لہ غلام کو اپنی خدمت کے واسطے وہاں لیجائے طحطاوی نے
کہا یوں کہنا بہتر تھا (من الکوفۃ الی البصرۃ الا ان یکون ذلک مکانہ) اور اسم اشارہ راجع ہوتا بصرہ کی طرف تو اہلہ فی موضع آخر کی حاجت نرہتی ولو مات
ای الموصی لہ فی حیٰوۃ الموصی بطلت الوصیۃ اور موصی لہ کے مرجانے سے موصی کی زندگی میں وصیت باطل ہو جاتی ہے یعنی اسواسطے کہ اسکا مستحق نرہا وبعد موتہ
یعود العبد والدار الی الورثۃ ای الموصی بحکم الملک اور موصی لہ کی موت کے بعد غلام اور گھر موصی کے وارثوں کی طرف پھرتا ہے بحکم ملک یعنی چونکہ منافع کی وصیت
میں ملک موصی زائل نہیں ہوتی لہذا بعد موت مستحق موصی کے وارث اسکے مالک ہوتے ہیں ولو اتلفہ الورثۃ ضمنوا قیمتہ لیشتری بہا عبد یقوم مقام الاول ولہذا
یمنع المریض من التبرع باکثر من الثلث کذا ذکرہ المصنف فی الرہن اور اگر موصی کی موت کے بعد اسکے وارثوں نے غلام کو تلف کیا تو وہ تاوان دینگے اسکی قیمت کا
کہ اُس قیمت سے دوسرا غلام قائم مقام اول غلام کے خرید کیا جائے ولہذا مریض ممنوع ہے احسان سے تہائی مال سے زیادہ ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی
شرح کی کتاب الرہن میں ہم اصل عبارت زیلعی کی ہے اور مرجع اسم اشارہ کا ورثہ کا حق محترم ہے لیکن شارح کی عبارت میں خلل واقع ہو گیا ہے یعنی اختصار کی وجہ سے
کذا فی الطحاوی ملخصاً ولو اوصی بہذا العبد لفلان وبخدمتہ لآخر وہو یخرج من الثلث صح وتمامہ فی الدرر اور اگر موصی نے وصیت کی اس غلام کی ایک شخص
کے واسطے اور اسکی خدمت کی وصیت کی دوسرے شخص کے واسطے اور حالانکہ وہ غلام موصی کے ثلث مال سے خارج ہوتا ہے تو وصیت صحیح ہے اور اسکا پورا
بیان درر میں ہے وفی الشرنبلالیۃ ونفقتہ اذا لم یطق الخدمۃ علی الموصی لہ برقبتہ الی ان یدرک الخدمۃ فیصیر کالکبیر ونفقۃ الکبیر علی من لہ الخدمۃ اور شرنبلالیہ میں ہے
اور غلام مذکور کا نفقہ جبکہ وہ خدمت نہ کر سکتا ہو کم عمری کے سبب سے اسپر ہے جسکے واسطے اسکے رقبہ کی وصیت ہوئی یہانتک کہ وہ خدمت کرنے کے
لائق ہو جاوے تو اب وہ صغیر کبیر کے مانند ہو جاویگا اور غلام کبیر کا نفقہ اسپر ہے جسکی خدمت کے واسطے وصیت ہوئی وان ابی الانفاق علیہ ردہ الی
من لہ الرقبۃ کالمستعیر مع المعیر اور اگر موصی لہ بالخدمۃ اسپر خرچ کرنے سے انکار کرے تو اُس غلام کو پھیر دے اُسکو جسکے واسطے رقبہ کی وصیت ہوئی
جیسے مستعیر کا حکم ہے معیر کے ساتھ یعنی اگر مستعیر نفقہ غلام سے انکار کرے تو غلام معیر کی طرف رد کیا جاویگا وان جنی فالفداء علی من لہ الخدمۃ ثم
اگر غلام مذکور جنایت کرے یعنی از راہ خطا کسی کو قتل کرے تو فدیہ اسپر واجب ہے جسکے واسطے خدمت کی وصیت ہوئی ولو ابی فداہ صاحب الرقبۃ
او دفعہ وبطلت الوصیۃ اور اگر صاحب خدمت فدیہ دینے سے انکار کرے تو صاحب رقبہ فدیہ دے یا غلام مقتول کے وارث کو حوالہ کرے اور وصیت
باطل ہوگی یعنی فدیہ یا دفع کی صورت میں وبثمرۃ بستانہ فمات وفیہ ثمرۃ لہ ہذہ الثمرۃ فقط اور اگر موصی نے اپنے باغ کے پھل کی وصیت
کی پھر موصی مرگیا اور حالانکہ باغ میں پھل موجود ہے تو موصی لہ کے واسطے فقط یہی پھل ہے نہ آیندہ پھل وان زاد ابداً لہ ہذہ الثمرۃ وما یستقبل اور اگر موصی
نے وصیت مذکور میں ہمیشہ کا لفظ زیادہ کیا تو موصی لہ کے واسطے یہ پھل بھی ہے اور زمانہ مستقبل کا بھی پھل ہے کما فی الوصیۃ بغلۃ بستانہ فان لہ ہذہ وما یحدث
ضم ابداً اولا چنانچہ غلۃ البستان میں اسواسطے کہ غلہ باغ کی وصیت میں موصی لہ کے واسطے یہ غلہ موجود بھی ہے اور وہ غلہ بھی ہے جو آگے موجود ہوگا
خواہ موصی ہمیشہ کا لفظ وصیت ملاوے یا نہ ملاوے ہم ثمرہ اور غلہ میں وجہ فرق یہ ہے کہ عرف میں ثمرہ نام ہے موجود کا تو معدوم کو

شامل ہوگا مگر بدلالت زائدہ چنانچہ ہمیشگی کی تصریح اور غلہ موجود اور آیندہ کے حاصل ہونے والے کو بھی شامل ہی تو موجود اور معدوم دونون اسمین داخل
ہین بلا توقف دلالت لفظ دیگر کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی وان لم یکن فیہ ای البستان والمسئلۃ بحالہا ثمرۃ حین الوصیۃ فہی کالوصیۃ بالغلۃ فی تناولہا
الثمرۃ المعدومۃ ما عاش الموصی لہ زیلعی اور مسئلہ سابقہ مین اگر باغ مین پھل موجود نہو وصیت کے وقت تو پھل کی وصیت غلہ کی وصیت کے مانند ہی ثمرہ معدوم
کے شمول مین جبتک کہ موصی لہ زندہ رہے ہم یعنی اگر وصیت کے وقت پھل باغ مین نہین ہین اور اسنے پھلون کی وصیت کی ایکشخص کے واسطے تو اسکی
مدۃ العمر مین جسقدر پھل سال بسال پیدا ہوتے جاوینگے وہ اسکو لیتا رہیگا وفی الغایۃ السقی والخراج وما فیہ صلاح البستان علی صاحب الغلۃ لانہ ہو المنتفع
بہ فصار کالنفقۃ فی فصل الخدمۃ اور غایہ مین ہی کہ باغ کا سینچنا اور سرکاری محصول اور جس چیز مین باغ کا قیام اور درستی ہی صاحب غلہ پر ہی
اسواسطے کہ فائدہ لینے والا تو وہی ہی تو یہ خدمت کے غلام کے نفقہ کے مانند ہوگیا تنبیہ الغلۃ کل ما یحصل من ریع الارض وکرائہا واجرۃ الغلام و
نحو ذلک کذا فی جامع اللغۃ غلہ عبارت ہی ہر ایک اس چیز سے جو حاصل ہو زمین کی آمدنی سے اور اسکے کرایہ سے اور غلام کی اجرت سے اور مانند اسکے
کذا فی جامع اللغۃ ہم قاموس مین بھی غلہ اسی طرح مذکور ہی قلت وظاہرہ دخول ثمن الجوز ونحوہ فی الغلۃ فلیحرر مین کہتا ہون اور ظاہر تعریف غلہ اسپر دلالت
کرتا ہی کہ ثمن اخروٹ کا اور مانند اسکے غلہ مین داخل ہی تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے ہم یعنی ظاہر تعریف غلہ اسپر دلالت کرتا ہی کہ جب اس باغ کا اخروٹ
بیچا جاوے جس باغ کے غلہ کی کسی کے واسطے وصیت ہوئی تو اسکا ثمن موصی لہ کا ہی مین کہتا ہون کہ اخروٹ اسکا حق ہی اور وہی اسکی بیع کا مالک ہی
اصالۃ یا وکالۃ اور غیر شخص کی بیع اسکی اجازت پر موقوف ہی یہ تقریر ہی اس نسخہ کے بموجب جسمین جوز کا لفظ بجیم وزاء منقوطہ مرقوم ہی اور جس نسخہ مین بحاء
مہملہ وزاء مہملہ مرقوم ہی تو وہ عبارت ہی درخت بے ثمر سے تو اسکو دیکھنا چاہیے کہ آیا وہ مثل حطب کے ہی فتاوی عالمگیری مین محیط سرخسی سے منقول ہی کہ اگر
وصیت کی غلہ باغ انگور کی کسی آدمی کے واسطے تو اسمین قوائم یعنی کھونٹیان اور اوراق اور حطب اور ثمرہ سب داخل ہی انتہی کذا فی الطحطاوی **وبصوف**
غنمہ وولدہا ولبنہا لہ ما بقی فی وقت موتہ سواء قال ابدا اولا لان المعدوم منہا لا یستحق بشیء من العقود فکذا بالوصیۃ بخلاف الثمرۃ بدلیل صحۃ
المساقاۃ اور اگر اپنی بھیڑون کے صوف کی اور انکے بچون کی اور دودھ کی وصیت کی تو موصی لہ کا وہ صوف اور بچے اور دودھ ہی جو باقی رہا یعنی جو پایا گیا
موصی کے مرنیکے وقت خواہ اسنے ہمیشہ کا لفظ کہا یا نہ کہا اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ مین سے جو موجود نہین وہ کسی عقد سے مستحق نہین ہوتی تو اسی طرح وصیت
سے بھی برخلاف پھل کے کہ اسمین وصیت غیر موجود کی صحیح ہی صحت مساقاۃ کی دلیل سے **اوصی بجعل دارہ مسجدا ولم تخرج من الثلث واجازوا جعل مسجدا**
لزوال المانع باجازتہم اپنے گھر کی مسجد بنانے کی وصیت کی اور حالانکہ وہ گھر ثلث مال سے باہر نہین ہوتا اور اسکے وارثون نے اجازت دی تو وہ گھر
مسجد بنایا جاویگا زوال مانع کی وجہ سے وارثون کی اجازت سے یعنی مانع تھا حق ورثہ کا سو اجازت سے زائل ہوگیا **وان لم یجیزوا یجعل ثلثہا مسجدا**
رعایۃ لجانب الوارث والوصیۃ اور اگر وارثون نے اجازت نہ دی تو تہائی گھر مسجد بنایا جاویگا وارث اور وصیت دونون جانب کی رعایت کرنے سے یعنی اس
صورت مین وارث بھی محروم نرہے اور مسجد بھی بنے **ولظہر مرکبہ فی سبیل اللہ بطلت** لان وقف المنقول باطل عندہ فکذا الوصیۃ وعندہما یجوزان درر
اور اپنی سواری کی پیٹھ کی وصیت کی خدا کی راہ مین تو وصیت باطل ہی اسواسطے کہ مال منقول کا وقف کرنا باطل ہی امام رح کے نزدیک تو اسی طرح منقول
کی وصیت بھی باطل ہی اور صاحبین رح کے نزدیک منقول کا وقف کرنا اور وصیت کرنا دونون جائز ہین کذا فی الدرر وقال المصنف وفیہ نظر لان الوصیۃ
تصح حیث لا یصح الوقف فی مواضع کثیرۃ کالوصیۃ بالغلۃ والصوف ونحو ذلک کما مر اور مصنف نے کہا کہ اس تعلیل مین اعتراض ہی یعنی قیاس وصیت
کا وقف پر صحیح نہین اسواسطے کہ وصیت صحیح ہوتی ہی جہان وقف صحیح نہین ہوتا بہت سے مواضع مین جیسے غلہ اور صوف کی وصیت مین اور مانند اسکے
چنانچہ ابھی مذکور ہوچکا **اوصی بشیء للمسجد لم تجز** الوصیۃ لانہ لا یملک وجوزہا محمد قال المصنف وبقول محمد افتی مولانا صاحب البحر وصیت کی کسی چیز کی

کسی چیز کی مسجد کے واسطے تو وصیت جائز نہیں اسواسطے کہ مسجد لائق تملیک کے نہیں ہے اور محمد نے اسکو جائز رکھا ہے مصنف نے کہا اور محمد رح کے قول کا
فتوی دیا ہے ہمارے استاد بحر الرائق کے مصنف نے ہم محمد نے وصیت مذکورہ کو مصالح مسجد کے اوپر محمول کیا ہے تا حتی الامکان موصی کا کلام صحیح ٹھہرے الا
ان لیقول الموصی ینفق علیہ فیجوز اتفاقا مسجد کے واسطے وصیت صحیح نہیں مگر یہ کہ موصی کہے کہ خرچ کیا جاے مسجد پر تو اب وصیت جائز ہے باتفاق
امام اور محمد رح کے قال اوصیت بثلثی لفلان او فلان بطلت عند ابی حنیفۃ لجہالۃ الموصی لہ وعند ابی یوسف رح لہما ان یصطلحا علے
اخذ الثلث وعند محمد یخیر الورثۃ فایہما شاؤا اعطوا موصی نے کہا کہ مین نے اپنے تہائی مال کی وصیت کی فلانے شخص کے واسطے تو وصیت
باطل ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک بسبب مجہول ہونے موصی لہ کے اور ابو یوسف رح کے نزدیک دونون شخصون کو اختیار ہے کہ آپس مین صلح کر لین
تہائی مال کے لینے مین خواہ نصف نصف پر مصالحہ کر لین یا کم و بیش اور محمد رح کے نزدیک موصی کے وارثون کو اختیار ہے انمین سے جس شخص کو چاہین
دین واللہ تعالی اعلم

فصل فی وصایا الذمی وغیرہ یہ فصل ہے ذمی وغیرہ کی وصایا مین یعنی چنانچہ مستامن اور صاحب ہوا اور مرتد کی وصایا مین ذمی جعل دارہ
بیعۃ او کنیسۃ او بیت نار فی صحتہ فمات فہی میراث لانہ کوقف لم یسجل کا ذمی نے اپنا گھر بیعہ یا کنیسہ یا آتش خانہ بنایا اپنی صحت کی حالت مین
پھر وہ مر گیا تو وہ گھر اسکے وارثون کی میراث ہے اسواسطے کہ وہ وقف غیر مسجل کے مانند ہے ہم بیعہ عبادت خانہ یہود اور کنیسہ عبادت خانہ نصاری کا اور آتش خانہ
معبد مجوس کا ان عبادت خانون کا بنانا ذمیون کو دیہات مین جائز ہے نہ دار الاسلام کے شہرون اور قصبات مین واما عندہما فلانہ معصیۃ اور صاحبین رح
کے نزدیک تو اسوجہ سے صحیح نہین کہ انکا بنانا معصیت ہے ولیس ہو کالمسجد لانہم یسکنون ویدفنون فیہ موتاہم حتے لو کان المسجد کذلک یورث قطعا
قالہ المصنف وغیرہ لانہ فینئذ لم یصر محررا خالصا للہ تعالی اور بیعہ اور کنیسہ مسجد کے مانند نہین ہے اسواسطے کہ یہود اور نصاری اسمین رہتے ہین
اور اپنے مردے اسمین دفن کرتے ہین تو اگر مسجد بھی اسطرح ہو یعنی اسمین سکونت اور دفن ہوتا ہو تو وہ بھی موروث ہوگی ایسا کہا ہے مصنف
وغیرہ نے اسواسطے کہ اسوقت مین محرر خالص اللہ تعالی کے واسطے نہوئی ہم یہ صاحبین کے کلام کا تتمہ نہین بلکہ امام کے قول کا تتمہ ہے اور جواب ہے اس سوال
مقدر کا کہ بیعہ اور کنیسہ یہود اور نصاری کے حق مین ایسا ہے جیسے مسجد ہمارے حق مین پس اسمین بیع اور میراث جاری نہین ہے ان اوصی الذمی ان یبنی دارہ بیعۃ
او کنیسۃ لمعینین فہو جائز من الثلث ویجعل تملیکا اور اگر ذمی نے یہ وصیت کی کہ اسکا گھر بیعہ یا کنیسا بنایا جاوے معین لوگون کے واسطے
تو وہ جائز ہے تہائی مال سے اور یہ تملیک ٹھہرے گی انکے واسطے وان اوصی بدارہ ان یبنی کنیسۃ او بیعۃ فی القری فلو فی المصر لا یجوز اتفاقا
لقوم غیر مسمین صحت عندہ لا عندہما لما مر انہ معصیۃ ولہ انہم یترکون وما یدینون فتصح اور اگر ذمی نے اپنے گھر کی وصیت کی کہ وہ کنیسہ یا بیعہ دیہات
مین بنایا جاے قوم غیر معین کیواسطے تو یہ وصیت امام کے نزدیک صحیح ہے نہ صاحبین رح کے نزدیک اسواسطے کہ صاحبین رح کی دلیل مذکور ہو چکی کہ وہ معصیت ہے
اور معصیت کی وصیت جائز نہین اور امام رح کی دلیل یہ ہے کہ اہل ذمہ چھوڑے جاتے ہین اپنے دین پر تو وصیت صحیح ہوگی دیہات کی قید اسواسطے لگائی
کہ اگر شہر مین کنیسہ یا بیعہ بنانے کی وصیت کی تو باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے جائز نہین کوصیۃ حربی مستامن لا وارث لہ ہنا بالکل بالہ لمسلم او
ذمی کذا فی الوقایۃ ولا عبرۃ بمن ثمہ لانہ اموات فی حقنا جیسے وصیت جائز ہے اس حربی مستامن کی جسکا کوئی وارث نہین دار الاسلام مین اسکے تمام مال کی
وصیت مسلمان یا ذمی کے واسطے کذا فی الوقایۃ اور کچھ اعتبار نہین اسکے ان وارثون کا جو دار الحرب مین ہین اسواسطے کہ وہ در حکم اموات کے ہین ہمارے
حق مین ولو اوصی ببعضہ مثلا نفذ ورد باقیہ لورثتہ لا ارثا بل لانہ لا مستحق لہ فی دارنا اور اگر حربی مستامن نے اپنے نصف مال کی مثلا وصیت کی تو
وصیت نافذ ہوگی اور باقی مال اسکے وارثون پر رد کیا جاے گا میراث کی راہ سے نہین بلکہ اسواسطے کہ اسکا کوئی مستحق نہین ہمارے ملک

وکذا الوصی لمستامن مثله اور اسی طرح جواز وصیت کا حکم ہے اگر وہ اپنی مانند دوسرے مستامن کے واسطے وصیت کرے ولو اعتق عبده عند الموت او دبره نفذ من الکل لما قلنا اور اگر مستامن نے اپنا غلام آزاد کیا موت کے وقت یا غلام کو مدبر کیا تو اعتاق اور تدبیر نافذ ہوگی اسکے تمام مال سے اسی دلیل سے جو ہم نے بیان کی یعنی اسواسطے کہ اسکے وارثوں کا حق واجب الرعایة نہیں کیونکہ وہ اموات کے مانند ہیں کذا فی الزیلعی ولو اوصی مسلم او ذمی جاز علی الظاهر زیلعی اور اگر مستامن کے واسطے مسلمان یا ذمی نے وصیت کی تو بنا بر قول ظاہر کے جائز ہے کذا فی الزیلعی وصاحب الهوی اذا کان لا یکفر فهو بمنزلة المسلم فی الوصیة لانا امرنا ببناء الاحکام علی ظاهر الاسلام اور اہل ہوی یعنی مبتدع چنانچہ خارجی یا رافضی جبکہ اسکی بدعت منجر بکفر نہ ہو تو وہ بمنزلہ مسلمان کے ہے وصیت کے امر میں اسواسطے کہ ہم مامور بنا احکام کے ہیں ظاہر اسلام پر وان کان یکفر فهو بمنزلة المرتد فتکون موقوفة عنده نافذة عندهما شرح المجمع اور اگر اہل بدعت منسوب بکفر ہو تو وہ بمنزلہ مرتد کے ہے تو اسکی وصیت امام کے نزدیک موقوف ہے اور صاحبین کے نزدیک نافذ ہے کذا فی شرح المجمع ہم اہل بدعت یعنی جو اپنی ہوائے نفس کا تابع ہوا بدعت کی طرف مائل ہو کر اگر اسکے کفر کا حکم ہوا چنانچہ ایک گروہ ائمہ میں سے کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ خدائے اکبر ہے تو وہ مرتد کے مانند ہیں کذا فی الدرر والمرتدة فی الوصیة کذمیة فی الاصح لانها لا تقتل اور عورت مرتدہ وصیت میں ذمی عورت کے مانند ہے قول صحیح ترین میں اسواسطے کہ مرتدہ مقتول نہیں ہوتی یعنی تو اسکی وصیت صحیح ہے بخلاف مرتد کے والوصیة المطلقة کقوله هذا القدر من مالی او ثلث مالی وصیة لا تحل للغنی لانها صدقة وهی علی الغنی حرام وان عممت کقوله یاکل منها الغنی والفقیر لان اکل الغنی منها انما یصح بطریق التملیک والتملیک انما یصح لمعین والغنی لا یعین ولا یحصی اور وصیت مطلقہ یعنی غیر مخصوص چنانچہ یوں کہنا کہ اسقدر میرا مال یا تہائی میرا مال وصیت ہے مالدار کو حلال نہیں اسواسطے کہ وصیت مذکورہ صدقہ ہے اور صدقہ غنی پر حرام ہے اگرچہ موصی نے وصیت کو عام کر دیا چنانچہ یوں کہنا کہ اسمیں کھاوے غنی اور فقیر اسواسطے کہ غنی کا کھانا اسمیں صحیح نہیں مگر بطریق تملیک کے اور حالانکہ تملیک صحیح نہیں ہوتی مگر معین شخص کے واسطے اور غنی معین اور محصور نہیں ہم وصیت مطلقہ وہ ہے جسمیں نہ غنی مذکور ہو نہ فقیر اور وصیت عامہ وہ ہے جسمیں غنی اور فقیر دونوں مذکور ہوں ولو خصت الوصیة بالغنی کقوله هذا القدر من مالی وصیة لزید وهو غنی او لقوم اغنیاء محصورین حلت لهم لصحة تملیکهم اور اگر وصیت غنی کے ساتھ مخصوص ہوئی چنانچہ موصی کا یوں کہنا کہ میرا اتنا مال زید کے واسطے وصیت ہے اور حالانکہ زید غنی ہے یا مالدار معین اور منحصر قوم کے واسطے وصیت مخصوص ہوئی تو انکو حلال ہے تملیک صحیح ہونے کی وجہ سے وکذا الحکم فی الوقف کما حرره منلا خسرو اور اسی طرح وصیت کے مانند وقف میں حکم ہے چنانچہ ملا خسرو نے درر میں اسکی تحریر اور تنقیح کی ہے ہم یعنی وقف مطلق مخصوص بفقرا ہے غنی کو حلال نہیں اگرچہ واقف اسکو غنی اور فقیر کے واسطے عام کر دے اور جبکہ وقف کو غنی معین کے واسطے یا قوم اغنیاء محصورین کے واسطے خاص کر دیا تو انکو حلال ہے اور وہ اسکے منافع کے مالک ہونگے نہ اسکے عین کے چونکہ یہ مسائل ضروریہ کلام سابق سے مفہوم ہوتے تھے ضمناً اور دوراز حفظ تھے اور اکثر لوگ اس سے غافل تھے لہذا اسکو ہم نے اصالۃً ذکر کیا کذا فی الدرر وفی جامع الفصولین المتولی علی الوقف کالوصی اور جامع الفصولین میں ہے کہ وقف کا متولی وصی کے مانند ہے ہم طحطاوی نے کہا اس مسئلہ کا ذکر کرنا باب الوصی میں بہتر تھا فروع مسائل ملحقہ شارح کے اوصی بثلث ماله للصلوات جاز للوصی صرفه للورثة لو محتاجین یعنی بغیر قرابة الولاد ممن یجوز صرف الکفارة الیهم بخلاف مطلق الوصیة للمساکین فانها تجوز لکل ورثته ولاحدهم یعنی لو محتاجین حاضرین بالغین راضین فلو منهم صغیر او غائب او حاضر غیر راض لم یجز نمازوں کے کفارے کے واسطے موصی نے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو وصی کو اسکا صرف کرنا موصی کے وارثوں پر صحیح ہے بشرطیکہ وہ محتاج ہوں یعنی بغیر قرابت ولادت کے ان لوگوں میں سے جنپر صرف کفارہ جائز ہے یعنی مسلمان محتاج ہوں بر خلاف مطلق وصیت کے جو محتاجوں کے واسطے ہو کیونکہ اسکا صرف کرنا موصی کے تمام وارثوں پر اور ایک وارث پر جائز ہے یعنی اگر وارث محتاج حاضر بالغ راضی ہوں خیرات لینے پر سو اگر انمیں سے کوئی صغیر یا غائب ہو یا موجود راضی نہ ہو تو جائز نہیں ہم غیر قرابت ولادت کی قید اس لیے لگائی کہ اسکے واسطے صرف کفارہ جائز نہیں اگرچہ موصی نے اسکو معین کر دیا ہو ہشام نے محمد رح سے روایت کی کہ ثلث مال کی مساکین کے واسطے وصیت کی سو موصی کے وارث محتاج

ہو گئے اور وہ بالغ حاضر ہیں تو اگر انھوں نے اتفاق کیا کہ انکے واسطے وصیت کا مال دیا جاوے یا ایک وارث محتاج ہو گیا سو سب وارثوں نے
اجماع کیا کہ اسکو دیا جاوے تو جائز ہے اور وارثوں میں صغیر یا غائب یا حاضر غیر راضی ہو تو جائز نہیں کذا فی الطحطاوی اوصی بکفارۃ صلوتہ لرجل معین
لم یجز لغیرہ یعنی لفساد الزمان وصیت کی اپنی نماز کے کفارہ دینے کی ایک مرد معین کے واسطے تو اسکے غیر کو دینا جائز نہیں اسی قول پر فتوی ہے فساد زمانہ
کی علت سے ہم تعنتات وغیرہ میں طمع غالب ہے لہذا تغیر وصیت جائز نہیں اوصی لصلوتہ وثلث مالہ دیون علی المعسرین فترکہا الوصی لہم عن الفدیۃ لم یجز
ولا بد من القبض ثم التصدق علیہم اپنے مال کی وصیت کی اپنی نمازوں کے کفارہ کے واسطے اور حالانکہ اسکا ثلث مال محتاجوں پر دین ہے سو وصی نے
اس مال کو انپر چھوڑا فدیہ ادا ہونے کی وجہ سے تو یہ فدیہ کفایت نکرے گا اور ضرور ہے اس مال کا اول قبض کرنا پھر انکو صدقہ دینا یعنی بدون قبض ادائے کفارہ
صحیح نہیں ولو امران یتصدق بالثلث فمات فغصب غاصب ثلثہا مثلا واستہلکہ فترکہ صدقۃ علیہ وہو معسر لم یجز لحصول قبضہ بعد الموت بخلاف الدین الکل من
القنیۃ اور اگر موصی نے یہ امر کیا وصی کو کہ تہائی مال صدقہ دے پھر موصی مر گیا سو کسی غاصب نے تہائی مال مثلاً غصب کیا اور اسکو ضائع کیا سو وصی نے
اسکو چھوڑ دیا صدقہ دینا سمجھ کر اور حالانکہ وہ محتاج ہے تو کفایت کرے گا تصدق میں بسبب حاصل ہونے قبضہ غاصب کے بعد مر جانے موصی کے برخلاف
دین کے کہ اسپر مدیون کا قبضہ حیات موصی میں ہوا تھا تو وہ کفایت نہ کرے گا یہ سب مسائل قنیہ سے مذکور ہیں وفی الجواہر اوصی الرجل بعقار وقسمت الترکۃ
والموصی لہ فی البلد وقد علم بالقسمۃ ولم یطلب ثم بعد سنین ادعی تسمع ولا یبطل بالتاخیر ان لم یکن رد الوصیۃ اور جواہر الفتاوی میں ہے کہ عمارت والی زمین کی وصیت
کی ایک شخص کے واسطے اور موصی مر گیا سو ترکہ تقسیم ہوا اور موصی لہ اسی شہر میں ہے اور حالانکہ اسکو قسمت ترکہ معلوم ہے اور اسنے طلب نہ کیا پھر چند سال کے بعد دعوی
کیا تو مسموع ہوگا اور تاخیر سے دعوی باطل نہو گا بشرطیکہ اسنے وصیت کو رد نکر دیا ہو عقار عبارت ہے عرصہ مبنیہ سے اور ضیعہ عبارت ہے فقط عرصہ سے کذا فی
الطحطاوی عن جامع الفصولین اوصی لہ بدار فباعہا بعد موتہ قبل القبض صح لجواز التصرف فی الموصی بہ قبل قبضہ ایک شخص کے واسطے وصیت کی ایک گھر کی
اسنے گھر کو بیچا بعد مر جانے موصی کے قبضہ کرنے سے پہلے تو بیع جائز ہے اسواسطے کہ وصیت کی چیز میں تصرف کرنا قبضہ کرنے سے پہلے جائز ہے وقفت ضیعۃ
علی ولدہا وجعلت عم الولد متولیا وللولد اب فالمتولی اولی من الاب ایک عورت نے زمین کو وقف کیا اپنے بیٹے پر اور بیٹے کے چچا کو اسپر متولی کیا اور بیٹے کا
باپ بھی زندہ ہے تو متولی مقدم ہے باپ سے شری دارا واوصی بہا لرجل فاخذہا الشفیع من ید الموصی لہ یوخذ الثمن ولو استحق الدار لا یرجع الموصی لہ علی
الورثۃ بشیء لانہ ظہر انہ اوصی بمال الغیر گھر خرید کیا اور اسکی وصیت کی ایک مرد کے واسطے سو اس گھر کو شفیع نے لیا موصی لہ کے ہاتھ سے تو ثمن لیا جاوے گا
اور اگر گھر غیر شخص کا ثابت ہوا تو موصی لہ مشتری کے وارثوں سے کچھ نہ پاوے گا اسواسطے کہ استحقاق ملک غیر سے ظاہر ہوا کہ اسنے غیر کے مال کی وصیت
کی تھی اور حالانکہ وہ جائز نہیں ہم جب گھر شفیع لے گا حق شفعہ کی علت سے تو موصی لہ اسقدر ثمن مشتری موصی کے ترکہ سے لے گا اور وارث مشتری کے
شفیع سے ثمن بھر لیں گے کذا فی المنح

باب الوصی

وہو الموصی الیہ یہ باب ہے وصی کے احکام میں وصی وہ ہے جسکی طرف وصیت کیجاوے ہم عرب بولتے ہیں اوصی الی فلان یعنی اسکو اپنے مال میں تصرف کرنے کی بعد موت کے
وصیت کی اور اسکو مفوض الیہ اور وصی بھی بولتے ہیں اور وصایت بالکسر والفتح اسم ہے اس سے وصی کو لائق نہیں کہ وصایت قبول کرے اسواسطے کہ وہ خطرہ ہے ابو یوسف سے روایت
ہے اول بار وصی ہونا غلطی ہے اور دوسری بار خیانت ہے اور تیسری بار چوری ہے حسن سے روایت ہے کہ وصی عادل نہیں ہوتا اگرچہ امیر المومنین عمر فاروق ہوں ابو مطیع نے کہا کہ میں نے
بیس برس قضا کی اپنی مدت میں وہ شخص نہیں دیکھا جو اپنے بھتیجے کے مال میں عدل کرتا ہو کذا فی الطحطاوی عن القہستانی اوصی الی زید ای جعلہ وصیا وقبل عندہ
صح فان رد عندہ ای علمہ یرتد زید کی طرف وصیت کی یعنی ایک شخص نے اسکو وصی کیا اور اسنے وصایت کو قبول کر لیا موصی کے نزدیک تو وصی ہونا صحیح ہو گیا

پھر اگر رد کیا یعنی قبول نہ کیا انکار کیا وصی ہونے سے اُسکے نزدیک یعنی موصی کی دانست میں تو وصایت پھر کُچھ ثابت نہوئی ہے اسواسطے کہ وہ اسمیں متبرع ہے اسپر
قبول کرنا واجب نہیں چاہیے اسپر دوم اختیار رکھے چاہے رجوع کرے موصی کو اختیار نہیں کہ غیر پر تصرف لازم کرے اور رجوع میں فریب دینا نہیں ہے کیونکہ موصی کو اختیار
ہے کہ دوسرے شخص کو وصی ٹھہرا دے اور اگر بعد رد کے قبول کریگا تو قبول صحیح ہوگا ہاں اگر اسکے سامنے دوسری بار قبول کر لیگا تو صحیح ہے اسواسطے کہ جائز نہیں ہے کہ کسی کو
وصی کیا سو اُسنے اسکے سامنے کہا کہ میں قبول نہیں کرتا تو یہ رد ہوا اور وصی نہ ٹھہرا پھر اگر موصی نے اس سے کہا کہ تم سے یہ توقع نہ تھی کہ تم قبول نکروگے سو اُسنے کہا
میں نے قبول کیا تو وصی ہو گیا کذا فی الطحطاوی والا یصح الرد فی غیبتہ لئلا یصیر مغرورا من جہتہ اور اگر موصی کے سامنے وصی نے رد کیا تو اسکا رد کرنا اسکے پیچھے یعنی اسکی
عدم دانست میں صحیح نہیں ہے تا کہ وہ فریب خوردہ نہو وصی کی جہت سے ویصح اخراجہ عنہا ولو فی غیبتہ عند الامام خلافا للثانی بزازیہ اور صحیح ہے خارج کرنا وصی کا
وصایت سے اگرچہ وصی کی غیبت میں اخراج واقع ہوا ہو امام رح کے نزدیک برخلاف ابویوسف رح کے یعنی انکے نزدیک اخراج بلا علم وصی کا صحیح نہیں
فان سکت الموصی الیہ فمات موصیہ فلہ الرد والقبول پھر اگر موصی نے سکوت کیا پھر اسکا وصیت کرنے والا مر گیا تو وصی کو رد کرنا اور قبول کرنا جائز ہے
وصی تصرف للغیر میں متبرع ہے تو بدون قبول کرنیکے اسپر وصایت لازم نہیں مانند وکالت کے اور یہاں فریب دینا بھی نہیں ہے اسواسطے کہ موصی نے خود فریب کھایا
اسلیے کہ اسنے حال دریافت نہ کر لیا کہ اُسنے وصایت قبول کی یا نہیں ولزم عقد الوصیۃ ببیع شئی من الترکۃ وان جہل بہ ای بکونہ وصیا فان علم الوصی
بالوصایۃ لیس بشرط فی صحۃ تصرفہ اور عقد وصیت لازم ہو جاتی ہے وصی کی کوئی چیز بیع کرنے سے موصی کے ترکہ سے اگرچہ وہ اپنے وصی ہونے کو نجانتا ہو اسواسطے کہ
وصی کو وصایت کا علم شرط نہیں ہے اسکے تصرف کے صحیح ہونے میں بخلاف الوکیل فان علمہ بالوکالۃ شرط برخلاف وکیل کے اسواسطے کہ وکیل کو وکالت
کا معلوم ہونا شرط ہے وکالت کی فان سکت ثم رد بعد موتہ ثم قبل صح الا اذا نفذ قاض ردہ فلا یصح قبولہ بعد ذلک پھر اگر وصی نے قبول وصایت
سے سکوت کیا پھر رد کیا موصی کی موت کے بعد پھر وصایت کو قبول کیا تو درست ہے مگر جبکہ قاضی نے اسکے رد کرنے کو نافذ کر دیا تو اب اسکے بعد قبول کرنا وصایت
کا صحیح نہیں ولو اوصی الی صبی وعبد غیرہ وکافر وفاسق بدل ای بدلہم القاضی بغیرہم اتماما للنظر ولفظ بدل یفید صحۃ الوصیۃ فلو تصرفوا قبل
الاخراج جاز سراجیہ اور اگر موصی نے وصی کیا صغیر کو اور غیر شخص کے غلام کو اور کافر اور فاسق کو تو بدل ڈالا جاوے یعنی قاضی انکے سواے اور شخص کو
وصی مقرر کرے اتمام نظر کے واسطے اور تبدیل کرنے کا لفظ صحت وصیت پر دلالت کرتا ہے تو اگر صغیر اور غلام اور کافر اور فاسق کچھ تصرف کریں قبل اخراج کے تو
تصرف جائز ہے کذا فی السراجیہ فلو بلغ الصبی وعتق العبد واسلم الکافر او المرتد وتاب الفاسق مجتبی وفیہ فوض ولایۃ الوقف لصبی صح استحسانا لم یخرجہم القاضی
عنہا ای عن الوصایا لزوال الموجب للعزل الا ان یکون غیر امین اختیار سو اگر صغیر بالغ ہو گیا اور غلام آزاد ہو گیا اور کافر اور مرتد مسلمان ہو گیا اور فاسق
نے توبہ کی کذا فی المجتبی تو قاضی انکو وصایا سے خارج نکرے بسبب زائل ہو جانے اُس مانع کے جو موجب تھا معزول کرنے کا مگر یہ کہ وہ وصی خائن ہو
امانتدار نہو تو عزل درست ہے کذا فی الاختیار اور مجتبی میں ہے کہ ولایت وقف کی صغیر کو مفوض ہوئی تو استحسان کی راہ سے صحیح ہے والی عبدہ والحال ان
ورثتہ صغار صح کاتبہ ای مکاتبہ او مکاتب غیرہ ثم ان رد فی الرق فکالعبد اور اگر وصی کیا اپنے غلام کو اور حالانکہ موصی کے وارث صغیر ہیں تو صحیح ہے جیسے اسکا
وصی کرنا اپنے مکاتب کو یا غیر کے مکاتب کو درست ہے پھر اگر مکاتب عدم ادا بدل کتابت سے مملوکیت کی طرف پھیر دیا گیا تو اسکا حکم غلام کے مانند ہے
یعنی اگر وارث صغیر ہیں تو درست ہے اور نہیں تو درست نہیں والا وقالا لا یصح مطلقا درر اور اگر موصی کے وارث عاقل بالغ ہیں تو غلام کا وصی کرنا صحیح
نہیں اور صاحبین نے کہا غلام کا وصی کرنا مطلقاً درست نہیں خواہ وارث صغیر ہوں خواہ بالغ کذا فی الدرر ومن عجز عن القیام بہا حقیقۃ لا بمجرد اخبارہ
ضم الیہ القاضی غیرہ رعایۃ لحق الموصی والورثۃ اور جو وصی کہ عاجز ہو وصایت کے قیام سے فی الحقیقت نہ فقط وصی کے اظہار سے تو قاضی اسکے
ساتھ اور وصی کو ملا دے موصی اور وارثوں کے حق کی رعایت کرنے کے واسطے ہم وصی کا یوں ظاہر کرنا کہ مجھ سے وصایت نہیں ہو سکتی اسواسطے معتبر ہوا

کہ شکایت کرنے والا کاہے کاذب ہوتا ہے اپنی جان کے بچانے کے واسطے کذا فی المنح ولو ظہر للقاضی عجزہ اصلا استبدل غیرہ اور اگر قاضی کو وصی
عاجزی اصلاً ظاہر ہو تو اور شخص کو بدل کے وصی مقرر کرے ولو عزلہ ای الوصی المختار القاضی مع اہلیتہ لہا نفذ عزلہ وان جار القاضی واثم
قاضی نے میت کے پسندیدہ وصی کو معزول کیا باوجودیکہ وہ وصایت کی لیاقت رکھتا ہے تو اسکا معزول کرنا نافذ ہوگا اگرچہ قاضی نے ظلم کیا اور گنہگار ہے
فی الاشباہ اختلفوا فی صحۃ عزلہ والاکثر علی الصحۃ کما فی شرح الوہبانیۃ لکن یجب الافتاء بعدم الصحۃ کما فی الفصولین ولما عزل الخائن فواجب انتہی قلت
وعبارۃ جامع الفصولین من الفصل السابع والعشرین الوصی من المیت لو عدلا کافیا لا ینبغی للقاضی ان یعزلہ فلو عزلہ قیل ینعزل اقول الصحیح عندی انہ
لا ینعزل لان الموصی شفیق بنفسہ من القاضی فکیف ینعزل فینبغی ان یفتی بہ لفساد قضاۃ الزمان انتہی قال المصنف قال شیخنا فقد ترجح عدم صحۃ عزل
للوصی فکیف بالوظائف بالاوقاف اشباہ میں ہے فقہانے اختلاف کیا ہے وصی اہل کی صحت عزل میں اور اکثر فقیہ صحت عزل پر ہیں چنانچہ
شرح وہبانیہ میں ہے لیکن عدم صحت کا فتوی دینا واجب ہے چنانچہ فصولین میں ہے اور وصی خائن کا تو معزول کرنا واجب ہے انتہی مافی الاشباہ
میں کہتا ہوں اور عبارت جامع الفصولین کی ستائیسوین فصل سے یہ ہے کہ میت کا وصی اگر متقی اور کافی ہو تو قاضی کو معزول کرنا لائق نہیں ہے
سو اگر باوجود اسکے معزول کرے گا تو قول ضعیف یہ ہے کہ وہ معزول ہو جاوے گا میں کہتا ہوں میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ وہ معزول نہوگا اسواسطے کہ
موصی اپنی ذات پر شفیق تر ہے قاضی سے یعنی اسنے بہتر سمجھکر اسکو وصی مقرر کیا تو قاضی اسکو کیونکر معزول کرے گا اور لائق یہ ہے کہ عدم عزل کا فتوی
دیا جاوے قضات زمانہ کے فساد اور بدنیتی کی وجہ سے انتہی مافی جامع الفصولین مصنف نے کہا ہمارے استاد صاحب بحر الرائق نے کہا سو البتہ
عزل وصی کی عدم صحت راجح ہو گئی تو وظائف اوقاف کی معزولی کیونکر صحیح ہوگی ہم منجملہ وظائف کے تولیت ہے فتاوی خیر الدین میں بحر الرائق سے منقول
ہے کہ قاضی اگر ناظر وقف کو معزول کرے تو اسکی شرط یہ ہے کہ اس سے خیانت ثابت ہو چنانچہ اسعاف اور جامع الفصولین میں ہے تو معلوم ہوا کہ بغیر متولی کو
بدون خیانت کے حرام ہے اور اگر کرے گا صحیح نہوگا اور عدم صحت عزل ناظر سے معلوم ہوا کہ وقف کے صاحب وظیفہ کو بھی معزول کرنا صحیح نہیں چنانچہ بزازیہ
سے اسکو ثابت کیا ہے کذا فی الطحطاوی وبطل فعل احد الوصیین کالمتولیین فانہما فی الحکم کالوصیین اشباہ ووقف القنیۃ اور دو وصیوں میں سے
ایک وصی کا فعل باطل ہے جیسے دو متولیوں وقف سے ایک متولی کا فعل باطل ہے اسواسطے دو متولی دو وصی کے مانند ہیں حکم میں کذا فی الاشباہ
ووقف القنیۃ ومفادہ انہ لو آجر احدہما ارض الوقف لم یجز بلا رای الآخر وقد صارت واقعۃ الفتوی اور قول سابق سے یہ مستفاد ہوا کہ اگر ایک متولی
وقف کی زمین اجارہ دے تو جائز نہیں دوسرے متولی کے بدون رائے کے اور البتہ یہ صورت فتوی طلب ہوئی تھی ہم یہ صورت اسعاف میں مصرح مذکور ہے کہ اگر
احد الناظرین بالاجارہ جائز نہیں اور اگر ایک ناظر دوسرے کو وکیل کر دے تو جائز ہے مفتی ابو السعود نے اسکو نقل کیا ہے کذا فی الطحطاوی ولو وصلیتہ کان
الیصائۃ لکل منہما علی الانفراد وقیل ینفرد قال ابو اللیث وہو الاصح وبہ ناخذ ایک وصی کا فعل بدون دوسرے وصی کے باطل ہے اگرچہ میت کا
وصی کرنا ہر وصی کو جدا جدا واقع ہوا ہو اور بعضوں نے کہا ہر وصی اپنے فعل میں منفرد اور مستقل ہے ابو اللیث نے کہا اور وہ یعنی ہر وصی کا انفراد اور
استقلال صحیح تر ہے اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں لکن الاول صححہ فی المبسوط وجزم بہ فی الدرر وفی القہستانی انہ اقرب الی الصواب لیکن اول یعنی بطلان
فعل احد الوصیین کو صحیح کہا ہے مبسوط میں اور اسی پر یقین کیا ہے درر میں اور قہستانی میں ہے کہ یہی بطلان کا قول قریب تر ہے صواب کی طرف ہم یہاں دونوں
قولوں پر فتوی اور قضا درست ہے چنانچہ رسم مفتی میں مذکور ہے کذا فی الطحطاوی قلت وہذا اذا کانا وصیین او متولیین من جہۃ المیت او الواقف
او قاضی واحد اما لو کانا من جہۃ قاضیین من بلدتین فینفرد احدہما بالتصرف لان کلا من القاضیین لو تصرف جاز تصرفہ فکذا نائبہ ولو اراد کل من
القاضیین عزل منصوب القاضی الآخر جاز ان رای فیہ المصلحۃ والا لا وتمامہ فی وکالۃ تنویر البصائر معزیا للمقتطعات وغیرہا میں کہتا ہوں

وریہ یعنے لبطلان فعل احد الوصیین اسوقت ہی جبکہ دونون وصی یا دونون متولی میت یا واقف یا ایک قاضی کی طرف سے ہون اور اگر دونون
وصی یا متولی دو شہرون کے دو قاضیون کی طرف سے ہون تو ایک وصی یا ایک متولی تصرف کرنے مین مستقل ہوگا اسواسطے کہ ہر قاضی اگر تصرف کرے
تو اُسکا تصرف جائز ہی تو اسی طرح اسکے نائب کا تصرف جائز ہی اور اگر دونون قاضیون مین سے ہر قاضی دوسرے قاضی کے منسوب کو معزول
کرنا چاہے تو درست ہی اگر اسمین مصلحت دیکھے اور اگر مصلحت نہ دیکھے تو معزول کرنا جائز نہین اور اسکا پورا بیان تنویر الابصار کی کتاب الوکالۃ
مین لتقضات وغیرہا سے منقول ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وفی وصایا السراج لولم یعلم القاضی ان للمیت وصیا ثم حضر الوصی فاراد الدخول فی الوصیۃ
فلہ ذالک ونصب القاضی الآخر لایخرج الاول اور سراج وہاج کی کتاب الوصایا مین ہی کہ اگر قاضی نجانتا ہو کہ میت کا وصی ہی سو قاضی نے
میت کے واسطے کوئی وصی قائم کیا پھر میت کا وصی آیا سو اسنے وصیت مین داخل ہونے کا ارادہ کیا تو اُسکو یہ درست ہی اور قاضی کے
دوسرے وصی قائم کرنے سے پہلا وصی خارج نہوگا الا الشراء کفنہ وتجہیزہ والخصومۃ فی حقوقہ وشراء حاجۃ الطفل والاتہاب لہ
واعتاق عبد معین ورد ودیعۃ وتنفیذ وصیۃ معینتین دو وصیون مین سے ایک وصی کا فعل باطل ہی مگر موصی کے کفن کی خرید مین اور اسکی
تجہیز مین اور اسکے حقوق کے خصومت کرنے مین اور حاجات طفل کی خرید مین اور طفل کے واسطے ہبہ قبول کرنے مین اور غلام معین کے آزاد کرنے مین
اور ودیعت معینہ کے پھیر دینے مین اور وصیت معینہ کے جاری کرنے مین ایسا وصی کا فعل بھی نافذ ہی باطل نہین زاد فی شرح الوہبانیۃ عشرۃ اخرے
منہا رد مغصوب ومشتری شراء فاسد وقسمۃ کیلی او وزنی وطلب دین وقضاء دین بجنس حقہ شرح وہبانیہ مین امور عشرہ سواے اُسکے جو متن مین مذکور ہین
زیادہ ذکر کیے ہین از انجملہ مغصوب کا پھیر دینا اور شراء فاسد کی خریدی چیز کا پھیر دینا اور کیلی یا وزنی چیز کا قسمت کر دینا اور دین موصی کو طلب کرنا اور
دین کا ادا کرنا اسکے حق کے ہم جنس سے ہم امور عشرہ سے تین امر کو شارح نے ذکر نہ کیا از انجملہ عیب کی وجہ سے ثمن بیع کا پھیر دینا اور اجارہ نفس یتیم اور میت
کی طرف سے خیرات کی وصیت کو جاری کرنا معین فقیر یا مسکین کے واسطے وبیع مایخاف تلفہ وجمع اموال ضائعۃ اور اُس چیز کے بیچنے مین جسکے تلف
ہو جانے کا ڈر ہی اور اموال ضائعہ کے جمع کرنے مین احد الوصیین کا فعل باطل نہین وقال ابو یوسف ینفرد کل بالتصرف فی جمیع الامور ولو نص علی الانفراد او الاجتماع
اتبع اتفاقا شرح وہبانیۃ اور ابو یوسف رح نے کہا کہ ہر وصی منفرد ہی تصرف کرنے مین جمیع امور مین اور اگر موصی نے انفراد یا اجماع پر تصریح کر دی ہو تو اسکی تصریح کی
پیروی کرنا لازم ہوگا باتفاق امام رح اور امام ابو یوسف رح کے کذا فی شرح الوہبانیۃ وان مات احدہما فان اوصی الی الحی او الی آخر فلہ التصرف فی الترکۃ وحدہ
ولا یحتاج الی نصب القاضی وصیا اور اگر ایک وصی مر گیا سو اگر وصی میت نے وصی زندہ کو وصی کیا یا دوسرے شخص کو وصی کیا تو فقط اسی کو ترکہ مین تصرف کرنا جائز
ہی اور اسکی حاجت نہین کہ قاضی دوسرا وصی مقرر کرے ہم چلپی نے کہا وصی زندہ کا تنہا تصرف کرنا ترکہ مین اُسوقت جائز ہوگا جبکہ وصی مردہ نے اُسکو وصی کر دیا ہو اور اگر
اور شخص کو وصی کیا ہوگا تو دونون کا مجتمع ہونا واجب ہوگا کذا فی الطحطاوی والا یوص ضم القاضی الیہ غیرہ درر اور اگر وصی مردہ نے وصیت نہ کی کسی کو تو وصی
زندہ کے ساتھ قاضی دوسرا وصی ملادے کذا فی الدرر اسواسطے کہ میت کا قصد یہ تھا کہ اُسکے ترکہ مین دو شخصون کی راے سے انتظام ہو تاکہ خلل واقع نہو سو یہ امر قاضی کے
نصب وصی سے ممکن ہی کذا فی الزیلعی وفی الاشباہ مات احدہما اقام القاضی الآخر مقامہ او ضم الیہ آخر اور اشباہ مین ہی کہ ایک وصی مر گیا تو قاضی دوسرے شخص کو اُسکے
مقام پر قائم کر دے یا اُسکے ساتھ دوسرا ملادے ولا تبطل الوصیۃ الا اذا اوصی لہما ان یتصدقا بثلثہ حیث شاءا انتہی وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ اور وصیت باطل نہین
ہو جاتی مگر جبکہ موصی نے یون وصیت کی دونون وصیون سے کہ اُسکے ثلث مال کو دونون خیرات کرین جہان دونون چاہین انتہی ما فی الاشباہ اور اُسکا پورا
بیان شرح وہبانیہ مین ہی ہم شرح وہبانیہ مین ہی کہ اگر وصیت مذکورہ مین ایک وصی نے کہا کہ فلانے شخص کو مین دونگا اور دوسرے نے کہا دوسرے
محتاج کو دونگا تو کسی کو دینا جائز نہوگا اس لیے کہ ایک موضع مین دونون کا اتفاق نہوا اور اگر وصی مر گیا قبل خیرات کرنے کے تو وصیت باطل ہو گئی

کذا فی الطحطاوی ملخصاً ودلیل ثبت خلاف ابی یوسفؒ قولان اور کیا اسمین ابو یوسفؒ کا خلاف ہی اسمین دو قول ہین یعنی بعضون نے کہا خلاف ہی اور بعضون نے کہا
خلاف نہین وعنہ ان المشرف ینفرد دون الوصی کما قررتہ فیما علقتہ علی الملتقی ویاتی اور ابو یوسفؒ یا امامؒ سے ایک روایت یہ ہی کہ مشرف منفرد اور مستقل ہی تصرف
مین نہ وصی چنانچہ ہم نے اسکو ثابت کیا ہی ملتقی کی شرح مین اور اسکا ذکر آگے آویگا ہم شارح کی شرح ملتقی مین مجتبی سے منقول ہی کہ موصی نے
وصی کا ایک مشرف مقرر کیا تو وصی تصرف نہ کریگا بدون مشرف کے اور دوسرا قول ضعیف یہ ہی کہ مشرف کو تصرف جائز ہی انتہی اس عبارت سے تفرد
مین تفرد مشرف کا ثابت نہین ہوتا تو شارح کا کلام کما ینبغی نہین ہی فتاوی عالمگیری مین خزانۃ المفتین سے منقول ہی کہ ایک مرد نے دوسرے کو وصی کیا
اور ایک شخص کو اسپر مشرف کیا تو وصی مال رکھنے مین اولی ہی اور مشرف وصی نہین ہو جاتا اور مشرف ہونے کا اثر یہ ہی کہ وصی کا تصرف بلا علم مشرف کے جائز نہین
اس عبارت سے بھی تفرد مشرف کا نہین نکلتا کذا فی الطحطاوی مختصراً ووصی الوصی سواء اوصی الیہ فی مالہ او فی مال موصیہ وقایہ وصی فی الترکتین خلافاً
للشافعی وصی کا وصی دونون ترکون مین وصی ہی برخلاف شافعی کے خواہ وصی نے اسکو اپنے مال مین وصی کیا ہو یا اپنے موصی کے مال مین وصی کیا ہو ہر صورت
دونون ترکون مین وہ وصی ہی کذا فی الوقایہ وصح قسمتہ ای الوصی حال کونہ نائباً عن ورثۃ کبار غیب او صغار مع الموصی لہ بالثلث اور صحیح ہی تقسیم کرنا
کی بالغ غائب وارثون کا نائب ہو کر یا صغیر وارثون کا نائب ہو کر موصی لہ کے ساتھ یعنی جسکے واسطے تہائی مال کی وصیت ہوئی یعنی اگر وارث موجود نہو یا نابالغ ہو
تو وصی کو جائز ہی کہ موصی لہ کو میت کے ترکہ سے تہائی مال بانٹ دے ولا رجوع للورثۃ علیہ ای الموصی لہ ان ضاع قسطہم معہ ای الوصی لصحۃ قسمتہ حینئذ
اور وارثون کو موصی لہ پر رجوع کرنا جائز نہین اگر وارثون کا حصہ تلف ہو گیا ہو وصی کے پاس بسبب صحیح ہو جانے قسمت کے اسوقت مین واما قسمتہ عن الموصی لہ
الغائب او الحاضر بلا اذنہ معہم ای الورثۃ ولو صغاراً زیلعی فلا تصح اور وصی کا قسمت کرنا موصی لہ کی جانب سے نائب ہو کر خواہ موصی لہ غائب ہو یا حاضر ہو بدون
اسکے اذن کے وارثون کے ساتھ تو وہ قسمت صحیح نہین اگرچہ وارث صغیر ہون کذا فی الزیلعی وحینئذ فیرجع الموصی لہ بثلث ما بقی من المال ان ضاع قسطہ
لانہ کالشریک ساعدہ ای مع الموصی فلا یضمن الوصی لانہ امین اور اسوقت مین یعنی جبکہ قسمت مذکورہ صحیح نہوئی تو باقی مال کی تہائی موصی لہ پھیرے جبکہ موصی لہ کا حصہ
ضائع ہو گیا ہو وصی کے پاس اسواسطے کہ موصی لہ شریک کے مانند ہی تو وصی سے ضمان نہ لیگا اسواسطے کہ وہ امین ہی اور اگر وارثون کے پاس مال ضائع ہو گیا تو بقدر
اسکے جو مال باقی تھا اسکی تہائی چاہے وارثون سے لے چاہے وصی سے یہ اسوقت ہی جبکہ قسمت بدون حکم قاضی کے ہوئی ہو اور اگر بحکم قاضی قسمت ہوئی تو صحیح ہی
تو اب رجوع نہوگا کذا فی الطحطاوی وصح قسمۃ القاضی واخذہ قسط الموصی لہ ان غاب الموصی لہ فلا شیئ لہ ان ہلک فی ید القاضی او امینہ اور قاضی کی قسمت
اور اسکو موصی لہ کا حصہ لے رکھنا صحیح ہی اور اگر موصی لہ غائب ہو تو موصی لہ کیواسطے کچھ نہین اگر اسکا حصہ قاضی کے ہاتھ مین یا اسکے امین کے ہاتھ مین تلف ہو گیا ہو تو
وصی اور قاضی مین وجہ فرق یہ ہی کہ قاضی کو غائب پر ولایت ثابت ہی امور نافعہ مین لہذا جسکے تلف ہونے کا خوف ہو اسکی بیع کا قاضی کو اختیار ہی برخلاف
وصی کے وہذا فی المکیل والموزون لانہ افراز وفی غیرہما لا یجوز لانہ مبادلۃ کالبیع وبیع مال الغیر لا یجوز فکذا القسمۃ اور یہ یعنی صحت قسمت قاضی کیلی اور وزنی
چیزون مین ہی اسواسطے کہ قسمت کیلی اور وزنی مین عبارت ہی افراز اور جدا کر دینے سے اور کیلی اور وزنی کے سوا اور مال مین قاضی کی بھی قسمت صحیح نہین
اسلیے کہ وہ تو یہان عبارت ہی مبادلہ سے بیع کے مانند اور غیر کے مال کی بیع جائز نہین تو اسی طرح قسمت بھی جائز نہین وان قاسم الوصی فی
الوصیۃ بحج عن المیت بثلث ما بقی ان ہلک المال فی یدہ او فی ید من دفعہ لیحج خلافاً لہما وقد تقرر فی المناسک اور اگر وارثون کو
قسمت کر دی حج کی وصیت مین تو میت کی طرف سے حج کیا جاوے باقی مال کی تہائی سے اگر حج کرنے کا مال تلف ہو گیا ہو وصی کے ہاتھ یا اسکے ہاتھ سے جسکو وصی
نے مال دیا تھا حج کرنے کو برخلاف صاحبینؒ کے اور بعینہ یہ مسئلہ ثابت ہی مناسک حج کی کتابون مین فلو افرز المیت شیئاً من مالہ للحج فضاع بعد موتہ لا یحج عنہ
بثلث باقیہ لانہ عینہ فاذا ہلک بطلت اور اگر میت نے حج کیواسطے اپنا کچھ مال جدا کر دیا پھر وہ ضائع ہو گیا اسکے مرجانیکے بعد تو میت کی طرف سے حج نہ کیا جاویگا

باقی مال کی تہائی سے اسلیے کہ اسنے توجہ کیواسطے مال کو معین کردیا تھا پھر جب وہ تلف ہوگیا تو وصیت باطل ہوگئی **وصح بیع الوصی عبدا من الترکۃ بغیبۃ**
الغرماء لتعلق حقهم بالمالیۃ اور صحیح ہے بیچنا وصی کا غلام کو ترکہ سے دین والوں کی غیبت میں دین والوں کے واسطے اسلیے کہ انکا حق مالیت سے متعلق ہے
نہ عین متروکہ سے **وضمن وصی باع ما اوصی ببیعہ وتصدق بثمنہ فاستحق العبد بعد هلاک ثمنہ** ای ضیاعہ عندہ لانہ العاقد فالعهدۃ علیہ
اور ضمان دیگا وہ وصی جسنے بیچا اس غلام کو جسکے بیچنے کی اسکو وصیت ہوئی تھی اور وصی نے اسکا ثمن موصی کی طرف سے تصدق کردیا پھر وہ غلام دوسرے شخص کا
مملوک ٹھہرا ثمن خرچ ہو جانے کے بعد وصی کے پاس ضمان کی وجہ یہ ہے کہ وصی ہی تو عاقد ہے بیع کا تو عہدہ عقد کا اسکے ذمہ رہیگا **ورجع الوصی فی الترکۃ کلها**
لا محمد فی الثلث قلنا انہ مغرور فکان دینا حتی لو هلکت الترکۃ او لم تف فلا رجوع وفی الملتقی انہ یرجع علی من تصدق علیہ لان غنمہ لهم فغرمہ علیهم اور وصی رجوع
کریگا تمام ترکہ میں یعنی جسقدر تاوان دیا وہ تمام متروکہ سے بھر لے اور محمد نے کہا کہ ثلث متروکہ سے بھر لے ہم جواب دیتے ہیں امام کی طرف سے کہ وصی نے
دھوکا کھایا میت کے سبب سے تو تاوان دین ٹھہرا میت پر یعنی اور دین کل متروکہ سے متعلق ہوتا ہے نہ ثلث سے تو اگر متروکہ تلف ہوگیا یا کفایت نہیں کرتا
تو رجوع نہوگا اور ملتقی میں یوں مذکور ہے کہ وصی تاوان بھر لے ان فقیروں سے جنپر ثمن کو اسنے خیرات دیا اسلیے کہ فائدہ تصدق کا انکے واسطے ہے تو انکا
نقصان بھی انہیں پر پڑیگا **کما یرجع فی مال الطفل وصی باع ما اصابہ** ای الطفل **من الترکۃ وهلک ثمنہ معہ فاستحق المال المبیع والطفل یرجع علی الورثۃ**
بحصتہ لانتقاض القسمۃ باستحقاق ما اصابہ جیسے کہ رجوع کرتا ہے صغیر کے مال میں وہ وصی جسنے بیچا وہ مال جو صغیر کو ترکہ میت سے پہونچا اور اسکا ثمن تلف ہوگیا
وصی کے پاس پھر مال مبیع غیر کا مستحق نکلا اور صغیر بقدر اپنے حصہ کے باقی وارثوں سے بھر لیگا اسلیے کہ قسمت ٹوٹ گئی اس مال کے استحقاق سے جو صغیر کو پہونچا تھا
وصح احتیالہ بمال الیتیم لو خیرا بان یکون الثانی املاء ولو مثلہ لم یجز قنیہ اور وصی کو حوالہ قبول کرنا مال یتیم کا صحیح ہے اگر یتیم کے حق میں بہتر ہو اسطرح کہ دوسرا
محتال علیہ زیادہ تر مالدار ہو پہلے مدیون سے اور اگر دوسرا پہلے کے مانند ہو مقدور میں تو حوالہ قبول کرنا جائز نہیں کذا فی القنیہ **وصح بیعہ وشراؤہ من اجنبی بما یتغابن**
الناس فیہ لا بما لا یتغابن وهو الفاحش لان ولایتہ نظریۃ فلو باع بہ کان فاسدا حتی یملکہ المشتری بالقبض قہستانی اور صحیح ہے بیع اور خرید وصی کی اجنبی سے
بقدر تغابن مردم نہ بقدر عدم تغابن اور وہ عبارت ہے غبن فاحش سے یعنی اگر وصی کو غبن فاحش ہوا تو وہ بیع صحیح نہیں اسلیے کہ وصی کی ولایت نظر کی
یعنی جسمیں یتیم کے واسطے منفعت ہو تو اگر وصی نے غبن فاحش سے بیع کی تو بیع فاسد ہوگی تو مشتری مبیع کا مالک ہوگا قبضہ کرنے سے کذا فی القہستانی وهذا
اذا تبایع الوصی للصغیر مع الاجنبی واما اذا **باع الوصی او اشتری مال الیتیم من نفسہ فان کان وصی القاضی لا یجوز** ذلک مطلقا لانہ وکیلہ اور یہ یعنی
صحت بیع نہ ہونا بسبب عدم غبن فاحش اسوقت ہے جبکہ وصی نے خرید فروخت کی ہو صغیر کے واسطے غیر شخص کے ساتھ اور اگر وصی نے مال یتیم کی خرید فروخت کی
اپنی ذات سے تو اگر وہ قاضی کی طرف سے وصی ہے تو یہ جائز نہیں مطلقا خواہ غبن ہو یا نہو اسواسطے کہ وصی وکیل ہے قاضی کا یعنی اور فعل وکیل کا بمنزلہ
موکل کے فعل کے ہے اور موکل کا فعل حکم کرنا ہے سو حکم کرنا اپنی ذات کے واسطے درست نہیں کذا فی الطحطاوی **وان کان وصی الاب جاز بشرط منفعۃ**
ظاهرۃ للصغیر وهو قدر النصف زیادۃ او نقصا اور اگر وصی باپ کی طرف سے ہو تو بیع وصی کی اپنی ذات سے جائز ہے بشرطیکہ صغیر کے واسطے ظاهر منفعت
ہو اور وہ یہ ہے کہ بقدر نصف کے ہو زیادتی یا کمی میں هم زیلعی میں منفعت ظاهرہ کی تفسیر یوں مذکور ہے کہ اپنا پندرہ درم کا مال صغیر سے دس درم کو بیع کرے دس
درم کا مال صغیر کا پندرہ درم کو آپ خرید کرے **وقالا لا یجوز** مطلقا اور صاحبین نے کہا کہ باپ کے وصی کی بھی بیع جائز نہیں مطلقا خواہ منفعت ظاهر ہو یا نہو
وبیع الاب مال صغیر من نفسہ جائز بمثل القیمۃ وبما یتغابن فیہ وهو الیسیر **والا لا** اور مال صغیر کو باپ کا بیع کرنا اپنی ذات سے جائز ہے قیمت کے
برابر اور جسقدر میں کہ غبن واقع ہوتا ہے یعنی غبن قلیل اور اگر یہ نہیں تو جائز نہیں وهذا کلہ فی المنقول اما فی العقار فیجیء اور یہ سب تفصیل مسائل مذکورہ
کی مال منقول میں ہے اور غیر منقول جیسا کہ زمین اور دکانات کی خرید فروخت کے احکام آگے مذکور ہونگے **ولو زاد الوصی علی کفن مثلہ فی العدد ضمن الزیادۃ**

اور اگر وصی نے مثل میت کے کفن پر زیادتی کی شمار میں تو وصی تاوان دیگا بقدر زیادت کے مثلاً میت کے ہمسر دو کا کفن تین کپڑون کا ہوتا تھا وصی نے چار کپڑے خرید کیے تو ایک کپڑے کی قیمت کا وصی پر تاوان دینا لازم ہوگا **وفی القیمۃ** وقع الشراء له وضمنه ان دفعه من مال الیتیم ولوالجیہ
اور اگر وصی نے کفن کی قیمت پر زیادتی کی تو یہ خرید وصی کے واسطے واقع ہوگی تو اسوقت مین وصی تاوان دیگا اسکا جو اسنے ثمن دیا ہی یتیم کے مال سے کذا فی الولوالجیہ **وفیها لو دفع المال الی الیتیم قبل ظهور رشده بعد الادراک** فضاع ضمن لانه دفعه الی من لیس له ان یدفع الیه اور
ولوالجیہ مین ہی کہ اگر وصی نے یتیم کو مال دیا اُسکی ہوشیاری ظاہر ہونے سے پہلے بعد اسکے بالغ ہونے کے پھر وہ مال ضائع ہوگیا تو وصی تاوان دیگا اسواسطے کہ اُسنے اُسکو دیا جسکا دینا اُسکو جائز نہ تھا تمام یہ صاحبین رح کا قول ہی تعلیل کی دلیل سے اور امام رح کے نزدیک وصی پر ضمان نہین اگر یتیم کو پندرہ برس کے بعد دیا اسواسطے کہ جب یتیم ۱۵ برس کا ہوا تو وصی کو دینے کا اختیار ہی غیر عقار مین کذا فی الطحطاوی **وجاز بیعه ای الوصی علی الکبیر الغائب فی غیر العقار** لا للدین او خوف ہلاکہ ذکرہ عزمی زادہ معزیا للخانیۃ قلت وفی الزیلعی والقہستانی الاصح لا لانه نادر اور وصی کو بیچنا وارث بالغ غائب پر جائز ہی
مال منقولہ مین مگر ادائے دین کے واسطے غیر منقول کی بیع بھی جائز ہی یا اسکے تلف ہونے کے خوف سے ایسا ذکر کیا ہی عزمی زادہ نے خانیہ کی طرف نسبت کر کے مین کہتا ہون اور زیلعی اور قہستانی مین مذکور ہی کہ صحیح تر قول یہ ہی کہ غیر منقول کی بیع جائز نہین اسواسطے کہ اُسکا تلف ہو جانا کمتر ہی ام اگر میت پر دین مستغرق ہی تو وصی کو بیع کا بالاجماع اختیار ہی اور اگر دین مذکور میت کے سب ترکہ کو محیط نہین تو صاحبین رح کے نزدیک جسقدر دین ہو اُسقدر کی بیع جائز ہی اور امام رح کے نزدیک کل کی بیع جائز ہی کذا فی الطحطاوی عن الحموی **وجاز بیعه عقار صغیر من اجنبی** لا من نفسه بضعف قیمته او لنفقة الصغیر او دین المیت او وصیة
مرسلة لا نفاذ لها الا منه او لکون غلاته لا تزید علی مؤنته او خوف خرابه او نقصانه او کونه فی ید متغلب درر واشباه ملخصا اور صغیر کی عقار یعنی مال غیر منقول کی بیع وصی کو جائز ہی غیر شخص سے نہ اپنی ذات سے اُسکی دونی قیمت پر یا صغیر کے خرچ کے واسطے یا دین میت کے ادا کرنے کے واسطے یا وصیت مرسلہ کے جاری ہونے کے لیے جسکا نافذ و جاری ہونا کہین سے متصور نہین سوائے عقار کے یا اسواسطے کہ عقار کی حاصلات زیادہ نہین ہوتی اُسکے مصارف سے یا اُسکے ویران ہونے یا ناقص ہو جانے کے خوف سے یا اسوجہ سے کہ عقار ظالم سرکش کے ہاتھ مین ہی کذا فی الدرر والاشباہ ملخصا ام وصیت مرسلہ سے مراد وصیت مطلقہ ہی اسطرح پر کہ موصی نے کہا کہ میرا تہائی مال یا چوتھائی مال وصیت ہی تو اب عقار کی بیع جائز ہی کذا فی الدرر **قلت** وهذا لو البائع وصیا لا من قبل ام او اخ فانهما لا یملکان بیع العقار مطلقا مین کہتا ہون اور یہ یعنی جواز بیع عقار صغیر اشباہ و خانیہ مذکورہ میں اس شرط سے ہی کہ بائع ماں یا بھائی کی طرف سے وصی نہو اسواسطے کہ ماں اور بھائی کا وصی عقار صغیر کی بیع کا مالک نہین ہر طرح یعنی مذکورہ اشیاء مستثنیٰ مین نہ اسکے غیر مین ولا شراء غیر طعام وکسوۃ اور ماں اور بھائی کا وصی کسی چیز کے خرید کا مالک نہین سوائے طعام اور لباس صغیر کے **ولو البائع ابا فان محمودا عند الناس او مستور الحال یجوز ابن کمال** اور اگر عقار صغیر کا بائع صغیر کا باپ ہو سو اگر وہ لوگون کے نزدیک معروف اور پسندیدہ ہو یا اسکی خوبی اور بدی کچھ ظاہر نہو تو بیع جائز ہی کذا صرح به ابن کمال **ولا یتجر الوصی فی ماله ای الیتیم لنفسه** فان فعل تصدق بالربح اور وصی سوداگری نکرے یتیم کے مال مین اپنی ذات کے فائدے کے واسطے سو اگر اُسنے اپنے واسطے اس مال مین تجارت کی تو منفعت کو خیرات کر دے **وجاز لو اتجر من مال الیتیم للیتیم** تمامه فی الدرر اور سوداگری جائز ہی اگر وصی تجارت کرے یتیم کے مال مین یتیم کے واسطے اور اسکا پورا بیان درر مین ہی ام درر مین خانیہ سے مذکور ہی کہ وصی کو یتیم کے مال اور میت کے مال مین تجارت کرنا اپنے واسطے جائز نہین اور اگر تجارت کی اور نفع ہوا تو راس المال کا ضمان دے اور نفع خیرات کرے امام رح کے نزدیک اور ابو یوسف رح کے نزدیک نفع وصی کو حلال ہی خیرات نکرے انتہی قلت وفی الاشباہ لا یملک الوصی بیع شیء باقل من ثمن المثل الا فی مسئلة الوصیة ببیع عبده من فلان مین کہتا ہون اور اشباہ مین ہی کہ وصی کسی چیز کی بیع کا مالک نہین ثمن مثل سے کمتر مین مگر ایک مسئلہ وصیت مین اقل ثمن مثل سے بیع جائز ہی یعنی جبکہ موصی نے اپنے غلام کی بیع کی وصیت کی فلانے شخص سے اور فلانا شخص ثمن مثل کی بیع پر راضی نہو تو اب وصی کو ثمن سے کم کرنا درست ہی لیکن ثلث قیمت سے کم کرنا تو بھی درست نہین کذا فی الطحطاوی

وفیہا الکلام فی اجر المثل للمتولی اجر مثل عملہ فلو لم یعمل لا اجر لہ واما وصی المیت فلا اجر لہ علی الصحیح وہذا اذا عین القاضی للمتولی اجرا فان لم یعین وسعی فیہ سنۃ
فلا شیء لہ وعزاہ للقنیۃ ثم ذکر ما یخالفہ فافہم وقد مر فی الوقف واما وصی القاضی فان نصبہ باجر مثلہ جاز انتہی اور اشباہ میں ہے اجرت مثل کے بیان میں
کہ متولی کو اسکے عمل کے برابر اجرت جائز ہے سو اگر اسنے عمل نہ کیا تو اسکو اجرت نہیں ہے اور میت کے وصی کو بنابر قول صحیح کے اجرت نہیں ہے اور یہ یعنی
متولی کے واسطے اجرت مثل کا ثبوت اسوقت ہے جبکہ قاضی متولی کے لیے اجرت معین کردے تو اگر اسنے اجرت معین نہ کی اور متولی نے ایک سال میں
کوشش کی تو اسکے واسطے کچھ اجرت نہیں اور صاحب اشباہ نے اس قول کو قنیہ کی طرف نسبت کیا پھر صاحب قنیہ نے وہ قول ذکر کیا جو اسکے مخالف
ہے یعنی یوں کہا کہ متولی مستحق اجرت ہے اگرچہ قاضی نے اجرت نہ مقرر کی ہو سو اسکو سمجھ لے اور البتہ یہ مسئلہ کتاب الوقف میں گذر گیا اور قاضی کے وصی کا
یہ حکم ہے کہ اگر قاضی نے اسکو اجرت مثل پر مقرر کیا تو جائز ہے انتہی ما فی الاشباہ وفی القہستانی معزیا للذخیرۃ ولو کانوا صغارا وکبارا باع حصۃ الصغار کما مر و
کذا الکبار علی ما مر من التفصیل اور قہستانی میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ اگر وارث چھوٹے اور بڑے ہوں تو وصی چھوٹوں کے حصہ کو بیچ ڈالے چنانچہ صغیر کے
مسائل مستثناۃ میں مذکور ہو چکا اور اسی طرح بالغ وارثوں کے حصے کو بیع کرے بنابر تفصیل گذشتہ کے ہم تفصیل مذکور یہ ہے کہ اداے دین یا اور خوف ہلاکت
میں بیع جائز ہے نہ اسکے سواے میں کذا فی الطحطاوی ونقل عن العمادیۃ ان فی بیعہ للعقار دفاعا اختلاف المشائخ وجوزہ صاحب الہدایۃ لان فیہ استیفاء
ملکہ مع دفع الحاجۃ وان لغیر الوصی التصرف لخوف متغلب وعلیہ الفتوی وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی اور قہستانی نے عمادیہ سے نقل کیا ہے کہ وصی کو عقار بیچنے میں
بطریق بیع الوفا کے مشائخ کا اختلاف ہے اور صاحب ہدایہ نے اسکو جائز کہا ہے اسواسطے کہ اسمیں ملک صغیر کا باقی رکھنا ہے باوجود دفع حاجت کے
اور اسواسطے کہ غیر وصی کو تصرف کرنا ظالم سرکش کے خوف سے جائز ہے اور اسی قول پر فتوی ہے اور اسکا پورا بیان ہمارے ملتقی کی شرح میں مذکور ہے
ولا یجوز اقرارہ بدین علی المیت اور وصی کا اقرار جائز نہیں میت پر دین کا ہے اسواسطے کہ اقرار مقر کے غیر پر حجت نہیں تو مقر لہ کو اسکا لینا بدون
گواہی کے درست نہیں اور اگر وصی دیگا تو اسپر ضمان لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی ولا بشیء من ترکتہ انہ لفلان الا ان یکون المقر وارثا
فیصح فی حصتہ اور نہ وصی کا اقرار کرنا کسی چیز کا میت کے ترکہ سے جائز اسطرح کہ یہ چیز فلانے شخص کی ہے مگر یہ کہ اقرار کرنے والا وارث ہو میت کا
تو اقرار صحیح ہوگا فقط مقر کے حصہ میں نہ باقی ورثہ کے حصوں میں ولو اقر الوصی بعین لآخر ثم ادعی انہ للصغیر لا یسمع درر اور اگر وصی نے کسی چیز
معین کا اقرار دوسرے شخص کے واسطے کیا پھر دعوی کیا کہ وہی چیز صغیر کی ہے تو اسکا دعوی مسموع نہوگا کذا فی الدرر یعنی تناقض کی وجہ سے وصی
ابی الطفل احق بمالہ من جدہ وان لم یکن وصیہ فالجد کما تقرر فی البحر اور صغیر کے باپ کا وصی زیادہ تر حقدار ہے صغیر کے مال میں تصرف کرنے کا
صغیر کے دادا سے اور اگر اسکا وصی نہو تو دادا احق ہے چنانچہ کتاب البحر میں ثابت ہو چکا ہے وفی المنیۃ لیس للجد بیع العقار والعروض لقضاء الدین وتنفیذ الوصایا
بخلاف الوصی فان لہ ذلک اور منیہ میں ہے کہ دادا کو عقار کی اور اسباب کی بیع اداے دین کے واسطے اور وصیتوں کے جاری کرنے کیواسطے جائز نہیں
برخلاف وصی کے کہ اسکو یہ درست ہے

فصل فی شہادۃ الاوصیاء یہ فصل ہے وصیوں کی گواہی کے مسائل میں ہم اس فصل میں شہادت اوصیاء کے سوا اور مسائل بھی بہت مذکور ہیں
تو یوں کہنا بہتر تھا فصل فی شہادۃ الاوصیاء وغیر ذلک وبطلت شہادۃ الوصیین لوارث صغیر بمال مطلقا او کبیر بمال المیت اور باطل ہے
گواہی دو وصیوں کی وارث صغیر کے مال کی ہر طرح خواہ صغیر کو میراث سے مال ملا ہو یا ہبہ وغیرہ سے یا وارث بالغ کے حق میں وصیوں کی گواہی میت کے
مال کی باطل ہے اسواسطے کہ صغیر کے ہر مال میں وصی کا تصرف جاری ہے اور بالغ کے مال میت میں وصی کو حفاظت کی ولایت ہے وارث کی غیبت میں تو اس تہمت
سے اسکی گواہی باطل ٹھہری وصحت شہادتہما بغیرہ ای بغیر مال المیت لانقطاع ولایتہما عنہ فلا تہمۃ حینئذ اور صحیح ہے گواہی ان دونوں کی بغیر مال میت کے بسبب

میت کا وارث ہو یا نہو خواہ وصیت شدہ ہو یا لا لیعا کذا فی الطحطاوی مختصراً کوکیل ادی الثمن من مالہ فان لہ ان یرجع چنانچہ وہ وکیل جسنے ثمن ادا کیا اپنے
مال سے سو اسکو موکل کے مال سے بھر لینا جائز ہے وکذلک الوصی اذا اشتری کسوۃ للصغیر او اشتری ما ینفق علیہ من مال نفسہ فانہ یرجع اذا اشہد
علی ذلک اور اسی طرح وصی جبکہ صغیر کے واسطے لباس خرید کرے اپنے مال سے یا وہ چیز خریدے جسکو صغیر پر خرچ کرتا ہے تو وصی صغیر کے مال سے بھر لے جبکہ اسپر
اسنے گواہ کرلیا ہو یعنی اسپر شاہد مقرر کیا ہو کہ مین اپنا مال بطور قرض کے صرف کرتا ہون یا صغیر کے مال سے بھر لونگا وفی البزازیۃ وانما شرط الاشہاد لان قول
الوصی فی حق الانفاق یقبل لا فی حق الرجوع بلا اشہاد انتہی فلیحفظ قلت لکن فی القنیۃ والخلاصۃ والخانیۃ لہ ان یرجع بالثمن وان لم یشہد بخلاف الابوین
دیکھو ماالفیدہ قنیۃ بزازیہ مین ہے کہ گواہ کرنا تو اسی واسطے مشروط ہوا کہ وصی کا قول حق انفاق مین تو مقبول ہے نہ حق رجوع مین بدون گواہ کرنے کے
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے مین کہتا ہون لیکن قنیہ اور خلاصہ اور خانیہ مین ہے کہ وصی کو ثمن کا بھر لینا جائز ہے اگرچہ اسنے گواہ نہ کرلیا ہو برخلاف مان باپ
کے کہ انکو رجوع بلا اشہاد جائز نہیں اور آگے وہ آوے گا جو اسکا مفید ہے تو خبردار رہنا ہم شہر بلالیہ مین ہے کہ ہمارے علما کا کلام رجوع مطلق یا رجوع
شہادت مین مضطرب ہے اور یہ اسقدر راک طعام اور لباس کی طرف راجع ہے اسواسطے کہ والدین کی عادت مین طعام اور لباس اولاد کا تبرع ہوتا ہے
کذا فی الطحطاوی او قضی دین المیت الثابت شرعا او کفنہ او ادی خراج الیتیم او عشرہ من مال نفسہ یا وصی نے وہ دین میت کا جو شرعاً اسپر
ثابت ہے ادا کیا یا اسکو کفن دیا یا یتیم کا خراج یا عشر اپنے مال سے ادا کیا او اشتری الوارث الکبیر طعاما او کسوۃ للصغیر او کفن الوارث المیت
او قضی دینہ من مال نفسہ فانہ یرجع ولا یکون متطوعا یا وارث بالغ نے صغیر کے واسطے طعام اور لباس خرید کیا اپنے مال سے یا وارث نے میت کو کفن دیا
یا اسکا دین ادا کیا اپنے مال سے تو میت کے متروکہ سے بھر لے گا اور متبرع نہوگا یعنی اسکا مال بلا عوض نہ ٹھہرے گا ولو کفن الوصی المیت من مال نفسہ
قبل قولہ فیہ قیل ہو مستدرک بقولہ او کفنہ اور اگر وصی نے میت کو کفن دیا اپنے مال سے تو اسکا قول اسمین مقبول ہوگا شارح نے کہا کہ بعضون نے
کہا کہ یہ ماتن کا قول زائد اور مکرر ہے بقول ماتن او کفنہ حلبی در اختار کے محشی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ قبل کو حذف کرتا یعنی اسواسطے کہ
اس قول کا مکرر مذکور ہونا صریح ہے طحطاوی محشی نے کہا اسکا جواب یون ممکن ہے کہ ماتن کی مراد یہ ہے کہ دونون یعنی وارث اور وصی کفن کے مجرا دینے مین
متروکہ سے متفق ہین لیکن بمقدار قیمت مین مختلف ہین تو اب وصی کا قول مقبول ہوگا تو یہ قول ماتن کے قول سابق سے متغایر ٹھہرا فتامل انتہی ولو باع
الوصی شیئا من مال الیتیم ثم طلب منہ باکثر مما باعہ رجع القاضی فیہ الی اہل البصیرۃ والامانۃ ان اخبرہ اثنان منہم انہ باع بقیمتہ و
ان قیمتہ ذلک لا یلتفت القاضی الی من یزید اور اگر وصی نے مال یتیم کا بیچا پھر وصی سے مال مبیع کی طلب ہوئی اسکے بیچنے سے زیادہ ثمن کو تو قاضی
اسمین اہل بصیرت اور اہل امانت کی طرف رجوع کرے اگر ستارین واقف کارون مین سے دو شخص اسکو خبر دین کہ وصی نے مال یتیم کو اسکی قیمت کے موافق
بیع کیا اور اس مال کی یہی قیمت ہے تو قاضی التفات نہ کرے اس شخص کی طرف جو زیادہ ثمن دیتا ہے وان کان فی المزایدۃ یشتری باکثر وفی السوق باقل
لا ینقض البیع لذلک ای لاجل تلک الزیادۃ بل یرجع الی اہل البصیرۃ فان اجتمع رجلان منہم علی شئ یؤخذ بقولہما عند محمد وکفی قول واحد فی
ذلک عندہما کما فی التترخانیۃ اور اگر مزایدہ مین یعنی جہان بیع من یزید ہوتی ہو جسکو بالفعل کے عرف مین نیلام بولتے ہین وہ مال خرید ہوتا ہو زیادہ ثمن سے اور بازار مین کمتر
سے تو وصی کی بیع کو قاضی نہ توڑے اس زیادت کے سبب سے بلکہ رجوع کرے واقف کار لوگون کی طرف بلکہ اگر لوگون مین سے دو مرد متفق ہون ایک چیز پر تو انھین دونون
کا قول لیا جاوے محمدؒ کے نزدیک اور ایک مرد کا قول کفایت کرتا ہے امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک جیسے تزکیہ شہود مین کافی ہے وعلی ہذا قیم الوقف اذا اجر مستغل
الوقف ثم جاء آخر یزید فی الاجر الکل فی الدرر منح الثانیۃ وعلی ہذا القیاس متولی وقف نے جبکہ وقف کی کرایہ والی چیز کرایہ کو دی پھر دوسرا شخص آیا زیادہ
کرایہ دینے کو تو نقض اجارہ نہوگا بدون قول اہل البصیرت کے یہ سب مسائل درر مین مذکور ہین فتاوے قاضیخان سے منقول فروع مسائل ملحقہ شارح کے

یقبل قول الوصی فیما یدعیہ من الانفاق بلا بینۃ الا فی ثنتی عشرۃ مسئلۃ علی ما فی الاشباہ وصی کا قول خرچ کرنے کے دعوی مین بدون گواہون کے مقبول ہے مگر بارہ مسئلون مین مقبول نہین چنانچہ اشباہ مین مذکور ہین ہم مسائل مذکورہ کو شارح اب ذکر کرتا ہے ادعی قضاء دین المیت پہلا مسئلہ یہ ہے کہ وصی نے دین میت کے ادا کرنے کا دعوی کیا ہم صورت اسکی یہ ہے کہ وصی نے دعوی کیا کہ مین نے موصی کا دین اپنے مال سے ادا کیا اور یتیم اسکی تکذیب کرتا ہے اور اُسکے ادا کرنے پر گواہ نہین ہین تو قول وصی کا مقبول نہوگا او ادعی قضاءہ من مالہ بعد بیع الترکۃ قبل قبض ثمنہا دوسرا مسئلہ یہ ہے یا دعوے کیا اداے دین میت کا اپنے مال سے بعد ترکہ بیچنے اور اسکے ثمن قبض کرنے سے پہلے او ان الیتیم استہلک مال آخر فدفع ضمانہ تیسرا مسئلہ یہ ہے یا دعوی کیا کہ یتیم نے دوسرے کا مال ضائع کیا سو وصی نے اسکا تاوان دیا ہم صورت اسکی یہ ہے کہ وصی نے یتیم سے کہا کہ تو نے اس مرد کا مال طفلی مین اتنا تلف کیا تھا اور مین نے تیری طرف سے ادا کیا تھا سو یتیم نے اسکی تکذیب کی تو یتیم کا قول مقبول ہوگا اور وصی ضامن ہے سب کے نزدیک کذا فی الطحطاوی او اذن لہ بتجارۃ فرکبتہ دیون فقضاہا عنہ چوتھا مسئلہ یہ ہے یا دعوی کیا کہ وصی نے یتیم کو تجارت کا اذن دیا سو یتیم پر لوگون کے دین ثابت ہوگئے سو وصی نے انکو ادا کیا یتیم کی طرف سے او ادی خراج ارضہ فی وقت لا تصلح للزراعۃ پانچوان مسئلہ یہ ہے یا دعوی کیا کہ اسنے یتیم کی زمین کا خراج ادا کیا ایسے وقت مین کہ زمین زراعت کے لائق نہ رہی ہم تو اگر زمین زراعت کے لائق ہو خصومت کے دن تو بالاتفاق وصی کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا بشرطیکہ وصی اور یتیم متفق ہون موت موصی کے وقت پر کذا فی الطحطاوی او جعل عبدہ الآبق چھٹا مسئلہ یہ ہے یا دعوی کیا یتیم غلام گریختہ کے پکڑلانے والے کے انعام دینے کا ہم یہ محمد کا قول ہے اور ابو یوسف کے نزدیک وصی کا قول مقبول ہے اور اگر وصی نے کسی شخص کو غلام کے لانے پر بطور اجارہ کے مقرر کیا تو بالاتفاق وصی کا قول مقبول ہے کذا فی الحموی والطحطاوی او فداء عبدہ الجانی ساتوان مسئلہ یہ ہے یا دعوی کیا یتیم کے غلام قاتل کے فدیہ دینے کا او الانفاق علی محرمہ آٹھوان مسئلہ یہ ہے یا دعوی کیا یتیم کے محرم پر خرچ کرنے کا ہم صورت اسکی یہ ہے کہ وصی نے یتیم سے کہا کہ قاضی نے تیرے اندھے بھائی کے واسطے اتنا ماہانہ تیرے مال سے مقرر کیا اور مین نے اسکو ۱۰ برس سے ادا کیا اور یتیم نے کہا کہ اور کسی قاضی نے یہ حکم نہین کیا تو یتیم کا قول مقبول ہوگا اور وصی ضامن ہے سب کے نزدیک کذا فی الطحطاوی عن تتارخانیہ او علی رقیقہ الذین ماتوا نواں مسئلہ یہ ہے یا دعوی کیا خرچ کرنے کا یتیم کے ان غلامون پر جو مر گئے ہم یہ قول ہے محمد کا اور ابو یوسف کے نزدیک وصی کا قول مقبول ہے اور اگر غلام زندہ ہون تو بالاتفاق وصی کا قول مقبول ہے کذا فی الطحطاوی او الانفاق علیہ مما فی ذمتہ یا وصی نے دعوی کیا یتیم پر اُس مال سے خرچ کرنے کا جو وصی پر واجب الادا تھا ہم یہ مسئلہ اشباہ مین مذکور نہین اور اگر اسکو شمار کیجیے تو تیرہ مسئلے ہوتے ہین وجہ اس مسئلہ کی یہ ہے کہ وصی چاہتا ہے کہ مین اداے دین سے فارغ الذمہ ہو جاؤن تو اسکی تصدیق بدون شہادت کے نہوگی کذا فی الطحطاوی وکذا من مال نفسہ حال غیبۃ مالہ واراد الرجوع دسوان مسئلہ یہ ہے اور اسی طرح وصی نے دعوی کیا خرچ کرنے کا یتیم پر اپنے مال سے جبکہ یتیم کا مال حاضر نہ تھا اور اسنے پھیر لینے کا ارادہ کیا ہم بشرطیکہ وصی نے اسپر گواہ نہ کیا ہو کہ مین اپنا مال خرچ کرتا ہون پھیر لینے کے واسطے اور اگر اسنے اسپر گواہ کر لیا ہو تو رجوع جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن تتارخانیہ و انہ زوج الیتیم امرأۃ ودفع مہرہا من مالہ وہی میتۃ گیارھوان یہ مسئلہ ہے یا دعوے کیا کہ اسنے یتیم کا نکاح کر دیا ایک عورت سے اور اسکا مہر ادا کیا اپنے مال سے اور حالانکہ وہ عورت زندہ نہین ہے الثانیۃ عشر اتجر وربح ثم ادعی انہ کان مضاربا بارھوان مسئلہ یہ ہے کہ وصی نے تجارت کی اور فائدہ حاصل کیا پھر دعوے کیا کہ اسنے بطور مضاربت کے تجارت کی ہم یہان بھی عدم اشہاد شرط ہے اور اگر وصی نے مضاربت پر گواہ کر لیا ہو تو نفع مین شریک ہوگا کذا فی الطحطاوی والاصل ان کل شئی کان مسلطا علیہ فانہ یصدق فیہ وما لا فلا اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ مین یہ ہے کہ جس چیز پر وصی مسلط ہو تو اسمین اسکی تصدیق کیجاوے گی اور جسپر وہ مسلط اور متعین نہین تو اسمین اسکی بلا شہادت تصدیق نہوگی ہم تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ جبکہ ظاہر حال اسکا مکذب نہو کذا فی الحموی نصب القاضی وصیا فی سبعۃ مواضع مبسوطۃ فی الاشباہ قاضی میت کی طرف سے وصی کو مقرر کرے ان سات مقامون مین جو اشباہ مین

مسئلے مذکور ہیں جو نصب وصی کا طریقہ یہ ہے کہ قاضی کے روبرو گواہی دیں کہ فلان شخص مر گیا اور اُسنے کوئی وصی قائم نہیں کیا سو اگر قاضی نے وصی مقرر کیا
پھر میت کا کوئی وصی ظاہر ہوا تو میت کا وصی وہی وصی ہے نہ قاضی کا وصی اور نصب وصی کا اختیار فقط اُس قاضی القضاۃ کو ہے جسکو سلطان کی طرف سے
اُسکی اجازت ہو کذا فی الاشباہ ومنہا اذا کان للمدیون دین او علیہ او لتنفیذ وصیۃ منجملہ مواضع سبعہ کے یہ تین مقام ہیں جب کہ میت کا دین ہو کسی شخص پر
یا کسی شخص کا دین ہو میت پر یا وصیت جاری کرنے کے واسطے وزاد فی الجواہر موضعین آخرین اشتری الاب من طفلہ شیئا فوجدہ معیبا ینصب القاضی
وصیا لیردہ علیہ اور زیادہ ہو الجواہر حاشیہ اشباہ میں دو مقام اور زیادہ مذکور کیے ہیں ایک یہ کہ باپ نے اپنے طفل سے کوئی چیز خریدی پھر اُسمیں عیب پایا تو
قاضی وصی کو مقرر کرے تاکہ باپ وہ چیز عیب ناک اُسکو پھیر دے واذا احتیج لاثبات حق صغیر ابوہ غائب غیبۃ منقطعۃ بغیب والاطلاق وغرابہا جمع الفتاوی
اور جبکہ اُس صغیر کے اثبات حق کی حاجت ہو جسکا باپ غائب ہے بطریق غیبت منقطعہ کے تو قاضی وصی کو قائم کرے اور اگر غیبت منقطعہ نہو تو وصی مقرر
نہ کرے اور صاحب زواہر نے ان دونوں مسئلوں کو مجمع الفتاوی کی طرف نسبت کیا ہے غیبت منقطعہ وہ ہے کہ ایسے مکان میں ہو جہان قافلہ آتا جاتا نہو یہ
مستفاد ہوتا ہے شرح حموی سے اور فقہا نے غیبت منقطعہ کی تفسیر کا اختلاف کتاب النکاح میں مذکور کیا ہے بعضون نے کہا کہ غیبت منقطعہ وہ ہے کہ ایسے
مکان میں ہو جہان قافلہ نجاتا ہو مگر سال میں ایکبار یہ قول قدوری کا مختار ہے اور بعضون نے کہا کہ ایک مہینا یا زیادہ کی مسافت ہو اور بعضون نے
کہا کہ وہ شخص ایک شہر میں نہ ٹھہرتا ہو چلا پھرا کرتا ہو یا مفقود الخبر ہو اور بعضون نے کہا ۲۵ منزل ہو اور بعضون نے کہا ۲۰ منزل اور بعضون نے کہا کہ ایک شہر مشرق میں
ہو اور دوسرا مغرب میں کذا فی الطحطاوی وصی القاضی کوصی المیت الا فی ثمان لیس لوصی القاضی الشراء لنفسہ ولا ان یبیع ممن لا تقبل شہادتہ لہ قاضی کا وصی
میت کے وصی کے برابر ہے مگر آٹھ جگہ میں اُسکے برابر نہیں ایک یہ ہے کہ وصی قاضی کو خرید کرنا اپنی ذات کیواسطے متروکہ سے جائز نہیں دوسری صورت
یہ ہے بیچنا اُس شخص سے جسکے حق میں وصی کی گواہی مقبول نہیں درست نہیں ولا ان یقبض الا باذن مبتدا من القاضی تیسری صورت یہ ہے اور جائز نہیں اسکو
قبضہ کرنا مگر قاضی کے دوسرے اذن سے یعنی اگر قاضی نے خصومت کیواسطے صغیر کی طرف سے وصی کیا تو بعد فیصلہ کے وصی اُس چیز پر قبضہ نکرے تا وقتیکہ قاضی قبض
کا اذن جدید نہ دے برخلاف وصی میت کے اور اگر نصب وصی کے وقت خصومت و قبض دونوں کا اذن دیا ہے تو اذن جدید کی حاجت نہیں ولا ان یوجر
الصغیر بعمل یا چوتھی صورت یہ ہے اور جائز نہیں کہ وصی قاضی صغیر سے کسی کام کی چاکری کروادے ولا ان یجعل وصیا عند موتہ پانچوین صورت یہ ہے اور وصی قاضی
کو جائز نہیں یہ کہ اپنی موت کے وقت دوسرے کو وصی کرے ولو خصصہ القاضی تخصص چھٹی صورت یہ ہے اور اگر قاضی نے وصی کو خاص کردیا یعنی ایک
نوع میں وصی کیا تو وہ مخصوص ہو جائیگا یعنی جمیع انواع میں وصی نہوگا برخلاف باپ کے وصی کے کہ وہ قائم مقام ہے باپ کے کذا فی الطحطاوی ولو نہاہ عن بعض
التصرفات عمہ تنبیہ ساتوین صورت یہ ہے اور اگر قاضی وصی کو بعض تصرفات سے روک دے تو اُسکا رکنا صحیح ہے برخلاف نہی میت کے کذا فی الاشباہ عن البزازیہ ولہ
عزلہ ولو عدلا آٹھوین صورت یہ ہے اور قاضی کو جائز ہے معزول کرنا اُسکا اگرچہ قاضی کا وصی متقی ہو کذا فی الاشباہ عن القنیۃ خلافا للیتیمیۃ بخلاف وصی المیت فی ذلک
کلہ برخلاف وصی میت کے ان سب آٹھون مسئلوں میں و فی الخزانۃ وصی وصی القاضی کوصیہ والوصیۃ عامۃ انتہی وبحمل التوفیق اور خزانہ میں ہے قاضی کے وصی کا
وصی قاضی کے وصی کے برابر ہے اگر قاضی کی وصیت عامہ ہو انتہی یا فی الاشباہ اور اس شرط سے اختلاف دونوں قولون کا دفع ہو گیا ہم یعنی یتیمیہ اور خزانہ کا اختلاف
دفع ہو گیا اشباہ میں پانچوین صورت یتیمیہ سے منقول ہے کہ قاضی کے وصی کو اپنی موت کے وقت دوسرے کو وصی کرنا جائز نہیں اور خزانہ سے نقل کیا کہ جائز ہے
بشرط وصیت عامہ کے تو اختلاف رفع ہو گیا یعنی عدم جواز ہے وصیت خاصہ میں اور جواز ہے وصیت عامہ میں و فی الفتاوی الصغری تبرعہ فی مرضہ انما ینفذ
من الثلث عند عدم الاجازۃ الا فی تبرعہ فی المنافع فینفذ من الکل بان آجر باقل من اجرۃ المثل لانہا تبطل بموتہ فلا اضرار علی الورثۃ وفی حیاتہ لا ملک
لہم لکن فی العمادیۃ انہا من الثلث فاعلم روایتان اور فتاوی صغری میں ہے کہ مریض کا تبرع اور احسان کرنا مرض میں نافذ نہیں ہوتا مگر ثلث

متروکہ میں درحال عدم اجازت وارثوں کے مگر اسکے منافع کے تبرع میں سو کل متروکہ سے نافذ ہوگا اسطرح کہ اسنے گھر وغیرہ اجرت مثل سے کمتر اجرت پر
اجارہ دیا یعنی اسکی اجرت مثلاً سو درم تھی سو اسنے ۵۰ درم کو اجارہ دیا تو یہ جائز و نافذ ہی اسلیے کہ اجارہ مذکور مریض کی موت سے باطل ہوگا تو وارثوں کو
ضرر رسانی نہیں ہی اور اسکی حیات میں تو وارثوں کی کچھ ملکیت نہیں لیکن عمادیہ میں ہی کہ منافع کا تبرع ثلث متروکہ سے نافذ ہی تو شاید کہ اسمیں دو
روایتیں ہیں باع مال الیتیم او ضیعۃ و المشتری مفلس بحیث لو علم به لم یبعه ایام خیار فان نقد والا فسخ وصی نے یتیم کا مال منقول یا غیر منقول بیچا اور خریدار مفلس ہی تو
وصی تین دن یا مدت ٹھہرا دے سو اگر خریدار تین دن کے اندر ثمن حاضر کرے تو بہتر ہی ورنہ بیع کو فسخ کرے فان انکر الشراء و قد قبض یرفع الوصی الامر
للحاکم فیقول ان کان جرت بینکما بیع فقد فسخته پھر اگر مفلس خریدار خرید کا منکر ہوا اور حالانکہ وہ مبیع پر قبضہ کرچکا ہی تو وصی اس امر کی حاکم کے پاس نالش کرے
تو حاکم یوں کہے کہ اگر تم دونوں میں بیع واقع ہوئی ہو تو البتہ میں نے اس بیع کو فسخ کر دیا ہم اس قول کا فائدہ یہ ہی کہ اگر مشتری بعد فسخ کے خریداری
کا دعوی کرے اور گواہ لاوے تو اسکا دعوی مسموع نہوگا کذا فی الطحطاوی قبل الوصایۃ ثم اراد عزل نفسه لم یجز الا عند الحاکم وصی نے وصی ہونا قبول کیا
پھر اپنی ذات کو معزول کرنا چاہا تو یہ جائز نہیں مگر حاکم کے نزدیک ہم حاکم کو لازم ہی کہ اگر وصی کو امانتدار اور ہوشیار جانے تو معزول نکرے اور اگر اسکو عاجز یا
کثیر الاشتغال جانے تو اسکو خارج کرے اور حیلہ اخراج کا دو طرح پر ہی ایک یہ کہ موصی اسکو وصی مقرر کرے اس شرط پر کہ جب وصی چاہے آپ کو معزول کرے دوسری
صورت یہ ہی کہ وصی میت پر دین کا دعوی کرے اور حاکم اسکو متہم کرکے معزول کر دے اور یہ ابو یوسف کا قول ہی اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الطحطاوی دفع للیتیم ماله بعد
بلوغه و اشهد الیتیم علی نفسه انه لم یبق له من ترکة والده الا قلیل ولا کثیر الا استوفاه ثم ادعی شیئا فی ید الوصی انه من ترکة ابیه و برهن تسمع وصی نے یتیم کو اسکا مال اسکے بالغ ہونے کے
بعد حوالہ کیا اور یتیم نے اپنی ذات پر گواہ کر دیا کہ اسکے باپ کے متروکہ سے کچھ باقی نہیں رہا وصی کے پاس نہ کم نہ زیادہ پھر یتیم نے وصی کے پاس کسی چیز کا دعوی
کیا کہ وہ چیز میرے باپ کے متروکہ سے ہی اور گواہوں سے اسکو ثابت کیا تو اسکا دعوی مسموع ہوویگا ہم یہ تھا ابراء عموم نہیں نہ شخص معلوم سے نہ قبول سے
تو یہ فقط اقرار ہی جو ابراء کا مستلزم نہیں تو یہ اسکے دعوی کا مانع نہیں برخلاف اس ابراء کے جو مجہول سے ہو معلوم کے واسطے یعنی شخص معین سے جیسے عمرو
کا ابراء ہے اسطرح کہ مثلاً زید عمرو سے کہے کہ جو تیرا حق میرے اوپر ہی اسکو مجھے حلال اور معاف کر دے سو عمرو نے اسی طرح کہا تو زید بری الذمہ ہوگیا
اور یہ ابراء صحیح ہی خواہ معلوم اور غیر معلوم سب سے اسی قول پر فتوی ہی کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیہ مختصرًا للوصی الاکل والرکوب بقدر الحاجة قال تعالی
ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف وصی کو یتیم کے مال سے کھانا اور اسکی سواری پر سوار ہونا بقدر حاجت کے جائز ہی حق تعالی نے فرمایا اور جو محتاج ہو تو
چاہیے دستور کے موافق کھاوے ہم کھانا اور سوار ہونا مقید بمدت سعی کے ہی یعنی جسقدر مدت حاجات یتیم میں کوشش کرتا ہی اسی قدر مدت تک کھانا اور
سوار ہونا درست ہی نہ ہر وقت کذا فی العالمگیریہ وله ان ینفق فی تعلیم القرآن والادب ان تاهل لذلک اور وصی کو جائز ہی کہ تعلیم قرآن اور ادب میں خرچ
کرے اگر یتیم اسکا اہل ہووے ہم شاید کہ ادب سے مراد علوم ادبیہ ہیں کہ انھیں کی تعلیم ہوتی ہی انتہی علوم ادبیہ سے مراد صرف اور نحو اور علم فصاحت اور بلاغت کا ہی
یعنی اگر یتیم خاندان علم سے ہی تو وصی خرچ کرکے اسکو تمام قرآن اور علوم مذکورہ پڑھا دے والا ینفق علیه بقدر ما یتعلم القراءة الواجبة فی الصلوۃ مجتبی اور اگر
یتیم اہل علم سے نہو تو وصی کو چاہیے کہ اسپر اسقدر خرچ کرے کہ قراءت واجبہ نماز کی سیکھ جاوے یعنی جسقدر نماز میں قرآن پڑھنا واجب ہی اسقدر اسکو سکھا دے
کذا فی المجتبی و فیه جعل للموصی مشرفا لم یتصرف بدونه وقیل للمشرف ان یتصرف اور مجتبی میں ہی کہ وصی کے واسطے مشرف مقرر ہوا تو وصی بدون اسکے تصرف
متروکہ میں نکرے اور بعضوں نے کہا کہ مشرف کو تصرف کرنا یعنی بدون وصی کے درست ہی ہم اس مسئلہ کا بیان باب الوصی میں مفصل مذکور ہو چکا و
فیه للاب اعارة طفله اتفاقا لا ماله علی الاکثر اور مجتبی میں ہی کہ باپ کو اپنے طفل کا عاریت دینا جائز ہی بالاتفاق نہ اسکے مال کو عاریت دینا بنا بر اکثر روایات
کے وفیه یملک الاب لا الجد عند عدم الوصی ما یملکه الوصی اور مجتبی میں ہی کہ وصی نہونے کے وقت باپ مالک ہی اس چیز کا جسکا وصی مالک ہوتا ہی اور دادا مالک

فرمایا کہ میں نے ایسا قاضی نہیں دیکھا جو پیشاب کا اندازہ کرتا ہو پیمانہ سے کذا فی الطحطاوی ہذا قبل البلوغ فان بلغ و خرجت لحیتہ او وصل الی المرأۃ او احتلم
کما یحتلم الرجل فرجل یہ تفصیل مذکور قبل از بلوغ کے ہے پھر اگر وہ بالغ ہوا اور اسکے داڑھی نکلی یا وہ کسی عورت سے ملا یعنی جماع کیا یا اسکو احتلام ہوا جیسے مرد کو احتلام
ہوتا ہے تو وہ مرد ہے وان ظہر لہ ثدی او لبن او حاض او حبل او امکن وطیہ فامرأۃ اور اگر اسکے پستان ظاہر ہوئے یا دودھ نکلا یا اسکو حیض آیا یا اسکو
حمل رہا یا جماع اسکا ممکن ہے تو وہ عورت ہے ہم ظہور لبن سے مراد یہ ہے کہ دونوں پستانوں سے عورتوں کے مانند دودھ نکلے اسواسطے کہ مرد کی بھی چھاتیوں سے کبھی دودھ
نکلتا ہے ایسا مستفاد ہوتا ہے شرح وہبانیہ سے اور جوہرہ میں ہے کہ اگر کوئی کہے کہ ظہور پستان علامت مستقلہ ہے تو دودھ کے ذکر کرنے کی حاجت نہ تھی اسکا جواب
یہ ہے کہ گاہے دودھ نکلتا ہے اور پستان ظاہر نہیں ہوتی یا ایسی پستان ظاہر ہوتی ہے جو مرد کی پستان سے تمیز نہیں ہوتی جب دودھ اترا تو تمیز واقع ہوگئی اور امکان
حمل کی یہ صورت ہے کہ خنثیٰ نے منی روئی میں لیکر اپنی فرج میں داخل کی اور امکان وطی کی یہ صورت ہے کہ عورتوں نے اسکو دیکھا اور کہا کہ اس سے وطی ممکن ہے واللہ اعلم
کذا فی الطحطاوی وان لم تظہر لہ علامۃ اصلا او تعارضت العلامات فمشکل لعدم المرجح اور اگر اسکی کوئی بھی علامت مذکورہ ظاہر نہ ہوئی یا علامات میں
تعارض واقع ہوا تو وہ خنثیٰ مشکل ہے عدم مرجح کی وجہ سے ہم تعارض علامات کی مثلاً یہ صورت ہے کہ پستان ابھرے اور داڑھی نکلی ایک ساتھ یا ذکر سے منی نکلی اور فرج
سے ساتھ ہی حیض جاری ہوا یا پیشاب نکلا فرج سے اور منی نکلی ذکر سے ساتھ ہی کذا فی القہستانی وعن الحسن انہ تعد اضلاعہ فان ضلع المرأۃ تزید علی ضلع الرجل بواحد ذکرہ
الزیلعی اور حسن بصری سے مروی ہے کہ خنثیٰ کی پسلیاں شمار کیجاویں اسواسطے کہ عورت کے ایک پسلی زیادہ ہوتی ہے مرد کی پسلیوں سے ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے ہم اس میں اختلاف
ہے کہ کس جانب کی پسلی زیادہ ہوتی ہے مشہور یہ ہے کہ بائیں طرف کی ہوتی ہے اور اسمیں اختلاف ہے کہ مرد کی سولہ پسلیاں اور عورت کی سترہ یا مرد کی سترہ اور عورت کی
اٹھارہ بعضوں نے کہا کہ مشاہدہ اسکے مخالف ہے اور اہل تشریح نے کہا کہ مرد اور عورت دونوں کی پسلیاں برابر ہیں اور بنا بر قول زیادت اضلاع کی وجہ اسکی یوں
مذکور ہے کہ حضرت حوا حضرت آدم علیہما السلام کی ایک پسلی سے مخلوق ہوئیں تو سب مرد ابو البشر علیہ السلام کے منوال پر جاری رہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی مختصراً
وحینئذ فیؤخذ فی امرہ بما ہو الاحوط فی کل الاحکام اور اسوقت میں یعنی درصورت اشکال اور عدم ترجیح کے وقت تو عمل کیا جاویگا خنثیٰ مشکل کے امر میں اس
چیز کے ساتھ جسمیں زیادہ تر احتیاط ہے تمام احکام میں قلت ولکن قدمنا انہ لا یجب الغسل بالایلاج فیہ وانہ لا تعلق التحریم بلبنہ فنیہ میں کہتا ہوں لیکن ہم نے اول کتاب
میں مذکور کیا کہ خنثیٰ مشکل میں ادخال سے غسل واجب نہیں ہوتا اور اسکے دودھ سے تحریم متعلق نہیں ہوگی [illegible] یعنی ان دونوں صورتوں میں عمل بہ احتیاط
نہیں ہے ہم یہاں اعتراض وارد ہوتا ہے کہ عنقریب گذرا کہ امکان وطی سے انوثت ثابت ہوتی ہے تو وہ خنثیٰ مشکل نہ رہا اسکا جواب یہ ہے کہ بعد تحقق انوثت کے
دوسری علامت معارض ہوگی چنانچہ داڑھی نمود ہوگئی تو اشکال ثابت ہوگیا اور اسی طرح دودھ میں کلام ہے کذا فی الطحطاوی فیقف بین صف الرجال والنساء
سو بنا بر عمل باحتیاط کے خنثیٰ مشکل کھڑا ہو مردوں اور عورتوں کی صف کے مابین میں ہم یعنی نہ مردوں کی صف میں کھڑا ہو نہ عورتوں کی صف میں اسواسطے کہ اگر خنثیٰ
مشکل فی الواقع مرد ہے تو عورتوں کی صف میں کھڑے ہونے سے اسکی نماز فاسد ہوگی اور اگر عورت ہے تو مردوں کی صف میں کھڑے ہونے سے اسکے محاذی شخص کی
نماز فاسد ہوگی تو اسکے دائیں اور بائیں اور پیچھے کا شخص سامنے والا احتیاطاً نماز کا اعادہ کرے پھر اگر خنثیٰ بالغ ہے اور عورتوں کی صف میں کھڑا ہو تو پھر اعادہ نماز کا
واجب ہے اور اگر قریب البلوغ ہے تو اعادہ مستحب ہے اور اگر چند خنثیٰ ہوں تو اسطرح کھڑے ہوں کہ باہم متصل نہ ہوں بلکہ درمیان میں کشادگی چھوڑیں کذا فی الطحطاوی واذا بلغ
حد الشہوۃ تبتاع لہ امۃ تختنہ من مالہ فتکون امتہ او مثلہ اور جبکہ خنثیٰ حد شہوت کو پہنچے تو اسکے مال سے ایسی لونڈی خرید کیجاوے جو اسکی ختنہ کرے سو خریدے سے
اسکی وہ لونڈی ٹھہرے گی یا اسکے مانند عورت ہوگی ہم یعنی اگر واقع میں خنثیٰ مرد ہے تو وہ اسکی لونڈی ہوئی تو اسکو نظر کرنا شرمگاہ کا مطلقاً جائز ہے اور اگر عورت
ہے تو عورت کا نظر کرنا عورت کی طرف بضرورت جائز ہے کذا فی الطحطاوی ویکرہ ان تختنہ رجل او امرأۃ احتیاطاً ولا ضرورۃ لان الختان عندنا سنۃ
اور یہ مکروہ ہے کہ خنثیٰ کا ختنہ مرد کرے یا عورت بنا بر احتیاط کے اور کچھ ضرورت نہیں اسواسطے کہ ختنہ کرنا ہم حنفیوں کے نزدیک سنت ہے نہ فرض ہم یہ مذکور

خنثی بالغ کا اور صغیر کا ختنہ تو مرد اور عورت دونوں کو درست ہے کذا فی العالمگیریۃ وان لم یکن لہ مال فمن بیت المال ثم تباع اور اگر خنثی کا مال نہو تو ختنہ کرنے والی لونڈی بیت المال یعنی خزانہ سلطانی سے خرید کیجاے پھر ختنہ کے بعد بیچڈالی جاے اور ثمن اُسکا بیت المال میں داخل کیا جاے اسواسطے کہ بیت المال حاجات مسلمین کے واسطے مقرر ہے کذا فی الحموی او یزوج امرأۃ ختانۃ لتختنہ لانہ ان کان ذکرا صح النکاح وان انثی فنظر الجنس اخف ثم یطلقھا وتعتد ان خلا بہا احتیاطا یا خنثی نکاح کرلے ختنہ کرنے والی عورت سے تاکہ وہ اُسکا ختنہ کردے اسلیے کہ اگر خنثی مرد ہے تو نکاح صحیح ہوا اور عورت ہے تو ہمجنس یعنی عورت کا دیکھنا عورت کی طرف سہلتر ہے مرد کی نظر سے پھر خنثی ختنہ کے بعد اُسکو طلاق دے اور ختنہ کرنے والی عدت میں بیٹھے بنابر احتیاط کے اگر خنثی نے اُسکے ساتھ خلوت کی ہو ھم یہ قول طحاوی نے اپنے اُستاد سے نقل کیا ہے اور بیت المال کا قول علماء مذہب سے منقول ہے اسواسطے کہ اگر اُسنے نکاح کیا تو نکاح مشکوک ہے اور اگر صحیح ہے تو عورت مطلقہ ہو گی اُس سے خلاص نہیں ہو سکتی اور وجوب مہر کا عقد سے یقین نہیں ہو سکتا اور نہ وجوب میراث کا اگر خنثی مشکل مرگیا اور یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ اُسپر نفقہ واجب ہے یا نہیں ازہری نے یوں کہا ہے اور علامہ مقدسی نے کہا کہ تخلیص ان اشکالات سے اسطرح ممکن ہے کہ نکاح کرے اس شرط پر کہ عورت اپنی ذات کی مختار ہے سو وہ ختنہ کے بعد طلاق لے اختیار مشروط کی وجہ سے اور بیت المال سے وصول ہونا اس زمانہ میں ایسے کام کیواسطے از قسم محال ہے تو نکاح کر لینا اسہل ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی عن الحموی ویکرہ لبس الحریر والحلی اور خنثی مشکل کو ریشمی کپڑا اور زیور پہننا مکروہ ہے والخلوۃ بغیر محرم اور خنثی مشکل سے خلوت اور تنہائی نہ کرے سوائے اُسکے محرم کے وان قبلہ رجل ثبتت حرمۃ المصاہرۃ اور اگر خنثی مشکل کا کسی مرد نے بوسہ لیا تو حرمت مصاہرت کی ثابت ہوگی ھم تو جائز نہوگا خنثی کی ماں کو اُس بوسہ لینے والے مرد سے نکاح کرنا اور نہ اُسکی بیٹی کو ولا یسافر بغیر محرم لاحتمال انہ امرأۃ اور خنثی مشکل سفر نہ کرے بدون محرم کے اس احتمال کی وجہ سے کہ وہ عورت ہو ھم محرم سے مراد محرم مرد ہے اسواسطے کہ محرم عورت کے ساتھ اُسکو سفر درست نہیں وان قال انا رجل او امرأۃ لا تعتبرہ فی الصحیح لانہ دعوی بلا دلیل اور اگر خنثی مشکل کہے کہ میں مرد ہوں یا عورت ہوں تو اُسکا کچھ اعتبار نہیں صحیح قول میں اسواسطے کہ یہ دعوی ہے بدون دلیل کے وقیل تعتبر لانہ لا یقف علیہ غیرہ اور بعضوں نے کہا کہ اُسکا قول معتبر ہے اسواسطے کہ اُسپر سوائے اُسکے کوئی واقف نہیں لکن فی الملتقی بعد تقرر اشکالہ لا یقبل قولہ قبل قلت وبہ یحصل التوفیق لیکن ملتقی میں ہے کہ بعد ثابت ہوجانے اُسکی اشکال کے قول اُسکا مقبول نہیں اور قبل از ثبوت اشکال قول اُسکا مقبول ہے میں کہتا ہوں اور اس تفصیل سے توفیق بین القولین المذکورین حاصل ہو گی ھم یعنی عدم قبول کا قول اُس صورت میں ہے جبکہ خنثی کا مشکل ہونا ثابت ہوچکا اور قبول اُس صورت میں ہے جبکہ ہنوز اشکال ثابت نہیں اسی طرح کی تفصیل عالمگیری میں مذکور ہے مجد اسے وضعف ما نقلہ القہستانی عن شرح الفرائض للسید وغیرہ الا ان یحمل علی ہذا التفصیل اور منسوب بضعف ہے وہ قول جو قہستانی نے فرائض شریفی وغیرہ سے نقل کیا ہے مگر یہ کہ اس تفصیل مذکور پر اُسکو محمول کیجیے تو قول صحیح ہوگا ضعف دفع ہوجاویگا سو آگاہ رہنا ھم قہستانی میں فرائض شریفی سے یوں ہے کہ اگر خنثی نے حیض یا منی کی یا مرد یا عورت کی طرف مائل ہونے کی خبر دی تو قول اُسکا مقبول ہوگا اور رجوع اُسکا مقبول نہوگا جبتک کذب اُسکا ظاہر نہو یقینا چنانچہ اُسنے اپنے مرد ہونے کی خبر دی پھر اُسکے پیٹ سے بچہ پیدا ہوا انتہی طحطاوی نے کہا کہ قول مذکور کو اسپر محمول کرنا متعین ہے بدلیل نص مفصل واللہ اعلم ولو مات قبل ظہور حالہ لم یغسل وییمم بالصعید لتعذر الغسل اور اگر خنثی مرگیا قبل ظاہر ہوجانے اُسکے حال کے تو غسل ندیا جاے اور اُسکو تیمم کردیا جاے خاک پاک سے بسبب متعذر ہونے غسل کے ھم چونکہ اُسکا مرد یا عورت ہونا ثابت نہیں جو اُسکو مرد یا عورت غسل دے تو تیمم متعین ہوا اسواسطے اگر تیمم کرنے والا اجنبی ہے تو اپنے ہاتھ میں کپڑا لپیٹ کر تیمم کراوے اور اگر محرم ہے تو بدون کپڑے کے مانند اُس مرد کے جو عورتوں میں مرگیا کذا فی الحموی ولا یحضر ان کان مراہقا غسل میت ذکرا او انثی اور خنثی مشکل قریب البلوغ ہونے کی حالت میں کسی مردہ کے غسل میں حاضر نہو خواہ مردہ مرد ہو یا عورت وندب تسجیۃ قبرہ اور مستحب ہے خنثی مشکل کی قبر پر دفن کے وقت پردہ کر لینا عورت کے مانند و یوضع الرجل بقرب الامام ثم ہو ثم المرأۃ اذا صلی علیہم رعایۃ لحق الترتیب اور امام کے قریب رکھا جاے مردہ مرد پھر خنثی مشکل پھر عورت جبکہ اُنپر جنازے

کی نماز پڑھی جائے حق ترتیب کی رعایت کرنے کے واسطے اور خنثیٰ کا جنازہ مرد کے بعد رکھا جائے کہ شاید وہ عورت ہو اور اگر خنثیٰ مرد کے ساتھ عذر سے ایک قبر میں
دفن ہو تو مرد کے پیچھے رکھا جائے اور دونوں کے درمیان مٹی کا پردہ کیا جائے تاکہ بمنزلہ دو قبر کے ہو جائے اور یہی حکم ہے مردوں کے دفن کا جبکہ ایک قبر میں دفن ہوں
اور اگر عورت اور خنثیٰ ساتھ مدفون ہوں تو خنثیٰ کو مقدم کرنا چاہیے شاید کہ وہ مرد ہو اور خنثیٰ کا کفن پانچ کپڑے چاہیے عورت کے مانند اور اسکو قبر میں محرم اتارے [illegible]
کے احتمال کے سبب سے کذا فی الفتح اور تمام فروع فی احکامہ من الاشباہ ہیں عندی فیہ تالیف مجلد لطیف اور خنثیٰ کے تمام احکام کے مسائل اشباہ میں مذکور ہیں بلکہ میرے
نزدیک اسمیں ایک تالیف مجلد کلاں ہے منجملہ مسائل خنثیٰ مشکل کے یہ ہے کہ اسکی امامت صحیح نہیں مگر عورتوں کے واسطے اور اسکی نماز عورت کے مانند ہے [illegible]
اور وہ نکاح نہ کرے نہ مرد سے نہ عورت سے اور اگر اسنے مرد سے نکاح کیا اور مرد نے اسکے ساتھ جماع کیا تو نکاح جائز ہو گیا یا عورت سے نکاح کیا اور وہ جماع پر قادر ہوا تو نکاح
اب صحیح ہو گیا اور اگر اسنے اپنی مانند دوسرے خنثیٰ مشکل سے نکاح کیا تو جائز نہیں کذا فی الطحاوی مختصرا وله فی المیراث اقل النصیبین یعنی اسوء الحالین یعنی
كما اختاره اور خنثیٰ مشکل کو میراث اقل النصیبین یعنی اسوء الحالین ہے اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ ہم اسکی تحقیق عنقریب بیان کرینگے اقل النصیبین یعنی مرد اور عورت
کے دو حصوں میں سے جو حصہ کمتر ہو گا وہ اسکو دیا جائیگا یہ مذہب ہے امام کا یعنی خنثیٰ مشکل کے حصہ کو نظر کرینگے کہ اسکو مرد فرض کرنے میں کس قدر رہتا ہے اور عورت فرض کرنے
میں کتنا پہنچتا ہے تو ان دو حصوں میں جو کمتر ہو گا وہ خنثیٰ کو ملیگا اور احد التقدیرین میں خنثیٰ محروم ٹھہریگا تو اسکو کچھ نہ ملیگا لہذا شارح نے اقل النصیبین کی تفسیر
اسوء الحالین مذکور کی یعنی جو دو حالتوں میں بدتر حالت ہو گی خواہ کمتر حصہ یا محرومی وہی بدحالی اسکے نصیب میں ہے تو اسوء الحالین قلت اور حرمان دونوں کو
شامل ہے کذا فی البحر بتصرف وقالا نصف النصیبین اور صاحبین نے کہا کہ دونوں حصوں میں سے نصف نصف اسکو ملیگا یعنی نصف حصہ مرد کا اور نصف حصہ عورت کا
فلو مات ابوه وترك معه ابنا واحدا له سهمان وللخنثى سهم تو اگر خنثیٰ مشکل کا باپ مر گیا اور خنثیٰ کے ساتھ ایک بیٹا اسنے چھوڑا تو بیٹے کے دو سہم اور خنثیٰ
کا ایک سہم ہے خلاصہ یہ ہے کہ امام کے نزدیک خنثیٰ عورت کے حکم میں ہے میراث میں فقط وتقیلہ احکام [illegible] بلا تعارض ثابت نہو وعند ابی یوسف له ثلثة من سبعة [illegible]
من اثنی عشر اور ابو یوسف رح کے نزدیک صورت مذکورہ میں خنثیٰ کے تین سہم ہیں سات سہموں سے اور محمد رح کے نزدیک پانچ سہم ہیں بارہ سہموں سے صاحبین کی دلیل
مطولات میں مذکور ہے وعند ابی حنیفة له سهم من ثلثة لانه الاقل وهو متيقن به فيقتصر عليه لان المال لا يجب بالشك اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک خنثیٰ کا ایک
سہم ہے تین سہموں میں سے اسواسطے کہ وہ اقل ہے اور وہی متیقن ہے تو اسی پر اقتصار ہو گا کیونکہ مال شک سے واجب نہیں ہوتا ہے تمام توضیح اسکی یہ ہے کہ یہاں اثبات
مال کی ابتداء حاجت ہوئی اسواسطے سبب استحقاق مال کا بیان کرنا ضرور ہوا کہ ذکورت کے سبب سے ہے یا انوثت کے سبب سے اور خنثیٰ مشکل میں دونوں سببوں کی کوئی معلوم نہیں
اور اثبات مال کا ابتداءً بدون سبب مستحق کے شرعاً جائز نہیں تو متیقن پر بنا کرنا ضرور ہوا اور اقل جو میراث ہے عورت کی وہ یقینی ہے اور زیادہ میں شک ہے تو متیقن
واجب ہو گیا اسی پر اقتصار کرکے کذا فی العینی شرح الہدایة حتى لو كان الاقل على تقديره ذكرا قدرناه كزوج وام وشقيقة هي خنثى فله السدس على انه عصبة لانه الاقل ولو قدرناه انثى
اس تقدیر پر جبکہ خنثیٰ کو مرد فرض کیجیے تو اسکو ہم مرد ہی ٹھہرا دینگے چنانچہ اس صورت میں کہ ایک عورت مر گئی شوہر اور ماں اور سگی بہن چھوڑ کر جو خنثیٰ ہے تو اسکو چھٹا حصہ
ملیگا بنا بر اسکے کہ وہ عصبہ ہے اسواسطے کہ سدس اقل ہے نصف سے تو صورت مذکورہ میں شوہر کا نصف حصہ ہے اور ماں کا تہائی اور خنثیٰ کا باقی مال یعنی سدس ولو قدر
انثى كان لها النصف وعالت الى ثمانية اور اگر صورت مذکورہ میں خنثیٰ کو عورت فرض کیجیے تو اسکا نصف حصہ ہے اور یہ مسئلہ چھ سہم کا آٹھ سہم کی طرف عول کریگا تمام
مسئلہ دونوں تقدیروں میں چھ سہم سے ہے بسبب اجتماع نصف اور ثلث کے مگر پہلی صورت میں عول کی حاجت نہیں اور دوسری صورت میں عول کی حاجت ہے خلاصہ یہ ہے
کہ جبکہ خنثیٰ کی میراث اقل النصیبین ٹھہری تو اس مسئلہ میں اسکو عورت نہ ٹھہرایا کیونکہ اسکا حصہ نصف ہوتا اور نصف اکثر ہے ثلث سے بلکہ اسکو مرد قرار دیا تاکہ اسکو
سدس ہے اسواسطے کہ سدس اقل ہے نصف سے ولو كان محروما على احد التقديرين فلا شيء له كزوج وام وولدها وشقيق خنثى فلا شيء له لانه عصبة ولو قدر انثى كان له
النصف وعالت الى التسعة اور اگر خنثیٰ محروم ٹھہرے دو تقدیروں میں سے ایک تقدیر پر تو اسکے واسطے کچھ نہیں چنانچہ اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مر گئی شوہر اور ماں اور

اور دو اخیافی بھائی اور ایک سگا بھائی خنثی چھوڑ کر تو خنثی کو مرد فرض کرنے میں کچھ حصہ نہیں کیونکہ وہ عصبہ ہے لہذا اگر خنثی کو عورت فرض کیجیے تو اسکا حصہ نصف ہے کیونکہ وہ
صاحب فرض ہے اور اسوقت میں یہ مسئلہ تو سہم کی طرف عول کریگا اس مسئلہ میں زوج کا حصہ نصف ہے اور ماں کا چھٹا اور دونوں اخیافی بھائیوں کا تہائی اور سگا بھائی جو
خنثی ہے وہ محروم ہے کیونکہ وہ عصبہ ہے اور عصبہ اسوقت میراث پاتا ہے جب اہل فروض سے کچھ باقی رہے سو یہاں کچھ باقی نہ رہا اور اگر خنثی کو عورت فرض کیجیے تو اہل فرض کا اور اسکا
حصہ نصف ہے تو بنا بر اسوا سکا الیس کیسے اسکو مرد ہی فرض کیا تا محروم رہے نہ عورت تا کہ نصف پاوے ولو ترک ابن عم لاب وام وولد ہو خنثی قدر انثی وکان المال کلہ للعم اور اگر ایک شخص مر گیا اور ایک چچا
اور بھائی کا ایک لڑکا چھوڑ کر جو خنثی ہے تو خنثی کو یہاں عورت فرض کرینگے اور سارا مال چچا کا ہوگا اور خنثی کو عورت اسواسطے فرض کیا کہ بھتیجی چچا کے روبرو وارث نہیں ہوتی اور اگر اسکو مرد فرض کرتے
تو وہ بھتیجا ٹھہرتا تو سب مال کا وہی وارث ہوتا نہ چچا اسلیے کہ ہر چند دونوں عصبہ ہیں لیکن بھتیجا چچا پر مقدم ہے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم

مسائل شتی

جمع شتیت بمعنی متفرقۃ وہو من دأب المصنفین لتدارک ما لا یذکر فیما کان یحق ذکرہ فیہ قلت وقد الحقت غالبہا بمحالہا ولعدم ذکرہ مسائل شتی میں شتی جمع ہے
شتیت کی بمعنی متفرقہ اور وہ عادت ہے اہل تصانیف کی کہ آخر کتاب میں مسائل متفرقہ عبادات اور معاملات کا ذکر کرتے ہیں واسطے تدارک ان مسائل کے جو وہاں
مذکور نہیں ہوئے جہاں انکا ذکر کرنا سزاوار اور لائق تھا شارح نے کہا میں کہتا ہوں اور البتہ میں نے اکثر مسائل ملا دیے انکے مواقع مناسبہ میں اور خدا کو حمد ہے
جسنے الحاق فروع کی توفیق دی عرق مدمن الخمر خارج نجس ہذہ مقدمۃ صغری فی تسلیمہا کلام قدروعدناک بہ فی اوائل نواقض الوضوء یہ فیہ اشعار بالی وہم الخمر کا
خارج ناپاک ہے یہ مقدمہ صغری ہے جسکی تسلیم میں وہ کلام ہے جسکا میں نے تجھ سے وعدہ کیا تھا اول نواقض وضو میں ہم اور یہاں کی قید ظاہرا اسپر دلالت
کرتی ہے کہ غیر مدمن کا پسینہ نجس نہیں اور علت یعنی پسینہ کا تولد ہونا نجس سے یعنی علف اور شراب سے عدم تقیید کا مقتضی ہے اور قید خمر کی اتفاقی
ہے تو ہر مسکر نجس خمر کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی وکل خارج نجس ینقض الوضوء ہذہ مقدمہ کبری ہی مسلمۃ عندنا فینتج ان عرق مدمن الخمر ینقض الوضوء اور
جو خارج نجس ہے وہ وضو کو توڑتا ہے یہ مقدمہ کبری ہے شکل اول بدیہی الانتاج کا اور وہ یعنی کبری مسلم ہے ہمارے نزدیک تو دونوں مقدموں سے ملکر یہ نتیجہ حاصل
ہوتا ہے کہ مدمن خمر کا پسینہ وضو کو توڑتا ہے لکنہ یحتاج الاثبات الصغری وحاصلہ ما فی الذخائر الاشرفیۃ لابن الشحنۃ معزیا للمجتبی عرق الدجاجۃ الجلالۃ نجس قال وعلیہ
فعرق مدمن الخمر نجس بل اولی لیکن اس شکل میں صغری کے ثابت کرنے کی حاجت ہے اور جو ابن شحنہ کے ذخائر اشرفیہ میں بنسبت مجتبی مذکور ہے اسکا حاصل کلام یہ ہے کہ
اس مرغی کا پسینہ جو فقط نجاست خوار ہے ناپاک ہے اور بنا بر اس قول کے تو مدمن خمر کا بھی پسینہ ناپاک ہے بلکہ اولی بالنجاسۃ ہے ہم وجہ اولویت کی یہ ہے کہ نشہ رقیق
چنانچہ خمر کی تاثیر عرق نکالنے میں غیر رقیق چنانچہ مرغی کے چارہ سے زیادہ ہے کذا فی الطحطاوی ثم قال وما اقبح من کان عرقہ کعرق الکلب والخنزیر مجتبی اسکے
مصنف نے کہا اور کتنا قبیح اور مذموم ہے وہ شخص جسکا پسینہ کتے اور سور کے مانند ہے ہم یہ تقبیح اور مذمت ہے مدمن خمر کی اعاذنا اللہ منہ قال ابن الغرز فینبغی ان ینقض
الوضوء وہو فرع غریب وتخریجہ ظاہر قال المصنف ولظہورہ عولنا علیہ ابن الغرز نے کہا تو اسوقت میں یعنی جبکہ مدمن خمر کا عرق نجس ہوا تو وہ وضو کو توڑیگا
اور یہ مسئلہ عجیب و غریب ہے اور اسکی تخریج ظاہر ہے مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور اسکی تخریج کے ظاہر ہونے کی وجہ سے ہم نے اسپر اعتماد کیا یعنی اور متن
میں اسکو داخل کیا قلت قال شیخنا الرملی حفظہ اللہ تعالی کیف یعول علیہ وہو مع غرابتہ لا یشہد لہ روایۃ ولا درایۃ اما الاولی فظاہر اذ لم یر دعن احد ممن
یعتمد علیہ واما الثانیۃ فلعدم تسلیم المقدمۃ الاولی شارح نے کہا میں کہتا ہوں کہ ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اللہ تعالی انکو آفات سے محفوظ
رکھے کہا ہے کیونکر اسپر اعتماد کیا جاوے اور حالانکہ وہ باوجود غرابت اور ندرت کے نہ اسپر روایت اہل مذہب کی گواہی دیتی ہے نہ استدلال عقلی عدم روایت
تو خود ظاہر ہے اسواسطے کہ یہ مسئلہ معتمد عالموں میں سے ایک عالم سے بھی مروی نہیں اور استدلال عقلی تو عدم تسلیم مقدمہ اولی سے ثابت نہیں ہم مقدمہ
اولی غیر مسلم یہ ہے کہ مدمن خمر کا پسینہ خارج نجس ہے ویشہد لبطلانہا مسئلۃ الجدی اذا غذی بلبن الخنزیر فقد عللوا حل اکلہ بصیرورتہ مستہلکا لا یبقی لہ

اثر فلذلک نقول فی عرق مدمن الخمر اور مقدمہ اولی کے باطل ہونے پر گواہ دیتا ہے بکری کے بچہ کا مسئلہ جبکہ اُسکا بچہ سور کے دودھ سے پالا جاوے اسواسطے کہ علما
نے اُسکی حلت اکل کی علت بیان کی دودھ کے مستہلک اور نابود ہو جانے سے اسطرح کہ اُسکا کچھ اثر باقی نہیں رہتا تو اسی طرح ہم دائم الخمر کے پسینہ میں کہینگے یعنی شراب اسکے
بدن میں مستہلک اور نابود ہو گئی کچھ اُسکا اثر باقی نرہا اور یہ استدلال نقلی ہے عقلی طور یوں کہیے کہ عقل اُسکی تائید کرتی ہے ولکننا قدمنا غرابتہ ومن ثم جرت عن الکتاب
وحذفہ الشرح من متن وشرح اور ہمکو کفایت کرتا ہے اسکے ضعیف ہونے میں اُسکا غریب اور نادر ہونا اور اُسکا خارج ہونا طریق سے یعنی مذہب علمائے حنفیہ سے تو اس
مسئلہ کا ساقط کرنا متن اور شرح کے گردش سے واجب ہے ہم سرح بفتح سین مہملہ دراء مہملہ ہے طحطاوی نے کہا منجملہ اسکے معانی کے درخت بھی ہے اور یہی عبارت بقرینہ
لفظ طرح یعنی اس درخت کا پھل ساقط کیا جاوے یعنی فروع مذہب سے گرایا جاوے انتہی الحسام اور منجملہ معانی شرح کے فناء دار بھی ہے کذا فی القاموس وفی نسخۃ
عبارت ہے کشادگی مشیخانہ سے اور میرے نزدیک یہی مناسب مقام ہے اسلیے کہ متن منزلہ گھر کے ہے اور سرح بجائے صحن خانہ ہے لہذا ترجمہ یہی کا کیا واللہ اعلم خبز وجد فی خلال
خبز فارۃ فان کان الخبز صلبا رمی بہ واکل الخبز ایک روٹی ہے جسکے اندر چوہے کی مینگنی پائی گئی تو اگر مینگنی سخت ہے تو پھینک دیجاوے اور روٹی کھائی جاوے
ولا یفسد خرء الفارۃ الدھن والماء والحنطۃ للضرورۃ الا اذا ظہر طعمہ او لونہ فی الدھن ونحوہ لفحشہ وامکان التحرز عنہ خانیہ اور چوہے کی مینگنی تیل اور پانی اور گیہوں کو
فاسد نہیں کرتی ضرورت کی وجہ سے مگر جبکہ اُسکا مزہ یا رنگ تیل اور اُسکے مانند سائل چیز میں ظاہر ہو تو البتہ مفسد ہے بسبب اُسکی کثرت کے اور اسوجہ سے کہ اس سے
بچنا اسوقت میں ممکن ہے کذا فی الخانیہ ہم خانیہ میں ہے کہ چوہے کی مینگنی جبکہ گیہوں میں پڑ گئی اور گیہوں کے ساتھ پس گئی تو اُسکے آٹے کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں مگر
اسوقت جبکہ کثرت سے ہو اور اُسکا تغیر طعم وغیرہ سے ظاہر ہو یعنی اب اُسکا کھانا درست نہیں کذا فی الطحطاوی وفی السنن الرواتب لا یصلی ولا یستفتح تقدم فی
باب الوتر رواتب سنتوں میں نہ درود پڑھا جاوے اور نہ دعاے استفتاح یہ مسئلہ باب الوتر میں مذکور ہو گیا ہم سنن رواتب سے مراد ظہر کی اول چار رکعتیں اور جمعہ
کے اول کی چار رکعتیں اور بعد کی چار رکعتیں ہیں اس کتاب کے باب الوتر میں یوں مذکور ہے کہ درود نہ پڑھا جاوے ظہر کے قبل کی چار رکعتوں کی قعدہ اولی میں اور جمعہ کی
اول اور بعد کی چار رکعتوں میں اور نہ استفتاح ہو جبکہ تیسری رکعت کے واسطے اٹھے کیونکہ سنت موکدہ ہونے کے سبب سے یہ فرض کے مشابہ ہو گئیں اور باقی چار رکعتوں
میں درود بھی پڑھا جاوے اور استفتاح اور تعوذ بھی اگرچہ نذر کی نماز ہو اسلیے کہ ہر دوگانہ جدا گانہ نماز ہے الدعوۃ المستجابۃ فی الجمعۃ عندنا وقت العصر علی قول اکثر مشایخنا
اشباہ وقدمناہ فی الجمعۃ عن التتارخانیۃ دعاء مقبول جمعہ کے دن ہم حنفیوں کے نزدیک عصر کے وقت ہے بموجب قول اکثر ہمارے علما کے کذا فی الاشباہ اور اسکو ہم نے باب الجمعہ میں
تاتارخانیہ سے ذکر کیا ہے ہم حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جمعہ میں ایک وقت دعا مقبول ہوتی ہے اسوقت کی تعیین میں اختلاف علما ہے حنفیوں کا یہی مذہب ہے جو مذکور ہوا الخروج
من الصلوۃ لا یتوقف علی قولہ علیکم خارج ہونا نماز سے موقوف نہیں علیکم کی لفظ پر یعنی اول سلام کے علیکم پر کذا فی الطحطاوی وحینئذ فلو دخل رجل فی صلوتہ بعد
السلام قبل علیکم لا یصیر داخلا فیہا قدمناہ فی صفۃ الصلوۃ اور اسوقت میں یعنی جبکہ خروج علیکم پر موقوف نہوا تو اگر ایک مقتدی اپنی نماز میں داخل ہوا بعد علیکم کے تو وہ نماز میں داخل
نہ ہوگا شارح نے کہا ہم نے اس قول کو صفۃ الصلوۃ میں ذکر کیا ہے لف ثوب نجس رطب فی ثوب طاہر یابس فظہرت رطوبتہ علی ثوب طاہر کذا فی النسخ و
عبارۃ الکنز علی الثوب الطاہر لکن لا یسیل لو عصر لا ینجس قدمناہ قبل کتاب الصلوۃ ناپاک گیلا کپڑا لپیٹا گیا خشک پاک کپڑے میں سو اُسکی رطوبت ظاہر ہوئی پاک
کپڑے پر لیکن ناپاک کپڑا ایسا تھا کہ اگر اُسکو نچوڑتے تو نہ ٹپکتا تو پاک کپڑا ناپاک نہوگا شارح نے کہا ہم نے اسکو کتاب الصلوۃ سے پہلے مذکور کیا ہے متن کے نسخوں میں اسی طرح
علی ثوب طاہر ہے اور کنز کی عبارت علی الثوب الطاہر ہے ہم نجاست سے مراد یہ ہے کہ پیشاب اور اُسکے مانند کی نجاست نہیں ہے بلکہ نجس پانی سے کپڑا تر ہو گیا ہے اسطرح کہ
نجاست کا اثر خشک کپڑے میں ظاہر نہیں نور الایضاح اور اسکی شرح صغیر میں ہے کہ جو خشک پاک کپڑا لپیٹا گیا ایسے ناپاک تر کپڑے میں کہ اگر ناپاک کو نچوڑ دیوے تو نہ ٹپکے تو وہ نجس نہیں
ہوتا اسلیے کہ نجاست کا جرم پاک کپڑے پر نہیں آتا مگر اس میں اختلاف ہے کہ اگر پاک خشک کپڑے کو نچوڑ دیوے تو نہ ٹپکے حلوانی نے کہا کہ وہ نجس نہیں اصح قول میں اور یہ مسلم نہیں
اسواسطے کہ اکثر ہوتا ہے کہ خشک کپڑا بہت نجاست کو جذب کر لیتا ہے اور نچوڑنے سے نہیں ٹپکتا تو فقط تری بلا جرم خشک پر نہیں آتی مگر اسی صورت میں جبکہ ناپاک

کپڑا نچوڑنے سے نہ ٹپکتا ہو تو یہی متعین ہو گیا کہ برخلاف تصحیح حلوانی کے فتویٰ دیا جائے کذا فی الطحطاوی ملخصاً ہر چند کہ عصر کا مرجع ترجیح ثوب طاہر تھا لیکن
چونکہ حلوانی کا قول مفتیٰ بہ کے مخالف تھا لہذا مترجم نے ثوب نجس کو مرجح قرار دیا واللہ اعلم ولو نشر الثوب المبلول علی حبل نجس یابس او فرش علیہ ونشیئ
علی ارض نجسۃ او نام علی فراش نجس بعرق ولم یظہر اثرہ لا یتنجس وانہ جیسا کہ اگر تر کپڑا پھیلایا ناپاک خشک رسی پر یا پانوں کو دھویا اور ناپاک زمین پر چلایا ناپاک فرش پر سو رہا
سو اسکا پسینہ نکلا اور تری نجاست کا کپڑے یا پانوں یا بدن پر ظاہر نہ ہوا تو ناپاک نہ ہوگا کذا فی النہایۃ مع حموی نے کہا ناپاک زمین تر پانوں سے اسطرح چلا کہ زمین تر ہو گئی
اور سیاہ لیکن تری نجاست کا پانوں میں ظاہر نہ ہوا اور اگر ناپاک تر زمین پر چلا خشک پانوں سے تو ناپاک ہوگا اور سراج میں ہے اور اگر خشک قدم پاک رکھا یا فرش تر پہ
سو یا اگر تر ہو گیا نجاست سے تو نجس ہوا اور نہیں تو نجس نہیں اور فقط ندادت اور تراوت کا کچھ اعتبار نہیں بنا بر قول مختار کے یعنی بدون جرم کے کذا فی الطحطاوی
نوی الزکوٰۃ الا انہ سماہ قرضا جاز فی الاصح لان العبرۃ للقلب لا للسان اور دے زکوٰۃ کی نیت کی مگر اسکا قرض نام رکھا یعنی محتاج کو قرض کہکر دیا تو درست ہے صحیح
قول میں اسواسطے کہ نیت دل کا اعتبار ہے نہ زبان کا م صحیح تر روایت یہی ہے کہ نیت دافع کا اعتبار ہے لینے والے کا علم ضرور نہیں مگر ابو جعفر کے قول پر کذا فی الطحطاوی
من له حظ فی بیت المال کالعلماء ظفر بما ہو وجہ لبیت المال فلہ اخذہ دیانۃ قدمناہ قبیل باب المصرف جسکا حصہ بیت المال میں ہو چنانچہ علماء دین سو اسنے
بیت المال کا مال پایا تو اسکو اسکا لینا باعتبار دیانت کے جائز ہے ہم نے اسکو باب المصرف سے پہلے مذکور کیا ہے بیت المال یعنی خزانہ سلطانی کے مصرف علماء اور عمال
اور مقاتلین اور انکی اولاد اور طالب علم اور واعظ دین ہیں بزازیہ میں ہے کہ امام حلوانی نے کہا کہ جب ایک شخص کے پاس امانت ہو اور مودع مر جائے اور اسکا کوئی
وارث نہ ہو تو اگر وہ اہل مصارف مذکورہ سے ہے تو اپنی ذات پر خرچ کرے ہمارے اس زمانہ میں اسواسطے کہ اگر بیت المال میں داخل کریگا تو مال ضائع ہوگا اسواسطے کہ حکام
اسکے مصارف شرعی میں صرف نہ کرینگے اور اگر وہ شخص بیت المال کا مصرف نہیں تو اور مستحقین بیت المال پر صرف کرے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی افطر فی رمضان فی
یوم ولم یکفر حتی افطر فی یوم اخر فعلیہ کفارۃ واحدۃ ولو فی رمضانین علی الصحیح وقدمناہ فی الصوم روزہ توڑا رمضان کے ایک دن میں اور کفارہ ادا نہیں کیا تھا
کہ دوسرے دن کا روزہ توڑا تو اسپر ایک ہی کفارہ ہے اگرچہ اسنے دو رمضانوں کے چند روزے توڑے ہوں تو بھی ایک ہی کفارہ کفایت کرتا ہے بنا بر قول صحیح کے اور
ہم نے اسکو کتاب الصوم میں مذکور کیا ہے ولو نوی قضاء رمضان ولم یعین الیوم صح اور اگر قضاء رمضان کی نیت کی اور دن کی تعیین نہ کی یعنی یوں نہ کہا کہ تیسری تاریخ
کی قضا کرتا ہوں یا پانچویں کی تو صحیح ہے اسلیے کہ جنس واحد میں تعیین کی نیت شرط نہیں ولو عن رمضانین کقضاء الصلوۃ ایضا وان لم ینو فی الصلوۃ اول صلوۃ
علیہ او آخر صلوۃ علیہ کذا فی الکنز تعیین یوم شرط نہیں اگرچہ دو رمضانوں کی قضا کی نیت کرے جیسے نماز کی بھی قضا صحیح ہے اگرچہ یوں نیت نہ کرے
نماز میں کہ وہ پہلی نماز پڑھتا ہوں جو مجھپر واجب الاداء ہے یا پچھلی وہ نماز پڑھتا ہوں جو مجھپر واجب ہے اسی طرح کنز میں ہے مسکین کی شرح کنز میں ہے دو رمضان کی قضا سے
مراد یہ ہے کہ دو رمضانوں سے ایک رمضان کی قضا کی نیت کرے پہلی پچھلی تاریخوں کی تعیین ضرور نہیں اور یہ مراد نہیں کہ دونوں رمضانوں کو نیت میں جمع کرے اسواسطے
کہ صوم میں دو فرضوں کا نیت کرنے والا متنفل ہوتا ہے یعنی فرض ادا نہیں ہوتا روزہ اسکا نفل ہو جاتا ہے قال المصنف قال الزیلعی والاصح اشتراط التعیین فی الصلوۃ وفی رمضانین
انتہی قلت وہذا قدمتہ فی باب قضاء الفوائت تبعا للدرر وغیرہ بما اپنی شرح میں مصنف نے کہا کہ زیلعی نے کہا کہ تعیین کا نماز اور دو رمضانوں میں شرط ہونا صحیح تر قول ہے
میں کہتا ہوں اور یہی طرح اشتراط تعیین کو ہم نے ذکر کیا ہے باب قضاء الفوائت میں درر وغیرہ کا تابع ہو کر مع طحطاوی نے کہا اور تصحیح کی ولوالجیہ میں اس قول کی کہ قضاء
رمضان بلا تعیین صحیح ہے اگرچہ دو رمضانوں کی قضا ہو مگر تعیین احوط ہے انتہی اور دو رمضانوں میں تعیین کی یہ صورت ہے کہ یوں نیت کرے کہ میں فلانے برس کے رمضان
کی قضا کرتا ہوں اور قضاء صلوۃ میں نماز اور اسکے دن کی تعیین کرے اسطرح کہ میں فلانے دن کی ظہر کی قضا کرتا ہوں اور اگر اول ظہر علیہ یا آخر ظہر علیہ کی نیت کی تو اشتراط
تعیین کے قول پر جائز ہے اسواسطے کہ نماز متعین ہو گئی اسکے متعین کرنے سے اور اسی طرح وقت بھی متعین ہو گیا اول یا آخر کہنے سے اسواسطے کہ جو نماز اول قضا کی تو اب اسکے بعد کی نماز اول
ہو گئی اور جو اسکے پہلے ہے وہ پچھلی نماز ہو گئی مصنف نے کہا اور یہ یعنی اول ظہر علیہ یا آخر ظہر کہنا مختص ہے اس شخص کے واسطے جسکو اوقات فائتہ یاد رہے ہوں یا مشتبہ ہو گئے

اُسنے اپنی ذات پر ہتانی کا ارادہ کیا انتہی ثم رأیتہ فی البحر قبیل باب اللعان بانسہ ونیۃ التعیین لم تشترط باعتبار ان الواجب مختلف متعدد بل باعتبار ان مراعاۃ
الترتیب واجبۃ علیہ ولا یمکنہ مراعاۃ الا بنیۃ التعیین حتی لو سقط الترتیب بکثرۃ الفوائت یکفیہ نیۃ الظہر لا غیر کذا فی المحیط وہو تفصیل حسن فی الصلوۃ ینبغی حفظہ انتہی بلفظہ ثم
مین نے بحرالرائق مین باب اللعان کے پہلے وہ دیکھا جسکی عبارت یہ ہے اور تعیین کی نیت مشروط نہین ہوئی اس اعتبار سے کہ واجب مختلف اور کثیر ہے بلکہ اس
اعتبار سے نیت تعیین کی مشروط ہے کہ مراعات ترتیب کی اسپر واجب ہے اور اسکو مراعات ترتیب کی ممکن نہین ہے مگر تعیین کی نیت سے تو اگر ترتیب ساقط ہوئی کثرت
فوائت سے تو فقط نیت ظہر کی مثلاً کفایت کرتی ہے نہ اسکے سوا اور ایسا ہی مذکور ہے محیط مین اور یہ تفصیل خوب ہے نماز مین یاد رکھنا لائق ہے انتہی بلفظہ ثم رأیت
نقلہ عنہ فی الاشباہ فی بحث تعیین المنوی ثم قال وہذا مشکل وما ذکرہ اصحابنا کقاضی خان وغیرہ خلافہ وہو المعتمد کذا فی التبیین انتہی بحروفہ فلیتنبہ لذلک پھر دیکھا مین نے
صاحب بحرالرائق کو کہ اُسنے محیط کی عبارت مذکورہ نقل کی اشباہ مین تعیین منوی کی بحث مین پھر کہا اور یہ یعنی عدم تعیین کی کثرت فوائت مین مشکل ہے اور جو ہمارے
علما نے مذکور کیا ہے چنانچہ قاضی خان وغیرہ نے وہ اسکے خلاف ہے یعنی تعیین مشروط ہے اُنکے کلام مین اگرچہ بلفظ اول ظہر یا آخر ظہر ہو اور وہی یعنی اشتراط تعیین
معتمد ہے چنانچہ تبیین مین ہے انتہی بحروف الاشباہ تو اس سے آگاہ رہنا اور وجہ اشکال یہ ہے کہ عدم اشتراط تعیین فوائت اُس قاعدہ کلیہ کو منہدم کرتا ہے جسپر فقہا کا
اتفاق ہے وہ قاعدہ یہ ہے کہ تعیین ہوتی ہے اجناس کی تمیز کے واسطے اور سب نمازین من قبیل مختلف الجنس کے ہین اسواسطے کہ اُنکے اسباب یعنی اوقات
مختلف ہین کذا فی الحموی حاشیۃ الاشباہ طحطاوی نے ہو المعتمد کے حاشیہ مین لکھا کہ عدم تعیین قول بھی ولوالجیہ مین صحیح ہے اگرچہ تعیین احوط ہے رأس
شاۃ متلطخ بدم احرق الراس وزال عنہ الدم فاتخذ منہ مرقۃ جاز استعمالہا والحرق کالغسل وقدمنا انہ من المطہرات بحر بکری کا سر خون
مین لتھڑا آگ سے جلایا گیا اور خون اُس سے دور ہو گیا پھر اسکا شوربا بنایا گیا تو اُسکا استعمال کرنا جائز ہے اور جلانا دھونے کے برابر ہے پاک کر دینے مین اور ہم نے
کتاب الطہارۃ مین پہلے ذکر کر دیا کہ جلانا بھی مطہرات مین داخل ہے ہم آگ نجاست کو فنا کرتی ہے یہانتک کہ شئی ناپاک مین ناپاکی کا کچھ اثر نہین رہتا یا جلا ازالہ دیتی ہے
بطریق استحالے کے والنذا اگر گوبر جل کر راکھ ہو جاوے تو پاک ہو جاتا ہے جیسے شراب جبکہ سرکہ بنجائے یا کہ سور نمکسار مین گر کر نمک بنجائے کذا فی الطحطاوی السلطان جعل الخراج
لرب الارض جاز بادشاہ نے خراج یعنی محصول زمین کا زمیندار کے واسطے مقرر کر دیا تو جائز ہے ہم یہ قول ہے ابو یوسف رحمہ کا اور یہی پر فتوی ہے اور امام محمد رحمہ کے نزدیک خراج
زمیندار کو دینا جائز نہین ہے عشر کی مانند مشکلوح مین ہے کہ محل خلاف اُس وقت ہے جبکہ زمیندار مصرف ہو خراج کا اور اگر اہل اُسکا نہین ہے تو بالاتفاق جائز نہین کذا فی الطحطاوی
وان جعل لہ العشر لا لانہ زکوۃ قلت وقد قدمتہ فی الجہاد وقدمتہ فی الزکوۃ ایضا اور اگر بادشاہ نے زمیندار کیواسطے عشر عطا کیا تو جائز نہین اسواسطے کہ عشر زکوۃ ہے مین
کہتا ہون کہ مین نے اسکو کتاب الجہاد مین ذکر کیا ہے اور کتاب الزکوۃ مین بھی مذکور کر دیا ہے ہم جب عشر زکوۃ ٹھہرا تو وہ فقیرون کا حق ہے ہان اگر زمیندار فقیر ہو تو اُسکو بھی دینا
درست ہے کذا فی الطحطاوی عن المفتاح عجز اصحاب الخراج عن زراعۃ الارض وادا الخراج ودفع الامام الاراضی الی غیرہم بالاجرۃ لیعطوا الخراج
من اجرتہا المستحقۃ جاز اہل خراج عاجز ہو گئے زمین کی زراعت سے اور خراج کے ادا کرنے سے اور بادشاہ نے اور شخصون کو دی بطریق اجارہ کے تاکہ
وہ خراج ادا کرین اُسکی اجرت مستحقہ سے تو یہ جائز ہے فان فضل شئی من اجرتہا دفعہ لملاکہا رعایۃ للحقین پھر اگر فاضل بچے اُسکی اجرت سے کچھ تو زمین کے
مالکو دے دونون کی رعایت کیواسطے یعنی اگر زمین مثلاً سو روپیہ کو اجارہ دے اور خراج اسکا اسی روپیہ ہین تو اسی روپیہ بادشاہ لے اور بیس روپیہ
زمیندار کو دے فان لم یجد الامام من یستاجرہا باعہا اتفاقا درر واخذ الخراج الماضی من الثمن لو علیہم خراج ورد الفضل لاربابہا زیلعی پھر اگر بادشاہ ایسوکو نپاوے
جو زمین اجارہ لے تو اسکو بیچے صاحب درر سے اور خراج گذشتہ اسکے ثمن سے لے اگر مالکون پر خراج باقی رہا ہو اور زائد کو اُسکے مالکون پر رد کرے کذا فی الزیلعی قلت
وقدمنا فی الجہاد ترجیح سقوطہ بالتداخل فیحمل علی المرجوح او علی ان المراد اخذ خراج السنۃ الماضیۃ فقط مین کہتا ہون اور ہم نے کتاب الجہاد مین مذکور کیا ہے
ترجیح سقوط خراج کا تداخل سے تو زیلعی کا قول مذکور قول مرجوح پر محمول ہے یا اسپر کہ زیلعی کی مراد یہ ہے کہ فقط سال گذشتہ کا خراج لیا جائے

مسقوط بالتداخل کا محل اُسوقت ہی جبکہ مالک عاجز ہوگیا زراعت سے اور اگر عاجز نہین ہوا تو سب کے نزدیک خراج لیا جاویگا اور مجمل خوب ہی فتاوی قاضیخان
مین ہی کہ جب خراج مجتمع ہوا اور ادا نہ کیا تو امام رح کے نزدیک اسی سال کا خراج لیا جاویگا اور پہلے سال کا خراج نہ لیا جاویگا اور یہ اسیر سے ساقط ہوگا انتہی اور یہ صریح
ہی سال ماضی کے سقوط خراج مین کذا فی الطحطاوی شم مذبوحة ومیتة فانکانت المذبوحة اکثر تحری واکل والا بان کانت المیتة اکثر او استویا لا تحری لو فی
حالة الاختیار بان یجد ذکیة والا تحری واکل مطلقا و مرحند بھیڑ بکریان مذبوح اور مردار ہین سو اگر مذبوح زیادہ تر ہون تو اٹکل کرے اور کھا دے اور اگر مردار زیادہ تر ہون
یا حلال اور مردار دونون برابر ہون تو اٹکل نہ کرے اگر اختیار کی حالت مین ہو اسطرح پر کہ ذبح کی بکری پا وے اور نہین تو اٹکل کرے اور کھا دے ہر طرح سے خواہ برابر ہون
یا کم وزیادہ اور یہ گذر گیا ہم کثرت کا اعتبار ہے سو اسطے کیا کہ غلبہ قائم مقام ضرورت کے ہوتا ہی افادہ اباحت مین کیا تو نہین دیکھتا ہی کہ بازار خالی نہین ہوتے ہین
محرم اور مسروق اور مغصوب سے اور باوجود اسکے تناول مباح ہی ظاہر پر اعتماد کرکے اسواسطے کہ قلیل سے بچنا ممکن نہین تو اسکا اعتبار ساقط ہوا دفع حرج کیواسطے جیسے
قلیل نجاست بدن اور کپڑے مین ساقط الاعتبار ہی برخلاف کثرت یا مساوات مردار کے کہ وہان ضرورت نہین تو اس سے احتراز ممکن ہی اکثر نسخون در مختار مین یونہی ہی
دم فی گو یا کہ شارح کو وہ موضع یاد نرہا جہان اس مسئلہ کو مذکور کر چکا اور بعضے نسخون مین یون ہی کمامر فی الحظر کذا فی الطحطاوی اور عرب کے لکھے نسخہ صحیحہ مین فقط دم ہی
مین نے اسپر اعتماد کیا واللہ اعلم طحطاوی مین ہی کہ صحیح تر قول یہ ہی کہ مذبوحہ کی علامت یہ ہی کہ اسکی گردن کی شہ رگین خون سے خالی ہوتی ہین اور مردار کی خون سے بھری ہوتی ہین ایماء
الاخرس وکتابتہ کالبیان باللسان گونگے کا اشارہ اور لکھنا بیان کے مانند ہی یعنی زبان سے بولنے کے برابر ہی یعنی گونگا آدمی اگر ہاتھ یا ابرو وغیرہ سے اشارہ کرے تو زبانی
تقریر کے مانند ہی ثبوت احکام مین بشرطیکہ حاکم اسکا اشارہ سمجھے یا حاکم کو اسکا کوئی اشارہ فہیم متقی سمجھا دے اور یہ اسی گونگے کی اگرچہ کتابت بسبب عدم تعلیم او تعلم کے مبتلا ہی
لیکن اگر بطریق خرق عادت کے واقع ہو تو بمنزلہ بیان زبانی کے ہی واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی بخلاف معتقل اللسان برخلاف معتقل اللسان کے معتقل اللسان بفتح قاف
وہ ہی جو کلام کرنے پر قادر نہو مگر تکلف سے کذا فی الطحطاوی عن الحموی وقال الشافعی ہما سواء اور امام شافعی نے کہا کہ گونگا اور معتقل اللسان دونون برابر ہین فی وصیة ونکاح
وطلاق وبیع وشراء وقود وغیرہا من الاحکام ای ایماء الاخرس فیما ذکر معتبر ومثلہ معتقل اللسان ان علمت اشارتہ وامتدت عقلتہ الی موتہ بہ یفتی قلت ومر فی الوصایا
اشارہ گونگے کا زبانی بیان کے مانند ہی وصیت مین اور نکاح اور طلاق اور بیع اور شراء اور قصاص وغیرہا من الاحکام مین یعنی گونگے کا اشارہ اشیاء مذکورہ مین معتبر ہی اور
گونگے کے مانند معتقل اللسان ہی بشرطیکہ اسکا اشارہ مفہوم ہوتا ہو اور اسکا عدم تکلم اسکی موت تک ممتد اور متصل ہو اسی قول پر فتوی ہی مین کہتا ہون اور یہ قول کتاب
الوصایا مین مذکور ہوگیا وذکرہ ہنا الاکمل وابن الکمال والزیلعی وغیرہم ثم مفاد کلامہم انہ لو اقر بالاشارة او طلق مثلا توقف فان مات علی عقلتہ نفذ مستندا
الی الاول معتقل اللسان کو یہان اکمل اور ابن کمال اور زیلعی وغیرہم نے ذکر کیا ہی پھر دریافت کرنا چاہیے کہ انکے کلام سے یہ مستفاد ہوتا ہی کہ اگر معتقل اللسان
اشارہ سے کچھ اقرار کرے یا مثلاً طلاق دے تو اقرار اور طلاق کا حکم موقوف رہیگا سو اگر وہ مرگیا اسی حالت عدم تکلم پر تو اقرار اور طلاق نافذ ہوگا بطریق
استناد کے اور اگر عدم تکلم تا موت ممتد نہین تو طلاق وغیرہ نافذ نہوگا اور جب طلاق نافذ ہو تو اسکی زوجہ کو نکاح کرنا جائز ہی اگر اسکی عدت گذر گئی ہو اشارہ
یا کتابت کے وقت سے وعلیہ فلو تزوج بالاشارة لا یحل لہ وطیہا لعدم نفاذہ لکنہ اذا مات بحالہ کان لہا المہر من ترکتہ قالہ المصنف اور بنابر قول مذکور کے اگر
معتقل اللسان نے اشارہ سے نکاح کیا تو اسکو وطی کرنا زوجہ کا حلال نہین نکاح کے نافذ نہونے کی وجہ سے لیکن جب وہ مرجاویگا زوجہ کا مہر اسکے ترکہ سے
لازم ہوگا ایسا کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین لکن ذکر ابنہ فی الزواہر عند ذکر الاشباہ الاحکام الاربعة لیکن مصنف کے فرزند نے زواہر الجواہر مین ذکر کیا ہی اشباہ
کے احکام اربعہ کے ذکر کے نزدیک تام یہ استدراک ہی علماء مذکورین کے کلام پر احکام اربعہ مذکورہ یہ ہین اقتصار انقلاب استناد تبیین اقتصار چنانچہ انشاء طلاق
وعتاق اور انقلاب یہ کہ جو چیز علت نہین وہ علت ہو جاوے چنانچہ طلاق شرطی تو جب شرط طلاق کی پائی جاویگی مثلاً دخول دار تو جو طلاق کی علت نہین وہ علت
ہوگی اور استناد یہ کہ حکم فی الحال ثابت ہو پھر مستند ہو یعنی منسوب ہو اُس سبب کی طرف جسکا وجود مقدم تھا جیسے نصاب پر زکوة واجب ہوتی ہی سال پورے

ہونے سے مستند الی وجود النصاب یعنی جب سے کہ نصاب کا وجود ہوا اور تبیین یہ کہ فی الحال ظاہر ہو اکہ حکم ثابت تھا پہلے سے چنانچہ آج یوں کہا کہ اگر زید گھر
ہو تو زوجہ مطلقہ ہے اور دوسرے دن ظاہر ہوا کہ زید گھر میں تھا تو طلاق آج ہی واقع ہوگی اور آج ہی سے عدت شروع ہوگی اور استناد اور تبیین میں فرق یہ ہے کہ تبیین کی
اطلاع عباد ممکن ہے اور استناد میں ممکن نہیں کذا فی الاشباہ ملخصا ان قولہم والضابط للمقتصر والمستند ان ما صح تعلیقہ بالشرط یقع مقتصرا وما لا یصح تعلیقہ یقع مستندا
کما فی البحر من باب التعلیق یخالف ذلک لاقتضاءہ وقوع الطلاق والعتاق ونحوہما مما یصح تعلیقہ بالشرط مقتصرا فتنبہ صاحب نہر نے کہا کہ مقرر علما کا یہ قول اور
قاعدہ کلیہ مقتصر اور مستند کے واسطے یہ کہ جسکی تعلیق شرط پر صحیح ہے وہ بطریق اقتصار کے واقع ہوتا ہے اور جسکی تعلیق صحیح نہیں وہ بطریق استناد کے واقع ہوتا ہے
چنانچہ بحر الرائق میں باب التعلیق سے مخالف ہے اسلئے جو مصنف نے اکمل اور ابن کمال اور زیلعی کی طرف منسوب کیا ہے اسواسطے کہ مقتضا قاعدہ مذکورہ یہ ہے کہ طلاق
اور عتاق اور انکے مانند جسکی تعلیق شرط پر صحیح ہے وہ بطریق اقتصار کے واقع ہونہ بطریق استناد کے تو آگاہ اور خبردار رہنا کہ اکمل وغیرہ کا مفاد کلام قاعدہ کلیہ کے مخالف
ہے لا تکون اشارتہ وکتابتہ کالبیان فی حد لانہا تندرئ بالشبہات لکونہا حق اللہ تعالی ولا فی شہادۃ ما نسبہ ہوگا گونگے کا اشارہ اور لکھنا اسکا بیان کے مانند کسی
حد میں حدود سے اسواسطے کہ حدود شبہات سے ٹالی جاتی ہیں اسلیے کہ وہ حق اللہ ہیں اور نہ کسی گواہی میں بیان کے برابر ہے اسکا اشارہ اور کتابت کذا فی تلخیص الجامع
اسلامہ بالاشارۃ ظاہر کلامہم نعم ولم ارہ صریحا اشباہ اور کیا صحیح ہے مسلمان ہوجانا گونگے کا اشارہ سے فقہا کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ ہاں اسلام اسکا صحیح ہے
اور میں نے اسکو صریح نہیں دیکھا کذا فی الاشباہ ابتلاع الطعام لعاق محبوبہ یقضی ویکفر والا لکون محبوبہ لایکفر ومر فی الصوم روزہ دار اپنے معشوق کی رال پی گیا تو روزہ کی
قضا کرے اور کفارہ دے اور اگر اسکا معشوق نہیں تو کفارہ نہ دے اور کتاب الصوم میں یہ مذکور ہوگیا ہے اسواسطے کہ انسان دوسرے کی رال سے گھناتا ہے اور مکروہ
مکروہ جانتا ہے تو خمیر وغیرہ کے مانند ہوگی اور اگر رال محبوب کی ہے تو اسکو مکروہ نہیں جانتا تو وہ روٹی وخمیر کے مانند ہوگئی کذا فی الطحطاوی قیل لبعض الحجاج عذر
فی ترک الحج مر فی الحج مقتول ہوجانا بعضے حاجیوں کا عذر ہے حج کے ترک کرنے میں اور وہ مذکور ہوچکا کتاب الحج میں منعہا زوجہا من الدخول علیہا وہو یسکن معہا
فی بیتہا نشوز حکما الماحرزناہ فی باب النفقۃ منع کرنا زوجہ کا اپنے زوج کو اپنے پاس کے آنے سے اور حالانکہ زوج اپنی زوجہ کے پاس رہتا ہے زوجہ کے گھر میں
نافرمانی ہے حکما چنانچہ ہم نے اس مسئلہ کی باب النفقہ میں تحریر اور تحقیق بیان کی ہے حکم نافرمانی اسواسطے کہ اسنے اسکو ناحق روکا تو زوج پر زوجہ کا نفقہ واجب نہوگا روکنے
کے ولو کان المنع لینقلہا الی منزلہ فلیست ناشزۃ لوجوب السکنی علیہ اور اگر زوجہ کا روکنا اسواسطے ہے کہ زوج زوجہ کو اپنے گھر میں لیجائے تو اب زوجہ نافرمان
نہیں بسبب واجب ہونے سکنی کے زوج پر او کان یسکن فی بیت الغصب فامتنعت منہ لا تکون ناشزۃ لانہا محقۃ اذ السکنی فیہ حرام بخلاف ما لو کان فیہ شبہۃ
یا کہ زوج غصب کے گھر میں رہتا ہو سو زوجہ زوج سے علیحدہ رہے تو وہ نافرمان نہوگی اسواسطے کہ حق پر زوجہ ہے اسلیے کہ غصب کے مکان میں رہنا حرام ہے برخلاف
اس صورت کے کہ مکان میں شبہہ ہو اور شبہہ کی یہ صورت ہے کہ زوج نے مثلا مکان خرید کیا مجہول مال سے کذا فی الطحطاوی مال مجہول وہ ہے جسکی حلت اور حرمت معلوم
نہیں قالت لا اسکن مع امتک وارید بیتا علیحدۃ لیس لہا ذلک وکذا مع ام ولدہ وکلہ مر فی النفقۃ زوجہ نے زوج سے کہا کہ میں تیری لونڈی کے
ساتھ نہ رہونگی اور میں علیحدہ گھر چاہتی ہوں تو زوجہ کو اسکا اختیار نہیں اور اسیطرح زوج کے ام ولد کے ساتھ نہ رہنے کا اسکو اختیار نہیں اور یہ سب باب النفقہ میں مذکور
ہوگیا قال لعبدہ یا مالکی او قال لامتہ انا عبدک لا یعتق لانہ لیس بصریح ولا بکنایۃ مالک نے اپنے غلام سے کہا ای میرے مالک یا اپنی لونڈی سے
کہا کہ میں تیرا غلام ہوں تو لونڈی یا غلام آزاد نہ ہوگا اسواسطے کہ یہ آزاد کرنے میں نہ صریح ہے نہ کنایہ بخلاف قولہ لعبدہ یا مولای لانہ
کنایۃ علی ما مر فی محلہ برخلاف اس قول کے کہ اسنے اپنے غلام سے کہا اے مولے میرے اسواسطے کہ یہ کنایہ ہے بنابر اس تقریر کے جو اپنے محل میں گذری یعنی کتاب
الاعتاق میں علامہ طحطاوی نے کہا کہ یہ اسلئے کہ مولی کا لفظ مالک اور غلام میں مشترک ہے اور نیت سے ایک معنی کی تعیین ہوگی لیکن منح الغفار میں یوں تعلیل ذکر
ہے کہ مولے کے حقیقی معنی ثبوت ولاء علی المعتق ... لالت کرتے ہیں اور یہ نہیں مگر عتق سے تو غلام آزاد ہوگا انتہی اور ظاہر اس کلام کا عدم اشتراط نیت پر

دلالت کرتا ہی و اللہ اعلم العقار المتنازع فیہ لا یخرج من ید ذی الید ما لم یبرہن المدعی علی وفق دعواہ بخلاف المنقول عقار متنازع فیہ
نہ نکالا جاے قابض کے ہاتھ سے جبتک مدعی اپنے دعوی کے موافق (یعنی کہ عقار مدعا علیہ کے ہاتھ مین ہی کذا فی الحموی) گواہ نہ گذرانے برخلاف منقول کے
م یعنی حاکم عقار کو ذی الید کے ہاتھ سے نہ نکالے قابض کے یون اقرار کرنے پر کہ ہان وہ زمین یا مکان میرے قبضہ مین ہی مواضعت یعنی دونون کے گٹھ جانے
کے احتمال کی وجہ سے یعنی شاید مدعی اور مدعا علیہ نے اسپر اتفاق کیا ہو کہ مدعا علیہ اپنے قابض ہونے کا اقرار کرے تاکہ حاکم اسکا حکم دے پھر جب اُسنے حکم کیا تو پھر
اُسکے توڑنے کی کوئی صورت نہین یہان تک کہ اگر اُس عقار کا کوئی اور مدعی دعوی کرے تو اسکا دعوی مسموع نہوگا تو ذی الید کے قبضہ پر گواہی گذرنے سے مواضعت
کی تہمت دفع ہو جاویگی تو اُسپر حکم کرنا ممکن ہوگا اسکے قبضہ سے خارج کرنے کا بسبب ثابت ہو جانے اُسکے قبضہ کے کذا فی الطحطاوی او یعلم بہ القاضی فی الاصح
ثابت ہو مدعا علیہ کے قبضے کو تو اب گواہی کی حاجت نہین ولا یکفی تصدیق المدعی علیہ انہ فی یدہ فی الاصح لاحتمال المواضعۃ اور کفایت نہین کرتی مدعا علیہ کی تصدیق
کہ وہ عقار اُسکے یعنی میرے قبضہ مین ہی قول اصح مین مواضعت کے احتمال سے یعنی باہم گٹھ جانے کے احتمال سے قلت قدمنا غیر مرۃ ذکرنا فی باب جنایۃ المملوک
ان المفتی بہ فی زماننا انہ لا یعمل بعلم القاضی فتامل مین کہتا ہون ہم نے چند بار آگے مذکور کیا پچھلا مرتبہ ذکر کا باب جنایۃ المملوک ہی کہ قول مفتی بہ ہمارے
زمانہ مین یہ ہی کہ قاضی کی دانست پر عمل نہ ہوگا سو اسکو غور کرے وہذا اذا ادعاہ ملکا مطلقا اور یہ اُس وقت ہی جبکہ مدعی نے ملک مطلق کا دعوی کیا یعنی اس
اشتراط اقامت بینہ کا اسپر کہ عقار مدعا علیہ کے ہاتھ مین ہی ملک مطلق کے دعوی مین ہی اما اذا ادعی الشراء من ذی الید و اقر بانہ فی یدہ فانکر الشراء و اقر بکونہ فی یدہ لم یحتج
لبرہان علی کونہ فی یدہ لان دعوی الفعل کما تصح علی ذی الید تصح علی غیرہ ایضا کما بسط فی البزازیہ اور جبکہ مدعی نے ذی الید سے خرید کا دعوی کیا اور
ذی الید کے اس اقرار کا دعوے کیا کہ عقار میرے قبضہ مین ہی سو قابض ذی الید نے اسکے خرید کا انکار اور اپنے قابض ہونے کا اقرار کیا تو اب
ذی الید کے قبضہ ہونے کی گواہی کی حاجت نہ رہی اسواسطے کہ دعوے فعل کا چنانچہ خرید کا دعوے جیسا ذی الید پر صحیح ہی ویسا ہی غیر ذی الید پر بھی
صحیح ہی چنانچہ بزازیہ مین مشرح مذکور ہی عقار لا فی ولایۃ القاضی یصح قضاؤہ فیہ کمنقول ہو الصحیح و تقدم فی القضاء ان المصر لیس بشرط فیہ فیتقید
ویکتب بالحکم القاضی ملک الناحیۃ لیامرہ بالتسلیم ایک عقار قاضی کی ولایت اور حکومت مین نہین تو اُس قاضی کا حکم اُس عقار مین صحیح ہی جیسے مال
منقول مین صحیح ہی یہی قول صحیح ہی اور کتاب العقار مین آگے مذکور ہو چکا کہ وہی شہر ہونا صحت قضا مین شرط نہین یہی قول مفتی بہ ہی اور وہان کا قاضی
حکم لکھ بھیجے اُس طرف کے قاضی کو جہان وہ زمین ہی تاکہ وہ اُس زمین کے دلانے کا امر کرے وقیل لا و صحح ومشی علیہ فی الکنز والملتقی اور بعضون نے
کہا کہ قاضی کا حکم غیر حکومت کی زمین مین صحیح نہین ہی اور اسی قول پر صاحب کنز اور ملتقی چلا ہی ہم مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ ہم نے کنز الدقائق کے
قول سے اسواسطے عدول کیا کہ بزازیہ اور خلاصہ مین مذکور ہی کہ صحیح قول یہ ہی کہ قاضی کا حکم محدود مین صحیح ہی اگرچہ عقار محدود قاضی کی حکومت مین نہو کذا فی الطحطاوی
قضی القاضی ببینۃ فی حادثۃ ثم قال رجعت عن قضائی او بدا لی غیر ذلک او وقعت فی تلبیس الشہود او ابطلت حکمی و نحو ذلک لا یعتبر
قول القاضی فی کل ذلک لتعلق حق الغیر وہو المدعی قاضی نے گواہ سنکر ایک حادثہ مین حکم کیا پھر قاضی نے کہا کہ مین اپنے حکم سے پھر آیا سوا اسکے مجکو کچھ اور ظاہر ہوا
یعنی مین نے ناحق حکم کیا یا کہ مین گواہون کے فریب مین پڑ گیا یا کہ مین نے اپنے حکم کو باطل کر دیا یا ما سوا اسکے اور کچھ کہا ابطال حکم مین تو ان سب باتون مین قاضی کا
قول معتبر نہوگا بسبب متعلق ہو جانے حق غیر کے یعنی مدعی کی حق تلفی کی وجہ سے ہم اور دوسری وجہ یہ ہی کہ رائے اول راجح ہو گئی حکم دینے سے تو رائے ثانی سے
جو اُسکے برابر ہی منقوض نہوگی کذا فی الطحطاوی و القضاء ما صل انکان بعد دعوی صحیحۃ و شہادۃ مستقیمۃ اور قاضی کا حکم جاری اور نافذ ہی اگر صحیح دعوی
اور شہادت مستقیمہ کے بعد واقع ہوا ہو ہم صحیح دعوی وہ ہی جس سے دعوی کے احکام متعلق ہون تو آئین مدعی اور مدعی علیہ کا حاضر ہونا دار القضا مین اور
مدعا علیہ جواب کا اور گواہون سے ثابت کرنا مثلا ضرور ہوگا اور شہادت مستقیمہ عبارت ہی شہادت عدول اور ثقات سے جو شہر الط صحت کی جامع ہو تو اسدو محو

اور شہادت غیر مستقیمہ میں اقوال مذکورہ قاضی کے معتبر ہونگے اور حکم قاضی کا باطل ہوجاویگا اور فاسد دعویٰ کی صورت یہ ہے کہ محدود کا دعویٰ کرے اور حدود بیان
نہ کرے کہ وہ باغ ہے یا اصطبل زمین ہے اور منجملہ شہادت غیر مستقیمہ کے یہ ہے کہ قاضی اپنی دانست پر حکم کرے پھر اسکے علم کی خطا ظاہر ہو تو قاضی کو اپنا حکم جاری رکھنا
لائق نہیں کذا فی الطحطاوی عن الحموی ملخصاً بتصرف الاتی ملخص مرت فی القضاء لو بعلمه و بخلاف مذہبه اور مختار قاضی کا حکم دعویٰ صحیح اور شہادت مستقیمہ کے
بعد نافذ ہے مگر تین صورتوں میں نافذ نہیں جو کتاب القضا میں مذکور ہو گئیں یعنی اگر قاضی نے اپنی دانست پر بدون گواہوں کے حکم کیا یا اپنے برخلاف مذہب کے
حکم کیا یا قاضی کی خطا ظاہر ہوگئی **اذا قال الشہود قضیت و انکر القاضی فالقول له** ینبغی قاله ابن الغرس فی فواکه البدریة وزاد فی البزازیة خلافاً لمحمد رح
زاد فی البحر ما لم ینفذه **قاض آخر** فحینئذ لا یکون القول له فاذا لم ینقض لوجود قضاء الثانی به قال المصنف و هو قید حسن لم ینبه علیه غیر صاحب البحر جبکہ گواہوں نے قاضی
سے کہا کہ تونے حکم دیا ہے اور قاضی حکم دینے کا منکر ہے تو قاضی کا قول معتبر ہوگا یہی قول مفتی بہ ہے ایسا کہا ہے ابن الغرس نے فواکہ بدریہ میں بزازیہ میں اتنا زیادہ
کہا ہے کہ یہ قول محمد رح کے خلاف ہے بحر الرائق میں یہ قید زیادہ کی ہے کہ جب تک قاضی منکر کے قول کو دوسرے قاضی نے نافذ کردیا ہو تو اب قاضی کا قول
عدم قضایا میں مقبول نہوگا بسبب موجود ہونے دوسرے قاضی کے حکم کے مصنف نے کہا اور یہ قید خوب ہے میں واقف نہوا اس قید پر سوائے صاحب بحر کے
اور کسی کتاب میں **شرط نفاذ القضاء فی المجتہدات** من حقوق العباد ان یصیر الحکم **فی حادثة** بان یتقدم دعوی صحیحة من خصم علی خصم حاضر منازع شرعی
شرط نافذ ہونے قضائی مسائل اجتہادیہ میں حقوق عباد سے یہ ہے کہ حکم ہر حادثہ میں اسطرح کہ نفاذ قضا پر دعویٰ صحیح مقدم ہو چکا ہو ایک مخاصم سے دوسرے
مخاصم پر جو منازع شرعی ہو اور صورت اسکی یہ ہے کہ مثلاً قاضی مالکی کا فیصلہ حنفی قاضی کے روبرو پیش ہوا کہ وہ اسکو جاری کردے تو بلا حضور خصمین کے حنفی کو
اسکا نافذ کرنا جائز نہیں طحطاوی نے کہا حقوق عباد کی قید اسواسطے لگائی کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں جیسا کہ حدود اور عتق اور طلاق میں حادثہ ہونا شرط
نہیں اور منازع کی قید سے غیر منازع خارج ہو گیا اور منازع شرعی کی قید سے منازع غیر شرعی جیسا کہ فضولی اور مودع اور مستعیر نکل گئے اسواسطے کہ انکا نزاع
معتبر نہیں انتہی فلو برهن علی الحق علی آخر عند قاض تقضی به برهانه بدون منازعة و مخاصمة شرعیة و تداعی بینهما لم ینفذ قضاؤه لفقد شرطه وهو التداعی بخصومة
شرعیة و کان افتاء فیحکم بمذهبه لاغیر لما قدمناه فی القضاء و افاده بقوله تو اگر مدعی نے اپنا حق دوسرے شخص پر قاضی کے روبرو گواہوں سے ثابت کیا
سو دوسرے قاضی نے گواہ سنکر اسکا حکم کردیا بدون منازعت اور مخاصمت شرعی کے اور بدون اسکے کہ متخاصمین میں تداعی اور باہم تخاصم ہوا ہو
میں واقع ہوا ہو تو دوسرے قاضی کا حکم نافذ نہوگا بسبب نہونے شرط نفاذ کے یعنی تداعی بخصومت شرعیہ تو اب یہ قضا بطور فتویٰ دینا ٹھہرا تو قاضی اپنے
مذہب کے موافق حکم کرے نہ غیر کے مذہب کے موافق چنانچہ ہم نے اسکو کتاب القضا میں ذکر کردیا اور مصنف نے اپنے قول آئندہ میں اسکو بیان کیا فلو رفع الیه ای الی الحنفی قضاء
مالکی بلا دعوی لم یلتفت الیه و یعمل الحنفی بمقتضی مذهبه لعدم تقدم ما منعه من ذلک لخروج قضاء المالکی مخرج الفتوی لعدم تقدم الخصومة الشرعیة التی هی
شرط انعقاد القضاء فی حق العباد تو اگر مرافعہ ہو قاضی حنفی کی طرف مالکی مذہب کے قاضی کی قضا کا بدون دعویٰ کے تو اسکی طرف التفات نکیا جاوے اور قاضی حنفی
مقتضاے اپنے مذہب کے عمل کرے بسبب عدم تقدم اس شرط کے جو اسکو اپنے مذہب پر عمل کرنے سے مانع ہو بعلت خروج قضاء مالکی بطور فتوے یعنی انعدام شرط
سے قضا منزلہ فتویٰ کے ہوگئی بجہت عدم تقدم خصومت شرعیہ کے جو شرط تھی انعقاد قضا کی حق العباد میں **اذا ارتاب القاضی فی حکم القاضی الاول له طلب**
شہود الاصل حرفی القضاء قید بارتیابه فی حکم الاول فافاد انه اذا لم یرتب فیه لا یتعرض له جب تردد میں پڑے قاضی پہلے قاضی کے حکم میں تو اسکو جائز ہے
اصل کے گواہوں کو طلب کرنا یہ مسئلہ مذکور ہو گیا کتاب القضا میں مصنف نے قاضی اول کے حکم میں تردد کی قید لگائی تو یہ فائدہ ظاہر کردیا کہ جب اسمیں اسکو تردد
نہو تو طلب شہود کا متعرض نہو فان فی الفواکه البدریة قالوا قضاء العدل العالم لا ینقض و یحمل علی السداد بخلاف قضاء غیره یعنی اذا تبین وجه فساده بطریقه فلذا قال
نتعقبه فواکہ بدریہ میں کہا کہ فقہا نے کہا ہے کہ قاضی متقی عالم کا حکم توڑا نہیں جاتا اور راستی اور درستی پر محمول ہوتا ہے بخلاف قضاء اس قاضی کے کہ

متقی نہین یا جاہل ہو کہ اب نقض قضا جائز ہی یعنی اُس شہر والے جبکہ فساد قضا کی وجہ صاف ظاہر ہو گئی ہو اُسکے طائفہ مخصوصہ سے تو دوسرے قاضی کو اُسکا توڑنا جائز ہی
ہم قاضی اول کی قضا مین ارتیاب کی یہ صورت ہو کہ وہ متقی نہین جو چاہتا ہو اُسکا حکم کر دیتا ہی اور ظہور وجہ فساد کی یہ صورت ہو کہ ثبوت محدود کا حکم کیا اور حالانکہ
یہ بیان اُسمین نہین کہ وہ باغ ہو یا مکان زمین یا کہ قاضی نے رشوت لے کر حکم کیا تو اس صورت مین قضا باطل ہو کذا فی الطحطاوی **اذا ترتب بیع التعاطی علی
بیع باطل او فاسد لا ینعقد** لترتبه علی البیع عن الخلاصة والبزازیة والبحر جبکہ بیع التعاطی مترتب ہو بیع باطل یا بیع فاسد پر تو منعقد نہو گی یہ مسئلہ مذکور ہو گیا اول
کتاب البیع مین خلاصہ اور بزازیہ اور بحر الرائق سے ہم بیع باطل جیسے بیع مردار یا خون کی اور بیع فاسد وہ ہی جسمین وہ شرط ہو جو مقتضاے بیع نہین اور ترتب کی
لفظ سے اسپر اشارہ کیا کہ متعاقدین مین متارکہ واقع نہین ہوا اور اگر متارکہ ہو گا تو بیع فاسد تعاطی سے صحیح ہو جاوے گی کذا فی الطحطاوی **اخبار قوم انہم سال رجلا عن
شئی فاقر به وهو یرونه ویسمعون کلامه وهو لا یراهم جازت شهادتهم علیه بذلک الاقرار** ایک شخص نے چھپا رکھا قوم کو پھر ایک مرد سے پوچھا سوال
اُس شی کا اقرار کیا اور قوم کے لوگ اُسکو دیکھتے ہین اور اُسکا کلام سُنتے ہین اور وہ یعنی مقر اُنکو نہین دیکھتا ہی تو اُنکی گواہی اُس شخص کے اس اقرار پر جائز ہی **وان
سمعوا کلامه ولم یروه لا تجوز شهادتهم علیه** لان النغمة تشتبه فیقع الشبهة الا اذا علموا انه لیس فیه غیره بان دخلوا البیت ثم خرجوا وجلسوا علی بابه ولا مسلک له
غیره ثم دخل رجل فسمعوا اقراره ولم یروه وقته اور اگر لوگون نے کلام اُسکا سُنا اور اُسکو نہ دیکھا تو اُنکی گواہی اُسپر جائز نہین اسواسطے کہ آواز مشابہ ہوتی ہی دوسری آواز کے
تو شبہہ واقع ہو گا مگر جبکہ لوگون نے معلوم کیا کہ اس مکان مین سواے اقرار کرنے والے کے دوسرا نہین ہی اسطرح پر کہ وہ لوگ خالی کوٹھری مین داخل ہوے پھر باہر
نکلے اور دروازہ پر بیٹھے اور اُس کوٹھری کی سواے اُس دروازہ کے کوئی اور راہ نہین پھر ایک مرد اُس کوٹھری مین داخل ہوا سو اُن لوگون نے اُسکا اقرار
سُنا اور اقرار کے وقت اُسکو نہین دیکھا تو اب شہادت جائز ہی یعنی عدم اشتباہ کی وجہ سے **باع عقارا او حیوانا او ثوبا** وابنه وامرأته او غیرهما من اقاربه حاضر
یعلم به **ثم ادعی الابن مثلا انه ملکه لا تسمع دعواه** کذا اطلقه فی الکنز والملتقی وجعل سکوته کالافصاح قطعا للتزویر والحیل بیچا عقار یا جانور یا کپڑا اور حالانکہ بائع
کا بیٹا یا اُسکی عورت یا اُنکے سوا کوئی اور قرابتدار حاضر ہی اور بیع کو جانتا ہی پھر مثلاً بائع کے بیٹے نے یہ دعوی کیا کہ مبیع میری ملک ہی نہ بائع کی تو اُسکا یہ دعوی
مسموع نہو گا اسی طرح مطلق بلا قید تصرف بیان کیا ہی کنز اور ملتقی مین اور اُسکا ساکت رہنا بیان کے مانند ٹھہرایا قطع تزویر اور قطع حیل فاسدہ کے واسطے
ہم یعنی حضور اور علم اور عدم منازعت فرزند کو اُسکا اقرار ٹھہرایا کہ مبیع بائع کی ملک ہی اور زیلعی نے فتاوی ابو اللیث سے نقل کر کے اسمین تصرف مشتری کی قید لگائی ہی
یعنی اگر وارث بائع کا تصرف مشتری کے وقت سکوت کرے تو اب دعوی اُسکا مسموع نہو گا مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ اس قید سے تو قریب اور ہمسایہ برابر
ہوا جاتا ہی اور حالانکہ ہمسایہ قریب کے برابر نہین چنانچہ یہ مخفی نہین اُسپر جو فقہا کے کلام کو تامل کرے کذا فی الطحطاوی ومختصرا وقالوا فیمن زوج بنته بلا جهاز ان سکوته عن
طلب الجهاز عند الزفاف رضی فلا یملک طلب الجهاز بعد سکوته کما مر فی باب المهر اور فقیہون نے اُس مرد کے حق مین جسکا نکاح بدون جہیز کے کر دیا کہا ہی کہ اُس
مرد کا ساکت رہنا طلب جہیز سے زفاف کے وقت رضامندی ہی عدم جہیز پر تو اب طلب جہیز کا مالک نہو گا بعد ساکت ہو جانے اپنے کے چنانچہ باب المہر مین
گذر گیا **بخلاف الاجنبی** فان سکوته ولو جارا لا یکون رضی برخلاف اجنبی شخص کے اسواسطے کہ اُسکا سکوت اگرچہ وہ بائع کا ہمسایہ ہو رضامندی نہو گا **الا اذا
سکت وقت البیع والتسلیم وتصرف المشتری فیه زرعا وبناء فحینئذ لا تسمع دعواه** علی ما علیه الفتوی قطعا للاطماع الفاسدة مگر جبکہ اجنبی شخص نے سکوت کیا
بیع اور تسلیم بیع کے وقت اور مشتری نے اُسمین تصرف کیا زراعت کرنے اور مکان بنانے سے تو اب اُسکا دعوی مسموع نہو گا بنا بر اُس قول کے جسپر فتوی ہو گیا ہی تاکہ فاسد لالچ
قطع ہو جاوین دیکھو بخلاف ما اذا باع الفضولی ملک رجل والمالک ساکت حیث لا یکون سکوته رضی عندنا خلافا لابن ابی لیلی بزازیة آخر الفصل الخامس وغیره اور
برخلاف اس صورت کے کہ فضولی نے ایک مرد کی ملک بیع کی اور حالانکہ مالک ساکت ہی کیونکہ اُسکا چپ رہنا رضامندی نہین ہم حنفیون کے نزدیک
برخلاف مذہب ابن ابی لیلی کے چنانچہ بزازیہ کی پانچوین فصل کے آخر مین مذکور ہی اور اُسکے سواے اور کتاب مین بھی ہم سکوت مالک اسواسطے رضا نہوا کہ

یہاں سکوت رضا اور عدم رضا دونوں کا محتمل ہے کذا فی البحر ہی باع ضیعة ثم ادعی انها وقف علیه او علی مسجد کذا کنت وقفتها او اراد تحلیف المدعی علیه لیس له
ذلک اتفاقا للتناقض وان اقام بینة تقبل علی الاصح لا لصحة الدعوی بل لقبول البینة فی الوقف بلا دعوی خلافا لما صوبه الزیلعی وقد حققناه فی الوقف
و باب الاستحقاق ایک شخص نے زمین بیچی پھر دعوی کیا کہ وہ زمین تو مجھپر وقف ہے یا فلانی مسجد پر وقف ہے یا میں نے اسکو وقف کیا تھا اور بائع مدعا علیہ کی تحلیف
چاہے تو یہ اسکو جائز نہیں بالاتفاق بسبب تناقض کے اور اگر بائع نے اسپر گواہ قائم کیے تو گواہی مقبول ہوگی بنا بر صحیح تر قول کے نہ اس وجہ سے کہ دعوی بائع کا صحیح ہے
بلکہ اس وجہ سے کہ وقف میں بدون دعوی کے بھی گواہی مقبول ہو جاتی ہے برخلاف اس قول کے جسکی زیلعی نے تصویب کی ہے یعنی عدم قبول شہادت کو صواب کہا ہے اور
ہم نے اس مسئلہ کو کتاب الوقف و باب الاستحقاق میں بیان کیا ہے وهبت مهرها لزوجها فماتت وطالبت ورثتها بمهرها وقالوا کانت الهبة فی مرض موتها
وقال بل فی الصحة فالقول للورثة بها افتی فی الخانیة تبعا لروایة الجامع الصغیر بعد نقله لما فی فتاوی النسفی ان القول للزوج فقال والاعتماد علی تلک الروایة لانهم تصادقوا
علی وجوب المهر واختلفوا فی السقوط فالقول لمنکره انتهی زوجہ نے اپنا مہر زوج کو ہبہ کیا پھر وہ مر گئی اور زوجہ کے وارثوں نے اسکا مہر زوج سے طلب کیا اور کہا کہ ہبہ مرض
مرض الموت میں واقع ہوا اور زوج نے کہا بلکہ اسنے صحت میں ہبہ کیا تو وارثوں کا قول مقبول ہوگا اسی پر اعتماد کیا ہے فتاوی قاضیخان میں جامع صغیر کی روایت کی
پیروی کرکے بعد نقل کرنے اس قول کے جو فتاوی نسفی میں ہے یہ کہ زوج کا قول مقبول ہے سو قاضیخان نے کہا کہ اسی روایت سابقہ پر اعتماد ہے سو اسلیے کہ ان سب نے وجوب مہر
پر اتفاق کیا اور سقوط مہر میں اختلاف تو منکر سقوط کا قول معتبر ہوگا انتہی باقی کلام قاضیخان کا یہ ہے کہ ہبہ حادث ہے اور حوادث میں اصل یہ ہے کہ اقرب اوقات کی طرف منسوب
ہوں قلت وارده فی تنویر البصائر واعتمده مستخالا علی خلاف ما جزم به فی الملتقی کالکنز من ان القول للزوج وان جزم به شراحه کالزیلعی وابن سلطان بانه الاستحسان فتنبه
اور وارثہ کے قول معتبر ہونے کو ثابت رکھا ہے تنویر البصائر میں اور اسی پر اعتماد کیا ہے ہمارے استاد نے برخلاف اس قول کے جسکا ملتقی الابحر میں کنز الدقائق کی مانند
یقین کیا ہے وہ یہ قول ہے کہ زوج کا قول معتبر ہے اگرچہ زیلعی اور ابن سلطان کنز کے شارحوں نے اسکا یقین کیا ہے کہ زوج کا قول معتبر ہونا استحسان ہے یعنی اور وارثہ
کا قول مقبول ہونا قیاس ہے تو اس اختلاف سے خبردار رہنا قلت واستظهره ابن الهمام فی آخر المهر فقال وجه الظاهر ان الورثة لم یکن لهم حق بل لها وهم یدعونه لانفسهم
والزوج ینکر فالقول له میں کہتا ہوں اور قول زوج کے معتبر ہونے کی تقویت کی ہے کمال الدین ابن الہمام نے آخر باب مہر میں و یوں کہا کہ قول ظاہر کی وجہ یہ ہے
کہ وارثوں کا حق مہر میں نہیں بلکہ زوجہ کا حق ہے اور وارث اسکا دعوی کرتے ہیں اپنے فائدہ کیو اسطے اور زوج منکر ہے تو زوج ہی کا قول معتبر ہوگا نہ وارثوں کا
لان القول قول المنکر والله اعلم وکلها بطلاقها لا یملک عزلها لانه یمین من جهته زوج نے زوجہ کو اپنی طلاق کا وکیل کیا تو اب زوج زوجہ کو وکالت
مذکورہ سے معزول نہیں کر سکتا اسو اسطے کہ زوجہ کو وکیل کرنا یمین ہے زوج کی جہت سے ہے یعنی وکیل کرنے میں معنی یمین ہے یعنی طلاق زوجہ کی تعلیق ہے زوجہ کے
فعل پر اور یمین میں رجوع کا اختیار نہیں لیکن یہ توکیل مجلس پر منحصر ہے اسواسطے کہ فتاوی صغری میں مذکور ہے کہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ میں نے تجکو وکیل کیا اسکا کہ تو اپنی
ذات کو طلاق دے تو یہ وکالت اسی مجلس پر مقصور ہے انتہی برخلاف توکیل اجنبی کے کہ وہ مجلس پر منحصر نہیں ہے اور رجوع کا اختیار ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا وعلق
بلفظ الکل فی متی عزلتک فانت وکیلی فطریقه ان یقول فی عزله عزلتک ثم عزلتک لان متی لعموم الاوقات لا کلما فلعموم الافعال ایک نے دوسرے سے کہا
کہ میں نے تجکو اس کام کا وکیل کیا اس شرط پر کہ میں جب تجکو معزول کروں سو تو میرا وکیل ہے تو اسکے معزول کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ یوں کہے کہ میں نے تجکو معزول کیا پھر تجکو
میں نے معزول کیا اسواسطے کہ لفظ متی کا عموم اوقات کے واسطے موضوع ہے اور کلما کا لفظ تو عموم افعال کے واسطے موضوع ہے فلو قال کلما عزلتک فانت وکیلی
یقول فی عزله رجعت عن الوکالة المعلقة وعزلتک عن الوکالة المنجزة الحاصلة من لفظ کلما فحینئذ ینعزل تو اگر یوں کہا کہ ہر بار میں تجکو معزول کروں سو تو
میرا وکیل ہے تو اسکے معزول کرنے میں یوں کہے کہ میں پھرا وکالت معلقہ سے اور میں نے تجکو معزول کیا وکالت منجزہ سے جو حاصل ہوئی کلما کے لفظ سے جسکا
ترجمہ ہر بار ہے تو اب وہ معزول ہو جاوے گا قبض بدل الصلح شرط ان کان دینا بدین بان صالح علی دراهم عن دنانیر او عن شیء آخر فی الذمة

قبض کرنا بدل صلح کا شرط ہی اگر صلح واقع ہوئی ہو ایک دین کی دوسری دین سے اسطرح پر کہ ذرہون پر صلح کی دیناروں سے یا اور کسی چیز سے جو ثابت ہی ذمہ
مین و الا یکن دینا بدین لا یشترط قبضہ لان الصلح اذا وقع علی عین تعین لا یبقی دینا فی الذمۃ فیجاز الافتراق عنہ اور اگر صلح دین کی دین سے نہو تو بدل صلح کا
قبض کرنا شرط نہین اسلیے کہ جب صلح واقع ہوئی عین پر تو وہ متعین ہوگئی ذمہ پر دین باقی نہ رہی تو اُسپر افتراق جائز ہی یعنی برخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہان
افتراق صحیح نہین کیونکہ وہان صلح معاوضہ صرفی ہوگئی اور صرف مین افتراق جائز نہین **قال المدعی لا بینۃ لی فبرہن** ولو بعد حلف خصمہ جواہر الفتاوی وکذا
لو قال بعد طلبہ لیمینہ اذا حلفت فانت بری من المال الذی علیک وحلف ثم برہن علی الحق قبل وقضی لہ بالمال خانیۃ مدعی نے کہا کہ میرے دعوے پر گواہ نہین پھر وہ
گواہ لایا اگرچہ مدعا علیہ کے قسم کہانے کے بعد گواہی ثابت کی ہو کذا فی جواہر الفتاوی اور اُسی طرح اگر مدعی نے مدعا علیہ کے قسم کے طلب کرنے کے وقت یون
کہا کہ جب تو قسم کہائے گا تو بری الذمہ ہو جائیگا میرے اُس مال سے جو تجہپر ہی اور اُسنے قسم کہائی پھر مدعی نے گواہی ثابت کی اب حق پر گواہی مقبول ہوگی اور
اُسکو مال دلایا جاویگا کذا فی الخانیۃ ثم طحطاوی نے مناسب مقام ایک نفیس مسئلہ امام محمد کے کلام سے نقل کیا ہی وہ یہ ہی کہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ میرے تجہپر ہزار درم
ہین سو دوسرے شخص نے کہا کہ اگر تو قسم کہالے کہ ہزار درم مجہپر ہین تو مین اُنکو ادا کرون سو اُسنے قسم کہائی اور مدعا علیہ نے درم ادا کیے سو اگر اُسنے شرط مذکور پر ادا کیے تو یہ
باطل ہی اور ادا کرنے والے کو پھیر لینا جائز ہی اسواسطے کہ یہ شرط باطل مطابق شرع کے نہین اسواسطے کہ قسم شرع شریف مین منکر پر ہی نہ مدعی پر انتہی **او قال الشاہد لا شہادۃ**
لی فشہد تقبل لامکان التوفیق بالنسیان ثم التذکیر یا گواہ نے کہا کہ میری گواہی نہین پھر اُسنے گواہی دی تو گواہی مقبول ہوگی بسبب امکان توفیق کے بہولنے سے پھر یاد
کرنے سے یعنی یہ امر ممکن ہی کہ اول گواہی یاد نہین پڑی تو اُسکی نفی کی پھر یاد آئی تو ظاہر کی ایسا اختلاف قول مانع قبول کا نہین **کما لو قال لیس لی عند فلان شہادۃ**
ثم جاء بہ فشہد او قال لا حجۃ لی علی فلان ثم اتی بہا بالحجۃ فانہا تقبل لما قلنا بخلاف ما اذا قال لیس لی حق ثم ادعی حقا لم یسمع للتناقض چنانچہ اگر ایک شخص نے
کہا فلانے شخص کے نزدیک میرے حق کی گواہی نہین پھر اُسی شخص کو لایا سو اُسنے گواہی دی یا یون بولا کہ میرے حق مین فلانے شخص پر کچہ حجت شرعی نہین پھر وہ حجت شرعی کو
لایا یعنی گواہی سے دعوی ثابت کیا تو وہ مقبول ہی اُس دلیل سے جو ہمنے مذکور کی یعنی بدلیل امکان توفیق بالنسیان ثم التذکیر برخلاف اسکے جبکہ بولا کہ میرا حق نہین پھر
اُسنے حق کا دعوی کیا تو دعوی مسموع نہوگا تناقض کے سبب سے ثم اگر کوئی کہے کہ یہان بھی نسیان اور تذکیر سے توفیق مذکور ممکن ہی اُسکا جواب یون ممکن ہی کہ اس مسئلہ
مین برات ذمہ مدعا علیہ قول اول سے ثابت ہو چلی پھر قول ثانی سے عدم برات ثابت نہوگی کذا فی الطحطاوی **للامام الذی ولاہ** الخلیفۃ **ان یقطع**
انسانا من طریق الجادۃ ان لم یضر بالمارۃ لان للامام ولایۃ ذلک فکذا نائبہ جس حاکم کو بادشاہ نے حکومت دی ہی اُسکو اختیار ہی کہ قطعہ زمین کا
معین کردے کسی آدمی کو شاہراہ کے درمیان سے بشرطیکہ اسقدر زمین دینے سے چلنے پھرنے والون کو ضرر نہو اسلیے کہ بادشاہ کو اسکا اختیار ہی تو اسی طرح
اسکے نائب کو بھی اختیار ہی شارح نے کہا یقطع کا لفظ اقطاع یعنی باب افعال سے ہی مجرد نہین **صادرہ السلطان ولم یعین** بیع مالہ فلو عینہ فمکرہ الا ان
یاخذ الثمن طوعا فباع مالہ بسبب المصادرۃ صح بیعہ لانہ غیر مکرہ کما مر فی الاکراہ ایک شخص سے بادشاہ نے مال طلب کیا اور اُسکے مال کا بیچنا مقرر نہین کیا
یعنی یون نہین کہا کہ یہ مال بیچکر مال دے سو اُسنے اپنا مال بیچا مصادرہ سلطانی کے سبب سے تو اُسکی بیع صحیح ہی اسواسطے کہ بائع مکرہ نہین یعنی بیع پر بالخصوص
جبر نہین ہوا چنانچہ کتاب الاکراہ مین مسئلہ گذر گیا شارح نے کہا سو اگر بادشاہ نے اُسکے مال کی بیع مقرر کردی تو وہ مکرہ ہی یعنی اُسکی بیع اب صحیح نہین مگر یہ کہ وہ شخص
ثمن اُسکا اپنی خوشی سے لے تو مکرہ نہوگا بیع اُسکی صحیح ہوگی **کالدائن اذا حبس بالدین فباع مالہ لقضائہ صح** اجماعا جیسے کہ دائن نے مدیون کو محبوس کیا دین کے
سبب سے سو اُسنے اپنا مال بیچا ادائے دین کے واسطے تو بیع اُسکی بالاتفاق صحیح ہی **خوفہا زوجہا او غیرہ بالضرب حتی وہبت مہرہا لم یصح ان قدر علی الضرب**
لانہا مکرہۃ علیہ زوجہ کو اُسکے زوج نے یا اور شخص نے ڈرایا مار سے یہانتک کہ اُسنے اپنا مہر بخشدیا تو یہ ہبہ صحیح نہین اگر وہ شخص عورت کے مارنے پر قادر ہو اسلیے کہ اُسپر جبر ہوا
مال کی بخشش پر ثم ضرب سے ضرب شدید مراد ہی اسواسطے کہ ضرب غیر شدید سے اکراہ ثابت نہین ہوتا **وان اکرہہا علی الخلع وقع الطلاق ولا یسقط المال** لان طلاق

المکرہ وقع ولا یلزم المال بہ لما قلنا اور اگر عورت پر اکراہ کیا خلع کرنے پر سو اُسنے خلع کیا بعوض اپنے مہر کے جو زوج پر ہے تو طلاق واقع ہو گی اور مال ساقط نہو گا اسواسطے
کہ مکرہ کی طلاق واقع ہوجاتی ہے اور اکراہ سے مال لازم نہیں ہوتا اُس دلیل سے جو ہم نے مسئلہ سابقہ میں ذکر کی ہم کہتے ہیں ظاہر یہی ہے اسواسطے کہ زوج مکرہ نہیں طلاق میں
کذا فی الطحطاوی عن المصنف ولو احالت انسانا علی الزوج ثم وہبت المہر للزوج لم تصح قالوا وہی الحیلۃ قلت انما تتم بقبولہ فیعلم حیلتہا الا ان یقال
یتمکن المحال من مطالبتہ بمہرہ الی ان لا یشترط قبولہ اور اگر زوجہ نے ایک انسان کے دین کا حوالہ کیا اپنے زوج پر پھر اپنا مہر زوج کو بخشدیا تو وہ صحیح نہوگا فقیہوں نے کہا ہے
اور یہ حیلہ ہے میں کہتا ہوں کہ حیلہ مذکورہ تمام نہوگا مگر زوج کے قبول سے سو زوج اُسکے حیلہ کو معلوم کر جاویگا یعنی توکیونکر قبول کریگا اور حالانکہ اُسکا قبول کرنا شرط ہے
مگر یہ کہ یوں جواب دیا جاوے کہ محال یعنی صاحب دین جسکے واسطے حوالہ ہوا ہے وہ قادر ہوگا مطالبہ زوج سے اُسکی المہر کے اُس قاضی کے پاس جو محال علیہ کے
قبول کو شرط نہیں کرتا اتخذ بئرا فی ملکہ او بالوعۃ فنز منہا حائط جارہ وطلب جارہ تحویلہ لم یجبر علیہ ومفادہ انہ یجبر بالرفق دفعا للاذی ایک شخص نے اپنے
ملک میں کنواں یا نجاست کا چہ بچہ بنایا سو اُس سے اُسکے ہمسایہ کی دیوار تر ہوگئی اور اُسکے ہمسایہ نے اُسکی تحویل چاہی تو اُسپر حاکم جبر نکریگا اور عدم جبر سے مستفاد ہوتا ہے
کہ اُسکو نرمی سے امر ہوگا دفع تکلیف اور مشقت کی وجہ سے عدم جبر کی وجہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنے ملک میں مختار ہے وان سقط الحائط منہ لم یضمن لعدم تعدیہ اذ حفر
فی ملکہ فکان تسبیبا اور اگر دیوار گر گئی پانی کی تراوت سے تو کھودنے والے پر ضمان لازم نہوگا اُسکے عدم تعدی سے اسواسطے کہ اُسنے اپنی ملک میں کنواں کھودا
تو یہ تسبیب ہوا یعنی انہدام کا سبب بالفعل ہوا نہ فاعل اُسکا اور ضامن فاعل ہوتا ہے نہ متسبب وجد فی آخر الاجارۃ انہ لو سقی ارضہ سقیا لا تحتملہ فتعدی لجارہ ضمن اور کتاب
الاجارہ کے آخر میں گذر گیا یہ مسئلہ کہ اگر ایک شخص نے اپنی زمین کو اتنا سینچا کہ اُسمیں پانی نہ ٹھہرا سو اُسکے ہمسایہ تک پہونچا یعنی اُسکا نقصان ہوا تو تاوان دیگا
عمر دار زوجتہ بمالہ باذنہا فالعمارۃ لہا والنفقۃ دین علیہا لصحۃ امرہا زوج نے اپنی زوجہ کے گھر میں عمارت بنائی اپنے مال سے زوجہ کی اجازت سے
تو وہ عمارت زوجہ کی ملک ہے اور جو مال خرچ ہوا وہ زوجہ پر دین ہے بسبب صحیح ہونے اُسکی اجازت کے یعنی تعمیر کا امر التزام ہے نفقہ کا باعتبار دلالت کے جیسے اپنے
دین کے ادا کردینے کا امر ولو عمر لنفسہ بلا اذنہا فالعمارۃ لہ ویکون غاصبا للعرصۃ فیؤمر بالتفریغ بطلبہا ذلک اور اگر زوج نے اپنے واسطے عمارت بنائی بدون اذن
زوجہ کے تو عمارت کا مالک زوج ہے اور وہ غاصب ہے گا زمین کا تو اُسکو حکم ہوگا زمین کے خالی کردینے کا عورت کی طلب سے یعنی اگر زوجہ اُسکی طالب ہوگی تو حکم ہوگا ولہا
بلا اذنہا فالعمارۃ لہا وہو متطوع فی البناء فلا رجوع لہ اور اگر عمارت زوجہ کیواسطے بنائی بدون اُسکے اذن کے تو عمارت زوجہ کی ہے اور زوج عمارت بنانے میں
احسان کرنیوالا ٹھہریگا تو خرچ کا لینا اُسکا جائز نہوگا ولو اختلفا فی الاذن وعدمہ ولا بینۃ فالقول لمنکرہ بیمینہ اور اگر زوجین نے اذن اور عدم اذن میں اختلاف کیا اور اُسکے
گواہ نہیں تو منکر اذن کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا وفی ان العمارۃ لہا اولہ فالقول لہ لانہ ہو المتملک کما افادہ شیخنا وتقدم فی الغصب اور اگر دونوں نے اختلاف اسمیں
کیا کہ عمارت زوجہ کی ہے یا زوج کی تو یہاں زوج کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہی تو متملک ہے چنانچہ ہمارے اُستاد نے اسکو بیان کیا ہے اور کتاب الغصب میں یہ مسئلہ
مذکور ہوچکا قال ہذہ رضیعتی ثم اعترف بالخطاء وصدقتہ فی خطاۂ فلہ ان یتزوجہا اذ لم یثبت علیہ بان قال انہ حق او صدق اوکما قلت او اشہد علیہ بذلک شہودا او فی معنی ذلک من الثبات اللفظی الدال علی الثبات النفسی ایک مرد نے کہا کہ عورت میری شیرخوار
ہے یعنی میری زوجہ کا اُسنے دودھ پیا ہے پھر اُسنے اپنی خطا کا اعتراف کیا اور عورت نے اُسکے چوک جانے کی تصدیق کی تو اُس مرد کو اُس عورت سے نکاح کرنا جائز ہے بشرطیکہ شیرخوارگی کے
قول پر ثابت نرہا ہو اسطرح کہنے سے کہ وہ قول شیرخوارگی کا حق یا راست ہے یا جیسا میں نے کہا ویسا ہی ہے یا اُس قول پر لوگوں کو گواہ کیا ہو جو یا جو معنی میں ہو
ثبات لفظی کے جو ثبات نفسی پر دلالت کرنے والا ہے شارح نے کہا کہ مصنف نے مثالیں دے کر فائدہ ظاہر کیا کہ ثبات مذکور ثابت نہوگا مگر قول ہی سے ہم
مصنف نے عدم ثبات قول کو شرط ٹھہرایا اگر یوں کہتا کہ اُسکی شیرخوارگی حق یا راست ہے یا جیسا میں نے کہا ویسا ہی ہے یا اُسپر گواہ کیے پھر بعد اُس ثبات قول کے اپنی خطا کا اقرار
کیا تو قول اُسکا مقبول نہوگا اگرچہ عورت بھی اُسکی خطا کی تصدیق کرے تو وہ فسخ تر ہوتا کذا فی الطحطاوی وہل یکون تکرار اقرارہ بذلک ثباتا خلاف بسوط فی المبسوط

وحاصلہ ان التکرار لایثبت بہ الاقرار اور شیر خوارگی کے اقرار کو مکرر کہنا ثابت ہے یا نہیں اس میں خلاف ہے عالموں کا جو مبسوط میں مشرح مذکور ہے اور
حاصل مبسوط یہ ہے کہ تکرار سے اقرار ثابت نہیں ہوتا ہے طحطاوی نے کہا کہ اگر شارح بجاے حاصلہ کے راجحہ کہتا تو واضح تر ہوتا ولو اخذ رجل غریمہ فنزعہ انسان
من یدہ لم یضمن لانہ تسبب اور اگر ایک مرد نے اپنے مدیون کو پکڑا سو ایک آدمی نے اسکو اسکے ہاتھ سے کھینچ لیا تو اُس آدمی پر تاوان لازم نہوگا اسواسطے
کہ کھینچ لینا سبب سازی ہے بھاگنی کی صاحب دائن کی حق تلفی ہوئی مدیون کے بھاگ جانے سے تو نازع کیطرف حق تلفی مضاف نہوگی جو اُسپر ضمان لازم آوے و
کذا اذا دل السارق علی مال غیرہ اوامسک ہاربا من عدوہ حتی قتلہ عدوہ لما قلنا اور اسیطرح جبکہ ایک شخص نے سارق کو غیر کا مال بتایا یعنے سو اُسنے چورایا
یا جو شخص اپنے دشمن سے بھاگا تھا اسکو پکڑ رکھا یہانتک کہ اسکے دشمن نے اسکو قتل کیا تو مال کا تاوان اور خون کا قصاص دال اور ممسک پر لازم نہ آویگا اسوجہ سے
جو ہمنے مذکور کی یعنی تسبب ہے یعنی سرقہ ہوا سارق کے فعل سے نہ دلالت سے اور قتل ہوا دشمن کے فعل سے نہ ممسک کے فعل سے فی یدہ مال لانسان فقال
لہ سلطان ادفع الی ہذا المال والا اقطع یدک او اضرب خمسین فدفعہ لم یضمن الدافع لانہ مکرہ ایک شخص کے ہاتھ میں دوسرے آدمی کا مال ہے سو بادشاہ نے
اُس سے کہا کہ یہ مال مجھے دے اور اگر مجھکو نہ دیگا تو تیرا ہاتھ کاٹونگا یا تجھکو پچاس بار مارونگا سو اُسنے اسکو مال دیا تو دینیوالے پر تاوان دینا لازم نہوگا اسواسطے کہ اُسپر اکراہ
اور جبر ہوا قال ترکت دعوای علی فلان وفوضت امری الی الآخرۃ لا تسمع دعواہ بعدہ ای بعد ہذا القول ذکرہ فی القنیۃ ایک شخص نے کہا کہ میں نے اپنا دعوی جو فلانے
شخص پر تھا چھوڑا اور اپنا امر آخرت پر سونپا تو بعد اس قول کے اسکا دعوی مسموع نہوگا قنیہ میں اسکو ذکر کیا ہے الاجازۃ تلحق الافعال علی الصحیح فلو غصب
عینا لانسان فاجاز المالک غصبہ صح اجازتہ حینئذ فیبرأ الغاصب عن الضمان اجازت یعنی جائز کر دینا فعلوں کو بھی لاحق ہوتا ہے بنا بر قول صحیح کے تو
اگر ایک نے دوسرے آدمی کی چیز غصب کی سو مالک نے اسکا غصب جائز رکھا تو اُسکی اجازت صحیح ہوگی اور اُس وقت میں تو بری الذمہ ہو جاویگا غاصب تاوان سے
ہم اجازت افعال کی قید اسواسطے لگائی کہ اجازت اقوال میں اختلاف نہیں ہے چنانچہ فضولی کے تصرفات میں فلو انتفع بہ فامرہ بالحفظ لایبرأ عن الضمان مالم یحفظ
وتمامہ فی العمادیۃ اور اگر غاصب نے مغصوب سے نفع لیا پھر مالک نے اسکی نگہبانی کا امر کیا تو اب غاصب تاوان سے بری الذمہ نہوگا جبتک اُسکی بخوبی حفاظت نکریگا
اور اسکا پورا بیان عمادیہ میں ہے ہم انتفاع کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر نفع حاصل نکریگا اور اُسکو حفاظت کا امر ہوگا تو بمجرد امر بالحفظ کے غصب سے خارج ہو جاویگا
کذا فی الطحطاوی وضع منجلا فی الصحراء لیصید بہ حمار وحش وسمی علیہ فجاء فی الیوم الثانی قید اتفاقی اذ لو وجدہ میتا من ساعتہ لم یحل زیلعی فوجد الحمار
مجروحا میتا لم یوکل لان الشرط ان یذبحہ انسان او یجرحہ والا فہو کالنطیحۃ بچھایا جال جنگل میں تاکہ اُس سے گورخر کا شکار کرے اور اُسپر بسم اللہ کو ذکر کیا پھر
شکاری دوسرے دن وہان آیا اور گورخر کو زخمی مردہ پایا تو وہ نہ کھایا جاویگا اسواسطے کہ حلت کی شرط یہ ہے کہ اسکو آدمی ذبح کرے یا زخمی کرے اور نہیں تو اُس
جانور کے مانند ہے جو دوسرے جانور کے سینگ کے زخم سے مرگیا شارح نے کہا دوسرے دن کی قید اتفاقی ہے نہ احترازی اسواسطے کہ اگر اُسکو اُسی ساعت میں
مردہ پایا تو حلال نہوگا کذا فی الزیلعی کرہ تحریما وقیل تنزیہا والاول اوجہ من الشاۃ سبع الحیاء والخصیۃ والغدۃ والمثانۃ والمرارۃ والدم المسفوح
والذکر للاثر الوارد فی کراہۃ ذلک مکروہ تحریمی ہیں بھیڑ بکری سے سات چیزیں فرج اور خصیہ اور غدود اور پھکنا اور پتہ اور جاری خون اور ذکر بدلیل اُس خبر
اور خبر کے جو اُسکی کراہت میں وارد ہے شارح نے کہا اور بعضون نے ان چیزون کو مکروہ تنزیہی کہا ہے اور پہلا قول یعنے کراہت تحریمی اُن اشیاء کی اقرب بدلیل
ہے وجمعہا بعضہم فی بیت واحد فقال ؎ فقل ذکر والانثیان مثانۃ ؛ کذاک دم ثم المرارۃ والغدد ؛ اور بعضے فقیہون نے اشیاء مکروہہ کو ایک بیت میں جمع کر دیا
سو یون کہا ہے سو تو کہہ کہ مکروہ نر ہے اور دونون فوطے اور پھکنا اسیطرح خون پھر پتا اور غدود ہیں اس بیت میں چھ چیزین ہیں نہ سات وقال غیرہ ؎ اذا ما ذکیت
شاۃ فکلہا ؛ سوی سبع ففیہن الوبال ؛ فحاء ثم خاء ثم غین ؛ ودال ثم میمان وذال ؛ اور غیر ناظم سابق نے یون نظم کیا ہے کہ جب بھیڑ بکری ذبح کیجاے
تو اسکو کھا سواے سات چیزون کے کہ اُنکے کھانے میں وبال ہے سو وہ حاء مہملہ ہے پھر خاء معجمہ پھر غین معجمہ اور دال مہملہ پھر دو میم اور ذال معجمہ حاء

نسے حیا یعنی فرج مراد ہو اور حاء معجمہ سے خشیہ اور غین سے غدود اور دال سے دم اور میم اول سے مثانہ اور میم ثانی سے مرارہ اور ذال معجمہ سے ذکر مراد ہی للقنیہ

اقراض مال الغائب والطفل واللقطۃ بشروط تقدمت فی القضاء قاضی کو غائب شخص اور یتیم اور لقطہ کے مال کو قرض دینا جائز ہی ان شرطون کے ساتھ جو کتاب القضاء مین مذکور ہوچکین ہم شروط مذکورہ یہ ہین کہ یتیم کا وصی نہو اور عقد مضاربت کا کوئی قبول کرنیوالا نہو اور مستقرض متعدد ہو اور دولتمند ہو بخلاف الاب

والوصی والملتقط الا اذا انشدہ احتی ساغ جاز تصدقہ فاقراضہ اولی زیلعی برخلاف باپ اور وصی لقطہ پانے والے کے لیئے باپ کو صغیر کا مال اور وصی کو یتیم کا مال اور ملتقط کو لقطہ کا مال قرض دینا جائز نہین ہی مگر جبکہ ملتقط لقطہ کو لوگون مین خوب ظاہر کردے یہانتک کہ وہ مشہور ہوجائے تو اب ملتقط کو لقطہ کا تصدق کرنا جائز ہی تو اسکو قرض دینا بطریق اولی جائز ہوگا کذا فی الزیلعی ہم طحطاوی کے نسخہ مین یون عبارت ہی الا اذا انشدہ احتی ساغ تصدقہ فاقراضہ اولی دونون عبارتوں کا حاصل مطلب ایک ہی قال ان کان اللہ یعذب المشرکین فامراتہ طالق لا تطلق امراتہ لان من المشرکین من لا یعذب کذا فی الخانیہ ایک شخص نے کہا کہ اگر اللہ تعالی سب مشرکون کو عذاب کریگا تو اسکی عورت مطلقہ ہی اس قائل کی عورت پر طلاق واقع نہوگی اسواسطے کہ مشرکون مین سے بعضون پر عذاب نہوگا چنانچہ خانیہ مین ہی وظاہر توجیہ ان المراد بہذا البعض من یصدق علیہ المشرک فی الجملۃ بان یکون مشرکا فی عمرہ ثم یختم لہ بالحسنے او اطفال المشرکین

فانہم مشرکون شرعا واذا ثبت ان البعض لا یعذب وہی سالبۃ جزئیۃ لم تصدق الموجبۃ الکلیۃ القائلۃ کل مشرک یعذب قالہ المصنف اور ظاہر توجیہ اور تاویل مسئلہ مذکور کی یہ ہی کہ اس بعض غیر معذب سے وہ لوگ مراد ہین جنپر لفظ مشرک کا اطلاق فی الجملہ صادق آتا ہو یعنی کسی زمانہ مین شرک کا مرتکب ہوا ہو اسطرح پر کہ اپنی عمر مین مشرک ہو پھر اسکا خاتمہ بخیر ہو کلمہ توحید سے یا بعض سے اطفال مشرکین مراد ہون کیونکہ وہ شرعًا مشرک ہین یعنی بحکم دین آبائی انپر مشرک کا اطلاق ہی پھر جب یہ ثابت ہوا کہ بعض مشرک معذب نہین اور یہ قضیہ سالبہ جزئیہ ہی تو موجبہ کلیہ یعنی ہر مشرک معذب ہی صادق نہ آیا ایسا کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین ہم منطق مین ثابت ہی کہ صدق سالبہ جزئیہ سے موجبہ کلیہ صادق نہین رہتا موجبہ کلیہ یہان لکان اللہ یعذب المشرکین ہی اسواسطے کہ المشرکین کا الف لام

استغراق کا ہی یعنی کل مشرک معذب اطفال مشرکین مین اختلاف ہی علما کا مشہور یہ ہی کہ وہ بہشت مین داخل ہونگے وقد اورد ہذا اللغز علی غیر ہذا ابن وہبان فقال بیت دل قائل لا یدخل النار کافر ولکنہا بالمومنین لتعمرہ اور البتہ ابن وہبان اس پہیلی کو بات کے مغائر اور طرح پر لایا ہی وہبانیہ مین سو اسنے یون کہا اور کوئی ایسا قائل ہی کہ کہتا ہو دوزخ مین کافر داخل نہوگا ولیکن وہ دوزخ مومنون سے معمور ہوگی قال ومعناہ ان الکفار لما یرون النار یومنون باللہ تعالی ورسولہ ولا ینفعہم قال تعالی فلم یک ینفعہم ایمانہم لما راوا باسنا ابن وہبان نے کہا اور اس پہیلی کا مطلب یہ ہی کہ کفار جب دوزخ کو دیکھین گے اللہ تعالی پر اور اسکے رسول پر ایمان لاوینگے اور اسوقت کا ایمان انکو نفع نکریگا حق تعالے نے فرمایا تو کافرون کو انکا ایمان لانا فائدہ نکریگا جبکہ وہ دیکھینگے ہمارا عذاب ہم تو دوزخیون پر ایمان کا لفظ بولا گیا اگرچہ نجات انکی اس ایمان کذائی سے ممکن نہین تو یہ کہنا صادق آیا کہ دوزخ مومنین سے آباد کیجاویگی استغفر اللہ من ہذا التلفظ وبعجز البیت

معنی آخر وہو ان عمارہا خزنتہا القائمون بامرہا وہم مومنون ففی البیت سوالان اور بیت مذکور کے پچھلے مصرع کا ایک مطلب اور بھی ہی وہ یہ ہی کہ دوزخ کے رہنے والے اسکے موکل فرشتے ہین جو وہان کے کام پر قائم اور متعین ہین اور وہ مومن واقعی ہین تو اس تقریر سے لازم آیا کہ بیت مین دو سوال ہین اگرچہ سوال ثانی مین استدراک مستبعد ہی کذا فی الطحطاوی قال ابن الشحنۃ وعندی ان ہذا مما ینکر ذکرہ والتلفظ بہ ولا ینبغی ان یدون ویسطر ولا یقبل تاویل قائلہ

انتہی قلت ہذا مع وضوح وجہہ تکلم فیہ فکیف الاول فلا تغفل ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے کہا کہ میرے نزدیک ایسے کلام کا ذکر کرنا اور اسکا بولنا جائز نہین اور اسکے لائق نہین ہی کہ کتاب مین مدون اور مسطور ہو اور مناسب نہین کہ اسکے قائل کی تاویل یعنی بات بنائی قبول کیجائے انتہی کلام ابن الشحنہ شارح نے کہا مین کہتا ہون کہ یہ یعنی بیت کا سوال ثانی یعنی مومنین سے فرشتے مراد ہونا باوجود ظاہر ہونے اسکی وجہ کے اسمین کلام کیا گیا اور اسکو مسلم نرکھا سو پہلا سوال یعنی کافر دوزخ مین داخل نہوگا کیونکر مانا جاویگا سوائے کتاب کے دیکھنے والے اس سے غافل نہو جیدہم ابن شحنہ کی شرح وہبانیہ مین ہی کہ بعضون نے یہ حکایت نقل کی ہی کہ ایک شخص نے

امام ابوحنیفہ رح سے پوچھا کہ کیا کہتے ہو اُس شخص کے حق مین جو کہتا ہی کہ مین بہشت کی امید نہین رکھتا اور نہ دوزخ سے ڈرتا ہون اور مُردار اور خون کھاتا ہون
اور بدون دیکھے گواہی دیتا ہون اور خدا سے نہین ڈرتا اور بدون رکوع اور سجود کے نماز پڑھتا ہون اور حق سے بغض رکھتا ہون اور فتنہ کو دوست رکھتا ہون
سو امام رح نے اپنے اصحاب سے پوچھا سو اُنھون نے کہا کہ وہ قائل کافر ہی سو امام رح نے تبسم کیا اور فرمایا کہ وہ مومن ہی بہشت اور دوزخ کے مالک سے ڈرتا ہی
نہ بہشت اور دوزخ سے اور مچھلی اور ٹلی کھاتا ہی اور کلمہ شہادتین کی گواہی دیتا ہی اور حالانکہ اُسنے خدا کو اور رسول کو نہین دیکھا اور خدا کے ظلم سے نہین ڈرتا اسواسطے
کہ وہ ظلم سے پاک ہی اور جنازے کی نماز پڑھتا ہی اور موت کو مبغوض رکھتا ہی اور مال کو جو فتنہ ہی دوست رکھتا ہی ظہیر الدین نے کہا کہ اس عبارت مین ایک طرح کا
استبعاد ہی تو اسطرح استعمال کرنا جائز نہین اور مین تو اس حکایت کی صحت کو امام رح کی طرف نہین مانتا اگرچہ ایسے کلام کے قائل کو کافر نہین کہتا مگر ایسے کلام
کو حرام کہتا ہون اور اُسکی تاویل اور توجیہ کو نہین مانتا خصوصاً اُس زمانہ مین جسمین بدعات اور اقوال خلاف شرح ذات اور صفات حق تعالی مین پھیل پڑے ہین
انتہی من شرح الوہبانیہ کذا فی الطحطاوی م سبحان اللہ علمار دین ایسے قول پر اسقدر انکار کرتے ہین اگر ہمارے زمانہ کے مبتدعین اور بدنیاکون کا کلام سنتے تو واللہ اعلم
کیا فرماتے اعوذ باللہ من سوء الادب وفضول الکلام ثم رأیت شیخنا قال قد ینبغی نقلہ ظے نفسہ بالانکار وانہ ماکان ینبغی لہ ان یدونہ وباللہ التوفیق پھر ہمنے اپنے استاد کو دیکھا
فرماتے تھے کہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے نقل کلام وہبانیہ سے اپنی ذات پر نفرین کی یعنے مین نے ایسے کلام موحش کو ناحق نقل کیا اور مصنف وہبانیہ کو
اسکا مدون کرنا اور کتاب مین داخل کرنا لائق نہ تھا اور خدا سے توفیق درستی کلام کی ہم مانگتے ہین م طحطاوی نے کہا ابن شحنہ کا عذر ظاہر ہی کہ وہ نظم وہبانیہ کا شارح
ہی اور اُس نظم مین یہ بیت بھی داخل ہی صبی حشفتہ ظاہرہ بحیث لو رأہ انسان ظنہ مختونا ولا تقطع جلدۃ ذکرہ الا بتشدید المہ ترک علی حالہ ایک لڑکا ہی جسکی سپاری
اسطرح نمود ہی کہ اگر آدمی اُسکو دیکھے تو گمان کرے کہ اسکا ختنہ ہوچکا ہی اور اُسکے نارے کی کھال قطع نہین ہوسکتی مگر سخت درد رسانی سے تو وہ اُسی حالت پر چھوڑا
جاے م ختنہ سے غرض انکشاف حشفہ ہی پھر جبکہ وہ خود نمودار ہو تو قطع کرنے کی حاجت نہی کشیخ اسلم وقال اہل النظر لا یطیق الختان ترک ایضا مانند اُس بوڑھے
کے جو مسلمان ہوگیا اور واقفکارون نے کہا کہ یہ ختنے کی طاقت نہین رکھتا تو اُسکا بھی ختنہ کرنا ترک کیجاے ولو ختن ولم تقطع الجلدۃ کلہا ینظر فان قطع اکثر من
النصف کان ختانا وان قطع النصف فما دونہ لا یکون ختانا یعتد بہ لعدم الختان حقیقۃ وحکما اور اگر ختنہ کیا اور سب کھال نہ کٹی تو دیکھنا چاہیے سو اگر نصف
کھال سے زیادہ کٹ گئی تو ختنہ ثابت ہوگیا اور اگر نصف کھال یا کم نصف سے کٹی تو ختنہ لائق شمار کے نہوا اسلیے کہ حقیقی ختنہ ہی نہ حکمی م ختنہ حقیقی وہ ہی جسمین سب کھال کٹے
اور حکمی ختنہ وہ ہی جسمین نصف سے اکثر کٹے لان للاکثر حکم الکل والاصل ان الختان سنۃ کما جاء فی الخبر وہو من شعائر الاسلام وخصائصہ فلو اجتمع اہل بلدۃ علی
ترکہ حاربہم الامام فلا یترک الا لعذر وعذر شیخ لا یطیقہ ظاہر اور اصل یہ ہی کہ ختنہ کرنا مردون کے حق مین سنت ہی چنانچہ حدیث مین وارد ہی اور وہ علامات اسلام اور
اُسکے مخصوصات سے ہی تو اگر ایک شہر کے لوگ ترک ختنہ پر اتفاق کرین تو مسلمانون کا حاکم اُنسے قتال و جدال کرے تو ختنہ کسی طرح ترک نہین ہوسکتا مگر عذر شرعی
سے اور جو بوڑھا کہ مسلمان ہو اور اُسکی طاقت نہین رکھتا ہو تو اُسکا عذر ظاہر ہی ووقتہ غیر معلوم وقیل سبع سنین کذا فی الملتقی اور ختنہ کرنے کا وقت غیر معلوم ہی یعنی
کس عمر مین ختنہ کرنا چاہیے نص قطعی سے ثابت نہین اور بعضون نے کہا ختنہ کا وقت سات برس ہین کذا فی الملتقی م وجہ اُسکی یہ ہی کہ سات برس کے لڑکے کو نماز کا
حکم ہی تو اُسی عمر مین اُسکا ختنہ کرنا چاہیے تاکہ خوب طہارت حاصل ہو یہ قول کافی مین مذکور ہی اور خزانۃ اکمل مین تنا زیادہ کہا ہی کہ اگر اس سے کمتر ہو تو بہتر ہی اور اس سے
تھوڑا سا زیادہ ہو تو کچھ مضائقہ نہین اور بعضون نے کہا جبتک بالغ نہو ختنہ نہ کرے اسواسطے کہ ختنہ طہارت کیواسطے ہی اور قبل بلوغ کے اُسپر طہارت واجب نہین کذا فی الطحطاوی
وقیل عشر اور بعضون نے کہا کہ دس برس مین ختنہ کا وقت ہی م وجہ اُسکی یہ ہی کہ دس برس کے لڑکے کو نماز کے واسطے حکم ہی تاکہ اُسکو عادت پڑے نماز کی وقیل اقصاہ اثنا عشرۃ
سنۃ وقیل العبرۃ لطاقتہ وہو الاشبہ اور بعضون نے کہا کہ انتہا مدت ختنہ بارہ برس ہین اور بعضون نے کہا طاقت طفل کا اعتبار ہی اور یہی قول مناسب تر بدلیل ہی
وقال ابوحنیفۃ رح لا علم لی بوقتہ ولم یرد عنہما فیہ شی فلذا اختلف المشائخ فیہ اور امام ابوحنیفہ رح نے کہا کہ مجکو علم نہین ختنہ کرنے کے وقت کا اور صاحبین سے

ہین اسمین کوئی روایت وارد نہین تو اسیواسطے عالمون کا اسمین اختلاف واقع ہوا وختان المرأة فی الحقیقة لیس سنة بل مکرمة للرجال اور عورت کا ختنہ سنت
نہین ہو بلکہ عورتون کا مردون کیواسطے تکریم ہے یعنے حق تعالی نے مشروعیت ختان نساء سے مردون کا اکرام کیا اسواسطے کہ وہ الذ ہے جماع مین کذا فی الطحطاوی
وقیل سنة اور قول ضعیف یہ ہے کہ عورتون کا ختنہ سنت ہے قد جمع السیوطی من ولد مختونا من الانبیاء علیہم الصلوٰة والسلام فقال سے وسبعة فی الرسل مختونا
لعمرک خلقة ثمان وتسع طیبون اکارم ٭ وہم زکریا شیث ادریس یوسف ٭ وحنظلة عیسیٰ وموسیٰ وآدم ٭ ونوح شعیب سام لوط وصالح ٭ سلیمان یحییٰ ہود یس
خاتم ٭ اور البتہ جلال الدین سیوطی نے نظم مین جمع کر دیا ہے تمام اُن انبیا علیہم الصلوٰة والسلام کو جو ختنہ ہوئے پیدا ہوئے سو یون کہا کہ رسولون مین تیری
عمر کی قسم پیدائشی مختون ہین سترہ رسول پاک نہایت بزرگی والے اور وہ یہ ہین حضرت زکریا اور حضرت شیث اور حضرت ادریس اور حضرت یوسف
اور حضرت حنظلہ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ اور حضرت آدم اور حضرت نوح اور حضرت شعیب اور حضرت سام اور حضرت لوط اور حضرت صالح اور حضرت
سلیمان اور حضرت یحییٰ اور حضرت ہود اور ہمارے حضرت خاتم الانبیا جنکا لقب مبارک یٰس ہے علیہم الصلوٰة والسلام ط طحطاوی نے کہا اس نظم سے صریح
معلوم ہوا کہ سام اور حنظلہ علیہما السلام بھی نبی مرسل ہین ویجوز کے الصغیر وبط قرحة وغیرہ من المداواة المصلحة اور جائز ہے طفل صغیر کا داغنا اور اُسکے زخم کو
چیرنا پھاڑنا اور اُسکے سواے اور علاج کرنا مصلحت کے سبب سے اور اسیطرح لڑکیون کے کان چھیدنا زینت کی منفعت کیواسطے درست ہے کذا فی الطحطاوی ویجوز
فصد البہائم وکیہا وکل علاج فیہ منفعة لہا اور جانورون کی فصد کھولنا اور اُنکو داغنا اور جس علاج مین کہ اُنکے واسطے فائدہ ہو درست ہے وجاز قتل ما یضر
منہا ککلب عقور وہرة تضر ویذبحہا ای الہرة ذبحا ولا یضربہا لانہ لا یفید ولا یحرقہا اور جانورون مین اُس جانور کا مار ڈالنا درست ہے جو موذی ضرر رسان ہو جیسے
کتا کاٹنے والا اور بلی ضرر پہونچانیوالی اور بلی موذی کو ذبح کر ڈالے اور اُسکو نہ مارے اسلیے کہ مار اُسکو فائدہ نہین کرتی اور نہ اُسکو آگ سے جلاوے وفی المبتغی یکرہ احراق
جراد وقملة وعقرب ولا باس باحراق حطب فیہا نمل والقاء القملة لیس بادب اور مبتغی مین ہے کہ مکروہ ہے آگ سے جلانا ٹڈی اور جون اور بچھو کا اور کچھ مضائقہ نہین
اُن لکڑیون کے جلانے کا جنمین چیونٹیان ہین اور جون کا پھینکنا زمین پر ادب نہین ہے اسواسطے کہ جون دوسرے شخص پر چڑھیگی اور تکلیف دیگی یا مورث نسیان ہے اور
گرسنگی سے اُسکے ناحق تعذیب ہے تو اُسکا مارنا ہی بہتر ہے گرانے سے کذا فی الطحطاوی وجاز المسابقة بالفرس والابل والارجل والرمی لیرتاض للجہاد
اور مسابقت یعنے باہم سبقت کرنا اور آگے نکلجانا گھوڑون اور اونٹون پر سوار ہوکر اور پیدل چلکر اور تیر اندازی کرکے جائز ہے جہاد کی ریاضت کے واسطے مسابقت
کی شرط یہ ہے کہ دوڑنے کی حد اتنی مقرر ہو کہ گھوڑا وہانتک دوڑ سکتا ہو اور ہر گھوڑے مین سبقت کا احتمال ہو اور اگر یہ معلوم ہو کہ ایک گھوڑا سبقت نہ کر سکیگا بالضرور تو جائز
نہین اسلیے کہ مسابقت خلاف قیاس جائز ہوئی احتیاج ریاضت کیوجہ سے اور اس صورت مین تو غیر کو ناحق اپنا مال دینا ہے اُس شرط سے جسمین منفعت نہین تو کیونکر جائز ہوگا
کذا فی المنح ریاضت جہاد کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر مسابقت سے لہو ولعب منظور ہے اور دل بہلانا تو ایسا مسابقت مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی وحرم شرط الجعل من الجانبین
اور حرام ہے مسابقت مین مال کا شرط کرنا دونون جانب سے صورت اُسکی یہ ہے کہ زید اور خالد نے گھوڑے دوڑائے اس شرط سے کہ اگر زید کا گھوڑا نکلجاے تو مال مشروط خالد دے
اور اگر خالد کا گھوڑا آگے بڑھجاے تو زید مال دے یہ اسواسطے حرام ہوا کہ صریح قمار ہے الا اذا ادخلا ثالثا محللا بشرطہ کما مر فی الحظر مگر دونون جانب سے مال کی شرط اُسوقت حرام نہین ہے
جبکہ دونون شخص تیسرے شخص محلل کو داخل کرلین اُسکی شرط کے ساتھ چنانچہ کتاب الحظر مین مذکور ہو چکا اور صورت ادخال محلل کی یہ ہے کہ مثلا زید اور خالد تیسرے شخص مثلا محمود سے کہین
کہ اگر تو ہم دونون سے سبقت کرجاے تو ہم دونون کے دو مال مشروط تو پاوے اور اگر ہم تجھپر سبقت کرجاوین تو ہم تجھ سے کچھ نہ لین لیکن جو زید وخالد مین مال مشروط ہوا ہے وہ بحال
خود باقی ہے جو انمین سے بڑھجاے وہ دوسرے سے مال مشروط کو لے یعنی اگر زید نے سبقت کی تو خالد سے لے اور اگر خالد نے سبقت کی تو زید سے لے اور اگر زید اور خالد دونون محمود
سے سبقت کرگئے تو اُنکو کچھ نہین لیکن محلل کی شرط یہ ہے کہ اُسکا گھوڑا زید اور خالد کے گھوڑون کے برابر ہو سبقت اور عدم سبقت کا احتمال رکھتا ہو اور اگر دونون سے دوڑ مین زیادہ ہو
یقینا یا دونون سے کمتر ہو یقینا تو جائز نہین باعتبار دلالت حدیث کے کذا فی الطحطاوی لا یحرم ان احد الجانبین استحسانا مال مشروط حرام نہین ایک جانب سے

استحسان کی دلیل سے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مثلاً خالد کہے زید سے کہ اگر مین سبقت کر جاؤن تجھپر تو سو اشرفی تجھ سے لونگا اور اگر تو بڑھ جاوے تو مین تجکو دونگا
یہ اسواسطے جائز ہوا کہ یہ قمار نہین اسواسطے کہ قمار عبارت ہے دونون طرف کی ہار جیت کے احتمال سے سو یہان دونون طرف اسکا احتمال نہین بلکہ ایک طرف
ہارنا ہے اور دوسری طرف جیتنا تو قمار کے مانند نہوا یہی وجہ ہے استحسان کی انتہی خلاصۃ الخ اور اگر ایک شخص نے سوارون کی جماعت سے کہا کہ جو تم مین سے آگے
بڑھجاوے وہ مجھ سے اسقدر مال لے یا اُسنے تیراندازون سے کہا کہ جسکا تیر نشان پر لگے وہ اتنا پاوے تو یہ جائز ہے اور مسابقت کے مانند تھا مین اگر کسی مسئلہ مین
تنازع واقع ہوا در مصیبت کیواسطے مال مقرر ہو ایکجانب سے یا دونون جانب سے بشرط ادخال ثالث محلل کے اسلیے کہ حاجت کی وجہ سب کو شامل ہے کیونکہ دونون علوم
مین سیکھنا اور مشق کرنا تقویت دین اور اعلاء کلمۃ اللہ کیطرف راجع ہے کذا فی الطحطاوی ولا یجوز الاستباق فی غیر ہذہ الاربعۃ کالبغل بالجعل واما بلا جعل فیجوز فی کل شیء
وتمامہ فی الزیلعی اور ان چار کے سوا یعنے گھوڑے اور اونٹ اور پیدل اور تیراندازی کے سوا اور چیزون مین چنانچہ خچر پر سوار ہوکر مسابقت کرنا مال شرط
کرکے جائز نہین اور بدون مال کے تہہر شے مین مسابقت جائز ہے اور اسکا پورا بیان زیلعی مین ہے ہم یہ سب مسائل مذکورہ مسابقت کے فتاوی عالمگیری
مین زیلعی سے منقول ہین اور یہ بھی مذکور ہے کہ باب مسابقت مین جواز مذکور سے مراد حلت ہے نہ استحقاق تو اگر مغلوب شخص مال مشروط کو نہ دے تو حاکم جبر سے اسکو
نہ دلا دیگا اور حکم قضا کو اسپر نافذ نہ کریگا ولا یصلی علی غیر الانبیاء ولا علی غیر الملائکۃ الا بطریق التبع اور لفظ صلوۃ کا سواے حضرت انبیا اور سواے حضرات
ملائکہ کے اورون پر نہ بولا جاوے مگر بطریق پیروی ہم یعنے یون کہنا نچاہیے بالاستقلال کہ اللہم صل علی آل محمد وصل علی اصحاب محمد بلکہ بطریق تبعیت کے یون
کہنا درست ہے کہ اللہم صل علی محمد وعلی آلہ واصحابہ واولیاء امتہ طحطاوی نے کہا بعضون نے غیر انبیا علیہم الصلوۃ والتسلیم پر صلوۃ کا لفظ بالاستقلال جائز کہا اسواسطے
کہ حدیث صحیح مین وارد ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہم صل علی آل ابی اوفی وقولہ تعالی ہو الذی یصلی علیکم واولئک علیہم صلوات لیکن جمہور
علما اسکے مانع ہین اسواسطے کہ حضرات انبیا کے ذکر کی یہ خاص علامت ہے تو غیر انبیا انکے ساتھ شریک نہونگے اور جو آیت اور حدیث مذکور ہے وہ دعا پر محمول ہے اور اسمین
اختلاف ہے کہ آیا یہ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی یا ترک اولی الیسا ذکر کیا ہے نووی نے اذکار مین اور کہا ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ کراہت تنزیہی ہے اور حضرات انبیا کیواسطے دعا کرنا
بلفظ صلوۃ اسواسطے مشروع ہوا کہ اسمین تعظیم اور تکریم ہے ابو العالیہ نے کہا کہ معنی صلوۃ اللہ علی نبیہ کی ثنا کرنا ہے حق تعالے کا اپنے رسول پر ملائکہ کے نزدیک اور
صلوۃ ملائکہ سے دعا مراد ہے فتح الباری شرح بخاری مین کہا ہے کہ یہ بہترین اقوال ہے اور اسیطرح صلوۃ غیر ملائکہ سے دعا مراد ہے اور خدا سے تمنا کرنی طلبگاری رسول
مقبول صلے اللہ علیہ وسلم پر کذا فی الطحطاوی وہل یجوز الترحم علی النبی قولان زیلعی قلت وفی الذخیرۃ انہ یکرہ اور کیا جائز ہے لفظ ترحم کا نبی پر اسمین دو قول ہین
جواز اور عدم جواز کذا فی الزیلعی مین کہتا ہون اور ذخیرہ مین ہے کہ ترحم کا لفظ نبی پر بولنا مکروہ ہے یعنے یون کہنا اللہم ترحم علی محمد جائز نہین ہم بعضون نے کہا
کہ لفظ ترحم کا جائز نہین اسلیے کہ صلوۃ کے مانند تعظیم پر دلالت نہین کرتا ہے و لہذا غیر انبیا اور ملائکہ کو اسی لفظ سے دعا کرتے ہین اور تحصیل حاصل بھی اسواسطے
کہ انبیا مرحوم ہین یقیناً اور بعضون نے کہا کہ اللہم ترحم علی محمد کہنا جائز ہے اسواسطے کہ سب عباد سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر مشتاق ہین رحمت الٰہی کے خزانہ
المحل مین ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنا اسماء عظمہ سے واجب ہے تو فقیر غریب مسکین فرید طرید کہنا جائز نہین اور عرب کی تعظیم واجب ہے خصوصاً اہل
حرمین کی حضرت کے سبب سے خصوصاً مہاجرین اور انصار کی اولاد کی اور مقدم ہے تعظیم اولاد علی اور ابی بکر اور عمر اور عثمان کے ہین رضی اللہ عنہم انتہی کذا فی الطحطاوی
وجوزہ السیوطی تبعاً لا استقلالاً فلیکن التوفیق وباللہ التوفیق اور سیوطی نے اسکو جائز کہا تبعاً لا استقلالاً تو دونون قولون کا اختلاف رفع ہو گیا اور خدا
سے ہم توفیق خیر کی مانگتے ہین ویستحب الترضی للصحابۃ اور مستحب ہے صحابہ کرام کو رضی اللہ عنہم کہنا ہم اسواسطے کہ صحابہ کرام طلب رضاے الٰہی مین نہایت
سرگرم تھے اور خوشنودی حق کیواسطے جانبازی کرتے تھے تو رضی اللہ عنہم کے وہی زیادہ تر سزاوار ہین امت کے اور لوگ اگرچہ قطب الاقطاب ہون اُنکے ادنی
مرتبہ شان کی برابر نہین ہو سکتے جسکو اسمین تردد ہو وہ احادیث صحیحہ کو دیکھے وکذا من اختلف فی نبوتہ کذی القرنین ولقمان اور اسیطرح رضی اللہ عنہ کہنا مستحب ہے

آن لوگون کو جنکی نبوت مین اختلاف ہے جیسا کہ ذو القرنین اور لقمان رضی اللہ عنہما وقیل یقال صلی اللہ علی الانبیاء وعلیہ وسلم کما فی شرح المقدمۃ للکرمانی اور
بعضون نے کہا جنکی نبوت مین اختلاف ہے آنکے نام لینے کے وقت یون کہے صلی اللہ علی الانبیاء وعلیہ وسلم چنانچہ کرمانی کی شرح مقدمہ مین مذکور ہے والترحم
للتابعین ومن بعدہم من العلماء والعباد وسائر الاخیار اور ترحم کا لفظ تابعین کیواسطے ہے اور جو آنکے بعد ہین از قسم علماء اور عباد اور باقی نیک لوگ ہم تابعین
وہ لوگ ہین جنھون نے حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نہین دیکھا مگر صحابہ کرام کو دیکھا چنانچہ امام زین العابدین اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہما وکذا یجوز عکسہ ہو الترحم للصحابۃ و
الترضی للتابعین ومن بعدہم علی الراجح ذکرہ الکرمانی اور اسیطرح عکس اسکا جائز ہے یعنی ترحم صحابہ کیواسطے اور رضی اللہ عنہم تابعین اور آنکے بعد کے صالحین
کیواسطے بنا بر قول راجح کے ایسا ذکر کیا ہے کرمانی نے م ولہذا کتب فقہ مین امام رح کے نام پر رضی اللہ عنہ اور رحمۃ اللہ علیہ دونون لفظ مذکور ہین وقال الزیلعی
الاولی ان یدعو للصحابۃ بالترضی والتابعین بالرحمۃ ولمن بعدہم بالمغفرۃ والتجاوز اور زیلعی نے کہا بہتر یہ ہے کہ صحابہ کے واسطے رضی اللہ عنہم کے لفظ سے دعا
کرے اور تابعین کیواسطے رحمۃ اللہ علیہم اور انکے بعد اور لوگون کے واسطے غفر اللہ لہم (خدا انکو بخشے) اور تجاوز اللہ عنہم (اللہ انسے درگزر کرے) کے لفظ سے دعا کرے ہم مغفرت اور تجاوز کی اسلیے دعا
ہوئی کہ تابعین کے بعد ذنوب کی کثرت ہوئی اور امور دینیہ کے اہتمام مین قلت ہوگئی کذا فی الطحطاوی عن الحموی والاعطاء باسم النیروز والمہرجان لا یجوز
ای الہدایا باسم ہذین الیومین حرام اور نوروز اور مہرجان کے نام سے دینا جائز نہین یعنی تحائف رسانی ان دونون کے نام سے حرام ہے م نوروز عبارت
ہے آفتاب کے آنے سے برج حمل مین وہ پہلی تاریخ ہے فروردی ماہ کی اور مہرجان سولھوین تاریخ ہے مہر ماہ کی آتش پرست دونون دنوکین عید کرتے تھے اہل اسلام پر مشابہت
کفار کی حرام ہوئی اسیطرح ہولی اور دیوالی مسلمانون کو حرام ہے کہ مشابہت ہے ہنود کی وان قصد تعظیمہ کما یعظمہ المشرکون یکفر قال ابو حفص الکبیر رحمہ اللہ لو ان رجلا عبد اللہ خمسین سنۃ ثم
اہدی الی مشرک یوم النیروز بیضۃ یرید تعظیم الیوم فقد کفر وحبط اعمالہ انتہی اور اگر نوروز کی تعظیم اور تکریم مقصود ہو جسطرح مشرک اسکی تعظیم کرتے ہین تو تعظیم کرنیوالا کافر ہوجاویگا
ابو حفص کبیر نے کہا اگر ایک مرد نے حق تعالی کی عبادت کی ۵۰ برس پھر مشرک کو تحفہ بھیجا ایک انڈا نوروز کے دن بقصد تعظیم نوروز کے تو بیشک وہ کافر ہوگیا اور اسکا
عمل حبط ہوگیا یعنے ساری عبادت اکارت ہوگئی انتہی کلامہ ولو اہدی المسلم ولم یرد تعظیم الیوم بل جری علی عادۃ الناس لا یکفر اور اگر مسلمان کو نوروز کے دن تحفہ بھیجا اور
اسدن کی تعظیم کا ارادہ نہ کیا بلکہ تحفہ رسانی مین لوگون کی عادت پر چلا تو کافر نہوگا وینبغی ان یفعلہ قبلہ او بعدہ نفیا للشبہۃ اور لائق یہ ہے کہ نوروز سے پہلے یا بعد اسکے تحفہ
رسانی کرے شبہہ دفع کرنے کیواسطے یعنی نوروز کے دن اگرچہ تعظیم کا قصد نہو لیکن مشابہت کفار کی پانیکا شک ہے تو آگے پیچھے کرنا چاہیے دفع اشتباہ کیواسطے ولو شری فیہ
مالم یشترہ قبلہ ان اراد تعظیمہ کفر وان اراد الاکل والشرب والتنعم لا یکفر زیلعی اور اگر نوروز کے دن وہ چیز خریدی کہ جو اسکے قبل خریدنہ کی تھی اگر نوروز کی تعظیم کا ارادہ اس
خریداری سے ہے تو کافر ہوگیا اور اگر کھانے پینے اور لذت ستانی کا قصد کیا تو کافر نہوگا کذا فی الزیلعی ولا باس بلبس القلانس غیر حریر وکرہ ما علیہ ابریسم فوق اربع اصابع
سراجیہ اور کچھ مضائقہ نہین قلانس کے پہننے مین سوائے ریشمی کے اور سوائے اس کپڑے کے جسپر ریشم ہے چار انگلیون سے زیادہ کذا فی السراجیہ م قلانس جمع ہے قلنسوہ کی
اور قلنسوہ کلاہ عجمی ہے کہ اہل عجم اسکو سر پر رکھتے ہین کذا فی الجوہرہ مصنف جمع کا لفظ اسواسطے لایا کہ سفید اور رنگین سب اقسام کو شامل ہو ذخیرہ مین ہے کہ قلنسوہ گوشہ دار
ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی وصح انہ حرم لبسہا اور ریشمی قلنسوہ اور جسپر ۴ انگل سے زیادہ ریشم ہو اسکے پہننے کی حرمت صحیح قول سے ثابت ہے برخلاف اس قول کے جو شرح
مسکین مین قلنسوہ حریری کی حلت مذکور ہے کذا فی الطحطاوی وندب لبس السواد وارسال ذنب العمامۃ بین کتفیہ الی وسط ظہرہ وقیل لموضع الجلوس وقیل شبر اور
مستحب ہے لباس سیاہ اور عمامہ کا شملہ لٹکانا درمیان دونون مونڈھون کے آدھی پیٹھ تک اور بعضون نے کہا بیٹھنے کے مقام تک اور بعضون نے کہا ایک بالشت ویکرہ [illegible]
للرجال کما مر فی باب الکراہیۃ لبس المعصفر والمزعفر لقول ابن عمر رضی اللہ عنہما نہانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن لبس المعصفر وقال ایاکم والاحمر فانہا زی الشیطان اور
مردون کو مکروہ ہے چنانچہ باب الکراہیۃ مین گذرا پہننا کسم کا اور زعفران کے رنگین کپڑے کا بدلیل قول عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے کہ ہمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
لباس معصفر سے منع فرمایا اور فرمایا کہ بچو سرخ سے کہ وہ ہیئت اور لباس ہے شیطان کا وتستحب التجمل واباح اللہ الزینۃ لقولہ تعالی قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ الآیۃ اور

مستحب ہے تجمل اور آرائش اور حق تعالیٰ نے زینت کو مباح کیا ہے بدلیل قول حق تعالیٰ کے تو کہہ کسنے حرام کیا اُس زینت کو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندون کیواسطے نکالی الی آخر الآیۃ ہر مرد کو مستحب ہے کہ احسن اللباس پہنے اور امام اعظم رح اپنے اصحاب کو اسکی وصیت فرماتے تھے اور وہ لباس پہنتے تھے جسکی قیمت ۔۔ دینار تھی بدلیل آیۃ کریمہ (قل من حرم زینۃ اللہ الآیۃ) اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حقتعالیٰ بندہ کو نعمت دیتا ہے تو یہ پسند کرتا ہے کہ اسکی نعمت کا اثر اسپر نمودار ہو اور ایکبار رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے ردا مبارک پہنے جسکی ہزار درم قیمت تھی اور ایکبار نماز پڑھتے تھے اور بدن مبارک پر ردا تھی جسکی قیمت چار ہزار درم تھی چلپی رادی نے ذکر کیا ہے امام اعظم رض سے کسی نے پوچھا کیا ایسا نہ تھا کہ امیر المومنین عمر ایسا قمیص پہنتے تھے جسپر ایسے اور ایسے پیوند تھے امام رض نے جواب دیا کہ وہ امیر المومنین تھے حکمت کے سبب سے ایسا کرتے تھے سو اگر وہ نفیس کپڑے پہنتے یا طرح طرح کے عمدہ کھانے کھاتے تو انکے عامل اُسمین انکی پیروی کرتے اور اگر عمال کو کبھی عمدہ لباس اور طعام نہ ملتا تو ظلم سے حاصل کرتے اس مصلحت سے وہ وضع اختیار کی کذا فی الطحطاوی عن الشلبی عن ابی السعود **وللشاب العالم ان یتقدم علی الشیخ الجاہل ولو قرشیا**

قال اللہ تعالیٰ والذین اوتوا العلم درجات فالرافع اللہ فمن یضعہ یضعہ اللہ فی جہنم وہم اولوا الامر علی الاصح وورثۃ الانبیاء بلا خلاف اور جوان عالم کو تقدیم کرنا پیر جاہل پر جائز ہے اگرچہ جاہل قریش کی قوم سے ہو حقتعالیٰ نے فرمایا اور جنکو علم عطا ہوا وہ صاحب درجات عالیہ ہین تو عالم کا درجہ بلند کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے سو جو اسکو ذلیل اور خوار جانیگا اللہ تعالیٰ اسکو دوزخ مین ڈالیگا اور اولوا الامر سے جنکی اطاعت کا قرآن مجید مین امر ہے علماء دین مراد ہین بنا بر صحیح ترین اقوال کے اور وہی وارث ہین انبیا کے بالاتفاق اسمین خلاف نہین ہم پوری آیت یون ہے واذا قیل انشزوا فانشزوا یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجت واللہ بما تعملون خبیر یعنی جب کہا جاتا کہ اٹھو تو تم اٹھ کھڑے ہوا کرو بلند کرتا ہے اللہ تعالیٰ درجات انکے جو ایمان لائے تم مین سے اور انکے جنکو علم دیا گیا اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسکا عالم اور دانا ہے تفسیر بیضاوی مین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالمون کے بالخصوص درجات بلند کیے کیونکہ وہ علم اور عمل کے جامع ہین اسواسطے کہ علم اپنی بلند مرتبگی کے ساتھ اس عمل کا مقتضی ہے جو مقرون بمزید رفعت ہے اور اسیوجہ سے عالم کے افعال کی پیروی کیجاتی ہے نہ غیر عالم کے افعال کی حدیث مین وارد ہے فضیلت عالم کی عابد پر جیسے چودھوین رات کے چاند کی فضیلت باقی ستارون پر انتہی طحطاوی نے کہا رازی کے احکام قرآن مین ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگون سے اہل علم کو مجلس مین رفعت اور بلندی دیتے تھے تاکہ لوگون کو معلوم ہو کہ حضرت کے نزدیک کسقدر انکی فضیلت اور منزلت ثابت ہے اسیطرح حضرت کے بعد بھی علماء کی تعظیم کرنا چاہیے ابن عباس رض سے کہا کہ علماء کے درجات اور مومنین کے اوپر سات سو درجے ہین ہر درجہ ۵۰۰ برس کی راہ ہے زندویسی نے کہا کہ عالم کا حق جاہل اور استاد کا حق شاگرد پر یکسان ہے برابر وہ یہ ہے کہ عالم اور استاد سے پہلے افتتاح کلام نکرے اور اگر وہ کہین گیا ہو تو اسکے مقام پر نہ بیٹھے اور اسکے کلام کو بے ادبی سے رد نہ کرے اور چلنے مین اسکے آگے نہ بڑھے اور زوج کا حق زوجہ پر اس سے بھی زیادہ ہے وہ یہ ہے کہ اسکی اطاعت کرے جس مباح کام کو وہ امر کرے منقول ہے زلزلہ سخت واقع ہوا تو ایک بزرگ نے فرمایا کہ طالب العلم دعا کرین لوگون نے کہا اسکی کیا وجہ ہے فرمایا کہ انمین جو نیک ہین وہ اور نیکون سے بہتر ہین اور جو انمین بد ہین وہ اور بدون سے بہتر ہین کذا فی الطحطاوی مستطرف مین امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے فرمایا علم کو اسیقدر شرف کفایت کرتا ہے کہ اگر جاہل کو عالم کہیے تو وہ خوش ہو جاتا ہے اور جہل کو اتنی ذلت کافی ہے کہ جاہل بھی جہالت سے بیزار ہے اور اگر جاہل کو جاہل کہیے تو خفا ہو جاتا ہے **اختضب لاجل التزین للنساء والجواری جاز فی الاصح ویکرہ بالسواد**

وقیل لا در فی الحظر ایک شخص نے خضاب کیا آرائش کیواسطے اپنی زوجات اور اپنی حلال لونڈیون کیلئے تو جائز ہے صحیح تر قول مین اور سیاہ خضاب کرنا مکروہ ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ مکروہ نہین اور یہ مسئلہ گذر گیا کتاب الحظر مین ہم ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ جیسے مجکو یہ پسند آتا ہے کہ میری عورت میرے لیے سنگار کرے ویسا ہی پسند آتا ہے اُسکو میرا آرائش کرنا اسمین اختلاف ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا یا نہین قول اصح یہ ہے کہ نہین مجتبیٰ مین ہے کہ صغیر کو منھدی وغیرہ ہاتھ پانو مین لگانا لائق نہین کہ یہ آرائش ہے اور وہ عورتونکو مباح ہے اکمل کی شرح مشارق مین ہے کہ خضاب مین دو مقام پر اختلاف علما ہے ایک یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا یا نہین انس رض نے کہا کہ مجکو آپ کا خضاب کرنا معلوم نہین اور بعضون نے کہا کہ خضاب کیا تھا انکی محبت ام سلمہ رض نے اور ابن عمر رض کی حدیث ہے کہ انھون نے حضرت کا

زرد خضاب دیکھا اور قول مختار یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی خضاب کیا اور اکثر اوقات مین ترک کیا سو جو جسنے دیکھا وہ بیان کیا دوسرا حکم
یہ ہی کہ خضاب افضل ہی یا ترک کرنا اسکا بعضون نے کہا کہ ترک افضل ہی اسلیے کہ تغییر پیری سے نہی وارد ہی اور علمانے کہا کہ خضاب افضل ہی اسواسطے کہ
صحابہ کرام کی ایک جماعت نے خضاب کیا ہی صدیق اکبر رض حنا کا خضاب کرتے تھے اور بعضے زعفران سے خضاب کرتے تھے چنانچہ یہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے مروی ہی
اور بعضے سیاہ خضاب کرتے تھے چنانچہ یہ حضرت عثمان اور حسن اور حسین اور عقبہ بن عامر اور ابن سیرین رضی اللہ عنہم سے منقول ہی اور ہم حنفیون کا مذہب یہ ہی کہ حنا اور
وسمہ کا رنگ خوب ہی چنانچہ مناوے نے تاتیخان مین ذکر ہی نووی شافعی مذہب نے کہا ہی اور مذہب استحباب خضاب کا ہی مرد اور عورت کو زردی اور سرخی کا اور راجح قول مین خضاب سیاہ
حرام ہی اسواسطے کہ حدیث صحیح مین وارد ہی کہ پیری کو تغییر کرو اور بچو سیاہی سے انتہی قول الکمل سیاہ خضاب کی حرمت غیر مجاہدین کے حق مین ہی اور غازیون کو حرام نہین
کافرون پر رعب ڈالنے کیواسطے اور اصحاب کبار نے جو سیاہ خضاب کیا شاید اسکا یہی محل ہی قالہ الحموی کذا فی الطحطاوی ہم مین نے اپنے استاد میر احسن محدث سے سنا وہ
اپنے اساتذہ سے نقل کرتے تھے کہ منع وسیاہ خضاب ہی جو وسمہ کے سوا اور چیزون سے ہو اسواسطے کہ صحیح بخاری مین ثابت ہی کہ جب امام حسین شہید ہوئے تھے تو ریش مبارک
مخضوب بوسمہ تھی واللہ اعلم ہم کما یجوز الاکل متکیا فی الشرح لما روی انہ علیہ الصلوۃ والسلام اکل متکیا مجمع الفتاوی جیسے جائز ہی کہ تکیہ لگا کر قول صحیح مین اسواسطے کہ رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہی کہ آپنے کھانا کھایا تکیہ دیکر کذا فی مجمع الفتاوی اخذتہ الزلزلۃ فی بیتہ ففر الی الفضاء لا یکرہ بل یستحب لفرار النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن حائط
المسائل ایک شخص کو زلزلہ معلوم ہوا اپنے گھر مین سو وہ بھاگا میدان کیطرف تو یہ مکروہ نہین بلکہ کہا گیا مستحب ہی بدلیل فرار کرنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جھکی دیوار سے
واذا خرج من بلدۃ بہا الطاعون فان علم ان کل شیء بقدر اللہ تعالی فلا بأس بان یخرج ویدخل وان کان عندہ انہ لو خرج نجی ولو دخل ابتلی بہ
کرہ لہ ذلک فلا یدخل ولا یخرج صیانۃ لاعتقادہ وعلیہ حمل النہی فی الحدیث الشریف مجمع الفتاوے اور جبکہ انسان نکلا اس شہر سے جسمین وبا ہی سو اگر وہ
یہ جانتا ہو کہ ہر چیز حق تعالی کی تقدیر سے ہی تو کچھ مضائقہ نہین اسکے نکلنے مین وبا کے شہر سے اور وہان جانے مین جہان وبا نہین ہی اور اگر اسکے نزدیک
یہ عقیدہ ہو کہ اگر نکلا تو بچا اور اگر وبا کے شہر مین گیا تو اسمین مبتلا ہو گا تو اسکو یہ مکروہ ہی تو وہان نجائے اور نہ وہان سے نکلے تاکہ اسکا اعتقاد محفوظ رہے
اور اسی تفصیل پر خروج اور دخول کی نہی حدیث شریف مین محمول ہی کذا فی مجمع الفتاوی فقیہ فی بلدۃ لیس فیہا غیرہ افقہ منہ یرید ان یغزو فلیس لہ
ذلک بزازیہ وغیرہا مسائل شرعیہ کا عالم ایک شہر مین ہی کہ وہان اس سے زیادہ تر کوئی عالم نہین اسنے جہاد کا ارادہ کیا تو اسکو یہ جائز نہین ہی چنانچہ
بزازیہ وغیرہا مین ہی ہم یہ قول محمول ہی اس جہاد مین جو ہنوز فرض عین نہین ہو گیا اسواسطے کہ نفع ایسے عالم کا مسلمانون کو زیادہ تر ہی ثواب مین اس جہاد
کے ثواب سے جو فرض عین نہوا ہو کذا فی الکفایۃ ہی قضی المدیون الدین المؤجل قبل الحلول او مات فحل بموتہ فاخذ من ترکتہ لا یاخذ من المرابحۃ التی جرت
بینہما الا بقدر ما مضی من الایام وہو جواب المتاخرین قنیہ وبہ افتی المرحوم ابو السعود افندی مفتی الروم وعللہ بالرفق للجانبین قد قدمہ قبیل فصل القرض
مدیون نے دین موجل کو میعاد کے آنے سے پہلے ادا کیا یا مدیون مرگیا سو اسکے مرنے سے دین حال ہو گیا یعنی موجل نرہا فی الحال واجب الادا ہو گیا سو میت
مدیون کے ترکہ سے لیا گیا تو نہ لے اس منفعت سے جو دائن اور مدیون مین ٹھہر گئی مگر بقدر ایام گذشتہ کے اور یہی جواب ہی علماء متاخرین کا چنانچہ قنیہ مین مذکور
ہی اور اسیکا فتوی دیا ہی مرحوم ابو السعود افندی مفتی بلاد روم نے اور رعایت جانبین کو اسکی وجہ مذکور کی ہی اور شارح نے اس مسئلہ کو فصل قرض سے پہلے بیان کیا ہی
ہم صورت اسکی یہ ہی کہ کوئی چیز دس درم نقد سے خریدی اور دوسرے کے ہاتھ ۲۰ درم کو بیع کی دس مہینے کے وعدہ پر پھر اگر مدیون نے پانچ مہینے کے بعد ثمن ادا کیا یا پانچ مہینے کے
بعد وہ مرگیا تو صاحب دین کو چاہیے پانچ درم نفع لے اور پانچ درم چھوڑے کذا فی الطحطاوی فرع مسائل متفرقہ شارح کا فی اخر الکنز ینبغی لحافظ القرآن فی کل اربعین یوما یختم
مرۃ آخر کنز الدقائق مین ہی کہ حافظ قرآن کو لائق یہ ہی کہ ہر چالیس دن مین ایکبار قرآن مجید کو ختم کرے ہم اسواسطے کہ مقصود فہم معانی ہی نہ مجرد تلاوت قال تعالی
افلا یتدبرون القرآن خاتمہ قرآن خوان پر سلام کرنا نچاہیے اور قاری کو سلام کا جواب دینا یا نہ دینا دونون درست ہین قول صحیح پر اور جب قاری اذان سنے

تو افضل یہ ہی کہ چپ رہے اور اذان سنے اور جب نبی کا نام قرآن مین آوے تو اُسپر صلوٰۃ واجب نہین امام پر سنت روایت ہی کہ جسنے قرآن کو سال مین دوبار ختم کیا تو اُسنے قرآن کا حق ادا کیا اور قاری قیام نکرے مگر باپ یا معلم یا عالم کیواسطے قنیہ مین ہی بہتر یہ ہی کہ ہر مہینہ مین ایکبار ختم کرے اور مستحب ہی اُسکے واسطے تطہیر اور تحسین لباس اور خوشبو لگانا اور حروف ادا کرنا اور اُس مکان کو قنادیل اور شمع سے روشن کرنا اور اہل وعیال کو ختم کے وقت جمع کرنا اور اُنکے واسطے برکت اور مغفرت کی دعا کرنا اور ختم کے بعد پھر قرآن کا شروع کرنا اور قرآن کو مصحف سے پڑھنا اور مستحب یہ ہی کہ تین دن سے کمتر مدت مین ختم نکرے اور مستحب ہی کہ ہر سال ایکبار اُسکو قرآن سنادے جو اس سے زیادہ تر جانتا ہی اور بہترین اوقات قرآن کیواسطے ماہ مبارک رمضان ہی اور بازار مین اور سوال کیواسطے اور ناپاک مکان مین قرآن پڑھنا مکروہ ہی اور مصحف پر کوئی چیز نرکھے اور مصحف کو رکھکر نہ چھوڑے پڑھا کرے تاکہ وہ مہجور اور متروک نہ ٹھہرے اور اگر اُمّی آدمی مصحف کو اپنے گھر مین رکھے برکت کی نیت سے تو مکروہ نہین اور تفسیر قرآن کو اپنی عقل سے اور عکس ترتیب جائز نہین اور اگر مصحف ایسا کہنہ ہو گیا ہو کہ اُسمین پڑھنا ممکن نہین تو پاک کپڑے مین لپیٹ کر بغلی قبر کے مانند کھودکر دفن کرے یا اُسکو جلادے یا ایسی پاک جگہ مین رکھدے جہان نجاست اور ملحدون کے ہاتھ نہ پہونچین اور مصحف اور کتب تفسیر و فقہ اور کعبہ معظمہ کیطرف پانون پھیلانا نوم یا غیر نوم مین مکروہ ہی اور جو قرآن غلط پڑھتا ہو تو بتانا افضل ہی جیسے راہ بھولے کو راہ بتانا حدیث مین وارد ہی کہ میری امت کے گناہ میرے سامنے آئے تو مین نے اس سے زیادہ تر کوئی گناہ ندیکھا کہ مرد آیت یا سورت پڑھکر بھول گیا نسیان سے مراد یہ ہی کہ اُسکو مصحف سے پڑھنا ممکن نہو اور لیٹکر قرآن پڑھنے مین کچھ مضائقہ نہین لیکن پڑھنے کیوقت اپنے دونون پانون سمیٹ لے اگر لڑکا گھر مین قرآن پڑھتا ہو اور گھر والے کام مین مشغول ہون تو ترک سماع مین معذور ہین اگر اُنھون نے کام شروع کیا ہو پڑھنے سے پہلے اور اگر قرآن پڑھنا شروع ہو گیا تو معذور نہین اور یہی حکم فقہ خوانی کا ہی قرآن خوانی کے نزدیک کذا فی الفتاوی منتقطا واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الفرائض

یہ کتاب ہی فرائض کے مسائل مین علم فرائض جمع ہی فریضہ کی اور وہ مشتق ہی فرض سے اور فرض لغت مین بمعنی تقدیر اور قطع اور بیان کے ہی اور اصطلاح شرع مین فرض وہ ہی جو ثابت ہو دلیل قطعی یقینی سے اس قسم کے فقہ کے مسائل کو فرائض اسواسطے نام رکھا کہ سہام مقدر مقطوع مبیّن ہین جو دلیل قطعی سے ثابت ہین تو اسمین لغوی معنی اور شرعی دونون یکجا ہو گئے کذا فی العالمگیریۃ عن الاختیار شرح المختار ہی علم اصول من فقہ وحساب تعرف بہا حق کل من الترکۃ فرائض علم ہی فقہ اور حساب کے ان قواعد کا جن سے ہر ایک وارث کا حصہ ترکہ سے معلوم ہو جاتا ہی اور موضوع علم فرائض کا ترکہ میت ہین اور غایت اس علم کی ایصال حقوق ہی اہل استحقاق کو اور ارکان اُسکے تین ہین وارث اور مورث اور موروث اور شروط اُسکے تین ہین مورث کی موت اور وارث کی حیات حقیقی ہو یا تقدیری چنانچہ حمل اور علم وجہ ارث کا اور اسباب اور موانع اُسکے آگے مذکور ہونگے اور اس مسلہ کے استخراج کے تین اصول ہین کتاب اللہ اور حدیث چنانچہ نانی کی ارث مغیرہ اور ابن سلمہ کی شہادت سے ثابت ہی اور اصل اجماع امت ہی چنانچہ دادے کی ارث عمر فاروق رضی کے اجتہاد سے ثابت ہی اور اسی پر اجماع اصحاب کرام کا ہو گیا اور قیاس کو فرائض مین کچھ دخل نہین کذا فی الطحطاوی مختصرًا والحقوق ہنا خمسۃ بالاستقراء اور حقوق یہان پانچ ہین باعتبار تلاش و تفحص کے یعنی حقوق کا منحصر ہونا پانچ مین حصر استقرائی ہی نہ حصر عقلی لان الحق اما للمیت او علیہ او لا والاول التجہیز والثانی اما ان یتعلق بالذمۃ وہو الدین المطلق او لا وہو المتعلق بالعین اول یعنی میت کا حق تجہیز ہی یعنی میت کا سامان مرنے کے وقت سے دفن کرنے تک اور دوسرا یا متعلق بذمہ میت ہی وہ دین مطلق ہی یا متعلق بذمہ نہین اور وہ متعلق بعین ہی والثالث اما اختیاری وہو الوصیۃ او اضطراری وہو المیراث اور تیسرا یا اختیاری ہی وہ وصیت ہی یا اضطراری ہی جسمین اختیار کو کچھ دخل نہین وہ میراث ہی کہ شرع کی جہت سے ثابت ہی وسمی فرائض لان اللہ تعالی قسمہ بنفسہ واوضحہ وضوح النہار لشمسہ اور میراث کا فرائض نام رکھا گیا اسلیے کہ حق تعالی نے میراث کو خود بذات پاک قسمت کیا اور اُسکو ظاہر اور روشن کر دیا جیسے دن کو روشن کر دیا اپنے آفتاب سے میراث کو قسمت کیا یعنے ہر وارث کا حصہ آپ ٹھہرا دیا اور اُسکی تقدیر ملک مقرب اور نبی مرسل پر مفوض

مثلین کی اور ہر ایک حصہ نصف اور ربع اور ثمن اور ثلث اور سدس سے خوب بکلام مقدس بیان کر دیا بخلاف باقی احکام کے صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور صوم اور حج
وغیرہا کے کہ انمین نصوص مجمل ہین سنت نبویہ مین اسکے بیان واقع ہوا کذا فی المنح قلت ولذا سماہ صلے اللہ علیہ وسلم نصف العلم لثبوتہ بالنص لا غیرہا
غیرہ فبالنص تارۃ وبالقیاس اخری مین کہتا ہون اور اسیواسطے یعنے بسبب تقسیم ربانی کے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے علم فرائض کا نام نصف العلم
رکھا بسبب ثابت ہونے اس علم کے فقط نص سے نہ غیر نص سے اور غیر فرائض تو کبھی نص سے ثابت ہے اور گاہے قیاس سے حاصل بیان اسکا یہ ہے کہ علم یا فقط نص سے
ثابت ہے یا نص اور غیر نص دونون سے ثابت ہے تو جو علم کہ فقط نص سے ثابت ہے وہ فرائض ہے اور جو نص اور غیر نص دونون سے ثابت ہے وہ غیر فرائض کے سوا اور
علوم دینی ہین اور نص سے مراد وہ ہے جو اجماع کو بھی شامل ہے اسواسطے کہ بعض مسائل فرائض کے اجماع امت سے ثابت ہین وقیل لتعلقہ بالموت وغیرہ
بالحیوۃ اور بعضون نے کہا نصف ہونا بسبب متعلق ہونے فرائض کے موت سے اور غیر فرائض کے حیات سے ہے یعنے فرائض نصف علم اسواسطے ہوا کہ انسان
کے دو حال ہین موت اور حیات سو فرائض موت سے متعلق ہے اور باقی علوم حیات سے اور ایک حال نصف ہے مجموع دو حال کا لہذا حدیث شریف مین فرائض کو
نصف علم فرمایا او بالضروری وغیرہ بالاختیاری یا کہ فرائض سبب ضروری سے ثابت ہے اور غیر فرائض سبب اختیاری سے ثابت ہے علم یعنی جس سے ملک ثابت
ہوتی ہے وہ دو قسم ہے اختیاری اور ضروری اختیاری جیسے کسی چیز کا خرید کرنا یا ہبہ کرنا اور وصیت کرنا اور ضروری جیسے ارث تو اسواسطے فرائض کو نصف علم
فرمایا وہل ارث الحی من الحی ام من المیت المعتمد الثانی شرح الوہبانیۃ اور کیا ارث زندے کو زندے سے ہوتی ہے یا مردے سے معتمد قول دوسرا ہے یعنے زندہ وارث ہوتا ہے
مردے کا کذا فی شرح الوہبانیۃ شرح وہبانیہ مین ہے کہ ارث کے وقت مین علما کا اختلاف ہے مشائخ عراق کے نزدیک آخر جزو اجزاء حیات مورث سے وقت ہے
میراث کا اور مشائخ بلخ کے نزدیک وقت ارث بعد مرجانے مورث کے ہے اسواسطے کہ جبتک وہ زندہ ہے اپنے جمیع اموال کا مالک ہے ہر طرح سے تو اگر اسکا وارث
اس حالت مین مالک ہو تو لازم آوے کہ ایک چیز دو شخصون کی مملوک ہو علی وجہ الکمال اور اس امر کو عقول تسلیم نہین کرتین کذا فی الطحطاوی مختصراً یبدأ من
ترکۃ المیت الخالیۃ عن تعلق حق الغیر بعینہا کالرہن والعبد الجانی والماذون المدیون والمبیع المحبوس بالثمن والدار المستاجرۃ ابتدا کیجاے میت کے اس ترکہ سے
جو خالی ہے تعلق حق غیر سے عین ترکہ کے ساتھ جیسا کہ رہن اور عبد جانی اور غلام ماذون مدیون اور وہ مبیع جو محبوس ہے ثمن پر اور اجارہ کا گھر ترکہ لغت مین بمعنی متروک ہے اور
اصطلاح مین ترکہ وہ مال ہے جسکے عین سے غیر کا حق متعلق نہ ہو گیا ہو تو مال کی قید سے اہل وعیال ترکہ سے خارج ہو گئے تعلق حق غیر کا عین ترکہ سے جیسا کہ رہن
وغیرہ رہن کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے کوئی چیز مثلاً باغ گرو رکھا پھر راہن مرگیا اور باغ مرتہن کے پاس ہے اور راہن نے سواے باغ کے کوئی مال نہین چھوڑا تو مرتہن
کا دین مقدم ہے راہن کی تجہیز تکفین پر کیونکہ غیر کا حق عین باغ سے متعلق ہو گیا سو اگر اداے دین کے بعد کچھ باقی رہیگا تو تجہیز مین صرف ہوگا اور عبد جانی کی صورت
یہ ہے کہ غلام نے اپنے مولی کی حیات مین کسیکو قتل کیا اور مولی کا کچھ مال نہین سواے غلام کے اور مولی مرگیا تو مقتول کا وارث اس غلام کا زیادہ تر حقدار ہے مولی سے بابت
اگر دیت دیکر کچھ باقی رہے تو اس سے مولی کی تجہیز تکفین ہوگی اور عبد ماذون مدیون کی یہ صورت ہے کہ اسپر لوگون کے دین ہین مالک کی زندگی مین پھر مالک
مرگیا اور اسکا کچھ مال نہین سواے اسکے تو ارباب دیون مقدم ہین تجہیز پر اور مبیع محبوس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً غلام بیچا زید کے ہاتھ ثمن معین پر اور مشتری نے ہنوز ثمن ادا
نہ کیا اور بائع نے غلام کو روک رکھا اپنے پاس اور مشتری کا کچھ مال نہین سواے اس غلام کے تو بائع احق ہے اس غلام محبوس کا تجہیز مشتری سے اور دار مستاجرہ کی
یہ صورت ہے کہ صاحبخانہ نے گھر زید کو کرایہ دیا اور زید نے اسکی اجرت پیشگی دی پھر صاحب خانہ مرگیا سو اجارہ فسخ ہو گیا اور زید مستاجر کی کچھ اجرت باقی رہی اور صاحبخانہ نے
سواے اس گھر کے کچھ اور ترکہ نہین چھوڑا تو زید مقدم ہوگا صاحبخانہ کی تجہیز پر کذا فی الطحطاوی وانما قدمت علی التکفین لتعلقہا بالمال قبل صیرورتہ ترکۃ اور حقوق مذکورہ مقدم
نہین ہے تکفین پر مگر بسبب متعلق ہو جانے حقوق کے مال کے ساتھ مالکے ترکہ ہو جانے سے پہلے یعنی مال کا ترکہ ہونا تو موت کے بعد ہوتا ہے سو یہ حقوق تو قبل از موت کے متعلق ہو چکے
ثمہ بتجہیزہ ویعم التکفین من غیر تقتیر ولا تبذیر ککفن السنۃ او قدر ما کان یلبسہ فی حیاتہ ترکہ میت سے ابتدا کیجاے میت کی تجہیز سے بدون تنگی اور فضول خرچی کے جیسا کہ کفن مسنون یا بقدر

اسکے جو میت اپنی زندگی مین پہنتا تھا شارح نے کہا تجہیز تکفین کو بھی شامل ہے ضوء السراج مین ہے کہ تنگی اور اسراف کفن کا دو طرح ہے شمار کی راہ سے اور قیمت کی
راہ سے سو شمار کے اعتبار سے مرد کے کفن مین تین کپڑے ہین اور عورت کے کفن مین پانچ ہین تو اگر مرد کو کفن دیا تین کپڑے سے زیادہ تو یہ اسراف ہے اور تین سے کم دیا تو یہ تنگی ہے
اور اگر عورت کا کفن پانچ کپڑون سے زیادہ کیا تو یہ اسراف ہے اور اگر پانچ سے کم کیا تو یہ تنگی ہے اور قیمت کے اعتبار سے اگر مرد زندگی مین دس روپیہ کی قیمت کے کپڑے پہنتا ہے تو
اگر اسکا کفن اس سے زیادہ کیا تو اسراف ہے اور اگر اس سے کم کیا تو تنگی ہے انتہی اور شارح کی عبارت مین لفظاً و معنی وا ہے ہے تو عدد اور قیمت مین حال متوسط معتبر
ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا کفن مسنون اسوقت دیا جائیگا جبکہ ادائے دین مین قصور نہوتا ہو تکفین کے بعد اور اگر کفن مسنون ہونے سے ضرر ہوتا ہو ادائے دین مین تو کفن کفایت دیا جائیگا
کفن کفایت مرد کے دو کپڑے ہین جدید ہون یا مغسول اور عورت کے اسیطرح تین کپڑے ہین کذا فی الطحطاوی ولو ہلک کفنہ فلو قبل التفسخ کفن مرۃ بعد اخری اور اگر میت کا کفن تلف ہو جائے
تو اگر میت کے پھوٹنے اور چٹخنے سے پہلے کفن تلف ہوا تو اسکو کفن دیا جاویگا تاث ہونے کے بعد بار بار ضم توضیح اسکی یہ ہے کہ جب قبر کھود کر کسی نے کفن نکال لیا تو اگر میت مدفون
ہے قبر مین تو وارثون پر اسکو کفن دینا دوسری بار واجب نہین اور اگر میت قبر کے باہر برہنہ ہے تو اول بار کیطرح اسکو کفن دینا چاہیے اگر میت کا بدن درست ہو اور اگر
درست نرہا ہو تو اسکے ترکہ سے ایک کپڑے مین دفن کرنا چاہیے اور اسیطرح کرنا چاہیے اگرچہ چند بار کفن چرایا گیا ہو ادائے دین اور قسمت سے پہلے اور اگر وارثون مین ترکہ
قسمت ہو گیا اور قضاء دیون اور نفاذ وصیت ہو چکی تو وارثون سے کفن کیواسطے استرداد ہوگا بقدر انکے میراث کے اور اس سے کفن دیا جاویگا اسیطرح ہر بار ہوگا
تا بقاء مال میراث کذا فی الطحطاوی و کل من کل مالہ اور ہر بار کا کفن میت کے تمام مال سے لیا جاویگا نہ ثلث مال سے ثم تقدم دیونہ التی لہا مطالب من جہۃ العباد
پھر میت تجہیز کے بعد ان دیون کا ادا کرنا مقدم ہوگا ترکہ سے جنکا مطالبہ ثابت ہے عباد کی جہت سے ضم جہت عباد کی قید سے وہ دین خارج ہو گیا جسکا مطالبہ حقوق اللہ کے
کیطرف سے ہے چنانچہ زکوۃ کا دین اور کفارہ وغیرہ کا دین و یقدم دین الصحۃ علی دین المرض ان جہل سببہ اور صحت کا دین مقدم ہے مرض کے دین سے اگر مرض کے
دین کا سبب معلوم نہو ضم صحت کا دین وہ ہے جو گواہون سے ثابت ہو یا میت نے اپنی صحت مین اسکا اقرار کیا ہو اور مرض کا دین وہ ہے جو میت کے اقرار سے ثابت ہو
مرض کی حالت مین یا جو مرض کے مانند ہے چنانچہ قتال کیواسطے نکلنا یا رجم اور قصاص کیواسطے والا فسیان کما بسطہ السید اور اگر مرض کے دین کا سبب معلوم
ہو تو صحت اور مرض دونون حالتون کا دین برابر ہے چنانچہ سید شریف نے اسکو شرح بیان کیا ہے ضم معلوم ہونا سبب کا اسطرح ہے کہ مدیون نے اپنے مرض مین
اس دین کا اقرار کیا جسکا ثبوت بطریق معاینہ کے معلوم ہوا چنانچہ اسنے کچھ خرید کیا تھا یا کسی کا مال تلف کیا تھا تو یہ دین فی الحقیقۃ صحت کا دین ہے اسواسطے کہ اسکا
وجوب اسکے اقرار کے سوائے اور طرح بھی معلوم ہوا الہٰذا وہ دین صحت کے برابر ہو گیا حکم مین انتہی کلام السید الشریف تو معلوم ہوا کہ دیون عباد کی تین قسم ہین قوی و
ضعیف قوی وہ ہے جو تجہیز اور تکفین پر مقدم ہے چنانچہ حقوق متعلقہ بعین ترکہ کا رہن اور وسط وہ ہے جو گواہون یا صحت کے اقرار سے یا مرض معاینہ سے ثابت ہو
اور ضعیف وہ ہے جو مرض کے اقرار سے ثابت ہو اور معلوم کرنا چاہیے کہ ترکہ قبل قضاء دیون کے مرہون کے مانند ہے تو اسمین وارثون کے تصرفات نافذ نہونگے بشرطیکہ ترکہ دین
کم ہو یا برابر ہو اور اگر ترکہ زیادہ ہو تو نفوذ تصرفات مین دو وجہین ہین ایک وجہ یہ ہے کہ تا بقاء قدر دین تصرف نافذ ہے اور دوسری وجہ ظاہر تر یہ ہے کہ تصرف نافذ نہین
علی قیاس المرہون شرح ملتقے مین ہے کہ ترکہ مستغرقہ کی بیع کرنے کا حاکم کو اختیار ہے نہ وارثون کو اسواسطے کہ وارث اسصورت مین مالک اسکے نہین کذا فی الطحطاوی ثم الدین
اللہ فان اوصی بہ وجب تنفیذہ من ثلث الباقی والا لا اور دین حقتعالے کا چنانچہ زکوۃ سو اگر میت نے اسکے ادا کرنے کی وصیت کی تو اسکا جاری کرنا تہائی باقی مال سے واجب ہے
اور اگر وصیت نہین کی تو واجب نہین ضم دین خدا چنانچہ زکوۃ اور حج اور صیام اور نذر اور کفارات تو اگر میت نے مثلاً اسقاط نماز کی وصیت کی تو مطالبہ ساقط ہوگا اور اگر وصیت
نہین کی اور وارث نے تبرع کیا یعنے اپنی طرف سے مال دے کر اسقاط کیا تو بعضون کے نزدیک نماز مین میت سے ساقط نہین ہوتی ہین اسواسطے کہ اختیار بالکل
معدوم ہے اور اسواسطے کہ فعل وارث کا وصیت سے کمتر ہے تو عدم جواز کا حکم ہوگا تاکہ احتیاط مرتبہ ظاہر ہو اور بعضون نے کہا کہ مطالبہ ساقط ہوگا وصیت کرنے کے
مانند اسواسطے کہ جواز کی دلیل یہان تو گنجائش رحمت الٰہی اور اسکے کمال کرم اور فضل کی امیدواری ہے اور یہ تو وصیت اور تبرع دونو کو شامل ہے ابن کمال نے کہا ہے کہ

حقیقت اہل شرع کے عرف مین یہ ہے کہ مال واجب ہو ذمہ پر کسی چیز کے بدلے سے تو خراج دین ہے اسواسطے کہ منافع حفظ کا بدل ہے برخلاف زکوۃ کے اسواسطے
کہ اسمین تملیک مال واجب ہے بغیر اسکے کہ کسی چیز کا بدل ہو کذا فی الطحطاوی ثم تقدم وصیتہ مطلقۃ علی الصحیح خلافا لما اختارہ فی الاختیار پھر دین کے بعد وصیت کی ادا
مقدم کیجاے اگر وصیت مطلقہ ہو بنا بر قول صحیح کے برخلاف اُس قول کے جسکو اختیار شرح مختار مین اختیار کیا ہے اور وصیت مطلقہ عبارت ہے ربع مال یا ثلث مال کی وصیت
سے اور وصیت معینہ وہ ہے جو شی معین سے متعلق ہو چنانچہ گھر یا کپڑے یا جاریہ کی وصیت اور بعضون نے وصیت مطلقہ کے مقابل وصیت مقیدہ کو بیان کیا ہے وہ یہ ہے
کہ بعینہ ثلث مال کی وصیت کرے اسطرح کہ مثلاً تین درم یا دینار ثلث دار یا ثلث غنم کی وصیت کرے کذا فی الطحطاوی فتاوی عالمگیری مین اختیار کے [illegible]
سے منقول ہے یعنے وصیت مطلقہ میراث پر مقدم نہین تو موصی لہ وارثون کا شریک ہے نہ مقدم من ثلث ما بقی بعد تجہیزہ و دینہ وصیت جاری ہو اُس مال کی
تہائی سے جو باقی رہگیا میت کی تجہیز اور دین کے بعد وصیت جاری ہوگی ثلث باقی سے نہ اصل مال کے ثلث سے بشرط وقوع تجہیز اور ادائے دیون کے یا بشرط وجود ان
کے جبکہ دونو امر پایا جاے اور اگر تجہیز اور دیون دونون نہ پاے گئے اسطرح پر کہ ایک شخص ڈوب گیا یا جلگیا اور مردے نے اُسکو کفن دیا اور وہ کسی کا مدیون نہین تو تمام مال کی
تہائی سے وصیت جاری ہوگی اور اگر میت کا کوئی وارث نہین یا وارث ہے مگر تمام مال کے ثلث سے تنفیذ وصیت کو جائز رکھتا ہے تو بھی کل مال کے ثلث سے وصیت جاری ہوگی
اور تنفیذ وصایا کا ثلث سے مطلب یہ ہے کہ جسقدر مال وصیت کیواسطے کفایت کرتا ہو اتنا مال جز قسمت سے ساقط کیا جاے نہ اسقدر کہ جدا کرکے باقی مال سے اور موصی لہ کو
تسلیم کر دینا کذا فی الطحطاوی عن ابن کمال وانما قدمت فی الآیۃ اہتماما لکونہا مظنۃ التفریط اور وصیت آیت قرآنی مین مقدم نہین کی گئی دین پر مگر اہتمام کیواسطے بسبب
ہونے وصیت کے مظنہ تفریط کا (موضع کمی کا) یہ جواب ہے سوال مقدر کا سوال یہ ہے کہ یہان وصیت کا رتبہ دین کے بعد ہے اور کلام مجید مین وصیت دین پر مقدم ہے شارح نے جواب دیا
کہ وصیت کا اہتمام منظور رہا بسبب مظنہ تفریط کے اسواسطے کہ وصیت کا لزوم دین سے کمتر ہے اور اسواسطے کہ وصیت غربا اور مساکین کا حق ہے اور دین حق ہے ارباب دیون کا
جو حاکم سے نالش کرکے لے سکتے ہین تو اُسکے ادا کرنے مین احتمال تھا تفریط بخلاف دین کے کہ ورثہ اپنے مورث کا فارغ ذمہ خود چاہتے ہین لہذا وصیت کا ذکر دین پر مقدم
ہوا اور وصیت کی ترغیب کے واسطے ثم رابعا بل خامسا یقسم الباقی بعد ذلک بین ورثتہ پھر چوتھے مرتبے بلکہ پانچوین مرتبے مین باقی مال بعد امور مذکورہ قسمت
کیا جاے میت کے وارثون مین جو صرف ترکہ مین پہلے تجہیز اور تکفین کا مرتبہ ہے پھر دوسرا مرتبہ ادائے دین کا پھر تیسرا مرتبہ وصیت کا تو چوتھا مرتبہ ہوا تقسیم ورثہ کا اور
اگر اُن حقوق کو اعتبار کیجیے جو عین ترکہ سے متعلق ہین چنانچہ رہن اور عبد جانی تو تقسیم میراث کا پانچوان مرتبہ ٹھہریگا معلوم کرنا چاہیے کہ تاخیر قسمت کا محل وہان ہے جہان
حقوق متقدمہ پائے جاوین اور اگر حقوق مذکورہ نہون تو قسمت ہی سے ابتدا ہوگی اور قسمت کا محل وہان ہے جہان وارث متعدد ہون اور اگر ایک ہی وارث ہو
تو تمام مال اُسیکا ہے سوائے زوجین کے کہ وہ سب مال کو نہین پاتے روح الشروح مین ہے کہ ورثہ جمع ہے وارث کی اور علمائے فرائض کے عرف مین وارث وہ ہے جو
باقی رہے بعد فنا ہوجانے اُس شخص کے باقی کا نسب یا سبب ثابت ہے و باین معنی حقتعالی نے فرمایا کہ نحن الوارثون یعنے ہم باقی رہنے والے ہین بعد فنائے خلائق کے لیکن
نسب اور سبب کی قید خالق حق سبحانہ کے حق مین ماخوذ نہین اسواسطے کہ وہ پاک نسب اور سبب سے پاک اور منزہ ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا ای الذین ثبت ارثہم بالکتاب
مراد وارثون سے وہ لوگ ہین جنکی ارث کلام مجید سے ثابت ہے کتاب اللہ مین باپ اور ماں اور زوج اور زوجہ اور بیٹی اور بیٹیون اور بھائی اور بہنون کی میراث
ثابت ہے او السنۃ کقولہ علیہ الصلوۃ والسلام اطعموا الجدات السدس یا جنکی ارث سنت سے ثابت ہے چنانچہ یہ حدیث رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی کہ جدات
کو سدس کا اطعام کرو یعنی چھٹا حصہ اُنکو دو جدہ کی ارث سنت سے ثابت ہے اسی طرح سگی بہنون کی بیٹیون کے ساتھ سنت وہ ہے جو رسول خدا صلے اللہ علیہ
وسلم سے قولاً یا فعلاً مروی ہوا اور حدیث کا لفظ قول کو مخصوص ہے اور کشف المنار مین ہے کہ مطلق لفظ سنت کا سنت نبوی کے اختصاص کا مقتضی نہین ہے اسواسطے
کہ اہل شرع کے عرف مین مطلق لفظ سنت سے دین کا طریقہ مراد ہے خواہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا قول یا فعل ہو یا صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کا کذا فی الطحطاوی
او الاجماع کجعل الجد کالاب وابن الابن کالابن یا جنکی ارث اجماع امت سے ثابت ہو چنانچہ دادا کو باپ کے مانند قرار دینا اور پوتے کو بیٹے کے مانند ٹھہرانا

کے ہم اجماع امت سے مراد اتفاق رائے مجتہدین امت محمدی ہی حکم شرعی پر جس زمانے میں کہ واقع ہو اور مراد انسے اہل حل و عقد ہیں اسواسطے کہ غیر اہل حل و عقد کے اتفاق کا کچھ اعتبار نہیں اور اسیطرح شرائع سابقہ کے مجتہدین کے اتفاق کا کچھ اعتبار نہیں کذا فی الطحطاوی ویستحق الارث ولو لمصحف به یفتی وقیل لا یورث وانما ہو للقارئ من ولدیہ صیرفیہ باحد ثلثۃ برحم ونکاح صحیح فلا توارث بفاسد ولا باطل اجماعا و ولاء اور وارث مستحق میراث کا ہوتا ہے منجملہ تین جہات کے ایک جہت سے قرابت سے اور نکاح صحیح سے اور ولا سے خواہ ولاء عتق کی ہو خواہ ولاء موالات کی استحقاق ارث ہر چیز میں ہے اگرچہ متروکہ مصحف ہو اسی قول کا فتوی ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ مصحف میں میراث جاری نہیں مصحف تو میت کے دو فرزندوں میں سے قاری فرزند کا ہے کذا فی الصیرفیہ جب نکاح صحیح کی قید ہوئی میراث میں تو نکاح فاسد اور باطل سے باہم توارث نہیں ہے نکاح فاسد وہ جسمیں شروط صحت نکاح سے کوئی شرط نہو اور نکاح باطل چنانچہ متعہ اور نکاح موقت کذا مر فی کتاب النکاح معلوم کرنا چاہیے کہ وارثوں کا حق ترکہ کی مالیت سے اور ترکہ کی اعیان دونوں سے متعلق ہے مانند حق موصی لہ کے تو ایک وارث کو نہیں پہونچتا کہ ترکہ کی ایک چیز مثلاً کتاب یا باغ آپ لے اور اسکی قیمت باقی وارثوں کو دے مگر انکی رضامندی سے یہ جائز ہے اور تکفین اور قضاء دین مالیت ترکہ سے متعلق ہے نہ عین ترکہ سے اسیواسطے وارثوں کو جائز ہے کہ اپنے مال سے دین ادا کریں اور اشیاء ترکہ کو اپنے واسطے خالص کریں کذا فی الطحطاوی والمستحقون للترکۃ عشرۃ اصناف مرتبۃ کما افادہ بقولہ اور مستحق ترکہ کے دس قسم کے وارث ہیں علی الترتیب چنانچہ مصنف نے اپنے آیندہ قول میں اسکو بیان کیا ہے فیبدأ بذوی الفروض ای السہام المقدرۃ تو ترکہ کی تقسیم شروع کیجائے اصحاب الفروض سے فروض سے مراد سہام مقدرہ ہیں ہم سہام مقدرہ یعنی جو حصے کہ معین اور مصرح ہیں کتاب اللہ اور سنت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اجماع امت سے سو سہام مذکورہ یہ ہیں نصف اور ربع اور ثمن اور ثلثین اور ثلث اور سدس یعنی آدھا اور چوتھائی اور آٹھواں اور دو تہائیاں اور تہائی اور چھٹا حصہ وہم اثنا عشر عشرۃ من النسب ثلثۃ من الرجال وسبعۃ من النساء واثنان من السبب وہما الزوجان اور تمام اہل فروض بارہ ہیں دس نسب کی راہ سے جن میں تین مردوں میں سے ہیں اور سات عورتوں سے اور دو سبب کی راہ سے اور وہ زوجہ اور زوج ہیں ہم تین مردوں سے مراد ایک باپ دوسرا دادا تیسرا اخیافی بھائی اور سات عورتوں سے مراد بیٹی اور پوتی اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور اخیافی بہن اور ماں اور دادی یہ وارث نسبی ہیں اور زوجین وارث سببی ہیں ثم بالعصبات ال للجنس فیستوی فیہ الواحد والجمع وجمعہ للازدواج النسبیۃ لانہا اقوی پھر اہل فروض کے بعد عصبات نسبیہ کو ارث ملیگی اسواسطے کہ عصبات نسبی قوی تر ہیں عصبات سببی سے شارح نے کہا العصبات کا الف لام جنس کا ہے تو اسمیں واحد اور جمع برابر ہے اور عصبات کو جمع لانا اہل فروض کے مناسبت کیواسطے ہے ہم عصبہ نسبی کو عصبہ سببی یعنی معتق پر اسواسطے مقدم کیا کہ قوی تر ہے اسواسطے کہ وہ قرابت حقیقی کیوجہ سے ہے اور عصبہ سببی قرابت حکمی کیوجہ سے ثم بالمعتق ولو انثی وہو العصبۃ السببیۃ پھر عصبہ نسبی کے بعد ارث شروع کیجائے آزاد کرنیوالے سے اگرچہ وہ عورت ہو اور آزاد کرنیوالا عصبہ سببی ہے ثم عصبتہ الذکور لانہ لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن پھر آزاد کرنیوالے کے بعد ارث شروع کیجائے آزاد کرنیوالے کے عصبات ذکور سے اسواسطے کہ عورتوں کو ولا کا کچھ حق نہیں سوائے اسکی ولا کے جسکو انھوں نے خود آزاد کیا یعنی اگر عورت نے خود آزاد کیا تو اسکی میراث پاویگی اور اگر اسکے باپ یا بھائی نے آزاد کیا تو اسکی میراث عورت کو نہ ملیگی طحطاوی میں ہے کہ اگر آزاد مر گیا اور اسنے اپنے مالک کا بیٹا اور بیٹی کو چھوڑا تو اسکی میراث فقط بیٹا پاویگا اور اگر مالک کی بیٹی اور بہن کو چھوڑا تو انکا کچھ حق نہیں انتہی ثم الرد علی ذوی الفروض النسبیۃ بقدر حقوقہم پھر اگر عصبات مذکورین سے کوئی نہیں تو باقی مال پھیرا جاویگا اہل فروض نسبی پر بقدر انکے حقوق کے یعنی بقدر نسبت انکے حقوق کے تو صاحب ثلث کو مال باقی کا ثلث دیا جاویگا اور صاحب ربع کو ربع کذا قال ابن الکمال ہم اہل فروض نسبی کی قید سے اہل فروض سببی چنانچہ زوجین خارج ہوگئے اسواسطے کہ زوجین کو دوبارہ نہ دیا جاویگا عمر فاروق اور علی مرتضی رضی اللہ عنہما کے نزدیک اور عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک انکو بھی دوبارہ دیا جاویگا ابن الشحنہ نے کہا کہ اس زمانہ میں رد علی الزوجین پر فتوی ہے بیت المال کے فساد کیوجہ سے اور ذخیرہ میں ہے کہ جو مال فاضل ہو وہ بیت المال میں نہ رکھا جاوے بلکہ انھیں کو یعنی زوجین کو پھیر دیا جاوے کیونکہ وہ اقرب ہیں میت کی طرف من جہۃ السبب بنسبت اور شخصوں کے اور اسیطرح بیٹا اور بیٹی رضاعی انتہی کذا فی رد المحتار الشروح اور حاشیہ عجم زادہ میں قنیہ سے ہے کہ بنات معتق اور اسکے ذوی الارحام وارث ہوتے ہیں ہمارے زمانہ میں جنکے معتق کا کوئی وارث نسبی نہو اور اسیطرح ہمارے

زمانے مین زوجین پر رد میراث ہوگا اور اُسنے مرصاد سے نقل کیا کہ اب اسی قول پر فتوی ہی انتہی پھر محمد زادہ نے کہا کیونکہ اسپر فتوی نہو کہ ہمارے زمانہ مین بیت المال
نہین بیت المال تو صحابہ اور تابعین کے زمانے مین تھا اور اگر سلطان یا قاضی کو مال مذکور دیا جاوے تو وہ بیت المال کے مصارف مین صرف نہین کرتے اور فرائض
عبد الواحد شہید مین بھی اسیطرح رد علی الزوجین بتاویل مذکور مسطور ہی اور روح الشروح مین قنیہ سے مذکور ہی کہ ایک عورت اپنا زوج چھوڑ کر مری سو زوج نے نصف
باقی عالم مسلمان محتاج کو دیا تو وہ عند اللہ معذور ہوگا انتہی کذا فی الطحطاوی **ثم ذوی الارحام** پھر ذوی الارحام ہم یعنی جب اہل فرض نسبیہ اور عصبات مذکورہ
متون تو ترکہ مین ذوی الارحام سے ابتدا ہوگی فروض نسبیہ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مسئلہ مین احد الزوجین ہوگا تو اسکا فرض حصہ دیکر جو باقی رہیگا وہ ذوی الارحام
کو دیا جاویگا اسواسطے کہ زوجین اہل رد سے نہین ہین تو جیسے اہل فرض کے نہونے سے ذوی الارحام مین تقسیم ہوتی ہی اسیطرح اہل فرض کے باقی رہے ہوے مال سے
انکو دیا جاتا ہی قال الاکمل ابن کمال نے کہا ذوی الارحام وہ قرابت دار ہین جنکا نہ حصہ مقرر ہی اور نہ وہ عصبہ ہین خواہ میت کی ماں کیطرف سے قرابت دار ہون یا اسکے
باپ کیطرف سے اور لغت مین ذو رحم قریب من جہۃ الام کو کہتے ہین کذا فی الطحطاوی **ثم بعدہم مولی الموالاۃ** کما مر فی کتاب الولاء پھر بعد اصناف مذکورین کے مولے
(رشتہ دار از طرف مادر)
الموالاۃ ہی چنانچہ بیان اسکا کتاب الولاء مین گذر گیا ہم یعنی جبکہ اہل فرض اور عصبات اور ذوی الارحام سے کوئی نہو تو مولاے موالات میراث پاویگا موالات لغت
مین بمعنی دوستی کے ہی اور اصطلاح شرع مین یہ ہی کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ تو میرا مولی یعنے دوست ہی میرے مال کا تو وارث ہو جبکہ مین مرون اور میری طرف
سے خونبہا دیگا اگر مین کسی کو قتل کردون اور دوسرے نے کہا کہ مین نے یہ قبول کیا تو اب عقد ولاء کی صحیح ہوگئی اور قائل اس کلام کا اسکا مولی ہوا اسکا وارث
ہوگا جب وہ مریگا اور دیت دیگا اسکی طرف سے جب وہ جنایت کریگا ہم حنفیون کے نزدیک خلافاً للشافعی اور اگر دونون طرف سے شرط واقع ہوئی تو بھی درست ہی ابن کمال
نے کہا شرائط ولاء یہ ہین کہ وہ شخص آزاد ہو اور عجمی ہو اور عربی نہو اور نہ اسکے موالی سے ہو اور عقد ولاء کے وقت اسکا کوئی وارث نسبی نہ ہو اور نہ اسکی طرف سے
بیت المال یا مولاے موالاۃ نے خونبہا ادا کیا ہو انتہی اور اسکے مجہول النسب ہونے یا نہونے کی شرط مین اختلاف ہی اور اسیطرح اسلام کی اشتراط مین اختلاف ہی بدر الدائم
کذا فی الطحطاوی ملخصا والباقی بعد فرض احد الزوجین ذکرہ السید الشریف اور بعد فرض احد الزوجین کے باقی مال مولی الموالاۃ کا ہی سید شریف نے اسکو ذکر کیا ہی ہم وارث
ہونا مولاے موالاۃ مروی ہی حضرات عمر فاروق اور علی مرتضی اور ابن مسعود اور ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے سوا اسی پر ابراہیم نخعی اور ہمارے علماء نے عمل کیا ہی اور
اسپر دلیل ہی قولہ تعالی والذین عقدت ایمانکم فاتوہم نصیبہم یعنے میراث کا نصیب اہل تفسیر نے بیان کیا کہ مراد اس سے مولی الموالاۃ کا ہی اور امر ہی وجوب کیواسطے اور نصیب کی اضافت
انکی طرف اختصاص پر دلالت کرتی ہی اور وہ استحقاق کی دلیل ہی اور اگر امر بسبیل احسان اور مروت کے ہوتا تو ارشاد ہوتا فاتوہم نصیباً اور اس بیان سے دفع ہوگیا وہ
قول کہ آیۃ کریمہ مین قسم مراد ہی اسواسطے کہ اسوقت مین فاتوہم نصیبہم اس سے مرتبط نہین ہوتا بلکہ مراد صفقہ بالیمین ہی بنا بر عادت کے اسیطرح پر کہ ہر واحد متعاقدین دوسرے
(عقد کرنا ہاتھ سے)
کا ہاتھ پکڑتا ہی معاقدہ کیوقت اور احادیث آئین بہت مین از انجملہ تمیم داری کی حدیث ہی کہ مین نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کوئی مرد میرے پاس
آتا ہی اور میرے ہاتھ پر مسلمان ہوتا ہی تو فرمایا کہ وہ تیرا بھائی اور مولی ہی تو زیادہ تر حقدار ہی اسکی زندگی اور موت مین انتہی یعنے زندگی مین اسکی طرف سے دیت
جنایت کی دے اور موت کے بعد اسکی میراث لے کذا فی الطحطاوی ملخصاً من ضوء السراج وشرح الاکمل **ثم المقر لہ بنسب علی غیرہ لم یثبت** پھر مراتب سابقہ کے بعد وہ
شخص میراث پاویگا جسکے واسطے غیر مقر پر نسب کا اقرار ہوا اسطرح پر کہ اس غیر کے اقرار سے مقر لہ کا نسب ثابت نہین ہوا ہم صورت مسئلہ کی یہ ہی کہ زید نے خالد کو
کہا کہ یہ میرا بھائی ہی تو زید مقر ہی اور خالد مقر لہ اور غیر زید کا باپ ہی وہ مقر علیہ ہی یعنے جب خالد کو بھائی کہا تو زید کا باپ اسکا بھی باپ ٹھہرا تو اگر زید کا کوئی وارث
نہین اور اسنے ایک مجہول النسب کو بھائی کہا تو وہ اسکا مال بطریق میراث کے پاویگا لیکن مقر کے باپ سے اسکا نسب ثابت نہوگا اور نہ اسکی میراث پاویگا اسواسطے
کہ آدمی کا اقرار اسکی ذات پر حجت ہی نہ غیر پر فتاوی عالمگیری مین کافی سے منقول ہی کہ مقر لہ بالنسب علی الغیر اسطرح پر کہ اسکا نسب غیر کے اقرار سے ثابت نہین جبکہ
مقر مر جاوے اسی اقرار کے اصرار پر چنانچہ یون اقرار کرتا کہ یہ میرا بھائی ہی یا ابن اور مانند اسکے انتہی فلو ثبت بان صدقہ المقر علیہ او اقر بمثل اقرارہ او شہد رجل آخر ثبت نسبہ حقیقۃ

وزاحم الورثة وان رجع المقر تو اگر مقرلہ کا نسب ثابت ہو گیا اسطرح کہ مقرلہ نے مقر کی تصدیق کی یا اقرار کیا مانند اقرار مقر کے یا دوسرے ایک مرد نے مقر کے اقرار کے ساتھ گواہی دی تو اب اسکا نسب حقیقۃً ثابت ہو جاویگا اور مقرلہ مقر کے وارثون سے مزاحمت کریگا اگرچہ بعد امور مذکورہ کے مقر اپنے اقرار سے منکر ہو جاے ہم مقرلہ کی تصدیق اسطرح کہ مثلاً زید کا باپ کہے کہ ہان خالد میرا بیٹا ہے اور تیرا بھائی ہے اور اسیطرح مقر کے وارثون کی تصدیق معتبر ہے بشرطیکہ وہ اقرار کے اہل ہون مثلاً زید کی اولاد یون کہے کہ خالد ہمارا چچا ہے اور مقر علیہ کا اقرار اسطرح ہو کر وہ کہے بدون دریافت کرنے اقرار مقر کے کہ وہ میرا بیٹا ہے ہر چند رجوع اقرار سے منع ارث مین معتبر ہے لیکن جب مقر علیہ کی تصدیق یا اقرار یا شہادت قبل رجوع کے پائی گئی تو رجوع معتبر ہوگا اور مانع ارث نہوگا کذا فی الطحطاوی وکذا لو صدقہ المقر لہ قبل رجوعہ وتمامہ فی شرح السراجیة یعنی اسی طرح نسب مقرلہ کا ثابت ہوگا اگر مقرلہ نے مقر کی تصدیق کی قبل رجوع کرنے مقر کے اور اسکا پورا بیان ذرائض السراجیة یا روح الشروح وقد لخصتہ فیما علقتہ علیہا ۱۲ سراجیہ کی شرحون مین مذکور ہے خصوصاً روح الشروح مین اور التبیہ مین نے اسکا خلاصہ بیان کیا سراجیہ کی شرح مین ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح اسمین یعنی تصدیق مقرلہ سے اثبات نسب ہونے مین مصنف کی شرح کا تابع ہو گیا ہے اور مصنف نے اس قول کو بعض شراح سراجیہ کی طرف منسوب کیا ہے اور حالانکہ یہ قول باوجہ ہے اسواسطے کہ مقرلہ کی تصدیق سے مقر علیہ سے نسب ثابت نہین ہوتا اور شرح مصنف کی اخیر عبارت اسمین صریح ہے کہ تصدیق مقر علیہ کی معتبر ہے نہ مقرلہ کی انتہی ملخصاً

ثم بعدہم الموصی لہ بما زاد علی الثلث ولو بالکل پھر مراتب سابقہ کے بعد وہ شخص ترکہ میت کا لیگا جسکے واسطے تہائی مال سے زیادہ میت نے وصیت کی اگرچہ تمام مال کی وصیت کی ہو ہم اسواسطے کہ موصی نے اپنا مال ایک شخص کیطرف صرف بلا اضرار شخص معین کیا تو یہ جائز ہے برخلاف اسکے کہ اگر اسکا کوئی وارث معلوم ہو تو جائز نہوگا کہ اسمین اسکی حق تلفی ہے اور سید شریف نے اسکی وجہ یہ بیان کی کہ وصیت زائد علی الثلث وارثون کے سبب سے ممنوع تھی پھر جبکہ ایک بھی وارث نہ پایا گیا تو جسکے واسطے وصیت کی ہے وہی مستحق ہے

وانما قدم علیہ المقر لہ لانہ نوع قرابۃ بخلاف الموصی لہ اور زائد علی الثلث کے موصی لہ پر مقدم نہین کیا گیا مقرلہ کا اسوجہ سے کہ مقر لہ مین ایک طرح کی قرابت ہے یعنی قرابت کا احتمال ہے برخلاف موصی لہ کے کہ اسمین قرابت کا کچھ احتمال نہین ہم یعنی حال مقرلہ کا قوی تر ہے اس احتمال سے کہ شاید مقر صادق ہو اپنے اقرار مین بلکہ ظاہر حال اسی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ وہ اسی اقرار پر مقر مر گیا اور وارث مقدم ہے زائد علی الثلث کے موصی لہ پر ہم

ثم یوضع فی بیت المال لا ارثا بل فیئا للمسلمین پھر مراتب مذکورہ کے بعد میت کا ترکہ بیت المال مین رکھا جاے ارث کے راہ سے نہین بلکہ بوجہ غنیمت منافع مسلمین کے واسطے لاوارثی مال بیت المال مین رکھا جاتا ہے ہم روح الشروح مین ہے کہ علی مرتضی سے مروی ہے فرمایا کہ جو اسلام مین نجوشی داخل ہوا اور قرآن ظاہر ہو کر پڑھا تو اسکا حق بیت المال مین ہر سال دو سو درم ہے اور ایک روایت مین دو سو دینار ہے اگر وہ دنیا مین نہ پاویگا تو آخرت مین لیگا اور شرح مختصر طحاوی مین ہے کہ مصارف بیت المال کے علاج ہے بیمارون کا اور کفن مردون کا اور نفقہ لقیطہ اور جو عاجز ہو کسب پیشے سے کذا فی الطحطاوی مختصراً

والموانع علی ما ہنا اربعة اور موانع ارث کے برابر اس مقام کے چار ہین ہم جب اسباب ارث کے مذکور ہو چکے تو اب موانع ارث کا بیان شروع ہوا اسواسطے کہ ہر چیز کے تحقق مین فقط سبب کا وجود کافی نہین بلکہ اسکے ساتھ ارتفاع موانع بھی ضرور ہے مانع وہ ہے جسکے ہونے سے مقتضاے سبب نہو سکے ارث عبارت ہے میت حقیقی یا حکمی کے صاحب نسب کی خلافت سے میت کے مال مین یا اسکے اس حق مین جو خلافت کا قابل ہے یا میت کے صاحب نکاح یا صاحب ولاء کی خلافت سے خواہ نسب اور نکاح اور ولاء حقیقی ہو یا حکمی اور خلافت یہ ہے کہ شخص ثانی شخص ماضی کے مانند ہو جاے میت حکمی کی قید اسواسطے لگائی تاکہ داخل رہے وہ مفقود بعد گذر جانے اسکی مدت کے داخل ہو جاے اور اسیطرح مرتد جبکہ دار الحرب مین لاحق ہو گیا اور نسب اور نکاح اور ولاء مین حکمی کی قید اسواسطے لگائی تاکہ داخل رہے وہ نسب اور نکاح اور ولاء جو فقط میت کے اقرار سے ثابت ہو کذا فی الطحطاوی

الرق ولو ناقصا کالمکاتب وکذا المبعض عند ابی حنیفة رح ومالک رحمہما اللہ موانع ارث سے پہلا مانع رق ہے یعنی مملوک ہونا اگرچہ ملک ناقص ہو چنانچہ غلام مکاتب اور اسیطرح وہ غلام جو نصف یا ربع آزاد ہے کل آزاد نہین امام ابو حنیفہ رح اور امام مالک رح رحمہما اللہ کے نزدیک میراث سے محروم ہے

وقال ہو حر فیرث ویحجب وقال الشافعی لا یرث بل یورث وقال احمد یرث ویورث ویحجب بقدر ما فیہ من الحریة اور صاحبین نے کہا کہ جس غلام کا نصف یا ربع آزاد ہو وہ بمنزلہ آزاد کے ہے تو وارث ہوگا اور غیر کا حاجب ہوگا اور امام شافعی رح نے کہا کہ وہ وارث نہوگا بلکہ اسکا مال اسکے وارث کو ملیگا اور امام احمد نے کہا کہ وہ وارث اور مورث اور حاجب ہوگا بقدر اسکے حریت کے جو اسمین ثابت ہے

مانع ارث ہونے کو ۱۲

وقد ذکر الشافعیة مسئلة یورث فیها الرقیق مع رق کلہ صورتہا مستامن جنی علیہ فلحق بدار الحرب فاسترق ومات رقیقا بسرایة تلک الجنایة فدیتہ لورثتہ ولم ارہ
لائمتنا بحرا اور البتہ علمار شافعیہ نے ایک وہ مسئلہ مذکور کیا ہی جسمین رقیق کا مال موروث ہوتا ہی باوجودیکہ وہ غلام کچھ بھی آزاد نہین ہوا صورت اس مسئلہ
کی یہ ہی کہ حربی مستامن پر دار الاسلام مین جنایت واقع ہوئی یعنی کسی نے اسکو زخمی کیا پھر وہ دار الحرب مین لاحق ہوا پھر وہان گرفتار ہوکر غلام ہوا اور غلامی
کیحالت مین اسی زخم کی سرایت سے مرگیا تو اسکا خونبہا اسکے وارثون کا ہی اور یہ مسئلہ مینے اپنے مذہب کے امامون کے کلام مین نہین دیکھا تو اسکی تنقیح اور تحریر کرنا چاہئے
والقتل الموجب للقود او الکفارة وان سقطا بحرمة الابوة علی ما مر اور دوسرا مانع ارث کا وہ قتل ہی جو قصاص اور کفارہ کا موجب ہی اگرچہ قصاص اور کفارہ بسبب
حرمت پدری کے ساقط ہو جاے چنانچہ کتاب الجنایات مین مذکور ہو چکا ہم قصاص کا موجب قتل عمد ہی اور کفارہ کا موجب شبہ عمد اور خطا اور قائم مقام
خطا ہی تو معلوم ہوا کہ جس قتل سے قصاص اور کفارہ متعلق نہین وہ مانع میراث کا نہین چنانچہ قتل بالسبب جیسے ایک شخص نے غیر کی ملک مین کنوان
کھودا یا پتھر رکھا اور اسکا مورث اسمین گرکے مرگیا تو کنوان کھودنے والا اور پتھر کا رکھنے والا اسکی میراث سے محروم نہ ہوگا وعند الشافعی لا یرث القاتل مطلقا اور
امام شافعی رح کے نزدیک قاتل مطلقا وارث نہین ہوتا خواہ اسکا قتل قصاص اور کفارہ کا موجب ہو یا نہو ولو مات القاتل قبل المقتول ورثہ المقتول اجماعا اور
اگر قاتل مرگیا مقتول سے پہلے تو مقتول قاتل کا وارث ہوگا بالاتفاق ہم قاتل محروم ہی قتل کے گناہ سے مقتول کا کیا قصور ہی جو میراث سے محروم رہے و
اختلاف الملتین اسلاما و کفرا اور تیسرا مانع میراث کا اختلاف ہی دو دین کا باعتبار اسلام اور کفر کے ہم یعنی اگر وارث مسلمان ہی اور مورث کافر یا برعکس اسکے تو ایک دوسرے کا وارث
نہوگا اور اگر اسلام اور کفر کا اختلاف نہین چنانچہ ایک یہودی اور دوسرا نصرانی تو یہ اختلاف دینی مانع ارث کا نہین ہی وقال احمد ان اسلم الکافر قبل قسمة الترکة ورث اور امام
احمد نے کہا کہ اگر کافر مسلمان ہوگیا ترکہ مسلم کے قسمت ہونے سے پہلے تو وارث ہوگا واما المرتد فیورث عندنا خلافا للشافعی رحمہ اللہ اور مرتد کے مال مین تو میراث جاری ہی
ہمارے نزدیک برخلاف امام شافعی رحمہ اللہ کے ہم میراث جاری ہی مرتد کے اس مال مین جو اسنے زمان اسلام مین کسب کیا اسواسطے کہ میراث مسلم کی مرتد نے متروکہ
حالت اسلام کیطرف ہے کیونکہ ارتداد سے وہ مالک ٹھہریگا کہ مقصود زندگی سے ایمان تھا سو اس سے فوت ہوگیا اور جسکا مقصود فوت ہوا وہ معدوم کے مانند ہی بدلیل قولہ تعالی او من
کان میتا فاحییناہ یعنے جو کافر تھا اسکو ہمنے ہدایت کیا لیکن اسپر بھی مرتد سے ہنوز بسبب اعتبار اور تذکرہ اور جبر علی الاسلام کے مقصود کی امید ہی تو موت کا حکم ظاہر نہوگا جبتک
قطع امید نہو جاوے کہ اسکی قتل یا موت یا قضاء ربالحاق سے پھر جب قطع امید ہوگی کسیوجہ مذکور سے تو وہ میت ٹھہریگا ارتداد کیوقت سے تو اسکا مسلم وارث اسکی میراث پاویگا اور
جو اسنے ارتداد کیحالت مین مال حاصل کیا وہ غنیمت ہی مسلمین کی اور صاحبین کے نزدیک اسلام دار ارتداد کا مال وارث مسلم کا ہی اور اگر عورت مرتد ہوگئی تو امام رح اور صاحبین کے
نزدیک دونون حالتونکے مال وارث مسلم کے ہین اور امام شافعی کے نزدیک مرتد کے دونون کسب کا مال بیت المال مین رکھا جاویگا کذا فی الطحطاوی ملخصا قلت وذکر الشافعیة مسئلة یورث
فیہا الکافر صورتہا کافر مات عن زوجتہ حاملا ووقفنا میراث الحمل فاسلمت ثم ولدت ورث الولد ولم ارہ صریحا لائمتنا مین کہتا ہون اور علمار شافعیہ نے ایک مسئلہ مذکور کیا ہی
جسمین کافر کے مال کا مسلمان وارث ہوتا ہی صورت اسکی یہ ہی کہ ایک کافر مرگیا اپنی زوجہ حاملہ چھوڑکر اور ہمنے حمل کی میراث اٹھا رکھی سو اسکی زوجہ مسلمان ہوئی پھر اسلام
کے بعد لڑکا جنی تو وہ لڑکا وارث ہوگا اپنے باپ کا اور مینے یہ مسئلہ اپنے علمار کے کلام مین صریحا نہین دیکھا ہم اسلام مین لڑکا اپنی ماں کا تابع ہی والرابع اختلاف الدارین
فیما بین الکفار عندنا خلافا للشافعی اور چوتھا مانع ارث کا اختلاف دارین ہی یعنی دو ملکونکا اختلاف فیما بین کفار کے ہمارے نزدیک خلاف شافعی کے ہم اختلاف دار دو بادشاہ اور
سلطنت کے اختلاف سے اسواسطے کہ فیما بینہم عصمت منقطع ہو جاتی ہی یعنی حفاظت جان اور مال کی باقی نہین رہتی کذا فی العالمگیریة عن الکافی ابن کمال نے کہا کہ اختلاف دارین
چند قسم ہی اول یہ کہ حقیقة اور حکما دونوطرح اختلاف ہو جیسے کافر حربی دار الحرب مین اور کافر ذمی دار الاسلام مین اور ثانی یہ کہ فقط حکمی اختلاف ہو چنانچہ وہ حربی مستامن جو اپنے ملک کے
جانے پر تیار ہی ساتھ اس ذمی کے جو دار الاسلام مین ہی یا دو کافر حربی دو ملک کے دار الاسلام مین مستامن ہین یا مستامن مسلم حربی کے ساتھ دار الحرب مین اور تیسرا یہ کہ فقط حقیقی اختلاف ہو چنانچہ
حربی مستامن دار الاسلام مین ساتھ اس حربی کے جو دار الحرب مین ہی اور وہ دونون ایک ہی ملک کے ہین اور مانع ارث ہمارے نزدیک پہلی دونون قسمین ہین نہ تیسری قسم تو مانع اختلاف حکمی ہی خواہ اسکے

ساتھ اختلاف حقیقی ہو یا نہ ہو اور امام شافعی رح کے نزدیک اسکے بالعکس ہے تو ذمی اور مستامن مین اُنکے نزدیک توارث ہے اور قسم ثالث مین توارث نہین انتہی کذا فی الطحطاوی حقیقۃ کحربی وذمی اختلاف دار کا حقیقۃ ہو چنانچہ حربی اور ذمی مین ہم یعنے حربی مرگیا دار الحرب مین اور اُسکا باپ یا بیٹا ذمی ہے دار الاسلام مین تو ذمی اُس حربی کا وارث نہوگا اور اسیطرح اگر ذمی دار الاسلام مین مرگیا اور اُسکا باپ یا بیٹا دار الحرب مین ہے تو یہ حربی اُس ذمی کا وارث نہوگا کذا فی العالمگیریۃ عن الکافی او حکما کمستامن وذمی و کحربیین من دارین مختلفین کترکی وہندی لانقطاع العصمۃ فیما بینہم یا اختلاف دار کا حکماً ہو چنانچہ مستامن اور ذمی دار الاسلام مین یا چنانچہ دو حربی دو ملکون مختلف کے چنانچہ ترکی اور ہندی تو انمین توارث نہین بسبب منقطع ہونے عصمت کے درمیان اُنکے ہم قولہ کحربیین کو اگر اُسپر محمول کیجیے کہ دو حربی دو ملک کے اپنے مختلف ملکون مین ہین تو یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہ من قبیل اختلاف دارین کے ہے حقیقۃً تو اختلاف حقیقی کے مثال مین اُسکو ذکر کرنا تھا اور اگر اسپر حمل کیجیے کہ دو حربی دو ملک مختلف کے دار الاسلام مین بطریق استیمان کے ہین تو وہ ایک ملک مین ہین حقیقۃً اور دو ملک مختلف مین ہین حکماً تو بہتر تھا کہ شارح بجاے کحربیین کے کمستامنین کہتا انقطاع عصمت اختلاف دار سے اصطلاح ہے کہ ہر ملک والا دوسرے ملک والے کے قتل کو حلال جانتا ہے اور مار ڈالتا ہے جب اُسکو پاتا ہے تو اُسمین اس کلام کی طرف سے اشارہ ہے کہ جب مختلف دو ملکون کے بادشاہون مین عہد اور پیمان ہو باہم مدد گاری کا تو وہ دونون دار مختلف نہین ہین یعنی بمنزلہ ایک ملک کے ہین کذا فی الطحطاوی بخلاف المسلمین برخلاف مسلمین کے ہم یعنی فیما بین مسلمین کے اختلاف دار مانع میراث کا نہین ابن کمال نے کہا کہ اختلاف دار کا باعتبار اختلاف لشکر اور سلطنت کے کفار کے حق مین متحقق ہوتا ہے نہ مسلمین کے حق مین اسواسطے کہ اہل بغی اور اہل عدل باہم وارث ہوتے ہین اگرچہ باغیون کا لشکر اور سلطنت علیحدہ ہو اور اہل عدل کا علیحدہ اسواسطے کہ دار الاسلام دار الاحکام ہے تو اسلام کا حکم اُن سب کو شامل ہے تو اُنمین تباین نہین لشکر اور سلطنت کے اختلاف سے اور دار الحرب تو دار الاحکام نہین بلکہ دار قہر ہے تو وہان اختلاف لشکر اور سلطنت سے تباین دار متحقق ہوتا ہے انتہی اور روح الشروح مین کہا کہ مسلمین مین اختلاف معتبر نہین سواسطے کہ بلاد اسلام باوجود وسعت اور تباعد اُسکے اطراف کے اور قائم ہونے محاربہ کے اہالی بلاد اسلام مین وہ ایک ہی دار ہے شارع کی نظر مین چنانچہ کافرون کے دین باوجودیکہ نفس الامر مین کثرت سے ہین ایک ہی ہے شارع کی نظر مین کذا فی الطحطاوی قلت وبقی من الموانع جہالۃ تاریخ الموتی کالغرقی والحرقی والہدمی والقتلی کما سیجیء مین کہتا ہون اور منجملہ موانع ارث کے باقی رہے ہین مانع مجہول ہونا تاریخ موتی کا چنانچہ ڈوبنے والے اور جلنے والے اور دیوار یا مکان کے نیچے کچلنے والے اور مقتول لوگ چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا ہم یعنی اگر چند لوگ غرق یا حرق سے مرگئے تو اُنمین توارث نہین کیونکہ معلوم نہین کہ کون پہلے مرا اور کون بعد طحطاوی نے ابن کمال سے نقل کیا کہ جہالت تاریخ مانع نہین اسواسطے کہ اصطلاح مین مانع ارث وہ ہے جس سے ارث کی اہلیت فوت ہو تو اگر میراث فوت ہو سوا اہلیت کے اور وجہ سے وہ مانع مین داخل نہین تو جسنے اشتباہ تاریخ موتی کو مانع کہا اُسنے خطا کی انتہی مختصرا ومنہا جہالۃ الوارث وذلک فی خمس مسائل او اکثر مبسوطۃ فی المجتبی منہا ارضعت صبیا مع ولدہا ومات وجہل الولد فلا توارث اور منجملہ موانع ارث کے مجہول ہونا ہے وارث کا اور یہ جہالت پانچ مسئلون یا زیادہ مین مفصل مذکور ہے مجتبی مین از انجملہ یہ مسئلہ ہے کہ دایہ نے ایک لڑکے کو دودھ پلایا اپنے لڑکے کے ساتھ اور وہ دایہ مرگئی اور معلوم نہین کہ دونون لڑکون مین سے اسکا لڑکا کون ہے تو دونون لڑکون مین سے دایہ کا کوئی وارث نہوگا وکذا لو اشتبہ ولد مسلم من ولد نصرانی عند الظئر وکبر فہما مسلمان ولا یرثان من ابویہما الا ان یصطلحا فلہما ان یاخذا المیراث بینہما اور اسی طرح اگر مشتبہ ہو جاے مسلمان کا لڑکا نصرانی کے لڑکے سے دایہ کے پاس اور دونون لڑکے بالغ ہون تو وہ دونون مسلمان ہین اور میراث نپاوینگے اپنے باپون کی نہیہ مین اتنا زیادہ بیان کیا ہے مگر یہ کہ دونون لڑکے آپس مین صلح کرین تو اُنکو میراث لینا جائز ہے آپسمین نصفا نصف یا جسقدر پر صلح ہووے ہم دونونکا مسلمان ہونا تو اسوجہ سے ہے کہ الاسلام یعلو ولا یعلی صلح اسواسطے جائز ہوئی کہ میراث تو انھین کی ہے یا شک نہین متجاوز نہین مگر بعدم تعین مانع ہے پھر جب صلح ہوئی تو جسقدر واقعی وارث کو پہونچا وہ تو اُسکا حق ہے اور جو دوسرے کو پہونچا وہ ہبہ ہوگا مستحق کے جانب سے ثم بین ذوی الفروض مقدما للزوجۃ لانہا اصل الولاد اذ منہا تولد الاولاد پھر مصنف نے بعد موانع ارث کے ذوی الفروض کا بیان کیا زوجہ کو سب سے مقدم کرکے اسواسطے کہ زوجہ اصل ولاد ہے کہ اُسی سے تو اولاد پیدا ہوتی ہین فقال فیفرض للزوجۃ فصاعدا الثمن مع ولد او

ولد ابن وان سفل سوکہا مصنف نے تو مفروض اور معین ہے ایک زوجہ اور چند زوجات کیواسطے آٹھوان حصہ ولد کے ساتھ یا پوتے کے ساتھ اگرچہ سافل ہو
یعنی پوتا پرپوتا سرپوتا ہو اور ولد اور ولد الابن خواہ ذکر ہو خواہ انثی اسی زوجہ سے ہو یا اور عورت سے ہر صورت زوجہ کا حق ثمن ہے اولاد کے ساتھ خواہ ایک زوجہ ہو یا چار
تو اگر چار زوجہ ہون تو آٹھوان حصہ آپسمین برابر بانٹ لینگی عدم اولویت کی وجہ سے کذا فی الطحطاوی والربع لہا عند عدمہما فللزوجات حالتان الربع بلا ولد والثمن
مع الولد اور چوتھائی حصہ زوجہ کا ہے جبکہ ولد اور ولد الابن نہو تو زوجات کے دو حال ہین یعنی ربع بلا ولد اور ثمن مع الولد والربع للزوج ذکرہ لما ادعی رجلان
فاکثر نکاح میتۃ وبرہنا ولم تکن فی بیت واحد منہم ولا دخل بہا فانہم یقتسمون میراث زوج لعدم الاولویۃ مع احدہما ای الولد وولد الابن اور زوج کا حصہ چوتھائی
ہے ولد کے ساتھ یا ولد الابن کے ساتھ خواہ ایک زوج ہو یا زیادہ چنانچہ دو مرد دون نے یا زیادہ دعوی کیا عورت مردہ کے نکاح کا اور گواہ لائے اپنے نکاح پر
اور وہ عورت اُن مدعیون مین سے کسی کے گھر مین نہ تھی اور نہ کسی مدعی نے آپس سے قربت کی تھی تو میراث زوج کو مدعی آپسمین بانٹ لینگے برابر
عدم اولویت کی وجہ سے ہم اور اگر زوجہ زندہ کے نکاح کا چند مرد دعوی کرین اور گواہون سے ثابت کرین تو گواہیان ساقط الاعتبار ہونگی اور عورت اُس
مدعی کی ہوگی جسکی وہ تصدیق کرے بشرطیکہ اُسکے پاس نہو جسکی اُسنے تکذیب کی اور اُسنے قربت بھی نہ کی ہو اور اگر دعوی مین تاریخ کا پس و پیش ہے تو تاریخ سابق
کا مدعی احق ہے کذا فی الطحطاوی والنصف لہ عند عدمہما فللزوج حالتان النصف والربع اور زوج کا حصہ نصف ہے جبکہ ولد اور ولد الابن نہو تو زوج کے دو حال
ہین نصف بلا ولد اور ربع مع الولد وللاب والجد ثلث احوال الفرض المطلق وہو السدس وذلک مع ولد او ولد ابن اور باپ اور دادا کے تین حال ہین فرض
مطلق یعنی خالی تعصیب سے اور وہ چھٹا حصہ ہے ولد کے ساتھ یا ولد الابن کے ساتھ والتعصیب المطلق عند عدمہما اور دوسرا حال تعصیب مطلق ہے یعنی خالی
فرض سے دونون کے نہونے کے وقت یعنے جبکہ ولد اور ولد الابن نہو تو بعد ذوی الفروض کے باقی مال کو باپ یا دادا لیگا بطریق عصوبت والفرض والتعصیب
مع البنت او بنت الابن اور فرض اور تعصیب بیٹی یا پوتی کے ساتھ ہم باپ یا دادا اول اپنا حصہ فرض یعنی سدس لیگا اور بیٹی یا پوتی اپنا حصہ فرض یعنی
نصف لیگی اور جو باقی رہا اُسکو باپ یا دادا بطریق عصوبت کے لیگا قالت وفی الاشباہ والجد کالاب الا فی ثلث عشرۃ مسئلۃ خمس فی الفرائض وباقیہا فی غیرہا مین کہتا ہون
اور اشباہ مین ہے کہ دادا باپ کے مانند ہے مگر تیرہ مسئلون مین دادا باپ کے مانند نہین پانچ مسئلے تو فرائض مین ہین اور باقی آٹھ مسئلے غیر فرائض مین ہین ہم فرائض
کے پانچ مسئلے یہ ہین پہلا مسئلہ یہ ہے کہ دادی باپ کے ساتھ وارث نہین ہوتی اور دادا کے ساتھ وارث ہوتی ہے ۲- یہ کہ میت نے جبکہ والدین اور احد الزوجین کو
چھوڑا تو بعد حصہ احد الزوجین کے مان اُسکی مابقی کا ثلث پاویگی اور اگر بجاے باپ کے دادا ہو تو مان تمام جمیع مال کا ثلث پاویگی طرفین کے نزدیک ۳- یہ کہ بنی اعیان
اور بنی علات سب ساقط ہو جاتے ہین باپ کے ساتھ بالاتفاق اور دادا کے ساتھ فقط امام کے نزدیک ساقط ہوتے ہین نہ صاحبین کے نزدیک ۴- یہ کہ آزاد کرنیوالے کا باپ بیٹے
فرزند کے ساتھ سدس ولا کا لیتا ہے ابو یوسف کے نزدیک اور دادا کیواسطے یہ نہین ہے بلکہ تمام ولا بیٹا لیگا دادا کو کچھ نہ ملیگا باقی اماموں کے نزدیک ۵- یہ اگر غلام آزاد
نے اپنے آزاد کرنیوالے کا دادا اور بھائی چھوڑا امام نے کہا کہ ولا دادا کے واسطے مخصوص ہے اور صاحبین نے کہا کہ دونون مین مشترک ہے اور اگر دادا کے بجاے باپ ہوتا
تو تمام میراث وہی پاتا بالاتفاق اور باقی آٹھ مسئلون کی یہ تفصیل ہے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اگر وصیت کی اقربا زید کیواسطے مثلاً تو زید کا باپ وصیت مین داخل نہوگا دادا اُسکا داخل
ہوگا ظاہر الروایۃ مین ۲- یہ کہ صغیر کا صدقہ فطر مالدار باپ پر واجب ہوتا ہے نہ دادا پر ۳- یہ کہ اگر باپ آزاد کیا گیا تو اپنے ولد کی ولا کو اپنے موالی کی طرف کھینچیگا نہ دادا کے
موالی کی طرف ۴- یہ کہ صغیر مسلمان ہو جاتا ہے اپنے باپ کے اسلام سے نہ دادا کے اسلام سے ۵- یہ کہ اگر زید مر گیا اولاد صغار اور مال چھوڑ کر تو اُسکی ولایت زید کے
باپ کو ہے نہ زید کے دادا کو ۶- یہ کہ اگر صغار کا بھائی اور دادا ہے تو ابو یوسف رح کے نزدیک نکاح کی ولایت مین دونون شریک ہین اور امام کے نزدیک دادا کو ولایت
مخصوص ہے اور اگر بجاے دادا کے باپ ہوتا تو اُسی کو ولایت مخصوص ہوتی بالاتفاق ۷- یہ کہ جب صغیر کا باپ مر گیا تو وہ یتیم ہو گیا دادا کے ہونے سے اُسکی یتیمی زائل نہین
ہوتی ۸- یہ کہ اگر میت مر گیا اور اُسکی اولاد صغار ہے اور مال نہین ہے اور میت کی ایک مان ہے اور دادا ہے تو نفقہ صغار کا مان اور دادا پر ہے اسطرح کہ تہائی نفقہ مان پر ہے اور

دو تہائیاں دادا پردادا گردادا کی جگہ باپ ہوتا تمام نفقہ اسی پر واجب ہوتا کذا فی الاشباہ وزاد ابن المصنف فی زواہرہ اخری من الفصولین ضمن الاب مہر صغیرہ
فادی رجع لو شرط والا لا ولو ولیا غیرہ او وصیا رجع مطلقا انتہی فقولہ لو ولیا غیرہ یعم الجد فیرجع کالوصی بخلاف الاب اور شیخ صالح ابن مصنف نے اپنے
حاشیہ اشباہ مین جسکا زواہر الجواہر نام ہے اشباہ کے تیرہ مسئلون پر ایک اور مسئلہ زیادہ کیا ہے فصولین سے نقل کرکے وہ مسئلہ یہ ہے کہ باپ نے اپنے طفل صغیر کے
مہر کی ضامنی کی پھر مہر اسکا ادا کیا اپنے مال سے تو صغیر کے مال سے بھرلے اگر اسنے ادا کے وقت رجوع کرنا شرط کر لیا ہو اور اگر شرط نہ کیا ہو تو رجوع جائز نہین اور
اگر باپ کے سوا اور کسی صغیر کے ولی نے یا وصی نے مہر کی ضامنی کرکے مہر ادا کیا ہو تو رجوع کرے مطلقا انتہی یعنے شرط اور بلا شرط ہر صورت رجوع جائز ہے شارح نے کہا
تو ولی غیر اب کا لفظ دادا کو بھی شامل ہے تو دادا بھی وصی کے مانند مطلقا رجوع کریگا برخلاف باپ کے وللام ثلثۃ احوال السدس مع احدہما او مع اثنین
من الاخوۃ او من الاخوات فصاعدا من ای جہۃ کانا ولو مختلطین اور مان کے تین حالات ہین چھٹا حصہ ہے بیٹے یا پوتے کے ساتھ یا دو بھائی یا دو بہنون
کے ساتھ بھائی بہن دو ہون یا زیادہ کسی جہت سے ہون اگرچہ ملے جلے ہون ہم اگر ایک شخص مرگیا مان اور فرزند چھوڑکر خواہ فرزند بیٹا ہو یا بیٹی پوتا ہو
یا پوتی تو اسکی مان کا حصہ سدس ہے قال اللہ تعالے ولابویہ لکل واحد منہما السدس مما ترک ان کان لہ ولد) اسواسطے کہ ولد کا لفظ مرد اور عورت دونون
کو شامل ہے اور ولد الابن کو بھی عام ہے اور اسپر اجماع ہے امت کا کہ ولد الابن قائم مقام ولد صلبی کے ہے توریث امین اور اسی طرح مان کا حصہ میت کے
دو بھائیون کے ساتھ یا زیادہ یا دو بہنون کے ساتھ یا زیادہ سدس ہے خواہ بھائی بہن سگے ہون یا سوتیلے یا مادری یا مختلط ہون یعنے ایک بھائی سگا ہو اور
دوسرا سوتیلا اور تیسرا مادری والثلث عند عدمہم اور مان کا حصہ تمام ترکہ کی تہائی ہے جبکہ اشخاص مذکورین نہ ہون یعنے بیٹا اور پوتا اور دو بھائی اور دو بہن
وثلث الباقی مع الاب واحد الزوجین اور مان کے واسطے باقی مال کی تہائی ہے باپ اور احد الزوجین کے ساتھ ہم یہان دو صورتین ہین پہلی صورت یہ ہے
کہ ایک عورت زوج کو اور مان کو چھوڑکر مرگئی تو یہ تقسیم چھ سہم سے صحیح ہوگی نصف یعنے تین سہم زوج کے اور باقی مال کی تہائی یعنے ایک سہم مان کا اور
باقی دو سہم باپ کے دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شخص مرگیا مان باپ اور زوجہ کو چھوڑکر تو اسکی تقسیم بارہ سہم سے صحیح ہوگی زوجہ کی چوتھائی اور باقی مال کی تہائی
مان کی یعنی تین سہم اور باقی چھ سہم باپ کے ہین چنانچہ ماتن نے ان دونون حالتون کو آگے ذکر کیا ہے مگر شارح نے یہان ذکر کرکے اشارہ کیا کہ مان کے تینون حالات ایک جگہ
متصل ذکر کرنا بہتر تھا متفرق بیان سے کذا فی الطحطاوی اور اگر صورت مذکورہ مین بجاے باپ کے دادا ہو تو عالمگیری مین کافی سے منقول ہے کہ مان کو جمیع
مال کا ثلث ملیگا انتہی والسدس للجدۃ مطلقا کام ام او ام اب اور سدس حصہ ہے جدہ کا مطلقا خواہ جدہ مان کی مان ہو یا باپ کی مان ہو یعنی نانی اور دادی
دونون جدہ صحیحہ مین اپنے نواسہ یا پوتے کے متروکہ سے چھٹا حصہ پاوینگی فصاعدا یشترکن فیہ اذا کن ثابتات ای صحیحات کالمذکورتین فان الفاسدۃ من
ذوی الارحام کما سیجئ متحاذیات فی الدرجۃ لان القربی تحجب البعدی مطلقا کما سیجئ ایک جدہ ہو یا دو تین چار یا زیادہ سب شریک ہونگی سدس مین
جبکہ جدات ثابتات یعنے جبکہ جدات صحیحہ ہون چنانچہ دو جدہ مذکور ہو چکین اسواسطے کہ جدہ فاسدہ ذوی الارحام مین ہے نہ ذوی الفروض مین چنانچہ اسکا ذکر
ذوی الارحام مین آویگا اور دوسری شرط میراث جدات مین یہ ہے کہ جمیع جدات درجہ مین متساوی اور برابر ہون اسواسطے کہ جدہ قریبہ جدہ بعیدہ کی حاجب ہوتی
ہے مطلقا خواہ جدہ قریبہ حاجبہ مان کی مان ہو یا باپ کی مان ہو اور اسیطرح جدہ بعیدہ محجوبہ خواہ مان کی مان ہو یا باپ کی مان ہو چنانچہ اسکا بیان باب الحجب
مین آویگا کذا فی الطحطاوی ہم اکمل نے شرح سراجیہ مین کہا کہ ہر شخص کے دو جدہ ہوتی ہین ایک مان کی مان اور دوسری باپ کی مان اسیطرح اسکے والدین کی اور جمیع اصول
کی تا آدم وحوا علیہما السلام اور جدہ کی دو قسم ہین صحیحہ اور فاسدہ جدہ صحیحہ وہ ہے جسکی نسبت الی المیت مین ایک باپ دو ماؤن مین نہ داخل ہو اور جدہ فاسدہ وہ ہے کہ
دو ماؤن کے مابین مین باپ داخل ہو اسواسطے کہ جو باپ کہ میت کے ساتھ ناتا رکھتا ہے بواسطہ عورت کے وہ جد فاسد ہے انتہی چنانچہ نانا یعنی ماں کا باپ نانا کی مان جدہ فاسدہ ہے
اسواسطے کہ دو ماؤن مین یعنی میت کی ماں اور نانی کے مابین نانا واسطہ واقع ہوا معلوم کرنا چاہیے کہ جدہ کا سدس حدیث سے ثابت ہے اور جدات کے سدس کی دلیل یہ روایت ہے کہ ایک شخص کی نانی

یعنے مان کی مان صدیق اکبرؓ کے پاس آئی اور بولی کہ میرے نواسے کا حصہ مجکو دیجیے صدیق رضؓ نے جواب دیا کہ مین تیرا حصہ کتاب اللہ مین منصوص نہین پاتا ہون
اور تیری میراث مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہین سُنا لیکن مین اصحاب سے مشورہ کرتا ہون پھر اصحاب کو جمع کیا تو محمد بن مسلمہ نے گواہی دی کہ رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم نے جدہ کو سدس دیا ہے پھر اُس میت کی جدہ دوسری یعنی باپ کی مان آئی اور بولی کہ میرے پوتے کی میراث مجکو دیجیے تو صدیق رضؓ نے کہا کہ مین کتاب اللہ اور
حدیث مین تیرے واسطے کچھ حصہ نہین پاتا ولیکن مجکو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہی سدس تم دونون مین مشترک ہے اور اگر ایک جدہ ہو تو فقط اُسیکا ہے کذا فی الطحطاوی عن الاکمل
والسدس لبنت الابن فاکثر مع البنت الواحدة تکملة للثلثین اور چھٹا حصہ ہے پوتی اور زیادہ پوتیون کا ایک بیٹی کے ساتھ دو تہائیون کے پورا کرنے کے واسطے جبکہ
مصنف نے سدس کو ذکر کیا تو اُن لوگون کو بیان کیا جو سدس کے مستحق ہین خواہ ہمیشہ چنانچہ جدہ یا بعضی صورت مین جیسے پوتیان اور پوتیون کے چھ حالات ہین تین حال تو
بیٹیون کے مانند ہین یعنی ایک پوتی کو نصف اور دو پوتیون کو یا زیادہ کو دو تہائیان اور اگر پوتیون کے ساتھ اُنکا بھائی بھی ہے تو بھائی اُنکو عصبہ کردیگا للذکر مثل حظ الانثیین
اور تین حال پوتیون کو مخصوص ہین ازانجملہ ایک تو وہ ہے جسکو مصنف نے بیان کیا یعنی سدس ایک بیٹی کے ساتھ ملیگا دوسرا حال یہ کہ دو یا زیادہ بیٹیون کے ساتھ وہ ساقط ہونگی لیکن
اگر اُنکے ساتھ بھائی ہوگا درجہ مین برابر یا اسفل تو اُنکو عصبہ کردیگا بشرطیکہ کوئی پوتی صاحب فرض نہو اُنمین سے اور تیسرا حال یہ ہے کہ فرزند صلبی سے پوتیان ساقط
ہوجاتی ہین اور یہ جو کہا کہ سدس ملیگا دو تہائیون کے پورا کرنے کے واسطے سو اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بنات کا حق ثلثین پر زیادہ نہین ہے اور
بنات کا لفظ بنات الابن کو بھی شامل ہے پھر جبکہ بنت صلبی نے اپنا فرض یعنے نصف لیا تو بنت الابن کو سدس باقی دیا گیا تاکہ بنات کا حق یعنے ثلثین پورا ہوجاوے کذا فی الطحطاوی
والسدس للاخت للاب فاکثر مع الاخت الواحدة لابوین تکملة للثلثین اور چھٹا حصہ ایک سوتیلی بہن کا اور زیادہ بہنون کا ہے ایک سگی بہن کے ساتھ دو تہائیون
کے پورا کرنے کے واسطے یعنے اگر سوتیلی بہن سگی بہن کے ساتھ ہے تو نصف متروکہ سگی بہن لیگی اور سدس سوتیلی کو ملیگا تاکہ دو تہائیان پوری ہوجاوین معلوم کرنا چاہیے
کہ سگی بہنون کے پانچ احوال ہین اور یہی پانچون احوال سوتیلی بہنون کے بھی ہین پہلا حال یہ ہے کہ ایک سگی بہن نصف پاویگی دوسرا حال یہ کہ دو سگی بہنین ثلثین پاوینگی
تیسرا یہ کہ اگر اُنکے ساتھ بھائی سگا ہوگا تو اُنکو عصبہ کردیگا چوتھا یہ کہ بہنین بیٹیون کے ساتھ عصبہ ہوجاتی ہین لقولہ علیہ الصلوٰة والسلام اجعلوا البنات مع الاخوات
عصبات پانچوان یہ کہ ابن اور ابن الابن اور باپ کے ہونے سے بہنین ساقط ہوجاتی ہین بالاتفاق اور امام اعظم کے نزدیک دادا کے ہونے سے بھی ساقط ہوتی
ہین اور سوتیلی بہنون کے دو حال اور بھی زیادہ ہین تو سوتیلیون کے سات احوال ٹھہرے پانچ احوال تو مذکور ہوچکے اور چھٹا حال یہ ہے کہ سوتیلی بہن سگی ایک بہن کے
ساتھ سدس پاتی ہے چنانچہ ماتن نے اسکو بیان کیا اور ساتوان حال یہ ہے کہ اگر سگی دو بہنین یا زیادہ ہون تو سوتیلی بہنین ساقط ہوجاتی ہین مگر یہ کہ اُنکے ساتھ بھائی ہو تو
اُنکو عصبہ کردیگا اور جبکہ سگی بہن بیٹی کے ساتھ عصبہ ہوگی تب بھی سوتیلی بہنین ساقط ہونگی کذا فی الطحطاوی والسدس للواحد من ولد الام والثلث لاثنین
فصاعدا من ولد الام ذکورہم کاناثہم اور چھٹا حصہ ایک شخص کا ہے مان کی اولاد سے اور تہائی دو کی اور زیادہ کی ہے مان کی اولاد سے مرد اُنکی عورتون کے برابر
ہین حصہ مین ھم اخیافی اور مادری بھائی بہن وہ ہین جنکی مان ایک ہو اور باپ دو چنانچہ شاکرہ نے زید سے نکاح کیا اُس سے حامد پیدا ہوا پھر زید کے بعد خالد
سے شاکرہ نے نکاح کیا اُس سے محمود اور صابرہ پیدا ہوئے تو محمود اور صابرہ حامد کے اخیافی اور مادری بھائی بہن ہین طحطاوی نے کہا کہ مادری بھائی بہنون کے
تین حال ہین ایک حال یہ ہے کہ اگر اکیلا ہے تو سدس پاویگا اور اگر دو یا زیادہ ہین تو ثلث پاوینگے تیسرا حال یہ ہے کہ فرع وارث یا فرع الفرع وارث سے اور باپ دادا کے
ہونے سے وہ ساقط ہونگے بالاتفاق اسواسطے کہ اُنکی میراث ضعیف ہے قرابت ضعیفہ کی وجہ سے انتہیٰ والثلث للام عند عدم من لہا معہ السدس کامر اور تہائی
مان کیواسطے ہے جبکہ وہ لوگ نہون جنکے ساتھ مان کو سدس ملتا ہے چنانچہ مذکور ہوچکا یعنی اگر بیٹا یا پوتا میت کا یا دو بھائی یا دو بہنین یا زیادہ نہونگی تب اُنکو تہائی
ملیگی ولہا ثلث الباقی بعد فرض احد الزوجین کما قدمنا اور مان کیواسطے باقی مال کی تہائی ہے بعد ادا کرنے فرض احد الزوجین کے چنانچہ ہم اُسکو مقدم ذکر کرچکے ہین
شرح مین ذلک فی زوجة وابوین وام فلہا حینئذ الربع اور یہ یعنی تہائی مان کی زوجہ اور والدین مین ہے تو اسصورت مین درحقیقت مان کیواسطے چوتھائی ہے

ہم اُم کا لفظ یہان زیادہ کرنا اور اگلے مسئلہ مین بھول چوک ہی شارح کی اسواسطے کہ اُم تو ابوین مین داخل ہی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی لہذا مترجم نے لفظ اُم کا ترجمہ نہین کیا ثلث ما بقی ربع ہی کل ترکہ کا چنانچہ ترجمہ مین گذر گیا کہ اگر زوج مر گیا اور زوجہ اور اُسنے والدین کو چھوڑا تو اسکی قسمت بارہ سہم سے صحیح ہوگی کل مال کی چوتھائی یعنے تین سہم زوجہ کے ہین اور باقی مال یعنے نو سہم کی تہائی ماں کی ہی سو تین سہم ہوئے تو تین سہم کل متروکہ کے یعنے بارہ سہم کی چوتھائی ہین او زوج

وابوین وام فلہا حینئذ السدس یا تہائی باقی کی ماں کو ہی زوج اور والدین مین تو اسوقت مین درحقیقت ماں کیواسطے سدس ہی ہم یہ صورت بھی ترجمہ مین مذکور ہو چکی کہ اگر زوجہ مر گئی زوج اور والدین کو چھوڑا تو قسمت اُسکی چھ سہم سے صحیح ہی نصف زوج کا یعنے تین سہم اور باقی مال کی تہائی یعنے تین سہم کی ایک سہم ہی تو ایک سہم کل مال کا سدس ہی یہان اعتراض وارد ہوتا تھا کہ جب ثلث باقی مال کا ربع یا سدس ٹھہرا تو مصنف نے اُسکو ثلث کیون کہا شارح نے اُسکا جواب قول آئندہ مین دیا دسمی

ثلثا تادبا مع قولہ تعالیٰ وورثہ ابواہ فلامہ الثلث اور مصنف نے ماں کے فرض کو ثلث کہا ادب کی راہ سے حق تعالیٰ کے اس قول کے ساتھ (وورثہ ابواہ فلامہ الثلث) یعنے اگر میت کا ولد نہو اور اسکے والدین اُسکے وارث ہون تو اُسکی ماں کیواسطے تہائی ہی باپ کا حصہ اسواسطے صریحاً ذکر نفرمایا کہ جب فقط والدین وارث مفروض ہو چکے اور ماں کا حصہ معین کر دیا تو معلوم ہو گیا کہ باقی مال باپ کا ہی وعلی ہذا اللائق یون ہی کہ ماں کا حصہ جبکہ والدین کے ساتھ احد الزوجین ہون ثلث ما بقی ہو چنانچہ جمہور کا قول ہی نہ ثلث مال چنانچہ ابن عباسؓ کا قول ہی کہ اُسمین تفضیل انثیٰ کی اُس ذکر پر لازم آتی ہی جو اُسکے برابر ہی جہت اور قرب مین اور یہ موضوع شرعی کے مخالف

ہی کذا فی تفسیر البیضاوی ملخصا والثلثان لکل اثنین فصاعدا ممن فرضہ النصف وہو خمسۃ البنت وبنت الابن والاخت لابوین والاخت لاب والزوج الا الزوج لانہ لا یتعدد اور ثلثین یعنے دو تہائیان اُن دو شخصون یا زیادہ لوگون کی ہین جنکا فرض حصہ نصف ہی وہ پانچ ہین بیٹی اور پوتی اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور زوج مگر زوج کیواسطے ثلثین نہین اسواسطے کہ اُسمین تعدد اور کثرت نہین ہی یعنے زوج کے حق مین دو تہائیون کا تحقق نہین ہوتا اسواسطے کہ ثلثین کے وارث نہین مگر متعدد اشخاص جو کہ انفراد کی حالت مین نصف کے وارث ہو جاتے ہین فائدہ جلیلہ معلوم کرنا چاہیے کہ فروض مقدرہ کلام مجید مین چھ ہین نصف ربع ثمن ثلثین ثلث سدس سو نصف تو پانچ اصناف کا فرض ہی زوج کا فرض ہی جبکہ زوجہ کا بیٹا بیٹی اور پوتا پوتی نہو اور بنت صلبی کا فرض ہی اور بنت الابن کا فرض ہی جبکہ بنت صلبی نہو اور سگی بہن کا فرض ہی اور سوتیلی بہن کا فرض ہی جبکہ سگی بہن نہو اور ربع دو صنف کا فرض ہی زوج کا فرض ہی جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن نہو اور ایک زوجہ یا چند زوجات کا فرض ہی جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن نہو اور ثمن صرف ایک صنف کا فرض ہی یعنے ایک یا چند زوجہ کا جبکہ ولد یا ولد الابن ہو اور ثلثین چار اصناف کا فرض ہی دو صلبی بیٹیون کا یا زیادہ کا فرض ہی اور دو پوتیون یا زیادہ کا فرض ہی جبکہ بنت صلبی نہو اور سگی دو بہنون یا زیادہ کا فرض ہی اور سوتیلی دو بہنون یا زیادہ کا فرض ہی جبکہ سگی بہن نہو اور ثلث دو صنف کا فرض ہی ماں کا فرض ہی جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن نہو اور نہ دو بھائی ہون نہ دو بہنین اور اولاد مادری کا فرض ہی دو ہون یا زیادہ ذکور ہون یا اناث اور سدس سات اصناف کا فرض ہی باپ کا فرض ہی جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن ہو اور جد صحیح کا اسیطرح فرض ہی جبکہ میت کا باپ نہو اور ماں کا فرض ہی جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن ہو خواہ دو بھائی ہون یا دو بہنین اور جدہ صحیحہ کا فرض ہی خواہ ایک ہو یا چند جدات میراث کیوقت اور بنت الابن کا فرض ہی بنت صلبی کے ساتھ تکملۃ للثلثین اور سوتیلی بہن کا فرض ہی سگی بہن کے ساتھ تکملۃ للثلثین اور ایک شخص کا فرض ہی اولاد مادری سے مرد ہو یا عورت کذا فی العالمگیریۃ عن خزانۃ المفتین

فصل فی العصبات یہ فصل ہی عصبات کے مسائل مین ہم عصبات جمع ہی عصبہ کی اور عصبہ مطلقاً لغت مین عبارت ہی محیط بالشی سے وعنی حاطۃ عصبہ شرعی مین موجود ہین کیونکہ عصبات میت کو ہر طرف سے گھیرے ہین کذا فی الطحطاوی ملخصاً اور اصطلاح شرعی مصنف کے کلام سے معلوم ہوگی العصبات النسبیۃ ثلثۃ عصبۃ بنفسہ وعصبۃ بغیرہ وعصبۃ مع غیرہ عصبات نسبی تین قسم ہین عصبہ بنفسہ اور عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ ہم شارح اور ماتن نے عصبہ نسبی کو عصبہ سببی پر اسواسطے مقدم کیا کہ سابق معلوم ہو چکا کہ نسبی قوی تر ہی سببی سے عصبات نسبیہ تین قسم مین منحصر ہوئی کیونکہ اگر ثبوت عصوبت مین غیر کے ملنے کی حاجت نہین تو وہ عصبہ بنفسہ ہی یعنی بذات خود بلا حاجت انضمام شخص آخر عصبہ ہی اور اگر عصبہ غیر کا محتاج ہی تو اگر عصوبت مین یہ غیر بھی اُسکا شریک ہی تو وہ عصبہ بغیرہ ہی اور اگر غیر اُسکے ساتھ شریک نہین ہی تو وہ عصبہ

مع غیرہ یحوز العصبۃ بنفسہ وہو کل ذکر فالانثی لاتکون عصبۃ بنفسہا بل بغیرہا او مع غیرہا لم یدخل فی نسبتہ الی المیت انثی فان دخلت لم یکن عصبۃ کولد الام فانہ
ذوفرض وکاب الام وابن البنت فانہما من ذوی الارحام عصبہ بنفسہ وہ ہر ایک مرد ہے جسکے رشتہ مین میت کی طرف عورت نہ داخل ہو شارح نے کہا مرد کی
قید سے عورت نکل گئی کہ وہ عصبہ بنفسہا نہین ہوتی بلکہ عورت عصبہ بغیرہ یا مع غیرہا ہوتی ہے پھر اگر نسبت الی المیت مین عورت داخل ہوئی تو وہ عصبہ نہوگا جیسے
مادری بھائی کہ وہ صاحب فرض ہے نہ عصبہ اور جیسے ماں کا باپ اور بیٹی کا بیٹا یعنے نانا اور نواسی اسواسطے کہ وہ دونون ذوی الارحام سے ہین نہ صاحب فرض ہین نہ
عصبہ یاخذ البقیۃ الفرائض یعنی عصبہ بنفسہ لیتا ہے اس مال کو جو حصص ذوالفروض سے باقی رہگیا یعنے جو اہل فروض کو دیکر مال باقی رہا اسکو باقی سب
مالکو عصبہ بنفسہ لیگا خواہ چند اہل فروض ہون یا ایک چونکہ فرائض کا لفظ جمع تھا شارح نے اسکی تفسیر بلفظ جنس کرکے اشارہ کیا کہ الف لام جنس سے جمعیت باطل ہوگئی و
عند الانفراد یحوز جمیع المال بجہۃ واحدۃ اور عصبہ بنفسہ انفراد اور تنہائی کی حالت مین تمام مال کو لیتا ہے ایک جہت سے ہم یعنی اگر اہل فروض نہون فقط عصبہ بنفسہ ہو تو
وہ سب مال لیگا فقط ایک عصوبت کی جہت سے منح الغفار مین ہے جہت واحدہ کی قید اسواسطے لگائی تاکہ یہ اعتراض وارد نہو کہ صاحب فرض بھی سب مال لیتا ہے جبکہ اسکے
ساتھ عصبہ نہو اسلیئے کہ اہل فرض کو استحقاق بعض مال کا فرضیت کے سبب سے اور باقی مال کا بسبب رد کرنے کے تو ایک جہت سے اسنے سب مال نہ پایا بلکہ دو جہت سے برخلاف
عصبہ بنفسہ کے وہ فقط عصوبت کی ایک ہی جہت سے تمام مال کو لیتا ہے ثم العصبات بانفسہم اربعۃ اصناف جزء المیت ثم اصلہ ثم جزء ابیہ ثم جزء جدہ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ عصبہ
بنفسہ کی جماعت چار قسم ہین میت کا جز پھر میت کا اصل پھر میت کے باپ کا جز پھر میت کے دادا کا جز ہم میت کا جز جیسے بیٹا اور پوتا اور میت کی اصل جیسے باپ اور دادا اور میت کے
باپ کا جز جیسے بھائی اور بھتیجا اور میت کے دادا کا جز جیسے چچا اور اسکی اولاد ویقدم الاقرب فالاقرب منہم بہذا الترتیب اور عصبات مین زیادہ تر قرابت دار کی
تقدیم ہوگی پھر اسکے بعد اسکے جو فروتر ہے وہ مقدم ہوگا موافق اس ترتیب مذکور کے فیقدم جزء المیت کالابن ثم ابنہ وان سفل تو میت کا جز مقدم ہوگا میت کی
اصل پر جیسے میت کا بیٹا پھر پوتا اگرچہ سافل ہو یعنے پرپوتا اور پوتے کا پوتا اکمل نے کہا تقدیم بیٹے کی باپ پر یعنے میراث مین نقلاً اور عقلاً ثابت ہے دلیل نقلی تو قرآن مجید
مین موجود ہے یعنے باپ کا حصہ مقرر فرمایا اور بیٹے کا حصہ مقرر نہین کیا تاکہ وہ باقی مال بطریق عصوبت کے پاوے اور دلیل عقلی یہ ہے کہ انسان ولد کو اپنے والد پر مقدم جانتا
ہے صرف مال مین اور محنت کشی سے مال کو حاصل کرتا ہے فرزند کے واسطے تو مقتضا اسکا یہ ہے کہ اسکا مال فرزند سے تجاوز کرکے اسکے باپ کو نہ پہونچے لیکن نفس قرابت سے
بمقدار حصہ پدری کے اسکے مقتضا کو ترک کیا تو باقی مال مین اسکی خواہش دلی کو باقی رکھا کذا فی الطحطاوی ملخصاً ثم اصلہ الاب پھر فروع کے بعد اصل میت
یعنے باپ مقدم ہوگا یعنے اگر میت کا بیٹا یا پوتا یا پرپوتا کوئی باقی نہین ہے تو میت کا باپ عصبہ ہوکر متروکہ لیگا ویکون مع البنت فاکثر عصبۃ وذا سہم کما مر
اور باپ ایک بیٹی یا زیادہ کے ساتھ عصبہ اور صاحب فرض ہوگا چنانچہ شرح مین مذکور ہوچکا اہل فروض کے بیان مین ہم طحطاوی نے کہا بہتر یون تھا کہ
مصنف اس مسئلہ کو اہل فروض مین فرض پدری کے ساتھ ذکر کرتا شارح کے مانند ثم الجد الصحیح وہو اب الاب وان علا پھر باپ کے بعد جد صحیح مقدم ہوگا یعنے باپ
کا باپ جسکو دادا کہتے ہین اگرچہ جد اونچا ہو یعنی پردادا سردادا الی غیر ذلک واما اب الام ففاسد من ذوی الارحام اور ماں کا باپ تو جد صحیح نہین بلکہ جد فاسد ہے
ذوی الارحام مین داخل ہے نہ عصبات مین ثم جزء ابیہ الاخ لابوین ثم لاب پھر جد صحیح کے بعد میت کے باپ کا جز یعنے سگا بھائی میت کا مقدم ہے پھر اسکے بعد
سوتیلا بھائی مقدم ہے بھتیجون پر ثم ابنہ لابوین ثم لاب وان سفل پھر بھائی کے بعد سگے بھائی کا بیٹا مقدم ہے پھر اسکے بعد سوتیلے بھائی کا بیٹا مقدم ہے اگرچہ
ابن الاخ سافل ہو یعنے بھتیجے کا بیٹا یا پوتا تاخیر الاخوۃ عن الجد وان علا قول ابی حنیفۃ وہو المختار للفتوی خلافا لہما وللشافعی قیل وعلیہ الفتوی تاخیر بھائیون
کی دادا سے اگرچہ دادا عالی ہو قول ہے امام ابوحنیفہ رح کا اور یہی قول مختار ہے فتوے کے واسطے برخلاف صاحبین اور شافعی رح کے بعضون نے کہا کہ صاحبین کے
قول پر فتوی ہے یعنے بھائی مقدم ہین دادا پر طحطاوی نے کہا کہ امام ہی کا قول معتمد ہے ثم جزء جدہ العم لابوین ثم لاب پھر بھائیون کے بعد دادا کی اولاد
یعنی سگا چچا مقدم ہے پھر اسکے بعد سوتیلا چچا ثم ابنہ لابوین ثم لاب وان سفل پھر اعمام کے بعد سگے چچا کا بیٹا مقدم ہے پھر اسکے بعد سوتیلے چچا کا بیٹا اگرچہ

پھر سگے بھائی سافل ہون اعمام پدری سے مقدم ہین ثم عم الاب پھر بنی اعمام کے بعد باپ کا سگا چچا مقدم ہی پھر اسکا سوتیلا چچا ہی ثم ابنہ پھر اعمام پدری
کے بعد باپ کے سگے چچا کا بیٹا مقدم ہی پھر اسکے بعد باپ کے سوتیلے چچا کا بیٹا جد کے اعمام پر مقدم ہی ثم عم الجد پھر بنی اعمام پدری کے بعد دادا کا سگا چچا
مقدم ہی پھر اسکے بعد سوتیلا چچا دادا کا ثم ابنہ کذلک وان سفلا پھر جد کے اعمام کے بعد انکا بیٹا اسیطرح مقدم ہی یعنے سگا سوتیلے پر مقدم ہی اگرچہ عم پدری کے
فرزند او عم جدی کے فرزند سافل ہون کذا فی العالمگیریۃ عن المبسوط اھ اور اگر ایک درجہ کے عصبات کی جماعت مجتمع ہو تو مال مشترک انپر باعتبار انکے
ابدان کے قسمت ہوگا نہ باعتبار انکے اصول کے مثلاً میت کا ایک بھتیجا ہی اور دس بھتیجے اور ہین یا ایک چچیرا بھائی ہی اور دس چچیرے بھائی اور ہین
تو مال کے گیارہ حصے ہونگے ہر شخص کو ایک حصہ ملیگا کذا فی العالمگیریۃ عن الاختیار شرح المختار فاسبابہا اربعۃ بنوۃ ثم ابوۃ ثم اخوۃ ثم عمومۃ تو بیان سابق سے
معلوم ہوگیا کہ عصوبت کے چار سبب ہین بیٹا ہونا پھر باپ ہونا پھر بھائی ہونا پھر چچا ہونا وبعد ترجیحہم بقرب الدرجۃ یرجحون عند التفاوت بالابوین واب کما مر
بقوۃ القرابۃ فمن کان لابوین من العصبات ولو انثی کالشقیقۃ مع البنت تقدم علی الاخ لاب مقدم علی من کان لاب اور قرب درجہ
کے بعد عصبات کو جبکہ آپس مین تفاوت ہو سگے سوتیلے کا چنانچہ مفصل مذکور ہو چکا ترجیح دیجاتی ہی قرابت کے قوی ہونے کی وجہ سے عصبات مین سے
جو عصبہ میت کا سگا ہوگا وہ سوتیلے پر مقدم ہی اگرچہ عصبہ قوی القرابت عورت ہو جیسے سگی بہن بیٹی کے ساتھ مقدم ہی سوتیلے بھائی پر ہم درجہ سے
مراد قرابت کی جہت ہی یعنے تقدیم مین اول جہت معتبر ہی تو جزء میت کی جہت میت کی اصل کی جہت پر مقدم ہی پھر جبکہ جہت متحد ہو اور دو عصبون مین سے
ایک عصبہ زیادہ تر قریب ہو میت سے چنانچہ جزیت مین بیٹا اور پوتا یکسان ہی لیکن پوتے کی نسبت بیٹا قریب تر ہی تو اب تقدیم قرب کیوجہ سے معتبر ہوگی پھر
جبکہ قرب مین بھی عصبات برابر ہون تو اب تقدیم مین قرابت کی قوت معتبر ہوگی چنانچہ مصنف نے یہان بیان کیا ہی اور قرابت کی قوت پائی نہین جاتی مگر
بھائیون مین اور بھتیجون اور چچون مین اور چچیرے بھائیون مین اور فروع اور اصول مین قوت قرابت کی یعنے سگے اور سوتیلے کا اعتبار نہین ہو سکتا اور چونکہ
یہ مقام ہی عصبات بنفسہ کے اصناف کا اور انکے ترجیح کی جہات کا تو شارح کا ذکر کرنا سگی بہن کا بیٹی کے ساتھ محل ہی کیونکہ اخت مذکورہ عصبہ بنفسہ نہین بلکہ عصبہ
مع غیرہ ہی لیکن یہ جواب ہو سکتا ہی کہ اسکا بھائی البتہ عصبہ بنفسہ ہی تو اسکی ذیل مین بہن کی قوت قرابت کو مذکور کر دیا کذا فی الطحاوی ملخصاً لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اعیان
بنی الام یتوارثون دون بنی العلات ترجیح مذکور کی دلیل حدیث ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ البتہ سگی مان کے فرزند باہم وارث ہوتے ہین نہ سوتیلی مان کے
فرزند ھ یہ حدیث ترمذی مین علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہی اور تتمہ حدیث مذکور کا یہ ہی الرجل یرث اخاہ لابیہ وامہ دون اخیہ لابیہ کذا فی التیسیر یعنے مرد وارث
ہوتا ہی اپنے سگے بھائی کا نہ سوتیلے بھائی کا والحاصل انہ عند الاستواء فی الدرجۃ یقدم ذو القرابتین وعند التفاوت فیہا یقدم الاعلی اور خلاصہ کلام یہ ہی
کہ درجہ برابر ہونے کے نزدیک دو قرابت والے کی تقدیم ہوتی ہی اور درجہ مین تفاوت ہونے سے اعلے یعنے اقرب مقدم ہوتا ہی ہم برابری درجہ کی مثال چنانچہ
دو بھائی ایک سگا اور دوسرا سوتیلا تو سگا مقدم ہوگا کہ دو طرح سے قرابت رکھتا ہی باپ کی طرف سے بھی اور مان کی طرف سے بھی اور سوتیلا فقط ایک قرابت رکھتا ہی باپ کی
طرف سے نہ مان کی طرف سے اور تفاوت درجہ کی مثال چنانچہ سوتیلا بھائی اور سگے بھائی کا بیٹا تو سوتیلا بھائی سگے بھتیجے پر مقدم ہوگا قریب ہونے سے ثم شرع فی العصبۃ بغیرہ فقال
ویصیر عصبۃ بغیرہ البنات بالابن وبنات الابن بابن الابن وان سفلوا پھر عصبہ بنفسہ کے بعد مصنف نے عصبہ بغیرہ مین شروع کیا سو یون کہا اور عصبہ بغیرہ
ہو جاتی ہین بیٹیان بیٹون کے ہونے سے اور پوتیان عصبہ بغیرہ ہو جاتی ہین پوتون کے ہونے سے اگرچہ درجات مین سافل ہون جمع بنات اور بنات الابن کے عصبہ ہونے پر کلام مجید دلیل
ہی یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین یعنی اللہ تعالی تمھاری اولاد مین وصیت کرتا ہی مرد کیواسطے دو عورتون کے حصہ کے برابر یعنی اگر ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہی تو تین سہم
قسمت ہونگی دو سہم بیٹا لیگا اور ایک سہم بیٹی اور اگر دو بیٹیان ہین تو چار سہم سے قسمت ہوگی ایک ایک سہم بیٹی لیگی اور دو سہم بیٹا لیگا وعلی ہذا القیاس بیٹی کا دونا بیٹا پاویگا جسقدر
بیٹیان اور بیٹے ہون اسیطرح بنین وبنات ابن کو سمجھنا چاہیے والاخوات لابوین او لاب باخیہن اور سگی سوتیلی بہنین عصبہ بغیرہ ہو جاتی ہین اپنے بھائی کے ہونے سے ہم درجہ

عصبہ ہونا اپنے بھائیون کے ہونے سے حق تعالی کے کلام سے ثابت ہر اور ان کانوا اخوۃ رجالا و نساء فللذکر مثل حظ الانثیین یعنی ربع ذوات النصف والثلثین
یعنی عصبہ ہاخوتہن تو عصبہ بغیرہ چار عورتین ہین نصف اور ثلثین کے حصہ والیان وہ عصبہ ہو جاتی ہین اپنے بھائیون کے ہونے سے ھم اور جس عورت کا حصہ فرض
نہین اور اسکا بھائی عصبہ ہو تو وہ اپنے بھائی کے ہونے سے عصبہ نہین ہوتی چنانچہ عم اور عمہ خواہ سگی ہون یا سوتیلی تو سب مال کو چچا لیگا عمہ کو کچھ نہ ملیگا اور یہی حال
ہر ابن العم کا بنت العم کے ساتھ اور ابن الاخ کا بنت الاخ کے ساتھ کذا فی الطحطاوی ولو حکما کابن ابن ابن یعصب من تساویہ اگرچہ بہنون کا بھائی حکمی ہو یعنی
چنانچہ میت کے بیٹے کے بیٹے کا بیٹا یعنی پر پوتا عصبہ کر دیتا ہر اپنے برابر کے درجہ والی بہن کو یا اس بہن کو جو اس سے اونچی درجہ والی ہو ھم عصبہ بغیرہ مین بھائی سے
مراد وہ ہر جو برادر حقیقی اور حکمی دونون کو عام ہو سو حقیقی برادر تین مین ہوتا ہر بنت صلبی اپنے بھائی کے ساتھ اور سگی بہن اپنے بھائی کے ساتھ اور سوتیلی بہن
اپنے بھائی کے ساتھ اور برادر حکمی بنات الابن مین ہوتا ہر تو پوتا اپنی بہنون کو عصبہ کر دیتا ہر اور چچیری بہنون کے جو درجے مین برابر ہین اور بنات الابن کو وہ برادر
حکمی بھی عصبہ کر دیتا ہر جو انسے اسفل ہر درجہ مین تو انمین سے اس عورت کو بھی عصبہ کر دیتا ہر جسکا کچھ حصہ نہین چنانچہ مسئلہ تشبیب مین آویگا کذا فی الطحطاوی ثم شرع
فی العصبۃ مع غیرہ فقال و مع غیرہ الاخوات مع البنات او بنات الابن لقول الفرضیین اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ والمراد من الجمعین ہنا الجنس پھر
مصنف نے عصبہ مع غیرہ مین شروع کیا سو یون کہا اور عصبہ مع غیرہ بہنین ہین بیٹیون کے ساتھ یا پوتیون کے ساتھ بدلیل قول اہل فرائض کے کہ بہنون کو بیٹیون
کے ساتھ عصبہ قرار دو اور اخوات اور بنات کی دونون جمعون سے جنس مراد ہر ھم سراجیہ اور اسکی شرح مین اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ کو حدیث کہا ہر واللہ
اعلم چونکہ ایک بہن ایک بیٹی کے ساتھ بھی عصبہ ہوتی اور ظاہر لفظ جمع اخوات اور بنات کا اسکے خلاف پر دلالت کرتا تھا لہذا شارح نے اسکا جواب دیا کہ جمع پر
الف لام جنس کا ہر تو قلیل و کثیر سب کو شامل ہر و عصبۃ ولد الزنا و ولد الملاعنۃ مولی الام اور ولد الزنا اور ولد الملاعنہ کا عصبہ انکی مان کا مولی ہر ھم
ولد الملاعنہ یہ کہ ایک عورت کے لڑکا پیدا ہوا سو اسکے زوج نے کہا کہ یہ میرا بیٹا نہین ہر پھر باہم لعنت کو کے زوجین مین فراق ہو گیا تو وہ لڑکا ولد الملاعنہ
ہر طحطاوی نے منح الغفار سے نقل کیا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ولد الملاعنہ کو اسکے مان کے ساتھ ملایا تو وہ اس شخص کے مانند ہو گیا جسکو باپ کی جانب
سے کچھ قرابت نہین تو اب یہ واجب ہوا کہ اسکی مان کے موالی اسکے وارث ہون اور وہ انکا وارث ہو تو اگر ولد الملاعنہ مر گیا اور اسنے ایک بیٹی اور مان اور مولی
کو چھوڑا تو بیٹی کو نصف اور مان کو سدس اور باقی مال پھر بیٹی اور مان کو دیا جاویگا بطریق فرض اور رد کے گویا کہ اسکا باپ ہی نہ تھا اسنے اور ولد مشترک کا نسب
مشترک لونڈی سے ثابت ہوگا تو وہ ہر مولے سے ابن کامل کی میراث پاویگا اور دونون مولی ایک باپ کی میراث ولد مشترک کے مال سے پاوینگے اور مولی
کے قرابت دار اسکے میراث مین باہم شریک ہونگے گویا کہ ایک باپ کے قرابت دار ہین اور اگر مولی مر گیا تو دوسرا باقی مولی ولد مشترک کے مال متروکہ سے
پدر کامل کی میراث لیگا کذا فی الطحطاوی عن الدر المنتقی المراد بالمولی ما یعم المعتق والعصبۃ لیعم ما لو کانت الام حرۃ الاصل کما بسطہ العلامۃ قاسم لانہ لا اب لہما اور
متن مین مولی سے مراد وہ ہر جو آزاد کرنے والے اور عصبہ دونون کو شامل ہو تا کہ اگر ولد الزنا یا ولد الملاعنہ کی مان حرہ اصلی ہو تو اسکو بھی شامل ہے چنانچہ علامہ قاسم نے
اسکو شرح بیان کیا ہر مان کا مولی اسواسطے عصبہ ہوا کہ ولد الزنا اور ولد الملاعنہ کا کوئی باپ نہین ہر یعنی شرعاً انکا کوئی باپ نہین جس سے انکا نسب ثابت
ہو اور وہ اسکے وارث ہون اگرچہ واقع مین ولد بدون والد کے نہین ہوتا مگر بطریق خرق عادت ویفترقان فی مسئلۃ واحدۃ وہی ان ولد الزنا یرث
من توامہ میراث اخ لام وولد الملاعنۃ یرث من توامہ میراث اخ لابوین اور ولد الزنا اور ولد الملاعنہ ایک مسئلہ مین جدائی رکھتے ہین وہ
مسئلہ یہ ہر کہ ولد الزنا اپنے توام سے مادری بھائی کی میراث لیتا ہر اور ولد الملاعنہ اپنے توام سے سگے بھائی کی میراث پاتا ہے و
یختم العصبات بالعصبۃ السببیۃ ای المعتق پھر ہم عصبات کا اختتام عصبہ سببی سے کرتے ہین یعنی سو عصبہ سببی مولی ہر غلام کا
آزاد کرنے والا ھم مصنف نے اختتام کے لفظ سے اشارہ کیا کہ آزاد کرنے والا ذوی الارحام پر مقدم ہر کیونکہ جب وہ مرتبہ اخیر عصبات

مین واقع ہوا تو اسمین اور باقی عصبات مین کوئی اور وارث نہین تو ذوی الارحام پر مقدم ٹھہرا اور معتق مذکور رد علی ذوی الفروض پر بھی مقدم ہے اور یہی
قول ہے علی مرتضے اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ موخر ہے ذوی الارحام سے اور معتمد جمہور کا قول ہے اور فریقین کے
دلائل مطولات مین مذکور ہین ثم عصبتہ بنفسہ علی الترتیب المقدم لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم الولاء لحمۃ کلحمۃ النسب پھر مولی العتاقہ کے بعد اُسکا عصبہ بنفسہ ہے بنا بر ترتیب
مقدم کے اس حدیث کی دلیل سے کہ ولاء قرابت ہے نسب کی قرابت کے مانند ہم عصبہ بنفسہ کی قید اسواسطے لگائی کہ مولی کا عصبہ بنفسہ مقدم ہے اُسکے عصبہ نسبی پر یعنی آزاد
کرنیوالیکا آزاد کرنیوالا موخر ہے عصبہ نسبی سے اور بموجب ترتیب مقدم کے ابن معتق مقدم ہے پھر ابن الابن اگرچہ سافل ہو پھر باپ معتق کا پھر اُسکا دادا اگرچہ عالی
ہو الی آخر التفصیل پھر معتق کا معتق علی الترتیب المذکور پھر اُسکے عصبات معلوم کرنا چاہیے کہ آزاد کرنیوالے کی میراث غلام آزاد نہین پاتا جمہور کے نزدیک خلافا
لاسحق ابن راہویہ والحسن بن زیادہ اور اس حدیث مین الولاء لحمۃ کلحمۃ النسب ولا سے مراد ولاء عتاقہ ہے نہ ولاء میراث یعنی ولاء عتاقہ قرابت حاصلہ ہے عتق کے
سبب مانند قرابت حقیقی نسبی کے کذا فی الطحطاوی ملتقطاً واذا ترک المعتق اب مولاہ وابن مولاہ فالکل للابن وقال ابو یوسف للاب السدس اور جبکہ
غلام آزاد مرگیا اپنے مولی کا باپ اور بیٹا چھوڑ کر تو سب مال مولی کے فرزند کا ہے اور ابو یوسف رح نے کہا باپ کیواسطے چھٹا حصہ ہے او ترک جادہ اے جد المولی
واخاہ فھو للجد علی الترتیب المتقدم اوقالا بینھما کالمیراث یا غلام آزاد نے اپنے مولی کا دادا اور اُسکا بھائی چھوڑا تو تمام مال دادا کا ہے بنا بر اس ترتیب کے جو عصبہ بنفسہ
مین مذکور ہوچکی اور صاحبین رح نے کہا کہ دونون کے مابین مال مقسوم ہوگا میراث کے مانند ولیس ھنا عصبۃ لغیرہ ولا مع غیرہ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام
لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن الحدیث اور یہان یعنی ولاء عتاقت مین عصبہ بغیرہ نہین اور نہ عصبہ مع غیرہ بدلیل قول آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام
کے کہ عورتون کو ولاء مین سے کچھ حصہ نہین مگر اُس غلام کا ولا ہے جسکو عورتون نے آپ آزاد کیا الی آخر الحدیث ہم عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ چونکہ عورتین ہوتی
ہین لہذا وہ ولاء عتاقت مین بموجب حدیث کے بیدخل ہین اور یہ حدیث ٹکڑا ہے اس حدیث طویل کا جو سراجیہ مین مذکور ہے دھو وان کان فیہ شذوذ لکنہ تاکد بکلام
کبار الصحابۃ فصار بمنزلۃ المشہور کما بسطہ السید وا قرہ المصنف اور اس حدیث مین اگرچہ شذوذ ہے لیکن وہ متاکد ہوگئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کلام سے تو وہ حدیث بمنزلہ
حدیث مشہور کے ہوگئی چنانچہ سید شریف نے شرح سراجی مین اسکو مشرح بیان کیا ہے اور مصنف نے اُسکو اپنی شرح مین ثابت رکھا ہے فلم شاذ وہ حدیث ہے جسکو ثقہ راوی
اور راویون کے مخالف روایت کرے تو جسکی روایت مین راوی متفرد ہوا تو اُسکو نظر کرنا چاہیے اگر اُسکی روایت اُس راوی کے مخالف ہو جو اُس سے زیادہ
حافظ اور ضابط ہے تو اُسکی روایت شاذ مردود ہے یعنے قبول کرنے کے لائق نہین ہے اور اگر اُسکی روایت ثقات کے مخالف نہین ہے تو اگر اُس راوی کے حفظ اور اتقان
پر اعتماد ہے تو وہ مقبول ہے اُسکا انفراد صحت حدیث مین قادح نہین اور اگر اُسکے حفظ اور اتقان پر اعتماد نہین تو اُسکی حدیث خارج ہے حدیث صحیح سے اور حدیث مشہور
وہ ہے جو قرن اول مین احاد ہو پھر قرن ثانی اور بعد اُسکے متواتر ہوگئی ہو اور چونکہ قرن اول یعنی صحابہ کرام ثقات اور عدول ہین تو اُنکی گواہی بمنزلہ متواتر کے حجت شرعی
ہے اور فرمایا کہ عورتون کو ولاء مین کچھ نہین کذا فی الطحطاوی ثم شرع
خفیان نے کہا کہ مشہور متواتر کی دوسری قسم ہے حضرات فاروق اور مرتضے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ عورتون کو ولاء مین کچھ نہین کذا فی الطحطاوی ثم شرع
فی الحجب فقال ولا یحرم ستۃ من الورثۃ بحال البتۃ الاب والام والابن والبنت ای الابوان والولدان الزوجان پھر مصنف نے عصبات کے بیان کے بعد حجب کا
بیان شروع کیا سو یون کہا کہ چھ وارث کسی حالت مین محروم میراث سے نہین ہوتے البتہ یعنے یقیناً باپ اور ماں اور بیٹا اور بیٹی یعنے والدین اور ولدین اور زوج
اور زوجہ صرف باپ کیواسطے یا سدس ہے یا عصوبت ہمیشہ اور ماں کا سدس ہے یا ثلث کل ہے یا ثلث باقی ہمیشہ اور بیٹا تو ہمیشہ عصبہ رہتا ہے اور بیٹی تین حال سے خالی
نہین اُسکا یا نصف ہے یا ثلثین یا عصوبت للذکر مثل حظ الانثیین اور زوج کا یا نصف ہے یا ربع ہے ہمیشہ اور زوجہ کا یا ربع ہے یا ثمن ہمیشہ فرق یہ ہے کہ یہ بحال محجوب حجب الحرمان
بحال الحرمی او ہم غیر ہولاء الستہ سوا ہر کا نوا عصبات او ذوی فروض اور ایک فریق وہ ہے جو ایک حال مین تو وارث ہوتے ہین اور دوسرے حال مین بالکل محجوب ہوتے ہین اور وہ
فریق سوا ان اشخاص ستہ مذکورین کے ہین خواہ وہ عصبات ہون یا ذوی الفروض ہم عصبات تو جیسے بھائی اور بھتیجے اور ذوی الفروض جیسے سگی اور سوتیلی بہنین

مبنی علی اصلین اور حجب کی بنا دو اصلوں پر ہے یعنے محجوب ہونا پایا جاتا ہے دو قاعدوں کے ہونے سے یا ایک کے ہونے سے تو جن قرابتوں میں دونوں اصلیں
یا ایک اصل پائی گئی تو وہ قریب محجوب ہونگے والا وارث ہونگے احدہما انہ یحجب الاقرب ممن سواہم الابعد لما مر انہ یقدم الاقرب فالاقرب لحدائی بسبب ام
لا ایک اصل یہ ہے کہ انکے سوائے جو کبھی محروم نہیں ہوتے اور وارثوں میں سے قریب تر بعید تر کو محجوب کر دیتا ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اقرب فالاقرب مقدم
ہوتا ہے خواہ دونوں قرابت والے سبب ارث میں متحد ہوں یا نہوں ہم یعنے حجب حاصل ہوتا ہے اقرب اور ابعد کے پائے جانے سے تو اقرب ابعد کا حاجب ہوتا ہے چنانچہ عصبات
میں مذکور ہو چکا کہ میت کا جز میت کے اصل کا حاجب ہوتا ہے اور اصل میت اپنے فرع ذاتی کی حاجب ہے اور فرع پدری فرع جدی کی حاجب ہے وعلی ہذا القیاس
ذوی الفروض میں اقرب ابعد کا حاجب ہے اتحاد سبب کی مثال چنانچہ جدات مع الام اور بنات الابن مع الصلبیتین اور سوتیلی بہنیں سگی بہنوں کے ساتھ اور عدم اتحاد
سبب کی مثال باپ اور بھائی ہے والثانی ان من ادلی لشخص لایرث معہ کابن الابن لایرث مع الابن اور حجب کی دوسری اصل یہ ہے کہ جسکی قرابت
کسی ہو بواسطہ ایک شخص کے تو وہ وارث نہوگا اس شخص متوسط کے ساتھ چنانچہ پوتا وارث نہیں ہوتا بیٹے کے ساتھ یعنے پوتے کی قرابت دادا سے بواسطہ باپ کے ہے تو پوتا
دادا کے مال کا وارث نہوگا باپ کے ہوتے الا اولاد الام فیرثون معہا لعدم استحقاقہا الترکۃ بجہۃ واحدۃ مگر مادری بھائی سو ماں کے ساتھ وارث ہوتا ہے اسواسطے کہ ماں تمام متروکہ کو نہیں
پاتی ایک حیثیت سے ہم یعنے ہرچند میت کی قرابت مادری بھائی سے بواسطہ ماں کے ہے تو مقتضائے اصل ثانی یہ تھا کہ مادری بھائی ماں کے ساتھ وارث نہوتا مگر اسکی وراثت اسوجہ سے
ہوئی کہ ماں سب متروکہ کی مستغرق نہیں ہوتی فقط ایک فرضیت کی جہت سے اور اگر اصحاب فرائض اور عصبات میں سے کوئی باقی نہیں سوائے ان کے تو البتہ وہ تمام متروکہ
پاویگی نہ ایک جہت سے بلکہ دو جہت سے فرضاً و رداً والمحروم کابن کافر او قاتل لایحجب عندنا اصلا اور محروم المیراث چنانچہ کافر یا قاتل بیٹا ہمارے نزدیک اصلا حجب
نہیں ہوتا نہ حجب حرمان نہ حجب نقصان ہم حجب محروم میں صلاحیت میراث کی اصلا نہیں تو وہ استحقاق ارث میں میت کے مانند ہو گیا تو اصطلاح حق حجب میں وہ بمنزلہ
میت کے ہے فوات اہلیت کیوجہ سے ویحجب المحجوب اتفاقا کام الاب تحجب بالاب تحجب ام الام اور محجوب حاجب ہوتا ہے باتفاق حنفیہ و ابن مسعود کے کذا فی شرح السراجیہ
چنانچہ دادی محجوب ہوتی ہے باپ کے ہونے سے لیکن محجوب کرتی ہے نانی کی ماں کو وکالاخوۃ والاخوات فانہم یحجبون بالاب حجب حرمان ویحجبون الام من الثلث
الی السدس حجب نقصان اور چنانچہ بھائی اور بہنیں کہ وہ محجوب ہوتی ہیں باپ کے ہونے سے حجب حرمان کر یعنے بالکل محجوب ہو جاتی ہیں اور بھائی بہنیں ماں کی
حاجب ہوتی ہیں ثلث سے سدس تک حجب نقصان کر یعنے بالکل حاجب نہیں ہوتی بلکہ حصہ کم کر دیتی ہیں کہ انکا تہائی حصہ کم ہو کر چھٹا حصہ رہتا ہے یہ پہلی مثال حجب حرمان کی
ہے اور دوسری حجب نقصان کی وتختص حجب النقصان بخمسۃ بالام وبنت الابن والاخت لاب والزوجین اور حجب نقصان پانچ شخصوں کو خاص ہوتا ہے ماں اور پوتی
اور سوتیلی بہن اور زوجہ اور زوج کو ہم ماں تو محجوب ہوتی ہے ثلث سے سدس تک ولد یا ولد الابن کے ہونے سے یا دو بھائی یا دو بہنوں کے ہونے سے اور پوتی محجوب ہوتی
ہے بنت صلبی کے ہونے سے نصف سے سدس تک اور سوتیلی بہن محجوب ہوتی ہے سگی بہن کے ہونے سے نصف سے سدس تک اور زوج محجوب ہوتا ہے نصف سے ربع تک اور زوجہ
محجوب ہوتی ہے ربع سے ثمن تک ولد یا ولد الابن کے ہونے سے کذا فی الطحطاوی ویسقط بنو الاعیان وہم الاخوۃ والاخوات لاب وام ثلثۃ بالابن وابنہ وان سفل
وبالاب اتفاقا وبالجد عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ اور بنی اعیان یعنی سگے بھائی اور سگی بہنیں ساقط ہو جاتی ہیں تین شخصوں کے ہونے سے ایک بیٹا اور پوتا ہے اگرچہ
سافل ہو اور دوسرا باپ ہے باتفاق امام اور صاحبین کے اور تیسرا شخص دادا ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہم برادران عینی کا ذکر کرنا حجب کے مناسبت سے ہے اور بعضی مصنفین نے
مصنف کے مانند فروض کو اور انکے مستحقوں کو ذکر کیا اور بعض وارثوں کے سقوط کا حال حجب میں بیان کیا اسی مناسبت کیوجہ سے اور بعضوں نے چنانچہ صاحب سراجیہ نے وارث
کے تمام حالات اسکے ذکر کے وقت بیان کر دیئے تو باب الحجب میں حالت سقوط کے ذکر کرنیکی کچھ حاجت نہ رہی کیونکہ منجملہ جمیع حالات کے حالت سقوط بھی مقدم ذکر ہو چکی کذا فی
الطحطاوی وقالا کالثقات ہم علی اصول زید ویفتی بالاول وہو المسقوط کما ہو مذہب ابی حنیفۃ واصول زید مبسوطۃ فی المطولات اور صاحبین نے کہا کہ جد سگے بھائیوں سے مقاسمہ
کرتا ہے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اصول پر اور فتوے دیا گیا ہے اول قول کا یعنے جد کے ساقط ہونیکا جیسا کہ وہ امام کا مذہب ہے اور اصول زید کے مطولات فقہیہ میں

شروح مذکورہ میں ہم منح الغفار میں قول زید یون مذکور ہیں کہ جب جد بنی اعیان کے ساتھ مجتمع ہو تو جد ایک بھائی کے برابر ہو اسلئے برابر مقاسمہ کریگا جبتک مقاسمے
جد کا حصہ ثلث سے کم نہو اور اگر ثلث سے کم ہوگا تو اسکے لیے ثلث مفروض ہوگا اور باقی دو تہائیاں بھائیوں میں للذکر مثل حظ الانثیین قسمت ہونگی چنانچہ
اگر ایک بھائی اور جد ہو تو متروکہ انمین نصفا نصف ہوگا اسواسطے کہ مقاسمہ جد کیواسطے بہتر ہو اور اگر جد اور دو بھائی ہین تو ہر ایک کو ثلث مال ملیگا اور اگر جد اور
تین بھائی ہین تو تہائی مال جد کا فرض ہو اور باقی مال بھائیوں مین مقسوم ہوگا اسواسطے کہ اس صورت مین مقاسمہ سے چوتھائی مال جد کو ملتا ہو اور وہ تہائی سے کم ہو
اور اگر جد اور بھائیوں کے ساتھ کوئی صاحب فرض ہو تو اسکو فرض دیا جاویگا پھر تامل کیا جاویگا کہ جد کیلئے تین حالات سے کون حال بہتر ہو مقاسمہ یا ثلث مابقی یا سدس
تو جو انمین سے اسکے حق مین بہتر ہوگا وہ اسکو دیا جاویگا اور باقی مال بنی اعیان مین للذکر مثل حظ الانثیین قسمت ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصرا و فی الوہبانیۃ و ما اسقطا
اولاد عین و علۃ + دو قد اسقط النعمان وہو المحرر اور وہبانیہ مین ہو اور صاحبین نے سگے بھائیوں اور سوتیلے بھائیونکو دادا کے ساتھ ساقط نہین کیا ہو اور النبہ نعمان
بن ثابت یعنی امام اعظمؒ نے انکو ساقط کیا ہو اور یہی قول امام رح کا محرر اور معتمد ہو ہم قولہ و علۃ کا واو بمعنی او ہو یعنے اسواسطے کہ عینی کے بعد علاتی وارث ہوتا ہو نہ اسکے ساتھ
و علیہ الفتوی کما فی الملتقی والسراجیہ وان قال مصنفہا فی شرحہا علی قولہما الفتوی اور سقوط بنی اعیان مین امام کے قول پر فتوی ہو چنانچہ ملتقی اور سراجیہ مین
مذکور ہو اگرچہ سراجیہ کے مصنف نے سراجیہ کی شرح مین کہا ہو کہ صاحبینؒ کے قول پر فتوی ہو و یسقط بنو العلات ہم الاخوۃ والاخوات لاب بہم ای بنی الاعیان
ایضا و بمن لا ای بالابن وابنہ و بالاب الجد و کذا بالاخت لابوین اذا صارت عصبۃ کما علمتہ اور بنو العلات یعنے سوتیلے بھائی اور سوتیلی بہنین ساقط ہو جاتی ہین سگے
بھائیوں سے بھی اور ان شخصون سے یعنے ولد اور ولد الابن اور باپ اور دادا سے اور اسی طرح ساقط ہوتے ہین سگی بہن سے جبکہ وہ عصبہ ہو جاے بنت کے ساتھ چنانچہ
تو اسکو معلوم کر چکا ہو ہم چونکہ بنی اعیان قرابت مین اقوی ہین بنی علات سے لہذا انکے ہونے سے وہ ساقط ہو جاتے ہین اور جبکہ سگی بہن بنت کے ساتھ ملی
تو وہ عصبہ مع غیرہ ہو گئی تو اگر میت نے بیٹی اور سگی بہن اور سوتیلے بھائی چھوڑے تو بیٹی نصف لیگی باعتبار فرضیت کے اور سگی بہن نصف باقی لیگی باعتبار عصوبت کے
اور سوتیلے بھائی ساقط ہو جاوینگے کذا فی الطحطاوی و یسقط بنو الاخیاف وہم الاخوۃ والاخوات لام بالولد و ولد الابن وان سفل و بالاب والجد بالاجماع لانہم من
قبیل الکلالۃ کما بسطہ السید اور بنی اخیاف یعنی مادری بھائی اور مادری بہنین ساقط ہو جاتی ہین ولد اور ولد الابن سے اگرچہ وہ سافل ہو اور باپ اور دادا سے باتفاق امامؒ
اور صاحبینؒ کے اسواسطے کہ مادری اولاد من قبیل کلالہ ہین یعنے ضعیف القرابت ہین چنانچہ سید شریف نے فرائض شریفی مین اسکو شرح بیان کیا ہو ہم بالاجماع جد سے
مرتبط ہو یعنے برخلاف بنی اعیان اور بنی علات کے کہ وہ فقط امامؒ کے قول پر جد کے ساتھ ساقط ہوتے ہین نہ صاحبینؒ کے قول پر و تسقط الجدات مطلقا ابویات ام
امیات بالام اور ماں کے ہونے سے ساقط ہوتی ہین جدات مطلقا خواہ پدری جدہ ہون یا مادری یعنی دادیان اور نانیان ماں سے ساقط ہو جاتی ہین والابویات
بالاب اور جدات پدری یعنی دادیان باپ کے ہونے سے ساقط ہو جاتی ہین و کذا بالجد الا ام الاب وان علت فانہا ترث مع الجد لانہا لیست من قبلہ بل ہی زوجتہ
فکانا کالابوین اور اسیطرح سے جدات ساقط ہو جاتی ہین دادا کے ہونے سے مگر باپ کی ماں اگرچہ عالی ہو چنانچہ باپ کی نانی ساقط نہین ہوتی اسلیے کہ وہ وارث
ہوتی ہو جد کے ساتھ اسواسطے کہ باپ کی ماں کی قرابت دادا کی جہت سے نہین بلکہ وہ جدہ زوجہ ہو جد کی تو وہ دونوں ماں باپ کے مانند ہوئی اصلی قرابت مین یعنی توجیسے
والدین وارث ہوتے ہین ویسے ہی جد اور جدہ وارث ہونگے و تحجب القربی من ای جہۃ کانت البعدی کذا کانت وارثۃ کانت القربی ام محجوبۃ کما ہناہ اور جدہ قریبہ
کسی جہت سے ہو یعنی خواہ ماں کی جہت سے ہو خواہ باپ کی جہت سے وہ جدہ بعیدہ اسیطرح ہر جہت والی کو محجوب کرتی ہو خواہ قریبہ وارث ہو یا وارث نہو چنانچہ ہمنے
اسکو مقدم بیان کیا ہو حجب المحجوب کی شرح مین ہم تو چار صورتون مین حجب حاصل ہوتا ہو ایک یہ ہو کہ جدہ قریبہ مادری جدہ بعیدہ مادری کو محجوب کرتی ہو دوسری یہ کہ جدہ قریبہ
مادری جدہ بعیدہ پدری کو محجوب کرتی ہو تیسری یہ کہ جدہ قریبہ پدری جدہ بعیدہ پدری کو محجوب کرتی ہو چوتھے یہ کہ جدہ قریبہ پدری جدہ بعیدہ مادری کو محجوب کرتی
ہو و اذا اجتمعن کانت احدہما ذات قرابۃ واحدۃ کام ام الاب کذا فی نسخ المتن والشروح والصواب الموافق للسراجیۃ وغیرہا کام ام الاب و قد تقدم ان القربی تحجب البعدی

مطلقاً فافہم والاخری ذات قرابتین او اکثر کام ام الام وہی ایضاً ام اب الاب بہذہ الصورۃ

اب

ام ۔۔۔۔ ام

ام ۔۔۔۔ اب ۔۔۔۔ ام

ام

ہذہ ذات قرابتین ہذہ ذات قرابۃ واحدۃ

اور جبکہ میت کی دو جدہ جمع ہوں اور ایک جدہ ایک قرابت والی ہو چنانچہ باپ کی ماں کی ماں یعنے باپ کی نانی اور دوسری جدہ دو قرابت یا زیادہ قرابت والی ہو چنانچہ ماں کی نانی اور وہ باپ کی بھی دادی ہے صورت اسکی یہ ہے

ام ۔۔۔ ام حمیدہ محمود پسر شاکر

اب شاکر ۔۔۔ ام حلیمہ دختر حامد

اب حامد

ام ۔۔۔ ام

ام کلثوم ایک قرابت والی

ام زینب دو قرابت والی

شارح نے کہا متن اور شرح کے نسخوں میں اصلاح کا ام الاب مذکور ہے اور درست مثال سراجیہ وغیرہ کے موافق کام ام الاب ہے اور عنقریب مذکور ہو چکا کہ جدہ قریبہ جدہ بعیدہ کو مجوب کرتی ہے مطلقاً تو بوجہ اس خطائے مصنف کو ہم شارح نے اس کلام سے اشارہ کیا کہ اگر متن کو صحیح جانیے تو ایک قرابت والی بسبب اپنے قرب کے دو قرابت والی کی حاجب ہوگی اسکے بعید ہونے کی وجہ سے یعنی متن میں دو خلل ہیں ایک یہ ہے کہ سراجیہ اور عالمگیری وغیرہما کے مخالف ہے دوسرا خلل یہ ہے کہ لازم آتا ہے بموجب قاعدہ گذشتہ کے قریبہ بعیدہ کی حاجب ہو اور حالانکہ بیان وہ صورت مفروض ہے کہ دونوں جدہ وارث ہیں چنانچہ بعد اسکے معلوم ہوگا لہذا مترجم نے متن کے موافق ام الاب کا ترجمہ نہ کیا بلکہ ام الاب کا ترجمہ کیا وتوضیحہا ان امرأۃ زوجت ابن ابنہا بنت بنتہا فولد بینہما ولد فہذہ المرأۃ جدۃ لابویہ اور جدہ ذات القرابتین کی توضیح یہ ہے کہ ایک عورت نے اپنے ابن الابن یعنی پوتے کا نکاح کیا اپنی نواسی سے تو اسنے ایک لڑکا پیدا ہوا تو یہ عورت اس لڑکے کی والدین کی جدہ ہے یعنے اسکے باپ کی دادی اور ماں کی نانی ہے ہم درمیان ایک اور دوسری عورت ہے جسنے اپنے بنت کا پہلی عورت کے ابن سے نکاح کیا سو اسکی بنت سے پہلی عورت کا پوتا پیدا ہوا جو باپ ہے میت کا تو یہ دوسری عورت میت کے باپ کی نانی ہے تو یہ عورت ایک قرابت والی جدہ ہے تو جبکہ یہ دونوں جدہ مجتمع ہوئیں تو دو قرابت والی جدہ اور ایک قرابت والی جدہ پائی گئی کذا فی الفرائض الشریفی اور اس مسئلہ کی توضیح التوضیح یہ ہے کہ مثلاً دو عورتیں ہیں زینب اور کلثوم زینب نے اپنے ابن الابن یعنے شاکر بن حامد بن زینب کا اپنی نواسی یعنے راضیہ بنت صابرہ بنت زینب سے نکاح کر دیا اسنے محمود پیدا ہوا تو زینب محمود کی دو قرابت والی جدہ ہے یعنی اسکے باپ کی دادی ہے اور اسکی ماں کی نانی اور مسماۃ کلثوم نے اپنی بیٹی یعنے حلیمہ بنت کلثوم کا حامد بن زینب سے نکاح کر دیا اسنے شاکر زینب کا پوتا پیدا ہوا تو کلثوم محمود سے فقط ایک قرابت رکھتی ہے کہ اسکے باپ کی یعنے شاکر کی نانی ہے اور تین قرابت والی جدہ کی مثال یہ ہے کہ زینب مذکورہ کی ایک بیٹی اور ہے جسکا نام سلیمہ ہے سو زینب نے سلیمہ کی نواسی یعنی عظیمہ بنت کریمہ بنت سلیمہ کا محمود مذکور سے نکاح کر دیا اس سے قاسم پیدا ہوا تو زینب قاسم کی نانی کی یعنی کریمہ کی نانی ہوئی اور قاسم کے دادا کی یعنے حامد کی دادی ہوئی اور قاسم کی دادی یعنے راضیہ کی نانی ہوئی تو زینب قاسم کی جدہ ٹھہری تین طرح کی قرابت سے اور کلثوم مسطورہ فقط ایک قرابت رکھتی ہے یعنے قاسم کے دادا یعنی شاکر کی نانی ہے قسم محمد السدس بینہما اثلاثاً باعتبار الجہات محمد بن حسن نے سدس کو دونوں جدہ کے مابین تین تہائی کر کے تقسیم کیا ہے باعتبار جہات قرابت کے یعنی ایک قرابت والی جدہ کو سدس کی ایک تہائی دے اور دو قرابت والی جدہ کو دو تہائیاں سدس دیں اس وجہ سے کہ میراث کا استحقاق ہوتا ہے جہات قرابت کے اعتبار

توجسمین ایک قرابت کی جہت ہوئی اُسکو ایک حصہ دیا اور جسمین دو جہتین قرابت کی متفق اور مجتمع ہوئین تو صورت مین وہ ایک ہی اور حقیقت مین متعدد ہی تو اُسکو
دو حصے دیے کیونکہ وہ مستحق میراث کی ہی دو جہت سے ساعتی و ہما ای ابو حنیفۃ و ابو یوسف رح انصافا باعتبار الابدان وبہ قال مالک والشافعی وبہ جزم فی الکنز
فقال و ذات جہتین کذات جہت اور امام ابو حنیفہ رح اور ابو یوسف رح نے نصفا نصف قسمت کی ہی باعتبار ابدان کے اور یہی قول ہی امام مالک رح اور امام شافعی رح کا
اور اسی قول پر یقین کیا ہی کنز مین سو کنز مین یون کہا ہی کہ دو جہت والی جدہ ایک جہت والی کے برابر ہی مع قول شیخین کی وجہ یہ ہی کہ اگر جہت کی تعداد کے ساتھ
نام کا بھی تعدد ہو تو البتہ استحقاق میراث کا بھی متعدد ہوگا اور نام متعدد نہین تو جہت کا تعدد جہت واحدہ کے مانند ہی اور یہان اصطلاح ہی کہ دو قرابت والی کو بھی جدہ بولتے
ہین ایک قرابت والی کے مانند اور اگر تین قرابت والی جدہ مجتمع ہوگی ایک قرابت والی کے ساتھ تو شیخین کے نزدیک انمین بھی سدس نصفا نصف تقسیم ہوگا اور محمد رح کے
نزدیک سدس کے چار حصے ہونگے ایک حصہ ایک قرابت والی کو اور تین حصے تین قرابت والی کو ملینگے طحطاوی نے کہا کہ فتوی شیخین کے قول پر ہی سراجیہ مین ابو
یوسف رح کے ساتھ امام ابو حنیفہ رح کو ذکر نہین کیا ہی اور اسکی شرح فرائض شریفی مین ہی کہ سرخسی نے کہا کہ امام رح سے تعدد قرابت احدی الجدتین مین کچھ روایت نہین ہی
لیکن حسن بن عبدالرحمن بن عبدالرزاق شاشی شافعی المذہب کے فرائض مین یون مذکور ہی کہ ابو حنیفہ رح اور مالک رح اور شافعی کا قول ابو یوسف رح کے قول کے مانند ہی
انتہی و اذا استکمل البنات والاخوات لابوین فرضہن وہو الثلثان سقط بنات الابن وسقط الاخوات لاب ایضا الا بتعصیب ابن ابن فی الصورۃ
الاولی او اخ فی الثانیۃ موازای مساو او نازل ای سافل فحینئذ یعصبہن ویکون الباقی للذکر کالانثیین قالہ المصنف فی شرحہ اور جبکہ بیٹیان اور سگی بہنین اپنا دو
حصہ یعنی دو تہائیان پورا کر لین تو پوتیان ساقط ہو جاوینگی اور سوتیلی بہنین بھی ساقط ہونگی مگر ابن الابن کے عصبہ کر دینے سے پہلی صورت مین اور بھائی کے
عصبہ کر دینے سے دوسری صورت مین بشرطیکہ ابن الابن یا بھائی بنات یا اخوات کے برابر ہو درجہ مین یا نازل یعنی نیچے درجہ والا ہو تو اسوقت مین ابن الابن بنات
کو اور سوتیلا بھائی اپنی بہنون کو عصبہ کر دیگا تو بعد ثلثین فرض کے باقی مال للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگا ایسا کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین ہم بنات کا حق کامل
ثلثین اسواسطے ہوا کہ حدیث سے ثابت ہی کہ بنات کا حق ثلثین سے زیادہ نہین ہوتا اور اخوات کا حق ہم تو آخر سورۂ نسا مین مذکور ہی قلت وفی الاطلاق نظر ظاہرۃ لتقریرہم
بان ابن الاخ لا یعصب اختہ کالعم لا یعصب اختہ وابن العم لا یعصب اختہ وابن المعتق لا یعصب اختہ بل المال للذکر دون الانثی لانہا من ذوی الارحام قال
فی السراجیۃ ۵ ولیس ابن الاخ بالمعصب ۵ من مثلہ او فوقہ فی النسب ۵ شارح نے کہا مین کہتا ہون کہ مصنف کے مطلق بولنے مین ظاہر اعتراض ہی علما کی اس
تقریر کی دلیل سے کہ ابن الاخ یعنی بھتیجا اپنی بہن کو عصبہ نہین کر دیتا اور چچا اپنی بہن کو عصبہ نہین کرتا اور چچا کا بیٹا اپنی بہن کو عصبہ نہین کرتا اور آزاد کرنیوالے
کا بیٹا اپنی بہن کو عصبہ نہین کرتا بلکہ تمام مال ان صورتون مین مرد کا ہوتا ہی نہ عورت کا اسواسطے کہ عورت ان چارون صورتون مین ذوی الارحام سے ہی
سراجیہ مین کہا ہی کہ بھتیجا عصبہ کر دینے والا نہین ہی اپنے برابر والی کو یعنی بہن کو یا اوپر والی کو نسب مین یعنی عمہ کو ہم صور مذکورہ مین عدم تعصیب کی وجہ یہ ہی کہ وہ
عورت عصبہ ہو جاتی ہی اپنے بھائی کے ساتھ جو صاحب فرض ہو تنہائی کی حالت مین اور جو عورت کہ صاحب فرض نہو چنانچہ امثلۂ مذکورہ مین تو اسکا بھائی اسکو
عصبہ نہین کرتا اور شارح کے اعتراض کا یون جواب ممکن ہی کہ مصنف کی عبارت مین موازی یا نازل فقط ابن الابن کی صفت ہی نہ اخ کی جو اعتراض مذکور وارد
ہو اور قولہ او اخ مضاف پر معطوف ہی تو اب موازی یا نازل اسکی صفت نہین پڑ سکتا ہان یہ البتہ ہی کہ تقدیم صفت کی قبل از معطوف النسب تھی کذا فی الطحطاوی
ملخصا بتصرف بخلاف ابن الابن وان سفل فانہ یعصب مثلہ او فوقہ ممن لم تکن ذات سہم ویسقط من دونہ برخلاف ابن الابن کے یعنی پوتا اگرچہ سافل درجہ
کا ہو اسواسطے کہ وہ عصبہ کر دیتا ہی اپنے برابر والی کو یعنی بہن کو یا اوپر والی کو یعنی عمہ کو بشرطیکہ وہ فرض والی نہو اور وہ ساقط کر دیتا ہی ان عورتون کو جو اس سے
نیچے درجے والیان ہین ہم یعنی اگر عمہ صاحب فرض ہی تو اپنا فرض حصہ لیویگی اسکا بھتیجا اسکو عصبہ نہین کریگا اور جو بنات کہ ابن الابن سے درجے مین نیچے ہونگی وہ
ساقط ہو جاوینگی چنانچہ اگلی مثال مین واضح ہوگا فلو ترک ثلث بنات ابن بعضہن اسفل من بعض وثلث بنات ابن ابن آخر کذلک وثلث بنات ابن ابن ابن کذلک بہذہ

	الفریق الاول	الفریق الثانی	الفریق الثالث
		ابن	ابن
	ابن	ابن	ابن
علیا	ابن وبنت	ابن وبنت علیا	ابن
وسطی	ابن وبنت	ابن وبنت وسطی	ابن وبنت علیا
سفلی	ابن وبنت	ابن وبنت سفلی	ابن وبنت وسطی
			ابن وبنت سفلی

سواگر میت نے اپنی تین پوتیان چھوڑین اسطرح کی کہ ایک دوسری سے نیچے درجے والی ہر اور دوسرے فرزند کی پوتیان تین چھوڑین اسطرح درجہ بدرجہ کمتر اور اپنے تیسرے فرزند کی تین پوتیان اسطرح درجہ بدرجہ کمتر چھوڑین چنانچہ شارح کی تمثیل سے اگر حل کرین تو واضح ہوتا ہر تو ضیح اسکی یہ ہر کہ میت نے پہلا بیٹا چھوڑا پھر اسکے بیٹے نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی کو چھوڑا پھر اسکی بیٹی نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی کو چھوڑا اسیطرح میت کے دوسرے فرزند نے ایک بیٹا چھوڑا پھر اسکے فرزند نے ایک بیٹا اور بیٹی کو چھوڑا علی ہذا القیاس تین بار پھر میت کے پردوتے نے اسیطرح علی الترتیب ایک بیٹا اور بیٹی کو چھوڑا تین بار پھر سب مر دمر گئے تمام طبقات کے اور لڑکیان انکی باقی رہین اور میت جدا علی ہر اور اس مسئلہ کو مسئلہ تشبیب لے کہتے ہین کذا فی الطحطاوی ملخصاً فالعلیا من الفریق الاول لا یوازیہا احد فلہا النصف تو فریق اول کی اونچی پوتی کے برابر کوئی عورت نہین تو جدا علی کے متروکہ سے اسکو نصف ترکہ ملیگا ہم چونکہ اسمین اور میت مین ایک واسطہ ہر برخلاف اور بنات کے لہذا اسکے برابر مین کوئی عورت نہین تو وہ نصف لیگی کیونکہ وہ قائم مقام بنت صلبی کے ہر والوسطی من الفریق الاول توازیہا العلیا من الفریق الثانی فیکون لہما السدس تکملۃ للثلثین اور فریق اول کے درمیان والی پوتی کے برابر فریق ثانی کی اونچی پوتی ہر تو ان دونون کو سدس ملیگا ثلثین کے پورا کرنے کیواسطے ہم یہ دونون پوتیان اسواسطے ہمدرجہ ہوئین کہ میت مین اور انمین دو دو واسطے ہین انکو سدس اسواسطے ملا کہ فریق اول کی اونچی پوتی نصف پا چکی تو ثلثین مین باقی جو رہا تھا وہ انکو ملا تاکہ دو تہائیان پوری ہو جاوین ولا شئی للسفلیات اور کچھ نہین ان نیچی پوتیون کیواسطے ہم نو پوتیون مین سے تین پوتیون نے دو تہائیان پائین اب باقی چھ سفلیات پوتیون کو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ بنات کا حق دو تہائیون سے زیادہ فرض نہین ہر اور عصوبت انکی قطعاً ثابت نہین تو اصلاً انکو میراث نہ ملیگی کذا فی الفرائض الشریفی الا ان یکون مع واحدۃ منہن غلام فیعصبہا ومن بحذاہا من فوقہا ممن لا تکون صاحبۃ فرض وسقط السفلیات سفلیات کے لیے کچھ نہین مگر یہ کہ سفلیات مین سے کسی کے ساتھ بھائی ہو تو بھائی اس بہن کو اور اسکی برابر والی ہمدرجہ کو اور اسکے اوپر والے کو جو صاحب فرض نہین ہر عصبہ کر دیگا اور باقی سفلیات ساقط ہو جاوینگی ہم تو اگر بھائی فریق اول کے سفلی کے ساتھ ہو تو فریق اول کی علیا نصف لیگی اور فریق اول کی وسطی اور فریق ثانی کی علیا سدس پاوینگی اور باقی ثلث فریق اول کے سفلی اور اسکے بھائی اور فریق ثانی کی وسطی اور فریق ثالث کی علیا مین للذکر مثل حظ الانثیین پانچ حصے ہو کر تقسیم ہوگا اور فریق ثانی کی سفلی اور ثالث کی وسطی اور سفلی ساقط ہونگی اور اگر بھائی اور فریق ثانی کی سفلی کے ساتھ ہو تو باقی ثلث اسمین اور فریق اول کی سفلی اور فریق ثانی کی وسطی اور ثالث کی علیا اور وسطی مین اور فریق ثانی کی سفلی مین سات حصے ہو کر تقسیم ہوگا للذکر مثل حظ الانثیین اور فریق ثالث کی سفلی ساقط ہوگی اور اگر بھائی فریق ثالث کی سفلی کے ساتھ ہو تو باقی ثلث اسمین اور چھ سفلیات مین آٹھ حصے ہو کر قسمت ہوگا اور اگر بھائی فریق اول کے علیا کے ساتھ مفروض ہو تو تمام مال اسمین اور اسکی بہن مین تین حصے ہو کر تقسیم ہوگا دو حصے بھائی کے اور ایک حصہ بہن کا اور آٹھ سفلیات کو کچھ نہ ملیگا اور اگر بھائی سدس والیون کے ساتھ ہو تو فریق اولی کی علیا نصف لیگی اور باقی انمین اور فریق اول کے وسطی اور فریق ثانی کی علیا مین للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگا اور باقی چھ سفلیات ساقط ہو جاوینگی کذا فی الطحطاوی والشریفی ویاخذ ابن عم کذا فی نسخ المتن والشرح وعبارۃ السید وغیرہ ویاخذ احد ابنی عم ہو اخ الام السدس بالفرض

شارح نے کہا متن اور شرح مصنف کے نسخون مین اسیطرح دیا خذ ابن عم مرقوم ہی اور سید وغیرہ کی عبارت یا خذ احد ابنی عم ہی یعنی دو چچیرے بھائیون مین جو اخیانی
بھائی ہی میت کا وہ چھٹا حصہ لیگا فرضیت کی راہ سے ہم صورت اسکی یہ ہی کہ دو بھائی ہین پھر ایک نے ایک ایک عورت سے نکاح کیا ایک بھائی کا بیٹا مثلاً حامد
پیدا ہوا اور دوسرے کا محمود پھر ایک بھائی نے اپنی زوجہ کو طلاق دی یا کہ وہ مرگیا اور دوسرے بھائی باقی نے اُس عورت سے نکاح کیا اس سے دوسرا بیٹا اسکا
حمید نام پیدا ہوا پھر حامد یا محمود اپنا چچیرا بھائی اور دوسرا چچیرا بھائی جو اُسکا اخیافی بھائی ہی چھوڑکر مرگیا تو حمید حامد یا محمود کی میراث سے سدس حصہ بطریق فرضیت
کے لیگا کذا فی الطحطاوی بتصرف وکذا لو کان الآخر زوجا فانہ النصف اور اسیطرح اگر دوسرا چچیرا بھائی زوج ہو چچیری بہن کا تو اُسکو نصف حصہ ملیگا فرضیت کے
اعتبار سے ولیقسمان الباقی بینہما نصفین بالعصوبۃ حیث لا مانع من ارثہ بہا فیرث بجہتی فرض وتعصیب اور دونون چچیرے بھائی باقی مال کو آپسمین نصفا
نصف بانٹ لینگے عصوبت کی راہ سے کیونکہ کوئی مانع نہین اسکی میراث سے فرض اور عصوبت کی دونون جہتون سے تو اخیافی بھائی وارث ہوگا فرض اور
عصوبت کی دونون جہتون سے ہم پہلی صورت مین باقی مال پانچ سدس ہین اور دوسری صورت مین نصف ہی اور اگر زوجہ کا مثلاً بیٹا ہو تو وہ ابن العم کا حاجب ہوگا
ابن العم ہونے کی وجہ سے نہ زوجیت کی وجہ سے اور اخیافیت کی وجہ سے بھی بیٹا حاجب ہوگا کذا فی الطحطاوی واما بفرض وتعصیب معا بجہۃ واحدۃ فلیس الا الاب
والجد اور فرض اور تعصیب کا ساتھی ہونا ایک ہی جہت سے یہ تو پایا نہین جاتا کسی وارث مین سواے باپ اور دادا کے ہم جہت واحدہ یہان ابوت ہی یعنی باپ
ہونا یا دادا ہونا قلت وقد یجتمع جہتا تعصیب کابن ہو ابن ابن عم بان ینکح ابن عمہا فیلد ابنا مین کہتا ہون اور کبھی عصوبت کی دو جہتین جمع ہو جاتی ہین
چنانچہ بیٹا وہی چچا کا پوتا ہو اسطرح سے کہ عورت نے اپنے چچا کے فرزند سے نکاح کیا پھر وہ بیٹا جنی ہم تو وہ بیٹا ہونے کی جہت سے بھی عصبہ ہی اور چچا کا پوتا
ہونے کی جہت سے بھی عصبہ ہی لیکن اس مثال مین خلل یہ ہی کہ یہان میراث وہ لیگا فقط فرزندی کی جہت سے نہ چچا کا پوتا ہونے کی وجہ سے اسواسطے کہ فرزندی
کی جہت مقدم ہی مگر اسکا یون جواب دیا جاے کہ اجتماع جہتین یہان مراد ہی قطع نظر میراث سے کذا فی الطحطاوی وکابن ہو معتق اور چنانچہ بیٹا وہی آزاد کرنیوالا ہو
ہم صورت اسکی یہ ہی کہ ایک شخص نے اپنے باپ کو خرید کیا سو باپ آزاد ہو گیا بمجرد خریداری کے تو بیٹا عصبہ ہی فرزندی کی جہت سے اور اعتاق کی جہت سے بھی
وقد یجتمع جہتا فرض وانما یتصور فی المجوس لنکاحہم المحارم ویتوارثون بہما جمیعا عندنا وعند الشافعی باقوی الجہتین وتمامہ فی کتب الفرائض وتاتی الاشارۃ الیہ فی
الغرقی اور کبھی جمع ہو جاتی ہین فرض کی دو جہتین اور یہ متصور نہین مگر مجوسیون مین اسواسطے کہ وہ ملعون اپنی محرم عورتون سے نکاح کر لیتے ہین اور باہم وارث
ہونگے دونون جہت سے ساتھ ہی ہمارے نزدیک اور امام شافعی رح کے نزدیک قوی تر جہت سے وارث ہونگے اور اسکا پورا بیان علم فرائض کی کتابون
مین مذکور ہی اور اسکی طرف غرقیون کی فصل مین اشارہ آویگا مثلاً مجوسی نے اپنی بیٹی سے نکاح کیا اور لڑکا پیدا ہوا تو یہ لڑکا فرزند ہی اس عورت کا اور بھائی بھی ہی
پھر اگر وہ مرگیا تو اُسنے اپنی مان اور بہن کو چھوڑا تو وہ اُسکی وارث ہوگی دونون جہت سے مان ہونے کی جہت سے بھی اور بہن ہونے کی جہت سے بھی ولو ترکت
زوجا واما او جدۃ واخوۃ لام واخوۃ لابوین اخذ الزوج النصف والام او الجدۃ السدس وولد الام الثلث ولا شئ للاخوۃ لابوین لانہم عصبۃ
ولم یبق لہم شئ اور اگر ایک عورت نے زوج اور مان یا دادی کو اور اخیافی بھائیون اور سگے بھائیون کو چھوڑا تو زوج نصف متروکہ لیگا اور مان یا دادی چھٹا حصہ اور
اخیافی بھائی تہائی لینگے اور سگے بھائیون کیواسطے کچھ نہین اسواسطے کہ سگے بھائی عصبہ ہین اور اُنکے واسطے کچھ باقی نہین رہا یعنی عصبات وارث ہوتے ہین اُس مال کے
جو اصحاب الفروض سے باقی رہے سو یہان اہل فروض سے کچھ باقی نہین رہا وعند مالک والشافعی رح یشترک بین الصنفین الآخرین کان الکل ولد ام اور مالک اور شافعی رح
کے نزدیک پچھلی دونون قسمون مین یعنی اخیافی اور سگے بھائیون مین اشتراک کا حکم ہوگا گویا کہ وہ سب اخیافی بھائی ہین ہم اس مسئلہ کا نام مشرکہ بفتح را مہملہ ہی چنانچہ ابن
صلاح اور نووی نے اسکو ضبط کیا ہی اور بعضون نے اسکو بکسر را مہملہ بھی کہا ہی اور اس مسئلہ کو مشترکہ اور حماریہ اور حجریہ اور یمیہ بھی کہتے ہین کذا فی الطحطاوی مختصرا وکذلک
یفرض مالک والشافعی للاخت لابوین او لاب النصف ولہم السدس مع زوج وام فتعول الی تسعۃ اور اسیطرح امام مالک رح اور امام شافعی رح سگی بہن یا سوتیلی بہن کے واسطے

نصف کو فرض کہتے ہیں اور دادا کے واسطے چھٹا حصہ زوج اور ماں کے ساتھ تو یہ مسئلہ عول کریگا نو سہم کی طرف ہم اس مسئلہ کو اکدریہ کہتے ہیں توضیح اسکی یہ ہے کہ زید بن ثابت
رضی اللہ عنہ سگی بہن یا سوتیلی بہن کو دادا کے ساتھ صاحب فرض نہیں کہتے بلکہ اسکو دادا کے ساتھ عصبہ کہتے ہیں مگر مسئلۂ اکدریہ میں اسکو دادا کے ساتھ صاحب فرض کہتے
ہیں صورت اکدریہ کی یہ ہے کہ زوج ہے اور ماں اور دادا اور سگی بہن یا سوتیلی بہن تو زوج کیواسطے نصف ہے اور ماں کے واسطے ثلث اور دادا کے واسطے سدس اور بہن کے واسطے
پھر دادا اور بہن کا حصہ ملا کر بانٹا جاتا ہے للذکر مثل حظ الانثیین اسواسطے کہ مقاسمہ دادا کیواسطے بہتر ہے سدس اور ثلث باقی سے اور اس مسئلہ کی اصل چھ سہم سے ہے لیکن عول کرتا ہے نو سہم کی
طرف تو چھ سہم سے تین سہم زوج کے اور ماں کے دو سہم اور دادا کا ایک سہم تو بہن کیواسطے کچھ نہ رہا تو اصل مسئلہ پر تین سہم کو زیادہ کیا نو سہم ہو گئے دادا کا ایک سہم اور بہن کے تین سہم مجموع
حصونکا چار سہم ہوے انکو دادا اور بہن پر للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم کیا چونکہ تقسیم چار سہم کی تین حصوں پر مستقیم نہیں لہذا تین کو نو سے ضرب کیا تو حاصل ہوے ۲۷ ان میں سے زوج کے نو
اور ماں کے چھ سہم اور دادا کے تین سہم اور بہن کے نو سہم پھر دادا کا حصہ بہن کے حصہ کے ساتھ ملایا تو بارہ سہم ہوے سو انکو دونوں میں للذکر مثل حظ الانثیین قسمت کیا تو دادا کو آٹھ سہم ملے اور
بہن کو چار تو زید رضی اللہ عنہ نے بہن کو ابتدا میں صاحب فرض قرار دیا تاکہ وہ میراث سے محروم نہ رہے اور انتہا میں اسکو عصبہ کر دیا تاکہ اسکا حصہ دادا کے حصہ سے زیادہ نہ ہو جائے
اور اس مسئلہ کو اکدریہ کہتے ہیں اسواسطے کہ بنی اکدر کی ایک عورت کا یہ واقعہ ہے یعنی بنی اکدر کی قوم کی ایک عورت مر گئی زوج اور ماں اور دادا اور سگی یا سوتیلی بہن چھوڑ کر تو زید بن ثابت
پر انکا مذہب اس مسئلہ میں مشتبہ اور مکدر ہو گیا کذا فی السراجیہ وشرحہا الشریفی فلتسقطا وعند ابی حنیفۃ واحمد تسقط الاخت اور مسئلہ مذکورہ میں امام ابو حنیفہ رح اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک
بہن ساقط ہو جاتی ہے پس تمام امام رح کے نزدیک اصل مسئلہ چھ سہم سے ہے تین سہم زوج کے اور دو سہم ماں کے اور ایک سہم یعنی سدس دادا کا اور بہن محروم ہے دادا کے حاجب ہونے سے باپ کے
مانند قلت وحاصلہ انہ لیس عند الحنفیۃ مسئلۃ المشرکۃ اتفاقا ولا مسئلۃ الاکدریۃ علی المفتی بہ کہ میں کہتا ہوں اور حاصل کلام کا یہ ہے کہ حنفیوں کے نزدیک مشرکہ کا مسئلہ بالاتفاق
امام اور صاحبین رح کے ثابت نہیں اور نہ اکدریہ کا مسئلہ ثابت ہے امام رح کے قول مفتی بہ پر چنانچہ مذکور ہو چکا اسی باب میں عند قولہ ویسقط بنو الاعیان بالابن والاب والجد امام
رح کے نزدیک دادا باپ کے برابر ہے تو بہن کا حاجب ہوگا باپ کے مانند اور صاحبین رح کے نزدیک دادا باپ کے برابر نہیں ہر حال میں تو صاحبین رح کے قول پر مسئلہ اکدریہ ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی

باب العول

یہ باب ہے عول کے مسائل میں ہم عول بفتح اول وسکون ثانی لغت میں بمعنی جور و غلبہ ورفع وزیادت کے مستعمل ہے لیکن معنی اخیر مناسب تر ہے معنی اصطلاحی سے اسواسطے
کہ جب مسئلہ تنگ ہو گیا فروض مجتمعہ سے تو ترکہ کو اکثر عدد کی طرف مرتفع اور زیادہ کر دیا اسکے مخرج سے تاکہ جمیع ورثہ کے فرائض میں نقصان داخل ہو جاوے وضدہ الرد
پہنچی اور عول کے مخالف رد ہے چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا ہم اسواسطے کہ عول سے ذوی الفروض کے سہام گھٹ جاتے ہیں اور اصل مسئلہ بڑھ جاتا ہے اور رد سے سہام بڑھ جاتے
ہیں اور اصل مسئلہ گھٹ جاتا ہے یا یوں تقریر کیجیے کہ عول میں سہام فاضل ہو جاتے ہیں مخرج پر اور رد میں مخرج فاضل ہو جاتا ہے سہام پر کذا فی الطحطاوی ہو زیادۃ
السہام اذا کثرت الفروض علی مخرج الفریضۃ لیدخل النقص علی کل منہم بقدر فرضہ کنقص ارباب الدیون بالمحاصۃ عول اصطلاح میں عبارت ہے سہام ورثہ
کے زیادہ کر دینے سے جبکہ فروض زیادہ ہو جاویں فریضہ کے مخرج پر تاکہ نقصان اور کمی داخل ہو ہر وارث پر بقدر اسکے فرض حصے کے جیسے
نقصان داخل ہوتا ہے ارباب دیون پر بسبب محاصہ کے یعنے ہر دائن اپنا حصہ ناقص پاتا ہے علے قدر حصۃ متروکہ کے تنگی کے سبب سے یعنے جیسے میت
مدیون کے متروکہ میں ارباب دیون حصہ رسد اور دا ماسا ہی پاتے ہیں ہم الحاصل کہ عول اس سے عبارت ہے کہ جب مخرج اداے فروض سے تنگی کرے تو
مخرج پر کچھ اسکے اجزا سے زیادہ کیا جاوے چنانچہ سدس یا ثلث وغیر ذلک من الکسور الموجودۃ فیہ خلاصہ یہ ہے کہ جب مخرج تنگی کرے وفاء فروض مجتمعہ سے تو
ترکہ کو اس عدد کی طرف مرفوع کرنا چاہیے جو کہ اس مخرج سے اکثر ہے پھر قسمت کرنا چاہیے تاکہ نقصان داخل ہو جمیع وارثوں کے حصوں میں ایک نسبت پہنچے
یکساں کمی ہو بقدر حصوں کے کذا فی الشریفی طحطاوی نے کہا اور جتنا نقصان ہر وارث پر داخل ہوتا ہے اسکا اندازہ معلوم ہوتا ہے کسر زائد کی نسبت کرنے سے
عدد اکثر کی طرف مثلاً اگر زوج اور دو سگی بہنیں وارث ہوں تو نصف اور ثلثین جمع ہوئے تو مسئلہ چھ سے ہے اور عول کریگا سات کی طرف تو زوج پر نقصان

داخل ہوگا ہر سہم مین سبع یعنے ساتوین حصے کا تو وہ چھ مین سے دو سہم اور چار سبع پاویگا اور بہنون پر چار سبع کا نقصان داخل ہوگا تو وہ تین سہم اور تین سبع پاوینگی انتہے خلاصہ یہ ہے کہ ایک چھ کا سدس تھا جب چھ پر ایک زیادہ کیا تو سات ہوگئے تو ایک کو سات کے ساتھ سبع کی نسبت ہے تو بقدر سبع کے ہر وارث کے ہر سہم مین کمی ہوگی (واول من حکم بالعول عمر رضی اللہ تعالے عنہ) اور پہلے جسنے عول کا حکم کیا وہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ ہین ہم فاروق اعظم کے زمانے مین ایک صورت واقع ہوئی جسکا مخرج اُسکے ادائے فروض سے تنگ تھا تو اصحاب کبار سے آپ نے مشورہ کیا تو عباس بن مطلب رضی اللہ عنہ نے عول کی طرف اشارہ کیا سو سب صحابۂ کرام نے اسپر اتفاق کیا اور کسی نے اسپر انکار نہ کیا مگر ابن عباسؓ نے انکی موت کے بعد کذا فی الطحطاوی فتاوائے عالمگیری مین ہے عول کا پہلا مسئلہ جو اسلام مین واقع ہوا صدر خلافت فاروقی مین وہ یہ تھا کہ زوج اور ماں اور سگی بہن وارث ٹھہرے تو نصف اور ثلث اور نصف یکجا ہوئے اصل مسئلہ چھ سے ہوا اور اُسنے عول کیا آٹھ کیطرف (ثم المخارج سبعۃ) پھر دریافت کرنا چاہیے کہ مخرج حصون کے سات ہین ہم وجہ اسکی یہ ہے کہ کتاب اللہ مین چھ فرض مذکور ہین نصف ربع ثمن ثلثان ثلث سدس اور مخارج انکے پانچ ہین اسواسطے کہ ثلثین اور ثلث کا ایک ہی مخرج ہے تو اگر نوع اول یعنی نصف ربع ثمن مجتمع ہون تو کمتر کسور کا مخرج معتبر ہوگا اور ایسی سے مسئلہ ہوگا تو اگر نصف اور ربع جمع ہون تو مسئلہ چار سے ہوگا یا نصف اور ثمن جمع ہون تو مسئلہ آٹھ سے ہوگا اور اگر ثلث اور سدس جمع ہون تو مسئلہ چھ سے ہوگا اور یہ مخرج مخارج خمسہ مذکورہ سے باہر نہین اور جبکہ نوع اول مین سے نصف نوع ثانی یعنے ثلثین ثلث سدس سب کے ساتھ مختلط ہو یا بعض کے ساتھ تو مسئلہ چھ ہوگا تو یہ مخرج بھی مخارج خمسہ مذکورہ مین داخل ہے اور جبکہ ربع مختلط ہو نوع ثانی کے کل سے یا بعض سے تو مسئلہ ہوگا بارہ سے اور جبکہ ثمن مختلط ہو نوع ثانی کے کل کے ساتھ یا بعض کے ساتھ تو مسئلہ ہوگا چوبیس سے تو مخارج خمسہ ان دو مخرج سے ملکر سات مخرج ہوے یعنے ۲ دو ۳ تین ۴ چار ۸ آٹھ ۶ چھ ۱۲ بارہ ۲۴ چوبیس (اربعۃ لا تعول الاثنان والثلاثۃ والاربعۃ والثمانیۃ) مخارج سبعہ مین سے چار مخرج تو عول نہین کرتے یعنے دو اور تین اور چار اور آٹھ ہم یہ حصر باعتبار استقرا کے ہے اسواسطے کہ ان مخارج کے فروض صحیحہ کے واسطے مال ترکہ کا پورا پڑتا ہے یا کچھ زیادہ باقی رہتا ہے تو بہر صورت عول کی حاجت نہین ہوتی مثلاً دو کا مسئلہ اسوقت ہوگا جو دو نصف جمع ہون چنانچہ زوج اور سگی بہن یا نصف باقی چنانچہ زوج اور سگا بھائی وعلی ہذا القیاس فی البواقی کذا فی الشریفی بتصرف (والثلاثۃ قد تعول بالاختلاط کما یجیئ فی باب المخارج) اور تین مخارج مین کبھی عول ہوتا ہے اختلاط نوعین کی وجہ سے چنانچہ اسکا ذکر باب المخارج مین آویگا ہم شارح نے بلفظ قد اشارہ کیا کہ مخارج ثلثہ مین عول لازم نہین ہے (فستۃ تعول اربع عولات الی عشرۃ وترا او شفعا) تو چھ مین چار عول واقع ہوتے ہین دس تک طاق اور جفت دونون کے اعتبار سے یعنے چھ عول کرتا ہے سات کی طرف اور آٹھ کیطرف اور نو کیطرف اور دس کیطرف (فتعول لسبعۃ کزوج وشقیقتین) تو چھ کا عول ہوتا ہے سات کی طرف چنانچہ زوج اور دو سگی بہنون کے وارث ہونے مین ہم تو اس صورت مین سدس کے ساتھ عول ہوا یعنے سدس کے زیادہ کر دینے سے سات ہوگئے اور مقدار نقصان ہر سہم کی اول باب کے ترجمہ مین طحطاوی سے مذکور ہوگئی (ولثمانیۃ کہم وام) اور چھ کا عول ہوتا ہے آٹھ کی طرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور ماں مین یعنے زوج اور دو سگی بہنون اور ماں مین ہم تو اس صورت مین ثلث کے ساتھ عول ہوا یعنے چھ کی تہائی دو ہے جب اسکو چھ پر زیادہ کیا تو آٹھ ہوگئے تو ہر سہم ورثہ مین ربع کا نقصان ہوگا اسواسطے کہ دو ربع ہے آٹھ کا (ولتسعۃ کہم واخ لام) اور چھ کا عول ہوتا ہے نو کی طرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور اخیافی بھائی مین یعنے زوج اور دو سگی بہن اور ماں اور اخیافی بھائی مین ہم تو اس صورت مین نصف کے ساتھ عول ہوا یعنی تین نصف ہے چھ کا جب اسکو چھ پر زیادہ کیا تو نو ہوگئے تو یہان سہام ورثہ مین تہائی کا نقصان ہوا اسواسطے کہ تین تہائی ہے نو کی طحطاوی نے کہا اور اس مسئلہ کو مروانیہ کہتے ہین اسواسطے کہ یہ صورت اول زمانہ بنی امیہ مین واقع ہوئی اور زوج مروانی تھا تو اُسنے چاہا کہ نصف مال لون تو علمائے حجاز سے اسکا سوال ہوا تو انھون نے فرمایا کہ ثلث مال اسکا حق ہے (ولعشرۃ کہم واخ آخر لام) اور چھ کا عول ہوتا ہے دس کی طرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور دو بھائی اخیافی مین یعنی زوج اور دو سگی بہن اور ماں اور دو اخیافی بھائی مین ہم تو اس صورت مین ثلثین کے ساتھ عول ہوا یعنی چار ثلثین ہین چھ کے جب انکو چھ پر زیادہ کیا تو دس ہوگئے طحطاوی نے کہا اس مسئلہ کو شریحیہ کہتے ہین اسواسطے کہ اس مین قاضی شریحؒ نے زوج کے واسطے تین سہم کا حکم کیا دس سہم سے تو زوج شہرون مین

گھومتا پھرتا تھا اور لوگون سے سوال کرتا تھا کہ ایک عورت مرگئی زوج چھوڑکر اور اُسنے کوئی بیٹا یا پوتا نہین چھوڑا سو زوج کا حصہ کیا ہی تو لوگ کہتے نصف
ہی تو وہ کہتا تھا کہ شریح قاضی نے نہ مجکو نصف دیا نہ ثلث یہ خبر قاضی کو پہونچی تو اُسکو طلب کیا یون کہا کہ مجھے تیرے لیے باقی ہی ہمارے پاس پھر جب وہ آیا تو اسکو تعزیر دی
اور کہا کہ تو قاضی پر طعن کرتا ہی اور واجبی حکم کو ظلم کی طرف نسبت کرتا ہی اور ایسے حکم کی مجھسے پہلے تو امام عادل متقی نے سبقت کی ہی یعنی عول کا حکم امیر المومنین فاروق
اعظم رضی اللہ عنہ نے کیا ہی انتہی مختصراً بالجملہ وہ شخص جاہل تھا عول کی حقیقت نہ سمجھا تھا لہذا اس حکم کو حق نہ جانتا تھا فتاوی عالمگیری مین خزانۃ المفتیین سے منقول ہی
جبکہ چھہ دس یا نو یا آٹھ کی طرف عول کرے تو میت بالیقین عورت ہی اور اگر سات کی طرف عول کرے تو احتمال ہی کہ میت عورت ہو یا مرد انتہی واثنا عشر تعول اثنا
الے سبعۃ عشر وترا لا شفعا فتعول لثلثۃ عشر کزوجۃ وشقیقتین وام ولخمسۃ عشر کہم واخ لام ولسبعۃ عشر کہم ولاخ آخر لام اور بارہ عول کرتا ہی تین بار سترہ تک
طاق عدد مین نہ جفت مین تو بارہ عول کرتا ہی تیرہ کی طرف چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہن اور ماں مین اور پندرہ کی طرف عول کرتا ہی چنانچہ زوجہ اور دو سگی
بہنین اور ماں اور اخیافی بھائی مین اور سترہ کی طرف عول کرتا ہی چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور ماں اور دو اخیافی بھائی مین ھم جب بارہ کا عول سترہ کی طرف کیا تو میت
مرد ہی اور تیرہ اور پندرہ کے عول مین عورت اور مردون کا احتمال ہی کذا فی العالمگیریۃ واربعۃ وعشرون تعول الی سبعۃ وعشرین فقط کامراۃ وبنتین و
ابوین وتسمی المنبریۃ اور چوبیس کا عول ہوتا ہی فقط ستائیس کی طرف چنانچہ عورت یعنی زوجہ اور دو بیٹیون اور ماں اور باپ کے وارث ہونے مین اور اس مسئلہ کو منبریہ
کہتے ہین ھم اس مسئلہ کو منبریہ اسواسطے کہتے ہین کہ امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے اسکا سوال ہوا اور آپ کوفے کی مسجد مین منبر پر خطبہ پڑھتے تھے سو آپنے فی البدیہہ
جوابدیا سائل نے کہا کہ زوجہ کا ثمن کیا فرض نہین ہی تو فرمایا کہ صار ثمنہا تسعاً یعنے اُسکا آٹھوان حصہ نوان ہوگیا اور خطبہ خوانی مین مشغول رہے سو لوگون نے تعجب کیا آپکی
فطنت اور ذکاوت کا اور شمنسوری نے شرح ترتیب مین بیان کیا کہ ایک طالب علم مکی نے اپنے اساتذہ سے نقل کیا کہ جس خطبہ مین آپ سے یہ سوال ہوا وہ خطبہ یہ تھا
الحمد للہ الذی یحکم بالحق قطعاً ویجزی کل نفس بما تسعی والیہ المعاد والرجعی اسکے بعد سوال مذکور ہوا تو حضرت نے جوابدیا صار ثمنہا تسعاً انتہی خواہرزادہ کی شرح مین ہی کہ
علی مرتضی کمال حاذق و ماہر تھے علم حساب مین حکایت ہی کہ ایک نصرانی نے آپ سے سوال کیا کہ اصحاب کہف کے قصے مین تم اپنی کتاب یعنی قرآن مین پڑھتے ہو ثلث مائۃ سنین
وازدادوا تسعاً اور ہماری کتاب مین ثلثمائۃ سنین مذکور ہی اور یہ مستقیم نہین تو ہماری کتاب تمہاری کتاب کے مخالف ہی تو آپنے فرمایا کہ تمہاری کتاب مین جو تین سو مذکور ہین
تو یونان کے حساب کے موافق ہی یعنی شمسی حساب پر ہی اور ہماری کتاب مین عرب کے حساب پر ہی یعنی قمری حساب کے موافق ہی اور تین سو شمسی یونانی عرب کے قمری حساب
تین سو نو ہوتے ہین تو نصرانی حیران ہوگیا فی البدیہہ جواب دینے سے اور مسلمان ہوگیا ولہذا کہا گیا ہی کہ علی مرتضی معجزہ تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے اسواسطے کہ
باوجود اسقدر تبحر کے علوم مین اور نہایت شجاعت کے حروب مین منقاد اور مطیع تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور مقر تھے آپکی نبوت کے اور یہ ایسا کام ہی جیسا بعض
علمانے کہا کہ امام ابوحنیفہ رح معجزہ تھے معجزات نبوی سے کذا فی الطحطاوی والرد ضد ہ کما مرادر رد ضد ہی عول کا چنانچہ اول باب مین گذر گیا ھم مسائل فرائض
کے تین قسم ہین فریضہ عادلہ اور فریضہ قاصرہ اور فریضہ عائلہ فریضہ عادلہ وہ ہی کہ اصحاب فرائض کے سہام مال کے سہام کے ساتھ برابر پڑین اسطرح کہ میت نے دو سگی
بہنین اور دو سوتیلی بہنین چھوڑین تو سوتیلیون کا فرض حصہ ثلث ہی اور سگی بہنون کا دو ثلث اور اسی طرح اگر اصحاب فرائض کے سہام کم ہون مال متروکہ کے
سہام سے اور وہان عصبہ ہو تو اصحاب فرائض سے جو باقی رہیگا اسکو عصبہ لیگا تو یہ فریضہ عادلہ ہی یعنے پورا نہ کم نہ زیادہ اور فریضہ قاصرہ وہ ہی کہ اصحاب فرائض کے
سہام مال متروکہ کے سہام سے کمتر ہون اور وہان عصبہ نہو اسطرح پر کہ میت نے دو سگی بہنون اور ماں کو چھوڑا تو بہنون کے دو ثلث ہین اور ماں کا سدس ہی اور یہان
کوئی عصبہ نہین جو باقی سدس کو لے تو اسمین حکم رد کا ہی یعنے سدس باقی انہین وارثون کو پھیر دیا جاے اور فریضہ عائلہ وہ ہی کہ اصحاب فرائض کے سہام
اکثر ہون مال کے سہام سے چنانچہ اسکی مثالین عول کے مسائل مین مذکور ہو چکین کذا فی العالمگیریۃ وحینئذ فان فضل عنہا ای عن الفروض والحال
انہ لا عصبۃ ثمہ یرد ذلک الفاضل علیہم بقدر سہامہم اجماعاً لفساد بیت المال یعنے جبکہ رد عول کا ضد ٹھہرا تو ثابت ہوا کہ مخرج فاضل ہی فروض سے

تو اس اعتبار سے مصنف کی یہ تفریع صحیح ہوئی سو اگر مخرج بڑھ رہا فروض سے اور حالانکہ وہاں کوئی عصبہ نہیں ہے تو وہ **فاضل رد کیا جائیگا اصحاب فروض پر**
بقدر انکے سہام کے بالاتفاق بیت المال کے بگڑ جانے کے سبب سے ہم فاضل مال کو رد کرنا ذوی الفروض پر علی مرتضی اور انکے متابعین چنانچہ حنفیہ وغیرہم
کا قول ہے اور زید بن ثابت نے کہا کہ فاضل ذوی الفروض پر رد نہوگا بلکہ وہ بیت المال کا ہے اور اسی قول کو مالک رح اور شافعی رح نے لیا ہے اور شافعی رح محقق
کہتے ہیں کہ اگر بیت المال فاسد ہوگیا تو ذوی الفروض پر رد کرنا چاہیے اور ہم حنفیوں کے بہت دلائل ہیں از انجملہ یہ آیت قرآنی ہے و اولوا الارحام بعضھم اولی ببعض
فی کتاب اللہ یعنے بعض اہل قرابت اولی بمیراث ہیں بعض سے بسبب قرابت کے تو اس آیت سے استحقاق جمیع میراث کا بوجہ صلۂ رحمی کے ثابت ہوا اور آیت مواریث
نے مال کے جزء معین کا استحقاق واجب کر دیا ہر وارث کے واسطے تو دونوں آیتوں پر عمل کرنا واجب ہوا اسطرح پر کہ ہر وارث کو حصہ دیا جاتا ہے مواریث کی آیت
کے حکم سے پھر باقی مال انھیں وارثوں کو پھیر دیا جائے بوجہ صلۂ رحمی کے اس آیت کے حکم سے اور یہ جو شارح نے رد فاضل کے لیے فساد بیت المال کو علت
بیان کیا سو ظاہر صحیح نہیں اسواسطے کہ رد فاضل ہمارے مذہب میں بیت المال پر مقدم ہے اگرچہ بیت المال منتظم ہو بلکہ اس تعلیل کا محل زوجین اور بنات
معتق اور انکے قرابت دار ہیں یعنی اگر مراتب مستحقین سے کوئی نہو سوائے بیت المال کے تو یہ لوگ مقدم ہیں بیت المال پر علت مذکورہ کی وجہ سے اور اگر فساد
بیت المال کو اجماع کی علت قرار دیجیے تو بھی ظاہر درست نہیں اسواسطے کہ رد فاضل کا قول بعض شافعیہ کا قول ہے اور امام مالک کا یہی مذہب مشہور ہے کہ فاضل
مال بیت المال ہے اگرچہ وہ منتظم نہو کذا فی الطحطاوی **الا علی الزوجین فلا یرد علیھما** فاضل مال جمیع ذوی الفروض پر رد ہوگا مگر زوج اور زوجہ پر رد نہوگا
ہم زوجین پر اسواسطے رد نہوگا کہ انمیں قرابت ثابت نہیں اور علت رد کی قرابت ہے چنانچہ آیت مذکورہ سے ثابت ہوا اور اگر زوجین باہم قرابت دار ہوں تو انپر قرابت
کی وجہ سے رد ہوگا نہ زوجیت کی وجہ سے واللہ اعلم **وقال عثمان رضی اللہ تعالی عنہ یرد علیھما ایضا قالہ المصنف وغیرہ قلت وجزم فی الاختیار بان ھذا وھم من الراوی**
اور امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا کہ زوجین پر بھی رد کیا جائے ایسا کہا ہے مصنف وغیرہ نے میں کہتا ہوں اور اختیار شرح مختار میں اسپر
یقین کیا ہے کہ یہ یعنے عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کی طرف اس قول کا نسبت کرنا راوی کا وہم اور خطا ہے تو اسکی طرف مراجعت کرو ہم طحطاوی نے کہا کہ نقل قول
عثمانی پر سراجیہ کے شارحین کا اتفاق ہے اور شارحین کنز بھی اسکو نقل کرتے ہیں اور انھیں شروح میں اس قول کی صحت اور دلیل مذکور ہے اور اسکا جواب بھی
انتہی واللہ اعلم **وفی الاشباہ انہ یرد علیھما فی زماننا لفساد بیت المال وقدمناہ فی الولاء** اور اشباہ میں ہے کہ مال فاضل زوجین پر رد کیا جائے بسبب فاسد ہوجانے بیت المال کے
اور ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہیں کتاب الولاء میں ہم یہ مسئلہ کتاب الفرائض کے مراتب ورثہ کے ذکر میں حاشیہ طحطاوی سے بتصریح تمام مذکور ہو چکا **ثم مسائل الرد اربعۃ**
اقسام لان المردود علیہ اما صنف او اکثر وعلی کل اما ان یکون من لا یرد علیہ او لا یکون پھر معلوم کرنا چاہیے کہ مسائل رد کے چار قسم ہیں اسواسطے کہ جن لوگوں
پر رد فاضل ہوتا ہے وہ ایک قسم کے ہیں یا چند قسم ہیں اور ہر تقدیر پر یا انکے ساتھ وہ لوگ ہیں جنپر رد نہیں ہوتا ہے یا وہ لوگ نہیں ہیں **فالاول ان اتحد الجنس**
المردود علیھم کبنتین او اختین او جدتین قسمت المسئلۃ من عدد رؤسھم ابتداء قطعا للتطویل سو اول قسم یعنے اگر دوبارہ پانے والوں کی جنس متحد ہو چنانچہ
دو بیٹیاں یا دو بہنیں یا دو دادیاں ہوں تو سرے سے تقسیم ہوگا مسئلہ وارثوں کی شمار سے تاکہ تطویل قطع ہو جائے ہم یعنی چونکہ جمیع ترکہ انھیں وارثوں کا ہے فرض اور رد
کی راہ سے اور ذاتیں انکی یکساں برابر ہیں ایک کو دوسرے پر زیادتی نہیں تو ہر وارث کو برابر بانٹ دیا جائے اسواسطے کہ اگر ہر ایک کو اول بقدر انکے فرض کے
دیا جائے پھر دوسرے بار باقی مال انکو بقدر انکے سہام کے دیا جائے تو دو بار قسمت کرنا ہوگا تو سب متروکہ ابتدا سے برابر بانٹ دینا مختصر اور آسان تر ہے **والثانی ان**
کان المردود علیہ جنسین او ثلثۃ لا اکثر بالاستقراء فمن عدد سہامھم اور قسم ثانی اگر دوبارہ پانے والے دو جنس یا تین جنس کے لوگ ہوں تو انکے سہام کے شمار سے
قسمت ہوگی شارح نے کہا تین جنسوں سے زیادہ نہیں ہوتی بسبب استقراء کے یعنے جزئیات کے تتبع کرنے سے معلوم ہوا کہ تین جنسوں سے زیادہ چوتھی جنس مردود علیہم
کی پائی نہیں گئی **فمن اثنین لو سدسان وثلثۃ لو ثلث وسدس واربعۃ لو نصف وسدس وخمسۃ لو ثلثان وسدس** [illegible] تو دو سے قسمت ہوگی اگر دو سدس

بہن اور تین سے قسمت ہوگی اگر ایک ثلث اور ایک سدس ہو اور چار سے قسمت ہوگی اگر نصف اور سدس ہو اور پانچ سے قسمت ہوگی اگر دو ثلث اور ایک
سدس ہو مسافت گھٹانے کے واسطے یہ طریقہ اختیار کیا ہم دو سدس جمع ہونے کی یہ صورت ہو کہ جدہ اور اخیافی بہن وارث ہیں تو مسئلہ چھ سے ہو اور انہیں اسکے
دو سہم ہیں فرضیت کی راہ سے تو اصل مسئلہ دو سے قرار دیا اور متروکہ دونوں پر قسمت کر دیا نصفا نصف تو ہر ایک کو نصف مال ملا اور اگر ہر ایک کو ایک ایک سہم دیا جاتا
تو تین بار قسمت کرنے کی بیفائدہ حاجت ہوتی اور ثلث اور سدس جمع ہونے کی یہ صورت ہو کہ دو اخیافی بھائی اور ماں وارث ہو تو اس تقدیر میں بھی مسئلہ چھ سے ہو
اور وارثون کے سب سہام تین تو اصل مسئلہ تین سے قرار دیا اور بقدر سہام کے تین حصہ کر کے بانٹ دیا تو دو اخیافی بھائیوں کو دو ثلث مال کے اور ماں کو ایک ثلث رہا
نصف اور سدس کی صورت یہ ہو کہ ایک بیٹی اور پوتی وارث ہو یا ایک بیٹی اور ماں وارث ہو تو یہاں بھی مسئلہ چھ سے ہو اور مجموع سہام چار ہیں تین سہم بیٹی کے اور
ایک سہم پوتی یا ماں کا ہو تو دونوں مسئلے چار سے قرار دیے اور متروکہ چار حصے کر کے بانٹ دیا اسطرح کہ تین ربع اسکی بیٹی کے اور ایک ربع ماں کا یا پوتی کا اور ثلثین
اور سدس کی یہ صورت ہو کہ دو بیٹیاں اور ماں وارث ہو یا کہ نصف اور دو سدس جمع ہوں چنانچہ بیٹی اور پوتی اور ماں وارث ہو یا کہ نصف اور ثلث جمع ہو چنانچہ ایک
سگی بہن اور دو اخیافی بہنیں خواہ ایک سگی بہن اور ماں وارث ہو تو ان تینوں صورتوں میں بھی یہ مسئلہ چھ سے ہو اور سہام ماخوذہ پانچ ہیں تو پہلی صورت میں دو بیٹیوں
کے چار سہم ہیں اور ماں کا ایک سہم ہو تو متروکہ کے پانچ حصے کیے انمیں سے چار خمس بیٹیوں کے اور ایک خمس ماں کا اور دوسری صورت میں تینوں وارثوں کی جمع
ہوئیں اور بجائے چھ کے سہام ماخوذہ بھی پانچ ہیں انمیں سے تین سہم بیٹی کے اور ایک سہم پوتی کا اور ایک سہم ماں کا تو اب متروکہ پانچ حصے کر کے بانٹ دیا بقدر انکے سہام کے تو بیٹی
کے تین خمس اور پوتی کا ایک خمس اور ماں کا دوسرا خمس اور تیسری صورت میں بھی چھ سے پانچ سہم ماخوذ ہیں سگی بہن کے تین سہم اور دو اخیافی بہنوں کے دو سہم اور اسطرح
ماں کے سگی بہن کے ساتھ دو سہم ہیں تو مسئلہ پانچ سے قرار دیا جاویگا اور متروکہ پانچ حصے کر کے قسمت ہوگا تقصیر مسافت کیواسطے یعنے دو قسمتوں کو ایک قسمت قرار دینگے کذا فی الطحطاوی
و الثالث ان کان مع الاول ای الجنس الواحد من لا یرد علیہ وہو الزوجان اعطی من لا یرد علیہ فرضہ من اقل مخارجہ وقسم الباقی علی
رؤس من یرد علیہ کزوج وثلث بنات فہی من اربعۃ للزوج واحد یبقی ثلثۃ وہی تستقیم علیہن فلا حاجۃ الی الضرب اور تیسری قسم اگر اول قسم یعنے
متحد الجنس کے ساتھ وہ شخص ہو جسپر رد نہیں ہوتا یعنے زوج یا زوجہ تو جسپر رد نہیں ہوتا اسکو اسکا فرض دیا جاوے اسکے کمتر مخارج سے اور
باقی رد کیا جاوے انکی ذاتوں پر جنپر رد کیا جاتا ہو چنانچہ زوج اور تین بیٹیاں وارث ہوں تو مسئلہ چار سے ہوگا زوج کا ایک ہی باقی رہے
تین اور وہ تینوں بیٹیوں پر مستقیم ہیں تو ضرب کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہم زوج کا فرض اولاد کے ساتھ چوتھائی ہو تو اسکا کمتر مخرج چار ہو پھر جب زوج کو چار
میں سے ایک دیا تو باقی تین تینوں بیٹیوں پر بلا کسر قسمت ہوگئی ضرب کی کچھ حاجت نہوئی وان لم تستقم فان وافق رؤسہم ای رؤس من یرد علیہم کزوج
وست بنات ضرب وفقہا وہو ہنا اثنان فی مخرج فرض من لا یرد علیہ وہو ہنا اربعۃ یبلغ ثمانیۃ فللزوج اثنان وللبنات ستۃ اور اگر بعد فرض زوج
کے باقی مستقیم نہو تو اگر باقی میں اور انکی ذاتوں میں جنپر رد کیا جاتا ہو توافق کی نسبت ہو چنانچہ زوج اور چھ بیٹیوں میں تو انکا وفق جو کہ یہاں دو ہو
اسکے مخرج میں ضرب کیا جاوے جسپر رد نہیں کیا جاتا اور وہ مخرج یہاں چار ہو تو حاصل ضرب آٹھ ہوگا تو زوج کے دو اور بیٹیوں کے چھ ہم
اقل مخرج زوج چار ہیں پھر جب زوج کو چار سے ایک دیا تو باقی رہے تین وہ چھ بیٹیوں پر منقسم نہیں ہوتے لیکن تین اور چھ میں توافق بالثلث ہو تو اوس
بنات کے وفق کو جو یہاں دو ہو چار میں ضرب کیا آٹھ حاصل ہوے اب قسمت صحیح ہوگئی والا توافق بل باین ضرب کل عدد رؤسہم فیہ ای
المخرج المذکور کزوج وخمس بنات فالمخرج ہنا اربعۃ للزوج واحد یبقی ثلثۃ تباین الخمس فاضرب الاربعۃ فی الخمسۃ یبلغ عشرین
کان للزوج واحد اضربہ فی المضروب یکن خمسۃ ثم لرد الباقی ثلثۃ ضربہا فی المضروب تبلغ خمسۃ عشر ولکل بنت ثلثۃ اور اگر باقی اور عدد
رؤس میں توافق کی نسبت نہو بلکہ تباین کی نسبت ہو تو وارثوں کے تمام عدد رؤس کو ضرب دیا جاویگا مخرج مذکور میں چنانچہ زوج

اور پانچ بیٹیان تو مخرج یہان چار ہے انمین زوج کا فرض ایک ہے باقی رہے تین وہ پانچ سے مباین ہین تو چار کو پانچ مین ضرب کیا ۲۰ ہوئے زوج کا فرض ایک تھا اسکو ضرب مضروب مین یعنے پانچ مین تو پانچ ہی حاصل ہونگے تو یہی پانچ زوج کا حصہ ہوا اور باقی حصہ بیٹیون کا تین ہے اسکو بھی مضروب مین یعنے پانچ مین ضرب کر حاصل ہونگے پندرہ تو ہر بیٹی کو تین سہم ملینگے م یہ صورت بھی صورتین سابقین کے مانند ہے اصل اسکی بارہ سے ہے اجتماع ربع اور ثلثین کی وجہ سے لیکن اسکو چار کی طرف پھرا کر دہ کہ تر مخرج ہے فرض زوج کا پھر حسب اسمین سے زوج کو ایک دیا تو تین باقی رہے وہ پانچ بیٹیون پر مستقیم نہین بلکہ تین مین اور پانچ مین تباین کی نسبت ہے تو عدد رؤس بنات کو مخرج مین یعنے پانچ کو چار مین ضرب کیا ۲۰ حاصل ہوئے اب مسئلہ صحیح ہو گیا کذا فے الفرائض الشریفی

والرابع لو کان مع الثانی ای الجنسین فقط لاالثہ ہنا بحکم الاستقراء اذ لایرد مع ازیع طوائف اصلا بالاستقراء اور چوتھی قسم اگرچہ قسم ثانی کے ساتھ یعنے فقط دو جنسون کے ساتھ دو جنسون سے یہان یعنے قسم رابع نہین ہو سکتا بحکم استقراء کے اسواسطے کہ رد کرنا چار جنسون کا اصلا نہین ہوتا استقرا یعنے تتبع جزئیات کی دلیل سے م یعنے اگرچہ قسم ثانی مین اجتماع اجناس ثلثہ ممکن ہے چنانچہ ترجمہ مین اسکی مثال مذکور ہو چکی لیکن قسم رابع مین تین جنس کا اجتماع واقع نہین ہوتا اسواسطے کہ اگر تین جنسون کے ساتھ من لایرد علیہ یعنے احد الزوجین کو فرض کیجئے تو چار جنسین ہوئی جاتی ہین اور حالانکہ رد کرنا چار جنسون کے ساتھ ہرگز نہین ہوتا استقرا کی دلیل سے

ولعل ہذا نکتہ اقتصارہ فیما مر تبعا علی الجنسین اور شاید کہ یہی نکتہ ہے مصنف کے اقتصار کرنے کا دو جنسون پر قسم ثانی کے بیان مین جو متن کے اندر گذر گیا م یعنے مصنف نے جو قسم ثانی مین باوجود امکان اجتماع اجناس ثلثہ کے دو جنس پر اقتصار کیا تو شاید اسی واسطے اقتصار کیا کہ قسم رابع مین اسکا ثمرہ ظاہر ہے کیونکہ قسم رابع مین دو جنسون کے سوا تیسری جنس نہین ہوتی ہے اور اقتصار سے یہ مراد نہین کہ تیسری جنس نہین ہوتی والا فیراد بالثانی بعضہ لا کلہ … اور اگر اقتصار علے الجنسین کا یہ نکتہ نہو بلکہ اتفاقی ہو تو مصنف کے کلام مین بیان ثانی سے قسم ثانی کا بعض مراد ہوگا نہ تمام اسکا سوا اسکو تامل کرو م یعنے قسم ثانی کی بعض صورت یعنے جسمین دو جنسین مجتمع ہون مراد ہے نہ اسکی سب صورتین اسواسطے کہ رابع مین اجتماع اجناس ثلثہ واقع نہین

من لایرد علیہ فاقسم الباقی من مخرج فرض من لایرد علیہ علی مسئلۃ من یرد علیہ ان استقام کزوجۃ واربع جدات وست اخوات لام یعنے اگر دو جنسون کے ساتھ من لایرد علیہ یعنے احد الزوجین ہو تو فرض احد الزوجین کے مخرج سے جو باقی رہے اسکو قسمت کر ان وارثون کے مسئلہ پر جنپر رد کیا جاتا ہے بشرطیکہ قسمت مستقیم ہو جاے چنانچہ زوجہ اور چار دادیان اور چھ اخیافی بہنین وارث ہون م استقامت باقی کی نہین ہوتی مگر فقط اسی مسئلہ مین جو متن مین مذکور ہوا یعنے احد الزوجین کا ربع ہو اور ایک جنس ثلث کی مستحق ہو اور دوسری جنس سدس کی تو اب مسئلہ تین سے ہوگا اور باقی بھی تین ہین تو قسمت مسئلہ مستقیم ہو گی کذا فے الطحطاوی

مختصر المخرج من لایرد علیہ اربعۃ للزوجۃ واحد یبقے ثلثۃ تستقیم علے سہم الجدات وسہمے الاخوات لکنہ منکسر علے احاد کل فریق کما … تو مسئلہ مذکورہ مین لایرد علیہ کا مخرج چار ہے اسمین سے زوجہ کا ایک سہم باقی رہے تین وہ دادیون کے ایک سہم اور بہنون کے دو سہمون پر مستقیم ہین لیکن وہ … ہر فریق کے فرد … پر چنانچہ اسکی استقامت کا بیان اخیر باب مین آویگا م چار دادیون کا حصہ ایک تھا وہ انپر قسمت نہین ہوتا اور اسیطرح بہنون کا حصہ دو ہے وہ انپر … نہین سکتا …

وان لم یستقم ضربت جمیع مسئلۃ من یرد علیہ فی مخرج من لایرد علیہ فالمبلغ الحاصل بہذا الضرب مخرج فروض الفریقین اور اگر باقی مستقیم نہ ہو … تمام مسئلہ کو احد الزوجین کے مخرج مین ضرب کر تو جو مبلغ کہ حاصل ہوگا اس ضرب سے وہ دونون فریق کے حصون کا مخرج ہوگا یعنے فریق من یرد … اور من لایرد علیہ کے حصے حاصل ضرب … کل …

کاربع زوجات وتسع بنات وست جدات فمخرج من لایرد علیہ ثمانیۃ للزوجات الثمن واحد یبقے سبعۃ … من یرد علیہ وہی ہنا خمسۃ لان الفرضین ثلثان وسدس فاضرب الخمسۃ فے الثمانیۃ تبلغ اربعین وہی مخرج فروض الفریقین … دادیان وارث ہون تو مخرج من لایرد علیہ کا آٹھ ہے تو زوجات کا حصہ آٹھوان یعنے ایک ہے باقی رہے سات وہ مسئلہ من یرد علیہ پر مستقیم نہین … بیٹیون اور دادیون کے دو فرض ہے دو ثلث اور ایک سدس ہے تو … من یرد علیہ یعنے پانچ کو آٹھ مین جو مخرج ہے من لایرد علیہ کے فرض کا ضرب کر … تو یہی مخرج …

دونون فریقون کے فرض کا من یرد علیہ کے مسئلہ کو پانچ اسواسطے کہا کہ بنات ثلثین کی مستحق ہین اور جدات سدس کی اور مخرج ثلثین اور سدس کا چھ ہے تو اسکے دو ثلث چار ہوئے اور ایک سدس ایک ہوا تو مجموع فرضین پانچ ہوئے جب پانچ کو آٹھ مین ضرب کیا تو ۴۰ ہوگئے یہ مخرج ہے فروض کا اب آگے مصنف ہر ایک کا حصہ ۴۰ مین سے بیان کرتا ہے ثم اضرب سہام من لا یرد علیہ وہو سہم للزوجات فی خمسۃ مسئلۃ من یرد علیہ یکن خمسۃ فے حق الزوجات الاربع من الاربعین پھر من لا یرد علیہ کے سہام کو یعنے زوجات کے ایک سہم کو مسئلہ من یرد علیہ یعنے پانچ مین ضرب کر تو پانچ ہی حاصل ہونگے سو یہی پانچ زوجات اربع کا حق ہے ۴۰ مین سے واضرب سہام کل فریق ممن یرد علیہ وہے اربعۃ للبنات وسہم للجدات فیما بقی اے فی السبعۃ الباقیۃ من مخرج فرض من لا یرد علیہ یکن للبنات ثمانیۃ وعشرون وللجدات سبعۃ فاستقام فرض کل فریق لکنہ منکسر علے آحاد کل فریق فنصحہ بالاصول السبعۃ الآتیۃ فے باب المخارج لتصح من الف واربعمائۃ واربعین اور سہام ہر فریق من یرد علیہ کو اور وہ سہام پانچ ہین چار بیٹیون کے اور ایک سہم دادیون کا ضرب کر ان سات مین جو فرض من لا یرد علیہ کے مخرج سے باقی رہے حاصل ضرب ۳۵ ہوئے انمین سے بیٹیون کے ۲۸ سہم ہین اور دادیون کے سات سہم تو اب ہر فریق کا فرض حصہ راست ہوگیا لیکن ہر فریق کے فرد فرد پر راست نہین ہوتا ٹوٹتا ہے تو اسکی تصحیح کرلے ان سات قاعدون سے جنکا بیان آویگا باب المخارج مین تو صحیح ہوگا ہر فرد کا حصہ ایکہزار اور چار سو اور ۴۰ سہم سے ہم بالجملہ بموجب قواعد مذکورہ کے ۱۴۴۰ سے زوجات اربعہ کا نصیب ۱۸۰ ہے اور ہر زوجہ کا حصہ ۴۵ ہے اور نصیب بنات ۱۰۰۸ ہے اور انمین سے ہر بیٹی کا حصہ ۱۲۶ ہے اور دادیون کا نصیب ۲۵۲ اور ہر دادی کا حصہ ۴۲ ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً وتصح الاولے من ثمانیۃ واربعین ولولا خشیۃ الاطالۃ لاوسعت الکلام ہہنا اور پہلا مسئلہ یعنے ایک زوجہ اور چار جدہ اور سات اخیافی بہنون کا مسئلہ صحیح ہوجاتا ہے ۴۸ سے اور اگر اطالت کلام کا خوف نہوتا تو البتہ مین اس مقام مین وسیع کلام کرتا ۴۸ مین سے زوجہ کا حصہ بارہ ہے اور جدات کا نصیب بھی بارہ ہے اور ہر جدہ کا حصہ تین ہے اور بہنون کا نصیب ۲۴ ہے اور ہر ایک کا حصہ چار ہے کذا فی الطحطاوی

باب توریث ذوی الارحام

یہ باب ہے توریث ذوی الارحام کے مسائل مین ہم مغرب مین ہے کہ رحم اصل مین بنت ہے ولد کا اور اُسکا طرف پھر قرابت اور وصلت من جہۃ الولادۃ مسمی برحم ہوگئی اسواسطے کہ رحم قرابت کا سبب ہے طحطاوی نے کہا لغت مین ذو رحم عبارت ہے صاحب قرابت سے مطلقاً خواہ قرابت من جہۃ الولادۃ ہو یا نہو ہو کل قریب لیس بذی سہم ولا عصبۃ فہو قسم ثالث حینئذ ذو رحم ہر ایک وہ قرابت والا ہے جو صاحب فرض اور عصبہ نہو تو ذو رحم وارثون کی تیسری قسم ٹھہرا اسوقت مین ہم یہ اصطلاح شرعی کا بیان ہے اکثر صحابۂ کرام مانند حضرات فاروق اور مرتضی اور ابن مسعود اور ابو عبیدہ اور معاذ اور ابو درداء اور ابن عباس بروایت مشہورہ رضی اللہ عنہم توریث ذوے الارحام کے قائل ہین اور یہی قول ہے امام اور صاحبین اور انکے تابعین کا اور زید بن ثابت اور ابن عباس رض روایت شاذہ مین میراث ذوی الارحام کے قائل نہین انکے نزدیک جب اصحاب فرائض اور عصبات نہون تو مترو کہ بیت المال مین رکھا جاوے اور یہی مذہب ہے امام مالک رح اور امام شافعی کا نفی کرنیوالون کی دلیل یہ ہے کہ حقتعالے نے آیت مواریث مین ذوی الفروض اور عصبات کا نصیب بیان فرمایا اور ذوی الارحام کے واسطے کچھ مذکور نہین کیا اگر انکا حق ہوتا تو البتہ بیان ہوتا اور اثبات کرنیوالون کی دلیل آیت ہے اور اولوا الارحام بعضہم اولے ببعض فے کتاب اللہ چنانچہ استدلال اسکا مذکور ہوچکا کذا فے الفرائض الشریفی مختصرا وتمامہ فیہ ولا یرث مع ذی سہم ولا عصبۃ سوی الزوجین لعدم الرد علیہما اور ذو رحم وارث نہین ہوتا صاحب فرض اور نہ عصبہ کے ساتھ سوای زوجین کے یعنے زوجین اگرچہ صاحب فرض ہین مگر ذو رحم انکے ساتھ وارث ہوتا ہے اسواسطے کہ اُنپر رد کرنا فرض نہین فیاخذ المنفرد جمیع المال بالقرابۃ تو اکیلا ذو رحم تمام مال کو لیگا قرابت کی وجہ سے ہم جمیع مال کے لینے مین اشارہ ہے کہ ارث ذوی الارحام کی عصبات کے مانند ہے اسمین اقرب فالاقرب کا اعتبار ہے اور قرب گاہے ہوتا ہے قرب درجہ سے اور گاہے قوت قرابت سے تو جیسے تعصیب مین بیٹا مقدم ہے باپ پر اسیطرح ذوی الارحام مین جزئیت کا مقدم ہے اصل پر کذا فی الطحطاوی ویحجب اقربہم الابعد کترتیب العصبات اور ذوی الارحام کا قریب تر بعید تر کا حاجب ہوتا ہے عصبات کی ترتیب کے مانند یعنے جسطرح عصبات مین اقرب ابعد کا حاجب ہوتا ہے اسی طرح ذوی الارحام مین

اقرب کے ہوتے ابعد وارث نہین ہوتا فہم اربعۃ اصناف جزء المیت ثم اصلہ ثم جزء ابویہ ثم جزء جدیہ او جدتیہ تو کل ذوی الارحام چار قسم ہین قسم اول میت کا جز یعنی میت کی اولاد دختری چنانچہ ناتی اور ناتن پھر قسم ثانی میت کی اصل یعنے نانا اور نانیان پھر قسم ثالث میت کی والدین کا جز یعنے بھانجا اور بھانجی پھر قسم رابع جدین کا جز یعنی دادا اور نانا کی اولاد یا جدتین کا جز یعنے دادی اور نانی کی اولاد چنانچہ تفصیل اسکی آگے آویگی متن اور شرح مین وحینئذ یقدم جزء المیت وہم اولاد البنات واولاد بنات الابن وان سفلوا اور اسوقت مین یعنے جبکہ یہ قاعدہ ٹھہرا کہ ذوی الارحام مین جو میت سے قریب تر ہے وہ بعید تر کا حاجب ہوتا ہے تو میت کا جز مقدم ہوگا میراث مین ذوی الارحام کی اقسام مین اور جز میت کا عبارت ہے بیٹیون کی اولاد سے اور پوتیون کی اولاد سے خواہ مرد ہون یا عورت اگرچہ وہ بچے درجہ سافل اور نازل ہون ہم تو اگر میت کی ناتی یا پرناتی ہو اور نانا یا نانی ہو تو ناتن یا پرناتن میراث لے گی نانا اور نانی کو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ جز مقدم ہے اصل پر عصبات کے مانند ثم اصلہ وہم الجد الفاسد والجدات الفاسدات وان علوا پھر اولاد میت کے بعد اصل میت کی مقدم ہے اور میت کے اصول جد فاسد اور جدات فاسدات ہین اگرچہ بلند درجہ عالی اور اونچے ہون ہم جد فاسد وہ ہے جو قرابت رکھے بواسطے عورت کے چنانچہ نانا اور نانا کا باپ اور جدہ فاسدہ وہ ہے جسکی نسبت مین میت کیطرف جد فاسد داخل ہو چنانچہ میت کے نانا کی ماں یا نانا کی نانی خلاصہ یہ ہے کہ اس قسم مین بھی اقرب فالاقرب مقدم ہے قسم اول کے مانند مطلقاً خواہ اقرب باپ کی جہت سے ہو خواہ ماں کی جہت سے کذا فی الطحطاوی مختصراً ثم جزء ابویہ وہم اولاد الاخوات لابوین او لاب واولاد الاخوۃ والاخوات لام وبنات الاخوۃ لابوین او لاب وان نزلوا پھر والدین میت کا جز مقدم ہے یعنے سگی بہنون یا سوتیلی بہنون کی اولاد اور اخیافی بھائی اور بہنون کی اولاد اور سگے بھائیون یا سوتیلے بھائیون کی بیٹیان اگرچہ سافل اور نازل ہون ہم یہ ذوی الارحام کی قسم ثالث ہے سگی یا سوتیلی بہنون کی اولاد عام ہے خواہ مرد ہون یا عورت یعنے بھانجے اور بھانجیان ذوی الارحام سے ہین اور سگے یا سوتیلے بھائیون کی بنات کی اسواسطے تخصیص کی کہ بھتیجیان ذوی الارحام مین داخل ہین اور بھتیجے عصبات مین سے ہین چنانچہ عصبات مین مذکور ہو گیا اور اخیافی بھائی اور بہنون کی اولاد مرد ہو یا عورت ذوی الارحام سے ہین الحاصل اس قسم مین اولے بالمیراث اقربہا الی المیت ہے تو بھانجی مقدم ہے بھائی کی ابن البنت سے اور اگر درجہ مین برابر ہون تو ولد عصبہ مقدم ہے ولد ذوی الرحم سے جیسے بھائی کی پوتی اور بہن کا ناتی تمام مال کو بھائی کی پوتی لیگی نہ بہن کا ناتی اسواسطے کہ پوتی ولد عصبہ ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً ویقدم الجد علیہم خلافاً لہما اور مقدم ہے نانا اُنپر یعنے اخوات کی اولاد اور بنات اخوۃ پر برخلاف صاحبین رح کے ہم امام سے دو روایتین ہین ایک روایت یہ ہے کہ نانا مقدم ہے ناتی اور ناتن پر لیکن یہ روایت مشہور نہین اور نہ اسپر فتوے ہے اور دوسری مشہور روایت یہ ہے کہ ناتی ناتن نانا پر مقدم ہے اور نانا مقدم ہے بھانجے اور بھانجیون اور بھتیجیون پر اور اسی روایت پر فتوے ہے اور صاحبین رح کے نزدیک بھانجے اور بھانجیان اور بھتیجیان نانا پر مقدم ہین اور امام کا مذہب ذوی الارحام مین عصبات کے قیاس پر ہے اسواسطے کہ عصبات مین دادا مقدم ہے میت کے بھائیون پر کذا فی الطحطاوی ثم جزء جدیہ او جدتیہ پھر جدین یا جدتین کی اولاد مقدم ہے ہم یہ ذوی الارحام کی چوتھی قسم ہے اسلئے آخر المذکورات جدین سے باپ کا باپ یعنے دادا اور ماں کا باپ یعنے نانا مراد ہے اور جدتین سے باپ کی ماں یعنے دادی اور ماں کی ماں یعنے نانی مراد ہے وہم الاخوال والخالات اور وہ ماموں اور خالہ ہین ہم یہ لوگ ماں کے رشتہ دار ہین ماموں تو بھائی ہین میت کی ماں کے اور خالہ بہنین ہین اسکی تو اگر ماں کے سگے بھائی بہن ہین تو میت کے نانا کی طرف منسوب ہین اور اگر ماں کے اخیافی بھائی بہن ہین تو میت کی ماں کی طرف منسوب ہین کذا فی الطحطاوی والشریفی والاعمام لام اور اخیافی چچا ہین یعنے میت کے باپ کے اخیافی یعنے مادری بھائی ہین اعمام ہین مادری کی قید اسواسطے لگائی کہ سگا چچا اور سوتیلا چچا عصبات مین داخل ہین نہ ذوی الارحام مین والعمات اور پھوپھیان ہین ذوی الارحام سے مطلقاً سگی ہون یا سوتیلی یا مادری تو اگر سگی یا سوتیلی بہنین ہین باپ کی تو میت کے دادا کی طرف منسوب ہین بجہت پدری سے اور اگر میت کے باپ کی اخیافی بہنین ہین تو وہ منسوب ہین اسکی جدہ پدری کیطرف قسم رابع مین خلاصہ یہ ہے کہ اخوال اور خالات اور عمات اور اعمام مادری درجے مین برابر ہین یہان کوئی اقرب اور ابعد نہین اور انمین حکم یہ ہے کہ انمین سے جو منفرد ہوگا جمیع مال کا مستحق ہوگا اور اگر چند لوگ ہین تو دیکھنا چاہیے کہ قرابت انکی متحد ہے یا نہین اگر متحد ہے اسطرح کہ سبکی قرابت جہت پدری سے ہے یا جہت مادری

تو اقرب اولے ہو یعنی جو سگے اولے ہو سوتیلے سے اور سوتیلا اولے ہو اخیافی سے خواہ اقوی مرد ہو یا عورت اور اگر اقوی مین بھی تعدد ہو مع اتحاد القرابۃ فللذکر مثل حظ الانثیین
اور اگر قرابت مختلف ہو اسطرح کہ بعض کی قرابت باپ کی جہت سے ہو اور بعض کی ان کی جہت سے تو قرابت پدری کے واسطے متروکہ کی دو تہائیان ہین اور قرابت مادری
کے واسطے ایک تہائی ہو کذا فی الطحطاوی مختصرا وبنات الاعمام واولادہم لاولادہم اور منجملہ قسم رابع چچون کی بیٹیان ہین اور اولادان اشخاص مذکورین کی یعنے اخوال اخوات
اور اعمام اخیافی اور عمات اور بنات اعمام کی اولاد بھی ذوی الارحام کی قسم رابع مین داخل ہین ثم عمات الآباء والامہات واخوالہم وخالاتہم واعمام الآباء
لام واعمام الامہات کلہم واولادہم وان بعدوا لعلوا والسفول پھر اشخاص مذکورین کے بعد میت کے باپون اور ماؤن کی پھوپھیان اور انکے ماموں اور خالائین
اور باپون کے اخیافی چچا اور ماؤن کے چچا بالکل خواہ سگے ہون یا سوتیلے یا اخیافی اور اولادان اشخاص مذکورین کی اگرچہ بعید ہون اور نیچے ہون ہم یعنے جبکہ میت
کے عمات اور خالات اور اخوال اور انکی اولاد موجود نہون تو اب حکم منتقل ہوگا میت کے باپ کی عمات اور خالات اور اخوال اور اسکی ماں کے چچا اور ماموں اور عمہ وخالہ
کیطرف تو اگر انمین سے کوئی شخص منفرد ہوگا تو سب مال لیگا عدم مزاحم کے سبب سے اور اگر چند اشخاص مجتمع ہونگے اور قرابت انکی متحد ہوگی تو انمین سے قوی تر مقدم ہوگا خواہ
مرد ہو یا عورت اور اگر قرابت انکی برابر ہو تو للذکر مثل حظ الانثیین اور اگر قرابت انکی مختلف ہو تو باپ کے قرابت والون کو دو تہائیان ہین اور ماں کی قرابت والون کو
تہائی ہے آخر تک پھر اگر یہ لوگ بھی نہون تو انکی اولاد کا حکم قسم رابع کا حکم ہے پھر اگر انکی اولاد بھی نہ ہو تو حکم منتقل ہوگا میت کے دادا اور دادی کے عمات اور خالات وغیرہم
کیطرف پھر انکے بعد انکی اولاد کی طرف لے غیر النہایہ کذا فی الطحطاوی والشریفی ویقدم الاقرب فی کل صنف اور مقدم ہوگا میت کا قریب تر اقسام اربعہ کے ہر قسم
ہم قسم رابع مین یہ حکم ظاہر نہین اسواسطے کہ انمین کوئی اقرب نہین ہان انکی اولاد مین البتہ اقربیت متحقق ہوتی ہے تو یہ اطلاق اسی پر محمول ہے کذا فی الطحطاوی
واذا استووا فی الدرجۃ واتحدت الجہۃ قدم ولد الوارث اور جبکہ ذوی الارحام درجے مین برابر ہون اور قرابت کی جہت بھی متحد ہو تو وارث کی اولاد مقدم ہوگی
غیر وارث کی اولاد پر ہم ولد وارث سے مراد صنف اول مین صاحب فرض کی اولاد ہے اور صنف ثالث مین عصبہ کی اولاد مراد ہے اور صنف ثانی اور رابع مین یہ نہین ہے
ہان انکی اولاد مین تقدیم اقرب کی ہوتی ہے پھر قوی تر کی پھر ولد عصبہ کی اتحاد قرابت کے وقت کذا فی الطحطاوی فلو اختلفت فلقرابۃ الاب الثلثان ولقرابۃ الام الثلث
اور اگر قرابت کی جہت مختلف ہو تو باپ کی قرابت والون کے واسطے دو تہائیان ہین متروکہ میت کی اور ماں کی قرابت والون کے واسطے ایک تہائی ہے ہم طحطاوی
نے کہا یہ تفصیل تو فقط قسم ثانی اور رابع مین اور انکی اولاد مین ہوتی ہے نہ اول اور ثالث مین وعند الاستواء فان اتفقت صفۃ الاصول فی الذکورۃ والانوثۃ
اعتبر ابدان الفروع اتفاقا اور ذوی الارحام کے درجہ برابر ہونے کے وقت اگر انکے اصول کی صفت مرد ہونے یا عورت ہونے مین یکسان اور متفق ہو تو
فروع کے ابدان کا اعتبار ہوگا باتفاق ابو یوسف اور محمد رحمہم کے ہم درصورت اتفاق اصول اگر فروع فقط مذکور ہون یا فقط اناث ہون تو سب کا حصہ برابر ہے
اور اگر مختلط ہون تو للذکر مثل حظ الانثیین تو نانی دو ثلث پاویگا اور ناتن ایک ثلث واما اذا اختلفت الفروع والاصول کبنت ابن بنت وابن بنت بنت
اعتبر محمد فی ذلک الاصول وقسم المال علی اول بطن اختلف بالذکورۃ والانوثۃ وہو ہنا البطن الثانی وہو ابن بنت وبنت بنت فحیث اعتبر
صفۃ الاصول فی البطن الثانی فی مسئلتنا نقسم علیہم اثلاثا واعطی کلا من الفروع نصیب اصلہ فحینئذ یکون ثلثا ولبنت ابن البنت
نصیب ابیہا وثلثہ لابن بنت البنت لانہ نصیب امہ وتمامہ فی السراجیہ وشروحہا اور جبکہ اختلاف ہو فروع اور اصول کی صفت مین چنانچہ
نانی کی بیٹی اور ناتن کا بیٹا تو اسمین محمد رحمہ نے اصول کا اعتبار کیا ہے اور مال کو قسمت کیا ہے اُس اول بطن پر جسمین اختلاف ہوا ذکورت
اور انوثت کا اور وہ اختلاف اس مقام کی مثال مین بطن ثانی مین پڑا ہے یعنے نانی اور ناتن مین تو محمد رحمہ نے اصول کی صفت کا اعتبار کیا ہے
بطن ثانی مین ہمارے مفروض مسئلہ مین تو اُنپر مال کو تین حصے کرکے بانٹا ہے اور ہر ایک فرع کو اسکی اصل کا حصہ دیا ہے تو اب مال کی دو تہائیان [illegible]
کی بیٹی کی ہونگی جو اسکے باپ کا حصہ ہے اور ایک تہائی ناتن کا بیٹا پاویگا [illegible]

شرح جون مین ہی یعنے یہان نہایت مختصر مذکور ہوا ہم جبکہ اصول مین اختلاف ہو ذکورت اور انوثت کا تو ابو یوسف نے یہان بھی ابدان فروع کا اعتبار کیا ہی اور اختلاف
اصول کا کچھ اعتبار نہین کیا اور محمد نے اعلائے بطن مختلف پر میراث کو تقسیم کیا ہی اور ہر اصل کا حصہ اسکی فرع کے واسطے مقرر کیا ہی تو متن کی صورت مذکورہ مین ابو یوسف
کے نزدیک مال کی تین تہائیان ہوکر دو تہائیان نانی کا بیٹا پاویگا اور ایک تہائی نانی کی بیٹی پاویگی بر عکس قول محمد رح کے اور تعدد اختلاف بطون کی تفصیل محمد
رح کے مذہب کے موافق اور ذوی الارحام کے اصناف اربعہ کے احکام جداگانہ طحطاوی اور شروح سراجیہ مین مذکور ہین خوف تطویل کے سبب مترجم اسکے ترجمہ کرنے سے
معذور ہی فمن شاء الاستقصار فلیرجع الیہا ہما اعتبر الفروع فقط اور ابو یوسف اور حسن بن زیاد نے فقط فروع کا اعتبار کیا ہی نہ اصول کا ہم یہان ضمیر کا مرجع مقدم مذکور
نہین ہوا بلکہ مرجع ضمیر کا سراج الدین کے کلام مین مذکور ہی کذا فی الطحطاوی لکن قول محمد اشہر الروایتین عن ابی حنیفۃ رح فی جمیع ذوی الارحام وعلیہ الفتوی کذا فی شرح السراجیۃ
لمصنفہا لیکن محمد کا قول مشہور تر اُن دو روایتون مین سے ہی جو امام ابو حنیفہ سے مروی ہین تمام ذوی الارحام مین اور اسی قول پر فتوی ہی ایسا مذکور ہی سراجیہ کے مصنف کی
شرح مین ہم وہکذا فی العالمگیریۃ عن الکافی اور یہ بھی عالمگیری مین ہی کہ امام اسبیجابی کی مبسوط مین مذکور ہی کہ ابو یوسف کا قول صحیح تر ہی کیونکہ وہ آسان تر ہی اور صاحب محیط نے کہا
کہ مشائخ بخارا نے ابو یوسف رح کا قول لیا ہی اس قسم کے مسائل مین اور طحطاوی مین ہی کہ مشائخ بخارا اور خوارزم نے ابو یوسف کے قول پر فتوی دیا ہی و فی الملتقی وبقول محمد یفتی
سئلت عمن ترک بنت شقیقۃ وابن وبنت شقیقۃ کیف تقسم فاجبت بانہم قد شرطوا عد الفروع فی الاصول فحینئذ تصیر الشقیقۃ کشقیقتین فیقسم المال بینہما نصفین
ثم تقسم نصف الشقیقۃ بین اولادہا اثلاثا اور ملتقی مین ہی کہ محمد رح کے قول پر فتوے دیا جاتا ہی مجھسے سوال ہوا اس میت کا مسئلہ جسنے اپنے سگے بھائی کی بیٹی
اور سگی بہن کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑی اسکا ترکہ کیونکر تقسیم ہوگا تو مین نے جواب دیا اس طرح کہ فقہا نے شمار فروع کا اصول مین شرط کیا ہی یعنے
اگر فرع متعدد ہوگی تو اصل کو بھی متعدد قرار دینگے تو اسوقت مین سگی بہن دو سگی بہنون کے مانند ہو جاویگی یعنے اسواسطے کہ اُسکی دو فرع ہین ایک بیٹا اور
ایک بیٹی تو مال متروکہ میت کے سگے بھائی اور سگی بہن جو بمنزلہ دو بہنون کے ہو گئی نصفا نصف تقسیم ہوگا پھر سگی بہن کا نصف اُسکی اولاد مین تین تہائیان
ہوکر منقسم ہوگا ہم یہ جواب مبنی ہی محمد کے قول پر اُنکا مذہب یہ ہی کہ اگر فروع مین تعدد نہین ہی تو فروع مین اصول کی ذکورت اور انوثت کا اعتبار کرتے ہین
اور اگر فروع مین تعدد ہو چنانچہ ایک اصل کی دو فرع مذکر ہون اور دوسری اصل کی دو فرع مونث ہون اور تیسری اصل کی ایک ہی فرع ہو تو یہان اصل
کی صفت اور فرع مین جمع کرینگے تو اصل کو متعدد قرار دینگے فرع کے تعدد کے سبب سے لیکن فرع کا وصف یعنے ذکورت اور انوثت کا اصل مین اعتبار نہ کرینگے
تو بنا بر اس قول کے چونکہ مسئلہ مذکورہ مین سگی بہن کے دو فرع ہین لہذا سگی بہن کو بمنزلہ دو بہنون کے قرار دیا اور متروکہ نصف سگے بھائی کو ملا اور نصف سگی بہن
کو پھر سگی بہن کے نصف کی تین تہائیان کرکے اُسکی اولاد مین تقسیم کی دو تہائیان بیٹا لیگا اور ایک تہائی بیٹی کذا فی الطحطاوی ملتقطا من الموضعین ؛..
فصل فے الغرقی والحرقی وغیرہم یہ فصل ہی ڈوبنے والون اور جلنے والون وغیرہم کے احکام مین ہم غرقی جمع ہی غریق کی اور حرقی جمع ہی حریق کی
جیسے قتلے جمع ہی قتیل کی مراد اُنسے وہ لوگ ہین جو مر گئے اور یہ معلوم نہین کہ کون پہلے مرا چنانچہ ایک کشتی کے لوگ ساتھ ہی ڈوب گئے یا ایک گھر کے لوگ ساتھ ہی
جل گئے یا اُنپر دیوار یا چھت گر پڑی یا معرکے مین مقتول ہوئے اور موت کا تقدم اور تاخر معلوم نہین تو یہ قرار دیا جاویگا کہ گویا وہ ساتھ ہی ایک ہی آن
مین مر گئے لا توارث بین الغرقی والحرقی الا اذا علم ترتیب الموتی فیرث المتاخر اور ڈوبنے اور جلنے والون مین باہم وارث ہونا نہین یعنے ایک
غریق دوسرے غریق کا وارث نہوگا مگر جبکہ تقدم اور تاخر مردون کا معلوم ہو جاے اسطرح پر کہ تعین کے بعد شبہہ واقع نہو تو اب پچھلا مردہ وارث ہوگا پہلے
مردے کا ہم غرقی اور اُنکے امثال کی پانچ صورتین ہین پہلی صورت یہ ہی کہ اُنمین سے میت سابق بالیقین معلوم ہو اُسکا حکم صریح ہی کہ لاحق سابق کا وارث ہوگا دوسری
صورت یہ ہی کہ میت سابق علی التعین پہلے تو معلوم تھا پھر اسمین شبہہ پڑ گیا اُسکا حکم یہ ہی کہ اُسکی میراث موقوف رہیگی تاوقتیکہ شبہہ زائل ہوکر یقین حاصل ہو یا وارث
باہم صلح کرلین اسواسطے کہ یاد آجانے سے مایوسی نہین ہی تیسری صورت یہ ہی کہ میت سابق بلا تعین معلوم ہو چوتھی صورت یہ ہی کہ سبکی موت ساتھی ہو پانچوین صورت یہ کہ

سبقت اور میت کچھ معلوم نہو تو ان پچھلی تین صورتون مین ایک دوسرے کا وارث نہو گا کذا فی الطحطاوی عن عجم زادہ محشی الشرنبلی فلو جہل عینہ اور اگر میت سابق کی ذات معلوم نہ رہے مجہول ہو جاوے یعنے اسکی تعیین کے بعد التباس اور اشتباہ واقع ہوا اسکی ذات مین اور یہ دوسری صورت ہے منجملہ پانچ صورتون کے جو مذکور ہوچکین کذا فی الطحطاوی اعطی کل بالیقین ووقف المشکوک فیہ حتے یتبین او یصطلحوا شرح المجمع تو دیا جاوے ہر ایک کو یقین کے ساتھ اور جسمین شک پڑے وہ موقوف رہے یہانتک کہ صاف ظاہر ہو یعنے یاد پڑجاوے اشتباہ کے بعد یا کہ ورثہ باہم صلح کرلین کذا فی الشرح المجمع قلت واقرہ المصنف لکن نقل شیخنا عن ضوء السراج معزیا لمحمد انہ لو مات احدہما ولم یدر ایہما ہو جعل کانہما ماتا معا فتحقق التعارض بینہما وہو مخالف لما مر فتدبر مین کہتا ہون اور شرح مجمع کے قول مذکور کو مصنف نے اپنی شرح مین ثابت رکھا ہے لیکن ہمارے استاد نے ضوء سراج سے منسوب بمحمد رح اس قول کو نقل کیا ہے کہ دو شخصون مین سے ایک شخص اول مرگیا اور یہ معلوم نہین کہ دو شخصون مین سے کون شخص پہلے مرا تو یہ ٹھہرایا جاویگا کہ گویا دونون ساتھہی مرگئے ثبوت تعارض کی وجہ سے دونون مین اور یہ روایت مخالف ہے مجمع کے قول کے جو گذر گیا تو اسکو سوچ لے ہم ضوء سراج مین صورت ثالثہ کا ذکر ہے اور جو شرح مجمع سے ہے وہ صورت ثانیہ ہے تو تنافی اور تخالف دفع ہو گیا کذا فی الطحطاوی یعنے صورت ثالثہ مین میت سابق کا علم بلا تعیین ہے اور صورت ثانیہ مین علم بعد التعیین کے بعد اشتباہ واقع ہوا تو اب تخالف تو نہین باقی رہا واذا لم یعلم ترتیبہم تقسیم مال کل منہم علی ورثتہ الاحیاء اذ لا توارث بالشک اور جبکہ اموات مذکورین کی ترتیب معلوم نہو تو ہر ایک میت کا مال ان لوگون سے اسکے زندہ وارثون پر تقسیم کیا جاوے اسواسطے کہ اموات مذکورین کا باہم وارث ہونا نہین شک کے سبب سے ہم یعنے استحقاق میراث کے سبب مین یہان شک واقع ہے کیونکہ استحقاق کا سبب ایک کی زندگی ہے دوسرے کی موت کے بعد اور وہ بالیقین معلوم نہین اور جبتک سبب متیقن نہین استحقاق میراث کا تحقق نہین اسواسطے کہ ثبوت سبب کا شک سے متصور نہین کذا فی الطحطاوی فرائض شریفی مین ہے کہ صدیق اکبر نے اہل یمامہ کے مقتولین مین اسطرح کا حکم کیا یعنے زندون کو مردون کی میراث دلائی اور ایک میت کو دوسری میت کی میراث نہین دی اور جبکہ عمواس مین وبا سے لوگ مرگئے تو عمر فاروق نے اسیطرح حکم کیا اور علی مرتضی نے بھی صفین اور جمل کے مقتولین مین یہی حکم جاری فرمایا انتہے والکافر یرث بالنسب والسبب کالمسلم اور کافر وارث ہوتا ہے نسب کی جہت سے مسلمان کے مانند یعنے کافر پر میراث مسلمین کے احکام جاری ہونگے فرض اور عصوبت اور رحم کے طریق سے جبکہ کفار حکام مسلمین کیطرف مرافعہ کرین اور زوجیت اور اعتاق کے احکام کذا فی الطحطاوی ولو اجتمع لہ قرابتان لو تفرقتا فی شخصین حجب احدہما الآخر فانہ یرث بالحاجب اور اگر کافر مین دو ایسی قرابتین جمع ہون کہ اگر وہ قرابتین دو شخصون مین جدا جدا ہوتین تو ایک شخص دوسرے کا حاجب ہوتا تو وارث ہوگا حاجب قرابت کی جہت سے ہم چنانچہ مجوسی نے اپنی مان سے نکاح کیا اس سے ایک بیٹی پیدا ہوئی تو یہ بیٹی اس مجوسی کی اخیافی بہن ہوئی اور بیٹی بھی اور بیٹی اخیافی بہن کی حاجب ہوتی ہے تو وہ مجوسی کی وارث ہو گی بیٹی ہونیکی جہت سے اور محجوب ہو گی اخیافی بہن ہونے کی راہ سے وان لم یحجب احدہما الآخر یرث بالقرابتین عندنا کما قدمناہ اور اگر ایک شخص دوسرے شخص کا حاجب نہو تو کافر وارث ہوگا دونون قرابتون کی جہت سے ہم حنفیون کے نزدیک چنانچہ ہمنے اسکو آگے ذکر کردیا ہے باب عول سے پہلے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مجوسی نے اپنی بیٹی سے نکاح کیا سو اس سے فرزند پیدا ہوا تو یہ عورت اسکی مان ہے اور سوتیلی بہن بھی ہے تو وہ دونون جہت سے فرزند مذکور کی وارث ہو گی تو مان ہونیکی راہ سے تہائی ترکہ پاویگی اور بہن ہونے کی جہت سے نصف ترکہ لیگی ولا یرثون بانکحۃ مستحلۃ عندہم اے یستحلونہا کتزوج مجوسی امہ لان النکاح الفاسد لا یوجب التوارث بین المسلمین فلا یوجبہ بین المجوس کذا فی الجوہرۃ قال وکل نکاح لو اسلما یقران علیہ یتوارثان وما لا فلا انتہے وصححہ فی الظہیریۃ اور کفار وارث نہین ہوتے من حیث الزوجیۃ ان نکاحون کی جہت سے جو انکے نزدیک حلال ہین یعنے جن نکاحون کو وہ حلال جانتے ہین جیسے مجوسی کا نکاح کرنا اپنی مان سے اسواسطے کہ فاسد نکاح درمیان مسلمین کے توارث کا موجب نہین تو اسی طرح مجوس مین بھی باہم میراث کا موجب نہو گا کذا فی الجوہرۃ اسکے مصنف نے کہا کہ کافرون مین جو نکاح ایسا ہو کہ اگر زوجہ اور زوج مسلمان ہون تو اسی نکاح پر ثابت رکھے جاوین تو باہم وارث ہونگے اور جس نکاح پر بعد اسلام کے ثابت نہ رکھے جاوین تو باہم وارث نہ ہونگے انتہے ما فی الجوہرۃ اور اسی قول کو صحیح کہا ہے ظہیریہ مین ویرث ولد الزنا واللعان بجہۃ الام فقط لما قدمنا فی العصبات انہ لا اب لہما اور ولد الزنا اور ولد اللعان فقط اپنی مان کے جہت سے وارث ہو گا اسواسطے کہ ہمنے عصبات کے بیان مین ذکر کردیا ہے کہ ان دونون کا

باپ نہین یعنے احکام شرعی مین نہ واقع مین ہم تو اگر ولد الزنا کا اخیافی بھائی ہو نکاح سے یا زنا سے تو یہ بھائی اُسکا عصبہ نہ ہوگا بلکہ مادری بھائی کی میراث
لے گا تو صاحب فرض ہوگا اور ولد الزنا کی ارث اُسکی مان سے لی گی فرضاً اور رداً اور اگر مان نہو تو مان کے ذوی الارحام وارث اسکے ہونگے کذا فی الطحطاوی ووقف
للحمل حظ ابن واحد و بنت واحدة ایہما کان اکثر و علیہ الفتوی لانہ الغالب ویکفلون احتیاطا اور اٹھار کھا جاے حمل کے واسطے ابن واحد یا بنت واحد
کا حصہ اُنین سے جسکا حصہ زیادہ محتمل ہو وہی موقوف رہیگا اور اسی قول پر فتوی ہی اسواسطے کہ ایک ہی بچہ پیدا ہونا اکثر ہوتا ہی اور دو اٹون سے اسقدر حصے کا
ضامن لیا جاوے احتیاط کی راہ سے یعنے قاضی ضامنی لے تا کہ وارث اُسکو صرف نہ کر ڈالین ہم امام اعظم کے نزدیک حمل کیواسطے چار بیٹون کا حصہ اور محمد کے نزدیک تین
بیٹون کا حصہ اٹھار کھا جاے اور ابو یوسف کے نزدیک ایک بن یا بنت کا حصہ موقوف رہیگا اور یہی قول اصح اور مفتی بہ ہی اسواسطے کہ غالب عادت یہی ہی کہ بطن واحد
مین نہین پیدا ہوتا مگر ایک تو اکثر پر بنی ہوگا جبتک اسکا خلاف ظاہر نہو کذا فی السراجیہ و شرحہا اللب کما لو ترک ابوین و بنتا و زوجۃ حبلی فان المسئلۃ من اربعۃ و عشرین ان فرض
الحمل ذکرا و تعول لسبعۃ و عشرین ان فرض انثی لان للبنتین الثلثین چنانچہ اگر مرد نے اپنے والدین اور ایک بیٹی اور زوجہ حاملہ کو چھوڑا تو مسئلہ صحیح ہوگا چوبیس سے
اگر پیٹ کے بچے کو مرد فرض کیجیے اور چوبیس عول کرینگے ۲۷ کی طرف اگر اُسکو عورت فرض کیجیے اسواسطے کہ دو بیٹیون کے واسطے دو تہائیان فرض ہین ہم ۲۴
سے اسواسطے مسئلہ ٹھہرا کہ ثمن زوجہ کا والدین کے سدسین کے ساتھ مختلط ہوا تو اگر بچہ مرد ہو تو زوجہ کا حصہ تین سہم ہین ۲۴ سے اور والدین کا حصہ آٹھ سہم ہین چار مان کے چار باپ
کے باقی رہے تیرہ وہ بھائی بہن کے ہین للذکر مثل حظ الانثیین اور صحیح ہوگا ۲۴ سے اور اگر بچہ عورت ہو تو دونون بیٹیون کو ۱۶ ملنے چاہیین اسلیے مسئلے عول کریگا ۲۷ کے
طرف قلت ہذا علی کون الحمل من المیت والامثلۃ کثیرۃ مین کہتا ہون یہ مثال اس تقدیر پر ہی جبکہ حمل میت سے ہو اور اگر حمل غیر میت سے ہو تو اسکی مثالین بہت کثرت سے
ہین ہم مثل بعضہم بیم و تمار مثالہ جمیع ہو مثال کی شارح کی عبارت اسکی موہم ہی کہ جس تقدیر پر حمل میت ہی تو اسکی یہی مثال خاص ہی جسکو شارح نے ذکر کیا اور حالانکہ ایسا نہین بلکہ
کذا فی الطحطاوی کما لو ترکت زوجا و اما حبلی فللزوج النصف وللام الثلث وللحمل ان قدر ذکرا السدس لانہ عصبۃ فیقدر انثی لیفرض لہ النصف و تعول لثمانیۃ کما لا یخفی
چنانچہ ایک عورت نے اپنا زوج اور اپنی مان حاملہ کو چھوڑا تو زوج کا حصہ نصف ہی اور مان کا حصہ تہائی ہی اور حمل کو اگر مرد فرض کیجیے تو سدس حصہ ہی اسواسطے کہ وہ
عصبہ ہی باقی مال پاویگا تو حمل کو عورت فرض کرینگے تا کہ وہ بہن ہو اور اُسکے واسطے نصف متروکہ مقرر ہو اور عول کریگا یہ مسئلہ آٹھ کی طرف چنانچہ مخفی نہین ہی ہم یہ مسئلہ
چھ سے ہی نصف اور ثلث کے جمع ہو جانے سے اور عول کریگا آٹھ کی طرف نصفین اور ثلث کے اجتماع سے کذا فی الطحطاوی قلت ولم ار لو کان علی احد التقدیرین یرث
و علی الاخر لا کہم و اخوین لام فان قدر ذکرا لم یبق لہ شی فینبغی ان یقدر انثی و تعول لتسعۃ احتیاطا مین کہتا ہون اور مین نے نہین دیکھا اس مسئلہ کا حکم کہ اگر پیٹ کا بچہ ایک
تقدیر پر وارث ہو اور دوسری تقدیر پر وارث نہو چنانچہ مثال مذکور کے وارث اور دو اخیافی بھائی یعنے ایک عورت مرگئی زوج اور حاملہ مان اور دو اخیافی بھائیون کو
چھوڑ کر تو اگر حمل کو مرد فرض کیجیے تو اُسکے واسطے کچھ باقی نہ رہیگا تو لائق لقواعد یہ ہی کہ اُسکو عورت فرض کیجیے احتیاط کی راہ سے اور عول کریگا مسئلہ نو کی طرف ہم یہ مسئلہ
وہبانیہ کے اس بیت کا ہی جو بعد اسکے مذکور ہوگی مرد فرض کرنے مین اسواسطے حمل کے واسطے کچھ باقی نہ رہیگا کہ زوج کا فرض حصہ نصف ہی اور مان کا سدس ہی اور اخیافی
بھائیون کا ثلث ہی پھر جبکہ ترکہ مستغرق بفروض ہو گیا تو بھائی جو عصبہ ہی ساقط ہو گیا اور حمل کو عورت فرض کیجیے تو مسئلہ چھ سے ہی بسبب اجتماع نصف اور سدس کے اور عول
کریگا نو کی طرف نصف زوج کا اور نصف سگی بہن کا اور سدس مان کا اور ثلث اخیافی بھائیون کا تو حمل کے واسطے تین سہم اٹھار کھینگے نو مین سے کذا فی الطحطاوی بتصرف
وفی الوہبانیۃ قال ش وحاملۃ ان مات یا بن قلم یرث ؛ و ان ولدت بنتا لہا الثلث یقدر ؛ اور وہبانیہ مین کہا اور حاملہ اگر لڑکا جنے تو وہ لڑکا وارث نہ ہو اور اگر لڑکی جنے تو اسکے
واسطے تہائی مقرر ہی یہ وہ مسئلہ ہی جسکو شارح نے ابھی مذکور کیا ثلث نصف عائل ہی اسواسطے کہ تین تہائی ہی نو کی کذا فی الطحطاوی۔

فصل فی المناسخات یہ فصل ہی مناسخات مین ہم مناسخہ لغت مین عبارت ہی ازالہ اور تغیر اور نقل اور تحویل سے اور اصطلاح فرائض مین مناسخہ یہ ہی
کہ بعض وارثون کے سہام اُنکے پچھلوان کی طرف منقول ہو جاوین بوجہ استحقاق یعنے ورثہ کے وارثون کو دیے جاوین کذا فی الطحطاوی

باب مین یعنے احکام شرعی مین نہ واقع مین ہم تو اگر ولد الزنا کا اخیافی بھائی ہو نکاح سے یا زنا سے تو یہ بھائی اسکا عصبہ نہ ہوگا بلکہ مادری بھائی کی میراث
ے گا تو صاحب فرض ہوگا اور ولد الزنا کی ارث اسکی مان سے کی فرضاً اور رداً اور اگر مان نہو تو مان کے ذوی الارحام وارث اسکے ہونگے کذا فی الطحطاوی ووقف
للحمل حظ ابن واحد وبنت واحدة ایہما کان اکثر وعلیہ الفتوے لانہ الغالب ویکفلون احتیاطاً اور اُٹھا رکھا جاوے حمل کے واسطے ابن واحد یا بنت واحد
کا حصہ ان مین سے جسکا حصہ زیادہ محتمل ہو وہی موقوف رہیگا اور اسی قول پر فتوی ہے اسواسطے کہ ایک ہی بچہ پیدا ہونا اکثر ہوتا ہے اور وارثون سے اسقدر حصہ کا
ضامن لیا جاوے احتیاط کی راہ سے یعنے قاضی ضامنی لے تاکہ وارث اسکو صرف نہ کر ڈالین ہم امام اعظم کے نزدیک حمل کیواسطے چار بیٹون کا حصہ اور محمد کے نزدیک تین
بیٹون کا حصہ اُٹھا رکھا جاوے اور ابو یوسف کے نزدیک ایک ابن یا بنت کا حصہ موقوف رہیگا اور یہی قول اصح اور مفتی بہ ہے اسواسطے کہ غالب عادت یہی ہے کہ بطن واحد
مین نہین پیدا ہوتا مگر ایک تو اکثر پر بنی ہوگا جبتک اسکا خلاف ظاہر نہو کذا فی السراجیہ وشرحہا للسید کما لو ترک ابوین وبنتا وزوجۃ حبلے فان المسئلۃ من اربعۃ وعشرین ان فرض
الحمل ذکرا وتعول لسبعۃ وعشرین ان فرض انثے لان للبنتین الثلثین چنانچہ اگر مرد نے اپنے والدین اور ایک بیٹی اور زوجہ حاملہ کو چھوڑا تو مسئلہ صحیح ہوگا چوبیس سے
اگر پیٹ کے بچے کو مرد فرض کیجیے اور چوبیس عول کرینگے ۲۷ کی طرف اگر اسکو عورت فرض کیجیے اسواسطے کہ دو بیٹیون کے واسطے دو تہائیان فرض ہین ہم ۲۴
اسواسطے مسئلہ ٹھہرا کہ ثمن زوجہ کا والدین کے سدسین کے ساتھ مختلط ہوا تو اگر بچہ مرد ہو تو زوجہ کا حصہ تین سہم ہین ۲۴ سے اور والدین کا حصہ آٹھ سہم ہین چار مان کے چار باپ
کے باقی رہے تیرہ وہ بھائی بہن کے ہین للذکر مثل حظ الانثیین اور صحیح ہوگا ۲۴ سے اور اگر بچہ عورت ہو تو دو نون بیٹیون کو ۱۶ ملنے چاہیین اسلیے مسئلے عول کریگا ۲۷ کے
طرف قلت ہذا علے کون الحمل من المیت والامثلۃ کثیرۃ مین کہتا ہون یہ مثال اس تقدیر پر ہے جبکہ حمل میت سے ہو اور اگر حمل غیر میت سے ہو تو اسکی مثالین بہت کثرت سے
ہین ہم مثل لضم سہم وثمار مشابہ تبع ہے مثال کی شارح کی عبارت اسکی موہم ہے کہ جس تقدیر پر حمل میت ہے تو اسکی یہی مثال خاص ہے جسکو شارح نے ذکر کیا اور حالانکہ ایسا نہین بلکہ
اوانہ الطحطاوی کما لو ترکت زوجا واما حبلے فللزوج النصف وللام الثلث وللحمل ان قدر ذکرا السدس لانہ عصبۃ فیقدر انثی لیفرض لہا النصف وتعول لثمانیۃ کما لا یخفے
چنانچہ ایک عورت نے اپنا زوج اور اپنی مان حاملہ کو چھوڑا تو زوج کا حصہ نصف ہے اور مان کا حصہ تہائی ہے اور حمل کو اگر مرد فرض کیجیے تو سدس حصہ ہے اسواسطے کہ وہ
عصبہ ہے باقی مال پاویگا تو حمل کو عورت فرض کرینگے تاکہ وہ بہن ہو اور اُسکے واسطے نصف متروکہ مقرر ہو اور عول کریگا یہ مسئلہ آٹھ کی طرف چنانچہ مخفی نہین ہے ہم یہ مسئلہ
چھ سے ہے نصف اور ثلث کے جمع ہو جانے سے اور عول کریگا آٹھ کی طرف نصفین اور ثلث کے اجتماع سے کذا فی الطحطاوی قلت ولم ار لو کان علی احد التقدیرین یرث
وعلی الاخر لا کہم واخوین لام فان قدر ذکرا لم یبق لہ شئ فینبغی ان یقدر انثے وتعول لتسعۃ احتیاطا مین کہتا ہون اور مین نے نہین دیکھا اس مسئلہ کا حکم کہ اگر پیٹ کا بچہ ایک
تقدیر پر وارث ہو اور دوسری تقدیر پر وارث نہو چنانچہ مثال مذکور کے وارث اور دو اخیافی بھائی یعنے ایک عورت مرگئی زوج اور حاملہ مان اور دو اخیافی بھائیون کو
چھوڑ کر تو اگر حمل کو مرد فرض کیجیے تو اسکے واسطے کچھ باقی نرہیگا تو لائق بقواعد یہ ہے کہ اسکو عورت فرض کیجیے احتیاط کی راہ سے اور عول کریگا مسئلہ نو کی طرف ہم یہ مسئلہ
وہبانیہ کے اس بیت کا ہے جو بعد اسکے مذکور ہوگی مرد فرض کرنے مین اسواسطے حمل کے واسطے کچھ باقی نرہیگا کہ زوج کا فرض حصہ نصف ہے اور مان کا سدس ہے اور اخیافی
بھائیون کا ثلث ہے پھر جبکہ ترکہ مستغرق بفروض ہو گیا تو بھائی جو عصبہ ہے ساقط ہو گیا اور حمل کو عورت فرض کیجیے تو مسئلہ چھ سے ہے بسبب اجتماع نصف اور سدس کے اور عول
کریگا نو کی طرف نصف زوج کا اور نصف سگی بہن کا اور سدس مان کا اور ثلث اخیافی بھائیون کا تو حمل کے واسطے تین سہم اٹھا رکھینگے تو مین سے کذا فی الطحطاوی بتصرف
ولی لو بہبانیہ قال سہ وحاملہ ان مات یابن فلم یرث وذان ولدت بنتا لہا الثلث لیقدر ۲ اور وہبانیہ مین کہا اور حاملہ اگر لڑکا جنے تو وہ لڑکا وارث نہ ہو اور اگر لڑکی جنے تو اسکے
واسطے تہائی مقرر ہے ہم یہ وہ مسئلہ ہے جسکو شارح نے ابھی مذکور کیا ثلث نصف عائل ہے اسواسطے کہ تین تہائی ہے نو کی کذا فے الطحطاوی۔

فصل فے المناسخات یہ فصل ہے مناسخات مین ہم مناسخہ لغت مین عبارت ہے ازالہ اور تغیر اور نقل اور تحویل سے اور اصطلاح فرائض مین مناسخہ یہ ہے
البعض یا کل وارثون کے سہام انکے پچھلون کی طرف منقول ہو جاوین بوجہ استحقاق یعنے ورثہ کے وارثون کو دیے جاوین کذا فے الطحطاوی

یعنے ترکہ ہنوز تقسیم نہوا تھا کہ وارث مرگیا تو اسکے حصے کو اسکے وارث کی طرف نقل کرنا اسی کا نام مناسخہ ہے مات بعض الورثۃ قبل القسمۃ للترکۃ صححت المسئلۃ
الاولی واعطیت سہام کل وارث یعنے اگر وارث مرگیا ہو کہ تقسیم ہونے سے پہلے تو پہلے مسئلہ کی تصحیح کیجاویگی اور ہر وارث کے سہام دیئے جاوینگے تصحیح مسئلہ
سے عبارت ہے کہ سہام ایسے جاوین کمتر عدد سے اسطرح پر کہ کسی وارث پر کسر واقع نہو کذا فے الشریفی اور تصحیح مسائل کے سات قاعدے ہیں آگے معلوم ہونگے
ثم الثانیۃ پھر دوسرے مسئلہ کی تصحیح کیجاویگی پہلے مسئلہ کے بعد ہم اور تصحیح اول اور تصحیح ثانی کے مافے الید مین نظر کرینگے تو یہ نظر تین حال سے خالی نہین یا
دونون مافے الید مین مماثلت ہوگی یا موافقت یا مباینت انکی مثالین آگے معلوم ہونگی الا اذا اتحدا کان مات عن عشرۃ بنین ثم مات احدہم عنہم مگر جبکہ
دونون مسئلون کی تصحیح متحد ہو تو مسئلہ ثانیہ کی تصحیح کی کچھ حاجت نہین چنانچہ ایک شخص مرگیا دس بیٹے چھوڑکر پھر اسکے بعد انمین سے ایک بیٹا مرگیا نو بھائی چھوڑ
کر دس بھائی سگے ہون یا سوتیلے تمام متروکہ نو بھائیون پر تقسیم ہوگا ایک ہی بار گویا کہ میت ثانی موجود ہی نہ تھا اسواسطے کہ اگر اول دس حصے کیجیے پھر ایک
حصے کا حصہ نو کو دیجیے تو تطویل بلاطائل ہے فان استقام نصیب المیت الثانی علی ترکتہ فبہا ونعمت پھر مسئلہ ثانیہ مین اگر میت ثانی کا حصہ
مستقیم ہوگیا اسکے ترکہ پر یعنے اسکے وارثون پر بلاکسر مقسوم ہوگیا تو بہت خوب اور بہتر ہوا ہم اور ہم ایک مثال مذکور کرتے ہین جسمین احوال ثلثہ یعنے
استقامت اور توافق اور تباین مجتمع ہون وہ یہ ہے کہ ایک عورت زوج اور بیٹی اور ماں کو چھوڑکر مرگئی پھر زوج قبل از قسمت متروکہ ایک زوجہ اور والدین کو چھوڑ
کر مرگیا پھر بیٹی دو ابن اور ایک بنت اور اس جدہ کو چھوڑکر مرگئی جو میت اول کی ماں ہے پھر وہ جدہ یعنے ثانی زوج اور دو بھائیون کو چھوڑکر مرگئی تو میت ثانی استقامت
کی مثال ہے اور میت ثالث موافقت کی مثال ہے اور میت رابع مباینت کی مثال ہے پھر جب ہمنے عمل مذکور کا ارادہ کیا تو پہلے میت اول کا مسئلہ صحیح کیا اور
ہر وارث کو اسکے سہام دیئے پھر ثانی مسئلہ کی تصحیح کی اور میت ثانی اور اسکی تصحیح مین تامل کیا تو مسئلہ اولے کی تصحیح بارہ سے ہوئی نصف اور ربع اور سدس
کے اجتماع سے اور اس مسئلے مین رد فرض کرنا ہوگا زوج کے تین سہم اور بنت کے چھ اور ماں کے دو ایک سہم باقی رہا اسکو بیٹی اور ماں پر بقدر انکے سہام کے
رد کیا تو اب اس عمل کی حاجت پڑی جو رد و فروض مین سابق مذکور ہوچکا سو اس مسئلہ مین من یرد علیہ کے دو جنسون کے ساتھ من لا یرد علیہ جمع ہوا یعنے بنت
اور ام کے ساتھ زوج مجتمع ہے تو زوج کا حصہ اقل مخارج سے یعنے چار سے دیا اور مسئلہ من یرد علیہ بھی چار ہے اسواسطے کہ اگر ربع سے قطع نظر کیجیے تو مسئلہ چھ
ہے نصف اسکا تین سو بنت کا فرض ہے اور سدس اسکا ایک ہے سو ام کا حصہ ہے تو من یرد علیہ کا مسئلہ چار ہوا اور بعد اعطاء نصف زوج کے جو تین باقی رہے وہ من
یرد علیہ کے مسئلہ پر مستقیم نہین تو من یرد علیہ کے مسئلہ کی یعنے چار کے ضرب کرنے کی حاجت پڑی من لا یرد علیہ کے فرض کے مخرج مین اور وہ مخرج بھی چار ہے
تو چار کو چار مین ضرب کرنے سے ۱۶ حاصل ہوئے تو زوج کا حصہ ایک تھا چار سے جب اسکو مسئلہ من یرد علیہ مین یعنے چار مین ضرب کیا تو چار ہی ہوئے اور
من یرد علیہ کا حصہ مخرج فرض کے باقی مین ضرب کیا گیا تو ماں کا حصہ ایک تھا چار سے جب اسکو تین مین جو باقی ہے مخرج سے ضرب کیا تو تین ہی حاصل ہوئے
اور بیٹی کا حصہ تین تھا جب اسکو تین مین ضرب کیا تو نو حاصل ہوئے تو اس تقسیم سے زوج کو چار سہم حاصل ہوئے اور ماں کو تین اور بیٹی کو نو پھر جب ہمنے
میت ثانی کے مسئلے کی تصحیح کی یعنے زوج کی تو چار سہم سے اسکی تصحیح پائی اسواسطے کہ اسکی زوجہ کا ربع ہے اور اسکی ماں کا حصہ باقی مال کی تہائی ہے اور
اسکے باپ کا حصہ دو تہائیان پھر جب ہمنے زوج کی مافے الید سہام مین نظر کی تو چار سہام پائے سو اسکے وارثون پر بلاکسر مستقیم ہین انمین سے زوجہ کا ایک سہم
اور ماں کا ثلث باقی یعنے ایک سہم اور باپ کے دو ثلث یعنے دو سہم تو اس تصحیح مین ضرب کرنے کی حاجت نہ پڑی اور پہلا مسئلہ اور دوسرا اسولہ سے صحیح ہوگیا
کذا فے الطحطاوی والشریفی وان لم یستقم فان کان بین سہامہ ومسئلتہ موافقۃ ضربت وفق التصحیح فے کل التصحیح الاول اور اگر میت
ثانی کا حصہ مستقیم نہو اسکے وارثون پر سو اگر میت ثانی کے سہام مین اور اسکے مسئلے مین موافقت ہو تو تصحیح کے وفق کو تصحیح اول کے سہام مین تو ضرب
کریگا ہم مثال اسکی وہ میت ہے صورت مذکورہ مین جو کہ دو ابن اور ایک بنت اور ایک جدہ چھوڑکر مرگئی تو یہ مسئلہ چھ سے ہے جدہ کا ایک سدس ہے

دیئے ایک سہم اور باقی پانچ رہے سو پانچ رؤس کے ہین یعنے چار سہم دو بیٹون کے اور ایک سہم بیٹی کا تو نظر کی اسکے ما فی الید مین جو نو ہین اور آسکے مسئلے مین جو چھ ہین تو نہین
موافقت بالثلث پائی اور مسئلہ ثانیہ کا ثلث دو ہی تو اسکو ضرب کیا جمیع تصحیح اول مین جو سولہ ہین تو حاصل ہوئے ۳۲ جسکے سہام سولہ سے بڑھے یعنے میت اول کے ورثہ
مین ضرب کرکے اسواسطے کہ دو وفق ہی میت اول کے مسئلے کا اور جسکے سہام چھ سے ہین یعنے میت ثانی کے ورثہ کے تو وہ لیگا تین مین ضرب کرکے اسواسطے کہ
تین میت ثانی کے ما فی الید کا وفق ہی سو میت اول کی ماں کے تین سہم تھے سولہ سے جب انکو دو مین ضرب کیا چھ حاصل ہوئے تو یہ ماں کا حصہ ہوا اور زوج کے چار تھے
سولہ سے انکو دو مین ضرب کیا آٹھ حاصل ہوئے تو یہ زوج کا حصہ ہوا اور یہ آٹھ کی تقسیم زوج کے وارثون پر بھی مستقیم ہی انمین سے زوجہ کے دو سہم اور اسکے باپ کے چار سہم اور
اسکی ماں کے دو سہم اور میت ثانی کے مسئلہ سے جدہ کا ایک سہم تھا اسکو تین مین ضرب کیا تین ہی حاصل ہوئے اور میت ثانی کی اولاد کے پانچ سہم تھے انکو تین مین ضرب کیا وہ حاصل
ہوئے انمین سے ہر پسر کا حصہ چھ ہوا اور بیٹی کا تین تو ۳۲ کی تقسیم صحیح ہو گئی کذا فی الطحطاوی والشریفی **ملتقطا والا یکن بینہما موافقۃ بل مباینۃ ضربت کل الثانی**
فی کل الاول لتحصیل مخرج المسئلتین اور اگر میت ثانی کے سہام مین اور اسکے مسئلے مین موافقت نہو بلکہ مباینت ہو تو ضرب کریگا تو جمیع تصحیح ثانی کو تمام تصحیح
اول مین حاصل ہوگا دونون مسئلون کا مخرج یعنے علے تقدیر الموافقۃ وفق تصحیح ثانی کی ضرب سے اور علے تقدیر المباینۃ کل تصحیح ثانی کی ضرب سے تصحیح ثانی کو تمام
موافقت اور مباینت کے دونون مسئلون کا مخرج حاصل ہوگا مباینت کی مثال صورت مذکورہ مین وہ جدہ ہی جو زوج اور دو بھائیون کو چھوڑکر مر گئی اور اسکے
ہاتھ مین نو سہم ہین چھ سہم اسنے اپنی بیٹی سے جو کہ میت اول ہی پائے اور تین سہم اپنی ماں سے جو میت ثالث ہی پائے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا اور مسئلہ جدہ
کی تصحیح چار سے ہی اسواسطے کہ زوج کا حصہ نصف ہی تو اصل مسئلہ ہوا دو سے اسکا نصف زوج کو دیا یعنے ایک دو سے تو باقی رہا ایک سو وہ دو بھائیون پر قسمت نہین
ہوسکتا مباینت کی وجہ سے تو بھائیون کے رؤس کو اصل مسئلے مین یعنے دو مین ضرب کیا حاصل ہوئے چار انمین سے زوج کے دو سہم اور ہر بھائی کا ایک سہم اور جدہ
کے ہاتھ مین نو سہم ہین اور نو مین اور چار مین مباینت ہی تو تصحیح ثانی یعنے چار کو تصحیح اول یعنے ۳۲ مین ضرب کیا حاصل ہوئے ۱۲۸ تو جسکا حصہ ۳۲ مین تھا وہ چار مین
یعنے مسئلہ جدہ مین ضرب کیا جائیگا اور جسکا حصہ چار مین ہی وہ جدہ کی ما فی الید یعنے نو مین ضرب کیا جائیگا سو میت ثانی جو زوج ہی میت اول کا اسکی دوسری زوجہ کا
حصہ دو تھا دو سے اسکو چار مین ضرب کیا آٹھ حاصل ہوئے اب اسکا یہ حصہ ہوا اور میت ثانی کی ماں کا بھی حصہ دو تھا اسکو بھی چار مین ضرب کیا آٹھ ہوئے یہ اسکی
ماں کا حصہ ٹھہرا اور میت ثانی کے والد کے سہام چار مین ضرب کیا چوبیس حاصل ہوئے یہ حصہ ٹھہرا ہر ایک فرزند کا اور میت ثالث یعنے میت اول کی بنت کے دونون
فرزندون کا حصہ چھ تھا ۳۲ سے چار مین ضرب کیا چوبیس حاصل ہوئے یہ حصہ ٹھہرا ہر ایک فرزند کا اور میت ثالث کی بنت کا حصہ تین تھا اسکو چار مین ضرب
کیا بارہ حاصل ہوئے یہ اسکا حصہ ہوا اور میت رابع یعنے جدہ مذکورہ کے زوج کا حصہ دو سہم تھے چار سے جب انکو ضرب کیا جدہ کے ما فی الید یعنے نو سے تو اٹھارہ
حاصل ہوئے یہ اسکا حصہ ہوا اور جدہ کے ہر بھائی کا ایک سہم تھا اسکو بھی نو مین ضرب کیا تو نو حاصل ہوئے تو ہر بھائی کا حصہ تو نو سہم کا ہوا کذا فی الشریفی والطحطاوی
ملتقطا فتضرب سہام ورثۃ المیت الاول فی المضروب ای فی التصحیح الثانی او فی وفقہ سو حصول مخرج کے بعد ورثہ میت اول کے سہام
ضرب کرے تو مضروب مین یعنے تصحیح ثانی مین مباینت کی تقدیر پر یا تصحیح ثانی کے وفق مین موافقت کی تقدیر پر ہم تو ہر وارث کے سہام کے ضرب کرنے
سے اس مضروب مین ہر ایک کا حصہ حاصل ہوگا مبلغ مذکور سے چنانچہ ہر ایک کا حصہ جدا جدا بطریق ضرب مذکور کے مفصل مذکور ہو گیا امثلہ سابقہ مین و
سہام ورثۃ المیت الثانی فی کل ما فی یدہ او فی وفقہ من التصحیح الاول اور میت ثانی کے وارثون کے سہام کو ضرب کرے میت ثانی کے تمام
ما فی الید مین علے تقدیر المباینۃ یا تصحیح اول کے وفق مین ضرب کرے علے تقدیر الموافقۃ ہم تو ہر وارث کا حصہ ضرب مذکور سے حاصل ہوگا کما فصلت سابقا وان
کان من یرث من المیتین ضربت نصیبہ من الاول فی الثانی او وفقہ ونصیبہ من الثانی فیما فی ید المیت الثانی او وفقہ اور اگر وارثون مین وہ وارث
ہو جو دونون میت سے میراث پاتا ہی تو اسکے حصے کو اول سے ضرب کرے تو ثانی مین اگر مباینت ہو یا اسکے وفق مین اگر موافقت ہو اور ضرب

کرے تو اسکے حصے کو ثانی سے میت ثانی کی مافی الید مین اگر مباینت ہو یا اسکے وفق مین اگر موافقت ہو قسم پہلی صورت کی مثال یہ ہر کہ ایک شخص مر گیا ایک بیٹا چھوڑ کے
ایک عورت سے اور تین بیٹیان چھوڑ کے دوسری عورت سے پھر ایک بیٹی مر گئی دو سگی بہنین اور ایک سوتیلا بھائی چھوڑ کر تو پہلا مسئلہ پانچ سے ہر اور دوسرا تین سے
اور میت ثانی کے ہاتھ مین ایک ہر اور ایک مین اور تین مین مباینت ہر تو تین کو پانچ مین ضرب کیا پندرہ حاصل ہوئے تو ہر وارث کا اول سے ایک سہم ہر اسکو مسئلہ ثانیہ
مین ضرب کیا یعنے تین مین تو تین ہی حاصل ہوئے اور دو سگی بہنون کے دو سہم تھے انکو ایک مین ضرب کیا دو ہی حاصل ہوئے اور بھائی کا ایک سہم تھا اسکو ایک مین
ضرب کیا ایک ہی حاصل ہوا اور دوسری صورت کی یہ مثال ہر کہ ایک شخص مر گیا زوجہ اور بیٹی اور باپ کو چھوڑ کر پھر بیٹی مر گئی اپنی مان اور دادا کو چھوڑ کر اور اسکی مان اور دادا
میت اول کے بھی وارث ہین تو میت اول کی تصحیح ۲۴ سے ہر اسواسطے کہ ثمن ما ہر سدس سے تو باپ سدس کا وارث ہوگا فرض کی راہ سے اور باقی کا وارث ہوگا عصبہ
ہونیکی وجہ سے تو بیٹی کے بارہ سہم اور زوجہ کے تین سہم اور باپ کے نو سہم پھر جبکہ بیٹی مر گئی اپنی مان اور دادا کو چھوڑ کر تو اسکا مسئلہ ہوگا تین سے اور اسکے ہاتھ مین بارہ ہین اور بارہ
اور تین مین موافقت بالثلث ہر تو ایک کو جو تصحیح کا وفق ہر ۲۴ مین ضرب کر تو ۲۴ ہی حاصل ہونگے تو جسکا حصہ مسئلہ اولی مین ہر وہ اپنا حصہ لیگا ایک مین ضرب کر کے جو
تصحیح کا وفق ہر اور جسکا حصہ مسئلہ ثانیہ مین ہر وہ اپنا حصہ لیگا چار مین ضرب کر کے اسواسطے کہ چار وفق ہر میت ثانی کی مافی الید کا یعنے بارہ کا تو مسئلہ اولی مین زوجہ کے تین تھے انکو
ایک مین ضرب کیا تین ہی حاصل ہوئے اور باپ کے نو تھے انکو بھی ایک مین ضرب کیا تو نو ہی حاصل ہوئے اور مسئلہ ثانیہ مین مان کا ایک سہم تھا یعنے تین سہم کے انکو چار مین ضرب
کیا چار حاصل ہوئے اور دادا کے دو سہم تھے تین سے انکو چار مین ضرب کیا آٹھ حاصل ہوئے تو یہ اسکا حصہ ٹھہرا کذا فی الطحطاوی **و لو مات ثالث قبل القسمۃ جعل المبلغ
الثانی مقام الاولی و جعل الثالثۃ مقام الثانیۃ فی العمل و ہکذا کلمات واحد تقسیمہ مقام الثانیۃ والمبلغ الذی قبلہ مقام الاولی الی مالا نہایۃ** اور اگر
وارثون مین سے تیسرا میت مر گیا قسمت سے پہلے تو مبلغ ثانی مسئلہ اولی کے مقام پر ٹھہرایا جائے اور مسئلہ ثالثہ مسئلہ ثانیہ کے مقام پر قرار دیا جائے عمل کرنے مین اور اسیطرح جو لوگ
وارث مرے تو اسکو مسئلہ ثانیہ کے مقام پر قائم کر اور جو مبلغ کہ اسکے پہلے حاصل ہو چکا ہر اسکو مسئلہ اولی کے مقام پر قائم کرتا جا مراتب غیر متناہی تک حاصل یہ ہے ثالث کی موت قبل
القسمہ سے جو مبلغ کہ تصحیح مسئلہ اولی اور ثانیہ سے حاصل ہوا ہر وہ بجائے تصحیح مسئلہ اولی کے ہوگا اور مسئلہ ثالثہ جو میت ثالث سے متعلق ہر وہ بجائے تصحیح مسئلہ ثانیہ کے ہوگا
عمل مین گویا کہ میت اول اور ثانی ایک ہی میت ہو گئی تو میت ثالث میت ثانی ٹھہر گیا پھر اسیطرح میت رابع اور خامس مین الی غیر النہایۃ عمل کرنا چاہیے اسواسطے کہ
جب میت اول اور ثانی اور ثالث کی ایک ہی تصحیح ہو گئی تینون مردے ایک ہو گئے تو میت رابع میت ثالث ٹھہر گیا اور اسیطرح جب اموات اربعہ کی تصحیح ایک ہو گئی چارون
مردے میت رابع ٹھہر گئے تو میت خامس میت ثانی ٹھہرا و علی ہذا القیاس الی مالا نہایۃ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ تعدد مناسخات کا میراث کے مرتبہ واحدہ مین ہو یا مراتب متعددہ
مین ہو عمل مین کچھ فرق نہین ہر صورت عمل مناسخہ کا یہی طریق ہر جو مذکور ہو چکا کذا فی الفرائض الشریفی مختصرا و ہذا علم العمل فلا تغفل اور یہ جو مذکور ہوا علم ہر عمل کرنیکا سو اس مین غفلت
نہ کیجیو شارح نے اس کلام سے اشارہ کیا کہ مناسخہ کرنا آسان نہین ہر اسمین ہوشیاری در بیداری لازم ہر اسواسطے کہ یہ دقیق ہر اور تامل اور فکر کی اسمین بہت حاجت ہر کذا فی الطحطاوی

باب المخارج

یہ باب ہر مخارج مین ہم مخارج جمع ہر مخرج کی یعنے جائے خروج فروض سے اب ان قاعدون کا بیان شروع ہوا جنکی قسمت فروض مین حاجت ہر اور چونکہ سب فروض
کسور ہین تو انکے مخارج بھی کسور کے مخارج ہین اور مخرج ہر کسر منفرد کا وہ اقل عدد ہر جس عدد سے یہ کسر واحد صحیح ہو جیسا کہ ربع اربعہ کا اور ثلث ثلثہ کا ایک نرا صحیح
ہر مخارج کو تصحیح حصص پر مقدم کیا اسواسطے کہ تصحیح مخارج پر موقوف ہر مصنف نے اس باب مین اول مخارج کو ذکر کیا پھر تصحیح کو تماثل اور تداخل اور تباین مین عددین کو پھر
معرفت حصہ ہر فریق کو پھر تقسیم ترکہ کو بین الورثہ والغرماء **والفروض المذکورۃ فی القرآن نوعان الاول النصف** مخرج کل کسر سمیۃ کالربع من اربعۃ الا النصف
فانہ من اثنین فرض حصے جو قرآن مجید مین مذکور ہین دو قسم ہین قسم اول نصف ہر اور مخرج ہر کسر کا اس کسر کا ہمنام ہر جیسا کہ ربع نکلا ہر اربعہ سے
سوا نصف کے کہ اسکا مخرج اسکا ہمنام نہین کیونکہ نصف نکلتا ہر اثنین سے یعنے دو سے ہم ہمنام سے مراد یہ ہر کہ مخرج اور کسر حروف مین شریک

ہین اور اسی طرح ہندی زبان مین کسر اور مخرج ہمنام ہین چنانچہ تہائی تین سے اور چوتھائی چار سے سوائے آدھے کے کہ وہ ہمنام سے نہین ہی کیونکہ اسکا مخرج دو ہی اور معلوم
کرنا چاہیے کہ جب مخرج ایک ہوگا تو فرض اکثر ہوگا اور جب مخرج اکثر ہوگا فرض کمتر ہوگا اسواسطے کہ نصف اکثر ہی ربع سے اور مخرج اسکا اقل ہی ربع کے مخرج سے **والربع
من اربعة والثمن من ثمانية والثاني الثلث والثلثان كلاهما من ثلثة والسدس من ستة** اور منجملہ قسم اول ربع ہی چار سے اور ثمن ثمانیہ سے اور
دوسری قسم فروض کی ثلث اور ثلثین ہین وہ دونون نکلے ہین ثلثہ سے اور سدس ستہ سے ہم سدس کا ہمنام ستہ کا ہوتا اصل کے اعتبار سے ہی اسواسطے کہ ستہ کی اصل
سدس ہی دوسرا اسمین سنے کے ساتھ بدل گیا اور اسطرح دال تے ہوگئی اور پہلے ستے دوسری تے ہین بھی ہوگئی تو ستہ ہوگیا **علی التضعیف والتنصیف فتقول مثلا الثمن وضعفه
وضعف ضعفه او تقول النصف ونصفه ونصف نصفه** فروض مذکورہ کا دو نوع ہونا باعتبار تضعیف اور تنصیف کے ہی تو مثلا تو یون کہے کہ ثمن اور اسکا دونا اور اسکے دونے کا
دونا یا تو یون کہے کہ نصف اور اسکا آدھا اور آدھے کا آدھا ہم اس کلام سے مراد یہ ہی کہ ثمن کو جب دونا کیجیے تو ربع حاصل ہوتا ہی اور ربع کو جو دونا کیجیے تو نصف
حاصل ہوتا ہی اسیطرح سدس کو اگر دونا کیجیے تو ثلث ہوتا ہی اور ثلث کو جو دونا کیجیے تو ثلثین ہوتا ہی اور اگر نصف کو نصف کیجیے تو ربع ہوتا ہی اور ربع کو نصف کیجیے تو ثمن ہوتا ہی
اور یہی حال ثلثین اور ثلث کی تنصیف مین ہی اور اہل فرائض نے جو فروض ستہ کو دو قسم کیا ہی اسکا سبب یہ ہی کہ انھون نے ان فروض مین سے اس فرض کو تلاش کیا جو
مقدار مین کمتر ہو تو ثمن کو پایا جسکا مخرج ثمانیہ ہی اور ربع اور نصف کو دیکھا کہ ثمانیہ سے دونون بلاکسر نکلتے ہین تو انھون نے ان تینون فروض کو ایک قسم ٹھہرایا پھر ثمن کے
بعد اقل فرض کو تلاش کیا تو سدس کو پایا جسکا مخرج ستہ ہی اور ثلث اور ثلثین کو دیکھا کہ اسمین سے بلاکسر نکلتے ہین تو ان تینون کو دوسری قسم قرار دیا کذا فی الشریفی **قلت
واخصر الكل ان تقول الربع والثلث ونصف كل وضعفه** یعنی کتابون اور جمیع فروض مین سب عبارتون سے مختصر تر یہ عبارت ہی کہ تو یون کہے کہ ربع اور ثلث اور
ہر ایک کا نصف اور ہر ایک کا دو چند ہم تو اس عبارت مین فروض ستہ جمع ہوگئے نہایت اختصار کے ساتھ اسواسطے کہ ربع کا نصف ثمن ہی اور ربع کا دو چند نصف
ہی اور ثلث کا نصف سدس ہی اور ثلث کا دو چند ثلثین ہی **فاذا جاء فی المسئلة من هذه الفروض احاد فمخرج كل فرد منفرد سميه الا النصف كما مر** پھر جبکہ مسئلہ فرائض مین
ان چھ فرضون سے ایک ایک فرض آئے تو ہر فرد فرض کا مخرج اسکا ہمنام مفرد ہی سوائے نصف کے چنانچہ اسکا بیان گذر گیا یعنے اگر کسی مسئلے مین فقط ربع ہو یا
فقط ثمن یا ثلث فقط ہو یا سدس تو اسکا مخرج فقط اربعہ ہی یا فقط ثمانیہ یا فقط ثلثہ ہی یا فقط ستہ **واذا جاء مثنى او ثلث وهما من نوع واحد فكل عدد يكون مخرجا
لجزء فذلك العدد ايضا يكون مخرجا لضعفه واضعافه كالستة هي مخرج للسدس ولضعفه ولضعف ضعفه** اور جبکہ کسی مسئلے مین فروض مذکورہ سے دو دو
یا تین تین فرض آوین اور حالانکہ وہ ایک ہی قسم سے ہین تو جو عدد کہ جز کا مخرج ہی سو وہی عدد اسکے دو چند اور سہ چند فرض کا مخرج ہی چنانچہ ستہ یعنے چھ
سدس کا اور اسکے دو چند یعنے ثلث کا اور سدس کے دو چند کے دو چند کا یعنے ثلثین کا مخرج ہی ہم یعنے اقل فرض کا مخرج وہی اکثر فرض کا مخرج ہی بشرطیکہ فروض
مجتمعہ ایک نوع سے ہون چنانچہ ستہ سدس کا مخرج ہی سو وہی ثلث اور ثلثین کا بھی مخرج ہی اور ثمن کا مخرج ثمانیہ ہی سو وہی ثمانیہ ربع اور نصف کا مخرج ہی اور سبب اسکا
یہ ہی کہ اکثر کا مخرج اقل مین موجود ہی بلاکسر تو اقل کے مخرج مین استغناء ہی اکثر کے مخرج سے مثلا ثلث اور ثلثین کا مخرج ثلثہ ہی سو یہ سدس کی مخرج مین یعنے ستہ مین موجود
ہی اور اسی طرح ربع اور نصف کا مخرج ثمن کے مخرج مین داخل ہی **فاذا اختلط النصف من النوع الاول بكل النوع الثاني اى الثلثة الآخر او ببعضه
فاذا كان فی المسئلة نصف وثلثان وثلث وسدس كزوج وشقيقتين واختين لام وام فمن ستة لتركبها من ضرب اثنين فی ثلثة** پھر جب فروض کی نوع
اول کا نصف مختلط ہو نوع ثانی کے بالکل فروض سے یعنے تینون فرضون سے یا بعض سے مختلط ہو تو جسوقت کہ مسئلے مین نصف اور ثلثین اور ثلث
اور سدس ہو چنانچہ زوج اور دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین اور ماں وارث ہو تو اسکا مخرج ستہ ہی اسواسطے کہ چھ کا مرکب ہونا دو کے ضرب کرنے سے تین مین
حاصل ہوا ہی ہم یہ مثال ہی اختلاط نصف کی کل نوع ثانی سے اور شارح نے نوع ثانی کے بعض کی اختلاط کی مثال نہین مذکور کی سو فرائض شریفی مین اسکا یون
بیان ہی کہ اختلاط نصف کا فقط ثلث سے اسطرح ہی کہ عورت نے زوج اور دو اخیافی بہنون کو وارث چھوڑا اور اختلاط نصف کا فقط ثلثین سے اسطرح کہ زوج

اور دو سگی بہنین وارث ہون اور نصف کا اختلاط فقط سدس سے اسطرح کہ بیٹی اور ماں وارث ہو اور اختلاط نصف کا ثلث اور ثلثین سے ساتھ اسطرح کہ زوج اور
دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین وارث ہون اور نصف کا اختلاط ثلثین اور سدس کے ساتھ اسطرح کہ زوج اور دو سگی بہنین اور دادا یا ام وارث ہون اور اختلاط نصف کا
ثلث اور سدس کے ساتھ اسطرح کہ زوج اور دو اخیافی بہنین اور ماں وارث ہون او اختلط الربع من النوع الاول بکل الثانی او ببعضہ فاذا کان فی المسئلۃ
وممن ذکرنا من اثنی عشر لترکبھا من ضرب الاربعۃ فی ثلثۃ الموافقۃ الستۃ بالنصف یا مختلط اور مجتمع ہو قسم اول سے ربع تمام قسم ثانی کے ساتھ یا بعض کے ساتھ
تو جبکہ مسئلے مین زوجہ ہو اور اشخاص مذکورین ہون تو مخرج اسکا بارہ سے ہی بسبب مرکب ہونے بارہ کے چار کے ضرب کرنے سے تین مین اسواسطے کہ چھ کو چار کے ساتھ
توافق بالنصف ہی ہم اشخاص مذکورین سے مراد وہ لوگ ہین جو شارح نے اختلاط نصف کے ساتھ بیان کیے یعنے دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین اور ماں یہ مثال ہی
اختلاط ربع کی تمام نوع ثانی سے اور اختلاط بعض کی مثالین ہم ذکر کرتے ہین اختلاط ربع فقط ثلثین کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور دو بیٹیان وارث ہون اور اختلاط ربع
فقط ثلث کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور ماں وارث ہو اور اختلاط ربع کا سدس کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور اولاد مادری سے ایک شخص وارث ہو اور اختلاط ربع کا ثلثین
اور سدس کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور ماں وارث ہو اور اختلاط ربع کا ثلثین اور ثلث کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین وارث
ہون اور اختلاط ربع کا ثلث اور سدس کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور ماں اور دو اخیافی بہنین وارث ہون تو ان مختلطات ثنائیہ اور ثلاثیہ اور رباعیہ کا مسئلہ بارہ کر
اسواسطے کہ چھ تمام نوع ثانی کا مخرج ہی پھر جسنے ربع کا مخرج لیا وہ چار ہی اور چار اور چھ مین موافقت بالنصف ہی تو ایک کے نصف کو دوسرے کے کل مین ضرب کیا یعنے
دو کو چھ مین یا تین کو چار مین ضرب کیا بارہ حاصل ہوئے کذا فی الشریفی او اختلط الثمن من النوع الاول ببعض الثانی واما بکلہ فغیر متصور الا علی رأی ابن
مسعود او فی الوصایا فلیحفظ فمن اربعۃ وعشرین یا نوع اول مین ثمن مختلط ہو نوع ثانی کے بعض فروض کے ساتھ تو اسکا مخرج ۲۴ سے ہی اور اختلاط ثمن کا
جمیع نوع ثانی کے ساتھ ہونا متصور نہین مگر عبد اللہ بن مسعود کے مذہب پر یا د صایا مین البتہ ہو سکتا ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم ابن مسعود کے نزدیک محروم حاجب ہوتا ہی
بحجب نقصان چنانچہ میت نے کافر بیٹا اور اپنی زوجہ اور دو سگی بہنون اور دو اخیافی بہنون کو چھوڑا تو ابن محروم زوجہ کا حاجب ہو گیا ربع سے ثمن کی طرف
اور ہمارے مذہب مین یہ متصور نہین اسواسطے کہ جب زوجہ کا ثمن ہوا تو واجب ہوا کہ صاحب ثلثین دو بیٹیان ہون اور صاحب سدس ماں ہوگی یا جدہ تو
اسوقت مین صاحب ثلث نہین ہو سکتا اسواسطے کہ صاحب ثلث یا ماں ہی یا اسکی اولاد اور ماں یہان محجوب ہو چکی ثلث سے سدس کی طرف اور اسکی اولاد بیٹیون
ثلث سے محجوب ہین تو ثمن کا اختلاط فقط ثلثین اور سدس کے ساتھ ہوگا نہ ثلث کے ساتھ اور اختلاط ثمن کا تمام نوع ثانی سے وصایا مین اسطرح ہی کہ وصیت کی ثمن ترکہ
کی اور ثلثین کی اور ثلث کی اور سدس کی اور وارثون نے اسکو جائز رکھا یا وارث معدوم ہین تو جاری ہوگی وصیت یعنے ۲۴ کو ۴۱ کی طرف تحویل کرکے قسمت کرینگے
کذا فی الطحطاوی مختصراً کزوجۃ وبنتین وام لترکبھا من ضرب الثمانیۃ فی ثلثۃ لما قدمنا من موافقۃ الستۃ بالنصف مثال اختلاط ثمن کی بعض ثانی سے
چنانچہ زوجہ اور دو بیٹیان اور ماں بسبب مرکب ہونے ۲۴ کے آٹھ کی ضرب کرنے سے تین مین اسوجہ سے جو ہم ذکر کر چکے کہ چھ مین توافق بالنصف ہی
ہم بیان اسکا یہ ہی کہ اقل جزو ثانی کا مخرج چھ ہی اور اسمین ثلث اور ثلثین کا بھی مخرج داخل ہی تو اسی پر اکتفا واجب ہوئی اور چھ مین اور آٹھ مین جو ثمن کا
مخرج ہی موافقت بالنصف ہی تو ایک کے نصف کو دوسرے کے کل مین ضرب کیا یعنے تین کو آٹھ مین یا آٹھ کو تین مین ضرب کیا تو ۲۴ حاصل ہوئے ولا یجتمع
اکثر من اربعۃ فروض فی مسئلۃ واحدۃ اور ایک مسئلے مین چار فرضون سے زیادہ جمع نہین ہوتے ہم اس کلیہ پر یہ اعتراض ہی کہ کبھی پانچ فرض
بھی ایک مسئلے مین جمع ہو جاتے ہین چنانچہ زوج اور ماں اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور اخیافی بہن اور کبھی چھ فرض بھی جمع ہو سکتے ہین جبکہ
اشخاص مذکورین کے ساتھ زوجہ بھی ہو اسطرح کہ خنثے مشکل پر ایک مرد نے دعوے کیا کہ یہ میری زوجہ ہی اور ایک عورت نے اسپر دعوی کیا کہ
وہ میرا زوج ہی اور ہر ایک مدعی نے اپنے دعوی پر گواہ قائم کیے تو ہر مدعی پر خنثے کا فرض ثابت ہوگا سو اعتراض اول کا جواب یہ ہی کہ بہن سدس لکر ہو گیا اور حکم

دونون غیر مکررہ مین اور اعتراض ثانی کا یہ جواب ہے کہ وہ نادر امر ہے اور نادر پر حکم نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی ولا یجتمع من اصحابہا اکثر من خمسۃ طوائف اور اصحاب
فرائض مین سے پانچ گروہون سے زیادہ اجتماع نہین ہوتا ولا ینکسر علے اکثر من اربع فرق اور سہام مین چار فرقون سے زیادہ کسر واقع نہین ہوتی ہم
یہانتک مخارج کسور کا بیان ہو چکا اب آگے تصحیح مسائل کے قاعدے مذکور ہوتے ہین فرائض شریفی مین ہے کہ تصحیح مسائل فرائض اس سے عبارت ہے کہ کم تر
عدد ممکن سے اسطرح پر سہام لیجاوین کہ کسی وارث پر کسر واقع نہو یعنے سب وارثون کے سہام پورے ہون کسی کا سہام تہائی چوتہائی نہو اور تصحیح مسائل کے
واسطے سات قاعدون کی طرف حاجت ہے ان مین سے تین قاعدے تو مابین سہام مخارج اور رؤس ورثہ کے ہین اور چار قاعدے مابین رؤس اور رؤس کے ہین
سو تین کا پہلا قاعدہ جسکے باستقامت ہے وہ یہ ہے کہ سہام ہر فریق کے وارثون مین سے اپنے منقسم ہوجاوین بدون کسر پڑنے کے تو یہان ضرب کی کچھ حاجت نہین چنانچہ
والدین اور دو بیٹیان وارث ہون اسواسطے کہ یہان مسئلہ چھہ سے ہے والدین مین سے ہر ایک کا حصہ سدس یعنے ایک ایک اور دو بیٹیون کے دو ثلث ہین یعنے چار ہر
بیٹی کے دو سہم تو سہام مستقیم ہوگئے رؤس ورثہ پر بلا انکسار دوسرا قاعدہ موافقت کا وہ یہ ہے کہ ایک گروہ کا حصہ ٹوٹتا ہو ولیکن انکے سہام اور رؤس مین موافقت
ہو تو یہان عدد رؤس کے وفق کو اصل مسئلے مین ضرب کرینگے اگر عول نہوا ہو اور اگر عول ہوگا تو اصل اور عول مین ضرب کرینگے چنانچہ والدین اور دس بیٹیان
یا زوج اور والدین اور چھہ بیٹیان اور تیسرا قاعدہ مباینت کا وہ یہ ہے کہ ایک ہی گروہ کے سہام مین کسر پڑتی ہو ولیکن انکے سہام اور رؤس مین موافقت نہین بلکہ
مباینت ہے تو یہان تمام عدد رؤس کو اصل مسئلے مین ضرب کرینگے چنانچہ زوج اور جدہ اور تین اخیافی بہنین اور اگر عول ہوا ہے تو اصل مسئلے اور عول مین ضرب
کرینگے چنانچہ زوج اور پانچ سگی یا سوتیلی بہنین اور باقی چار قاعدے جو مابین رؤس کے ہین سو ایک تماثل ہے اور دوسرا تداخل و تیسرا توافق اور چوتھا تباین
سو مصنف ان اصول سبعہ مین سے چھہ قاعدون کو ذکر کریگا اور استقامت کو اسنے حذف کیا ہے اسواسطے کہ وہ ظاہر ہے وقت طلب نہین اور پچھلے چارون قاعدے
نہین ہوتے مگر وہان جس مسائل مین دو گروہ ورثہ پر یا زیادہ پر کسر واقع ہو کذا فی الطحطاوی والشریفی مختلطا و اذا انکسر سہام کل فریق علیہم ضربت عدد ہم
فی اصل المسئلۃ و عولہا ان کانت عائلۃ کامراۃ و اخوین للمراۃ الربع یبقے لہما ثلثۃ لا تستقیم ولا توافق فاضرب اثنین فی اربعۃ تصح من ثمانیۃ اور جبکہ سہام ہر فریق
کے وارثون پر ٹوٹ جاوین تو انکے عدد رؤس کو اصل مسئلے مین ضرب کر اور اگر مسئلہ عائلہ ہو تو اصل مسئلے اور اسکے عول مین ضرب کر چنانچہ ایک عورت یعنے
زوجہ اور دو بھائی وارث ہون تو عورت کا حصہ ربع ہے باقی رہے تین وہ دو بھائیون پر مستقیم نہین اور یہان دو اور تین مین توافق کی بھی نسبت نہین تو دو کو یعنے
عدد رؤس کو چار مین یعنے اصل مسئلے مین ضرب کر تو مسئلہ آٹھ سے صحیح ہوگا ہم یہ مثال ہے مسئلہ غیر عائلہ کی اور مسئلہ عائلہ کی یون مثال ہے کہ زوج اور پانچ سگی یا سوتیلی
بہنین وارث ہین اصل مسئلہ چھہ ہے اسکا نصف یعنے تین زوج کا حصہ ہے اور اسکی ثلثین یعنے چار بہنون کا حصہ ہے تو مسئلے نے عول کیا سات کی طرف اور یہان فقط
بہنون کے سہام انپر مستقیم نہین اور انکے سہام اور رؤس یعنے چار اور پانچ مین مباینت ہے تو ہمنے عدد رؤس یعنے پانچ کو اصل مسئلے اور اسکے عول یعنے سات مین
ضرب کیا تو ۳۵ حاصل ہوئے سو اسی حاصل سے مسئلہ صحیح ہوگیا اسطرح کہ زوج کے تین سہم تھے انکو مضروب یعنے پانچ مین ضرب کیا پندرہ ہوئے اور پانچ بہنون کے چار سہم تھے
انکو بھی پانچ مین ضرب کیا تو ۲۰ ہوئے تو ہر بہن کے چار سہم ہوئے یہ تیسرا قاعدہ ہے منجملہ تین قاعدون کے وان وافق سہامہم عدد ہم ضربت وفق عدد ہم فی
اصل المسئلۃ و عولہا کامراۃ و ستۃ اخوۃ فلہم ثلثۃ توافقہم بالثلث فاضرب اثنین فی اربعۃ تصح من ثمانیۃ ایضا اور اگر وارثون کے سہام مین اور انکے عدد
رؤس مین توافق ہو تو انکے عدد کے وفق کو اصل مسئلے مین تو ضرب کرے اگر عائلہ نہوا ور اگر عائلہ ہو تو اصل مسئلے اور اسکے عول مین ضرب کرے چنانچہ زوجہ اور چھہ بھائی
وارث ہون تو بھائیون کے تین سہم ہین تو تین مین اور بھائیون کے عدد رؤس یعنے چھہ مین توافق ہے تو دو کو چار مین ضرب کر تو یہ مسئلہ بھی آٹھ سے صحیح ہوگا ہم یہ مثال
مسئلہ غیر عائلہ کی مذکور ہوئی اور مسئلہ عائلہ کی یہ مثال ہے کہ زوج اور والدین اور چھہ بیٹیان وارث ہین تو اصل مسئلہ بارہ سے ہے بسبب اجتماع ربع اور سدس اور دو
ثلثین کے تو زوج کا حصہ ربع ہے یعنے تین سہم اور والدین کے دو سدس یعنے چار سہم اور چھہ بیٹیون کے دو ثلث یعنے آٹھ سہم تو مسئلے نے عول کیا بارہ سے پندرہ کا

اور بیٹیون کے سہام یعنے آٹھ فقط آنکے عدد رؤس پر یعنے چھ پر منکسر ہین لیکن عدد سہام اور عدد رؤس مین توافق بالنصف ہی تو یعنے آنکے رؤس کو نصف
کی طرف پھیرا یعنے تین کی طرف پھر تین کو اصل مسئلے اور اسکے عول یعنے پندرہ مین ضرب کیا تو ۴۵ حاصل ہوئے تو اب مسئلہ مستقیم ہو گیا اسواسطے کہ زوج کا
حصہ اصل مسئلے مین سے تین سہم کا تھا اسکو مضروب یعنے تین مین ضرب کیا تو نو حاصل ہوئے تو نو سہم زوج کے ٹھہرے اور والدین کا حصہ اسمین سے چار سہم کا تھا تو
اسی مضروب مین یعنے تین مین ضرب کیا بارہ حاصل ہوئے تو ہر ایک کے چھ سہم ہوئے اور بیٹیون کا حصہ آٹھ سہم کا تھا اسکو بھی تین مین ضرب کیا ۲۴ حاصل ہوئے تو ہر ایک کا
حصہ چار سہم کا ہوا اور اصول ثلثہ سہام اور رؤس کا حاصل مقام یہ ہی کہ اگر سہام ماخوذہ از مخرج وارثون پر مستقیم ہو گئے تو یہ پہلا قاعدہ ہی اور اگر مستقیم نہ ہوئے تو یا ایک
گروہ پر منکسر ہوئے یا اکثر پر دوسری شق تو اصول اربعہ مین مذکور ہی اور اول شق یعنے ایک ہی گروہ پر انکسار ہو وہ دو حال سے خالی نہین کہ اس گروہ کے سہام
مین اور آنکے عدد رؤس مین موافقت ہی یا نہین اگر موافقت ہی تو وہ دوسرا قاعدہ ہی اور اگر موافقت نہین بلکہ مباینت ہی تو وہ تیسرا قاعدہ ہی کذا فی الشریفیہ فاذا انکسر
سہام فریقین او اکثر وعدد رؤسہم متماثلۃ ضربت احد الاعداد فی اصل المسئلۃ وعولها اور جبکہ دو فریق یا زیادہ کے سہام منکسر ہوتے ہین اور وارثون
کے رؤس متماثل اور برابر ہون تو اعداد متماثلہ سے ایک عدد کو ضرب کر اصل مسئلے مین اور اسکے عول مین یعنے اگر عول ہو تو اصل مسئلے مین ضرب کر اور اگر مسئلہ
عائلہ ہو تو اصل مسئلے مین اسکے عول کے ساتھ ضرب کر ہم بیان سے اول چار قاعدون کا ذکر شروع ہوا جو مابین رؤس کے ہین طحطاوی نے کہا کہ سراجیہ اور اسکے
شروح مین عول مذکور نہین مگر ایک فریق کے انکسار پر تو اس سے زیادہ انکسار کی یہ مثال ہی کہ زوجہ اور تین سگی بہنین اور تین اخیافی بہنین وارث ہون کثلاث بنات
وثلثۃ اعمام فیکتفی باحد المتماثلین فاضرب ثلثۃ فی اصل المسئلۃ تکن تسعۃ منها تصح چنانچہ اگر تین بیٹیان اور تین چچا وارث ہون تو احد المتماثلین پر اکتفا کر سو تین کو
اصل مسئلے مین ضرب کر تو حاصل ہونگے انھین سے مسئلہ صحیح ہو گا ہم اصل مسئلہ تین سے ہی بسبب اجتماع ثلثین اور ثالث کے اور تین کے ثلثین یعنے دو بیٹیون پر
مستقیم نہین اور اسکا ثلث یعنے ایک اعمام پر مستقیم نہین اور رؤس ورثہ متماثل ہین کیونکہ بنات بھی تین ہین اور اعمام بھی تین ہین تو احد المتماثلین کو اصل مسئلہ
مین یعنے تین کو تین مین ضرب کیا نو حاصل ہوئے اب قسمت صحیح ہو گئی بنات کا حصہ دو تھا اسکو تین مین ضرب کیا چھ حاصل ہوئے تو تینون بیٹیون کو دو دو پہونچے اور
اعمام کا حصہ ایک تھا اسکو تین مین ضرب کیا تین حاصل ہوئے ایک ایک ہر چچا کو پہونچا بلا انکسار وان انکسر علی ثلثۃ فرق او اربع فاطلب التشارک اولا بین
السہام والاعداد ثم بین الاعداد والاعداد ثم افعل کما فعلت فی الفریقین فی المداخلۃ والمماثلۃ والموافقۃ والمباینۃ فما حصل یسمی جزء السہم فاضربہ
فی اصل المسئلۃ اشار الیہ بقولہ وان دخل بعض الاعداد فی بعض کاربع زوجات وثلث جدات واثنے عشر عما ضربت اکثر الاعداد
لتداخلها فی اصل المسئلۃ وهو اثنا عشر تکن مائۃ واربعۃ واربعین منها تصح اور اگر سہام منکسر ہون وارثون کے تین یا چار گروہ ہون پر تو تشارک
یعنے نسبت کو طلب کر پہلے مابین سہام اور اعداد رؤس کے پھر نسبت تلاش کر مابین اعداد اور اعداد کے پھر وہ عمل کر جو تونے کیا ہی دونون فریق کے
اندر مداخلت اور مماثلت اور موافقت اور مباینت مین سو جو عدد کہ حاصل ہو اسکا نام جزء سہم ہی اور اسکو مضروب بھی کہتے ہین کذا فی الطحطاوی
سو اسکو ضرب کر اصل مسئلے مین مصنف نے اس مذکور کی طرف اشارہ کیا ہی اپنے اس قول مین اور اگر بعض اعداد بعض مین داخل ہو جاوین چنانچہ
چار زوجہ اور تین دادیان اور بارہ چچا تو اکثر اعداد کو بسبب اسکے تداخل کے اصل مین ضرب کر اور وہ یعنے اصل مسئلہ بارہ ہی تو اس ضرب سے ۱۴۴ حاصل
ہونگے انھین سے مسئلہ صحیح ہو گا ہم اصل مسئلہ ہی بارہ سے تین دادیون کا حصہ سدس ہی یعنے دو سو ان پر مستقیم نہین اور انکے سہام اور رؤس مین مباینت ہی
تو انکے تمام رؤس کو یعنے تین کو ہم نے لیا اور چار زوجہ کا حصہ ربع ہی یعنے تین سو انمین بھی استقامت نہین اور انکے سہام اور رؤس مین بھی مباینت
ہی تو انکے بھی تمام عدد رؤس کو لیا اور باقی یعنے سات چچون کا حصہ ہی وہ بارہ پر مستقیم نہین بلکہ دونون مین تباین ہی تو انکے بھی اعداد رؤس کو بالکل لیا
پھر رؤس ماخوذہ کے اعداد مین نسبت طلب کی تو تین اور چار کو بارہ مین داخل پایا اور یہی بارہ اعداد رؤس مین اکثر ہی تو اسی بارہ

کو اصل مسئلے مین کہ وہ بھی بارہ ہی ضرب کیا ۱۴۴ حاصل ہوئے اب تقسیم بلا کسر صحیح ہوگئی یہ جو شارح نے کہا کہ تین چار فریق مین دو فریق کے ساتھ عمل کر سو دو
فریق مین تو فقط مماثلت مذکور ہی اور توافق اور تباین جو سابق مین مذکور ہو چکے سو انکا موضوع تو فریق واحد کا انکسار ہو نہ فریقین کا کذا فی الطحطاوی **وان وافق**
بعضہا بعضا کاربع زوجات وخمس عشرة جدة وثمان عشرة بنتا وستة اعمام ضربت وفق احدہا اے احد الاعداد **فی جمیع الآخر ثم**
الخارج فی وفق الثالث ان وافق والا فی جمیعہ ثم الرابع کذلک ثم المجتمع وہو جزء السہم وہو فی مسئلتنا مائة وثمانون فی اصل المسئلة
وہو ہنا اربعة وعشرون تحصل اربعة الاف وثلثمائة وعشرون منہا تصح اور اگر بعض اعداد روس کو بعض اعداد سے توافق کی نسبت ہو چنانچہ چار زوجہ
اور پندرہ دادیان اور اٹھارہ بیٹیان اور چھ چچا تو احد الاعداد کے وفق کو دوسرے اعداد کے تمام مین تو ضرب کرے اور جو ضرب سے حاصل اور خارج ہوا اسکو تیسرے
اعداد کے وفق مین ضرب کرے اگر تیسرے مین توافق ہو اور اگر توافق نہو بلکہ تباین ہو تو اسکے تمام مین ضرب کرے پھر چوتھے مین اسیطرح ضرب کرے یعنے اگر توافق
ہو تو اسکے وفق مین والا کل مین ضرب کرے پھر مجتمع کو جو سہم کا جزو سہم ہی اور وہ ہمارے اس مسئلے مین ۱۸۰ ہی اصل مسئلہ مین جو یہان ۲۴ ہی ضرب کرے تو ۴۳۲۰
ہوئے ان اعداد سے تقسیم بلا کسر صحیح ہوگی مع اصل مسئلہ ۲۴ ہی چار زوجہ کا ثمن ہی یعنے تین وہ انپر منقسم نہین اور عدد سہام اور عدد روس مین تباین ہی تو تمام عدد
روس مین تباین ہی تو تمام عدد روس کو یعنے یاد رکھا اور اٹھارہ بیٹیون کی دو تہائیان ہین یعنے سولہ اور وہ انپر مستقیم نہین اور انکے سہام اور روس مین توافق
بالنصف ہی تو نصف عدد روس کو لیا یعنے نو کو اور پندرہ دادیون کا حصہ سدس ہی یعنے چار وہ انپر مستقیم نہین اور انکے سہام اور روس مین تباین ہی تو انکے تمام
عدد روس کو یاد رکھا اور چھ چچون کا حصہ مابقی ہی یعنے ایک وہ انپر مستقیم نہین اور انکے عدد روس مین تباین ہی تو انکے تمام عدد روس کو یاد رکھا تو
ہمکو حاصل ہوئے عدد روس محفوظ سے چار اور چھ اور نو اور پندرہ پھر ہمنے اعداد مین توافق کو طلب کیا تو چار اور چھ مین موافقت بالنصف پائی سو ان دونون مین
سے ایک کو اسکے نصف کی طرف پھیرا اور اسکو دوسرے مین ضرب کیا تو بارہ حاصل ہوئے اور بارہ اور نو مین توافق بالثلث ہی تو ایک کے ثلث کو دوسرے کے تمام مین ضرب
کیا ۳۶ حاصل ہوئے اور ۳۶ یعنے مبلغ ثانی اور پندرہ مین بھی موافقت بالثلث ہی تو پندرہ کی تہائی یعنے پانچ کو ۳۶ مین ضرب کیا ۱۸۰ حاصل ہوئے پھر اس مبلغ ثالث کو
اصل مسئلے مین یعنے ۲۴ مین ضرب کیا تو ۴۳۲۰ حاصل ہوئے اس سے مسئلہ صحیح ہوگیا اسواسطے کہ زوجات کا حصہ اصل مسئلہ مین تین تھا اسکو مضروب مین یعنے ۱۸۰ مین ضرب کیا
۵۴۰ حاصل ہوئے تو ہر زوجہ کو ۱۳۵ پہونچے اور اٹھارہ بیٹیون کا حصہ سولہ تھا اسکو مضروب مذکور مین ضرب کیا ۲۸۸۰ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کا حصہ ۱۶۰ سہم کا ہوا اور
پندرہ دادیون کا حصہ چار تھا اسکو بھی مضروب مذکور مین ضرب کیا ۷۲۰ حاصل ہوئے تو ہر ایک کو ۴۸ سہم ملے اور چھ چچون کا حصہ ایک تھا اسکو بھی مضروب مذکور مین ضرب
کیا ۱۸۰ حاصل ہوئے ہر چچا کو ۳۰ سہم ملے کذا فی الشرنبلالی **وان تباینت اعداد روس من انکسر علیہم سہامہم کامرأتین وست جدات وعشر بنات وسبعة اعمام**
ضربت احدہا اے احد الاعداد **فی جمیع الثانی والحاصل فی جمیع الثالث والحاصل فی جمیع الرابع** تحصل جزء السہم وہو ہنا مائتان وعشرة لتوافق
روس البنات والجدات لسہامہم بالنصف فاضربہا فی اصل المسئلة وہو ہنا اربعة وعشرون تحصل خمسة آلاف واربعون ومنہا تستقیم اور اگر اعداد روس متباین ہون انکے
جن پر انکے سہام منکسر ہین چنانچہ دو زوجہ اور چھ دادیان اور دس بیٹیان اور سات چچا تو ضرب کرے تو احد الاعداد کو تمام ثانی مین اور حاصل کو ضرب کرے جمیع ثالث مین
اور اسکے حاصل کو جمیع اعداد رابع مین حاصل ہوگا جزء سہم یعنے مضروب اور وہ یہان ۲۱۰ ہی بسبب توافق بالنصف ہونے روس بنات اور جدات کے انکے سہام
سے تو ۲۱۰ کو ضرب کر اصل مسئلے مین اور وہ یہان ۲۴ ہی حاصل ہونگے پانچہزار اور ۴۰ اور انھین سے مسئلہ مستقیم ہوگا مع اصل مسئلہ ۲۴ سے ہی دو زوجہ کا حصہ ثمن ہی یعنے تین
وہ انپر مستقیم نہین اور انکے روس اور سہام مین تباین ہی تو ہمنے انکے عدد روس کو یعنے دو کو یاد رکھا اور چھ دادیون کا حصہ سدس ہی یعنے چار وہ انپر مستقیم نہین اور انکے
عدد روس اور عدد سہام مین موافقت بالنصف ہی تو ہمنے انکے عدد روس کے نصف کو یعنے تین کو یاد رکھا اور دس بیٹیون کا حصہ دو ثلث ہی یعنے سولہ وہ انپر مستقیم
نہین اور انکے روس اور سہام مین موافقت بالنصف ہی تو ہمنے انکے نصف عدد روس کو یعنے پانچ کو لیا اور سات چچون کا حصہ مابقی ہی یعنے ایک وہ انپر مستقیم

تین اور ایک میں اور سات میں مباینت ہو تو یہ ضرب کئے تمام عدد روس کو یعنے سات کو لیا تو ہوا ہے: مثال عدد ماخوذ ۶ روس سے دو اور تین اور پانچ اور سات حاصل
ہوئے اور یہ سب عدد متباین ہیں تو پہلے دو کو تین میں ضرب کیا چھ حاصل ہوئے پھر اس حاصل کو پانچ میں ضرب کیا ۳۰ حاصل ہوئے پھر ۳۰ کو ۷ میں ضرب کیا
۲۱۰ حاصل ہوئے اسی عدد اخیر کا نام جزء سہم اور مضروب ہے پھر یہ ہے اس مبلغ کو اصل مسئلہ یعنے ۲۴ میں ضرب کیا تو مجموع ۵۰۴۰ ہوئے اسی سے مسئلہ صحیح ہوگا
سب فریقوں پر اسواسطے کہ دو زوجہ کا حصہ اصل مسئلہ سے تین سہم تھے انکو مضروب میں یعنے ۲۱۰ میں ضرب کیا ۶۳۰ حاصل ہوئے تو ہر زوجہ کو ان میں سے ۳۱۵ سہم
ملے اور چھ دادیوں کا حصہ چار سہم کہ تھا اسکو بھی مضروب مذکور میں ضرب کیا ۸۴۰ حاصل ہوئے تو ہر ایک دادی کو ۱۴۰ سہم ملے اور دس بیٹیوں کے سہم سولہ تھے
اسکو بھی مضروب مذکور میں ضرب کیا ۳۳۶۰ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کو ۳۳۶ سہم ملے اور سات چچوں کا حصہ ایک تھا اسکو بھی اسی مضروب میں ضرب کیا ۲۱۰ حاصل
ہوئے تو ہر چچا کو ۳۰ سہم ملے اور مجموعہ ان حصوں کا ۵۰۴۰ ہے کذا فی الشرنبلالی الطحطاوی نے کہا جزء سہم بیان عبارت ہے مبلغ ثالث سے کیونکہ عدد اول اور ثانی کی ضرب
سے ایک مبلغ حاصل ہوا اور اس مبلغ کے ضرب کرنے سے عدد ثالث میں مبلغ ثانی حاصل ہوا اور مبلغ ثانی کی ضرب سے عدد رابع میں مبلغ ثالث ہوا اور یہی مبلغ
ثالث جزء سہم ہے اور سہام بنات اور جدات کا توافق مثال سابق سے ظاہر ہو گیا شارح نے یہ تکمیل اسواسطے مذکور کی کہ اگر یہ موافقت نہ ہوتی تو عدد مذکور سے
تصحیح زیادہ ہو جاتی باب مصنف معرفت تماثل اور توافق اور تداخل اور تباین کا فائدہ مذکور کرتا ہے **و افاد ان معرفۃ التماثل والتوافق والتداخل والتباین**
بین العددین ہذہ مقدمۃ یحتاج الیہا فی تقسیم الترکۃ اور جبکہ تو چاہے شناخت تماثل اور توافق اور تداخل اور تباین کے کوئی سے دو عددوں میں شرح نے کہا اس
مقدمہ کی طرف حاجت پڑتی ہے ترکہ کی تقسیم میں یعنے اعداد مستحقین پر قسمت کرنا بلا کسر بدون یاد رکھنے اس مقدمہ کے نہیں ہو سکتا **فتماثل العددین کون احدہما**
مساویا للآخر کثلثۃ و ثلثۃ سو دو عدد کا تماثل ہونا ایک عدد کا برابر دوسرے عدد کے چنانچہ تین اور تین ہے اور ایسے دونوں عددوں کو متماثلین کہتے ہیں اور یہاں
اسکا اعتبار کرنا ضرور ہے کہ دونوں عدد دو محل میں واقع ہوں چنانچہ روس اور سہام میں اور اگر محل کا اعتبار نہ کیجیے تو تین مطلق میں تعدد نہیں تو متماثلین بھی ثابت
نہ ہونگے فتنبہ کذا فی الشرنبلالی والطحطاوی **و تداخل العددین المختلفین باحد امرین علے ما ہنا اما بان یعد اقلہما الاکثر اے یفنیہ او یکون اکثر العددین**
منقسما علی الاقل قسمۃ صحیحۃ بلا کسر کالستۃ مع الثلثۃ او اثنین اور عددین مختلفین کا تداخل بنا بر اس مقام کے متحقق ہوتا ہے احد الامرین سے یا اسطرح پر کہ عدد کم
عدد اکثر کو فنا کر دیتا اور مٹا دے یا اکثر عدد کمتر عدد پر منقسم ہو جاوے تقسیم صحیح بدون کسر کے جیسے قسمت ہوتا چھ کا تین یا دو پر ہے اقل اکثر کو فنا کر دے یعنے اگر اقل کو
اکثر سے دو بار یا زیادہ گرائیں تو اکثر سے کچھ باقی نہ رہے چنانچہ تین اور چھ کہ اگر تین کو چھ سے دو بار گرائے تو چھ بالکل فانی ہو جائے اور اسطرح اگر نو سے تین کو تین بار
گرائے تو کچھ باقی نہ رہے تو ایسے عددوں کو اصطلاح میں متداخلین کہتے ہیں برخلاف آٹھ کے کہ وہ تین کے گرانے سے فانی نہیں ہوتا اور شرح میں تماثل کی
تعریف میں دو امر اور زیادہ مذکور کیے ہیں ایک یہ کہ تداخل وہ ہے کہ اگر مثل اقل کو یا امثال اقل کو زیادہ کیجیے تو اکثر کے برابر ہو جاوے دوسرے یہ کہ اقل جزء ہو اکثر کا شمنی شرح
نے کہا کہ یہ مذکور من قبیل اختلاف فی العبارۃ کے ہے **و توافق العددین ان لا یعد اے لا یفنی اقلہما الاکثر لکن یعدہما عدد ثالث کالثمانیۃ مع العشرین یعدہما**
اربعۃ فیتوافقان بالربع اور توافق عددین کا یہ ہے کہ کمتر عدد اکثر عدد کو فنا نہ کرے لیکن اقل اور اکثر دونوں کو تیسرا عدد فنا کر دے چنانچہ آٹھ بیس کے ساتھ کہ ان دونوں کو
چار فنا کر دیتا ہے تو آٹھ اور چار میں توافق بالربع ہے ہم توافق عددین یعنے دو عدد کا موافقت کرنا ایک جزء میں یعنے نصف یا ثلث یا ربع وغیرہا میں معلوم کرتا ہے
کہ قول اصح میں واحد عدد میں داخل نہیں اسواسطے کہ عدد عبارت ہے کمیت متالفہ من الوحدات سے اور واحد ایسا نہیں ہے تو مصنف کی تعریف توافق کی صحیح ہے اور اگر
عدد کی تعریف یوں کیجیے کہ مراتب عددین واقع ہو یا کم ہو کے جو ابتدا میں پڑے تو اس میں واحد بھی داخل ہے تو یہاں یوں کہنے کی احتیاج ہوگی کہ توافق العددین یہ ہے کہ اقل اکثر کو فنا نہ کرے
ولیکن انکو عدد ثالث جو واحد کے سواے ہو فنا کرے اسواسطے کہ واحد تو جمیع اعداد کو فنا کرتا ہے اور اصطلاح میں ما بین واحد اور کسی شے کے تداخل نہیں بلکہ تباین ہے کذا فی الشرنبلالی
والطحطاوی ملتقطا **و تباین العددین ان لا یعد العددین المختلفین معا عدد ثالث اصلا کالتسعۃ مع العشرۃ** اور دو عددوں کا تباین اس طرح ہوتا ہے کہ

عددین مختلفین کو ساتھ ہی تیسرا عدد اصلاً فنا نہیں کرتا چنانچہ نو دس کے ساتھ ہم یعنے نو اور دس کو ساتھ ہی کوئی اور عدد سوائے ایک کے نہیں مٹا دیتا اور واحد علی
لاحدہ عدد نہیں ہے اور چونکہ تماثل اور تداخل کی معرفت میں پوشیدگی نہ تھی بلکہ توافق اور تباین کی معرفت میں البتہ پوشیدگی تھی لہذا مصنف نے اسکی توضیح قول آئندہ سے
شروع کی **واذا اردت معرفة التوافق والتباين بين العددين المختلفين اسقط الاقل من الاكثر من الجانبين مرارا حتى اذا اتفقا في درجة واحدة**
اور جبکہ تو ارادہ کرے مابین عددین مختلفین کے توافق اور تباین کی شناخت کا تو اقل کو اکثر عدد سے چند بار ساقط اور کم کر یہانتک کہ دونوں عدد ایک درجہ میں
متفق ہو جاویں ہم مثلاً جبکہ دس سے سات کو گرایا باقی رہے تین اور جبکہ تین کو دو بار سات سے گرایا باقی رہا ایک اور جبکہ ایک کو دو بار تین سے گرایا تو بھی ایک ہی
باقی رہا تو دس اور سات بسبب اسقاط اقل کے جانبین سے چند بار متفق ہوگئے واحد میں یعنے ایک ہی باقی رہا دونوں عددوں میں سے اسقاط کے درجات میں
فان توافقا في واحد فمتباينان او لا وفق سو اگر بعد اسقاط مذکور کے دونوں عدد متفق ہو جاویں واحد میں تو وہ دونوں عدد متباین ہیں اور انہ دونوں میں وفق نہیں **وان
توافقا في اثنين فبالنصف** اور اگر عددین مختلفین باہم توافق کریں دو میں تو وہ دونوں عدد متوافقین بالنصف ہیں ہم مثلاً اگر اٹھارہ سے آٹھ کو دو بار ساقط کیجیے تو
دو باقی رہینگے اور جبکہ دو کو تین بار آٹھ سے گرائے تو بھی دو ہی باقی رہینگے تو یہ دونوں عدد یعنے اٹھارہ اور آٹھ متوافقین بالنصف ہیں کذا فی الشریفیہ طحطاوی نے
کہا توافق بالنصف یا توافق بالثلث و نظائرہا کا مطلب یہ ہے کہ مخرج نصف یا ثلث یا ربع کا ان دونوں عددوں کو فنا کر دیتا ہے **او ثلثة فبالثلث هكذا الى العشرة
يعني الكسور المنطقة** یا عددین تین میں باہم متفق ہیں تو وہ متوافقین بالثلث ہیں اسیطرح دس تک اور انکو کسور منطقہ کہتے ہیں ہم یعنے اگر عددین دو میں توافق کریں
چنانچہ چار اور دس تو وہ متوافقین بالنصف ہیں اور اگر تین میں توافق کریں چنانچہ نو اور بارہ ہیں تو وہ متوافقین بالثلث ہیں اور اگر چار میں توافق کریں
چنانچہ آٹھ اور بارہ تو متوافقین بالربع ہیں اور پانچ کے توافق میں متوافقین بالخمس ہیں چنانچہ دس اور پندرہ اور چھ میں بالسدس چنانچہ بارہ اور اٹھارہ اور
سات میں بالسبع چنانچہ چودہ اور اکیس اور آٹھ میں بالثمن چنانچہ سولہ اور چوبیس اور نو میں بالتسع چنانچہ اٹھارہ اور ستائیس اور دس کے اتفاق میں متوافقین
بالعشر ہیں چنانچہ ۲۰ اور ۳۰ اور انکو کسور منطقہ کہتے ہیں یعنے تعبیر کسر کی بدون اضافت کرنے کے اسکے مخرج کی طرف ممکن ہے چنانچہ یوں کہنا کہ نصف اور ثلث
اور ربع الی آخر الکسور التسعة بخلاف کسر اصم کے کہ اسکا تعبیر کرنا بدون اضافت اسکے مخرج کے ممکن نہیں چنانچہ یوں کہنا جزء من احد عشر یعنے گیارہ کا ایک جزء
اسکو اصم یعنے گونگا کہا باعتبار مجاز کے اس واسطے کہ کسر کا بولنا مسموع نہیں کذا فی الطحطاوی **او احد عشر فبجزء من احد عشر وهكذا ويسمى الاصم** یا عددین نے توافق
کیا گیارہ میں تو وہ دونوں عدد گیارہ کے ایک جزء میں متوافق ہیں اور اسی طرح بارہ یا تیرہ کا ایک جزء اور یہ کسر بھی اصم ہے چنانچہ ۲۲ اور ۳۳ کو فقط گیارہ فنا کرتا ہے
اور گیارہ گیارہویں جزء کا مخرج ہے تو دونوں عدد گیارہویں جزء میں متوافق ہیں اور اسی طرح توافق ہونا بارہویں جزء میں چنانچہ ۲۴ اور ۳۶ میں اور تیرہویں میں
چنانچہ ۲۶ اور ۳۹ میں اور اسی طرح انیسویں جزء میں توافق چنانچہ ۳۸ اور ۵۷ میں کذا فی الطحطاوی ملخصاً تتمہ خلاصہ مقام یہ ہے کہ واحد کے سوا جو دو عدد ہوں
اگر دونوں برابر ہیں تو عددین متماثلین ہیں والا اگر اقل اکثر کو فنا کر دے تو وہ متداخلین ہیں والا اگر دونوں کو تیسرا عدد فنا کر دے تو وہ متوافقین ہیں اور جس کسر کا
عدد ثالث مخرج ہے وہی کسر ان دونوں عددوں کا وفق ہے اور اگر عدد ثالث انکو فنا نہ کرے تو وہ متباینین ہیں اور تماثل تو ظاہر ہے اور باقی یعنے تداخل اور توافق
اور تباین پہچانے جاتے ہیں عدد اکثر کی قسمت کرنے سے اقل پر تو اگر قسمت سے کچھ باقی نہ رہے تو وہ متداخلین ہیں اور اگر باقی رہے تو مقسوم علیہ باقی پر
قسمت کیا جاوے اسی طرح چند بار کیا جاوے یہانتک کہ کچھ باقی نہ رہے تو وہ عددین متوافقین ہیں اور پچھلا مقسوم علیہ وہی دونوں کا فنا کرنے والا
ہے یا باقی رہے ایک تو وہ متباینین ہیں کذا فی خلاصة الحساب **واذا اردت معرفة نصيب كل فريق كالبنات والجدات والاعمام وغيرهم من التصحيح الذي
استقام على الكل فاضرب ما كان له اى لكل فريق من اصل المسئلة فيما اى في جزء السهم الذي ضربته في اصل المسئلة يخرج نصيبه اى ذلك
الفريق** اور جبکہ تو ارادہ کرے معرفت ہر فریق کے نصیب کی چنانچہ بنات اور جدات اور اعمام وغیرہم کے اس تصحیح سے جو مستقیم ہو چکی ہر فریق پر جو

ہر فریق کا حصہ تھا اصل مسئلے سے اسکو ضرب کر اس جزء سہم اور مضروب میں جسکو تو نے ضرب کیا ہے اصل مسئلے میں تو اس فریق کا حصہ نکل آویگا ہم مثال مذکور کی مثال مذکور میں جزء سہم اور مضروب ۲۱۰ تھا اور حصہ زوجتین کا تین تھا اصل مسئلے یعنی ۲۴ سے تو جب تین کو ضرب کیا ۲۱۰ میں تو ۶۳۰ حاصل ہوئے تو معلوم ہوا کہ ۵۰۴۰ کی تصحیح سے زوجتین کا حصہ ۶۳۰ ہے وعلی ہذا القیاس معرفت نصیب بنات وجدات واعمام ثم اذا اردت معرفۃ نصیب کل واحد من احاد ذلک الفریق ضربت سہام کل وارث منہ فی جزء السہم المضروب یخرج نصیبہ پھر جبکہ تو ارادہ کرے اس فریق کے ہر ہر واحد کے حصہ کی معرفت کا تو ہر وارث کے سہام کو جزء سہم مضروب میں ضرب کر اسکا حصہ نکل آویگا ہم تو مسئلہ مذکورہ میں تباین اعداد رؤس کے وجہ سے زوجتین کا حصہ اصل مسئلے میں تین سہم کا تھا پھر جب تین کو دو زوجہ پر تقسیم کیا تو ہر ایک کا حصہ ایک اور نصف یعنی ڈیڑھ ہوا سو اسکو جبکہ مضروب یعنی دو سو دس میں ضرب کیا ۳۱۵ حاصل ہوئے سو یہی حصہ ہے ہر زوجہ کا اور بنات کا نصیب اصل مسئلے سے سولہ سہم کا تھا پھر جب اسکو عدد رؤس یعنی ۱۰ پر قسمت کیا تو ایک اور تین خمس خارج ہوئے سو اسکو جبکہ اسی مضروب میں ضرب کیا ۳۳۶ حاصل ہوئے یہ حصہ ہوا ہر بیٹی کا اور جدات کا حصہ اصل مسئلے سے چار سہم کا تھا پھر جب اسکو چھ دادیوں پر قسمت کیا تو ایک سہم کی دو تہائیاں حاصل ہوئیں سو اسکو جبکہ مضروب مذکور میں ضرب کیا ۱۴۰ حاصل ہوئے یہ حصہ ٹھہرا ہر دادی کا اور اعمام کا حصہ اصل مسئلے سے ایک سہم کا تھا پھر جب اسکو سات چچوں پر قسمت کیا تو سبع یعنی ساتواں حصہ حاصل ہوا اسکو جب مضروب مذکور میں ضرب کیا ۳۰ حاصل ہوئے یہی حصہ ہے ہر چچا کا والاوضح طریق النسبۃ اور ہر وارث کے حصے کی شناخت میں واضح تر نسبت کا طریقہ ہے اسواسطے کہ اس طریق میں قسمت اور ضرب کی طرف حاجت نہیں پڑتی بر خلاف اور طریقوں کے وہو ان تنسب سہام کل فریق من اصل المسئلۃ الی عدد رؤسہم وحدہم ثم تعطی بمثل تلک النسبۃ من المضروب لکل واحد من احاد ذلک الفریق اور وہ یعنی نسبت کا طریقہ یہ ہے کہ اصل مسئلے سے ہر فریق کے سہام کو نسبت کرے تو فقط انکے عدد رؤس کیطرف پھر اسی نسبت کے مانند دے تو مضروب سے اس فریق کے ہر ایک شخص کو ہم تو مسئلہ مذکورہ میں جبکہ تو نے سہام زوجتین کی نسبت کی انکے عدد رؤس کی طرف یعنی تین کی دو کی طرف تو مثل اور نصف یعنی ڈیوڑھی نسبت ہوئی اور جبکہ تو نے ہر زوجہ کو مضروب یعنی ۲۱۰ سے اسی نسبت کے مانند دیا تو ۳۱۵ ہوئے اسواسطے کہ اگر ۲۱۰ کو ڈیوڑھا کیجیے تو ۳۱۵ ہوتے ہیں اور جبکہ سہام بنات یعنی سولہ کو انکے عدد رؤس یعنی دس کیطرف نسبت کیا تو مثل اور تین خمس مثل کی نسبت حاصل ہوئے پھر جبکہ ہر بیٹی کو مثل مضروب اور اسکے تین خمس کے مانند دیا تو ہر بیٹی کو ۳۳۶ ہو چکے اور جبکہ سہام جدات کو انکے عدد رؤس کی طرف یعنی چار کو چھ کی طرف نسبت کیا تو واحد کے ثلثین کی نسبت پائی گئی اور جبکہ ہر جدہ کو مضروب کی دو تہائیاں دیں تو ۱۴۰ کا حصہ ہوا اور جبکہ سہام اعمام کو انکے عدد رؤس کی طرف یعنی ایک کو سات کی طرف نسبت کیا تو سبع یعنی ساتویں حصے کی نسبت پائی تو جبکہ مضروب کا ساتواں حصہ ہر چچا کو دیا تو تیس تیس حاصل ہوئے فائدہ چونکہ مواریث سے مقصود یہی ہے کہ ہر وارث کو اسکا حق دیا جاوے تو اس اہتمام کے واسطے علمانے اسکے تین طریقے مذکور کیے ہیں دو طریقے مذکور ہو گئے ایک طریقہ ضرب سہام ہر وارث کا اور دوسرا طریقہ نسبت کا جو اظہر اور اوضح ہے اور تیسرا طریقہ قسمت مضروب کا ہے وہ یہ ہے کہ مضروب کو قسمت کر جس فریق پر تو چاہے پھر خارج قسمت کو اسی فریق مقسوم علیہم پر ضرب کر تو حاصل ضرب حصہ ہوگا اس فریق کے ہر واحد کا تو مسئلہ مذکور میں جبکہ تو نے مضروب یعنی ۲۱۰ کو دو زوجہ پر قسمت کیا خارج قسمت ۱۰۵ ہوا پھر جبکہ اس خارج کو دونوں زوجہ کے نصیب میں جو اصل مسئلے میں تھا یعنی تین میں ضرب کیا ۳۱۵ حاصل ہوئے تو یہی حصہ ہوا ہر زوجہ کا اور جبکہ مضروب مذکور کو دس بیٹیوں پر قسمت کیا خارج قسمت ۲۱ ہوا پھر جب اسکو انکے اصل مسئلے کے نصیب میں یعنی سولہ میں ضرب کیا ۳۳۶ حاصل ہوئے یہی حصہ ہے ہر بیٹی کا اور جبکہ اسی مضروب کو چھ دادیوں پر قسمت کیا تو ۳۵ حاصل ہوئے پھر جبکہ انکو جدات کے اصل مسئلے کے نصیب میں یعنی چار میں ضرب کیا ۱۴۰ ہوئے یہی حصہ ہے ہر دادی کا اور جبکہ مضروب مذکور کو اعمام سبعہ پر قسمت کیا تو ۳۰ حاصل ہوئے پھر جبکہ اس خارج کو انکے اصل مسئلہ کے نصیب میں یعنی ایک میں ضرب کیا ۳۰ حاصل ہوئے یہی حصہ ہے ہر چچا کا کذا فی الطحطاوی واذا اردت قسمۃ الترکۃ بین الورثۃ والغرماء یعنی کلا واحدہ لامعا لتقدم الغرماء علی قسمۃ المواریث کما فی شرح السراجیۃ لحیدر اور جبکہ تو مابین ورثہ اور ارباب دیون کے ترکہ قسمت کرنا چاہے یعنی فقط وارثوں میں یا فقط دائنوں میں نہ ایک ساتھ دونوں میں بسبب مقدم ہونے ارباب

دیون کے مواریث کی قسمت پر چنانچہ حیدر کی شرح سراجیہ مین یہ مطلب مشرح مذکور ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ جب ترکہ پورا پڑا ادائے جمیع دیون مین اور کچھ باقی رہا
تو ارباب دیون مین اب قسمت کرنیکی کچھ حاجت نہ رہی وارثون مین البتہ قسمت ہوگی اور اگر ترکہ اداے دیون مین کافی نہ ہوا تو وارثون کے لیے کچھ باقی نہ رہا تو
بین ورثہ کے قسمت بھی نہ ہوگی حاشیہ عجم زادہ مین ہے بین الطائفتین قسمت ترکہ سے مراد یہ ہے کہ ہر گروہ کے افراد مین بالاختصاص قسمت ہوگی نہ بالاشتراک بین الطائفتین
کذا فی الطحطاوی **فان کان بین الترکۃ والتصحیح مماثلۃ فظاہر** سواگر ترکہ اور تصحیح مین مماثلت اور برابری ہے تو ظاہر ہے چنانچہ اگر میت نے مان اور باپ اور
چار بیٹیون کو چھوڑا اور ترکہ چھ دینار ہے تو ہر ایک کو ایک ایک دینار ملیگا اسواسطے کہ ثلث یعنے دو دینار والدین مین مشترک ہے اور ثلثین یعنے چار بنات کا حق ہے تو ترکہ
بلا دقت تقسیم ہوگیا **او موافقۃ ضربت سہام کل وارث من التصحیح فی جمیع الترکۃ** کذا فی نسخ المتن والشرح والموافق للسراجیہ وغیرہا فی وفق الترکۃ وانما
فی جمیع الترکۃ عند المباینۃ یا ترکہ اور تصحیح مین موافقت ہے تو ضرب کرے تو ہر وارث کے سہام کو تصحیح سے تمام ترکہ مین شارح نے کہا یہی عبارت ہے متن اور شرح
کے نسخون مین اور سراجیہ وغیرہ کے موافق یون ہے کہ سہام کو وفق ترکہ مین ضرب کرے اور تمام ترکہ مین تو ضرب کیجاتی ہے فقط مباینت کے وقت مصنف سراجیہ
وغیرہ کا مطلب چنانچہ سید شریف نے فرائض شریفی مین واضح کرکے حس محل مین مذکور کیا ہے یہ ہے کہ مباینت کا حکم موافقت اور مداخلت مین بھی جاری ہوتا ہے تو ضرب کیے
جاتے ہین ہر وارث کے سہام تصحیح سے جمیع ترکہ مین اور موافقت کا دوسرا طریقہ وہ ہے جسکو شارح نے مذکور کیا وہ یہ ہے کہ سہام ہر وارث کے ضرب کیجاوین ترکہ کے وفق مین پھر
حاصل ضرب کی وفق تصحیح پر قسمت ہو تو خارج قسمت نصیب ہوگا اس وارث کا اور مداخلت شریک ہے موافقت کے اس طریقہ مین تو تجکو اختیار ہے اگر تو چاہے موافقت
اور مداخلت مین تباین کا طریقہ اختیار کرے اور چاہے ضرب فی الوفق کا طریقہ پسند کرے دونون کا مآل ایک ہے اور مباینت کی صورت کا یہ بیان ہے کہ ایک عورت اپنا زوج
اور مان اور دو سگی بہنین چھوڑ کر مرگئی اور ترکہ ۱۲۵ اشرفیان ہین تو اصل مسئلہ چھ سے ہے اور عول کریگا آٹھ کی طرف تو زوج کا نصف سے تین ہے اور مان کا ایک اور ہر بہن کے دو سہم اور ترکہ
اور تصحیح یعنے آٹھ مین تباین ہے پھر تو نے جب چاہا کہ ہر وارث کا حصہ دریافت کرے ترکہ سے تو جو نصیب ہے زوج کا تصحیح سے یعنے تین کو تمام ترکہ مین ضرب کر کچھتر حاصل ہونگے پھر اس
مبلغ کو تصحیح یعنے آٹھ پر قسمت کر تو نو اشرفیان اور ایک اشرفی کے تین ثمن خارج ہونگے تو یہ حصہ ہے زوج کا اس ترکہ سے اور مان کے نصیب کو تصحیح سے یعنے ایک کو بھی جمیع ترکہ مین ضرب کر
۱۲۵ حاصل ہونگے پھر جب انکو آٹھ پر قسمت کیا تین اشرفیان اور ایک اشرفی کا ثمن خارج قسمت ہوا تو یہ حصہ ہے مان کا ترکہ سے اور بہن کے نصیب یعنے دو کو تمام ترکہ مین ضرب کر ۵
۲۵ حاصل ہونگے پھر جب انکو آٹھ پر قسمت کیا چھ اشرفیان اور ربع اشرفی خارج ہوئی سو یہ حصہ ہے ہر بہن کا ترکہ مذکورہ سے اور اگر اس مسئلہ مین ترکہ ۵۰ اشرفیان فرض کیجیے تو ترکہ اور تصحیح مین
توافق بالنصف ہے اور جبکہ ترکہ ۲۴ اشرفیان فرض کیجیے تو تصحیح اور ترکہ مین تداخل ہے اور ان دونون صورتون مین تجکو اختیار ہے چاہے مباینت کی مانند عمل کرے اور چاہے ہر وارث
کے نصیب کو وفق ترکہ مین ضرب کرے پھر حاصل کو وفق تصحیح پر قسمت کرے خارج قسمت حصہ ہوگا ہر وارث کا اور اگر ترکہ مین کسر ہو تو اسمین ترکہ بسط کرنیکی حاجت ہوگی تا کہ ترکہ ایک
جنس ہو جاے اور بسط کا طریقہ یہ ہے کہ صحیح کو مخرج کسر مین ضرب کرے اور حاصل پر کسر مذکورہ کو زیادہ کردے پھر اس عدد کو بھی جس سے مسئلہ صحیح ہوگیا ہے مخرج کسر مین ضرب کرے
پھر دونون حاصل مین ضرب اور قسمت کا وہ عمل کرے جو مذکور ہو چکا تو خارج قسمت اس وارث واحد کا حصہ ہوگا سو جبکہ ہمنے مسئلہ مذکورہ مین ۱۲۵ اشرفیان اور ثلث اشرفی کا
ترکہ فرض کیا تو ۱۲۵ کو ثلث کے مخرج یعنے تین مین ضرب کیا حاصل ہوئے ۳۷۵ اسپر تہائی کو زیادہ کیا تو ۳۷۶ تہائیان ہوئین پھر تصحیح یعنے آٹھ کو بھی تین مین ضرب کیا ۲۴ حاصل
ہوئے پھر جب نصیب ہر وارث کا آٹھ سے ۳۷۶ مین ضرب کیا اور حاصل کو ۲۴ پر قسمت کیا تو خارج قسمت حصہ ہوگا اس وارث کا گویا کہ ترکہ ۳۷۶ کا ہے اور گویا تصحیح ۲۴ کی
ہے کذا فی الطحطاوی عن الشریفی **وہذا المعرفۃ نصیب کل فرد** اور یہ قاعدہ مذکورہ واسطے دریافت کرنے حصہ ہر فرد وارث کے ہے **و تعمل کذلک فی معرفۃ نصیب
کل فریق منہم** اور اسیطرح تو عمل کرے وارثون کے ہر فریق کے حصہ دریافت کرنے مین ہم یعنے نصیب ہر فریق کو تمام ترکہ مین ضرب کرے تین صورتون تباین اور
توافق اور تداخل مین اور حاصل کو تمام تصحیح پر قسمت کرے سو جو خارج ہوگا وہ حصہ ہوگا ہر فریق کا چنانچہ حصہ دو بہنون کا مسئلہ سابقہ مین تجکو معلوم ہو چکا
اور تجکو اختیار ہے کہ توافق اور تداخل مین وہ دوسرا طریقہ کرے جو عنقریب مذکور ہو چکا مصنف نے حصہ ہر وارث کے بیان کو مقدم مذکور کیا ہر فریق کے

حصے کے بیان پر اور حالانکہ ترتیب طبعی بالعکس ہی اسواسطے کہ ہر ذی حق کا حصہ ور بانٹ کرنا مقصود وانما قدمنا الدیون فان وسنے فیہا اور ادا سے دیون کی
تو یہ تفصیل ہی کہ اگر مال متروک پورا پڑا ادا کرنے میں تو بہتر اور کیا خوب ہی وان لم یف وتعدد الغرماء اور اگر متروک پورا نہ پڑا اور اصحاب دیون کے چند لوگ ہیں ہم لیتے اگر تعدد
نہیں بلکہ صاحب دین ایک شخص ہی تو بعد تجہیز اور تکفین باقی مال کو وہی لیگا فنزل مجموع الدیون کالتصحیح للمسئلة وینزل کل دین غریم کسہام وارث وعمل
کما مر در صورت عدم ایفا اور تعدد ارباب دیون کے آمارت تو سب دیون کو بمنزلہ تصحیح مسئلے کے اور ہر دائن کے دین کو بمنزلہ سہام وارث کے قرار دے اور وہ عمل کرو جو
قسمت بین الورثة میں عمل کرچکا ہے ضرب اور قسمت سے عمم صورت اسکی یہ ہی کہ ایک شخص مرگیا نو اشرفیوں کا ترکہ چھوڑ کر اور اسپر دس اشرفیاں ہیں ایک شخص کی اور
اور پانچ اشرفیاں دوسرے شخص کی ہیں تو دونوں پندرہ دیون کو بمنزلہ تصحیح مسئلہ کے قرار دے اور مابین دیون اور ترکے جو نو اشرفیاں ہیں نظر کرو سو اگر دونوں میں توافق
ہو چنانچہ یہی صورت ہی کہ دونوں میں توافق بالثلث ہی سو دس اشرفی والے دین کو وفق ترکہ یعنے تین میں ضرب کیا حاصل ہوئے ۳۰ پھر اس حاصل کو تصحیح کے
وفق یعنے پانچ پر قسمت کیا خارج قسمت چھ ہوئے سو یہ اسکا حصہ ہوا نو اشرفیوں سے اور جبکہ پانچ اشرفیوں والے دین کو وفق ترکہ یعنے تین میں ضرب کیا پندرہ حاصل
ہوئے پھر جب پندرہ کو وفق تصحیح یعنے پانچ پر قسمت کیا خارج ہوئے تین یہ پانچ اشرفیوں والے کا حصہ ہی اور اگر اس صورت میں تیرہ اشرفیاں ہوں تو تیرہ اور مجموع دیون
یعنے پندرہ میں جو بمنزلہ تصحیح کے ہی تباین ہی تو ہر دائن کے نصیب کو اس تصحیح کے تمام میں ضرب کر اور حاصل کو جمیع ترکہ پر قسمت کر سو خارج قسمت حصہ ہوگا ہر دائن کا سو جبکہ دس
اشرفیوں والے دین کو تیرہ میں ضرب کیا ایکسو تیس حاصل ہوئے پھر جبکہ اسکو پندرہ پر قسمت کیا تو اٹھارہ اشرفیاں اور ایک اشرفی کی دو تہائیاں خارج ہوئیں یہ دس
اشرفیوں والے دائن کا حصہ ہوا اور پانچ اشرفیوں والے دائن کے دین کو بھی تمام ترکہ میں ضرب کیا ۶۵ حاصل ہوئے پھر جب اس مبلغ کو پندرہ پر قسمت کیا چار اشرفیاں اور ایک
اشرفی کی تہائی خارج ہوئی یہ حصہ ہوا پانچ اشرفیوں والے دائن کا اور اگر اسی صورت میں پانچ اشرفیوں کا ترکہ فرض کیجیے تو ترکہ اور تصحیح میں توافق بالخمس ہوگا باوجودیکہ
پانچ اور پندرہ متداخلین بھی ہیں تو دس اشرفیوں والے کے دین کو خمس ترکہ میں یعنے ایک میں ضرب کر دس حاصل ہونگے اور اس حاصل کو خمس تصحیح پر یعنے تین پر قسمت کر خارج
ہونگی تین اشرفیاں اور ایک اشرفی کی ایک تہائی یہ حصہ ہی دس اشرفیوں والے کا اور پانچ اشرفیوں والے کے دین کو بھی وفق ترکہ میں ضرب کر اور حاصل کو وفق تصحیح یعنے
تین پر قسمت کر خارج ہوگا ایک اور دو تہائیاں ایک کی یہ حصہ ہی پانچ اشرفیوں والے کا اور یہ بھی اختیار ہی کہ تباین اور تداخل اور توافق میں تمام ترکہ میں ضرب کرے اور
یہ بھی کہ توافق اور تداخل کی دونوں صورتوں میں وفق کا انہیں اعتبار کرے کذا فی الطحطاوی والشرنبلالی ثم شرع فی مسئلة التخارج پھر مصنف نے یہاں سے مسئلہ تخارج کا بیان
شروع کیا تخارج اصطلاح فرائض میں اس سے عبارت ہی کہ ورثہ باہم صلح کرلیں یعنے وارث کے اخراج پر میراث سے بعض اس مال کے جو اسکے حصے سے
کمتر ہو اور یہ شرع میں درست ہی محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الصلح میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسکو ذکر کیا ہی اور عمرو بن دینار سے روایت کی ہی کہ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے
اپنی چار زوجات میں سے ایک زوجہ کو اپنے مرض موت میں طلاق دی پھر وہ عدت میں مرگئے تو عثمان رضی اللہ عنہ نے زوجہ مذکورہ کو اور تین زوجات کے ساتھ میراث دینے کا
حکم کیا تو انکے وارثوں نے اس عورت سے صلح کرلی اسکے ربع ثمن یعنے آٹھویں حصے کی چوتھائی سے اسکے نصف پر یعنے ۸۳ ہزار دینار پر اور یہ دلیل ہی تخارج کے جائز ہونے پر ذکرہ
الشمس الدین اور حالانکہ عبد الرحمن بن عوف نے چار بار اپنا تمام مال اپنی زندگی میں نصفا نصفا للہ تقسیم کردیا تھا اور نصف باقی رکھا تھا اور یہ دلیل ہی اسپر کہ مال حلال کے جمع کرنے
میں کچھ مضائقہ نہیں یعنے بشرط ادائے حقوق واجبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نعم المال الصالح للرجل الصالح یعنے نیک مال نیک مرد کے واسطے کیا خوب ہی کذا فی الطحطاوی
فقال ومن صالح من الورثة والغرماء علی شیء معلوم منها طرح سهامه من التصحیح وجعل کانه استوفی نصیبه سو مصنف نے کہا کہ جو شخص وارثوں اور ارباب
دیون میں سے صلح کرلے چیز معین پر ترکہ میں سے تو اس وارث کے سہام یا اس دائن کا دین تصحیح سے گرا دیا جاویگا اور یہ قرار دیا جاویگا کہ گویا اسنے اپنا حصہ بھر پا
لیا یعنے مع وجود مصالح من الورثة اولا مسئلے کی تصحیح کرنا چاہیے پھر اسکے سہام کو تصحیح سے گرانا چاہیے کذا فی الشرنبلالی طحطاوی نے کہا شیء معلوم کی قید اسواسطے لگائی تاکہ
مجہول نکل جاوے اسواسطے کہ شیء مجہول پر صلح صحیح نہیں اگرچہ اس سے صلح درست ہی ثم قسم الباقی من التصحیح او الدیون علی سهام من بقی منهم فتصح منه کزوج وام وعم

قسمت کیا جائے باقی تصحیح یا وارثوں سے اُنکے سہام پر جو باقی رہیں وارثوں میں سے تو تصحیح ہونگے سہام مابقی سے چنانچہ زوج اور ماں اور چچا وارث رہے ہوں تو مسئلہ
فصالح الزوج علی ما فی ذمتہ من المهر
کے وجود زوج کے چھ سے ہے اور مستقیم ہے وارثوں پر اُنمیں سے زوج کے سہام تین ہیں اور ماں کے دو سہم اور چچا کا ایک سہم
فخرج من البین اور ثبتہ فاطرح سهامہ من التصحیح و ہے ثلثة واقسم باقے الترکة و ہے ما عدا المهر بین الام والعم اثلاثا بقدر سهامهما من التصحیح قبل التخارج وحینئذ یکون
سهمان للام وسهم للعم پھر زوج نے صلح کر لی اپنے حصے کی یعنی نصف میراث کی اُسپر جو اُسکے ذمے پر مہر زوجہ کا واجب الادا ہے اور وہ خارج ہو گیا وارثوں کے درمیان
سے تو زوج کے تین سہام تصحیح سے گرا دے اور باقی ترکہ سوائے مہر کے ماں اور چچا میں تین تہائی کرکے بقدر اُنکے سہام کے تصحیح قبل از تخارج سے قسمت کر دے
اور اسوقت میں دو سہم ماں کے ہوئے اور ایک سہم چچا کا ہوا مراد یعنی جو سہام تھے ہر ایک وارث کی تصحیح سے تخارج سے پہلے وہی ہنوز قائم ہیں زوج کے خارج
ہو جانے سے سہام باقی ورثہ میں کچھ فرق اور تغیر واقع نہیں ہوا ولا یجوز ان یجعل الزوج کان لم یکن لئلا ینقلب فرض الام من ثلث اصل المال الے ثلث الباقی اور یہ
جائز نہیں کہ زوج کو یوں قرار دیجیے گو یا کہ موجود ہی نہ تھا تاکہ ماں کا فرض اصل مال کی تہائی سے باقی مال کی تہائی کی طرف بدل نہ جائے ہم اصل مال چھ سہم تھے
اسکی تہائی دو سہم ہیں اور اگر زوج کو نابود فرض کیجیے تو اسکا نصف حصہ ساقط ہو کر تین سہم باقی رہینگے اسکی تہائی ایک سہم ہے لانہ حینئذ یکون للام سہم وللعم سهمان وهو
خلاف الاجماع قالہ السید وغیرہ قلت وهذا هو الصواب ولقد غلط فی قسمة هذہ المسئلة صاحب المختار وصاحب المجمع البحرین وغیرهما علے ما یوجد من النسخ فانهما قسماها اثلاثا
للام سہم وللعم سهمان وقد علمت انہ خلاف الاجماع اسواسطے کہ اسوقت میں یعنی باقی مال کی قسمت میں ماں کا ایک سہم ہو گا اور چچا کے دو سہم اور وہ مخالف اجماع کے
ہے ایسا کہا ہے سید شریف وغیرہ شارحین سراجیہ نے میں کہتا ہوں اور یہی قول یعنی زوج کو نابود نہ فرض کرنا حق اور ٹھیک ہے اور البتہ اس مسئلہ کی قسمت
کرنے میں صاحب مختار اور صاحب مجمع البحرین وغیرہما غلط کر گئے ہیں بموجب اُن کتابوں کے نسخوں کے جو میرے پاس موجود ہیں اسواسطے کہ اُن دونوں نے
باقی مال کو یعنی تین سہم کو نہ چھ کو قسمت کیا ہے ماں کا ایک سہم اور چچا کے دو سہم اور البتہ تجھکو سید شریف وغیرہ کے نقل کلام سے معلوم ہو گیا ہے کہ وہ خلاف اجماع کے
ہے اور یہ اسصورت پر محمول ہے جبکہ اسکا حق مخالف ہوتا ہو اُسکے ادخال اور اُسکے فرض عدم سے اور جسکا حال اسطرح مختلف نہوتا ہو چنانچہ اگر بجائے چچا کے باپ ہو تو اُسکے دخل
کا اعتبار کرنا لازم نہیں اسواسطے کہ ماں کا ایک سہم اور باپ کے دو سہم ہیں دونوں تقدیر میں اور اگر یوں فرض کیجیے کہ چچا نے صلح کر لی کچھ ترکہ پر تو بھی مسئلہ چھ سے ہو گا پھر جبکہ
یعنی زوج ۱۲
چچا کا حصہ یعنی ایک سہم گرا دیا باقی رہے پانچ سہم تین سہم زوج کے اور دو سہم ماں کے تو باقی مال پانچ حصے کیا جاویگا زوج اور ماں میں تو تین خمس زوج کے اور دو خمس ماں
کے اور اگر یوں فرض کیجیے کہ ماں کے حصے پر صلح واقع ہوئی اور وہ خارج ہو گئی میراث سے تو بھی مسئلہ چھ سے ہو گا پھر جبکہ ماں کے دو سہم ساقط کر دیے چار باقی رہے تو باقی ترکہ چار
حصے ہو گا اسمیں سے تین زوج کے اور ایک چچا کا کذا فی الطحطاوی قال العلامة قطب الدین محمد بن سلطان فی شرحہ للکنز وقولہ فاجعلہ کان لم یکن فیہ نظر ثم ذکر نحو ما حررہ فتدبر علامہ
قطب الدین محمد بن سلطان نے شرح کنز میں کہا اور ماتن کا یہ قول کہ زوج کو یوں قرار دے کہ وہ گویا کہ نہ تھا اس قول میں اعتراض ہے پھر شارح مذکور نے ویسا بیان کیا جیسا
کہ تحریر ہو چکا سو اسکو تامل کرے قال مؤلفہ العبد الفقیر العاجز الحقیر محمد علاء الدین ابن الشیخ علے الحصنی الحنفی العباسی الامام بجامع بنی امیة ثم المفتے بدمشق المحمیة قد فرغت
من تالیفہ فی اواخر شهر المحرم الحرام سنة احدی وسبعین والف هجریة علی صاحبها افضل الصلوة والسلام اس شرح کا جامع بندہ محتاج ضعیف ناچیز یعنی محمد علاء الدین
ابن شیخ علی حصنی کا رہنے والا حنفی مذہب عباسی نسب بنی امیہ کی جامع مسجد کا امام پھر دمشق محفوظ کا مفتی کہتا ہے کہ میں اس کتاب کی تالیف سے فارغ ہوا پچھلی تاریخوں میں
شہر محرم الحرام سن ایک ہزار اکہتر ہجری میں ہجرت والے رسول پر ہو جیو بہتر درود اور سلام ہم قاموس میں ہے کہ حصن کئی ایک مواضع کا نام ہے شاید کہ شارح انہیں سے
کسی موضع کی طرف منسوب ہے امام اور مفتی میں احتمال ہے کہ شارح کی صفت ہے یا اُسکے والد کی اور یہی ظاہر ہے قد بالغت فی تلخیصہ وتحریرہ وتنقیحہ اور البتہ میں نے
اس شرح کی تلخیص اور تحریر اور تنقیح میں بہت مبالغہ کیا ہے ہم تلخیص سے مراد اختصار ہے قاموس میں ہے کہ تلخیص عبارت ہے تبیین اور شرح سے شیخ الاسلام نے شرح رسالہ
قشیریہ میں کہا کہ ایجاز اور اختصار بمعنے واحد ہیں یعنی اقلال لفظ مع توسیع المعنی یا اقلال بلا اخلال یا اقلال مبانی مع ابقاء معانی یا رد الکثیر الی القلیل وقیل

نام کتاب	قیمت
نام حق - مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری -	۹ پائی
مائۃ مسائل - سو مسائل از مولانا احمد الصدر رحمہ اللہ -	[illegible]
شرح وقایہ فارسی مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبدالحق محدث دہلوی	[illegible]
مسلک المتقین - مرغوب علمائے ولایت از مولوی الہ یار خان -	[illegible]
فتاوی برہنہ - جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین -	[illegible]
قدوری -	۶
شرح فارسی مختصر وقایہ - از عبدالرحمن جامی -	۱۵ر
کنز فارسی - از مفتی نصیر الدین کرمانی محشی مع فرہنگ -	۹ر
مالا بدمنہ - از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ -	[illegible]
شرح مختصر وقایہ کورمیری - از مولانا جلال الدین سمرقندی -	[illegible]
رسالہ تنبیہ الانسان - در حلت و حرمت جانوران -	۹ پائی
رسالہ قاضی قطب - ذکر بیان ارکان	۳ پائی

کتب فقہ عربی

نام کتاب	قیمت
ابو المکارم - شرح مختصر وقایہ از عبداللہ بن محمد معروف -	[illegible]
مبادی الاصول - مصنفہ مولانا	

نام کتاب	قیمت
ابی المنصور الحسن بن یوسف -	[illegible]
برجندی - شرح مختصر وقایہ از مولانا عبد العلی برجندی معتبر شرح ہے -	[illegible]
کنز الدقائق -	
جامع الرموز - شرح مختصر وقایہ از ملا شمس محمد قہستانی متداول -	[illegible]
فتح القدیر - بقلم جلی ہدایہ اور بقلم مناسب فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند و باعظمت شرح مشہور و معروف اور آخرین تکملہ زین الدین آفندی کامل چار مجلد تصحیح تفصیل ذیل - کاغذ سفید گندہ -	[illegible]
ایضاً - کاغذ حنائی -	[illegible]
ہدایہ - حاشیہ جدید نہایت عمدہ زوائد و فوائد بحشی مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم ہر چہار جلد کامل و مجلدات بین بشرح ذیل -	
۱ - جلدین اولین عبادات -	[illegible]
۲ - جلدین آخرین معاملات -	[illegible]
ہدایہ مع شرح الکفایہ - از سید جلال الدین کرلانی بہت معروف و مستند متداول چار جلدین اس شرح ہدایہ پر حاشیہ بہت مستند لکھے گئے ہین کاغذ سفید کامل و بتفصیل ذیل -	[illegible]
ایضاً جلد اول و ثانی تا آخر نکاح -	[illegible]
ایضاً جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب -	[illegible]

نام کتاب	قیمت
فتاوائے عالمگیری - ہر چہار جلد کامل در سہ جلد کاغذ حنائی و سفید -	[illegible]
فتاوی قاضیخان مع سراجیہ - از امام قاضی حسن بن منصور اوزجندی خان مستند معتمد معروف متداول در مجلد کامل -	[illegible]
شرح وقایہ - از امام صدر الشریعۃ جلی قلم مع کامل حاشیہ ذخیرۃ العقبی از یوسف بن جنید چلپی داخل درس تقطیع کلان خوشخط وصحیح کاغذ سفید -	[illegible]
ایضاً - کاغذ حنائی -	[illegible]
شرح وقایہ خرد - مع دائرہ ہندیہ متوسط قلم	[illegible]
ذخیرۃ العقبی - حاشیہ شرح وقایہ از یوسف بن جنید چلپی متداول معروف -	[illegible]
اشباہ و النظائر مع شرح حموی معروف مستند متداول -	[illegible]
ملا مسکین - از بیوع تا وصایا بحشی جدید -	[illegible]
کنز الدقائق محشی متداول درسی کتاب -	۸ر
منتخب الحقائق - شرح کنز الدقائق مشہور متداول -	[illegible]
عینی شرح کنز الدقائق محشی ہر چہار جلد مستند معروف متداول در دو مجلدین -	[illegible]
(۱) جلدین اولین عبادات مین -	[illegible]
(۲) جلدین آخرین معاملات مین	[illegible]
شرح الیاس - شرح مختصر وقایہ از شیخ محمود بن الیاس کمل یکجائی -	[illegible]

نام کتاب	قیمت
مختصر وقایہ محشی - از امام صدر الشریعہ درسی مسند اول -	۹ر
عصمۃ البضاعۃ - فی مسائل الرضاعۃ از مولوی تراب علی مرحوم -	۶ پائی
قدوری محشی - تالیف امام ابو الحسن درسی مسند اول -	۸ر
کتب حدیث اردو	
مظاہر حق - ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح ترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم و مغفور کامل چار جلدوں میں حامل المتن یعنی اول عبارت عربی حدیث کی بعدہ اسکا ترجمہ اردو میں کاغذ سفید گندہ -	عہ ب
ایضاً - کاغذ حنائی و سفید معمولی -	لعہ ب
تحفۃ الاخیار - ترجمہ اردو مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی - کاغذ سفید و حنائی -	عہ ب ۱۲ر
ترجمہ جامع ترمذی - حامل المتن جلد اول مترجمہ مولوی فضل احمد انصاری لاہوری کاغذ سفید و حنائی -	عا ب
ایضاً - جلد دوم کاغذ سفید و حنائی -	عا ب
کتب حدیث فارسی	
اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوٰۃ از مولانا محدث عبد الحق دہلوی چار مجلدات میں پوری شرح مع ترجمہ کاغذ سفید و حنائی -	لعہ ب
کتب حدیث عربی	
تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول	

نام کتاب	قیمت
از شیخ عبد الرحمن بن علی یمنی معروف -	عہ ب
جامع ترمذی - از امام ابو عیسیٰ رح صحاح ستہ میں سے معروف مع رسالہ اصول حدیث جرجانی و شمائل ترمذی مطبوعہ	عہ ب
قسطلانی - شہاب الدین قسطلانی کی شرح صحیح البخاری مسمیٰ بارشاد الساری معروف بہ قسطلانی دس مجلدات میں پوری شرح خط نسخ کاغذ سفید ولایتی گندہ -	عہ ب
سنن ابی داؤد - ہر چہار جلد کامل دو جلد میں از امام سلیمان بن اشعث داخل صحاح ستہ معروف جدید الطبع -	عہ ب
دلائل الخیرات - با ترجمہ فارسی و اسمائے متبرکہ و خواص اسمائے حسنیٰ معروف	۶ر
زاد السبیل الی الجنۃ والسلسبیل - ذخیرۂ احادیث از مولانا غلام یحییٰ -	۴ر
عناصر الخیرات - با ترجمہ اردو از حکیم ناصر علی صاحب آروی کے فقط درود کا مجموعہ -	۱۱ر
کتب تفسیر اردو	
مقدمہ تفسیر مواہب الرحمٰن -	ہر ب
تفسیر مواہب الرحمٰن - پارۂ اول مولفہ مولوی امیر علی صاحب مترجم فتاویٰ عالمگیری مع مقدمہ -	عہ ب
ایضاً - پارۂ دوم -	عہ ب
ایضاً - پارۂ سوم -	عہ ب
ایضاً - پارۂ چہارم -	عہ ب

نام کتاب	قیمت
تفسیر مواہب الرحمٰن - پارۂ پنجم	عہ ب
ایضاً - پارۂ ششم -	عہ ب
ایضاً - پارۂ ہفتم -	عہ ب
ایضاً - پارۂ ہشتم -	عہ ب
ایضاً - پارۂ نہم -	عہ ب
ایضاً - پارۂ دہم -	عہ ب
ایضاً - پارۂ یازدہم -	عہ ب
ایضاً - پارۂ دوازدہم -	عہ ب
ایضاً - پارۂ سیزدہم -	عہ ب
ایضاً - پارۂ چہاردہم -	عہ ب
ایضاً - پارۂ پانزدہم -	عہ ب
ایضاً - پارۂ شانزدہم -	عہ ب
ایضاً - پارۂ ہفدہم -	عہ ب
ایضاً - پارۂ ہشتدہم -	عہ ب
ایضاً - پارۂ نوزدہم -	عہ ب
ایضاً - پارۂ بستم -	عہ ب
ایضاً - پارۂ بست و یکم -	عہ ب
ایضاً - پارۂ بست و دوم -	عہ ب
ایضاً - پارۂ بست و سوم -	عہ ب
ایضاً - پارۂ بست و چہارم -	عہ ب
ایضاً - پارۂ بست و پنجم -	عہ ب
ایضاً - پارۂ بست و ششم -	عہ ب
ایضاً - پارۂ بست و ہفتم -	عہ ب
تفسیر سورۂ فاتحہ مسمیٰ بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین -	۲ر